كتاب العبر وديوان المبتدا والخبر في ايام العرب
والعجم والبربر ومن عاصرهم من ذوي السلطان الاكبر

المعروف به

تاریخ ابن خلدون

جلد چہارم

حصہ پنجم، ششم

اموی خاندان کے نامور حکمران ہشام کا پوتا امیر عبدالرحمٰن الداخل بنو عباس سے بچ کر اندلس میں آیا اور یہاں براعظم یورپ میں جس عظیم الشان اسلامی سلطنت کی داغ بیل ڈالی، تاریخ اس پر ہمیشہ ناز کرتی رہے گی۔ اس جلد میں امیر عبدالرحمٰن الداخل سے لے کر آخری دور زوال تک، اندلس کی اسلامی سلطنت اور بے مثال تہذیب، ترکوں کی یلغار، فاطمیوں کے عروج و زوال، ہندوستان میں فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی اور ہندوستان میں پہلی اسلامی سلطنت کے بانی شہاب الدین غوری کی فتوحات کے مستند و معتبر حالات بیان کئے گئے ہیں۔

تصنیف

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون

ترجمہ

علامہ حکیم احمد حسین الہ آبادی

ترتیب وتبویب

منیر احمد نعیم ایم۔اے

الفیصل ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

AI-FAISAL NASHRAN

Ghazni Street,Urdu Bazar,Lahore.Pakistan
Phone : 7230777 Fax :09242-7231387
http:www.alfaisalpublishers.com
e.mail:alfaisal_pk@hotmail.com

جولائی 2004ء
محمد فیصل نے
ندیم یونس پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

فہرست

حصہ پنجم

باب ۵

عبیدیوں کی اصل دولت

باب ۶

خلافت فاطمیہ علویہ

ابومحمد عبیداللہ المہدی ۲۹۷ھ تا ۳۲۲ھ

باب ۷

واقعات ۳۲۲ھ تا ۳۸۶ھ

باب ۱۹

واقعات ۲۰۶ھ تا ۳۰۰ھ

باب ۲۰

واقعات ۳۰۰ھ تا ۳۶۶ھ

عیسائیوں سے لڑائیاں

باب ۲۱

واقعات ۳۶۶ھ تا ۴۲۸ھ

باب ۲۵

عیسائی فرمانروا

باب ۲۶

امارت افریقہ

باب ۲۷

دول یمن اسلامیہ

باب ۸

ترک حکمران

باب ۹

سلاطین غور

2007

باب ۱۵

دولت بنو حسنویہ

حصہ پنجم

اسیرانِ اندلس اور خلفائے مصر

باب ا

دولتِ علویہ

علوی تحریک کا پس منظر

دولت علویہ میں سب سے پہلے ہم ادارسہ کی حکومت کے حالات لکھیں گے جو المغرب الاقصی میں تھی۔ ہم اس سے پہلے شیعان اہل بیت حضرت علیؓ بن ابی طالب' ان کے دونوں صاحبزادوں رضی اللہ عنہم کے حالات بیان کر آئے ہیں اور ان واقعات کو تحریر کر چکے ہیں جو ان کے شیعوں پر کوفہ میں گزرے۔ حسینؓ بن علی کی تسلیم امارت کے اسباب' کوفہ میں زیاد کے نظام حکومت کی درہمی کے اسباب اور اس کے بانیوں کے مارے جانے کے تذکرے بھی جو کہ حجر بن عدی اور اس کے ساتھی تھے ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ پھر انہی شیعان اہل بیت نے معاویہ کی وفات کے بعد حسین بن علی کو کوفہ میں بلایا چنانچہ وہ تشریف لائے اور ان کی شہادت کا جو واقعہ مقام کربلا میں پیش آیا وہ مشہور ہے۔ اس واقعہ کے بعد شیعوں کو ان کی امداد نہ کرنے اور خاموشی اختیار کرنے سے ندامت ہوئی۔ یزید کی وفات اور مروان کی بیعت کے بعد شیعوں نے ندامت دور کرنے کی غرض سے خروج کیا۔ عبیداللہ بن زیاد بھی کوفہ کی فوجوں کو آراستہ کرکے اس ہنگامہ کے فرو کرنے کے لیے نکلا۔ شیعوں نے سلیمان بن صرد کو اپنا امیر بنا لیا تھا۔ اطراف شام میں عبیداللہ بن زیاد کے لشکر سے مقابلہ ہوا' ایک سخت اور خون ریز جنگ کے بعد سب کے سب ختم کر دیئے گئے اس کے بعد مختار بن ابو عبید نے کوفہ میں محمد بن حنفیہ کے اتباع میں خونِ حسینؓ کے مطالبہ کا اظہار کرکے بغاوت کر دی۔ اس بنا پر سب شیعوں نے اس کا ساتھ دیا اور اپنے کو شرطۃ اللہ (یعنی اللہ کی پولیس) سے موسوم کیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے مختار پر دھاوا بولا' مختار نے اسے شکست دی اور اس دارو گیر میں اسے مار ڈالا۔

ان واقعات سے مختار کا دماغ پھر گیا۔ محمد بن حنفیہ کو اس کی خبر لگی - بیزاری کا خط لکھ بھیجا۔ مختار ان کی ہوا خواہی چھوڑ کر عبداللہ بن زبیر کے ساتھ ہو گیا۔ تب شیعوں نے زید بن علی بن حسین کو ہشام بن عبدالملک کے عہد حکومت میں خلافت کی بیعت کرنے کے لئے کوفہ بلا بھیجا۔ یوسف بن عمر والیٔ کوفہ نے انہیں قتل کرکے صلیب پر چڑھا دیا۔ یحییٰ بن زیاد نے جرجان (مضافات خراسان) میں حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ قتل اور صلیب پر چڑھائے جانے کا پیش آیا جو ان کے والد زید کے ساتھ پیش آیا تھا۔ غرض اہل بیت کی خون ریزی کا سلسلہ چاروں طرف پھیلا ہوا تھا جس کو آپ دولت امویہ اور عباسیہ کے عہد حکومت کے ضمن میں پڑھ آئے ہیں۔

شیعوں میں فرقہ بندی

رافضی فرقہ

پھر شیعوں میں امام اور امام کے تعین کے سلسلے میں باہم اختلافات پیدا ہوئے جس سے ان کے باہمی مذہب میں بھی سخت اختلاف پیدا ہوا۔ بعض امامیہ اس امر کے قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے باعث علیؓ بن ابی طالب امام ہیں اور اسی بنا پر ان کو وصی کا لقب دیتے ہیں اور شیخین یعنی (ابو بکرؓ و عمرؓ) سے بیزاری اور تبرا کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے ان کے خیال کے مطابق علیؓ کو اپنا حق حاصل کرنے سے روکا تھا۔ انہی امامیہ نے زید شہید سے جب کہ ان کو کوفہ میں طلب کیا تھا اس مسئلے میں جھگڑا کیا تھا چونکہ جناب موصوف نے شیخین سے بیزاری ظاہر نہیں کی اور نہ ان پر تبرا کیا۔ اس وجہ سے امامیہ نے ان کی رفاقت ترک کر دی۔ اسی باعث

رافضی کے نام سے موسوم ہوئے۔

زیدیہ فرقہ

انہیں میں سے ایک فرقہ زیدیہ کہلاتا ہے۔ جو بنی فاطمہ کی امامت کا قائل ہے۔ یہ فرقہ علی کرم اللہ اور ان کے بیٹوں کو کل صحابہ پر بہ چند شرائط فضیلت دیتا ہے شیخین کی امامت ان کے نزدیک صحیح ہے باوجودیکہ علی کرم اللہ کو سب سے افضل جانتا ہے زید شہید برالدکے متبعین کا یہ مذہب ہے یہ فرقہ افراط و تفریط سے بہت دور اور جادۂ اعتدال سے شیعوں کی بہ نسبت ان کے بے حد قریب ہے۔

کیسانیہ فرقہ

انہیں میں سے ایک فرقہ کیسانیہ ہے۔ منسوب بہ کیسان۔ اس فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ حسنؓ و حسینؓ کے بعد محمد بن حنفیہ اور ان کے لڑکے امام برحق ہوئے۔ اسی فرقہ سے ایک دوسری شاخ شیعان بنی عباس کی نکلتی ہے جو اس امر کے قائل ہیں کہ ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ کی وصیت کے مطابق امامت محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی طرف منتقل ہو گئی۔ غرض مذہب شیعہ میں باہم بہت سے اختلافات پیدا ہوئے اور طرح طرح کے مذاہب نکلے اور اختلاف اعتقادات و مذاہب کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ ناموں سے موسوم ہوئے۔ کیسانیہ جو بنی حنفیہ کے گروہ سے تھے وہ اکثر عراق اور خراسان میں رہے۔ جس وقت بنی امیہ کی حکومت میں ضعف پیدا ہوا اس وقت اہل بیت نے مدینہ میں جمع ہو کر محمد بن عبداللہ بن حسن مثنی بن حسن بن علیؓ کی خلافت کی پوشیدہ طور سے بیعت کی اور سب نے انہیں اپنا خلیفہ اور سردار تسلیم کیا۔ اس جلسہ میں ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب یعنی المنصور بھی شریک تھا اور اہل بیت کے ساتھ اس نے بھی محمد بن عبداللہ بن حسن بن مثنی کی بیعت کی تھی۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اس وجہ سے کہ منصور میں دانائی اور تدبر کا مادہ زیادہ تھا اسے اپنا پیشوا بنا لیا۔ اسی وجہ سے جس وقت ابو جعفر عبداللہ نے خلیفہ حجاز سے بغاوت کی تھی امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے اس کی مخالفت کی تھی اور محمد بن عبداللہ کی امامت کو ابو جعفر عبداللہ کی امامت سے زیادہ صحیح اور قابل استناد بتلایا تھا۔ کیونکہ اس سے پیشتر محمد بن عبداللہ کی بیعت منعقد ہو گئی تھی اگرچہ شیعوں کے نزدیک زید بن علی کی وصیت کے مطابق حکومت پھر اس کی طرف منتقل ہو گئی تھی۔ مگر امام مالک و امام ابو حنیفہ انہیں کی فضیلت کے قائل رہے اور انہی کے استحقاق کو قابل ترجیح سمجھتے رہے گو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی وجہ سے ابو جعفر منصور کے عہد حکومت میں ان کو طرح طرح کے مصائب اٹھانا پڑے۔ امام مالک کو طلاق مکرہ و مجبور کے فتویٰ پر پٹوایا گیا اور امام ابو حنیفہ کو عہدہ قضا نہ قبول کرنے پر جیل میں ڈال دیا گیا۔

ابو جعفر منصور اور محمد بن عبداللہ

جس وقت دولت و حکومت نے بنی امیہ سے منہ پھیر لیا۔ بنی عباس کا دور حکومت آگیا اور تخت خلافت پر ابو جعفر منصور جلوہ افروز ہوا اس وقت لوگوں نے اس سے بنی حسن بن علی کرم بن ابی طالب کی بابت یہ منسوب کیا کہ محمد بن عبداللہ علم مخالفت بلند کرنے والا ہے اس کے دعاۃ (ایلچی) خراسان میں پھیل گئے ہیں۔ اسی بنا پر منصور نے بنی حسن اور اس کے بھائیوں کو گرفتار کر لیا۔ چنانچہ حسن ' ابراہیم جعفر ' قائم ' موسیٰ بن عبداللہ ' سلیمان و عبداللہ پسران داؤد اور محمد و اسماعیل و اسحاق پسران ابراہیم بن حسن کو مع پینتالیس معززین اہل بیت کے گرفتار کر کے کوفہ کے باہر قصر ابن ہبیرہ میں قید کر دیا۔ اسی قید کی حالت میں رفتہ رفتہ یہ سب کے سب وفات پا گئے۔ ان لوگوں کی گرفتاری کے بعد محمد بن عبداللہ کی جستجو ہونے لگی۔ محمد بن عبداللہ نے یہ خبر پا کر ۱۴۵ھ میں مدینہ سے بغاوت کی اور اپنے بھائی ابراہیم کو بصرہ بھیجا۔ چنانچہ ابراہیم نے بصرہ ' اہواز اور فارس پر قبضہ کر لیا۔ حسن بن معاویہ کو مکہ روانہ کیا۔ حسن نے مکہ پر قبضہ کر لیا اور ایک عامل کو یمن روانہ کیا۔ غرض اپنی خلافت کی علانیہ دعوت دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا اور اپنے کو "مہدی" کے لقب سے ملقب کیا۔ لوگ ان کو "النفس الزکیہ" کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔ اس نے رباح بن عثمان مری عامل مدینہ کو گرفتار

کر کے جیل میں ڈال دیا۔

ابو جعفر منصور اور مہدی کی خط و کتابت

ابو جعفر منصور کو اس کی خبر ہوئی اور اسے مہدی کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ محسوس ہوا۔ روک تھام کی غرض سے ایک خط لکھ بھیجا جو کتب تواریخ میں مرقوم اور مورخین کے نزدیک مشہور ہے۔ منصور نے اس خط میں بسم اللہ کے بعد تحریر کیا تھا۔

من عبداللہ امیر المؤمنین الی محمد بن عبداللہ اما بعد فانما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم وان الک ذمۃ اللہ وعھدہ و میثاقہ ان تبت من قبل ان نقدر علیک ان لو منک علی نفسک ولدک اخوتک و من تابعک و جمیع شیعتک وان اعطیک الف الف درھم وانزلک من البلاد حیث شئت و اقضی لک ما شئت من الحاجات وان اطلق من سجن من اہل بیتک و شیعتک وانصارک ثم لا اتبع احداً منکم بمکروہ وان شئت ان تتوثق لنفسک فوجہ الی من یاخذ لک من المیثاق والعھد والامان ما اجبت والسلام من عبداللہ۔

از طرف امیر المومنین عبداللہ بخدمت محمد بن عبداللہ اما بعد بے شک ان لوگوں کی یہی سزا ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور دنیا میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں کہ وہ مار ڈالے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں الٹی جانب سے کاٹے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں یہ تو ان کی دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ مگر جن لوگوں نے تمہارے ہاتھ آجانے سے قبل توبہ کر لی ہو۔ پس جان لو کہ اللہ غفور الرحیم ہے میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا عہد و میثاق اور واسطہ ہے کہ اگر تم نے اس سے پیشتر کہ ہم تم پر قابو پائیں توبہ کر لی تو ہم تمہیں اور تمہارے لڑکوں' تمہارے بھائیوں' تمہارے تابعداروں اور تمہارے تمام گروہ والوں کو امان دیتے ہیں اور تم کو ایک لاکھ درہم دیتے ہیں اور جہاں تمہیں پسند ہو وہاں تمہیں سکونت کی اجازت ہو گی۔ اور تمہاری جس قسم کی ضرورتیں ہوں گی سب پوری کریں گے' تمہارے خاندان اور تمہارے مددگاروں کو قید کی مصیبت سے رہا کر دیں گے اور اس کے بعد پھر کسی قسم کی برائی نہ کریں گے اور اگر تم اس کا اپنا ذاتی اطمینان کرنا چاہتے ہو تو ہمارے پاس ایسے شخص کو بھیج دو جو تمہارے لیے عہد و اقرار اور امان جیسا بھی تم چاہو ہم سے لے لے والسلام۔۔۔

محمد بن عبداللہ مہدی کا جواب

محمد بن عبداللہ نے جواباً تحریر کیا جس میں بسم اللہ کے بعد یہ عبارت تحریر کی تھی۔

من عبداللہ محمد المھدی امیر المؤمنین ابن عبداللہ محمد اما بعد طسم تلک آیات الکتب المبین نتلو علیک من نباء موسیٰ و فرعون بالحق لقوم یومنون ان فرعون علا فی الارض و جعل اھلھا شیعاً یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابنائھم و یستحی نساء ھم انہ کان من المفسدین و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و تجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض و نری فرعون و ھامان و جنودھما منھم ماکانوا یحذرون وانا اعرض علیک من الامان مثل الذی اعطیتی فقد تعلم ان الحق حقنا وانما دعیتم ھذا الامر بنا ونھضتم فبھم یسیعنا و حزتموہ بفضلنا وان علیا علیہ السلام کان الوصی و الامام فکیف ورثتموہ دوننا و نحن احیاء و قد علمتم انہ لیس احد من بنی ھاشم یشد بمثل فضلنا لا یفجر بمثل قدیمنا و حدیثنا و نسبنا و نسیبنا و انا بنو بنیۃ فاطمۃ فی الاسلام من بینکم فانا اوسط بنی ھاشم نسبا و خیر ھم اُمّا و اباً لم تلد فی العجم ولمد تعرف فی امھات الا ولاوان اللہ عزوجل لم یزل تنزل یختار لنا فولدنی من النبیین افضلھم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ومن اصحابہ اقدمھم اسلاماً و اوسعھم علماً و اکثرھم جھاداً علی بن ابی طالب و من نسائہ افضلھن خدیجۃ بنت خویلد اول من امن باللہ وصلی الی القبلۃ ومن بناتہ ومن المتولدین فی الاسلام سیدا شباب اھل الجنۃ ثم قد علمت ان ھاشما ولد علیاً مرتین من قبل جدی الحسن والحسین فمازال اللہ یختار لی حتی اختار لی فی معنی النار فولد نی اوفع الناس درجۃ فی الجنۃ و اھون اھل النار عذاباً یوم القیامۃ فانا ابن خیر الاخیار وابن خیر الاشرار وابن خیر اھل الجنۃ وابن خیر اھل النار و لک عھداللہ ان دخلت فی بیعتی ان اومنک علی نفسک وولدک و کل ماصبتہ الا حداً من حدود اللہ او حقا لمسلم او معاھد فقد علمت ما یلزمک فی ذلک فانا اوفی بالعھد منک واحری بقبول الامان فاما امانک الذی عرضت علی فھو ای الامان ھی امان ابن ھبیرۃ ام امان عمک عبداللہ بن علی ام امان ابی مسلم ۔ والسلام

اللہ کے بندے محمد مہدی امیر المومنین ابن عبداللہ محمد کی طرف سے ہے۔ اما بعد طسم یہ روشن کتاب کی آیات ہیں ہم تجھ کو موسیٰ اور فرعون کا کچھ احوال سچائی کے ساتھ سناتے ہیں کہ ایمان والوں کے لیے یقین کا باعث ہو، بے شک فرعون دنیا میں بہت بڑھ چڑھ رہا تھا اور وہاں کے لوگوں کو کئی جماعتوں میں تقسیم کر رکھا تھا ان میں سے ایک گروہ کو کمزور بنا دیا تھا ان کے لڑکوں کو مار ڈالتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا بیشک ■ (فرعون) مفسدین سے تھا اور ہم چاہتے تھے کہ ملک میں جو کمزور ہیں ان پر احسان کریں اور انہی کو سردار بنائیں اور انہیں قائم مقام کریں اور ہم ملک میں ان کی حکومت قائم کر دیں اور ہم فرعون و ہامان اور اس کے لشکر کو وہ چیز دکھائیں جس کا وہ اندیشہ کرتے تھے اور میں تمہارے سامنے ویسی ہی امان پیش کرتا ہوں جیسی کہ تم نے ہم کو دی ہے بے شک تم یہ جانتے ہو کہ یہ حق ہمارا حق ہے اور ہمارے ہی وسیلہ سے تم نے اس کا دعویٰ کیا اور ہماری ہی کوشش سے تم اٹھے اور ہماری بدولت تم کامیاب ہوئے اور بے شک علی علیہ السلام وصی اور امام تھے۔ پس ہمارے ہوتے ہوئے تم ان کے کیسے وارث ہوئے۔ یقینی طور پر تم جانتے ہو کہ کوئی شخص بنی ہاشم میں سے ہمارے فضل کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور نہ ہمارے قدیم و جدید اور نسب اور نسیب کی طرح فخر کر سکتا ہے ہم نبی صلعم کی بیٹی فاطمہؓ کی اولاد میں سے ہیں پس ہم بہ لحاظ نسبت اوسط بنی ہاشم ہیں اور بہ اعتبار باپ اور ماں کے اچھے ہیں نہ تو میرے نسب میں عجم کا میل ہے اور نہ لونڈیوں کا اور بے شک اللہ عزوجل ہمیں ممتاز بناتا چلا آیا ہے پس میں اس سے پیدا ہوا ہوں جو نبیوں میں سب سے افضل تھے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب میں بلحاظ اسلام قدیم اور بہ اعتبار علم وسیع اور کثیرا لجہاد تھے، یعنی علیؓ ابن ابی طالب اور عورتوں میں جو افضل ترین تھیں یعنی خدیجہؓ بنت خویلد جو سب سے پہلے ایمان لائیں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور آپ کی لڑکیوں میں جو سب سے افضل اور جنتی عورتوں کی سردار تھیں میں ان سے پیدا ہوا ہوں اور فرزندان اسلام میں سے جو سردار جوانان جنت ہیں ان سے پیدا ہوا ہوں۔ بے شک تم جانتے ہو کہ بہ لحاظ میرے اجداد حسنؓ و حسینؓ کے علیؓ کا ہاشم سے دوہرا تعلق ہے پس اللہ تعالیٰ مجھے برابر ممتاز کراتا آیا ہے۔ حتی کہ میں دو دوزخیوںؒ میں بھی ممتاز رہا پس میں اس کا بیٹا ہوں جس کا جنت میں بڑا درجہ ہو گا اور اس کا بیٹا ہوں جس پر قیامت میں اور دوزخیوں کی بہ نسبت کم عذاب ہو گا۔ چنانچہ میں خیر الاشرار اور بہترین اہل جنت اور بہترین اہل نار کا بیٹا ہوں اور اللہ درمیان میں ہے اگر تم میری بیعت قبول کر لو تو میں تم کو اور تمہارے لڑکوں کو امان دیتا ہوں اور جو کچھ کر چکے ہو اس سے درگزر کرتا ہوں مگر حدود اللہ میں سے کسی حد یا کسی مسلمان کے حق یا معاہدہ کا ذمہ دار نہ ہوں گا۔ تم خود جانتے ہو کہ اس سے تم پر کیا الزام آتا ہے میں تم سے زیادہ اقرار کا پورا کرنے والا ہوں اور میری ماں تمہاری ماں سے زیادہ قبول کرنے کے لائق ہے۔ اور تم جو مجھے امان دیتے ہو تو یہ کونسی امان ہے۔ آیا یہ امان ابن ہبیرہ والی امان ہے یا تمہارے چچا عبداللہ بن علی والی امان ہے یا ابو مسلم والی امان ہے۔ والسلام

؎ یہ ابو طالب کی جانب اشارہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابو طالب کو میرے باعث دوزخ میں داخل نہ کیا جائے گا صرف آگ کے جوتے پہنائیں جائیں گے"۔

منصور نے جواب میں یہ عبارت تحریر کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم من عبداللہ امیر المومنین الی محمد بن عبداللہ فقد اتانی کتابک و بلغنی کلامک فاذا جل فخرک بالنساء التفل بہ الجفاۃ والغو غاء ولم یجعل اللہ النساء کالعمومۃ ولا الا باء کالعصبۃ ولا ولیاء وقد جعل اللہ العم ابا وبد ابہ علی الولد فقال جل ثناء ہ عن نبیہ علیہ السلام واتبعت ابائی ابراہیم و اسمعیل و اسحاق و یعقوب و لقد علمت ان اللہ تبارک و تعالی بعث محمدا" صلی اللہ علیہ وسلم وعمومۃ اربعۃ فاجابہ اثنان احدھما ابی و کفربہ اثنان احد ھما ابوک واماما ذکرت من النساء وقرابابا نھن فلواعطی علی قرب الانساب و حق الاحساب لکان الخیر کلہ لا منۃ بنت وھب ولکن اللہ یختار لدینہ من یشاء من خلقہ واماما ذکرت من فاطمۃ ام ابی طالب فان اللہ لم یھد احدا من ولدھا الی الاسلام ولو فعل لکان عبداللہ بن عبدالمطلب اولا ھم بکل خیر فی الاخرۃ والا ولی واسعدھم بن خول الجنۃ عنلو لکن اللہ ابی ذلک فقال انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء واماما ذکرت من فاطمۃ بنت اسد ام علی بن ابی طالب و فاطمۃ ام الحسین وان ھاشما" ولد علیا" مرتین وان عبدالمطلب ولد الحسن مرتین فخر الاولین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلدہ ھاشم الا مرۃ واحدۃ واماما ذکرت من انک ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان اللہ عزوجل قد ابی ذلک فقال ماکان محمد ابا احد من رجا لکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ولکنکم قرابۃ ابنتہ وانھا القرابۃ عیر انھا امراۃ لا تجوذ المیراث الامامۃ من قبلھا ولقد طلب بھا ابوک من کل وجہ و اخرا جھاتخاصم ومر ضھا سرا ودفنھا لیلا وابی الناس الا تقدیم الشیخین ولقد حضر ابوک وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامر بالصلوۃ غیرہ ثمّ اخذ الناس رجلا" رجلا" فلا یاخذوا اباک فیھم ثم کان فی اصحاب الشوریٰ فکل دفعۃ عنھا بایع عثمان وقبلھا عثمان وحارب اباک طلحۃ والزبیر ودعاسعد الی بیعتہ فاغلق بابہ دونہ ثم بایع معاویۃ بعدہ وافضیٰ امر جدک الیٰ ابیک الحسن قطمہ الی معاویۃ تحرف ودلاھم واسلم فی یدیہ شیعتہ فخرج الی المدینۃ فدفع الا مرالیٰ غیر اھلہ واخذ مالا من غیر حلہ فان کان لکم فیھا شئ فقد بعتموہ فاما قولک ان اللہ اختارلک فی الکفر فجعل اباک اھون اھل النار عذابًا فلیس فی الشر خیار و لا من عذاب اللہ ھین ولا ینبغی لمسلم یومن باللہ والیوم الاخران یفتخر بالنار سترد فتعلم وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون واما قولک لم تلدک العجم ولم تعرف فیک امھات الا ولا دانک لوسط بنی ھاشم نسبًا و خیرھم اماوا بًافقد راینک فخرت علی بن ھاشم طرًّاوقدمت نفسک علی من ھو خیر منک اولا د اخرًا واصلا و فضلا فخرت الیٰ ابراہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانظرو یحک این تکون من اللہ غدًاواما ولد قبلکم مولود بعد دفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من علیؓ بن الحسین وھو لا مرولدٍ و لقد کان خیرًا من جدک حسن بن حسن اجزانیہ محمد خیر من ابیک و حدثہ ام ولدٍ ثمہ ابنہ جعفر و ھو خیر و لقد علمت ان جدک علیًا حکمہ الحکمین واعطاھما عھدہ و میثاقہ علی الرضاً بما حکما بہ فاجمعا علی خلعہ ثم خرج عمک الحسین بن علی علی ابن مرجان فکان الناس الذین معہ علیہ حتی قتلوہ ثم اتو ابکم علی الاقتاب کالسبی المجلوب الی شام ثم خرج منکم غیر واحد فقتلکم بنو امیۃ و حرقو کم بالنار و صلبو کم علیٰ جزوع النخل حتی خرجنا علیھم فادر کنا بسیر کم اذالم تدرکوہ ورفعنا اقدار کم وادر ثناکم ارضھم و دیارھم بعد ان کانوا یلعنون اباک فی ادبار کل صلواۃٍ

مکتوبۃ کما یلعن الکفرۃ ففھنا ھم و کفرنا ھم و بینا فضلہ واشدنا بذکرہ فاتخذت ذلک علینا حجۃ و ظننت انا بما ذکرنا من فضل علی قد مناہ علی حمزۃ والعباس وجعفر کل اولئک ومضوا سالمین مسلما منھم وابتلی ابوک بالدماء و لقد علمت ان ماثرنا فی الجاھلیۃ سقایۃ الحجیج الاعظم و ولا یۃ زمزم و کانت للعباس من دون اخوتہ فنازعنا فیھا ابوک الی عمر فقضی لنا عمر بھا وتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لیس من عمومۃ احد حیًّا الا العباس وکان وارثہ دون بنی عبدالمطلب وطلب الخلافۃ غیر واحد من بنی ھاشم فلم ینلھا الا ولدہ فاجتمع للعباس انہ ابو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء و نبوۃ القادۃ الخلفاء فقد ذھب بفضل القدیم والحدیث ولو لا ان للعباس اخرج الیبدر کرھا لمات عماک طالب و عقیل جوعًا اویلحان جفات عتبۃ و شیبۃ ماذھب عنھما العار والشنا ولقد جاء الاسلام و العباس یمون بہ طالب اصابتھم ثم فدی عقیلا یوم بدر فعزز ناکم فی الکفر وفد یناکم من الاسرود رثنا دونکم خاتم الانبیاء وادرکنا بثارکم اذ عجزتم عنہ و ضعناکم بحیث کم تصنعوا انفسکم والسلام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔امیر المومنین عبداللہ کی جانب سے محمد بن عبداللہ کے نام۔ مجھے تمہارا خط ملا اور تمہارا پیغام پہنچا۔ تمہارا سب سے بڑا فخر عورتوں پر ہے۔ جس سے عوام اور بازاری دھوکہ میں پڑتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں' باپوں اور عصبہ اور ولیوں کی طرح نہیں بنایا اور بلا شک اللہ تعالیٰ نے چچا کو باپ کا قائم مقام بنایا ہے اور لڑکے کو اسی سے شروع کیا ہے اللہ جل شانہ' اپنے نبی علیہ السلام کی زبان سے ارشاد فرماتا ہے اور اتباع کی میں نے اپنے آباء ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب کی۔ تمہیں خوب معلوم ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اس وقت ان کے چار چچا زندہ تھے دو نے اسلام قبول کیا ان میں سے ایک میرا باپ تھا اور تم نے جو عورتوں اور ان کی قرابتوں کا ذکر کیا ہے تو اس کا حال یہ ہے کہ اگر نسب و حسب کے قرب و حق کا خیال کیاجاتا تو تمام خوبیاں آمنہ بنت وہب کو حاصل ہوتیں۔ لیکن اللہ اپنے دین کے لیے اپنی مخلوقات سے جسے چاہتا ہے پسند کر لیتا ہے اور تم نے جو فاطمہ اور ابی طالب کا ذکر کیا ہے تو اس کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لڑکوں میں سے کسی کو بھی اسلام نصیب نہیں کیا۔ اور اگر کسی کو اسلام کی ہدایت کرتا تو عبداللہ بن عبدالمطلب آخرت و دنیا کی کل بھلائیوں کے لیے زیادہ موزوں اور بروز قیامت جنت میں داخل ہونے کے بے حد مستحق تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے منظور نہ کیا پس ارشاد کیابے شک تو جسے دوست رکھتا ہے اسے ہدایت نہیں کر سکتا لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور تم نے جو فاطمہ بنت اسد مادر علیؓ بن ابی طالب اور فاطمہؓ مادر حسینؓ کا ذکر کیا ہے۔ کہ علی مادری اور پدری دونوں جانب سے ہاشمی ہیں اور حسنؓ کا عبدالمطلب سے مادری اور پدری تعلق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فخر الاولین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاشم سے ایک ہی واسطہ قرابت ہے اور عبدالمطلب سے بھی قرابت کا ایک ہی واسطہ ہے اور تم نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے انکار کیا ہے' ارشاد فرمایا ہے محمدؐ تم میں سے کسی کے باپ نہ تھے' لیکن وہ رسول اللہ اور خاتم النبیین تھے۔ ہاں تم آپؐ کی لڑکی کے ذریعہ سے آپؐ کے قرابت دار ہو اور یہ قرابت قریبہ ہے مگر چونکہ عورت کے ذریعہ سے ہے اس لئے نہ تو وہ میراث کی مستحق ہے اور نہ امامت کر سکتی ہے پس تم اس کے ذریعہ سے کس طرح امامت کے وارث ہو سکتے ہو تمہارے باپ (علیؓ) نے ہر طرح سے اس کی کوشش کی اس کے لیے لڑے جھگڑے اور دریردہ اس مرض کو پالے رکھا مگر لوگوں نے شیخین ابو بکرؓ عمرؓ کو ہی امام بنایا۔ تمہارے باپ بہ وقت وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اس کے بعد بھی یکے بعد دیگرے دوسرے شخص منتخب کرتے گئے۔ لیکن تمہارے باپ کو منتخب نہیں کیا - پھر تمہارے باپ اصحاب شوریٰ میں بھی شامل ہوئے ہر مرتبہ انتخاب سے نکالے گئے عبدالرحمٰنؓ نے عثمانؓ کی خلافت کی بیعت کی اور عثمانؓ نے اسے قبول کر لیا۔ تمہارے باپ طلحہؓ و زبیرؓ سے لڑے اور سعدؓ کو اپنی بیعت کرنے کو بلایا۔ سعدؓ نے دروازہ بند کر لیا۔ اس کے بعد معاویہؓ کی بیعت کر لی رفتہ رفتہ تمہارے دادا کی یہ کوشش تمہارے باپ حسنؓ تک پہنچی۔

انہوں نے ٹھیکری اور درہم کے بدلے حکومت معاویہؓ کو دے دی اپنے ہوا خواہوں کو معاویہؓ کے حوالے کر کے آپ مدینہ چلے آئے حکومت ایک نااہل کو دے ڈالی اور غیر حلال مال لے گیا۔ پس اگر تمہارا کوئی حق اس میں تھا بھی تو اسے تم نے فروخت کر ڈالا۔ تمہارا یہ کہنا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے کفر میں بھی ممتاز بنایا ہے اور ہمارے باپ کو یہ نسبت اور اہل نار کے کمتر عذاب میں رکھا ہے تو اصل یہ ہے کہ برائی میں بھلائی نہیں ہوتی اور اللہ کا عذاب' عذاب ہونے کی حیثیت سے کسی صورت میں کم نہیں (بلکہ وہ ہر صورت میں عذاب ہے) کسی مسلمان کو جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اپنے دوزخی ہونے پر فخر نہیں کرنا چاہیے اور تم عنقریب اسی پر سے گذرو گے تو اسی میں جان لو گے اور جنہوں نے ظلم کیا ہے ▪ بھی عنقریب جان جائیں گے کہ کس کروٹ الٹے پلٹے جائیں گے اور تمہارا یہ کہنا کہ تم میں نہ تو کسی عجمی کا میل ہے اور نہ تم کنیزک زادہ ہو اور یہ کہ تم بنی ہاشم میں باعتبار نسب اور مادر ▪ پدر کے لحاظ سے سب سے بہتر ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کل بنی ہاشم سے اپنے کو بڑھا دیا اور تم نے اپنے آپ کو اس سے بھی بڑھا دیا جو تم سے اولاً'' و آخراً'' و اصلاً'' ▪ فضلاً'' بہتر ہے تم نے ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اپنے کو افضل بنا دیا۔ ذرا سوچو تو سہی افسوس ہے تم پر کل تمہاری کیا حالت ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تم میں کوئی شخص علی بن حسین سے افضل و بہتر پیدا نہیں ہوا اور وہ کنیزک کے بیٹے تھے۔ اور بے شک ▪ تمہارے دادا حسن بن حسن سے بہتر تھے ان کے بیٹے محمد تمہارے باپ سے افضل ہیں اور ان کی دادی کنیزک تھیں اس کے بعد ان کے لڑکے جعفر ہوئے اور وہ بھی افضل ہیں تم کو معلوم ہو گا کہ تمہارے دادا علیؓ نے دو حکم مقرر کیے تھے اور اپنی رضا مندی سے یہ اقرار کیا تھا کہ جو کچھ ▪ فیصلہ کریں گے ہم اسے تسلیم کریں گے پس ان دونوں حکموں نے ان کی معزولی پر اتفاق کر لیا اس کے بعد تمہارے چچا حسینؓ بن علیؓ نے ابن مرجانہ کے خلاف بغاوت کی۔ اتفاق یہ کہ جو لوگ ان کے ہمراہ تھے وہی مخالف بن گئے یہاں تک کہ انہیں قتل کر ڈالا۔ اور تم لوگوں کو تجارتی لونڈی غلاموں کی طرح اونٹوں پر سوار کر کے شام لے گئے اس کے بعد تم میں سے اکثر لوگوں نے بغاوت کی اور بنو امیہ نے ان کو مار ڈالا ۔ ۔ یا آگ میں جلایا اور سولی دے دی یہاں تک کہ تم کو ان کے ملک اور زمین کا وارث بنایا اس سے پیشتر وہ لوگ تمہارے باپ پر ہر فرض کے بعد لعنت کیا کرتے تھے جیسا کہ کفار پر لعنت کی جاتی ہے۔ پس ہم نے ان کو ذلیل اور رسوا کیا اور ان کی (علیؓ) کی فضیلت بیان کی اور ان کے ذکر کو بڑھایا پس تم نے اسی کو ہمارے مقابلہ میں دلیل بنا لیا۔ اور تم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم علیؓ کی فضیلت کی وجہ سے حمزہؓ اور عباسؓ اور جعفرؓ پر علیؓ کو مقدم کرتے ہیں یہ سب کے سب اچھے گئے اور ہر ابتلاء سے محفوظ بھی رہے اور تمہارا باپ خون ریزی میں مبتلا ہو گیا۔ تم کو معلوم ہے کہ جاہلیت میں ہماری عزت حاجیوں کو زمزم پلانا تھی اور زمزم کا متولی ہوتا تھا اور یہ عباسؓ کے قبضہ میں تھا نہ کہ ان کے اور بھائیوں کے اس معاملہ میں تمہارے باپ نے عمرؓ کے روبرو ہم سے جھگڑا کیا عمرؓ نے اس کا فیصلہ ہمارے حق میں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور ان کے چچاؤں میں سے عباسؓ کے سوا کوئی زندہ نہ تھا پس یہی وارث ہوئے نہ اور بنی عبدالمطلب بنی ہاشم میں سے اور لوگوں نے بھی خلافت کی خواہش کی مگر کسی کو اولاد عباس کے علاوہ نصیب نہ ہوئی اس لحاظ سے عباسؓ میں یہ امور جمع ہو گئے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کا شرف حاصل ہوا ان کے لڑکے خلیفہ ہوئے غرض جدید اور قدیم فضیلت عباسؓ کو حاصل ہو گئی اور اگر بدر میں عباسؓ مجبوراً'' نہ شریک ہوتے تو تمہارے چچا طالب و عقیل بھوکوں مر جاتے یا عتبہ و شیبہ کے لگنوں کو چاٹا کرتے اصل یہ ہے کہ عباسؓ نے ان کی عزت و آبرو رکھ لی۔ اسلام آیا تو یہی عباسؓ طالب کے خبر گیراں رہے۔ جنگ بدر میں عقیل کا فدیہ دیا ہم نے کفر میں بھی تمہاری عزت بڑھائی، فدیہ دے کر قید سے چھڑایا اور تمہارے سوا ہم خاتم الانبیاء کے وارث ہوئے۔ تمہارا بدلہ ہم نے لیا جب کہ تم اس سے عاجز ہو گئے تھے' اور ہم نے تم کو اس جگہ پر رکھا جہاں تم اپنے کو نہ رکھ سکتے تھے۔

والسلام۔

یہ تحریر روانہ کرنے کے بعد ابو جعفر منصور نے محمد بن عبداللہ سے جنگ کرنے کو اپنے عم زاد بھائی عیسیٰ بن موسیٰ بن علی کو روانہ کیا چنانچہ عیسیٰ نے ایک عظیم لشکر کے ساتھ محمد بن عبداللہ پر چڑھائی کی۔ مدینہ منورہ میں دونوں حریفوں میں صف آرائی ہوئی۔ پندرہ ملہ

رمضان المبارک ۱۴۵ھ کو ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ میدان جنگ عیسیٰ کے ہاتھ رہا۔ محمد بن عبداللہ مہدی کو شکست ہوئی اس کا بیٹا علی نامی سندھ کی طرف بھاگ گیا اور وہیں تاحیات مقیم رہا۔ دوسرا بیٹا عبداللہ اشتر روپوش ہوگیا اور اسی حالت روپوشی میں مرگیا۔ ان لوگوں کی حالت کو ہم نے کامل طور سے ابو جعفر منصور کے حالات کے ضمن میں لکھ دیا ہے۔

ابراہیم بن عبداللہ

اس کامیابی کے بعد عیسیٰ خلیفہ منصور کے پاس واپس آیا۔ منصور نے ایک دوسرا لشکر مرتب کرکے محمد مہدی کے بھائی ابراہیم سے لڑنے کو حیرہ سے روانہ کیا۔ اسی ۱۴۵ھ کے آخری ماہ ذی قعدہ میں ابراہیم اور عیسیٰ میں معرکہ آرائی ہوئی۔ اس معرکہ میں بھی ابراہیم کو شکست ہوئی اور جنگ کے دوران مارا گیا۔ جیسا کہ ہم خلیفہ منصور کے حالات میں تحریر کر آئے ہیں۔ ان لوگوں میں جو ابراہیم کے ساتھ اس لڑائی میں کام آئے عیسیٰ بن زید بن علی بھی تھا۔

ابن قتیبہ کا خیال ہے کہ عیسیٰ بن زید بن علی نے ابو مسلم کے قتل کے بعد منصور کی مخالفت کا علم بلند کیا تھا اور ایک لاکھ بیس ہزار فوج سے منصور کے مقابلہ پر آیا تھا۔ دونوں حریفوں میں مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ منصور کو بھی اضطراب پیدا ہو گیا اور اس نے میدان جنگ سے بھاگ جانے کا قصد کیا لیکن اچانک جنگ کا پانسہ کچھ ایسا پلٹا کہ عیسیٰ کو شکست ہوئی اور وہ ابراہیم بن عبداللہ کے پاس بصرہ بھاگ گیا اور وہیں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ عیسیٰ بن موسیٰ بن علی نے ان پر چڑھائی کی اور ان دونوں کی زندگانی کا خاتمہ کر دیا جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔

حسین بن علی کی بغاوت

اس کے بعد ۱۶۹ھ زمانہ خلافت مہدی میں بنی حسن سے حسین بن علی بن حسن بن حسنؓ بن علیؓ ابن ابی طالب نے مدینہ منورہ میں حکومت کے خلاف سر اٹھایا۔ آلِ محمد کی حمایت میں لوگوں نے ان کی بیعت کی۔ سامانِ سفر درست کرکے مکہ کا راستہ لیا۔ خلیفہ علی ہادی کو اس کی خبر لگی محمد بن سلیمان بن علی کو جو اتفاقاً " بقصد حج بصرہ سے دارالخلافت آیا ہوا تھا، یوم ترویہ کو حسین بن علی کے ساتھ جنگ پر مامور کیا۔ مکہ سے تین میل کی مسافت پر مقام فخ میں مقابلہ ہوا میدان محمد بن سلیمان کے ہاتھ رہا۔ حسین بن علی مع اپنے اعزہ کے مارے گئے باقی ماندہ بہ ہزار خرابی اپنی اپنی جان بچا کر بھاگے جن میں ان کا چچا ادریس بن عبداللہ بھی تھا۔ ادریس نے میدانِ جنگ سے بھاگ کر مصر میں جا کر دم لیا۔

ادریس بن عبداللہ

مصر کے محکمہ خبر رسانی پر ان دنوں صالح بن منصور معروف بہ مسکین مامور تھا چونکہ اس کا شیعیت کی جانب میلان تھا اس لیے وہ ادریس کے آنے کی خبر سن کر اس کے پاس گیا جہاں کہ وہ روپوش تھا اور اسے ڈاک کے گھوڑوں کے ذریعہ مغرب کی طرف روانہ کر دیا۔ اس کے ہمراہ اس کا خادم راشد بھی تھا۔ ۱۷۲ھ میں بولیلیٰ میں جا کر مقیم ہوا۔ بولیلیٰ میں ان دنوں اسحاق بن محمد بن عبدالحمید امیر اور یہ موجود تھا۔ جو قبیلہ بربر کا ایک نامور شخص تھا اس نے ادریس کی بڑی خاطر داری کی اور عزت و احترام سے ٹھہرایا بربر کو جمع کرکے ان کو خلافت کی ترغیب دی۔ اسحاق خلافت عباسیہ سے منحرف ہو کر ادریس کا مطیع ہو گیا۔ بربریوں نے بھی اپنے سردار کے مائل ہو جانے سے ادریس کی بیعت کر لی اور اس کے علم حکومت کے مطیع ہو گئے۔ اسی زمانہ میں مغرب میں مجوسی بھی رہتے تھے۔ بربریوں نے ان سے معرکہ آرائی کی متعدد لڑائیاں ہوئیں حتیٰ کہ وہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور ادریس المغرب الاقصیٰ پر کامیابی کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔ اس کے بعد ۱۷۳ھ میں تلمسان پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور رفتہ رفتہ ملوک زمانہ نے اس کے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکا دی اور اس کی حکومت و دولت کو کامل طور سے استقلال و استحکام حاصل ہو گیا۔ ابراہیم بن اغلب والی قیروان نے خلیفہ رشید کو اس کی اطلاع دی۔ خلیفہ رشید نے خلیفہ مہدی کے خادموں میں سے سلیمان بن حریر معروف بہ شماخ نامی ایک خادم کو ابراہیم کے پاس قیروان روانہ کیا۔

ابن اغلب نے پروانہ راہداری دے کر المغرب الاقصیٰ جانے کی اجازت دے دی چنانچہ شماخ نے المغرب الاقصیٰ میں جا کر ادریس کے پاس قیام کیا اور یہ ظاہر کیا کہ میں علم خلافت عباسیہ سے بیزار ہو کر طالبیوں کی حکومت کے سایہ میں قیام کرنے کے لئے آیا ہوں۔ امام ادریس نے شماخ کو اپنے خاص مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ شماخ اپنی عمدہ کار گزاریوں سے ادریس کی آنکھوں میں ایسا عزیز ہو گیا کہ وہ سب کچھ اسی کی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ چند روز بعد ادریس کو دانتوں کے درد کی شکایت پیدا ہوئی۔ شماخ نے دوا میں زہر ملا کر دانتوں پر ملنے کو دیا۔ جوں ہی ادریس نے اس دوا کو دانتوں پر ملا اسی وقت اس کا دم گھٹ گیا اور اس طرح سے جیسا کہ مورخین کا خیال ہے کہ ادریس کی موت واقع ہوئی۔ یہ واقعہ ۱۷۵ھ کا ہے مرنے کے بعد ادریس بو لیلیٰ ہی میں دفن کیا گیا اور شماخ دوا دے کر ڈر کے مارے بھاگ نکلا۔ راشد نے پیچھا کیا۔ وادی ملویہ میں شماخ سے جا بھڑا دونوں میں دو دو ہاتھ ہوگئے راشد نے شماخ کا ایک ہاتھ بیکار کر دیا۔ مگر شماخ نے جوں توں وادی کو طے کر کے اپنی جان بچائی۔

بربریوں نے ادریس کی موت کے بعد اس کے بیٹے ادریس کی بیعت کی اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں سرگرمی سے کام لینے لگے۔ رفتہ رفتہ افریقہ اور اندلس کے اکثر عرب المغرب الاقصیٰ میں ادریس بن ادریس کے پاس چلے آئے جس سے ادریس کی قوت بڑھ گئی اور بنو اغلب امراء افریقہ اس کی مدافعت نہ کر سکے نتیجہ یہ ہوا کہ ادریس اور اس کی آئندہ نسلوں کے قدم استحکام کے ساتھ مغرب الاقصیٰ کی حکومت پر جم گئے اور ایک دولت و حکومت قائم کر لی یہاں تک کہ ابو العافیہ اور اس کی قوم مکناسہ امراء خلفا عبیدین کے ہاتھوں ۳۱۳ھ میں اس حکومت و دولت کا خاتمہ ہوا۔ جیسا کہ ہم اس کو بربر کے حالات میں بیان کریں گے اور وہاں پر ان کے ہر ایک بادشاہ کی علیحدہ علیحدہ بادشاہی اور حکومت ختم ہونے کے احوال تحریر کریں گے کیونکہ یہ حالات بربر کے متعلقات سے ہیں جو ان کی حکومت و دولت کے بانی مبانی تھے۔

یحییٰ بن عبداللہ کی بغاوت

ان واقعات کے بعد یحییٰ برادر محمد بن عبداللہ بن حسن نے دیلم کے ساتھ ۱۷۶ھ عہد خلافت ہارون میں بغاوت کی۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس کا جاہ و جلال بہت بڑھ گیا۔ خلیفہ ہارون نے فضل بن یحییٰ برمکی کو اس مہم کو سر کرنے کے لئے روانہ کیا چنانچہ فضل نے طالقان پہنچ کر یحییٰ سے خط و کتابت شروع کی اور بلاد دیلم سے اس کو بلانے کی عاقلانہ تدبیریں کرنے لگا۔ آخر الامر فضل نے یحییٰ کو سمجھا بجھا لیا اور اپنی حکمت عملی سے اسے دارالخلافت بغداد میں لے آیا۔ خلیفہ ہارون نے جو کچھ فضل نے یحییٰ سے اقرار و عہد کیا تھا سب پورا کیا۔ سال بھر کی تنخواہ یک مشت دے دی۔ اس کے بعد آل زبیر کے لگانے بجھانے سے یحییٰ کو قید کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چند روز بعد رہا کر دیا تھا اور تالیف قلب کے خیال سے مال و زر بھی عطا کیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ رہائی کے ایک ماہ بعد خلیفہ ہارون نے زہر دلوا دیا تھا جس سے یحییٰ کی موت ہوئی تھی۔ اور بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ جعفر بن یحییٰ نے بلا اجازت خلیفہ ہارون کے یحییٰ کو جیل سے رہا کر دیا تھا اسی وجہ سے برامکہ کی بربادی اور تباہی ہوئی غرض بنی حسن کی ان حالات کی تبدیلی کی وجہ سے حالت دگرگوں ہو گئی اور زیدیہ کا دور ایک مدت کے لئے خاموشی اور گمنامی کے گوشہ میں جا چھپا حتیٰ کہ کچھ دنوں بعد ان میں سے یمن اور دیلم میں چند لوگ ظاہر ہوئے۔

فاطمین کی بغاوت

ابو جعفر کی حکمتِ عملی سے دولت عباسیہ کو استحکام ہو گیا تھا۔ خوارج اور شیعوں کے ایلچیوں کی عاقلانہ تدبیریں ختم ہو گئی تھیں۔ یہاں تک کہ خلیفہ ہارون الرشید کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے لڑکوں میں خلافت کے لئے جھگڑے شروع ہو گئے۔ امین الرشید طاہر بن حسین کے ہاتھوں مارا گیا۔ محاصرہ بغداد میں لڑائی قتل اور غارت گری جو واقع ہونے والی تھی واقع ہوئی۔ اور مامون الرشید فتنہ و فساد فرو کرنے اور اہلِ خراسان کی تسکین کی غرض سے خراسان ہی میں مقیم رہا۔ انتظاماً عراق کی حکومت پر حسن بن سہل کو مامور کیا۔ اس تقرری کا عمل میں آنا تھا کہ عراق میں بغاوت پھوٹ پڑی۔ مامون الرشید کے ارکینِ دولت میں اس وجہ سے کہ فضل بن سہل خلیفہ مذکور

کے ناک کا بال بنا ہوا تھا گروہ بندی شروع ہو گئی۔ اس وقت شیعوں کو موقع مل گیا۔ وہ گہری نظر سے اس کے انجام کا دیکھنے لگے۔ علویہ کو حکومت و دولت حاصل کرنے کا لالچ دامن گیر ہوا۔ عراق میں ابراہیم بن محمد بن حسن مثنیٰ کی نسل سے کچھ لوگ موجود تھے۔ ابراہیم وہ شخص ہے جو عہد خلافت منصور میں بصرہ میں مارا گیا تھا ان لوگوں میں سے جو ابراہیم کی نسل سے عراق میں موجود تھے محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم نامی ایک شخص تھا جس کو اس کے باپ نے لکنت کی وجہ سے "طبا طبا" کا لقب دیا تھا۔ اس کے گروہ والے اکثر زیدیہ تھے جو اس کی امامت کے قائل اور اس امر کے مقر تھے کہ اس کو بذریعہ وراثت اپنے آباء و اجداد ابراہیم امام سے امامت حاصل ہوئی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے اس کے حالات میں بیان کر آئے ہیں۔

چنانچہ ۱۹۹ھ میں طبا طبا نے بغاوت کی اور اپنی امامت وخلافت کا دعویدار ہوا۔ ابو السرایا سری بن منصور (جو بنی شیبان کا معزز سردار تھا) نے طبا طبا کے بیان کی تائید کی اور اس کی امامت و خلافت کی بیعت کر کے حمایت کی غرض سے لشکر مرتب کرنے لگا۔ تھوڑے دنوں میں ایک عظیم لشکر فراہم کر کے کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ قرب و جوار کے عربوں نے بھی اطاعت قبول کر لی جس سے اس کی جمعیت بہت بڑھ گئی۔ حسن بن سہل نے زہیر بن مسیب کو طبا طبا سے جنگ کرنے کو روانہ کیا۔ طبا طبا نے پہلی ہی جنگ میں زہیر کو شکست دے کر اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد اگلے دن صبح کو طبا طبا دفعتہ" مر گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو السرایا نے اس کو زہر دلوا دیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ طبا طبا نے اس کو مال غنیمت سے روکا تھا۔ بہر کیف ابو السرایا نے اسی دن محمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی (زین العابدین) بن حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چونکہ محمد میں کام کرنے کی قابلیت نہ تھی ابو السرایا ہر کام میں پیش پیش اور سفید و سیاہ کا مالک ہو گیا۔ خلیفہ مامون کی فوجوں نے اس پر حملہ کیا۔ ابو السرایا نے انہیں شکست فاش دی اور بصرہ واسط اور مدائن پر قبضہ کر لیا۔ حسن بن سہل نے جھلا کر ہرثمہ بن اعین کو ایک بڑے لشکر کا افسر بنا کر اس مہم پر روانہ کیا۔ ہرثمہ کو ان دنوں حسن سے کسی وجہ سے کشیدگی تھی مگر حسن نے اسے راضی کر لیا۔ چنانچہ ہرثمہ نے ابو السرایا اور محمد کے ہمراہیوں پر فوج کشی کی اور نہایت مردانگی سے ابو السرایا کو مدائن کی لڑائی میں شکست دی اور ان میں سے ایک گروہ کثیر کو مار ڈالا۔ ابو السرایا نے مدائن میں شاہی فوج سے شکست کھا کر حسین الطبس بن حسن بن علی زین العابدین کو مکہ روانہ کیا' محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ بن حسن کو مدینہ بھیجا اور زید بن موسیٰ بن جعفر الصادق کو بصرہ پر مامور کیا۔ زید بن موسیٰ کو زید النار کے لقب سے بھی اس زمانہ میں لوگ یاد کرتے تھے اس مناسبت سے کہ انہوں نے بصرہ میں بہت سے آدمیوں کو جلا دیا تھا۔ ان لوگوں نے مکہ' مدینہ اور بصرہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ ان دنوں مکہ میں مسرور خادم اکبر اور سلیمان بن داؤد بن عیسیٰ موجود تھے یہ دونوں حسین کے آنے کی خبر پا کر مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بقیہ حجاج موقف میں ٹھہرے رہے۔ اگلے دن حسین نے مکہ میں داخل ہو کر حجاج کو جی کھول کر لوٹا۔ زمانہ جاہلیت سے خانہ کعبہ میں جو خزانہ تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے بھی بدستور قائم رکھا تھا نکال لیا اس خزانہ میں جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے دو سو قنطار سونا تھا حسین نے اسے اپنے ہمراہیوں پر تقسیم کر دیا۔

اس کے بعد ہرثمہ نے ابو السرایا سے لڑائی چھیڑ دی۔ اس معرکہ میں ابو السرایا کو شکست فاش ہوئی۔ بھاگ کر کوفہ پہنچا ہرثمہ نے تعاقب کیا۔ ابو السرایا نے کوفہ چھوڑ کر قادسیہ کا راستہ لیا۔ ہرثمہ نے کوفہ میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا ابو السرایا نے قادسیہ میں بھی امن کی صورت نہ دیکھ کر واسطہ کا رخ کیا' عامل واسطہ نے تلوار اور نیزوں سے اس کا استقبال کیا ابو السرایا شکست کھا کر جلولاء چلا گیا۔ والی جلولاء اسے گرفتار کر کے پابہ زنجیر حسین بن سہل کے پاس نہروان لایا حسن بن سہل نے قتل کا حکم دے دیا۔ یہ واقعہ ۲۰۰ھ کا ہے۔ رفتہ رفتہ اس واقعہ کی خبر علویہ تک پہنچی۔ سب نے جمع ہو کر محمد بن جعفر الصادق کے ہاتھ پر بیعت کی اور امیر المومنین کے لقب سے مخاطب کرنے لگے۔ مگر ان کے دونوں لڑکے علی و حسین ان پر ایسے غالب ہو گئے کہ ان کی موجودگی میں انہیں کسی قسم کا اختیار حاصل نہ ہو سکا۔

ابراہیم بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق مع اپنے اہل بیت کے یمن چلے گئے اور وہاں پر اپنی امارت و خلافت کی بنیاد ڈالی' نہایت قلیل مدت میں اکثر بلاد یمن پر قابض و متصرف ہو گئے۔ چونکہ اس نے کثرت سے لوگوں کو قتل کیا تھا اس وجہ سے یہ جزار کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ اسحاق بن موسیٰ بن عیسیٰ والی یمن کسی طرح سے اپنی جان بچا کر خلیفہ مامون کی خدمت میں پہنچ گیا۔ خلیفہ نے سامان جنگ اور فوج کثیر عطا فرما کر اسے علویوں کے سر کرنے کو رخصت کیا چنانچہ اسحاق نے مکہ پہنچ کر علویوں کو نیچا دکھایا محمد بن جعفر الصادق شکست کھا کر

ساحل عرب کی طرف بھاگے۔ اسحاق نے تعاقب کیا اور محمد بن جعفر الصادق کی تلاش و جستجو پر لوگوں کو ادھر ادھر پھیلا دیا۔ محمد بن جعفر الصادق نے گھبرا کر امان طلب کی۔ اسحاق نے امان دی' مکہ میں آئے خلیفہ مامون کی خلافت کی بیعت کی اور منبر پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اس واقعہ سے پیشتر شاہی فوجیں یمن پہنچ گئی تھیں اور یمن کو علویوں سے خالی کرا لیا تھا اور دولت عباسیہ کا سیاہ جھنڈا کامیابی کے ساتھ ہوا میں لہرا رہا تھا۔ اس کے بعد حسین الطبس نے بہ دعوے داری خلافت' مکہ میں پھر بغاوت کی۔ خلیفہ مامون نے اسے اور اس کے بیٹوں علی و محمد کو قتل کر کے علویوں سے اپنے ممالک مقبوضہ کو پاک و صاف کر لیا۔

کچھ دنوں بعد شیعوں کی کثرت اور تمام ممالک اسلامیہ میں ان کے ایلچیوں کے پھیل جانے کی وجہ سے اور اس سبب سے کہ مامون کے خیالات اور عقائد علی بن ابی طالب اور سبطین (حسنؓ و حسینؓ) علیہم السلام کی بابت قریب قریب انہی لوگوں جیسے تھے ۲۰۱ھ میں علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد بن علی بن حسینؓ بن علی بن ابی طالب کو اپنا ولی عہد بنایا اور ایک اطلاعی فرمان اس مضمون کا میرے تخت و تاج خلافت کے مالک علی رضا ہوں گے روانہ کیا۔ درباری لباس سیاہ کپڑوں کی جگہ سبز کپڑوں کو قرار دیا۔ عباسیوں کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ عراق میں مامون کے چچا ابراہیم بن مہدی کی خلافت کی بیعت ۲۰۲ھ میں لی گئی۔ بغداد میں اس خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا جس سے فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے۔ مامون الرشید اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لیے خراسان سے عراق کی جانب روانہ ہوا اتفاق یہ کہ اثنا راہ میں دفعتہ" علی رضا بن موسیٰ کاظم ولی عہد کا ۲۰۳ھ میں انتقال ہو گیا۔ مقام طوس میں مدفون ہوئے مامون الرشید قطع مسافت کر کے ۲۰۴ھ میں دار الخلافت بغداد پہنچا۔ اپنے چچا ابراہیم کو گرفتار کر لیا۔ مگر پھر اس کی عفو تقصیر کر دی۔ اور چونکہ ولی عہد کا انتقال ہو چکا تھا اس وجہ سے فتنہ و فساد بھی فرو ہو گیا۔

اس کے بعد ۲۰۹ھ میں عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے یمن میں علم مخالفت بلند کیا۔ اہل یمن نے آل محمد کی حمایت کی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ خلیفہ مامون نے اپنے غلام دینار نامی کو ایک فوج کا افسر بنا کر اس مہم کو سر کرنے کے لیے بھیجا۔ عبدالرحمٰن نے دینار کے پہنچتے ہی امن کی درخواست کی اور علم خلافت کی اطاعت قبول کر لی۔ پھر زیدیوں نے سرزمین حجاز' عراق' جبال اور دیلم میں بکثرت بغاوتیں کیں اور ان میں سے ایک گروہ مصر بھاگ گیا اور بہت بڑی جماعت کو حامیان علم خلافت نے گرفتار کر لیا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ چاروں طرف ان کے ایلچی بھی پھیل گئے۔ ان زیدیوں میں سب سے پہلے جس نے متذکرہ بالا واقعہ کے بعد بغاوت کی وہ محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن زید العابدین تھا۔ ۲۱۹ھ میں خلیفہ معتصم کے خوف سے خراسان بھاگ گیا۔ پھر خراسان سے طالقان چلا گیا اور اپنی خلافت کا دعویدار ہوا۔ زیدیہ کے تمام گروہوں نے اس کی اطاعت کی تھوڑے ہی دنوں میں بہت بڑی جماعت ہو گئی۔ عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے علم خلافت کی طرف سے محمد بن قاسم پر فوج کشی کی متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ عبداللہ بن طاہر کامیاب ہوا اور محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے دربار خلافت میں بھیج دیا۔ خلیفہ معتصم نے جیل میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ بہ حالت قید محمد بن قاسم نے حیات سے رہائی پائی۔ بعض کا بیان ہے کہ زہر دیا گیا۔

محمد بن قاسم کے بعد کوفہ میں حسین بن محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسین بن امیرؓ علی بن زید العابدین نے ۲۵۱ھ میں خلافت کا دعویٰ کیا۔ بنی اسد کا قبیلہ ان کا مطیع ہو گیا۔ اس کے علاوہ ان کے ہوا خواہ اور گروہ والے ہر جگہ سے ان کے پاس چلے آئے۔ اُمراء دولتِ عباسیہ سے ابن شیکال نے اس طوفان کے روکنے پر کمر ہمت باندھی۔ حسین اور ابن شیکال میں معرکہ آرائی ہوئی۔ میدان ابن شیکال کے ہاتھ رہا۔ حسین بھاگ کر صاحب زنج کے پاس پہنچا اور اسی کے پاس قیام کیا۔ کوفیوں نے واپسی کے خطوط لکھے مگر وہ واپس نہ آیا۔ تھوڑے دنوں بعد صاحب زنج نے خلافت عباسیہ کے خلاف علم مخالفت بلند کیا اور اس نے بھی نیچا دیکھا۔ شکست کھا کر بھاگا اور اس دار و گیر میں مارا گیا۔

صاحب زنج نے حسین کے چند دنوں بعد بصرہ میں بغاوت کی اور تمام عبیدیان بصرہ نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ علم خلافت کے لیے یہ ایک خطرناک واقعہ پیش آگیا۔ صاحب زنج اپنی زبان میں کہا کرتا تھا کہ میں عیسیٰ بن زید شہید کی اولاد سے ہوں۔ میرا نام علی بن محمد بن زید بن عیسیٰ ہے۔ پھر اپنے کو یحییٰ بن زید شہید کی طرف منسوب کیا اور حق یہ ہے کہ اہل بیت کا یہ ایک ایلچی تھا جیسا کہ ہم اس

کے حالات میں بیان کریں گے۔ موفق برادر خلیفہ معتمد نے اس کی سرکوبی کی مہم اپنے ہاتھ میں لی۔ دونوں حریف خوب خوب لڑے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار صاحب زنج مارا گیا اور اس دعوت کا نشان صفحہ ہستی سے محو کر دیا گیا جیسا کہ ہم موفق کے حالات کے ضمن میں لکھ آئے ہیں اور دوبارہ عنقریب ان کے حالات لکھنے والے ہیں۔

امارتِ زیدیہ

پھر دیلم میں حسن بن زید بن حسن سبط کی اولاد سے حسن بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن معروف بہ علوی ۲۵۵ھ میں خلافت و حکومت کا مدعی ہوا۔ طبرستان' جرجان اور اس کے تمام صوبوں پر قابض ہو گیا۔ یہاں پر اس کی اور اس کے گروہ زیدیہ کی ایک مدت تک حکومت قائم رہی جو تیسری صدی کے آخر میں ختم ہوئی اور اس کی جانشین حسن سبط کی اولاد ہوئی۔ اس کے بعد عمر بن علی زید العابدین کی نسل سے ناصر اطروش یعنی حسن بن علی بن حسین بن علی بن عم برادر عم زاد والی طالقان اس ریاست و حکومت کا وارث ہوا۔ دیلم اسی اطروش کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے اور انہی کی امداد و اعانت سے اطروش نے طبرستان وغیرہ پر قبضہ حاصل کیا تھا۔ یہاں پر اس کی اور اس کی آئندہ نسلوں کی دولت و حکومت کا سلسلہ جاری و قائم ہوا۔ بلاد اسلامیہ پر دیلم کے قابض ہونے اور خلفاء عباسیہ پر مستولی ہونے کے یہی باعث ہوئے جیسا کہ ہم ان کے حکومت کے حالات میں بیان کریں گے۔

پھر یمن میں زیدیہ سے یحییٰ بن حسین بن قاسم بن ابراہیم طباطبا برادر محمد دوست ابو السرایا نے ۲۸۸ھ میں بغاوت کی اور کامیابی کے سات مسورہ پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی آئندہ نسلوں نے اپنی حکومت کا سلسلہ اس وقت تک جاری و قائم رکھا ہے اور اسی کو زیدیہ کے مرکز حکومت ہونے کا شرف حاصل ہے جیسا کہ آپ ان کے حالات میں پڑھیں گے۔

انہی واقعات کے اثنا میں محمد و علی پسران حسن بن جعفر بن موسیٰ کاظم مدینہ منورہ میں خلافت و حکومت کے دعویدار ہوئے۔ مدینہ منورہ اور اس کے گردونواح کو لوٹ لیا۔ غارت گری' لوٹ مار شروع کر دی' مسجد نبوی صلعم میں تقریباً ایک ماہ تک نماز بھی نہیں پڑھی گئی۔ یہ واقعہ ۲۷۱ھ کا ہے۔

عبیداللہ المہدی

پھر مغرب میں رافضیوں کے ایلچیوں میں سے ابو عبداللہ شیعی ۲۸۰ھ میں عبیداللہ مہدی بن محمد بن جعفر بن محمد بن اسماعیل امام بن جعفر صادق کی طرف سے کتامہ قبائل بربر میں ظاہر ہوا چنانچہ قیروان میں اغالبہ پر قابض ہو گیا اور ۲۹۶ھ میں عبیداللہ مہدی کی خلافت کی بیعت المغرب الاقصیٰ میں لے گئی۔ اسی وقت سے المغرب الاقصیٰ میں اس کی دولت و حکومت کی بنا استحکام کے ساتھ قائم ہوتی ہے جس کی وارث اس کی آئندہ نسلیں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد ۳۵۸ھ میں انہی لوگوں میں سے المعز الدین اللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابو القاسم بن عبیداللہ المہدی نے مصر و قاہرہ پر قبضہ کر لیا۔ چند دن بعد شام پر بھی متصرف ہو گیا۔ ایک مدت تک وہ اور اس کی اولاد کی حکومت و دولت کا سکہ کامیابی کے ساتھ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ زمانہ حکومت عاضد الدین اللہ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں ۵۶۵ھ میں ان کی دولت و سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

رافضیوں کے ایلچی

۲۵۸ھ میں رافضیوں کے ایلچیوں میں سے فرج بن یحییٰ نامی ایک شخص سواد کوفہ میں ظاہر ہوا۔ اس نے ایک کتاب بھی اس امر کے اظہار میں رافضیوں کے سامنے پیش کی تھی کہ یہ کتاب احمد بن محمد بن حنفیہ کی لکھی ہوئی ہے اس کتاب میں کلمات کفر و تحلیل و تحریم درج تھے۔ اس کا یہ دعویٰ تھا کہ احمد بن محمد ہی مہدی موعود اور امام زماں ہیں اس نے سواد کوفہ کو تاخت و تاراج کر کے بلادِ شام کی جانب رخ کیا۔ اور اسے بھی جی کھول کر لوٹا۔ اسی میں سے ایک گروہ نے بحرین اور اس کے گردونواح میں جا کر اپنی حکومت و سلطنت کا سکہ

جمایا۔ اس گروہ کا سردار ابو سعید جنابی تھا۔ یہاں پر اس کی حکومت و دولت کا سلسلہ جاری ہوا جس کے وارث اس کے لڑکے ہوئے یہاں تک کہ صفحہ ہستی سے ان کی حکومت کا نام بھی محو کر دیا گیا۔ جیساکہ ان کی حکومت کے حالات آئندہ بیان کئے جائیں گے۔ اہل بحرین خلفائے عبیدین کے علم حکومت کے مطیع اور تابعدار تھے جن کی حکومت و سلطنت المغرب الاقصیٰ میں تھی۔

اسمٰعیلی ایلچی

پھر عراق میں اسمٰعیلیہ کے ایلچیوں اور رافضیوں کا ایک دوسرا گروہ ظاہر ہوا جس نے گردونواح کے اکثر شہروں پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اس کے اکثر قلعے ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ انہی میں سے قلعہ الموت ہے۔ کبھی یہ قرامطہ کی جانب منسوب کئے جاتے ہیں اور کبھی عبیدیوں کی طرف اسی گروہ سے حسن بن صباح قلعہ الموت میں تھا یہاں تک کہ ان کی حکومت و دولت کا سلسلہ آخری دور حکومت سلاطین سلجوقیہ میں منقطع ہو گیا۔

یمامہ اور مکہ میں زیدیہ امارت

یمامہ، مکہ اور مدینہ میں بھی زیدیہ اور رافضیہ کی حکومتیں رہی ہیں۔ یمامہ میں بنی اخضر یعنی محمد بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ جون بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کی حکومت کے زمانہ میں اس کے بھائی اسمٰعیل بن یوسف نے سرزمین حجاز میں بغاوت کی تھی اور مکہ پر قابض ہو گیا تھا بعدہ بہ قضائے الٰہی مرگیا تب اس کے بھائی محمد نے یمامہ پر فوج کشی کی اور اس پر قابض ہو گیا اس کے بعد اس کی آئندہ نسلیں تخت حکومت پر متمکن ہوتی رہیں یہاں تک کہ ان پر قرامطہ غالب آ گئے۔ مکہ میں بنی سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ نے حکمرانی کی۔ عہد خلافت مامون میں محمد بن سلیمان موسوم بہ ناہض نے بغاوت کی اور مکہ میں کامیابی کے ساتھ اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ یہاں پر اس کی اور اس کی اولاد کی حکومت کا سلسلہ ایک مدت تک قائم رہا۔ یہاں تک کہ بنو ہاشم نے ان کو زیر و زبر کر دیا۔ اس کا سردار محمد بن جعفر بن ابی ہاشم محمد بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن عبداللہ ابو الکرام بن موسیٰ تھا۔ اس نے ۴۵۴ھ میں ابراہیم سے قبضہ لے لیا۔ اسی اثنا میں بنی حسن نے مدینہ منورہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ غرض مکہ معظمہ میں خلفاء عباسیہ اور عبیدیوں میں چوٹیں چل رہی تھیں۔ کبھی عباسیہ کا اور گاہے عبیدیوں کا خطبہ پڑھا جاتا تھا مگر زمام حکومت و سلطنت بنی حسن ہی کی اولاد کے قبضہ اقتدار میں تھی حتیٰ کہ آخر چھٹی صدی ہجری میں ان کی دولت و حکومت ختم ہو گئی اور اس کے امراء میں سے بنو ابی نمی مکہ پر قابض ہوئے جو اس وقت تک حکمران ہیں۔ سب سے پہلے ان میں سے جس نے مکہ معظمہ پر حکومت حاصل کی وہ ابو عزیز قتادہ بن ادریس بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد بن سلیمان بن عبداللہ بن موسیٰ جون تھا۔ یہی دولت بنو ہاشم کا وارث و جانشین ہوا اس کے بعد اس کے لڑکے وراثتہً مالک و متصرف ہوئے جیساکہ آئندہ آپ ان کے حالات کے تذکرے میں پڑھیں گے۔ یہ سب فرقہ زیدیہ سے تھے۔

مدینہ پر رافضیوں کا اقتدار

مدینہ منورہ میں رافضیوں کی حکومت کا دور دورہ تھا۔ ہناء کی اولاد کے قبضہ اقتدار میں اس سرزمین اقدار میں اس سرزمین مبارک کی زمام حکومت تھی۔ مسیحی کہتا ہے کہ اس کا نام حسن بن طاہر بن مسلم تھا۔ عتبی مورخ دولت بن سبکتگین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مسلم کا اصلی نام محمد بن طاہر تھا اور حسن بن زین العابدین کی نسل سے تھا کافور کا یہ دوست اور اس کی حکومت کا ناظم تھا۔ اسی کے ذریعہ سے طاہر بن مسلم نے مدینہ منورہ پر ۳۶۰ھ میں قبضہ حاصل کیا اور اس کے بعد اس کی آئندہ نسلیں اس سرزمین کی حکومت کی اس وقت تک وارث ہوتی آئی ہیں جیساکہ ہم ان کے حالات آئندہ بیان کریں گے۔ واللہ وارث الارض ومن علیہا۔

باب ۲

ملوک المغرب الاقصیٰ ادراسہ

ادریس بن عبداللہ

جس وقت حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط نے مکہ معظمہ میں ماہ ذیقعد ۱۶۹ھ عہد خلافت خلیفہ مہدی میں دعوائے خلافت کیا اور اس کے اعزہ و اقارب جس میں اس کے دونوں چچا ادریس اور یحیٰی تھے اس کے ہم خیال ہو گئے۔ اور محمد بن سلیمان بن علی نے مقام فجہ میں جو مکہ سے تین میل کی مسافت پر ہے معرکہ آرائی کی۔ اس معرکہ میں حسین بن علی اپنے اہل بیت کے ایک گروہ کے ساتھ کام آگئے۔ بقیتہ السیف شکست کھا کر بھاگے۔ کچھ لوگ اس میں سے گرفتار کر لئے گئے یحیٰی بن ادریس اور سلیمان کسی نہ کسی طرح سے اپنی جان بچا کر بھاگ گئے۔ چند روز بعد یحیٰی نے دیلم کو جمع کر کے بغاوت کی جیسا کہ اس سے پیشتر یہ واقعات اور حالات نیز خلیفہ راشد نے کس طرح اس سے مصالحت کی اور کیوں قید کیا آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔

ادریس کی مصر کو روانگی

باقی رہا ادریس، وہ بھاگ کر مصر پہنچا۔ ان دنوں محکمہ ڈاک پر صالح بن منصور معروف بہ مسکین مامور تھا۔ چونکہ یہ مذہباً شیعہ تھا۔ ادریس کی آمد کی خبر پا کر ادریس کے پاس گیا جہاں وہ چھپا ہوا تھا۔ حکومت کے پنجہ سے ادریس کی گلو خلاصی کی سوائے اس کے کہ بذریعہ ڈاک ادریس کو مغرب روانہ کر دیا جائے اسے اور کوئی واضح صورت نظر نہ آئی۔ جھٹ پٹ سامانِ سفر درست کر کے ادریس کو چلتا کیا۔ چنانچہ طویل مسافت طے کرنے کے بعد مع اپنے خادم راشد کے المغرب الاقصیٰ پہنچا۔

ادریس اور اسحاق بن محمد

۱۷۲ھ میں مقام بولیہ میں جا مقیم ہوا۔ ان دنوں اسحاق بن محمد بن عبدالحمید امیر اور یہ یہاں پر موجود تھا۔ اس نے ادریس کو امان دی اور بربر کو اس کی خلافت و حکومت قائم کرنے کی ترغیب دی اور خلافت و حکومت کے اسرار و رموز کھولنے لگا۔ تھوڑے دنوں میں رواغہ، لواتہ، سدراۃ، غیاثہ، نفزہ، مکناسہ، غمارہ اور مغرب کے تقریباً کل بربریوں نے جمع ہو کر ادریس کی بیعت کی اور اس کی تشریف آوری کو رحمت الٰہی کا ایک کرشمہ سمجھا۔ جس روز لوگوں نے ادریس کی حکومت کی بیعت کی۔ اسی روز ادریس نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ جس میں بعد حمد باری صلوٰۃ رسول صلعم یہ بیان کیا تھا۔ "اے لوگو! تم اپنی گردنیں اٹھا کر ہمارے سوا غیروں کو نہ دیکھو۔ کیونکہ جو ہدایت اور راہ راست کی اتباع ہمارے پاس پاؤ گے اس کو تم دوسروں کے پاس ہرگز نہ پاؤ گے"۔ اس قدر کہہ کر منبر سے اتر آیا۔ چند روز بعد اس کے بھائیوں میں سلیمان بھی اس کے پاس آرہا۔ اور سرزمین زناتہ (متعلقات تلمسان) اور اس کے اطراف میں مقیم ہوا جیسا کہ ہم آئندہ اس کے حالات بیان کریں گے۔

ادریس کی فتوحات

جس وقت ادریس کی حکومت کو استحکام و استقلال حاصل ہو گیا اس وقت اس نے فوجیں جمع کر کے مغرب میں ان بربریوں پر فوج کشی کی جو ہنوز دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور وہ مذہباً یہودی، مجوسی اور نصرانی تھے۔ مثلاً قندلاوہ، بہلوانہ اور مدیونہ، مازاد

وغیرہ۔ چنانچہ ادریس نے تامسنا" شالہ اور ماولہ وغیرہ شہروں کو جن کے اکثر باشندے یہودی اور نصرانی تھے کو فتح کر لیا۔ ان لوگوں نے طوعاً" اور کرہا" اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس نے ان کے قلعوں اور مضبوط فصیلوں کو روند ڈالا۔ اس کے بعد ۱۷۳ھ میں تلمسان پر چڑھائی کی۔ تلمسان میں ان دنوں بنی یلعرب اور مغراوہ کا دور دورہ تھا۔ محمد بن جرزا ابن حزلان امیر تلمسان نے ادریس سے ملاقات کر کے اطاعت و فرماں برداری قبول کی۔ ادریس نے اسے اور کل زناتہ کو امان دی؟ تلمسان کی مسجد بنوائی۔ منبر بنوانے کا حکم دیا اور اپنے نام کو منبر پر کندہ کرایا جو اس وقت تک موجود ہے۔ اس کے بعد شہر ابو لیلیٰ واپس آیا۔

ادریس کا خاتمہ

خلیفہ رشید کو اس کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہوا۔ خلیفہ مہدی کے غلاموں میں سے ایک غلام سلیمان بن جریر نامی مشہور بہ شماخ کو ایک خط لکھ کر ابن اغلب کے پاس روانہ کیا۔ ابن اغلب نے اس کو پروانہ راہداری دے کر ادریس کے پاس مغرب بھیج دیا۔ شماخ نے ادریس کے پاس پہنچ کر یہ ظاہر کیا کہ خلافت عباسیہ سے بیزار ہو کر ان کی حکومت و سایہ عاطفت میں رہنے کے لئے اس قدر طویل سفر طے کر کے آیا ہے۔ امام ادریس نے اس کو اپنے خاص مصاحبوں میں شامل کر لیا۔ ایک روز اتفاق سے ادریس کے دانتوں میں درد پیدا ہوا۔ شماخ نے ایک منجن جس میں زہر ملا ہوا تھا پیش کیا جوں ہی ادریس نے استعمال کیا دم گھٹ کر اسی وقت جان بحق ہو گیا۔ جیسا کہ مورخین کا خیال ہے۔ یہ واقعہ ۱۷۵ھ کا ہے مقام بو لیلیٰ میں دفن کر دیا گیا۔ شماخ امام ادریس کو دوا دے کر نو دو گیارہ ہو گیا تھا۔ حسب زعم مورخین وادی ملوین میں راشد خادم ادریس نے پہنچ کر شماخ کو گرفتار کیا۔ دونوں میں دو دو ہاتھ ہوئے۔ راشد نے شماخ کا ایک ہاتھ بیکار کر دیا۔ مگر شماخ وادی کو طے کر کے نکل گیا۔

ادریس اصغر بن ادریس کی بیعت

ادریس کے مرنے پر بربریوں نے جمع ہو کر اس کے بیٹے ادریس اصغر کی حکومت کی بنیاد ڈالی جو اس کی لونڈی کنیزہ کے بطن سے تھا۔ پہلے حالت حمل میں اس کی بیعت کی گئی۔ پھر حالت رضاعت (شیر خوارگی) میں پھر دودھ چھوڑنے کے بعد یہاں تک کہ جوانی کو پہنچا۔ اس وقت پھر بربریوں نے جامع بو لیلیٰ میں جب کہ یہ گیارہ سال کا تھا (۱۸۸ھ میں) اس کی حکومت و خلافت کی بیعت کی۔ اس سے قبل ابن اغلب نے بربریوں کو نقد و جنس دے کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور اس کے اشارہ سے ۱۸۲ھ میں راشد خادم امام ادریس کو ان لوگوں نے مار ڈالا تھا۔ بعد ازاں ابو خالد بن یزید بن الیاس عبدی ادریس اصغر کی خبرداری کرنے لگا یہاں تک کہ ۱۸۸ھ میں اس کی خلافت و امارت کی بیعت لی گئی اس طرح تمام بربریوں نے اس کی حکومت و امارت بطیب خاطر قبول کی۔ شاہی قوانین سیاست و تمدن کی غرض سے مرتب کئے اور رفتہ رفتہ تمام بلاد مغرب کو فتح کیا۔ اس نے اپنا قلم دان وزارت مصعب بن عیسٰی ازدی موسوم بہ ملجوم کے حوالہ کیا۔ اس کی مدبرانہ چالوں اور حکمت عملیوں سے اکثر قبائل عرب اور اندلس نے اس کی حکومت کی اطاعت قبول کر لی۔ چنانچہ پانچ سو سے کچھ زائد آدمی اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ اس نے انہیں لوگوں کو اپنا معتمد علیہ بنا لیا۔ حکومت و سلطنت کے اہم امور اور ذمہ داری کے کام ان کے سپرد کر دیئے۔ اور انہی لوگوں کی وجہ سے اس کی دولت و حکومت کو استحکام و استقلال حاصل ہوا۔ کچھ روز بعد ۱۹۲ھ میں امیر اور یہ اسحاق بن محمد اس الزام میں کہ اس نے ابراہیم بن اغلب والی افریقیہ سے ساز باز کر لی ہے مار ڈالا گیا۔

دارالحکومت کی تبدیلی

چونکہ ابو لیلیٰ ایک چھوٹا مقام تھا۔ اور ارا کین دولت و اعوان بڑھتے ہی چلے جاتے تھے۔ اس لیے ایک دوسرا مقام دارالحکومت بنانے کے لئے تجویز کیا گیا۔ فاس میں بنی یوغش اور بنی خیروزانہ رہتے تھے۔ بنی بوغش میں کچھ لوگ مجوسی تھے اور کچھ یہودی اور نصاریٰ فاس ہی کے ایک موضع شیبویہ میں مجوسیوں کا آتش کدہ تھا۔ یہ لوگ ادریس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر ان لوگوں میں پہلے ہی

سے باہمی نزاع تھا۔ اوریس نے ان لوگوں کی اصلاح کی غرض سے اپنے سیکرٹری ابو الحسن عبدالملک بن مالک خزاجی کو روانہ کیا۔ اس کے بعد ۱۹۳ھ میں قزوئین کی سرحدی دیواریں اور مینارے بنوائے۔ اور قزوئین ہی میں مکانات بنوا کر ابو لیلی سے اٹھ آیا' جامع شرفاء بنوائی۔ قزوئین کے حدود باب سلسلہ سے نہر جوزء و جرف تک تھے۔ اسی دوران میں اس کی خلافت و حکومت کی بنا مستحکم ہو چکی تھی۔ حکومت و سلطنت کی ترغیب دینے والے ایلچیوں کا کام بھی باقاعدہ چل نکلا تھا۔ اور شاہی تزک و احتشام وغیرہ بھی مناسب رویہ سے مہیا ہو رہا تھا۔

ادریس اصغر کی فتوحات

اس اثنا میں ۱۹۷ھ کا دور آجاتا ہے۔ بہ قصد جہاد و مصلدہ فوجیں آراستہ کرکے نکل کھڑا ہوتا ہے' چنانچہ اس کے اکثر شہروں کو فتح کر لیتا ہے۔ اور اہل مصامدہ اس کی حکومت کے سایہ میں آ جاتے ہیں۔ اس کے بعد تلمسان پر چڑھائی کرتا ہے۔ مسجد کو دوبارہ بنواتا ہے اور منبر کو بھی درست کراتا ہے یہاں اس کا تین برس تک مسلسل قیام رہتا ہے۔ بربریوں اور زناتہ کا انتظام درست ہو جاتا ہے۔ خوارج کے ایلچی منہ کی کھا کر نکل جاتے ہیں۔ اور السوس الاقصیٰ سے شلف تک خلافت عباسیہ کی حکومت منقطع ہو جاتی ہے۔ لیکن چند ہی دنوں بعد ابراہیم بن اغلب نے اپنی مدبرانہ چالوں اور حکمت عملیوں سے ادریس کے اولیاء دولت و اراکین سلطنت کو اپنے ساتھ ملا لیا۔

المغرب الاقصیٰ سے عباسی اثرات کا خاتمہ

چنانچہ بہلول بن عبدالواحد مظفری نے مع اپنی قوم کے ادریس کی اطاعت سے منحرف ہو کر خلیفہ ہارون الرشید کے آگے سر اطاعت خم کر دیا۔ اور ایک وفد تیار کرکے اس کے پاس قیروان میں آیا۔ ادریس کو ان واقعات نے بربریوں کی طرف سے مشتبہ کر دیا۔ مصلحتاً ابراہیم بن اغلب سے مصالحت کر لی۔ فتنہ و فساد ختم ہو گیا۔ اس مصالحت کا نتیجہ آئندہ یہ ہوا کہ ہوا خواہان ابراہیم بن اغلب ادریسیوں کی مدافعت نہ کر سکے۔ اور ان ادریسیوں نے آہستہ آہستہ حکومت عباسیہ کو المغرب الاقصیٰ سے معدوم کر دیا۔ خلفاء عباس سے اور تو کچھ نہ بن پڑا ادریس پر طرح طرح کے طعن و تشنیع کرنے لگے۔ اور ادریس اول کے نسب میں جرح و قدح شروع کر دی جو مکڑی کے جالے سے بھی کمزور تھی۔

محمد بن ادریس

ادریس اصغر نے ۲۱۳ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کی جگہ ولی عہد ہونے کے لحاظ سے اس کا بیٹا محمد تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ لیکن اس کی دادی کنیزہ مادر ادریس کی یہ رائے ہوئی کہ محمد کے دوسرے بھائی بھی حکومت و سلطنت میں شریک کئے جائیں۔ چنانچہ اس رائے کے مطابق محمد کے باپ کے ممالک مقبوضہ اس طور پر تقسیم کر دیئے گئے۔ قاسم کو طنجہ' بصرہ سبتہ --- نیطارین - - - قلعہ حجر النسر اور اس کے مضافات - - - - اور قبائل دیئے گئے۔ عمر کو - - - - تبکیسان ترغہ اور وہ قبائل جو مابین ان کے منہاجہ اور غمازہ تھے ملے - - - - داؤد بلاد ہوارہ' تسول - - - - تاری اور قبائل مکناسہ اور غیاسہ پر قابض ہوا۔ عبداللہ باغمات نفیس' جبال مصامدہ' بلاد ملدہ اور السوس الاقصیٰ پر حکمرانی کے لئے مخصوص کیا گیا۔ باسیلا' عرائش اور بلاد روغہ وغیرہ یحییٰ کے قبضہ و تصرف میں دیئے گئے۔ عیسیٰ کو ستالہ' سلا ازمور اور تامستا وغیرہ ملے۔ حمزہ یو لیلی اور اس کے صوبہ پر قابض ہوا۔ ادریس کے اور بقیہ لڑکے کم سنی کے باعث انہی لوگوں نیز اپنی دادی کنیزہ کی کفالت و نگرانی میں رہے باقی رہا تلمسان اس پر سلیمان بن عبداللہ قابض ہو گیا۔ اس طرح حصہ بخرہ کرنے کے چند دن بعد عیسیٰ نے ازمور سے اپنے بھائی محمد پر حکومت و سلطنت حاصل کرنے کی غرض سے فوج کشی کی۔

عمر بن ادریس

محمد نے پہلے اپنے بھائی قاسم کو اس مہم پر جانے کا حکم دیا قاسم نے انکار کیا تب عمر کو روانہ کیا۔ عمر کو اس مہم میں کامیابی ہوئی۔ عیسیٰ

اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔ مترجم

کو شکست دے کر اس کے کل مقبوضات کو بہ اجازت اپنے بھائی محمد اپنے محروسہ ممالک میں شامل کر لیا۔ چونکہ محمد کو قاسم سے اس وجہ سے کہ اس نے عیسٰی کے مقابلے میں جنگ پر جانے سے انکار کیا تھا دلی ناراضگی پیدا ہو چکی تھی لہٰذا عیسٰی پر فتح یاب ہونے کے بعد ہی محمد عمر کو قاسم پر حملہ کرنے کی ہدایت کی۔ عمر نے نہایت تیزی سے سامان جنگ درست کر کے قاسم پر فوج کشی کر دی۔ دونوں بھائیوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ قاسم نے شکست کھائی میدان جنگ عمر کے ہاتھ میں رہا[1] اور اس کے کل صوبہ جات عمر کے صوبہ میں شامل و ملحق کر دیئے گئے۔ پس تمام دریائی زمین نکسان اور بلاد غمارہ سے سبتہ و طنجہ ساحل بحر روم تک اور اصیلا سلاز مور اور بلاد تامسنا یعنی ساحل بحر کبیر تک عمر کے قبضہ اقتدار میں آ گئے۔ قاسم نے شکست کھانے کے بعد ترک دنیا کر کے زہد اختیار کر لیا۔ ساحل اصیلا پر ایک مکان بنوا کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس حالت میں اس مقام پر اس کی موت واقع ہوئی۔ عمر کا دائرہ حکومت عیسٰی اور قاسم کے مقبوضات کے ملحق ہو جانے سے بہت زیادہ وسیع ہو گیا۔ مگر اپنے بھائی محمد کی اطاعت سے ذرا بھی منحرف نہ ہوا۔ اپنے بھائی محمد ہی کے زمانہ امارت میں شہر منہاجہ مقام فج الفرس ۲۲۰ھ میں راہی ملک عدم ہوا۔ اور فاس میں مدفون ہوا۔ یہی عمران محمودیوں کا مورث اور جد اعلیٰ ہے جو اندلس میں بنو امیہ کے مقابل بنے تھے جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

علی بن محمد

امیر محمد نے عمر کی وفات کے بعد اس کے بیٹے کو سند حکومت عطا کی اور عمر کے انتقال کے ساتویں مہینے ۲۲۱ھ میں خود بھی اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گیا۔ اس نے بحالت مرض الموت اپنے بیٹے علی کو جس کی عمر اس وقت نو سال تھی اپنا جانشین اور ولی عہد بنا لیا تھا۔ چنانچہ اسی بنا پر امیر محمد کے انتقال کے بعد علی بن محمد تخت حکومت پر رونق افروز ہوا۔ اراکین دولت اور امراء ملک و ملت' عرب اور بربر اور تمام بربر نے نہایت خوشی و مسرت سے اس نو عمر لڑکے کی حکومت و سلطنت کی بیعت کی اور کمال مستعدی سے امور انجام دینے لگے۔ اس کا عہد حکومت رعایا کے لئے بے حد مفید تھا اس نے اپنی حکومت کے تیرھویں سال ۲۳۴ھ میں وفات پائی۔ بوقت وفات اپنے بھائی یحییٰ بن محمد کو اپنا جانشین بنایا۔

یحییٰ بن محمد

اس نے علی بن محمد کی وفات کے بعد زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس کا دور حکومت نہایت مبارک ہوا۔ عظیم الشان دولتوں میں اس کا شمار ہوا۔ اس کے زمانہ کی ترقیاں اس وقت تک خوبی اور نیکی کے ساتھ شمار کی جاتی ہیں۔ فاس کی آبادی میں بے حد ترقی ہوئی۔ متعدد حمامات اور تجارت کی منڈیاں بنائی گئیں۔ دور دراز ممالک سے تجارت پیشہ اور ذی علم اصحاب فاس میں آ کر جمع ہوئے اتفاق وقت سے اہل قیروان کی ایک عورت موسوم بہ لحظہ ام النبیین بنت محمد فیری یہاں آ گئی تھی۔ ابن ابی زرع کہتا ہے کہ اس کا نام فاطمہ تھا اور یہ ہوارہ کی رہنے والی تھی۔ اس کو کسی ذریعہ سے وراثتہً بہت سا مال مل گیا تھا۔ اس نے یہ نیت کر لی تھی کہ میں اس مال کو کسی کار خیر میں صرف کر دوں گی۔ چنانچہ اس عورت نے سرحد قرویین خورد مقام بیضا میں ایک جامع مسجد کی ۲۴۵ھ میں بنا ڈالی یہ مقام امام ادریس نے اس عورت کو جاگیر میں دیا تھا' جامع مسجد کے تیار ہونے کے بعد جامع ادریس کی تنگی کی وجہ سے جمعہ موقوف ہو کر اس جامع مسجد میں خطبہ اور جمعہ ہونے لگا۔ اس کے بعد احمد بن سعید بن ابو بکر بعرفی نے ۳۴۵ھ میں جامع مسجد کے پورے ایک صدی بعد اپنی خانقاہ بنوائی جیسا کہ اس تحریر سے جو اس کے رکن شرقی پر منقوش کتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد منصور بن ابی عامر نے اس کی تعمیر میں اضافہ کیا اور پہاڑ پر سے بذریعہ نہر پانی لایا۔ حوض درست کرایا۔ باب خفاتہ میں دروازے لگوائے پھر ملوک المتونہ موحدین اور بنی مرین نے اس کی عمارت میں بہت زیادہ اضافہ کیا اور اس کی مضبوطی اور تعمیر میں برابر اپنی ہمتوں کو صرف کرتے رہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بہت بڑی عمارت بن گئی۔ جیسا کہ کتب تواریخ مغرب میں مذکور ہے۔ یحییٰ بن محمد نے ؁ میں وفات پائی۔

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔ مترجم

یحییٰ بن یحییٰ

اس کے بعد اس کا بیٹا یحییٰ بن یحییٰ کرسی امارت پر متمکن ہوا۔ اس نے نہایت کج خلقی سے کام لیا۔ بد چلنی' بد اطواری اور غارت گری اس کے ضمیر میں تھی۔ اس کے ایک برے فعل کی وجہ سے عوام الناس نے بغاوت کر دی۔ اس بغاوت کا بانی مبانی عبدالرحمٰن بن سہل خرامی تھا۔ باغیوں نے یحییٰ بن یحییٰ کو سرحد قروبین سے سرحد اندلس کی طرف نکال باہر کیا۔ دو شب تک روپوش رہا۔ آخر کار شرم و غیرت سے مر گیا۔ اس کے مرتے ہی محمد بن ادریس کے خاندان سے حکومت و سلطنت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ شدہ شدہ یحییٰ کی موت کی خبر علی بن عمر تک پہنچی۔ ملک گیری کے شوق نے دل میں چٹکیاں لینی شروع کر دیں۔ مگر ہنوز اس نے کوئی قصد نہیں کیا تھا کہ یحییٰ کے اراکین دولت عرب بربر نیز اس کے خادموں نے علی کو طلبی کے خطوط بھیجے۔

علی بن عمر

چنانچہ علی اپنے جاہ و حشم کے ساتھ فاس میں آیا۔ خواص اور عوام نے بطیب خاطر بیعت کی اور اس نے تمام صوبجات مغرب پر کسی مزاحمت اور مخالفت کے بغیر قبضہ کر لیا۔ مگر عبدالرزاق خارجی نے جبل مدیونہ سے اس کے خلاف بغاوت کی۔ عبدالرزاق عقاید صفریہ کا پابند و معتقد تھا۔ علی شکست کھا کر اوربہ بھاگ گیا۔ عبدالرزاق نے فاس اور سرحد اندلس پر اپنی کامیابی کا جھنڈے گاڑ دیے باقی رہا سرحد قروبین' وہاں والوں نے یحییٰ بن قاسم بن ادریس معروف صرام کو اپنا امیر بنا لیا۔ یحییٰ نے ان لوگوں کو اکٹھے و مسلح کر کے عبدالرزاق خارجی پر حملہ کر دیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے عبدالرزاق کو سرحد اندلس سے نکال کر ثعلبہ بن محارب بن عبداللہ ربضی قرطبی کو جو مہلب بن ابی صفرہ کی اولاد سے تھا متعین کیا۔ اس کے بعد عبداللہ معروف بہ عبود کو جو اس کا بیٹا تھا' بعدہ محارب بن ثعلبہ کو یکے بعد دیگرے حسب ترتیب سند امارت عطا کرتا گیا حتیٰ کہ ربیع بن سلیمان نے ۲۹۲ھ میں اس کو شکست دی۔ تب اس کی جگہ یحییٰ بن ادریس بن عمر (یہ علی بن عمر کا برادر زادہ تھا) حکمرانی کرنے لگا اور تمام ممالک مقبوضہ ادارسہ پر قابض ہو گیا۔ تمام صوبجات مغرب کے منبروں پر اس کا خطبہ پڑھا گیا۔ یہ ملوک بنی ادریس کا ایک نامور حکمران تھا۔ باعتبار سیاست کامیابی کے ساتھ حکمرانی کی۔ فقیہ اور محدث تھا' ادریسیوں میں کوئی بادشاہ اس کی بادشاہی اور دولت کی برابری نہیں کر سکتا۔

اسی اثنا میں شیعہ بھی افریقہ کی حکومت و سلطنت میں داخل ہو گئے' اسکندریہ کو دبا لیا۔ مہدیہ کی حد بندی کی جیسا کہ اخبار دولت کتامہ میں بیان کیا جائے گا۔ اس کے بعد شیعہ حکمران ملک مغرب کے تاخت و تاراج کرنے کو بڑھے۔ چنانچہ مصالہ بن حبوس سردار مکناسہ والی تاہرت کو ملوک مغرب سے جنگ پر ۳۰۵ھ میں ایک عظیم الشان فوج کا سردار بنا کر روانہ کیا مکناسہ اور کتامہ کی فوجیں دریا کی طرف بڑھیں۔ یحییٰ بن ادریس بادشاہ مغرب اپنا مغربی لشکر جمع کر کے مدافعت کی غرض سے مقابلہ پر آیا اور بربر کی فوجیں اور اس کے تمام خدام اس کے ہم رکاب تھے۔ دونوں حریفوں کا ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا۔ اتفاق یہ کہ یحییٰ کو شکست ہوئی۔ شکست کھا کر فاس واپس آیا۔ مصالحت کے لئے نامہ و پیام شروع ہوئے۔ آخر الامر یہ طے پایا کہ یحییٰ کچھ زر نقد سالانہ بطور خراج ادا کیا کرے۔ نیز عبداللہ شیعی کی اطاعت قبول کر لے۔ فریقین نے ان شرائط مصالحت کو منظور و مقبول کیا باہم مصالحت ہو گئی۔ اس کے بعد عبیداللہ شیعی نے اپنے آپ کو معزول کر لیا۔ زمام حکومت عبیداللہ مہدی کے قبضہ اقتدار میں گئی۔ عبیداللہ اور یحییٰ میں بدستور سابق مصالحت قائم رہی اس نے اسے اس کے مقبوضات پر بحال رکھا۔ اور اپنے برادر عم زاد موسیٰ بن ابو العافیہ امیر مکناسہ دستور ہ تازیر کو کل صوبجات بربر کی سند حکومت عطا کی جیسا کہ ہم اخبار مکناسہ و حکومت موسیٰ میں بیان کریں گے۔

موسیٰ بن ابو العافیہ

موسیٰ بن ابو العافیہ اور یحییٰ بن ادریس میں باہم عداوت اور دشمنی چلی آ رہی تھی۔ جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے جس وقت مصالہ جنگ ثانی سے ۳۰۹ھ میں مغرب واپس آیا۔ موسیٰ بن ابو العافیہ نے اشارہ کر دیا۔ مصالہ نے طلحہ بن یحییٰ بن ادریس

والی فاس کو گرفتار کر کے اس کے مال و اسباب اور خزانہ کو بھی ضبط کر لیا اور اس کے بجائے ریحان کتامی کو فاس کی حکومت پر مامور کیا۔ کچھ دن بعد طلحہ کو قید سے رہا کر کے اصیلا کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اس کے بعد یحییٰ نے بقصد افریقہ فوجیں جمع کر کے بغاوت کی۔ موسےٰ بن ابو العافیہ نے اس کو اثناء راہ سے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ پھر دو برس کے بعد رہا کر دیا بیچارہ یحییٰ قید سے رہائی پا کر ۳۳۱ھ میں مہدیہ چلا گیا اور سے‍؁ میں بوقت محاصرہ ابو یزید مر گیا۔ یحییٰ کے مرنے پر موسے بن ابو العافیہ کی حکومت کو استحکام استقلال کامل طور سے حاصل ہو گیا۔

حسن بن محمد کی بغاوت

اس واقعہ سے قبل ۳۱۳ھ میں حسن بن محمد بن قاسم بن ادریس ملقب بہ حجام نے فاس میں ریحان کتامی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور لڑ بھڑ کر ریحان کو فاس سے نکال باہر کر دیا تھا۔ وہ دو برس تک فاس پر قابض رہا۔ اس کے بعد موسیٰ بن ابو العافیہ نے حسن پر فوج کشی کی۔ دونوں حریفوں میں متعدد سخت لڑائیاں ہوئیں۔ انہی لڑائیوں میں منہال بن موسیٰ مارا گیا۔ اور آخرکار ایک ہزار سے زائد جانوں کے تلف ہونے پر لڑائی کا سلسلہ ختم ہوا۔ حسن شکست کھا کر فاس کی طرف بھاگا۔ حامد بن حمدان اوربی نے اس سے بدعہدی کی۔ لیکن حامد کو حسن پر کسی قسم کی دسترس حاصل نہ ہوئی۔ موسےٰ کے پاس فاس پر قبضہ کرنے کا پیام بھیجا۔ چنانچہ موسیٰ نے فاس پہنچ کر قبضہ کر لیا اور قبضہ و تصرف حاصل کرنے کے بعد حامد پر حسن کے حاضر کرنے کے لیے دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ حامد حیلہ بہانہ کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ موسیٰ کو حسن کا سراغ مل گیا۔ گرفتار کرا کے شہرپناہ کی دیوار پر سے لڑھکا دیا جس کی وجہ سے وہ اسی شب مر گیا۔

امارت ادراسہ کا زوال

حامد بن حمدان بخوف جان مہدیہ بھاگ گیا۔ عبداللہ بن ثعلبہ بن محارب اور اس کے دونوں لڑکوں محمد اور یوسف موسے کے ہاتھ لگ گئے۔ موسے نے ان لوگوں کی زندگانی کا خاتمہ کر دیا۔ اسی واقعہ سے ادراسہ کی حکومت ملک مغرب سے جاتی رہی۔ اور موسے بن ابو العافیہ تمام بلاد مغرب پر قابض ہو گیا۔ محمد بن قاسم بن ادریس کے لڑکے اور اس کے بھائی حسن بلاد ساطیہ کی طرف جلا وطن ہو کر بھاگ جاتے ہیں' بصرہ میں اپنے بزرگ خاندان ابراہیم بن محمد بن قاسم (حسن کے بھائی) کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ اور سب کے سب متفق ہو کر اس کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں' ابراہیم نے ان لوگوں کے لئے حجر النسر نامی مشہور و معروف قلعہ ۳۱۷ھ میں بنوایا اور ان لوگوں کو اس میں ٹھہرایا۔ بنو عمر بن ادریس ان دنوں غمارہ میں تیجاس سے ستبہ اور طبخہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ اور ابراہیم حجر النسر میں تھا۔ ۳۱۹ھ میں علی بن ادریس نے ابو العیش بن عمر سے ستہ چھین لیا۔ اور فوج کے ایک دستہ کو محافظت کی غرض سے اس میں ٹھہرایا اس اثنا میں ابراہیم بن محمد بنی محمد کا سردار راہی ملک عدم ہو گیا۔ اس کے بجائے اس کا بھائی قاسم ملقب بہ کانون حسن حجام کا بھائی حکمرانی کرنے لگا یہ قاسم محمد بن قاسم کا لڑکا تھا۔ اس نے موسے بن ابو العافیہ اور اس کے مذہب سے ہٹ کر شیعہ کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی۔ اسی کے زمانہ سے حکومت و سلطنت کا سلسلہ اس کے خاندان میں جاری ہوتا ہے اور غمارہ اس کی دولت کے اراکین اور اس کی سلطنت کے بازو بنے رہتے ہیں جیسا کہ غمارہ کے حالات میں بیان کریں گے۔

خلفاء مروانیہ اور ادراسہ

ان واقعات کے بعد خلفا مروانیہ حکمرانان قرطبہ کے ایلچی بلاد مغرب میں پھیل جاتے ہیں اور زناتہ کو فتح کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد بنی ایوب اور ان کے بعد مغراوہ فاس پر قابض ہوتے ہیں۔ ادراسہ مع غمارہ کے ریف میں جا کر ٹھہر جاتے ہیں۔ شہر بصرہ' حجر النسر' ستہ اور اصیلا میں ان کی حکومت و سلطنت بنی محمد اور بنی عمر کے ذریعہ سے قائم ہوتی ہے چند روز کے بعد مروانیوں کو ان پر قابو مل جاتا ہے۔ اور یہ ان کو اندلس تک پامال کر جاتے ہیں اور ان لوگوں کو اسکندریہ کی طرف جلا وطن کر دیتے ہیں۔ عزیز عبیدی بن کانون اپنے بادشاہ کی جستجو

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔ مترجم

میں اپنے ایلچی ملک مغرب کی طرف روانہ کرتا ہے۔ منصور بن ابی عامران پر غالب ہو کر انہیں قتل کر ڈالتا ہے۔ اسی کے زمانہ میں ان کی حکومت و سلطنت نیز ملک مغرب کے سلطان ادریسیہ کی حکومت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ ادریسیوں کی نسل سے تھا جنہوں نے غمارہ میں آکر پناہ لی تھی اور ملوک امویہ اندلس کے مقابل تھے۔ جس وقت ان ادریسیوں کی حکومت و سلطنت جاتی رہی تو وہ لوگ بے حال پریشان بلاد غمارہ میں آکر پناہ گزین ہوئے اور وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے ایک جدید حکومت کی بنا ڈالی جو ایک مدت تک بنی محمد اور بنی عمر اولاد ادریس بن ادریس میں قائم رہی۔ یہی وجہ تھی کہ بربریوں کا ان سے میل جول تھا اور ان کی اطاعت و فرماں برداری کی طرف مائل و راغب تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بنو حمود بھی[1] ۔ ۔ غمارہ ہی سے تھے۔ جنگ مستعین میں بربریوں کے ساتھ ملک مغرب کی طرف چلے آئے تھے' اور بحکمت عملی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی تھی' اور ملک اندلس کے حکمران ہو گئے تھے۔ جیسا کہ آپ ان کے حالات میں ان واقعات کو پڑھیں گے۔

سلیمان اور محمد بن سلیمان

سلیمان' ادریس کا بھائی عباسیوں کے زمانہ میں ملک مغرب بھاگ گیا تھا۔ ادریس کے مرنے کے بعد اطراف تاہرت میں مقیم ہوا اور وہیں حکومت و سلطنت کا دعوے دار بنا اور بربریوں نے اس کی حکومت منظور کی ادھر اغالبہ کے اراکین دولت پنجے جھاڑ کے اس کے پیچھے پڑ گئے۔ اسی تگ و دو میں اس کے نسب کی تصحیح ہو گئی مرتا کھپتا تلمسان پہنچا اور اپنی مدبرانہ چالوں اور حکمت عملیوں سے اس پر قابض ہو گیا۔ زناتہ اور تمام قبائل بربر نے اس کو خاندان حکومت کا ممبر تصور کر کے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا محمد بن سلیمان حکمران ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد اس کے لڑکوں میں نفاق پیدا ہوا۔ خود حکومت کرنے کی غرض سے المغرب الاوسط میں پھیل گئے آپس میں حکومت و سلطنت کے حصے بخرے کر لئے۔ تلمسان پر محمد بن احمد بن قاسم بن محمد بن احمد قابض ہوا۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ قاسم وہی ہے جس کے نسب کا بنو عبدالودود دعوی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ قاسم بن ادریس کے اس دعوے سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ ارشکول کی زمام حکومت عیسے بن سلیمان کے قبضہ میں رہی' یہ شخصیت شیعت کی طرف مائل تھی۔ جراوہ کی حکمرانی ادریس بن محمد بن سلیمان کے قبضہ میں آگئی۔ اس کے بعد ابو العیش عیسے اس کا بیٹا حکمران ہوا۔ اسی زمانہ سے اس صوبہ کی امارت کی کرسی پر اس کی آئندہ نسلیں متمکن ہوتی چلی آئیں۔ چنانچہ اس کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم بن عیسٰی پھر اس کا بیٹا یحیٰی بن ابراہیم بعدہ اس کا بھائی ادریس بن ابراہیم تخت حکومت پر یکے بعد دیگرے جلوہ افروز ہوئے۔ ادریس بن ابراہیم والی ارشکول اور خلیفہ عبدالرحمن ناصر کے دوستانہ مراسم تھے۔ علی ہذا یحیٰی کو بھی اسی قسم کا اس سے تعلق تھا۔ مشہور سپہ سالار دولت شیعہ کو اس کی طرف سے شبہ پیدا ہوا موقع پا کر ۳۳۳ھ میں گرفتار کر لیا۔ پھر جب موسی بن ابو العافیہ نے اراکین دولت شیعہ کی ہم صفیری چھوڑ کر دعوت خلافت علویہ کی بناء ڈالی اور حسن بن ابو العیش عیسٰے پر جیلوہ میں محاصرہ کیا اور بزور جنگ جراوہ کو حسن سے چھین لیا تو حسن بھاگ کر ادریس بن ابراہیم والی ارشکول کے پاس چلا گیا۔ بوری بن موسےٰ[2] بن ابو العافیہ نے تعاقب کیا اور ارشکول پہنچ کر دونوں کا محاصرہ کیا۔ آخرکار بوری نے بزور تیغ ان دونوں کو مغلوب کر کے گرفتار کر لیا۔ اور پابہ زنجیر خلیفہ ناصر کے پاس بھیج دیا۔ خلیفہ ناصر نے ان دونوں کو قرطبہ میں ٹھہرایا۔

متنش کا صوبہ ابراہیم بن محمد بن سلیمان کے قبضہ میں تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا محمد بعدہ اس کا بیٹا یحیٰی بن محمد پھر اس کا بیٹا علی بن یحیٰی جانشین ہوا۔ اسی کے زمانے میں زیری بن مناد ۳۴۲ھ میں متنش پر قابض ہو گیا۔ اور یحیٰی اپنی جان بچا کر مہر بن محمد بن خزر کے پاس بھاگ گیا۔ اس کے دونوں بیٹے حمزہ اور یحیٰی ناصر کے پاس چلے گئے۔ ناصر نے عزت و احترام سے ملاقات کی چند روز بعد یحیٰی اپنی کمزور حالت درست کر کے متنش پر قبضہ کرنے کو آیا مگر کامیاب نہ ہوا۔

---

[1] اصل کتاب میں اس طرح جگہ خالی ہے۔ مترجم

احمد بن عیسٰے

اسی ابراہیم والی تمتش کی اولاد سے احمد بن عیسٰے بن ابراہیم والی سوق (بازار) ابراہیم اور سلیمان بن محمد بن ابراہیم روسا المغرب الاوسط تھے۔ اور بنی محمد سلیمان کی نسل سے یہ اور بطوش بن حناتش بن حسن بن محمد بن سلیمان تھا۔ ابن حزم کہتا ہے کہ یہ لوگ مغرب میں کثرت سے تھے۔ اور بلاد مغرب کی زمام حکومت انہی کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ ان کی ریاستیں اور حکومتیں ختم ہو گئیں۔ اور ان کا اب کوئی رئیس اطراف بجایہ میں باقی نہیں رہا۔ بنی حمزہ میں سے جوہر قیروان چلا آیا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ پہاڑوں اور اس کے قرب و جوار کے دیہاتوں میں باقی رہ گئے جن سے اس مقام کے بربری واقف اور آگاہ ہیں واللہ وارث الارض و من علیہا۔

باب ۳

حالات صاحب زنج

صاحب زنج

ابتدا ہی سے اس حکومت و سلطنت میں پریشانی اور اضطراب پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس کے بانی کی حکومت مستقل اور مستحکم نہیں ہوئی۔ عہد خلافت معتصم میں علویہ زیدیہ کے ایلچیوں نے حکومت و سلطنت کی ترغیب دینا شروع کی تھی۔ اور جن کے ہوا خواہ کثرت سے تمام ممالک میں پیدا ہو گئے تھے وہ علی بن محمد بن احمد بن عیسٰے بن زید شہید تھے۔ جس وقت ان کی شہرت ہوئی اور علم خلافت کو ان کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرے کا احساس ہوا تو خلافت عباسیہ کا تاج دار اس کی روک تھام کی طرف متوجہ ہوا۔ علی بن محمد بھاگ گئے اور ان کے چچا کا بیٹا علی بن محمد بن حسین عیسٰے اسی ہنگامہ میں قتل کر ڈالا گیا۔ علی بن محمد اس ہنگامہ کے بعد روپوش ہو گیا۔ صاحب زنج نے ۲۵۵ھ میں یہ دعویٰ کر دیا کہ میں ہی علی بن محمد ہوں۔ چند دن بعد انہوں نے ظاہر ہو کر جب بصرہ پر قبضہ حاصل کیا تو صاحب زنج کی قلعی کھل گئی فوراً اس دعوے سے دست کش ہو کر یحییٰ بن زید شہید جون کی جانب اپنے کو نسباً منسوب کرنے لگا۔ مسعودی اسے طاہر بن حسن بن علی کی طرف نسباً منسوب کرتا ہے اور بعض علی بن محمد بن جعفر بن حسین بن طاہر کی طرف۔ اس نسب کے صحیح ماننے میں یہ دقت پیش آتی ہے کہ حسینؓ بن فاطمہؓ بن رسولؐ کا سلسلہ نسل صرف زین العابدین ہی سے چلا ہے۔ ابن حزم کہتا ہے کہ اس طاہر سے اگر طاہر بن یحییٰ محدث بن حسن بن عبیداللہ بن حسن اصغر بن زین العابدین مراد لئے جائیں تو سلسلہ نسب طویل ہو جاتا ہے اور حسینؓ بن فاطمہؓ تک بارہ پشتیں ہو جاتی ہیں اور یہ امر دور از قیاس و عقل معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں صاحب زنج ظاہر ہوا ہے اس وقت تک اس کی بارہ پشتیں ہو چکی ہوں۔

علما محققین طبری اور ابن حزم وغیرہ اس امر کے مقر ہیں کہ یہ شخص قبیلہ عبدالقیس سے تھا۔ موضع دورہ یقن مضافات میں رہتا تھا۔ علی بن عبدالرحیم اس کا نام تھا۔ چونکہ مزاج میں گھومنے کا شوق تھا دل میں سرداری اور گروہ بندی کا خیال پیدا ہوا۔ اتفاق سے انہی دنوں زیدیہ فاطمیہ بکثرت دعوے دار حکومت و خلافت ہو رہے تھے۔ جھٹ پٹ اس نے ایک نسب نامہ درست کر کے علویہ ہونے کا دعویٰ کر دیا حالانکہ اس خاندان سے اس کو ذرا بھی تعلق نہ تھا۔ ہمارے اس بیان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ خارجی المذہب پابند عقاید ازارقہ تھا۔ دونوں گروہوں یعنی اصحاب جمل اور صفین پر لعنت کرتا تھا پھر کیونکر یہ شخص علوی النسب ہو سکتا ہے اور اسی وجہ سے کہ اس نے اپنے کو غلط طور سے نسباً علوی بیان کیا اور اپنے دعوے کو سچائی کے ساتھ ثابت نہ کر سکا اس کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو گیا اور مار ڈالا گیا اس کی حکومت کا کوئی سلسلہ قائم نہ ہو سکا۔ اس نے بے حد زیادتیاں کیں اطراف بصرہ میں غارت گری کی بلادِ اسلامیہ کو ویران اور پامال کیا۔ عساکرِ اسلامی کو شکست بھی دی۔ امراء و اکابرین اسلام کو شہید بھی کیا اور اپنے لئے قلعہ بھی بنوایا جس میں وہ خود مارا گیا جب کہ اس کا پیالہ حیات لبریز ہو گیا جیسا کہ اللہ کا قانون بندوں میں جاری ہے۔

یہ تو جملہ معترضہ تھا اب پھر ہم صاحب زنج کا حال تحریر کرتے ہیں کہ اس نے پہلے ان لوگوں سے میل جول پیدا کیا جو دربارِ خلافت کے حاجب اور خلیفہ مستنصر کے محل سراء کے خدام تھے۔ جب اس کے متبعین کی ایک خاص جماعت تیار ہو گئی تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ۲۴۹ھ میں بحرین کی طرف گیا۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ میں علوی ہوں اور حسین بن عبداللہ بن عباس بن علی کی نسل سے ہوں۔ لوگوں کو اپنی اطاعت کی ترغیب دی۔ اہل ہجر کا ایک بڑا گروہ اس کا مطیع و فرماں بردار ہو گیا۔ اس کے بعد یہ احسار گیا اور بنی تمیم کے قبیلہ میں فروکش

ہوا۔ یحییٰ بن محمد ازارق اور سلیمان بن جامع اس کے ہمراہ تھے۔ اہلِ بحرین سے لڑائی ہوئی اہلِ بحرین نے اسے شکست دی۔ عرب کا گروہ جو اس کا ہم رکاب تھا تتر بتر ہو گیا اور یہ پریشان حالی میں بھاگ کر بصرہ میں پہنچا۔

صاحبِ زنج کی فتوحات

ان دنوں بصرہ میں بلالیہ اور سعدیہ کے درمیان جھگڑا اور فساد ہو رہا تھا۔ اس کے آنے کی خبر محمد بن رجائی والی بصرہ کو ہوئی اس نے اس کی گرفتاری اور جستجو پر پولیس کو تعینات کر دیا۔ یہ تو ہاتھ نہ آیا مگر اس کا لڑکا اور اس کی بیوی اور اس کے بعض ہمراہی گرفتار کر لئے گئے۔ یہ چند دن کے بعد دربار خلافت میں داخل ہوا اور اپنے کو عیسیٰ بن زید شہید کی اولاد سے ظاہر کرنے لگا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں چند روز بعد یہ خبر پا کر کہ بلالیہ اور سعدیہ نے محمد بن رجاء والی بصرہ کو بصرہ سے نکال دیا ہے۔ اور اس کے اہل و عیال کو قید کی مصیبت سے رہائی مل گئی ہے۔ دارالخلافت بغداد سے بصرہ کی جانب ماہ رمضان ۲۵۵ھ میں مراجعت کی یحییٰ بن محمد' سلیمان بن جامع اور اہل بغداد کے بہت سے سربرآوردہ افراد جنہیں اس نے حکمت عملی سے اپنے ساتھ ملا لیا تھا مثلاً'' جعفر بن محمد بن صدحانی' علی بن ابان اور عبدان بن نمینا وغیرہ اس کے ہمراہ تھے۔ بصرہ کے قریب پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ اور زنگی غلاموں میں اپنے خیالات کو پھیلانے اور انہیں اپنی اطاعت کی ترغیب دینے لگا۔ زیادہ زمانہ گذرنے نہ پایا تھا کہ ان زنگی غلاموں کو ان کے آقاؤں کی طرف سے برگشتہ اور بددل کر کے آزادی اور حریت کی طرف مائل کر دیا۔ اور جب یہ خیالات ان کے دماغ میں بیٹھ گئے تو انہیں حکومت اور سلطنت کی طمع دلائی اور ایک جھنڈا بنایا جس پر آیہ کریمہ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ آخر تک لکھی تھی۔ ان زنگی غلاموں کے آقا ان کی جستجو اور تلاش میں آئے۔ صاحب زنج نے اشارہ کر دیا وہ سیاہ بخت غلام اپنے آقاؤں سے لپٹ گئے باہم خوب ہاتھا پائی ہوئی بصرہ اور ابلہ کی فوجیں سرکوبی کو آئیں مگر ناکام واپس گئیں۔ اس واقعہ کے بعد صاحبِ زنج قادسیہ چلا گیا۔ اسی عرصہ میں دربار خلافت بغداد نے ایک تازہ دم فوج اہلِ بصرہ کی کمک پر آئی ۔ صاحبِ زنج سے یہ بھی شکست کھا گئی۔ تب ایک دوسری فوج جعلان ترکی کی ماتحتی میں سپہ سالار بصرہ کی حمایت پر آئی۔ باہم لڑائیاں ہوئیں آخر کار یہ بھی شکست کھا گئی اور صاحبِ زنج نے ابلہ وغیرہ پر قبضہ کر کے اہواز کا قصد کیا۔ اہواز میں ان دنوں ابراہیم بن مدبر خوارج پر حکومت کر رہا تھا اس نے اسے بھی بزور تیغ فتح کر کے ابراہیم کو قید کر لیا۔ یہ واقعہ ۲۵۶ھ کا ہے۔ چند دن بعد ابراہیم زنگیوں کی قید سے نکل کر بھاگا۔ ۲۵۷ھ میں دارالخلافت بغداد سے سعید بن صالح جو ان دنوں عامل بصرہ تھا' زنگیوں کی لڑائی پر بھیجا گیا۔ چنانچہ واسطہ سے فوج آرائی کر کے زنگیوں کی طرف بڑھا۔ علی بن ابان سپہ سالار زنگیاں مقابلہ پر آیا۔ ایک سخت اور خون ریز جنگ کے بعد سعید شکست کھا کر بحرین کی طرف بھاگا۔ اور بصرہ میں پہنچ کر قلعہ بندی کر لی علی بن ابان نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ حتی کہ سعید نے امان حاصل کر کے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ علی بن ابان نے شہر میں داخل ہو کر شہر لوٹ لیا۔ جامع مسجد کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا صاحب زنج کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ اسے بصرہ سے واپس بلا کر اس کے بجائے بصرہ پر یحییٰ بن محمد بحرانی کو متعین کیا۔ خلیفہ معتمد نے محمد بن مولد کو بصرہ کی طرف زنگیوں کے طوفان بدتمیزی کی روک تھام کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ محمد کو اس مہم میں کامیابی حاصل ہوئی اور بصرہ سے زنگیوں کو اس نے نکال باہر کیا۔ اس کے تھوڑے دن بعد زنگیوں نے محمد پر بہ حالتِ غفلت شب خون مارا محمد کو اس معرکہ میں شکست ہوئی۔ زنگیوں نے محمد کو شکست دے کر اہواز کی جانب قدم بڑھائے۔ منصور خیاط والی اہواز مقابلہ پر آیا لیکن اپنی ناعاقبت اندیشی سے مغلوب ہو کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

ان واقعات سے قبل خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی ابو احمد موفق کو مکہ معظمہ سے طلب کر کے کوفہ حرمین' طریق مکہ اور یمن کی سند حکومت عطا فرمائی تھی۔ بعدہ بغداد' سواد وسط' کور' دجلہ' بصرہ اور اہواز کا نظم و نسق بھی اس کے قبضہ اقتدار میں دے دیا اور یہ ہدایت کر دی کہ بصرہ کو ردجلہ' یمامہ اور بحرین پر سعید کی بجائے یارجوج کو مامور کرنا جیسا کہ ہم تحریر کر آئے ہیں۔ تب خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی موفق کو ۲۵۸ھ میں زنگیوں کے مقابلہ پر روانہ فرمایا۔ اس کے مقدمہ الجیش پر مفلح تھا۔ زنگیوں نے یہ خبر پا کر بصرہ سے نکل کر مفلح کا

مقابلہ کیا۔ علی بن ابان زنگیوں کے اس لشکر کا سردار تھا مفلح کو اس معرکہ میں شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس کی فوج ادھر ادھر منتشر ہو گئی موفق بہ مجبوری سامرا لوٹ آیا۔

منصور خیاط کے شکست کھانے کے بعد اہواز کی حکومت اصلیجور کو مرحمت ہوئی یحییٰ بن محمد بحرانی سپہ سالار زنگیاں جنگی کشتیوں کا بیڑہ لے کر اہواز پر قبضہ کرنے آیا ہوا تھا۔ مگر یہ خبر پا کر کہ موفق ایک عظیم فوج کے ساتھ آیا ہے بلا جدال و قتال واپس لوٹ آیا۔ اصلیجور نے تعاقب کیا۔ اور اسے گرفتار کر کے سامرا لایا اور وہیں مار ڈالا۔ صاحب زنج نے یحییٰ کے بجائے علی بن ابان اور سلیمان شعرانی کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے ۲۵۹ھ میں اہواز کو اصلیجور کے قبضہ سے نکال لیا۔ اصلیجور شکست کے بعد ایک کشتی پر سوار ہو کر بھاگا لیکن چونکہ اس کا وقت آ گیا تھا اتفاق سے کشتی ڈوب گئی اور وہ بھی مر گیا۔ خلیفہ معتمد نے ان لوگوں کی سرکوبی پر موسیٰ بن بغا کو صوبجات مذکورہ بالا کی سند حکومت عطا فرما کے روانہ کیا اس نے اپنی طرف سے بطور نائب اہواز پر عبدالرحمن بن مفلح کو بصرہ پر اسحاق بن کنداحق کو باد اورد پر ابراہیم بن سلیمان کو بھیجا اور چاروں طرف سے سیاہ بخت زنگیوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ڈیڑھ برس تک مسلسل لڑائی جاری رہی مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس کے بعد موسیٰ بن بغا نے استعفا دے دیا۔

تب خلیفہ معتمد نے اس کی بجائے ان صوبجات پر مسرور بلخی کو مامور کیا اور زنگیوں کے سر کرنے کو اپنے بھائی ابو احمد موفق کو روانہ فرمایا۔ اس روانگی سے پہلے خلیفہ معتمد نے موفق کی ولی عہدی کا اعلان فرمایا تھا کہ میرے بعد تاج و تخت اور خلافت کا مالک یہی ہو گا۔ اور الناصر الدین اللہ الموفق کا مبارک لقب دیا تھا اور تمام مشرقی صوبجات کی اصفہان تک نیز حجاز کی سند حکومت عطا کی تھی۔ چنانچہ موفق اس مہم کو سر کرنے کے لئے ۲۶۲ھ میں روانہ ہوا۔ اتفاق یہ کہ یعقوب صفا کا معاملہ پیش آ گیا۔ یہ ایک بڑی فوج لئے ہوئے بغداد پر چڑھا آ رہا تھا۔ اس وجہ سے موفق، یعقوب کی لڑائی میں مصروف ہو گیا۔ اس معرکہ میں یعقوب صفار کو شکست ہوئی جس قدر ملک اہواز اس کے قبضہ میں تھا نکل گیا۔ مسرور بلخی بھی اس معرکہ میں شریک ہونے کے لئے بغداد چلا آیا تھا۔ صاحب زنج کو موقع مل گیا۔ اس کے زمانہ غیر حاضری کو اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھ کر لوٹ مار شروع کر دی۔ قادسیہ تک تاخت و تاراج کرتا چلا گیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر دارالخلافت بغداد پہنچی۔ دربار خلافت سے شاہی فوجیں اغرتمش اور خشتنش کی سرکردگی میں صاحب زنج کو ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کی گئیں۔ زنگیوں نے پہلے ہی معرکہ میں شاہی فوجوں کو شکست دی اس جنگ میں زنگیوں کا سپہ سالار سلیمان بن جامع تھا۔ خشتنش شاہی فوج کا سپہ سالار مارا گیا۔ علی بن امام سپہ سالار زنگیاں ایک فوج لے کر اہواز گیا ہوا تھا۔ ان دنوں اس صوبہ کی حکومت محمد بن ہزار مرد کردی کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ مسرور بلخی نے علی بن ابان کے کے قصد سے مطلع ہو کر اہواز کو بچانے کی غرض سے احمد بن لیونہ کو روانہ کیا دونوں حریفوں میں سخت خون ریز لڑائیاں ہوئیں۔ ابتداءً علی بن ابان نے اہواز پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ جب محمد بن ہزار مرد نے کردوں کو جمع کر کے دوبارہ حملہ کیا تو علی بن ابان کے کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ تستر میں پہنچ کر قیام کیا اور محمد بن ہزار مرد سوس کی طرف لوٹ آیا۔

صاحب زنج اور علی بن ابان کی جنگ

صاحب زنج کا خیال تھا کہ علی بن ابان میرے نام کا خطبہ پڑھے گا مگر یہ خیال خام نکلا۔ یعقوب صفار سے سازش کر کے اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ اس وجہ سے علی بن ابان اور صاحب زنج کے درمیان مخالفت پیدا ہو گئی۔ نوبت بہ جنگ رسید کا مضمون ہوا۔ میدان صاحب زنج کے ہاتھ رہا علی بن ابان کو شکست ہوئی تستر چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اس وقت ملک فارس فتنہ و فساد سے بھرا ہوا تھا جس طرف آنکھ اٹھتی تھی جنگ اور خون ریزی کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ان واقعات کے بعد یعقوب صفار اہواز پر قابض ہو گیا۔ اور زنگیوں سے تعلقات پیدا کر لئے سلیمان بن جامع زنگیوں کا نامور سپہ سالار فوجیں جمع کر کے ملک گیری کو بڑھا۔ موفق نے شہر واسط پر احمد بن مولد کو مامور کیا۔ زنگیوں کی طرف سے خلیل بن ابان واسط پر حملہ آور ہوا احمد بن مولد سینہ سپر ہو کر مقابلہ پر آیا۔ خلیل نے اسکو شکست دے۔

کر واسط میں قتل وغارت کا بازار گرم کر دیا۔ یہ واقعہ ۲۶۶ھ کا ہے۔ فتح مند گروہ نے کامیابی کے بعد اطراف سواد میں نعمانیہ اور جرجرایا تک اپنے خیمے نصب کئے اور ان مقامات کے رہنے والوں کا عام طور سے خون مباح کر دیا۔ علی بن ابان ان دنوں پھر اہواز کی طرف گیا ہوا تھا۔ اور اہل اہواز کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ موفق نے مسرور بلخی کو مامور کرکے اہواز کی جانب روانہ کیا مسرور نے اپنی جانب سے تکید بخاری کو تشتر روانہ کیا۔ علی بن ابان اور اس کے ہمراہی زنگیوں نے تکید کی فوج کو پسپا کر دیا مگر اس واقعہ کے بعد تکید اور علی بن ابان میں مصالحت ہو گئی۔ مسرور بلخی کو اس سے شبہ پیدا ہوا۔ بہ الزام سازش تکید کو گرفتار کر لیا اور اس کے بجائے اغرتمش کو مامور کیا۔ اغرتمش نے پہلے ہی حملہ میں زنگیوں کو شکست دے دی مگر دوسرے معرکہ میں خود شکست کھا کر بھاگا۔ علی بن ابان نے محمد بن ہزار مرد کردی پر فوج کشی کر دی اور رامہرمز کو اس کے قبضہ سے نکال لیا۔ محمد بن ہزار مرد نے دب کر دو لاکھ درہم سالانہ پر مصالحت کر لی۔ اور یہ بھی اقرار کر لیا کہ میرے تمام صوبہ میں علی بن ابان کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ علی بن ابان اس مہم سے فراغت حاصل کرکے اہواز کے دوسرے قلعوں کو سر کرنے کو بڑھا۔ مسرور بلخی کو اس کی خبر لگی اس نے بھی فوجیں جمع کرکے علی بن ابان کے لشکر پر حملہ کر دیا دونوں میں خوب لڑائی ہوئی آخر کار علی بن ابان شکست کھا کر بھاگا۔ اور اس کی ساری لشکر گاہ لوٹ لی گئی۔

معرکۂ واسط

اس واقعہ سے قبل موفق نے اپنے بیٹے ابو العباس کو ۲۶۶ھ میں دس ہزار فوج کی جمعیت سے جس وقت کہ زنگیوں نے شہر واسط کو تاخت و تاراج کیا تھا براہ دریا واسط کی طرف روانہ کیا تھا۔ جنگی کشتیوں کا ایک بڑا بیڑا اس کے ہمراہ تھا۔ ابو حمزہ نصیر امیر البحر' ان جنگی کشتیوں کا انچارج تھا۔ نصیر نے موفق کو تحریر کیا کہ سلیمان بن جامع زنگیوں کی طرف سے ایک بڑی فوج کے ساتھ مقابلہ پر آیا ہے' بری اور بحری لڑائی کا سامان ہے۔ اور اس کے مقدمہ الجیش پر جنانی ہے۔ سلیمان بن موسیٰ شعرانی بھی اپنے لشکر کے ساتھ آ گیا اور نشیبی واسط میں خیمہ زن ہوا۔ ابو العباس نے اپنی فوجوں کو مرتب کرکے زنگیوں پر حملہ کیا۔ سیاہ بخت زنگی کا لشکر مقابلہ نہ کر سکا، پیچھے ہٹا ابو العباس کی فوج نے بڑھ کر ان کے مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ اور زنگی فوجیں واسط میں ٹھہری ہوئی شاہی لشکر کا مقابلہ کرتی رہیں۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں اور ہر لڑائی میں زنگیوں ہی کو شکست ہوئی۔ صاحب زنج نے اپنی متواتر شکست سے متاثر اور خائف ہو کر علی بن ابان اور سلیمان بن جامع کو متحد ہو کر ابو العباس بن موفق سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ جاسوسوں نے یہ خبر موفق تک پہنچا دی۔

موفق کی واسط کو روانگی

چنانچہ موفق ماہ ربیع الاول ۲۶۷ھ میں بغداد سے واسط کی طرف روانہ ہوا اور منیعہ میں پہنچ کر زنگیوں پر حملہ کر دیا۔ زنگی فوجیں اس اچانک حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑی ہوئیں ابو العباس بن موفق کے لشکر نے تعاقب کیا۔ منیعہ کا میدان کشت و خون سے لالہ زار بن گیا تھا۔ مقتولوں اور قیدیوں کی کوئی صحیح تعداد بیان نہیں کی جا سکتی۔ جس طرف آنکھ اٹھتی تھی مقتول ہی مقتول نظر آتے تھے۔ فتح مند گروہ کا جو سپاہی دکھائی دیتا تھا دو چار قیدی ضرور گرفتار کئے لاتا تھا۔ منیعہ کا شہر پناہ منہدم و مسمار کر دیا گیا۔ خندق جو شہر پناہ کے اردگرد تھی پاٹ دی گئی۔ سلیمان بن موسے شعرانی اور سلیمان بن جامع کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ابو العباس نے منصورہ وطہثا کی طرف قدم بڑھائے اور پہنچتے ہی اس پر قبضہ کر لیا مال و اسباب اور خزانہ وغیرہ جو کچھ تھا سب لوٹ لیا۔ شہر پناہ کو منہدم کرا کر خندق پٹوا دی۔ سلیمان ابن جامع بھاگ کر واسط پہنچا۔ ابو العباس نے بھی منصورہ کو سر کرنے کے بعد واسط کی طرف مراجعت کی۔ اس کے بعد موفق نے اپنی فوج کو دو حصوں پر تقسیم کیا ایک حصے پر اپنے بیٹے ہارون کو واسط میں چھوڑا اور دوسرے حصہ کو مسلح کرکے زنگیوں کی سرکوبی کے لئے اہواز کی طرف بڑھا۔ اتنے میں یہ خبر سننے میں آئی کہ زنگیوں نے طہثا اور منصورہ کی جانب مراجعت کی ہے۔ اسی وقت اپنی فوج سے چند دستہ فوج کو چند آزمودہ کار سرداران کی ماتحتی میں ان زنگیوں کے سر کرنے کو روانہ کیا جو طہثا اور منصورہ کی طرف لوٹ آئے اور خود جس قصد و ارادہ سے نکلا تھا اسی ارادہ کی تکمیل کو مدنظر رکھ کر کوچ کر دیا۔ رفتہ رفتہ سوس پہنچا۔ اس

وقت تک علی بن ابان اہوازہی میں مقیم تھا۔ موفق کے آنے کی خبر پا کر چند دستہ فوج اہواز کی حفاظت پر چھوڑ کر اپنے سردار صاحب زنج کے پاس چلا گیا۔ زنگیوں میں سے جو لوگ اہواز میں باقی رہ گئے تھے انہوں نے موفق سے امن کی درخواست کی موفق نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ ان کو امن دے کر تشتر کی طرف چلا گیا محمد بن عبداللہ کردی بھی شاہی امن حاصل کر کے اہواز چلا آیا۔

مختارہ پر قبضہ

موفق نے اپنے ایک بیٹے ہارون کو فرات بصرہ کی نہر مبارک پر جامع فوج کے ملنے کو لکھ بھیجا' اور دوسرے بیٹے ابو العباس کو نہرابی خسیب پر خبیث سے جنگ کرنے کو روانہ کیا۔ خبیث کے سرداران لشکر کے ایک گروہ نے امان کی درخواست کی ابو العباس نے منظور کر لی اور امان دے کر ان کے عذرات قبول کر لئے اس کے بعد لشکر جمع کر کے شہر مختارہ پر چڑھائی کی۔ براہ دریا بھی فوجیں بھیجیں پچاس ہزار شاہی فوج تھی۔ زنگیوں کی فوج کی تعداد تین لاکھ تھی۔ ابو العباس نے جابجا دمس اور دمدمے بندھوائے۔ موقع موقع سے منجنیقیں نصب کرائیں۔ مورچے قائم کئے اور رہنے کے لئے شہر موفقہ کا بنیادی پتھر رکھا۔ قرب و جوار کے شہروں سے رسد و غلہ کی طلبی کا فرمان بھیجا۔ اور مختارہ کی رسد وغلہ کی آمدورفت بند کر دی۔ یہ تو خشکی کا انتظام تھا دریائی محاصرہ کی غرض سے جنگی کشتیوں کے متعدد بیڑے ہر وقت دریا میں پھر رہے تھے۔ ماہ شعبان ۲۶۷ھ سے ماہ صفر ۲۷۰ھ تک نہایت شدت کے ساتھ مختارہ کا محاصرہ کئے رہا۔ اس کے بعد مجموعی قوت سے حملہ کر کے بزور تیغ مختارہ پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔

صاحب زنج کا خاتمہ

خبیث مع اپنے بیٹے انکلائے اور سلیمان بن جامع کے ایک قلعہ کی طرف بھاگا جو اسی غرض سے پہلے سے تجویز کیا گیا تھا۔ شاہی لشکر کے ایک دستہ نے تعاقب کیا۔ خبیث ابھی قلعہ تک نہ پہنچنے پایا تھا کہ شاہی لشکر نے جا کر اس کو گھیر لیا۔ دونوں حریفوں میں دو دو ہاتھ ہوئے خبیث شکست کھا کر بھاگا اس کے اکثر ہمراہی مارے گئے۔ سلیمان بن جامع گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد صاحب زنج بھی اس دارو گیر میں مارا گیا۔ اور اس کا سر اتار کر موفق کے پاس لایا گیا۔ انکلائے مع پانچ ہزار زنگیوں کے بھاگ کر دیناری پہنچا۔ شاہی لشکر نے تعاقب کیا اور ان سب کو گرفتار کر لیا۔ اس کے سپہ سالاروں میں سے درمونہ نامی ایک سپہ سالار شاہی لشکر کا رسد و غلہ بند کرنے کو بطیحہ چلا گیا تھا۔ جب اسے سردار کے مارے جانے کی خبر پہنچی تو اس نے بھی موفق سے امان کی درخواست کی۔ موفق نے اسے بھی امان دی۔ اس خداداد کامیابی کے بعد موفق چند دن تک اپنے شہر میں مقیم رہا۔ اس کے بعد بصرۂ ابلیہ اور کوردجلہ پر ایک شخص کو مقرر کر کے دارالخلافت بغداد کی جانب مراجعت کی۔ چنانچہ ماہ جمادی الاول ۲۷۰ھ میں بغداد پہنچ گیا۔ صاحب زنج کا صرف ایک لڑکا محمد نامی ملقب بہ انکلائے تھا۔ زنگی زبان میں اس کے معنی شاہزادہ کے ہیں۔ یحییٰ' سلیمان اور فضل گرفتار ہو کر مطبق میں قید کر دیئے گئے یہاں تک کہ مر گئے وَاللّٰهُ وَارِثُ الْاَرْضِ وَمَنْ عَلَيْهَا۔

باب ۴

حالات علویہ دیلم وجبل

حسن بن زید

ابو جعفر منصور نے علویہ میں سے بنی حسن سبط میں سے حسن بن زید بن حسن کو منتخب کرکے مدینہ منورہ کی گورنری مرحمت فرمائی تھی یہ وہی شخص ہے جس نے امام مالک رحمتہ اللہ کی آزمائش کی تھی۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ اسی نے خلیفہ منصور کو بنی حسن کی جانب سے بدظن و مشتبہ کیا تھا۔ محمد مہدی اور اس کے بیٹے عبداللہ کی سازش اور مخالفت کی اطلاع منصورہ تک اسی نے کی تھی۔ یہاں تک کہ منصور نے ان لوگوں کو گرفتار کرکے عراق بھیج دیا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔ ان کے اقارب رے میں تھے۔ اسی خاندان سے حسن بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن والی مدینہ منورہ تھا۔ جس وقت محمد بن اوس(جو سلیمان بن عبداللہ بن طاہر نائب محمد بن طاہر کی طرف سے عامل طبرستان تھا) اور محمد و جعفر پسران رستم والیان اطراف طبرستان میں اختلاف پیدا ہوا' جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اس وقت طبرستان کے قرب و جوار کے رہنے والوں نے اسے دیلم سے امداد کی درخواست کرنے کی ترغیب دی۔ یہ لوگ اس وقت مجوسی المذہب تھے۔ اور ان کا بادشاہ اشہوازبن حسان تھا۔ ان لوگوں نے پسران رستم کی درخواست منظور کرلی۔ اور محمد بن اوس نے دیلم کے شہروں کو خوب خوب پامال اور تخت و تاراج کیا۔ پسران رستم نے محمد بن ابراہیم کو طبرستان سے حکومت کرنے کی غرض سے بلا بھیجا۔ محمد بن ابراہیم نے خود تو منظور نہ کیا' لیکن حسن بن زید کا پتہ بتا دیا کہ وہ رے میں ہیں اور اس امر کے مستحق ہیں۔ان لوگوں نے محمد بن ابراہیم کے خط کے ذریعہ حسن بن زید کو طلبی کا خط لکھا اور اسے بلانے کی غرض سے اپنے خاص اور معتمد علیہ آدمی روانہ کئے چنانچہ حسن بن زید رے سے دیلم میں تشریف لائے صرف دیلم اور پسران رستم نہیں بلکہ طبرستان کے تمام اطراف و جوانب کے امیروں نے متفق ہو کر حسن بن زید کی حکومت کی بیعت کی۔ ان کے علاوہ اہل جبال طبرستان نے بھی اس کے علم حکومت کی اطاعت قبول کرلی۔

حسن بن زید کی فتوحات

حسن بن زید نے ان سب کو فوجی صورت میں جمع کرکے آمد پر فوج کشی کر دی۔ محمد بن ادس بھی اپنی فوجیں لے کر مقابلہ پر آیا۔ اور آمد کے باہر لڑائی چھڑ گئی۔ حسن بن زید نے چند دستہ فوج اپنی فوج سے علیحدہ کرکے آمد پر دوسری جانب سے حملہ کر دیا۔ اس وقت آمد میں سوائے معدودے چند سپاہیوں کے جو انتظام اور حفاظت کی غرض سے شہر میں رہ گئے تھے اور کوئی سردار موجود نہ تھا۔حسن بن زید نے بہ کمال آسانی آمد پر قبضہ کرکے اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ محمد بن اوس گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا اور بہ ہزار وقت و خرابی بسیار اپنی جان بچا کر سلیمان بن عبداللہ بن طاہر کے پاس ساریہ پہنچا۔ حسن نے تعاقب کیا سلیمان اپنا لشکر لے کر مقابلہ پر آیا۔ گھمسان کی لڑائی ہونے لگی حسن نے اپنے ایک سپہ سالار کو فوج کے چند دستوں کے ساتھ دوسری طرف سے ساریہ پر حملہ کرنے کو روانہ کیا جس کی خبر اس کی حمایت کرنے والے سلیمان بن عبداللہ کو نہ تھی۔ اس سپہ سالار نے پہنچتے ہی ساریہ پر قبضہ کر لیا۔ سلیمان اس غیر متوقع شکست سے گھبرا کر جرجان کی طرف بھاگا حسن نے اس کے لشکر گاہ اور ان تمام چیزوں پر جو وہاں موجود تھیں اور اس کے حرم اور اولاد پر قبضہ کرلیا۔ حرم اور اولاد کو کشتیوں پر سوار کرکے سلیمان کے پاس بھیج دیا۔ اور مال و اسباب وغیرہ اپنے قبضہ میں لے لیا۔ بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ سلیمان نے بوجہ اس تشیع کے جو بنی ظاہر میں تھی' قصداً'' یہ شکست اٹھائی تھی۔

اس کے بعد حسن بن زید نے طبرستان کا رخ کیا۔ اور اس پر قابض ہو گیا سلیمان دم دبا کر طبرستان سے بھاگ گیا۔ پھر کیا تھا حسن کے حوصلے اور بڑھ گئے۔ تمام صوبہ طبرستان میں اپنے ایلچیوں کو پھیلا دیا اور اپنے آپ کو داعی علوی کے لقب سے مشہور کیا۔ رے کی طرف اپنے برادر عم زاد قاسم بن علی بن اسمٰعیل کو روانہ کیا ان دنوں رے میں قاسم بن علی بن زین العابدین سمیری تھا۔ چنانچہ قاسم نے رے پر قبضہ کرکے اپنی طرف سے بطور اپنے نائب محمد بن جعفر بن احمد عیسے بن حسین بن زین العابدین کو مامور کیا۔

قزوین کی جانب حسین معروف بہ کوکبی بن احمد بن اسمٰعیل بن محمد بن جعفر کو بھیجا۔ والی قزوین نے اسے شکست دی۔ تب حسن بن زید نے اپنے نامور سپہ سالار دواجن کو محمد بن میکال والی قزوین کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ چنانچہ دواجن نے محمد کو شکست دے کر قتل کر ڈالا اور قزوین پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کرلیا۔ یہ واقعہ ۲۵۰ھ کا ہے۔

حسن بن زید کی پسپائی

ان واقعات کے بعد سلیمان بن عبداللہ بن طاہر نے فوجیں جمع کرکے جرجان سے طبرستان پر فوج کشی کی۔ حسن بن زید یہ خبر پا کر طبرستان چھوڑ کر دیلم چلے گئے۔ سلیمان نے طبرستان میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ساریہ کی طرف بڑھا۔ قاران بن شہر زاد کے لڑکے اور اہل آمد نے حاضر ہو کر علم خلافت کی اطاعت قبول کی۔ سلیمان نے ان کی تقصیر معاف کر دی۔ اس کے بعد محمد بن طاہر نے بقصد جنگ حسن بن زید پر فوج کشی کی۔ محمد اور حسن میں سخت خون ریز لڑائیاں ہوئیں آخر کار حسن کو شکست ہوئی تین سو چالیس نامی گرامی سردار مارے گئے۔ پھر ۲۵۳ھ میں موسےٰ بن بغا ان لوگوں سے جنگ کرنے کو فوجیں جمع کرکے دار الخلافت بغداد سے چلا۔ قزوین میں حسین کوکبی سے مڈبھیڑ ہوئی۔ حسین شکست کھا کر دیلم بھاگ گئے اور موسےٰ بن بغا نے قزوین پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد حسن کوکبی نے ۲۵۶ھ میں بلاد دیلم سے مراجعت کی اور بلا کسی مزاحمت اور جنگ کے رے پر قبضہ کر لیا۔ اور قاسم بن علی اسکے بعد ہی ۲۵۷ھ میں کرخ پر قابض ہو گیا۔ حسن بن زید نے جرجان پر چڑھائی کی۔ محمد بن طاہر والی خرسان نے جرجان کو بچانے کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ لیکن حسن بن زید نے انہیں پسپا کرکے جرجان پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ سے بنی طاہر کی حکومت خراسان سے جاتی رہی اور طوائف الملوکی کا زمانہ شروع ہو گیا۔ آج اسے خراسان پر حکومت کا اعزاز حاصل ہے تو کل اس کو غرض یہی داعی خراسان کی حکمرانی الٹ پلٹ کرتا رہا۔۔۔۔ یہاں تک کہ یعقوب صفار نے خراسان کو اس کے قبضہ و تصرف سے نکال لیا۔ اس کے بعد حسین نے ۲۵۹ھ میں قوس کو اس کے قبضہ سے نکال لیا۔

صفار کا طبرستان پر قبضہ

عبداللہ سنجری اور یعقوب بن لیث صفار میں ریاست بجستان کے بارے میں ایک مدت سے چھیڑ چھاڑ چل رہی تھی۔ پس جس وقت یعقوب کو بجستان کی حکومت مل گئی عبداللہ سنجری نے نیشاپور پر فوج کشی کی تو عبداللہ سنجری حسن بن زید کے پاس بھاگ گیا اور ساریہ میں جا کر قیام پذیر ہوا۔ یعقوب صفار نے حسن بن زید سے عبداللہ کو طلب کیا۔ حسن بن زید نے واپس کرنے سے انکار کیا۔ اس بناء پر یعقوب نے ۲۶۰ھ میں حسن پر فوج کشی اور حسن کو لڑ کر شکست دی۔ حسن شکست کھا کر دیلم کے ملک میں چلا گیا۔ اور عبداللہ سنجری نے رے میں جا کر دم لیا۔ یعقوب نے کامیابی کی ساتھ ساریہ اور آمد پر قبضہ کر لیا اور سال بھر کی مال گزاری بھی وصول کر لی۔ اس کے بعد حسن کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اتفاقاً طبرستان کے پہاڑوں میں جا پھنسا بارش اور راستے کے کیچڑ سے بہ ہزار دقت و خرابی بسیار اپنی جان بچا کر واپس آیا۔ دربار خلافت میں حسن کے حالات اور جو کچھ اس کے ساتھ اس نے کیا تھا، تمام معاملات اطلاعاً لکھ بھیجے۔ اور عبداللہ سنجری کے تعاقب کے لئے رے کی جانب کوچ کیا۔ والی رے نے یہ خبر پا کر عبداللہ کو گرفتار کرکے یعقوب کے پاس بھیج دیا۔ یعقوب نے اسے قتل کر ڈالا۔

حسن بن زید اور بجستانی

اس واقعہ کے بعد ۲۶۱ھ میں حسن بن زید نے اپنی جمعیت درست کر کے طبرستان کی جانب پھر مراجعت کی۔ اور اسے یعقوب صفار کے عمال سے چھین لیا۔ اس کے بعد بجستانی نے یعقوب بن لیث صفار کے خلاف بغاوت کی اور خراسان کو اس کے قبضہ سے نکل لیا۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ابو طلحہ بن شرکب نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر بجستانی پر چڑھائی کر دی۔ بجستانی بھی خم ٹھونک کر میدان جنگ میں آگیا ۲۶۵ھ میں گھمسان کی لڑائی ہوئی اور آخر کار بجستانی نے جرجان کو ابو طلحہ کے قبضہ سے نکل لیا۔ یعقوب صفار کے انتقال کے بعد اس کے بھائی عمرو بن لیث سے جنگ کرنے کے لئے نکلا جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔ ۲۶۱ھ میں حسن بن زید اور بجستانی کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ حسن نے بجستانی پر فوج کشی کی اس معرکہ میں بجستانی کو شکست ہوئی۔ حسن نے جرجان پر قبضہ کر لیا۔ بجستانی بھاگ کر آمد پہنچا۔ حسن نے بڑھ کر ساریہ پر قبضہ کر لیا۔ اور حسن بن محمد بن جعفر بن عبداللہ عیسیٰ بن حسین اصغر بن زید العابدین کو مامور کر کے مراجعت کی۔ اس کے بعد حسن بن محمد حسن بن زید کے مرنے کی خبر مشہور کر کے خود حکومت و سلطنت کا دعوی دار بن گیا۔ ایک جماعت نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے تھوڑے ہی دن بعد حسن بن زید ساریہ آگیا اور حسن بن محمد کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

حسن کی وفات اور محمد بن زید

ماہ رجب ۲۷۰ھ میں حسن بن زید والی طبرستان نے وفات پائی۔ اس کی جگہ اس کا بھائی محمد بن زید جانشین ہوا۔ پہلے یہ لوگ ابن طاہر کی وجہ سے خراسان میں رہتے تھے جیسا کہ پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اس کے بعد یعقوب صفار نے خراسان پر قبضہ کر لیا چند روز بعد احمد بجستانی نے اس سے بغاوت کی اور لڑ کر خراسان کو یعقوب کے قبضہ سے نکل لیا اس واقعہ کے بعد یعقوب ۲۶۵ھ میں مر گیا۔ اس کے بجائے اس کا بھائی عمرو کرسی حکومت پر متمکن ہوا اور فوجیں جمع کر کے خراسان پر چڑھائی کر دی۔ بجستانی ان دونوں خراسان میں تھا۔ دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوتی رہیں اور حسن داعی طبرستان ان دونوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے بھی وفات پائی اس کی جگہ اس کا بھائی محمد بن زید تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ جیسا کہ ابھی پہلے پڑھ آئے ہیں۔

ان واقعات کے دوران موفق نے قزوین پر قبضہ کر لیا۔ اور انتظاماً اپنے خادموں میں سے اذکو تکین کو متعین کیا۔ اذکو تکین نے ۲۷۷ھ میں رے پر فوج کشی کی محمد بن زید دیلم اور اہل طبرستان و خراسان کی ایک بہت بڑی فوج مرتب کر کے مقابلہ پر آیا۔ کثرت فوج کے باوجود شکست کھا کر بھاگا۔ چھ ہزار فوج کھیت رہی۔ دو ہزار گرفتار کر لی گئی۔ لشکر گاہ لوٹ گئی اور رے پر علم خلافت کا قبضہ ہو گیا۔ اذکو تکین نے اپنے عمال کو صوبہ رے کے شہروں پر مقرر و متعین کیا۔

پھر بجستانی کا جام حیات لبریز ہوا۔ داعی اجل کو لبیک کہہ کر ملک عدم کی طرف کوچ کیا۔ اس کی جگہ خراسان میں رافع بن لیث نامی ایک شخص سپہ سالاران طاہریہ سے متمکن ہوا۔ محمد بن زید اور رافع سے ان بن ہو گئی۔ کچھ دن تک باہم لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر کار ۲۸۱ھ میں باہم مصالحت ہو گئی۔ ۲۸۲ھ میں رافع نے اس شرط سے محمد بن زید کے نام کا خطبہ خراسان میں پڑھوایا کہ محمد بن زید عمرو بن لیث کے مقابلے میں رافع کا معین و مددگار ہو چنانچہ محمد بن زید نے عمرو بن لیث کو رافع بن لیث سے لڑنے کی دھمکی کا خط تحریر کیا۔ اس وقت تو کسی مصلحت سے عمرو بن لیث خاموش رہا۔ لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد عمرو بن لیث نے رافع کو دبا لیا مگر پھر بھی محمد بن زید کی بے عزتی روا نہ رکھی۔ اسے اس قدر موقع دے دیا۔ کہ یہ اس کے لئے طبرستان چھوڑ کر دیلم چلا گیا۔

عمرو بن لیث نے خراسان پر قابض ہونے اور رافع کو قتل کرنے کے بعد خلیفہ معتضد کی خدمت میں ماوراالنہر کی سند حکومت عطا ہونے کی درخواست بھیجی۔ دربار خلافت سے اس درخواست کی منظوری ہو گئی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر اسمٰعیل بن احمد سامانی تک پہنچی جو اس اطراف کے ممالک کا حکمران تھا۔ فوراً فوجیں اکٹھی کر کے دریائے جیحون کو عبور کیا اور عمرو بن لیث سے جا بھڑا۔ عمرو بن لیث کو اس معرکہ میں شکست ہوئی لوٹ کر بخارا گیا۔ اور وہاں سے نیشا پور کو روانہ ہوا نیشا پور میں پہنچ کر فوجیں درست کیں۔ سامان جنگ فراہم کیا

اور بقصدِ جنگ اسمٰعیل سامانی نیشا پور سے بلخ کی طرف روانہ ہوا۔ نہر بلخ پر پہنچ کر کشتیوں کی عدم موجودگی سے کنارے پر رک رہا۔ اسمٰعیل سامانی کو اس کی خبر لگی۔ جھٹ پٹ نہر بلخ کو عبور کر کے چاروں طرف سے رات کے وقت ناکہ بندی کر لی۔ صبح ہوئی تو عمرو بن لیث نے اپنے کو اسمٰعیل سامانی کے محاصرے میں پایا۔ عمرو بن لیث نے محاصرہ توڑ کر نکل جانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ بہت بڑی خون ریز لڑائی ہوئی۔ آخر الامر اسمٰعیل سامانی نے ایک طرف سے راستہ دے دیا۔ عمرو بن لیث اسے غنیمت تصور کر کے اس کی طرف بڑھا۔ اسمٰعیل کے آدمیوں نے پہنچ کر گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر اسمٰعیل کے پاس لائے۔ اسمٰعیل نے ۲۸۸ھ میں خلیفہ معتضد کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ خلافت مآب نے جیل میں ڈال دیا اور اسمٰعیل کو ان شہروں کی بھی سند حکومت عطا فرمائی جو عمرو بن لیث کے قبضہ و تصرف میں تھے۔

محمد بن زید کی وفات

جس وقت عمرو بن لیث کی گرفتاری اور اسمٰعیل سامانی کی کامیابی کی خبر محمد بن زید تک پہنچی تو اس خیال سے کہ مبادا اسمٰعیل مجھ پر حملہ آور نہ ہو فوجیں جمع کر کے طبرستان سے بقصد جنگ اسمٰعیل نکل کھڑا ہوا۔ سفر و قیام کرتا ہوا جرجان پہنچا۔ اسمٰعیل نے ناصحانہ طور پر اس لاحاصل خون ریزی سے باز آنے کا خط لکھا۔ لیکن جب محمد نے انکاری جواب دیا تو اسمٰعیل نے محمد بن ہارون کو ایک عظیم الشان فوج کی افسری کے ساتھ محمد بن زید کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ محمد بن ہارون پہلے رافع بن ہرثمہ کے سپہ سالاروں سے تھا رافع کے قتل ہونے کے بعد عمرو بن لیث کی خدمت میں آگیا تھا۔ اور عمرو بن لیث کی گرفتاری اس کے بعد اسمٰعیل سامانی کا مطیع اور ملازم ہو گیا۔ محمد بن زید اور محمد بن ہارون میں جرجان کے میدان میں ہنگامہ کارزار گرم ہوا پہلی لڑائی میں تو محمد بن ہارون کو شکست ہوئی لیکن شکست کھانے کے بعد محمد نے اپنے پرزور حملوں سے محمد بن زید کو پسپا کر دیا۔ اس کا سارا لشکر بے ترتیبی کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے لشکر کا ایک گروہ کثیر کام آگیا۔ اس کا بیٹا زید گرفتار کر لیا۔ اور یہ خود بھی زخمی ہوا۔ جس کے صدمہ سے تھوڑے ہی دن بعد مر گیا۔ محمد بن ہارون نے اس کے لشکر گاہ کو لوٹ کر طبرستان کی جانب بڑھا اور اس پر قابض ہو گیا۔ نامہ بشارت فتح یزید کی معرفت اسمٰعیل کی خدمت میں روانہ کیا۔ اسمٰعیل نے خوش ہو کر بخارا میں قیام کرنے کا حکم دیا اور اس کی تنخواہ بڑھا دی منصب اور جاگیر عطا کیا۔

دیلم پر فوج کشی

پھر ۲۸۹ھ میں اسمٰعیل سامانی نے دیلم پر فوج کشی کی۔ اس وقت اس کی زمام حکومت ابن حسان کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ اسمٰعیل کو اس مہم میں بھی کامیابی نصیب ہوئی۔ اور اسی وقت سے خراسان کے علاوہ طبرستان اور جرجان پر بھی سامانی جھنڈا کامیابی کے ساتھ ہوا میں لہرانے لگا یہاں تک کہ اس ملک میں اطروش ظاہر ہوا جیسا کہ آئندہ آپ پڑھیں گے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد زید بن محمد بن زید نے طبرستان پر حکمرانی کی تھی۔ اور اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا حسن بن زید کرسی حکومت پر جلوہ افروز ہوا تھا۔

حسن اطروش

حسن اطروش عمرو بن زین العابدین کی اولاد سے تھا جو زمانہ خلیفہ معتصم میں طالقان کا داعی تھا۔ اس کا تذکرہ آپ پڑھ آئے ہیں۔ اطروش کا نام حسین تھا۔ علی بن حسین بن علی بن عمر بن زین العابدین کا بیٹا تھا۔ محمد بن زید کی شہادت کے بعد دیلم چلا گیا۔ تیرہ برس تک وہیں ٹھہرا رہا اور اسلام کی دعوت و تعلیم دیتا رہا۔ اور صرف انہیں لوگوں سے عشر لینے پر اکتفا و قناعت کرتا رہا۔ اگرچہ دیلم کا بادشاہ (ابن حسان) اس کی مدافعت اور روک تھام کرتا جاتا تھا مگر پھر بھی دیلم کا ایک بڑا گروہ اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اطروش نے دیلم کے بلاد میں مسجدیں بنوائیں۔ اور انہیں مذہب شیعہ زیدیہ کی تعلیم دی۔ اسی باعث یہ لوگ اس مذہب کے پابند ہوئے۔ اس کے بعد اطروش نے ان لوگوں کو طبرستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی چونکہ احمد بن اسمٰعیل بن سامان کی طرف سے محمد بن نوح طبرستانی پر حکمرانی کر رہا تھا اور دیلم پر اس کے بے شمار احسانات تھے اس وجہ سے اہل دیلم نے اطروش سے طبرستان پر حملہ آور

ہونے کی بابت عذر کیا۔ چند دنوں بعد احمد سامانی نے محمد بن نوح کو حکومت طبرستان سے معزول کر کے ایک دوسرے شخص کو مامور کیا اس نے اہل طبرستان کے ساتھ بہت برے برتاؤ کیے۔ ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ بھی اٹھا نہ رکھا۔ احمد سامانی نے اسے معزول کر کے محمد بن نوح کو پھر حکومت طبرستان پر واپس بھیج دیا۔ پھر محمد بن نوح کے انتقال کے بعد ابو العباس محمد بن ابراہیم صعلوک کو متعین کیا۔ اس نے بھی اہل دیلم اور روٴسا طبرستان کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیے جس سے ان لوگوں کو ناراضگی کی نوبت آئی۔ ابو العباس یہ خبر پا کر مقابلہ پر آیا۔ سالوس سے ایک منزل کے فاصلہ پر دریا کے کنارے صف آرائی کی نوبت آئی۔ ابو العباس کو شکست ہوئی چار ہزار لشکر اس معرکہ میں کام آیا۔ بقیۃ السیف پر اطروش نے سالوس میں محاصرہ کر لیا۔ حتیٰ کہ محصورین نے امان کی درخواست کی اطروش نے ان لوگوں کو امان دے دی اور آمد میں پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ اس کے بعد حسن بن قاسم بن علی بن عبدالرحمان بن قاسم بن محمد بطحانی بن قاسم بن حسن بن زید والی مدینہ (اطروش کا داماد) آ پہنچا اور تمام پناہ گزینوں کو قتل کر ڈالا اطروش اس وقت موجود تھا۔ اطروش نے اس مہم سے فارغ ہو کر طبرستان کے پورے صوبہ پر قبضہ کر لیا۔ اور حسن بن قاسم کو "ناصر" کے لقب سے ملقب کرنے لگا۔ یہ واقعہ ۳۰۱ھ کا ہے۔

اطروش کا قتل

ابو العباس شکست کھا کر رے چلا گیا۔ اور پھر رے سے بغداد کی طرف کوچ کیا۔ اس کے بعد ۳۰۲ھ میں ناصر نے آمد سے نکل کر سالوس میں پڑاؤ کیا ابو العباس کو اس کی خبر لگی۔ فوجیں جمع کر کے پھر مقابلہ پر آ گیا۔ دونوں حریفوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ حسن داعی یعنی حسن بن زید نے اسے شکست دی اس کے بعد سعید بن نصر بن احمد نے خراسانی لشکروں کے ساتھ اطروش پر ۳۰۴ھ میں حملہ کیا اور شکست دے کر اسے قتل کر ڈالا۔ اطروش کے مارے جانے کے بعد اس کا داماد اور اس کے بیٹے حکمرانی کرنے لگے۔ ان لوگوں میں باہم متعدد لڑائیاں ہوئیں جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ اطروش کے تین بیٹے تھے۔ ابو القاسم' حسن اور حسین۔ اس لشکر کے تمام سپہ سالار اور سردار دیلمی تھے۔ انہی میں سے لیلیٰ بن نعمان (اس کو اطروش کے داماد حسن نے اطروش کے بعد جرجان پر مامور کیا تھا) اور ماکان بن کالی تھا۔ (یہ استر آباد میں حکمرانی کرتا تھا)۔ اس کے دیلمی سرداروں کے دوسرے گروہ سے اسفار بن شیرویہ (یہ ماکان کے ہمراہیوں سے تھا) بیکری اور مرادویج تھا (یہ دونوں اسفار کے ہمراہیوں سے تھے) اور سولو یہ مرداویج کا ہمراہی اور مصاحب تھا۔ ان سب کے حالات آئندہ تحریر کیے جائیں گے۔

حسن بن قاسم

حسن بن قاسم اطروش کا داماد' ہر کام میں اطروش کا پیرو اور مقلد تھا۔ اسی وجہ سے یہ "داعی صغیر" کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔ اس نے ۳۰۸ھ میں سپہ سالاران دیلم میں سے لیلی بن نعمان کو جرجان پر مامور کیا۔ اسے اس کی قوم میں بہت بڑا اعزاز اور افتخار حاصل تھا۔ اطروش اور اولاد اطروش اسے "المؤید لدین المنتصر لال رسول اللہ" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ان دنوں خراسان کی زمام حکومت نصر بن احمد سامان کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ اس کی سرحد طبرستان کی طرف سے دامغان تک تھی۔ بنی سامان کا ایک غلام قرا تکین نامی اس سرحد پر مامور تھا۔ اس کا لیلیٰ بن نعمان سے جھگڑا ہو گیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار لیلیٰ نے اسے شکست دی اس واقعہ سے اس کی عظمت و شوکت اور بڑھ گئی۔ قرا تکین کا غلام فارس بھی اس کے پاس چلا گیا۔ اس نے فارس کی بڑی آؤ بھگت کی اور اس سے اپنی بہن کا عقد کر کے رشتہ مصاہرت قائم کر لیا۔ اس کے بعد ابو القاسم بن حفص ہمشیر زادہ احمد بن سہل سپہ سالار ملوک سامانیہ نے جب کہ اس کے ماموں (احمد) کا کارخانہ درہم برہم ہوا۔ امان کی درخواست کی۔ لیلے نے امان دے کر اپنے پاس بلا لیا۔ کچھ عرصہ بعد حسن بن قاسم داعی صغیر نے نیشا پور پر فوج کشی کرنے کی تیاری کی۔ چنانچہ ابو القاسم بھی اس کے ہمراہ اس مہم پر گیا۔ قرا تکین والی نیشا پور کی اس سے لڑائی ہوئی قرا تکین شکست کھا کر بھاگا۔ حسن بن قاسم نے ۳۰۸ھ میں کامیابی کے ساتھ نیشا پور پر قبضہ حاصل کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ سکہ جاری کیا۔ اسی سن مذکور میں سعید بن نصر نے بخارا سے اپنی فوجیں اپنے نامور سپہ سالار حمویہ بن علی کی سرکردگی میں لیلیٰ بن نعمان کو

ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کیں۔ محمد بن عبیداللہ دیلمی ابو جعفر معلو' شاہ ہینجور دوانی اور بغرا خاں وغیرہ نامی گرامی سپہ سالار اس مہم پر حمویہ کے ساتھ گئے تھے۔ مقام طوس میں لیلی کی فوج سے مقابلہ ہوا دونوں حریفوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی میدان حمویہ کے ہاتھ رہا لیلی شکست کھا کر آمد پہنچا۔ اور اس بے سروسامانی و پریشانی سے آمد میں داخل ہوا کہ قلعہ بندی بھی نہ کر سکا۔ بغرا خاں نے پہنچ کر گرفتار کر لیا۔ دیلمی فوج نے مجبوراً" امان کی درخواست پیش کی۔ امان دے دی گئی۔ مگر بعد میں حمویہ نے ان لوگوں کے قتل کا اشارہ کر دیا تب ان لوگوں نے سپہ سالاروں کے دامن عاطفت میں جا کر پناہ لی۔ اس کے بعد لیلی پیش کیا گیا۔ حمویہ نے اس کا سر اتار کر ماہ ربیع الاول ۳۰۹ھ میں دارالخلافت بغداد کو بشارت نامۂ فتح کے ساتھ روانہ کیا۔ باقی رہا فارس قرا تکین کا غلام بدستور جرجان میں رہا۔

حسن بن اطروش

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ ۳۰۴ھ میں حسن اطروش کے قتل کے بعد طبرستان میں اس کا داماد حسن بن قاسم موسوم بہ داعی صغیر ملقب بہ ناصر تخت حکومت پر متمکن ہوا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ حسن بن قاسم' حسن بن اطروش کا بھائی تھا جیسا کہ ابن حزم وغیرہ نے لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ حسن بن قاسم اطروش کا داماد اور حسین بن زید والی مدینہ کے خاندان سے ہے۔ اس کا نبیرہ محمد بطحانی بن قاسم بن حسن' حسن بن قاسم کا مورث و جد اعلیٰ تھا۔

حسن بن اطروش اپنے باپ اطروش کے قتل کے وقت استر آباد میں تھا۔ اس واقعہ کے بعد ماکان بن کالی نے حکومت و سلطنت کی اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کی طرف سے ملک کا نظم و نسق کرنے لگا۔ جب لیلی بن نعمان والی جرجان نے قرا تکین کو شکست دی اور قرا تکین کا غلام فارس لیلی نامی کے پاس چلا آیا اور ابو القاسم بن حفص بھی پناہ حاصل کر کے لیلی کی خدمت میں آگیا۔ اس وقت سعید بن نصر سامانی والی خراسان نے اپنے نامور سپہ سالا سیجور دوانی کو چار ہزار سواروں کی جماعت کے ساتھ جرجان کے محاصرہ پر روانہ کیا۔ چنانچہ سیجور کئی مہینے جرجان کا محاصرہ کئے رہا۔ جرجان میں محصورین کے ساتھ حسین اور سرخاب دہشودان برادر زعم ماکان بن کالی امیر لشکر بھی تھا۔ جس وقت محاصرین نے محصورین پر شدت کی۔ اس وقت حسن سرخاب آٹھ ہزار دیلمی فوج لے کر محاصرہ توڑ کر نکل آئے۔ سیجور کو اولاً" شکست ہوئی۔ محصورین نے جوشِ کامیابی میں تعاقب کیا ادھر کمیں گاہ سے سیجور کے لشکریوں نے نکل کر دیلمی فوج پر حملہ کر دیا اور ادھر سیجور نے بھی پلٹ کر حملہ کر دیا۔ دیلمی فوج پھر محاصرے میں آگئی۔ تقریباً" چار ہزار دیلمی فوج کام آئی۔ حسن براہ دریا بھاگ کر استر آباد پہنچا۔ اس کے بعد سرخاب بھی بحال پریشان استر آباد میں آیا دونوں ایک دوسرے کو لپٹ کر اپنی اپنی قسمت کو پھوٹ پھوٹ کر روئے اور سیجور فتح مند گروہ کو لئے ہوئے جرجان میں ٹھہرا رہا۔ کچھ عرصہ بعد سرخاب مر گیا۔ حسن نے ماکان بن کالی کو استر آباد میں اپنا نائب مقرر کر کے ساریہ کا راستہ لیا۔

حسن کے چلے آنے کے بعد دیلمیوں نے جمع ہو کر ماکان بن کالی کو اپنا امیر بنایا سعید بن نصر سامانی کو اس کی خبر لگ گئی۔ ایک عظیم الشان فوج ان لوگوں کے محاصرے اور سرکوبی کے لئے روانہ کی۔ چنانچہ یہ فوج ایک مدت تک ماکان بن کالی کا محاصرہ کئے رہی۔ آخرکار ماکان بن کالی استر آباد کو اس کے محاصرین کے حوالے کر کے ساریہ کی طرف چلا گیا۔ محاصر فوج نے استر آباد میں داخل ہو کر قبضہ حاصل کر لیا۔ اور بغرا خان کو استر آباد کی حکومت پر مامور کر کے جرجان اور پھر جرجان سے نیشا پور کی طرف بڑھا۔ اس کے بعد ۳۱۰ھ میں ماکان بن کالی نے استر آباد کو بغرا خان کے قبضہ سے نکل لیا بعدؔ میں جرجان پر بھی قابض ہو گیا۔ اور ایک مدت تک اسی شان و شوکت سے ٹھہرا رہا۔

اس کے بعد اسفار بن شیرویہ جرجان پر قابض ہو کر استقلال و استحکام کے ساتھ حکومت کرنے لگا' سبب یہ پیدا ہوا تھا کہ اسفار بن شیرویہ ماکان بن کالی کے مصاحبوں اور جان نثار سپہ سالاروں میں سے تھا۔ مگر کسی وجہ سے ماکان بن کالی کو اسفار سے ناراضگی اور کشیدگی

پیدا ہوئی اور اسے اپنے لشکر سے نکال دیا۔ اسفار بن شیرویہ ملوک سامانیہ میں سے ابو بکر بن محمد بن الیسع کے پاس نیشا پور چلا گیا اور اس کی خدمت میں رہنے لگا۔ کچھ روز بعد ابو بکر نے اسفار کو ایک فوج کی افسری کے ساتھ جرجان فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ماکان طبرستان گیا ہوا تھا اور جرجان میں اپنے بھائی ابو الحسن علی کو مامور کر گیا تھا۔ ایک روز رات کے وقت ابو الحسن نے ابو علی حسین اطروش کے مار ڈالنے کا قصد کیا اتفاق یہ کہ ابو علی کو اس کا احساس ہو گیا۔ ابو الحسن کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اور مکان سے نکل کر ایک گوشہ عافیت میں روپوش ہو گیا اگلے دن سپہ سالاران لشکر اور اراکین دولت کو طلب کر کے اس واقعہ سے مطلع کیا۔ ان لوگوں نے ابو علی حسین کو اس حادثہ جانکاہ سے محفوظ رہنے کی مبارک باد دی۔ اور بطیب خاطر اس کی حکومت و سلطنت کی بیعت کی۔ علی بن خورشید کو فوج کی سرداری عنایت ہوئی اس کے بعد ان لوگوں نے متفق ہو کر اسفار بن شیرویہ کو اپنی امداد و اعانت کی غرض سے بلا بھیجا۔ چنانچہ اسفار ابو بکر بن محمد سے اجازت حاصل کر کے ان لوگوں کے پاس آیا۔ شدہ شدہ اس کی خبر ماکان بن کالی تک پہنچ گئی۔ فوجیں جمع کر کے چڑھائی کر دی فریقین میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار ماکان بن کالی کو شکست ہوئی اور اسفار بن علی خورشید وغیرہ نے طبرستان پر قبضہ کر کے ابو علی حسین کو لا کر وہیں ٹھہرایا کچھ دن تک ابو علی حسین طبرستان میں مقیم رہا۔

ماکان اور اسفار کی جنگ

اس واقعہ کے بعد علی بن خورشید نے وفات پائی۔ ماکان بن کالی کو مناسب موقع ہاتھ آ گیا۔ لشکر آراستہ کر کے دوبارہ اسفار پر فوج کشی کر دی۔ اور مقام طبرستان میں صف آرائی کی نوبت آئی۔ اسفار نے شکست کھا کر ابو بکر بن محمد کے پاس جرجان جا کر دم لیا۔ اور وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ ۳۱۵ھ میں اس نے انتقال کیا۔ اور نصر بن احمد بن سامان نے اسفار کو جرجان کی عنان حکومت عنایت کی۔ اس نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر مرداویج بن ونداریا (یازبار) کو سردار لشکر مقرر کر کے طبرستان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ مرداویج نے نہایت مستعدی اور مردانگی سے اس مہم کو انجام دیا۔ اور ایک مدت قلیل میں طبرستان پر کامیابی کے ساتھ قابض ہو گیا۔ اسی زمانہ میں حسن بن قاسم داعی اور اس کا سپہ سالار لشکر ماکان بن کالی دیلمی رے قزوین' زنجان' ابہر اور قم وغیرہ پر قابض ہو چکا تھا۔ حسن اور ماکان یہ خبر پا کر مرداویج کے قبضہ سے طبرستان چھڑانے دوڑ پڑے۔ اسفار بھی فوجیں جمع کر کے میدان جنگ میں آ گیا۔ ماکان اور حسن بن قاسم داعی شکست کھا کر بھاگے۔ چونکہ اس کی سخت مزاجی اور ذرا ذرا سی بھول چوک پر مواخذہ کرنے کی وجہ سے ہمراہیوں میں بددلی پیدا ہو گئی تھی اس وجہ سے ہمراہیوں نے بھگدڑ میں اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور فتح مند گروہ نے پہنچ کر مار ڈالا۔ اس کے بعد شکست خوردہ لشکر نے ایک مقام پر جمع ہو کر روسا جبل سے ہذرسیدان کو امیر لشکر اور حسن داعی کی گرفتاری اور اس کی جگہ ابو الحسن بن اطروش کی تقرری کا مشورہ کیا۔ ہذرسیدان مرداویج اور وشمگیر کا ماموں تھا۔ کسی ذریعہ سے یہ خبر داعی تک پہنچ گئی۔ داعی اپنے سپہ سالاروں کے ساتھ ابو الحسن سے ملا۔ اور اسے ان لوگوں کے ساتھ جو شریک جلسہ شوری تھے اپنے محل سرا میں جو جرجان میں تھا دعوت کے بہانہ سے لے گیا۔ جونہی یہ لوگ داخل ہوئے ایک سرے سے سب کو قتل کر کے ڈھیر کر دیا۔ اس باعث دیلمیوں کو اس سے نفرت و کشیدگی پیدا ہو گئی اور موقع پا کر دھوکے سے اسے قتل کر ڈالا۔

اسفار نے بلا مزاحمت و مخالفت طبرستان رے' جرجان' قزوین' زنجان' ابہر' قم' اور کرج پر قبضہ کر لیا۔ اور ملوک بنی سامان والی خراسان کی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ خود تو ساریہ میں خیمہ زن رہا اور ہارون بن بہران کو سند امارت عطا کر کے آمد روانہ کیا۔ ہارون کا میلان طبعی ابو جعفر کی طرف تھا جو ناصر بن اطروش کی اولاد سے تھا۔ اس نے آمد میں پہنچ کر ابو جعفر کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ ابو جعفر نے خوش ہو کر اپنے سرداروں میں سے ایک سردار کی لڑکی سے اس کا عقد کر دیا۔ اور جلسہ عقد میں خود بھی اور علویوں کے ساتھ شریک ہوا۔ اسفار کو ان واقعات کی خبر لگ گئی۔ عین عقد کے روز دفعتہً آمد پر حملہ کر دیا اور ابو جعفر کو دیگر سرداران علویہ کے ساتھ گرفتار کر کے بخارا لایا اور وہیں پر ان سب کو قید کر دیا یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد ان لوگوں نے قید کی مصیبت سے رہائی پائی۔

حسن بن قاسم اور ماکان

بعض مورخین متاخرین تحریر کرتے ہیں کہ حسن بن قاسم داعی (اطروش کے داماد) کی بیعت اطروش کی موت کے بعد کی گئی اور "الناصر" کا لقب دیا گیا۔ اس نے اپنی حکومت کے بیعت لینے کے بعد جرجان پر قبضہ کر لیا اس سے پیشتر اہل دیلم نے جعفر بن اطروش کی اطاعت قبول کر لی تھی اور اس کے مطیع ہو گئے تھے۔ اس لئے داعی مذکور نے طبرستان پر چڑھائی کر دی اور جعفر کے قبضہ سے اسے نکال لیا۔ جعفر بھاگ کر دباوند پہنچا۔ علی بن احمد بن نصر نے گرفتار کر کے علی دہشودان بن حسان والی دیلم کے پاس بھیج دیا۔ یہ اس کے ایک صوبہ کا والی تھا۔ چنانچہ علی نے جعفر کو قید میں ڈال دیا۔ پس جب علی بن احمد مارا گیا تو علی دہشودان نے جعفر کو رہا کر دیا۔ جعفر نے دیلم میں پہنچ کر فوجیں جمع کیں اور انہیں مسلح اور آراستہ کر کے پھر طبرستان کی طرف قبضہ کے ارادے سے آیا۔ حسن یہ خبر پا کر بھاگ گیا۔ اور جعفر نے طبرستان پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ بعد میں جعفر نے وفات پائی' تب ابو الحسن کی حکومت کی بیعت لی گئی جو اس کے بھائی حسن کا بیٹا تھا۔ جب ماکان بن کالی کو ان حالات کا علم ہوا تو اس نے داعی کی بیعت کر لی۔ اس نے حسن بن احمد (یہ جعفر کے بھائی کا بیٹا تھا) کو گرفتار کر کے جرجان میں قتل کرنے کی غرض سے نظر بند کر دیا۔ جہاں پر اس کا بھائی ابو علی قید تھا۔ حسن نے ایک روز ابو علی کو قتل کر کے جرجان کے سپہ سالاروں سے اپنی امارت کی بیعت لے لی۔ اس بنا پر ماکان سے اور اس سے لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار حسن بھاگ کر آمد پہنچا۔ اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہہ کر ملکِ عدم کا راستہ لیا۔

ابو جعفر بن محمد

اس کے بعد اس کے بھائی ابو جعفر بن محمد بن احمد کی بیعتِ حکومت منعقد ہوئی۔ ماکان نے رے سے اس پر فوج کشی کی۔ ابو جعفر نے آمد کو خیرباد کہہ کر ساریہ کی طرف کوچ کیا۔ اس وقت ساریہ میں اسفار بن شیرویہ موجود تھا۔ ابو جعفر اور اسفار میں معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ میدان ابو جعفر کے ہاتھ رہا۔ میدان جنگ سے اسفار بھاگ نکلا۔ جرجان میں جا کر ابو بکر بن محمد بن الیاس کے پاس پناہ لی۔ اس کے بعد ماکان نے ابو القاسم داعی کے ہاتھ پر حکومت و امارت کی بیعت کی۔ حسن داعی نے یہ خبر پا کر مرداویج سے اپنے ماموں سیداب بن بندار کا بدلہ لیا۔ یہیں پر ابو علی ناصر بن اسمٰعیل بن جعفر اطروش کی حکومت کی اس نے بیعت کی۔ ابھی زیادہ زمانہ نہ گذرنے پایا تھا۔ کہ ابو علی نے وفات پائی ابو جعفر بن محمد بن ابو الحسین احمد بن اطروش اس واقعہ کے بعد ہی دیلم کی طرف چلا گیا یہاں تک کہ مرداویج نے رے پر قبضہ کر لیا۔ اس نے ابو جعفر کو دیلم سے خط و کتابت کر کے بلا لیا۔ اور بڑی آؤ بھگت سے ٹھہرایا۔ جب اس نے طبرستان پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اور ماکان کو طبرستان سے نکال باہر کیا۔ تو اس نے اسی ابو جعفر کی امارت کی بیعت کی اور "صاحب القلنسوۃ" کے لقب سے ملقب کیا۔ پھر جب یہ مر گیا۔ تو اس کے بھائی کے ہاتھ پر امارت و حکومت کی بیعت کی اور "الثائر" کا لقب دیا۔ یہ ایک مدت تک دیلمیوں میں مقیم رہا۔ ۳۳۶ھ میں اس نے طوفان کی روک تھام کے لیے ابن عمید کو مامور کیا۔ چنانچہ ابن عمید اور الثائر سے معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ ایک سخت اور عام خون ریزی کے بعد ابن عمید کو فتح یابی نصیب ہوئی۔ الثائر شکست کھا کر پہاڑوں میں جا چھپا اور وہیں پر دیلمیوں کے ساتھ ٹھہرا رہا۔ اور ملوک عجم اس کے نام کا خطبہ پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ۳۵۵ھ میں اپنی حکومت کے تین برس بعد اس نے وفات پائی۔ تب اس کے بھائی حسن بن جعفر کی امارت کی بیعت لی گئی اور الناصر کا لقب دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد لیکوبن و شکس بادشاہ جبل نے اسے گرفتار کر کے خلفا بغداد کے سپہ سالاروں کے حوالے کر دیا۔ الناصر کی گرفتاری سے فاطمین کی حکومت و امارت ان ممالک و جبل سے ختم ہو گئی۔ والبقاء اللہ وحدہ۔

باب ۵

عبیدیوں کی اصل دولت

ہم یہاں سب سے پہلے ان عبیدیوں کی دولت وحکومت کے حالات تحریر کریں گے جنھوں نے قیروان اور قاہرہ میں حکمرانی کی اور ان کی اس دولت و حکومت کے تذکرے تحریر کریں گے جو مشرق و مغرب میں تھیں۔

عبیدیوں کی اصل

ان عبیدیوں کی اصل شیعہ امامیہ سے ہے۔ ہم اوپر ان کے مذہب کی داستان شیخین اور تمام صحابہ سے برآت کرنے کی وجہ اس سبب سے کہ ان لوگوں نے ان کے خیال کے مطابق باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت کی وصیت علیؓ کے حق میں کر گئے تھے علیؓ کو چھوڑ کر شیخین کی امامت کی بیعت کر لی تھی بالتفصیل بیان کر آئے ہیں۔ اسی وجہ سے شیعہ امامیہ اور شیعوں سے علیٰحدہ سمجھے جاتے ہیں۔ ورنہ شیعوں کے تمام فرقے تفضیلِ علیؓ کے قائل ہیں۔ اس اعتقاد سے زیدیہ کے لئے امامت ابو بکرؓ سے کوئی وقت واقع نہیں ہوتی کیونکہ زیدیہ کے نزدیک افضل شخص کی موجودگی میں مفضول کی امامت جائز ہے اور نہ کیسانیہ کے اعتقادات میں اس اعتقاد سے کچھ فرق پڑتا ہے اس لئے کہ وہ اس وصیّت کے قائل نہیں اس لئے کہ کوئی وقت ابو بکرؓ کی امامت سے واقع نہیں ہوتی۔

رافضی اور زیدیہ فرقے

اہل نقل و ارباب سیر اس وصیت سے انکار کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ امامیہ کی موضوعات اور ان کی مفتریات میں سے ہے۔ اور کبھی امامیہ رافضی کے نام سے بھی موسوم کیے جاتے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جس وقت زید شہید نے کوفہ میں حکومت کے خلاف بغاوت کی اور شیعوں نے ان کے پاس آمدورفت کی اسی زمانہ میں ایک روز شیعوں نے شیخین کی بابت جناب موصوف سے بحث و مباحثہ شروع کیا۔ اور یہ کہنے لگے کہ شیخین نے علیؓ پر بڑا ظلم کیا کہ خلافت سے انہیں محروم کرکے آپ خلیفہ و امیر بن بیٹھے۔ جناب موصوف نے اس خیال پر ان لوگوں سے ناراضگی اور بیزاری ظاہر کی۔ شیعہ بولے "اچھا تو آپ پر بھی پھر کسی نے کوئی ظلم نہیں کیا۔ اور خلافت و امارت میں آپ کا کوئی حق نہیں"۔ شیعہ یہ کہہ کر چلے آئے۔ اور ان کی رفاقت ترک کر دی اس وجہ سے یہ رافضی کے نام سے موسوم ہوئے۔ رافضی کے معنی چھوڑنے کے ہیں اور جو لوگ زید شہید کے تبع اور رفاقت میں رہے وہ زیدیہ کہلائے۔

امامت اثناء عشریہ

امامیہ کے نزدیک علیؓ کے بعد حسنؓ امام ہوئے۔ اس کے بعد حسینؓ پھر ان کے بیٹے زین العابدین بعدہ ان کے بیٹے محمد الباقر بعدہ جعفر الصادق یکے بعد دیگرے وصیت کے مطابق عہدہ امامت سے ممتاز ہوتے گئے۔ یہ چھ آئمہ ہیں جن کی امامت میں رافضیوں میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ پھر جعفر صادق کے بعد دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ اثنا عشریہ کہلایا۔ اور دوسرا فرقہ اسمعیلیہ۔ اثنا عشریہ اس وقت تک امامیہ کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ اور ان کا مذہب یہ ہے کہ جعفر صادق سے امامت منتقل ہو کر ان کے بیٹے موسیٰ کاظم کی طرف آئی۔ ان کے باپ (جعفر صادق) کے انتقال کے بعد اہلبیوں نے بغاوت کر دی۔ ہارون الرشید کو اس کی خبر لگی۔ چنانچہ انہیں مدینہ منورہ سے گرفتار کرا کے عیلے بن جعفر کے پاس قید کر دیا۔ اور کچھ عرصہ بعد بغداد بھیج دیا اور ابن شاہک کی نگرانی میں رکھا۔ بیان کیا جاتا

ہے کہ یحیٰی بن خالد نے موسیٰ کاظم کو انگور میں زہر دے دیا تھا جس سے ان کی موت واقع ہوئی تھی۔ یہ واقعہ ۱۸۳ھ کا ہے۔

شیعوں نے موسیٰ کاظم کے بعد ان کے بیٹے علی رضا کو امام برحق تسلیم کیا۔ علی رضا بنی ہاشم میں ایک ممتاز اور باوقار شخص تھا۔ ان کا زمانہ زیادہ تر خلیفہ مامون کی صحبت میں گذرا۔ ۲۰۱ھ میں جب کہ طالبیوں کے ایلچی ظاہر ہوئے اور چاروں طرف سے ان لوگوں نے بغاوتیں شروع کیں اس وقت خلیفہ مامون نے علی رضا کو ان سیاسی پیچیدگیوں کے باعث اپنا ولی عہد بنایا ان دنوں خلیفہ مامون خراسان ہی میں تھا، اپنے بھائی امین کے قتل کے بعد عراق نہیں گیا تھا۔ عباسیہ کو یہ امر ناگوار گزرا۔ خلیفہ مامون کے چچا ابراہیم بن مہدی کے ہاتھ پر حکومت خلافت کی بغداد میں بیعت کی اور خلیفہ مامون کے مخالف ہو گئے۔ خلیفہ مامون کو اس کی اطلاع ہوئی، خراسان سے عراق کی جانب کوچ کیا۔ علی رضا بھی اس کے ہمراہ تھے۔ اثنا راہ میں اتفاقاً ۲۰۳ھ میں علی رضا انتقال کر گئے۔ طوس میں مدفون ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ مامون نے انہیں زہر دلوا دیا تھا۔ روایت کی جاتی ہے کہ خلیفہ مامون ایک روز بحالتِ علالت علی رضا کی عیادت کے لئے گیا تھا۔ علی رضا سے خطاب کر کے بولا۔ "آپ مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ دیکھو تم کوئی چیز مجھے ایسی نہ دینا کہ جس پر تمہیں آئندہ ندامت ہو"۔ میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ خلیفہ مامون خون ریزیٔ ناحق علی الخصوص اہلِ بیت کی خون ریزی سے بالکل مبّرا اور پاک صاف ہے۔

الغرض شیعوں نے علی رضا کی وفات کے بعد یہ گمان کیا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد تقی امامت پر مامور ہوئے۔ خلیفہ مامون کے دربار میں ان کی بڑی آؤ بھگت تھی۔ ۲۰۵ھ میں اپنی لڑکی کا ان سے عقد کر دیا تھا۔ ۲۲۰ھ میں انہوں نے وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن کئے گئے۔ اثنا عشریہ نے یہ خیال کیا کہ ان کے بعد ان کے بیٹے علی الملقب بہ ہادی امام ہوئے جو جواد کے نام سے بھی پکارے جاتے ہیں۔ ۲۵۴ھ میں انہوں نے بھی انتقال کیا۔ اور قم میں مدفون ہوئے' ابن سعد کا یہ خیال ہے کہ خلیفہ مقتدر نے انہیں زہر دلوا دیا تھا۔ ان کے بعد شیعہ عشریہ نے یہ اعتقاد جمایا کہ ان کے بیٹے حسن ملقب بہ عسکری امامت کے عہدہ سے ممتاز ہوئے کیونکہ یہ سرمن رائے میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اس وقت یہ عسکری کے نام سے موسوم تھے۔ حکام وقت کو ان سے خطرہ پیدا ہوا گرفتار کر کے وہیں قید کر دیا۔ یہاں تک کہ ۲۶۰ھ میں مر گئے۔ اور مشہد میں اپنے باپ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حسن عسکری وقت وفات اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ گئے تھے جس سے حسن عسکری کی وفات کے بعد محمد پیدا ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے یہ اپنی ماں کے ساتھ سرداب میں اپنے باپ کے مکان میں داخل ہوئے تھے۔ اور پھر غائب ہو گئے۔ شیعوں نے یہ گمان کیا کہ اپنے باپ کے بعد یہی امام ہوئے۔ یہ لوگ انہیں "مہدی" اور "حجت" کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ زندہ ہیں۔ اور زندہ رہیں گے۔ اس وقت تک ان کے آنے کا انتظار کرتے ہیں۔ اسی انتظار کی وجہ سے یہ کسی دوسرے کی امامت کے قائل نہیں ہوئے۔

علیؓ کی اولاد میں یہ سلسلہ خط مستقیم یہ بارہویں ہیں اور اسی مناسبت سے ان کے گروہؑ والے اثنا عشریہ کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ اس مذہب والے مدینہ منورہ' کرخ' ہشام' حلہ اور عراق میں ہیں۔ اس وقت تک جیسا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے نماز مغرب پڑھ کر ایک گھوڑا جملہ ساز و سامان کے ساتھ غار من سرائے پر لے جاتے ہیں اور درمیانی آواز سے جو نہ زیادہ بلند ہوتی ہے اور نہ زیادہ پست پکارتے ہیں۔ ایها الامام اخرج الینافان الناس منتظرون والخلق حائرون الظلم عام و الحق مفقود فاخرج الینا فتقرب الرحمة من الله فی اثارک ان فقروں کو بار بار کہتے ہیں یہاں تک کہ ستارے کنارہ آسمان پر نکل آتے ہیں۔ اس وقت یہ لوگ اپنے اپنے مکانوں پر واپس آتے ہیں۔ اور آئندہ شب کو پھر جاتے ہیں۔ اور اسی طریقہ و رویہ کو پورا کر کے چلے آتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ فعل جہل و نادانی پر مبنی ہے کیونکہ یہ لوگ ایسے شخص کا انتظار کرتے ہیں جس کی موت کا بوجہ زمانہ یقین ہو چکا ہے۔ لیکن تعصب نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے اور اسی نے ان کو اس امر پر ابھارا ہے۔ کبھی یہ لوگ اس امر کی تائید میں خضر کا قصہ پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ قصّہ بھی باطل اور بے بنیاد ہے۔ صحیح یہ ہے کہ خضر کا انتقال ہو چکا ہے اور یہ زندہ نہیں ہیں۔

لہ ہندوستان میں بھی یہی فرقہ بکثرت پایا جاتا ہے۔

اسمٰعیلی فرقہ

فرقہ اسمعیلیہ کا یہ خیال ہے کہ جعفر صادق کے بعد آپ کے بیٹے اسمٰعیل کو امامت ملی۔ اسمٰعیل کا انتقال جعفر صادق سے پہلے ہو چکا تھا۔ ابو جعفر منصور خلیفہ نے انہیں طلب کیا تھا عاملِ مدینہ منورہ نے لکھا کہ یہ وفات پا چکے ہیں۔ اسمٰعیلیہ اسماعیل کو منصوص بالامامت اس وجہ سے سمجھتے ہیں کہ امامت کا عہدہ انہیں کی اولاد میں باقی رہے۔ اگرچہ ان کا انتقال ان کے باپ جعفر صادق کے انتقال سے قبل ہو چکا تھا جیسا کہ موسے نے ہارون (صلوات اللہ علیہما) کو منصوص بالامامت فرمایا تھا اور یہ ان سے پیشتر انتقال کر گئے تھے' اسمعیلیہ کے نزدیک ان کے علاوہ کسی اور کے لئے امامت کا حکم ممکن نہیں ہے کیونکہ کسی کام کا از سر نو آغاز کرنا اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ محمد بن اسمٰعیل کے بارے میں اسمعیلیہ کہتے ہیں کہ یہ آئمہ طاہرین کے ساتویں عدد کو پورا کرتے ہیں۔ اور آئمہ مستورین میں سب سے پہلے ہیں۔ اسمعیلیہ کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ آئمہ کبھی روپوش ہو جاتے ہیں اور ان کے مبلغ ظاہرا" تبلیغ احکام کیا کرتے ہیں۔ آئمہ مستورین تین ہیں۔ دنیا کسی وقت بھی امام سے خالی نہیں رہتی امام وقت خواہ ظاہر بذاتہ ہو یا مستور روپوش۔ اگر روپوش و مستور ہو گا تو اس کی نشانیاں ظاہر ہوں گی اور اس کے مبلغ تبلیغ احکام کرتے رہیں گے۔ فرقہ اسمعیلیہ کا یہ خیال بھی ہے کہ ہفتے کے دنوں اور آسمانوں اور ستاروں کے عدد کے لحاظ سے آئمہ بھی سات ہی ہوں گے' اور نقیبوں کی تعداد بارہ ہو گی۔

اسمعیلیہ کے نزدیک اول آئمہ مستور بن اسمٰعیل معروف بہ محمد المکتوم ہیں۔ ان کے بعد ان کے بیٹے جعفر المصدق بعدہ ان کے بیٹے محمد الحبیب پھر ان کے بیٹے عبیداللہ المہدی صاحب حکومت افریقہ و مغرب ہیں۔ جن کی حکومت و سلطنت کا بانی اور قائم کرنے والا ابو عبداللہ شیعہ ہے جو کتامہ میں ظاہر ہوا تھا۔ اسی فرقہ اسمعیلیہ سے قرامد بھی ہیں جن کی حکومت و سلطنت بحرین میں تھی جس کا سردار ابو سعید جنابی تھا۔ اس کے بعد ابو القاسم حسین بن فرخ بن حوشب کوفی ہوا جو محمد الحبیب اور اس کے بیٹے عبداللہ موسوم بہ منصور کی طرف سے یمن کا داعی تھا۔ یہ شخص پہلے فرقہ اثنا عشریہ سے تھا۔ جس وقت ان کے ہاتھوں سے حکومت نکل گئی تب یہ اسمعیلیہ کے عقاید کا پابند ہو گیا۔

محمد الحبیب نے ابو عبداللہ کو اپنا مبلغ بنا کر یمن روانہ کیا تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ محمد بن جعفر بادشاہ صنعاء نے حکومت سے توبہ کر کے زہد و گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے تو یہ یمن میں داخل ہوا۔ اس وقت یمن میں ایک بہت بڑا گروہ بنی موسیٰ نامی قبیلہ عدن لاعہ کا تھا۔ علی بن فضل یمن کا رہنے والا اور شیعوں کا رئیس و سردار تھا۔ طاہر بن حوشب اس کی حکومت کا ناظم تھا۔ امام محمد نے اسے ایک خط لکھا جس میں اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا ولی عہد بنانا تحریر کیا تھا۔ اور اسے جنگ کرنے کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ امام محمد کی امامت کی دعوت دینے لگا۔ اور تمام سرزمین یمن میں اس اعتقاد کو پھیلا دیا۔ فوجیں جمع کیں اور مدائن اور صنعاء کو فتح کیا۔ بنی یعفر کو وہاں سے مار کر نکال دیا۔ اور اپنے مبلغین کو یمن' یمامہ' بحرین' سندھ' ہند' مصر اور مغرب کی طرف روانہ کیا۔ بظاہر آل محمدؐ کی دعوت دیتا تھا اور درپردہ کہا کرتا تھا کہ محمد الحبیب امام زماں روپوش ہیں یہاں تک کہ رفتہ رفتہ تمام ملک یمن پر غالب ہو گیا۔ عبیداللہ المہدی کے ایلچیوں میں سے ابو عبداللہ شیعی صاحب کتامہ تھا اور اسی کی صحبت سے رخصت ہو کر افریقہ گیا تھا۔ کتامہ پہنچ کر وہاں فرقہ باطنیہ کا ایک بڑا گروہ موجود پایا یہ مذہب کتامہ میں اس وقت سے تھا جب سے کہ جعفر صادق نے اپنے ایلچیوں کو سرزمین مغرب کی طرف روانہ کیا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے افریقہ میں پہنچ کر قیام کیا۔ اور اس دعوت و مذہب کو خاطر خواہ پھیلایا۔ بربریوں کا ایک گروہ جو زیادہ تر کتامہ سے تھا اس دعوت و مذہب میں شریک و داخل ہو گیا۔ پس جب ابو عبداللہ شیعی عبیداللہ مہدی کا ایلچی سرزمین افریقہ میں داخل ہوا اور اہل کتامہ کو اس مذہب کا پابند پایا تو وہ ان کی تعلیم میں مصروف ہوا اور اس مذہب کو زندہ کرنے اور پھیلانے لگا یہاں تک کہ اس کا مقصود حاصل ہو گیا اور عبیداللہ المہدی کی امامت و امارت کی بیعت لی گئی جیسا کہ ابھی ان کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

باب ۶

خلافت فاطمیہ علویہ

ابو محمد عبیداللہ المہدی ۲۹۷ھ تا ۳۲۲ھ

دولت عبیدیہ

خاندان حکومت عبیدیوں کا پہلا حکمران عبیداللہ المہدی بن محمد الحبیب بن جعفر مصدق بن المکتوم بن اسمٰعیل تھا۔ اہل قیروان وغیرہ میں سے جن لوگوں نے اس نسب سے انکار کیا ہے۔ ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ وہ محضر قابل وثوق ہے جو دارالخلافت بغداد میں عہد خلافت خلیفہ قادر میں اس نسب کے قدح و طعن کی بابت تیار کیا گیا تھا۔ اور اس پر نامی گرامی علماء کے دستخط ثبت کئے گئے تھے۔ اس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ خلیفہ معتضد کا فرمان جو ابن اغلب کے پاس قیروان اور ابن مدرار کے پاس بجلماسہ اس کی گرفتاری کی بابت روانہ کیا گیا تھا۔ جب کہ یہ مغرب کی طرف چلا گیا تھا اس نسب کی صحت کی شہادت دیتا ہے اور شریف رضی کے اشعار اس پر مہر ثبت کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے محضر پر بطور شہادت اپنے اپنے دستخط کر دیئے تھے۔ وہ سنی ہوئی شہادت ہے اور سنی ہوئی شہادتوں کی وقعت جیسی ہوتی ہے وہ آپ سے مخفی نہیں بات یہ ہے کہ عرصہ ایک صدی سے شیعان بنی عباس جوان عبیدیوں کے حریف مقابل تھے، بغداد میں ان عبیدیوں کے نسب کی بابت بوجہ مخالفت و رقابت اعتراضات کر رہے تھے۔ پس عوام الناس نے حکومت و سلطنت کا مذہب اختیار کر لیا اور اسی بنا پر بحکم

اگر شہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پرویں

بطور شہادت کے محضر نسب پر دستخط بھی ہو گئے۔ باوجودیکہ یہ شہادت نفی کی تھی مگر پھر بھی فطرتاً" ان عبیدیوں کے ظہور کے وقت لوگوں نے حتی کہ اہل مکہ و مدینہ نے بھی ان کی اطاعت قبول کی اور یہ امر ان کے صحت نسب کی قوی ترین دلیل ہے۔ اور جن لوگوں نے انہیں نسباً" یہودی یا نصرانی بتایا ہے اور میمون قداح وغیرہ کی جانب انہیں منسوب کیا ہے ان کے لئے اس افتراپردازی اور جھوٹ کا گناہ کافی ہے۔

ان عبیدیوں کے ہوا خواہ اور گروہ والے مشرق، یمن اور افریقیہ میں تھے۔ شروع شروع ان کا ظہور افریقیہ میں حلوانی اور ابو سفیان کے جانے سے ہوا جو ان کے ہوا خواہ اور جتھے کے تھے۔ اور جنہیں جعفر صادق نے افریقیہ روانہ کیا تھا اور یہ ارشاد کیا تھا کہ مغرب میں زمین شور ہے تم لوگ جا کر اس کو قابل زراعت بناؤ یہاں تک کہ کاشت کار اصلی بیج لے کر آئے چنانچہ حلوانی اور ابو سفیان سرزمین مغرب میں گئے۔ ایک نے شہر مرغہ میں قیام کیا۔ دوسرے نے سوق حمار میں۔ یہ دونوں شہر کتامہ کے مضافات سے تھے۔ انہی دونوں کے توسط سے ان بلاد میں اس مذہب کا فروغ ہوا۔ اس وقت تک محمد الحبیب مقام سلمیہ زمین حمص میں قیام پذیر تھا۔ اس کے گروہ والے جس وقت حسین بن علی کی قبر کی زیارت کو آیا کرتے تھے تو اس کی بھی زیارت ضرور کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یمن سے محمد بن فضل قبیلہ عدن لاعہ سے محمد الحبیب نے اپنے ہمراہیوں میں سے رستم بن حسن بن حوشب کو یمن میں دعوت خلافت عبیدیہ کے قائم کرنے اور پھیلانے کی غرض سے محمد بن فضل کے ساتھ کر دیا۔ اور یہ ہدایت کر دی کہ عنقریب مہدی موعود ظاہر ہونے والا ہے جس قدر جلد ممکن

ہو اس دعوت کو لوگوں میں پھیلاؤ۔ رستم نے اس ہدایت کے مطابق یمن میں پہنچ کر آلِ محمد کے مہدی کے ان اوصاف کے ساتھ جو ان کے یہاں مشہور اور معروف ہیں دعوت دینے لگا۔ رفتہ رفتہ اکثر بلادِ یمن پر قابض ہو گیا اور اپنے کو المنصور کے لقب سے ملقب و موسوم کیا۔ کوہ لاعہ میں ایک قلعہ بنوایا۔ بنی یعفر سے صنعاء کو چھین لیا۔ یمن' یمامہ' بحرین' سندھ' ہند' مصر اور مغرب کی طرف اپنے مبلغوں کو روانہ کیا۔

ابو عبداللہ حسن بن محمد

ابو عبداللہ حسن بن محمد بن زکریا معروف بہ "محتسب" یہ بصرہ میں محتسب تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ محتسب نہیں تھا بلکہ اس کا بھائی ابو العباس مخطوم محتسب تھا۔ اور یہ ابو عبداللہ "معلم" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مناسبت سے کہ یہ لوگوں کو مذہب امامیہ کی تعلیم دیا کرتا تھا، محمد الحبیب کی خدمت میں سلیمہ حاضر ہوا۔ محمد الحبیب نے ابو عبداللہ کو لائق اور اہلیت کا آدمی دیکھ کر رستم کے پاس تعلیم کی غرض سے یمن بھیج دیا اور یہ ہدایت کر دی کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد سرزمین مغرب میں جا کر شہر کتامہ میں اس مذہب کو پھیلاؤ۔ چنانچہ ابو عبداللہ نے رستم کی صحبت میں شب و روز رہ کے علم و کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد حاجیانِ یمن کے ساتھ مکہ معظمہ آیا اور موسم حج میں کتامہ کے رئیسوں اور سرداروں' موسے بن حریث سردار بنی سکان (جو اہلِ کتامہ کی ایک شاخ ہے) ابو القاسم و نجومی (جو ان کے اخلاف سے تھا) مسعود بن عیسےٰ بن بلال مساکنی اور موسےٰ بن مکاد وغیرہ سے ملاقات کی۔ یہ لوگ اس کی مذہبی باتیں سننے لگے اور اس کی عبادت و ریاضت کو دیکھ کر کچھ ایسا گرویدہ خاطر ہوئے کہ اس کی صحبت کو فلاح دارین و نجات کا وسیلہ تصور کرکے روانگی کے وقت بہ منت و خوشامد اپنے ہمراہ ملک مغرب لے جانے کی درخواست کی۔ ابو عبداللہ ایک چلتا پرزہ آدمی تھا اس نے پہلے ان لوگوں سے ان کی قوم کی حالت دریافت کی ان کی گروہ بندیوں کے حالات پوچھے شہروں کی کیفیت معلوم کی اور یہ دریافت کیا کہ وہاں کا حکمران کون ہے۔ اس کی کیا کیفیت ہے۔ ان لوگوں نے کل حالات بتلائے۔ اس کے بعد ان لوگوں سے اپنے مذہب کے پھیلانے اور دولت عبیدیہ کی دعوت دینے کا اقرار لیا۔ ان لوگوں نے بخوشی ان سب شرائط کو قبول کرکے بادشاہ مغرب سے بھی اس کی اجازت دلا دینے کا وعدہ کیا۔

ابو عبداللہ شیعی کی انکجان کو روانگی

ابو عبداللہ نے یہ خیال کرکے کہ اب میرا کام ان لوگوں میں انہی لوگوں کے ذریعہ سے انجام کو پہنچ جائے گا، سامان سفر درست کرکے ان لوگوں کے ساتھ ملک مغرب کی طرف کوچ کر دیا۔ ان لوگوں نے قیروان کا راستہ چھوڑ کر جنگل و بیابان کی راہ اختیار کی۔ رفتہ رفتہ شہر سوماتہ پہنچے۔ اس وقت شہر سوماتہ میں محمد بن حمدون بن سماک اندلسی ٹھہرا ہوا تھا۔ ابو عبداللہ شیعی نے اسی کے پاس جا کر قیام کیا۔ چونکہ محمد بن حمدون نے اس سے پیشتر حلوانی سے اس مذہب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس وجہ سے یہ سمجھ کر ہو نہ ہو یہی صاحب امر ہے ابو عبداللہ کی بڑی آؤ بھگت کی۔ دو چار روز قیام کرنے کے بعد ابو عبداللہ نے مع اپنے ہمراہیوں کے کوچ کیا۔ محمد بن حمدون بھی ہم رکاب ہوا۔ پندرہ ربیع الاول ۲۸۸ھ کو شہر کتامہ پہنچا اور موسے بن حریث کے مکان پر شہر انکجان میں جو بنی سکان کی ایک پہاڑی پر واقع تھا قیام پذیر ہوا۔ اس کے بعد ابو عبداللہ کے قیام کے لئے ایک مکان فج الاخیار میں مخصوص اور متعین کر دیا گیا۔

ابو عبداللہ شیعی اور اہلِ کتامہ

اس نے ان لوگوں کو یہ تعلیم دینی شروع کی کہ میرے پاس امام زماں مہدی کی یہاں پر قیام کرنے کی نص موجود ہے اور عنقریب وہ بھی ہجرت کرکے اسی مقام پر چلے آئیں گے۔ اور ان کے انصار و معاون اپنے زمانہ کے بہترین لوگوں میں سے ہوں گے۔ اور وہ لوگ اس شہر کے رہنے والے ہوں گے جن کا نام کتمان سے مشتق ہو گا۔ تھوڑے دنوں میں اہلِ کتامہ کا ایک بڑا گروہ اس کے پاس جمع ہو گیا۔ بعض علماء بھی اس کے دامِ فریب میں آگئے۔ اب آہستہ آہستہ اس کا مذہب پھیلنا شروع ہوا اور امامت اہلِ بیت کے علانیہ تذکرے ہونے

لگے۔ ایک دوسرے کو کھلم کھلا حمایت آل محمدؐ کی تلقین اور ہدایت کرنے لگا۔ اس وقت کتامہ میں ایسے آدمی کم باقی رہ گئے تھے جو اس مذہب اور اس خیال سے علیحدہ رہے ہوں۔ وہ لوگ اسے عبداللہ شیعی مشرقی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ ان واقعات کی اطلاع امیر افریقیہ ابراہیم بن احمد بن اغلب کو ہوئی۔ دھمکی اور تہدید کا خط تحریر کیا۔ ابو عبداللہ نے ابراہیم کے ایلچی کو نہایت سخت جواب دے کر لوٹا دیا۔ مگر رؤسا کتامہ کو ابراہیم کی مخالفت سے خطرہ پیدا ہوا۔ موسیٰ بن عیاش والی میلہ علی بن حفص بن عسلوجہ والی شریف اور ابن تمیم صاحب یلزمہ وغیرہ عمال بلاد کتامہ ابو عبداللہ کے معاملہ میں پس و پیش کرنے لگے۔ اتنے میں بیحییٰ مساکتی (جو امیر کے لقب سے پکارا جاتا تھا) مہدی بن ابی کمارہ رئیس لیعہ' فرج بن حیران رئیس اجانہ اور ثمل بن بجل رئیس بطانہ آپہنچا۔ ان لوگوں نے صلاح و مشورہ کر کے بیان بن صقلان رئیس بنی سکتان سے اس بابت خط و کتابت کی کہ ابو عبداللہ شیعی کو ہم لوگ اپنے شہر سے نکال دیں یا کہ ابراہیم والی افریقیہ کے حوالہ کر دیں۔ اس وقت تک ابو عبداللہ شیعی مقام انکجان ہی میں مقیم تھا۔ بیان بن صقلان نے اس امر کو اہل علم کے مشورہ پر چھوڑ دیا۔

چنانچہ یہ لوگ علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بحث و مباحثہ ہوا لیکن کوئی امر طے نہ ہوا۔ ابو عبداللہ شیعی اور اس کے ہمراہیوں کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ حسن بن ہارون غسانی کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور انکجان سے ہجرت کر کے اس کے پاس چلے جانے کی درخواست کو منظور کر لیا۔ ابو عبداللہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ انکجان سے نکل کر شہر تازروت چلا گیا جو حسن کے شہروں میں سے ایک شہر تھا۔ تھوڑے دنوں میں غسان کو دلاسا دے کر اپنا معین و مددگار بنا لیا۔ غسان اور کتامہ کے ان خاندان والوں نے ابو عبداللہ کی امداد و اعانت پر کمر ہمت باندھ لی جنہوں نے اس سے پیشتر اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس سے ابو عبداللہ کی شان و شوکت بڑھ گئی اور ایک اطمینانی حالت سے زندگی بسر کرنے لگا۔ اس کے بعد حسن بن ہارون اور اس کے بھائی محمد میں باہم حکومت و ریاست کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ محمد اور مہدی بن ابی کمارہ کے باہم تعلقات تھے۔ مہدی نے باعث فساد ابو عبداللہ کو قرار دے کر محمد کو ابو عبداللہ سے مواخذہ کرنے کا اشارہ کیا اس سے عنان اور لیعہ میں جھگڑا پڑ گیا۔ ابو عبداللہ اس وقت تک ظاہر نہیں ہوا تھا۔ لیعہ کو آمادہ فساد دیکھ کر حسن کو لیعہ کے سر کرنے کی تحریک کی۔ مہدی بن ابی کمارہ سردار لیعہ کا بھائی ابو مدینی نامی ابو عبداللہ کے معتقدین سے تھا۔ اس نے موقع پا کر مہدی کو مار ڈالا اور اس کی جگہ لیعہ پر حکومت کرنے لگا۔ مہدی کے مارے جانے سے اہل لیعہ بھی ابو عبداللہ کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔

ابو عبداللہ شیعی کی فتوحات

ان واقعات کے بعد کتامہ نے جمع ہو کر ابو عبداللہ سے جنگ کرنے کا مشورہ کیا اور مستعد و مسلح ہو کر تازروت پر چڑھ آئے۔ ابو عبداللہ نے سہیل بن فوکاش کو ثمل بن بجل رئیس بطانہ کے پاس امداد طلب کرنے کو بھیجا۔ ثمل اور ابو عبداللہ میں رشتہ سسرالی قائم ہو گیا تھا۔ ثمل نے کتامہ کو ابو عبداللہ کی جنگ سے روکا مگر وہ نہ رکے۔ چنانچہ ابو عبداللہ اور کتامہ میں متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر کار ابو عبداللہ کو فتح نصیب ہوئی کتامہ شکست کھا کر بھاگے۔ عروبہ بن یوسف ملوشی اس معرکہ میں سخت مصائب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس لڑائی سے سب سے کے ہوش و حواس درست ہو گئے۔ عنان' یلزمہ' لیعہ اور اجانہ نے ابو عبداللہ کی اطاعت قبول کر لی۔ ان دنوں ان سب کی عنان حکومت ماکنون بن صبارہ اور ابوز کی تمام بن معارک کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ اجانہ سے فرج بن حیران اور بطانہ سے جمل بن بجل وغیرہ جمیلہ چلے گئے۔ جو باقی رہ گئے وہ ابو عبداللہ کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے اس کے بعد فتح بن یحییٰ اپنی قوم کو جمع کر کے ابو عبداللہ سے لڑنے کے لئے نکلا۔ ابو عبداللہ بھی یہ خبر پا کر آمادہ بہ جنگ ہو گیا۔ دونوں حریفوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس معرکہ میں بھی ابو عبداللہ کو فتح یابی حاصل ہوئی۔ فتح بن یحییٰ شکست کھا کر بھاگا۔ اس کی فوج کا کثیر حصہ کام آ گیا۔ باقی ماندہ جان بچا کر سطیف پہنچے۔ اور جب وہاں بھی ان کو امان کی صورت نظر نہ آئی تو انہوں نے ابو عبداللہ سے امان کی درخواست کی ابو عبداللہ نے منظور کر لی۔ اور یہ لوگ سایہ عاطفت میں آ کر امن و چین سے زندگی بسر کرنے لگے فتح بن یحییٰ شکست کے بعد عجیسہ چلا گیا تھا اور اپنی گئی حالت کی درستگی میں مصروف تھا

چند دن بعد جب اس کی حالت درست ہو گئی تو اس نے ابو عبداللہ سے جنگ کرنے کی غرض سے دوبارہ فوج کشی کی اور ہارون بن یونس کو سردار لشکر مقرر کر کے روانہ کیا۔ ابو عبداللہ بھی اپنی فوج آراستہ کر کے میدان جنگ میں آگیا۔ ہارون پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کر بھاگا اور ایک قلعہ میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ ابو عبداللہ شیعی نے تعاقب کیا اور اس قلعہ پر پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر الامر محصورین نے اطاعت کے لئے گردنیں جھکا دیں۔ اور ابو عبداللہ نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اس کامیابی سے ابو عبداللہ کا رعب و داب بڑھ گیا۔ عجیسہ' زوادہ اور تمام قبائل کتامہ مطیع و فرماں بردار ہو گئے۔ ابو عبداللہ لوٹ کر تازروت آیا۔ اور اپنے مبلغوں کو تمام ملک مغرب میں پھیلا دیا۔ لوگوں نے طوعاً" و کرہاً" اس کی اطاعت قبول کی اور اس کے علم حکومت کے مطیع ہوئے۔ فتح بن یحیلی بھاگ کر ابراہیم بن احمد امیر تونس کے پاس پہنچا اور اسے ابو عبداللہ سے جنگ کرنے کی ترغیب دینے لگا۔ ابو عبداللہ نے اہل میلہ کی سازش سے میلہ کو فتح کیا۔ اور اس کے امیر موسےٰ بن عیاش کو قتل کر کے ماکنون بن ضیارہ جائی کو میلہ کی کرسی امارت پر بٹھایا ابراہیم بن موسےٰ بن عیاش نے ابو العباس ابراہیم بن اغلب کے پاس تونس میں جا کر دم لیا۔

۲۸۹ھ میں ابراہیم نے فتح بن یحیلی اور ابراہیم بن موسےٰ کی ترغیب و تحریک سے اپنے بیٹے ابو خوال کو ایک عظیم فوج کا سردار بنا کر ابو عبداللہ کو ختم کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے کتامہ کو بھی کھول کر پامال کیا اور اس کے بعد تازروت کی طرف بڑھا۔ ابو عبداللہ شیعی نے اپنی فوجوں کو آراستہ کر کے شہر ملوسہ میں ابو خوال سے مقابلہ کیا۔ اتفاق یہ کہ پہلے ہی حملہ میں ابو خوال نے ابو عبداللہ کو شکست دی۔ ابو عبداللہ میدان جنگ سے بھاگ کر انکجان پہنچا اور اپنے ہوش و حواس درست کر کے قلعہ بندی کر لی اور ابو خوال کامیابی حاصل کر کے قصر تازروت میں داخل ہوا اور اس کو مسمار و منہدم کرا کر ابو عبداللہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اس دار و گیر اور تعاقب میں بلاد کتامہ نہایت بری طرح سے پامال کئے گئے۔ ابو خوال کی حکومت میں بھی ایک گونہ ضعف و اضمحلال پیدا ہو چلا تھا۔ ابراہیم بن موسے بن عیاش ابو خوال کے لشکر سے میلہ کی جانب ابو عبداللہ کے حالات دریافت کرنے کو گیا ہوا تھا۔ ایک موقع پر ابو عبداللہ کے ہمراہیوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ابو عبداللہ کے ہمراہی' ابراہیم کو شکست دے کر لشکر گاہ تک تعاقب کرتے چلے گئے۔ اس سے بھی ابو خوال کے رعب و داب پر بہت برا اثر پڑا مجبوراً" بلادِ کتامہ سے نکل کھڑا ہوا اور ابو عبداللہ نے انکجان میں اقامت اختیار کی اور وہیں پر ایک شہر موسوم بہ "دارالہجرت" آباد کیا۔ لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دینے لگا۔ رفتہ رفتہ لوگ اس کے مذہب میں داخل ہو گئے اور اس کی جماعت پھر بڑھ گئی اسی اثنا میں حسن بن ہارون کا انتقال ہو گیا۔

ابو العباس نے دوبارہ فوجیں مرتب کیں اور اپنے بیٹے ابو خوال کو امیر لشکر بنا کر ابو عبداللہ شیعی اور اہل کتامہ میں داخل ہوا۔ مگر الٹے پاؤں شکست کھا کر واپس ہوا۔ اور بلاد کتامہ کی سرحد ہی پر قیام کر کے ان کی مدافعت کرتا رہا اور پیش قدمی سے روکتا رہا۔ اتنے میں ابراہیم بن احمد بن اغلب والیٔ افریقیہ کو اس کے بیٹے زیادۃ اللہ نے قتل کر ڈالا۔ اور خود تختِ حکومت پر متمکن ہو کر حکمرانی کرنے لگا۔ اس وقت ابو خوال سرحدِ کتامہ پر پڑا تھا۔ اس کو طلبی کا خط بھیجا۔ اور جب وہ اس کی طلبی پر آگیا تو اسے قتل کر ڈالا اور خود تونس سے نکل کر رقادہ چلا آیا۔ اور لہو و لعب اور عیاشی میں مصروف ہو گیا۔ ابو عبداللہ کو موقع مل گیا۔ اب کوئی مزاحمت کرنے والا باقی نہ رہ گیا تھا۔ اپنے لشکر کو تمام بلاد افریقیہ میں پھیلا دیا تھوڑے ہی دنوں میں اس کی حکومت کا سکہ بیٹھ گیا۔ اور یہ اپنے معتقدوں کو سمجھانے لگا کہ مہدی کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے پس آئندہ جیسا کہ اس نے کہا تھا وہی وقوع میں آیا۔

عبیداللہ مہدی

محمد الحبیب بن جعفر بن محمد بن اسمٰعیل نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بیٹے عبیداللہ مہدی کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ اور یہ ارشاد کیا تھا کہ تم ہی مہدیٔ موعود ہو۔ اور میرے بعد تم یہاں سے دور دراز ملک کی جانب ہجرت کرو گے۔ اور بڑے بڑے مصائب کا تمہیں سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ وفات کے بعد اس واقعہ کی خبر ان کے تمام مبلغان اور معتقدین افریقیہ و یمن میں مشہور ہو گئی۔ ابو عبداللہ نے چند لوگوں

کو بطور وفد اس خداداد کامیابی کی خبر کرنے کو بلاد کتامہ سے روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ ہم لوگ ہمہ تن آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ شدہ شدہ یہ خبریں دارالخلافت بغداد تک پہنچی۔ اس وقت تخت خلافت پر خلیفہ مکتفی جلوہ افروز تھا۔ عبیداللہ مہدی کی گرفتاری اور اس کی بڑھتی ہوئی قوت کی روک تھام کا حکم صادر فرمایا۔ عبیداللہ یہ خبر پا کر ملک شام سے عراق کی طرف چلا گیا۔ پھر عراق سے مصر میں جا کر دم لیا اس کے ہمراہ اس کا بیٹا ابو القاسم اور ایک نو عمر غلام تھا۔ اس کے علاوہ چند مصاحب اور خاص خاص اس کے آزاد غلام بھی تھے۔ مصر پہنچ کر عبیداللہ مہدی نے یمن کا قصد کیا مگر یہ سن کر علی بن فضل نے ابن حوشب کے بعد اپنے طریقہ بد سے اہل یمن کو برا نگیختہ کر دیا ہے ابو عبداللہ شیعی کے پاس مغرب چلے جانے کا ارادہ کیا۔ اور سامان سفر درست کر کے مصر سے اسکندریہ کی جانب کوچ کیا۔ اسکندریہ پہنچ کر کچھ سامان و اسباب تجارت خریدا اور سوداگروں کے لباس میں بلاد مغرب کی طرف روانہ ہوا اس وقت خلیفہ مکتفی کا فرمان گرفتاری عبیداللہ مہدی والی مصر کے نام صادر ہو گیا تھا جس میں اس کا حلیہ اور نام لکھا ہوا تھا۔ ان دنوں مصر کی گورنری پر عیسے نوشہری مامور تھا۔ چنانچہ عیسٰی نے عبیداللہ مہدی کی جستجو میں لوگوں کو روانہ کیا۔ اور ایک گونہ اس کو عبیداللہ مہدی کی جستجو میں کامیابی بھی ہوئی لیکن اسے اس امر کا یقین نہ ہو سکا کہ یہی شخص عبیداللہ مہدی ہے۔ اس سے مطلع ہو جانے اور گرفتار کر لینے کے باوجود رہا کر دیا۔

عبیداللہ مہدی رہائی پا کر نہایت تیزی سے مسافت طے کرنے لگا۔ اثنا راہ میں اس کی کتابیں چوری ہو گئیں جس میں اس کے آباواجداد کے منقولات تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بیٹے ابو القاسم نے کتابوں کو برقہ سے برآمد کیا تھا جب کہ اس نے مصر پر فوج کشی کی تھی۔ الغرض جس وقت عبیداللہ مہدی طرابلس پہنچا اور اس کے ہمراہی تجار اس سے علیحدہ ہوئے اس وقت عبیداللہ مہدی نے ابو العباس برادر ابو عبداللہ شیعی کو ابو عبداللہ شیعی کے پاس انہی تاجروں کے ہمراہ کتامہ روانہ کیا۔ ابو العباس طرابلس روانہ ہو کر قیروان پہنچا۔ اس کے پہنچنے سے پیشتر زیادۃ اللہ کو عبیداللہ مہدی اور اس کے ہمراہیوں کی خبر پہنچ گئی تھی۔ اور یہ ان کی جستجو اور سراغ میں تھا۔ چنانچہ ابو العباس کو قیروان میں پہنچتے ہی گرفتار کر لیا گیا۔ اور اس سے عبیداللہ مہدی کے حالات دریافت کئے۔ ابو العباس نے لاعلمی ظاہر کی۔ زیادۃ اللہ نے جھلا کر جیل میں ڈال دیا اور والی طرابلس کو لکھ بھیجا کہ عبیداللہ مہدی کو جس کا حلیہ اس طرح کا ہے۔ فوراً گرفتار کر لو۔ اتفاق سے عبیداللہ مہدی کو اس کی خبر لگ گئی۔ طرابلس سے قسطنطنیہ چلا گیا۔ پھر وہاں سے اس خیال سے کہ ابو العباس برادر ابو عبداللہ شیعی جو قیروان میں تھا سلجماسہ جا کر قیام کیا۔ ان دنوں سلجماسہ کی زمام حکومت الیسع بن مدرار کے قبضۂ اقتدار میں تھی۔ الیسع نے عبیداللہ مہدی کی بے حد توقیر اور عزت کی۔ اس کے بعد ہی زیادۃ اللہ کا خط (کہا جاتا ہے کہ یہ خلیفہ مکتفی کا فرمان تھا) الیسع کے پاس پہنچا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ یہی شخص مہدی ہے اور حکومت و خلافت کا دعوے دار ہے۔ اور کتامہ کا داعی ہے۔ الیسع نے عبیداللہ مہدی کو فوراً گرفتار کر لیا۔

ابو عبداللہ شیعی کی مزید فتوحات

ان واقعات کے بعد ابو عبداللہ شیعی نے ابو خوال کے مارے جانے پر جو اس سے لڑ رہا تھا، تمام کتامہ کو جمع کیا اور انہیں آلات حرب سے مسلح و آراستہ کر کے سطیف پر فوج کشی کی۔ سطیف میں ان دنوں علی بن جعفر بن عسکوجہ حکمرانی کر رہا تھا۔ اور اس کا بھائی ابو حبیب بھی وہیں موجود تھا۔ ابو عبداللہ ایک مدت تک سطیف کا محاصرہ کئے رہا آخر کار اس پر قبضہ کر لیا۔ داؤد بن جاشہ سردار لہیعہ بھی اس وقت سطیف ہی میں ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ اس زمانہ میں یہاں چلا آیا تھا۔ جس وقت بعض سرداران کتامہ یہاں چلے آئے تھے۔ اہل سطیف کے ساتھ اس نے بھی ابو عبداللہ شیعی سے امان کی درخواست کی تھی اور ابو عبداللہ شیعی نے امان دے دی تھی۔ ابو عبداللہ نے شہر سطیف میں فتح یابی کے ساتھ داخل ہو کر شہر کو منہدم کرا دیا قلعہ کو مسمار کرا کر زمین کے برابر کر دیا۔

زیادۃ اللہ کو اس کی خبر لگی۔ فوجیں جمع کر کے اپنے عزیز و قریب ابراہیم بن خنشش نامی کی سرکردگی میں کتامہ کو سر کرنے کے لئے روانہ کیں۔ اس فوج کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ کوچ و قیام کرتی ہوئی قسطنطینہ پہنچی۔ اور وہیں مقیم ہو گئی۔ اس وقت فریق مخالف اونچے اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ گزین تھے۔ ابراہیم نے اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیا۔ پہاڑ کی چڑھائی تھی کامیابی نہ ہو سکی۔ فوج پسپا ہو

کر لوٹی۔ شہر یلزمہ کے میدان میں دونوں فریق گتھ گئے ابراہیم کی فوج کو شکست ہوئی۔ شکست کھا کے بلغایہ پہنچی۔ اور وہاں سے قیروان چلی آئی اور عبداللہ شیعی نے کتامہ چند معتبر و معتمد علیہ آدمیوں کو فتح کا نامہ بشارت دیکر مہدی کے پاس روانہ کیا۔ یہ لوگ مسافت طے کر کے خفیہ طور سے مہدی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تمام واقعات لڑائی اور فتح یابی کے بالتفصیل عرض کئے۔

اس کامیابی کے بعد ابو عبداللہ شیعی نے شہر طنبہ پر فوج کشی کی ایک مدت تک محاصرہ کئے رہا' آخر کار فتح بن یحییٰ مساکنی کے مارے جانے پر شہر طنبہ امان کے ساتھ فتح ہو گیا۔ اس کے بعد ابو عبداللہ نے شہر یلزمہ کی طرف قدم بڑھایا جہاں پر ابراہیم کی فوج سے مقابلہ ہوا تھا۔ چنانچہ ابو عبداللہ نے اسے بھی فتح کر لیا۔ زیادۃ اللہ نے اس طوفان کی روک تھام اور فرو کرنے کی غرض سے ہارون طبنی والی باغایہ کو ایک فوج کی افسری کے ساتھ روانہ کیا۔ ہارون زیادۃ اللہ سے رخصت ہو کر شہر ازمول پہنچا۔ اہل ازمول ابو عبداللہ کی حکومت کے مطیع ہو کر مقابلے پر آئے۔ ہارون نے انہیں شکست دے کر ازمول کے شہر پناہ کو منہدم اور شہر کو لوٹ کر تاخت و تاراج کر دیا۔ عروبہ بن یوسف (یہ ابو عبداللہ کے ہوا خواہوں سے تھا) نے یہ خبر پا کر ہارون پر حملہ کر دیا۔ ہارون کو عروبہ کے حملہ کی کچھ خبر نہ تھی۔ شکست کھا کر بھاگا اور اثنا وارو گیر میں مارا گیا۔ اس کے بعد ابو عبداللہ شیعی نے شہر تیجبست کو یوسف غنانی کے ذریعہ سے فتح کیا۔ شہر تیجبست کا لشکر بھاگ کر قیروان پہنچا۔ ابو عبداللہ کی حکمت عملی اور عاقلانہ تدبیروں سے عوام الناس میں اس کی انصاف پسندی ایفاء وعدہ اور امان دہی کی خبر جوں ہی مشہور ہوئی قرب و جوار کے رہنے والوں نے حاضر ہو کر امان حاصل کر لی۔ بازاریوں اور اوباشوں نے زیادۃ اللہ کو پریشان کرنا شروع کیا۔ زیادۃ اللہ نے ان بغاوتوں اور شورشوں کو ختم کرنے پر فوجوں کو متعین کیا اور جس قدر روپیہ خزانہ تھا رعایا کی اصلاح اور ترتیب لشکر میں صرف کر کے ۲۹۵ھ میں بذاتہ ابو عبداللہ کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اربس میں پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ مگر پھر کچھ سوچ سمجھ کر مقابلہ کرنے میں متامل ہوا ہمراہیوں نے قیروان واپس چلنے کی رائے دی۔ چنانچہ بلا کسی مقابلہ اور لڑائی کے منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا قیروان واپس آیا۔ قیروان پہنچ کر جب ذرا اس کے ہوش درست ہوئے تو اس نے ابراہیم بن ابی اغلب نامی ایک شخص کو جو اس کے عزیزوں سے تھا، لشکر کا سردار بنا کر اربس کی جانب روانہ کیا۔ اور وہیں پر قیام کرنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ کے بعد ابو عبداللہ شیعی نے باغایہ پر حملہ کیا والی باغایہ یہ خبر پا کر بھاگ گیا۔ اہل باغایہ نے اطاعت قبول کر لی قلعہ مصالحت کے ساتھ فتح ہو گیا۔ ابو عبداللہ شیعی نے اسی اثنا میں ایک فوج شہر قرطاجنہ کے فتح کرنے کے لئے روانہ کی۔ پس یہ بھی بزور تیغ فتح ہوا والی قرطاجنہ مارا گیا بازار لوٹ لئے گئے۔ ان مقامات کے فتح ہو جانے سے ابو عبداللہ کی قوت بہت بڑھ گئی فوجیں بھی باقاعدہ ہو گئیں۔ حوصلے بھی بڑھ گئے۔ فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کے خیال سے اپنی فوج کو تمام بلاد افریقیہ میں پھیلا دیا۔ نفزہ کے قبائل کو ایک قیامت کا سامنا تھا۔ خون ریزی اور غارت گری کے دروازے کھلے ہوئے تھے تنگ اور مجبور ہو کر اہل نیقاش نے امان کی درخواست کی۔ ابو عبداللہ شیعی نے ان کو امان دے کر ان پر صواب بن ابو القاسم سکتانی کو مامور کیا۔

اتنے میں ابراہیم بن اغلب (زیادۃ اللہ کا سپہ سالار) آپہنچا' ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہوا۔ مگر ایک لڑائی لڑ کر دونوں فریق جدا ہو گئے۔ ابراہیم کے علیحدہ ہونے پر ابو عبداللہ نے اپنی فوج کو متعدد حصوں میں تقسیم کر کے باغایہ' سکتانیہ اور تیر کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ امان کے ساتھ یہ مقامات فتح ہو گئے بعد ازاں قنودہ کے قصرین پر فوج کو حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ اہل قصرین نے امان حاصل کر کے شہر کو اپنے حملہ آور حریف کے حوالہ کر دیا۔ ابو عبداللہ شیعی ان مقامات کو فتح کر کے رقادہ کی جانب بڑھا۔ ابراہیم بن ابی اغلب کو زیادۃ اللہ کی کی فوج سے خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا ابو عبداللہ سے اس کو نیچا دیکھنا نہ پڑے اس خیال کا آنا تھا کہ اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا اور نہایت عجلت سے ابو عبداللہ شیعی کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے مقابلہ کرنے کو میدان جنگ میں آگیا۔ ابو عبداللہ اور ابراہیم سے متعدد سخت لڑائیاں ہوئیں۔ مگر آخری فیصلہ کسی لڑائی میں بھی نہیں ہوا۔ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ ابو عبداللہ شیعی نے انکجان کی جانب مراجعت کی اور ابراہیم اربس کی طرف لوٹا۔

پھر دوبارہ ابو عبداللہ شیعی نے اپنی فوج کو آراستہ کر کے قسطنطینہ پر چڑھائی کی۔ ایک مدت تک محاصرے اور متعدد لڑائیوں کے

بعد امان کے ساتھ فتح ہوا۔ بعدہ قفصہ کو بھی اسی طور سے فتح کر کے باغایہ واپس آیا۔ اور باغایہ میں اپنی فوج کے ایک بڑے حصے کو ابو مکدولہ جیلی کی ماتحتی میں چھوڑ کر انکجان کی جانب روانہ ہوگیا۔ ابراہیم بن ابی اغلب کو اس کی خبر لگی۔ فوراً باغایہ کا قصد کر لیا۔ ابو عبداللہ شیعی نے اس سے مطلع ہو کر ابو مدینہ بن فرخ لہیمی کو عروبہ بن یوسف ملوشی اور اغلب کے ساتھ بارہ ہزار فوج کی جمعیت سے باغایہ کی حمایت کو روانہ کیا۔ چنانچہ ابراہیم بن ابی اغلب سے اور ابو عبداللہ شیعی کی فوج سے لڑائی چھڑ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم بن ابی اغلب بے نیل مرام باغایہ سے واپس ہوا اور ابو عبداللہ شیعی کا لشکر فج العرعر تک تعاقب کر کے واپس آیا۔

۲۹۶ھ میں ابو عبداللہ شیعی نے دو لاکھ فوج کے ساتھ ابراہیم بن ابی اغلب پر اربس میں حملہ کیا۔ مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر کار ابراہیم شکست کھا کر قیروان کی جانب بھاگا۔ اس کی لشکر گاہ لوٹ لی گئی۔ ابو عبداللہ شیعی اربس میں قتل وغارت کرتا ہوا داخل ہوا اور جی کھول کر اسے پامال کیا۔ دو چار روز قیام کر کے اربس سے کوچ کیا۔ قمودہ پہنچا۔ اس کی خبر زیادۃ اللہ تک پہنچی۔ اس وقت یہ رقادہ میں تھا۔ گھبرا کر مشرق کی طرف بھاگا۔ عوام الناس اور بازاریوں نے اس کے محل سراؤں کو لوٹ لیا۔ اور اہل رقادہ پریشان ہو کر قیروان اور سوسہ کی طرف چلے گئے۔ اس کے بعد ابراہیم بن ابی اغلب قیروان میں داخل ہوا۔ دارالامارت میں جا کر ٹھہرا لوگوں کو جمع کر کے سمجھایا بجھایا۔ اور ان لوگوں سے مالی امداد دینے کی بیعت لینے کا قصد ظاہر کیا۔ خواص تو خاموش رہے مگر عوام الناس شوروغل مچانے لگے۔ ابراہیم بن ابی اغلب اہل قیروان کا یہ رنگ دیکھ کر قیروان سے نکل کر اپنے آقائے نعمت کے پاس چلا گیا اور عبداللہ شیعی کو ان لوگوں کے بھاگنے کی خبر سبیبہ میں پہنچی، اس وقت رقادہ کی طرف کوچ کر دیا۔ عروبہ بن یوسف اور حسن بن ابی خنزیر وغیرہ بھی یہیں چلے آئے۔ اہل رقادہ اور قیروان نے کمال گرم جوشی سے اپنے جدید حکمران کا استقبال کیا۔ دعوتیں کیں خوشیاں منائیں شہر میں چراغاں کیا۔ ابو عبداللہ شیعی نے بھی لوگوں کو جان و مال کی امان دی۔ عزت افزائی کا یہ واقعہ ماہ رجب ۲۹۶ھ کا ہے۔ غرض فرحاں و شاداں قصرِ امارت میں جا کر مقیم ہوا اپنے بھائی ابو العباس کو قید کی مصیبت سے رہائی دی اور امن و امان کی منادی کرا دی۔ امراء' روسا' اور عوام الناس جو بخوفِ جنگ ادھر ادھر بھاگ گئے تھے، واپس ہو کر اپنے اپنے مکانات میں آئے اور شاہی عمال جان کے خوف سے ادھر ادھر بھاگ نکلے۔ ابو عبداللہ شیعی نے مکانات کو کتامہ میں تقسیم کر دیا۔ چنانچہ کتامہ نے اطمینان کے ساتھ ان مکانات میں قیام اختیار کیا۔

خاتمہ جنگ اور شہر پر قبضہ کرنے کے بعد زیادۃ اللہ کا مال و اسباب اور سامان جنگ جمع کیے گئے۔ ابو عبداللہ شیعی نے ان پر ایک سرسری نظر ڈالی اور ان کی لونڈیوں کی محافظت کا حکم دیا۔ اتنے میں جمعہ کا دن آگیا۔ خطیبوں نے دریافت کیا کس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے، ابو عبداللہ شیعی نے کسی کا بھی نام نہیں لیا لیکن جو سکہ جاری کرایا تھا۔ اس کے ایک طرف "حجتہ اللہ" اور دوسری طرف "تفرق اعداء اللہ" منقوش تھا۔ ہتھیاروں پر "عدۃ فی سبیل اللہ" اور گھوڑوں پر "الملک اللہ" نقش تھا۔ رقادہ میں چندے قیام کر کے عبیداللہ مہدی کی تلاش میں سلجماسہ کی جانب کوچ کیا۔ روانگی کے وقت بلاد افریقیہ پر بطور نائب کے اپنے بھائی ابو العباس کو مامور کر گیا۔ ابو زاکی تمام بن معارک الجالی کو بھی ابو العباس کے پاس انتظاماً" چھوڑ دیا۔ اہلِ مغرب کو اس سے بے حد مسرت ہوئی۔ زناتہ یہ سن کر ابو عبداللہ شیعی سلجماسہ جا رہا ہے راستہ سے ہٹ گئے اور اس کے گذر جانے کے بعد اطاعت و فرماں برداری کا پیام بھیجا۔ ابو عبداللہ شیعی نے منظور کر لیا۔ سلجماسہ کے قریب پہنچ کر الیسع بن میدرار والی سلجماسہ کے پاس ایک قاصد بھیجا اور خوشامد اور منت آمیز خط لکھا۔ الیسع نے خط چاک کر کے قاصد کو قتل کر ڈالا۔ اور فوجیں جمع کر کے بقصد جنگ نکل کھڑا ہوا۔ جس وقت دونوں فوجیں مقابلہ پر آئیں اتفاق یہ کہ الیسع کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی بہ مجبوری الیسع اور اس کے ہمراہی بھی بے سروسامانی کے ساتھ بھاگے۔

عبیداللہ مہدی کی رہائی و بیعت

اگلے دن اہلِ شہر ابو عبداللہ شیعی سے ملنے آئے اور کمال تعظیم و توقیر سے شہر میں لے گئے۔ ابو عبداللہ شیعی شہر میں داخل ہوتے ہی سیدھا جیل کی جانب گیا جہاں کہ عبیداللہ مہدی اپنے بیٹے کے ساتھ قید تھا۔ ان دونوں کو قید سے نکالا اور عبیداللہ مہدی کی حکومت و

امارت کی بیعت کی۔ روسا قبائل جلو میں تھے اور ان سب کے آگے آگے ابو عبداللہ شیعی فرط مسرت سے روتا جاتا تھا۔ اور کہہ رہا تھا "ھذا مولاکم ..... ھذا مولاکم" یہاں تک کہ اپنے خیمے میں پہنچا۔ عبیداللہ مہدی کو اپنے خاص خیمہ میں ٹھہرایا اور سپاہیوں کو الیسع کی گرفتاری پر مامور کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد الیسع پابہ زنجیر لایا گیا ابو عبداللہ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور اسی وقت قتل کر دیا گیا۔

ابو عبداللہ اور عبیداللہ مہدی چالیس روز تک سلجماسہ میں مقیم رہے اس کے بعد افریقیہ کی جانب کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ انکجان پہنچے۔ ابو عبداللہ شیعی نے جس قدر مال و اسباب اور زر نقد جمع کر رکھا تھا عبیداللہ مہدی کے حوالہ کر دیا۔ چند روز قیام کے بعد رقادہ روانہ ہوئے ماہ ربیع الثانی ۲۹۷ھ میں رقادہ پہنچے۔ اہل قیروان نے حاضر ہو کر اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کیا یعنی پر عبیداللہ مہدی کی خلافت و امارت کی بیعت عامہ لی گئی اور اس کی حکومت و سلطنت کی استحکام و استقلال کے ساتھ بنا پڑی۔ عبیداللہ مہدی نے اپنے مبلغین کو تمام بلاد افریقیہ میں پھیلا دیا جن لوگوں نے اس کی دعوت بخوف جان قبول کی تھی ان کی تعداد قلیل تھی۔ لونڈیوں اور مال و اسباب کو اہل کتامہ پر تقسیم کیا۔ جاگیریں دیں، دفاتر اور محکمہ جات مال و دیوانی قائم کئے۔ خراج وصول کرنے کے قواعد بنائے ملک کو صوبوں میں تقسیم کر کے ان پر عمال مقرر کئے۔ ماکنوں بن منارہ الحالی کو طرابلس کی طرف روانہ کیا صقلیہ کی طرف حسن بن احمد بن ابی خزیر کو بھیجا۔ اسحاق بن منہال کو عہدہ قضا عنایت کیا۔ اور اس کے بھائی کو بیت کا والی بنایا۔ ۲۹۸ھ میں حسن بن احمد نے دریا کو ساحل شمالی کی جانب سے عبور کیا اور قلوریہ مقبوضات فرانس میں قیام کر کے اہل فرانس کو تنگ کرنے لگا۔ آخر سنہ مذکور میں کامیابی کے ساتھ صقلیہ کی طرف مراجعت کی۔ اس کامیابی سے دماغ میں غرور پیدا ہو گیا اہل صقلیہ کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرنے لگا۔ اہل صقلیہ نے دفعتہً حملہ کر کے گرفتار کر لیا اور عبیداللہ مہدی کی خدمت میں معذرت کی عرض داشت بھیجی۔ عبیداللہ مہدی نے ان لوگوں کے عذرات قبول کر لئے۔ اور صقلیہ میں اس کی جگہ علی بن عمر بلوی کو متعین کیا۔ علی آخر ۲۹۹ھ میں صقلیہ پہنچا۔

عبیداللہ مہدی اور ابو عبداللہ میں کشیدگی

جس وقت افریقہ میں عبیداللہ مہدی کی حکومت کو ایک گونہ استحکام اور استقلال حاصل ہو گیا اور اس کے رعب و داب کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا ابو عبداللہ شیعی اور اس کے بھائی ابو العباس کو جو ہر کام میں پیش پیش اور امور سلطنت وسیاست پر قابض ہو رہے تھے بیجا دست اندازی اور بے جا خود سری سے روکنا شروع کیا۔ یہ امر ان دونوں بھائیوں کو ناگوار گزرا۔ ابو العباس جوش میں آ کر جو کچھ اس کے دل میں تھا کہنے لگا ابو عبداللہ شیعی نے منع کیا۔ مگر ابو العباس نے کوئی بات نہ سنی اور آہستہ آہستہ اسے بھی اپنی رائے کی جانب مائل کرنے لگا۔ زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ ابو عبداللہ شیعی بھی اپنے بھائی ابو العباس کی رائے سے متفق ہو گیا۔ کسی ذریعہ سے یہ خبر عبیداللہ مہدی تک پہنچ گئی۔ عبیداللہ مہدی کو یقین نہ ہوا لیکن کسی قدر اس خبر سے ہوشیار اور چوکنا ہو گیا اور درپردہ ابو عبداللہ شیعی کے حرکات اور سکنات پر نظر ڈالنے لگا اس کے بعد ابو عبداللہ شیعی کو لوگوں سے میل جول زیادہ رکھنے اور عوام الناس کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے یہ کہہ کر منع کیا کہ اس سے حکومت و سلطنت کا رعب داب جاتا رہے گا نرمی اور ملاطفت سے کئی بار سمجھایا۔ ابو عبداللہ شیعی نے کوئی بات نہ سنی بلکہ دونوں بھائیوں کی نیتیں بدل گئیں۔ کتامہ کو عبیداللہ مہدی کے خلاف ابھارنا شروع کر دیا اور یہ سمجھانے لگے کہ یہ وہ امام معصوم نہیں ہے جس کی امارت اور حکمت کی ہم نے تمہیں دعوت دی تھی۔ ہم اس کے ظاہری برتاؤ سے دھوکہ کھا گئے۔ یہ بڑا لالچی اور دنیا دار ہے۔ دیکھو تمہارا اس قدر مال و اسباب جسے انکجان میں ہم نے امام معصوم کے لئے تم سے لیا تھا اس نے دبا لیا تم لوگ اگر مستعد ہو جاؤ ہم اسے ابھی نکال باہر کرتے ہیں۔ اہل کتامہ تو اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھے فوراً بھڑک اٹھے۔ چنانچہ انہی میں سے ایک شخص کو جو شیخ المشائخ کے لقب سے معروف تھا عبیداللہ المہدی کے پاس روانہ کیا۔ شیخ المشائخ نے عبیداللہ مہدی کے پاس جا کر سوال کیا کہ چونکہ ہم لوگوں کو آپ کی بابت شک و شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ آپ امام معصوم نہیں ہیں اس لئے آپ ہم کو اپنی امامت کی کوئی نشانی دکھلائیں۔ عبیداللہ مہدی تاڑ گیا کہ ہو نا ہو یہ ابو عبداللہ کا گل کھلایا ہوا ہے جواب کچھ نہ دیا۔ ایک غلام کو اشارہ کیا اس نے لپک کر شیخ

الشائخ کا سر اڑا دیا۔ اس واقعہ سے اہل کتامہ کا شبہ اور قوی ہو گیا۔ سب کے سب عبیداللہ مہدی کے قتل پر تل گئے اور اس سازش میں ابوزا کی تمام بن معاک وغیرہ سرداران قبائل کتامہ کو بھی شریک کر لیا۔ عبیداللہ مہدی کو اس کی خبر لگ گئی' بہ نظر تالیف قلوب نرمی عاطفت سے پیش آنے لگا۔ انہی سپہ سالاران کتامہ میں سے جو اس سازش میں شریک تھے بعض کو سند حکومت عطا کر کے دوسرے شہر میں روانہ کر دیا۔ پس جب اب بوزا کی طرابلس پہنچا ماکنوں والی طرابلس نے اسے مار ڈالا۔

ابو عبداللہ شیعی کا قتل

اس کے بعد عبیداللہ مہدی کو ابن العزیم پر سازش کا شبہ ہوا۔ یہ شخص زیادۃ اللہ کے مصاحبوں سے تھا۔ عبیداللہ مہدی نے اسے بھی قتل کروا دیا اور اس کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ اس میں زیادۃ اللہ کے مال کا بھی کثیر حصہ شامل تھا۔ ان تدبیروں پر بھی ان دونوں بھائیوں کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا اور برابر ریشہ دوانیاں کرتے رہے تب عبیداللہ مہدی نے عروبہ یوسف اور اس کے بھائی حباسہ کو خلوت خاص میں طلب کر کے ابو عبداللہ شیعی اور اس کے بھائی کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔ عروبہ اور حباسہ اس حکم کی تعمیل کرنے کی غرض سے قصر امارت کے ایک گوشہ میں جا چھپے۔ جس وقت ابو عبداللہ شیعی برآمد ہوا عروبہ نے حملہ کیا ابو عبداللہ شیعی بولا عروبہ تم یہ کام کس کے حکم سے کرتے ہو جواب دیا جس کی اطاعت کا تم نے ہمیں حکم دیا تھا' اسی نے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے۔ ابو عبداللہ شیعی کی زبان سے کوئی کلمہ نہ نکلنے پایا تھا کہ عروبہ اور حباسہ شیر کی طرح جھپٹے اور ابو عبداللہ کو اس کے بھائی کے ساتھ مار کر ڈھیر کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۵ جمادی الثانی ۲۹۸ھ کا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبیداللہ مہدی نے ابو عبداللہ شیعی کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اور اس کے حق میں دعاء مغفرت کی تھی۔

عبیداللہ مہدی کی حکمت عملی

آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عبیداللہ مہدی کو ابو عبداللہ شیعی کے قتل پر جس چیز نے ابھارا اور آمادہ کیا تھا وہ ابو العباس برادر ابو عبداللہ شیعی کی سازش اور ناعاقبت اندیشی تھی۔ عبیداللہ مہدی نے بہ مجبوری ان دونوں بھائیوں کو قتل تو کر ڈالا لیکن ان دونوں کے مارے جانے سے ایک عام شورش پھیل گئی۔ ان کے دوست احباب بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عبیداللہ مہدی ہنگامہ فرو کرنے کو سوار ہوا۔ شورش فرو ہو گئی۔ اس کے بعد دوسرا ہنگامہ مابین اہل کتامہ اور اہل قیروان پیدا ہوا۔ قتل وغارت گری کے دروازے کھل گئے۔ عبیداللہ مہدی نے اپنی سختی اور حکمت عملی سے اسے بھی رفع دفع کیا۔ اور مصلحتاً اپنے مبلغین کو منع کر دیا کہ آئندہ عوام الناس کو مذہب شیعہ کی دعوت اور تلقین نہ کرو۔ زیادۃ اللہ کے بعد ایک گروہ بنی اغلب کا جو مختلف اغراض کے حصول کے لیے دوسرے مقامات پر چلا گیا تھا یا زمانہ جنگ میں ادھر ادھر بھاگ گیا تھا پھر رقادہ میں واپس آیا۔ عبیداللہ مہدی نے ان سب کو قتل کروا دیا۔

ابو القاسم کی ولی عہدی

ابو عبداللہ شیعی کے مارے جانے کے بعد عبیداللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابو القاسم نزار کی ولی عہدی کا باضابطہ اعلان کیا۔ برقہ اس کے متعلقات کی سند حکومت حباسہ یوسف کو مرحمت کی مغرب پر اس کے بھائی عروبہ بن یوسف کو مامور کیا۔ اور باغایہ میں قیام کرنے کی ہدایت کی۔ عروبہ نے باغایہ میں پہنچ کر تاہرت پر فوج کشی کی، اور بہ زور تیغ لڑ کر اسے فتح کر لیا۔ دواس بن صولات لیس کو اس کی حکومت عنایت کی۔

مہدی کے خلاف شورش و بغاوتیں

ان واقعات کے بعد شیعان کتامہ میں ابو عبداللہ شیعی کے مارے جانے کا جوش دوبارہ پیدا ہوا۔ ایک نو عمر لڑکے کو امیر بنا کر مہدی کا لقب دیا۔ دعوی یہ کیا کہ یہ نبی ہے۔ اور ابو عبداللہ شیعی کا انتقال نہیں ہوا۔ عبیداللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابو القاسم کو شیعان کتامہ کو ہوش

میں لانے پر مامور کیا۔ شیعان کتامہ اور ابو القاسم میں لڑائی ہوئی' ایک سخت اور خون ریز جنگ کے بعد اہلِ کتامہ کو شکست ہوئی۔ وہ لڑکا جس کو شیعان کتامہ نے منسوب کیا تھا مار ڈالا گیا اور کتامہ بری طرح پامال کئے گئے۔

اہلِ طرابلس کی بغاوت

پھر ۳۰۰ھ میں اہلِ طرابلس نے بغاوت کی اور اپنے گورنر ماکنوں کو مار کر نکال دیا۔ عبیداللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابو القاسم کو یہ ہنگامہ فرو کرنے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ ابو القاسم نے ایک مدت دراز کے محاصرے اور جنگ کے بعد ایک سخت اور عام خوں ریزی سے بزور تیغ فتح کر لیا۔ تین لاکھ دینار سرخ تاوان جنگ وصول کئے۔

ان بغاوتوں اور آئے دن کی سرکشیوں کے فرو ہونے پر ابو القاسم نے فوجیں جمع کیں۔ جنگی کشتیوں کے بیڑے درست کئے۔ اور اپنے بزرگ باپ عبیداللہ مہدی سے اجازت طلب کر کے ۳۰۱ھ میں اسکندریہ اور مصر کی جانب بڑھا۔ دو سو کشتیوں کا بیڑا براہ دریا روانہ کیا۔ جس کا سردار حباسہ بن یوسف تھا۔ حباسہ نے پہنچتے ہی برقہ اس کے بعد اسکندریہ اور فیوم پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ دار الخلافہ بغداد میں اس کی خبر پہنچی تو خلیفہ مقتدر نے سبکتگین اور مونس خادم کو ایک بڑی فوج کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔ دونوں حریفوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر کار سبکتگین اور مونس نے اپنے دشمن کو ملک مصر سے نکال باہر کیا۔ مغربی فوجیں اپنے ملک کو واپس آئیں۔

۳۰۲ھ میں حباسہ نے دوبارہ اسکندریہ پر فوج کشی کی۔ دار الخلافت بغداد سے مونس خادم کو اس کی روک تھام کا حکم صادر ہوا۔ حباسہ اور مونس میں کئی لڑائیاں ہوئیں۔ آخری نتیجہ یہ ہوا کہ مونس کو فتح نصیب ہوئی۔ تقریباً" سات ہزار فوج حباسہ کی ان لڑائیوں میں کام آگئی۔ سخت پریشانی اور اضطراب کے ساتھ ملک مغرب واپس آیا۔ عبیداللہ مہدی نے کوئی جھوٹا سچا الزام لگا کر مار ڈالا۔ عروبہ کو بھائی کے مارے جانے سے جوش انتقام پیدا ہوا۔ فوراً" ملک مغرب میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ کتامہ اور بربر کا ایک جم غفیر اس کے پاس جمع ہو گیا۔ عبیداللہ مہدی نے اپنے خادم غالب کو اس طوفان کے فرو کرنے پر مامور کیا۔ غالب نے عروبہ کو شکست دی' اسے اور اس کے چچیرے بھائیوں کو ایک گروہ کثیر کے ساتھ جو بے شمار و لا تعداد تھے قتل کر ڈالا۔

عروبہ کے مارے جانے کے بعد صقلیہ میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ گورنر صقلیہ علی بن عمرو نکال دیا گیا۔ باغیوں نے متفق الرائے ہو کر احمد بن قہرب نامی ایک شخص کو اپنا امیر بنایا اور عبیداللہ مہدی سے منحرف ہو کر خلیفہ مقتدر عباسی کی خدمت میں بغرض اظہار اطاعت عرض داشت بھیجی۔ یہ واقعہ ۳۰۴ھ کا ہے۔ عبیداللہ مہدی نے یہ خبر پا کر جنگی کشتیوں کا ایک بیڑا حسن بن ابی خنزیر کی ماتحتی میں صقلیہ کی بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کیا۔ احمد بن قہرب کے بیڑے سے مڈ بھیڑ ہو گئی۔ فتح یابی کا سہرا احمد بن قہرب کے سر رہا۔ حسن بن ابی خنزیر کو شکست ہوئی اور مارا گیا۔ اس کے بعد اہلِ صقلیہ کو عبیداللہ مہدی کی شدت اور ظلم سے خطرہ پیدا ہوا۔ عبیداللہ مہدی کی خدمت میں معذرت کا خط روانہ کیا اور سب نے متفق ہو کر احمد بن قہرب کو معزول کر کے پابہ زنجیر عبیداللہ مہدی کے پاس بھیج دیا۔ عبیداللہ مہدی نے اپنے دل کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے حسن بن ابی خنزیر کی قبر پر احمد کو ذبح کیا۔ اور صقلیہ پر علی بن موسیٰ بن احمد کو سندِ امارت عطا کر کے کتامہ کی ایک فوج کے ساتھ صقلیہ روانہ کیا۔

شہر مہدیہ کی تعمیر

چونکہ عبیداللہ مہدی کو اپنی دولت و حکومت پر خوارج کے مسلط ہو جانے کا خطرہ درپیش رہتا تھا اس وجہ سے اسے ساحلِ دریا پر ایک شہر تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا جو اس کے اور اس کے خاندان والوں کے لئے بوقت ضرورت پناہ کا ذریعہ ہو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبیداللہ مہدی نے اس شہر کی بنا کے وقت یہ کہا تھا کہ میں اس شہر کو اس غرض کے لئے تعمیر کرتا ہوں کہ آئندہ کسی وقت بنی فاطمہ کے لئے ایک گونہ اطمینان اور امن کا ذریعہ ہو گا۔ حاضرین کو شہر کے پیش افتادہ میدان میں یہ بھی دکھا دیا تھا کہ فلاں مقام تک صاحب الحمار یعنی ابو یزید خارجی آئے گا۔ شہر آباد کرنے کا مقام تجویز کرنے کو سوار ہو کر نکلا۔ تجویز کرتے کرتے تونس اور قرطاجنہ پہنچا اور سرزمین پر

کمورہ کے قریب ایک جزیرہ کو شہر آباد کرنے کے لئے منتخب اور پسند کیا چنانچہ سنگ بنیاد نصب کر کے شہر مہدیہ کی تعمیر اور آبادی آخر ۳۰۳ھ سے شروع کر دی۔ دارالسلطنت محل سرا اور شہر پناہ بنوائی شہر پناہ کے دروازے لوہے کے بے حد مضبوط اور وزنی بنوائے۔ کواڑ کے ہر ایک پٹ کا وزن سو سو قنطار تھا۔ جب شہر پناہ اور فصیل تیار ہو گئی تو ایک روز فصیل پر چڑھ کر مغرب کی طرف تیر مارا جہاں وہ تیر گرا اس مقام کو دکھا کر بولا "دیکھو اس مقام تک صاحب الحمار (ابو یزید خارجی) آئے گا"۔ (عبیداللہ مہدی نے بطور پیش گوئی کے یہ کہا تھا) مہدی نے یہ شہر آباد کرنے کے بعد کشتیوں کے بنانے کا ایک کارخانہ قائم کیا۔ نو سو کشتیاں تیار کرائیں۔ ۳۰۶ھ میں اس شہر کی تعمیر اور آبادی تکمیل کو پہنچی۔ عبیداللہ مہدی ہنس کر بولا "آج مجھ کو فواطم (بنی فاطمہ) کی طرف سے اطمینان ہوا کہ وہ کچھ دنوں کے لئے غیر کے حملوں سے محفوظ اور مامون رہیں گے"۔

ابو القاسم کا مصر پر حملہ و پسپائی

اس کے بعد اپنے بیٹے ابو القاسم کو ایک بڑی فوج کے ساتھ دوبارہ ۳۰۷ھ میں مصر کی جانب روانہ کیا۔ اہل مکہ کو لکھا کہ میرے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لو۔ اہل مکہ نے قبول نہ کیا۔ دربار خلافت میں ان واقعات کی اطلاع ہوئی۔ خلیفہ مقتدر نے مونس خادم کو سردار لشکر بنا کر ابو القاسم کی بڑھتی ہوئی قوت کی روک تھام کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ مونس اور ابو القاسم میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ جن میں کامیابی کا سہرہ مونس کے سر رہا۔ ابو القاسم اور اس کے لشکر کو بڑے بڑے مصائب کی رسد و غلہ دیا اور طرح طرح کی تکلیفات کا سامنا کرنا پڑا۔ مجبور ہو کر افریقہ کی جانب مراجعت کی۔ ابو القاسم کی مراجعت سے پہلے اسی کشتیوں کا بیڑا مہدیہ سے اس کی کمک و امداد کو اسکندریہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ جس کا کمان افسر سلیمان خادم اور یعقوب کتامی تھا۔ اور یہ بیڑا جنگی کشتیوں کا پہنچ بھی گیا تھا۔ مگر ابو القاسم کو اطلاع نہ ہوئی۔ ابو القاسم تو افریقہ کی جانب روانہ ہوا اور اس بیڑے کا رشید میں شاہی بیڑے سے مقابلہ ہو گیا جس میں پچیس جنگی کشتیاں تھیں۔ اور طرطوس سے یہ خبر پا کر آیا ہوا تھا۔ نہایت سخت اور خون ریز جنگ کے بعد شاہی بیڑے کو فتح نصیب ہوئی۔ افریقہ کے بیڑے میں آگ لگا دی گئی۔ فوجیں گرفتار کر لی گئیں۔ سلیمان اور یعقوب بھی پکڑ لئے گئے۔ یعقوب تو بحالت قید مصر ہی میں مر گیا۔ باقی رہا سلیمان وہ قید خانہ سے افریقہ بھاگ گیا۔

دولت ادریسہ کا خاتمہ

۳۰۸ھ میں عبیداللہ مہدی نے مصالہ بن حبوس کو لشکر مکناسہ کا سردار مقرر کر کے بلاد مغرب کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اس وقت تک ملکِ فاس میں ادریسیوں کی حکومت تھی۔ یحیٰی بن ادریس بن عمرو تخت حکومت پر متمکن تھا۔ مصالہ سے معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ آخر کار مصالہ نے یحیٰی کی خود مختاری چھین کر اسے عبیداللہ مہدی کی اطاعت پر راضی کر لیا اور اپنی قوم میں سے موسے بن ابی العافیہ مکناسی نامی ایک شخص کو صوبجات مغرب کا نگران مقرر کر کے واپس آیا۔ پھر ۳۰۹ھ میں بلادِ مغرب پر فوج کشی کی۔ اور باقی ماندہ شہروں کو فتح کر لیا۔ موسےٰ بن ابی العافیہ نے یحیٰی بن ادریس والی فاس کی شکایت کر دی۔ مصالہ نے اسے گرفتار کر لیا۔ فاس کو موسےٰ کی گورنری میں شامل کر دیا۔ اور بلاد مغرب سے ادریسہ کی حکومت کا نام و نشاں مٹا دیا تھا۔ خاندان حکومت ادریسہ کے ممبروں کو فاس کے صوبہ میں کسی مقام پر امن کی صورت نظر نہ آئی مجبور ہو کر بے چاروں نے بلادریف اور غمارہ کا راستہ لیا۔ اور وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے اپنی حکومت کی از سرِ نو بنیاد رکھی جیسا کہ ہم غمارہ کے حالات میں بیان کریں گے۔ انہی میں سے حمود علوی تھے جو حکومت امویہ کے ختم ہونے کے وقت قرطبہ پر قابض و متصرف ہو گئے تھے۔ جیسا کہ اس مقام پر مذکور ہو گا۔ مصالہ نے اس مہم سے فارغ ہو کر سلجماسہ پر چڑھائی کی اور اس کے امیر کو جو مدرار مکناسی کی ذریات سے تھا۔ اور دولت شیعہ کی اطاعت سے منحرف تھا قتل کر ڈالا اور اپنے چچا زاد بھائی کو وہاں کی حکومت عطا کی جیسا کہ آپ ان کے حالات میں پڑھیں گے۔

ان واقعات سے اہل مغرب میں ایک خاص قسم کا جوش پیدا ہوا۔ زناتہ اس طوفان کی روک تھام کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ آتش جنگ

تمام ملک مغرب میں پھیل گئی۔ زناتہ اور مصالہ میں بکثرت لڑائیاں ہوئیں۔ مصالہ انہیں لڑائیوں میں محمد بن خزر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مصالہ کا مارا جانا تھا کہ ملک مغرب میں بغاوت پھوٹ نکلی عبیداللہ مہدی نے اس ہنگامہ کے فرو کرنے کے لئے ۳۱۵ھ میں لشکر کتامہ اور سرداران شیعہ کے ساتھ اپنے بیٹے ابو القاسم کو مامور کیا۔ محمد بن خزر ابو القاسم کا مقابلہ نہ کر سکا، اپنے ہمراہیوں اور لشکر کے ساتھ افریقہ کے ریگستان کی جانب چلا گیا۔ چنانچہ ابو القاسم نے مزاتہ' مطماتہ' ہوارہ' بلادا باضیہ' مغرہ' اور اطراف تاہرت دارالحکومت المغرب الاوسط کو فتح کر لیا کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اس کے بعد اپنے پر زور حملوں سے ریف کو بھی فتح کر لیا۔ شہر لکور کو بھی جو المغرب الاوسط کے ساحل پر ایک نامی شہر تھا، فتح کر لیا۔ والی جراوہ یعنی حسن بن ابی العیش کا محاصرہ کیا۔ حسن بن ابی العیش ادریس کے خاندان حکومت کا ایک ممبر تھا۔ زمانہ محاصرہ میں حسن اور ابو القاسم سے متعدد لڑائیاں ہوئیں جن کو ہر طرح کے مصائب سے مقابلہ کرنا پڑا مگر ابو القاسم سے نیچا دیکھنا نہ پڑا۔

بنوں کملاں کی جلاوطنی

بالآخر ابو القاسم اپنی کامیابی سے مایوس ہو کر واپس شہر مسیلہ سے ہو کر گزرا۔ یہاں پر بنوں کملانی حکمران تھا جو ہوارہ کے خاندان سے تھا۔ چونکہ ان لوگوں کی طرف سے یہ خطرہ در پیش تھا کہ کسی نہ کسی وقت یہ فتنہ و فساد برپا کر دیں گے اس وجہ سے ان لوگوں کو قیروان کی طرف جلاوطن کر دیا۔ مشیتِ الٰہی میں یہ تھا کہ یہ لوگ آئندہ صاحب الحمار (ابو یزید خارجی) کے خروج کے وقت اس کے معین اور مددگار ہوں گے۔ اور ایسا ہی وقوع میں بھی آیا۔ بنو کملاں کو جلاوطن کرنے کے بعد مسیلہ کو دوبارہ تعمیر اور آباد کرایا اور محمدیہ کے نام سے موسوم کیا۔ علی بن حمدون اندلسی نے اس کی تعمیر اور آبادی میں اپنی حکومت کے صناع اور بدائع لگا دیئے تھے۔ جس کی وجہ سے ابو القاسم نے اس کو محمدیہ اور زاب کی حکومت عطا کی۔ زاب میں اس نے ایک قلعہ بنوایا۔ اور سامان جنگ اور غلہ وغیرہ سے اُسے خاطر خواہ پر کیا۔ جس نے بوقت محاصرہ صاحب الحمار منصور کا ہاتھ بٹایا جیسا کہ آئندہ تحریر کیا جائے گا۔

موسےٰ بن ابی العافیہ کی بغاوت

پھر موسےٰ بن ابی العافیہ والی فاس و مغرب کے دماغ میں بغاوت کی ہوا سمائی' حکومت شیعہ سے منحرف ہو کر دولت امویہ کا مطیع ہو گیا۔ جو دریا کے پرلی طرف تھا۔ اور ان کی حکومت کو تمام بلاد مغرب میں پھیلا دیا۔ احمد بن بصلین کتامی سپہ سالار عبیداللہ مہدی ایک کثیر فوج لے کر موسےٰ بن ابی العافیہ کو ہوش میں لانے کے لئے آیا۔ دونوں حریفوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ آخر کار احمد نے موسیٰ کو بہ زور تیغ مجبور کر کے ملک مغرب سے نکال دیا اور جی کھول کر ملک مغرب کو پامال کر کے مظفر و منصور عبیداللہ مہدی کے پاس واپس آیا۔

کوچ کیا۔ قائم بامر اللہ کو اس کی خبر لگی۔ اپنے خادم قدیم بشریٰ کو ابو یزید کی روک تھام اور مقابلہ پر روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ ایک دستہ فوج کو ابو یزید کے حالات دریافت کرنے پر متعین کر دینا۔ بشری نے اس ہدایت کی تعمیل میں اپنی فوج کا ایک دستہ مامور کیا۔ ابو یزید نے بھی یہ خبر پا کر فوجیں جمع کیں۔ اور سامان جنگ فراہم کر کے بشری کی فوج سے جا بھڑا اتفاق یہ کہ اس معرکہ میں ابو یزید کے لشکر کو شکست ہوئی چار ہزار فوج کام آئی اور جو لوگ قید کر لئے گئے تھے وہ مہدیہ میں بہ حفاظت تمام لائے گئے اور اسی وقت قتل کر دیئے گئے۔

ابو یزید اس شکست سے متاثر ہو کر کتامیوں کی طرف بڑھا اور ان کے پٹرول (مقدمہ الجیش) کو شکست دے کر قیروان تک ان کا تعاقب کرتا چلا گیا۔ ان دنوں رقادہ کا گورنر خلیل بن اسحاق تھا۔ اور وہ بہ انتظار آمد میسور مقابلہ پر آنا پسند نہ کرتا تھا۔ مگر ابو یزید اپنے حریف کو کب اس قدر مہلت دے سکتا تھا۔ ادھر اس نے پہنچتے ہی لڑائی چھیڑ دی۔ ادھر لوگوں نے خلیل کو کہہ سن کر مقابلہ پر تیار کر دیا خلیل اور ابو یزید میں گھمسان کی لڑائی ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ خلیل شکست کھا کر قیروان کی جانب بھاگا۔ اور ابو یزید نے رقادہ میں داخل ہو کر اسے تاخت و تاراج کر دیا۔ اس کے بعد ایوب زدیلی کو ایک فوج کی افسری کے ساتھ قیروان روانہ کیا۔ چنانچہ ایوب نے صفر ۳۳۳ھ میں قیروان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے لشکریوں نے شہر قیروان کو خوب لوٹا۔ خلیل نے امان کی درخواست کی۔ ایوب نے امان دے دی۔ مگر جس وقت ابو یزید کے روبرو پیش کیا گیا ابو یزید نے اس کے قتل کا اشارہ کر دیا جس کی تعمیل اسی وقت کر دی گئی۔ بعد میں روساء قیروان نے امان کی درخواستیں پیش کیں' ابو یزید نے ان لوگوں کو بھی امان دی اور غارت گری کی ممانعت کر دی۔

ان واقعات کے ختم ہونے پر میسور نے ابو یزید پر چڑھائی کی' اس مہم میں میسور کے ہمراہ ابو کملان بھی تھا۔ ابو یزید نے ابو کملان سے سازش کرنے اور میسور کو دھوکہ دینے کی غرض سے خط و کتابت شروع کی۔ کسی ذریعہ سے اس کی خبر قائم بامر اللہ تک پہنچ گئی۔ اس نے میسور کو یہ واقعہ لکھ بھیجا اور ابو کملان کے دام فریب سے بچنے کی تاکید کی۔ میسور نے ابو کملان کے ساتھ تشدد کیا۔ ابو کملان موقع پا کر ابو یزید کے پاس چلا گیا جس سے میسور کا بازو کمزور پڑ گیا اور اس معرکہ میں اس کو شکست ہوئی۔ اور بنو کملان نے میسور کو قتل کر ڈالا۔ اور اس کا سر اتار کر ابو یزید کے پاس لائے۔ ابو یزید نے اس کے سر کو نیزہ پر رکھ کر قیروان میں گشت کرایا اور فتح یابی کے قاصد اپنے تمام مقبوضہ شہروں میں بھیجے۔ میسور کا لشکر بحال پریشان بھاگ کر قائم بامر اللہ کے پاس مہدیہ پہنچا۔ قائم بامر اللہ نے بہ نظر انجام بینی قلعہ بندی اور خندق کھدوانے کا حکم دیا۔ ابو یزید اس کامیابی کے بعد دو ماہ دس روز تک میسور ہی کے کیمپ میں ٹھہرا رہا اور اطراف و جوانب قیروان شب خون مارنے کی غرض سے فوجیں بھیجتا رہا جو وقتاً فوقتاً مال غنیمت لے کر واپس آتی تھیں۔ سوسہ بھی انہی فوجوں کے ہاتھوں فتح ہوا۔ غرض بلادِ افریقہ کو اکیلے ایک ابو یزید نے الٹ پلٹ کر رکھ دیا جس سے ایک عظیم تغیر پیدا ہو گیا۔ اور ہزارہا خاندان نیست و نابود ہو گئے۔ بڑی بڑی بستیوں میں الو بولنے لگے۔ ایک عالم جلا وطن ہو کر نکل کھڑا ہوا جس کا کثیر حصہ بھوک اور پیاس کی شدت سے افریقہ کے ریگستان کی نذر ہو گیا۔ باقی ماندہ بھوکے پیاسے اور برہنہ مہدیہ پہنچے۔ قائم بامر اللہ کا دل ان لوگوں کو دیکھ کر بھر آیا' روساء کتامہ' قبائل بربر اور زیری بن مناد بادشاہ صنہاجہ کو امداد و اعانت کی غرض سے بلا بھیجا۔

مہدیہ پر فوج کشی

چنانچہ یہ لوگ مہدیہ کو ابو یزید کے پنجۂ غضب سے بچانے کو روانہ ہوئے' اتفاق سے اس کی اطلاع ابو یزید کو ہو گئی۔ فوراً فوجیں جمع کر کے روانہ ہوا۔ اور مہدیہ سے سات کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ کیا۔ اور اطراف و جوانب مہدیہ میں چھوٹی چھوٹی فوجیں شب خون مارنے کی غرض سے پھیلا دیں۔ جاسوسوں نے کتامہ تک یہ خبر پہنچا دی کہ ابو یزید کا لشکر شب خون مارنے کی غرض سے ادھر ادھر پھیل گیا ہے چنانچہ کتامہ نے آخر ماہ جمادی الاول ۳۳۳ھ میں ابو یزید پر حملہ کر دیا۔ ابو یزید نے اپنے بیٹے فضل کو کتامہ کے مقابلہ پر متعین کیا جو قیروان سے ایک تازہ دم فوج لے کر اپنے باپ کی کمک کو آیا ہوا تھا۔ فضل کی روانگی کے بعد خود بھی سوار ہو کر میدان جنگ کی طرف چلا۔ کتامہ کی فوج بلا جدال و قتال بھاگ کھڑی ہوئی۔ ابو یزید مہدیہ کے دروازے تک تعاقب کرتا چلا گیا اور جب ▪▪ ہاتھ نہ آئی تو واپس آیا چند دن

کے بعد مہدیہ پر پھر حملہ کیا اور خندق تک حملہ کرتا ہوا پہنچ گیا۔ خندق کے اوپر عبیدیوں کا گروہ مقابلے کی غرض سے موجود تھا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ عبیدیوں کو شکست ہوئی اور ابو یزید خندق کو عبور کرکے شہر پناہ کی دیوار تک پہنچ گیا۔ شہر سے صرف ایک تیر کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا۔ دوسری جانب بربری جان توڑ کر لڑ رہے تھے اور کتامہ کی فوجیں حملہ پر حملہ کر رہی تھیں۔ آخرکار بربریوں کو شکست ہوئی۔ ابو یزید کو اس کی اطلاع ہوئی بے حد ملول ہوا مگر پھر اس نے ہوش و حواس درست کرکے باب مہدیہ پر حملہ کیا۔ زیری بن مناد اور کتامہ کی فوجوں نے پشت سے حملہ کیا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ ابو یزید بڑی جدوجہد سے جان بچا کر اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا۔ دیکھا کہ عبیدی جیسا کہ پیشتر لڑتے تھے اب بھی لڑ رہے ہیں۔ لیکن ابو یزید کے آنے سے اس کے ہمراہیوں کی قوت بڑھ گئی۔ مجموعی قوت سے سب عبیدیوں پر ٹوٹ پڑے۔ عبیدیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ شکست کھا کر بھاگے۔ ابو یزید بھی مصلحتاً کسی قدر پیچھے ہٹ آیا۔ اور اپنے لشکر گاہ کے اردگرد خندق کھدوائی۔ بربر، نفوسہ، زاب اور ملک مغرب کے لوگ آ آ کر اس کے پاس جمع ہوئے آخر ماہ جمادی سنہ مذکور میں مہدیہ پر پھر حملہ کیا۔ اور نہایت سختی سے محاصرہ کرکے لڑائی شروع کر دی۔ شبانہ روز مسلسل لڑائی جاری رہی مگر اسے کسی قسم کی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ بے نیل و مرام واپس آیا۔ گورنر قیروان سے امدادی فوج طلب کرکے سہ بارہ آخر ماہ رجب سنہ مذکور میں مہدیہ پر چڑھائی کی۔ اور پھر شکست کھا کر واپس ہوا۔ اس معرکہ میں اس کے ہمراہیوں کا کثیر حصہ کام آ گیا۔

اس کے بعد چوتھی بار آخر ماہ شوال سنہ مذکور میں پھر ابو یزید حملہ آور ہوا اور ناکامی کے ساتھ اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا۔ اس مرتبہ کی واپسی کے بعد محاصرہ میں شدت سے کام لینے لگا۔ اہل مہدیہ کو بے حد مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ غلہ ختم ہو گیا بھوک کی شدت سے لوگوں نے مردوں اور جانوروں کو کھانا شروع کر دیا۔ عوام الناس پریشان ہو ہو کر ادھر ادھر نکل گئے۔ صرف فوج باقی رہ گئی۔ قائم بامراللہ نے غلہ کے گوداموں کو کھول کر لشکر پر تقسیم کر دیا۔ اس غلہ کو عبیداللہ مہدی نے وقت ضرورت کے لئے جمع کر رکھا تھا۔ ان واقعات کے بعد کتامہ نے جمع ہو کر لشکر آرائی کی، ابو یزید نے یہ خبر پا کر ایک فوج ان کے منتشر کرنے کو بھیج دی۔ چنانچہ کتامہ شکست کھا کر منتشر ہو گئے۔

ابو یزید کی مراجعت

ابو یزید نے بربریوں کو ہر مقامات سے طلب کرکے ایک جگہ جمع کرکے سوسہ کے محاصرہ کا حکم دیا۔ اور چاروں طرف سے اسے گھیر کر باہر کی آمدورفت مسدود کر دی۔ ابھی کوئی آخری فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ بربریوں نے اس وجہ سے کہ ابو یزید علانیہ محرمات شرعیہ کو جائز اور منہیات اور منکرات کا ارتکاب کرتا تھا، بغاوت کر دی اور اس سے علیحدہ ہو کر اپنے اپنے شہروں کا راستہ لیا۔ مجبوراً" ابو یزید بھی ۳۳۴ھ میں قیروان کی جانب لوٹا۔ اہل مہدیہ کو موقع مل گیا۔ جی کھول کر اس کے لشکر گاہ کو لوٹا اور ہر طرف بربریوں پر غارت گری اور قتل عام کی بارش ہونے لگی۔ سرزمین افریقہ میں کوئی ایسا مقام نہ تھا جہاں پر بربریوں پر ہاتھ صاف نہ کیا گیا ہو۔ اہل قیروان میں بھی اس سے ایک جوش پیدا ہو گیا، انہوں نے بھی ان کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اور ابو یزید کی اطاعت سے منحرف ہو کر قائم بامراللہ کے علم حکومت کے نیچے آ گئے۔ اتنے میں میلہ سے علی بن حمدون ایک فوج لے کر آ پہنچا۔ ایوب بن یزید نے اس پر شب خون مارا، علی بن حمدون اس اچانک حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ تونس میں جا کر دم لیا۔ اس کے بعد قائم بامراللہ کی فوجیں آ گئیں کئی مرتبہ ایوب سے مڈبھیڑ ہوئی آخرکار ایوب ربیع الاول ۳۳۴ھ میں شکست کھا کر قیروان کی جانب چلا آیا اور اپنی حالت درست کرکے ایک فوج علی بن حمدون سے جنگ کرنے کو بلطیہ روانہ کی۔ مدتوں دونوں حریفوں میں لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ ایوب کی فوج نے اہل بلطیہ کی سازش سے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور علی بن حمدون بھاگ کر کتابہ کے ملک میں چلا گیا۔ کتامہ، نفرہ اور مزاتہ نے جمع ہو کر اس شکست پر نوحہ خوانی کی اور پھر اپنی حالت درست کرکے قسطنطنیہ پر لشکر آرائی کرنے لگے۔

قائم بامر اللہ کی وفات

علی بن حمدون نے اسی فوج کے ایک حصہ کو ایک کارآزمودہ سردار کی افسری میں ہوارہ روانہ کیا۔ اہل ہوارہ مقابلہ پر آئے لڑائیاں ہوئیں' ابو یزید نے بھی ان کی امداد کی مگر ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا علی بن حمدون نے شہر بنجست اور باغایہ میں اپنی فتح یابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ ابو یزید کو اس سے سخت صدمہ ہوا ماہ جمادی الثانی سنہ مذکورہ میں فوجیں آراستہ کرکے سوسہ پر چڑھائی کی۔ قائم بامر اللہ کا لشکر اس وقت سوسہ میں مقیم تھا۔ ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ اسی اثنا میں قائم بامر اللہ بحالت محاصرہ ابو یزید اپنے جسم خاکی کے قلعہ کا محاصرہ اٹھا کر راہی ملک عدم ہوا۔

ابو طاہر اسمٰعیل المنصور باللہ کی تخت نشینی

قائم بامر اللہ ابو القاسم محمد بن عبید اللہ مہدی والی افریقہ اپنے بیٹے اسماعیل کو اپنا ولی عہد بنا کر انتقال کر گیا۔ اس کے انتقال کے بعد اسمٰعیل تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا اور اپنے کو "المنصور" کے لقب سے ملقب کیا۔ چونکہ انہی دنوں ابو یزید سوسہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اس وجہ سے بہ نظرِ مصلحت دور اندیشی اپنے باپ کے واقعہ موت کو چھپایا اور نہ اپنے کو خلیفہ کے لقب سے ملقب کیا اور نہ سکہ اور خطبہ کو تبدیل کیا حتیٰ کہ ابو یزید کی مہم سے اسے فراغت حاصل ہوئی جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

ابو یزید سے لڑائیاں اور اس کا مارا جانا

آپ ابھی پڑھ آئے ہیں کہ جس وقت قائم بامر اللہ نے وفات پائی تھی ان دنوں ابو یزید سوسہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اور اہل سوسہ سے لڑائی چھڑی ہوئی تھی پس جب اسمٰعیل منصور نے زمام حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی پہلا کام جو اس نے کیا وہ یہ تھا کہ جہازوں کے چند بیڑے مہدیہ سے سوسہ روانہ کئے۔ جن پر سامان جنگ' فوجیں اور غلہ بھرا ہوا تھا۔ اس بیڑے کا سردار رشیق کاتب اور یعقوب بن اسحاق تھا۔ اس بیڑے کی روانگی کے بعد خود بھی تھوڑی سی فوج لے کر روانہ ہوا مگر اثنا راہ سے مشیروں اور اراکین دولت کے مشورہ سے واپس آیا۔ اتنے میں ان کے جہازوں کا بیڑا سوسہ کے ساحل پر جا لگا۔ ابو یزید نے یہ خبر پا کر جہازوں کے بیڑے سے مزاحمت کی۔ فوجیں خشکی پر اتر پڑیں اور سوسہ کے لشکر کے ساتھ ہو کر ابو یزید سے لڑنے لگیں۔ ابو یزید شکست کھا کر بھاگا اس کی لشکر گاہ لوٹ لی گئی۔ اور جلا کر خاک سیاہ کر دی گئی۔ ابو یزید اس معرکہ سے جان بچا کر بہ حال پریشان قیروان پہنچا۔ اہل قیروان نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ اور اس پر طرہ یہ ہوا کہ ابو یزید کے گورنر کو بھی مار کر نکال دیا پس یہ بھی قیروان سے نکل کر ابو یزید کے پاس چلا آیا۔ دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے اور اپنی ناکامی کا افسوس کرتے ہوئے شبیہ کو روانہ ہو گئے۔ یہ واقعہ اواخر ماہ شوال ۳۳۴ھ کا ہے۔

اس کے بعد منصور قیروان کی طرف آیا اور اہلِ قیروان کو امان دی اور اپنے دامان عاطفت سے ان کے آنسو پونچھے۔ ابو یزید کے لڑکے اور عورتیں اس وقت قیروان ہی میں تھیں۔ منصور نے اپنی بے نظیر فیاضی و مردانگی سے ان کی حفاظت و نگرانی کی اور ان کے گذران کے لئے وظائف مقرر کئے اور ایک دستہ فوج کو ابو یزید کے حالات دریافت کرنے کی غرض سے مامور کیا۔ اتفاق سے ابو یزید نے بھی منصور کے انکشافات حالات کے لئے ایک مختصر سی فوج متعین کی تھی۔ دونوں فوجوں کی ایک مقام پر مڈبھیڑ ہو گئی۔ اور باہم دو دو ہاتھ چل گئے۔ اس واقعہ میں منصور کی فوج کو شکست ہو گئی اس سے ابو یزید کے حوصلے بڑھ گئے اور اس کی جمعیت دو چند سہ چند ہو گئی۔ اپنے ہمراہیوں کو مرتب و مسلح کرکے جنگ کرنے کو پھر قیروان کی طرف بڑھا۔ منصور نے بھی یہ خبر پا کر تیاری شروع کر دی اپنے لشکر گاہ کے اردگرد خندقیں کھدوائیں۔ دمدمے باندھے۔ مورچے قائم کئے۔ پہلی لڑائی میں منصور کو فتح حاصل ہوئی مگر دوسرے دن اس کی فوج شکست کھا کر بھاگی۔ مگر اس کے باوجود منصور کمال مردانگی سے میدان جنگ میں ٹھہرا ہوا لڑتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی رکاب کی فوج جو ابھی میدان جنگ سے بھاگ گئی تھی' مہدیہ اور سوسہ کے دوسرے راستوں سے مڑ کر پھر میدان کارزار میں آ گئی اور جی توڑ کر لڑنے لگی' ابو یزید اس امر کا احساس کرکے اواخر ذیقعدہ ۳۳۴ھ میں لڑائی کو ناتمام چھوڑ کر چلا گیا۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد پھر بعد واپس آ کر لڑنے لگا۔ اسی

طریقہ سے ایک مدت تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا، کبھی منصور غالب آ جاتا تھا اور گاہے ابو یزید کو فتح حاصل ہو جاتی تھی۔ سلسلہ جنگ قائم رکھنے کی وجہ سے امن و امان کا نام معدوم ہو گیا تھا مہدیہ اور سوسہ کے راستے بند تھے۔ اسی اثنا میں ابو یزید نے منصور کے پاس اپنے اہل و عیال کی طلبی کی غرض سے قاصد روانہ کیا۔ منصور نے ابو یزید سے مصالحت اور واپس چلے جانے کی قسم لیکر اس کے اہل و عیال کو اس کے پاس بھیج دیا مگر ابو یزید نے اس کے خلاف کیا۔ جس وقت اس کے اہل و عیال اس کے پاس آگئے، اپنے قول و اقرار اور عہد و پیمان کو بھلا دیا اور بہ نسبت سابق زیادہ سختی سے لڑنے لگا۔ ۵ محرم ۳۳۵ھ تک سلسلہ جنگ قائم رہا۔ ۵ محرم کو منصور کو شکست ہوئی۔ تب منصور نے ۱۵ محرم ۳۳۵ھ میں اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے ایک پرجوش تقریر کی اور ان کو دوبارہ مرتب کر کے بہ قصد جنگ میدان جنگ کی طرف آیا۔ بربری فوج اس کے میمنہ میں تھی۔ کتامہ میسرہ میں تھا۔ منصور بذاتہ مع اپنے ہمراہیوں کے قلب فوج میں تھا۔ ابو یزید نے پہلا حملہ اس کے میمنہ پر کیا اور اسے شکست دے کر قلب کی طرف بڑھا جہاں پر کہ منصور اپنے اراکین دولت کے ساتھ موجود تھا۔ بہت بڑی اور سخت خون ریز لڑائی ہوئی۔ منصور نے اپنی فوج کو ایک جگہ پر جمع کر کے مجموعی قوت سے ابو یزید پر حملہ کیا جس سے ابو یزید کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ کمال بے سروسامانی سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مال و اسباب اور آلات حرب تک نہ لے جا سکا۔ اس کے ساتھیوں کی ایک بڑی جماعت اس معرکہ میں کام آئی۔ مقتولوں کے سر جو قیروان کے لڑکوں کے ہاتھ میں اس وقت نظر آتے تھے ان کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

ابو یزید شکست کھا کر باغایہ کی طرف گیا۔ اہل باغایہ نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ جھلا کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر منصور تک پہنچی ماہ ربیع الاول ۳۳۵ھ میں مہدیہ میں مرام سقلی کو مامور کر کے ابو یزید کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ ابو یزید نے اس سے مطلع ہو کر دوسرے قلعہ کا قصد کیا۔ منصور نے پھر تعاقب کے قصد سے کوچ کیا غرض ان دونوں حریفوں میں اسی طور سے لڑائی جاری تھی کہ جہاں ابو یزید نے کسی قلعہ کا قصد کیا، منصور نے فوج کو تعاقب کا حکم دے دیا۔ یہاں تک کہ منصور ابو یزید کا تعاقب کرتا ہوا طبنہ میں وارد ہوا یہاں پر ابو یزید کے اراکین دولت میں سے محمد بن خزر امیر مغراوہ کا قاصد منصور کی خدمت میں پیام مصالحت اور امان لے کر حاضر ہوا۔ منصور نے اسے امان دی اور ابو یزید کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس وقت ابو یزید بنو برزال کے پاس پہنچ گیا تھا یہ لوگ فرقہ نکاریہ سے تھے۔ مگر یہ خبر پا کر منصور میرے تعاقب میں ہے، بنو برزال سے رخصت ہو کر ریگستان کا راستہ لیا۔ تھوڑی دور جا کر اطراف غمرت کی جانب معاودت کی، اتفاق یہ کہ منصور سے آمنا سامنا ہو گیا۔ دونوں حریفوں میں پھر لڑائی چھڑ گئی۔ ابو یزید شکست کھا کر کوہ سالات کی طرف بھاگا اور منصور اپنے حریف کو انہی گھاٹیوں میں ڈھونڈھ رہا تھا۔ اس تک و دو اور گیر و دار میں دونوں حریفوں کو بڑے بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ بھوک اور پیاس کی تکلیفیں اٹھائیں، راستوں کی دشواری اور تنگی کی بھی دقتیں پیش آئیں۔

ابو یزید یہ خیال کر کے کہ سوائے اس درہ کے جو بلاد سوڈان تک چلا گیا ہے کوئی مقام پناہ کا نظر نہیں آتا فوراً اس درہ میں داخل ہو گیا۔ منصور راستہ کی ناواقفیت کی وجہ سے رک گیا۔ اور بہ مجبوری غمرت کی جانب مراجعت کی جو بلاد صنہاجہ کا ایک صوبہ تھا۔ یہاں پر زیری بن مناد امیر صنہاجہ بطور وفد حاضر ہوا۔ منصور نے اس کی عزت افزائی کی۔ اور اس کی حیثیت کے مطابق اسے صلہ عنایت کیا۔ اس کے بعد محمد بن خزر کا خط آیا جس میں ابو یزید کے جائے قیام کا مفصل حال لکھا ہوا تھا مگر منصور اس وجہ سے کہ ایک اتفاقیہ علالت میں مبتلا ہو گیا اس خط پر اپنی توجہ مبذول نہ کر سکا۔ اور ابو یزید اپنی فوجی اور مالی حالت درست کر کے مسیلہ کی جانب بہ قصد جنگ و محاصرہ آیا اور اس کا محاصرہ بھی کر لیا۔ پس جس وقت منصور کو صحت حاصل ہو گئی تو یکم رجب ۳۳۵ھ کو بہ قصد ابو یزید کوچ کیا۔ ابو یزید نے یہ خبر پا کر مسیلہ چھوڑ دیا اور بہ ارادہ بلاد سوڈان اسی درہ کی طرف روانہ ہوا جسے اس نے اپنا ٹھکانہ بنایا تھا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے بنو کملان نے اس ارادے کی مخالفت کی۔ مجبوراً ان کی رائے کے مطابق جبال کتامہ اور عجیسہ کی جانب لوٹ کھڑا ہوا اور وہیں قلعہ بند ہو گیا۔ اتنے میں منصور آپہنچا۔ اور سامنے کے میدان میں اپنے مورچے قائم کئے۔ دسویں شعبان ۳۳۵ھ کو ابو یزید نے لڑائی چھیڑ دی۔ فریقین جی توڑ کر لڑے آخرکار ابو یزید کو شکست ہوئی اس کا سارا لشکر بے ترتیبی کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ حریف مقابل کے کسی سوار نے

لپک کر ابو یزید کو ایک نیزہ مارا جوں ہی منہ کے بل گرا ۔ ہمراہیوں میں سے کسی نے دوڑ کر سنبھال لیا جس سے جان بچ گئی ■ میدان سے بھاگ گیا۔ اس معرکہ میں دس ہزار فوج کام آگئی۔

خاتمہ جنگ کے بعد یکم رمضان سنہ مذکور کو منصور نے ابو یزید کے تعاقب کے قصد سے کوچ کیا۔ شکست خور■ گروہ تنگی راہ کی وجہ سے نہ بھاگ سکتا تھا اور نہ فتح مند فوج ان پر حملہ کر سکتی تھی۔ فریقین کی جان کشمکش میں پڑی ہوئی تھی۔ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون ہو رہا تھا۔ مگر بایں ہمہ کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ ہوتی جاتی تھی۔ ابو یزید اس روزانہ کی جنگ سے گھبرا گیا اور اپنا مال و اسباب چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑ■ گیا اور اوپر سے سنگ باری کرنے لگا۔ منصور نے بڑی جدوجہد سے اپنی فوج کو بھی ان پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھا دیا۔ دست بدست لڑائی ہونے لگی۔ بہت بڑی خون ریزی ہوئی تمام دن اور نصف شب تک ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ جب رات کی تاریکی نے دونوں حریفوں کو جنگ کرنے سے روک دیا تو ابو یزید صبح ہونے سے پیشتر میدان جنگ چھوڑ کر قلعہ کتامہ میں جا کر پناہ گزیں ہو گیا۔ اہل ہوارہ جو اس کے ہمراہ تھے، ان لوگوں نے تنگ آکر منصور سے امان کی درخواست کی۔ منصور نے ان کی درخواست منظور کر کے عزت دی اس کے بعد اپنی فوج کو مرتب کر کے کتامہ پر حملہ کیا اور پہنچتے ہی اس کو گھیر کر رسد ■ غلہ کی آمد بند کر دی۔ زمانہ محاصرے میں ہر روز لڑائی ہوتی رہی حتی کہ منصور نے بہ زور تیغ اسے فتح کر لیا۔ اور مکانات میں آگ لگا دی۔ ابو یزید کے ہمراہیوں پر فتح مند گروہ چاروں طرف اپنا ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ خون ریزی اور غارت گری کی کوئی حد نہ تھی۔ جس طرف آنکھ اٹھتی تھی مقتولوں کی لاشیں خاک و خون میں تڑپتی نظر آتی تھیں۔

ابو یزید کا انجام

ابو یزید کے اہل و عیال نے محل کے دروازے بند کر لئے تھے۔ رات ہو گئی تھی کچھ بجھائی نہ پڑتا تھا۔ منصور کے حکم سے محل کے صحن میں آگ روشن کر دی گئی۔ روشنی کی وجہ سے کسی کو بھاگنے کا موقع نہ ملا یہاں تک کہ سفیدہ صبح نمایاں ہوا۔ ابو یزید کے لڑکوں نے جمع ہو کر ایک ایسا سخت حملہ منصور کے لشکر پر کیا کہ جس سے اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ منصور نے اپنے سپہ سالاروں کو للکار کر مجموعی قوت سے حملہ کرنے کا حکم دیا اور خود بھی شمشیر بکف حملہ آور ہوا فوج کے دل اس سے بڑھ گئے۔ شیر کی طرح بکریوں کے گلہ میں گھس پڑے۔ منصور کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا ابو یزید اس ہنگامہ میں نکل نہ جائے فوراً حکم صادر کیا کہ ابو یزید کو دیکھو کہاں ہے؟ ڈھونڈ لاؤ۔ ابو یزید زخمی ہو گیا تھا۔ تین شخص اس کے ہمراہیوں میں سے اسے اٹھائے لئے جاتے تھے مگر دار و گیر کے خوف سے سنبھال نہ سکے۔ ابو یزید گر پڑا۔ ان لوگوں نے اٹھانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ فتح مند گروہ منصور کے پاس اٹھا لایا۔ منصور نے اپنے دشمن کو ایسی ذلیل حالت میں دیکھ کر سجدہ شکر ادا کیا اور لشکریوں کو قتل و غارت سے روک دیا۔ آخری ۳۳۶ھ کے آخر تک اسی مقام پر ٹھہرا رہا۔ ابو یزید کا اسی زخم سے انتقال ہو گیا۔ منصور نے حکم دیا کہ اس کی کھال کھینچ کر بھوسہ بھر دو۔ اور ایک قفس میں اسے دو بندروں کے ساتھ بند کر دو۔ کہ وہ اس سے کھیلتے رہیں چنانچہ اس کی اسی وقت تعمیل کر دی گئی۔

اس مہم سے فارغ ہو کر منصور نے قیروان اور مہدیہ کی جانب مراجعت کی۔ ابو یزید کا بیٹا فضل نامی سعید بن خزر کے پاس چلا گیا۔ اور اسے منصور کی مخالفت پر آمادہ کر کے طنبہ و بنکرہ پر چڑھائی کر دی۔ منصور یہ خبر پا کر قیروان سے رخ موڑ کر فضل و سعید کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوا۔ سعید نے ایک خفیف جنگ کے بعد بلاد کتامہ کا راستہ لیا۔ منصور نے ایک فوج کو اپنے غلاموں شفیع اور قیصر کی افسری میں اس کے تعاقب پر مامور کیا۔ زیری بن مناد بھی صنہاجہ کی فوج کے ساتھ اس مہم میں شریک تھا۔ فضل وسعید کے چھکے چھوٹ گئے کمال بے سروسامانی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کی ساری جمعیت تتر بتر ہو گئی۔ منصور مظفر و منصور قیروان کی طرف لوٹ گیا۔ اور باطمینان تمام شہر میں داخل ہوا۔

حمید بن بصلین کی بغاوت

ان واقعات کے بعد حمید بن بصلین والی مغرب دولت شیعہ عبیدیہ سے انحراف و روگردانی کر کے خلافت امویہ کا مطیع ہو گیا۔ اور فوجیں جمع کر کے تاہرت پر حملہ کر دیا۔ منصور نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر ماہ صفر ۳۳۶ھ میں حمید کی سرکوبی کی غرض سے کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ بازار حمزہ میں پہنچا۔ اور فوج کے فراہم کرنے کے خیال سے پڑاؤ کیا۔ زیری بن مناد نے نہایت عجلت اور تیزی سے صنہاجہ کی فوج کو چاروں طرف سے جمع کر کے منصور کے حضور میں پیش کیا۔ منصور ان سب کو متعدد حصوں پر تقسیم کر کے تاہرت کی طرف بڑھا۔ حمید کو اس کی خبر لگ گئی محاصرہ اٹھا کر چلا گیا۔ منصور نے یعلی بن محمد یفرنی کو تاہرت کی سند حکومت عطا کی۔ اور زیری بن مناد کو اس کی قوم نیز اس کے تمام بلاد کی حکومت مرحمت کر کے بہ غرض جنگ لواتہ کوچ کیا۔ لواتہ یہ خبر پا کر ریگستان افریقہ میں چلے گئے۔ اور منصور وادی میناس میں ٹھہرا رہا۔ وادی میناس میں تین پہاڑیاں تھیں اور ہر پہاڑی پر ایک محل تراشے ہوئے پتھر کا بنا تھا ان میں سے ایک محل کے دروازے پر پتھر پر کچھ لکھا ہوا نظر آیا۔ منصور نے مترجم کو اس کے پڑھنے کا حکم دیا۔ مترجم نے گذارش کی اس میں لکھا ہے "میں ہوں سلیمان سردغوس" اس شہر کے باشندوں نے بادشاہ وقت سے بغاوت کی تھی۔ بادشاہ نے مجھے ان کی سرکوبی پر متعین فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی امداد سے میں نے باغیوں کو زیر کیا۔ اور اس فتح یابی کی یادگار میں میں نے یہ عمارات بنوائیں۔ ابن الرفیق نے اس حکایت کو اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے۔

فضل بن ابو یزید کا خاتمہ

اس مہم سے فارغ ہو کر منصور نے زیری بن مناد کو خلعت سے سرفراز فرما کر قیروان کی جانب کوچ کیا۔ ماہ جمادی الاولیٰ ۳۳۶ھ میں داخل منصوریہ ہوا۔ یہاں پر پہنچ کر یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ فضل بن ابو یزید کوہ اور اس کی طرف آیا ہے اور بربریوں کو حکومت کے لئے ابھار رہا ہے۔ منصور اپنی فوج کو تیار کر کے فضل کی سرکوبی کو نکلا۔ فضل کو اس کی خبر ہوئی۔ کوہ اوراس سے نکل کر ریگستان کی طرف چلا گیا۔ منصور نے بھی بمجبوری قیروان کی طرف مراجعت کی۔ اور پھر قیروان سے مہدیہ چلا آیا۔ فضل کو موقع مل گیا۔ ریگستان سے مڑ کر باغایہ چلا گیا اور اس کا محاصرہ کیا۔ اثنا محاصرہ میں باطیط نامی ایک شخص نے اس کے ہمراہیوں میں سے اسے دھوکہ دے کر مار ڈالا اور سر اتار کر منصور کے پاس بھیج دیا۔ ۳۳۹ھ میں منصور نے خلیل بن اسحاق کو معزول کر کے حسین بن علی بن ابو الحسین کو صوبہ صقلیہ کی گورنری مرحمت فرمائی اس نے استقلال کے ساتھ اپنی حکومت کی صقلیہ میں بنا ڈالی اور اس کی اور اس کی آئندہ نسلوں کی ایک زمانہ تک صقلیہ میں حکومت قائم رہی جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

فرانس پر فوج کشی

اس کے بعد منصور تک یہ خبر پہنچی کہ بادشاہ فرانس بلاد اسلامیہ پر فوج کشی کرنے والا ہے۔ یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ اسی وقت اپنے جہازوں کے بیڑے کو تیاری کا حکم دیا اور فوج و سامان جنگ سے اس کو پر کر کے خادم فرج صقلی کی ماتحتی میں بلاد مقبوضہ فرانس کی طرف بڑھنے کا اشارہ کیا۔ حسین بن علی گورنر صقلیہ کو لکھ بھیجا کہ فوجیں جمع کر کے جہازوں کے شاہی بیڑے کے ساتھ تم بھی فرانس کے شہروں پر جہاد کی غرض سے حملہ آور ہو۔ فرج اور حسین نے دریا کو ساحل مقبوضہ فرانس کی طرف عبور کر کے قلوریہ پر پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ بادشاہ فرانس یہ سن کر ایک بڑی فوج لے کر مقابلہ پر آیا۔ لڑائیاں ہوئیں، عساکر اسلامیہ نے رجاء کو شکست فاش دے دی۔ اور ان کو ایسی فتح نصیب ہوئی کہ جس کی نظیر و مثل ڈھونڈھنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ ۳۴۰ھ کا ہے مگر اس فتح نصیب اسلامی لشکر کی مہدیہ کی طرف واپسی مال غنیمت کے ساتھ ۳۴۲ھ میں ہوئی۔

سعید بن خزر بعد سازش فضل بن ابو یزید برابر حکومت کی مخالفت کرتا رہا اور دولت منصوریہ کے اراکین اسے ڈھونڈھتے ہی رہے۔ یہاں تک کہ کسی لڑائی میں اپنے بیٹے کے ساتھ گرفتار ہو گیا اور پابہ زنجیر منصور کے پاس بھیج دیا گیا۔ منصور نے ۳۴۱ھ میں بازار منصور میں

تشہیر کی غرض سے ان دونوں کو گشت کرا کے قتل کروا دیا۔

منصور کی وفات

آخر ماہ رمضان المبارک ۳۴۱ھ میں منصور نے اپنی حکومت کے سات سال پورے کر کے انتقال کیا۔ چونکہ بارش اور برف میں اسے سفر کرنا پڑا تھا اور اس وجہ سے دوران خون طبعی حالت پر نہ ہوتا تھا۔ اس خیال سے کہ دوران خون طبعی حالت پر ہونے لگے حمام کرنے کو گیا اس سے حرارت بڑھ گئی ایک ماہ تک تپ میں مبتلا رہا۔ آخر کار اسی علالت میں جاں بحق ہو گیا۔ اس کا مشیر طبی اسحاق بن سلیمان اسرائیلی تھا اس نے منصور کو حمام کرنے سے منع کیا تھا مگر منصور نے کوئی بات نہ سنی آخر یہی اس کی موت کا سبب بنا۔

المعز الدین اللہ کی تخت نشینی ۳۴۱ھ تا ۳۶۵ھ

منصور کے مرنے پر اس کا بیٹا معد تخت حکومت پر متمکن ہوا "المعزلدین اللہ" کا لقب اختیار کیا اور استقلال اور استحکام کے ساتھ حکومت و سلطنت کی بنا ڈالی۔ ۳۴۲ھ میں کوہ اوراس پر فوج کشی کی اور پر زور حملوں سے اہلِ کوہ اوراس کو تنگ کرنے لگا چنانچہ بنو کملان اور اہل ہوارہ نے امان کی درخواست کی اور بعد حصول امان معزالدین اللہ کے حکومت کے سائے میں آکر پناہ گزین ہو گئے۔ معز بھی ان لوگوں کے ساتھ بعزّت و احترام پیش آیا جائزے اور انعامات دیئے۔ اس کے بعد محمد بن خزر نے اپنے بھائی سعید کے مارے جانے کے بعد امان کی درخواست پیش کی۔ معز نے اسے بھی امان دی اور قیروان کی جانب مراجعت کی۔

معز نے روانگی کے وقت اپنے خادم خاص قیصر کو اپنی فوج کی سرداری پر چھوڑا اور باغایہ کی سند حکومت عطا کی۔ اس نے فوجوں کو آراستہ و مرتب کر کے قرب و جوار کے شہروں پر حملہ کر دیا۔ اور جن بربریوں نے اس وقت تک حکومت معز کی اطاعت قبول نہ کی تھی ان میں سے کسی کو بزور تیغ اور کسی کو بہ حکمت و تالیف قلوب مطیع بنا کر قیروان کی طرف واپس ہوا۔ معز نے قیصر اور ان بربریوں کو جنہوں نے حکومت کے آگے سر تسلیم خم کر دیئے تھے انعامات دیئے' جاگیریں دیں، صلے مرحمت کئے' اس زمانے میں محمد بن خزر والی مغراوہ وفد لے کر حاضر ہوا۔ معز نے نہایت عزت و احترام سے ملاقات کی اور اپنے خاص محل سرا میں ٹھہرایا۔ اس وقت سے محمد بن خزر قیروان ہی میں مقیم رہا یہاں تک کہ ۳۴۸ھ میں وفات پائی۔ ۳۴۳ھ میں معز نے زیری بن مناد امیر صنہاجہ کو بلا بھیجا۔ تھوڑے دن بعد زیری بن مناد' مقام اشیر سے حاضر ہوا' معز نے اسے بھی انعامات اور صلے مرحمت فرما کر اس کے صوبہ کی طرف واپس کر دیا۔

بحری جنگیں

۳۴۴ھ میں حسین بن علی گورنر صقلیہ کو لکھ بھیجا کہ تم اپنے جنگی جہازوں کا بیڑا تیار کر کے ساحل مریہ بلاد اندلس پر حملہ کرو چنانچہ حسین نے اس کی تعمیل کی اور بہت سا مال غنیمت اور قیدی لے کر واپس آیا۔ اسی بنا پر ناصر والی اندلس نے اپنے جنگی جہازوں کے بیڑے کو اپنے خادم غالب کی ماتحتی میں سواحلِ افریقہ کی جانب روانہ کیا۔ معز کی فوج نے اندلسی فوج کو خشکی پر اترنے نہ دیا اور نہایت کامیابی کے ساتھ والی اندلس کے جہازوں کے بیڑے کو واپس کر دیا۔ اس کے بعد ۳۴۷ھ میں پھر اندلسی فوجیں سواحلِ افریقہ پر چڑھ آئیں۔ ستر جنگی جہازوں کا بیڑا تھا۔ اس مرتبہ اندلسی فوج نے خزر کے دارالحکومت کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ بلاد ساحلیہ افریقہ کو غارت گری اور قتل سے بے حد پامال کیا' سوسہ اور طبریہ بھی انہی کے ہاتھوں تاخت و تاراج ہوا معز نے اس امر کا احساس کر کے نہایت مستعدی سے اندلسی فوج کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام کی' جس سے اندلسی فوجیں منہ کی کھا کر لوٹ گئیں اور معز کی حکومت و سلطنت کا تمام بلاد افریقہ اور مغرب میں سکہ چلنے لگا اور اس کا دائرہ حکومت کافی وسیع ہو گیا۔ صوبہ الفیکان اور تاہرت کی گورنری پر علی بن محمد یفرنی مامور تھا۔ صوبہ اشیر کی حکومت پر زیری بن مناد صنہاجی' مسیلہ کے صوبہ پر جعفر بن علی اندلسی' باغایہ کے صوبہ پر قیصر صقلی' فاس کی حکومت پر احمد بن بکر بن ابی سہل خدامی اور سلجماسہ کی گورنری پر محمد بن واسول مکناسی۔

المعزالدین اللہ کی فتوحات

۳۴۷ھ میں معز تک یہ خبر پہنچی کہ علی بن محمد یفرنی نے سلاطین امویہ سے جو دریا کے پرلی جانب حکومت کر رہے ہیں سازش کر لی ہے اور اہل المغرب الاقصیٰ کی حکومت کی اطاعت و فرماں برداری چھوڑ دی ہے۔ معز نے فوجوں کو جمع کر کے جوہر صقلی کاتب (سیکرٹری) کی ماتحتی میں المغرب الاقصیٰ کی جانب روانہ کیا۔ ان دنوں یہ معز کی وزارت بھی کر رہا تھا۔ اس مہم پر اس کے ساتھ جعفر بن علی گورنر مسیلہ اور زیری بن مناد گورنر اشیر وغیرہ بھی بھیجے گئے تھے۔ علی بن محمد والی المغرب الاوسط بھی مقابلے کی غرض سے اپنا لشکر جمع کر کے نکلا۔ اتفاق یہ کہ جس وقت علی نے ایفکان سے کوچ کیا اہل مسیلہ میں بددلی پیدا ہو گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بنی یعرب نے یہ ریشہ دوانی کی تھی۔ بہرکیف علی گرفتار کر لیا گیا۔ اس اثنا میں جوہر بھی پہنچ گیا۔ کتامہ نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں۔ ایفکان بات کی بات میں تاخت و تاراج کر دیا گیا۔ اسی ہنگامہ میں علی کا بیٹا یدو قید کر لیا گیا۔ جوہر اور اہل کتامہ قتل وغارت گری کرتے ہوئے فاس پہنچے۔ اور وہاں سے لوٹ مار کرتے ہوئے سلجماسہ تک بڑھ گئے اور اسے بھی بزور تیغ لے لیا۔ شاکر اللہ محمد بن فتح کو بھی گرفتار کر لیا جو بنی واسول سے تھا۔ اور امیر المومنین کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔ شاکر اللہ کی گرفتاری کے بعد اس کے چچا زاد بھائیوں میں سے ابن المعز کو امارت کی کرسی پر متمکن کیا گیا۔ سرزمینِ مغرب میں خون ریزی اور غارت گری کے سوا اور کوئی امر محسوس نہ ہوتا تھا۔ دریا تک قتل عام کا ہنگامہ بپا تھا جس پر نمونۂ حشر کا گمان ہوتا تھا۔ جوہر نے دریا پر پہنچ کر پھر فاس کی جانب مراجعت کی اور یہ خیال کر کے کہ یہ بھی دولتِ شیعہ کا مخالف ہے محاصرہ کر دیا۔

فاس اور سلجماسہ کی فتح

ان دنوں احمد بن بکر بن ابی سہل جذامی کے قبضہ اقتدار میں فاس کی زمام حکومت تھی۔ احمد نے اپنی فوجوں کو ترتیب دے کر جوہر کا مقابلہ کیا اور مدتوں لڑتا رہا۔ جوہر نے اپنی کامیابی سے مایوس ہو کر محاصرہ اٹھا لیا اور سلجماسہ کی طرف کوچ کر دیا۔ محمد بن واسول مکناسی اس صوبہ پر حکمرانی کر رہا تھا۔ اس نے بھی اپنے کو امیر المومنین شاکر اللہ کے لقب سے ملقب کر کے اپنے نام کا سکہ جاری کرایا تھا۔ جوہر کی آمد کی خبر سن کر محمد بھاگ گیا۔ زیادہ عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ گرفتار ہو کر جوہر کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جوہر نے اسے نظربند رکھنے کا حکم دے کر سلجماسہ سے کوچ کر دیا اور اثنا راہ میں شہروں کو فتح کرتا ہوا فاس کی جانب پھر لوٹ آیا۔ اور ایک مدت تک اس کا محاصرہ کئے رہا۔ آخر کار زیری بن مناد کی کوششوں سے فاس بزور تیغ فتح ہو گیا۔ احمد بن بکر کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ واقعہ ۳۴۸ھ کا ہے۔ احمد کی گرفتاری کے بعد عمال بنی امیہ کو سرزمینِ مغرب سے نکال کر اپنی جانب سے اپنے عمال مقرر کئے۔ صوبہ تاہرت کو زیری بن مناد کے صوبہ سے ملحق کر دیا۔ اور مظفر و منصور فاطمین کے ساتھ قیروان کی طرف مراجعت کی۔ چند دنوں بعد احمد بن بکر اور محمد واسول کو ایک آہنی پنجرے میں قید کئے ہوئے منصوریہ میں داخل ہوا۔ اہلِ منصوریہ نے بہت خوشی منائی شہر میں چراغاں کیا۔ اس کے بعد ۳۴۹ھ میں معز کے دونوں خادموں قیصر اور مظفر کو جو اپنی عاقلانہ تدابیر سے معز کے ناک کے بال ہو رہے تھے، اور ہر سیاہ و سفید کے مختار تھے، گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

جزیرہ اقریطش (کریٹ) پر عیسائیوں کا قبضہ

جزیرہ اقریطش میں حکم بن ہشام والی اندلس کی طرف سے ایک امیر رہتا تھا۔ جزیرہ اقریطش کے رہنے والے افریقہ کے باشندے تھے۔ افریقہ میں رافضیوں کا دور دورہ تھا۔ یہ لوگ ان کے ہاتھوں تنگ آ کر افریقہ سے اسکندریہ بھاگ چکے تھے۔ اور وہیں اقامت اختیار کر لی تھی۔ ان دنوں عبداللہ بن طاہر مصر کا گورنر تھا۔ اسے خبر ملی تو فوجوں کو جمع کر کے اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں تک کہ ان نوواردوں نے امان طلب کی۔ عبداللہ بن طاہر نے اس شرط سے انہیں امان دی کہ وہ لوگ اسکندریہ چھوڑ کر دریا عبور کر کے جزیرہ اقریطش

چلے جائیں چنانچہ ان غریب مسافروں نے اسکندریہ کو خیرباد کہہ کر جزیرہ اقریطش میں جا کر قیام کیا اور اسی زمانہ سے اسے آباد کر کے وہیں رہنے لگے۔ انہی میں سے ابو حفص بلوطی نامی ایک شخص ان پر امارت کرنے لگا اور اس طریقہ سے اس کی آئندہ نسلیں اس جزیرہ کی حکمران ہوئیں۔ یہاں تک کہ ۳۵۰ھ میں عیسائیوں نے سات سو جنگی کشتیوں کا بیڑا تیار کر کے چڑھائی کی۔ بہت بڑی خون ریزی ہوئی ہزارہا مسلمان شہید ہوئے اور بے شمار قید کر لئے گئے۔ اسی زمانہ سے یہ جزیرہ عیسائیوں ہی کے قبضہ میں رہا واللہ غالب علی امرہٖ۔

۳۵۱ھ میں والیٔ صقلیہ نے قلعہ طرمین پر جو صقلیہ کے قلعوں میں سے ایک مشہور قلعہ تھا، فوج کشی کی اور ایک مدت دراز تک محاصرہ کئے رہا آخرکار نویں مہینے اہل قلعہ طرمین نے والی صقلیہ کے حکم سے قلعہ کے دروازے کھول دیئے۔ عساکر اسلامیہ نے داخل ہو کر قلعہ پر قبضہ کر لیا اور کمال اطمینان سے رہنے لگے۔ اس خداداد کامیابی کے بعد والی صقلیہ کا نام بدل کر طرمین کے بجائے معزیہ رکھا۔ معزیہ اس مناسبت سے رکھا گیا کہ المعز الدین اللہ شاہ افریقہ کا لقب تھا۔

قلعہ رمطہ کا محاصرہ

اس کے بعد والی صقلیہ یعنی احمد بن حسن بن علی بن ابی الحسن نے صقلیہ کے دوسرے قلعہ موسوم بہ رمطہ کی طرف قدم بڑھایا۔ والی قلعہ نے بادشاہ قسطنطنیہ سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ بادشاہ قسطنطنیہ نے بحری اور بری فوجیں والی قلعہ رمطہ کی کمک کو روانہ کیں۔ والی صقلیہ نے بھی یہ خبر پا کر معز سے امدادی فوجیں طلب کیں۔ معز نے ایک عظیم لشکر اپنے بیٹے حسن کی افسری میں روانہ کیا۔ رفتہ رفتہ یہ امدادی فوج شہر میسنی پہنچی اور والی صقلیہ کے لشکر کے ساتھ مل کر قلعہ رمطہ کی جانب روانہ ہوئیں۔ اس وقت اس کے محاصرہ پر حسن بن عمار نامی ایک نامور سردار تھا۔ پس تمام عساکر اسلامیہ نے نعرہ اللہ اکبر کہہ کر قلعہ پر مجموعی قوت سے حملہ کیا۔ رومی فوجیں بھی سینہ سپر ہو کر مقابلہ پر آئیں۔ بہت بڑی خون ریزی ہوئی۔ رومیوں کا سردار بطریقوں کے ایک گروہ کے ساتھ مارا گیا اور رومی لشکر نہایت ابتری کے ساتھ شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ عساکر اسلامیہ نے تعاقب کیا مگر خندق کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے۔ مسلمانوں نے جی کھول کر ان کو پامال کیا اور ان کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔

رومی لشکر کے پامال ہونے کے بعد عساکر اسلامیہ نے اہل رمطہ کے محاصرہ میں شدت اور سختی سے کام لینا شروع کیا۔ زیادہ زمانہ گذرنے نہ پایا تھا کہ غلہ وغیرہ کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس کی خبر لگ گئی۔ بزور تیغ قتل و غارت کرتے ہوئے گھس پڑے۔ کچھ لوگ کشتیوں پر سوار ہو کر براہ دریا بھاگے۔ امیر احمد بن حسن نے اپنے بیڑے کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا جو نہایت تیزی سے شکست خوردہ حریف کی کشتیوں تک پہنچ گئے۔ چند مسلمان جو پیراکی کے فن میں طاق تھے دریا میں کود پڑے اور غوطہ لگا کر حریف مقابل کی کشتیوں میں سوراخ کر دیا۔ کشتیاں نکمی ہو گئیں اہل کشتی گرفتار کر لئے گئے۔ اس خداداد کامیابی کے بعد احمد نے عساکر اسلامیہ کو بلاد روم میں پھیلا دیا۔ جنہوں نے بلاد روم کی پامالی اور غارت گری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا یہاں تک کہ والی روم نے جزیہ دینا منظور کر لیا۔ باہم مصالحت ہو گئی۔ یہ واقعہ ۳۵۴ھ کا ہے۔ اس لڑائی کا نام جنگِ مجاز ہے۔

فتح مصر

اس واقعہ کے چند دنوں بعد معز الدین اللہ والی افریقہ کو یہ خبر ملی کہ کافور اخشیدی کے انتقال سے مصر کی سیاسی حالت میں اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ آئے دن فتنہ و فساد اور باہمی نزاعات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ خلیفہ بغداد اس وجہ سے کہ بختیار بن معز الدولہ اور عضد الدولہ برادر عم زاد بختیار میں جھگڑا ہو رہا تھا، مصر کی اصلاح کی جانب متوجہ نہیں ہو سکا۔ معز نے یہ سن کر مصر پر فوج کشی کا قصد کیا چنانچہ ۳۵۵ھ میں کتامیوں کو جمع کرنے کی غرض سے جوہر کاتب کو ملک مغرب روانہ کیا اور صوبہ برقہ میں جا بجا سرراہ کنوؤں کے کھودنے کا حکم صادر فرمایا۔ فراہمی فوج کے بعد جوہر کو ایک عظیم فوج کے ساتھ مصر کی طرف بڑھنے کا حکم صادر فرمایا اور رخصت کرنے کی غرض

سے خود بھی جوہر کے لشکر تک آیا۔ چند دن تک ٹھہرا رہا اور جوہر اس کے ہمراہیوں کو مناسب ہدایات دیتا رہا۔ جوہر نے ان ہدایتوں کو اپنی نوٹ بک میں لکھ لیا اور رخصت ہو کر مصر روانہ ہوا۔ کسی ذریعہ سے اس کی روانگی کی خبر اس فوج تک پہنچی جو اس وقت مصر کی حفاظت پر تھی، سنتے ہی جدال و قتال کے بغیر متفرق و منتشر ہو گئی جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ جوہر کوچ و قیام کرتا ہوا بلا روک ٹوک پندرھویں شعبان ۳۵۸ کو مصر میں داخل ہوا۔ جامع مسجد قدیم میں معزالدین اللہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور اس وقت سے حکومت علویہ کا پھریرا مصر میں اڑنے لگا۔ اس کے بعد ماہ جمادی الاولیٰ ۳۵۹ھ میں جوہر نے جامع ابن طولون میں جا کر نماز ادا کی اور اذان میں فقرہ "حی علی خیر العمل" کا اضافہ کرنے کا حکم دیا۔ پس یہ پہلی اذان تھی جو مصر میں اس اضافہ کے ساتھ دی گئی۔ مصر کی فتح یابی اور اس کے نظم و نسق سے فراغت کے بعد جوہر نے معز کی خدمت میں تحائف اور نذرانے روانہ کیے نیز اراکین دولت اخشیدیہ کو بھی گرفتار کر لیا۔ معز نے ان لوگوں کو معدیہ کے جیل میں ڈال دیا، قضاۃ اور علماء مصر جو بطور وفد حاضر ہوئے تھے، انعامات اور صلے دے کر مصر کی جانب واپس کیا۔ اسی زمانے سے جوہر نے قاہرہ کی تعمیر کی بنیاد ڈالی اور معز کو مصر چلے آنے کی ترغیب دینے لگا۔

مصر کے فتح ہونے اور بنو طغج کی گرفتاری پر حسن بن عبداللہ بن طغج اپنے چند سپہ سالاروں کے ساتھ مکہ معظمہ کی طرف جان بچا کر بھاگا۔ جوہر کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ جعفر بن فلاح کتامی کو فوج کے ساتھ حسن کے تعاقب کا حکم دیا۔ حسن اور جعفر سے لڑائیاں ہوئیں۔ آخرکار جعفر نے حسن کو اس کے سپہ سالاروں سمیت گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر جوہر کے پاس بھیج دیا۔ جوہر نے ان لوگوں کو اسی حالت سے معزالدین اللہ کی خدمت میں افریقہ روانہ کر دیا۔

جعفر نے اس مہم سے فارغ ہو کر رملہ کا قصد کیا اور قتل و غارت کرتا ہوا بزور شمشیر رملہ میں گھس گیا۔ جو مقابلے پر آئے انہیں تہ تیغ کیا۔ باقی ماندگان شہر کو امان دی اور ان پر خراج قائم کر کے طبریہ کا رخ کیا۔ ان دنوں طبریہ میں ابن ملہم نامی ایک شخص حکمرانی کر رہا تھا۔ چونکہ ابن ملہم پہلے ہی سے علم حکومت معز کا مطیع ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے جعفر نے اس سے کوئی تعارض نہ کیا۔ دمشق کا راستہ اختیار کیا اور لڑ کر تلواروں اور نیزوں کے زور سے اس پر اپنے رعب و داب کا سکہ جمایا۔

فتح دمشق

ماہ محرم ۳۵۹ھ کے پہلے جمعہ میں معزالدین اللہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ دمشق میں شریف ابو القاسم بن یعلی ہاشمی ایک بااثر شخص رہتا تھا۔ کثرت سے لوگ اس کے مطیع تھے۔ اس نے بازاریوں اور گنواروں کو جمع کر کے دوسرے جمعہ میں دولت علویہ کی مخالفت کا علم بلند کیا سیاہ کپڑے پہنے۔ سیاہ جھنڈا بنایا اور جامع مسجد میں پھر خلیفہ مطیع عباسی کے نام کا خطبہ پڑھا۔ جعفر سے اور اس سے مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ شریف ابو القاسم کو شکست پر شکست ہونے لگی۔ مغربی فوجوں نے اہل دمشق کو پامال کرنا شروع کیا۔ بیچارہ شریف ابو القاسم میدان جنگ سے رات کے وقت شہر سے بھاگ گیا۔ صبح ہوئی تو اہل شہر نے جعفر کے پاس صلح کی گفتگو کرنے کو بھیجا۔

جعفر نے تسلی و تشفی دی، اہل شہر کے ساتھ حسن سلوک کا وعدہ کیا اور یہ کہ کر شریف جعفری کو واپس کیا کہ اہل دمشق کو یہ کہہ دو کہ مجھے دم بھر کے لئے شہر میں داخل ہونے دیں میں شہر دمشق کا ایک چکر لگا کر اپنے لشکر گاہ میں واپس چلا آؤں گا۔ کسی شے سے تعرض کچھ نہ کروں گا۔ اہل شہر اس دھوکہ میں آ گئے۔ جعفر اپنی فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہوا، مغربی فوجیں قتل و غارت گری کرنے لگیں۔ اہل شہر کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی سب نے متفق ہو کر جعفر کی فوج پر پھر حملہ کر دیا۔ اور اس کے بے شمار آدمیوں کو مار ڈالا۔ خندقیں پھر کھدنے لگیں۔ قلعہ بندی کی تیاری ہونے لگی۔ شریف ابو القاسم نے جعفر سے پھر نامہ و پیام مصالحت شروع کیا۔ خدا خدا کر کے ۱۵ ذی الحجہ ۳۵۹ کو فریقین میں مصالحت ہو گئی۔ جعفر کا افسر پولیس شہر میں انتظام کے لئے آیا۔ ہنگامہ فرو ہو گیا۔ بلوائیوں کے ایک گروہ کو گرفتار کر کے بعض کو قتل کیا۔ اور بعض کو جیل میں ڈال دیا۔ اس کے بعد محرم ۳۶۰ھ میں جعفر نے شریف ابو القاسم کو بھی گرفتار کر کے مصر روانہ کر دیا اور دمشق کی کرسی حکومت پر متمکن ہو کر استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔

ابو جعفر کی اطاعت

ان واقعات سے قبل ۳۵۸ھ میں ابو جعفر زناتی نامی ایک شخص نے افریقہ میں معز کی حکومت کے خلاف سر اٹھایا تھا۔ بربریوں اور نکاریہ کا جم غفیر اس کے پاس جمع ہو گیا۔ معز بذاتہ اس مہم کے سر کرنے کو روانہ ہوا۔ رفتہ رفتہ باغایہ پہنچا۔ یہاں پر یہ خبر سننے کو آئی کہ بلوائیوں کی جماعت منتشر ہو کر ریگستان کی طرف چلی گئی ہے۔ چنانچہ معز نے بلکین بن زیری کو ابو جعفر کے تعاقب اور گرفتاری کا حکم صادر کر کے مہدیہ کی جانب مراجعت کی۔ بلکین ایک مدت تک ابو جعفر کی تلاش میں سرگرداں' بیاباں اور ریگستان کی خاک چھانتا رہا مگر کچھ بھی سراغ نہ ملا۔ اس کے بعد خود ابو جعفر نے ۳۵۹ھ میں معز کے دربار میں حاضر ہو کر امان کی درخواست کی۔ معز نے اس کو امان دی اور گذارہ کے لئے تنخواہ بھی مقرر کر دی۔ اس واقعہ کے بعد ہی جوہر کا عریضہ پہنچا جس میں مصر و شام میں حکومت علویہ عبیدیہ کے قائم کرنے کا حال لکھا تھا نیز معز کو مصر میں بلایا تھا۔ معز اس خط کو پڑھ کر مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہو گیا۔ اراکین دولت کو اس سے مطلع کر کے دربار عام کیا۔ شعراء نے قصائد مدحیہ پڑھے۔

دمشق پر قرامطیوں کی یلغار

اس کے بعد قرامطہ نے دمشق پر فوج کشی کی۔ اس مہم میں قرامطہ کے ساتھ ان کا بادشاہ اعصم بھی تھا۔ جعفر بن فلاح نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا اور کمال مردانگی سے انہیں مار بھگایا۔ پھر ۳۶۱ھ میں قرامطہ کی فوجیں دمشق کی جانب بڑھیں۔ جعفر بھی اپنی فوجیں آراستہ کر کے میدان جنگ میں آ گیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی میدان قرامطہ کے ہاتھ رہا۔ جعفر کو شکست ہوئی۔ لڑائی کے دوران میں قرامطہ[1] کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اعصم نے کامیابی کے ساتھ دمشق پر قبضہ کر کے مصر کا قصد کیا۔ جوہر کو اس کی خبر لگ گئی۔ معز کو یہ واقعات لکھ بھیجے۔ پس معز نے مصر کی حمایت پر اپنی کمر ہمت باندھ لی اور روانگی مصر کا پختہ ارادہ کر لیا۔

معز قاہرہ میں

جس وقت یہ خبریں معز تک پہنچیں معز نے روانگی مصر کا پختہ ارادہ کر لیا تھا مگر روانگی سے پہلے ملک مغرب کا انتظام کرنا اور وہاں کے مادہ فساد کو قطع کرنا بھی ضروری تھا۔ محمد بن حسن خرز مغراوی اس کا مخالف المغرب الاوسط میں موجود تھا۔ زناتہ اور بربریوں کا بہت بڑا گروہ اس کا مطیع اور اس کے ایک اشارہ پر گردن کٹوانے پر تیار تھا۔ اور خود بھی یہ بہت دلیر، جبار اور گردن کش تھا۔ معز کو اس سے خطرہ پیدا ہوا اور یہ خیال کر کے کہ مبادا میرے زمانہ غیر موجودگی میں محمد' افریقہ پر قابض نہ ہو جائے بلکین بن زیری مناد کو محمد پر فوج کشی کرنے اور اس کے ملک میں جا کر اس سے جنگ کرنے کا حکم صادر کیا۔ ان دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں بہت خون ریزی ہوئی آخر کار محمد بن حسن کو شکست ہوئی۔ اس کا لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ محمد بن حسن نے اس امر کا احساس کر کے خود کشی کر لی۔ زناتہ کے سترہ سردار اس معرکہ میں مارے گئے اور بہت سے گرفتار کر لئے گئے۔ یہ واقعہ ۳۶۰ھ کا ہے۔

بلکین نے اس خداداد کامیابی کی اطلاع معز کو دی۔ معز نے اظہار مسرت کی غرض سے دربار عام کیا۔ اطراف و جوانب سے مبارکباد[2] کے خطوط آئے۔ اس کے بعد معز نے بلکین کو میدان جنگ سے طلب کر کے افریقہ اور ملک مغرب کی حکومت پر مقرر کیا۔ قیروان میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ ابو الفتوح کے خطاب سے مخاطب کیا۔ طرابلس کی حکومت عبداللہ تخلت کتامی کو دی اور ان دونوں میں سے کسی دوسرے پر حکمرانی کا اختیار نہ تھا۔ تحصیل وصول مال گزاری پر زیادۃ اللہ بن عزیم کو اور محکمہ خراج (بورڈ آف ریونیو) پر عبدالجبار خراسانی اور حسین بن خلف مرصدی کو مامور کیا۔ ملک کے انتظام سے فارغ ہو کر منصوریہ کے باہر آخری شوال ۳۶۱ھ میں لشکر آرائی کا حکم دیا اور خود منصوریہ سے کوچ کیا اس کی سپاہ' خدم و حشم اور اہل و عیال بھی آ گئے۔ قصر حکومت میں جس قدر مال و اسباب اور سامان آرائش

[1] قرامطہ نے ماہ ذیقعدہ سنہ ۳۶۰ھ میں فوج کشی کی تھی۔ تاریخ کامل جلد ۸' صفحہ ۲۴۲۔ [2] دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸' صفحہ ۲۴۲۔

تھا۔ سب اٹھا لائے۔ سردانیہ میں آنے کے چوتھے مہینے بقصد مصر کوچ کیا۔ بلکین بھی مشایعت کی غرض سے ہمراہ تھا۔ تھوڑی دور چل کر معزنے بلکین کو واپس کیا اور خود کوچ و قیام کرتا ہوا اپنی سپاہ کے ساتھ طرابلس پہنچا۔ اہل طرابلس سے کچھ لوگ کوہ نفوسہ بھاگ گئے اور کچھ قلعہ بند ہو گئے۔ معزنے دو ایک روز قیام کرکے برقہ کی جانب کوچ کیا۔ یہاں پر اس کا شاعر محمد بن ہانی اندلسی آخری رجب ۳۶۲ھ کو کنارہ دریا پر مقتول پایا گیا۔ قاتل کا کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر معزنے برقہ سے اسکندریہ کی طرف کوچ کیا۔ چنانچہ آخری شعبان سنہ مذکور میں اسکندریہ پہنچا۔ امرا روسا شہرنے حاضر ہو کر باریابی کی عزت حاصل کی۔ معزان لوگوں سے بہ کمال احترام و توقیر ملا۔ انعامات دیئے' صلے دیئے پھر اسکندریہ سے کوچ کرکے ۵ رمضان سنہ مذکور کو قاہرہ میں داخل ہوا اور اس شہر کو اس کے اور اس کے بعد کے خلفاء کے رہنے کی عزت دی گئی یہاں تک کہ ان کا دور حکومت ختم ہو گیا۔

قرامطیوں کی فتوحات

بنی طغج حکمرانان دمشق ایک مدت سے قرامطہ کو بطور خراج (تین لاکھ دینار) سالانہ ادا کیا کرتے تھے۔ جس وقت جعفر بن فلاح نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور المعز الدین اللہ علوی کی حکومت کا جھنڈا ان ممالک میں لہرایا تو یہ خراج جو بنی طغج' قرامطہ کو ادا کیا کرتے تھے' بند کر دیا گیا۔ قرامطہ کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی' فوجیں جمع کرکے دمشق پر چڑھ آئے۔ ان کا بادشاہ اعصم خود اس مہم میں ان کا افسر اعلیٰ تھا۔ جعفر بن فلاح نے شہر دمشق سے نکل کر قرامطہ کا مقابلہ کیا۔ قرامطہ نے جعفر کو شکست دے کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور اس دوران میں اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد قرامطہ نے رملہ کا رخ کیا۔ اہل رملہ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ باغایہ میں جا کر قلعہ بندی کر لی اور قرامطہ نے رملہ پہنچ کر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا یہاں تک کہ ایک قطرہ خون بھی نہ گرا۔ ان دو پیہم فتح یابیوں سے قرامطہ کے حوصلے بڑھ گئے۔ یافا میں لشکر آرائی کرکے مصر کی طرف بڑھے اور عین شمسہ پر جسے اب مطریہ کہتے ہیں' پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ عرب اور بنی طغج کے خادموں کا ایک گروہ قرامطہ کے پاس آ کر جمع ہو گیا۔ قرامطہ نے اپنی سپاہ اور ان سب کو ترتیب دے کر مغربیوں کا قاہرہ میں محاصرہ کیا۔ مدتوں دونوں حریفوں میں لڑائی ہوتی رہی۔ انجام کار قرامطہ کو فتح نصیب ہوئی۔ اس کے بعد مغربی فوجیں اپنے حریف سے لڑنے اور مارے جانے پر قسم کھا کر نکل پڑیں۔ اور اپنے زبردست حملوں سے قرامطہ کو شکست دی۔ قرامطہ مصر چھوڑ کر رملہ چلے آئے اور یافا کو نہایت سختی سے گھیر لیا جعفر کو اس کی خبر ہوئی تو یافا کے محصورین کو چھڑانے کے لئے مصر سے ایک تازہ دم فوج براہ دریا' یافا روانہ کی۔ جاسوسوں نے قرامطہ کو اس کی خبر دی' قرامطہ نے جعفر کی کل کشتیوں کو جس پر اہل یافا کی امدادی فوج جا رہی تھی' گرفتار کر لیا۔ معز کو قیروان میں اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ روانگی مصر کا قصد تو کر ہی چکا تھا جھٹ پٹ سامان سفر درست کرکے مصر کی جانب کوچ کیا اور کوچ و قیام کرتا ہو مصر پہنچ گیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

مصر میں پہنچ کر معز تک یہ خبر پہنچی کہ قرامطہ بہ قصد مصر تیاری کر رہے ہیں' ایک خط لکھ کر اعصم سردار قرامطہ کے پاس روانہ کیا جس میں اولاً" اپنے خاندان کی فضیلت تحریر کی تھی۔ اس کے بعد یہ تحریر کیا کہ ابتداً" تم لوگ ہمارے آباو اجداد کے ہوا خواہ تھے اور انہی کی دولت و حکومت کے ایلچی بنے پھرتے تھے غرض اسی قسم کے مضامین لکھ بھیجے' سمجھانے بجھانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آخر میں دھمکی دی تھی' اعصم نے اس خط کو پڑھ کر نہایت سخت جواب دیا۔ وصل کتابک الذی قل تحصیلہ و کثر تفصیلہ و نحن سایرون الیک والسلام ترجمہ! تمہارا خط پہنچا جس میں مطلب کم اور فضولیات زیادہ تھے۔ اور ہم تم پر فوج کشی کرنے والے ہیں۔ والسلام۔ جواب روانہ کرنے کے بعد فوج کو آراستگی کا حکم دیا اور سامان سفر و جنگ درست کرکے احساء سے مصر کی جانب کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ ملک مصر میں پہنچ کر عین شمس میں پڑاؤ کیا۔ گردونواح کے رہنے والے اور عرب آ آ کر اعصم کے پاس اکٹھے ہوئے۔ حسان بن جراح طائی امیر عرب بھی طے کا بہت بڑا گروہ لئے ہوئے آپہنچا۔ اعصم اور حسان نے مشورہ کرکے اپنی اپنی سپاہ کے متعدد دستوں کو شب خون مارنے اور قتل و غارت گری کرنے کے لئے مضافات میں پھیلا دیا۔ ہنگامہ نمو قیامت برپا ہو گیا۔ معز کو قرامطہ کی کثرت فوج سے خوف پیدا ہوا۔

حسان سے خط و کتابت شروع کی اور اسے ایک لاکھ دے کر ملا لیا باہم یہ رائے قرار پائی کہ بوقت جنگ قرامطہ کی سپاہ کو میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کر ہم اپنی فوج کے ساتھ بھاگ جائیں گے چنانچہ اس قرارداد کے مطابق معز نے شہر سے نکل کر قرامطہ پر حملہ کیا۔ حسان دو چار ہاتھ لڑ کر پیچھے ہٹا معز نے اپنی فوج کو بڑھنے کا حکم دیا۔ حسان عربوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ قرامطہ تھوڑی دیر تک میدان جنگ میں اڑے رہے لیکن آخر کار شکست کھا کر بھاگے۔ تقریباً" ڈیڑھ ہزار فوج گرفتار کر لی گئی۔ باقی ماندگان کے تعاقب پر معز نے ابو محمود سپہ سالار کو دس ہزار سواروں کی جمعیت سے متعین کیا۔ قرامطہ نے بھاگ کر اذرعات میں دم لیا۔ اور جب وہاں بھی فتح گیر گروہ کے دارو گیر کی خوفناک شکل دکھائی دی تو یہ اذرعات سے نکل کر احساء کی جانب چل کھڑے ہوئے۔

دمشق پر قبضہ

خاتمۂ جنگ کے بعد معز نے قیدیانِ قرامطہ کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور ظالم بن موہوب عقیلی سپہ سالار کو والی دمشق مقرر کر کے دمشق روانہ کیا دمشق میں ان دنوں قرامطہ کی جانب سے ابو الیجا اور اس کا بیٹا حکمرانی کر رہا تھا۔ ظالم نے پہنچتے ہی ان کو گرفتار کر لیا مال و اسباب جو کچھ تھا اسے ضبط کر لیا۔ اس اثنا میں ابو محمود قرامطہ کے تعاقب سے واپس ہو کر دمشق میں آیا۔ ظالم کو اس کے آنے سے بے حد مسرت ہوئی۔ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے ظالم نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ دمشق کے باہر قیام پذیر ہوں تاکہ قرامطہ کے حملہ سے ہم لوگ محفوظ رہیں۔ ابو محمود نے اس رائے کو پسند کیا دمشق کے باہر خیمے نصب کر دیئے ظالم نے ابو الیجا اور اس کے بیٹے کو ابو محمود کے حوالہ کر دیا ابو محمود نے اسے مصر روانہ کر دیا اور ابو الیجاء مصر کی جیل میں ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد ابو محمود کے ہمراہیوں نے دمشق پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اس سے لوگوں میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔ چند لوگوں نے متفق ہو کر افسر پولیس کو قتل کر ڈالا اور اس کے اسٹاف کے افسروں کو بھی مار ڈالا شہر کے باہر اہل لشکر اور لشکریوں میں ہلڑ مچ گیا۔ ظالم سرداروں کے ساتھ سوار ہو کر ہنگامہ فرو کرنے کو نکلا۔ سمجھا بجھا کر اہلِ شہر کو شہر کی طرف واپس کیا۔ اور مغربی فوجوں کو ان کے لشکر گاہ کی جانب لوٹایا۔ تھوڑے دنوں کے لئے امن ہو گیا۔ اس کے بعد ۱۵ شوال ۳۶۳ھ کو مابین اہل دمشق اور لشکریان محمود میں پھر جھگڑا ہو گیا مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر کار اہل شہر کو شکست ہوئی۔ لشکریان محمود شہر تک اہل شہر کا تعاقب کرتے چلے آئے تھے۔ ظالم بن موہوب اسی روز بد کا خطرہ پیش نظر رکھ کر اہلِ شہر کے ساتھ مدارات کر رہا تھا۔ بخوف جان دار الامارت چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ مغربی فوج نے دروازہ فرادیس سے گھس کر شہر میں آگ لگا دی۔ ایک بڑی مخلوق جل کر مر گئی۔ اس فساد کی آگ ربیع الثانی ۳۶۴ھ تک مشتعل رہی۔ اس کے بعد اس امر پر باہم مصالحت ہو گئی کہ ظالم بن موہوب کو شہر سے نکال دیا جائے اس کے بجائے جیش بن صمصامہ ہمشیر زادہ محمود مقرر کیا جائے۔

چنانچہ اس تبدیلی کے بعد فتنہ فساد فرو ہو گیا۔ زیادہ مدت نہ گذرنے پائی تھی کہ مغربی فوجوں نے پھر لوٹ مار شروع کر دی اور عوام الناس نے بلوہ کر دیا یورش کر کے اس قصر کی جانب بڑھے جس میں ابو محمود تھا۔ ابو محمود یہ خبر پا کر اپنے لشکر میں بھاگ گیا اور فوج کو مرتب کر کے شہر پر حملہ کر دیا۔ اہلِ شہر بھی مقابلے پر ڈٹ گئے۔ ابو محمود نے شہر کا محاصرہ کر کے باہر کی آمدورفت بند کر دی۔ غلہ پانی اور ضروریات کا آنا جانا بند ہو گیا۔ اہلِ شہر تنگی سے بسر کرنے لگے بازار بند ہو گئے رفتہ رفتہ اس کی خبر معز تک پہنچی۔ معز نے ابو محمود پر اس فعل سے ناراضگی ظاہر کی اور ریاب بن خادم کو طرابلس لکھ بھیجا کہ دیکھتے ہی اس خط کے دمشق چلے جاؤ اور صحیح صحیح واقعات وہاں کے لکھ بھیجو اور ابو محمود سپہ سالار کو دمشق سے واپس کر دو۔ چنانچہ ریان نے دمشق میں پہنچ کر ابو محمود کو رملہ کی طرف لوٹا دیا۔ اور دمشق کے اصلی واقعات لکھ کر معز کی خدمت میں روانہ کئے اور خود افتگین جدید والی دمشق کے آنے تک دمشق میں ٹھہرا رہا۔

افتگین کا دمشق پر قبضہ

افتگین عزالدولہ بویہ کا خادم تھا جس وقت ترکوں نے بختیار بن عزالدولہ بسرگروہی سبکتگین یورش کی اور سبکتگین اتنے میں مر گیا تو

ترکوں نے اسے اپنا امیر و سردار بنا کر بختیار پر واسط میں محاصرہ کر لیا۔ عضد الدولہ یہ خبر پا کر بختیار کی امداد اور ترکوں سے نجات دلانے کو پہنچا۔ ترکوں نے محاصرہ اٹھا لیا۔ واسط چھوڑ کر چلتے پھرتے نظر آئے۔ افتگین مع ایک دستہ فوج کے حمص چلا آیا تھا اور اس کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ ظالم نے اس کی گرفتاری کی تدبیریں کیں مگر کامیاب نہ ہوا اور افتگین حمص سے نکل کر دمشق چلا آیا۔ دمشق پر ان دنوں زیاد (معز کا خادم) قابض ہو گیا۔ روساؤشہر' پولیس' عوام الناس بزور و جبر اس کے مطیع و فرماں بردار ہو رہے تھے کہ کوئی شخص دم نہ مار سکتا تھا۔ ایک روز روساءشہر چھپ کر افتگین کے پاس آئے اور اس سے شہر پر قابض ہونے اور امارت قبول کرنے کی درخواست کی۔ مغربیوں کی شکایت بھی کی کہ ■ لوگ ہم کو بہ جبرواکراہ روافض کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان کے عمال ہم پر طرح طرح کے ظلم و ستم کرتے ہیں۔ افتگین کا دل یہ سن کر بھر آیا۔ خود بھی قسم کھائی اور ان لوگوں سے بھی متحد الکلم اور متفق رہنے کی قسم لی۔ اس کے بعد شہر پر قبضہ کر لیا۔ زیاد دمشق چھوڑ کر چلا گیا۔ خلیفہ معز علوی کا خطبہ و سکہ موقوف ہو گیا۔ منبروں پر خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ فتنہ پردازوں اور مفسدوں کی بیخ کنی کر دی گئی' عربوں کے قبضہ سے وہ بلاد نکال لئے گئے جن پر ■ قابض ہو گئے تھے۔ الغرض افتگین اس طور سے استقلال کے ساتھ دمشق پر حکومت کرنے لگا۔ معز نے یہ خبر پا کر افتگین کو اطاعت قبول کرنے اور اپنی جانب سے سند امارت دینے کو لکھا۔ افتگین نے اس کی تحریر پر اعتماد نہ کیا اور اس کی سفارت کو لوٹا دیا۔ اس بنا پر معز نے افتگین پر فوج کشی کی' اتفاق یہ کہ مقام بلبیس میں پہنچ کر مر گیا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

خلافت ابو منصور نزار ۳۶۰ھ تا ۳۸۶ھ

۱۵ ربیع الآخر ۳۶۵ھ کو معز الدین اللہ علوی نے اپنی خلافت و حکومت کا تیئسواں سال پورا کر کے مصر میں وفات پائی۔ اس کی ولی عہدی اور وصیت کے مطابق اس کا بیٹا نزار تخت خلافت پر متمکن ہوا اور العزیز باللہ کا مبارک خطاب اختیار کیا۔ عزیز نے زمام حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لے کر بہ نظر مصلحت ملکی و سیاسی اپنے باپ کے واقعہ انتقال کو عیدالاضحی سنہ مذکور تک مخفی رکھا بروز عیدالاضحی عید گاہ گیا۔ عامتہ المسلمین کے ساتھ نماز ادا کی خطبہ دیا۔ اپنے حق میں دعا کی اور اپنے باپ کے مرنے کا حال ذکر کر کے مراسم عزاداری ادا کئے۔

حجاز پر فوج کشی

اس کے بعد یعقوب بن کلس کو جیسا کہ اس کے باپ کے زمانے میں تھا' عہدہ وزارت پر اور بلکین بن زیری کو افریقہ کی گورنری پر بحال رکھا۔ افریقہ کی گورنری کے علاوہ عبداللہ بن یخلف کتامی کے ماتحت صوبوں یعنی طرابلس' سرت اور جرابیہ کو بھی موخر الذکر کی گورنری میں شامل کر دیا۔ اہالی مکہ و مدینہ نے گذشتہ موسم حج میں معز کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اور اس کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے مگر عزیز کی تخت نشینی پر عزیز کے نام کا خطبہ نہ پڑھا۔ اس بنا پر عزیز نے سرزمین حجاز پر فوج کشی کی۔ چنانچہ اس کی سپاہ نے مکہ و مدینہ پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا' رسد و غلہ کی آمد بند ہو گئی۔ اہل حرمین نے مجبوراً اطاعت قبول کر لی مکہ معظمہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ان دنوں مکہ معظمہ کی گورنری پر عیسٰے بن جعفر تھا۔ اور مدینہ منورہ کی حکومت پر طاہر بن مسلم۔ اتفاق سے اسی سال اس نے وفات پائی تب اس کی جگہ اس کا بھائی مقرر کیا گیا۔

معز الدین اللہ ابو تمیم معد بن منصور باللہ اسماعیل بن قائم بامر اللہ ابو القاسم محمد بن مہدی ابو محمد عبید اللہ علوی حسینی مقام مہدیہ افریقہ میں گیارہ رمضان سنہ ۳۱۹ء کو پیدا ہوا۔ پینتالیس سال چھ ماہ کی عمر پائی۔ دولت علویہ کا یہ پہلا خلیفہ تھا جس نے مصر پر قبضہ کیا تھا۔ تاریخ کامل جلد ۸' صفحہ ۳۶۳ مطبوعہ مصر۔

حالات افتکین

جب معز کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ تخت حکومت پر عزیز متمکن ہوا افتکین نے فوجیں جمع کر کے علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ اور اس کے ان بلاد پر حملہ کر دیا۔ جو ساحل شام پر واقع تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے صیدا کا محاصرہ کیا۔ ابن الشیخ اور ظالم بن موہوب عقیلی سرداران مغاربہ کے ساتھ اس وقت صیدا میں موجود تھے، فوجیں مرتب کر کے افتکین سے مقابلہ کے لیے نکل پڑے۔ بے حد سخت اور خون ریز جنگ کا آغاز ہوا۔ افتکین لڑتے لڑتے پیچھے ہٹا' مغربی فوجیں کامیابی جوش میں آگے بڑھتی چلی آئیں یہاں تک کہ اپنے مورچہ سے بہت دور نکل آئیں۔ اس وقت افتکین اپنی فوج کو جمع کر کے مغربی فوجوں پر ٹوٹ پڑا۔ پھر کیا تھا مغربی فوجیں شکست کھا کر بھاگیں۔ چار ہزار فوج کام آئی' اس سے افتکین کے حوصلے بڑھ گئے، عکہ کا قصد کیا اور اس کا محاصرہ کر کے طبریہ کی جانب بڑھا۔ یہاں کے باشندوں کے ساتھ بھی وہی معاملات کئے جو اہل صیدا کے ساتھ کئے تھے۔ بعد میں دمشق کی طرف لوٹ کھڑا ہوا' عزیز نے اس کی بابت اپنے وزیر یعقوب بن کلس سے مشورہ کیا' یعقوب نے یہ رائے دی کہ اس کے مقابلے پر جوہر کاتب کو بھیجا جائے۔ عزیز نے اس رائے کے مطابق فوجیں جمع کر کے جوہر کو افتکین کی روک تھام کے لئے روانہ کیا۔

محاصرۂ دمشق

اس اثنا میں افتکین دمشق پہنچ گیا تھا' اسے اس کی خبر لگی تو اس نے اہلِ دمشق کو جمع کر کے کہا تم لوگ خوب جانتے ہو۔ کہ میں نے تمہاری رضا مندی سے تم پر حکومت کی ہے۔ اور تمہاری خواہش پر اتنے بڑے ذمہ داری کے کام کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اب چونکہ عزیز والی مصر و افریقہ کا مقابلہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم لوگ کسی مصیبت میں مبتلا ہو۔ اس وجہ سے میں تم لوگوں سے علیحدہ ہوا چاہتا ہوں۔ اہلِ دمشق یہ سُن کر متفق ہو کر بولے ہم لوگ آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ اور جان و مال آپ پر قربان کر دیں گے۔ افتکین نے اس عہد و اقرار پر ان لوگوں سے قسم لی اور جوہر کا مقابلہ کرنے پر تل گیا۔ ماہ ذی قعدہ ۳۶۵ھ کو جوہر اپنی سپاہ کے ساتھ دمشق پہنچ گیا اور نہایت عزم و احتیاط سے اس کا محاصرہ کیا۔ دو ماہ کامل محاصرہ کئے رہا۔ لڑائیاں ہوتی رہیں فریقین کے ہزارہا آدمی مارے گئے۔ افتکین نے طول محاصرہ سے گھبرا کر اعصم بادشاہ قرامطہ کو یہ واقعات لکھ بھیجے اور اس سے مدد طلب کی۔ چنانچہ بادشاہ قرامطہ اپنا لشکر ترتیب دے کر احساء سے دمشق کی طرف روانہ ہوا اور شام اور عرب کا جم غفیر اس کے پاس آ کر جمع ہو گیا جس کی تعداد پچاس ہزار کے قریب تھی۔

جوہر نے یہ خبر پا کر دمشق کا محاصرہ اٹھا لیا۔ اور اس خوف سے کہ مبادا دشمنوں کے درمیان میں نہ آجاؤں چلتا پھرتا نظر آیا مگر افتکین اور بادشاہ قرامطہ نے نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے جوہر کو رملہ جا کر گھیر لیا۔ اور ان کا پانی بند کر دیا۔ جوہر رملہ کو چھوڑ کر عسقلان چلا گیا۔ افتکین اور بادشاہ قرامطہ نے عسقلان پر حملہ کر دیا۔ اور اس کا بھی محاصرہ کر لیا' رسد و غلہ کی آمد بند ہو گئی۔ نہایت سختی سے بسر ہونے لگی۔ جوہر نے افتکین سے مصالحت اور سازش کی بابت خط و کتابت شروع کی۔ اور بادشاہ قرامطہ اسے اس سے روک رہا تھا آخر کار جوہر سے ملاقات کرنے کی درخواستکی افتکین نے منظور کر لی۔ دونوں ایک مقام متعینہ پر ملے۔ جوہر کہنے لگا یہ قتل و خون ریزی تمہاری وجہ سے ہوئی ہے۔ میں تمہیں برابر مصالحت کا پیام دیتا رہا۔ افتکین نے جواب دیا کہ میں اس معاملہ میں معذور ہوں۔ یہ سارا کیا دھرا بادشاہ قرامطہ کا ہے۔ اسی قسم کی دونوں میں تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں یہ طے پایا کہ افتکین محاصرہ اٹھا لے اور جوہر اپنے آقائے نامدار عزیز سے اس حسن سلوک کا معاوضہ دلوائے' اس امر کے طے ہونے پر جوہر نے ایفاوعدہ کی قسم کھائی۔ افتکین اپنے

شہر رملہ سے تین کوس کے فاصلہ پر نہر طواحسین تھی۔ اسی سے شہر میں پانی جاتا تھا۔ افتکین اور بادشاہ قرامطہ نے اسی نہر پر اپنے مورچے قائم کئے تھے۔ اور شہر میں پانی کا جانا بند کر دیا تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸' صفحہ ۲۶۱۔

لشکر گاہ میں آیا اور بادشاہ قرامطہ سے کل حالات بتلائے۔ بادشاہ قرامطہ نے افتکین کو جوہر کی چالاکیاں اور مکاری بیان کرتے ہوئے کہا کہ محاصرہ اٹھا لینے کے بعد جوہر اپنے آقائے نامدار عزیز کے پاس جائے گا اور تیاری کرکے ہم لوگوں پر حملہ آور ہو گا۔ اور جس کا جواب دینا ہمارے امکان سے باہر ہو گا بہتر یہ ہے کہ تم اپنے قول و اقرار سے ہٹ جاؤ! افتکین نے بادشاہ قرامطہ کی اس نصیحت پر توجہ نہ کی اور جوہر کو اس کے ہمراہیوں کے ساتھ مصر جانے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ جوہر محاصرے سے نجات پا کر مصر کی جانب روانہ ہوا۔ عزیز کے دربار میں پہنچ کر تمام واقعات عرض کئے اور سمجھا بجھا کر ان لوگوں پر فوج کشی کرنے کے لئے ابھارا۔ عزیز نے جوہر کے کہنے کے مطابق فوجیں ترتیب دے کر چڑھائی کر دی۔ مقدمتہ الجیش پر جوہر تھا۔ افتکین اور بادشاہ قرامطہ یہ خبر پا کر رملہ چلے آئے تھے اور فراہمی لشکر کی فکر کرنے لگے۔ اس عرصہ میں عزیز نے محرم ۳۶۸ھ میں رملہ پہنچ کر شہر کے باہر مورچے قائم کر لیے اور افتکین سے کہلا بھیجا کہ تم میری اطاعت قبول کر لو میں تمہیں اپنے لشکر کا سردار مقرر کر دوں گا۔ جاگیر دوں گا ▪ جس ملک کو پسند کرو گے اس کی حکومت عطا کروں گا اور ان امور کے طے کرنے کے لئے مجھ سے آکر مل جاؤ! افتکین صف لشکر سے نکل کر پیادہ پا دونوں لشکروں کے درمیان میں آکر کھڑا ہوا۔ اور عزیز کے قاصد سے کہا کہ تم جا کر امیر المومنین سے بہ ادب تمام میرا یہ پیام کہہ دو کہ اگر چند ساعت پیشتر یہ پیام مجھے مل جاتا تو مجھے اس کی تعمیل میں عذر نہ تھا مگر اب یہ ناممکن ہے۔

قاصد افتکین سے رخصت ہو کر عزیز کے لشکر کی جانب روانہ ہوا اور افتکین نے عزیز کے میسرہ پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں عزیز کو شکست ہوئی ایک بڑا گروہ کام آیا۔ عزیز نے اس امر کا احساس کرکے اپنے میمنہ کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور خود بھی حملہ آور ہوا۔ افتکین اور شاہ قرامطہ کو شکست ہوئی مغربی فوجوں نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں۔ شکست خوردہ لشکر کی تقریباً" بیس ہزار فوج کام آئی۔

کامیابی کے بعد عزیز اپنے خیمہ میں واپس آیا فتح مند گروہ نے قیدیان جنگ کو پیش کرنا شروع کیا۔ جو شخص قیدی پیش کرتا تھا اسے خلعت دیا جاتا تھا۔ عزیز نے منادی کرا دی کہ جو شخص افتکین کو گرفتار کرکے لائے گا اسے ایک لاکھ دینار دیئے جائیں گے۔ اتفاق سے مفرج بن دغفل طائی سے افتکین کی ملاقات ہو گئی۔ افتکین نے پیاس کی شکایت کی، مفرج نے اسے پانی پلایا اور اپنے جائے قیام پر ٹھہرا کر عزیز کے پاس گیا اور اسے افتکین کا پتہ بتلا کر ایک لاکھ دینار وصول کر لئے۔ افتکین عزیز کے روبرو پیش کیا گیا چونکہ عزیز کو اس کے مارے جانے کا یقین کامل ہو چکا تھا اس وجہ سے بے حد مسرت ہوئی اور کمال توقیر سے افتکین کے لئے خیمہ نصب کرایا۔ جو کچھ مال و اسباب اس کا لوٹ لیا گیا تھا وہ سب کا سب واپس کر دیا اور مع اس کے مراجعت کرکے مصر آیا۔ اپنی خاص مصاحبت کا اعزاز عنایت کیا۔ اور سیکرٹری کے عہدے سے ممتاز فرمایا۔

اس کے بعد ایک شخص ▪ اعصم قرملی بادشاہ قرامطہ کو بھی واپس لانے کی غرض سے مامور کیا۔ چنانچہ اس شخص نے اعصم قرملی سے طبریہ میں جا کر ملاقات کی اور اس سے عزیز کے پاس مصر چلنے کے لئے کہا۔ اعصم نے مصر جانے سے انکار کیا۔ اس شخص نے عزیز کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ عزیز نے بیس ہزار دینار اعصم کو بھیجے اور اسی قدر ہر سال دینے کا وعدہ کیا۔ مگر اعصم اس پر بھی مصر نہ گیا اور اسی وقت طبریہ سے احساء چلا آیا۔

ان واقعات کے بعد افتکین کو وزیر یعقوب بن کلس نے اس وجہ سے کہ افتکین عزیز کے ناک کا بال بنا ہوا تھا، زہر دے دیا۔ عزیز کو اس کی خبر لگ گئی۔ گرفتار کرا کے چالیس روز تک قید میں رکھا اور پانچ لاکھ دینار جرمانہ لے کر رہا کر دیا اور بدستور عہدہ وزارت پر مامور کیا۔ ماہ ذیقعدہ ۳۸۱ھ میں جوہر کاتب نے وفات پائی۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا حسن مقرر کیا گیا "قائد القواد" کا مبارک لقب مرحمت ہوا۔

افتکین نے اپنے زمانہ حکومت میں قسام نامی ایک شخص کو دمشق میں اپنی قائم مقامی پر مامور کیا تھا۔ افتکین کے دمشق چھوڑنے کے بعد اس کا رعب داب بڑھ گیا۔ کچھ لوگ اس کے مطیع و تابع ہو گئے رفتہ رفتہ چند شہروں پر قابض ہو گیا۔ جب افتکین اور قرامطہ کو شکست ہوئی تو عزیز نے اپنے نامور سپہ سالار ابو محمود بن ابراہیم کو والی دمشق مقرر کرکے دمشق روانہ کیا۔ اس وقت دمشق اور اس کے قرب ▪ جوار کے شہروں پر قسام قابض ہو رہا تھا اور عزیز کے نام کا خطبہ پڑھ رہا تھا۔ اس کی موجودگی میں ابو محمود کی کچھ پیش نہ گئی۔ قسام

بدستور کرسیٔ حکومت پر متمکن رہا۔ اسی اثنا میں ابو تغلب بن حمدان والی موصل عضدولہ سے شکست کھا کر دمشق کی طرف آیا، قسام نے اس خیال سے کہ مبادا یہ خود خواہ بحکم عزیز یا دھینگا مشتی سے شہر پر قابض ہو جائے، اسے دمشق میں داخل نہ ہونے دیا۔ اس باعث سے ابو تغلب اور قسام کے درمیان ناچاقی پیدا ہو گئی۔ اور جدال و قتال تک نوبت پہنچ گئی۔ تغلب طبریہ چلا گیا۔ اس کے بعد عزیز کا لشکر سپہ سالار فضل کی سرکردگی میں دمشق آپہنچا اور قسام کا دمشق میں محاصرہ کیا۔ مگر اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ یہ لشکر بے نیل و مرام عزیز کے پاس چلا گیا۔ تب عزیز نے ۳۶۵ھ میں ایک دوسری فوج سلیمان بن جعفر بن فلاح کی ماتحتی میں دمشق روانہ کی۔ سلیمان نے دمشق کے باہر پڑاؤ کیا۔ قسام نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دیا۔ انہوں نے لڑکر سلیمان کو اس مقام سے جہاں اس نے پڑاؤ کیا تھا، ہٹا دیا۔

انہیں دنوں مفرج بن جراح امیر بنی طے اور تمام عرب سرزمین فلسطین میں مقیم تھے، اس کی جماعت کی شان و شوکت بڑھ گئی۔ قرب و جوار کے سرحدی شہروں کو قتل و غارت گری سے پامال کر رہے تھے۔ عزیز نے ایک لشکر ان کی سرکوبی کے لئے اپنے سپہ سالار بلتکین ترکی کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ چنانچہ یہ لشکر کوچ و قیام کرتا ہوا رملہ کی جانب روانہ ہوا۔ قبیلہ قیس کا ایک کثیر گروہ اس لشکر میں آملا۔ اس کے بعد مفرج بن جراح اور بلتکین سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ بلتکین نے فوج کے چند دستوں کو پہلے سے کمین گاہ میں بٹھا رکھا تھا۔ مفرج کو اس وجہ سے شکست ہوئی۔ یہ بھاگ کر انطاکیہ پہنچا، والی انطاکیہ نے اسے پناہ دے دی۔ اس عرصہ میں بادشاہ روم نے قسطنطنیہ سے بلاد شامیہ کی جانب حملہ کیا۔ مفرج کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ بکجور خادم سیف الدولہ والی حمص کو اس واقعہ سے مطلع کر کے امداد طلب کی۔ بکجور نے مفرج کی خواہش منظور کر لی اور کماحقہ اس کی امداد کی۔

اس کے بعد بلتکین نے دمشق کی جانب رخ کیا۔ اور قسام سے یہ کہلا بھیجا کہ میں کسی غرض سے نہیں آیا، محض اصلاح حال شہر کی وجہ سے آیا ہوں۔ قسام کے ساتھ جیش بن صمصامہ ہمشیر زادہ ابو محمود بھی دمشق ہی میں موجود تھا۔ ابو محمود کے بعد سند حکومت دمشق اسی کو مرحمت ہوئی تھی۔ غرض قسام شہر دمشق سے نکل کر بلتکین کے پاس آیا۔ بلتکین نے اس کو ہمراہیوں کے ساتھ شہر کے باہر قیام کرنے کو کہا، اس سے قسام کو خطرہ پیدا ہوا فوراً" شہر کی جانب لوٹ کھڑا ہوا اور لڑائی کی تیاری کر دی۔ خم ٹھونک کر دونوں حریف میدان جنگ میں آگئے۔ اتفاق یہ کہ اس معرکہ میں قسام کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔ بلتکین نے اطراف شہر میں داخل ہو کر قتل وغارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ مکانات میں آگ لگا دی۔ اہل شہر نے گھبرا کر بلتکین سے امن کی درخواست کی۔ اور اسی غرض سے اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ بلتکین نے ان لوگوں کو حاضری کی اجازت دے دی، قسام کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی سنتے ہی بدحواس ہو گیا مگر چارہ کار کچھ نہ تھا۔ اہل شہر نے بلتکین کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لئے، نیز قسام کے لئے امان حاصل کر لی۔ ہنگامۂ کارزار ختم ہو گیا لوگ اپنے مکانات میں آآکر آباد ہوئے۔

بلتکین نے اپنی جانب سے خطلخ نامی ایک امیر کو شہر کی حکومت پر مامور کیا۔ چنانچہ خطلخ محرم ۳۷۲ھ میں امارت کا جھنڈا لئے ہوئے شہر میں داخل ہوا، اس کے دوسرے دن قسام کسی خیال سے روپوش ہو گیا۔ بلتکین کے ہمراہیوں نے قسام اور ان کے مصاحبوں کے مکانات لوٹ لئے۔ قسام نے یہ خیال کر کے کہ اب جاں بری دشوار ہے اپنے کو بلتکین کے دربار میں حاضر کر دیا اور معذرت کی۔ بلتکین نے اس کی معذرت قبول کر لی۔ اور اسے بعزت و احترام مصر روانہ کیا۔ عزیز نے اپنی بے نظیر فیاضی اور رحم دلی سے اسے بھی امان عنایت کی۔

بکجور جو کہ سیف الدولہ کا خادم اور اس کی جانب سے حمص کا گورنر تھا، ان دنوں جب کہ دمشق عزیز اور قسام کی فوجوں کا میدان کارزار بنا ہوا تھا حمص سے عزیز کے لشکر کو رسد و غلہ بھیج رہا تھا۔ اور اپنی اس حسن خدمت کی اطلاع عزیز کو دیتا جاتا تھا۔ ان واقعات کے بعد ۳۷۳ھ میں ابو المعالی اور بکجور میں ان بن ہو گئی۔ بکجور نے عزیز سے اس کی شکایت کی۔ عزیز نے ابو المعالی کی گوشمالی کی اور اسے حکومت دمشق دینے کا وعدہ کیا۔ اسی اثنا میں اتفاق یہ پیش آیا کہ مغربیوں نے مصر میں وزیر السلطنت ابن کلس کے خلاف بغاوت کر دی اور اس کے قتل پر تل گئے۔ اس ہنگامہ کو فرو کرنے کی غرض سے عزیز نے بلتکین کو دمشق سے طلب فرمایا۔ اور اس کے بجائے بکجور کو دمشق کی زمام حکومت سپرد کی۔

ماہ رجب ۳۷۳ھ میں بکجور علم حکومت لئے ہوئے دمشق میں داخل ہوا چونکہ اسے کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ابن کلس وزیر السلطنت عزیز کو منع کر رہا تھا کہ بکجور کو حکومت دمشق نہ دی جائے اس عداوت و کینہ سے بکجور نے دمشق میں داخل ہوتے ہی ابن کلس کے ہواخواہوں کو پامال کرنا شروع کیا۔ تھوڑے دنوں بعد رعایا دمشق کو بھی ایذائیں پہنچانے لگا۔ ابن کلس کو اس کی خبر لگ گئی۔ موقع پا کر عزیز سے اس کی شکایت کی کہ بکجور والی دمشق بڑا مغرور و سرکش ہو گیا ہے۔ ظلم و جفا کاری اس کا شیوہ ہو رہا ہے۔ اگر معزول نہ کیا جائے گا تو صوبہ دمشق ویران ہو جائے گا۔ پس عزیز نے ۳۷۸ھ میں ایک لشکر عظیم منیر خادم کی ماتحتی میں بکجور کو ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کیا۔ روانگی کے وقت نزال والی طرابلس کو اس کی امداد کرنے کو لکھا۔ بکجور نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر گردونواح کے عربوں کو جمع کر لیا اور آلات حرب سے ان کو مسلح کر کے خم ٹھونک کر میدان جنگ میں آگیا۔ مگر پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا ادھر بکجور یہ خیال کر کے کہ مبادا نزال نہ آجائے اہل دمشق کے لئے امان حاصل کر کے رقہ چلا گیا اور اس پر قابض ہو گیا۔

ادھر منیر نے بھی دمشق میں داخل ہو کر کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر لیا۔ استقلال و استحکام سے حکمرانی کرنے لگا۔ اس واقعہ کے بعد بکجور نے دمشق سے رقہ پہنچ کر سعد الدولہ والی حلب سے حمص کی حکومت کی درخواست کی۔ سعد الدولہ نے کسی مصلحت سے اسے منظور نہ کیا۔ اس بنا پر بکجور نے عزیز سے سعد الدولہ پر فوج کشی کرنے کی اجازت طلب کی۔ عزیز نے بکجور کی درخواست منظور فرما کر فوجیں عنایت کیں اور نزال والی طرابلس کو اس کی کمک اور امداد کرنے کو لکھ بھیجا۔ چنانچہ بکجور نے فوجوں کو جمع کر کے سعد الدولہ پر چڑھائی کر دی۔ سعد الدولہ نے بھی مدافعت و مقابلہ کی غرض سے فوجیں فراہم کر لیں اور حلب سے نکل کر میدان جنگ میں آگیا۔ نزال نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو جنگ کے وقت بکجور کو دغا دی جائے۔ اسے اس امر پر عیلٰے بن نسطورس وزیر السلطنت نے ابھارا تھا جو ابن کلس کے بعد قلم دانِ وزارت کا مالک ہوا تھا۔ انہی دنوں عاملِ انطاکیہ نے بادشاہ روم سے امداد کی درخواست کی تھی اور اس نے ایک کثیر التعداد فوج اس کی کمک پر بھیج دی تھی۔ الغرض نزال نے اپنے منصوبہ کے مطابق ان عربوں سے جو بکجور کے ہم رکاب تھے، معرکہ جنگ کے وقت بھاگ جانے کی بابت سازش کر لی اور ان سے اس معاملہ کے انجام پا جانے پر بڑے بڑے وعدے کئے۔ پس جس وقت دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی بکجور کو کسی ذریعہ سے اس سازش کی خبر لگ گئی۔ مرنے پر کمربستہ ہو کر بقصد سیف الدولہ حملہ آور ہوا اور لولو کبیر خادم سیف الدولہ کا ایک ہی وار سے کام تمام کر دیا۔ سیف الدولہ نے لولو کبیر کو خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھ کر بکجور پر حملہ کیا۔ بکجور شکست کھا کر بعض قبائل عرب میں جا چھپا اور دو چار روز کے بعد اپنی حالت درست کر کے سیف الدولہ پر پھر حملہ آور ہوا۔ مگر پہلے ہی حملہ میں خود بکجور کے میدان جنگ سے پاؤں اکھڑ گئے اس دوران میں مارا گیا۔ سعد الدولہ نے اس کا مال و اسباب ضبط کر کے رقہ کی جانب کوچ کیا اور اس پر قابض ہو گیا۔ بکجور کے لڑکوں نے عزیز کو اپنے باپ کے مارے جانے کا واقعہ لکھ بھیجا اور اس سے سعدالدولہ سے سفارش کرنے کی بابت تحریک کی۔

چنانچہ عزیز نے سعد الدولہ کے پاس بکجور کے لڑکوں کی سفارش کا خط ایک قاصد کے ذریعہ روانہ کیا۔ اور یہ بھی تحریر کیا کہ بکجور کے لڑکوں کو میرے پاس بھیج دو۔ اور اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کی صورت میں دھمکی بھی دی تھی۔ سعد الدولہ نے ایک بھی نہ سنی۔ عزیز کی سفارت کو بری طرح سے واپس کیا۔ عزیز نے طیش میں آکر ایک جرار لشکر منجو تکین کی ماتحتی میں حلب کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا۔ منجو تکین نے حلب پہنچ کر محاصرہ کیا۔ ان دنوں حلب میں ابو الفضائل ابن سعد الدولہ اور لولو صغیر خادم سیف الدولہ تھا۔ ان دنوں نے سیل بادشاہ روم کی خدمت میں امداد کی غرض سے سفارت بھیجی۔ اگرچہ اس وقت یہ جنگ بلغار میں موجود تھا مگر پھر بھی ابو الفضائل کی سفارت پہنچنے پر والی انطاکیہ کو حلب کے محصوروں کی امداد کرنے کے لئے لکھ بھیجا۔ والی انطاکیہ کو اس کی خبر لگ گئی۔ حلب سے محاصرہ اٹھا کر کوچ کر دیا۔ اثنا راہ میں اس کی رومیوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ منجو تکین نے انہیں شکست دی اور قتل و قید کر کے انطاکیہ کی طرف بڑھا اطراف انطاکیہ میں ہنگامہ قیامت برپا ہو گیا۔

منجو تکین کی اس غیر حاضری کے دوران ابو الفضائل حلب کے اطراف میں غلہ کی فراہمی کی غرض سے نکلا جس سے بے حد گرانی

پیدا ہو گئی جس قدر غلہ فراہم کر سکا فراہم کر لیا، باقی جو رہ گیا اس میں آگ لگا دی۔ جب منجو تکین حصار حلب کے لئے پھر واپس آیا اور سر کرنے کی غرض سے فوجوں کو حلب کے اردگرد پھیلا دیا۔ لولو صغیر نے ابو الحسن مغربی کی خدمت میں پیام مصالحت بھیجا، شرائط صلح طے ہو جانے پر باہم صلح ہو گئی۔ منجو تکین نے دمشق کی جانب مراجعت کی۔ عزیز کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی جس سے وہ سخت برہم ہوا، اسی وقت منجو تکین کو حلب کے محاصرہ پر واپس جانے اور وزیر ابو الحسن مغربی کے معزول کرنے کے لئے لکھ بھیجا۔ براہ دریا غلہ کی رسد بھی روانہ کی چنانچہ منجو تکین نے پھر حلب کا محاصرہ کر لیا۔ اہل حلب نے بادشاہ روم کے پاس امداد و اعانت کی غرض سے سفارت بھیجی اور اسے اس سلوک کا معاوضہ دینے کا بھی وعدہ کیا۔

رومی بادشاہ نہایت عجلت سے فوجیں جمع کر کے حلب کی جانب روانہ ہوا۔ لولو صغیر نے اس خیال سے کہ مسلمانوں اور اسلام کو اس سے سخت صدمہ اور نقصان پہنچے گا، منجو تکین کو بادشاہ روم کے آنے سے مطلع کر دیا۔ اس کے علاوہ جاسوسوں نے بھی یہ خبر منجو تکین تک پہنچائی۔ منجو تکین نے مصلحتاً محاصرہ اٹھا لیا۔ متعدد بازار، محل سرائیں اور حمام اثنا محاصرے میں ویران و برباد ہو گئے۔ اس کے بعد بادشاہ روم حلب پہنچا۔ ابو الفضائل اور لولو صغیر ملنے کے لئے آئے۔ دو چار روز قیام کر کے ملک شام کی جانب کوچ کیا۔ حمص اور شیرز کو فتح کر کے تاخت و تاراج کر دیا۔ چالیس روز تک طرابلس کا محاصرہ کئے رہا مگر کامیابی کی صورت نظر نہ آئی، مجبور ہو کر اپنے ملک کو واپس آگیا۔ ان واقعات کی خبر عزیز تک پہنچی۔ یہ چیز اس پر بے حد شاق گزری، جہاد کا اعلان کر کے ۳۸۱ھ میں قاہرہ سے نکلا۔ اتنے میں منیر نے دمشق میں عزیز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ منجو تکین نے اس سے مطلع ہو کر اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لئے دمشق کی جانب قدم بڑھایا۔

خلیفہ کے وزراء

معز الدین اللہ علوی والی افریقہ و مصر کا وزیر السلطنت یعقوب بن کلس تھا۔ اصلاً یہ یہودی تھا اور ایمان لے آیا تھا۔ اخشیدیہ کے دور حکومت میں مصر کے انتظامی امور کا ایک یہ بھی منتظم تھا۔ ابو الفضائل بن فرات نے اسے ۳۵۷ھ میں معزول کر دیا اور کچھ جرمانہ بھی کیا۔ یعقوب اسے ادا نہ کر سکا، روپوش ہو گیا۔ چند روز بعد مصر سے مغرب بھاگ گیا۔ اور معز الدین اللہ کے دربار میں پہنچ کر رسوخ حاصل کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مصر آیا، رفتہ رفتہ قلم دان وزارت کا مالک بن گیا۔ دربار معزیہ میں اس کی بڑی عزت و توقیر تھی۔

معز الدین اللہ کے بعد عزیز بن معز الدین اللہ تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اس نے بھی یعقوب کو بدستور عہدہ وزارت پر قائم و بحال رکھا۔ یہاں تک کہ ۳۸۰ھ میں یعقوب نے وفات پائی۔ عزیز نے نماز جنازہ پڑھائی، تجہیز و تکفین میں شریک ہوا۔ اس کی طرف سے اس کا دین (قرضہ) ادا کیا اور اس کی مفوضہ خدمات کو اس طرح تقسیم کیا کہ عدالتی و انتظامی خدمت حسن بن عماز سردار کتامہ کو مرحمت ہوئی اور مالی خدمت عیسیٰ بن نسطورس کے سپرد کی گئی۔ اسی وقت سے دولت علویہ کی وزارت برابر اہل قلم کے قبضہ میں رہی اور یہ لوگ بڑے ذی رتبہ اور عظیم الشان تھے۔

بارزی

ان وزرا میں سے ایک بارزی بھی تھا۔ یہ وزیر ہونے کے علاوہ قاضی القضاۃ اور داعی الدعاء بھی تھا۔ اس سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ اس کا نام سکہ پر کیا جائے اس نے اسے نامنظور کیا اور اس خیال سے کہ میں مجبور نہ کیا جاؤں غریب الوطنی اختیار کر لی بمقام تینس میں کسی نے مار ڈالا۔

ابو سعید نسری

ابو سعید نسری بھی دولت علویہ کا ایک نامور وزیر تھا۔ یہ پہلے یہودی تھا مگر عہدہ وزارت ملنے سے مسلمان ہو گیا تھا۔

جرجانی

جرجانی بھی اس سلسلہ کا ایک جلیل القدر شخص تھا۔ اسے کسی امر کی بابت لکھنے کو منع کیا گیا تھا۔ اس نے اس کی تعمیل نہ کی اس پر حاکم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کی قسم کھالی اور معزول کر دیا۔ پھر اس کے تیسرے روز عہدہ وزارت پر پھر بحال کر دیا تھا اور خلعت خوشنودی سے سرفراز و ممتاز ہوا

ابی ابن کدینہ نے تیرہ مہینے وزارت کی۔ اس کے بعد معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔

ابو الطاہر بن بادشاہ وزیر السلطنت دین دار آدمیوں میں سے تھا' اس نے وزارت سے استعفا دے کر جامع مصر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ ایک روز رات کے وقت چھت سے گر کر مر گیا۔

ابو القاسم

وزیر السلطنت ابو القاسم بن مغربی آخری وزیر تھا۔ اس کے بعد بدر جمالی زمانۂ حکومت خلیفہ مستنصر میں سیف الدولہ کے قلم دان وزارت کا مالک ہوا۔ اس کے دور حکومت میں بدر نے بہت زور و شور سے وزارت کی۔ اور اس کے بعد بھی یہ اسی حالت پر رہا جیسا کہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کیا جائے گا

قضاء کا شعبہ

نعمان بن محمد بن منصور

نعمان بن محمد بن منصور بن احمد بن حیون زمانۂ حکومت معز الدین اللہ علوی قیروان کا قاضی تھا۔ جب معز مصر آیا تو نعمان بھی اس کا ہم رکاب تھا۔ مصر پہنچ کر معز الدین اللہ نے نعمان کو عہدہ قضا مرحمت کیا۔ یہاں تک کہ اس نے اسی عہدے پر وفات پائی۔ اس کے بجائے اس کا بیٹا علی مامور ہوا۔ ۳۷۴ھ میں یہ بھی مر گیا تو عزیز نے اس کے بھائی ابو عبداللہ محمد کو عہدہ قضا پر مامور کیا۔ خلعت دے کر اپنے ہاتھ سے اس کے گلے میں تلوار حمائل کی۔ معز نے اس کے باپ سے اسی محمد کو مصر میں عہدہ قضا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ۳۸۹ھ میں عہد خلافت حاکم میں اس نے بھی وفات پائی۔ یہ شخص بہت بڑا جلیل القدر' کثیر الاحسان اور عدالت و افتاء میں بے حد محتاط تھا۔ اس کا زمانۂ قضا خلائق کے لئے رحمتِ الٰہی کا ایک نمونہ تھا۔ اس کے بعد اس کا چچا زاد بھائی ابو عبداللہ حسین بن علی بن نعمان عہد خلافت حاکم میں عہدہ قضا سے سرفراز کیا گیا۔ چند روز بعد ۳۹۴ھ میں معزول کر دیا گیا اور قتل کرا کر جلا دیا گیا۔

ملکہ بن سعید القارقی

اس کے بعد ملکہ بن سعید القارقی مامور ہوا تا آنکہ ۴۰۵ھ اطراف قصور میں حاکم نے اسے سزائے موت دی۔ خلیفہ حاکم کی آنکھوں میں اس کی بہت عزت تھی۔ امور سلطنت میں اسے کامل دخل تھا۔ اور خلوت و جلوت میں یہ خلیفہ حاکم کا ہمراز و مصاحب تھا۔

احمد بن محمد بن عبداللہ

ملکہ کے مارے جانے پر احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی العلوم عہدہ قضا سے سرفراز کیا گیا۔ یہ شخص دولت علویہ کے آخری دور تک عہدہ قضا پر رہا۔

قاضی کے متعلق داد رسی اور دعوت کی خدمت سپرد رہا کرتی تھی۔ اور گاہے گاہے داعی الدعاۃ کا عہدہ قاضی سے لے لیا جاتا تھا۔ اور اس خدمت پر ایک دوسرا شخص مامور ہوا کرتا تھا۔ قاضی ان عہدہ داران حکومت میں سے تھا جو جمعہ اور عیدوں میں خلیفہ کے ساتھ خطبہ دیتے وقت منبر پر چڑھا کرتے تھے۔

باب ۸

واقعات ۳۸۶ھ تا ۴۹۵ھ

حاکم بامر اللہ کی خلافت ۳۸۶ھ تا ۴۱۱ھ

ہم اس سے پہلے بیان کر آئے ہیں کہ عزیز نے ۳۸۱ھ میں جہاد کا اعلان کیا تھا' اور رومیوں سے جہاد کرنے کی غرض سے فوجیں جمع کر کے کوچ و قیام کرتا ہوا بلبیس پہنچا۔ بلبیس پہنچ کر ایسے چند امراض میں مبتلا ہوا کہ انہی کے صدمہ سے آخر رمضان ۳۸۶ھ میں اپنی حکومت و خلافت کے ساڑھے گیارہ سال پورے کر کے مرگیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابو[1] علی منصور سریر خلافت پر متمکن ہوا۔ "الحاکم بامر اللہ" کا خطاب اختیار کیا۔

ارجوان خادم اس کے عہد حکومت میں بھی امور سلطنت کا منتظم اور اس پر قابض و متصرف تھا جس طرح کہ اس کے باپ عزیز کے عہد حکومت میں تھا اور ابو محمد حسن بن عمار ہر کام میں ارجوان کا شریک تھا۔ ارجوان محل سرائے شاہی میں حاکم کے ساتھ رہتا تھا۔ اور ابو محمد حسن امور سلطنت کی نگرانی کرتا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ کل انتظام اور مالی صیغوں پر قبضہ کر لیا۔ امین الدولہ کے لقب سے اپنے کو ملقب کیا۔ کتامہ کی بن آئی۔ رعایا کے مال اور عزت کو اپنی خواہشات نفسانی کا شکار کرنے لگے۔ منجو تکین کو یہ امر یعنی ابو محمد کو ہر کام میں پیش پیش ہونا ناگوار گزرا۔ ارجوان کا دل اب محمد سے بھر چکا تھا' منجو تکین سے سازش کر لی۔ چنانچہ منجو تکین نے خود سری کا اظہار کر کے دمشق سے ایک فوج مصر کو روانہ کی جس کا سردار سلیمان بن جعفر بن فلاح تھا۔ ابو محمد کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھی مصری لشکر کو اس طوفان کی روک تھام کے لئے روانہ کیا۔ مقام عسقلان میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ ایک سخت و خون ریز جنگ کے بعد منجو تکین کو شکست ہوئی۔ اس کے دو ہزار آدمی کام آئے۔ گرفتار کر کے پابہ زنجیر مصر بھیج دیا گیا۔

ابو محمد نے مصلحتاً مشرقی فوجوں کو ملانے کی غرض سے منجو تکین کو رہا کر دیا اور اپنی طرف سے ملک شام پر ابو تمیم سلیمان بن فلاح کتامی کو مامور کیا۔ اس نے طبرہ پہنچ کر اپنے بھائی علی کو سند حکومت عطا کر کے دمشق بھیجا۔ اہل دمشق نے علی کی سرداری تسلیم نہ کی لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ ابو تمیم نے اہل دمشق کے پاس اپنی سفارت بھیجی۔ اور انہیں سرکشی اور مخالفت کے عواقب و امور سے ڈراتے ہوئے اپنے جاہ و جلال کی دھمکی بھی دی۔ اہل دمشق نے ڈر کر اطاعت قبول کر لی اور علی کی سرداری و حکومت تسلیم کر کے شہرپناہ کے دروازے کھول دیئے۔ علی نے شہر میں داخل ہوتے ہی خون ریزی اور غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ کسی کو قید کیا کسی کو قتل کیا۔ ابو تمیم کو اس کی خبر لگی' فوراً" دمشق آپہنچا اور اہلِ دمشق کو علی کے پنجہ غضب سے نجات دلا کر علی کو دمشق سے طرابلس کی حکومت پر تبدیل کر دیا اور طرابلس کے سابق حکمران جیش بن صمصامہ کو معزول کر دیا۔

جیش نے معزولی کے بعد مصر کا راستہ لیا۔ تھوڑے دنوں کے سفر کے بعد مصر میں داخل ہوا۔ اور ارجوان کے پاس آمدورفت شروع کی جیش اور ارجوان نے متفق ہو کر یہ رائے قائم کی کہ ابو محمد اور کل سرداران کتامہ کو جو اس کے مصاحب و مشیر ہیں جس طرح سے ممکن ہو مملکت مصر سے نکال دینا چاہیے۔ اس سازش میں عضد الدولہ کا خادم شکر بھی شریک تھا۔ شکر عضد الدولہ کا خاص خادم تھا۔ بعد وفات عضد الدولہ وادبار شرف الدولہ برادر عضد الدولہ کے مصر چلا آیا تھا اور عزیز کے دربار میں پہنچ کر ہر قسم کا رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ اسی تعلق سے یہ ارجوان اور جیش کے ساتھ رہا کرتا تھا۔

اتفاق سے ابو محمد کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے بھی ارجوان و غیر ہم مخالفین کو زیر کرنے کی تدبیریں شروع کر دیں۔

---

[1] ابو علی منصور کی عمر بوقت تخت نشینی گیارہ سال کی تھی۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹' صفحہ ۸۳ مطبوعہ لندن۔

جاسوسوں نے ارجوان تک یہ خبر پہنچا دی، پھر کیا تھا دونوں فریقوں میں فتنہ فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ مشرقی اور مغربی فوجوں نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں۔ کشت و خون شروع ہو گیا۔ اس معرکہ میں مغربیوں کو شکست ہوئی۔ ابو محمد بخوف جان روپوش ہو گیا۔ ارجوان نے حاکم کی خدمت میں حاضر ہو کر کل واقعات عرض کیے اور اسے تخت خلافت پر جلوہ افروز کر کے اس کی خلافت و حکومت کی دوبارہ بیعت لی۔

تجدید بیعت کے بعد ارجوان نے سپہ سالاران دمشق کو ابو تمیم کی گرفتاری کی بابت ایک خفیہ تحریر بھیج دی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ سپہ سالاران دمشق اور اہل شہر نے دفعتہً یورش کر کے ابو تمیم کے گھربار اور خزانہ کو لوٹ لیا۔ کتامہ کی خون ریزی شروع ہو گئی فتنہ و فساد کا دروازہ کھل گیا۔ ایک مدت تک دمشق میں اس فساد کی آگ بھڑکتی رہی۔ عوام الناس اور بازاری لوگ امور سلطنت پر قابض ہو گئے اس کے بعد ارجوان نے ابو محمد کی تقصیر معاف کر دی۔ دربار شاہی میں حاضر ہونے کی اجازت دی اور اس کی تنخواہ مقرر کر کے بدستور قدیم مکان میں قیام کرنے کا حکم دیا۔

صور کی جنگ

انہی واقعات کے دوران اہل شام میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ اہل صوبہ باغی ہو گئے۔ ایک ملاح علاقہ نامی کو اپنا امیر بنا لیا۔ مفرج بن دغفل بن جراح نے بھی علم خلافت کی اطاعت سے انحراف کر کے خود سری اختیار کر لی۔ رملہ پہنچ کر قتل و غارت گری شروع کر دی۔ دو قش بادشاہ روم بھی جو ایسے مواقع کا منتظر اور حکومت اسلامیہ کا قدیمی دشمن تھا، قلعہ افامیہ پر چڑھ آیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ ارجوان نے ان واقعات سے مطلع ہو کر ایک بڑی فوج کو جیش بن صمصامہ کی سرکردگی میں رملہ کی جانب روانہ کیا۔ اور دوسری فوج کو ابو عبداللہ حسین بن ناصر الدولہ بن حمدون کی ماتحتی میں صور کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابو عبداللہ نے صور کے قریب پہنچ کر بری اور بحری لڑائی شروع کر دی۔ علاقہ نے بادشاہ روم سے امداد طلب کی بادشاہ روم نے ایک بیڑہ جنگی کشتیوں کا علاقہ کی کمک پر بھیج دیا۔ بہت بڑی خون ریزی کے بعد اسلامی بیڑہ کو فتح نصیب ہوئی۔ رومی شکست کھا کر بھاگے۔ اہل صور نے بمجبوری اطاعت قبول کر لی۔ ابو عبداللہ نے صور پر قبضہ کر کے علاقہ کو گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر ایک فوجی دستہ کی حراست میں مصر روانہ کر دیا۔ مصر پہنچنے کے بعد علاقہ کی کھال کھینچ لی گئی اور صلیب پر چڑھا دیا گیا۔

جیش بن صمصامہ، مفرج بن دغفل کی سرکوبی کو رملہ بھیجا گیا تھا۔ مفرج یہ خبر پا کر جیش کے مقابلہ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جیش کوچ و قیام کرتا ہوا دمشق پہنچا۔ اہل دمشق ملنے کو آئے جیش عزت و احترام ان لوگوں سے ملا۔ ان کے ساتھ احسانات کیے۔ ان کی تکالیف رفع کیں۔ اور پھر وہاں سے افامیہ کوچ کیا۔ جہاں پر کہ دو قش بادشاہ روم اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا اور بلاد اسلامیہ کو پامال کر رہا تھا۔ افامیہ پر عساکر اسلامیہ اور رومی لشکر سے صف آرائی ہوئی، اولاً جیش اور اس کے ہمراہی شکست کھا کر بھاگے۔ صرف بشارت اخشیدی بن فرارہ پندرہ سو سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں ٹھہرا لڑتا رہا اور دو قش بادشاہ روم اپنے جھنڈے کے نیچے اپنے لڑکوں اور چند غلاموں کے ساتھ کھڑا ہوا رومیوں کی قتل و غارت گری اور مسلمانوں کی پامالی کو دیکھ رہا تھا۔ اخشیدی کے ہمراہیوں میں سے ایک کردی لوہے کا لٹھ موسوم بہ خشت لئے ہوئے دو قش کی جانب چلا۔ دو قش نے یہ خیال کر کے کہ شاید یہ امان حاصل کرنے کی غرض سے آ رہا ہے، اپنی حفاظت نہ کی۔ کردی نے قریب پہنچ کر دو قش پر حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں اسے مار ڈالا دو قش کے مارے جانے سے رومی لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور جیش کی فوج جو میدان جنگ سے بھاگ گئی تھی پھر لوٹ پڑی، انطاکیہ تک قتل و قید کرتی اور ان کے مال و اسباب کو لوٹتی ہوئی چلی گئی۔

باغیوں کا انجام

اس فتح یابی کے بعد جیش نے دمشق کے باہر ایک میدان میں قیام کیا اور کسی مصلحت سے دمشق نہ گیا۔ نوجوانان دمشق کے سرداروں کو جو ہنگامہ کے بانی مبانی تھے طلب کر کے اپنی مصاحبت کا اعزاز عنایت کیا اور انہی میں سے ایک گروہ کو اپنا حاجب بھی بنایا۔ روزانہ ان

لوگوں کے لئے نفیس نفیس کھانے پکواتا اور کمال دریا دلی سے ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ہوتے کھلواتا تھا۔اسی طریقہ سے ایک زمانہ گذر گیا۔ چند روز بعد جب یہ لوگ کھانے کے کمرے میں گئے تو اپنے غلاموں کو اشارہ کر دیا۔انہوں نے دروازے بند کر کے تلواریں نیام سے کھینچ لیں اور ان لوگوں کے جان و تن کا فیصلہ کرنے لگے۔ تقریباً تین ہزار آدمی مارے گئے۔ ان لوگوں کے مارے جانے سے جیش کے قلب کو اطمینان حاصل ہوا۔ اپنی فوج کے ساتھ دمشق گیا اور اس کا چکر لگا کر شرفاء روسا شہر کو دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔ جب یہ لوگ دربار میں آگئے تو ان لوگوں کے روبرو نوجوانان دمشق کے سرداروں کو قتل کروا دیا اور انہی شرفا روساشہر کو بطور وفد مصر کی طرف روانہ کیا۔ اس سے فتنہ و فساد کی آگ جو بڑی مدت سے بھڑک رہی تھی فرو ہو گئی۔لوگ امن و امان سے اپنے اپنے مکانوں میں رہنے لگے۔ ان واقعات کے چند دنوں بعد جیش نے بعارضہ بواسیر وفات پائی۔ اس کے بجائے اس کا بیٹا محمود بن جیش دمشق کا حکمران ہوا۔

جیش کی وفات سے ارجوان کے بازو کمزور پڑ گئے۔ سیل بادشاہ روم سے نامہ و پیام کر کے دس برس کے لیے مصالحت کر لی۔ اور ایک فوج برقہ اور طرابلس غرب کو فتح کرنے کے لئے روانہ کی۔ چنانچہ اس فوج نے ان دونوں مقامات کو فتح کر لیا۔ اور ارجوان نے ان کی حکومت پر یانس صقلی کو متعین کیا۔ چونکہ ارجوان کو حاکم والی مصر کے مزاج میں زیادہ دخل ہو گیا تھا۔ جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا اور یہ امر اب حاکم کو ناپسند معلوم ہونے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۸۹ھ میں حاکم نے ایک بے جا الزام لگا کر ارجوان کو سزائے موت دے دی۔

ارجوان ایک خواجہ سرا تھا اور پیدائشی مخنث تھا۔ اس کا وزیر فہد بن ابراہیم نصرانی تھا۔ حاکم نے بعد قتل ارجوان فہد کو اپنے قلم دان وزارت کا مالک بنایا۔ کچھ عرصہ بعد حسین بن عمار کو' اس کے بعد حسین بن جوہر سپہ سالار افواج کو بھی قتل کر ڈالا پھر یہ خبر پا کر حسان بن مفرج طائی اطراف حلب میں لوٹ مار کر رہا تھا، چند فوجیں رختکین کی ماتحتی میں حلب کی طرف روانہ کیں۔ جس وقت یہ فوجیں غزہ سے عسقلان کی جانب بڑھیں حسان اور اس کے باپ مفرج نے دفعتہ" ان پر حملہ کر دیا۔ رختکین اور اس کی ہم رکاب فوج کو شکست ہوئی۔ رختکین کے ہمراہیوں میں سے کثیر التعداد آدمی کام آئے۔ حسان نے عسقلان کے قرب و جوار کو تاخت و تاراج کیا۔ رملہ پر قبضہ کر لیا۔ اور فوجی قوت بھی بڑھا لی اور ابو الفتوح حسن بن جعفر (علوی حسنی) امیر مکہ کو مکہ معظمہ سے طلب کر کے خلافت و امارت کی بیعت کر لی۔ امیر المومنین کے لقب سے مخاطب کرنے لگا۔ پھر حاکم نے حسان اور مفرج کو بہ حکمت عملی نامہ و پیام بھیج کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ابو الفتوح کو مکہ معظمہ واپس کر دیا۔ اور بدستور قدیم حاکم کی اطاعت قبول کر لی۔ ابو الفتوح نے بھی مکہ معظمہ پہنچ کر حاکم کے نام کا خطبہ پڑھا اور اس کے علم و حکومت کا مطیع ہو گیا۔

حاکم نے ان لوگوں کی متحدہ قوت کو توڑنے کے بعد اپنی فوجوں کو علی بن جعفر بن فلاح کی سرکردگی میں شام کی جانب روانہ کیا۔ علی نے سب سے پہلے رملہ پر چڑھائی کی۔ حسان بن مفرج مقابلہ نہ کر سکا۔ شکست کھا کر بھاگا۔ علی نے ان شہروں پر قبضہ کر کے اس کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور ان تمام قلعوں پر جو جبل شرات میں حسین کے قبضہ میں تھے، قبضہ کر لیا۔ ماہ شوال ۳۹۰ھ میں قرب و جوار کے شہروں کو فتح کرتا ہوا دمشق پہنچا۔ اور اس پر بھی کامیابی کے ساتھ قابض ہو گیا۔ مفرج اور اس کا بیٹا حسان تقریباً" دو برس تک بہ حالت فقر و فاقہ ادھر ادھر مارے پھرتے رہے۔ حتی کہ مفرج نے اسی حالت میں انتقال کیا۔ حسان کی رہی سہی طاقت بھی جاتی رہی۔ گھبرا کر حاکم والی مصر سے امان کی درخواست کی۔حاکم نے اسے امان دی اور جاگیر مرحمت کی۔ تھوڑے دن بعد حسان بطور وفد حاکم کے دربار میں حاضر ہوا۔ حاکم نے اس کی عزت افزائی کی اور خلعت مرحمت کیا۔

خروج ابو رکوہ

ابو رکوہ کی نسبت یہ گمان کیا جاتا ہے کہ اس کا نام ولید تھا۔ ہشام بن عبدالملک بن عبدالرحمٰن اُموی تاج دار اندلس کا بیٹا تھا۔ جس وقت منصور بن ابی عامر اندلس عظمی پر قابض ہوا اور شاہزادگان بنو امیہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرنے لگا۔ اس وقت یہ ابو رکوہ جس کی عمر غالباً" بیس برس کی ہو گی۔ بہ خوف جان چھپ کر قیروان چلا گیا اور وہاں کچھ روز ٹھہر کر لڑکوں کو پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد مصر چلا آیا۔ اور

حدیث کی کتاب شروع کر دی پھر یہاں سے بھی دل برداشتہ ہو کر مکہ و یمن سے ہوتا ہوا شام پہنچا اور اپنے باپ ہشام کے لڑکوں میں سے قائم کی حکومت کی ترغیب دینے لگا۔ اس کی کنیت ابورکوہ اس وجہ سے ہوئی کہ یہ صوفیوں کی عادت کے مطابق پانی کا پیالہ اپنے ہمراہ رکھتا تھا۔

شام میں تھوڑے دن قیام کر کے پھر اطراف مصر میں واپس آیا اور ہلال بن عامر کے بادیہ میں بنی قرہ کے پاس مقیم ہوا۔ لڑکوں کو قرآن کی تعلیم دیتا اور لوگوں کی امامت کرتا تھا۔ اس حالت میں ایک مدت گزر گئی۔ جب بنی قرہ سے مراسم اتحاد پیدا ہو گئے تو جو کچھ اس کے دل میں تھا اسے ظاہر کر کے قائم کی امارت و حکومت کی دعوت دینے لگا۔ چونکہ حاکم بامراللہ علوی نے ہر طبقہ کے آدمیوں پر قتل وغارت کا ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا تھا۔ امرا شرفا اور روسا ملک و ملت سے تنگ آگئے تھے بنی قرہ کے ایک گروہ کو بھی ان کے فتنہ و فساد کی وجہ سے قتل کر کے جلا دیا تھا اس وجہ سے ان لوگوں نے ابورکوہ کے کہنے کو بسرو چشم قبول کر لیا اور اس کے مطیع ہو گئے۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ان سے اور لواتہ مزاتہ اور زناتہ سے جو ان کے جوار میں رہتے تھے لڑائیاں ہوتی تھیں مگر ان سب نے ان لڑائیوں کو بالائے طاق رکھ کر بالاتفاق ابورکوہ کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی۔

نیال والی برقہ نے حاکم علوی والی مصر کو اس کی اطلاع دی۔ حاکم نے ان لوگوں سے تعرض کرنے کی ممانعت کر دی۔ ابورکوہ نے ان لوگوں کو جمع کر کے برقہ پر چڑھائی کر دی۔ والی برقہ نے ان سے زمادہ میں صف آرائی کی۔ اتفاق یہ کہ والی برقہ کو شکست ہوئی تمام مال و اسباب اور آلات جنگ لوٹ لئے گئے۔ اس دوران میں یہ خود بھی مار ڈالا گیا۔ ابورکوہ نے اس کامیابی کے بعد داودہش اور عدل گستری شروع کر دی۔ حاکم کو اس شکست کی خبر لگی تو اس کے ہوش اڑ گئے اپنے سپاہیوں اور عمال کو ظلم زیادتی قتل اور غارت گری کی ممانعت کر دی۔ اور ایک قلیل مدت میں پانچ ہزار سواروں کو مسلح کر کے ابو الفتح فضل بن صالح سپہ سالار کی افسری میں ابورکوہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

ابو الفتح منزل بہ منزل سفر کرتا ہوا ذات الحمام تک پہنچا۔ ذات الحمام اور برقہ میں دو منزل کی مسافت کی تھی مگر یہ مسافت نہایت دشوار گزار تھی۔ پانی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ ان منزلوں میں نہ دریا تھا اور نہ نہر کنوؤں میں بدقت تمام بہت دور پانی نکلتا تھا۔ اور وہ بھی قلیل۔ ابورکوہ نے یہ سن کر کہ ابو الفتوح پانچ ہزار سواروں کی جمعیت لیے آرہا ہے اپنے ایک سپہ سالار کو حکم دیا کہ دونوں منزلوں کے کنوؤں کا پانی اس قدر نکال لو کہ وہ عدم کے حکم میں ہو جائیں۔ سپہ سالار مذکور نے اس حکم کی کمال مستعدی سے تعمیل کی۔ اس کے بعد ابورکوہ نے جس وقت کہ حملہ آور دشمن اس دشوار گزار منزل میں آگیا مدافعت ومقابلہ کی غرض سے اپنی سپاہ کو مرتب کیا۔ اور اس میدان میں آپہنچا جہاں کہ پیاس کی شدت سے ابو الفتوح اور مصری فوج کا برا حال ہو رہا تھا۔ ابورکوہ کی فوج حریف مقابل سے بھڑ گئی۔ ابورکوہ کھڑا ہوا جنگ کا تماشہ دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ کتامہ کے ایک گروہ نے حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی۔ ابورکوہ نے امان دی اور اپنے لشکر میں داخل کر لیا۔ اس سے حاکم کا لشکر بہت بے سروسامانی سے شکست اٹھا کر مصر کی جانب بھاگا ہزاروں کام آئے۔ ابورکوہ مظفر و منصور برقہ واپس آیا۔ متعدد فوجیں شب خون مارنے اور غارت گری کرنے کے لئے صعید اور سرزمین مصر کی جانب روانہ کیں۔

حاکم کو اس واقعہ سے بے حد صدمہ ہوا اور اپنے کئے ہوئے پر پچھتایا۔ ادھر اس نے فوجیں جمع کر کے علی بن فلاح کو امیر بنا کر ابورکوہ کے سر کرنے کے لئے بھیجا۔ ادھر اہل مصر نے درپردہ ابورکوہ کو لکھ بھیجا کہ ہم لوگ حاکم کے ظلم و تشدد سے تنگ آگئے ہیں۔ آپ مصر پر حملہ کیجئے۔ ہم لوگ ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔ ان لوگوں میں سے جنہوں نے اس قسم کی خط وکتابت ابورکوہ سے کی تھی حسن بن جوہر بھی تھا۔ ابورکوہ اس سے مطلع ہو کر برقہ سے صعید کی جانب بڑھا۔ حاکم نے یہ خبر پا کر اپنے ممالک محروسہ کی تمام فوجیں طلب کر لیں اور انہیں سامان جنگ عطا کر کے ابورکوہ کے مقابلہ پر روانہ کیا۔

اس فوج میں عرب کے علاوہ سولہ ہزار جنگ آور تھے۔ فضل بن عبداللہ اس کا افسر اعلیٰ تھا۔ سب سے پہلے بنی قرہ سے صف آرائی کی نوبت آئی۔ بنی قرہ کو شکست ہوئی۔ ان کے سرداروں میں سے عبدالعزیز بن مصعب' رافعی بن طراد اور محمد بن ابی بکر مارا گیا۔ اس کے

بعد فضل نے اپنی حکمت عملی سے سرداران بنی قرہ کو ملانا شروع کیا۔ چنانچہ ماضی بن مقرب جو بنی قرہ کا سربرآوردہ سردار تھا۔ فضل سے مل گیا۔ اتنے میں علی بن فلاح بھی آگیا۔ اس نے ایک دستہ فوج قیوم کی طرف روانہ کیا جسے بنی قرہ نے پسپا کر دیا۔ حاکم نے مصر سے ایک تازہ دم فوج اس شکست خوردہ لشکر کی کمک کے لئے روانہ کی۔ ابورکوہ اس امدادی فوج کو روکنے کی غرض سے ہرمین کی جانب گیا اور اسی دن لوٹ بھی آیا۔ ماضی نے فضل کو اس کی خبر کر دی۔ اس نے بھی جنگ و مقابلے کی غرض سے قیوم کی جانب کوچ کیا۔ اثنا راہ میں مقام راس برکہ پر دونوں دشمنوں کا مقابلہ ہوا۔ ابورکوہ کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ بنی کلاب وغیرہ فضل سے امان حاصل کر کے ابورکوہ سے علیحدہ ہو گئے۔

ابورکوہ کا خاتمہ

علی بن فلاح تو میدان کارزار سے اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا اور فضل ابورکوہ کی تلاش و تعاقب میں بڑھا' ماضی نے پہلے بنی قرہ کو بہلا پھسلا کر ابورکوہ کی ہمراہی سے علیحدہ کر دیا، بعد میں خود بھی ابورکوہ کو یہ سمجھاکر اب نوبہ میں جاکر اپنی جان بچاؤ، علیحدہ ہو گیا۔ ابورکوہ بحال پریشان نوبہ کے ایک قلعہ پر پہنچا اہل قلعہ نے قلعہ میں داخل ہونے سے روکا۔ ابورکوہ نے کہا میں خلیفہ حاکم بامراللہ کا قاصد ہوں۔ والی قلعہ کے لئے پیام لایا ہوں۔ اہل قلعہ نے جواب دیا ہم بادشاہ نوبہ سے تمہاری بابت دریافت کر لیں' تو قلعہ میں آنے کی اجازت دیں گے۔ ابورکوہ یہ سن کر قلعہ کے دروازے پر ٹھہر گیا اہل قلعہ کو ــ ــ ــ ــ ــ۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تو ابورکوہ ہے۔ فوراً" اسے حراست میں لے لیا اور بادشاہ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نوبہ اس وقت کم سن تھا جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت حکومت پر متمکن ہوا تھا۔ شدہ شدہ فضل کو اس کی خبر لگ گئی۔ فضل نے بادشاہ نوبہ کے پاس اپنی سفارت بھیجی' ابورکوہ کو اس سے طلب کیا۔ چنانچہ بادشاہ نوبہ نے ابورکوہ کو شجرہ بن مینا اپنے ایک سرحدی صوبہ دار کے پاس بھیج دیا اور یہ لکھ دیا کہ اسے حاکم بامراللہ کے نائب کو دے دو۔ شجرہ نے ابورکوہ کو فضل کے سفیر کے حوالہ کر دیا۔ فضل نے اسے ایک علیحدہ خیمہ میں ٹھہرایا۔ اور دوسرے دن مصر روانہ کر دیا۔ مصر پہنچنے پر حاکم نے ابورکوہ کو اونٹ پر سوار کرا کے سارے شہر میں تشہیر کرائی اور قتل کرنے کی غرض سے قاہرہ کے باہر لے جانے کا حکم دیا۔ ہنوز مقتل میں نہ پہنچ پایا تھا کہ ابورکوہ کی خودبخود وفات ہو گئی۔ پھر بھی سر اتار کر اس کی نعش کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ یہ واقعات ۳۹۷ھ کے ہیں۔ حاکم نے اس حسن خدمت کے صلہ میں فضل کی کمال عزت افزائی کی اور بلند عہدے عطا کئے۔ پھر چند دن بعد کسی بات پر ناراض ہو کر قتل کر ڈالا۔

حسن بن عمار حاکم بامراللہ کے عہد حکومت کا ناظم و مدبر تھا۔ حسن کتامہ کا سردار اور پشت پناہ تھا۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر آئے ہیں' ارجوان خادم خلیفہ حاکم بامراللہ کی ناک کابال بنا ہوا تھا۔ خلافت پناہ کے خادموں' اور کتامیوں میں ایک مدت سے دشمنی اور باہمی چشمک چلی آرہی تھی۔ بسا اوقات یہ رنجش و کشیدگی جدال و قتال کی صورت اختیار کر لیا کرتی تھی۔ چنانچہ ۳۸۷ھ میں مغربیوں اور خادموں میں چل گئی۔ ادھر سے حسن سوار ہو کر آمادہ جنگ و پیکار ہوا ادھر سے ارجوان۔ دونوں حریفوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخرکار دونوں حریف قتل و خون ریزی سے رک گئے اور حسن معزول کر دیا گیا۔ ساری عزت و توقیر خاک میں مل گئی۔ مجبوراً" خانہ نشین ہو گیا اور ارجوان امور سلطنت کا انتظام کرنے لگا۔ کاتب بن فہر بن ابراہیم کو داد رسی کی خدمت سپرد کی گئی۔ اور صندل کی جگہ برقہ کی حکومت' یانس افسر پولیس کو مرحمت ہوئی۔ اس اثنا میں ۳۸۹ھ کا دور آگیا اور ارجوان خادم قتل کر دیا گیا۔ عنان حکومت سپہ سالار عبداللہ بن حسین بن جوہر کے قبضہ اقتدار میں دی گئی۔ کاتب بن فہر بدستور سابق اپنا مفوضہ کام کرتا رہا۔

۳۹۰ھ میں منصور بن بلکتین بن زیری والی افریقہ کے دائرہ حکومت سے طرابلس نکل لیا گیا۔ عزیز کے خادموں میں سے یانس نامی ایک شخص کو مامور کیا گیا۔ جوں ہی یانس طرابلس پہنچا منصور کے گورنر عصولہ بن بکار نے زمام حکومت یانس کے سپرد کر دی اور خود اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کے ساتھ حاکم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چل کھڑا ہوا بیان کیا جاتا ہے کہ عصولہ کے ساتھ سے زیادہ

لڑکے تھے، پینتیس حرم (لونڈیاں) تھیں۔ حاکم نے اس سے بعزت و احترام ملاقات کی، قیام کے لئے محل سراء خاص میں جگہ عنایت فرمائی۔ جاگیریں اور وظائف مقرر کئے پھر کچھ روز بعد (دمشق) کی سند حکومت عطافرما کر دمشق روانہ کیا۔ مگر افسوس کہ عضولہ کی زندگی کا حکومت دمشق حاصل ہونے کے ایک برس بعد خاتمہ ہو گیا۔

۳۹۲ھ میں فلفول بن حرزون معزاوی نے حاکم والی مصر کو یہ اطلاع دی کہ طرابلس پھر منصور بن بلکتین کے دائرہ حکومت میں داخل ہو گیا ہے۔ حاکم نے ایک عظیم فوج یحییٰ بن علی اندلسی کی ماتحتی میں طرابلس کی حمایت کے لئے روانہ کی۔ یحیی کا بھائی جعفر خلفاء عبیدیہ کی طرف سے زاب کا گورنر تھا۔ لیکن کسی وجہ سے عبیدیوں سے روگرداں ہو کر بنو امیہ کے ہوا خواہوں میں داخل ہو گیا تھا۔ چنانچہ یہ اور اس کا بھائی یحیی اس وقت سے برابر حکمرانان بنو امیہ کی ہوا خواہ کرتے چلے آتے تھے۔ یہاں تک کہ منصور بن ابی عامر نے کسی الزام میں جعفر کو قتل کر ڈالا اس وقت اس کا بھائی یحییٰ مصر میں عزیز کے پاس چلا آیا اور اس کی خدمت میں رہنے لگا۔ جب حاکم بامر اللہ کا دور حکومت آیا اور فلفول کی اطلاعی عرض داشت مشتمل بایں مضمون کہ "اہل طرابلس نے منصور بن بلکتین کی اطاعت پھر قبول کر لی ہے"۔ دربار حکومت مصر میں پہنچی تو حاکم نے اسی یحییٰ کو اس مہم کا سردار بنا کر طرابلس کی جانب روانہ کیا۔ جیسا کہ ابھی ہم اوپر بیان کر آئے ہیں بنو قرہ اور یحییٰ کا مقام برقہ میں مقابلہ ہوا، ابو قرہ نے یحییٰ کی جماعت کو منتشر کر دیا۔ یحییٰ نے بمجبوری مصر کی جانب مراجعت کی اور یانس نے برقہ سے طرابلس کی طرف رجوع کیا۔

عضولہ والی دمشق کے انتقال کے بعد مفلح خادم مامور کیا گیا تھا۔ مفلح کے بعد علی بن فلاح نے دمشق کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور یانس کے بعد برقہ کی حکومت صندل اسود کو مرحمت ہوئی۔ ۳۹۸ھ میں حسین بن جوہر وزیر صیغہ جنگ کسی وجہ سے معزول کیا گیا۔ امور سلطنت کا نظم و نسق صالح بن علی بن صالح رودباری کے سپرد ہوا۔ حسین کی بد اقبالی صرف معزولی ہی پر ختم نہیں ہوئی بلکہ اس کے تھوڑے ہی دن بعد اسے قتل کر ڈالا گیا۔ حسین کو قتل ہوئے زیادہ عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ اس کا جانشین صالح بھی بارِ حیات سے آزاد ہو گیا۔ اس کی جگہ کافی بن نصر بن عبدون صیغہ جنگ اور سیاسی امور کا وزیر مقرر کیا گیا۔ پھر اس سے بھی کچھ روز بعد زمام حکومت لے لی گئی۔ زرعہ بن عیسٰی نسطورش حکمرانی کرنے لگا۔ مگر اس کی وزارت اور دورِ حکومت کو بھی استحکام حاصل نہ ہو سکا۔ وزارت کے تھوڑے ہی دنوں بعد معزول کر دیا گیا۔ اس نے خانہ نشینی اختیار کر لی تب ابو عبداللہ حسن بن طاہر وزاں قلم دان وزارت کا مالک ہوا۔

حاکم بامر اللہ کا کردار

ان سب تغیرات اور وزارت کی تبدیلیوں کا سبب یہ تھا کہ حاکم بامر اللہ ایک متلون مزاج شخص تھا۔ ظلم و جور کی بھی عادت تھی۔ سخت گیر اس درجہ تھا کہ اراکین سلطنت ہر وقت خائف رہتے تھے۔ جرجرائی وغیرہ کے ہاتھ کٹوائے قتل کرایا۔ اکثر لوگ جان و آبرو کے خوف سے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کچھ لوگوں نے امان کی درخواست کی۔ چنانچہ حاکم نے ان لوگوں کو امان نامہ لکھ دیا۔ الغرض ظلم و عدل اور خوف و امن اور پابندی مذہب اور غیر پابندی مذہب میں اس کی حالتیں بدلتی رہتی تھیں۔ اس پر کفر کا فتویٰ دینا اس وجہ سے کہ اس نے نماز پنج گانہ چھوڑ دینے کا فرمان جاری کیا تھا) غیر صحیح ہے، کوئی صاحب عقل اس کا قائل نہیں ہو سکتا اور بالفرض اگر اس سے اس قسم کے افعال سرزد ہوتے تو اسی وقت قتل کر ڈالا جاتا۔ اس کا مذہبا" رافضی ہونا البتہ معروف و مشہور ہے مگر اس کے باوجود اس معاملہ میں بھی اس کے تلون مزاجی کی وہی کیفیت تھی۔ کبھی تراویح پڑھنے کی اجازت دیتا تھا۔ گاہے قطعی ممانعت کر دیتا تھا۔ علم نجوم میں اسے دخل تھا۔ اور اس کے احکام و تاثیرات کو بھی دل سے مانتا تھا۔ اس کی نسبت یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس نے عورتوں کو بازاروں میں نکلنے کی ممانعت کر دی تھی۔

ایک مرتبہ اس سے شکایت کی گئی کہ روافض نے اہلِ سنت و الجماعت سے نماز تراویح اور نماز جنازہ پڑھنے کی حالت میں تعرض کیا اور ان پر پتھر برسائے۔ اس نے اسی وقت ایک فرمان لکھوایا جو آئندہ جمعہ جامع مصر کے منبر پر پڑھا گیا۔ وھوہذا

اَمَّا بعد فان امیر المؤمنین یتلوا علیکم اٰیۃ من کتاب اللّٰہ المبین لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ
فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَہَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ مَضٰی
امس بمافیہ واتی الیوم بما یقتضیہ معاشر المسلمین نحن الایمۃ وانتم الامۃ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا
بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ من شہر الشہادتین ولا یحل عروۃ بین اثنین تجمعہم ھذہ الاخوۃ
عصمہ اللّٰہ بہامن عصم و عرم لہاما حرم من کل محرم من دم و مال و منکح الصلاح والاصلاح بین الناس
اصلح وانفساد والافساد بین العباد و یسفتج یطوی ما کان فیما مضی فلا ینتشر و یعرض عما القضی فلا
یذکرو لا یقبل علی مامر وادبر من اجراء الا امور علی ما کانت علیہ فی الایام الخیالیہ ایام ابائنا الایمنہ
المہندین سلام اللّٰہ علیہم اجمعین مہتدیہم باللّٰہ و معز ہم الدین اللّٰہ وھو اذاک بالمہدینتہ والمنصوریۃ
واحوال القیروان تجری فیہا طابرۃ غیر خفیہ لیست بمستورہ عنہم ولا مطویۃ بصوم الصائمون علی
حسابہم و یفطرون ولا یعارض اہل الرویۃ فیما مم علیہ صائمون و مضطرون صلاۃ الخمس للذین بہا
جائہم فیہا یصلون و صلاۃ الضحی وصلاۃ التراویح لا مانع مم منہا ولا بہم عنہا یدفمون یخمس فی
التکبیر علی الجنائز للخمسون ولا یمنع من التکبیر علیہا المریعون یوذن لحی علی خیر العمل
الموذنون ولا یوذی بہا یوذنون لا یسب احد من السلف و لا یحتسب علی الواصف فیہم بما یوصف
والخالف فیہم بما خلف لکل مسلم مجتہد فی دینۃ اجتہادہ والی ربہ میعادہ عندہ کتابہ و علیہ حسابہ
لیکن عباداللّٰہ علی مثل ھذا عملکم مند الیوم لا یستعلی مسلم علی مسلم بما اعتقدہ ولا یعترض معترض
علی صاحبہ فیما اعتمدہ من جمیع مانصہ امیر المومنین فی سجلہ ہم اوبعدہ قولہ تعالٰی یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اہْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ والسلام
علیکم و رحمتہ اللّٰہ وبرکاتہ

اما بعد امیر المومنین تمہارے روبرو اللہ تعالیٰ کی روشن کتاب (قرآن) کی آیت تلاوت کرتے ہیں۔ دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں۔ ہدایت اور گمراہی واضح ہو چکی ہے۔ پس جو شخص کفریات سے منکر ہوا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے بے شک مضبوط رسی پکڑ لی ہے جو ٹوٹنے والی نہیں ہے اور اللہ سنتا اور جانتا ہے کل کا دن عافیت سے گذر گیا اور آج کا دن اپنی ضروریات کے ساتھ آگیا۔ اے گروہ مسلمانان ہم لوگ امیر ہیں اور تم لوگ امت ہو بیشک تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ پس بھائیوں میں میل کرا دو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تم پر رحم کرے گا جو شخص توحید و رسالت کا اقرار کرے اور دو شخصوں میں نفاق نہ ڈالے ■ سب اس اخوت اسلامی میں داخل ہیں۔ اس کے ذریعہ سے جسے اللہ کو بچاتا ہو اور جسے روکتا ہو اس کو محرمات خون مال اور محرم عوت سے روکا۔ صلاحیت اور اصلاح خلق بہتر و عمدہ چیز ہے۔ خلق سے فساد اور فتنہ پردازی نازیبا امر ہے گذشتہ باتوں کا تذکرہ نہ کیا جائے اور زمانہ ماضیہ سے اعراض کر کے اس کا ذکر ترک کر دیا جائے اور جو اس سے پیشتر گذر چکا اسے پیش نظر نہ رکھنا چاہیے۔ ان امور اور واقعات سے جو زبان ماسبق ہیں گذر گئے علی الخصوص ہمارے آباء مہتدین کے عہد حکومت کے تذکرے سے۔ اللہ تعالیٰ کا سلام ان سب پر ہو۔ ■ کون ہیں کہ مہدی باللہ قائم بامر اللہ منصور باللہ اور معز الدین اللہ وغیرہ ہیں۔ اور وہ سب راہ راست پر تھے اور منصور تھے اور قیروان کا حال ظاہر ہے جو نہ ان لوگوں سے پوشیدہ ہے اور نہ سربستہ راز ہے۔ روزہ دار اپنے اپنے مذہب کے مطابق روزے رکھیں۔ اور افطار کریں۔ کوئی شخص کسی شخص سے روزہ دار ہو یا افطار کر رہا ہو تعرض نہ کرے۔ نماز پنج گانہ جو مذہباً" فرض ہے ہر شخص ادا کرتا ہے نماز چاشت اور نماز تراویح سے انہیں کوئی مانع نہ ہو اور نہ اس انہیں کوئی روکے۔ نماز جنازہ پر پانچ تکبیر کہنے والے پانچ تکبیریں کہیں اور چار تکبیر کہنے والے بھی چار تکبیروں کے کہنے سے منع نہ کیے جائیں۔ موذن اذان میں حی علی خیر العمل پکاریں اور جو شخص اذان میں

یہ کلمہ نہ سنے نہ کہے وہ ستایا نہ جائے گزشتہ اصحاب کو گالی نہ دی جائے اور نہ ان کی تعریف کرنے والوں سے جیسا کہ ان کی تعریف کی جاتی ہے مواخذہ کیا جائے اور اس بارے میں جو ان کا مخالف ہو وہ مخالف رہے ہر مسلمان مجتہد دینی معاملات میں اپنے اجتہاد کا ذمہ دار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اسے جانا ہے۔ اس کے پاس ایک کتاب ہے اور اس پر اسی کا حساب ہو گا اے بندگان خدا آج کے دن سے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے تم عمل کرو اور کوئی مسلمان دوسرے مسلمان پر اس کے مذہبی معاملات میں دست اندازی نہ کرے اور نہ کوئی شخص اپنے دوست کے مذہبی خیالات سے متعارض نہ ہو ان سب باتوں کو امیر المومنین نے اس فرمان میں تحریر فرمایا ہے۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اے ایمان والو تم اپنی ذات کا خیال رکھو جو شخص گمراہ ہو جائے گا۔ تمہیں کچھ ضرر نہ پہنچائے گا جب تک تم ہدایت پر ہو گے۔ تم سب کا اللہ تعالیٰ کی طرف مرجع ہے پس تمہیں وہ آگاہ کرے گا۔ جو تم کر رہے ہو۔ والسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

یہ فرمان ماہ رمضان المبارک ۳۹۳ھ کو لکھا گیا تھا۔

ان واقعات کے بعد حاکم[1] بامر اللہ ابو علی منصور بن عزیز باللہ نزاز بن معز علوی والی مصر جس کی سوانح اور عہد حکومت کے حالات ابھی آپ پڑھ آئے ہیں مقام برکت الجش مصر میں مقتول پایا گیا۔ یہ اکثر شب کے وقت گدھے پر سوار ہو کر شہر کا چکر لگایا کرتا تھا۔ اور کوہ معظم پر ایک مکان بنا رکھا تھا اس میں عبادت کی غرض سے تنہا جایا کرتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کواکب کی روحانیت جذب کرنے کے لئے وہاں جاتا تھا۔ چنانچہ ۲۷ شوال ۴۱۱ھ کو حسب دستور رات کے وقت اپنے گدھے پر سوار ہو کر چلا دو سوار ساتھ ہو لئے۔ اس نے دونوں سواروں کو یکے بعد دیگرے واپس کر دیا۔ اور خود غائب ہو گیا۔ پھر لوٹ کر دور چار روز تک نہ آیا۔ اراکین دولت اس کے آنے کا انتظار کرتے رہے۔ مظفر قاضی اور بعض مصاحبین ڈھونڈھنے کے لئے کوہ معظم کی طرف روانہ ہوئے جوں ہی پہاڑ پر چڑھے اس کی سواری کے گدھے کو دیکھا کہ ہاتھ پاؤں کٹا ہوا مردہ پڑا ہے۔ نشان لیتے ہوئے آگے بڑھے تو اس کے کپڑوں کو پایا۔ جو پارہ پارہ ہو گئے تھے اور جس میں چھریوں کے زخم کے چند نشانات موجود تھے اس سے ان لوگوں نے اس کے قتل ہو جانے کا یقین کر لیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حاکم کی بہن کی نسبت حاکم کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ اس کے پاس اجنبی مرد آیا جایا کرتے تھے۔ اس بنا پر حاکم نے اپنی بہن کو دھمکایا حاکم کی بہن نے ناراض ہو کر سپہ سالاران کتامہ سے ابن دواس نامی سپہ سالار کو بھیجا اور اس سے یہ کہا کہ میرا بھائی بدعقیدہ ہو گیا ہے اس سبب سے مسلمانوں کے قدم ڈگمگاتے جاتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم اسے مار ڈالو۔ دیکھو اگر تم اس راز کو افشا کر دو گے۔ تو نہ ہماری خیر ہے اور نہ تمہاری جان کی۔ اگر تم اس خدمت کو پورے طور سے انجام دو گے تو میں تمہیں بہت بڑا عہدہ دوں گی اور جاگیریں بھی عنایت کروں گی۔ ابن دواس تو حاکم کا مخالف تھا اس کے علاوہ حاکم کو مار ڈالنے سے آئندہ تمام خطرات سے اسے نجات ملتی تھی بے تامل حاکم کے قتل پر تیار ہو گیا چنانچہ دو ساتھیوں کو حاکم کو قتل کرنے کے لئے اس کی خلوت خاص میں بھیجا۔ اور جب ان لوگوں نے مار ڈالا اور اراکین دولت کو اس کے مارے جانے کا یقین ہو گیا تو سب کے سب جمع ہو کر اس کی بہن بنت الملک کے پاس گئے۔ اور دواس بھی حاضر ہوا۔ سب نے متفق ہو کر علی بن حاکم کو مسند خلافت پر متمکن کیا۔

الظاہر الاعزاز دین اللہ کی خلافت ۴۱۱ھ تا ۴۲۷ھ

اس وقت یہ ایک نو عمر لڑکا تھا ہنوز سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا غرض علی بن حاکم نے بیعت خلافت لینے کے بعد الظاہر الاعزاز دین اللہ کا خطاب اختیار کیا اور تمام ممالک محروسہ میں گشتی فرامین بیعت لینے کی غرض سے روانہ کئے۔

---

[1] حاکم بامر اللہ قاہرہ میں شب پنج شنبہ ۲۳ ربیع الاول سنہ ۳۷۵ھ کو پیدا ہوا۔ سنہ ۳۸۳ھ میں اس کی ولی عہدی کی بیعت اس کے باپ کی زندگی میں لی گئی۔ سنہ ۳۸۶ھ میں اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ متلون طبع غیر مستقل مزاج آدمی تھا اس کے واقعات عجیب و غریب ہیں۔ ابن خلکان جلد ۲' صفحہ ۱۲۷ مطبوعہ مصر۔

ابنِ دواس کا انجام

بیعت لینے کے دوسرے دن ابن دواس سپہ سالار اور سپہ سالاروں کے ساتھ بنت الملک ہمشیرہ حاکم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بنت الملک نے اپنے خادم کو اشارہ کر دیا اس نے لپک کر ابن دواس کو تلوار پر اٹھالیا۔ یہاں تک کہ انہی سپہ سالاروں کے روبرو ابن دواس کو قتل کر دیا۔ بنت الملک برابر کہتی جاتی تھی یہ حاکم کے خون کا بدلہ ہے یہ حاکم کے خون کا بدلہ ہے، کسی نے دم تک نہ مارا۔

ابو القاسم بن احمد جرجرائی

ابن دواس کے مارے جانے اور خلیفہ ظاہر کے تخت نشین ہونے کے بعد بنت الملک امور سلطنت کی نگرانی کرنے لگی۔ چار برس تک زمام حکومت اس کے قبضہ میں رہی۔ اس کے مرنے کے بعد خدام خلافت معضاد اور نافرین وزان امور مملکت کے سیاہ و سفید کے مالک ہوئے۔ قلم دان وزارت ابو القاسم بن احمد جرجراری کے سپرد ہوا۔ اس نے اپنے عہدہ وزارت میں زمام حکومت اپنے قبضہ میں لے لی تھی اور کسی کی کچھ نہیں چلتی تھی۔

شام کی بغاوت

انہی واقعات کے دوران ملک شام میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ بنی کلاب سے صالح بن مرداس نے حلب پر قبضہ کر لیا۔ بنو جراح نے اس کے گردونواح کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ ظاہر کو اس کی اطلاع ہوئی' فوجیں اکٹھی کر کے ۴۲۰ھ میں زیری والی فلسطین کو شام کی جانب روانہ کیا۔ صالح بن جراح سے اس کا مقابلہ ہوا۔ صالح اور اس کا چھوٹا لڑکا مارا گیا۔ زیری نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ اور حلب کو بھی شبل الدولہ نصر بن صالح کے قبضہ سے نکال کر اسے قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ سے قبل جب کہ شبل الدولہ فلسطین میں تھا اس سے ابن جراح کی ان بن ہو گئی تھی اور متعدد لڑائیاں بھی ہوئی تھیں۔ انہی لڑائیوں کے سلسلہ میں شبل الدولہ رملہ سے قیساریہ بھاگ گیا اور وہیں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ ابن جراح نے رملہ کو جلا کر خاک کر دیا۔ اور شب خون مارنے کی غرض سے قرب و جوار میں اپنی فوج کو پھیلا دیا۔ اس لوٹ اور غارت گری کا سیلاب بڑھتے بڑھتے عریش تک پہنچا۔ اہل بلبیس اور اہل قرانہ بہ خوف جان و آبرو جلا وطن ہو کر مصر چلے گئے۔ اس کے بعد صالح بن مرداس نے عرب کو جمع کر کے دمشق پر چڑھائی کی۔ ان دنوں دمشق میں ذوالقرنین ناصر الدولہ بن حسین حکومت کر رہا تھا۔ حسان بن جراح نے یہ خبر پا کر ذوالقرنین کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔ اتفاق کچھ ایسا ہوا کہ فریقین میں مصالحت ہو گئی۔ صالح بن مرداس نے دمشق سے محاصرہ اٹھا کر حلب پر فوج کشی کر دی اور اس کو شعبان کتامی کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس کے بعد خلیفہ والی مصر نے مغربی فوجیں زریری کی افسری میں روانہ کیں جیسا کہ آپ پڑھ آئے ہیں اور اس نے آ کر دمشق پر قبضہ کر لیا۔

خلیفہ ظاہر کی وفات

۱۵ شعبان ۴۲۷ھ کو خلیفہ الظاہر اعزاز دین اللہ ابو الحسن علی بن حاکم علوی والی مصر نے وفات پائی' تقریباً سولہ برس خلافت کی۔ (تینتیس سال کی عمر پائی)۔

باب ۹

مستنصر باللہ کی خلافت ۴۲۷ھ تا ۴۸۷ھ

خلیفہ ظاہر کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے ابو تمیم معد نے سریر خلافت پر قدم رکھا المستنصر باللہ کا خطاب اختیار کیا۔ زمام حکومت ابو القاسم علی بن احمد جرجرائی وزیر السلطنت نے اپنے ہاتھ میں لی جو سابق خلیفہ کے عہد حکومت میں بھی عہدہ وزارت سے سرفراز تھا۔

ان دنوں حکومت دمشق پر زربری مامور تھا۔ جس کا اصلی نام انوشتکین تھا اس نے اپنے عادلانہ برتاؤ سے ملک میں امن و سکون پیدا کر دیا تھا۔ ملک کے کسی گوشہ سے بغاوت اور فتنہ و فساد کی آواز تک بھی نہیں سنی جاتی تھی۔ مگر وزیر السلطنت ابو القاسم کو اس سے دلی عناد تھا اور ہمیشہ اس کی بیخ کنی کی فکر میں رہتا تھا۔ ایک مدت کے غور و فکر کے بعد زربری کے سیکرٹری (ابو سعید) سے خط و کتابت شروع کی۔ اور اس کے ذریعہ سے زربری کو حکومت علویہ کی مخالفت پر ابھارنے لگا۔ زربری نے اس مخالفت کو ناپسندیدہ تصور کر کے ابو سعید کو اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ اس وجہ سے ابو سعید اور زربری کے درمیان کشیدگی اور منافرت پیدا ہو گئی۔ اتفاق سے انہی دنوں زربری کے لشکر کے چند سپاہی کسی ضرورت سے مصر آئے ہوئے تھے۔ وزیر السلطنت نے ان لوگوں کو پٹی پڑھا کر اپنا بنا لیا۔ چنانچہ ان سپاہیوں نے بعد واپسی بقیہ لشکریوں کو سمجھا بجھا کر زربری پر دفعتہ" حملہ کرنے پر آمادہ و تیار کر لیا۔ زربری کو کسی ذریعہ سے اس کی خبر لگ گئی۔ زربری نے ان کی اصلاح کی کوشش کی مگر جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو دمشق کو خیرباد کہہ کر بعلبک کی طرف چلا گیا۔ یہ واقعہ ۴۳۳ھ کا ہے۔ گورنر بعلبک نے زربری کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ اس نے حماۃ کی طرف قدم بڑھایا۔ والی حماۃ نے بھی اس کی حمایت نہ کی' زربری کو غصہ آگیا۔ آمادہ بہ جنگ ہوا۔ دوران جنگ میں رسد و غلہ کی فراہمی کی غرض سے قرب و جوار کے شہروں پر غارت گری کرنے لگا۔ چند دن کے بعد فوج کی کمی محسوس ہوئی۔ کفرطاب سے اپنے ایک دوست کو اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ چنانچہ والی کفرطاب دو ہزار فوج لئے امداد کو آپہنچا۔ زربری نے ان لوگوں کے ساتھ حلب کی جانب کوچ کیا اور وہاں پہنچ کر ماہ جمادی الآخر سنہ مذکور میں جان بحق ہو گیا۔

شام میں بغاوت

زربری کی وفات سے شام کے امن عامہ میں خلل و تغیر پیدا ہو گیا۔ قرب و جوار کے عرب باشندوں کو لالچ دامن گیر ہوا۔ وزیر السلطنت ابو القاسم نے انتظاما" حکومت دمشق پر حسین بن حمدان کو مامور کیا۔ اس کی آخری اور انتہائی کوشش یہ تھی کہ شام کو باغیان دولت علویہ کے حملوں سے بچاتا رہے۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ حسان بن مفرج طائی نے فلسطین کو دبا لیا۔ معز الدولہ بن صالح کلابی نے حلب پر فوج کشی کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ باقی رہا قلعہ حلب ▪ چند روز تک فتح نہ ہو سکا۔ اہل قلعہ نے دروازے بند کر لئے۔ بارگاہ خلافت مصر سے امداد کی درخواست کی جب دربار خلافت سے کوئی امداد و کمک نہ پہنچی تو اہل قلعہ نے قلعہ کو اپنے حریف معز الدولہ بن صالح کے سپرد کر دیا۔ اس نے قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

۴۴۰ھ میں معز بن بادیس نے ملک افریقہ میں عبیدیوں کے علم حکومت کی مخالفت کا جھنڈا بلند کیا' خلیفہ مستنصر علوی کا خطبہ و سکہ موقوف کر کے خلیفہ عباسی کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ خلیفہ مستنصر نے اس واقعہ سے مطلع ▪ کر تہدید آموز خط لکھا' جس کا معز نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

اس واقعہ کے بعد مصر کی وزارت میں تبدیلی واقع ہوئی۔ ابو القاسم وزیر السلطنت معزول کر دیا۔ اس کی جگہ حسین بن علی تازدری

قلم وان وزارت کا مالک ہوا چونکہ یہ خاندان وزارت سے نہ تھا اس وجہ سے خلیفہ مستنصر نے اسے ان خطابات سے مخاطب نہ کیا جن خطابات سے وزراء سابق کو خطاب کیا کرتا تھا۔ اس سے پیشتر خلفا اپنے وزرا کو عبدہ سے مخاطب کیا کرتے تھے لیکن خلیفہ وقت نے اس کو "صبغتہ" سے مخاطب کیا۔ تازوری کو یہ ناگوار گزرا اور درپردہ خلافت علویہ کی بیخ کنی کرنے لگا۔ ادھر قبائل رغبہ اور ریاح بطون ہلال میں باہم مصالحت کرا کر افریقہ کی جانب روانہ کیں۔ اور ان سے یہ عہد و پیمان کر لیا کہ جن جن ملکوں کو فتح کر لو گے وہ سب تمہارے مقبوضہ اور مملوکہ تصور کئے جائیں گے۔ ادھر معزوالی افریقہ کو یہ پیام بھیجا اما بعد فقد ارسلنا الیک خیولاً و حملنا علیھا رجالاً فحولاً لیقضی اللہ امرا کان مفعولاً (ہم نے تمہارے پاس مردان جنگ زور آور کو بھیجا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرنے والا ہے اسے پورا کرے)۔

عرب افریقیہ میں

غرض عرب کا یہ گروہ کوچ و قیام کرتا ہوا برقہ کی سرزمین میں پہنچا ملک سرسبز و شاداب تھا مگر ویران پڑا ہوا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ معز نے برقہ کے قدیم رہنے والے قبیلہ زناتہ کو جلا وطن کر دیا تھا عرب نے برقہ میں پہنچتے ہی طرح اقامت ڈال دی اور رہنے لگے۔ رفتہ رفتہ معزالدین تک یہ خبر پہنچی، عربوں کے اس گروہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھ کر غلاموں کی خریداری شروع کر دی۔ تھوڑے دنوں میں تیس ہزار غلام خرید لئے۔ اس اثنا میں بنو رغبہ نے ۴۴۶ھ میں طرابلس پر قبضہ کر لیا۔ بنو ریاح انج میں اور بنو عدی افریقیہ میں قتل و غارت گری کرتے ہوئے گھس پڑے۔ سارا ملک خون ریزی اور لوٹ مار سے بھر گیا۔ اس کے بعد انہی عربوں کے امراء میں سے چند لوگ بطور وفد معز کے دربار خلافت میں گئے۔ اس وفد کا سردار بنی مرداس کا ایک شخص یونس بن یحییٰ نامی تھا۔ معز نے اس وفد کی بڑی آؤ بھگت کی صلے مرحمت کئے اور انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا مگر پھر اس تواضع اور مدارات نے کچھ بھی کام نہ کیا ان وفود نے اپنے ملک میں پہنچ کر اپنی قوم کے ساتھ پھر وہی لوٹ مار شروع کر دی جیسا کہ اس سے پیشتر کر رہے تھے۔ اس وقت افریقیہ مصیبتوں اور طرح طرح کی بلاؤں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ایسی خون ریزی' ایسی غارت گری افریقیہ میں نہ کبھی دیکھی اور نہ سنی گئی تھی۔

یوم العین

بہ مجبوری معز نے ان لوگوں کی سرکوبی کی غرض سے فوجیں اکٹھی کیں۔ صنہاجہ اور سوڈان کے تیس ہزار فوجوں کو ساتھ لے کر افریقیہ کو بچانے کو نکل کھڑا ہوا اس کے مقابلے پر عرب تین ہزار کی جمعیت سے آیا ہوا تھا۔ اتفاق یہ کہ کثرت فوج کے باوجود معز کو شکست ہوئی صنہاجہ کا گروہ بے حد پامال ہوا۔ معز نے بھاگ کر قیروان میں دم لیا۔ اس کے بعد بروز عید قربان جس وقت کہ عرب کا گروہ نماز میں مشغول تھا معز نے پھر حملہ کیا عرب نے اس واقعہ میں بھی معز کو پسپا کر دیا۔ یہ شکست پہلی شکست سے بڑھ چڑھ کر تھی۔ پھر سہ بارہ معز نے زناتہ اور صنہاجی کی فوجیں کو فراہم کر کے عرب پر حملہ کیا۔ اور ناکامی کے ساتھ پسپا ہوا اس واقعہ میں اس کے لشکر کے تین ہزار آدمی کام آئے۔ عرب کا فتح مند گروہ شکست خوردوں کا مصلائے قیروان تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ اور ہمراہیان معز شکست پر شکست اٹھاتے ہوئے بھاگے جاتے تھے۔ شکست خوردہ فوج کا ایک بڑا حصہ مارا گیا۔ معز نے اپنے سپاہیوں کو رسد و غلہ کی فراہمی کی غرض سے قیروان میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ جوں ہی معز کا لشکر قیروان میں داخل ہوا عوام الناس سے مڈبھیڑ ہو گئی اس واقعہ نے باقی ماندہ کام تمام کر دیا۔

۴۴۶ھ میں عرب نے قیروان پر حملہ کیا۔ معز نے اگرچہ حفاظت کا بخوبی انتظام کر لیا تھا مگر پھر بھی یونس بن یحییٰ سردار عرب نے شہر

---

[1] یہ مقابلہ مقام جندران میں ہوا تھا۔ یہ ایک پہاڑ ہے۔ جس سے تین یوم کی مسافت پر قیروان واقع ہے۔ عرب کا گروہ ابتداء" اس ٹڈی دل لشکر کو دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔ یونس نے اس امر کا احساس کر کے کہا آج کا دن بھاگنے کا نہیں ہے عرب کے گروہ نے جواب دیا۔ اچھا پھر ہم ان پر کس طرح نیزہ ماریں۔ کیونکہ یہ لشکر از سرتا پا لوہے میں غرق ہے۔ یونس نے جواب دیا آنکھوں میں نیزے مارو پس عرب نے وقت جنگ ایسا ہی کیا۔ اور اسی مناسبت سے اس لڑائی کا نام یوم العین ہوا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰' صفحہ ۳۸۹ مطبوعہ لیدن۔

باجہ پر قبضہ کر لیا۔ معز نے گھبرا کر اہل قیران کو عبیدیہ میں جا کر قلعہ نشین ہونے کا حکم دیا۔ ان دنوں مہدیہ کی عنان حکومت تمیم کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ تمیم معز کا بیٹا تھا ۴۴۵ھ میں معز نے اسے مہدیہ کی حکومت پر متعین کیا تھا۔ ۴۴۹ھ میں خود بھی عرب کی روزانہ چھیڑ چھاڑ سے تنگ آکر قیروان سے مہدیہ چلا گیا۔ عرب کی بن آئی' غارت گری شروع کر دی۔ قیروان اور اس کے قرب و جوار کے کل شہروں اور قلعوں کو آزادی کے ساتھ تاخت و تاراج کیا جیسا کہ آئندہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔ اس کے بعد دار الخلافت بغداد میں بساسیری (بنی بویہ کا ایک غلام تھا) کی سازش سے بہ زمانہ انقراض حکومت بنی بویہ و مغلوبیت سلاطین سلجوقیہ' خلیفہ مستنصر علوی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا جیسا کہ ان کے حالات میں بیان ہو گا۔

مادر خلیفہ مستنصر

خلیفہ مستنصر کی ماں اگرچہ عورت تھی مگر امور سلطنت میں اسی کی حکومت کا سکہ چلتا تھا۔ وزارت کی تبدیلی اور تقرری اسی کے قبضہ میں تھی۔ وزراء دولت غالب اور قابض ہونے کے لئے ترکوں کو اپنی فوج میں بھرتی کر لیا کرتے تھے۔ لیکن یہ جس سے کشیدہ خاطر ہو جاتی تھی اسے اپنی جان کے لالے پڑ جاتے تھے۔ یہ اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا کہ جس سے ناراض ہوتی اس کی نسبت خلیفہ مستنصر کو اشارہ کر دیتی تھی خلیفہ مستنصر اسے فوراً" قتل کر ڈالتا تھا۔

ابتداء" قلم دان وزارت ابو الفتح فلاحی کے سپرد ہوئی کچھ عرصہ بعد مستنصر کی ماں کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ خلیفہ مستنصر نے اپنی ماں کے اشارے سے ابو الفتح کو گرفتار کر کے قید حیات سے سبکدوش کر دیا۔ تب ابو البرکات حسن بن محمد کو عہدہ وزارت عطا ہوا۔ زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ یہ بھی معزول کر دیا گیا۔ اس کے بعد محمد تازوری[1] اس عہدہ جلیلہ پر فائز ہوا۔ یہ بھی چند دنوں کی وزارت کے بعد مار ڈالا گیا۔ بعدہ ابو عبداللہ حسین بن بابلی قلم دان وزارت کا مالک ہوا۔

دولت علویہ کے سوڈانی غلاموں میں سے ناصر الدولہ بن حمدان نامی ایک شخص تھا کتامہ اور مصامدہ اس کی طرف مائل اور اس کے ہوا خواہ بن گئے۔ ایک روز کسی بات پر ترکوں اور بارگار خلافت کے غلاموں میں چل گئی۔ پچاس ہزار غلام جنگ کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔ ترکوں کی تعداد صرف چھ ہزار تھی۔ ترکوں نے خلیفہ مستنصر سے غلاموں کی شکایت کی' خلافت مآب نے کچھ خیال نہ فرمایا۔ مجبوراً" ترکوں کو بھی آمادہ بہ جنگ ہونا پڑا۔ مقام کوم الریش میں مقابلہ کی ٹھہری۔ ترکوں نے ایک دستہ فوج کو پہلے سے کمیں گاہ میں بٹھا دیا اور بقیہ کو مرتب کر کے سینہ بہ سینہ لڑنے کے لئے نکلے۔ لڑتے لڑتے پیچھے ہٹے۔ غلاموں نے جوش کامیابی میں تعاقب کیا۔ فتح یابی کے گھمنڈ میں بڑھتے چلے آئے جس وقت یہ غلاموں کا لشکر کمیں گاہ سے آگے بڑھا تو ترکوں نے تری بجائی اور نقارہ پر چوب ماری۔ غلاموں کا لشکر یہ خیال کر کے کہ یہ خلیفہ مستنصر کی فوج ہے' بھاگ کھڑا ہوا سینکڑوں غلام مارے گئے اور تقریباً" چالیس ہزار دریا میں ڈوب گئے۔

اس واقعہ سے ترکوں کی قوت بڑھ گئی۔ نظام حکومت درہم برہم ہو گیا۔ فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے۔ شاہی لشکر ملک شام وغیرہ سے جمع ہو کر غلاموں کی کمک کو آیا اور غلاموں کے ساتھ ہو کر ترکوں کی سرکوبی کے لئے نکلا۔ اس لشکر کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ اس وقت ترکوں کا گروہ جیرہ میں تھا۔ چنانچہ شاہی لشکر جیرہ کی طرف بڑھا ترک بھی مقابلہ پر آئے ناصر الدولہ بن حمدان ان ترکوں کی سرداری کر رہا تھا۔ اس معرکہ میں بھی ترکوں کو فتح نصیب ہوئی۔ شاہی لشکر شکست کھا کر صعید کی جانب لوٹا اور ناصر الدولہ ترکوں کے ساتھ مظفر و منصور اپنی قیام گاہ میں واپس آیا۔

اس کے بعد غلاموں نے صعید میں گروہ بندی شروع کر دی اور ترکوں کا گروہ عذر خواہی کی غرض سے محل سرائے خلافت میں حاضر ہوا۔ مادر مستنصر نے محل سرا کے غلاموں کو ترکوں کے قتل کا اشارہ کر دیا۔ غلاموں نے اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے ہلڑ مچا دی۔ ترک اسے تاڑ گئے۔ محل سرائے خلافت سے نکل کر باہر چلے آئے۔ ناصر الدولہ بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اراکین و ہواخواہان دولت سے جنگ شروع ہو گئی' ترکوں نے انہیں شکست دے کر اسکندریہ اور دمیاط پر قبضہ کر لیا۔ ان دونوں شہروں اور ریف کے کل بلاد سے خلیفہ مستنصر

---

[1] تازور مقامات رملہ میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ منہ رحمہ اللہ

کی خلافت جاتی رہی۔ خطبہ و سکہ موقوف کر دیا گیا۔ دارالخلافت بغداد میں تاج دار خلافت عباسیہ سے خط و کتابت ہونے لگی۔ اس شورش کی وجہ سے اہل قاہرہ شہر چھوڑ چھوڑ کر اِدھر اُدھر بھاگ نکلے۔ خلیفہ مستنصر نے یہ رنگ دیکھ کر شہر کی اصلاح کی جانب توجہ کی' قاہرہ آیا اور امن و امان کی منادی کرا دی۔ مادر مستنصر نے پچاس ہزار دینار پر ناصر الدولہ سے مصالحت کر لی۔

قتل ناصر الدولہ

مصالحت ہونے کی وجہ سے ناصر الدولہ کے اکثر ہمراہی اور اس کی اولاد متفرق و منتشر ہو گئی۔ خلیفہ مستنصر کو اپنا قدیمی کینہ نکالنے کا موقع مل گیا۔ ترکی سرداروں کو ملا کر دولت علویہ کا خط و سکہ جاری کرانے کی تحریک کی۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ جب تک ناصر الدولہ ہم میں موجود ہے یہ امر ناممکن ہے۔ خلیفہ مستنصر نے کہا اسی نے تو تم کو لڑا کر تباہ و برباد کیا ہے اس کا کام تمام کر دو۔ سرداران ترک اس فقرہ میں آ گئے۔ رات کے وقت ناصر الدولہ کے مکان پر پہنچے ناصر الدولہ کو چونکہ ان لوگوں سے کسی قسم کا اندیشہ نہ تھا' باہر نکل آیا۔ ترکی سردار تلواریں نیام سے کھینچ کر ٹوٹ پڑے۔ سر اتار کر اس کے بھائی کے مکان پر آئے اور اسے بھی قتل کر کے سر اتار لیا۔ دونوں بھائیوں کا سر لئے ہوئے خلیفہ مستنصر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ واقعہ ۴۶۵ھ کا ہے' ناصر الدولہ کے مارے جانے کے بعد ترکوں نے الذکر نامی ایک شخص کو امیر بنایا چنانچہ یہ دولت علویہ کا انتظام کرنے لگا۔

بدر جمالی

بدر جمالی آرمینی الاصل' دولت علویہ کا ساختہ پرداختہ اور خلیفہ مستنصر کا خاص خادم تھا۔ پہلے یہ والی دمشق کا حاجب مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد دارالامارت کے سوا سارے شہر کی نظامت پر مامور ہوا۔ پھر جب والی دمشق نے وفات پائی۔ تو بدر نے زمام حکومت دمشق اپنے ہاتھ میں لی۔ اس وقت تک کہ ابن منیر والی دمشق ہو کر دمشق آیا پس ابن منیر کے آنے کے بعد بدر دارالخلافت مصر چلا گیا اور ترقی کرتے کرتے عکہ کا والی ہوا۔ بدر حد درجہ کفائت شعار تھا۔ نہایت قابلیت سے حکومت کرتا تھا اور قابل حکمرانوں میں اس کا شمار کیا جاتا ہے۔

جس وقت مستنصر کے ساتھ ترکوں کے جھگڑے پیدا ہوئے اور آئے دن ترکوں نے مستنصر کو تنگ کرنا شروع کیا اس وقت مستنصر نے بدر جمالی کو امور سلطنت کے انتظام کی غرض سے دارالخلافت مصر طلب کیا۔ بدر نے درخواست کی کہ مجھے مصری لشکر کو زیر کرنے کی غرض سے فوج بڑھانے کی اجازت دی جائے۔ خلافت مآب نے اجازت دے دی۔ تب بدر نے ایک عظیم فوج آرمینیوں کی تیار کر کے بس جنگی کشتیوں کے ساتھ عکہ سے براہ دریا مصر کی طرف کوچ کیا۔ تھوڑے دنوں بعد مصر میں داخل ہوا۔ بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر خلافت مآب کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ خلیفہ مستنصر نے محل سرائے خلافت کے سوا تمام شہر کی حکومت عنایت کی۔ خلعت فاخرہ سے سرفراز فرما کر طوق کے جگہ جواہر کا گلو بند مرحمت کیا۔ اور والی دمشق کی طرح السید الاجل "امیر الجیوش" کا خطاب دیا۔ اس کے علاوہ کافل "قضاۃ المسلمین و داعی و دعاۃ المومنین" کے خطابات بھی دیئے۔ قلم دان وزارت بھی بدر کے سپرد کیا۔ غرض علم اور قلم دونوں کا مالک بنایا۔ تمام امورِ سلطنت کے نظم و نسق کا اسے اختیار دیا گیا۔ جسے جو کچھ دربار خلافت میں عرض و معروض کرنا ہوتا اس کے ذریعہ سے کرتا۔

خلیفہ مستنصر نے ان سب امور کی بابت بدر سے عہد و پیماں کر لیا تھا۔ دعاۃ اور قضاۃ کی تقرری بھی اسی کے قبضہ میں تھی۔ یہ مذہب امامیہ کا ایک غالی اور متعصب فرد تھا۔ پس اس نے امور سلطنت کا نظم و نسق شروع کیا۔ اطراف و جوانب کے امراء نے جن جن ملکوں کو اپنی سینہ زوری سے دبا لیا تھا واپس لے لیا۔ مثلاً" ابن عمار نے طرابلس کو' ابن معروف نے عسقلان کو' اور بنی عقیل نے صور کو' اس کے بعد سپہ سالاران لشکر اور اراکین دولت کی جانب متوجہ ہوا۔ ان لوگوں سے بھی وہ مال و زر جو ان لوگوں نے زمانہ طوائف الملوکی میں خلیفہ مستنصر سے لیا تھا۔ ایک ایک کر کے وصول کر لیا۔ دمیاط پر ایک جماعت مفسدین عرب کی قابض ہو رہی تھی۔ بدر نے ان کی بھی سرکوبی کی۔ اور دمیاط کو ان لوگوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ لواتہ کی بھی گوشمالی کی ان کے مردوں کو قتل اور عورتوں اور لڑکوں کو گرفتار کر کے

لونڈی غلام بنایا۔ اس کے بعد جہنیہ کی طرف بڑھا[1]...... ان لوگوں کے ساتھ بنی جعفر کا ایک گروہ تھا۔ طرح العلیا میں فریقین کا ۴۶۹ھ میں مقابلہ ہوا' بدر نے انہیں شکست فاش دے کر ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر اہواز کی جانب کوچ کیا۔ اہواز پر کنز الدولہ محمد قابض تھا۔ بدر نے اسے قتل کر کے اہواز پر قبضہ کر لیا۔ غرض نہایت قلیل مدت میں بدر نے دولت علویہ کو اندرونی اور بیرونی فسادات سے پاک کر کے ایک متمدن اور باسیاست سلطنت بنا دیا۔ رعایا کو مرفع الحال بنانے کی غرض سے تین برس کا خراج معاف کر دیا جس سے دولت علویہ اس عروج اور شائستگی پر ہو گئی جیسا کہ اس سے پیشتر تھی۔

شام پر ترکوں کا قبضہ

سلاطین سلجوقیہ اور ان کی فوجیں ان دنوں خراسان' عراقین اور بغداد پر متصرف و قابض ہو رہی تھیں۔ اس وقت ان کا بادشاہ طغرل بک تھا۔ ایسا کوئی ملک نہ تھا جہاں پر ترکوں کا لشکر نہ پہنچا۔ اتسز بن اوق نے جو سلطان ملک شاہ سلجوقی کی فوج کا ایک نامور سردار تھا، ۴۴۳ھ یا ۴۶۳ھ میں شام پر حملہ کیا۔ اتسز کو شاہی انفسس کے نام سے یاد کرتے تھے یہ ترکی نام ہے۔

اتسز نے رملہ اور بیت المقدس کو بزور تیغ فتح کر کے دمشق کا محاصرہ کیا۔ اس کے قرب و جوار کے قصبات اور دیہاتوں کو غارت گری سے تاخت و تاراج کرنے لگا۔ ان دنوں دمشق کی زمام حکومت خلافت مصر کی طرف سے معلیٰ بن حیدرہ کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ معلیٰ نے نہایت عزم و احتیاط سے قلعہ بندی کی اتسز نے اگرچہ لوٹ مار سے دمشق کے مضافات کو ویران و خراب کر دیا۔ مگر دمشق فتح نہ ہوا۔ ۴۶۸ھ تک دمشق پر حملہ کرتا رہا۔ طول حصار' رسد' غلہ اور امداد کی آمد و رفت بند ہونے کی وجہ سے اہل دمشق نے معلیٰ کے خلاف بغاوت کر دی۔ بے چارہ معلیٰ اپنی جان بچا کر بلبیس بھاگ گیا اور وہاں سے مصر چلا گیا۔ خلیفہ مستنصر نے اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ قید ہی میں مر گیا۔

دمشق پر قبضہ

معلیٰ کے چلے جانے کے بعد مصامدہ نے جمع ہو کر انتصار بن یحییٰ کو دمشق کی امارت کی کرسی پر متمکن کیا اور وزیر الدولہ کا لقب دیا۔ مگر تھوڑے ہی دن بعد گرانی کی وجہ سے اہلِ دمشق کی حالت نازک ہو گئی۔ اس اثنا میں خلافت عباسیہ کا ایک نامور امیر قدس شریف سے آگیا اور اس نے محاصرین کا حوصلہ بڑھا دیا۔ اہلِ دمشق نے مجبور ہو کر امان طلب کی اور شہر کو محاصرین کے حوالہ کر دیا۔ فتح مند امیر نے وزیر الدولہ کو قلعہ بانیاس میں لے جا کر نظر بند رکھا اور خود مظفر و منصور ماہ ذیقعدہ ھ میں داخلِ دمشق ہوا۔ خلافت عباسیہ کا جھنڈا دمشق کے قلعہ پر لہرایا گیا۔ جامع مسجد میں خلیفہ مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

اس کے بعد ۴۶۹ھ میں اتسز نے مصر پر فوج کشی کی' بدر نے گرد و نواح کی عربی فوجوں کو فراہم کر کے اتسز کا مقابلہ کیا۔ ایک خون ریز سخت جنگ کے بعد اتسز کو شکست ہوئی۔ اس کے اکثر ہمراہی کام آ گئے۔ اور اتسز شکست کھا کر شام کی جانب لوٹا۔ دمشق پہنچ کر اہلِ دمشق کا شکریہ ادا کیا۔ اور حسنِ خدمت کے صلے میں کہ اہلِ دمشق نے اس کے زمانہ غیر حاضری میں دمشق کی عمدہ طور سے محافظت و نگرانی کی ۴۶۹ھ میں خراج معاف کر دیا۔ اور اہلِ قدس نے چونکہ اس کے زمانہ عدم موجودگی میں سرکشی اور بغاوت کی تھی، اس وجہ سے ان لوگوں کا محاصرہ کیا۔ اور بزور تیغ قتل و غارت گری کرتا ہوا شہر میں گھس گیا۔ شکست خوردوں کا ایک گروہ مسجد داؤد علیہ السلام میں جا کر پناہ گزین ہوا مگر ان پناہ گزینوں کو وہاں بھی پناہ نہ ملی' ہزارہا آدمی مسجدِ اقصےٰ میں مارے گئے۔ اس اثنا میں امیرالجیوش بدر جمالی نے مصر سے ایک عظیم فوج سپہ سالار نصیر الدولہ کی ماتحتی میں دمشق کی جانب روانہ کی۔ چنانچہ نصیر الدولہ دمشق پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ رسد و غلہ کی

[1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔ (مترجم)

آمد بند کر دی، آئے دن کی لڑائیوں سے اہل دمشق کو تنگ کرنے لگا۔

سلطان ملک شاہ تاج دار سلجوقیہ نے ۴۷۰ھ میں اپنے بھائی تتش کو بلاد شام کی زمام حکومت سپرد کی تھی ساتھ ہی یہ بھی ارشاد کیا تھا کہ بلاد شام کے جن جن شہروں کو تم بزور تیغ فتح کر لو گے، وہ سب تمہارے مقبوضہ تسلیم کئے جائیں گے چنانچہ تتش نے ملک شام میں پہنچ کر حلب پر فوج کشی کی۔ ترکمانوں کی ایک عظیم فوج اس کی ہم رکاب تھی۔ اہل حلب کو اس محاصرے اور حملے سے سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ ہنوز کسی فریق کی قسمت کا آخری فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ اتسز نے دمشق سے کہلا بھیجا کہ مصری فوجوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا ہے، رسد و غلہ کی آمد بند کر دی ہے، اگر آپ میری مدد نہ کریں گے تو مجھے بہ مجبوری شہر کو فریق مخالف کے حوالہ کر دینا پڑے گا۔

تتش نے یہ پیغام پا کر دمشق کی جانب کوچ کیا۔ مصری سپہ سالار کو جو یہ خبر لگی تو وہ بھی محاصرہ اٹھا کر شکست خوردہ گروہ کی طرح چلتا پھرتا نظر آیا۔ اتنے میں تتش دمشق کے قریب پہنچ گیا اتسز اس کی آمد کی خبر سن کر اس سے ملنے کے لئے دمشق سے باہر آیا۔ تتش نے اسے قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا[1] یہ واقعہ ۴۷۱ھ کا ہے۔ اس کے بعد ملک شاہ کی فوج نے حلب پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ تاج دار سلجوقیہ تمام ممالک شام پر قابض ہو گیا۔ امیر الجیوش بدر جمالی کو تاج دار سلجوقیہ کی یہ کامیابیاں شاق گزر رہی تھیں۔ گردونواح کی فوجوں کو جمع کر کے دمشق پر چڑھائی کی۔ ان دنوں دمشق میں تاج الدولہ تتش سلطان شاہ کا بھائی حکومت کر رہا تھا۔ اس نے مصری فوج کی آمد کی خبر پا کر نہایت احتیاط و عزم سے قلعہ بندی کر لی۔ جس سے حملہ آور کی ایک نہ چل سکی، ناکام ہو کر واپس گیا۔ پھر ۴۷۲ھ میں مصری فوج کے سپہ سالار نے ملک شام پر حملہ کیا۔

اس مرتبہ شہر صور کو قاضی عین الدولہ بن ابی عقیل کے قبضہ سے واپس لے لیا اور اس کے بعد شہر صیدا اور شہر جبیل کو بھی یکے بعد دیگرے فتح کر کے اپنی جانب سے عمال مقرر کئے۔ ۴۸۴ھ میں فرانس نے جزیرہ سقلیہ کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا اور ۴۸۲ھ میں منیر الدولہ جیوشی والی شہر صور نے علم مخالفت بلند کیا جسے بدر جمالی نے دولت علویہ کی جانب سے صور کی ولایت پر مامور کیا تھا۔ چنانچہ بدر جمالی نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر روانہ کیا، جس وقت لشکر شہر صور کے قریب پہنچا اہل صور نے خبر پا کر شہر کے اندر بھی ایک ہنگامہ بپا کر دیا' منیر الدولہ سے کچھ بن نہ آئی۔ مصری لشکر نے بلا جدال و قتال شہر پر قبضہ کر لیا اور منیر الدولہ کو گرفتار کر کے مصاحبوں سمیت مصر کو روانہ کر دیا گیا اور وہاں پہنچتے ہی اس کو قتل کر دیا گیا۔

ان واقعات کے بعد ماہ ربیع الاول ۴۸۷ھ میں امیر الجیوش بدر جمالی نے انتقال کیا۔ اسی سال کی عمر پائی۔ اس کے دو خانہ زاد تھے۔ ایک کا نام امین الدولہ لاویز تھا اور دوسرے کا نصیر الدولہ افتکین بدر کے مرنے کے بعد خلیفہ مستنصر نے امین الدولہ لاویز کو بدر کی جگہ تقرر کرنا چاہا۔ نصیر الدولہ کو یہ امر ناگوار گزرا۔ فوج کو تیاری کا حکم دے کر سوار ہو گیا۔ سارے شہر میں ایک ہلڑ سا مچ گیا۔ بلوائیوں اور بازاریوں نے قصر خلافت کو جا کر گھیر لیا۔ خلیفہ مستنصر کو سخت و ناملائم کلمات سنانے لگے۔ خلیفہ مستنصر نے مجبور ہو کر بدر کے لڑکے' محمد ملک ابو القاسم کو بدر کی جگہ قلم دان وزارت سپرد کیا اور بدر کی طرح "الافضل" کا خطاب دیا۔ محمد ملک ابو القاسم عہدہ وزارت سے ممتاز ہو کر اسی طور و طریقہ سے امور سلطنت کا انتظام کرنے لگا جیسا کہ اس کے باپ بدر کا طریقہ تھا۔ اس کی وزارت کے بعد ہی خلیفہ مستنصر نے وفات پائی۔ چونکہ ابو القاسم بن مقری عہد وزارت بدر میں نیابت کا کام کرتا تھا۔ اس وجہ سے محمد کے انتقال کے بعد ملک ابو القاسم قلم دان وزارت کا مالک بنایا گیا۔

---

[1] اس واقعہ کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ تتش نے حلب کے قریب پہنچ کر مصری فوج کا جب کوئی اثر و نشان نہ پایا تو اتسز کی اس حرکت سے کہ اس نے بلا ضرورت امداد طلب کی تھی۔ ناراضگی ظاہر کی اتسز نے عذرات پیش کئے جسے تتش نے قبول نہ کیا اور اسی وقت گرفتار کر کے مار ڈالا۔ حافظ ابو القاسم ابن عساکر دمشقی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۴۷۲ھ کا ہے۔ تاریخ ابن اثیر جلد ۱۰' صفحہ ۴۲۔

وفات خلیفہ مستنصر اللہ

خلیفہ مستنصر باللہ ابو تمیم ابو الحسن علی الظاہر لاعزاز دین اللہ علوی والی مصر و شام نے الترویہ (۸ ذی الحجہ) ۴۸۷ھ کو وفات پائی۔ ساٹھ برس اور بہ روایت بعض مورخین پینسٹھ سال خلافت کی۔ اس نے اپنے ابتدائے زمانہ خلافت میں بڑے بڑے مصائب اٹھائے، طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں۔ مال و خزانہ لٹ گیا۔ بے سروسامانی اس حد تک پہنچ گئی کہ اس کے پاس سوائے ایک فرش کے جس پر یہ بیٹھا کرتا تھا اور کوئی سامان و اسباب باقی نہ رہا تھا۔ برائے نام خلیفہ تھا اصل یہ ہے کہ اس کی معزولی میں کسر باقی نہ رہی تھی کہ دفعتہً اس نے اپنے ہوش و حواس درست کر کے امور سیاست کی جانب توجہ کی۔ عکہ سے بدر جمالی کو بلا بھیجا۔ اور جب بدر جمالی آ گیا تو تمام امور سلطنت کے سیاہ و سفید کا اختیار اسے دے دیا۔ بدر نے تھوڑے ہی دنوں میں بدنظمیاں ختم کر کے اس کے ممالکِ مقبوضہ کو ایک متمدن اور مہذب ملک بنا دیا۔ اور شاہی اختیارات کو اسی پیمانہ سے برتنے لگا جیسا کہ لازم و سزاوار تھا۔

ابو القاسم المستعلی باللہ کی خلافت

وزیر السلطنت نے یہ خیال کر کے کہ مبادا نزار کرسی خلافت پر متمکن ہو کر کسی قسم کا مجھے نقصان پہنچائے، مستنصر کی بہن کو پٹی پڑھائی کہ آپ ابو القاسم کی خلافت کی تحریک کیجئے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ امور سلطنت ہمیشہ آپ کی رائے اور ذمہ داری سے انجام پذیر ہوا کریں گے۔ مستنصر کی بہن نے اس بنا پر قاضی اور داعی کے روبرو ابو القاسم کی ولی عہدی کا اظہار دیا اور قسم بھی کھائی۔ اراکین دولت نے ابو القاسم کے ہاتھ پر خلافت و امارت کی بیعت کر لی "المستعلی باللّٰہ" کے مبارک لقب سے یاد کرنے لگے۔

نزار جو المستعلی سے بڑا تھا، اسے یہ امر ناگوار گذرا۔ بیعت خلافت لینے کے تیسرے دن مصر چھوڑ کر اسکندریہ چلا گیا۔ اس کی اور محمد ملک ابو القاسم وزیر السلطنت کی باہم نہ بنتی تھی۔ نصیر الدولہ یہ سن کر کہ مستعلی تخت خلافت پر متمکن کیا گیا ہے، باغی ہو گیا۔ اور خلیفہ مستنصر کی ولی عہدی کے مطابق نزار کی خلافت کی بیعت کر کے المصطفے الدین اللہ کے خطاب سے مخاطب کرنے لگا۔ دربار خلافت مصر میں اس کی خبر ہوئی۔ وزیر السلطنت نے ایک فوج جمع کر کے نزار کی گوشمالی کی غرض سے کوچ کیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا اسکندریہ پہنچا۔ اور اپنے حریف مقابل پر محاصرہ کرایا۔ ایک مدت کے محاصرہ و جنگ کے بعد محصورین نے امان حاصل کر کے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ فتح مند گروہ نے شہر میں داخل ہو کر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا اور نزار کو کشتی پر سوار کرا کے قاہرہ روانہ کر دیا۔ خلیفہ مستعلی نے نزار کو پہنچتے ہی قتل کر دیا۔ اس کے بعد وزیر السلطنت افضل افتکین کے ساتھ مصر واپس آیا۔ ایک روز حسب حکم خلافت افتکین کو دربار خلافت میں پیش کیا گیا۔ خلیفہ مستعلی نے اسے بغاوت اور سرکشی پر زجر و توبیخ کی۔ افتکین نے گستاخانہ جواب دیا۔ خلیفہ مستعلی کو مخاطب کر کے کہا۔ حضرت والا یہ قتل و خون ریزی کسی قسم کا کفارہ نہیں بن سکتا۔

حسن بن صباح

بیان کیا جاتا ہے کہ حسن بن صباح جو فرقہ اسمٰعیلیہ کا عراق میں ایک نامور سردار تھا سوداگروں کے لباس میں خلیفہ مستنصر کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور ملک عجم میں اس کی حکومت و خلافت کی منادی کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ چنانچہ خلیفہ مستنصر نے اجازت دے دی۔ علی سبیل تذکرہ حسن نے خلیفہ مستنصر سے دریافت کیا تھا کہ آپ کے بعد میرا امام کون ہو گا؟ جواب دیا "میرا بیٹا نزار" اس کے بعد حسن ملک عجم چلا گیا۔ اور درپردہ لوگوں میں خلیفہ مستنصر کی خلافت کی منادی کرنے لگا۔ تھوڑے دن بعد اس نے ہاتھ پاؤں نکالے اور وہاں کے اکثر قلعہ جات مثلاً قلعہ موت وغیرہ پر قابض ہو گیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ اسمٰعیلیہ فرقہ کے حالات میں بیان کریں گے۔ یہ ان کے اہم اور مشہور واقعات ہیں۔ یہ لوگ نزار کی امامت کے قائل ہیں۔

الغرض خلیفہ مستعلی نے جوں ہی تختِ خلافت پر قدم رکھا سرحدی شہروں میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ کیلہ نامی ایک شخص جو صور کا والی تھا علم خلافت سے منحرف و باغی ہو گیا۔ خلیفہ مستعلی نے ایک فوج اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کی۔ اس فوج نے صور پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ بہت خون ریزی ہوئی آخر کار شاہی لشکر فتح یاب ہوا۔ اور کیلہ کو شکست فاش اٹھانا پڑی۔ لشکر نے اسے گرفتار کر کے نامہ بشارت فتح کے ساتھ مصر روانہ ہوا۔ خلافت مآب نے پہنچتے ہی کیلہ کو قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۴۹۱ھ کا ہے۔

تاج الدولہ تتش والی شام کے انتقال پر اس کے دونوں لڑکوں رضوان اور وقاق میں خانہ جنگی کا بازار گرم ہو گیا۔ وقاق دمشق میں رہتا تھا اور رضوان حلب میں۔ رضوان نے اپنے صوبہ میں چند دن تک خلیفہ مستعلی کے نام کا خطبہ پڑھا مگر پھر خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھنے لگا۔

عیسائیوں کا بیت المقدس پر قبضہ

بیت المقدس کی حکومت پر تاج الدولہ تتش نے امیر سقمان بن ارتق ترکمانی کو مامور کیا تھا۔ اس کے بعد ۴۹۰ھ میں عیسائیوں نے ملک شام کی طرف قدم بڑھائے۔ عیسائی صلیبیوں کی جماعت رفتہ رفتہ قسطنطنیہ پہنچی اور اس نے خلیج کو عبور کر لیا۔ والی قسطنطنیہ نے اس خیال سے کہ عیسائی کروسیڈر اس کے اور امراء سلجوقیہ و ترک والیانِ شام کے بیچ میں پڑ جائیں، عیسائی کروسیڈروں کو اپنے ملک سے راہ دے دی۔ چنانچہ عیسائیوں نے پہلے انطاکیہ پہنچ کر لڑائی شروع کی اور اسے باغیان سپہ سالار سلجوقیہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ باغیان انطاکیہ کو حریف مقابل کے محاصرے میں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ کسی ارمنی نے راستے میں مار ڈالا۔ اور سر اتار کر عیسائیوں کے پاس انطاکیہ میں لے آیا۔ اس واقعہ سے لشکر شام پر عیسائیوں کے رعب و داب کا سکہ بیٹھ گیا۔ اوز اس کے سرداروں کی آنکھوں میں آئندہ خطرات کی تصویریں پھرنے لگیں۔

اولاً کربوقا والی موصل فوجیں جمع کر کے عیسائی کروسیڈرون سے بدلہ لینے کے لئے نکلا اور مرج وابق پڑاؤ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ وقاق بن تتش سلیمان بن راشق طغتکین اتابک والی حمص اور والی سنجار بھی آ آکر جمع ہو گئے۔ گردونواح کے ترکوں اور عربوں کو جمع کر کے فوجیں آراستہ کیں اور انطاکیہ پر عیسائیوں کے تیرہ یوم قبضہ کرنے کے بعد انطاکیہ کو چھڑانے کے لئے کوچ کیا۔ عیسائیوں نے بھی چاروں طرف سے عیسائی فوجیوں کو جمع کر لیا تھا۔ یورپ کے بڑے بڑے بادشاہ اس جنگ میں شریک تھے۔ ان سب کا سردار بمینید نامی ایک عیسائی بادشاہ تھا۔ عساکر اسلامیہ اور عیسائی فوجوں سے صف آرائی کی نوبت آئی۔ سخت خون ریزی کے بعد مسلمانوں کو شکست ہوئی ہزاروں مسلمانوں کو عیسائی کروسیڈروں نے تہ تیغ کیا۔ اور ان کے لشکر گاہ پر قبضہ کر کے معرۃ النعمان کی جانب بڑھے۔ ایک مدت تک اس پر محاصرہ کئے رہا۔ اس کے اعوان و انصار اپنی کامیابی سے نا امید ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تقریباً ایک لاکھ مسلمان کام آئے۔ اور ابن منقذ نے شہر دے کر عیسائیوں سے مصالحت کر لی۔ اس مصالحت کے بعد عیسائیوں نے حمص کو جا گھیرا۔ جناح الدولہ نے شہر کو اپنے حریف محاصر کے سپرد کر کے صلح کر لی پھر ان عیسائیوں نے عکہ پر پہنچ کر محاصرہ کیا۔ ترکی اسلامی فوج بمقیم عکہ کو بڑے بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا جو احاطہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔

مسلمانوں کا بیت المقدس پر قبضہ

اسی پر آشوب زمانہ میں اہل مصر کو سلجوقیہ اور ترکوں کو زیر کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ وزیر السلطنت افضل بن بدر جمالی فوجیں مرتب کر کے بیت المقدس واپس لینے کے لئے روانہ ہوا اور سفر و قیام کرتا ہوا بیت المقدس پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ بیت المقدس میں ان دنوں سقمان اور ایلغازی پسران ارتق اور اس کا بھتیجا یاقوتی اور برادر چچا زاد سوتج موجود تھا۔ افضل نے چالیس منجنیقیں قلعہ شکن بیت المقدس فتح کرنے کو نصب کرائی تھیں تقریباً چالیس روز تک محاصرہ کئے رہا۔ اس کے بعد ۴۹۰ھ میں امان کے ساتھ فتح کر لیا۔ افضل نے فتح یابی کے بعد سقمان، ایلغازی اور ان لوگوں کے ساتھ جو ان کے ساتھ تھے، اچھا برتاؤ کیا اور ان کو چلے جانے کی اجازت دی۔ کسی قسم کی ان

سے مزاحمت نہ کی۔ پس سقمان شہر الرہا چلا گیا۔ اور ایلغازی نے عراق کا راستہ لیا۔ ان لوگوں کی روانگی کے بعد افضل نے بہ اطمینان تمام بیت المقدس پر قبضہ کر کے اپنی آتش شوق کو بجھایا اور فتح کا جھنڈا لئے ہوئے مصر کی جانب واپس آیا۔

بیت المقدس پر عیسائیوں کا دوبارہ قبضہ

اس عارضی فتح یابی کے بعد عیسائی کروسیڈروں نے بیت المقدس کا قصد کیا۔ چالیس روز تک محاصرہ کئے رہے۔ قلعہ شکن منجنیقیں چاروں طرف نصب کیں شہر پناہ کی دیوار منہدم کرنے کی غرض سے دو بڑے بڑے برج بنائے۔ جس پر آتش بازی کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ لڑتے بھڑتے شمالی جانب سے بیت المقدس میں جب کہ سات راتیں ماہ شعبان ۴۹۲ھ کے تمام ہونے کو باقی رہ گئی تھیں، گھس پڑے۔ ہفتوں عام خون ریزی اور کشت و خوں کا ہنگامہ گرم اور جاری رہا۔ مسلمانوں نے محراب داؤد علیہ السلام میں جا کر پناہ لی اور یہ سمجھ کر وہاں جا چھپے کہ شاید اب خون ریزی اور قتل سے بچ جائیں گے۔ مگر ان اجل رسیدوں کو وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ عیسائی فوجوں نے پہلے انہیں امان دی اور جب انہوں نے دروازہ کھول دیا، قتل کرنے لگے۔ مسجد اقصے اور صخرہ میں ستر ہزار مسلمان شہید کئے گئے۔ مسجد اقصے کی چالیس قندیلیں نقرئی جو تین تین ہزار اور چھ چھ سو درم وزن کی تھیں۔ اور ایک تنور نقرئی جو وزن میں چالیس رطل شامی تھا اور ایک سو پچاس قندیلیں طلائی، لوٹ لیں۔ اس کے علاوہ اور مال و اسباب اور قیمتی قیمتی سامان لوٹ لئے گئے جو شمار سے باہر تھے۔ بقیۃ السیف جو اس عام خون ریزی سے بچ گئے بحال پریشان گریاں و نالاں بغداد پہنچے اور ان مصائب کو بالتفصیل بیان کیا جو اسلام اور مسلمانوں پر بیت المقدس اور سرزمین شام میں قتل، غارت گری اور قید ہونے کے گزرے تھے۔ خلافت مآب نے سربر آوردہ علماء کے ایک گروہ کو سلطان برکیا روق اور اس کے بھائیوں محمد اور سنجر کے پاس جہاد کی غرض سے بھیجا۔ لیکن یادگاران سلاطین سلجوقیہ میں باہمی نزاعات اور مخالفت کی وجہ سے اس قدر قوت باقی نہ رہی تھی کہ عیسائی کروسیڈروں کے مقابلے پر تلوار اٹھا سکتے اور بیت المقدس کو ان کے قبضہ سے نکالنے کی کوشش کرتے۔ چار و ناچار علماء کا وفد ناکام واپس آیا۔

وزیر السلطنت افضل بن بدر جمالی امیر الجیوش نے بیت المقدس پر عیسائیوں کے قبضہ کی خبر پا کر فوجیں جمع کیں۔ اور عیسائی کروسیڈروں کو بیت المقدس سے نکال باہر کرنے کے قصد سے مصر سے کوچ کیا۔ عیسائی فوجیں بھی افضل کے لشکر سے مقابل ہونے کے لئے بڑھیں اور اچانک حملہ کر کے انہیں پسپا کر دیا۔ مصری لشکر کا ایک گروہ متفق و منتشر ہو کر گولروں کے گنجان باغ میں جا چھپا۔ عیسائیوں نے آگ لگا دی۔ سب کے سب جل گئے اور جو گھبرا کر باغ سے باہر نکلا اسے عیسائیوں نے بے دریغ قتل کر ڈالا۔ اس ہوشربا واقعہ کے بعد عیسائی فوجیں عسقلان کی طرف لوٹیں اور پہنچتے ہی محاصرہ کیا۔ بیس ہزار دینار بطور تاوان جنگ لے کر واپس ہوئیں۔

واقعات ۴۹۵ھ تا ۵۶۹ھ

ابوالاعلیٰ منصور الامر کی خلافت ۴۹۵ھ تا ۵۲۴ھ

مصر کا تاجدار خلیفہ مستعلی ابو القاسم احمد بن مستنصر باللہ علوی نصف ماہ صفر ۴۹۵ھ کو اپنی خلافت کے سات سال پورے کر کے مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا ابو علی جس کی عمر اس وقت پانچ برس کی تھی، تخت خلافت پر متمکن ہوا اور "الآمر باحکام اللہ" کا خطاب اختیار کیا۔ خلفاء علویہ میں سے کوئی شخص اس سے اور مستنصر سے زیادہ کم سن خلیفہ نہیں بنایا گیا۔ اس کی یہ حالت تھی کہ اکیلا گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا تھا۔

عیسائیوں اور مصریوں کا مقابلہ

۴۹۶ھ میں افضل امیر الجیوش مصریہ نے دوبارہ فوجیں آراستہ کر کے عیسائیوں سے جنگ کرنے کے لئے شام کی جانب روانہ کیں۔ سعد الدولہ طواشی نامی ایک امیر جو اس کے باپ کا مملوک تھا، اس مہم کا سردار بنایا گیا۔ رملہ اور یافہ کے درمیان عیسائی کروسیڈروں سے معرکہ آرائی ہوئی۔ عیسائیوں کے سردار کا نام بغد دین تھا۔ پہلے حملہ میں عیسائیوں نے مصری لشکر کو شکست دے دی۔ اثنا دوران جنگ میں سعد الدولہ مارا گیا۔ عیسائیوں نے اس کے خیمے اور لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں پر جو کچھ مال و اسباب پایا لوٹ لیا۔ افضل کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے بیٹے شرف المعالی کو فوج کا سردار مقرر کر کے روانہ کیا۔ رملہ کے قریب عیسائیوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ شرف المعالی نے عیسائیوں کو شکست دے دی، بغد دین بخوف گرفتاری و قتل، گنجان درختوں میں چھپ رہا اور جب جنگ کا ہنگامہ ختم ہو گیا تو چند عیسائی سرداروں کے ساتھ نکل کر چپکے سے رملہ چلا گیا۔ شرف المعالی نے اس مہم کو سر کر کے رملہ پر فوج کشی کی۔ پندرہ یوم تک محاصرہ کئے رہا آخر کار بزور تیغ فتح کر لیا۔ چار سو عیسائیوں کو تہ تیغ کیا اور تین سو عیسائی سرداروں کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا۔ مگر بغد دین اس واقعہ سے بھی بال بال بچ کر یافہ چلا گیا۔ اتفاق سے اسی اثنا میں عیسائی زائروں کا ایک گروہ کثیر بیت المقدس کی زیارت کو آیا ہوا تھا۔ بغد دین نے ان کو صلیبی لڑائی لڑنے کی ترغیب دی اور جب یہ آمادہ ہو گئے تو انہیں تیار کر کے عسقلان کی جانب بڑھا۔ شرف المعالی یہ خبر پا کر اپنے باپ افضل امیر الجیوش کے پاس چلا گیا۔ اور عیسائیوں نے عسقلان پر بلا جدال و قتال قبضہ حاصل کر لیا۔

اس کے بعد شرف المعالی نے بری اور بحری فوجیں ترتیب دیں۔ اپنے باپ کے نامور مملوک تاج العجم کو عظیم فوج کے ساتھ براہ خشکی عیسائیوں کے مقابلہ پر عسقلان کی طرف روانہ کیا۔ اور قاضی ابن قادوس کی ماتحتی میں جنگی کشتیوں کا بیڑا دریا یافا کی جانب بھیجا چنانچہ تاج العجم نے عسقلان پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ قاضی قادوس نے تاج العجم کو بلا بھیجا کہ آؤ ہم تم متفق ہو کر عیسائیوں پر حملہ کریں۔ تاج العجم افضل نے اسی وقت ابن قادوس کو تاج العجم کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا اور اپنے خادموں میں سے جمال الملک کو عسقلان کی جانب روانہ کیا۔ اور عساکر شامیہ کی سرداری بھی اسی کو مرحمت کی۔

۴۹۶ھ انہی واقعات پر تمام ہوا ہے۔ ۴۹۷ھ میں مصری اور عیسائی فوجوں میں باہم قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں ہوتی۔ ۴۹۸ھ میں وزیر السلطنت نے اپنے دوسرے بیٹے سناء الملک حسین کو عیسائیوں کے مقابلہ پر روانہ کیا اور جمال الملک کو اس کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سناء الملک پانچ ہزار فوج کی جمعیت کے ساتھ عیسائیوں سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ طغتکین اتابک والی دمشق سے کمک طلب کی

طغتکین نے تیرہ سو سوار بھیج دیئے۔ عسقلان اور یافا کے درمیان عساکر اسلامیہ اور عیسائی فوجوں سے مقابلہ ہوا۔ جانبین کے ہزارہا آدمی کام آئے۔ اس کے بعد دونوں فریق ایک دوسرے سے خودبخود علیحدہ ہو گئے۔ عساکر اسلامیہ نے عسقلان اور دمشق کی جانب مراجعت کی۔ ۴۹۷ھ میں بلتاش بن تتش عیسائیوں سے مل گیا تھا' جس کا سبب یہ تھا کہ طغتکین نے اپنے دوسرے برادر زادہ وفاق بن تتش کو حکومت کی کرسی پر بٹھانے کا قصد کیا تھا' اسی وجہ سے اس نے عیسائیوں سے سازش کر لی تھی اور ان سے جا ملا تھا۔

عیسائیوں کا طرابلس و بیروت پر قبضہ

طرابلس پر خلافت علویہ کی حکومت کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اسی زمانہ پر آشوب و فتن میں عیسائیوں نے اس کا بھی محاصرہ کر رکھا تھا۔ محصورین کی امداد اور کمک مصری دار الخلافت سے آ رہی تھی۔ ۵۰۳ھ کے دوران جہازوں کا ایک بیڑا براہ دریا عیسائی مقبوضات سے ساحل طرابلس پر پہنچا جس کا سردار قمس کبیر یعنی ریمند بن ننجیل تھا۔ اس بیڑے میں غلہ' رسد اور فوج کی کافی مقدار تھی۔ سروانی ہمشیر زادہ ننجیل پہلے سے طرابلس کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ سروانی اور ریمنڈ میں ان بن ہو گئی بغد دین والی بیت المقدس نے بہت جلد دونوں میں مصالحت کرا دی۔ ان دونوں نے متفق ہو کر طرابلس پر حملہ کیا ادھر مصر سے محصورین کی آمد و رفت بند ہو گئی۔ عیسائیوں نے طرابلس کے شہر پناہ پر چڑھنے کی غرض سے چند برج بنائے تھے جنہیں آہستہ آہستہ لڑتے ہوئے شہر پناہ کی دیوار سے ملا دیا۔ عیسائی فوجیں اس کے ذریعہ سے شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئیں۔ اور بزور تیغ ۲ ذی الحجہ ۵۰۳ھ کو شہر فتح کر لیا۔ بہت بڑی خون ریزی ہوئی ہزارہا قید و گرفتار کر لئے گئے۔ والی طرابلس نے شہر فتح ہونے سے قبل اپنے چند سرداران لشکر کے ساتھ امان حاصل کر لی تھی اور اس واقعہ جاں کاہ سے پہلے دمشق چلا گیا۔ اس فتح کے بعد ایک دوسرا بیڑا کشتیوں کا طرابلس کے ساحل پر پہنچا جس پر ایک سال کے خرچ کا غلہ بھرا ہوا تھا۔ عیسائیوں نے اسے صور' صیدا اور بیروت کی محاصر فوجوں پر تقسیم کر دیا۔ مختصر یہ کہ آہستہ آہستہ عیسائیوں نے کل سواحل شام پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے ان واقعات کو دولت علویہ کے تذکرہ میں اس وجہ سے خصوصیت سے تحریر کیا ہے کہ ان مقامات پر خلافت علویہ کا قبضہ و تصرف تھا۔ بقیہ حالات کو عیسائیوں کے حالات کے ضمن میں بیان کر دیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

عسقلان پر خلافت علویہ مصر کا قبضہ تھا۔ شمس الخلافۃ نامی ایک امیر کے قبضہ اقتدار میں اس کی عنان حکومت تھی۔ بغد دین عیسائی بادشاہ بیت المقدس نے شمس الخلافت کو ایسی پٹی پڑھائی کہ شمس الخلافت نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور خلافت علویہ سے اپنے تعلقات نیاز مندی منقطع کر لئے۔ یہ خبر دربار خلافت مصر تک پہنچی امیرالجیوش افضل نے ایک فوج مرتب کر کے عسقلان کی جانب روانہ کی اور امیر لشکر کو یہ ہدایت کر دی کہ جس وقت شمس الخلافۃ لشکر میں آئے فوراً گرفتار کر لینا۔ کسی ذریعہ سے شمس الخلافت کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ کھلم کھلا مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور جس قدر اہل مصر شہر میں تھے سب کو نکال دیا۔ وزیر السلطنت امیرالجیوش افضل نے بہ نظر تالیف قلب شمس الخلافت کو نہایت نرمی کا خط لکھا۔ اور اسے اس کے عہدے پر بحال رکھنے کا اظہار کیا۔ مگر شمس الخلافت کا دل وزیر السلطنت کی طرف سے صاف نہ تھا ساتھ ہی اہل عسقلان کی جانب سے بھی مشکوک ہو گیا' اس وجہ سے اپنی فوج میں آرمینیوں کو کثرت سے داخل کر لیا۔ اہل عسقلان کو اس سے کشیدگی و منافرت پیدا ہو گئی' سب نے متفق ہو کر حملہ کر دیا اور گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور خلیفہ آمر باحکام اللہ اور وزیر السلطنت افضل کے دربار میں اس واقعہ کی اطلاع دی۔ خلیفہ آمر نے دار الخلافت مصر سے ایک شخص کو امیر مقرر کر کے عسقلان روانہ کیا۔ اس امیر نے عسقلان پہنچ کر اہل عسقلان کے ساتھ نہایت رحم و انصاف کے برتاؤ کئے' شورش و بغاوت جس قدر تھی فرو ہو گئی نظام حکومت درست ہو گیا۔

عیسائیوں کا صور پر حملہ

اس واقعہ کے بعد عیسائی بادشاہ بیت المقدس بغد دین نے شہر صور پر حملہ کیا۔ صور بھی خلافت علویہ مصریہ کے مقبوضات میں داخل

---

[1] یہ واقعہ سنہ ۵۰۴ھ کا ہے تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰' مطبوعہ لیدن۔

تھا' عزالملک للاعز نامی ایک امیر اس شہر کا والی تھا۔ آرمینیوں کا لشکر اس کی محافظت کر رہا تھا۔ عیسائیوں نے اس شہر کا چاروں طرف سے محاصرہ کر کے لڑائی شروع کر دی۔ اہل صور نے طغتکین اتابک والی دمشق سے امداد کی درخواست کی چنانچہ طغتکین اتابک اہل صور کی کمک پر آیا۔ مدتوں حصار اور لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اتنے میں تیاری فصل کا زمانہ آگیا۔ عیسائی بادشاہ اس خوف سے کہ طغتکین والی دمشق عیسائی مقبوضات کی تیار شدہ فصل کو لوٹ نہ لے، محاصرہ اٹھا کر مکہ چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اہل صور کو ان کے شر سے بچا لیا۔

پھر ماہ ذی الحجہ ۵۱۱ھ میں بغد دین بادشاہ بیت المقدس نے فوجیں جمع کر کے مصر پر چڑھائی کی۔ کوچ و قیام کرتا ہوا تینیس تک پہنچا ایک روز تیرنے کی غرض سے دریائے نیل میں اترا موت کا وقت قریب آگیا تھا پرانے زخم ہرے ہو گئے۔ مجبوراً بیت المقدس کی جانب مراجعت کی۔ چنانچہ بیت المقدس میں پہنچ کر مر گیا۔ بیت المقدس کی بادشاہی کی وصیت قمص والی الرہا کے حق میں کر گیا اگر اس وقت ملوک سلجوقیہ میں خانہ جنگیاں اور باہمی نزاعات پیدا نہ ہو گئے ہوتے تو ان لوگوں نے تمام بلاد شامیہ کو واپس لے لیا ہوتا مگر اللہ شانہ نے اس نیک نامی کو صلاح الدین فاتح بیت المقدس کے لئے چھوڑا اور یہ سہرا اس کے سر بندھا۔

وزیر السلطنت کا قتل

اس سے پہلے بیان کر آئے ہیں کہ وزیر السلطنت افضل نے خلیفہ مستعلی کی وفات کے بعد خلیفہ آمر باحکام اللہ کو جس وقت کہ اس کا سن پانچ برس کا تھا، تخت خلافت پر متمکن کیا۔ جب خلیفہ آمر سن شعور کو پہنچا۔ اور اس کی حکومت و سلطنت کو ایک گونہ استحکام و استقلال حاصل ہو گیا۔ اس وقت خلیفہ آمر کو افضل کا ہر کام میں پیش پیش رہنا ناگوار گزرنے لگا اپنے مصاحبوں سے وزیر السلطنت کے قتل کی بابت مشورہ کیا۔ اس کا چچا زاد بھائی عبدالمجید جو اس کا ولیعہد بھی تھا۔ بولا خلافت مآب اس خیال سے باز آئیں۔ یہ بہت بڑی بدنامی کی بات ہے کہ ایک زمانہ دراز سے یہ اور اس کا باپ علم حکومت کی خیر خواہی کرتا چلا آیا ہے۔ جس وقت لوگوں کو یہ خبر معلوم ہو گی ان کے دل میں کیا کیا خیالات پیدا ہوں گے۔ علاوہ بریں اسے قتل کرنے سے پیشتر کسی اور شخص کو قلم دان وزارت سپرد کر دینا چاہیے یہاں تک کہ آئندہ خطرات سے آپ محفوظ رہیں۔ خلیفہ آمر یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد عبدالمجید نے یہ رائے دی کہ ابو عبداللہ بن بطایحیی کے ذریعہ سے اس اہم کو انجام دینا چاہیے۔ ابو عبداللہ اس کا معتمد علیہ اور مصاحب بھی ہے۔ وہی اس کام کو اچھی طرح انجام دے سکے گا۔ اور وہ ایسے لوگوں کو متعین کر دے گا۔ جو افضل کو قتل کر ڈالیں گے چنانچہ خلیفہ آمر نے عبداللہ کو اپنے محل سرائے خلافت میں طلب کر کے وزیر السلطنت کے قتل کر ڈالنے کی خواہش ظاہر کی اور عہدہ وزارت پر مقرر کر دیا۔ ابو عبداللہ نے دو اشخاص کو وزیر السلطنت کے قتل پر مامور کیا جنہوں نے اسے مصر میں اس وقت قتل کر ڈالا جب کہ وہ اپنی سواری کے ساتھ مصر سے قاہرہ جا رہا تھا۔ یہ واقعہ ۵۱۵ھ کا ہے۔

وزیر السلطنت افضل' حسب دستور قدیم عید کے دن قاہرہ کے خزانۃ السلاح کو انعام و اکرام تقسیم کرنے جا رہا تھا خدام اور فوج کی کثرت خلائق اور تماشائیوں کے اژدحام کی وجہ سے گرد و غبار بکثرت اٹھ رہا تھا۔ وزیر السلطنت کو اس سے تکلیف ہوئی حکم دیا کہ ہمارے ساتھ کوئی شخص نہ آئے کل فوج ہم سے اس قدر فاصلہ پر رہے کہ بدولت تک گرد و غبار نہ پہنچ سکے۔ چنانچہ فوج پیچھے رہ گئی۔ اور آپ آگے بڑھ گیا۔ دو شخص جن کو ابو عبداللہ نے اس کے قتل پر مامور کیا تھا ایک گوشہ سے نکل کر وزیر السلطنت کی طرف لپکے' ایک نے تلوار چلائی دوسرے نے نیزہ مارا۔ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر آرہا۔ قاتلوں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن اس میں انہیں کامیابی ہوتی نظر نہ آئی تو خود کشی کر لی۔ وزیر السلطنت محل سرائے وزارت میں اٹھا کر لایا گیا۔ اس وقت تک اس میں کچھ دم باقی تھا۔ خلیفہ آمر عیادت کو آیا' دریافت کیا تمہارا خزانہ کہاں ہے؟ عرض کی جس قدر میرا ظاہری خزانہ ہے' اسے ابو الحسن بن اسامہ جانتا ہے (یہ شخص حلب کا رہنے والا تھا اور اس کا باپ اسامہ قاہرہ کا قاضی تھا) اور جو دفینہ ہے اس سے بطایحیی واقف ہے۔

جب افضل اپنی وزارت کا اٹھائیسواں سال پورا کر کے راہی ملک عدم ہوا تو خلیفہ آمر نے اس کے مال' اسباب اور خزانہ کی پورے طور سے نگرانی کی۔ چھ ہزار توڑے اشرفیوں کے' پچاس ہزار توڑے روپوں کے' رنگ برنگ کے ریشمی کپڑے' بغدادی' اسکندری اسباب' ہندی ظروف طلائی و نقرئی' طرح طرح کی خوشبو دار چیزیں عنبر اور مشک بے شمار برآمد ہوا۔ اسی کے ذخائر و اسباب میں دندان فیل اور آبنوس کے ٹکڑوں کا ایک مصنوعی پہاڑ ملا جس پر چاندی جڑی ہوئی تھی۔ پہاڑ عنبر کا ایک مثمن (ہشت پہل) چبوترہ تھا جس کا وزن ایک ہزار رطل تھا[1] اور اس چبوترے پر سونے کی چڑیا بنی ہوئی تھی جس کے پاؤں مرجان سرخ کے، چونچ زمرد کی اور آنکھیں یاقوت کی تھیں۔ امیر الجیوش افضل یہ چبوترہ اپنے محل سرائے وزارت میں رکھتا تھا جس سے سارا مکان معطر ہو جاتا تھا' قدرت کی یہ نیرنگی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ سب مال وذخیرہ صلاح الدین کے قبضہ میں آیا۔

ابن اثیر لکھتا ہے کہ بطایحیی کا باپ عراق میں وزارت مآب افضل کے مخبروں میں تھا' بچپن میں اس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ کوئی ترکہ بھی نہ چھوڑا' نہایت تنگی سے اس کی پرورش ہوئی۔ سن شعور کو نہ پہنچنے پایا تھا کہ ماں بھی مر گئی۔ پہلے تو اس نے معماری کا کام سیکھا پھر حمالی کا کام کرنے لگا۔ اکثر اوقات مال و اسباب اٹھا کر محل سرائے وزارت میں لایا کرتا تھا۔ امیر الجیوش افضل کو اس کی غربت و کمزوری پر رحم آ گیا۔ فراشوں کے زمرے میں نوکر رکھ لیا۔ ترقی کرتے کرتے حجابت کے عہدے پر پہنچ گیا جب امیر الجیوش افضل مارا گیا تو خلیفہ آمر نے اسے افضل کی جگہ وزارت کے عہدے سے سرفراز فرمایا۔ اگرچہ بطایحی' ابن فاتت اور ابن قائد کے نام سے مشہور تھا لیکن خلیفہ آمر نے عہدہ وزارت عطا کرنے کے بعد" جلال الاسلام" کا لقب مرحمت کیا۔ خلعت دیا۔ وزارت کے دوسرے برس "المامون" کا خطاب دیا۔

تھوڑے دن بعد یہ بھی افضل کی طرح امور سلطنت میں سختی اور شدت سے کام لینے لگا۔ اس سے خلیفہ آمر کو کشیدگی پیدا ہو گئی مامون کو بھی اس کی کشیدگی سے منافرت اور وحشت پیدا ہو چلی۔ مامون کا ایک بھائی ملقب بہ موتمن تھا۔ مامون نے خلیفہ آمر سے مشورہ کر کے موتمن کو اسکندریہ کی حفاظت و نگرانی کے لئے روانہ کیا۔ اس کے ہمراہ سپہ سالاروں کا ایک گروہ بھی گیا جس میں علی بن سالار تاج الملوک' سناد الملک الجمل اور دری الحروب وغیرہ تھے۔ ان لوگوں کی روانگی کے بعد مامون نے قاہرہ میں قیام اختیار کیا۔ فوج آرائی اور ترتیب لشکر کی فکر کرنے لگا۔ لوگوں نے خلیفہ آمر سے اس کی شکایت کر دی کہ یہ اپنے کو نزار کی اولاد سے بتلاتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں نزار کی لونڈی کے بطن سے ہوں جو محل سرائے خلافت سے حاملہ نکل آئی تھی۔ ساتھ ہی یہ خبر بھی خلیفہ آمر کے کان تک پہنچائی گئی کہ مامون نے نجیب الدولہ کو یمن میں اپنی امارت کی دعوت دینے کو روانہ کیا ہے۔ آمر نے اس کے انکشاف کی غرض سے چند لوگوں کو یمن روانہ کیا۔

قتل بطایحی

جس وقت خلیفہ آمر کا دل مامون کی شکایتیں سنتے سنتے فکر و تردد سے بھر گیا اور طرح طرح کے خیالات اس کے دماغ کو پراگندہ کرنے لگے تو مجبوراً" اس نے سپہ سالاروں کو قاہرہ بلا بھیجا جو مامون کے بھائی کے ساتھ اسکندریہ میں مقیم تھے۔ علی بن سالار کو اس سے تردد پیدا ہوا مگر خلافت مآب کا حکم تھا' خلاف ورزی کی کس میں طاقت تھی۔ سب کے سب ماہ رمضان ۵۱۹ھ میں دارالخلافت قاہرہ آ گئے۔ اس کے بعد موتمن بھی اجازت حاصل کر کے اسکندریہ سے قاہرہ چلا آیا۔ خدام خلافت حسب دستور افطار کرنے کے لئے قصر خلافت میں حاضر تھے۔ مامون اور موتمن بھی افطار کے لئے قصر خلافت میں حاضر ہوئے خلیفہ آمر نے ان دونوں بھائیوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اگلے دن دربار عام کر کے ان دونوں بھائیوں کے حالات اور بے جا کارروائیوں کو ظاہر کیا اور عہدہ وزارت پر کسی کو مقرر نہ فرمایا۔ دفتر وزارت سے دو اشخاص کو خراج' زکوۃ اور ٹیکس وصول کرنے پر مامور کیا۔ چند روز بعد ان دونوں آدمیوں کو ظلم کی وجہ سے معزول و معطل فرمایا۔ اس کے بعد جو لوگ مامون کی تفتیش کی غرض سے یمن گئے ہوئے تھے بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور نجیب

[1] بہ حساب وزن رائج الوقت رطل ۳۳ تولہ کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے وہ چبوترہ تینتیس ہزار تولہ کا ہوا۔ مترجم۔

الدولہ کو بھی پابہ زنجیر حاضر کیا۔ تمام واقعات عرض کئے۔خلیفہ آمر نے نجیب الدولہ مامون اور موتمن کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا۔

خلیفہ آمر کا قتل

خلیفہ آمر اپنی خواہشات نفسانیہ میں ڈوبا ہوا تھا مگر اس کے باوجود ترقی کا خواہاں تھا طرہ یہ ہے کہ دلی کوشش بھی نہ کرتا تھا۔ کبھی عراق جانے کا قصد کرتا پھر رک جاتا تھا طبیعت موزوں پائی تھی۔ دو چار اشعار بھی کہہ لیا کرتا تھا ان میں سے دو شعر یہ ہیں

اصبحت لا ارجو ولا اخشی — الا الٰہی وله الفضل
جدی نبی و امامی ابی — ومذهبی التوحید والعدل

مجھ کو نہ کسی سے کوئی تمنا ہے اور نہ میں کسی سے ڈرتا ہوں سوائے اپنے اللہ کے اور ■ فضل والا ہے۔ میرا دادا نبی ہے اور میرا باپ امام ہے اور میرا مذہب توحید اور عدل ہے۔

فرقہ فدائیہ اکثر اس کے قتل کا قصد کیا کرتا تھا لیکن موقع ہاتھ نہ آنے سے رک جاتا تھا۔ چند دن بعد ان میں سے دس آدمیوں نے ایک مکان میں جمع ہو کر اس کے قتل کا مشورہ کیا۔ ایک روز خلیفہ آمر سوار ہو کر روضہ کی طرف جا رہا تھا جب اس پل پر سے گذرا جو جزیرہ اور مصر کے درمیان تھا ان دسوں آدمیوں کو اس کی خبر لگ گئی۔ آگے بڑھ کر راہ میں چھپ گئے۔ جس وقت خلیفہ آمر پل پر سے گذرا تنگی راہ کی وجہ سے لشکر سے علیحدہ ہو کر چلا، قاتلوں کو موقع مل گیا، دفعتہ" تلواریں تول کر ٹوٹ پڑے اور بات کی بات میں قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۵۲۴ھ کا ہے۔ ساڑھے انتیس برس خلافت کی۔ چونتیس برس کی عمر پائی۔برغش عادل اور برخود ہربز ملوک اس کے دو خادم خاص تھے۔ انہی کے ذریعہ وہ امور سلطنت انجام دیا کرتا تھا۔

جب خلیفہ آمر نے وفات پائی چونکہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس وجہ سے اس کے چچا کے بیٹے میمون عبدالمجید بن امیر ابو القاسم بن خلیفہ مستنصر باللہ کو جانشین کیا۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ آمر نے وصیت کی تھی کہ میری بیوی کو حمل ہے۔ میں نے خواب دیکھا ہے کہ اس کے بطن سے لڑکا پیدا ہو گا۔ میرے بعد وہی لڑکا تخت خلافت پر متمکن کیا جائے اور میمون عبدالمجید اس کی نگرانی و پرداخت کرتا رہے۔

میمون عبدالمجید کی خلافت ۵۲۴ھ تا ۵۴۴ھ

چنانچہ اراکین دولت نے میمون کے ہاتھ پر بطور نائب خلیفہ کے بیعت کی اور "حافظ الدین اللہ" کا خطاب دیا۔ حسب وصیت مرحوم خلیفہ ہزبر الملوک کو قلم دان وزارت سپرد کیا۔ اور سعید یانس جو وزیر السلطنت افضل کے خادموں سے تھا اسے داروغہ محل سرائے خلافت بنایا۔اس انتظام کے بعد محل سرائے خلافت میں اسی مضمون کا فرمان پڑھا گیا۔

جس وقت یہ امر طے پا گیا کہ عہدہ وزارت ہزبر الملوک کو مرحمت کیا جائے اور اس بنا پر ہزبر الملوک کو خلعت عنایت ہوا تو لشکریوں اور امراء لشکر کو ناگوار گذرا۔ اس ناراضگی میں سب سے بڑا حصہ رضوان بن و نخش نے لیا تھا جو عساکر مصر کا سردار اور افسر اعلیٰ تھا۔ ابو علی بن افضل اس وقت قصر خلافت میں موجود تھا۔برغش عادل نے لشکریوں اور امراء لشکر کی ناراضگی کا احساس کر کے ابو علی کو وزیر السلطنت کے خلاف ابھار دیا۔ چنانچہ ابو علی وزارت حاصل کرنے کی غرض سے قصر خلافت سے باہر نکلا۔ جوں ہی محل سرائے خلافت کے باہر آیا لشکری اور امراء لشکر متفق الکلمہ ہو کر چلا اٹھے **هذا الوزیر ابن الوزیر** اور ہاتھوں ہاتھ ابو علی کو اپنے کیمپ میں لے گئے۔ قصر خلافت اور قصر وزارت کے درمیان ابو علی کے قیام کے لئے خیمہ نصب کیا تمام شہر میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قصر خلافت کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ ہر طبقہ کے لوگوں میں اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی۔ خلیفہ حافظ نے بہ مجبوری ہزبر الملوک کو عہدہ وزارت سے معزول کیا۔ اور جب اس پر بھی ہنگامہ فرو نہ ہوا تو اس کے قتل کرنے پر مجبور ہوا۔قلم دان وزارت ابو علی احمد بن افضل کے سپرد کیا۔

ابو علی عہدہ وزارت سے سرفراز ہو کر نہایت خوبی سے اس عہدے کے اہم امور انجام دینے لگا۔ آدمی منتظم اور ہوشیار تھا۔ خلیفہ -

حافظ کو اپنے حسن انتظام سے رام کر لیا۔ اس کے تمام اختیارات چھین لئے جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا' خزانہ اور ذخائر شاہی سے نقد و جنس اپنے مکان پر اٹھا لایا۔ یہ امامیہ مذہب رکھتا تھا۔ اور حد درجہ کا متعصب اور سخت تھا۔ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کی تحریک سے اس نے قائم منتظر (یعنی مہدی موعود) کی دعوت قائم کی۔ سکہ پر اللہ الصمد الامام محمد کنوۃ کرایا۔ اسمٰعیل اور خلیفہ حافظ کے ناموں کو خطبہ سے نکال دیا۔ اذان میں حی علی خیر العمل کہنے کی ہدایت کی اور خطیبوں کو حکم دیا کہ میرے نام کو ان ان اوصاف سے منبروں پر ذکر کرو۔ دماغ میں نخوت اس قدر سما گئی تھی کہ خلیفہ حافظ کے قتل کر ڈالنے کا قصد کر لیا اور ان لوگوں سے سازش کی جن لوگوں نے خلیفہ آمر کو قتل کیا تھا مگر اس پر قادر نہ ہوا۔ خلیفہ حافظ کو خلافت سے معزول کر کے ایک مکان میں قید کر دیا۔ ہوا خواہان خلافت علویہ شیعہ کو یہ امر شاق گزرا۔ لشکریوں کو ملا کر اس کے قتل کا باہم عہد و پیماں کیا۔ چنانچہ ابو علی ایک روز مع اپنے لشکر کے شہر کے باہر چوگان کھیلنے کو گیا ہوا تھا۔ چند سپاہی کمیں گاہ میں چھپ رہے۔ جس وقت ابو علی اس طرف سے گزرا۔ ان سپاہیوں نے کمیں گاہ سے نکل کر ابو علی پر نیزے چلائے جس سے ابو علی زخمی ہو کر گر پڑا۔ اور اسی وقت تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا۔ ابو علی کے مارے جانے کے بعد امراء لشکر نے خلیفہ حافظ کو قید سے نکالا اور دوبارہ اس کے ہاتھ پر خلافت و امارت کی بیعت کی۔ لشکریوں نے ابو علی کا مکان لوٹ لیا۔ باقی جو رہ گیا اسے خلیفہ حافظ تجدید بیعت کے بعد قصر خلافت میں اٹھا لایا۔

خلیفہ حافظ نے ابو علی کے قتل کے بعد قلم دان وزارت ابو الفتح یانس حافظی کو مرحمت فرمایا' امیر الجیوش کا خطاب دیا۔ یہ بہت با رعب اور صاحب وجاہت آدمی تھا۔ اس نے بھی تھوڑے دن بعد خلیفہ حافظ کو دبا لیا۔ اس سے فریقین میں کشیدگی پیدا ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ حافظ نے اس کے غسل خانہ میں زہر آلود پانی رکھوا دیا۔ جس کی وجہ سے یانس کی موت وقوع میں آئی۔ یہ واقعہ آخر ذی الحجہ ۵۲۶ھ کا ہے۔

وزیر السلطنت یانس کے ہلاک ہونے کے بعد خلیفہ حافظ نے یہ قصد کیا کہ آئندہ یہ عہدہ جلیلہ کسی غیر کو نہ دیا جائے تاکہ آئندہ خطرات جن کا سامنا گزشتہ ایام میں حکومت کو کرنا پڑا ہے دوبارہ نہ کرنا پڑے چنانچہ اس خیال سے وزارت کی ذمہ داریوں کے امور پر اپنے بیٹے سلیمان کو مامور کیا۔ اتفاق ایسا پیش آیا کہ دو مہینے بعد سلیمان مر گیا۔ تب اپنے دوسرے بیٹے حسن کو اس خدمت پر متعین کیا۔ حسن نے یہ گل کھلائے کہ اس نے دعویٰ خلافت کر دیا' اور اپنے باپ خلیفہ حافظ کو قید کرنے کا قصد کیا۔ لشکریوں نے اس ارادے میں اس کی اطاعت کی مگر کسی ذریعہ سے خلیفہ حافظ کو اس کی خبر لگ گئی۔ حکمت عملی سے اس کے مصاحبوں اور ہوا خواہوں میں نفاق پیدا کر دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس شب خلیفہ حافظ نے چالیس آدمیوں کو یکے بعد دیگرے قتل کیا اس کے بعد اپنے ایک خادم کو قصر خلافت سے حسن کو قتل کرنے کے لئے روانہ کیا۔ حسن نے اسے نیچا دکھا دیا' اس وقت خلیفہ حافظ تھا بے یارومددگار رہ گیا۔ سارا کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ مجبور ہو کر بہرام ارمنی کو پیام دیا کہ ارمنی فوج کو ہماری مدد پر آمادہ کر دو چنانچہ بہرام نے آرمینیوں کو ابھار دیا۔ آرمینیوں نے حسن پر یورش کی اور قصر خلافت اور قصر وزارت کے درمیان صف آرائی ہوئی۔ قصر خلافت کو جلانے کی غرض سے لکڑیاں جمع کیں۔ حسن یہ خبر پا کر قصر وزارت سے نکل آیا اور آرمینیوں سے لڑنے لگا۔ بالآخر آرمینیوں نے اسے گرفتار کر کے خلیفہ حافظ کے روبرو پیش کیا خلیفہ حافظ نے اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔ یہ واقعہ ۵۲۹ھ کا ہے۔

حسن بن حافظ کے مارے جانے کے بعد آرمینیوں نے جمع ہو کر بہرام کی وزارت کی تحریک کی' خلیفہ حافظ نے ان کی درخواست پر بہرام کو خلعت وزارت مرحمت فرمائی امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کی اجازت دی۔ بہرام نے عہدہ وزارت سے ممتاز ہو کر آرمینیوں کو انتظامی اور مالی صیغوں میں بھرنا شروع کیا۔ اور مسلمانوں کی اہانت کرنے لگا۔ رضوان بن [illegible] نحش کو جو محل سرائے خلافت کا داروغہ تھا۔ اور دولت علویہ کا ایک نامور خیر خواہ تھا۔ بہرام کی وزارت سے کشیدگی پیدا [illegible] گئی۔ اکثر اوقات بہرام کے طرز عمل اور وزارت پر نکتہ چینی کرتا تھا۔ بہرام نے مصلحتاً رضوان بن ونحش کو صوبہ غربیہ کی سند حکومت دے کر قاہرہ سے علیحدہ کر دیا۔ رضوان نے تھوڑے دن بعد ایک فوج مرتب کر کے قاہرہ کا قصد کیا۔ بہرام یہ سن کر دو ہزار آرمینیوں کے ساتھ قوص بھاگ گیا۔ قوص پہنچ کر

اپنے بھائی کو مقتول پایا مگر اس کے باوجود اہل قوص سے کسی قسم کا مواخذہ نہ کیا۔ کچھ عرصہ بعد قوص سے نکل کر اسوان کی جانب آیا۔کنز الدولہ والی اسوان نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے۔ بہرام کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ رضوان نے ایک دستہ فوج اپنے بھائی (ابراہیم احد) کی سرکردگی میں بہرام کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ ابراہیم' بہرام اور ان آرمینیوں کو جو اس کے ہمراہ تھے، امان دے کر گرفتار کر لایا۔ خلیفہ حافظ نے اسے اپنے قصر خلافت میں نظربند رکھا حتی کہ وہ اپنے اسی مذہب و دین پر مر گیا۔ رضوان قلم دان وزارت کا مالک ہوا'الافضل کا لقب اختیار کیا یہ سنی المذہب تھا۔ اور اس کا بھائی ابراہیم امامیہ مذہب رکھتا تھا۔

رضوان نے بھی عہدہ وزارت سے ممتاز و سرفراز ہو کر ہاتھ پاؤں نکالے' امور سلطنت پر غالب اور متصرف ہونے کا قصد کیا۔ ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں قلم غرض مالی اور انتظامی دونوں صیغوں کی نگرانی کرنے لگا۔ ٹیکس اور بہت سے محصولات معاف کر دیئے اور جو شخص اس کے خلاف مرضی ٹیکس قائم کرتا یا محصول وصول کرتا تھا اسے سزائیں دیتا تھا۔ ان امور سے خلافت مآب کو ناراضگی پیدا ہوئی داعی الدعاۃ اور فقہا امامیہ کو طلب کر کے رضوان کی معزولی کی بابت مشورہ کیا۔ ان لوگوں نے خلافت مآب کی رائے سے اختلاف کیا۔ تب خلیفہ حافظ نے پچاس سواروں کو گلی کوچہ میں رضوان کی مخالفت اور اس کے خلاف ہنگامہ کرنے کی تحریک کرنے اور ترغیب دینے پر مامور فرمایا۔ رضوان کے کان تک یہ خبر پہنچی۔ ۱۵ شوال ۵۳۳ھ کو قاہرہ سے بہ خوف جان بھاگ نکلا۔ بازاریوں اور لشکریوں نے اس کے محل سرا کو لوٹ لیا۔ خلیفہ حافظ سوار ہو کر قصر وزارت کی جانب آیا۔ فتنہ و فساد فرو ہو گیا جو کچھ مال غارت گری سے بچ گیا تھا اسے قصر خلافت میں اٹھوا لیا۔

رضوان قاہرہ سے نکل کر شام کی طرف ترکوں سے امداد طلب کرنے کو روانہ ہوا تھا۔ اس کے ہمراہیوں میں منجملہ اور لوگوں کے شاور نامی ایک شخص تھا جو اس کا معتمد علیہ اور منتخب خیر خواہ تھا۔ خلیفہ حافظ نے مطلع ہو کر کہ رضوان ترکوں سے مدد حاصل کرنے شام جا رہا ہے، امیر بن مضیال کو رضوان کے واپس لانے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ امیر نے سمجھا بجھا کر اور امان دے کر رضوان کو قاہرہ کی جانب واپس کیا جوں ہی قصر خلافت میں خلیفہ حافظ کی دست بوسی کو حاضر ہوا خلیفہ حافظ نے قید کر لینے کا اشارہ کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ رضوان قاہرہ سے نکل کر سرحد چلا گیا والی سرحد امین الدولہ کمشتکین نے رضوان کی بڑی آؤ بھگت کی۔ایک مدت تک رضوان سرحد میں ٹھہرا رہا اس کے بعد ۵۳۴ھ میں مصر پر حملہ کیا۔ قصر خلافت کے دروازے پر شاہی لشکر سے لڑا اور اسے شکست دی۔ مگر اس کے بعد اس کے ہمراہیوں میں نفاق پیدا ہو گیا۔ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔کچھ لوگوں نے شام کی جانب واپسی کا قصد کیا اور چند لوگوں نے شاہی لشکر سے میل جول پیدا کر لیا۔ خلیفہ حافظ نے اس امر کا احساس کر کے امیر بن مضیال کے ذریعہ سے رضوان کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ ۵۴۳ھ تک قید میں رہا۔ اس کے بعد ایک روز جیل میں نقب لگا کر بھاگ گیا۔ تیرہ پنچاہ مغربیوں کو جمع کر کے قاہرہ کی جانب واپس ہوا۔جامع لولون کے قریب شاہی لشکر سے معرکہ آرائی ہوئی۔ شاہی لشکر کو شکست ہوئی۔ رضوان کامیابی کا جھنڈا لئے ہوئے قاہرہ میں داخل ہوا۔ جامع اقمر کے قریب قیام آیا۔ اور خلیفہ حافظ سے کہلا بھیجا۔ کہ لشکریوں کو انعام تقسیم کرنے کے لئے روپیہ بھیج دو۔ چنانچہ خلیفہ نے پرانے دستور کے مطابق بیس ہزار دینار بھیجے۔ اس کے بعد بیس بیس ہزار کے بعد دیگرے اور روانہ کئے۔رضوان کو اب ایک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا۔ مگر خلیفہ حافظ اس کے استیصال میں لگا رہا۔ چنانچہ سوڈانیوں کے ایک گروہ کو رضوان کے قتل پر معین کر دیا۔ جنہوں نے موقع پا کر رضوان کو مار ڈالا اور سر اتار کر خلافت مآب کے پاس لائے۔خلیفہ حافظ نے سجدہ شکریہ ادا کیا اور اپنی دولت و سلطنت کے کاروبار کو بہ نفس نفیس انجام دینے لگا۔اس مرتبہ وزارت پر کسی کو مامور مقرر نہ کیا۔ یہ عہدہ خالی ہی رہا۔

باب ۱۰

الظافر کی خلافت ۵۴۴ھ تا ۵۴۹ھ

۵۴۴ھ میں خلیفہ حافظ الدین اللہ عبدالحمید بن امیرا بو القاسم احمد بن مستنصر نے جب کہ اس کی خلافت کو ساڑھے انیس سال گذر چکے تھے وفات پائی۔ ابو العالیہ سے روایت ہے کہ اس نے اپنی عمر کے ستر مرحلے طے کئے تھے۔ اپنے آخر زمانہ خلافت میں بلا کسی وزیر کے امورِ سلطنت انجام دیتا رہا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ابو منصور اسمٰعیل اس کا ولی عہد مقرر ہوا اور الظافر بامر اللہ کا خطاب اختیار کیا۔

خلیفہ حافظ نے بوقت تقرر ولی عہد اپنے آئندہ جانشین کو امیر بن مضیال کی وزارت کی وصیت اور ہدایت کی تھی۔ اسی لئے خلیفہ ظافر حسب وصیت چالیس روز تک امیر بن مضیال سے وزارت کا کام لیتا رہا۔ اس کے بعد عادل بن سلار والی اسکندریہ عہدہ وزارت حاصل کرنے کی غرض سے اسکندریہ سے قاہرہ کی طرف بڑھا۔ اتفاق یہ کہ امیر بن مضیال وزیر السلطنت کسی ضرورت سے ان دنوں سوڈان گیا ہوا تھا۔ عادل نے قاہرہ پہنچ کر قصرِ وزارت پر قبضہ کر لیا۔ اور قلم دانِ وزارت کا مالک ہو گیا۔ عادل نے قلم دانِ وزارت کے مالک ہونے کے بعد عباس بن ابو الفتوح بن طے بن تمیم بن معز بن بادلیس صنہاجی کو جو کہ اس کا پروردہ بھی تھا، ایک لشکر کے ساتھ امیر مضیال معزول وزیر سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ عباس نے امیر بن مضیال پر بہ زور تیغ فتح حاصل کی اور اسے مار ڈالا' امیر کے قتل کئے جانے سے عادل کی وزارت کو استقلال اور استحکام ہو گیا۔

عادل بن سالار کے ہمراہ بلارہ بنت قاسم بن تمیم بن معز بن بادلیس اور اس کا بیٹا عباس بھی تھا۔ بلارہ پہلے ابو الفتوح بن یحییٰ کے نکاح میں تھی۔ ۵۰۹ھ میں علی بن یحییٰ بن تمیم بن معز بن والی افریقہ نے اپنے بھائی ابو الفتوح مذکور کو کسی وجہ سے افریقہ سے نکال دیا تھا۔ چنانچہ ابو الفتوح اپنی زوجہ بلارہ اور اپنے بیٹے عباس کے ساتھ دیار مصر میں آیا۔ اس وقت یہ نہایت کم عمر تھا۔ ابو الفتوح نے دیار مصر پہنچ کر اسکندریہ میں عادل بن سالار کے پاس قیام کیا۔ عادل نے عزت و احترام سے ٹھہرالیا۔ چند دن قیام کے بعد ابو الفتوح مر گیا۔ تب اس کی بیوی بلارہ نے عادل بن سالار سے نکاح کر لیا۔ عباس نے اسی کے پاس نشوونما پائی' بڑا ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ جس وقت یہ عہدہ وزارت حاصل کرنے کے لئے قاہرہ آیا تھا یہ بھی قاہرہ آیا دربار خلافت' میں حاضر ہوا اور عادل کے بعد عہدہ وزارت سے سرفراز کیا گیا۔

عادل نے رتبہ وزارت حاصل کر کے امور سلطنت کی نگرانی کی جانب توجہ کی' خلافت مآب کی اس کے سامنے کچھ بھی نہ چلتی تھی جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا اور خلیفہ ظافر منہ تکتا رہ جاتا۔ انہی وجوہات سے خلیفہ ظاہر کو وزیر السلطنت سے کشیدگی اور نفرت پیدا ہو گئی مگر وزیر السلطنت برابر خلیفہ ظاہر کو اونچ نیچ سمجھاتا رہا۔ اور اپنے فرائض منصبی کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتا رہا۔ ایک مرتبہ چند لونڈوں نے جو خلیفہ ظاہر کی خدمت میں رہا کرتے تھے وزیر السلطنت کے قتل کا قصد کیا۔ وزیرالسلطنت کو کسی ذریعہ سے اس کی خبر لگ گئی۔ اسی وقت ان کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اور ان میں سے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا۔ خلیفہ ظافر نے دم تک نہ مارا۔ اسی کے زمانہ وزارت میں عسقلان پر عیسائیوں نے چڑھائی کی۔ اس نے عسقلان کے بچانے کے لئے اکثر اوقات فوجیں روانہ کیں۔ آلات حرب اور رسد و غلہ بھیجتا رہا مگر عیسائی حملہ آوروں نے عسقلان پر قبضہ کر لیا[1] جس سے دولت علویہ کی کمزوری بڑھ گئی اور عوام الناس کے خیالات اس کی طرف سے بدل گئے۔ عباس بن ابو الفتوح جو وزیر السلطنت عادل کا پروردہ تھا اور خلیفہ ظافر کی بہت بنتی تھی۔ عباس اکثر محل سرائے خلافت میں شب کو بھی ٹھہرتا تھا۔ اس کا ایک بیٹا نصیر نامی تھا۔ خلیفہ ظافر نے اسے اپنا مخصوص خادم بنا رکھا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خلیفہ ظافر اسے

---

[1] عادل کے قتل کے بعد عیسائیوں نے عسقلان پر قبضہ کیا تھا جیسا کہ آپ آئندہ پڑھیں گے۔ من مترجم۔

محبت کی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ عادل نے عباس کو سمجھایا کہ اپنے بیٹے نصیر کو خلیفہ ظافر کی صحبت میں آنے جانے اوراس سے مخالفت پیدا کرنے سے منع کرو' عباس نے اس پر کچھ توجہ نہ کی۔ تب عادل نے نصیر کی دادی بلارہ اور عباس کو بھی سمجھایا۔ یہ امر نصیراور عباس کو شاق گذرا۔ عادل کی طرف سے ان کے دلوں میں میل آگیا۔ اس اثنا میں عیسائیوں نے عسقلان پر فوج کشی کر دی۔ عادل نے فوجیں مرتب کرکے سامان جنگ اور آلات حرب کے ساتھ عباس بن ابو الفتوح کو عسقلان کی جانب روانہ ہونے کا حکم دیا۔

عباس نے خلیفہ ظافر کی خدمت میں حاضر ہو کر عادل کی شکایتوں کا دفتر کھول دیا اور تمام واقعات عرض کئے۔اتفاق وقت سے موید الدولہ اسامہ بن منقذ امیر شیرز بھی دربار خلافت میں موجود تھا جو عباس کا دوست اور ہوا خواہ تھا۔ اس نے عادل کو قتل کر ڈالنے کی رائے دی۔ خلیفہ ظافر اور عباس نے اس سے موافقت کی' عباس تو مع فوج کے بلبیس چلا گیا اور اپنے بیٹے نصیر کو عادل کے قتل کی ہدایت کرتا گیا۔ چنانچہ نصیر ایک گروہ کے ساتھ اپنی دادی کے مکان میں آیا عادل اس وقت سو رہا تھا۔ پہنچتے ہی عادل پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ عادل بستر خواب سے نہ اٹھ سکا۔ سوتا کا سوتا رہ گیا۔ اس کے بعد عباس مع فوج کے بلبیس سے واپس آیا اور خلیفہ ظافر کے قلم وان وزارت کا مالک بن گیا۔ زمام حکومت اپنے قبضہ میں لے کر نظم و نسق کرنے لگا۔ اہل عسقلان کو اس وقت تک عیسائیوں کے محاصرے میں ایک مدت گزر چکی تھی۔ اور اب تک وہ امداد کی امید میں غنیم کی مدافعت کی کوشش کرتے جاتے تھے مگر جب انہیں اس واقعہ کی خبر ہوئی اور انہیں دربار خلافت کی امداد سے ناامیدی ہوئی تو انہوں نے طویل محاصرے کے بعد شہر عسقلان کو عیسائیوں کے حوالہ کر دیا۔ یہ تمام واقعات ۵۴۸ھ میں پیش آئے ہیں۔

خلیفہ ظافر کا قتل

نصیر بن عباس جیسا کہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں خلیفہ ظافر کا ندیم خاص اور شب و روز کا مصاحب تھا۔ اور خلیفہ ظافر بھی اسے پیار کرتا تھا۔ اس وجہ سے لوگوں کے خیالات اس کی طرف سے برے ہو رہے تھے جس کے منہ میں جو آتا تھا کہتا تھا۔اسامہ من منقذ کو جو کہ عباس کا دوست اور خیر خواہ تھا؛ ان افواہوں اور لوگوں کے خیالات سے صدمہ پہنچتا تھا۔ اسامہ ایک روز عباس سے نصیر کی بابت لوگوں کے خیالات ظاہر کرکے کہنے لگا کہ اگر تم خلیفہ ظافر کا خاتمہ کر دو تو اس ننگ و عار سے تمہیں نجات مل جائے گی۔ ورنہ قیامت تک تم پر یہ الزام رہے گا' عباس نے اپنے بیٹے نصیر کو اس کی بد افعالی اور خلاف وضع فطرت افعال کے ارتکاب پر برا بھلا کہا۔ لوگوں کے خیالات اور ان کی سرگوشیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ رائے دی کہ اگر تم خلیفہ ظافر کو کسی حیلہ سے قتل کر ڈالو تو تمہارے دامن سے یہ داغ مٹ جائے گا ورنہ قیامت تک لوگ کیا کچھ نہ کہیں گے۔ اس گفت و شنید سے نصیر کے دل میں بھی غیرت نے جوش مارا۔ دعوت کے بہانے سے خلیفہ ظافر کو اپنے مکان پر بلا بھیجا۔ اور جب وہ قصر خلافت سے نصیر کے مکان میں گیا تو نصیر نے اسے مع ان لوگوں کے جو اس کے ساتھ آئے تھے قتل کرکے اسی مکان میں دفن کرا دیا۔یہ واقعہ ماہ محرم ۵۴۹ھ کا ہے۔

خلیفہ ظافر کے بھائیوں کا قتل

خلیفہ ظافر کے قتل کرنے کے دوسرے دن عباس قصر خلافت میں گیا۔ خدام خلافت سے خلیفہ ظافر کو دریافت کیا۔ ان لوگوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ عباس نے محل سرائے خلافت سے جوں ہی مراجعت کی خدام خلافت خلیفہ ظافر کے بھائیوں یوسف اور جبرئیل کے پاس گئے اور خلیفہ ظافر کے نصیر کے مکان پر جانے اور پھر واپس نہ آنے کا بتلایا۔ یوسف اور جبرئیل نے کہا اس واقعہ کو تم لوگ جا کر وزیر السلطنت سے بیان کرو پس جب اس کے دوسرے روز عباس پھر محل سرائے خلافت میں آیا ان لوگوں نے بیان کیا کہ خلیفہ ظافر سوار ہو کر آپ کے بیٹے نصیر کے مکان پر گئے تھے اور پھر وہاں سے واپس نہیں آئے' عباس کو خبر کے سننے سے سخت غصہ آیا مگر ضبط کرکے کہنے لگا معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ ظافر کے دونوں بھائی یوسف اور جبرئیل اس واقعہ قتل میں سازش کئے ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر اپنے خادم کی طرف متوجہ ہوا اور اسی وقت ان دونوں بھائیوں کو گرفتار کرکے لانے کا حکم دیا جوں ہی یہ دونوں اجل رسیدہ پہنچے مار ڈالے گئے۔ انہی کے ساتھ عباس نے حسن بن حافظ

کے دونوں لڑکوں کو بھی مار ڈالا۔

ابوالقاسم عیسیٰ الفائز ۵۴۹ھ تا ۵۵۵ھ

ان لوگوں کے قتل سے فارغ ہو کر خلیفہ ظافر کے بیٹے ابو القاسم عیسیٰ کو محل سرائے خلافت سے طلب کر کے اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور تخت خلافت پر لا کر بٹھا دیا۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً" پانچ سال یا اس سے زیادہ کچھ کی تھی۔سب سے پہلے عباس نے ابو القاسم کی امارت کی بیعت کی۔ نذر گذرائی اور الفائز بنصر اللہ کا لقب دیا۔ عباس کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ جو کچھ مال و اسباب اور خزانہ' قصر خلافت میں تھا سب کا سب اپنے مکان پر اٹھا لایا۔ جس وقت عباس خلیفہ ظافر کے دونوں بھائیوں کو قتل کر کے نکلا تو مقتولوں کی لاشیں دیکھ کر اس قدر متاثر اور پریشان ہوا کہ عارضہ صرع (مرگی) میں گرفتار ہو گیا، تادمِ مرگ اسی میں مبتلا رہا۔

خلیفہ ظافر اور اس کے دونوں بھائیوں کے قتل کئے جانے کے بعد قصرِ خلافت کی بیگمات نے طلائع بن زریک کو یہ واقعات لکھ بھیجے۔ طلائع ان دنوں اشمونین اور بھنسہ کا والی تھا' اسی اثنا میں اسے یہ بھی خبر لگی کہ انہی واقعات کی وجہ سے لوگوں میں عباس کی طرف سے ناراضگی اور بددلی پیدا ہو گئی ہے پس طلائع نے فوجیں جمع کر کے قاہرہ کا قصد کیا۔ ماتمی سیاہ کپڑے پہنے، نیزوں پر ان بالوں کو لگایا جسے قصر خلافت کی بیگمات نے بغرضِ اظہارِ ماتم بھیجا تھا۔ جس وقت صالح نے دریا عبور کیا وزیر السلطنت عباس اور اس کا بیٹا نصیر جس قدر مال و نقد اور آلات حرب لے سکا لے کر شام کی جانب نکل کھڑا ہوا۔ ان دونوں کے ہمراہ ان کے دوست اسامہ بن منقذ بھی تھا اتفاق سے اثنا راہ میں عیسائیوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔عباس مارا گیا اس کا بیٹا نصیر گرفتار کر لیا اور اسامہ کسی طرح اپنی جان بچا کر شام کی طرف بھاگ گیا۔

وزارت صالح بن زریک

وزیر السلطنت عباس کے نکل جانے کے بعد صالح ماہ ربیع الثانی ۵۴۹ھ میں قاہرہ میں داخل ہوا اور پیادہ پا قصرِ خلافت میں آیا۔ اس کے بعد عباس کے مکان کی طرف گیا۔ اس کے ہمراہ ■ خادم بھی تھا جو بوقت قتل ظافر موجود تھا۔ ظافر کی لاش کو قبر سے نکال کر اس کے آباو و اجداد کے مقابر میں دفن کیا۔ خلیفہ فائز نے خوش ہو کر وزارت کا خلعت عنایت کیا اور الملک الصالح کا خطاب مرحمت کیا۔ صالح امامیہ مذہب رکھتا تھا۔ بہت بڑا ادیب اور خوش نویس تھا۔ عہدہ وزارت سے ممتاز ہو کر امورِ سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔ خراج کی فراہمی اور صوبجات کے گورنروں کی نگرانی کرنے لگا۔

اوحد بن تمیم نامی ایک شخص قرابت مندان عباس سے تینس کا والی تھا' اس نے عباس کے حالات سن کر فوجیں جمع کیں' اور قاہرہ کے قصد سے روانہ ہوا۔ مگر اس کے پہنچنے سے پہلے طلائع قاہرہ میں داخل ہو چکا تھا اور قلم دان وزارت پر استقلال کے ساتھ قبضہ کر چکا تھا۔ پس طلائع نے اوحد کو اس کے صوبہ دمیاط اور تینس کی جانب واپس کر دیا۔ اس کے بعد صالح نے عیسائیوں سے نصیر بن عباس کو زر معاوضہ دے کر لے لیا اور جب وہ قاہرہ میں آیا تو قتل کر کے باب زویلہ پر پھانسی دے دی۔

نصیر کے قتل سے فارغ ہو کر ان امراء کی طرف متوجہ ہوا جو دولت علویہ سے وقتاً فوقتاً مزاحمت اور مخالفت کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ان لوگوں میں سب سے زیادہ تاج الملک قایماز اور ابن غالب ہر کام میں آڑے آتے تھے۔ ان دونوں کی سرکوبی کے لئے فوجیں مامور کیں' تاج الملک اور ابن غالب یہ خبر پا کر بھاگ گئے۔ لشکریوں نے ان کے مکانات لوٹ لئے غرض اسی طرح تمام امراء کبار کو یکے بعد دیگرے کمزور اور مضمحل کر دیا تاآنکہ دولت علویہ میں کوئی ایسا امیر باقی نہ رہا جو اس کام میں کچھ بھی دخل در معقولات کر سکتا۔ دربان' خدام اور حجاب اپنی طرف سے قصرِ خلافت میں مقرر کئے۔ مال و اسباب اور سامانِ آرائش جس قدر محل سرائے خلافت میں تھا سب کا سب اپنے مکان میں اٹھا لایا۔ خلیفہ فائز کی پھوپھی یہ رنگ دیکھ کر وزیر السلطنت صالح کے قتل کی تدبیریں کرنے لگی۔ روپیہ اور مال بھی خرچ کیا۔ مگر ہنوز اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہونے پائی تھی کہ کسی ذریعہ سے وزیر السلطنت تک یہ خبر پہنچ گئی۔ سوار ہو کر قصر خلافت میں آیا۔ داروغہ محل سرائے اور خدامِ خلافت کو اشارہ کر دیا۔ انہوں نے ایسے طریقہ سے خلیفہ فائز کی پھوپھی کو قتل کر ڈالا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ

ہوئی۔ اس کے قتل کے بعد خلیفہ فائز اپنی چھوٹی پھوپھی کی کفالت اور نگرانی میں پرورش پانے لگا۔ رفتہ رفتہ سنِ شباب کو پہنچا اور امورِ سلطنت کے نیک اور بد کو سمجھنے لگا۔ امراء اور اراکین دولت کو علیٰ قدرت مراتب حکومتیں عنایت کیں۔ اہلِ ادب کی ایک مجلس قائم کی جن کا کام محض داستان گوئی تھا۔ کبھی کبھی کچھ نظم بھی کر لیتا تھا۔ لیکن فنِ شاعری میں اسے چنداں دخل نہ تھا۔ شادر سعدی شعر گوئی ہی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ خلیفہ فائز کے بعض مصاحبوں نے شادر کی علیحدگی کی تحریک کی چنانچہ خلیفہ فائز نے شادر سے اس معاملہ میں کچھ گفتگو کی۔ شادر نے جواب دیا کہ اگر آپ مجھے اس کام سے معزول کر دیں گے تو میں توبہ چلا جاؤں گا۔ خلیفہ فائز یہ سن کر خاموش ہو رہا۔ اور اسے اپنے سے جدا نہ کیا۔ اسی کے عہد حکومت میں الملک العادل سلطان نور الدین محمود زنگی نے دمشق کو بنی طغتکین اتابک تنش کے قبضہ سے ۵۴۹ھ میں نکال لیا۔

۵۵۵ھ میں خلیفہ فائز بنصر اللہ ابو القاسم عیسٰی بن ظافر اسمٰعیل والی مصر نے وفات پائی' چھ سال خلافت کی۔

ابو محمد عبداللہ العاضد-دورِ خلافت ۵۵۵ھ تا ۵۶۷ھ

خلیفہ فائز کی وفات کے بعد وزیر السلطنت صالح بن زریک قصرِ خلافت میں آیا اور خدام خلافت کو خاندان خلافت کے لڑکوں کے پیش کرنے کا اس غرض سے حکم دیا کہ ان میں سے کسی کو منتخب کر کے تخت خلافت پر متمکن کرے۔ سن رسیدہ اور ذی شعور ممبران خاندان کی طرف اس وجہ سے نظر تک نہ اٹھائی کہ ان لوگوں کے تختِ خلافت پر متمکن ہونے سے اس کی کچھ پیش نہ جائے گی۔ لڑکوں اور کم سنوں کو خلیفہ بنانے سے امور سلطنت پر خود غالب اور متصرف رہے گا۔ پس اس نے ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن حافظ کو عباء خلافت پہنائی اور تخت خلافت پر متمکن کر کے حکومت و خلافت کی بیعت کی۔ العاضد الدین اللہ کا لقب دیا اور اپنی بیٹی سے نکاح کر کے اس قدر جہیز دیا کہ احاطہ تقریر و تحریر سے باہر ہے۔ خلیفہ عاضد اس وقت قریب سن بلوغ تھا۔

قتل صالح و وزارت زریک

خلیفہ عضد کی کمسنی' نیز اس وجہ سے کہ وزیر السلطنت صالح ہی کا یہ خلیفہ بنایا ہوا تھا' وزیر السلطنت صالح کے قدم حکومت و سلطنت پر استقلال کے ساتھ جم گئے۔ امور سلطنت کے سیاہ و سفید کے تمام اختیارات ان کے قبضہ اقتدار میں آ گئے۔ فراہمی مال و وصولی خراج کا مالک ہو گیا۔ خلیفہ عاضد برائے نام خلیفہ تھا۔ محل سرائے خلافت کے اندر باہر اسی کا حکم نافذ و جاری تھا۔ اراکین دولت اور خدام محل سرائے خلافت کو یہ امر ناگوار گذرا۔ امرا کبار اس کے قتل کی فکر کرنے لگے' خلیفہ عاضد کی چھوٹی پھوپھی نے جو خلیفہ فائز کی کفیل تھی اس اہم کام کو کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس نے سپہ سالاران سوڈانیہ اور قصرِ خلافت کے خدام کو جمع کر کے وزیر السلطنت کے قتل کر ڈالنے کا ذمہ دار بنایا چنانچہ ان لوگوں نے متفق ہو کر صالح کے قتل کا عہد و پیمان کیا ابن الداعی اور امیر بن قوام الدولہ اس امر میں زیادہ کوشاں تھے۔ ایک روز یہ دونوں قصر خلافت کی دہلیز میں چھپ کر کھڑے ہو گئے۔ جوں ہی وزیر السلطنت اس طرف سے گذرا ابن الداعی نے لپک کر تلوار کا وار کیا۔ امیر نے بڑھ کر نیزہ مارا صالح زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ لوگ اٹھا کر محل سرائے وزارت میں لائے اس وقت تک اس میں دم باقی تھا۔ خلیفہ عاضد کے پاس کہلا بھیجا۔ خلافت مآب نے میرے خون سے اپنے ہاتھ کو ناحق رنگ لیا ہے۔ اس کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔ خلیفہ عاضد نے جواب دیا کہ میں اس سے بری ہوں یہ کام میری پھوپھی کا ہے جواب آنے کے بعد وزیر السلطنت نے دم توڑ دیا۔ بہ وقت وفات اپنے بیٹے زریک کو طلب کر کے قلم دان وزارت سپرد کیا۔ اور خلیفہ عاضد کو زریک کے وزیر بنانے کی وصیت کر گیا۔ خلیفہ عاضد نے صالح کی موت کے بعد اس کے بیٹے زریک کو عہدہ وزارت عطا فرمایا اور العادل کا خطاب دیا۔

زریک نے عہدہ وزارت حاصل کر کے خلیفہ عاضد کی اجازت سے اپنے باپ کے قاتلوں خلیفہ عاضد کی پھوپھی' امیر ابن قوام الدولہ اور استاد عنبر ریقی کو سزائے موت دی۔ اور حکومت و سلطنت کا نظم و نسق کرنے لگا۔ بے سمجھے سوچے شادر والی صعید کی معزولی پر تل گیا۔ شادر نہایت چالاک اور مدبر تھا۔ صالح اکثر کہا کرتا تھا کہ میں اسے سند حکومت دے کر بہت پچھتایا اور میں اسے معزول بھی نہ کر سکا۔ صالح

نے انہی باتوں کے بد نظر شاور سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنے کی زریک کو ہدایت کی تھی۔ مگر زریک نے مطلق خیال نہ کیا۔ شاور کی معزولی کا حکم بھیج دیا اور اس کی جگہ امیر بن رفعہ کو صعید کا حاکم مقرر کیا۔ شاور کو اس سے سخت برافروختگی ہوئی۔ فوجیں جمع کر کے قاہرہ کی طرف بڑھا۔

زریک کو اس کی خبر لگ گئی۔ مقابلہ کی طاقت اپنے میں نہ دیکھ کر اپنے چند غلاموں کے ساتھ کسی قدر مال و اسباب لے کر نکل بھاگا۔ کوچ و مقام کرتا ہوا طفیجہ پہنچا۔ اتفاق سے ابن نصرل گیا اس نے زریک کو گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر شاور کی خدمت میں لا کر حاضر کر دیا۔ شاور نے اسے اور اس کے بھائی کو نظر بند کر دیا۔ چند روز بعد زریک نے جیل سے نکل جانے کا قصد کیا۔ زریک کے بھائی نے شاور تک یہ خبر پہنچا دی۔ شاور نے زریک کو اس کی وزارت کے ایک برس بعد اور اس کے باپ کی وزارت کے نویں سال قتل کر ڈالا۔

وزارتِ شاور

۵۵۸ھ میں شاور مظفر و منصور قاہرہ میں داخل ہوا۔ سعید السعد کے مکان پر جا کر اترا۔ اس کے ہمراہ اس کے بیٹے علی' طے اور کامل بھی تھے۔ دارالوزارت پر شاور کے قابض ہو جانے کی وجہ سے خلیفہ عاضد نے قلم دان وزارت شاور کے حوالہ کر دیا۔ امیرالجیوش کا خطاب عنایت کیا۔ بنی زریک کے مال و اسباب اور مکانات پر قبضہ کر لینے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ شاور نے بنی زریک کے مال و اسباب' مکانات اور خزانوں پر قبضہ کر لیا۔ بہ نظر تالیف قلوب وظیفہ خواران دولت علویہ کے وظائف بڑھائے اراکین دولت کو انعامات اور صلے دیئے۔

صالح بن زریک نے اپنے عہدہ وزارت میں امرا کا ایک گروہ بنایا تھا جنہیں برقیہ کے نام سے موسوم کیا کرتا تھا۔ اس گروہ کا سردار ضرغام نامی ایک شخص تھا جو اس سے پہلے محل سرائے خلافت کا داروغہ تھا۔ اس نے شاور کی وزارت کے نویں مہینے وزارت کا دعوت کیا' لڑ جھگڑ کر شاور کو مصر سے نکال دیا اور خود دارالوزارت پر قابض ہو گیا۔ شاور نے مصر سے نکل کر شام کا راستہ لیا۔ ضرغام نے شاور کی روانگی کے بعد مصر میں قتل عام کا بازار گرم کر دیا۔ شاور کے بیٹے علی کو مار ڈالا۔ اس کے علاوہ اور بہت امراء مصر کو تہ تیغ کیا۔ جو دولت علویہ کے جان نثاروں میں سے تھے۔ اس وجہ سے دولت علویہ کے قوائے حکمرانی ضعیف ہو گئے اور حکومت مدبروں اور سیاسی شخصیتوں سے خالی ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دن بعد اس بیمار مرد نے دم توڑ دیا۔

شیر کوہ اور لشکر نوریہ مصر میں

شاور نے شام پہنچ کر الملک عادل سلطان نور الدین محمود زنگی کی شرف حضوری دمشق میں حاصل کی۔ اپنی سرگذشت بیان کر کے امداد کا خواستگار ہوا اور یہ بھی کہا اگر یہ خادم عہدہ وزارت پر بدستور بحال ہو جائے گا تو امراء لشکر کی جاگیروں کے علاوہ ملک مصر کے تین چہار حصے پر دولت نوریہ کا قبضہ دلا دے گا۔ شیر کوہ سلطان نور الدین محمود کی فوج کا افسر اعلیٰ تھا۔ اس واقعہ کو کہ شیر کوہ سلطان نور الدین محمود کی خدمت میں کیونکر پہنچا، ہم حسب موقع تحریر کریں گے۔ ماہ جمادی ۵۵۹ھ میں سلطان نور الدین محمود نے اسد الدین شیر کوہ کو عظیم فوج کے ساتھ شاور کی کمک پر روانہ کیا کہ مصر پہنچ کر غاصب وزیر ضرغام کو وزارت سے معزول کر دیا جائے اور شاور عہدہ وزارت پر مامور و بحال کیا جائے اور جو شخص اس کا انجام دہی میں مزاحم ہوا اس سے جنگ کی جائے۔

اسد الدین شیر کوہ کی روانگی کے بعد سلطان نور الدین محمود اس خیال سے کہ مبادا سرحدی عیسائی فوجیں اسد الدین شیر کوہ سے روک ٹوک کریں فوجیں آراستہ کر کے ممالک عیسائی کی طرف روانہ ہوا۔ شیر کوہ اور شاور نے ملک مصر میں پہنچ کر بلبیس میں پڑاؤ کیا۔ ناصر الدین ہمام اور فخر الدین ہمام برادران ضرغام سے سازش کی تھی۔ ضرغام کے دونوں بھائی گرفتار کر لئے گئے۔ شیر کوہ مع ان قیدیوں کے مظفر و منصور قاہرہ میں داخل ہوا۔ ضرغام دارالوزارت چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ مشہد سیدہ نفیسہ کے قریب پل پر مار ڈالا گیا۔ اس کے دونوں بھائی ناصر الدین اور فخر الدین بھی قتل کر ڈالے گئے۔ شاور بدستور سابق عہدہ وزارت پر مامور کیا گیا۔ ایفا وعدہ کا تو کیا پاس ہوتا اسد الدین

شیر کوہ کی مخالفت شروع کر دی۔ شیر کوہ چند وجوہات کے باعث ملک شام کی طرف لوٹ گیا۔

شیر کوہ اور شاور کی جنگ

شیر کوہ مصر سے شام واپس آکر ایک مدت تک نور الدین محمود کی خدمت میں حاضر رہا۔ ۵۶۲ھ میں نور الدین محمود سے مصر پر فوج کشی کی اجازت طلب کی۔ نور الدین محمود نے شیر کوہ کو اجازت دی چنانچہ شیر کوہ فوجیں مرتب کر کے روانہ ہوا۔ کوچ و قیام کرتا اور عیسائی ممالک سے گزرتا ہوا اطفیح (بلاد مصر) پہنچ کر ٹھہر گیا۔ دریائے نیل کو غربی ساحل سے عبور کر کے جیرہ میں قیام کیا۔ پچاس دن کے اندر مصر کے غربی بلاد پر تصرف اور قبضہ حاصل کر لیا۔ شاور نے عیسائیوں سے مدد طلب کی اور ان کی فوج مصر میں لے آیا۔ پھر ان کو ساتھ لے کر شیر کوہ کے مقابلہ پر نکلا۔ مقام صعید میں دونوں حریفوں میں مڈبھیڑ ہوئی پہلے شیر کوہ کو مصریوں اور عیسائیوں کی کثرت سے خطرہ پیدا ہوا لیکن پھر اپنے دل کو مضبوط کر کے توکل علی اللہ میدان جنگ کا راستہ لیا اور فوج کی کمی کے باوجود کہ جس کی تعداد دو ہزار تک بھی نہیں پہنچی تھی، مصری اور عیسائی فوج کو شکست دی۔

شیر کوہ نے اس کامیابی کے بعد اسکندریہ کی طرف قدم بڑھایا۔ اہل اسکندریہ نے امان حاصل کر کے شہر کو شیر کوہ کے حوالہ کر دیا۔ شیر کوہ نے اپنے بھائی نجم الدین ایوب کے بیٹے صلاح الدین کو اسکندریہ کا حاکم مقرر کر کے صعیدہ پر حملہ کیا۔ مصری اور عیسائی امیریہ خبر پا کر اپنی اپنی فوجوں کو قاہرہ میں جمع کر کے اس ناگہانی آفت کو دور کرنے کے لئے اسکندریہ کی جانب بڑھے اور اسکندریہ پہنچتے ہی صلاح الدین کی حمایت کے لئے کوچ کیا۔ ان واقعات کے دوران میں شاور کے ساتھیوں میں سے بعض ترکمانوں نے روزانہ جنگ سے بے دلی ظاہر کرنا شروع کر دی۔ ہنوز شیر کوہ نے کوئی قطعی فیصلہ نہ کیا تھا کہ مصریوں اور عیسائیوں نے مصالحت کا پیام بھیجا۔ نامہ و پیام کے بعد شیر کوہ نے اسکندریہ کو ان کے حوالہ کر دیا اور تاوان جنگ لے کر دمشق کی جانب واپس ہوا۔ آخر ماہ ذیقعدہ ۵۶۲ھ میں دمشق پہنچا۔

عیسائیوں نے شیر کوہ کی واپسی کے بعد مصریوں کے روبرو یہ چند شرائط پیش کیں۔

(۱) عیسائی فوجیں قاہرہ میں مقیم رہیں گی۔ (۲) ان کی طرف سے ایک سیاسی ناظم قاہرہ میں رہے گا۔ (۳) شہر پناہ کے دروازوں پر عیسائیوں کا قبضہ رہے گا تاکہ نور الدین کا لشکر شہر میں داخل نہ ہو سکے۔ (۴) اس انتظام اور حسن کارگزاری کے معاوضہ میں ایک لاکھ دینار سالانہ 'حکومت مصر' عیسائی بادشاہ کو ادا کرے گا۔ حکومت مصر نے ان تمام شرائط کو بہ رضا و رغبت منظور کر لیا۔

اس کے بعد عیسائیوں کو ملک مصر پر قبضہ کر لینے کی طمع دامن گیر ہوئی اور اہل مصر پر جا و بے جا حکمرانی کرنے لگے، بلبیس کو دبا لیا۔ قاہرہ پر قبضہ کر لینے پر مستعد و آمادہ ہوئے۔ شاور نے عیسائیوں کے خوف سے مصر کو ویران کر دیا۔ شہر میں آگ لگا دی' اہل شہر نے بازاروں کو لوٹ لیا۔ اس دوران عیسائی فوجیں قبضہ کر لینے کے قصد سے قاہرہ پر آ اتریں۔ خلیفہ عاضد نے سلطان نور الدین محمود کو ان واقعات سے مطلع کیا، امداد طلب کی۔ شاور اس خیال سے کہ مبادا خلیفہ عاضد اور نور الدین محمود باہم متحد نہ ہو جائیں، عیسائیوں سے مصالحت کے لئے نامہ و پیام کرنے لگا۔ دو لاکھ دینار مصری نقد اور دس ہزار اردب غلہ پر مصالحت ہوئی مگر اس قدر کثیر رقم کا فراہم ہونا اس زمانہ میں جب کہ شاور نے عیسائیوں کے خوف سے اس سے پیشتر مصر کو ویران و خراب کر دیا تھا، دشوار تھا۔ ظلم و تشدد تک نوبت پہنچی۔

شیر کوہ کی قاہرہ روانگی

شاور اور عیسائیوں میں سفارت کا کام جلیس بن عبدالقوی اور شیخ موفق کاتب سروی کر رہا تھا اور خلیفہ عاضد اس مصالحت کا مخالف تھا۔ شاور نے قاضی فاضل عبدالرحیم بیسانی کو خلافت مآب کو سمجھانے اور صلح پر راضی کرنے کی غرض سے دربار خلافت میں روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ عیسائیوں کو جزیہ و خراج دینا اس سے بہتر ہے کہ ان شہروں میں ترکوں کا تسلط اور دخل ہو۔ اور ان کے حالات سے مطلع ہوں۔ خلیفہ عاضد نے کچھ جواب نہ دیا اور شاور فراہمی مال و زر میں مصروف رہا۔ خلیفہ عاضد کا قاصد پہنچنے پر نور الدین محمود نے

لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور اسد الدین شیر کوہ کو بہت سامان و اسباب جنگ مرحمت کر کے مصر کی جانب خلیفہ عاضد کی کمک پر روانہ کیا۔ اس مہم میں صلاح الدین (شیر کوہ کا بھتیجا) بھی شیر کوہ کی درخواست پر مامور کیا گیا علاوہ اس کے ایک جماعت امرا نوریہ کی شیر کوہ کے ہمراہ مصر آئی ہوئی تھی جس وقت عیسائیوں کو لشکر نوریہ کی آمد کی خبر لگی فوراً قاہرہ چھوڑ کر اپنے ملک کو واپس ہو گئے۔

ابن طویل مورخ دولت عبیدین لکھتا ہے کہ شیر کوہ نے قاہرہ میں عیسائی لشکر کو شکست دے کر اس کے کیمپ کو لوٹ لیا تھا اور ماہ جمادی الاولیٰ ۵۶۴ھ میں مظفر و منصور قاہرہ میں داخل ہوا۔ خلیفہ عاضد نے خلعت خوشنودی عطا کیا۔ اور شیر کوہ باریاب ہو کر اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا شاور بدستور اپنے عہدے پر تھا مگر اس کے دل پر خوف غالب ہو رہا تھا طرح طرح کے خیالات اس کے دماغ اور دل کو پریشان کر رہے تھے ہنوز کوئی قطعی رائے نہیں قائم کی تھی کہ خلیفہ عاضد نے شیر کوہ کو شاور کے قتل کا اشارہ کر دیا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ یعنی شاور ہمارا خانہ زاد ہے اس کے باقی رکھنے میں نہ ملبدولت ۔ اقبال کا کوئی فائدہ ہے اور نہ آپ کا چنانچہ شیر کوہ نے اپنے بھتیجے صلاح الدین بن ایوب اور عزالدین جرَیک کو اس کام کے سر کرنے پر متعین کیا۔ ایک روز شاور حسب دستور شیر کوہ سے ملنے کے لئے آیا۔ شیر کوہ اس وقت امام شافعی کی قبر پر گیا ہوا تھا۔ شاور بھی یہ خبر پاکر امام شافعی کے مقبرے کی طرف روانہ ہوا۔ اثنا راہ میں صلاح الدین اور عزالدین جرد یک سے ملاقات ہو گئی۔ ان دونوں نے اسے قتل کر کے سر اتار لیا اور خلیفہ عاضد کی خدمت میں جا کر پیش کر دیا۔ عوام الناس نے شاور کے مکانات لوٹ لئے۔ دونوں بیٹے کامل اور طے ان لوگوں کے ساتھ جو قصر وزارت میں اس کے ہوا خواہ تھے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیئے گئے۔ خلیفہ عاضد نے خوش ہو کر شیر کوہ کو وزارت کا عہدہ عنایت کیا۔ المنصور امیر الجیوش کا خطاب مرحمت فرمایا۔

شیر کوہ کی وزارت

شیر کوہ نے عہدۂ وزارت سے ممتاز ہو کر قصرِ وزارت میں اجلاس کیا ملک کے نظم و نسق کی جانب توجہ کی۔ دولت ۔ حکومت علویہ پر غالب اور متصرف ہوا۔ لشکریوں کو جاگیریں دیں۔ اپنے مصاحبوں اور امراء لشکر کو حکومتیں عطا کیں۔ اہل مصر کو مصر میں آباد کرنے کے لئے بلایا اور ان کے اس فعل سے جو کہ انہوں نے اس کی بربادی اور ویرانی میں کیا تھا بیزارگی اور ناراضگی ظاہر کی۔ اس کے بعد شیر کوہ کئی بار خلیفہ عاضد سے ملنے کے لئے گیا۔ ایک روز جوہر استاد نے خلیفہ عاضد کی طرف سے کہا" مولانا امیر المومنین فرماتے ہیں کہ ہم کو یقین کامل ہے کہ اللہ جل شانہ نے دشمنان خلافت کے مقابلہ میں ہماری مدد کا سہرہ تمہارے سر پر باندھا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ تم ہمیشہ اپنی خیر خواہی کا دولت علویہ کو عمدہ ثبوت دیتے رہو گے۔ شیر کوہ نے اس قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کیا انشاء اللہ تعالیٰ جیسی توقع ہے۔ میں اس سے زیادہ اپنے آپ کو ثابت کرتا رہوں گا خلیفہ عاضد نے خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا اور جلیس بن عبدالقوی کے برابر بیٹھنے کی جگہ مقرر کی۔ جلیس بن عبدالقوی داعی الدعاۃ اور قاضی القضاۃ بھی تھا۔ شیر کوہ نے اسے اس کے عہدے پر بحال و قائم رکھا۔

اس کے بعد اسد الدین شیر کوہ نے اپنی وزارت کے دو مہینے چند دن بعد اور بعض کہتے ہیں کہ گیارہ مہینے بعد وفات پائی بوقت وفات اپنے مصاحبوں اور امراء لشکر کو وصیت کر گیا کہ کسی وقت بھی تم لوگ قاہرہ چھوڑنے کا قصد نہ کرنا۔

صلاح الدین کی وزارت

شیر کوہ کے انتقال کے وقت امراء نوریہ میں سے عین الدولہ فاروقی قطب الدین نیال' سیف الدین مشطوب ہکاری اور شہاب الدین محمود حارمی قاہرہ میں تھے۔ یہ لوگ رتبہ وزارت اور ریاست کے حاصل کرنے میں باہم جھگڑ پڑے۔ ہر فریق نے دوسرے کو مغلوب کرنے کی غرض سے اپنے اپنے ہوا خواہوں کو جمع کیا۔ لیکن خلیفہ عاضد اس خیال سے کہ صلاح الدین بوجہ کمسنی امورِ سلطنت کو بغیر مشورہ اراکین خلافت انجام نہیں دے سکے گا۔ صلاح الدین کی وزارت کی طرف مائل ہوا' اکثر اراکین دولت نے اس خیال کی موافقت کی۔ بعض کی یہ رائے ہوئی کہ ترکوں کا لشکر بلادِ شرقیہ کی طرف واپس کر دیا جائے اور ان پر قراقوش کو حکومت دی جائے۔ خلیفہ عاضد نے

کثرت رائے کے مطابق صلاح الدین کو محل سرائے خلافت میں طلب کرکے قلم دان وزارت مرحمت فرمایا اس سے امرا نوریہ میں سخت بے دلی پیدا ہو گئی۔ مگر فقیہ عیسٰے ہکاری کی عاقلانہ تدابیر سے جو صلاح الدین کا دلی خیر خواہ تھا، کل امراء نوریہ صلاح الدین کی طرف مائل اور اس کے مطیع ہو گئے۔ عین الدولہ فاروقی ایک ضدی آدمی تھا۔ اس نے کسی طرح اطاعت قبول نہ کی ترک رفاقت کرکے شام چلا گیا۔

الغرض صلاح الدین مصر میں خلیفہ عاضد کی وزارت کا کام انجام دینے لگا اسے سلطان نور الدین محمود زنگی کے دربار سے بھی تعلق تھا۔ اس کی طرف سے صلاح الدین مصر میں ایک نائب کے بطور رہتا تھا۔ نور الدین اُسے امیر سپہ سالار کے خطاب سے یاد کرتا تھا۔ خط و کتابت میں اس کا نام لکھنے کے بجائے "امیر سپہ سالار و جمیع امراء نوریہ مقیم دیار مصریہ" کے تحریر کرنے پر اکتفا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ صلاح الدین تمام امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کے اختیارات اپنے قبضہ اقتدار میں لیتا گیا۔ اور خلیفہ عاضد کے قوائے حکمرانی کمزور و مضمحل ہوتے گئے' مصر کے دارالمعونہ کو جو کوتوال مصر کے رہنے کا مکان نیز جیل بھی تھا، منہدم کرا دیا۔ شافعیہ کا مدرسہ تعمیر کرایا اسی طرح دارالعزل کو بھی مسمار کراکے مالکیہ کا مدرسہ بنوایا۔ شیعی قاضیوں کو معزول کرکے شافعی قضاۃ مقرر کیے۔ اور اپنی طرف سے تمام بلاد مصر میں ایک ایک نائب مقرر کیا۔

عیسائیوں کا محاصرہ دمیاط

جس وقت اسد الدین شیرکوہ امراء نوریہ کے ساتھ مصر میں آیا اور عہدہ وزارت حاصل کرکے مصر کے ملک پر قابض و متصرف ہو گیا اور عیسائیوں سے ملک مصر خالی کرا لیا اس وقت عیسائیوں کو اپنی زیادتیوں پر ندامت ہوئی۔ جو کچھ بطور خراج ان کو ملک مصر میں ملتا تھا وہ بھی موقوف ہو گیا طرہ یہ ہوا کہ ان کو بیت المقدس پر قبضہ رکھنے میں بھی آئندہ خطرات کا خیال پیدا ہوا۔ عیسائیان سقلیہ اور اندلس کو یہ واقعات لکھ بھیجے اور ان سے امداد طلب کی۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد عیسائی مجاہدوں کا ایک عظیم گروہ' عیسائیان شام کی کمک پر آیا۔ اس سے شام کے عیسائیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ مسلح ہو کر ۵۶۵ھ میں دمیاط کا محاصرہ کر لیا۔ دمیاط کی حکومت پر ان دنوں شمس الخواص منکور نامی ایک امیر مامور تھا۔ اس نے صلاح الدین کو مطلع کیا۔ صلاح الدین نے بہاؤ الدین قراقوش کو ایک فوج کے ساتھ اہل دمیاط کی مدد کو روانہ کیا' خزانہ مال و اسباب اور بے شمار آلات حرب مرحمت کئے اس کے ساتھ ساتھ سلطان نور الدین محمود زنگی سے بھی امداد طلب کی۔ شیعوں اور سوڈانیوں کی وجہ سے مصر نہ چھوڑنے اور اس مہم پر نہ جانے کی معذرت لکھی۔ نور الدین محمود نے بھی وقتاً فوقتاً" تھوڑی تھوڑی سی فوجیں اہل دمیاط کی امداد کو روانہ کیں اور ان کی قوت تقسیم کرنے کے خیال سے خود بھی سواحل شام پر حملہ آور ہوا۔ اور اپنے پرزور حملوں سے عیسائیوں کو تنگ کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی کروسیڈرون نے گھبرا کر پچاس یوم کے بعد دمیاط سے محاصرہ اٹھا لیا۔ لوٹ کر اس شہر میں آئے تو انہیں ویران اور خراب پایا۔ خلیفہ عاضد نے اس کامیابی پر صلاح الدین کی بے حد مدح و ثنا کی۔ اس کے بعد صلاح الدین نے اپنے باپ نجم الدین اور اپنے تمام اصحاب اور احباب کو شام سے مصر طلب کیا۔ خلیفہ عاضد ان لوگوں سے ملنے کے لئے آیا اور بڑی آؤ بھگت کی۔

سوڈانیوں اور عمارہ کی سازشیں

جس وقت صلاح الدین کا قدم استقلال کے ساتھ حکومت مصر پر جم گیا، شیعان مصر اور ان کے ہوا خواہوں کو بے حد ناراضگی ہوئی۔ ان میں سے ایک گروہ جن میں عویرش قاضی القضاۃ ابن کامل امیر معروف عبدالصمد کاتب اور عمارہ یمنی زبیدی شاعر تھا صلاح الدین کے خلاف مشورہ کرنے کی غرض سے جمع ہوا۔ ان سب کا سرگروہ اور پیشوا یہی عمارہ یمنی تھا۔ ان لوگوں نے بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے کیا کہ مصر سے ترکوں کو نکال باہر کرنے کے لئے عیسائیوں سے امداد لینا چاہیے اور اس صلہ میں مصر کے مالیہ سے ان کا ایک حصہ مقرر کر دیا جائے۔ اس صلاح و مشورے میں سوڈانی غلام اور قصر خلافت کے خدام بھی شریک تھے۔ موتمن الخلافتہ' قصر خلافت کے خادموں کا سردار تھا۔ خلیفہ عاضد کا پروردہ اور اس کی لڑکی خلیفہ عاضد کی بیوی تھی چنانچہ موتمن الخلافت نے اپنے مکان میں عیسائی سفیر کو خلیفہ عاضد سے

ملایا حالانکہ وہ خلیفہ نہ تھا۔

عیسائی سفیر یہ خیال کر کے کہ خلیفہ عاضد نے میرے ساتھ عہدو پیان کر لیا ہے واپس چلا گیا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر نجم الدین بن مفیال تک پہنچی جو شیعوں کا ایک نامور سردار تھا۔ اسے صلاح الدین سے خاص تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ صلاح الدین نے اسے اسکندریہ کی حکومت عطا کی تھی چونکہ بہاء الدین قراقوں سے اور اس سے کسی بات پر کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔

شیعوں نے یہ خیال کر کے نجم الدین کو صلاح الدین سے ہمدردی باقی نہیں رہی۔ تمام حال بالتفصیل بتلا دیا کہ تم کو وزارت دی جائے گی، عمارہ یمنی کو عہدہ کتابت مرحمت ہو گا۔ سیکریٹریٹ کا دفتر بھی اس کے چارج میں رہے گا۔ فاضل بن کامل قاضی القضاۃ داعی الدعاۃ موقوف و معزول کیا جائے گا۔ عبدالصمد خراج پر متعین ہو گا۔ اور عوریش اس کی نگرانی کرتا رہے گا۔ نجم الدین نے سن کر مسرت ظاہر کی۔ اور بطیب خاطر ان لوگوں کی رائے سے موافقت کا اظہار کیا لیکن موقع پا کر چپکے سے صلاح الدین کو اس سے مطلع کر دیا۔ صلاح الدین نے ان کو اور عیسائی سفیر کو گرفتار کر لیا' متعدد مجلسوں اور مواقع میں ان کے الزامات کی تفتیش کی۔ محل سرائے خلافت کے خواجہ سراؤں اور دربانوں کو طلب کر کے نہایت سختی سے دریافت کیا کہ خلیفہ عاضد محل سرائے خلافت سے کیوں کر نکل کر نجاج (موتمن الدولہ) کے مکان پر گیا۔ ان لوگوں نے بہ حلفیہ بیان کیا کہ خلیفہ عاضد نے محل سرائے خلافت سے باہر قدم نہیں نکالا آپ تک یہ خبر غلط طور سے پہنچائی گئی ہے اس پر صلاح الدین ایوبی نے خلیفہ عاضد کے مواجہ میں نجاج کو طلب کر کے بیان لیا۔ اس نے بھی بیان کیا کہ خلیفہ عاضد میرے مکان پر تشریف نہیں لے گئے اور نہ عیسائیوں کے سفیر سے ملاقات کرنے کا خلافت مآب کو موقع ملا۔ نجاج کے اظہار سے صلاح الدین کے دل پر خلیفہ عاضد کی برات کی تصویر کھنچ گئی۔

عمارہ یمنی شاعر اکثر شمس الدولہ توران شاہ کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا۔ توران شاہ نے اپنے بھائی صلاح الدین سے بر سبیل تذکرہ بیان کیا کہ عمارہ نے خلیفہ عاضد کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس میں اسے یمن جانے اور اہل یمن کو پامال کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اور اس قصیدے میں خاندان نبوت پر بھی چوٹ کی ہے جس سے اس کا خون مباح اور قتل واجب ہوتا ہے اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے

"تم اپنے لئے ایسا ملک پیدا کرو جس میں تمہیں دوسروں کی احتیاج باقی نہ رہے اور تم آتش جنگ کو لڑائی کے جھنڈے کے ذریعہ سے مشتعل کرو"۔ "اس بے شعور کی حکومت اس طریقہ کی ہے جیسا کہ زبان زد عوام ہے۔ کہ کمزور کی بیوی تمام عالم کی بھاوج ہوتی ہے" ابتدا "اس کے بنیاد ایسے شخص نے ڈالی ہے کہ جو اپنی کوششوں سے سردار عالم کہلایا ہے" پس صلاح الدین نے بعد تفتیش کے تمام ملزموں کو ایک روز قصر خلافت و قصر وزارت میں جمع کر کے قتل کروا دیا اور نعشوں کو سولی پر چڑھوا دیا۔

اس واقعہ کے بیسویں دن ابن کامل کے قتل کا حکم صادر کیا۔ باقی رہا عمارہ جس وقت اس کے قتل اور دار پر چڑھائے جانے کا حکم صادر ہوا، پابہ زنجیر قاضی فاضل کے مکان کی طرف سے ہو کر نکالا گیا۔ عمارہ نے قاضی فاضل سے ملنے کی درخواست کی قاضی فاضل نے انکار کر دیا۔ عمارہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور یہ کہتا ہوا مقتل کی جانب چلا :

عبدالرحیم قد احتجب ان الخلاص هو العجب

عبدالرحیم (قاضی فاضل) روپوش ہو گیا اور اب رہائی تعجبات سے ہے۔

کتاب ابن اثیر میں لکھا ہے کہ صلاح الدین کو ان لوگوں کی حرکت کی اس طرح اطلاع ہوئی تھی کہ ان لوگوں نے جو خط عیسائیوں کو لکھا تھا وہ کسی ذریعہ سے صلاح الدین کے کسی مصاحب کے ہاتھ آ گیا۔ اس نے خط کو پڑھ کر مع پیام بر کے صلاح الدین کی خدمت میں پیش کر دیا۔ صلاح الدین نے پہلے موتمن الخلافتہ کو اس جرم کی پاداش میں قتل کرایا۔ اس کے بعد تمام خدام مجلس رائے خلافت کو معزول کر کے اپنی جانب سے خدام مقرر کئے۔ بہاؤ الدین قراقوش کو ان کی سرداری عنایت فرمائی۔ سوڈانیوں کو اس سے اشتعال پیدا ہوا۔ تقریباً پچاس ہزار سوڈانیوں نے جمع ہو کر صلاح الدین کے خلاف ہنگامہ کر دیا۔ چنانچہ صلاح الدین کے لشکر سے سوڈانیوں کی قصر خلافت اور قصر وزارت کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی۔ سوڈانی شکست کھا کر بھاگے فتح مند گروہ نے ان کے گھروں میں آگ لگا دی۔ ان کے مال و اسباب

کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ ہزاروں سوڈانی تہ تیغ ہوئے باقی ماندہ نے امان کی درخواست کی امان دے دی گئی اور جزیرہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا گیا۔ شمس الدولہ توران شاہ کو اس کی خبر نہ تھی۔ مسلح ہو کر ان کی طرف گیا اور جی کھول کر انہیں پامال کیا۔

دولت فاطمیہ علویہ کا خاتمہ

جس روز سے صلاح الدین کی حکومت کا سکہ ملک مصر میں استقلال و استحکام کے ساتھ چلنے لگا اور وہ قصر خلافت پر قابض ہو گیا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ خلیفہ عاضد کی حکومت و خلافت کی مشین کے پرزے ڈھیلے اور ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے۔ اسی دن سے سلطان نور الدین محمود تحریک کر رہا تھا کہ مصر سے خلافت علویہ کا خطبہ موقوف کر دیا جائے اور خلیفہ مستضیٔ تاج دار خلافت عباسیہ کے نام نامی سے مساجد کے منبروں کو زینت دیجائے۔ مگر صلاح الدین اس خوف سے کہ مبادا کوئی فتنہ و فساد برپا نہ ہو جائے حکمت عملی سے ٹال رہا تھا اور یہ معذرت کرتا جاتا تھا کہ اس سے اہل مصر مشتعل ہو جائیں گے۔ نور الدین نے اس معذرت پر مطلق توجہ نہ کی۔ ڈانٹ کا خط تحریر کیا اور خلیفہ عاضد سے سازش کر لینے کا الزام لگایا۔ صلاح الدین نے اپنے مصاحبوں سے اس بابت مشورہ کیا مصاحبوں نے رائے دی کہ نور الدین کی مخالفت اچھی نہیں ہے جیسا حکم ہو اس کی تعمیل کرنا مناسب اور آئندہ بہبودی کا باعث ہے۔

خلیفہ عاضد کی وفات

اسی زمانے میں علماء عجم کی طرف سے فقیہ جبشانی بطور وفد صلاح الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ شخص "الامیر العالم" کے لقب سے مخاطب کیا جاتا تھا اس نے یہ معلوم کر کے کہ صلاح الدین اور اس کے اراکین خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھنے سے پس و پیش کرتے ہیں حاضرین سے کہا کہ میں خلافت عباسیہ کا خط پڑھوں گا چنانچہ محرم ۵۶۷ھ کے پہلے خطبہ جمعہ میں خلیفہ مستضیٔ کے نام کا خطبہ اس نے پڑھا اور اس کے لئے دعا کی۔ کسی نے دم تک نہ مارا تو دوسرے جمعہ میں صلاح الدین کے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا چنانچہ تمام خطیبوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور اس مضمون کا ایک گشتی فرمان تمام ممالک مصر میں بھیج دیا۔ خلیفہ عاضد اس وقت سخت علیل تھا۔ علالت کی وجہ سے کسی نے اس کو اطلاع نہ کی۔ حتیٰ کہ یوم عاشورہ (۱۰ محرم سنہ مذکور) کو اس نے وفات پائی۔

صلاح الدین نے عزاداری کا دربار کیا۔ اور قصر خلافت کے تمام مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ بہاء الدین قراقوش مال و اسباب کے فراہم کرنے اور ان کے اٹھلانے پر مامور تھا۔ شاہی خزانہ اور محل سرائے خلافت میں اس قدر قیمتی قیمتی اسباب تھے۔ کہ آج تک نہ آنکھوں نے دیکھے تھے اور نہ کانوں نے سنے تھے۔ یاقوت، زمرد، طلائی زیورات، نقرئی و طلائی ظروف، قیمتی قیمتی کپڑے، طرح طرح کی خوشبو دار اشیاء، اور شیشہ آلات بے شمار ہاتھ آئے۔ ایک لاکھ بیس ہزار کتابیں ملیں جو صلاح الدین نے فاضل عبدالرحیم بیسانی کو دے دیں جو اس کا سیکرٹری اور قاضی تھا۔ آلاتِ حرب، سامانِ جنگ بھی بے حد اور بے پایاں اور زرِ نقد انتہا ہاتھ لگا تال و اسباب ضبط کرنے کے بعد مردوں اور عورتوں کو قید کر دیا حتیٰ کہ وہ سب مر گئے۔

زمانہ حکومت عزیز اور حاکم حکمرانان مصر میں دولت علویہ اہل کتامہ سے بھری ہوئی تھی اور یہ لوگ تمام بلاد مشرق میں پھیلے ہوئے تھے۔ مگر شیعوں کے سلسلہ حکومت منقطع ہونے اور خلیفہ عاضد آخری خلیفہ کے مرنے سے ان لوگوں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ زمانہ کے نشیب و فراز اور واقعات کے تغیرات نے ان لوگوں کو ایسا کھا لیا کہ ڈکار تک نہ لی جیسا کہ ہمیشہ سے دولت و حکومت کی قدیم زمانہ سے یہی رفتار چلی آتی ہے۔ خلیفہ عاضد کے مرنے پر مصر میں خلافت عباسیہ کی حکومت کا جھنڈا کامیابی سے لہرانے لگا۔ شیعان مصر کو یہ امر ناگوار گزرا ان میں سے ایک گروہ نے جمع ہو کر داؤد بن عاضد کے ہاتھ پر خلافت و امارت کی بیعت کی کسی ذریعہ سے صلاح الدین کو اس کی خبر لگ گئی سب کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور داؤد کو قصرِ خلافت سے نکال دیا۔ یہ واقعہ ۵۶۹ھ کا ہے۔

اس واقعہ کے ایک مدت کے بعد داؤد بن عاضد کے بیٹے سلیمان نامی نے صعید میں سر اٹھایا۔ مگر سر اٹھاتے ہی گرفتار کر لیا گیا۔ حتیٰ کہ

بحالتِ قید مرگیا۔ اس کے بعد اطراف فارس میں محمد بن عبداللہ بن عاضد خلافت و امارت کا دعوے دار ہوا۔ مہدی کے لقب سے اپنے کو ملقب کیا لیکن اسے بھی پھلنے پھولنے کا موقع نہ ملا۔ الحقی کو نیل کو قتل کرکے صلیب پر چڑھایا گیا ان لوگوں کے قتل ہو جانے سے عبیدیوں کا کوئی ممبر باقی نہیں رہا۔ ہم ان کے حالات حسب موقع بیان کریں گے۔ ان باقی ماندہ ممبران خاندان خلافت علویہ کی حکومت کا سلسلہ بھی خلافت عباسیہ بغداد کے ساتھ ۶۵۵ھ میں ہلاکو اولاد چنگیز خان بادشاہ تاتار کے ہاتھ تباہ ہو برباد ہو گیا۔ والامر للہ وحدہ

خلفاء فاطمین کے یہی حالات تھے جن کو ہم نے ابن اثیر اور ان کی تاریخ حکومت تالیف ابن طویل اور کسی قدر ابن میسی کی روایات سے حتی الامکان مختصر کرکے اس مقام پر جمع کیا ہے۔

البتہ بلاد حبشہ عراق میں جو فرقہ فدایہ کے نام سے موسوم تھے اور بلاد اسماعیلیہ میں جن کی امارت و حکومت سرزمین عراق میں تھی، جن کا پیشوا حسن بن صباح قلعہ موت وغیرہ میں تھا کچھ لوگ خلافت علویہ کے باقی رہ گئے تھے۔

باب ۱۱

اخبار بنی حمدون ملوک سیلہ وزاب

علی بن حمدون بن سماک بن مسعود بن منصور جذامی معروف بہ ابن اندلسی اندلس عظمیٰ کا رہنے والا تھا' علی بن حمدون اتفاق زمانہ سے عبداللہ اور ابو القاسم کے پاس مشرق میں حکومت علویہ قائم ہونے سے پیشتر چلا آیا تھا۔ ان لوگوں نے علی بن حمدون کو طرابلس سے عبداللہ شیعی کے پاس بھیج دیا۔ عبداللہ شیعی علی بن حمدون سے بے حد تپاک سے ملا۔ بہ عزت واحترام پیش آیا۔ چنانچہ علی بن حمدون اس زمانے تک ان لوگوں کی خدمت میں رہا جب تک یہ لوگ سلجماسہ میں مقیم رہے۔ جب ان لوگوں کی حکومت و ریاست کو ایک گونہ استحکام اور استقلال ہو گیا اور ابو القاسم ۳۱۵ھ میں مغرب کی طرف واپس آیا اور شہر مسیلہ کا بنیادی پتھر رکھا اس وقت اس نے علی بن حمدون کو اس شہر کو آباد و تعمیر کرنے پر متعین کیا اور اس کا نام محمدیہ رکھا جب اس کی تعمیر ختم ہو گئی تو اس نے علی بن حمدون کو زاب کی سند حکومت عطا کی اور وہیں قیام کرنے کا حکم دیا۔ پھر جس وقت منصور پر ابو یزید صاحب الحمار نے جبل کتامہ میں محاصرہ کیا اس وقت اس نے اس شہر کو رسد و غلہ آلات حرب سے معمور کر دیا۔ اس وقت سے برابر یہی اس شہر پر حکومت کرتا چلا آیا ہے۔ اس کے دونوں بیٹوں جعفر اور یحییٰ نے ابو القاسم کے یہاں پرورش اور تربیت پائی۔

جب ابو یزید نے دوبارہ سر اٹھایا اور تمام بلادِ افریقہ میں آتشِ فساد مشتعل و روشن ہو گئی اور اطراف و جوانب کے ہوا خواہانِ دولت علویہ کو پامالی کی خوفناک صورتیں نظر آنے لگیں تو منصور نے علی بن حمدون کو لکھ بھیجا کہ قبائل بربر کی فوجیں جمع کرکے ہم سے آملو۔ چنانچہ علی بن حمدون نے فوجیں جمع کرکے قسطنطنیہ سے مہدیہ کی جانب کوچ کیا۔ دوران راہ جو بلاد ملتے تھے انہیں تاخت و تاراج کرتا ہوا تاریہ پہنچا۔ پھر یہاں سے کوچ کرکے باجہ پر جا کر پڑاؤ کیا اس وقت باجہ میں ایوب بن ابو یزید ایک لشکر عظیم نکاریہ اور بربر لئے ہوئے پڑا تھا' علی نے ایوب پر حملہ کیا فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ ایک روز دوران جنگ شب کے وقت ایوب نے علی بن حمدون کے لشکر پر چھاپہ مارا جس سے علی کا لشکر گھبرا کر بھاگ نکلا۔ علی بن حمدون اپنی فوج سے علیحدہ ہو کر ایک پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا اور وہیں ۳۳۴ھ میں مر گیا۔

ابو یزید کا زمانہ شورش و فساد ختم ہونے پر منصور نے مسیلہ اور زاب کی حکومت پر جعفر بن علی بن حمدون کو متمکن کیا اور وہیں پر اسے اور اس کے بھائی یحییٰ کو قیام کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ جعفر و یحیے نے مسیلہ اور زاب میں اپنی حکومت و ریاست کی بنا ڈالی۔ دفاتر اور محکمے قائم کیے' محل سرائیں بنوائیں' عمارات تعمیر کیے۔ ایک مدت تک ان لوگوں کی حکومت اس شہر میں قائم رہی۔ دور دراز ملکوں سے علماء و شعرا ان کے دربار میں آئے انہی میں سے ابن ہانی اندلسی شاعر بھی تھا اس کے قصائد مدحیہ جو اس نے جعفر و یحیٰے کی شان میں لکھے تھے معروف و مشہور ہیں۔

جعفر اور زیری بن مناد میں بے حد عداوت تھی' دونوں میں حکومت و ریاست کی بابت متعدد لڑائیاں ہوئیں جس کی وجہ سے زیری کو جب کہ وہ زناتہ کی سرکشی و بغاوت کے باعث مغرب سے واپس آرہا تھا' سخت نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد جب معز نے ۳۰۲ھ میں قاہرہ آنے کا قصد کیا تو جعفر کو مسیلہ سے بلا بھیجا۔ جعفر کو اس سے خطرہ پیدا ہوا' اپنی فوج کے ساتھ معز کے آنے سے پیشتر زناتہ سے جا ملا' منہاجہ اور خلیفہ معز نے اس سے خط و کتابت کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

غرض جعفر نے زناتہ کو جمع کرکے معز کی مخالفت پر ابھارا اور خلیفہ مستنصر کے علم حکومت کی اطاعت کی ترغیب دی' زناتہ نے بخوشی و

رغبت' جعفر کی تحریک پر عمل درآمد کیا۔ اتنے میں زیری بن مناد آپہنچا' اور اس نے ہنگامہ کارزار گرم کر دیا۔ اتفاق یہ کہ اس میں زیری کو شکست ہوئی' اس دوران میں امراء زناتہ میں سے کسی نے زیری پر تلوار چلائی' زیری زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا' قاتل نے لپک کر سر اتار لیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد جعفر نے زیری کے سر کو چند امراء زناتہ کے ساتھ خلیفہ مستنصر کی خدمت میں بھیج دیا۔ خلیفہ مستنصر نے ان لوگوں کی بے حد عزت افزائی کی اور زیری کے سر کو بغرض عبرت بازار رطبہ میں آویزاں کر دیا۔ اس واقعہ سے یحییٰ بن علی کی مستنصر کے دربار میں قدر و منزلت بڑھ گئی جعفر کو بہ نظر قدر افزائی دربار خلافت میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔

کچھ عرصہ بعد زناتہ کو یہ خبر ملی کہ یوسف بن زیری اپنے مقتول باپ کے خون کا بدلہ لینے کی تیاری کر رہا ہے۔ کمزوری طبیعت کی وجہ سے گھبرا گئے' مقابلہ سے جی چرانے لگے۔عوام کا کیا ذکر ہے روسا اور امرا زناتہ بھی فتنہ و فساد کی وجہ سے اپنے آنے والے حریف کی مدافعت سے عاجز و مجبور ہو گئے۔ اس سے جعفر کو خطرہ پیدا ہوا'کشتیوں پر مال و اسباب حشم' خدم اور جس قدر خزانہ شاہی تھا اسے بار کر کے براہ دریا دارالخلافت قرطبہ کا راستہ لیا۔ جعفر کے ساتھ بڑے بڑے امرا زناتہ جو دولت امویہ کے مطیع اور ہواخواہ تھے قرطبہ چلے آئے تاج دار دولت امویہ اندلسیہ ان لوگوں سے بعزت و احترام ملا۔ انعامات دیئے توقیر و عزت سے ٹھہرایا۔ جب ایک مدت کے بعد یوسف بن زیری کا طوفان بدتمیزی ختم ہو گیا اور تمام بلاد میں امن و امان کی ہوا چلنے لگی تو یہ لوگ اپنے گھروں کی جانب واپس ہوئے چنانچہ تاج دار دولت امویہ نے ان لوگوں کو عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ یہ لوگ اپنے اپنے دلوں میں دولت امویہ کی محبت اور ہوا خواہی لئے ہوئے واپس ہوئے۔

واپسی میں علی بن حمدون والی زاب و مسیلہ کی اولاد ان لوگوں کے ساتھ شریک نہیں ہوئی،اس نے مصلحتاً دارالخلافت میں قیام کیا۔ خلیفہ وقت نے براہ قدر افزائی وزیروں کے گروہ میں ان لوگوں کو داخل کر لیا۔ اور ان کو وہی جاگیریں اور وظائف عطا کئے جو وزرا کو دیئے جاتے تھے ۔یہ لوگ باوجودیکہ اس نئے گروہ میں داخل ہوئے تھے مگر خلیفہ وقت کی قدر دانی کی وجہ سے قدیمی ہوا خواہان دولت میں شمار کئے جانے لگے۔

اس کے تھوڑے دنوں بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ علی بن حمدون نے دربار خلافت کا لحاظ چھوڑ دیا جس کی وجہ سے اس عتاب شاہی میں گرفتار ہوئے۔ قصر خلافت میں سب کو طلب کر کے قید کر دیا۔ پھر چند ہی دنوں کے بعد جب کہ خلیفہ حکم بہ عارضہ فالج مبتلا ہوا اور مغرب میں مروانیوں کا مطلع حکومت غبار آلود ہو چلا۔ اور حکومت کو سرحدی حفاظت اور دشمنان خلافت کی مدافعت کی ضرورت محسوس ہوئی تو علی بن حمدون کی اولاد کو قید سے رہائی دی گئی۔ یحییٰ بن محمد بن ہاشم کو سرحدی مقامات سے طلب کیا گیا۔ (یہ فاس اور مغرب کا والی تھا) حاجب مصحفی نے رائے دی کہ جعفر بن علی حمدون کو بلاد مغربیہ کی سرحد پر بھیجا جائے کیونکہ یہ ایک مدت تک زناتہ مغرب کے ساتھ رہا ہے۔ اس طرح اولاد علی بن حمدون کو بدبختی سے باہر نکال کر عزت کی کرسی پر متمکن کیا گیا۔ جعفر اور اس کے بھائی یحییٰ کو مغرب کی سند حکومت عطا کی گئی۔ شاہانہ خلعت دیئے گئے۔ دونوں بھائیوں کو بے حد مال و اسباب دیا گیاالغرض جعفر ۳۶۵ھ میں بلادِ سرحدی کے انتظام اور اسے دشمنوں کے حملوں سے بچانے کے لئے مغرب کی طرف روانہ ہوا اور پہنچتے ہی بد نظمی دفع کرنے میں مشغول ہو گیا۔ ملوک زناتہ بنی یفرن مغراوہ اور سلجماسہ نے حاضر ہو کر علم خلافت کی اطاعت قبول کر لی۔

محمد بن ابی عامر

خلیفہ حکم کے مرنے پر ہشام نے تخت حکومت پر قدم رکھا،اس کے عہد خلافت میں منصور بن ابی عامر کے ہاتھ میں زمام حکومت تھی۔ اس نے اپنے ابتدائے زمانہ حکمرانی میں بلاد سرحدی میں سے صرف سبتہ کے انتظام پر اکتفا کیا' شاہی لشکر اور اراکینِ دولت کی توجہ اسی شہر کی طرف منعطف رہی اہلِ علم وسیف کے قبضہ میں اس شہر کا انتظام دیا گیا۔ اس کے علاوہ اور شہروں کی جانب سے بے پروائی اختیار کی گئی۔ ملوک زناتہ بدستور علی بن حمدون کی اولاد کے زیرِ انتظام رہے۔ خلعت اور جائزے دربارِ خلافت سے آتے رہے۔ وفود کی

آمدورفت جاری رہی۔ اس دوران جعفر اور یحییٰ پسران علی بن حمدون کے درمیان ان بن ہو گئی۔ یحییٰ نے اپنے بھائی جعفر سے علیحدگی اختیار کر کے شہر بصری کو دبا لیا۔ اور مع اکثر امراء و سرداران لشکر کے بصری چلا گیا بعد میں بنو غواطہ کی بدولت جعفر کا عروج تباہی میں پڑ گیا۔ ڈوبنے کے قریب پہنچ گیا تھا کہ محمد بن ابی عامر نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی جعفر کو اس کی مستعدی اور کارگزاری کی وجہ سے دارالخلافت طلب کیا[1]۔۔۔۔ چونکہ جعفر کو خلیفہ حکم تاج دار اندلس کی بدولت اس سے پیشتر اکثر مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا اس وجہ سے محمد بن ابی عامر کے حکم کی تعمیل میں ذرا تاخیر سے کام لیا۔ لیکن پھر کچھ سمجھ بوجھ کر ملک مغرب کی حکومت اپنے بھائی کے لئے چھوڑ کر براہ دریا محمد بن ابی عامر کی جانب روانہ ہوا جس وقت یہ دارالخلافت میں پہنچا اس کی بے حد آؤ بھگت کی گئی۔ عزت واحترام سے شاہی محل میں ٹھہرایا گیا۔

بلکیں نے ۳۶۹ھ میں مغرب پر فوج کشی کی۔ محمد بن ابی عامر نے قرطبہ سے فوجیں آراستہ کر کے بلکیں کی مدافعت کی غرض سے جزیرے کی جانب کوچ کیا' جعفر بن علی سبتہ کی حفاظت پر کمر ہمت باندھی۔ تاج دار اندلس نے ایک سو اونٹ اسباب جنگ سے لادے ہوئے محمد بن ابی عامر کی کمک کے لئے روانہ کئے۔ ملوک زناتہ بھی اس کی پشت پناہی کو آپہنچے۔ بلکیں بے نیل و مرام واپس ہوا جیسا کہ آئندہ ہم تحریر کریں گے۔

جعفر کے واپس آنے پر محمد بن ابی عامر کسی معاملہ میں جعفر سے مشکوک ہو گیا۔ رفتہ رفتہ یہ شک اس حد تک بڑھا کہ محمد بن ابی عامر نے لوگوں کو جعفر کے قتل پر مامور کر دیا۔ جنہوں نے اسے اس کے گھر میں گھس کر سنہ[1]...... میں قتل کر ڈالا۔

اس کے بعد یحییٰ بن علی مصر چلا گیا۔ عزیز باللہ کے محل میں اترا۔ عزیز باللہ نے کمال احترام سے ٹھہرایا چنانچہ ایک مدت تک اسی عزت و توقیر سے مصر میں مقیم رہا۔ جس وقت فلفول بن خزرون نے عہد حکومت حاکم بامر اللہ میں طرابلس کو صنہاجہ کے قبضہ سے نکالنے کی کوشش کی تو اس وقت خلیفہ حاکم نے فوجیں جمع کر کے طرابلس کی جانب روانہ کی تھیں۔ اس کی سرداری کا علم یحییٰ بن علی ہی کو عطا کیا تھا مقام برقہ میں پہنچ کر ملالیوں میں سے بنو قرہ نے مزاحمت کی جس سے یحییٰ کی جمعیت متفرق و منتشر ہو گئی۔ یہ مجبوری مصر واپس آیا اور وہیں ٹھہرا رہا حتی کہ مصر ہی میں مرگیا۔ واللہ وارث الارض ومن علیہا و ھو خیر الوارثین۔

[1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے

باب ۱۲

قرامطہ کے حالات

اس دعوت کا اظہار نہ تو علویہ میں سے کسی نے کیا اور نہ طالبین میں سے کوئی شخص مدعی ہوا' اس حکومت کے بانی مبانی خاندان اہل بیت سے مہدی کے ایلچی تھے۔ حالانکہ وہ مہدی کی تعین میں خود باہم مختلف تھے جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جائے گا۔

قرامطہ کی اصل

قرامطہ کی دعوت کا دارومدار دو اشخاص پر تھا۔ ان میں سے ایک فرج بن یحییٰ بن عثمان قاشانی تھا۔ یہ شخص مہدی کے ایلچیوں میں سے تھا۔ ذکرویہ بن مہرویہ کے لقب سے بھی ملقب کیا جاتا ہے۔ یہ وہی شخص ہے جو سوادِ کوفہ اور عراق و شام میں اس مذہب کا پھیلانے والا اور حکومت قرامطہ کا بانی مبانی تھا۔ مگر اس کی سعی و کوشش کے باوجود حکومت و دولت قائم نہ ہو سکی۔ دوسرے کا نام ابو سعید حسن بن بہرام جنابی تھا۔ اس نے بحرین میں قرامطہ کا مذہب پھیلانے اور حکومت و ریاست کی بنا قائم کرنے کی کوشش کی' چنانچہ وہ اس ارادے میں کامیاب ہوا' یہاں پر اس کی اور اس کی آئندہ نسلوں کی حکومت جاری رہی' بعض لوگوں نے اسے فرقہ اسمٰعیلیہ کے ایلچیوں میں شمار کیا ہے جن کی حکومت و سلطنت قیروان میں تھی جیسا کہ آئندہ آپ پڑھیں گے۔

قرامطہ کے اعتقادات اور مذہبی مسائل نہایت مضطرب' مختل اور شریعت حقہ اسلامیہ کے سراسر مخالف ہیں۔ سب سے پہلے ۲۷۸ھ میں ایک شخص سواد کوفہ میں ظاہر ہوا' بظاہر زہد و تقویٰ' طہارت اور عبادت کا بہت پابند تھا۔ اس کا زعم تھا کہ میں مہدی موعود کی حکومت کا ایلچی ہوں۔ ایک کثیر جماعت اس کی تابع ہو گئی۔ اپنے کو قرمطہ کے لقب سے ملقب کرتا تھا۔ جو شخص اس کی جماعت میں شریک ہوتا تھا اس سے ایک دینار امام موعود کے لئے لیتا تھا۔ اس جماعت پر اس نے بہت سے نقیب مقرر کئے تھے جنہیں حواریوں کے نام سے موسوم کرتا تھا۔ ہزاروں مسلمان اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے' گورنر کوفہ نے اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا کچھ عرصہ بعد محافظوں کی غفلت سے جیل سے بھاگ گیا۔ پھر کوئی خبر نہ ملی کہ کیا ہوا۔ اس کے بعد متبعین اور فتنہ میں پڑ گئے۔ ان میں سے بعض نے یہ خیال کیا کہ یہ وہی شخص ہے جس کی بشارت احمد بن محمد بن حنفیہ نے دی تھی اور یہ احمد نبی تھا۔

قرامطی عقائد

اس مذہب نے سواد میں بے حد ترقی کی۔ ان لوگوں میں ایک کتاب کی تلاوت کی جاتی ہے جس کی نسبت ان کا خیال ہے کہ اسے مہدی کا ایلچی لایا تھا۔ اس کتاب میں نماز کی ترکیب اس طرح لکھی ہے بسم اللہ کے بعد ہر رکعت میں ان فقروں کو پڑھیے۔

الحمد للہ بکلمتہ و تعالٰی باسمہ المتحد لا ولیایہ باولیائہ قل الاھلہ
مواقیت للناس ظاھر ھالیعلم عدد السنین والحساب والشھور "
والایام وباطنھا اولیاء الذین عرفوا عبادی سبیلی اتقولی یا اولی "
الالباب وانا الذی لااسال عما انمل وانا العلیم الحکیم وانا
الذی ابلو عبادی و استخیر خلقی فمن صبر علی بلای و محنتی و اختیاری
اتقیتہ فی جنتی واخلدتہ فی نعمتی ومن زال عم امری وکذب رسلی

اخلدته مهانا فی عذابی واتممت اجلی واظهرت علی السنة رسلی
فانا الذی یلا یتکبر علی جبار الاوضعته ولا عزیز الاذله ابلیس
فلیس الذی اصر علی امره ودام علی جهالته وقال لن نبرح علیه
عاکفین وبه مومنین اولئک هم الکافرون

بعد ازاں رکوع کرے، رکوع میں "دوبار سبحان ربی و رب العزه تعالی عما یصف الظالمون" پڑھے پھر سجدہ کرے سجدہ میں اللہ اعلیٰ دوبار اور ایک بار اللہ عظیم کہے سال میں دو روز روزہ رکھے ایک مہرجان کے دن اور دوسرا نوروز کے دن۔ نبیذ کا پینا حرام تھا۔ شراب حلال تھی۔ جنابت کے لئے (ناپاکی) غسل کی بجائے وضو کر لینا کافی تھا۔ تمام دم دار اور پنجہ دار جانوروں کا کھانا حرام تھا جو شخص اس مذہب کا مخالف ہو اور برسر جنگ آئے اس کا قتل واجب اور جو شخص برسر جنگ نہ آئے اس سے جزیہ لیا جائے۔ اس کتاب میں اسی قسم کے مسائل اور غلط دعوے جو ایک دوسرے کے معارض ہیں ــــ جس سے ان کا کذب محض ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہے، تحریر تھے۔

اس گروہ کو جس امر نے ایسے خرافات اور بیہودہ مذہبی خیالات قائم کرنے پر ابھارا ہے وہ شیعہ کی مشہور روایات ہیں جو "دربارہ مہدی" احادیث کی صورت میں بیان کی جاتی ہیں۔ جس کے وضع کے اسباب و علل پر ہم نے مقدمہ تاریخ باب الفاطمی میں بحث کی ہے۔ قرامطہ، مہدی اور اس کی دعوت کی طرف کچھ ایسے گرویدہ ہوئے کہ جس نے مہدویت کا دعوی کیا دل و جان سے سچائی کے ساتھ اس کے معین و مددگار ہو گئے چاہے وہ اپنے استحقاق و دعوے میں جھوٹا رہا ہو۔ اور بعض نے اس چیز کی بنیاد محض دنیا کمانے کی غرض سے جھوٹ پر قائم کی ہے[1]۔

کہا جاتا ہے کہ یحیٰی بن فرج صاحب زنج کے قتل کے بعد ظاہر ہوا تھا۔ امان حاصل کر کے اس کے پاس چلا گیا تھا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ "میرے قبضہ میں اس وقت ایک لاکھ تلواریں ہیں۔ آؤ مناظرہ کر لیں۔ عجب نہیں کہ ہم اور تم ایک مذہب کے پابند ہو جائیں ایک دوسرے کے معین و مددگار ہو جائیں۔ لیکن دونوں میں مخالفت ہو گئی۔ قرمطہ (یحییٰ بن فرج) لوٹ آیا۔ یہ اپنے کو "قائم بالحق" کے لقب سے ملقب کرتا تھا، اور بعض کا خیال ہے کہ یہ ازارقہ خوارج کا مذہب رکھتا تھا۔ الغرض جب اس مذہب کا شیوع اور اس کے متبعین کی کثرت ہوئی تو احمد بن طائی والی کوفہ نے اس کی روک تھام کی غرض سے پیش قدمی کی، فوجیں آراستہ کر کے قرامطہ پر حملہ کر دیا۔ جس سے قرامطہ منتشر ہو گئے۔ اور متواتر حملوں اور مسلسل تعاقب کی وجہ سے اکثر نیست و نابود ہو گئے۔ سردار قرامطہ نے بھاگ کر قبائل عرب میں جا کر دم لیا۔ اور ان لوگوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے لگا۔ مگر کسی نے اس عجوبہ مذہب کو قبول نہ کیا۔ اس وقت یہ ایک چٹیل میدان کی باؤلی میں چھپ رہا۔ جس کو اس نے خود اسی غرض کے لئے بنایا تھا۔ اس باؤلی کا دروازہ لوہے کا تھا اور دروازے کے پہلو میں تنور تھا تاکہ ڈھونڈھنے والے کو یہ گمان بھی نہ ہو کہ کوئی شخص اس باؤلی میں ہے۔

اس باؤلی میں روپوش ہونے کے بعد اس نے اپنے بیٹوں کو قبیلہ کلب بن دبرہ کی طرف بھیجا۔ اور یہ ہدایت کی کہ تم لوگ اپنے کو اسمٰعیل امام کی اولاد سے ظاہر کرنا اور یہ بھی ظاہر کرنا کہ ہم لوگ تمہارے پاس پناہ گزین ہو کر آئے ہیں۔ چنانچہ اس کے بیٹے کلب بن دبرہ کے قبیلہ میں گئے اور آہستہ آہستہ اپنے مذہب کو پھیلانے اور اس کی تعلیم دینے لگے یہ تین شخص تھے۔ یحییٰ، حسین اور علی، قبیلہ کلب بن دبرہ کے کسی شخص نے اس مذہب کو قبول نہ کیا۔ مگر بنو قلیص بن ضمضم بن علی بن جناب ان کے جال میں آ گئے اور یحییٰ کے ہاتھ پر اس خیال سے بیعت کی کہ یہ یحیٰی بن عبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل امام ہے۔ ابو القاسم اس کی کنیت رکھی گئی اور شیخ کا لقب دیا گیا۔ تھوڑے دن کے بعد اس نے اپنا نام تبدیل کر لیا۔ اور یہ ظاہر کیا کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور مصلحتاً اس نام کو چھپایا تھا کہ میری ناقہ من جانب

[1] اصل کتاب میں اس مقام سے جگہ خالی ہے۔ مترجم

اللہ مامور ہے جو شخص اس کی اتباع کرے گا وہ فتح مند ہوگا۔

خلیفہ معتضد اور قرامطی

سبک (یا شبل) خلیفہ معتضد کے غلام نے قرامطہ پر فوج کشی کی اور پہلے ہی حملہ میں ناکام ہو کر پسپا ہوا اور دوران جنگ مارا گیا۔ تب محمد بن احمد طائی نے چڑھائی کی' اس معرکہ میں قرامطہ کو شکست ہوئی۔ بعض قرامطہ گرفتار کر لئے گئے جو خاتمہ جنگ کے بعد دربار خلافت میں پیش کئے گئے۔ خلافت مآب نے قیدیان قرامطہ سے خطاب کرکے ارشاد کیا کیا تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کے انبیاء کرام کی روحیں تم میں حلول کر گئی ہیں جس کی وجہ سے تم لوگ خطا و لغزش سے معصوم رہتے ہو اور اعمال صالح کرنے کی توفیق ہوتی ہے" قرامطہ کے سردار نے جواب دیا مجھے تعجب ہے کہ آپ کو اس تذکرے سے کیا فائدہ اگر مجھ میں ابلیس کی روح حلول کر گئی ہے تو اس سے آپ کو کیا فائدہ جس کے تذکرے سے کوئی فائدہ نہ ہو اسے ترک کیجئے اور اس طرف توجہ کیجئے جس سے کچھ منفعت ہو۔

خلافت مآب نے ارشاد فرمایا اچھا تم ہی مطلب کی بات کہو۔ سردار قرامطہ بولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ درآنحالیکہ تمہارے مورث اعلی عباسؓ بن عبدالمطلب زندہ تھے۔ مگر انہوں نے حکومت و خلافت کی تمنا نہ کی اور نہ کسی نے ان کے ہاتھ پر امارت و حکمرانی کی بیعت کی۔ اس کے بعد ابو بکر کا انتقال ہوا انہوں نے عمرؓ کو اپنا جانشین بنایا۔ اور عمرؓ نے حالانکہ عباسؓ بن عبدالمطلب اس وقت بھی موجود اور ان کی آنکھوں کے سامنے تھے' کو نہ تو اپنا ولی عہد بنایا اور نہ ارباب شوریٰ میں داخل کیا' ارباب شوریٰ صرف چھ بزرگ تھے جس میں قرب و دور کے رشتہ دار تھے۔ ان لوگوں نے بھی بہ اجماع تمہارے دادا کو منتخب نہ کیا۔ پھر فرمائیے کہ کس ذریعہ سے آپ خلافت و امارت کے مستحق ہوئے' خلیفہ معتضد نے اس کا کچھ جواب نہ دیا' سرہنگوں کو اشارہ کر دیا وہ لوگ سردار قیدیان قرامطہ پر ٹوٹ پڑے' بند بند علیحدہ و جدا کر کے گردن اتار لی۔

اس واقعہ کے بعد قرامطہ نے دمشق کی جانب ۲۹۰ھ میں پیش قدمی کی۔ ان دنوں دمشق کی عنان حکومت طغج (احمد بن طولون کے غلام) کے قبضہ میں تھی۔ طغج نے اپنے آقا کے بیٹے والی مصر سے امداد طلب کی چنانچہ مصری سپاہ اس کی کمک پر آ گئی' قرامطہ سے متعدد لڑائیاں ہوئیں انہی لڑائیوں میں یحییٰ بن ذکرویہ موسوم بہ شیخ ایک گروہ کثیر کے ساتھ مارا گیا۔ قرامطہ میں سے بچے کھچے لوگوں نے اس کے بھائی حسین موسوم بہ احمد کے پاس جا کر پناہ لی۔ اس کے منہ پر ایک تل تھا' اس کا خیال تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے[1]..... اپنے کو مہدی امیر المومنین کے لقب سے ملقب کرتا تھا' تھوڑے دن بعد اس کا چچا زاد بھائی عیسیٰ بن مہدی (عبداللہ) بن احمد بن محمد بن اسمٰعیل امام اس کے پاس آ گیا۔ چنانچہ اس نے عیسے کو اپنا ولی عہد بنایا اور "المدثر" کا خطاب دیا۔ اعتقاد یہ تھا کہ یہ وہی مدثر ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے' اس نے اپنے خاندان میں سے ایک لونڈے کو "مطوق" کا لقب دیا۔ چپکے چپکے اپنے مذہب کی تلقین اور تعلیم دینے لگا۔ ایک زمانے کے بعد بادیہ نشینوں کے اکثر قبائل نے اس کے مذہب کو قبول کر لیا۔ تب ان لوگوں کو مسلح کر کے دمشق پر چڑھائی کر دی۔ عرصہ دراز تک محاصرہ کئے رہا۔ حتیٰ کہ اہل دمشق نے کچھ زر نقد دے کر مصالحت کر لی۔ اس کے بعد اس نے حمص' حماۃ' معرہ اور بعلبک پر فوج کشی کی۔ بہت بڑی خون ریزی کا مرتکب ہوا۔ عورتوں اور بچوں تک کو قتل کیا۔ آخر کار ان شہروں کو پامال اور تاخت و تاراج کر کے سلیمہ کی جانب بڑھا۔ سلیمہ میں بنی ہاشم کا ایک گروہ مقیم تھا۔ ان لوگوں کو بھی اس نے تہ تیغ کیا' مدرسہ کے چھوٹے چھوٹے بچے اور چوپائے تک اس کی تیغ ستم سے نہ بچ سکے۔

رفتہ رفتہ دربار خلافت تک خبر پہنچی۔ خلیفہ مکتفی نے بہ نفس نفیس لشکر جمع کر کے ان کی سرکوبی پر کمر باندھی۔ اور اپنی فوج کے ہراول کو بڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ شاہی فوج نے اس کی فوج پر حماۃ کے باہر ایک میدان میں حملہ کیا۔ سخت اور خون ریز جنگ کے بعد اسے شکست ہوئی بقیہ نے حلب میں جا کر دم لیا۔ یہ واقعہ ۲۹۱ھ کا ہے۔ خاتمہ جنگ کے بعد خلیفہ مکتفی نے برقہ کی جانب کوچ کیا۔ اور ابن طولون کا آزاد کردہ غلام' بدر نامی قرامطہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ منزل بہ منزل قرامطہ کو بدر شکست دیتا جاتا تھا۔ اور قرامطہ کمال بے

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔ تاریخ ابو الفدا جلد ثانی صفحہ ۶۳ مطبوعہ قسطنطنیہ سے میں نے عبارت مابین خطوط ہلالین ترجمہ کیا ہے۔ من مترجم

سروسامانی سے بھاگے جاتے تھے۔

اسی اثنا میں خلافت مآب نے ایک دوسری فوج قرامطہ کے تعاقب اور سرکوبی کے لئے روانہ کی۔ یحییٰ بن سلیمان کاتب' اس فوج کا سردار تھا۔ حسین بن حمدان بن ثعلبی اور بنو شیبان کے نامی گرامی جنگ آور اس فوج میں شامل تھے۔ ۲۹۱ھ میں قرامطہ سے مڈبھیڑ ہوئی قرامطہ کے نامی سردار مارے گئے۔ اس کا بیٹا ابو القاسم کسی قدر سامان و اسباب لے کر بھاگ گیا اور خود اطراف کوفہ میں بخوف جان روپوش ہو گیا۔ مدثر اور مطوق بھی اس کے ہمراہ تھے چھپے چھپے بہ تبدیلی لباس رحبہ پہنچا۔ کسی نے والی رحبہ سے اس کی آمد کی خبر کر دی۔ اس نے ان لوگوں کو گرفتار کر کے خلیفہ کی خدمت میں برقہ بھیج دیا۔ خلافت مآب نے سردار قرامطہ یعنی حسین صاحب شامہ کو پہلے دو سو درے لگوائے۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا۔ یہی برتاؤ اس کے باقی ہمراہیوں کے ساتھ بھی کیا گیا۔ اس کے بعد خلافت مآب نے اپنے لشکر ظفریاب کے ساتھ بغداد کی جانب مراجعت کی۔

علی بن ذکرویہ اپنے بھائی یحییٰ کے مارے جانے کے بعد فرات کی جانب بھاگ گیا' قرامطہ کی منتشر جماعت آہستہ آہستہ اس کے پاس جمع ہو رہی تھی۔ جب کافی تعداد میں قرامطہ جمع ہو گئے تو علی نے طبریہ کی طرف پیش قدمی شروع کی اور پہنچتے ہی اس کو لوٹ لیا۔ حسین بن حمدان نے یہ خبر پا کر علی کی گوشمالی پر کمر باندھی۔ علی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ یمن بھاگ گیا۔ اور وہیں اپنے دعاۃ (مبلغوں) اور ہواخواہوں کو جمع کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ یمن کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ صنعا کی جانب بڑھے۔ یعفر والی صنعا شہر چھوڑ کر نکل بھاگا۔ علی نے جی کھول کر صنعاء کو تاخت و تاراج کیا۔

قرامطیوں کی غارت گری

انہی واقعات کے دوران علی کے باپ ذکرویہ نے بنی قلیس کے پاس جنہوں نے سماوہ میں ایک مدت سے قیام اختیار کر لیا تھا، عبداللہ بن سعید موسوم بہ ابو غانم کو خط دے کر ۲۹۳ھ میں روانہ کیا اس خط میں لکھا تھا کہ یحییٰ کو بذریعہ وحی معلوم ہوا ہے کہ صاحب الشامہ (حسین موسوم بہ احمد) اور اس کا بھائی یحییٰ موسوم بہ شیخ عنقریب پھر آنے والے ہیں۔ اور ان کے بعد امام زماں ظاہر ہوں گے۔ اور تمام روئے زمین کو عدل و انصاف سے معمور کر دیں گے۔ چنانچہ ابو غانم نے قبیلہ کلب میں پہنچ کر ان خیالات کو پھیلایا۔ اور ان لوگوں کو مذہبی سپاہی بنا کر شام کا رخ کیا۔ پہلے بصرے کو لوٹا اس کے بعد اذرعات کی پامالی کے لئے بڑھا اور اس کو بھی پامال کر کے دمشق جا پہنچا۔ ان دنوں دمشق کی عنان حکومت احمد بن کتغلغ کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ مگر اتفاق سے احمد دمشق میں موجود نہ تھا۔ خلیجی کی بغاوت و سرکشی کی وجہ سے جو کہ بنی طولون کے ہواخواہوں میں سے تھا، شاہی لشکر کی کمک پر مصر گیا ہوا تھا۔ مگر اس کے نائبوں نے نہایت مستعدی و ہوشیاری سے ابو غانم کا مقابلہ کیا اور اسے مار بھگایا۔ اس کے اکثر ہمراہی مارے گئے۔ باقی ماندہ ابو غانم کے ساتھ اردن کی طرف بھاگے۔ والی اردن کو ان کی یورش کی خبر نہ تھی۔ ابو غانم نے دفعتاً" حملہ کر دیا۔ والی اردن مقابلہ نہ کر سکا مارا گیا۔ اس سے ابو غانم کے حوصلے بڑھ گئے۔ طبریہ کی طرف بڑھا اور اسے بھی لوٹ لیا۔ دربار خلافت میں ان واقعات کی خبر پہنچی۔ خلیفہ مکتفی نے ایک عظیم لشکر حسین بن حمدان کی ماتحتی میں ان باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ ابو غانم یہ خبر پا کر سماوہ کی جانب بھاگا۔ شاہی سپاہ نے تعاقب کیا ہزارہا قرامطہ شدت پیاس سے مر گئے۔ حسین ان لوگوں کو گرفتار کر کے رحبہ کی جانب لوٹا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شاہی لشکر نے ابو غانم کو گرفتار کر لیا تھا اور قتل کر ڈالا تھا جس سے اس کی جمعیت منتشر ہو گئی۔ یہ واقعہ ۲۹۳ھ کا ہے۔

ذکرویہ کا ظہور و قتل

ان واقعات کے بعد قرامطہ جمع ہو کر اس باؤلی کی طرف گئے جہاں ذکرویہ بیس سال سے چھپا ہوا تھا' اور اسے باؤلی سے نکال کر باہر لائے۔ اطراف و جانب کے مبلغ جو اس کے مذہب کی تعلیم اور تلقین کرتے پھرتے تھے، وہ سب بھی آ آ کر اس کے پاس جمع ہوئے۔ ذکرویہ نے ان پر اپنی جانب سے احمد بن قاسم بن احمد کو بطور اپنا نائب مقرر کیا اور ان لوگوں کو ان کے فرائض و حقوق بتلائے جو ان پر واجب

تھے اور نیز یہ بھی ہدایت کی کہ ان کی دینی اور دنیوی فلاح اسی میں ہے کہ یہ لوگ اپنے امیر کے دائرہ اطاعت سے ذرا بھی قدم باہر نہ نکالیں۔ ان دعاوی کے ثبوت میں ذکرویہ نے آیات قرآنی پیش کیں جن کے معانی و مطالب میں حسب خواہش تاویل و تحریف کی تھی۔ اس قدر تعلیم و تلقین کرکے ذکرویہ پھر روپوش ہو گیا۔ یہ لوگ اسے سید کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ احمد بن قاسم تمام مذہبی اور سیاسی امور انجام دیتا تھا۔ خلیفہ مکتفی نے ان کی سرکوبی کے لئے فوجیں روانہ کیں قرامطہ کو پسپا کر دیا اور ان کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد قرامطہ حاجیوں کے قافلہ کو لوٹنے کو بڑھے۔ حلوان کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے واقصہ کو جا کر گھیر لیا۔ اہل واقصہ نے قلعہ بندی کر لی۔ قرامطہ نے اس کے مضافات کے چشموں اور کنوؤں کے پانی کو خراب کر دیا دربار خلافت میں اس کی خبر پہنچی تو خلیفہ مکتفی نے ایک فوج محمد بن اسحاق بن کنداج کی افسری میں قرامطہ کی گوشمالی کے لئے روانہ کی۔ لیکن قرامطہ سے مڈبھیڑ ہونے کی نوبت نہ آئی۔ اور یہ فوج بے نیل و مرام واپس آ گئی۔ قرامطہ نے حاجیوں سے چھیڑ چھاڑ کی' حاجیوں نے جی توڑ کر مقابلہ کیا لیکن قرامطہ کی بڑھتی ہوئی قوت کا مقابلہ نہ کر سکے و امان کے خواستگار ہوئے۔ قرامطہ نے انہیں امان دے کر ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور جہاں تک ان لوگوں کی قوت نے یاری دی، حاجیوں کو تہ تیغ کیا۔ ان حاجیوں کے مال و اسباب کے ساتھ سوداگروں اور بنی طولون کے قیمتی قیمتی اسباب تھے جنہیں بنی طولون نے مصر سے براہ راست مکہ بغداد روانہ کیا تھا۔ اس کے بعد قرامطہ نے بقیۃ السیف حجاج کا حمص میں محاصرہ کیا۔ ہزارہا بے گناہ حاجی مارے گئے مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ خلیفہ مکتفی نے ایک عظیم فوج وصیف بن صوار تکین کی ماتحتی میں روانہ کی' اس فوج میں نامی گرامی سپہ سالار بھیجے گئے تھے۔[1] براہ خفان یہ فوج روانہ ہوئی کوچ و قیام کرتی قرامطہ تک پہنچ گئی۔ دو روز کی جنگ کے بعد شاہی فوج نے قرامطہ کو شکست دی، ذکرویہ سردار قرامطہ کے سر پر زخم کاری لگا' جس کی وجہ سے بھاگ نہ سکا گرفتار ہو کر شاہی لشکر گاہ میں لایا گیا اس کے ساتھ نائب احمد بن قاسم اس کا بیٹا، اس کی بیوی اور اس کا سیکرٹری بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ پانچ روز زندہ رہ کر چھٹی شب مر گیا۔ وصیف نے فتح کے بشارت نامہ کے ساتھ اس کی نعش دار الخلافت بغداد بھیج دی، خلافت مآب کے حکم سے نعش کو تو صلیب پر چڑھا دیا۔ اور سر کاٹ کر خراسان میں ان حاجیوں کے اعزہ و اقارب کے دیکھنے کے لئے روانہ کیا جنہیں اس نے قتل کیا اور لوٹا تھا۔ اس واقعہ سے قرامطہ کا کثیر گروہ صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو گیا۔ جو باقی رہ گئے تھے انہوں نے شام کا راستہ لیا۔ حسین بن حمدان کو اس کی خبر لگ گئی۔ اس نے ان جان باختوں پر حملہ کر دیا۔ تمام ملک شام اور عراق میں ان کے قتل و خون ریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ زمین فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔ یہاں تک کہ سب کے سب پامال کر دیئے گئے۔ یہ واقعہ ۲۹۴ھ کا ہے۔

دولت بنی جنابی

۲۸۱ھ میں یحیٰی بن مہدی نامی ایک شخص قطیف مضافات بحرین میں آیا اور یہ ظاہر کیا کہ میں امام زمان مہدی کا مبلغ ہوں، ان کا ایک خط لایا ہوں، عنقریب وہ ظاہر ہوا چاہتے ہیں۔ علی بن معلی بن حمدان دیادی نے جو نہایت غالی شیعہ تھا، شیعان قطیف کو ایک جلسہ میں جمع کرکے مہدی کے اس خط کو پڑھ کر سنایا جسے یحیٰی نے پیش کیا تھا۔ تھوڑے دن میں یہ خبر تمام مضافات بحرین میں پھیل گئی۔ سب نے کمال خلوص و اطاعت شعاری سے اس خبر کو سنا اور امام زماں مہدی کے ساتھ خروج کو تیار ہو گئے انہی لوگوں میں ابو سعید جنابی بھی تھا۔ اس کا نام حسن بن بہرام تھا یہ ان لوگوں میں ایک سربرآوردہ اور ممتاز شخص تھا۔ اس کے بعد یحیٰی غائب ہو گیا۔ ایک مدت کے بعد ایک دوسرا خط مہدی کا لئے ہوئے آیا جس میں مہدی کی طرف سے ان لوگوں کا شکریہ ادا کیا گیا تھا اور یہ لکھا تھا کہ ہر شخص چھتیس چھتیس دینار یحیٰی کو ادا کرے۔ ان لوگوں نے نہایت خوشی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ دینار وصول کرکے یحیٰی پھر چلتا پھرتا نظر آیا۔ ایک مدت کے بعد تیسرا خط لئے ہوئے پہنچا جس میں لکھا تھا کہ ہر شخص اپنے مال کا پانچواں حصہ امام زماں کے لئے یحیٰی کے حوالہ کر دے سب نے اس حکم کی بھی تعمیل کی اب یحیٰی ان لوگوں میں رہنے لگا اور قبائل قیس میں آمدورفت شروع کر دی۔

---

[1] وصیف بن صوار تکین ترکی فضل بن موسیٰ بن ابی البشر خادم افشینی اور رائق جزری نامی جنگ آزمودہ سردار اس فوج کے ساتھ روانہ کئے گئے تھے۔ شاہی لشکر کا ایک گروہ کثیر اس معرکہ میں کام آ گیا تھا۔ سنہ ۲۹۳ھ کا یہ واقعہ ہے تاریخ ابو الفدار جلد ۲' صفحہ ۶۳ مطبوعہ قسطنطنیہ۔

۲۸۳ھ یا ۲۸۶ھ میں ابو سعید جنابی نے بحرین میں اس دعوت کا اظہار و اعلان کیا۔گردونواح کے قرامطہ اور بادیہ نشینان عرب کا ایک گروہ اس کے پاس آکر جمع ہو گیا۔ ابو سعید نے سب کو فوجی صورت میں مرتب کر کے قطیف سے بصرے کی طرف کوچ کیا۔ ان دنوں بصرے کی عنان حکومت احمد بن محمد بن یحیٰی واثقی کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ احمد نے ابو سعید کی نقل و حرکت سے مطلع ہو کر بحکم خلافت مآب بصرے کی شہرپناہ از سرِ نو تعمیر کرائی۔ دربار خلافت سے عباس بن عمر غنویؔ والی فارس دو ہزار سواروں کی جمعیت سے بصرے کے بچانے کے لئے روانہ کیا گیا۔ یمامہ اور بحرین اسے بطور جاگیر اس مہم کے سر کرنے کے صلہ میں عنایت ہوئے تھے چنانچہ عباس کی ابو سعید سے مڈبھیڑ ہوئی۔ میدان ابو سعید کے ہاتھ رہا عباس شکست کھا کر بھاگا۔ اور گرفتار کر لیا گیا۔ ابو سعید نے اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ قیدیوں کو آگ میں جلا دیا چند روز بعد عباس کو رہا کر دیا عباس رہا ہو کر رملہ پہنچا۔ اور وہاں سے بغداد روانہ ہو گیا۔

اس کامیابی کے بعد ابو سعید نے ہجر کا ارادہ کیا۔ اور اس پر بھی کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ سے نیز عباس کی شکست سے اہل بصرہ میں بے حد اضطراب پیدا ہوا۔بصرہ چھوڑ کر نکل جانے پر آمادہ ہو گئے مگر واثقی (امیر بصرہ) کے روکنے سے رک گئے۔ ابن سعید نے اپنی تاریخ میں قرامطہ بحرین کے حالات کلام سے طبری کا خلاصہ کر کے لکھا ہے کہ قرامطہ کا ابتداء" ظہور ۳۰۸ھ میں ہوا تھا واللہ اعلم

ابو سعید نے اپنے بڑے بیٹے سعید کو اپنا ولی عہد بنایا تھا پس بیٹے[1] اس پر اس کے چھوٹے بھائی ابو طاہر سلیمان نے یورش کی اور اسے قتل کر کے قرامطہ پر حکومت کرنے لگا۔عقدانیہ نے بھی اس کی حکومت لی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اتنے میں عبیداللہ المہدی کا خط جو ابو طاہر کی حکومت کے متعلق تھا، آپہنچا جس سے اسے ہر طرح کا اطمینان حاصل ہو گیا۔

۲۸۶ھ میں ابو القاسم قائم مصر پہنچا اور ابو طاہر قرملی کو بلا بھیجا۔ ہنوز ابو طاہر آنے نہ پایا تھا کہ مونس خادم نے علم خلافت کی جانب سے حملہ کر دیا۔ میدان مونس کے ہاتھ رہا۔ابو طاہر شکست کھا کر صدیہ کی طرف لوٹ گیا۔ اگلے سال ۲۸۷ھ میں ابو طاہر نے بصرے پر حملہ کیا اور اسے خاطر خواہ پامال اور تاخت و تاراج کر کے واپس ہوا۔ اس سے دارالخلافت بغداد میں بے حد تشویش پیدا ہوئی۔خلیفہ مقتدر نے شہرپناہ کے درست کئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔جوں ہی شہرپناہ کی مرمت تمام ہوئی کہ (۳۱۱ھ میں) ابو طاہر نے پھر بصرے پر چڑھائی کر دی۔ بازاروں کو لوٹ لیا۔ قتل وغارت گری سے بصرے کو بھر دیا۔ جامع مسجد ویران ہو گئی۔ اور ایک مدت تک منہدم و مسمار پڑی رہی۔ پھر ۳۱۲ھ میں ابو طاہر حاجیوں کے قافلے لوٹنے کے لئے نکلا اور بحالت غفلت ان پر حملہ آور ہوا۔شاہی سپہ سالاروں کو جو قافلے کے ہمراہ تھے' شکست ہوئی ابو طاہر نے امیر قافلہ یعنی سردار لشکر ابو الہیجاء بن حمدون کو گرفتار کر لیا۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ مال و اسباب لوٹ کر بقیہ حجاج کو اسی چٹیل میدان میں چھوڑ کر ہجر کی جانب مراجعت کی۔ حاجیوں کا ایک کثیر گروہ شدت پیاس سے اسی میدان میں مر گیا۔ باقی ماندہ بہ ہزار خرابی و سخت بغداد پہنچے۔

عراق پر حملہ

۳۱۴ھ میں ابو طاہر نے عراق پر حملہ کیا۔سواد کو لوٹتا ہوا کوفہ میں داخل ہوا۔بصرے سے زیادہ اسے پامال اور تاخت و تاراج کیا۔ اسی سنہ میں عقدانیہ اور اہل بحرین کے درمیان مخالفت ہو گئی۔ ابو طاہر نے بحرین سے نکل کر شہر احسا تعمیر کرایا اور اسے "مومنیہ" کے نام سے موسوم کیا گیا مگر یہ نام نہیں چلا سوائے اس کے اور کسی نے اس نام سے اسے یاد نہ کیا۔ اس شہر میں اس نے اپنے لئے اور اپنے ہمراہیوں کے لئے محل سرائیں بنوائی تھیں۔ ۳۱۵ھ میں اس نے عمان پر قبضہ کر لیا۔ والی عمان براہ دریا فارس بھاگ گیا۔ ۳۱۶ھ میں فرات کی جانب اس نے پیش قدمی شروع کی اور اس کے شہروں کو تاخت و تاراج کرنے لگا۔ خلیفہ مقتدر نے آذربائیجان سے یوسف بن ابی الساج کو طلب فرما کر واسط کی عنان حکومت عطا کی اور ابو طاہر سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔کوفہ کے باہر ابو طاہر اور یوسف نے صف آرائی کی۔ کامیابی کا سہرہ ابو طاہر کے سر پر رہا۔یوسف کی ہم رکاب فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور یوسف گرفتار کر لیا گیا۔ اس سے دارالخلافت میں اور زیادہ بے اطمینانی پھیل گئی۔

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں ہے۔ مترجم

ابو طاہر اس واقعہ کے بعد کوفہ سے انباء کی طرف روانہ ہوا۔ دربار خلافت سے اس کی روک تھام کے لئے فوجیں روانہ ہوئیں۔ مونس مظفر اور ہارون بن غریب الحال اس مہم کے سردار تھے۔ ہر چند ان لوگوں نے ابو طاہر کی مدافعت کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے مجبوراً" مونس وغیرہ نے بغداد کی جانب مراجعت کی اور ابو طاہر رحبہ کی طرف بڑھا۔ رحبہ کو بھی اس نے پامال کیا اور بلاد جزیرہ کو پیہم و متواتر شب خون مارنے سے ویران و خراب کر ڈالا۔ اس کے بعد کوفہ ہوتا ہوا برقہ پہنچا۔ اہل برقہ نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے۔ اور قلعہ بند ہو کر مدتوں لڑتے رہے۔ جزیرے کے بادیہ نشینان عرب پر سالانہ خراج قائم کیا گیا جسے وہ لوگ ہجر بھیجا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ قرامطہ کے مذہب میں ایک گروہ بنی سلیم بن منصور اور بنی عامر بن صعصعہ کا داخل ہو گیا۔ اس کے بعد ہارون بن غریب الحال دارالخلافت بغداد سے ایک عظیم فوج کے ساتھ ابو طاہر کی سرکوبی کی غرض سے نکلا۔ ابو طاہر نے یہ خبر پا کر میدانوں اور جنگلوں کا راستہ لیا۔ ہارون کی قرامطہ کے ایک گروہ سے مڈبھیڑ ہو گئی جسے ہارون نے تہ تیغ کر کے دارالخلافت بغداد کی جانب مراجعت کی۔

مکہ معظمہ پر فوج کشی

۳۱۷ھ میں ابو طاہر نے مکہ معظمہ پر فوج کشی کی' بے شمار حاجیوں کو قتل کیا' تمام اہل مکہ کے گھر بار اور مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ خانہ کعبہ کے دروازے اور میزاب کو اکھاڑ ڈالا۔ غلاف کعبہ کو اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور حجر اسود کو اکھاڑ کر لوٹ لیا۔ روانگی کے وقت اعلان کر تا گیا کہ آئندہ حج میرے یہاں ہوا کرے گا۔ اس سانحہ قیامت خیز کی اطلاع عبیداللہ المہدی کو پہنچی تو اس نے قیروان سے ڈانٹ کا خط تحریر کیا اور مال و اسباب واپس نہ کرنے اور حجر اسود نہ لوٹانے کی صورت میں جنگ کی دھمکی دی۔ ابو طاہر نے معذرت کی کہ مال و اسباب تو میرے قبضہ میں نہیں ہے لشکریوں کے تصرف میں ہے اور اس کا واپس ہونا دشوار ہے۔ باقی رہا حجر اسود میں اسے مکہ معظمہ پھر بھیج دوں گا۔ چنانچہ ۳۳۹ھ میں جب کہ منصور اسمٰعیل نے قیروان سے اس کے واپس کرنے کی بابت دوبارہ خط و کتابت کی تو اسے واپس کر دیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر وہ امراء دولت جو زمانہ خلافت مکتفی میں امور سلطنت کے سیاہ و سفید کے مالک و مختار تھے' پچاس ہزار دینار سرخ حجر اسود کو واپس کرنے کے عوض میں قرامطہ کو دے رہے تھے۔ قرامطہ نے واپس کرنے سے انکار کیا اور یہ خیال فاسد قائم کیا کہ حجر اسود کو وہ لوگ اپنے امام عبیداللہ مہدی والی افریقہ کے حکم سے اٹھا لائے ہیں اور اسی کے یا اس کے نائب کے حکم سے اسے واپس کریں گے۔ الغرض ابو طاہر بحرین میں ٹھہرا ہوا عراق و شام کو روانہ ہوا حملوں سے تاراج کرتا رہا حتیٰ کہ بغداد اور دمشق میں بنی طغج پر ابو طاہر نے سالانہ ٹیکس یا خراج مقرر کیا۔

ان واقعات کے بعد ۳۳۲ھ میں اکتیس برس حکومت کر کے ابو طاہر مر گیا' بوقت وفات دس لڑکے چھوڑ گیا۔ سب سے بڑا سابور تھا۔ ابو طاہر کے بعد اس کا بڑا بھائی احمد بن حسن قرامطہ کا سردار بنا۔ بعض عقدانیہ نے اس کی مخالفت کی اور صابور بن ابو طاہر کی حکومت و سرداری کی طرف مائل ہوئے چنانچہ اس کی بابت قائم (والی افریقہ) کو لکھا۔ اس نے ابو طاہر کے بھائی احمد کی حکومت تسلیم کی اور یہ تحریر کیا کہ اس کے بعد سابور کرسی حکومت پر متمکن کیا جائے گا۔ اس تحریر کے مطابق زمام حکومت احمد کے قبضہ میں رہی۔ قرامطہ اسے ابو منصور کی کنیت سے یاد کرتے تھے۔ اسی نے حجر اسود کو مکہ معظمہ واپس کیا تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس کے بعد سابور نے اپنے چچا ابو منصور کو اپنے بھائیوں کی سازش سے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ یہ واقعہ ۳۵۸ھ کا ہے پھر اس کے بھائیوں نے اس پر یورش کی اور ابو منصور کو جیل سے نکال لائے۔ ابو منصور نے نکل کر پہلے سابور کو قتل کیا اس کے بعد اس کے بھائیوں اور تمام ہواخواہوں کو ایک ایک کر کے جزیرہ اوال کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اس اثنا میں ۳۵۹ھ کا دور آ گیا اور ابو منصور نے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ سابور کے ہواخواہوں نے اسے زہر دے دیا تھا۔

ابو منصور کے مرنے پر اس کا بیٹا ابو علی حسن بن احمد ملقب بہ اعصم بہ روائت بعض اغنم نے حکومت سنبھالی۔ اس کا دور حکومت زیادہ دن تک رہا۔ اس کے بڑے بڑے واقعات ہیں۔ اس نے ابو طاہر کے لڑکوں کے ایک گروہ کو جلا وطن کیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جزیرہ

اوائل میں اولاد ابو طاہر اور اس کے ہوا خواہ تقریباً تین سو جمع ہو گئے تھے۔اعصم نے بنفسہٖ حج بھی کیا تھا۔ اور حاجیوں کے قافلوں سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کی تھی اور خلیفہ مطیع کے نام کا خطبہ پڑھے جانے پر ناک بھوں بھی نہ چڑھائی تھی۔

جنگ قرامطہ و معزعلوی

جس وقت معز الدین اللہ علوی کا سپہ سالار جوہر مصر پر اور جعفر بن فلاح کتامی دمشق پر قابض ہو گیا۔ حسن ملقب بہ اعصم نے وہ خراج یا سالانہ ٹیکس طلب کیا جو اسے والی دمشق ادا کیا کرتا تھا۔ اہل دمشق نیز جدید والی دمشق نے دینے سے انکار کیا۔ صف آرائی تک نوبت پہنچ گئی۔ خلیفہ معز نے حسن کو تہدید آموز خط تحریر کیا۔ اس کے ساتھ ہوا خواہان ابو طاہر قرمطی کو یہ پٹی پڑھائی کہ میں تخت حکومت پر ابو طاہر کی اولاد کو متمکن کرا دوں گا۔ کسی ذریعہ سے حسن کو اس کی خبر لگ گئی۔ حسن نے ۳۶۰ھ میں علم خلافت علویہ سے انحراف کرکے خلیفہ مطیع عباسی کے نام کا خطبہ اپنے مقبوضہ بلاد میں پڑھنا شروع کیا۔ اور علم خلافت عباسیہ کی اتباع میں سیاہ کپڑے پہنے'اس کے بعد فوجیں آراستہ کرکے دمشق پر حملہ کیا۔ جعفر بن فلاح والی دمشق مقابلے پر آیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی میدان حسن کے ہاتھ رہا جعفر کی سپاہ کو شکست ہوئی۔ اس دوران جعفر مارا گیا۔ اور حسن کامیابی کا جھنڈا لئے ہوئے دمشق میں داخل ہوا۔ اہل دمشق کو امان دی۔ مالی اور فوجی انتظام کرکے مصر کی طرف بڑھا۔

ان دنوں مصر میں جوہر سپہ سالار معز حکمرانی کر رہا تھا۔ ایک مدت تک حسن محاصرہ کئے رہا۔ اثنا محاصرہ میں عرب کی سپاہ اس سے بگڑ گئی اور اپنی طرف کا محاصرہ اٹھا لیا مجبوراً" حسن بھی محاصرہ اٹھا کر شام کی جانب واپس ہوا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا رملہ پہنچا۔ خلیفہ معز نے حسن کو دھمکی دی۔ زجر و توبیخ کا خط تحریر کیااور اسے قرامطہ کی سرداری سے معزول کرکے بنی طاہر کو مامور فرمایا۔ بنی طاہر نے جزیرہ اوال سے نکل کر حسن کے زمانہ غیر حاضری میں احساء کو تاراج کیا۔ جوں ہی دربار خلافت بغداد میں خبر پہنچی خلیفہ طائع عباسی نے بنی طاہر کو تحریر کیا کہ دائرہ اطاعت سے قدم باہر نہ نکالو اور اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ مخاصمانہ برتاؤ کرنے سے باز آؤ۔ اس فرمان کے روانہ کرنے کے بعد خلیفہ طائع نے اپنے ایک معتمد علیہ کو بھی ان لوگوں میں مصالحت کرانے کی غرض سے بھیجا مگر نتیجہ کچھ نہ ہوا۔

معرکہ بلبیس

ان واقعات کے بعد حسن نے پھر شام پر فوج کشی کی۔ مدتوں قرامطہ اور مغربی سپاہ سے لڑائیاں ہوتی رہیں آخرکار جوہر نے حسن کی ہم رکاب عربی فوج کو بہت سا ساز و مال دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔عربی فوج نے حسن کو میدان جنگ میں حریف کے مقابلہ پر چھوڑ دیا۔ حسن کو شکست ہوئی جوہر نے اس کی لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔

اس کے بعد خلیفہ معز افریقہ سے ۳۶۳ھ میں قاہرہ چلا آیا۔ اور اپنی سپاہ کو تمام ملک شام میں حکومت کی توسیع کے لیے پھیلا دیا۔ معز کی سپاہ نے تھوڑی مدت میں ملک شام پر قبضہ کر لیا۔ حسن قرمطی اس سیلاب کو روکنے کے لئے اٹھا اور کمال مردانگی سے خلیفہ معز کی فوج سے جنگ کرتا رہا۔ تمام ملک شام کو علم خلافت علویہ کی حکومت سے نکال لیا۔ اور فوجوں کو از سر نو مسلح کرکے مصر کی طرف بڑھا۔ خلیفہ معز نے اس کی روک تھام پر اپنے بیٹے عبداللہ کو مامور کیا۔مقام بلبیس مڈبھیڑ ہوئی۔ ایک سخت و خون ریز جنگ کے بعد حسن کو شکست ہوئی اس کے ہزارہا ہمراہی مارے اور قید کر لئے گئے جن کی تعداد تین ہزار ظاہر کی جاتی ہے۔ حسن شکست کھا کر احساء کی جانب واپس ہوا اور خلیفہ معز نے بنی جراح امراء شام کو جو کہ قبیلہ طے سے تھا، ان تمام ممالک پر جن پر کہ قرامطہ قابض تھے، متعدد لڑائیوں اور محاصروں کے بعد اپنی طرف سے مامور کیا۔ ۳۶۵ھ میں خلیفہ معز کا زمانہ وفات آ گیا۔ حسن کو اس اتفاقی تغیر سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا۔ فوجیں مرتب کرکے ملک شام پر قبضہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

افتکین ترکی' معز الدولہ بن بویہ کا خادم تھا۔ جس وقت عضد الدولہ بغداد میں داخل ہو رہا تھا اس وقت بختیار بن معز الدولہ کے مقابلہ میں افتکین کو شکست ہوئی تھی۔ افتکین شکست کھا کر دمشق پہنچا اہل دمشق نے ان دنوں ریان خادم کو جو معز علوی کی طرف سے

حکمرانی کر رہا تھا، حکومت دمشق سے معزول کر دیا گیا تھا۔ اس وجہ سے اہل دمشق نے افتکین کو حکومت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ خلیفہ معز نے یہ خبر پا کر دمشق پر فوج کشی کی تیاری کی۔ اتفاق سے معز فوت ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا عزیز تخت حکومت پر جلوہ آرا ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے جوہر کو اس مہم کے سر کرنے پر مقرر کیا۔ جوہر نے دمشق پہنچ کر محاصرہ کیا۔ افتکین نے حسن قرمطی کو یہ حالات لکھ بھیجے اور اسے شام پر قبضہ کر لینے کی غرض سے بلا بھیجا۔ اس بنا پر حسن نے ۳۶۴ھ میں بعد وفات معز شام کا قصد کیا جیسا کہ آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔

اس مہم میں حسن کے ساتھ افتکین بھی تھا۔ پہلے ان دونوں نے رملہ کا محاصرہ کیا اور اسے بزور تیغ جوہر کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس کے بعد عزیز نے خود ان لوگوں پر چڑھائی کی اور اپنے پر زور حملوں سے انہیں پسپا کر دیا۔ دوران جنگ افتکین گرفتار کر لیا گیا اور اعصم (حسن) بھاگ کر طبریہ سے احساء چلا گیا۔ اہل احساء نیز قرامطہ کو اس کا یہ فعل کہ اس نے علم خلافت عباسیہ کی اطاعت قبول کر لی تھی، ناگوار گذرا۔ سب نے متفق ہو کر عنان حکومت بنو ابو سعید جنابی کے قبضہ اقتدار سے نکال لی اور اپنے گروہ میں سے دو اشخاص جعفر و اسحاق کو حکومت کی کرسی پر متمکن کیا۔ ابو سعید جنابی کی اولاد جلا وطن ہو کر جزیرہ اوال پہنچی' اوال میں ابو طاہر قرمطی کی اولاد پہلے سے مقیم تھی۔ ان لوگوں کو احمد (ابو منصور) ابن حسن اور اس کی اولاد سے منافرت اور کشیدگی تو پہلے ہی سے تھی پس ان میں سے یا ان کے ہوا خواہوں میں سے جو شخص جزیرہ اوال گیا' اسے ان لوگوں نے بلا تامل مار ڈالا۔

الغرض جعفر اور اسحاق بالمشارکت قرامطہ پر حکمرانی کرنے لگے اور عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی علم خلافت علویہ کے مطیع ہو گئے' اور جنگ بنی[1] اور ۳۶۴ھ میں جعفر اور اسحاق نے کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ صمصام الدولہ بن بویہ نے ان کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی جسے جعفر اور اسحاق نے لب فرات شکست دے دی۔ اس فوج کا ایک بڑا حصہ کام آیا۔ قادسیہ تک فتح مند گروہ شکست خوردوں کا تعاقب کرتا چلا گیا۔ اس کے بعد جعفر اور اسحاق میں مخالفت پیدا ہو گئی ہر ایک ریاست و حکومت کا دعوے دار ہوا جس سے ان میں نفاق کا مادہ پیدا ہو گیا۔ شیرازہ حکومت منتشر ہو گیا۔ اتحادی صورت جاتی رہی حتی کہ اصغر بن ابو الحسن ثعلبی کا دور حکومت آگیا۔ اور اس نے احساء کو ان کے قبضہ سے نکال کر ان کی دولت و حکومت کو ختم کر دیا۔ اس وقت سے پھر احساء میں خلیفہ مطیع تاج دار خلافت عباسیہ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور یہاں پر اس کی اور اس کی آئندہ نسلوں کی حکومت قائم ہو گئی۔

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں ہے۔ مترجم

باب ۱۳

امارت بحرین

بحرین کے عرب قبائل

صوبہ بحرین میں عرب کا ایک عظیم گروہ رہتا تھا جن سے قرامطہ وقتاً فوقتاً بوقت ضرورت اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں امداد طلب کرتے تھے اور اکثر لڑائیوں میں ان کی اعانت سے کامیابی حاصل کرتے تھے۔ کبھی قرامطہ ان سے لڑ بھی جاتے تھے۔ اور ان سے رشتہ اتحاد ختم کر دیتے تھے۔ عرب کے بڑے قبائل جو اس وقت بحرین میں مقیم تھے، بنو ثعلب بنو عقیل اور بنو سلیم تھے اور ان میں بہ لحاظ کثرت و عزت بنو ثعلب سب سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ جس وقت بحرین میں قرامطہ کی حکومت کو زوال ہوا اور جنابی کی حکومت ختم ہونے کے بعد ان کے اور بنی بویہ کے درمیان عداوت مستحکم ہو گئی اور یہ عداوت اور مخالفت جن دنوں خلافت عباسیہ کی حکومت کی تحریک بحرین میں کی جا رہی تھی، بے حد ترقی پذیر تھی اس وقت بعض قرامطہ اور ان کے اکثر ایلچیوں نے اپنی حکومت و ریاست کو زوال پذیر دیکھ کر علم خلافت عباسیہ کی اطاعت قبول کر لی۔ بنی مکرم نے اکثر روسا عمان کو ان خیالات میں اپنا ہم خیال بنا لیا۔ اسی زمانہ میں اصغر بحرین پر قابض ہو گیا چنانچہ اس کی آئندہ نسلوں نے بذریعہ وراثت اس صوبہ کی حکمرانی کی اور بنی مکرم عمان پر قابض ہو گئے۔

اس کے بعد بنو ثعلب اور بنو سلیم میں چل گئی۔ بنو ثعلب نے بنی عقیل کی اعانت و امداد سے بنو سلیم کو بحرین سے نکال دیا بنو سلیم بحرین سے جلا وطن ہو کر مصر چلے گئے۔ پھر مصر سے افریقہ کا راستہ لیا جیسا کہ آپ آئندہ پڑھیں گے۔ پھر ایک مدت کے بعد بنی ثعلب اور بنی عقیل میں مخالفت پیدا ہو گئی بنی ثعلب نے بنی عقیل کو بھی بحرین سے نکال دیا۔ وہ عراق چلے گئے، کوفہ اور اکثر بلاد عراقیہ کے مالک بن بیٹھے' بحرین میں زمانہ دراز تک اصغر کی حکومت کا سلسلہ چلتا رہا۔ انہوں نے جزیرہ اور موصل کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں داخل کر لیا تھا۔ ۴۳۸ھ میں راس عین مضافات جزیرہ میں بنی عقیل اور اصغر سے پھر معرکہ آرائی ہوئی نصیر الدولہ مروان والی میا فارقین و دیار بکر اصغر سے بگڑ گیا۔ چاروں طرف کے امراء ملک جمع اور سپاہ فراہم کر کے اصغر پر چڑھائی کر دی لیکن میدان اصغر کے ہاتھ رہا' اصغر نے نصیر الدولہ کو گرفتار کر لیا لیکن چند روز بعد آزاد کر دیا۔ آزادی کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ بحرین کی حکومت اصغر کی آئندہ نسلوں کے قبضہ میں رہی حتیٰ کہ یہ کمزور پڑ گئے اور ان کی حکومت کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا۔

انہی ایام میں بنی عقیل کی حکومت بھی بلاد جزیرہ میں کمزور ہو گئی۔ اراکین دولت سلجوقیہ نے انہیں بلاد جزیرہ سے نکال کر ان کے اصلی وطن بحرین کی طرف واپس کر دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بنی ثعلب پر ضعف طاری ہو چکا تھا اور ان کی حکومت کی مشینری کے پرزے ڈھیلے ہو چکے تھے۔ بنی عقیل نے انہیں دبا لیا۔ ابن سعید نے لکھا ہے کہ میں نے اہل بحرین سے ۶۵۱ھ میں مدینہ منورہ میں بہ وقت ملاقات استفسار کیا تھا کہ بحرین میں اب کس کی حکومت ہے؟ جواب دیا بنی عامر بن عوف بن عامر بن عقیل حکمرانی کر رہے ہیں۔ اور بنی ثعلب ان کی رعایا ہیں اور بنی عصفور جو انہی میں سے ہیں' احساء کے حکمران ہیں۔

اب ہم اس مقام پر قرامطہ کے کاتبوں اور بحرین و عمان کے شہروں کے حدود بیان کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ان کے واقعات بھی قرامطہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابو الفتح حسن بن محمود معروف بہ کشاجم قرامطہ کا کاتب (سیکرٹری) تھا۔ یہ نامی شعراء میں شمار کیا جاتا تھا۔ ثعلبی نے تیمیہ میں اور جیغری نے زہر الآداب میں لکھا ہے کہ یہ بغدادی المولد ہے۔ قرامطہ کی ملازمت کی وجہ سے یہ مشہور ہو گیا تھا جیسا کہ بیہقی نے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابو الفتح نصر قرامطہ کا کاتب ہوا۔ اسے بھی اس کے باپ کی طرح کشاجم کے لقب سے سب یاد کرتے

تھے۔ یہ ابعصم قرمطی کا کاتب تھا۔

محل وقوع

بحرین ایک ملک ہے جو اپنے شہر کے نام سے موسوم ہے۔بعض مورخ اسے ہجر کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں جو اس ملک کا ایک دوسرا شہر ہے۔ اسی ملک کا حضریہ نامی ایک شہر تھا جسے قرامطہ نے ویران کردیا تھا اور اس کی جگہ احساء آباد کیا۔ اس ملک کی مسافت ایک مہینہ کی ہے۔بحر فارس کے کنارہ بصرہ اور عمان کے درمیان میں واقع ہے اس کے مشرق میں بحر فارس ہے۔ مغربی جانب میں یہ یمامہ سے متصل اور ملحق ہے۔شمال میں بصرہ ہے۔ جنوب میں عمان کا سرسبز و شاداب ملک ہے۔ ہر طرح کے میوے اور ترکاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ گرمی زیادہ پڑتی ہے۔جا بجا ریت کے ٹیلے بھی ہیں۔ تیز ہوا چلنے سے مکانات میں ریت بھر جاتی ہے۔ یہ ملک اقلیم ثانی سے ہے اور اس کا بعض حصہ اقلیم ثالث میں ہے۔

زمانہ جاہلیت میں یہ ملک عبدالقیس اور بکر بن وائل قبیلہ ربیعہ کے قبضہ میں تھا۔ پھر شاہان فارس نے اس پر قبضہ کرکے اپنی جانب سے منذر بن ساوی تمیمی کو بطور گورنر مقرر کیا۔ اس کے بعد شروع زمانہ اسلام میں بنی جارودی اس کے حکمران ہوئے۔ گورنران خلافتِ عباسیہ کبھی ہجر میں نہیں رہتے تھے۔ ابو سعید قرمطی نے تین برس کے محاصرہ جنگ اور آتش زنی و قتل کے بعد اس پر قبضہ کیا اس کے بعد بنو طاہر نے شہر احساء تعمیر کرایا۔ قرامطہ کی حکومت ایک مدت تک مسلسل قائم رہی پھر بنی ابو الحسن بن ثعلب کے قبضہ میں ان کی عنان حکومت آگئی۔ اس کے بعد بنو عامر بن عقیل حکمرانی کرتے رہے۔ ابن سعید کا کہنا ہے کہ ان دنوں ان لوگوں میں سے اس کی زمام حکومت بنو عصفور کے ہاتھ میں تھی۔ احساء کی تعمیر ابو طاہر قرمطی نے تیسری صدی میں کی تھی۔ چونکہ اس ملک میں اونٹوں کی چراگاہیں اور ریگستان میں پانی کے چشمے بکثرت ہیں اس وجہ سے اسے احساء کے نام سے موسوم کیا۔ یہاں پر قرامطہ کی حکومت تھی۔ اسی مقام سے قرامطہ نکل کر اطراف شام عراق' مصر اور حجاز میں پھیلے تھے اور شام و عمان پر قابض ہوئے تھے۔ سوادین ملک بحرین کے متعلقات اور مضافات سے ہے اسی مقام کی طرف خوشبو منسوب کی جاتی ہے جیسا کہ نیزہ خطبہ کی جانب منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے مشک سوارین اور نیزہ خطبہ۔

عمان کا محل وقوع

عمان' جزیرہ نما عرب کا ایک حصہ ہے۔ حجاز' شحر' حضرموت اور عمان پر مشتمل ہے۔ عمان بحر فارس پر آباد ہے۔ اس کی غربی جانب سے ایک ماہ کی مسافت ہے۔ اس کے مشرق میں بحر فارس واقع ہے۔ جنوب میں بحر ہند' مغرب میں بلاد حضرموت اور شمال میں بحرین۔ اس میں بکثرت میوے اور نخلستان ہیں۔یہاں کی پیداوار میں موتی بھی شامل ہیں۔ اس شہر کو عمان اس مناسبت سے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عمان بن قحطان اپنے بھائی یعرب کی طرف سے حاکم ہو کر یہاں آکر مقیم ہوا تھا۔ سیل عرم کے بعد آزد اس ملک کے حاکم ہوئے۔ پھر جب دور اسلام آیا تو اس وقت بنو جلندی اس کے مالک و حاکم تھے۔ یہاں پر خوارج بکثرت ہیں۔ بنو بویہ کی ان سے اکثر لڑائیاں ہوئیں۔ اس ملک کا دارالسلطنت سحری میں تھا۔ ملوک فارس نے کئی بار براہ دریا اس پر فوج کشی کی اور فتح یاب ہو کر اس پر حکمرانی کرتے رہے۔ یہ اقلیم ثانی میں ہے۔اس میں پانی کے چشمے' باغات' بازار اور نخلستان بکثرت ہیں۔ عہد اسلام میں اس کے حکمران بنی شامہ بن لوئی بن غالب ہوئے مگر اکثر نسابہ قریش ان کے اس نسب سے انکار کرتے ہیں۔

بہرکیف سب سے پہلے محمد بن قاسم شامی نے حسب ہدایت خلیفہ معتضد اس ملک پر فوج کشی کی اور بزور تیغ فتح کرکے قابض ہوگیا۔ خوارج جلد وطن ہو کر تردی کے پہاڑوں کی چوٹی پر چلے گئے۔ اس وقت سے یہاں پر خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اس کے بعد بہ وراثت اس کے بیٹوں نے اس ملک پر حکمرانی کی اور سنت کے شعائر ظاہر کیے۔ اس کے بعد ۳۰۵ھ میں ان لوگوں میں مخالفت پیدا ہوگئی باہم لڑنے لگے۔ ان میں سے بعض جاکر قرامطہ سے مل گئے۔ باقی ماندگان اسی فتنہ و فساد میں پڑے رہے۔ حتیٰ کہ ابو طاہر قرمطی ان پر ۳۱۷ھ میں جب کہ یہ حجر اسود کو مکہ سے اکھاڑ لایا تھا' غالب ہوگیا۔ اور عبیداللہ مہدی کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اس زمانہ سے قرامطہ کے

حکمران ۳۷۵ھ تک آتے جاتے رہے۔ پھر ان پر خوارج غالب آگئے اور جس قدر یہاں پر روافض اور قرامطہ تھے سب کو قتل کر ڈالا اور اس وقت سے یہاں کی ریاست ان کے قبضہ میں رہی اور بنی ازداس پر حکمرانی کرتے رہے۔ اس کے بعد روسا عمان سے بنو مکرم دارالخلافت بغداد گئے اور بنی بویہ کی ملازمت اختیار کی اور پھر ان کی امداد و اعانت سے بنو مکرم نے عمان پر چڑھائی کی۔ بہت بڑی خون ریزی ہوئی آخر کار خوارج جلا وطن ہو کر پہاڑوں پر چلے گئے اور بنی مکرم عمان پر قابض ہو گئے۔ خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

اس کے بعد جب بغداد میں بنو بویہ کی حکومت کمزور ہو گئی تو بنی مکرم نے عمان میں خود سری اختیار کر کے حکومت قائم کر لی۔ اور اس کی کرسی حکومت پر اس کی آئندہ نسلیں متمکن ہوئیں۔ ان میں سے موئد الدولہ ابو القاسم علی بن ناصر الدولہ حسین بن مکرم تھا۔ یہ نہایت سخی اور تعریف کے قابل بادشاہ تھا۔ جیسا کہ بیہقی نے لکھا ہے اور مہیار و دیلمی وغیرہ نے اس کی مدح کی ہے۔ ایک زمانہ دراز تک حکومت کرنے کے بعد اس نے ۴۲۸ھ میں وفات پائی۔ پھر ۴۴۲ھ میں بنی مکرم میں ضعف آگیا' عورتیں اور غلام امور سلطنت میں پیش پیش ہو گئے۔ خوارج نے اس امر کا احساس کر کے حملہ کر دیا۔ بنی مکرم مقابلہ کی تاب نہ لا سکے انتہائی ابتری کے ساتھ پسپا ہوئے۔ خوارج کو کامیابی حاصل ہوئی' عمان پر قبضہ حاصل کر کے بقیہ کو بھی تہ تیغ کیا۔ شاہی کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ وہاں کے باشندے حجاز کے دیہاتوں میں جا بسے۔ یہ ملک بالکل بنجر اور شور ہے۔ یہ بھی عمان کا ایک حصہ ہے جو اقلیم ثانی میں داخل اور بحر فارس پر آباد ہے۔ اور یہاں پر شجر اور حجاز ملتے ہیں۔ اور اس کے شمال میں بحرین تک منزلوں کی مسافت ہے' عمان قدرتی طور سے بڑے بڑے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ اسی وجہ سے کسی شہر پناہ کے بنانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس پر خاندان شاہی سے زکریا بن عبدالملک ازدی نے ۴۴۸ھ میں قبضہ کیا تھا۔ خوارج تروی شہر شراۃ میں ان لوگوں کو مذہبی تعلیم دیتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ یہ لوگ جلندی کی اولاد سے ہیں۔

باب ۱۴

اسمٰعیلی فرقہ

اسمٰعیلی فرقہ کی وجہ تسمیہ

فرقہ اسمٰعیلیہ قرامطہ کی ایک شاخ ہے۔ یہ رافضیوں کا حد سے گزرا ہوا ایک فرقہ ہے جیسا کہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ ان کا مذہب کسی اصل پر مبنی نہیں ہے' مضطرب اور مختلف مسائل اور اعتقادات کا ایک مجموعہ ہے۔ اس مذہب والے ہمیشہ اطراف عراق' خراسان فارس اور شام میں ایک مقام سے دوسرے مقام پر نقل و حرکت کرتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے مسائل اور اعتقادات میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ابتداء" فرقہ اسمٰعیلیہ قرامطہ کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے۔ عراق میں باطنیہ کے نام سے پکارے جانے لگے' پھر اسمٰعیلیہ کہلائے۔ چونکہ عہد خلافتِ مستضی علوی میں اس کے بیٹے نزار نے بیعت نہ کرنے پر اسمٰعیلیہ کے ہوا خواہوں کو قتل کیا تھا اور حسن بن صباح بانی فرقہ باطنیہ نزار کی خدمت میں رہتا تھا' اس وجہ سے اس کے گروہ والوں کو نزاریہ کے نام سے بھی موسوم کیا تھا۔

باطنیہ فرقہ

ذکرویہ کے قتل اور اس جماعت کے منتشر ہونے کے بعد اس مذہب والے تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گئے اور درپردہ خفیہ طور سے اپنے مذہب کی تعلیم و تلقین کرنے لگے۔ اسی مناسبت سے یہ لوگ فرقہ باطنیہ کے نام سے موسوم کئے گئے۔ پھر ان کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی تمام ممالک اسلامیہ میں عام ہو گئی' کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ غیر مذہب کا خواہ مسلم ہی کیوں نہ ہو قتل کرنا واجب ہے۔ پس اس وجہ سے فرقہ باطنیہ کا ہر فرد مشہور مشہور آدمیوں کو قتل کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اپنے اُس شرمناک مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مکانات کی دہلیز میں چھپ رہتا اور جب موقع ملتا تو اپنا ناپاک مقصد حاصل کر لیتا۔ رفتہ رفتہ ان کا یہ فتنہ و فساد زمانۂ سلطان ملک شاہ میں جب کہ دیلم اور سلجوقیہ ممالک اسلامیہ پر حکمرانی کر رہے تھے' بہت زیادہ بڑھ گیا۔ خلفا وقت ان کی گوشمالی اور سرکوبی پر مجبور ہو گئے۔ یہ لوگ ان کی آتشِ فساد کو بجھا نہ سکے تھوڑے ہی دنوں میں یہ فرقہ تمام ممالکِ اسلامیہ میں پھیل گیا۔

اسی زمانہ میں ایک گروہ باطنیہ کا ساوہ' اطراف ہمدان میں جمع ہوا اور نماز عید پڑھی۔ شحنہ ہمدان نے انہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا مگر چند ہی دن بعد رہا کر دیا۔ اس کے بعد اس فرقہ والے مضبوط مضبوط قلعات اور شہروں پر قابض ہو گئے سب سے پہلے جس قلعہ پر فرقہ باطنیہ قابض ہوا وہ فارس کے قریب ایک قلعہ تھا جس کا والی اس مذہب کا پابند و مقلد تھا چنانچہ اس فرقہ والے اس کے پاس جا کر پناہ گزین ہوئے اور رفتہ رفتہ وہیں سب کے سب جمع ہو گئے۔ اہل قلعہ آنے جانے والوں کو دن دہاڑے لوٹنے لگے' نہایت قلیل مدت میں ان کا ضرر اس علاقہ میں پھیل گیا۔ پھر فرقہ باطنیہ نے قلعہ اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ اس قلعہ کا نام شاہ در تھا۔ سلطان ملک شاہ نے اسے تعمیر کرایا تھا۔ اور اپنی طرف سے ایک شخص کو اس کا والی مقرر کیا تھا۔ احمد بن عطاش نامی فرقہ باطنی کا ایک شخص حاکم قلعہ کی خدمت میں جا کر رہنے لگا۔ احمد کا باپ فرقہ باطنیہ کا پیشوا تھا۔ حسن بن صباح وغیرہ نے اس سے تعلیم پائی تھی۔ فرقہ باطنیہ احمد کے باپ کی وجہ سے اور اس کے ذی علم ہونے کے سبب سے اس کی بے حد عزت کرتا تھا۔ اس فرقہ والوں نے بہت سا مال و زر جمع کر کے احمد کی خدمت میں پیش کیا اور نہایت تپاک سے اپنا پیشوا بنایا۔ احمد ان لوگوں سے رخصت ہو کر والی قلعہ کے پاس گیا۔ اور اپنی نمایاں خدمات کی وجہ سے والی قلعہ کی آنکھوں میں اس قدر عزیز و محترم ہو گیا کہ اس نے تمام امور کے سیاہ و سفید کا احمد کو اختیار دے دیا۔ پھر جب والی قلعہ مرگیا۔ تو

احمد بن عطاش قلعہ شادر کا والی ہو گیا اس نے اپنے تمام ہم مذہبوں کو جو اس قلعہ کے مضافات میں مقید تھے رہا کر دیا۔ ان لوگوں کے رہا ہوتے ہی چاروں طرف سے امن و امان رخصت ہو گیا۔ دن دہاڑے قافلے لٹنے لگے۔

حسن بن صباح

اس کے بعد فرقہ باطنیہ اطراف قزوین میں قلعہ موت پر قابض ہو گیا۔ اس علاقہ کو طالقان بھی کہتے تھے' ان ممالک پر جعفری کی حکومت تھی۔ جعفری نے ایک علوی کو اپنی نیابت کا اعزاز دے رکھا تھا۔ اور رے کا حاکم ابو مسلم تھا جو نظام الملک طوسی کا سسرالی رشتہ دار تھا۔ حسن بن صباح جوڑ توڑ لگا کر ابو مسلم کے پاس آنے لگا۔ چونکہ علوم نجوم و سحر میں حسن کو ید طولیٰ تھا اور عطاش والی قلعہ اصفہان کے نامی شاگردوں میں سے تھا اس وجہ سے اس نے ابو مسلم کے دل میں نہایت قلیل مدت میں اپنی جگہ کر لی۔ لیکن تھوڑے دن بعد ابو مسلم نے حسن پر یہ الزام لگایا کہ یہ مصریوں کے ایلچیوں سے جو اس وقت وہاں موجود تھے' سازش کئے ہوئے ہے۔ حسن کو اس کی خبر ہو گئی' حسن بھاگ نکلا مختلف شہروں سے ہوتا ہوا مصر پہنچا خلیفہ مستنصر علوی بڑی آؤ بھگت سے پیش آیا اور اسے ہدایت کی کہ لوگوں کو میری امامت کی تعلیم دو۔ حسن نے عرض کیا کہ آپ کے بعد میرا کون امام ہو گا؟ مستنصر نے جواب دیا میرا بیٹا نزار۔ حسن مصر سے واپس ہو کر شام' جزیرہ' دیار بکر اور بلاد روم کی سیر کرتا ہوا قلعہ موت واقع خراسان پہنچا۔ علوی کے پاس مقیم ہوا جسے جعفری نے اپنا نائب بنایا تھا۔ علوی نے بے حد عزت کی اور اس کے قیام کو باعث نزول برکت و رحمت الٰہی تصور کیا۔

حسن ایک مدت تک قلعہ موت میں ٹھہرا رہا اور قلعہ مذکور پر قبضہ کر لینے کی درپردہ تدبیریں کرتا رہا۔ جب تمام تدابیر کر چکا تو حسن نے علوی کو قلعہ موت سے نکال کر قبضہ کر لیا۔ نظام الملک کو اس کی خبر لگی' فوراً" ایک فوج حسن کے محاصرے پر روانہ کی۔ محاصرہ نہایت سرگرمی اور مستعدی سے کیا گیا۔ لڑائیاں شروع ہوئیں دوران جنگ حسن نے فرقہ باطنیہ کے ایک گروہ کو نظام الملک کے قتل کرنے پر مامور کر دیا۔ چنانچہ اس گروہ نے نظام الملک کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ جو فوجیں محاصرے پر تھیں' نظام الملک کی شہادت کی وجہ سے واپس آگئیں۔ پھر کیا تھا فرقہ باطنیہ کی بن آئی۔ قلعہ طبس' نیز کوہستان کے قلعہ جات ازدوں و قاید پر جو اس کے قرب و جوار میں تھے' قبضہ کر لیا۔

کوہستان کا رئیس منور نامی ایک شخص تھا جو بنی سیجور امراء خراسان ملوک سامانیہ کی نسل سے تھا۔ گورنر کوہستان نے منور کو اپنے یہاں بلایا اور اس کی بہن کو جبراً" لے لینے کا قصد کیا۔ منور نے اسمٰعیلیہ کو اپنی امداد پر بلا بھیجا۔ چنانچہ فرقہ اسمٰعیلیہ باطنیہ نے پہنچ کر کوہستان کے قلعہ جات پر بھی اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اسی زمانہ میں قلعہ خالنجاں پر بھی فرقہ باطنیہ قابض ہو گیا۔ یہ قلعہ اصفہان سے ۵ کوس کے فاصلہ پر تھا۔ پہلے یہ موئد الملک بن نظام الملک کے قبضہ میں تھا۔ اس کے بعد جاولی سقاوہ کے قبضہ میں چلا گیا جو ترکوں کا ایک نامور امیر تھا اور اس کی جانب سے کوئی ترکی امیر اس قلعہ کا حاکم ہوا فرقہ باطنیہ کے چند اشخاص حاکم قلعہ کی خدمت میں گئے اور مستعدی سے اس کی خدمت کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ اس قدر رسوخ بڑھا کہ حاکم قلعہ کی ناک کے بال بن گئے۔ حاکم قلعہ نے قلعہ کی کنجیاں حوالہ کر دیں ان لوگوں نے احمد بن عطاش والی قلعہ شاہ در کو لکھ بھیجا۔ احمد اپنی فوج کے ساتھ بہ حالت غفلت بھاگ کھڑا ہوا۔ احمد بن عطاش نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور جس قدر فوج وہاں تھی سب کو تہ تیغ کیا۔ اس قلعہ پر قبضہ کر لینے سے فرقہ باطنیہ کی قوت بڑھ گئی۔ اہلِ اصفہان ان سے دبنے لگے حتیٰ کہ ان لوگوں نے اہلِ اصفہان پر خراج قائم کیا۔

اسی فرقہ باطنیہ کے مقبوضہ قلعہ جات سے اسویاند میں الرطل اور قلعہ آمد تھا جن پر فرقہ باطنیہ نے ملک شاہ سلجوقی کے بعد مکر و غداری سے قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ قلعہ ازدہر بھی ان کے مقبوضات میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس قلعہ کو ابو الفتوح ہمشیر زادہ حسن بن صباح نے سر کیا تھا۔ ان کے قلعوں میں سے گرد کوہ قلعہ ناظر واقع خورستان اور قلعہ طنبور متصل ارجان تھا۔ اس قلعہ کو ابو حمزہ اسکاف نے اہلِ ارجان کے قبضہ سے نکالا تھا ابو حمزہ اسکاف کسی ضرورت سے مصر گیا ہوا تھا۔ وہاں اس مذہب کی تعلیم پائی تھی اور اسی فرقہ کا مبلغ ہو کر

عوام الناس کی تلقین کے لئے واپس آیا۔

قلعہ ملاو خاں بھی انہیں کے قلعوں میں سے تھا جو فارس و خوزستان کے درمیان واقع تھا۔ رہزنوں اور مفسدوں نے تقریباً" دو سو سال سے اس قلعہ کو اپنا مرکز بنا رکھا تھا۔ اور آنے جانے والوں پر شب خون مارا کرتے تھے حتی کہ عضد الدولہ بن بویہ نے اس قلعہ کو سر کیا اور جس قدر ڈاکو یہاں تھے ان سب کو تہ تیغ کیا۔ جب ملک شاہ نے اس پر قبضہ کر لیا تو امیرانز کو بطور جاگیر یہ قلعہ مرحمت فرمایا۔ امیرانز نے اپنی طرف سے ایک شخص کو اس قلعہ کا حاکم مقرر کیا۔ فرقہ باطنیہ نے جو ارجان میں تھے حاکم قلعہ سے راہ و رسم پیدا کی پہلے تو اس قلعہ کے فروخت کر ڈالنے کی تحریک کی۔ جب والی قلعہ نے اس سے انکار کیا تو فرقہ باطنیہ نے مذہبی پیرایہ اختیار کیا۔ کہلا بھیجا کہ ہم ایک شخص کو تمہارے پاس مناظرہ کرنے کو بھیجتے ہیں تاکہ تم پر ہمارے مذہب کی حقانیت ظاہر ہو۔ والی قلعہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ فرقہ باطنیہ نے اپنے چند سپاہیوں کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے پہنچتے ہی والی قلعہ کے خادم کو گرفتار کر لیا۔ اس نے قلعہ کی کنجیاں ان کے حوالہ کر دیں۔ ان لوگوں نے قلعہ میں گھس کر والی قلعہ کو بھی پکڑ لیا۔ اس سے ان کی شوکت و قوت بڑھ گئی۔

باطنی فرقہ کے خلاف جہاد

فرقہ باطنیہ کے آئے دن کے فسادات سے لوگوں کے کان کھڑے ہوئے۔ چاروں طرف سے ان کے قتل پر آمادگی اور تیاری ظاہر ہونے لگی۔ اور ان کے قتل کرنے کو ثواب اور ان سے جنگ کرنے کو جہاد سمجھ کر ہر سمت سے عامتہ المسلمین ان پر ٹوٹ پڑے۔ اصفہان میں بھی عوام الناس نے انہیں خوب قتل کیا۔ فرقہ باطنیہ اصفہان میں ان دنوں ظاہر ہوا تھا جب کہ سلطان برکیاروق نے اصفہان کا محاصرہ کیا تھا۔ اور اصفہان میں اس کا بھائی محمد اور اس کی خاتون جلالیہ موجود تھی۔ رفتہ رفتہ یہ فرقہ باطنیہ اصفہان میں پھیل گیا۔ اور اس کا مکرو فریب اور ان کے متبعین کی فتنہ انگیز چالیں عام ہو گئیں۔ اصفہان کے عام باشندوں نے ان پر یورش کی اور ان کو قتل کرنے لگے۔ بڑی بڑی خندقیں کھود کر ان میں آگ روشن کی۔ جہاں پر فرقہ باطنیہ میں سے کسی کو پاتے تھے پکڑ لاتے اور اسی خندق میں انہیں ڈال دیتے تھے۔ جاولی سقاوہ والی فارس نے ان پر جہاد کرنے کی غرض سے کمر ہمت باندھی۔ فوجیں آراستہ کر کے حمدان کی طرف بڑھا۔ ایک مدت تک فرقہ باطنیہ پر جہاد کرتا رہا۔ اس کے بعد فرقہ باطنیہ نے امراء سلجوقیہ کو براہ مکرو فریب قتل کرنے کی غرض سے حمدان کی طرف کوچ کیا چنانچہ اس فرقہ نے وہاں پہنچ کر یہ وطیرہ اختیار کیا کہ اس گروہ میں سے کوئی شخص امرا سلجوقیہ میں سے کسی امیر کے قتل کرنے کے لئے لباس تبدیل کر کے اور موقع پا کر اسے قتل کر کے اپنے آپ بھی خود کشی کر لیتا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ سلطان برکیاروق نے اس فرقہ کو ایسے افعال کے ارتکاب پر آمادہ کیا تھا اور اپنے بھائی کے مقابلے میں اس فرقہ سے اعانت طلب کی تھی۔ یہ فرقہ یہ چال چلنے لگا۔ ان میں سے کوئی شخص کسی امیر کی خدمت میں جا کر ملازمت اختیار کرتا اور جب اسے موقع مل جاتا تو یہ امیر پر وار کر دیتا۔ اکثر یہ ہوتا تھا کہ امیر مر جاتا اور اس جرم کی پاداش میں باطنی بھی مار ڈالا جاتا تھا غرض اس طریقہ سے امراء سلجوقیہ کے ایک گروہ کو اس فرقہ نے زیر خاک پہنچا دیا۔

جب سلطان برکیاروق کو اپنے بھائی محمد کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہوئی تو اس وقت یہ فرقہ اس کے تمام لشکر میں ملا ہوا تھا۔ اس گروہ نے آہستہ آہستہ گروہ بندی کر لی تھی۔ امراء لشکر کو ان سے خطرہ پیدا ہوا۔ وقتاً فوقتاً ان لوگوں نے امراء لشکر کو قتل کرنے کی دھمکیاں دیں۔ امراء لشکر ہر وقت مسلح رہنے لگے۔ اور اس امر کی شکایت سلطان برکیاروق سے کی نیز یہ جڑ دیا کہ فرقہ باطنیہ سے اور آپ کے بھائی کے فوج سے مراسم اتحاد ہیں۔ سلطان برکیاروق یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ عام طور سے ان لوگوں کے قتل کی اجازت دے دی خود بھی مسلح ہو کر سوار ہوا۔ اس کی فوج بھی مرتب ہو کر اس کے ہمراہ ہوئی۔ فرقہ باطنیہ پر زمین وسعت و فراخی کے باوجود تنگ ہو گئی۔ جس طرف جاتے تھے قتل کئے جاتے تھے۔ امیر محمد جو علاء الدولہ بن کاکویہ کی نسل سے تھا اور اس مذہب کا ایک ممبر تھا، بہ خوف جان بھاگا۔ مگر اس جان باختہ کو اجل نے نہ چھوڑا۔ بغداد میں ابو ابراہیم استر آبادی سلطان کی سفارت میں گیا ہوا تھا۔ سلطان برکیاروق نے لکھ بھیجا وہیں گرفتار کر کے مار ڈالا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فرقہ باطنیہ پر چاروں طرف سے قتل کی بوچھاڑ پڑ رہی تھی۔ جس طرف آنکھیں اٹھتی تھیں

فرقہ باطنیہ ہی کے مقتول نظر آتے تھے۔ ہر شخص ان کے قتل و خون ریزی پر تلا ہوا تھا۔ یہ واقعات ۴۸۲ھ کے ہیں۔

جب سلطان برکیاروق کے بعد سلطان محمد کا دور حکومت آیا اور اس کی حکومت و سلطنت کو پورے طور سے استحکام حاصل ہو گیا تو سلطان محمد نے قلعہ شاہ در پر جس کا والی احمد بن عطاش تھا فوج کشی کی۔ یہ قلعہ اصفہان کے قریب تھا اور فرقہ باطنیہ کا گویا یہی قلعہ دارالسلطنت تھا۔ ماہ رجب اوائل چھٹی صدی میں اس قلعہ کا محاصرہ کیا گیا۔ اس قلعہ کو چاروں طرف سے سر بفلک پہاڑیاں چھ کوس تک گھیرے ہوئے تھیں۔ سلطان محمد نے اپنے امراء لشکر کو باری باری جنگ کرنے پر مامور کیا اور نہایت حزم و احتیاط اور کمال مستعدی سے اس قلعہ پر مدت دراز تک حملہ کرتا رہا یہاں تک کہ فرقہ باطنیہ شدت جنگ اور طول محاصرہ سے گھبرا گیا۔ فقہا اہل سنت والجماعت سے استفساء کیا جس کا مضمون یہ تھا سادات فقہا و ائمہ دین اس گروہ کی بابت کیا فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھتا ہے اور ناجار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتا ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے۔ لیکن محض امامت میں اختلاف کرتا ہے۔ کیا سلطان وقت کو اس کی موافقت اور رعایت جائز ہے۔ اور ان کی اطاعت قبول کرنا روا ہے اور ہر اذیت سے انہیں بچانا مناسب ہے۔ یا نہیں؟ اکثر فقہا نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔ بعض نے توقف اختیار کیا۔ بحث و مناظرہ کے لئے علماء و فقہا جمع ہوئے۔ سمنجانی جو شافعیہ کے نامی و سربر آوردہ عالم تھے، اس گروہ کے قتل کے وجوب کے قائل ہوئے۔ اور صاف صاف کہہ دیا کہ اس فرقہ کا محض اقرار باللسان اور تلفظ بالشہادتین کافی نہ ہو گا جب تک وہ احکام شرع کی مخالفت سے باز نہ آئیں۔ اس وجہ سے اجماعاً" ان کی خون ریزی مباح ہے۔ بہت دیر تک مناظرہ کرنے کی غرض سے فرقہ باطنیہ کے علماء کو طلب کیا اور روسا اصفہان کو بھی اس جلسہ میں بلایا مگر فرقہ باطنیہ نے حیلہ و حوالہ کر کے ٹال دیا اور یہ سفارت ناکام واپس ہو گئی۔

سلطان محمد جھلا کر محاصرہ میں شدت کرنے لگا۔ فرقہ باطنیہ امان کا خواستگار ہوا اور یہ درخواست کی کہ اس قلعہ کے عوض ہم کو قلعہ خالنجاں مرحمت ہو جو اصفہان سے دس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ اور اس قلعہ سے نکل کر قلعہ خالنجاں میں جانے کے لئے ایک مہینہ کی مہلت دی جائے۔ سلطان محمد نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ فرقہ باطنیہ مال و اسباب فراہم کرنے میں مصروف ہوا ہنوز مدت مقرر تمام نہ ہوئی تھی کہ فرقہ باطنیہ میں سے چند لوگوں نے سلطان محمد کے ایک امیر پر حملہ کر دیا۔ اتفاق یہ کہ یہ امیران کے حملہ سے بچ گیا۔ سلطان محمد کو اس کی خبر لگی تو اس نے پھر محاصرہ کر لیا۔ فرقہ باطنیہ نے پریشان ہو کر امان طلب کی اور قلعہ ناظر و طبس چلے جانے کی اجازت چاہی' اس طرح سے کہ سلطان محمد اپنی فوج کے چند دستوں کو ہمارے ایک حصہ فوج کو قلعہ ناظر میں پہنچانے پر مامور فرمائے اور باقی ماندگان کو قلعہ کے ایک گوشہ میں نظر بند و محبوس رکھے۔ جب یہ حصہ قلعہ ناظر میں پہنچ جائے تو دوسرے حصہ کو جو قلعہ میں محبوس ہے حسن بن صباح کے پاس قلعہ موت میں بھیج دے۔ سلطان محمد نے ان کی یہ درخواست بھی منظور فرمائی۔ چنانچہ پہلا حصہ فرقہ باطنیہ کا سلطانی فوج کے ہمراہ قلعہ ناظر و طبس کو روانہ ہوا۔ سلطان نے قلعہ کے ویران کرنے کا حکم دیا جس کی تعمیل نہایت مستعدی سے شاہی فوج کرنے لگی۔ احمد بن عطاش قلعہ کے ایک برج میں چھپ رہا۔ سپاہیوں نے اس پر حملہ کیا اور بعض سپاہی دوڑ کر سلطانی کے پاس آئے اور اس مکان محفوظ کا جہاں کہ احمد بن عطاش روپوش ہو گیا تھا، پتہ بتایا۔ سلطان نے اشارہ کر دیا۔ ایک امیر چند سپاہیوں کو لے کر اس برج پر چڑھ گیا۔ اور جس قدر فرقہ باطنیہ کے لوگ وہاں پائے گئے سب کو قتل کر ڈالا ان مقتولوں کی تعداد اسی بیان کی جاتی ہے۔ احمد بن عطاش زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ کھال کھینچ کر بھوسہ بھرا گیا۔ اس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی مارا گیا۔ دونوں کے سر اتار کر بغداد بھیجے گئے۔ اس کی بیوی نے یہ دیکھ کر اپنے کو ایک بلند مقام سے نیچے گرا دیا اور ہلاک ہو گئی۔

شام کے اسمٰعیلی

جس وقت ابو ابراہیم استر آبادی بغداد میں حسب تحریر سلطان برکیاروق قتل کر دیا گیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے' اس کا برادر زادہ بہرام دارالخلافت بغداد سے شام کی طرف بھاگ گیا اور وہیں درپردہ اپنے مذہب کی تعلیم و تلقین کرتا رہا۔ رفتہ رفتہ اہل شام کے ایک گروہ نے

اس مذہب کو قبول کرلیا۔ زیادہ تر لوگوں کا اس مذہب کی طرف میلان اس وجہ سے ہوا کہ فرقہ باطنیہ اسمعیلیہ مکرو فریب سے قتل کرنے میں خوب مشہور ہو چکا تھا۔

ابو الغازی بن ارتق والی حلب اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے بسا اوقات فرقہ باطنیہ سے رسم اتحاد رکھتا تھا۔ اس نے علی بن طغتکین اتابک والی دمشق کو بھی اس فرقہ سے مراسم اتحاد قائم کرنے کی ہدایت کی تھی۔ چنانچہ علی نے اس رائے کو قبول کرلیا اور بہرام اس کے پاس چلا گیا۔ اسی زمانے سے اس کی شہرت ہو چلی اور علانیہ اپنے مذہب کی دعوت دینا شروع کر دی۔ ابو علی طاہر بن سعد مزدغانی وزیر مصلحت وقت کی وجہ سے بہرام کی اعانت کرنے لگا۔ تھوڑے ہی دن میں بہرام کی حکومت میں استقلال و استحکام کی کیفیت پیدا ہو گئی اور اس کے مقلدوں کی تعداد بڑھ گئی۔ اس کے باوجود دمشق کے عوام الناس کی مخالفت سے بہرام کو خطرہ تھا۔ علی والی دمشق اور اس کے وزیر ابو علی سے درخواست کی کہ ہم لوگوں کے رہنے اور بوقت ضرورت وہاں پناہ گزین ہونے کے لئے ایک قلعہ عنایت کیا جائے۔ علی نے ۵۲۰ھ میں قلعہ بانیاس دے دیا۔ بہرام نے دمشق میں اپنا ایک نائب مذہبی تعلیم اور تلقین کی غرض سے چھوڑ کر قلعہ بانیاس کا راستہ لیا۔ قلعہ بانیاس میں بہرام کے متمکن ہونے سے ان کے مذہب نے بہت ترقی کی' تمام اطراف و جوانب میں یہ مذہب پھیل گیا اور متعدد قلعوں پر جو کہ اس طرف کے پہاڑوں پر واقع تھے' قابض ہو گیا انہی میں قلعہ قدموس وغیرہ بھی تھے۔

وادی تیم' صوبہ بعلبک میں بہت بڑا گروہ مجوس' نصرانی اور ورزیہ کا رہتا تھا۔ ضحاک نامی ایک امیر ان سب کا سردار تھا۔ ۵۲۲ھ میں بہرام نے ان پر فوج کشی کی اور قلعہ بانیاس پر اپنی طرف سے اسمٰعیل کو بطور نائب مقرر کیا تھا۔ ضحاک نے ایک ہزار کی جمعیت سے بہرام کا مقابلہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ ضحاک نے بہرام کو شکست دے کر اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ بہرام کے سینکڑوں ہمراہی مارے گئے اور خود بھی مارا گیا بقیہ پریشان حال قلعہ بانیاس پہنچے اسمٰعیل نے ان سب کی اشک شوئی کی اور ان پر حکومت کرنے لگا۔

اسمٰعیل نے اپنے مذہب والوں کے منتشر شیرازہ کو یک جا کیا اور اپنے مبلغوں کو اشاعت و تعلیم مذہب کی غرض سے دور دراز ملکوں میں بھیجا' ابو علی وزیر نے اس معاملہ میں اس کا ہاتھ بٹایا اور اس گروہ کی مالی و فوجی امداد کی۔ دمشق میں بہرام کا خلیفہ ابو الوفاء تعلیم و تلقین کر رہا تھا۔ ان وجوہات سے فرقہ باطنیہ کی قوت و شوکت بڑھ گئی۔ مقلدوں کی تعداد میں معقول اضافہ ہو گیا ادھر تاج الملوک بن طغتکین والی دمشق کے قوائے حکمرانی مضمحل ہو چلے۔ تب ابو علی وزیر نے عیسائیوں کو یہ پیام دیا کہ ہم تمہیں دمشق پر اس شرط سے قبضہ دے دیں گے کہ تم ہمیں صور پر قابض کرا دو۔ عیسائیوں نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور اس امر کی تکمیل کے لئے ایک خاص دن مقرر کیا۔ اس کے بعد ابو علی وزیر نے اسمٰعیلیہ سے سازش کرلی اور انہیں عیسائیوں کے مقابلہ پر آمادہ و تیار کر لیا کسی ذریعہ سے اسمٰعیل کو اس کی خبر لگ گئی اس خوف سے کہ مبادا عوام الناس ہماری مخالفت پر کمربستہ نہ ہو جائیں قلعہ بانیاس عیسائیوں کے سپرد کرکے انہی کے یہاں چلا گیا اور وہیں ۵۲۴ھ میں مر گیا۔

اس اطراف میں فرقہ باطنیہ اسمٰعیلیہ کے بہت سے قلعے تھے جو ایک دوسرے سے متصل تھے۔ سب سے بڑا قلعہ مصیات تھا جس وقت سلطان صلاح الدین نے ۵۷۲ھ میں ملک شام پر قبضہ کیا اس وقت اس قلعہ کا بھی محاصرہ کیا اور نہایت سختی سے جنگ شروع کی۔ سنان سردار فرقہ اسمٰعیلیہ نے صلاح الدین کے ماموں شہاب الدین حارمی کو حماۃ میں لکھا کہ صلاح الدین سے مصالحت کرا دو اور مصالحت نہ کرنے کی صورت میں قتل کر ڈالنے کی دھمکی دی۔ شہاب الدین حماۃ سے صلاح الدین کے پاس گیا اور ان کی طرف سے صلاح الدین کے خیالات کی اصلاح کر دی۔ صلاح الدین نے محاصرہ اٹھا لیا۔

عراق کے اسمٰعیلی

اسمٰعیلیہ کے قلعے جو عراق میں تھے جس زمانے میں احمد بن عطاش اور حسن بن صباح نے ان پر بحکمتِ عملی قبضہ حاصل کیا تھا اسی زمانہ سے یہ گمراہیوں اور خباثتوں کے اڈے بنے ہوئے تھے۔ حسن بن صباح کے بہت سے مقالات مذہبی ہیں جو از سرتاپا خیالاتِ رافضہ

میں ڈوبے ہوئے' حد اعتدال سے بڑھے ہوئے اور حد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں۔ روافض ان کو مقالات جدیدہ سے موسوم کرتے ہیں اور ان روافض کے علاوہ جو جادہ اعتدال سے بڑھے ہوئے اور تعصب میں ڈوبے ہوئے ہیں کوئی ان مقالات کو اپنا مذہب و دین نہیں قرار دیتا۔ ان مقالات کا شہرستانی نے کتاب الملل و النحل میں ذکر کیا ہے۔ اگر آپ اس سے واقفیت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو کتاب مذکورہ کا مطالعہ کریں۔

جلال الدین اور فرقہ باطنیہ

چونکہ اس فرقہ کی مضرت اور خون ریزیاں مشہور ہو گئی تھیں اس وجہ سے ملوک اسلام چاروں طرف سے ان پر بہ نیت جہاد فوج کشی کرنے لگے۔ اس اثنا میں ملوک سلجوقیہ کے نظام حکومت میں خلل پیدا ہو گیا اور اتیغمش نے رے اور ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ اس نے ۶۰۳ھ میں فرقہ باطنیہ کے ان قلعوں پر جو قزوین کے قرب و جوار میں تھے فوج کشی کی اور نہایت مستعدی اور ہوشیاری سے محاصرہ کیا۔ چنانچہ ان میں سے پانچ قلعوں کو بزور تیغ فتح کر کے قلعہ موت کا قصد کیا۔ مگر اتفاق سے چند مواقع ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے قلعہ مذکور اتیغمش کے حملوں سے بچا رہا۔ اس کے بعد جلال الدین منکبرتی بن علاء الدین خوارزم شاہ نے جس وقت ہندوستان سے واپس آرہا تھا' بلاد آذر بائیجان اور آرمینیہ پر قبضہ کیا۔ فرقہ اسمٰعیلیہ باطنیہ پر فوج کشی کی اور جیسا کہ اس فرقہ والوں نے امراء اسلام کو قتل کیا تھا، اسی طرح اس فرقہ کے سرداروں کو تہ تیغ اور ان کے آباد شہروں اور قلعوں کو تاخت و تاراج کیا۔ قلعہ موت کے قرب و جوار کے اور وہ تمام قلعے جو خراسان میں تھے، جلال الدین کے حملوں سے ویران اور خراب ہو گئے۔ اس فرقہ نے جس وقت سے تاتاریوں نے خروج کیا تھا' بلاد اسلامیہ کی طرف پاؤں بڑھانے شروع کر دیئے تھے۔ پردہ غیب سے جلال الدین ان کی سرکوبی کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور ۶۲۵ھ میں ان پر فوج کشی کر دی جیسا کہ آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔

فرقہ باطنیہ کا زوال

اس واقعہ سے فرقہ باطنیہ کی کماحقہ گوشمالی ہو گئی اور ان کی بیماری کا علاج کر دیا گیا۔ اس کے بعد جب تاتاریوں کے قبضہ اقتدار میں عنان حکومت آگئی تو ہلاکو نے ۶۵۰ھ میں بغداد سے ان کے قلعوں پر چڑھائی کی۔ اس کے بعد ظاہر نے ان قلعوں پر حملہ کیا جو شام میں تھے۔ اکثر قلعے ان حملوں کی نذر ہو گئے باقی ماندگان نے اطاعت قبول کر لی۔ قلعہ مصیات وغیرہ حکومت کے مطیع ہو گئے۔ اور ان کا زمانہ حکومت اس طرح ختم ہو گیا کہ گویا صفحہ ہستی پر اس کا وجود ہی نہ تھا۔ خال خال جو باقی رہ گئے ان کے ذریعہ سے ملوک باطنیہ اپنے دشمنوں کو دھوکہ فریب دے کر قتل کراتے تھے۔ یہ لوگ اپنے کو فدائیہ کے لقب سے ملقب کرتے تھے یعنی اپنے نفس کو موت کے بدلے میں دے کر اپنا مقصد حاصل کر لیتے تھے۔ واللہ وارث الارض و من علیہا

باب ۱۵

امارت یمامہ

اسمٰعیل کی بغاوت

جس وقت موسیٰ جون بن عبداللہ بن حسن سبط کے دونوں بھائی محمد و ابراہیم روپوش ہو گئے اس وقت خلیفہ ابو جعفر منصور نے ان دونوں کے حاضر کرنے پر موسے جون کو مجبور کیا چنانچہ موسےٰ بن جون نے ان کے حاضر کر دیئے جانے کی ذمہ داری لی اور خود بھی روپوش ہو گیا۔ مگر اتفاق سے خلیفہ منصور نے پتہ لگا کر موسیٰ جون کو گرفتار کر لیا اور ایک ہزار درے لگوائے پھر جب اس کا بھائی محمد المہدی مدینہ میں قتل کیا گیا تو بخوف جان مُوسیٰ جون دوبارہ چھپ رہا حتی کہ جان بچی ہو گیا' اسی کی نسل سے اسمٰعیل اور اس کا بھائی محمد اخیضر پسران یوسف بن ابراہیم بن مُوسیٰ تھے' ۲۵۱ھ میں اسمٰعیل مذکور موسوم بہ سفاک نے سرزمین حجاز میں بغاوت کی اور مکہ کی طرف بڑھا۔ جعفر والی مکہ سباسات بھاگ گیا اسمٰعیل نے اس کے اور شاہی امراء کے مکانات کو لوٹ لیا۔ اہل مکہ اور شاہی لشکر کی کثیر جماعت کو تہ تیغ کیا۔ دو لاکھ دینار اہل مکہ کے لوٹ لیے' مکانات میں آگ لگا دی۔ پچاس دن ٹھہرا رہا بعد ازاں مدینہ منورہ کی جانب کوچ کیا۔ والی مدینہ یہ خبر پا کر روپوش ہو گیا۔ اسمٰعیل نے پہنچتے ہی مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا۔ حتیٰ کہ اہل مدینہ رسد و غلہ کے بند ہو جانے سے بھوکوں مرنے لگے۔ مسجد نبوی میں کئی روز تک نماز بھی نہ پڑھی گئی۔ دارالخلافت میں اس کی خبر پہنچی تو شاہی لشکر تیار کر مدافعت کی غرض سے آپہنچا۔ اسمٰعیل محاصرہ اٹھا کر مکہ معظمہ لوٹ آیا۔ مکہ معظمہ کا دوبارہ محاصرہ کر لیا دو مہینے تک محاصرہ کیے رہا پھر جدہ کا رخ کیا۔ سوداگروں کے مال لوٹ لیے۔ کشتیوں میں جس قدر تجارتی اسباب لدا تھا سب کا سب لوٹ کر مکہ معظمہ کی جانب واپس ہوا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے محمد بن عیسٰی بن منصور اور عیسٰی بن محمد مخزومی مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ خلافت مآب نے ان لوگوں کو دربار خلافت سے اسمٰعیل سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ موقف میں سوائے اسمٰعیل اور اس کے ہمراہیوں کے اور کوئی متنفس نہ تھا۔ چنانچہ اسمٰعیل نے اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔ پھر لوٹ کر جدہ آیا اور دوبارہ اسے تاخت و تاراج کیا۔ اپنے خروج کے ایک سال بعد بعارضہ چیچک آخر ۲۵۲ھ میں زمانہ جنگ مستعین و معتز میں مر گیا۔

بنی اخیضر کا یمامہ پر تسلط

اسمٰعیل سرزمین حجاز میں عرصہ بیس سال سے دوڑ دھوپ کر رہا تھا۔ بوقت وفات اس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اس کی جگہ اس کا بھائی محمد اخیضر متمکن ہوا۔ یہ اس سے بیس برس بڑا تھا اس نے یمامہ کی طرف حملہ کیا اور بزور تیغ اس پر قابض ہو گیا۔ قلعہ خضر کو بھی لے لیا۔ اس کے چار لڑکے تھے محمد' ابراہیم' عبداللہ اور یوسف۔ محمد اخیضر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یوسف حکومت کرنے لگا اور اپنے بیٹے اسمٰعیل کو حکومت و ریاست میں شریک کر لیا۔ پھر جب یوسف مر گیا تو اسمٰعیل تنہا حکومت کا مالک ہوا اس کے تین بھائی اور تھے حسن صالح اور محمد (پسران یوسف)۔ اس کے بعد اس کا بھائی حسن' بعدہ اس کا بیٹا احمد بن حسن یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے اور اس وقت سے برابر یمامہ کی حکومت انہیں کے خاندان میں رہی۔ حتی کہ ان پر قرامطہ غالب آگئے اور ان کی حکومت و سلطنت جاتی رہی۔ والبقاء اللہ وحدہ

ملک مغرب بلاد سوڈان کے شہر خانہ میں جہاں پر بحر محیط ہے' بنی صالح کی حکومت تھی۔ مولف کتاب زجار نے جغرافیہ میں بنی صالح کا

ذکر کیا ہے مگر ہمیں صالح کے نسب سے ایسی واقفیت نہیں جس پر ہمیں اعتماد ہو' بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ صالح عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ ملقب بہ ابو الکرام بن موسیٰ جون کا بیٹا تھا۔ ماموں کے زمانہ خلافت میں خراسان میں اس نے خروج کیا تھا مگر اراکین خلافت کی حسن تدبیر سے پہلے صالح اس کے بعد اس کا بیٹا محمد گرفتار کر لیا گیا تھا۔ باقی ماندہ اس کی اولاد مغرب کی طرف چلی گئی اور شہر خانہ میں اپنی حکومت و ریاست قائم کی۔ ابن حزم نے صالح کو اس نسب سے موسیٰ جون کے اخلاف میں ذکر نہیں کیا۔ شاید یہ وہی صالح ہو جسے ہم نے ابھی یوسف بن اخیضر کی اولاد میں ذکر کیا ہے۔

امارت یمن

مکہ معظمہ ہماری تعریف و توصیف سے زیادہ مشہور و معروف ہے۔ دوسری صدی کے بعد اس کے اصلی باشندے قریش' علویوں کے پے در پے فتنے و فسادات سے جو آئے دن سرزمین حجاز میں ان کی بدولت واقع ہوئے تھے گوشہ گم نامی میں روپوش ہو گئے اور یہ سرزمین مبارک ان کے نام و نشان سے خالی ہو گئی سوائے ان چند لوگوں کے جو بنی حسن کے متبعین میں داخل تھے اور اس متبرک شہر کا حاکم ہمیشہ دربار خلافت سے مقرر ہو کر آیا کرتا تھا اور یہاں پر برابر خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا حتی کہ عہد حکومت مستعین اور معتز میں اور اس دن کے بعد بھی آتش فساد مشتعل ہوئی جس سے اس شہر میں ایک نئی حکومت سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط کی اولاد کی قائم ہو گئی۔

دوسری صدی کے آخر میں اس خاندان کا بزرگ اور قابل فخر ممبر محمد بن سلیمان نامی ایک شخص تھا۔ یہ سلیمان' سلیمان ابن داؤد نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں ابن حزم نے لکھا ہے کہ یہ مدینہ منورہ میں زمانہ خلافت ماموں میں دعوی دار حکومت و ریاست ہوا تھا اور ان دونوں زمانوں میں تقریباً" ایک سو بیس سال کا فرق ہے۔ غرض ۳۰۱ھ عہد خلافت مقتدر میں محمد بن سلیمان نے خلافت عباسیہ کی اطاعت سے انحراف کیا اور موسم حج میں یہ خطبہ دیا:

"الحمد للّٰہ الذی اعادالحق الی نظامه وابز زھرالایمان من اکامه و کمل دعوة خیر الرسل باسباطه لا بنی اعمامه صلی اللّٰہ علیه وعلی اله الطاھرین و کیف عنابرکته اسباب المعتدین و جعلھا کلمة باقیة فی عقبه الی یوم الدین"[1]

خطبہ کے بعد یہ اشعار پڑھے:

لا طلبن بسیفی ماکان للحق دنیا واسطون بقوم بغولوجاروعلینا یھدون کل بلادمن العراق علینا

ہم بزور تیغ راہ حق طلب کریں گے اور جس قوم نے ہم سے عداوت و مخالفت کی اسے اپنی سطوت دکھائیں گے' یہی لوگ عراق کے شہروں کو ہماری مخالفت پر ابھار رہے تھے۔

یہ اپنے کو زیدی کے لقب سے بہ لحاظ اپنے مذہب کے کہ وہ مذہب امامیہ کا ایک شعبہ ہے، ملقب کرتا تھا۔

ابو طاہر قرمطی کا حجاج پر ظلم و ستم

اس زمانے میں عراق کے قافلے مکہ معظمہ برابر آیا کرتے تھے۔ ابو طاہر نے ۳۱۲ھ میں حجاج کے قافلوں سے چھیڑ چھاڑ کی۔ ابو الہیجاء بن حمدان والد سیف الدولہ کو مع ایک گروہ کے قید کر لیا۔ حاجیوں کو تہ تیغ کر کے عورتوں اور بچوں کو چٹیل میدان میں چھوڑ دیا جو بغیر مارے مر گئے۔ قرامطہ کی اس حرکت سے حاجیوں کی آمد عراق سے بند ہو گئی۔ خلیفہ مقتدر نے ۳۱۷ھ میں اپنے خدام میں سے منصور

---

[1] ترجمہ: تمام ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے حق کو اس کے نظام پر لوٹایا اور شگوفہ ایمان کو اس کی آستینوں سے ظاہر کیا اور دعوت خیر الرسل کو اس کے اسباط سے کامل کیا جو کہ اس کے نبی امام بھی ہیں رحمت اللہ کی ان پر ہو اور ان کی آل پاک پر اور ان کی برکت سے دشمنوں کی عداوت ہم سے روک دی گئی اور ان کو ان کی آئندہ نسلوں میں کلمہ باقیہ روز قیامت تک کے لئے بنایا۔

دیلمی کو قرامطہ کی سرکوبی پر مامور کیا۔ چنانچہ یوم الترویہ کو مکہ میں ابو طاہر قرمطی سے منصور دیلمی کی مڈبھیڑ ہوئی مگر شکست اٹھا کر بھاگ گیا۔ ابو طاہر نے حاجیوں کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ کعبہ و حرم میں بھی انہیں قتل کیا۔ چاہ زم زم مقتولوں کی نعشوں سے پر ہو گیا۔ غریب حجاج چلا رہے تھے کیف یقتل جیران اللّٰہ (اللہ کے ہمسایہ کیوں قتل کیے جاتے ہیں) ابو طاہر قرمطی جواب دے رہا تھا لیس بجار من خالف لوامر اللّٰہ ونواھیہ (جو شخص اللہ کے اوامر اور ممنوعات کی مخالفت کرتا ہو اللہ کا ہمسایہ نہیں ہے) اور آیت کریمہ
اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔
یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور ملک میں فساد کرتے ہیں اور پھیلاتے ہیں کہ ان کو قتل کیجئے یا سولی چڑھایئے یا کاٹیے ان کے ہاتھ پاؤں مقابل کا یا جلا وطن کر دیجئے۔ یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کو آخرت میں بڑی مار ہے۔ مگر جنھوں نے توبہ کی تمہارے ہاتھ پڑنے سے پہلے تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

خانہ کعبہ کی بے حرمتی

ابو طاہر قرمطی اس قتل وخون ریزی عام سے فارغ ہو کر حجر اسود کو اٹھا کر احساء لے گیا۔ خانہ کعبہ کا دروازہ کھود کر پھینک دیا۔ ایک شخص میزاب کے اکھاڑنے کو خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھا گرا اور اسی وقت مر گیا۔ ابو طاہر نے کہا جانے دو یہ ابھی محفوظ رہے گا حتی کہ اس کا مالک یعنی مہدی آئے۔

ابو طاہر قرمطی عبیداللہ المہدی والی افریقہ کے نام کا خطبہ پڑھا کرتا تھا جب اس کو ان واقعات کی خبر لگی تو اس نے تہدید کا خط لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے:

"مجھے تیرے خط کے دیکھنے سے تعجب پیدا ہوا کہ تو نے ایسی ناشائستہ حرکات کا ارتکاب کیوں کیا اور کیوں تجھے ایسے افعال شنیعہ کے کرنے کی جرأت ہوئی۔ تو نے اس نے مکان کی بے توقیری کی جہاں کہ زمانہ جاہلیت میں خون ریزی اور اس کے اہل کی اہانت حرام و ممنوع سمجھی جاتی تھی۔ تو نے بہت بڑی زیادتی یہ کی کہ حجر اسود کو کھود لایا جو اللہ تعالیٰ کا یمیں سمجھا جاتا تھا اور جس سے اللہ کے بندے مصافحہ کرتے تھے۔ تجھے اس ناشائستہ اور قبیح حرکت پر یہ خیال پیدا ہوا کہ میں تیرا شکر گزار ہوں گا۔ اللہ کی تجھ پر اور تیرے اس فعل شنیع پر لعنت ہو۔ سلام اس پر جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور جس نے آج کے دن وہ کام کیا جس کا حساب کل اللہ تعالیٰ کو دے سکے گا۔

اس خط کے پہنچنے سے قرامطہ عبیدیوں کی حکومت سے منحرف ہو گئے۔ اس کے بعد ۳۲۰ھ میں خلیفہ مقتدر مونس کی سازش سے قتل کیا گیا' اس کی جگہ اس کے بھائی قاہر نے تخت خلافت پر قدم رکھا۔ اس سال جدید خلیفہ کا امیر حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ آیا مگر آئندہ سال سے حجاج کی آمد عراق سے پھر بند اور منقطع ہو گئی حتی کہ ابو علی یحیٰی فاطمی نے ۳۲۷ھ میں عراق سے ابو طاہر قرمطی کو تحریر کیا کہ حاجیوں کو حج و زیارت سے مانع نہ ہو زیادہ سے زیادہ ان لوگوں سے کچھ بطور ٹیکس لے لیا کرو۔ ابو طاہر چونکہ ابو علی کی دینداری کی وجہ سے زیادہ عزت کرتا تھا اس وجہ سے اس تحریر کے بموجب حاجیوں سے ٹیکس لینے لگا اور حج کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ ایک ایسا وقت گزرا ہے جس کی نظیر اسلام میں ڈھونڈھے نہ ملے گی۔

خطبہ خلافت عباسیہ

اس سال مکہ معظمہ میں خلیفہ راضی بن مقتدر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد ۳۲۹ھ میں اس کے بھائی متقی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ان سالوں میں عراق سے حاجیوں کا کوئی قافلہ نہیں آیا۔ ۳۳۳ھ میں توزوار امیر الامراء کی عاقلانہ تدابیر سے مستکفی بن مکتفی دارالخلافت بغداد میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس سال بوجہ مصلحت حاجیوں کا قافلہ حج کرنے کے لئے ابو طاہر کے بعد مکہ معظمہ میں

آیا۔ پھر ۳۳۴ھ میں جب کہ معز الدولہ دار الخلافت بغداد پر قابض ہو گیا اور خلیفہ مستکفی کی آنکھیں نکلوا کر جیل میں ڈال دیا خلیفہ مطیع بن مقتدر کے نام کا خطبہ مکہ معظمہ میں پڑھا گیا۔ اس خطبہ میں خلیفہ مطیع کے نام کے ساتھ معز الدولہ کا نام بھی خطبہ میں داخل و شامل تھا۔ قرامطہ کی شہرت اور فتنہ سے حاجیوں کی آمد پھر بند ہو گئی۔ ۳۳۹ھ میں خلیفہ منصور علوی والیٔ افریقہ کے حکم سے احمد بن سعید سردار قرامطہ نے حجر اسود کو مکہ معظمہ واپس کر دیا۔

۳۴۲ھ سے پھر حج کا سلسلہ شروع ہوا' چنانچہ عراق اور مصر سے اپنے اپنے امیروں کے ساتھ حجاج کا ایک جم غفیر حج کرنے کے لیے آیا۔ اتفاق سے دونوں گروہوں میں چل گئی نزاع یہ تھی کہ عراق کے حجاج اور اس کے امیر کا منشا یہ تھا کہ خطبہ ابن بویہ کے نام کا پڑھا جائے اور امیر حجاج مصریہ چاہتا تھا کہ ابن اخشید والی مصر کا نام خطبہ میں داخل کیا جائے۔ اس واقعہ میں مصریوں کو شکست ہوئی خطبہ ابن بویہ کے نام کا پڑھا گیا۔ اس زمانے سے حاجیوں کی آمدورفت پھر شروع ہوئی۔ ۳۴۸ھ میں بغداد اور مصر سے حاجیوں کا بہت بڑا قافلہ آیا۔ عراقی قافلہ کا امیر محمد بن عبید اللہ تھا[1]...... امیر قافلہ مصری نے اس درخواست کو منظور کر لیا چنانچہ محمد بن عبید اللہ منبر کے پاس آیا اور ابن بویہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم دیا۔مصریوں کو یہ امر ناگوار گزرا مگر اپنے امیر کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکتے تھے مجبوراً" خاموش رہے مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ادھر مصری قافلہ کے امیر کو کافور اخشیدی نے جو اس کا سردار تھا، زجروتوبیخ کی اور گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ کہا جاتا ہے کہ کافور نے اسے قتل کر ڈالا۔ ادھر ابن بویہ نے محمد بن عبید اللہ سے اس مصالحت پر مواخذہ کیا۔ ۳۵۶ھ میں عراق کا قافلہ پھر حج کرنے کے لئے آیا۔اس قافلہ کا سردار ابو احمد موسوی پدر شریف رضی تھا جو طالبیوں کا نقیب تھا۔اس سال بنو سلیم نے مصری قافلہ کو لوٹ لیا اور اس کے امیر کو مار ڈالا۔

ابو الحسن قرمطی اور خلیفہ مطیع

۳۵۷ھ میں پھر ابو احمد مذکور امیر حجاج ہو کر مکہ معظمہ آیا' مکہ معظمہ میں بختیار بن معز الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا ان دنوں بغداد کے تخت خلافت پر مطیع عباسی جلوہ افروز تھا پھر ۳۶۳ھ میں قرامطہ کے سردار کے نام کا خطبہ مکہ معظمہ میں پڑھا گیا۔ جب احمد قرمطی مر گیا' ابو الحسن قرمطی اور تاج دار دولت عبیدیہ سے باہم جھگڑا ہو گیا' ابو الحسن حکومت عبیدہ کی مخالفت کا اعلان کر کے خلیفہ مطیع عباس کا مطیع ہو گیا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ خلیفہ مطیع نے یہ خبر پا کر سیاہ پرچم روانہ کئے خوشنودی کا اظہار کیا' اس کے بعد ابو الحسن نے فوجیں آراستہ کر کے دمشق پر چڑھائی کی جعفر بن فلاح سپہ سالار علویین اور ابو الحسن سے معرکہ آرائی ہوئی آخر کار ابو الحسن نے جعفر کو قتل کر کے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ مطیع کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ چند دن بعد ابو الحسن اور ہواخواہان جعفر میں ان بن ہو گئی' خون ریزی اور قتل وغارت کے دروازے کھل گئے۔ معز علوی نے ایک شخص کو صلح کرانے کی غرض سے روانہ کیا اور مقتولوں کی دیت (خون بہا) اپنے خزانہ سے ادا کیے جانے کا حکم دیا۔ ان واقعات کے بعد ابو الحسن نے مصر میں وفات پائی۔ اس کا بھائی عیسیٰ اس کی جگہ متمکن ہوا۔ اس کے بعد ابو الفتوح حسن بن جعفر ۳۸۴ھ میں اس کا جانشین ہوا۔ پھر جب عضد الدولہ کی فوجیں آئیں تو حسن بن جعفر' مدینہ منورہ بھاگ گیا اور جب عزیز کا رملہ میں انتقال ہوا' بنو ابی طاہر اور بنو احمد بن ابی سعید میں مخالفت کی وجہ سے پھر گرم بازاری پیدا ہو گئی۔خلیفہ طائع کی جانب سے ایک امیر علوی مکہ معظمہ آیا اور وہاں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ ۳۶۷ھ میں عزیز نے مصر سے بادلیس بن زیری صنہاجی برادر بلکین والی افریقہ کو امیر حجاج مقرر کر کے روانہ کیا۔اس نے حرمین پر قبضہ کر لیا اور اس کے نام کا خطبہ وسکہ جاری کیا۔ ان دنوں عضد الدولہ عراق میں اپنے ابن عم بختیار کے جھگڑوں میں مصروف تھا۔ اس وجہ سے عراق کا قافلہ نہیں آیا۔ سال آئندہ عراق کا قافلہ آیا اور ابو احمد موسوی نے عضد الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ خلافت عباسیہ کا خطبہ مکہ معظمہ سے ختم ہو گیا اور خلفا مصر عبیدیہ کا ایک زمانہ تک خطبہ قائم رہا' ابو الفتوح کی شان و شوکت یوماً" فیوماً" بڑھتی گئی اور اس کی امارت و حکومت کو مکہ معظمہ میں استحکام حاصل ہوتا گیا۔

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔مترجم

۳۹۶ھ میں خلیفہ قادر نے ابو الفتوح سے عراق کے حاجیوں کو حج کرنے کی اجازت طلب کی' ابو الفتوح نے باہمیں شرط منظور کیا کہ خطبہ حاکم والی مصر کے نام کا پڑھا جائے' حاکم نے یہ سن کر ابن جراح امیر طی کو حاجیوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے کے لئے لکھ بھیجا' اس مرتبہ قافلہ حجاج کا امیر شریف رضی اور اس کا بھائی مرتضیٰ تھا' ابن جراح ان لوگوں سے بہ ملاطفت پیش آیا' کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کی اس شرط سے کہ پھر دوبارہ نہ آئیں۔ اس کے بعد ۳۹۴ھ میں حجاج عراق سے اصفر ثعلبی نے جس وقت کہ جزیرے پر قبضہ حاصل کیا تھا تعرض کیا۔ اتفاق سے اس قافلہ میں دو قاری تھے' انہوں نے اس کو سمجھایا بجھایا۔ آئندہ سال خفاجہ کے دیہاتیوں نے حجاج کے قافلے پر تاخت و تاراج کا ہاتھ بڑھایا اور ان غریبوں کو لوٹ لیا۔

علی بن یزید امیر بنی اسد ان کے تعاقب میں روانہ ہوا چنانچہ ۴۰۲ھ میں ان لوگوں سے مڈبھیڑ ہوئی' پھر سال آئندہ ان لوگوں نے یہی حرکت کی' علی بن یزید کی بہت بڑی شہرت ہوئی اور اس کی قوم پر اس کی سرداری کا یہی سبب ہوا۔ ۴۰۸ھ میں حاکم نے اپنے عمال کو تبرا ابو بکرؓ و عمرؓ کا لکھا۔ ابو الفتوح امیر مکہ نے اس کی تعمیل سے انکار کیا اور حاتم سے باغی ہو گیا۔ اس کے وزیر ابو القاسم مغربی نے خود مختار حکومت کی ترغیب دی۔ حاکم نے اس کے باپ اور اعمام (چچاؤں) کو قتل کر ڈالا۔ ابو الفتوح کو اس سے سخت برافروختگی پیدا ہوئی اور اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔ الراشد باللہ کا لقب اختیار کیا اور سامان سفر درست کر کے شہر رملہ کی طرف ابن جراح امیر طے سے امداد کے لئے اس باعث کہ ابن جراح اور حاکم کے درمیان مخالفت تھی' کوچ کیا' حاکم نے یہ خبر پا کر بنی جرح کو بہت سا مال دے کر مالا مال کر دیا۔ ان لوگوں نے ابو الفتوح کے ساتھ بد عہدی کی اور اسے حاکم کے حوالے کر دیا۔ اس کا وزیر مغربی ابن سبا کے ساتھ دیار بکر سرزمین موصل بھاگ گیا اور تہامی رے چلا گیا۔ حاکم نے حرمین شریفین میں غلہ بھیجنا بند کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ابو الفتوح نے حاکم کی اطاعت قبول کر لی۔ حاکم نے اس کی تقصیر معاف کر دی اور امارت مکہ پر بھیج دیا۔

حجرِ اسود کی بے حرمتی

ان سالوں میں عراق سے کوئی شخص حج کرنے نہیں آیا تھا۔ ۴۱۳ھ میں اہلِ عراق کے ساتھ ابو الحسن محمد بن حسن اقساسی فقیہ طالبین حج کرنے کے لئے آیا' قبیلہ طے سے بنو بنہان نے جس کا امیر حسان بن عدی تھا' حاجیوں کے قافلہ سے چھیڑ چھاڑ کی۔ اہل قافلہ نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا' کمال مردانگی سے بنو بنہان کو شکست دے کر امیر حسان کو مار ڈالا۔ اس سال مکہ معظمہ میں ظاہر بن حاکم کا خطبہ پڑھا گیا۔ ۴۱۳ھ کے موسم حج میں اہل مصر میں سے ایک شخص نے یہ کہہ کر کہ تو کب تک معبود بنا رہے گا اور کب تک تجھے بوسہ دیا جائے گا' حجر اسود پر ایک پتھر کا ٹکڑا کھینچ مارا جس سے حجرِ اسود میں گڑھا پڑ گیا۔ لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور مار ڈالا۔ اس واقعہ سے اہلِ عراق کو جوش پیدا ہوا۔ اہلِ مصر پر حملہ آور ہوئے اور ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور ان کی خوب مرمت کی۔

اس کے بعد ۴۱۴ھ میں عراقی قافلہ کے ساتھ نقیب بن اقساسی امیر حج ہو کر آیا لیکن عرب کی لوٹ مار سے ڈر کر دمشق شام واپس گیا' پھر آئندہ سال حج کو آیا۔ اس کے بعد عراق کے حاجیوں کا کوئی قافلہ حج کو نہ آیا حتیٰ کہ خلیفہ قائم عباسی نے ۴۲۲ھ میں بیعتِ خلافت لی اور یہ قصد کیا کہ حاجیوں کا قافلہ روانہ کرنا چاہیے مگر عرب کے غلبہ اور بنو بویہ کی حکومت ختم ہونے کے سبب سے اپنے اس ارادے پر قادر نہ ہو سکا۔ اس کے بعد مکہ معظمہ میں مستنصر بن ظاہر کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد امیر ابو الفتوح حسن بن جعفر بن محمد ابن سلیمان سردار مکہ و بنی سلیمان ۴۳۰ھ میں اپنی حکومت کے چالیسویں برس انتقال کر گیا۔ اس کے بعد امارت مکہ پر اس کا بیٹا شکر متمکن ہوا۔ اس سے اور اہلِ مدینہ سے چند وقائع پیش آئے۔ جس کے دوران اس نے مدینہ منورہ پر بھی قبضہ کر لیا اور حرمین شریف کی عنانِ حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لے لی' اسی کے عہد حکومت میں بنی سلیمان کی امارت ۴۳۰ھ مکہ معظمہ سے جاتی رہی اور بنو ہاشم کا دورِ حکومت شروع ہوا جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جائے گا۔

اسی شکر کی نسبت بنو ہلال بن عامر کا یہ خیال ہے کہ اس نے جاریہ بنت سرجان امیر انیج سے نکاح کیا تھا۔ یہ خبران لوگوں میں دور دور تک مشہور ہے اور چند حکایتیں بھی نقل کی جاتی ہیں جنہیں وہ لوگ اپنے زبان کے اشعار سے مرصع کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسے شریف ابن ہاشم کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ابن حزم کہتا ہے کہ جعفر بن ابی ہاشم نے زمانہ اخشیدین میں مکہ پر قبضہ کیا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عیسے ابن جعفر اور ابو الفتوح بعدہ شکر بن ابو الفتوح نے حکمرانی کی اس کے بعد حکومت مکہ پر اس کا ایک غلام قابض ہو گیا۔

یہ ابو ہاشم جس کی طرف جعفر منسوب کیا گیا وہ ابو الہاشم نہیں ہے جس کا ذکر آئندہ آنے والا ہے کیونکہ یہ زمانہ اخشیدین میں تھا اور وہ عہد خلافت مستضی میں اور ان دونوں زمانوں میں تقریباً" ایک سو سال کا فرق ہے۔

امارت مکہ

ہواشم امرائے مکہ ابو ہاشم محمد بن حسن بن محمد بن مُوسٰی بن عبداللہ ابی الکرام بن موسیٰ جون کی اولاد سے ہیں۔ان کا نسب مشہور و معروف ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔ ہواشم اور سلیمانیوں میں بے حد اختلاف اور جھگڑے ہوئے۔جس وقت شکر نے وفات پائی اس وقت بنی سلیمان کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا' اس وجہ سے کہ اس نے کوئی یادگار سلسلۂ النسل نہیں چھوڑا تھا' اس کے مرنے پر طرب بن احمد پیش پیش ہو گیا حالانکہ یہ خاندانِ امارت سے نہ تھا۔اس کی شجاعت و مردانگی کی وجہ سے لوگوں نے اسے اپنا سردار بنا لیا تھا۔ ان دنوں ہواشم کا سردار' محمد بن جعفر بن ابو ہاشم محمد تھا۔ اس نے ہواشم پر نہایت نیک نامی کے ساتھ حکومت کی' اس کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے اس کا بہت شہرہ ہوا۔ ۴۵۴ھ میں شکر کے انتقال کے بعد ہواشم اور بنی سلیمان میں لڑائی ہوئی۔ ہواشم نے بنی سلیمان کو شکست دے کر سرزمین حجاز سے باہر نکال دیا۔ بنی سلیمان بحال پریشان یمن چلے گئے اور یمن پہنچ کر اپنی حکومت و ریاست کی بنیاد ڈالی جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جائے گا۔ اس واقعہ کے بعد محمد بن جعفر استقلال و استحکام کے ساتھ مکہ معظمہ کی امارت کرنے لگا اور مستنصر عبیدی کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔

جس وقت سلطان الپ ارسلان بغداد اور محل سرائے خلافت پر قابض ہوا خلیفہ قائم نے سلطان الپ ارسلان سے درخواست کی کہ جس طرح ممکن ہو حج کا راستہ کھول دینا چاہیے۔ سلطان نے بہت سا مال و زر اس معاملہ میں صرف کیا اور عرب سے ضمانت لی' چنانچہ ۴۵۶ھ سے حجاج عراق کا قافلہ آنے لگا۔ ابو الغنائم نور الدین مہدی زینبی نقیب الطالبین لوگوں کے ساتھ حج کرنے مکہ معظمہ آیا اور اگلے سال بیت اللہ الحرام سے واپس ہو کر گیا۔

۴۵۸ھ میں امیر محمد بن جعفر عبیدیوں کی اطاعت سے روگرداں ہو کر خلافت عباسیہ کا مطیع ہو گیا۔ اس وجہ سے مکہ معظمہ کی رسد جو مصر سے آیا کرتی تھی بند ہو گئی۔ اس پر اہل مکہ نے امیر محمد کو ملامت و نصیحت کی' تب امیر محمد پھر خلفا عبیدین کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ خلیفہ قائم نے عتاب آموز خط تحریر کیا اور بہت سا مال و زر دے کر بہ نظرِ تالیفِ قلوب بھیجا' چنانچہ امیر محمد نے ۴۶۳ھ کے موسم حج میں دوبارہ خلیفہ قائم کے نام کا خطبہ پڑھا اور خلیفہ مستنصر علوی کو مصر میں معذرت کا خط روانہ کیا۔اس کے بعد خلیفہ نے ابو الغنائم زینی کو ۴۶۳ھ میں عراقی قافلہ کا امیر مقرر کر کے حج کے لئے بھیجا۔ اس مرتبہ اس کے ساتھ بہت بڑا لشکر تھا اور سلطان الپ ارسلان کی طرف سے امیر مکہ کے لئے دس ہزار دینار اور ایک قیمتی خلعت بھی تھا۔ ابو الغنائم اور امیر محمد بن جعفر والی مکہ موسم حج میں جمع ہوئے اور حسب تحریک دربار خلافت امیر محمد نے خطبہ دیا

الحمد للہ الذی ھدانا الی اھل بیتہ بالرای المصیب و عوض بیتہ بلیسة بالشباب بعد لیسة المشیب وامال قلوبنا الی الطامة ومتابعہ امام الجماعة

امیر محمد بن جعفر والیٔ مکہ

خلیفہ مستنصر یہ خبر پا کر ہواشم سے بگڑ گیا اور سلیمانیوں کی جانب مائل ہو گیا۔ علی بن محمد صلیحی کو جو اس کی دعوت خلافت کا یمن میں

افسرِ اعلیٰ تھا لکھ بھیجا کہ سلیمانیوں کو جس طرح ہو پھر حکومت دی جائے اور اس کام کو انجام دینے کے لئے فوراً" مکہ معظمہ روانہ ہو جاؤ چنانچہ صلیحی فوجیں تیار کر کے سلیمانیوں کو حکومت مکہ دلانے کے لئے روانہ ہوا۔ سفر و قیام کرتا ہوا ہجم پہنچا۔ سعید بن نجاح احوال جو بنی صلیحی سے کسی زمانے میں مغلوب ہو گیا تھا ہند سے واپس آ گیا تھا اور صنعا میں داخل ہو کر لوٹ مار شروع کر دی تھی صلیحی نے یہ خبر پا کر ستر آدمیوں سے اس کا پیچھا کیا اس وقت سعید کے ہمراہ پانچ ہزار سپاہی ہجم میں تھے۔ سعید نے اس سے مطلع ہو کر صلیحی پر حملہ کر دیا اور مار ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد امیر محمد بن جعفر نے ترکی فوجیں فراہم کر کے مدینہ منورہ پر دھاوا کیا اور بنی حسن کو وہاں سے نکال کر خود قابض ہو گیا' مدینہ منورہ پر قبضہ کر لینے سے امیر محمد حرمین شریفین کا والی بن بیٹھا۔

شیعہ سُنّی فساد

اس اثنا میں خلیفہ قائم عباسی کا انتقال ہو گیا۔ اس کے مرنے سے جو کچھ دربار خلافت بغداد سے مکہ معظمہ آتا تھا بند ہو گیا' امیر محمد بن جعفر نے خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھنا بند کر دیا۔ اگلے سال ابو الغنائم زینبی پھر حج کرنے کے لیے آیا اور جس قدر مال و زر دربار خلافت کی جانب سے امیر محمد کو دیا جاتا تھا کل کا کل ادا اور بے باق کر دیا۔ امیر محمد نے پھر عباسیہ کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ اس کے بعد ۴۷۰ھ میں خلیفہ مقتدی نے ایک منبر بطرز جدید مکہ معظمہ روانہ کیا' یہ منبر لکڑی کا تھا نقش نگار سونے کا بنایا تھا اور سونے ہی سے اس پر خلیفہ مقتدی کا نام لکھا ہوا تھا' اس مرتبہ امیر قافلہ حجاج ختلغ ترکی تھا' یہ پہلا شخص تھا جو ترکوں سے امیر حج ہو کر مکہ معظمہ آیا تھا' یہ کوفہ کا والی تھا اس نے عرب کو بے حد ستایا اور طرح طرح کے ظلم و ستم کیے' اتفاق سے شیعہ اور اہل سنت و جماعت کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ منبر توڑ کر جلا دیا گیا مگر حج کے مناسک پورے کیے گئے پھر ۴۷۳ھ میں شیعہ اور اہل سنت و جماعت کے درمیان آتش فتنہ و فساد دوبارہ مشتعل ہو گئی۔ اور خلیفہ مستنصر کے نام کا خطبہ موقوف ہو کر خلیفہ مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اس وقت سے ختلغ حجاج کی امارت پر برابر مامور رہا۔ اس کے بعد خمار تکین مقرر کیا گیا' یہاں تک کہ سلطان ملک شاہ اور اس کے وزیر الملک نے وفات پائی' خلفا عباسیہ کا خطبہ مکہ معظمہ سے منقطع ہو گیا' چونکہ سلاطین سلجوقیہ آپس کی لڑائی میں مصروف ہو گئے تھے اور عربوں نے لوٹ مار شروع کر دی تھی اس وجہ سے حجاج کا قافلہ عراق سے آنا بند ہو گیا۔ اتنے میں خلیفہ مقتدی تاج دار عباسیہ نے بغداد میں وفات پائی اس کی جگہ اس کا بیٹا مستظہر تخت خلافت پر متمکن ہوا' خلیفہ مستنصر علوی والی مصر کا بھی پیام اجل آ پہنچا' اس کی جگہ اس کے بیٹے مستعلی کی خلافت کی بیعت لی گئی[1]..... اپنی امارت سے یہ وہی شخص ہے جس نے مکہ معظمہ میں خلافت عباسیہ کی اطاعت کا اظہار کیا تھا اور اس کا خطبہ پڑھا تھا اور اسی وجہ سے اس کی حکومت کی بنا پڑی تھی' گاہے گاہے خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھنا موقوف بھی کر دیتا تھا۔

امیر قاسم بن محمد

امیر محمد کے بعد اس کا بیٹا قاسم والی مکہ ہوا اس کا زمانۂ حکومت بد امنی اور پریشانی میں گزرا مگر بنو یزید والی حلہ نے نہایت مستعدی اور انتظام سے امن کا سلسلہ قائم کیا جس سے اہلِ عراق ہر سال حج کو آنے لگے۔ ۵۱۱ھ میں نظر خادم منجانب خلیفہ مسترشد عراق کے قافلہ کے ساتھ حج کرنے کے لئے آیا۔ خلعت اور مال و زر مرسلہ خلیفہ امیر مکہ تک پہنچایا۔ قاسم بن محمد اپنی امارت کے تیس برس بعد ۵۱۸ھ میں انتقال کر گیا اس کا زمانہ حکومت نہایت اضطراب اور پریشانی میں گزرا۔

اس کے مرنے پر اس کا بیٹا ابو قلیبہ امارت مکہ پر متمکن ہوا اس نے زمام حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لیتے ہی خلافتِ عباسیہ کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا اور اس کے محاسن اور معدلت کی تعریف کرنے لگا۔ نظر خادم امیر حجاج' قافلہ عراق کے ساتھ حج کو آیا۔ خلعت مال اور زر امیر مکہ کو دینے کے لیے ہمراہ لایا۔ ۵۲۷ھ میں ابو قلیبہ نے اپنی حکومت کے دس سال پورے کر کے وفات پائی اس وقت خلافتِ عباسیہ

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔ مترجم

کا خطبہ مکہ معظمہ میں پڑھا جاتا تھا اور قافلۂ حجاج کی امارت پر نظر خادم تھا۔
خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود کے جھگڑوں، نزاعات اور واقعۂ قتل نے حاجیوں کے قافلہ کی آمد بند کر دی۔ اگلے سال نظر خادم پھر امیر حجاج ہو کر قافلہ کے ساتھ آیا۔ اسماء، صبیحہ والیہ، یمن نے قاسم بن قلیبہ کے پاس سفارت بھیجی، دھمکی کا خط لکھا۔ قاسم نے خلیفہ حافظ کا خطبہ موقوف کرنے کا وعدہ کیا۔ اتفاق یہ کہ دفعتاً اسماء کو موت آگئی جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے اسے بچالیا۔ چونکہ ان سالوں میں فتنہ اور فسادات آئے دن وقوع میں آتے رہتے تھے اور گرانی بھی بے حد تھی اس وجہ سے حاجیوں کی آمد عراق سے بند ہوگئی پھر ۵۴۴ھ میں نظر خادم امیر حج ہو کر عراق سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوا، اور اثنا راہ میں راہیِ ملکِ عدم ہوگیا۔ اس کی جگہ اس کا آزاد غلام قیماز امیر قافلہ ہوا، بادیہ نشینانِ عرب نے یہ خبر پا کر قافلہ لوٹ لیا مگر سال آئندہ سے قیماز ہی امیرِ حج ہو کر قافلہ کے ساتھ آتا رہا اور مکہ معظمہ میں ۵۵۵ھ تک خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا جاتا رہا۔

والیِ مکہ عیسیٰ بن قاسم کی معزولی

اس کے بعد خلیفہ مستنجد کی خلافت کی بیعت لی گئی۔ اس کے نام کا بھی خطبہ مکہ معظمہ میں پڑھا گیا، جیسا کہ اس کے باپ مقتفی کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ ۵۶۶ھ میں قاسم ابن ابو قلیبہ مار ڈالا گیا۔ خلیفہ مستنجد نے عراق کے قافلہ حجاج کے ساتھ طاشتکین ترکی کو امیر مقرر کر کے روانہ کیا۔ اس اثنا میں عبیدیوں کی دولت کا دور مصر سے ختم ہو گیا اور سلطان صلاح الدین بن نجم الدین ایوب مصر کی حکومت پر قابض ہو گیا۔ اس نے مکہ اور یمن کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں داخل کر لیا۔ حرمین میں خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ ۵۷۵ھ میں خلیفہ مستضیء نے وفات پائی اس کا بیٹا ناصر تخت خلافت پر متمکن ہوا اس کے نام کا بھی خطبہ حرمین میں پڑھا گیا۔ اس کی ماں ۵۷۵ھ میں حج کرنے آئی جب واپس ہو کر دار الخلافت بغداد پہنچی تو خلیفہ ناصر کو وہ سب حالات بتائے جو اس زمانہ حج میں عیسیٰ بن قاسم والی مکہ کے معلوم ہوئے تھے۔ خلیفہ ناصر نے اسے امارت مکہ سے معزول کر کے اس کے بھائی مکثر بن قاسم کو سند امارت عطا کی، یہ جلیل القدر شخص تھا۔ اس نے ۵۸۹ھ میں وفات پائی جس سنہ میں کہ سلطان صلاح الدین کا انتقال ہوا اس کے بعد سے ہواشم کی حکومت میں ضعف پیدا ہو گیا، ابو عزیز قتادہ باپ کی جانب سے ہواشم کے سلسلۂ نسب میں نہ تھا بلکہ اس کا سلسلۂ نسب ماں کی جانب سے تھا، مکثر کے بعد حکمران مکہ ہوا۔ قصہ مختصر اس طرح پر ہواشم کا دور حکومت ختم ہو گیا۔

امارت بن قتادہ

بنو قتادہ نے ہواشم کے بعد جن کا تذکرہ اوپر لکھا گیا ہے، مکہ معظمہ پر حکومت کی۔ موسیٰ بن جون کی اولاد سے جن کا ذکر بن حسن کے ضمن میں ہو چکا ہے، عبداللہ ابو اکرم نامی ایک شخص تھا (جیسا کہ علماء نسب بیان کرتے ہیں) ان کے تین بیٹے تھے: سلیمان، زید اور احمد۔ انہی میں سے اس کی اولاد کا سلسلہ چلا۔ زید کی اولاد آج کل صحرا میں نہر حسنیہ پر آباد ہے اور احمد کی اولاد ینبع میں۔ باقی رہا سلیمان اس کی نسل سے مطاعن بن عبدالکریم بن یوسف بن عیسیٰ بن سلیمان تھا۔ مطاعن کے دو بیٹے ادریس اور ثعلب تھے ثعالبہ حجاز میں تھے، ادریس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک قتادہ نابغہ اور دوسرا صرخہ۔ صرخہ سے ایک گروہ کا سلسلہ چلا جو شکرہ نام سے معروف و مشہور ہیں۔ قتادہ نابغہ کی کنیت ابو عزیز تھی، اس کے لڑکوں سے علی اکبر اور اس کا حقیقی بھائی حسن تھا۔ حسن کے چار لڑکے تھے ادریس، احمد، محمد اور جماز، اس کی اولاد میں ینبع کی امارت رہی۔ انہیں میں سے اس وقت دو امیر ینبع کی امارت کرتے ہیں جو ادریس بن حسن بن ادریس کی اولاد سے ہیں اور ابو عزیزہ قتادہ نابغہ کی اولاد ان دنوں امیر مکہ معظمہ ہیں۔ بنو حسن ان دنوں جب کہ مکہ میں ہواشم کی حکومت کا دور تھا، نہر ملقیم وادی ینبع میں سکونت پذیر تھے اور یہ سب کے سب خانہ بدوش بادیہ نشین تھے۔

جس وقت قتادہ اپنے خاندان میں نشوونما پا کر سن شعور کو پہنچا تو اپنی قوم کو جو کہ مطاعن کی اولاد سے تھی، جمع کیا اور انہیں مسلح کر کے حملہ کر دیا۔ وادی ینبع میں اس وقت بنو خراب جو کہ عبداللہ بن حسن بن حسن کی اولاد سے تھا اور بنو عیسٰی بن سلیمان بن موسٰی جون حکومت کر رہے تھے ان سے اور بنو مطاعن سے معرکہ آرائی ہوئی۔ اس وقت بنو مطاعت کا امیر عزیز قتادہ تھا۔ چنانچہ ابو عزیز قتادہ کو ینبع سے نکال باہر کر کے ینبع اور صفراء پر قبضہ کر لیا اور آہستہ آہستہ اپنی فوج اور غلاموں کو ضرورت کے موافق بڑھا لیا۔

قتادہ کا مکہ پر قبضہ

ابو عزیز قتادہ عہدِ خلافت خلیفہ مستنصر عباسی چھٹی صدی ہجری کے وسط میں تھا۔ اس وقت مکہ معظمہ کی زمام حکومت جعفر بن ہاشم بن حسن بن موسی بن ابی الکرام عبداللہ کی اولاد کے قبضہ میں تھی جو کہ ہواشم سے تھے اور مکثر بن عیسٰی بن قاسم ان کا جانشین ہو گیا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے کوہ ابو قبیس پر قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ اس نے ۵۸۵ھ میں وفات پائی۔ قتادہ نے فوجیں آراستہ کر کے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی اسے ان کے قبضہ سے نکال لیا۔ قبضہ حاصل کر لینے کے بعد خلیفہ ناصر عباسی کے نام کا خطبہ پڑھا۔ تقریباً" چالیس سال تک اس مقدس شہر پر حکومت کرتا رہا۔ اس کی حکومت کو حد درجہ استحکام اور استقلال حاصل ہوا" تمام اطرافِ یمان میں اس کی حکومت پھیل گئی۔

۶۰۳ھ میں وجہ السبع ترکی (خلیفہ ناصر کا غلام) امیر قافلہ ہو کر حج کرنے کے لیے آیا مگر بہ خوف عرب درمیان راہ سے بھاگ گیا۔ قافلہ کو عرب نے لوٹ لیا۔ ۶۰۸ھ میں حاجیان عراق میں سے ایک شخص نے شریف مکہ پر جو کہ قتادہ کے اعزہ سے تھا، حملہ کر کے قتل کر ڈالا" شرفاء مکہ نے امراء قافلہ پر اس کا الزام لگایا اور سب نے جمع ہو کر قافلہ پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک بڑی جماعت کو قتل کر ڈالا" اس کے بعد شرفاء مکہ نے تالیفِ قلوب کی نظر سے ایک وفد دارالخلافت بغداد روانہ کیا۔ قتادہ نے بھی اپنے لڑکوں میں سے ایک لڑکے کو خلافت مآب کو راضی کرنے کے لیے بغداد بھیجا۔ خلافت مآب نے فریقین میں مصالحت کرا دی۔

خلیفہ ناصر اور قتادہ

۶۱۵ھ میں خلیفہ ناصر تاج دار دولت عباسیہ عادل بن ایوب اور ان دونوں کے بعد کامل بن عادل کے نام کا خطبہ مکہ معظمہ میں پڑھا گیا اور ۶۱۶ھ میں تاتاریوں نے خروج کیا۔ قتادہ عادل تھا اس کے زمانہ میں نہایت امن و امان رہا۔ اس نے خلفاء اور ملوک میں سے کسی کے ساتھ زیادتی اور سرکشی نہیں کی۔ یہ کہا کرتا تھا کہ میں خلافت و امارت کا مستحق ہوں۔ دارالخلافت بغداد سے مال و زر اور خلعت ہمیشہ اس کے لیے آیا کرتے تھے۔ ایک بار خلیفہ ناصر نے اسے بلا بھیجا تھا اس نے جواباً" یہ چند اشعار لکھ بھیجے۔

ولی کف ضرغام اذل ببسطها[۱]
واشری بها عز الوری و ابیع
تظل ملوک الارض تلثم ظهرها
وفی بطنها للمجدین ربیع[۲]
اجعلها تحت الرحائم ابتغی
خلاصا لها انی اذا لوضیع[۳]

---

۱ ترجمہ ا۔ میرا پنجہ شیر کا ہے کہ اس کے کھولنے سے میں لوگوں کو ذلیل کرتا ہوں اور اس کے عوض عزتِ دنیا کو خرید کرتا اور بیچتا ہوں۔

۲۔ بادشاہانِ جہاں اس کے (پنجہ کے) پشت پر بوسہ دیتے ہیں اور (پنجہ کا اندرونی حصہ) قحط زدوں کے لئے ربیع ہے۔

۳۔ کیا میں اسے چکی کے نیچے دبا دوں پھر اس کی خلاصی کی کوشش کروں اگر ایسا کروں تو میں کمینہ ہوں۔

وما انا الا المسک فی کل بقعۃ
یضوع واما عند کمہ فیضیع[1]

اس کا دائرہ حکومت بہت وسیع ہوا، مکہ معظمہ، ینبع، اطرافِ یمن، بلاد سنجد اور بعض مقامات مدینہ منورہ پر اس کی حکومت کا پرچم کامیابی کے ساتھ لہرایا۔

۶۱۷ھ میں اس نے وفات پائی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بیٹے حسن نے اسے زہر دے دیا تھا، بعض کہتے ہیں کہ حسن نے زہر نہیں دیا تھا بلکہ ایک لونڈی کو روپیہ دے کر ملا لیا تھا پس اس نے حسن کو رات کے وقت جب قتادہ سو گیا محل سرا میں بلا لیا۔ حسن نے پہنچ کر اپنے باپ قتادہ کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا اور اس کی جگہ خود مکہ معظمہ پر حکمرانی کرنے لگا، راجح بن ابوعزیز قتادہ کو اس کی خبر لگی، امیر حج اقباش ترکی سے اس واقعہ کی شکایت کی، اقباش ترکی نے انصاف اور تفتیش کا وعدہ کیا۔ حسن نے اس سے مطلع ہو کر مکہ معظمہ کے شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے اور اس کے چند امراء نے شہر سے نکل کر باب معلّٰی کے قریب امیر اقباش سے جنگ کی چھیڑ چھاڑ کی۔ ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امیر اقباش مارا گیا۔ ان لوگوں نے اس کی نعش کو صفا مروہ کے درمیان لے جا کر لٹکا دیا۔

اس کے بعد ۶۲۰ھ میں مسعود بن کامل یمن سے مکہ آیا، حج کیا بعد حج حسن سے صفاء، مروہ کے میدان میں معرکہ آرائی کی، اس جنگ میں حسن کو شکست ہوئی۔ مسعود نے مکہ پر قبضہ کر کے اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ دربار خلافت تک یہ خبر پہنچی تو خلافت مآب نے مسعود سے اس پر اور ان حرکات پر جو اس نے مکہ معظمہ میں کی تھیں ناراضگی ظاہر فرمائی اور بے حد غصہ کیا۔ مسعود کے باپ نے بھی مسعود کو بیزاری اور نفرین کا خط لکھ بھیجا جس کا مضمون تھا۔

میں تجھ سے بری الذمّہ ہوں اے سخت دل تو نے بڑا غضب ڈھایا ہے مجھے قسم ہے کہ مجھے موقع مل گیا تو میں تیرا سیدھا ہاتھ کاٹوں گا۔ تو نے بے شک دین اور دنیا دونوں کو پس پشت ڈال دیا۔ لاحول ولا قوۃ اللہ باللہ العلی العظیم۔ مسعود کی گرمی ذرا کم ہوئی، شرفاء مکہ کے خون بہا (دیت) ادا کیے۔ اس معرکہ میں اس کا ایک ہاتھ بیکار ہو گیا تھا۔

حسن بن قتادہ کی بغداد روانگی

حسن بن قتادہ بغرض داد خواہی بغداد کی طرف روانہ ہوا، تن تنہا شام جزیرہ اور عراق کی خاک چھانتا ہوا دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا، ترکوں نے آمد کی خبر پا کر بعوض امیر اقباش اس کے قتل کی فکر کی، لیکن اہل بغداد نے ترکوں کو اس فعل سے روک دیا حتیٰ کہ ۶۲۲ھ میں اس نے بغداد ہی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوا۔ اس کے بعد ۶۲۶ھ میں مسعود بن کامل مکہ معظمہ میں مرگیا اور معلّٰی میں دفن کیا گیا۔ اس کا سپہ سالار فخرالدین بن شیخ مکہ معظمہ کا حکمران ہوا اور یمن کی امارت، امیرالجیوش عمر بن علی ابن رسول کے قبضۂ اقتدار میں رہی۔

راجح بن قتادہ

۶۲۹ھ میں راجح بن قتادہ نے عمر بن علی بن رسول کی فوجیں لے کر مکہ معظمہ کا قصد کیا۔ چنانچہ ۶۳۰ھ میں اس مقدس شہر کو فخرالدین بن شیخ کے قبضہ سے نکال لیا۔ فخرالدین نے مصر جا کر دم لیا اس کے بعد ۶۳۲ھ میں مصری فوجیں بسر کردگی امیر جبرئیل، مکہ معظمہ کی طرف بڑھیں اور بزور تیغ اس پر قبضہ کر لیا اور راجح یمن بھاگ گیا۔ پھر عمر بن علی مع اپنی فوج کے راجح کے ہمراہ اس کی کمک کے لیے آیا۔ مصری فوجیں مکہ معظمہ خالی کر کے بھاگ گئیں، راجح نے مکہ معظمہ پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا اور خطبہ میں خلیفہ مستنصر عباسی کے بعد عمر ابن علی کا نام پڑھا اور جب تاتاریوں نے عراق کو ۶۳۴ھ میں فتح کیا اور ان لوگوں کی حکومت مستحکم ہو گئی اور رفتہ رفتہ اربل

---

[1] میں ہر جگہ پر مشک کی طرح خوشبو کرتا ہوں مگر تمہارے نزدیک ذلیل ہوں۔

تک پہنچ گئے تو خلیفہ مستنصر نے علماء سے استفتا کر کے بوجہ جہاد حج بند کر دیا۔ ۶۴۳ھ میں خلیفہ مستعصم نے حاجیوں کا قافلہ اپنی ماں کے ساتھ روانہ کیا اور کوفہ تک اس کی مشایعت کی۔ اس مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک ترکی نے شریف مکہ کو مارا۔ راجح نے خلافت مآب کی خدمت میں اس کی شکایت کی۔ اس جرم کی پاداش میں اس ترکی کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے اس کے بعد پھر حاجیوں کی آمد بند ہو گئی اور ایک زمانہ تک حج موقوف رہا۔

جماز بن حسین کی مکہ پر فوج کشی

پھر موطئی امام زیدیہ کی حکومت کا سکہ یمن میں چلنے لگا اس نے خلافت عباسیہ کا خطبہ موقوف کر دینے کا ارادہ کیا۔ یہ امر مظفر بن عمر بن علی بن رسول کو ناگوار گزرا' خلیفہ مستعصم کو اس سے مطلع کر کے حاجیوں کا قافلہ روانہ کرنے کی ترغیب دی لیکن کچھ کار بر آری نہ ہوئی اور موطئی امام زیدیہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا۔ ۶۵۱ھ میں جماز بن حسن بن قتادہ' دمشق میں ناصر بن عزیز بن ظاہر بن ایوب کی خدمت میں ابو سعید کے خلاف فوجی امداد حاصل کرنے کے لئے اس بنا پر گیا کہ والی یمن کا خطبہ مکہ معظمہ موقوف کر دیا جائے۔ چنانچہ ناصر نے جماز کو فوجی مدد دی اور جماز مکہ پر چڑھ آیا ساتھ ہی اس کے جماز نے ناصر کے ساتھ یہ عہد شکنی کی کہ کامیابی کے بعد والئ یمن ہی کے نام کا خطبہ پڑھا۔

بنی قتادہ کا مکہ سے اخراج

ابن سعید روایت کرتا ہے کہ ۶۵۴ھ میں مجھے جس وقت کہ میں سرزمین مغرب میں تھا' یہ خبر پہنچی کہ راجح بن قتادہ مکہ آیا ہوا ہے۔ یہ ایک معمر اور مسن شخص تھا' اطراف یمن مقام مسدین میں رہتا تھا' اس نے مکہ پہنچ کر جماز بن حسن بن قتادہ کو مکہ سے نکال دیا۔ جماز ینبع چلا گیا۔ پھر ابن سعید نے لکھا ہے کہ ۶۶۳ھ میں یہ خبر ملک مغرب میں پہنچی کہ حکومت ابو نمی بن سعید' جسے جماز نے امارت مکہ حاصل کرنے کی غرض سے مار ڈالا تھا اور غالب بن راجح' اس نے جماز کو ینبع کی طرف نکال دیا۔

اس کے بعد مکہ پر ابو نمی کی حکومت کے قدم جم گئے اور اس نے اپنے باپ ابو سعید کے قاتلوں ادریس جماز اور محمد کو ینبع کی جانب شہر بدر کر دیا۔ ان میں سے ادریس نے تھوڑے دن تک مکہ کی امارت کی تھی' ان لوگوں نے ینبع پہنچ کر پھر اپنی حکومت کی بنا ڈالی چنانچہ اس وقت تک ان کی نسلیں ینبع کی حکمران ہیں۔ ابو نجی نے تقریباً پچاس برس تک مکہ معظمہ میں امارت کی۔ آخر ساتویں صدی ہجری یا اس کے دو برس بعد مر گیا اور بوقتِ وفات تیس لڑکے چھوڑ گیا۔

امارت بنی نمی

امارت بنی نمی

ابو نمی کے مرنے پر مکہ معظمہ کی عنان حکومت اس کے بیٹوں رمیثہ اور حمیضہ کے قبضہ اقتدار میں آگئی اور یہ دونوں بلاشتراک حکومت کرنے لگے۔ عطیفہ اور ابو الغیث نے رمیثہ اور حمیضہ سے برائے امارت مکہ معظمہ جھگڑا کیا' رمیثہ اور حمیضہ نے عطیفہ اور الغیث کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اتفاق سے انہی دنوں بیبرس جاشنگر' جو مصر میں الملک الناصر کے ممالک محروسہ کا شروع زمانہ حکومت سے منتظم تھا'مکہ آ پہنچا' اس نے عطیفہ اور ابو الغیث کو قید سے رہا کر کے کرسی حکومت پر بٹھایا اور رمیثہ اور حمیضہ کو مصر بھیج دیا۔ سلطان نے ان دونوں کو اپنی فوج کے ہمراہ پھر امارت مکہ پر واپس کیا۔ عطیفہ اور ابو الغیث کچھ عرصہ بعد آپس میں لڑنے لگے' یہ لڑائیاں جو بغرض حصول امارت مکہ ان لوگوں کے درمیان شروع ہوئی تھیں ایک مدت تک جاری رہیں۔ انہی لڑائیوں کے درمیان ابو الغیث میدان جنگ میں مارا گیا۔

اس کے بعد حمیضہ اور رمیثہ میں برائے امارت مخالفت پیدا ہوئی۔ رمیثہ ۷۱۵ھ میں الملک الناصر کی خدمت میں امراء شاہی اور عساکر سلطانی سے امداد طلب کرنے کے لیے گیا۔ حمیضہ یہ خبر پا کر کہ میری مخالفت پر شاہی امراء اور سلطانی فوجیں آ رہی ہیں اہل مکہ کے مال و اسباب کو لوٹ کر بھاگ گیا مگر عساکر سلطانی کی واپسی کے بعد پھر مکہ آیا۔ دونوں بھائیوں نے باہم مصالحت کر لی اور بالاتفاق حکومت کرنے لگے۔

پھر عطیفہ نے ۷۱۸ھ میں رمیثہ اور حمیضہ کی مخالفت کی'اور بغرض استمداد' سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چنانچہ شاہی امداد حاصل کر کے مکہ معظمہ پہنچا اور قبضہ کر لیا۔ رمیثہ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا مگر ۷۲۰ھ میں جس وقت کہ سلطان حج کو آیا رہا کر دیا۔ رمیثہ سلطان کے ساتھ مصر چلا آیا اور حمیضہ فرار ہو گیا حتیٰ کہ سلطان سے امان کی درخواست کی' سلطان نے امان دے دی۔ سلطان کے ساتھ حمیضہ کے خدام کا ایک گروہ تھا۔ یہ لوگ اس کے زمانہ بغاوت میں مصر سے اس کے پاس بھاگ آئے تھے۔ حمیضہ کے پاس پہنچے تو یہ معلوم ہوا کہ حمیضہ نے سلطان کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ خوف غالب ہوا کہ اگر حمیضہ کے ہمراہ سلطانی دربار میں ہم حاضر ہوئے تو سلطان ہم لوگوں کو سزائے موت دے دے گا۔ سب نے متفق ہو کر حمیضہ کو مار ڈالا اور سر اتار کر سلطان کی خدمت میں لائے یہ خیال کر کے کہ سلطان ہم سے خوش ہو جائے گا۔ رمیثہ کو اس سے غصہ پیدا ہوا۔ اپنے بھائیوں کے قاتلوں کو قتل کیا اور باقی جو شریک تھے ان سے درگزر کیا۔ اس کے بعد سلطان نے رمیثہ کو خود مختاری عنایت فرما کر عطیفہ کے ساتھ امارت و حکومت مکہ معظمہ میں شریک کر دیا۔ تھوڑے دن بعد عطیفہ مر گیا اور رمیثہ استقلال کے ساتھ مکہ معظمہ پر حکومت کرنے لگا۔ رمیثہ کی حیات میں اس کے دو بیٹوں ثقبہ اور عجلان نے بہ رضا مندی رمیثہ' امارت مکہ باہم تقسیم کر لی تھی۔ مگر پھر رمیثہ نے اس تقسیم کو الٹ پھیر کرنا چاہا تو ان دونوں بھائیوں نے منظور نہ کیا اور اپنی اپنی حکومتوں پر قائم رہے۔ کچھ دن بعد دونوں بھائیوں میں جھگڑا شروع ہوا' ثقبہ مکہ چھوڑ کر نکل گیا اور عجلان بدستور مکہ میں حکومت کرتا رہا' پھر ثقبہ نے اپنی گزری ہوئی حالت درست کر کے عجلان کو مکہ معظمہ میں مغلوب کر دیا۔

عجلان مغلوب ہونے کے باوجود ثقبہ کا مقابلہ کرتا حتیٰ کہ دونوں بھائی ۷۵۶ھ میں لڑتے جھگڑتے مصر پہنچے' حکمران مصر نے ان میں سے عجلان کو مکہ کی سند حکومت عطا کی۔ ثقبہ ناراض ہو کر سرزمین حجاز چلا گیا اور وہیں قیام کر لیا۔ زمانۂ قیام حجاز میں کئی بار مکہ پر حملہ آور ہوا۔ عجلان آئے دن لڑائیوں سے تنگ ہو کر ۷۶۳ھ بغرض امداد مصر گیا اور وہاں سے شاہی فوج لے کر ثقبہ کے مقابلہ پر آیا۔ دونوں بھائیوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی ثقبہ مارا گیا اور اس کی فوج کا کچھ حصہ بھی اس معرکہ میں کام آیا۔

عجلان بن رمیثہ

عجلان اپنے زمانہ امارت میں عدل و انصاف کے راستہ پر نہایت سلامت روی سے چلا جا رہا تھا۔ اس ظلم اور زیادتی سے منزلوں دور تھا جو اس کی قوم' تجارت پیشہ اصحاب اور مجاورین بیت اللہ الحرم کے ساتھ کیا کرتی تھی۔ اس نے اپنے زمانہ امارت میں غلاموں کا ٹیکس جو حجاج پر تھا' موقوف کرکے شاہی خزانہ سے ان کی تنخواہیں اور وظائف مقرر کرائے جو ایام حج میں انہیں ادا کیے جاتے تھے۔ یہ امر سلطان مصر کی زندہ یادگاروں میں سے تھا جس کی کوشش امیر عجلان نے کی تھی جزاء اللہ خیراء"۔اسی عدل و داو اور رفاہ مسلمین پر عجلان قائم رہا یہاں تک کہ ۷۷۷ھ میں انتقال کیا۔

عجلان کی وفات پر اس کا بیٹا احمد اس کی جگہ متمکن ہوا۔ احمد اپنے باپ عجلان ہی کے زمانۂ حیات ہی سے امور سیاست کا انتظام کر رہا تھا اور حکومت میں اس کا شریک تھا۔ عجلان کے مرنے پر وہی مراسم عدل و انصاف احمد نے جاری رکھے جو اس کے باپ کے عہد حکومت میں تھے۔ تمام عالم میں اس کے عدل و داد اور حق پسندی کا شہرہ ہو گیا اور حجاج اور مجاورین بیت اللہ الحرام اس کی تعریف توصیف کرنے لگے۔ الملک بظاہر ابو سعید برقوق والی مصر نے اس کے محاسن کا تذکرہ سن کر اپنی طرف سے اسے سند حکومت عطا کی جیسا کہ اس کے باپ کو دربار شاہی سے عطا ہوئی تھی اور حسب دستور خلعت بھی بھیجا۔

امیر احمد نے اپنے اکثر اعزہ و اقارب کو جن میں اس کا بھائی محمد' محمد بن ثقبہ اور عنان بن مغامس تھا کسی مصلحت سے گرفتار کرکے جیل میں ڈال رکھے تھے۔ امیر احمد کے انتقال پر یہ لوگ قید خانہ سے نکل بھاگے' محمد بن عجلان ایک ہوشیار آدمی تھا اس نے اسی وقت زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور بحکمتِ عملی ان سب کو واپس بلا لیا صرف عنان بن عامس سرگرداں و حیران مصر پہنچا اور سلطان مصر سے بمقابلہ محمد و کیش امداد طلب کی چنانچہ سلطان مصر نے اس کی کمک پر ایک فوج متعین کی اور امیر قافلہ حجاج کے ساتھ حالات اصلی اور واقعات حقیقی دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اتفاق سے فرقہ باطنیہ کا ایک گروہ ان کے ساتھ ہو لیا تھا جس وقت محمل جس پر غلاف کعبہ تھا، مکہ معظمہ کے قریب پہنچا، محمد اسے لینے کے لیے مکہ معظمہ سے باہر آیا اور حسب عادت قدیمہ اسے بوسہ دینے کو بڑھا۔ باطنیوں نے دفعتہ" وار کر دیا محمد زخمی ہو کر زمین پر آرہا اور محمل مع قافلہ حجاج مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔

امیرحج نے عنان بن مغامس کو امارت مکہ پر مامور کیا۔ کیش اور اس کے ہوا خواہ بھاگ کر جدہ پہنچے' جب زمانہ حج گزر گیا اور حاجیوں کا قافلہ واپس ہوا تو کیش نے لشکر آراستہ کرکے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مکہ معظمہ پر حملہ کر دیا اور اس کا محاصرہ کیا۔ عنان بن مغامس اور کیش میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔انہیں لڑائیوں میں سے کسی لڑائی میں کیش مارا گیا۔ علی بن عجلان اور اس کا بھائی حسن فریادی صورت بنائے ہوئے الملک الظاہر والی مصر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ الملک الظاہر اس خیال سے کہ مادہ فتنہ و فساد اس وقت تک منقطع نہ ہو گا جب تک انہیں بھی حکومت مکہ میں حصہ نہ دیا جائے' ۷۷۹ھ میں انہیں بھی سند حکومت عطا کی اور عنان بن مغامس کے ساتھ امارت میں شریک رہنے کا حکم دیا۔

چنانچہ علی و حسن امیر قافلہ حج کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ ہوئے جس وقت مکہ معظمہ کے قریب پہنچا' عنان حسب دستور امیرحج کے استقبال کے لیے آیا لیکن یہ خبر پا کر کہ اسی قافلہ میں علی و حسن بھی ہیں' اثنا راہ سے بھاگ گیا۔ علی نے مکہ میں داخل ہو کر عنان حکومت مکہ اپنے قبضہ میں لے لی اور استقلال و استحکام کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ جب ایام حج ختم ہو گئے اور حاجیوں کا قافلہ لوٹ کھڑا ہوا تو عنان اپنے بنو عم مبارک اور شرفا عرب کے ایک گروہ کے ساتھ حملہ آور ہوا' پہنچتے ہی علی کا مکہ معظمہ میں محاصرہ کر لیا۔ امارت و ریاست کی پھر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ پھر خودبخود یہ جھگڑے موقوف ہو گئے' کچھ روز بعد پھر وہی لیل و نہار آ گئے اور لڑائی کی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اسی حالت سے اس وقت تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ۷۹۴ھ میں ان لوگوں کا ایک وفد (ڈیپوٹیشن) سلطان کی خدمت میں مصر پہنچا۔ سلطان نے علی کو سند حکومت عطا کی خلعت اور جائزے دیے۔ فوجیں اور خدام عنایت فرمائے۔

عنان بن مغامس کو اپنے دربار میں رکھ لیا۔ حسب رتبہ اس کی تنخواہ مقرر کی اور اپنے اراکین دولت میں شامل کر لیا اس کے چند دن بعد سلطان تک یہ خبر پہنچی کہ عنان بن مغامس کے دماغ میں پھر مکہ کی امارت کی ہوا سمائی ہے اور امیر مکہ علی بن عجلان سے دوبارہ امارت پر لڑنے کی غرض سے حجاز کی طرف چھپ کر جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ سلطان نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ علی بن عجلان کو اس واقعہ کی خبر لگی تو اس نے بھی ان شرفاء کو جو عنان کے ہوا خواہ اور ہمدرد تھے گرفتار کر لیا پھر انہیں براہِ احسان رہا کر دیا۔ ان احسان فراموشوں اور محسن کشوں نے امارت کی بابت پھر جھگڑا شروع کیا اور علی بن عجلان کے ساتھ اس وقت تک لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ واللہ متولی الامور لارب غیرہ۔

امارتِ مدینہ

اگرچہ اوس و خزرج مدینہ منورہ میں رہتے تھے جیسا کہ مشہور و معروف ہے' لیکن نہایت قلیل مدت میں جس وقت کہ اسلامی فتوحات کی موجیں بڑے بڑے سلاطین کی مستحکم سلطنتوں کی دیوار سے ٹکرا رہی تھیں' تمام عالم میں پھیل گئے اور مدینہ منورہ سے ان کی حکومت و سرداری جاتی رہی' کوئی شخص ان میں باقی نہ رہا صرف معدودے چند طالبی النسل باقی رہ گئے۔

اب حسین نے اپنے ذیل میں جو اس طبری پر لکھا ہے تحریر کیا ہے کہ میں چوتھی صدی میں مدینہ منورہ گیا تھا اس وقت مدینہ منورہ میں خلیفہ مقتدر عباسی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ پھر لکھتا ہے کہ اس شہر پر خلفائے عباسیہ کے گورنر برابر حکمرانی کرنے کے لیے آتے جاتے رہے۔ لیکن اصل میں عنان حکومت بنی حسین اور بنی جعفر کے قبضۂ اقتدار میں تھی' آخر میں بنی جعفر کو بنی حسین نے نکال دیا۔ ان لوگوں نے مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سکونت اختیار کی' پھر انہیں بنو حرب نے زبید سے قری اور حصون کی جانب جلا وطن کر کے صعید تک پہنچا دیا۔ چنانچہ اس وقت تک یہ وہاں پر موجود ہیں' بنی حسین مدینہ میں ہی رہے۔ یہاں تک کہ طاہر بن مسلم مصر سے مدینہ منورہ آیا اور اس نے ان کے قبضہ سے مدینہ منورہ کو نکال لیا۔

طاہر بن مسلم

کتب تواریخ میں ہے کہ طاہر بن مسلم کے باپ کا نام محمد بن عبیداللہ بن طاہر بن یحییٰ محدث بن حسن بن جعفر تھا' شیعہ کے نزدیک یہ حجتہ اللہ بن عبیداللہ بن حسین اصغر بن زین العابدین کے نام سے موسوم تھا اور یہ مسلم جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کافور کا دوست تھا جو اخشیدیہ مصر پر قابض تھا جس وقت عبیدیوں کا پرچم اقبال مصر پر لہرانے لگا اور معزالدین اللہ علوی ۳۶۵ھ میں افریقہ سے مصر آیا قاہرہ میں قیام کیا اور معز نے مسلم کے کسی بیٹے کی لڑکی سے عقد کرنے کی درخواست کی' مسلم نے انکار میں جواب دیا اس پر معز نے ناراض ہو کر مسلم کا مال و اسباب ضبط کر لیا' گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ مسلم بحالتِ قید مر گیا یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مسلم قید خانہ سے بھاگ گیا تھا اور زمانہ فراری میں اس نے وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا طاہر مدینہ منورہ گیا۔ بنو حسین نے اسے اپنا سردار بنایا' چنانچہ دو برس تک استحکام کے ساتھ حکومت کر کے ۳۸۱ھ میں مر گیا اس کی جگہ اس کا بیٹا حسن حکومت کی کرسی پر متمکن ہوا۔

عبتلی مورخ دولت بنی سبکتگین کی کتاب میں ہے کہ طاہر کے بعد جو شخص مدینہ منورہ کا حکمران ہوا تھا' وہ اس کا داماد اور اس کے چچا کا بیٹا داؤد بن قاسم بن عبیداللہ طاہر تھا۔ اس کی کنیت ابو علی تھی۔ اس نے استقلال اور استحکام کے ساتھ طاہر کے بعد حکمرانی کی تھی نہ کہ طاہر کے بیٹے حسن نے' حتیٰ کی ابو علی نے وفات پائی تب ہانی کی جگہ اس کا بیٹا پھر اس کا بیٹا مہنی یکے بعد دیگرے حکومت کرتے رہے' حسن بن طاہر سلطان محمود بن سبکتگین کے پاس خراسان چلا گیا اور وہیں ٹھہرا رہا۔

میرے نزدیک یہ روایت غلط ہے کیونکہ مسیحی مورخ دولت عبیدین نے طاہر ابن مسلم کی وفات اور اس کے بیٹے حسن کی حکومت کو اسی سنہ میں تحریر کیا ہے جس سنہ میں کہ ابھی ہم نے بیان کیا۔ مسیحی نے لکھا ہے کہ ۳۸۳ھ میں مدینہ منورہ کا حکمران حسن بن طاہر تھا۔

اس وقت امراء مدینہ منورہ اپنے کو داؤد کی طرف منسوب کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ داؤد عراق سے آیا تھامیرے نزدیک اس کا قائل وہی شخص ہو گا جسے تاریخ سے مس نہ ہو گا۔ مورخ حماۃ جہاں پر ان کے مورثوں کا ذکر کرتا ہے تو انہیں ابو داؤد کی جانب نسباً منسوب کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

جسدِ نبویؐ کو مصر لیجانے کا منصوبہ

ابو سعید نے لکھا ہے کہ ۳۹۰ھ میں ابو الفتوح حسن بن جعفر امیر مکہ نے جو بنی سلیمان سے تھا بحکم حاکم عبیدی مدینہ منورہ پر قبضہ حاصل کر لیا تھا اور بنی مہنی کی امارت جو کہ بنی حسین سے تھے مدینہ منورہ سے ختم کر دی تھی۔اس نے جسدِ نبویؐ کو مدینہ منورہ سے رات کے وقت مصر لیجانے کا قصد کیا تھا۔ اس رات کو اس قدر تیز ہوا چلی جس سے فضا اور آسمان تاریک ہو گیا۔ قریب تھا کہ بڑے بڑے مکانات اور تناور درخت جڑ سے اکھڑ جاتے' ابو الفتوح گھبرا کر اس ارادہ سے باز آیا اور بہ عجلت تمام مکہ معظمہ کی جانب واپس ہوا۔ بنو مہنی بھی مدینہ منورہ واپس آئے۔

مورخ حماۃ نے ان کے امراء میں سے منصور بن عمار کا ذکر کیا ہے مگر کسی کی جانب نسباً منسوب نہیں کیا۔ لکھتا ہے کہ ۴۹۷ھ میں منصور نے وفات پائی تھی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا حکمران ہوا۔ یہ سب مہنی کی اولاد تھے' نیز انہی میں سے قاسم بن مہنی بن داؤد کا تذکرہ لکھا ہے۔اس کی کنیت ابو فلیتہ تھی کہ یہ سلطان صلاح الدین بن ایوب کے ہمراہ جہاد انطاکیہ میں گیا تھا اور ۵۸۵ھ میں اسے اس نے فتح کیا تھا۔

زنجاری مورخ حجاز جیسا کہ اس سے ابو سعید نے ملوک مدینہ جو حسینؓ بن علیؓ کی اولاد سے تھے' ان کے تذکرے کے وقت روایت کیا ہے' لکھتا ہے کہ جلیل القدر عظیم الشان ہونے کے لحاظ سے ان لوگوں میں قابل ذکر قاسم بن حجاز بن قاسم بن مہنی ہے۔اسے خلیفہ مستضئی نے مدینہ منورہ کی سند حکومت عطا کی تھی۔ پچیس برس تک حکمرانی کرتا رہا۔۵۸۳ھ میں وفات پائی اس کی جگہ سالم ابن قاسم اس کا بیٹا حکمران ہوا۔یہ شاعر تھا اس سے اور ابو عزیز قتادہ والی مکہ سے ۶۰۱ھ مقام بدر میں لڑائی ہوئی تھی۔ ابو عزیز نے مکہ سے مدینہ منورہ پر فوج کشی کی تھی اور مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ ایک مدت تک نہایت سختی سے حصارؓ کیے رہا۔ پھر محاصرہ اٹھا کر چلا آیا۔اس اثنا میں سالم کی کمک پر بنی لام جو کہ بطوں ہمدان سے ہیں' آگئے پھر کیا تھا سالم نے ابو عزیز کا تعاقب کیا اور مقام بدر میں جا کر ابو عزیز کو گھیر لیا۔ فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔جانبین کے ہزارہا آدمی کام آگئے۔ابو عزیز شکست کھا کر مکہ کی جانب بھاگا۔

پھر اسی ۶۰۱ھ میں معظم بن عیسٰی عادل آگیا۔اس نے پھر قلعہ بندی شروع کی،لڑائی کے مورچے قائم کیے۔ دمدمے اور دمس بند ھوائے۔ سالم بن قاسم امیر مدینہ بھی اس کے ہمراہ تھے۔ کسی وجہ سے ان لوگوں نے مراجعت کی' اثنا راہ میں مدینہ منورہ میں پہنچنے سے پہلے سالم انتقال کر گیا۔ تب اس کا بیٹا شیحہ حکومت کی کرسی پر متمکن ہوا۔ ابو سالم نے اپنے زمانہ حکمرانی میں ترکمانوں کی ایک فوج تیار کی تھی جسے شیحہ نے از سر نو مرتب کر کے قتادہ پر چڑھائی کی اور بزور تیغ مکہ پر قبضہ کر لیا۔ ابو عزیز قتادہ ینبع بھاگ گیا اور وہاں پر جا کر قلعہ نشین ہو گیا۔ ۶۴۷ھ میں شیحہ والی مدینہ مارا گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا عیسٰی متمکن ہوا۔ ۶۴۹ھ میں حماز بن شیحہ اُسے قتل کر کے خود حکمرانی کرنے لگا۔ ابن سعید لکھتا ہے کہ ۶۵۹ھ میں ابو الحسن بن شیحہ بن سالم مدینہ منورہ کا حکمران تھا۔ اس کے علاوہ اور مورخین لکھتے ہیں کہ ۶۵۳ھ میں ابو مالک منیف بن شیحہ بن سالم مدینہ منورہ کی حکومت پر تھا۔ ۶۵۷ھ میں اس نے وفات پائی۔ اس کی جگہ جماز اس کا بھائی حکمران ہوا۔ اس نے بہت عمر پائی اور ۷۰۴ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

اس کے بعد منصور اس کا بیٹا حکمرانی کرنے لگا۔ اس کا دوسرا بیٹا مقبل نامی شام چلا گیا اور بطور وفد مصر میں بیبرس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیبرس نے منصور کے نصف مقبوضہ بلاد کی حکومت مقبل کو عطا کی۔ مقبل بحالتِ غفلت مدینہ منورہ میں داخل ہوا اس وقت مدینہ منورہ میں منصور کا بیٹا ابو کیش حکومت کر رہا تھا۔ ابو کیش اور منصور سے کچھ بن نہ پڑی،شہر چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مقبل

نے کامیابی کے ساتھ شہر پر قبضہ کر لیا۔ابو کیش بحال پریشان قبائل عرب میں چلا گیا اور ان لوگوں سے ایک فوج مرتب کر کے ۷۰۹ھ میں مدینہ منورہ مراجعت کی۔ مقبل اور ابو کیش میں لڑائی ہوئی۔مقبل مارا گیا۔ منصور مظفر و منصور اپنے دارالامارت میں داخل ہوا۔

مقبل کا ایک لڑکا ماجد نامی تھا۔اسے بعض مقبوضات جو اس کے باپ کے تھے مرحمت کیے گئے' یہ عرب کے ساتھ وہاں جا کر قیام پذیر ہوا اور در پردہ منصور کی مخالفت کرتا رہا۔ اتنے میں منصور اور ابو عزیز قتادہ والی ینبع کے درمیان ۷۱۱ھ میں اسی ماجد کی وجہ سے لڑائی ہوئی۔ اس کے بعد ماجد بن مقبل ۷۱۷ھ میں اپنے چچا منصور سے جنگ کرنے کے لیے مدینہ منورہ آیا۔منصور نے سلطان سے امداد طلب کی' چنانچہ شاہی لشکر اس کی کمک پر آیا۔اس وقت ماجد مقبل مدینہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ بڑی خون ریز لڑائی ہوئی' آخر کار ماجد شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا اور منصور بدستور اپنی امارت پر قائم رہا۔ حتیٰ کہ ۷۲۵ھ میں مرگیا اور اس کا بیٹا کیش بن منصور امارت کرنے لگا۔

اس کا زمانہ حکومت بھی طول و طویل ہوا۔ اس کا امارت کے سلسلے میں ودی بن جماز سے جھگڑا تھا۔ ودی ایک مدت تک اس کا محاصرہ کیے رہا اس کے بعد طفیل حکمران ہوا۔ ۷۵۱ھ میں طاہر نے گرفتار کر لیا اور عطیہ کو حکومت عنایت کی۔ ۷۸۳ھ میں عطیہ مرگیا طفیل کو سند حکومت مرحمت ہوئی۔کچھ دن بعد قید کر لیا گیا اور حجاز بن ہبتہ اللہ بن جماز بن منصور کو امارت دی گئی۔ غرض سلاطین ترک جو مصر میں حکمرانی کر رہے تھے، مدینہ منورہ کی حکومت کو انہیں دو خاندانوں میں سے کسی ممبر کو منتخب کیا کرتے تھے۔ دو خاندانوں کے علاوہ مدینہ منورہ کی امارت کے لیے کسی دوسرے خاندان سے کسی کو منتخب نہیں کرتے تھے۔ ان دنوں مدینہ منورہ کی زمام حکومت جماز بن ہبتہ اللہ بن جماز کے ہاتھ میں تھی اور اس کا ابن عم[1].... ابن محمد بن عطیہ امارت کی بابت جھگڑ رہا تھا کیونکہ ان دونوں میں ایک مدت دراز سے جھگڑا چلا آرہا تھا یہ سب مذہب امامیہ رکھتے تھے جو رافضیوں کی ایک شاخ ہے۔یہ لوگ ائمہ اثنا عشر کے قائل تھے اور ان تمام اعتقادات کے معتقد تھے جو رافضیوں کے ہیں۔ واللہ یخلق مایشاء و یختار۔

یہ امراء مدینہ کے آخری حالات ہیں اس سے زیادہ مجھے واقفیت کا موقع نہیں ملا۔ اللہ واللہ المقتدر لجمیع الامور سبحانہ لا الٰہ الا ھو۔

امارتِ صعدہ

محمد بن ابراہیم ملقب بہ طبا طبا بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن داعی کے حالات اور زمانہ خلافت مامون میں اس کے ظہور کے واقعات اور ابو السرایا کا اس کی بیعت کرنا اور تبلیغ کی بابت آپ اوپر پڑھ آئے ہیں' جب یہ اور ابو السرایا مرگیا تو ان کا کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ خلیفہ مامون نے اس کے بھائی قاسم الرسی بن ابراہیمی طبا طبا کی گرفتاری کا حکم صادر فرمایا۔ قاسم بخوفِ جان سندھ کی طرف بھاگ گیا اور اسی حالت روپوشی میں ۲۴۵ھ میں مرگیا۔ اس کے مرنے پر اس کا بیٹا حسن یمن واپس آیا۔ صعدہ بلاد یمن کے ائمہ اسی کی نسل سے تھے۔ اس کی آئندہ نسلوں نے زیدیہ کی حکومت مقام مذکور میں قائم کی جو آخر زمانہ تک باقی رہی۔ صعدہ ایک پہاڑ ہے جو صنعاء کے شرق میں واقع ہے اس میں متعدد قلعے تھے جس میں صعدہ' قلعہ تلا اور جبل مطابہ زیادہ مشہور و معروف تھے یہ سب بنی رسی کے مقبوضات میں شمار کیے جاتے تھے۔

یحییٰ ہادی

ان میں سے سب سے پہلے جس نے صعدہ میں بغاوت کی تھی وہ عیسٰی بن حسین بن قاسم رسی تھا۔ اس نے صعدہ میں اپنی خود مختاری کا اعلان کیا تھا اور ہادی کے لقب سے مخاطب ہوا۔ ۲۸۸ھ میں اپنے والد حسین بن قاسم یحییٰ کی زندگی میں حکومت و سلطنت کی بیعت لی گئی۔ بیعت لینے کے بعد اس نے اپنے ہوا خواہوں کی فوجیں فراہم کیں اور ابراہیم بن یعفر سے معرکہ آرا ہوئی۔ چنانچہ صنعاء اور بحرین کو اس کے قبضہ سے نکل لیا۔اپنے نام کا سکہ جاری کرایا۔ کچھ دن بعد بنو یعفر نے صنعاء وغیرہ کو یحییٰ سے چھین لیا' یحییٰ شکست کھا کر صعدہ واپس آیا۔ ۲۹۸ھ میں اپنی حکومت کے دس سال پورے کر کے رہ گزار ملک جاودانی ہوا۔ ایسا ہی ابن حار نے لکھا ہے اور یہ بھی لکھا

---

[1] اصل کتاب میں اسی طرح جگہ خالی ہے۔ مترجم

ہے کہ حلال و حرام کے موضوع پر اس نے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ اس کے سوا مورخین لکھتے ہیں کہ احکام شرعیہ کا بہت بڑا مجتہد تھا۔ علم فقہ میں اس کی عجیب وغریب رائیں تھیں اس کی تصانیف شیعہ میں معروف ہیں۔

صولی کہتا ہے کہ اس کے بعد اس کا بیٹا مرتضیٰ حکمرانی کرنے لگا۔ اس کا زمانہ نہایت پر آشوب گزرا اس کے باوجود چھبیس برس تک حکومت کی ۳۲۰ھ میں وفات پائی۔ اس کی جگہ اس کا بھائی الناصر احمد حکومت کی کرسی پر متمکن ہوا۔ فتنہ و بغاوت کا بازار سرد ہو گیا۔ ملک میں امن و امان کی منادی پھر گئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹے حسین منتخب نے عبائے حکمرانی زیب تن کی۔ ۳۲۴ھ میں اس نے انتقال کیا۔ تب اس کی جگہ قاسم مختار اس کا بھائی حکمران ہوا حتیٰ کہ ابو القاسم ضحاک ہمدانی نے ۳۴۴ھ میں اس کی زندگانی کا اپنی تیغ آب دار سے خاتمہ کر دیا۔

صولی کہتا ہے کہ بنی ناصر سے رشید منتخب تھا اس نے ۳۲۴ھ میں وفات پائی۔ ابن حزم جہاں پر ابو القاسم رسی کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ انہیں میں سے وہ لوگ ہیں جو صعدہ سرزمین یمن میں حکمرانی کر رہے تھے۔ ان کا پہلا حکمران یحییٰ ہادی گزرا ہے۔ علم فقہ میں اسے یدطولیٰ حاصل تھا میں نے اسے دیکھا ہے یہ اہل سنت و جماعت کے مسلک سے زیادہ ہٹا ہوا نہ تھا۔ اس کے بیٹے احمد ناصر کے چند بیٹے تھے۔ انہی میں سے اس کے بعد جعفر رشید پھر اس کا بھائی مختار قاسم پھر حسن منتخب اور محمد مہدی حسب ترتیب مذکور حکمران ہوئے۔ پھر لکھتا ہے کہ یمانی جس نے ۳۴۳ھ میں ماردہ کی حکومت کی بنا ڈالی تھی وہ عبداللہ بن احمد ناصر برادر رشید' مختار اور مہدی تھا۔ ابن حباب تحریر کرتا ہے کہ ان لوگوں کی امامت اور حکومت کا سلسلہ صعدہ میں برابر ایک مدت تک جاری رہا حتیٰ کہ ان لوگوں میں باہم مخالفت پیدا ہو گئی اور سلیمانیوں نے جب کہ انہیں ہواشم نے مکہ سے نکال باہر کیا' صعدہ میں پہنچ کر ان لوگوں کو مغلوب کیا اور ان کی دولت و حکومت کے سلسلہ کو چھٹی صدی ہجری میں منقطع کر دیا۔

ابن سعید نے لکھا ہے کہ بنی سلیمان میں جس وقت کہ یہ مکہ معظمہ سے یمن کی جانب نکالے گئے تھے' احمد بن حمزہ بن سلیمان ایک سرآبرودہ شخص تھا اسے اہل زبید نے جس زمانہ میں علی بن مہدی خارجی ان کا محاصرہ کیے ہوئے تھا اپنی امداد کو بلا لیا۔ ان دونوں زبید میں فاتک محمد بن نجاحی حکمرانی کرتا رہا تھا۔ احمد بن حمزہ نے کہلا بھیجا کہ میں تمہاری امداد کو موجود ہوں' بشرطیکہ تم لوگ فاتک کو مار ڈالو۔ چنانچہ اہل زبید نے غریب فاتک کو ۵۰۳ھ میں مار کر اپنی حکومت کی عنان احمد بن حمزہ کے قبضہ میں دے دی۔ لیکن احمد بن حمزہ سے کچھ بن نہ پڑی تو علی بن مہدی کا مقابلہ نہ کر سکا' زبید سے بھاگ کھڑا ہوا' علی بن مہدی نے زبید پر قبضہ کر لیا۔ ابن ابی سعید کا بیان ہے کہ عیسیٰ بن حمزہ برادر احمد بن حمزہ مع اپنے خاندان کے یمن میں تھا[1]...... اور انہیں میں سے غانم بن یحییٰ تھا۔ اس کے بعد تہامہ' جبال اور یمن سے بنو سلیمان کی حکومت بنی مہدی کے ہاتھوں سے جاتی رہی۔ ان کے بعد بنی ایوب نے ان ممالک پر قبضہ حاصل کر کے بنی مہدی کو مغلوب کر لیا۔

منصور عبداللہ ابن احمد

آخرکار اس کی حکومت پر منصور عبداللہ ابن احمد بن حمزہ متمکن ہوا۔ ابن عیم نے لکھا ہے کہ اس نے صعدہ کی حکومت اپنے باپ سے حاصل کی تھی۔ خلیفہ ناصر عباسی تاجدار خلافت بغداد کے ساتھ یہ اکثر بحث مباحثہ کیا کرتا تھا اور اپنے مبلغین کو دیلم اور جیلان (گیلان) کی جانب بھیجتا تھا۔ حتیٰ کہ ان شہروں کے رہنے والوں نے اس کی امامت و ریاست کو تسلیم کیا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگے اور اس کی طرف سے ان بلاد پر اعمال مقرر کیے جانے لگے۔ خلیفہ ناصر نے اہل عرب اور یمن کو خوب روپے دیئے اور انہیں ملانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ ۵۹۱ھ میں منصور عبداللہ بن احمد بن حمزہ نے جن دنوں صعدہ میں زیدیہ کی حکومت کا سکہ چل رہا تھا' ایک عظیم فوج جمع کی' یمن پر جملہ آور ہوا معز بن سیف الاسلام طغتکین بن ایوب کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ مگر مقابلہ

[1] اصل کتاب میں اسی طرح جگہ خالی ہے۔ مترجم

کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا' فوجیں آراستہ کر کے منصور عبداللہ کے مقابلہ کو بڑھا۔ دونوں فریقوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔میدان معز کے ہاتھ رہا۔ منصور عبداللہ شکست کھا کر بھاگا۔ پھر ۶۱۳ھ میں منصور عبداللہ ہمان اور خولان کی فوجیں جمع کر کے یمن کی طرف بڑھا۔ تمام ملک یمن میں زلزلہ سا آ گیا۔ مسعود بن کامل جو اس وقت والی یمن تھا بے حد خائف ہوا' کردوں اور ترکوں کی فوج اس کے رکاب میں تھی۔ امیر الجیوش عمر بن رسول نے رائے دی کہ منصور عبداللہ کے کسی قلعہ پر قابض ہونے سے قبل جنگ چھیڑ دینی چاہیے۔ مسعود نے اس رائے کے مطابق لڑائی چھیڑ دی چونکہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے منصور کے ہمراہیوں میں باہم نزاع شروع ہو گئی تھی' منصور کو شکست ہوئی۔

منصور نے بہت بڑی عمر پائی۔ ۶۳۰ھ میں انتقال کیا ایک بیٹا احمد نامی یادگار چھوڑا۔ زیدیہ نے اسے اپنا امیر بنایا مگر اس کی امامت کا خطبہ بوڑھے ہونے اور شرائط امامت پورے ہونے کے انتظار میں نہ پڑھا گیا۔ ۶۴۵ھ میں زیدیہ کے ایک گروہ نے احمد موطی (جو یادگار اسلاف رسی تھا) کے ہاتھ پر بیعت کی۔ احمد موطی حسین کا بیٹا اور ہادی کی نسل سے تھا۔ جس وقت بنو سلیمان نے بنو ہادی کو صعدہ کی کرسی امامت سے اتار کر نکال باہر کیا تھا اس وقت یہ لوگ کوہ قطابہ میں جا کر پناہ گزین ہوئے تھے جو صعدہ کے شرق میں واقع ہے۔ اس زمانہ سے برابر یہ اسی پہاڑ پر مقیم رہے اور ہر زمانہ میں ان کا امام اعلان کرتا آتا تھا کہ اصل میں حکومت ہماری ہی ہے یہاں تک کہ زیدیہ نے احمد موطی کے ہاتھ پر امامت و امارت کی بیعت کی۔ یہ شخص فقیہ "ادیب" اپنے مذہب کا عالم اور پابند صوم و صلوۃ تھا۔ ۶۴۵ھ میں اس کی امامت کی بیعت کی گئی۔ نور الدین عمر بن رسول کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ فوجیں جمع کر کے احمد موطی پر چڑھائی کر دی اور تلاسنہ میں اس پر محاصرہ کر لیا۔ احمد موطی قلعہ بند ہو گیا۔ عمر بن رسول نے محاصرہ اٹھا لیا اور دوبارہ محاصرہ کرنے کی غرض سے محصور قلعہ کے گرد و نواح کے قلعوں سے فوجیں طلب کیں لیکن ان فوجوں کے پہنچنے سے پہلے عمر بن رسول مار ڈالا گیا' اس کا بیٹا مظفر قلعہ و ملوہ کے سر کرنے میں مصروف تھا اسے وقت نے اس قدر موقع نہ دیا کہ وہ احمد موطی کے مقابلہ پر آتا۔

احمد موطی نے نہایت اطمینان کے ساتھ قلعوں کو سر کرنا شروع کر دیا۔ بیس قلعے بزور تیغ فتح کیے' صعدہ پر فوج کشی کی۔ سلیمانیوں کو شکست فاش دے کر صعدہ میں اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑا' سلیمانیوں نے اپنے امام منصور عبداللہ کے بیٹے احمد کی بیعت اسی زمانہ میں کر لی تھی اور متوکل کا خطاب دیا تھا جب کہ موطی کی امامت کی بیعت کی گئی تھی کیونکہ سلیمانی اس کی عمر زیادہ ہونے اور شرائطِ امامت کے پورا ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ جب احمد موطی کی بیعت کی خبر مشہور ہوئی تو ان لوگوں نے بھی بیعت کر لی۔ پھر جس وقت احمد موطی نے صعدہ کو فتح کر لیا تو سلیمانیوں کے امام متوکل نے امان حاصل کر کے اپنے کو احمد موطی کے حوالہ کر دیا اور اس کی امارت و امامت کی بیعت کر لی' یہ واقعہ ۶۴۹ھ کا ہے' ۶۵۰ھ میں احمد موطی حج کرنے کو گیا' اس زمانہ سے زیدیہ صعدہ کی حکومت' احمد موطی کی آئندہ نسلوں میں چلی گئی۔

میں نے صعدہ میں سنا ہے کہ امام صعدہ ۷۸۰ھ سے قبل علی بن محمد تھا جو کہ احمد موطی کی اولاد سے تھا اور اس نے ۷۸۰ھ سے قبل وفات پائی 'اس کے بعد ان کا بیٹا صلاح حکمران ہوا' زیدیہ نے اس کی بیعت کی' بعض زیدیہ کہتے ہیں کہ ▪ امامت کی شرائط نہ ہونے کے باعث امام نہیں تھا۔ بہرکیف صلاح نے آخر ۷۹۳ھ میں انتقال کیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا نجاح حکمران ہوا' زیدیہ نے اس کی بیعت سے انکار کیا نجاح نے کہا کچھ مضائقہ نہیں ہے' میں اللہ تعالیٰ کا محتسب ہوں۔

باب ۱۶

آل ابی طالب

طالبیوں کے انساب

طالبیوں کا سلسلۂ نسب حسنؓ و حسینؓ پسرانِ علیؓ بن ابی طالب تک جاتا ہے جو بطنِ فاطمہؓ سے پیدا ہوئے تھے اور یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ بعض طالبیوں کا سلسلۂ نسب محمد بن حنفیہ برادر علاتی حسنؓ و حسینؓ سے بھی جا ملتا ہے۔ اگرچہ علی رضی اللہ عنہ کی ان لوگوں کے علاوہ اور اولاد بھی تھی مگر جن لوگوں نے خلافت و امارت کو اپنا حق تصور کیا اور شیعوں نے ان کی طرفداری کی اور اطرافِ بلاد میں ان کی امارت و حکومت کی ترغیب دی وہ یہی تین (حسنؓ، حسینؓ اور محمد) تھے نہ کہ اور اولاد۔

آلِ حسنؓ

حسنؓ کی اولاد سے حسن مثنیٰ اور زید ہیں انہی دونوں میں سے حسن سبط کی نسل مدعی امامت و حکومت ہوئی، حسن مثنیٰ کے لڑکوں سے عبداللہ کامل، حسن مثلث، ابراہیم عمر، عباس اور داؤد ہیں۔ عبداللہ کامل اور اس کے لڑکوں کے حالات اور انساب اوپر بیان کئے گئے ہیں جہاں پر کہ اس کے بیٹے محمد مہدی کے تذکرے اور حالات جو ابو جعفر منصور کے ساتھ پیش آئے تھے احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ ملوک اور مغرب اقصیٰ بنو ادریس بن ادریس بن عبداللہ کامل بنو حمود ملوک اندلس (جو بنو امیہ کے آخری عہد حکومت میں بنو امیہ کی جانب سے حکمران تھے) بنو حمود بن احمد بن علی بن عبیداللہ بن عمر بن ادریس (جن کا ذکر ہم آئندہ تحریر کریں گے) بنو سلیمان بن عبداللہ کامل (جن کی نسل سے ملوک یمامہ بنو محمد اخیضر بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ جون گزرے ہیں) بنو صالح بن موسیٰ بن عبداللہ ساقی ملقب بہ ابو الکرام ابن موسیٰ بن جون، انہی طالبیوں کی اولاد اور نسل سے تھے، بنو صالح ■ ہیں جنہوں نے بغانہ مضافات سوڈان ملک مغرب اقصیٰ میں حکمرانی کی تھی اور ان کی پچھلی نسلیں اس وقت تک وہاں موجود ہیں، اسی کی نسل سے ہواشم بنو ابی ہاشم محمد بن حسن بن محمد اکبر موسیٰ ثانی بن عبداللہ ابو الکرام تھے جو عہد حکومت عبیدین میں امراء مکہ تھے۔ ان کے تذکرے ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔ ان کی اولاد سے بنو قتادہ بن ادریس بن مطاعن بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن سلیمان بن موسیٰ جون بھی تھے جو ہواشم کے بعد مکہ معظمہ کے حکمران ہوئے، یہ لوگ اپنے باپ قتادہ کی بدولت حکومت کی کرسی پر رونق افروز ہوئے تھے، انہی میں سے بنو نمی بن سعد بن علی بن قتادہ ہیں جو اس وقت امراء مکہ ہیں۔

داؤد بن حسن مثنیٰ سے سلیمانیوں کا سلسلۂ نسب ملتا ہے جو حکمران مکہ معظمہ تھے۔ یہ لوگ سلیمان بن داؤد کی نسل سے تھے ان پر آخر زمانہ میں ہواشم غالب آگئے تھے اور یہ لوگ مکہ معظمہ سے یمن کی جانب چلے گئے تھے۔ زیدیہ نے ان کی امامت و امارت تسلیم کی جیسا کہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے، حسن مثلث بن حسن مثنیٰ سے حسین بن علی بن حسن مثلث تھے جس نے ہادی کے خلاف بغاوت کی تھی اس کا ذکر بھی آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

ابراہیم حسن مثنیٰ کی اولاد ابن طبا طبا ہے، اس کا نام ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم تھا انہی میں سے محمد بن طبا طبا ابو الائمہ صعدہ تھا جس پر بنو سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ غالب آئے تھے۔ جب کہ ■ مکہ سے صعدہ میں آئے تھے پھر ان پر بنو رسی مسلط ہوئے چنانچہ یہ لوگ اپنے امام کے پاس صعدہ چلے گئے اور اس وقت تک وہیں پر موجود ہیں۔

بنو سلیمان

اس کے بعد بنو سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ اور اس کا بیٹا محمد بن سلیمان جو عہد حکومت مامون میں مدینہ کا حکمران تھا محمد بن حسن بن محمد بن ابراہیم بن حسن بن زید (جو زمانہ معتمد میں مدینہ منورہ کا والی اور حاکم گزرا ہے اور اس نے منہیات شرعیہ اور خون ریزی کو مباح کر رکھا تھا فتنہ اور فساد کی اس درجہ گرم بازاری ہو گئی تھی کہ جماعت کے ساتھ نماز کا ہونا موقوف ہو گیا تھا۔ حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید اور اس کا بھائی محمد (جنہوں نے یکے بعد دیگرے طبرستان میں حکومت و امارت کی بنا ڈالی تھی اور ان دونوں کے حالات اوپر بیان کیے گئے) داعی صغیر حسن بن قاسم بن علی بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد طحانی بن قاسم بن حسین بن زید تھا، اسی ابراہیم عمر بن حسن مثنیٰ کی اولاد سے تھا داعی صغیر اور اطروش میں لڑائیاں بھی ہوئی تھیں چنانچہ ۳۱۹ھ میں داعی صغیر مارا گیا۔ اس کی پچھلی نسل سے قاسم بن علی بن اسمٰعیل تھا جو حسن بن زید کا ایک سپہ سالار تھا۔

ان لوگوں نے اطراف کے رہنے والوں کے ساتھ محبت اور اخلاق کے برتاؤ کیے تھے جس سے اس علاقہ کے رہنے والوں کے دلوں میں ان کی محبت جانشین اور متمکن ہو گئی اور یہی سبب تھا کہ دیلم آئے دن بلاد اسلام پر حملہ آور ہوتے تھے کیونکہ ان حسنیوں کی فوج انہیں دیلمیوں سے مرتب کی جاتی تھی' جو ان لوگوں کے ساتھ بغاوت کیا کرتی تھی۔ اطروش حسنی کے ساتھ ماکان بن کالی بادشاہ دیلم نے بغاوت کی تھی' مداویج اور بنو بویہ انہی کے ہواخواہوں سے تھے۔ انہیں دیلمیوں کے اعزہ و اقارب ان کی فوج کے سپہ سالار اور سپاہی ہوتے تھے جو بہ لحاظ اپنے قوم کی دیلم کے نام سے موسوم کیے جاتے تھے۔ واللہ یخلق مایشاء۔

آلِ حسینؓ

حسینؓ بن علی کی اولاد ذکور سے جو کہ زمانہ حکومت یزید بن معاویہ مقام کربلا میں شہید کیے گئے تھے' ان کے بیٹے زین العابدین تھے۔ علی زین العابدین کے چار لڑکے ہوئے۔ محمد ملقب بہ باقر عبداللہ ارقط' عمر اور حسین اعرج۔

عبداللہ ارقط کی نسل سے حسین کوکبی بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن احمد بن عبداللہ ارقط تھا۔ حسین کوکبی' حسن اطروش بن علی قائم بن حسن بن علی بن عمر کے سپہ سالاروں سے تھا۔ اس نے سرزمین طالقان میں عہد خلافت معتصم میں حکومت و سلطنت کی بنا ڈالی تھی' پھر خون ریزی کے خوف سے روپوش ہو گیا تھا اور اسی حالت روپوشی میں وفات پائی۔ یہ معتزلی مذہب کا پابند تھا ان میں سے اطروش کے ہاتھ پر دیلم کا گروہ اسلام لایا تھا۔ اطروش کا نام حسن تھا، علی بن حسین بن علی بن عمر کا بیٹا تھا۔ ادیب اور فاضل تھا اس نے اپنے مذہب کو خوب سنوارا، طبرستان پر حکمرانی کی۔ ۳۰۴ھ میں وفات ہوئی، اس کے بعد اس کا بھائی محمد حکمرانی کرنے لگا۔ جب یہ بھی مر گیا تو حسین بن محمد بن علی جو اس کے بھائی کا بیٹا تھا کرسی حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ ۳۱۶ھ میں نصر بن احمد بن اسمٰعیل ابن احمد بن نوح بن اسد سامانی والی خراسان کی جنگ میں مارا گیا۔

حسین اعرج کی اولاد سے حسین ہمرج بن زین العابدین بن عبداللہ عقیقی بن حسین اعرج تھا' عبداللہ عقیقی کی نسل سے حسین بن محمد بن جعفر بن عبداللہ عقیقی گزرا ہے جس کی زندگانی کا خاتمہ حسن زید والی طبرستان کے ہاتھوں ہوا۔ اسی خاندان سے جعفر بن عبیداللہ بن حسین اعرج تھا جسے اس کے گروہ والے حجتہ اللہ سے موسوم کرتے تھے، اس کی آئندہ نسل سے ملقب بہ مسلم ایک شخص تھا جو زمانہ حکومت کافور میں مصر کے امور سیاسی کا ناظم گزرا ہے۔ مسلم کا نام محمد بن عبیداللہ بن طاہر بن یحییٰ محدث بن حسین بن جعفر حجتہ اللہ تھا۔ مسلم کے بیٹے طاہر کی نسل سے اس زمانہ کے امراء مدینہ منورہ' بنو جماز بن ہبتہ اللہ بن جماز بن شیحہ بن ہاشم بن قاسم بن مہنی بن مہنی بن داؤد بن قاسم برادر مسلم اور عمرو طاہر تھے۔ ابن سعید کا یہ خیال ہے کہ بنی جماز بن شیحہ امراء' مدینہ منورہ' عیسیٰ بن زید شہید کی اولاد سے ہیں۔ یہ امر قابل قبول نہیں ہے۔

حسین اعرج کی اولاد سے زید بھی تھے جنہوں نے کوفہ میں ہشام بن عبدالمالک کے خلاف ۱۲۱ھ میں بغاوت کی تھی اور وہیں مارے گئے

تھے۔اس کے بعد ۱۲۵ھ میں ان کے بیٹے یحییٰ نے خراسان میں علمِ مخالفت بلند کیا اور ان کی زندگانی کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔ بعض اوقات صاحب الزنج اپنے کو "سبا" ان کی طرف منسوب کرتا ہے اور اس کا بھائی عیسٰی بن زید جس نے اول زمانہ خلافت منصور میں منصور سے معرکہ آرائی کی،حسین ہی کی اولاد سے ہے جس کی نسل سے یحییٰ بن عمر بن یحییٰ تھا جس نے عہدِ حکومت مستعین میں کوفہ میں امارت کی بنا قائم کی تھی' اس کے خیالات صحابہ کی بابت اچھے اور قابلِ تحسین تھے۔ اس کی طرف وہ عمری منسوب کیے جاتے ہیں جو کہ بغداد میں سلطان کی جانب سے دیلم کے قابض ہونے کے زمانے میں کوفہ پر غالب ہو گئے تھے' علی بن زید بن حسین بن زید نے کوفہ میں بنا حکومت قائم کی تھی۔ پھر صاحب الزنج کے پاس بصرہ بھاگ گئے۔اس نے اسے قتل کر کے اس لونڈی کو گھر میں ڈال لیا جسے انہوں نے بصرہ سے گرفتار کیا تھا۔

محمد ملقب بہ باقر بن زین العابدین کی اولاد سے عبداللہ افطح اور جعفر صادق تھے۔ عبداللہ افطح کے گروہ والے عبداللہ افطح کی امامت کے قائل تھے۔ اسی کے گروہ سے زرارۃ بن ایمن کوفی تھا۔ زرارہ نے کوفہ سے نکل کر مدینہ منورہ میں جا کر قیام کیا تھا۔ اہل مدینہ نے زرارۃ سے چند مسائل فقہ دریافت کیے تھے جس کا جواب اس سے نہ بن پڑا۔ ان لوگوں نے عبداللہ افطح کی امامت کے اعتقاد سے رجوع کر لیا۔اس وجہ سے افطحیہ کی امامت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ابن حزم کا خیال ہے کہ عبیدین ملوک مصر اس کی طرف نسباً منسوب کیے جاتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

آلِ جعفر صادق

جعفر صادق کے لڑکوں سے اسمٰعیل' امام موسیٰ کاظم اور محمد دیباجہ تھے۔ محمد دیباجہ نے زمانہ خلافت مامون میں مکہ معظمہ میں بغاوت کی۔ اہلِ حجاز نے ان کی خلافت و امارت کی بیعت کی۔ پھر جس وقت معتصم حج کو آیا تو انہیں گرفتار کر کے مامون کی خدمت میں بغداد لایا۔ مامون نے ان کی خطا معاف کر دی تھی۔ محمد دیباجہ نے ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔ باقی رہے اسماعیل اور موسیٰ کاظم انہیں سے شیعہ میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ موسیٰ کاظم کا حلیہ بدویوں سے زیادہ ملتا جلتا اور رنگ مائل بہ سیاہی تھا۔ رشید ان کی بہت عزت کرتا تھا اور ان کے معاملات میں لوگوں کے کہنے سننے پر کان نہ رکھتا تھا جیسا کہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں،انہیں کی آئندہ نسل سے بقیہ ائمہ اثنا عشریہ ہیں جن کی امامت کا فرقہ امامیہ عہدِ خلافت علی بن ابی طالب وصی سے قائل ہے۔

علی ابن ابی طالب نے ۳۵ھ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے حسنؓ [1] امامت کی کرسی پر متمکن ہوئے۔ان کی وفات

---

[1] مورخ ابن خلدون نے اس مقام پر شیعوں کے ائمہ اثنا عشر کی ترتیب اور ان کے زمانہ وفات کو تحریر کیا ہے ولادت کے زمانہ سے کچھ تعارض نہیں کیا۔ میں اس کمی کو کتب تاریخ سے پورا کرتا ہوں و ھو ہذا۔ حسنؓ (۱) کی ولادت مدینہ منورہ میں نصف رمضان سنہ ۳ھ میں ہوئی۔ تقریباً بیالیس سال کی عمر پائی۔ حسینؓ (۲) بھی مدینہ منورہ میں ہجرت کے چوتھے سال شعبان کی پانچ تاریخ کو پیدا ہوئے۔تقریباً ستاون برس کی عمر پائی۔ محمد (۳) باقر تین برس قبل شہادت حسین بن علی مدینہ منورہ میں سنہ ۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ تقریباً اٹھاون برس کی عمر پائی۔ جعفر (۴) صادق کی ولادت سنہ ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی ان کی ماں کا نام فردہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق تھا۔ تریسٹھ مرحلے عمر کے طے کیے۔ موسیٰ (۵) کاظم مقام ابواء سنہ ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی ماں کا نام حمیدہ بربریہ تھا۔ انہوں نے پچپن برس کی عمر پائی۔ ان کے سینتیس (۳۷) لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ علی (۶) رضا کی (سنہ ۱۴۸ھ میں) ولادت مقام مدینہ منورہ میں ہوئی پچپن برس کی عمر میں مدفون ہوئے۔ محمد (۷) ملقب بہ جواد مدینہ منورہ میں ماہ رمضان سنہ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ پچیس برس زندہ رہے بغداد میں مدفون ہوئے۔ علی (۸) ہادی سنہ ۲۱۴ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے چالیس مرحلے عمر کے طے کیے۔ حسن (۹) عسکری سنہ ۲۳۲ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اٹھائیس برس کی عمر پائی اور سر من رائے میں مدفون ہوئے۔ بارھویں امام محمد ملقب بہ مہدی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی عمر ان کے باپ حسن عسکری کی وفات کے وقت پانچ برس کی تھی۔ اپنی ماں کے ساتھ سرداب میں داخل ہوئے اور غائب ہو گئے۔ ہذا عند الشیعہ انتہی ملخصاً" تاریخ ابی الفداء ▪ مبالک الذہب ▪ المعارف لابن عتیبہ (مترجم)

۴۹ھ میں ہوئی پھر ان کے بھائی حسینؓ امام ہوئے ان کی شہادت ۶۱ھ میں ہوئی۔ پھر ان کے بیٹے علی زین العابدین امامت کے عہدے سے سرفراز ہوئے۔ انہوں نے ۹۴ھ میں وفات پائی۔ان کی وفات کے بعد محمد بن علی زین العابدین ملقب بہ باقر امام ہوئے۔ انہوں نے ۱۱۶ھ میں انتقال کیا' پھر ان کے بیٹے جعفر صادق نے امامت کی۔ ۱۴۳ھ میں یہ جاں بحق ہوئے' ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ کاظم کو امامت دی گئی' ان کی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی۔ شیعوں کے نزدیک یہ ساتویں امام ہیں ان کے بعد ان کے بیٹے علی رضا منصب امامت سے ممتاز ہوئے' ۲۰۳ھ میں انتقال کیا پھر ان کے بیٹے علی معروف بہ ہادی نے امامت کی' ان کا انتقال ۲۵۴ھ میں ہوا' ان کے بعد ان کے بیٹے حسن عسکری کو امامت ملی' انہوں نے ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ پھر ان کے بیٹے محمد ملقب بہ مہدی عہدہ امامت سے سرفراز کئے گئے۔یہ شیعوں کے بارھویں امام ہیں۔ ان کے حالات آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

آلِ موسیٰ کاظم

موسیٰ کاظم کی اولاد سے ائمہ کے علاوہ ابراہیم مُرتضیٰ نامی ایک شخص گذرا ہے جسے محمد بن طبا طبا اور ابو السرایا نے یمن کی سندِ حکومت دی تھی۔ پس ابراہیم یمن گیا' اور وہیں پر زمانہ خلافت مامون میں ٹھہرا ہوا خون ریزی کرتا رہا حتیٰ کہ کثرتِ خون ریزی سے لوگوں نے اسے "جزار" کا لقب دیا۔اس نے اپنی امامت کا اظہار اور حکومت و سلطنت کا دعویٰ کیا تھا۔ جب کہ خلیفہ مامون نے اس کے بھائی علی رضا کی ولی عہدی کا اعلان کیا تھا۔اعلان کو زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ خلیفہ مامون ان کے قتل سے مُتّہَم کیا گیا۔ جزار نے علم مخالفت بلند کیا اور حکومت و سلطنت کا دعویٰ کیا تھا۔پس مامون نے فاطمین پر یمن میں محمد بن زیاد بن ابی سفیان کو مامور کیا۔ چونکہ ان لوگوں میں باہم عداوت و بغض تھا۔ اس وجہ سے محمد بن زیاد نے نہایت مستعدی سے اس مہم کو سر کیا فاطمیوں پر متعدد حملے کئے۔ ان کے ہوا خواہوں اور گروہ والوں کو قتل کیا اور ان کی جماعت کو تتر بتر کر دیا۔ ابراہیم مُرتضیٰ کی اولاد سے موسے بن ابراہیم شریف رضی اور مرتضیٰ کہلاوا تھا۔ ہر ایک کا نام علی بن حسین بن محمد بن موسےٰ بن موسے بن ابراہیم تھا۔

موسیٰ کاظم کی اولاد سے زید بھی تھا۔ اسے ابوالسرایا نے اہواز کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ چنانچہ زید بصرہ گیا اور اس پر حکمرانی کرتا رہا۔ عباسیوں کے مکانات کو جو وہاں تھے،جلوا کر خاک سیاہ کر دیا۔اسی مناسبت سے یہ زید النار کے نام سے موسوم ہوا۔ اس کی نسل سے زید الجنتہ بن محمد بن زید بن حسن بن زید النار تھا۔ یہ اس خاندان کا نامور فاضل اور صالح ترین شخص تھا۔ یہ زمانہ حکومت متوکل میں بغداد بھیجا گیا۔ متوکل نے اس کو ابن ابی داؤد کے سپرد کر دیا۔ ابن ابی داؤد نے اس کی آزمائش کی۔ امتحان میں کامل نکلا۔ تب ابن ابی داؤد کی شہادت پر متوکل نے اسے رہا کر دیا۔ موسےٰ کاظم ہی کی اولاد سے اسمٰعیل بھی تھا۔ اسے بھی ابو السرایا نے فارس کی حکومت دی تھی۔

جعفر صادق کی نسل سے ائمہ کے علاوہ محمد و علی پسران حسین بن جعفر تھے جنہوں نے ۲۷۱ھ میں حکومت و سلطنت کی بنا مدینہ منورہ میں ڈالی۔ بہت بڑی خون ریزی کی'لوگوں کے مال و اسباب لوٹ لیے۔ جعفر بن ابی طالب کی اولاد کو جی کھول کر پامال کیا۔ مہینوں مدینہ منورہ میں نہ جمعہ ہوا نہ جماعت کی نماز ہوئی۔

اسمٰعیل امام کی نسل سے عبیدین خلفا قیرواں و مصر یعنی بنو عبیداللہ مہدی بن محمد بن جعفر بن محمد بن اسمٰعیل تھے جن کا ذکر اوپر ہو چکا' جو لوگ ان کے نسب میں ردوقدح یا اختلاف کرتے ہیں' وہ از سرتاپا قابلِ التفات نہیں ہے۔ یہ نہایت صحیح ہے جو ہم نے تحریر کیا ہے۔ابنِ حزم نے لکھا ہے کہ یہ لوگ حسن بنفیض عم عبداللہ مہدی کی اولاد سے ہیں۔ ابن حزم کہتا ہے کہ یہ عبیدیوں کا دعویٰ ہے۔

آلِ محمد بن حنفیہ

محمد بن حنفیہ کے لڑکوں میں سے عبداللہ بن محمد اور اس کا بھائی علی بن محمد اور اس کا بیٹا حسن بن علی بن محمد تھا۔ شیعہ ان کی امامت کے بھی قائل ہیں۔ خلیفہ مامون کے عہد خلافت میں اولادِ علی بن محمد کے سوا عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب

نے بھی بغاوت کی تھی۔
جعفر بن ابی طالب کی نسل سے عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب تھا جس کی فارس میں حکومت تھی۔ کوفہ میں اس کی خلافت و امارت کی بیعت لی گئی۔ بعض ہوا خواہانِ علویہ نے یہ چاہا تھا کہ عنان حکومت و سلطنت اس کے قبضہ میں دے دی جائے لیکن ابو مسلم نے اس سے اختلاف کیا۔ ان کے گروہ والے ان کے آنے کا انتظار کرتے ہیں اور بذریعہ وصیت ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ اسے خلافت و امارت کا مستحق سمجھتے ہیں۔ یہ فاسق تھا اور معاویہ اس کا بیٹا شر وفسق میں اپنے باپ کی نظیر تھا۔ طالبیوں کے انساب اور حالات تمام ہوئے اب ہم بنی امیہ کے حالات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اندلس میں علم خلافت عباسیہ کے مدمقابل تھے۔ اس کے بعد ہم عرب کی ان دیگر حکومتوں ترک، یمن، جزیرہ، شام، عراق، مغرب کے حالات لکھنے کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں گے جو علم خلافت عباسیہ کی ماتحت اور ان کی نام لیوا تھیں مگر اس سے علیحدہ اور جدا تھیں۔ (واللہ المستعان)

(مترجم) ایک عرصہ سے آپ ان اوراق کو نہایت صبر و استقلال سے پڑھتے آئے ہیں اور بظاہر روکھے سوکھے مضامین کے سوا چٹ پٹے پھڑکتے ہوئے جملے نہ تو آپ نے دیکھے نہ سنے ہوں گے۔ آپ نے ان اوراق میں اسلام اور مسلمانوں کی جیتی جاگتی چلتی پھرتی تصویریں دیکھی ہیں اور پھرانی صفحات میں آپ نے ان کے انحطاط کی صورتوں کو بھی تنزّل کے گوشہ میں سر بہ گریباں بیٹھا ہوا یا حیران و سرگرداں ملاحظہ کیا ہو گا۔ آپ کا ذہن، آپ کا دل، خود یہ جواب فوراً دیدے گا کہ مسلمانوں کی بربادی اس وجہ سے ہوئی کہ ان لوگوں نے احکامِ قرآنی پر نظر نہ رکھی اور آپس کی خانہ جنگیوں، باہمی نزاعات، بے جا خواہشات، حکمرانی اور تکبّر و بے جا فخر انساب و ہم چو من دیگرے نیست میں مبتلا ہو گئے تھے۔

خلافتِ راشدۂ اسلامیہ کے تیسرے دور کے آخر میں امیر المومنین عثمانؓ بن عفان کی شہادت کے واقعہ میں بلو ایانِ مصر کے علاوہ، کبّار صحابہ سے کوئی اس میں شریک نہیں ہوا تھا تاہم اسلام اور مسلمانوں کو نقصان عظیم پہنچانے کے لئے کم نہ تھا مگر اس زخم کا فوری علاج یوں ہو گیا کہ امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب بمشورہ ارباب حل و عقد و صحابہ کبار سریر خلافت پر جلوہ آرا ہو گئے۔ نظامِ حکومت درست نہ ہونے پایا تھا کہ اسی غیر متوقع واقعہ شہادتِ خلیفہ مظلوم نے اپنے کو جنگِ جمل کے سانچے میں ڈھال لیا۔ طلحہؓ و زبیرؓ اور ام المومنین عائشہؓ ایک فریق ہوئیں اور امیر المومنین علیؓ ایک فریق ہو گئے۔ لگانے بجھانے والوں اور قاتلینِ عثمانؓ نے دونوں فریقوں کو لڑا کر اپنے کو قصاصِ خونِ خلیفہؓ مقتول سے بچا لیا۔ اس جنگ میں فریق اول کو شکست ہوئی۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے ام المومنین عائشہؓ کو بہ عزت و احترام میدان سے واپس کیا اور خود کوفہ پہنچ کر نظم و نسق میں مصروف ہو گئے۔ قصاصِ عثمانؓ کے جو لوگ خواہاں تھے ان کے دل پہلے ہی سے واقعہ شہادت متذکرہ بالا سے بھر آئے ہوئے تھے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ کے عزل و نصب نے ان کے حق میں سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ اور جنگِ صفین کی بنیاد پڑ گئی۔ اس میں ایک فریق امیر معاویہؓ والی شام تھے ــــــــــ دوسرے فریق وہی امیر المومنین حضرت علیؓ۔ فریقین کی قوتیں اس لڑائی کی نذر ہو گئیں۔ آخر کار قدرتی طور پر یہ طے پایا کہ عرب اور عراق کی زمامِ حکومت امیر المومنین حضرت علیؓ کے قبضۂ اقتدار میں رہے اور شام پر امیر معاویہؓ حکمراں رہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آخری دورِ خلافت میں مسلمانوں کی متحدہ قوت دو حصوں میں منقسم ہو جانے سے مسلمانوں کی قوت کو کس قدر نقصان پہنچا ہو گا اور قوت جو اسلام کو خلافت کے دورِ سابقہ میں حاصل تھی کہاں تک زائل ہو گئی ہو گی۔ اسی جنگ کے خاتمہ پر جنگ نہروان کی بناء پڑتی ہے اور امیر المومنین حضرت علیؓ کو اس میں مصروف و مشغول ہونا پڑتا ہے۔ اس سے خلافت کی رہی سہی قوت ٹوٹ جاتی ہے۔ یہی واقعات تھے جن کی وجہ سے خلیفہ چہارم کے دور میں فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کا موقع نہیں ملا اور ساری قوت آپس کے جھگڑوں باہمی نزاعات اور رفع بغاوت میں صرف ہو گئی حتیٰ کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کا زمانۂ شہادت قریب آ گیا اور جنابِ موصوف کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپ کے بیٹے حسنؓ کے ہاتھ پر خلافت و امارت کی بیعت کی۔ یہ بھی اجماع اور شوریٰ کی ایک صورت تھی۔ حسنؓ نے تختِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی اس امر کا احساس کر کے ممالک اسلامیہ میں دو حکومتوں کے قائم ہونے یا رہنے سے اسلام کو بجائے فائدہ کے

نقصان اور ترقی کی جگہ تنزل ہو گا، نہایت دانائی اور انجام بینی سے اس امر کے پیش نظر خلافت راشدہ کا دور ارشادِ نبوی صلعم کے بموجب تیس برس رہے گا،حکومت و امارت امیر معاویہ کے سپرد کر دی اور آپ مدینہ منورہ جا کر عزلت گزیں ہو گئے۔ کسی ہوا پرست کا یہ خیال کرنا کہ حسنؓ ابن علیؓ نے بزدلی یا سستی و کاہلی سے حکومت چھوڑ دی،نہایت حماقت و بے دینی ہے۔ اس امر نے ادھر رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم کی اس پیشین گوئی کو جو کہ آپؐ نے عہدِ طفلی میں حسنؓ بن علیؓ کے بارے میں کی تھی، سچ کر دکھایا ادھر شیعانِ علیؓ نے ہمیشہ کے لیے اسی وجہ سے ان کے خاندان کو منصبِ امامت سے محروم کر دیا۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تابہ کجا

امیر معاویہؓ اس عام الجماعت کے بعد تمام ممالک اسلامیہ پر بلا کسی شریک اور سہیم کے حکمرانی کرنے لگے۔یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگوں نے نبوت اور فیوض برکات صحبت رسالت مآبؐ کو بھلا دیا تھا۔ قومی حمیت عصبیت اور طرف داری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ معاویہؓ ایک مدت دراز تک حکومت کر کے انتقال کر گئے۔انہوں نے انتقال سے چند دن پیشتر اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا۔ اسلام میں یہ پہلی نظیر تھی جس سے انتخابی اور جمہوری حکومت برخاست ہوتی ہے اور شخصی حکومت کی بناء قائم ہوتی ہے۔ ورنہ اس سے پیشتر انتخاب اور اجماع اہلِ شوریٰ سے منصبِ امارت و خلافت دیا جاتا تھا۔ اگرچہ امیر معاویہؓ خود بھی "انتخابا" اور اجماعا" خلیفہ و امیر نہیں بنائے گئے تھے مگر انہوں نے بہ تقاضائے فطرت و جبلت جبکہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو چلا تھا، قومیت کے لحاظ سے اپنی قوم اور تمام عرب اور مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کر لیا جیسا کہ ہر بادشاہ اپنی قوم کو قومیت کے لحاظ سے اپنی جانب مائل کر لیتا ہے۔ اس وقت تک جس قدر لڑائیاں ہوئیں وہ محدود اور شخصی تھیں،اس کا اثر اسی وقت تک رہا جب تک کہ وہ قائم رہیں۔ یزید کے زمانۂ حکومت میں ایک ایسا واقعہ پیش آ جاتا ہے کہ جس سے اسلام میں گروہ بندیاں شروع ہو جاتی ہیں،اگرچہ گروہ بندیوں کا سلسلہ آخری دورِ خلافت خلیفہ ثالث سے شروع ہو جاتا ہے لیکن وہ ایسا وقیع نہیں ہے کہ جس کی طرف توجہ کی جائے یزید کے زمانہ حکومت میں کوفیوں کی تحریک و اصرار پر جو اپنے کو شیعانِ علیؓ سے تعبیر کرتے تھے، حسینؓ بن علیؓ نے پہلے پسرانِ مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا اور جب کوفہ کے شیعانِ علیؓ نے ان کے ہاتھ پر حسینؓ بن علیؓ کی بیعت کر لی تو آپ نے بھی یہ خبر پا کر کوفہ کی طرف کوچ کیا۔ ادھر حکومت کا دباؤ بڑھنے سے کوفہ والوں نے جنہوں نے اولاد مسلم کے ہاتھ پر حسینؓ ابن علیؓ کی بیعت کی تھی، پسرانِ مسلم کو حکومت کے حوالے کر دیا اور وہ شہید کر ڈالے گئے۔ ادھر حسینؓ ابن علیؓ کوچ و قیام کرتے ہوئے کوفہ کے قریب پہنچ گئے۔ یزید نے ملکی مصلحت کے خیال سے اپنے امراء لشکر اور گورنر کوفہ کو اس امر کی روک تھام پر مامور کیا۔ اس جدوجہد میں لشکرِ شام کو کامیابی حاصل ہوئی اور کوفہ والے جنہوں نے خطوط لکھ کر بیعت کرنے کے لیے بلوایا تھا اور پسران مسلم کے ہاتھ پر آپ کی بیعت بھی کر لی تھی،اپنے مطلوبہ امام کو لشکر کے حوالہ کر کے تماشائے جنگ دیکھتے رہ گئے۔

اس موقع پر میں اس امر کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اہلِ کوفہ جنہوں نے خطوط لکھے تھے،شیعان علیؓ سے اور ان کے متبع تھے۔ شام والے شاہی ملازم تھے اور ان کا مذہب میرے نزدیک نہ شیعہ تھا نہ سنی بلکہ وہ حکومت کا مذہب رکھتے تھے۔ حکومت کا مذہب کیا تھا؟ مصالح ملکی انتظام سلطنت اور حکمرانی۔ اس واقعہ کے ختم ہونے پر واقعہ حرہ پیش آیا۔ واقعات جان خراش میں سے ایک یہ بھی واقعہ تھا۔ اس کے بعد یزید مر گیا۔ اس کا بیٹا معاویہ بن یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا۔ چالیس روز یا کچھ کم و زیادہ حکومت کر کے امارت سے دست بردار ہو گیا۔ اہلِ حجاز' یمن' عراق اور خراسان نے بلا جدوجہد عبداللہ بن زبیرؓ کی امارت کی بیعت کر لی۔ ملک شام اور مصر والے تقرر امیر میں پس

ل عن ابی بکرۃ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم علی المنبر و الحسن بن علی ابی جنبہ و ھو یقبل علی الناس مرۃ و علیہ اخری و یقول ان ابنی ھذا سید و لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظمین من المسلمین راوہ البخاری ترجمہ۔ ابی بکرۃ ؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا اور حسن بن علی آپ ﷺ کے پہلو میں تھے۔ گاہے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اور گاہے حسن کی طرف اور یہ فرماتے جاتے تھے میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں مصالحت کرا دے گا روایت کیا اس کو بخاری نے مشکوۃ شریف صفحہ ۵۶۹۔

و پیش کر رہے تھے کہ مروان بن الحکم جو ایک مدت سے ایسے مواقع کا منتظر تھا اور حکومت و سلطنت کا خواہش مند تھا، حکمتِ عملی سے ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ اسے اور اس کی آئندہ نسلوں کو اپنی کوششوں میں کامیابی ہوئی اور عبداللہ بن زبیرؓ کی زندگانی کا ناکامی سے خاتمہ ہو گیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت امارت کو اگر غور سے دیکھا جائے تو باجماع وشوریٰ ہو سکتی ہے نہ کہ مروان بن الحکم کی۔ بہرکیف اب وہ زمانہ آگیا تھا کہ مروانیوں کی خوش اقبالی کا جھنڈا کامیابی کے ساتھ ہوا میں لہرا رہا تھا۔ ادھر دعوے داران امارت و حکومت درپردہ سازشیں کر رہے تھے۔ ادھر گاہے خوارج بغاوت کرتے نظر آرہے تھے۔ اور گاہے[1] شیعان و متبعان علیؓ خونِ حسینؓ کے قصاص لینے کو اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ تاہم کچھ نہ کچھ جہاد کا سلسلہ قائم و جاری رہا۔ سندھ، کاشغر، چین اور اندلس عظمیٰ وغیرہ ممالک فتح ہوئے۔

۱۰۰ھ سے دعوے دارانِ سلطنت اور خواہش مندانِ حکومت کا ایک نیا گروہ پیدا ہو جاتا ہے جس میں عباسی اور علوی، حکومت سرداری کا جھنڈا لئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو جنہوں نے بزورِ غلبہ یا بہ حکمتِ عملی حکومت حاصل کر لی تھی، حکومت کی کرسی سے اتارنا چاہتے ہیں عباسیوں کو اس ریشہ دوانی میں رفتہ رفتہ ۱۳۲ھ میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور علویہ جو قافلہ سالار تھے، پیچھے رہ جاتے ہیں۔ مروان بن محمد آخری تاج دار بنو امیہ مارا جاتا ہے اور ابو العباس سفاح حکومت و سلطنت کی عبا پہنے ہوئے کرسی امارت پر متمکن نظر آتا ہے۔ کاش یہ دعوے دارانِ سلطنت و خواہش مندانِ حکومت اپنی ذات منفعت یا حصول ثروت و دولت کی قوت کو ممالک غیر پر قبضہ و تصرف حاصل کرنے میں صرف کرتے اور ان ممالک میں آتش جنگ مشتعل نہ کرتے جہاں کہ اسلام کے نام لیوا حکومت کر رہے تھے تو آج دنیا میں اسلام ہی اسلام نظر آتا۔

بنو امیہ کی حکومت ان ممالک سے ختم ہونے پر ان کے گورنرانِ صوبجات بار بار سر اٹھاتے ہیں مگر حکومت و سلطنت ان کا سر کچل دیتی ہے۔ غرض اسی طرح سے آہستہ آہستہ بنو عباس کی حکومت کا سکہ ممالک اسلامیہ میں چلنے لگتا ہے۔ اس کے تھوڑے دن بعد اہلِ بیعت علویہ نے خلفاء عباسیہ سے مخالفت پیدا کی اور یہ خیال جما کر کہ ہم مستحقِ خلافت ہیں، اپنی امارت و حکومت کی بنا قائم کرنے لگے۔ گھر کی بلا کو کون ٹال سکتا ہے، انہوں نے بھی چند دن کی سعی و کوشش کے بعد ممالک بعیدہ اسلامیہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اور المغرب الاقصیٰ، قیروان اور مصر وغیرہ وغیرہ ملکوں میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہ ممالک کس کے تھے؟ مسلمانوں کے! کس نے قبضہ کیا؟ وہی اسلام کے دعوے داروں نے، یہ کیوں؟ اس دعوے سے کہ ہم خلافت کے مستحق ہیں؟ ہم ہاشمی ہیں، ہم علوی ہیں یا ہمارے جدِ امجد کے حق میں امامت و امارت کی وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے تھے۔ حالانکہ اربابِ نقل و روایت اس سے انکار کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں نے احکام و ارشادات قرآنی کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو نسیاً منسیا کر رکھا تھا۔ مسلمانوں کی خون ریزی کو بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھ لیا تھا۔ مذہب و ملت کو حکومت و سلطنت سے جدا کر دیا تھا۔ بے جا خواہشاتِ حکمرانی اور نسب و خاندان پر فخر کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی اور اپنے ہوا و ہوس کے پودوں کے نشوونما میں اپنی قوتوں کو صرف کر رہے تھے یہی اسباب تھے جن سے علمِ خلافت اسلامیہ آخرکار سرنگوں ہو گیا اور اس کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔

حکومتِ اسلامیہ کی تنزلی کے اسباب میں سے ایک بڑا اور قوی سبب یہ بھی ہوا کہ تاج دارِ خلافت کی سستی و کاہلی یا حالات سے آگاہ نہ ہونے کے باعث حکومت و سلطنت کے بہت سے ٹکڑے ہو گئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی متعدد سلطنتیں قائم ہو گئی تھیں۔ آئے دن دعوے دارانِ حکومت و سلطنت علمِ حکومت کے خلافت اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ بسا اوقات وزراء، امراء محل، سراء کے خواجہ سرا اور لونڈی غلام خلافت مآب پر غالب ہو جاتے تھے اور وہی امورِ سلطنت کے سیاہ و سفید کے مالک ہوتے تھے۔ اجنبیوں اور عجمیوں کا دخل اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ ہر صیغہ کے مالک وہی تھے۔ سرزمینِ عرب کے پرزے بالکل نکمے اور ناکارہ تسلیم کر لئے گئے تھے۔

---

[1] یزید کی وفات اور مروان بن الحکم کی بیعت کے بعد سلیمان بن عمرو مختار بن ابی عبیدہ وغیرہ نے بطلب خون حسینؓ بغاوت کی تھی۔ دیکھو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد ۴، صفحہ ۱۔

ہمارے اس دعوے کے لئے گذشتہ واقعات کے علاوہ ابن علقمی وزیر السلطنت اور خلیفہ مستعصم کا واقعہ کافی طور سے شہادت دے رہا تھا۔ اگر مسلمانوں کا ہر فرد اپنے کو اسلام کا جاں باز سپاہی اور ہر جاں باز سپاہی اپنے کو امیر و خلیفہ سمجھتا اور ان اصول کے مسلمان پابند رہتے جنہیں شارع اور ان کے متبعین خلفاء نے جاری کیا تھا جیسا کہ دورِ خلافت راشدہ میں تھا۔ تو اسلام کو اس روز بد کے دیکھنے کی نوبت نہ آتی اور نہ مسلمانوں کی حکومت زوال پذیر ہوتی یہی اصول تھا جس کے ترک کرنے سے اسلام اور مسلمانوں پر ضعف اور کمزوری طاری ہوئی اور غیر اقوام نے ان کی اس کمزوری سے کامیابی حاصل کی۔

اس قدر تحریر کرنے کے بعد ہم ان لوگوں کی اجمالی فہرست درج کرتے ہیں۔ جنہوں نے عہدِ خلافت عباسیہ میں بہ دعوے داری امامت و امارت علم مخالفت بلند کیا تھا اور حکومت و سلطنت اسلامیہ کی بربادی کے باعث ہوئے۔

زمانہ خروج	مقام خروج	نام	کیفیت
۱۳۵ھ عہد خلافت منصور	حران	عبداللہ بن علی عباسی	امیر ہونے کی نوبت نہیں آئی ۱۴۹ھ میں مارے گئے
۱۴۵ھ عہد خلافت منصور عباسی	مدینہ منورہ	محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب الملقب بہ مہدی ونفس ذکیہ	۱۴۵ھ میں مارے گئے
	بصرہ	ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب	بصرہ اور اہواز میں چند دن حکومت کی
۱۶۹ھ عہد خلافت ہادی	مدینہ منورہ	حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط	قتل کئے گئے اور حکومت کی نوبت نہیں آئی۔
۱۷۶ھ عہد خلافت ہارون الرشید	دیلم	یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسین سبط	فضل برمکی کی عاقلانہ تدبیر سے مصالحت ہوگئی تھی۔
۱۹۵ھ عہد خلافت مامون	دمشق	علی بن عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ سفیانی اموی	
۱۹۹ھ عہد خلافت مامون	کوفہ	محمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسین علوی معروف بہ طباطبا	اس کے مرجانے پر اس کا غلام ابوالسرایا شاہی لشکر سے لڑتا رہا متعدد لڑائیاں ہوئیں۔
۲۰۰ھ	مکہ	محمد بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین	گرفتار ہو کر بغداد بھیجے گئے پھر جیل سے نکل بھاگے
۲۱۹ھ یا اس سے کچھ پہلے عہد خلافت معتصم	طالقان	محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن زین العابدین	

کیفیت	نام	مقام خروج	زمانہ خروج
جنگ کی نوبت نہیں آئی صرف بیعت کی گئی	عباس بن مامون	بغداد	عہد خلافت معتصم
	ابوحرب یمانی ملقب بہ مبرقع اموی ہونے کا مدعی تھا	اطراف فلسطین	۲۲۷ھ عہد خلافت واثق
۲۵۰ھ میں مارے گئے۔	یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید شہید علوی	کوفہ	۲۵۰ھ عہد خلافت مستعین
بلاد صعید کے چند قصبات پر قبضہ حاصل کر لیا تھا	ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن محمد بن حنفیہ علوی معروف بہ ابن صوفی	مصر	۲۵۹ھ عہد خلافت معتمد
کوفہ پر قبضہ کر لیا تھا	علی بن زید علوی	کوفہ	معتمد
۲۶۰ھ میں مارا گیا رے پر قابض ہو گیا موسیٰ بن بغا سے اور اس سے لڑائی ہوئی	حسین بن زید علوی	رے	ایضاً
صوبہ طبرستان وغیرہ پر قابض ہو گیا تھا۔	حسن بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن زین العابدین معروف بہ اطروش	طبرستان وویلم	۳۰۰ھ یا اس سے کچھ دنوں پیشتر عہد خلافت مقتدر

یہ اجمالی فہرست ان لوگوں کی تھی جنہوں نے وقتاً فوقتاً امارت و حکومت حاصل کرنے کی غرض سے خروج کیا تھا مگر بہت ہی جلد حکومت کی طرف سے ان کا استیصال ہو گیا تھا۔ اگر انتخاب میں میری نظر نے غلطی کی ہو اور کچھ لوگ اس فہرست میں شامل کرنے سے باقی رہ گئے ہوں تو مجھے امید ہے کہ آپ معاف کر دیں گے باقی رہ گئے ■ لوگ جنہوں نے خلافت عباسیہ سے علیحدہ ہو کر اپنی اپنی حکومت قائم کر لی تھی انہیں میں نے فہرست میں داخل نہیں کیا علامہ مورخ نے ان لوگوں کے حالات کو جدا جدا تحریر کیا ہے۔ (مترجم)

باب ۱۷

حکومت بنوامیہ (اندلس)

اندلس بحیرہ روم کے شمالی کنارہ پر مغرب کی جانب واقع ہے۔ حکمرانان اندلس اس کو عرب اندلوسیہ عظمیٰ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہاں پر فرانس کا ایک گروہ رہتا تھا ان میں سے زیادہ تر سخت اور کثیر التعداد جلالقہ تھے۔ لیکن قوط (گاتھ) نے اسلام سے دو برس پہلے لاطینیوں سے متعدد لڑائیاں لڑ کر اس خطہ پر قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ انہیں لڑائیوں میں قوط (گاتھ) نے رومہ پر محاصرہ کیا تھا۔ اہل رومہ نے صلح کا پیام دیا اور آخر کار اس امر پر مصالحت ہو گئی کہ گاتھ اندلس کو واپس چلے جائیں چنانچہ ان لوگوں نے اس ملک کی طرف رخ کیا اور قابض ہو گئے پھر جب رومیوں اور لاطینیوں نے لیلہ نصرانیہ کو لے لیا تو دوسری طرف سے مغرب میں فرانسیسی بہادر بھی گھس پڑے اس وقت گاتھ کے قبضۂ اقتدار میں یہاں کی زمام حکومت تھی۔ گاتھ نے ان تعلقات سے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔

شاہان گاتھ کا دارالسلطنت طلیطلہ (ٹولیڈو) میں تھا اور اکثر[۱] ـــــ اور قرطبہ' ماروہ اور اشبیلیہ کے درمیان تھے' اسی حالت سے گاتھ نے تقریباً" چار سو برس حکمرانی کی حتیٰ کہ آفتاب اسلام کی روشنی سے تمام عالم منور ہو گیا اور اس کی فتح مند فوجیں بحر ظلمات اور سواحل افریقیہ پر لہراتی نظر آنے لگیں۔ اس وقت یہاں کا بادشاہ لرزیق (راڈرک) تھا۔ یہ لقب یہاں کے بادشاہوں کا تھا جیسا کہ جرجیر ملوک صقلیہ کا خطاب تھا۔ گاتھ کا نسب اور ان کی حکومت کے واقعات ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ بحیرہ روم کے جنوبی ساحل کے اس پار گاتھ ہی کا قبضہ تھا جس کے حدود ادھر طنجہ سے ادھر بلاد بربر سے ملے ہوئے تھے۔ بربریوں کا بادشاہ جو اس صوبہ پر ان دنوں حکمرانی کر رہا تھا جسے عرب جبال غمازہ سے تعبیر کرتا ہے، بلیان[۲] نامی ایک شخص تھا۔ یہ شخص انہی کے مذہب کا پابند اور انہی کا ماتحت تھا۔ موسیٰ بن نصیر سردار عرب خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی کی جانب سے افریقیہ کی گورنری پر تھا۔ اس کا دارالحکومت قیروان تھا۔ عساکر اسلامیہ نے اس نامور گورنر کی ماتحتی میں المغرب الاقصےٰ کے اکثر شہروں کو فتح کر لیا ان کی فتوحات کا سیلاب بڑھتے بڑھتے جبال طنجہ سے گذر کر بحیرۂ زقاق تک پہنچ گیا تھا۔ صرف ایک قلعہ جبال غمازہ کا جس پر بلیان حکمرانی کر رہا تھا، مسلمانوں کے مقابلہ پر اڑا ہوا لڑ رہا تھا۔

گورنر افریقیہ موسیٰ بن نصیر بلیان سے علم حکومت اسلامیہ کی اطاعت قبول کر لینے کا نامہ پیام کر رہا تھا اور اپنے آزاد غلام طارق بن زیاد لیثی کو طنجہ کی حکومت پر مامور کر دیا تھا۔ اتفاق سے انہی ایام میں بلیان اور لرزیق بادشاہ گاتھ میں چشمک پیدا ہو گئی۔ سبب یہ ہوا کہ لرزیق نے بلیان کی بیٹی (فلورنڈا) کی عصمت پر اپنے محل سرا میں حملہ کر کے اس کی پاک دامنی کو اپنی ہوس اور شہوت پرستی اور عیش پسند طبیعت کا شکار بنا ڈالا تھا۔ اس وقت اسپین کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا یہ دستور تھا کہ اپنے بچوں کو دربار شاہی میں آداب تہذیب بزم سکھانے کی غرض سے بھیج دیا کرتے تھے۔ چنانچہ بلیان نے اسی دستور کے مطابق اپنی بیٹی (فلورینڈا) کو طلیطلہ (ٹولیڈو) بھیج دیا تھا۔ بلیان کو اس شرم ناک خبر کے سننے سے سخت برہمی ہوئی تھی۔ فوراً" سامان سفر درست کر کے دربار شاہی کو روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر لرزیق سے ملاقات کی اور مع اپنی مظلومہ بیٹی کے اپنے دارالحکومت واپس آیا' واپس ہوتے ہی طارق سے ملاقات کی جس کے ساتھ بارہا تیغ و سپر ہو چکا تھا اور اسے گاتھ کے سرسبز و شاداب ملک کی راہوں سے واقف کر کے اس قدر شوق دلایا کہ عربی جرنیل کے منہ میں پانی بھر آیا۔

طارق نے فرصت اور موقع پا کر ۹۲ھ۔۷۱۰ء میں اپنے امیر موسیٰ بن نصیر سے اجازت حاصل کی اور تین سو عربی سپاہ اور دس ہزار بربری فوج کی جمعیت سے دریا عبور کر کے ساحلِ اندلس پر حملہ آور ہوا۔ طارق نے ان کو بھی فوجی لباس پہنا کر ایک خاصہ لشکر بنا لیا تھا۔

---

[۱] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔ مترجم

[۲] بلیوان کا نام جولین تھا صوبہ سیوٹا (سبد) کا یہ گورنر تھا۔

اور فتح مندی کا جھنڈا لئے ہوئے جبل الفتح (لائیزازک یا قلعہ الاسد) موسوم بہ جبل الطارق (جبرالٹر) تک پہنچ گیا۔ دوسری جانب طارق بن مالک نخعی ممالک اندلس میں گھس کر تاخت و تاراج اور لوٹ مار کرتا ہوا اس مقام تک پہنچا جسے اب اس کے نام کی مناسبت سے شہر طاریفا کہتے ہیں۔ ان مقامات کے فتح ہونے کے بعد اندلس کے اندرونی حصوں کی طرف عساکر اسلامیہ نے رخ کیا۔ لرزیق کو اس کی خبر لگی تو اس نے عجم کے مختلف گروہوں اور عیسائیوں کو جمع کر کے چالیس ہزار کی جمعیت سے عساکر اسلامیہ سے لڑنے کے لئے نکلا دونوں فوجوں کا ایک وادی میں جسے عربی مورخ بکہ[1] کہتے ہیں مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو اس معرکہ میں کامیابی ہوئی بہت مال غنیمت ہاتھ آیا بے شمار لونڈی غلام کے مالک ہوئے۔ طارق نے فتح کا بشارت نامہ معہ مال غنیمت اپنے گورنر موسٰے بن نصیر کی خدمت میں روانہ کیا۔

موسیٰ بن نصیر کو طارق کی اس غیر متوقع فتح یابی اور ناموری سے رشک پیدا ہوا۔ ایک باضابطہ فرمان لکھ بھیجا کہ "چونکہ تم بغیر اجازت کے ملک غیر میں گھسے جاتے ہو لہٰذا جہاں تک تم پہنچ گئے ہو رک جاؤ اور جب تک میں نہ پہنچ جاؤں آگے نہ بڑھو" اور اپنی جگہ قیروان میں اپنے بیٹے عبداللہ کو مامور کر کے ۹۳ھ/۷۱۱ء میں ایک عظیم لشکر کے ساتھ ممالک ہسپانیہ کے سر کرنے کے لئے کوچ کیا۔ اس مہم میں حسین بن ابی عبداللہ المدی فہری اور عرب کے مشہور مشہور دلاور، آزاد غلام اور بربر کے مشہور مشہور نبرد آزما شریک تھے۔ چنانچہ موسٰے بن نصیر نے خلیج زقاق کو طنجہ اور جزیرہ خضر کے درمیان عبور کر کے اندلوسیہ عظمٰی میں قدم رکھا۔ طارق نے اپنے گورنر سے ملاقات کی اور مطیع و منقاد ہو کر اس کی ماتحتی میں ممالکِ ہسپانیہ کو سر کرتا رہا۔ حتیٰ کہ موسٰے بن نصیر نے فتح کی تکمیل کی اور اندلس کو شرقاً" برشلونہ تک 'وسطاً' اربونہ تک غرباً" صنم قادس تک فتح کر لیا۔ تمام ممالک ہسپانیہ کو زیر و زبر کر کے بہت سا مال غنیمت جمع کیا اور مشرق کی طرف سے قسطنطنیہ کو سر کرتا ہوا ملکِ شام میں داخل ہونے اور ان ممالک کے درمیان میں جس قدر عجمیوں اور نصرانیوں کے ممالک تھے، ان کو تاخت و تاراج اور فتح کر کے دار الخلافت میں حاضری کا ارادہ کیا تھا۔

رفتہ رفتہ دربارِ خلافت تک یہ خبر پہنچی۔ خلیفہ ولید کو مسلمانوں کا دارالاسلام سے اس قدر دور دراز نکل جانا اور دارا لکفر میں جا کر اس قدر منہمک ہونا شاق گذرا۔ موسٰے بن نصیر کو تہدید آموز فرمان لکھا اور واپس آنے کی سخت تاکید کی۔ اس سے موسٰے بن نصیر نے ارادہ فسخ کر دیا اور ملک ہسپانیہ کا نظم و نسق و سرحدی مقامات کی حفاظت پر فوجیں مامور کر کے لوٹ کھڑا ہوا۔

عبدالعزیز بن موسٰے

روانگی کے وقت اپنے بیٹے عبدالعزیز کو بلا کر ہسپانیہ میں عنان حکومت وانتظام اس کے سپرد کیا اور دشمنانِ اسلام پر جہاد کرنے کی ہدایت کی اور قرطبہ میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ عبدالعزیز نے قرطبہ کو اپنا دارالامارت قرار دیا۔ ۹۵ھ میں موسٰی بن نصیر قیروان میں داخل ہوا اس کے بعد ۹۶ھ میں مالِ غنیمت اور خزائن وغیرہ کے ساتھ دارالخلافت دمشق کی جانب روانہ ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مال کے علاوہ جو ملک اندلس سے ہاتھ آیا تھا تیس ہزار سوار غلامی کے حلقے میں تھے۔ افریقیہ میں اس نے اپنی جگہ اپنے بیٹے عبداللہ کو متعین کیا۔ جس وقت موسٰے بن نصیر دربارِ خلافت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ سلیمان نے اس کی جرأت اور مسلمانوں کو خطرہ میں ڈالنے پر ڈانٹ ڈپٹ کی اور اس کی کار گذاری کا ذرہ برابر پاس نہ کیا۔

اس واقعہ کے دو برس بعد عساکرِ اسلامیہ اندلس نے سلیمان کی پشت پناہی سے عبدالعزیز موسٰی بن نصیر کو قتل کر ڈالا۔ ایوب بن حبیب سخمی ہمشیر زادہ موسٰے بن نصیر کو حکومتِ اندلس پر مامور کیا گیا۔ عبدالعزیز نیک مزاج فاضل اور جوانمرد تھا۔ اس کے زمانۂ حکومت میں بہت سے شہر فتح ہوئے۔ ایوب نے چھ ماہ حکومت کی اور اس کے بعد گورنرانِ عرب اندلس میں حکمرانی کرنے کو آتے رہے۔ گاہے دربارِ خلافت کی جانب سے اور گاہے قیروان کی جانب سے۔

گاتھ قوم اور قبیلہ جلالقہ

ان اسلامی گورنروں نے مختلف اوقات میں ملک اندلس کو اس سرے سے اس سرے تک فتح کر لیا اور تمام جزیرہ اندلس کو چھان ڈالا۔

[1] بکہ وادی لیت کے متصل بہتا ہے۔ اور پچھلا دریا راس طرفا لگر کے پاس ہو کر سٹریٹ کو جاتا ہے۔ تاریخ اسپین صفحہ ۱۵۔

شرق میں برشلونہ اور .شتالہ کے قلعوں پر بھی قابض ہو گئے۔ وسط میں بسالیلہ کو دبا لیا تھا۔ غرض رفتہ رفتہ قوم گاتھ اور جلالقہ کا گروہ معدوم ہو گیا۔ ان کی حکومت صفحۂ دنیا سے مٹ گئی۔ کچھ لوگ جو اسلامی دلاوروں کی تلواروں سے بچ گئے تھے، وہ جبال' قشالہ' اربولہ اور سرحدی پہاڑوں کے دروں میں جا کر پناہ گزین ہو گئے تھے اور اس طرح لشکرِ اسلام برشلونہ کی پرلی جانب بھی جزیرہ نما اندلس کی سرحد سے نکل کر فرانس کے مقبوضات میں داخل ہو رہا تھا' اور اپنی فتح یابی کی موجوں سے کفار کی دیواروں کو ہلائے ڈالتا تھا۔ انہی واقعات کے اثنا میں کبھی کبھی عربی سپاہ مقیم اندلس میں اختلاف و جھگڑا بھی پیدا ہو جاتا تھا۔ اس سے دشمنانِ اسلام کو موقع مل جاتا تھا' اہلِ فرانس ان ممالک کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیتے تھے جنہیں لشکرِ اسلام نے بہ زورِ تیغ ان سے چھین لیا تھا۔

سَمح بن مالک خولانی

سلیمان بن عبدالمالک کے گورنر افریقیہ محمد بن یزید کو جب عبدالعزیز بن موسےٰ بن نصیر کے مارے جانے کی خبر ہوئی تو اس نے حرب بن عبدالرحمٰن بن عثمان کو سندِ حکومت اندلس عنایت کر کے روانہ کیا۔ ۔ ۔ ۔ چنانچہ حرب اندلس میں پہنچ کر ایوب بن حبیب کو حکومت سے معزول کر کے خود حکمرانی کرنے لگا۔ دو برس آٹھ ماہ اس نے حکمرانی کی۔ اس کے بعد خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اندلس کی حکومت پر سمح بن مالک خولانی کو . . . . . مامور کیا۔ اور اندلس کے مالیہ سے پانچواں حصہ لینے کا حکم دیا چنانچہ سمح نے اس کی تعمیل کی اور قرطبہ کا پل تعمیر کرایا۔ اس کے بعد ۱۰۲ھ میں ممالکِ فرانس پر جہاد کی غرض سے فوجیں مرتب کیں اور نہایت مردانگی سے حملہ آور ہوا' اتفاق یہ کہ سمح اس معرکہ میں شہید ہو گیا۔

اہلِ اندلس نے اس کی جگہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کو اپنا امیر بنا لیا۔ حتیٰ کہ عنبسہ بن سُحیم کلبی بن یزید مسلم گورنر افریقیہ کی جانب سے امیر اندلس ہو کر آیا۔ پھر عنبسہ کے قتل کے بعد اہلِ اندلس کی درخواست پر یحییٰ بن سلمہ کلبی کو حنظلہ بن صفوان کلبی والی افریقیہ نے روانہ کیا' ۱۰۷ھ میں یحییٰ بن سلمہ اندلس میں داخل ہوا۔ ڈھائی برس حکمرانی کی اور اس نے اپنے زمانۂ حکومت میں کوئی جہاد نہیں کیا۔ بعد ازاں عثمان بن عبیدہ ابن عبدالرحمٰن سلمی گورنر افریقیہ کی طرف سے والی اندلس ہو کر آیا۔ پھر پانچ مہینے بعد حذیفہ بن خوص عیشی کو بھیج کر عبیدہ کو معزول کیا۔ عبیدہ نے ۱۱۰ھ تک گورنری کی۔ کہا جاتا ہے کہ حکومت کے دو برس بعد اسے بھی معزول کر دیا گیا۔ مورخین اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا عثمان سے پہلے حذیفہ یا حذیفہ سے پیشتر عثمان آیا تھا۔ بہرکیف اس کے بعد ہیثم بن عبید کلابی محرم ۱۱۱ھ میں عبیدہ بن عبدالرحمن گورنر افریقیہ کی طرف سے والیٔ اندلس ہو کر آیا۔اس نے سرزمینِ مقرشہ پر جہاد کیا اور بزورِ تیغ اسے فتح کر کے دس مہینہ تک وہیں ٹھہرا رہا۔ اپنی حکومت کے دو برس بعد ۱۱۳ھ میں اس نے وفات پائی۔

بعدہ عبیداللہ بن حجاب' گورنر افریقیہ کی طرف سے ملک اندلس میں داخل ہوا۔۱۱۳ھ میں فرانس پر جہاد کیا' بڑے بڑے نمایاں کام کیے۔ دو برس حکومت کی' واقدیؒ نے لکھا ہے کہ چار برس حکومتِ اندلس پر رہا۔ یہ ظالم' سخت گیر اور رعب والا شخص تھا۔ ۱۱۵ھ میں سرزمین بشکنش پر جہاد کیا۔ اور کمال مردانگی سے ان پر حملہ آور ہوا۔اس لڑائی میں بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا پھر ۱۱۶ھ میں یہ معزول کر دیا گیا۔

اس کی جگہ عبیداللہ بن حجاب' گورنر افریقیہ کی جانب سے عتبہ بن حجاج سلولی حکومتِ اندلس پر مامور ہوا۔ ۱۱۷ھ میں اندلس پہنچا۔ پانچ برس تک نہایت نیک سیرتی' فتح مندی اور کافروں پر جہاد کرنے کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا۔ اسلامی فتوحات کا سیلاب اس کے زمانۂ حکمرانی میں ارمونہ تک پہنچ گیا تھا۔ اسلامیوں کی بود و باش نہرِ رودونہ تک پھیلی ہوئی تھی۔

اس کے بعد عبدالملک بن قطن فہری نے ۱۲۱ھ میں امارت اندلس کا دعویٰ کیا اور عتبہ کو کرسیٔ امارت سے اتار کر مار ڈالا۔بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالملک نے عتبہ کو اندلس سے نکال کر عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی تھی حتیٰ کہ ۱۲۴ھ میں بلج بن بشر لشکر اہلِ شام کے ساتھ سرزمینِ اندلس میں داخل ہوا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اور عبدالملک کی حکومت ختم کر کے تقریباً" ایک برس تک حکمرانی کی۔ رازی کہتا ہے کہ اہلِ اندلس نے ماہ صفر ۱۲۳ھ میں عہدِ خلافت ہشام بن عبدالملک میں اپنے امیر عتبہ بن حجاج سے بغاوت و سرکشی کی تھی اور

عبدالملک بن قطن کو اپنا امیر بنایا تھا اس حساب سے عتبہ کی حکومت کا دور چھ برس چار مہینے رہا۔ بہرکیف مقام سرقومہ ماہ صفر ۱۲۳ھ میں اس نے وفات پائی۔

اس کے مرنے سے عبدالملک کے قدم استقلال و استحکام کے ساتھ حکومت اندلس پر جم گئے' پھر بلج بن بشر اہل شام کے ساتھ کلثوم بن عیاض ؓ بربر کے واقعہ کے بعد اندلس پہنچا' عبدالمالک پر دفعۃً" حملہ کر ڈالا۔ اس سے فہریوں کا جتھہ دب دبا کر ایک طرف ہو گیا۔ مگر در پردہ اپنی قوتوں کو فراہم اور اپنی گزری ہوئی حالتوں کو درست کرتے رہے۔ حتیٰ کہ سب کے سب جمع ہو کر بلج بن بشر سے لڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے' عبدالمالک بن قطن کے خون کا بدلہ لینے کے لیے میدان جنگ میں آ گئے۔ اس وقت فہریوں پر عبدالمالک کے دونوں بیٹے قطن اور امیہ حکمرانی کر رہے تھے۔ اس معرکہ میں اتفاق سے فہریوں کو شکست ہوئی۔ مگر بلج بن بشر بھی انہیں لڑائیوں کی نذر ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۲۴ھ کا ہے جب کہ بلج کی حکومت کو تقریباً" ایک برس گذر چکا تھا بلج کے بعد حکومت اندلس پر ثعلبہ بن سلامہ' جذامہ متولی غالب ہوا۔ فہریوں نے اس سے بھی کنارہ کشی کی۔ اور اس کے علمِ حکومت سے منحرف رہے۔ دو برس اس نے نہایت عدل و انصاف کے ساتھ امارت کی۔ آخر کار یمانی قبائل والوں نے مخالفت شروع کی جس سے اس کی حکومت کی مشین کے پرزے ڈھیلے پڑ گئے' فتنہ فساد کی گرم بازاری ہو گئی۔

ابو الخطاب حسام بن ضرار

اسی اثنا میں حنظلہ میں صفوان گورنر افریقیہ کی طرف سے ابو الخطام حسام بن ضرار کلبی والی اندلس ہو کر براہ دریا تونس سے ۱۲۵ھ میں اندلس آیا۔ اہلِ اندلس نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ ثعلبہ ابن سعید اور پسران عبدالمالک اس سے ملنے آئے۔ ابو الخطاب ان لوگوں سے بعزت و احترام پیش آیا۔ استقلال کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔ یہ نہایت شجاع' کریم' صاحب الرائے اور عالی حوصلہ تھا۔ اس کے عہدِ حکمرانی میں اہلِ شام اس کثرت سے آئے کہ قرطبہ جیسا وسیع شہران کے لئے کافی نہ ہوا۔ ابو الخطاب نے ان لوگوں کو مختلف شہروں میں آباد ہونے کے لیے بھیج دیا۔ اہل دمشق کو مشابہت کی وجہ سے بیرہ (گرے ناڈیا) میں ٹھہرایا۔ اور دمشق کے نام سے موسوم کیا۔ اہلِ حمص کو اشبیلیہ میں آباد کیا۔ اور آب و ہوا کی مناسبت سے اس کا نام حمص رکھا۔ اہلِ قنسرین کو حسان میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ اور قنسرین کے نام سے اسے منسوب کیا۔ اہل اردن کوریہ یعنی مالکہ میں ٹھہرایا۔ اور اردن کے نام سے پکارے جانے کا حکم دیا۔ اہلِ فلسطین کو شدونہ (شیڈونیا یا شریش) میں فروکش کیا اور اسے فلسطین کا خطاب دیا۔ اور اہلِ مصر کے مکانات تدمیر (مرشیا) میں بنوائے اور سرسبزی و شادابی کے لحاظ سے مصر کے نام سے موسوم کیا۔ اس کے بعد ثعلبہ مشرق چلا آیا اور مروان بن محمد کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوا۔

ابو الخطاب عرب کے ایک دیہات کا رہنے والا تھا۔ مزاج میں قومی عصبیت اور جنبہ داری زیادہ تھی' اس نے اپنے زمانہ حکمرانی میں اپنی قوم یمانیہ کی خوب طرف داری کی۔ مضریہ کو ہر کام میں دباتا گیا۔ قبیلہ قیس کو بھی زیر و زبر کیا' ایک روز صمیل بن حاکم بن شمر بن ذی الجوش سردار قیسیہ کو جو کہ بلج کے ہوا خواہوں سے تھا' کسی خاص کام پر مامور کیا۔ صمیل منہ پر رومال ڈالے ہوئے اٹھا' ایک حاجب نے جو قصر امارت کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ بول اٹھا "اے ابو الجوش اپنے عمامہ کو درست کر لو"۔ صمیل یہ جواب دیتا ہوا کہ اگر میری قوم چاہے گی تو اسے درست کرے گی' چلا گیا۔ کچھ دن بعد اس کی قوم نے ایکا کر کے اس کے کہنے کے مطابق ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ مخالفین یمانیہ کے مقابلہ پر امداد طلب کر کے لڑنے لگا۔ ابو الخطاب نے نیچے آپ کو ۱۲۸ھ میں اپنی حکومت کے چار برس نو ماہ بعد حکومت اندلس سے علیحدہ کر دیا۔

تب اس کی جگہ ثعلبہ بن سلامہ جذامی والی اندلس ہو کر آیا۔ اس کے زمانہ حکمرانی میں مشہور جنگ کی آگ مشتعل ہوئی اہلِ اندلس نے اس معاملہ میں عبدالرحمٰن بن حبیب والی افریقیہ سے خط و کتابت کی عبدالرحمٰن نے آخر ماہ رجب ۱۲۹ھ میں ثعلبہ کو سندِ حکومت

مرحمت فرما کر روانہ کیا۔ ثعلبہ نے اندلس پہنچتے ہی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اور ضمیل اس کی امارت و حکومت کے کام کو انجام دینے لگا۔ اس نے حکمتِ عملی سے دونوں فریقوں میں مصالحت کرا دی۔ دو برس حکومت کر کے مرگیا۔ اس کے بعد اہل افریقیہ میں مخالفت پیدا ہو گئی۔ مشرق میں بنو امیہ کی حکومت کمزور ہو چکی تھی۔ تاج داران خلافتِ امویہ آئے دن کے جھگڑوں اور بانیان دولت عباسیہ کی سازشوں کی وجہ سے اقصائے مغرب کے انتظام سے غافل ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن کثیر

اہلِ اندلس خود مختاری اور خود سری کی حالت سے خود اپنا انتظام کرنے لگے اور مصالح ملکی و مذہبی کے انجام دینے کے لئے عبدالرحمٰن بن کثیر کو امارت کی کرسی پر بٹھایا اس کے بعد عساکر اسلامیہ مقیم اندلس نے یہ رائے قائم کی کہ امارت اندلس مضریہ اور یمنیہ میں نصفانصف تقسیم کر دی جائے۔ اور ایک ایک برس دونوں لشکروں کو حکمرانی کا موقع دیا جائے۔ مضریہ نے اپنی امارت کے لیے یوسف بن عبدالرحمٰن فہری کو ۱۲۹ھ میں منتخب کیا۔ ایک برس تک یہ دارالامارت قرطبہ میں حسب قرارداد شرط حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد یمنیہ معاہدے کی مدت پوری ہونے پر حکمرانی عبا پہن کر کر دارالامارت میں داخل ہوئے۔ یوسف نے یمنیہ پر موضع شقندہ و مضافات قرطبہ میں جہاں پر یمنیہ اترے ہوئے تھے شب خون مارا۔۔۔۔۔ ضمیل بن حاکم' قیسیہ اور مضریہ باہم گتھ گئے۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی۔ یوسف کی حکومت سرزمینِ اندلس سے جاتی رہی اور یمنیہ نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ ایک مدت تک فریقین اسی طریقہ پر حکومت کرتے رہے۔ کہیں یہ غالب ہو جاتے تو کہیں مغلوب۔ حتیٰ کہ عبدالرحمٰن الملقب بہ داخل سرزمین میں آیا۔ آخری دور میں یوسف بن عبدالرحمن نے ضمیل بن حاکم کو سرقسط کی حکومت پر مامور کیا تھا پس جب مشرق میں سیاہ پرچم والے (عباسیہ) ظاہر ہوئے تو حباب بن رواحہ زہری نے اندلس کی جانب کوچ کیا اور ان کی حکومت و امارت کی دعوت دینے لگا۔ ضمیل کا سرقط میں محاصرہ کر لیا۔ ضمیل نے یوسف سے مدد طلب کی۔ یوسف نے بوجہ عداوت سابقہ کمک نہ بھیجی۔ قیسیہ نے امدادی فوجیں بھیجیں لیکن وقت گذر گیا تھا۔ مجبوراً ضمیل نے سرقط کو خالی کر دیا۔ حباب نے سرقط پر قبضہ کر لیا۔ اور ضمیل طلیطلہ پہنچ کر حکومت کرنے لگا۔ حتیٰ کہ عبدالرحمٰن داخل دارالاندلس ہوا جیسا کہ آئندہ ہم تحریر کریں گے۔

فتح اندلس کی کیفیت علامہ مورخ نے جس پیرایہ اور طرز سے تحریر کی ہے اسے آپ پڑھ آئے ہیں۔ اور میرے نزدیک واقفیت کے لیے یہ کافی ہے۔ علامہ مورخ نے فتح اندلس کے کسی اہم واقعہ کو نظرانداز نہیں کیا جس کے لکھنے کی زحمت مترجم کا قلم گوارا کرتا۔ مگر چونکہ آج کل لوگوں میں ناول بینی کا مذاق حد سے زیادہ پیدا ہو گیا ہے اس وجہ سے جب تک کسی واقعہ کو گھٹا بڑھا کر نہ لکھو انہیں لطف نہیں آتا۔ یہ نہیں سمجھتے کہ تاریخ کو چلبلے جملوں اور پھڑکتے ہوئے فقروں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے میں آپ کی دلچسپی کے خیال سے انہی واقعات کو جنہیں آپ ابھی پڑھ چکے ہیں ذرا تفصیل سے باضابطہ و الحاق لکھنا چاہتا ہوں۔ یہ جزیرہ نما جس کی سرسبزی و شادابی بے نظیر تھی، ایک مدت سے رومن امپائر کے قبضہ اقتدار میں تھا۔ لیکن اسلام سے تقریباً دو سو برس پیشتر قوم گاتھ نے روما کی متزلزل گورنمنٹ کو اس صوبہ سے بے دخل کر دیا تھا اور ان کی حکومت و سلطنت کے نام و نشان کو مٹا کر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ رکھا تھا۔ گاتھ ایک وحشی ایشیائی قوم تھی۔ اس کی بہت سی شاخیں ہیں ان میں سے ایک وزی گاتھ ہے جس نے پانچویں صدی عیسوی میں یعنی اسلام سے تقریباً دو سو برس پیشتر سلطنتِ روما کی تہذیب اور شائستگی کو اپنے وحشیانہ حملوں سے تہ خاک کر کے صوبہ آئی بیریا (اسپین یا اندلس) پر قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ یہ خیال رہے کہ جس قوم میں تہذیب اور شائستگی حد سے زیادہ آجاتی ہے اس کی دلاوری' بہادری مردانگی اور شجاعت میں فوراً فرق آجاتا ہے۔ رومن قوم میں جس وقت شائستگی اور تہذیب کا نام نہ تھا، انہیں دنوں یہ اپنی تیغ بے تیغ سے خلائق کو مسخر اور مطیع کر رہے تھے۔ جوں ہی ان لوگوں میں امارت اور عیش پسندی آئی بہادری نے رخصتی سلام کیا۔ اسلام میں بھی اس کی نظیر موجود ہے۔ جب تک اہلِ اسلام سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے نیزہ اور شمشیروں کے سوا دوسری چیزوں سے نہیں کھیلتے تھے، اس وقت تک ان میں

ـ اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔ مترجم

مذہبی جوش تھا۔ یہ بطور بھی تھے۔جب سے علوم و فنون کی آمد شروع ہوئی، امارت اور عیش پسندی سے مانوس ہوئے، دل جمعی کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف ہو گئے اور زمانہ کی حالت سے غافل ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک گیا' دولت گئی' مذہبی جوش کا خاتمہ ہو گیا۔ صرف شیخی ہی شیخی باقی رہ گئی' جس زمانہ میں اندلس پر اسلامی لشکر نے قبضہ کر لیا تھا ان دنوں اسپین میں راڈرک (لرزیق) نامی ایک بادشاہ حکمرانی کر رہا تھا جس نے شاہ ڈنزا کو تخت حکومت سے اتار کر بزورِ جبر حکومت حاصل کی تھی اِس کا دارالسلطنت طلیطلہ (ٹولیڈو) تھا۔ اسلامی فتوحات کی موجیں ان دونوں شمالی افریقہ میں ممالکِ بربر کی دیواروں سے ٹکرا رہی تھیں اور اس نے قریب قریب اس کے تمام شہروں کو فتح کر لیا تھا۔ صرف ایک قلعہ سبط (سیوٹا سے) اس کے مقابلہ پر اڑا ہوا اڑ رہا تھا۔ یہ قلعہ درحقیقت شاہ یونان والی قسطنطنیہ کے زیر حکومت تھا مگر دور دراز ہونے اور مذہبی اور ملی ہمدردی کے لحاظ سے اس کی حفاظت ■ امداد کا ذمہ دار شاہ اسپین تھا۔ قلعہ سبط کے والی کا نام جولین تھا۔ جسے عربی مورخ بالیان سے موسوم کرتے ہیں۔ اس نے اپنی بیٹی کو آداب شاہی اور تہذیب ■ تربیت حاصل کرنے کی غرض سے شاہ اسپین کے دربار میں بھیج دیا تھا۔ شاہ اسپین راڈرک نے کہ فلورنڈا کی عصمت کو اپنی بیٹیوں کی طرف محفوظ رکھتا اس کی پاک دامنی کو اپنی ہواؤ ہوس' عیش پرستی اور شہوت رانی کی نذر کر دیا۔ یہ ایک بہت بڑا شرمناک واقعہ تھا۔ جولین کو اس خبر کے سننے سے بے حد برہمی پیدا ہوئی۔ اول تو اس کا دل اس وجہ سے پہلے ہی صاف نہ تھا کہ راڈرک نے شاہ ڈنزا کو معزول کر کے خود عنان حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی تھی اور شاہ ڈنزا کی بیٹی جولین کی بیوی تھی۔ دوسرے اس شرمناک واقعہ نے بارود خانہ میں چنگاری کا کام دے دیا۔ سامانِ سفر درست کر کے طلیطلہ پہنچا۔راڈرک سے ملاقات کی لیکن اپنے جوشِ انتقام اور غیض و غضب کو اس طرح چھپائے رکھا کہ راڈرک کو اس کی بدّ دلی کا احساس تک نہ ہوا۔ راڈرک سے رخصت ہو کر اپنی بیٹی کے ساتھ سبط واپس آیا اور یہ ٹھان لی کہ اب میں مسلمانوں سے تیغ و سپر ہرگز نہ ہوں گا۔

چنانچہ واپس آتے ہی موسیٰ بن نصیر گورنر شمالی افریقہ سے ملاقات کی۔ یہ ولید بن عبدالملک تاج دار خلافت امویہ کی جانب سے اس صوبہ کا والی تھا۔ قیروان میں اس کا دارالامارت تھا۔ جولین نے موسیٰ بن نصیر سے اسپین کی سرسبزی' زرخیزی اور شادابی کی حکایتیں بیان کر کے یہ ظاہر کیا کہ تمہارے جانے کی دیر ہے، تمہارا لشکر پہنچا اور یہ ملک فتح ہوا۔ پہلے تو موسیٰ کو اس معاملے میں پس و پیش ہوا مگر اس کے لبریز خزانوں اور شاداب زمینوں کے حالات سننے سے منہ میں پانی بھر آیا۔ انگریز مورخ لکھتے ہیں کہ خلیفہ دمشق سے اجازت حاصل کر کے اس کا مزاج معلوم کر کے پانچ سو آدمیوں کی جمعیت سے طارق کو ۹۱ھ میں جولین کے چار جہازوں پر سوار کر کے سواحل اندلس پر لوٹ مار کرنے کے لئے روانہ کیا مگر عربی مورخوں کی تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ بن نصیر نے خلیفہ دمشق کی رائے کے بغیر اپنی فوج کو بسرداری طارق بلاد ہسپانیہ کی طرف روانہ کیا تھا۔اگر انگریز مورخوں کا بیان صحیح ہوتا تو خلیفہ سلیمان عبدالمالک کو ملک اندلس کی فتح یابی کا حال سننے سے خوشی کی بجائے قلق اور مسلمانوں پر افسوس نہ ہوتا اور موسیٰ کو ڈانٹ کا فرمان نہ بھیجتا اور نہ اسے گورنری شمالی افریقیہ سے معزول کر کے دمشق طلب کرتا۔

بہرکیف عربوں کو بحر روم میں جہاز رانی کا یہ پہلا موقع ملا۔ طارق نے الجیسراس کو تاخت و تاراج کر کے اور گاتھ کی سلطنت کے حالات کا آنکھوں سے مشاہدہ کر کے تھوڑے دنوں بعد مراجعت کی۔ طارق پہلے جس مقام پر اترا تھا ■ اب تک اسی نام سے طاریفا مشہور ہے۔ موسیٰ بن نصیر کے خیالات طریف کے بیاں سے بہت زیادہ فتح اندلس کی بابت مستحکم ہو گئے۔ اور جولین کے قول کی اس سے تصدیق ہو گئی۔ ۹۲ھ/۷۱۱ء میں موسیٰ نے دو فوجیں تیار کر کے ایک کو بسرداری طارق گاتھ کی سلطنت کے سر کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اور دوسرے کو بسرکردگی طریف۔ ان دونوں جرنیلوں نے ممالک ہسپانیہ میں قدم رکھتے ہی آتشِ جنگ کو مشتعل کر دیا۔ طارق کے رکاب میں تین سو عرب اور تقریباً دس ہزار بربری تھے۔ اور طریف بن ملک نخعی کے ساتھ دو سو عرب اور تقریباً سات ہزار باشندگانِ بربر۔ راڈرک ان کے مقابلہ پر چالیس ہزار فوج لے کر لڑنے کے لیے تیار ہوا تھا۔ طارق پہلے لائر زاک قلتلا سد پر اترا جو اس وقت تک اس فاتح کے نام سے جبل الطارق (جبرالٹر) مشہور ہے۔ اس مقام سے قرلہ کو فتح کر کے ممالکِ ہسپانیہ کے اندرونی حصوں کی طرف قدم بڑھائے۔ زیادہ

مسافت طے نہ کرنے پایا تھا کہ راڈرک شاہ اسپین چالیس ہزار کی جمعیت سے آ پہنچا۔ دونوں فوجوں کا ایک چھوٹے سے دریا کے کنارے وادی بیکا میں مقابلہ ہوا۔

اس موقع پر مغربی اور مشرقی مورخ عجیب و غریب افسانے تحریر کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک طلسمی گنبد ہے جسے بادشاہ ہرقل نے سمندر کے کنارے پر بنوایا تھا اور اس میں ایک طلسم رکھا تھا اور قبل از وقت اس کا راز افشا نہ کرنے کی بے حد ممانعت کی تھی۔ چنانچہ ہر بادشاہ جو سریر آرائے مملکت ہسپانیہ ہوتا تھا، اپنے نام کا علیحدہ قفل دروازے پر لگا دیتا تھا۔ جب راڈرک نے عنانِ حکومت اندلس اپنے ہاتھ میں لی تو دو بوڑھے دربار شاہی میں حاضر ہوئے اور بعد ادائے مراسم شاہانہ دروازہ گنبد پر قفل لگانے کی خواہش ظاہر کی۔ راڈرک کو مخفیات کے دریافت کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ ایک روز مشیروں اور بشپوں کی ممانعت کے باوجود بہت سے سوار اور پیادوں کو ہمراہ لے کر گنبد کی جانب گیا۔ قفلوں کو توڑ کر اندر داخل ہوا۔ ایک وسیع کمرے سے گذرتا ہوا دوسرے کمرے میں گیا۔ اس کمرہ کے دروازے کے سامنے پیتل کی ایک خوفناک تصویر کھڑی تھی۔ ہاتھ میں ایک بھاری گرز تھی۔ دم بدم یہ تصویر گرز کو زمین پر مارتی تھی۔ اس تصویر کے سینہ پر لکھا ہوا تھا کہ میں اپنا فرض منصبی ادا کر رہا ہوں۔

اس حیرت انگیز تصویر کو دیکھ کر راڈرک کا حوصلہ اور بڑھا۔ کسی نہ کسی طرح کمرے کے اندر داخل ہوا۔ وسط کمرہ میں ایک میز رکھی تھی جس پر صندوقچہ رکھا ہوا تھا۔ اس صندوقچہ پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی گنبد کے کل راز اس صندوقچہ میں ہیں بجز ایک بادشاہ کے اس کے کھولنے کی اور کسی کو جرأت نہ ہوگی لیکن اسے ذرا باخبر رہنا چاہیے کیونکہ مرنے سے پہلے بہت سے عجیب و غریب واقعات دکھائی دیں گے۔ راڈرک نے صندوقچہ کھولا تو اس میں ایک چرمی وصلی پائی جو تانبے کی دو تختیوں کے بیچ میں محفوظ تھی۔ وصلی پر گھوڑ سواروں کی تصویریں بنی تھیں۔ صفحہ کی پیشانی پر یہ عبارت لکھی تھی اے بد اندیش ان لوگوں کو دیکھ جو تجھے سلطنت سے اتار کر خاک ذلت پر بٹھائیں گے۔ اور تیرے ملک پر قبضہ کریں گے۔ وصلی پر نظر پڑتے ہی ان تصویروں میں یک بیک حرکت پیدا ہوئی اور میدان جنگ کا حقیقی فوٹو پیش نظر ہو گیا جس میں مسیحی اور اسلامی دلاور لڑتے ہوئے نظر آئے۔ اسلامی عساکر نے مسیحیوں کو پسپا کر کے اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ شکست خوردہ گروہ جو ادھر ادھر بھاگتا نظر آتا تھا، اس میں ایک جوانمرد سپاہی نظر آیا جو سر پر تاج شاہی رکھے ہوئے سفید گھوڑے پر سوار تھا۔ عین جنگ کے وقت یہ شخص گھوڑے سے گر پڑا اور پھر کہیں اس کا پتہ نہ چلا۔ یہ شخص اسلحہ اور لباس سے ہوبہو راڈرک معلوم ہوتا تھا۔ راڈرک اور اس کے ہمراہی اس حیرت انگیز سین کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ سراسیمہ حواس باختہ کمرے سے باہر آئے تو نہ وہ تصویر تھی اور نہ اس کے محافظ زندہ تھے۔ علاوہ اس کے اور بہت سے بے شمار عجائبات نظر آئے جس سے سلطنت اسپین کی تباہی کی خبر ملتی تھی۔ بعض عربی مورخین نے بھی اس عجیب و غریب واقعہ کو تحریر کیا ہے۔ اسپین کے متوسط زمانہ کے مورخوں کی تصنیفات میں اس قسم کے تعجب خیز حالات نہایت خوشی سے قلم بند کئے گئے ہیں۔

فریقین جو وادی بیکا میں ایک دوسرے کے مقابلے پر جنگ پر تل رہے تھے، نہایت مردانگی سے میدان میں آئے اور اپنے حریف مقابل سے جنگ آزما ہوئے۔ شاہ راڈرک کے رکاب میں ٹڈی دل فوج تھی جن کے مقابلہ میں اسلامی عساکر کو وہی نسبت تھی جو ایک کو دس سے ہوتی ہے۔ تاہم اسلامی جنگ آزماؤں نے آٹھ روز مسلسل لڑائی لڑ کر اپنے جوش دل اور جاں بازیوں کو ثابت کر دیا اور شاہ راڈرک کی متواتر کوششوں پر پانی پھیر دیا۔

اس تائید الٰہی اور غیبی کامیابی سے طارق کے حوصلے بڑھ گئے۔ نہایت اولوالعزمی اور ثابت قدمی سے تمام ممالک اسپین کے سر کرنے کے لیے مستعد ہو گیا۔ اور ضرورت کے مطابق سامانِ جنگ فراہم کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ موسیٰ بن نصیر گورنر افریقیہ کو جس کا طارق ماتحت تھا، اس غیر متوقع کامیابی پر رشک پیدا ہوا۔ باضابطہ فرمان بھیج کر طارق کو آگے بڑھنے کی ممانعت کی مگر عالی حوصلہ طارق کو اس کی ذرا بھی پرواہ نہ ہوئی۔ اپنے رکاب کی فوج کو تین حصوں پر تقسیم کر کے تمام جزیرہ نما اسپین کو اس سرے سے اس سرے تک چھان ڈالا اور یکے بعد دیگرے تمام صوبوں اور قلعہ جات کو فتح کر لیا۔ قرطبہ کا محاصرہ اور فتح کرنے کے لیے مغیث طارق کا سیکرٹری سات سو آدمیوں کی

جمعیت سے گیا ہوا تھا۔ قریب قرطبہ پہنچ کر شام تک ادھر ادھر اپنی چھوٹی سی فوج کو لیے ہوئے چھپا رہا۔ جوں ہی رات ہوئی شہر کی طرف بڑھا اتفاق وقت سے اس وقت بارش اور اولوں کا طوفان شروع ہو گیا۔ اس نے اسلامی دلاوروں کے گھوڑوں کی آواز تک نہ پہنچنے دی جس سے اہل قرطبہ کو ان کی آمد کی اطلاع نہ ہو سکی شہر پناہ کے قریب پہنچ کر دھاوا کرنے کا موقع تلاش کرنے لگے فصیل کے ایک مقام پر شگاف نظر آیا۔ مسلمانوں کا ارادہ تھا کہ اسی مقام سے حملہ کرنا چاہیے مگر فصیل سے ملا ہوا انجیر کا درخت تھا۔ ایک مسلمان سپاہی دوڑ کر اس طرف گیا اور اس پر سے اچھل کر فصیل پر کود گیا۔ جھٹ پٹ اپنا عمامہ اتار کر نیچے لٹکا دیا۔ کئی مسلمان سپاہی اس عجیب و غریب کمند کے ذریعہ سے اوپر چڑھ گئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے نہایت ہوشیاری سے دربانوں کی مشکیں باندھ لیں اور شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ پھر کیا تھا اسلامی رسالہ شہر میں گھس پڑا اور بات کی بات میں شہر کو فتح کر لیا۔ گورنر اور تمام باشندگان شہر نے ایک گرجا میں جا کر پناہ لی۔ تین ماہ تک سواران اسلام ان کا محاصرہ کئے ہوئے لڑتے رہے آخر کار ان محصورین نے بھی سر جھکا دیا۔ فتح قرطبہ نے عیسائیوں کی کمر ہمت توڑ دی۔ طارق فتح مندی کا جھنڈا لئے ہوئے جس طرف رخ کرتا تھا کامیابی اور نصرت دوڑ کر رکاب چوم لیتی تھی۔ آرکی ڈونا بلا جدوجہد فتح ہو گیا۔ تمام باشندے بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے۔ مالاگا اور الویرا کو حملہ کر کے عیسائیوں سے چھین لیا۔ اب صرف مرشیا کے پہاڑی درے باقی رہ گئے تھے جو والی تدمیر کی واقف کاری اور ہوشیاری کی وجہ سے حملہ آور کے حملوں سے محفوظ تھے۔ آخر کار عساکر اسلامیہ اور تدمیر کے کھلے میدان میں نبرد آزما ہونے کی نوبت آئی۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔ تدمیر اپنے ایک نوعمر غلام کے ساتھ بھاگ کر شہراوری ہیولا میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ اسلامی لشکر بھی تعاقب کرتا ہوا اس شہر تک پہنچ گیا۔ اس وقت مرشیا میں عورتوں اور بوڑھوں بچوں کے سوا کوئی جوان باقی نہ رہا تھا۔ تدمیر کو اس موقع پر غضب کی سوجھی اس نے تمام عورتوں کو مردانہ لباس پہنایا، سر پر خود رکھا، نیزہ کے بجائے ڈنڈے اور دیگر ضروری نمائشی اسلحہ جنگ سے آراستہ کیا۔ سر کے بالوں کو پیچ دے کر زنخدان کے نیچے اس طرح لٹکایا کہ دور سے دیکھنے والوں کو ڈاڑھی معلوم ہوتی تھی۔ اس مصنوعی فوج کو تدمیر نے فصیل شہر کی حفاظت پر مامور کیا۔ اسلامی لشکر کو اس کا شعور نہ ہوا کہ یہ کس قسم کی فوج ہے۔ حملہ کی تدبیریں سوچنے لگا۔ تدمیر نے یہ احساس کر کے کہ میری تدبیر کارگر ہو گئی فوراً اپنے نوعمر غلام کو ایلچیوں کا لباس پہنایا اور خود صلح کا جھنڈا لئے ہوئے مصالحت کرنے کے لئے شہر سے باہر آیا۔ رفتہ رفتہ لشکر اسلام تک پہنچا۔ عربی سپہ سالار نے اسے ایلچی سمجھ کر نہایت تپاک اور احترام سے استقبال کیا۔ ملاطفت اور نرمی سے باہم گفتگو ہونے لگی۔ تدمیر بولا "میں اپنے حکمران کی طرف سے آپ سے شرائط صلح طے کرنے آیا ہوں جن کا قبول و منظور کرنا آپ کی عالی حوصلگی اور مردانگی سے بعید نہیں ہے۔ ہمارے رحم دل صلح پسند حاکم کو خون ریزی منظور نہیں ہے۔ اگر آپ وعدہ فرمالیں کہ اہل شہر کو ان کے مال و اسباب کے ساتھ نکل جانے دیں تو کل صبح شہر آپ کے حوالے کر دیا جائے گا ورنہ فصیل شہر کی حفاظت اور ناکہ بندیاں تو آپ خود ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اس شہر پر آپ کا اس وقت تک قبضہ نہ ہو گا جب تک ہم میں سے ایک فرد بھی زندہ رہے گا"۔ مغیث کو یہ شرط پسند آئی صلح پر راضی ہو گیا۔ عہد نامہ لکھے جانے کے بعد پہلے مغیث نے دستخط کئے۔ اس کے بعد تدمیر نے عہد نامہ پر دستخط کر کے مغیث کے حوالہ کر کے کہا "لیجئے حضرت" یہ عہد نامہ، میں ہی اس شہر کا حاکم ہوں۔ اس کے بعد تدمیر اپنے غلام کے ساتھ شہر واپس آ گیا۔ اگلے دن صبح ہوتے ہی شہر پناہ کا دروازہ کھلا۔ سب سے پہلے تدمیر اپنے چند غلاموں کے ساتھ نکلا ان کے پیچھے بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کا جھنڈ برآمد ہوا۔ مغیث کو بے حد تعجب ہوا متحیر ہو کر تدمیر سے دریافت کیا آپ کے وہ سپاہی کہاں ہیں جو فصیل کی حفاظت پر تھے۔ تدمیر نے جواب دیا میرے پاس سپاہی کہاں باقی رہ گئے تھے جن کے ذریعہ سے میں نے شہر کی حفاظت کی تھی وہ یہی عورتیں اور بوڑھے مرد ہیں۔ مغیث کو تدمیر کی اس ہوشیاری اور دلیرانہ کارروائی سے بے حد تعجب ہوا اور اس درجہ مسرت ہوئی کہ اس نے اپنے مغلوب دشمن کو مرشیا کا گورنر مقرر کر دیا چنانچہ ہنوزتک صوبہ اسی کے نام کی مناسبت سے "تھوڈیمیر لینڈ" کہا جاتا ہے۔

اس وقت طارق سرزمین اندلس کو تاراج کرتا ہوا سرداران گاتھ کے تعاقب و جستجو میں ٹولیڈو (طلیطلہ) تک پہنچ گیا تھا۔ مگر ٹولیڈو میں صرف وہی لوگ باقی رہ گئے تھے جنہیں مسلمانوں سے تعلق اور ارتباط پیدا ہو گیا تھا۔ مثلاً کاونٹ جولین (بالیان) گورنر سبط اور شاہ ڈنرا

سابق حکمران ہسپانیہ کا رشتہ دار طارق نے ان لوگوں کو عہدہ ہائے جلیلہ عنایت کئے۔ سرداران گاتھ جن کی جستجو میں طارق خاک چھان رہا تھا، وہ لوگ آسٹریا کے پہاڑوں میں جا کر پناہ گزین ہو گئے تھے، اس وجہ سے ہاتھ نہ آئے۔

طارق نے ممالک ہسپانیہ کے تقریباً تمام شہروں کو سر کر لیا تھا اور جو ادھر ادھر دو چار صوبے باقی رہ گئے تھے ■ فتح ہونے کے قریب تھے۔ کہ اس اثنا میں موسیٰ بن نصیر گورنر افریقیہ، جسے طارق کی یہ غیر متوقع کامیابیاں پسند نہ آئی تھیں، اس ناموری اور فتح یابی میں حصہ لینے کی غرض سے اٹھا۔ گیارہ ہزار عربی سپاہ کی جمعیت سے اسٹریٹ کو ۹۴ھ کے موسم گرما میں عبور کیا۔ کارمونا، سیوائیل اور میریڈا کے میدانوں کو بزور تیغ جنگ کرکے سر کر لیا۔ جس سے اسپین کا سارا ملک اس سرے سے اس سرے تک مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور اس خلیفہ اسلام کی وسیع اور بسیط سلطنت کا یہ ایک صوبہ بن گیا جس کا مرکز حکومت دمشق میں تھا۔

موسیٰ بن نصیر گورنر افریقیہ کے دل میں فتح اسپین کے بعد فتح یورپ کی آرزو پیدا ہوئی مگر افسوس ہے کہ خلیفہ دمشق کی طلبی پر وہ اپنی اس آرزو کو پورا نہ کر سکا۔ تاہم اس کے چلے جانے پر عساکر اسلامیہ نے یورپ کی طرف قدم بڑھائے۔ چنانچہ ۱۰۱ھ کے اوائل میں گال کے جنوبی حصے پر جو سپٹی جونیا کے نام سے مشہور تھا، قبضہ کرکے کرکاسون اور تیربون کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں داخل کر لیا۔ اس کے بعد برگنڈی اور ایکوئی ٹینا پر حملہ کیا۔ ایوڈیز ڈیوک آف ایکوئی ٹینا مقابلہ پر آیا۔ اتفاق سے اس معرکہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی مگر اس شکست سے ان کی جوانمردی میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ سامان جنگ درست اور سپاہ کو جمع کرکے مسلمانوں نے پھر ملک مغرب پر چڑھائی کی۔ بیون کو لوٹ لیا۔ قوم سن پر خراج قائم کیا۔ ۱۱۲ھ میں ایوگنن پر قابض ہوئے۔

ناربون کے جدید حکمراں عبدالرحمٰن نے فوجیں فراہم کرکے پھر ایکوئی ٹینا پر چڑھائی کی۔ دریائے گارون پر اس سے اور ایوڈیز سے مقابلہ ہوا۔ عساکر اسلامیہ نے ایوڈیز کو شکست فاش دے کر ٹورز کی جانب قدم بڑھایا۔ چارلس مارٹل شاہ فرانس بادشاہ لوتھاری کی حمایت پر کمربستہ ہو کر میدان میں آیا۔ دونوں فریقوں کا پوائٹرز اور ٹورز کے درمیان مقابلہ ہوا۔ یہ بہت بڑی لڑائی تھی۔ اس سے بڑے بڑے نتائج پیدا ہونے والے تھے۔ اگر عساکر اسلامیہ کو اس معرکے میں کامیابی ہو گئی ہوتی تو تمام یورپ میں آواز جرس کی جگہ اذان کی آواز گونجتی ہوتی۔ چارلس اور اس کی فرانسیسی فوج نے مسلمانوں کی ترقی کو اس معرکہ سے روک دیا۔ چھ دن تک معمولی اور چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ ساتویں دن چارلس خود حملہ آور ہوا۔ جنگ کے اوائل میں پلہ بھاری تھا لیکن جب امیر المومنین عبدالرحمٰن شہید ہو گئے تو مسلمانوں کے پاؤں میدان جنگ سے ڈگمگا گئے۔ اسلامی فوج کا کثیر حصہ کام آگیا۔ اس واقعہ سے پھر مسلمانوں کو ممالک فرانس کی طرف قدم بڑھانے کا شوق پیدا نہ ہوا۔ واللہ یفعل مایشاء انتہی کلام المترجم ملخصا من الطبری و تاریخ ابو الفداء والکامل الاثیر و کتاب نفخ الطیب وغیر ھا من کتب تواریخ الانگلشیہ۔

باب ۱۸

واقعات ۱۳۸ھ تا ۲۰۶ھ

امیر عبدالرحمٰن الداخل ۱۳۸ھ تا ۱۷۱ھ

جس وقت خاندان خلافت امویہ پر مشرق میں مصائب جو ان پر نازل ہونے والے تھے نازل ہوئے' دعوے داران خلافت یعنی بنو عباس نے حکمت عملی سے انہیں مغلوب کر کے کرسی خلافت سے اتار دیا' اس خاندان کے آخری خلیفہ مروان بن محمد بن مروان بن حکم کو ۱۳۲ھ میں قتل کر کے تخت حکومت پر خود جلوہ افروز ہوئے'، ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اس خاندان کے ممبروں کو قتل کرنے لگے تو خاندان امیہ کے باقی ماندہ دو چار ممبر جو اس عام خونریزی سے بچ گئے تھے'وہ بخوف جان ادھر ادھر اور دور دراز ملکوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان لوگوں میں سے عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک نامی ایک شخص اسی معزول شدہ خاندان امارت کا ایک ممبر تھا۔ اس واقعہ سے قبل اس کی قوم' ملک مغرب میں اس کی بادشاہت کی منتظر تھی اور اس میں حکومت کرنے کی ایسی علامات محسوس کرتی تھی جنہیں مسلمہ بن عبدالملک نے بیان کیا تھا،خود عبدالرحمن نے بھی بالمشافہ مسلمہ بن عبدالملک سے یہ سن رکھا تھا اس سے اس کے دل میں حکومت مغرب کا ولولہ و شوق پیدا ہو رہا تھا۔ یہی امور تھے جس سے عبدالرحمن بن معاویہ نے ملک شام سے بے دخل ہو کر ملک مغرب کا راستہ لیا اور اپنے ماموں نفرہ برابرہ' طرابلس کے یہاں پہنچ کر مقیم ہوا۔ کسی ذریعہ سے عبدالرحمن بن حبیب کو اس کی خبر ہو گئی،عبدالرحمن بن حبیب اس سے پیشتر ولید بن عبدالملک کے دو لڑکوں کو،جب کہ وہ افریقیہ میں شام سے بھاگ کر پہنچے تھے،قتل کر چکا تھا۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ بخوف جان نفرہ برابرہ سے نکل کر مغیلہ میں جا کر پناہ گزیں ہوا اور بعض نے لکھا ہے کہ قوم زناتہ میں جا کر دم لیا تھا۔ ان لوگوں نے نہایت احترام سے اس کی آؤ بھگت کی اور یہ ان میں چندے بہ اطمینان مقیم رہا۔ اس کے بعد ملیلہ میں جا ٹھہرا اور اپنے غلام بدر کو اندلس میں ان لوگوں کے پاس روانہ کیا جو مروانیوں کے خدام اور گروہ والے تھے۔ چنانچہ بدر نے اندلس میں پہنچ کر ان سب کو جمع کیا اور عبدالرحمٰن بن معاویہ کی بادشاہت و حکومت کی دعوت دی۔ ان سب لوگوں نے نہایت تپاک اور خوشی سے اسے قبول کیا اور ایک دوسرے کو اس سے واقف کیا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں، یمینیہ اور مضریہ کے درمیان جھگڑا چل رہا تھا۔ اس وجہ سے یمنیہ نے عبدالرحمن بن معاویہ کی حکومت و بادشاہت پر اتفاق کر لیا۔ بدر نے اندلس سے واپس ہو کر اپنے آقا عبدالرحمٰن کو اس سے مطلع کیا۔ عبدالرحمن نے ۱۳۸ھ عہد خلافت ابو جعفر المنصور عباسی دریا کو عبور کیا اور ساحل سندھ پر جا اترا۔ اہل اشبیلیہ کے ایک گروہ نے حاضر ہو کر امارت و حکومت کی عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے کور راحب کا رخ کیا۔ اس کے عامل عیسیٰ بن مسور نے بھی بیعت کر لی۔ تب عبدالرحمن شذونہ کی جانب واپس آیا۔ عتاب بن علقمہ لخمی والی شذونہ نے سر اطاعت جھکا دیا اور امارت و حکومت کی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بعدہ مورور پہنچا اور ابن صباح اور اس کے والی سے بیعت لی پھر قرطبہ کی جانب روانہ ہوا۔ یمینیہ نے حاضر ہو کر اس کی امارت کو تسلیم کیا۔

معرکہ قرطبہ

رفتہ رفتہ اس کی خبر والی اندلس یوسف بن عبدالرحمٰن فہری تک پہنچی۔ یہ اس وقت جلیقہ پر جہاد کر رہا تھا۔ اس خبر کے مشہور ہونے سے اس کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔ مجبوراً اسے قرطبہ کی جانب واپس ہونا پڑا'اس کے وزیر ضمیل بن حاتم نے رائے دی کہ بہ نظر

مصلحت وقت عبدالرحمٰن کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کرتا اور حکمت عملی سے کام لیتا لیکن اس کی مراد پوری نہ ہوئی۔ اس اثناء میں عبدالرحمٰن، منکب سے مالقہ چلا آیا اور لشکر مالقہ سے سیاسی تدابیر سے بیعت لے لی۔ اس کے بعد برندہ پہنچا اور لشکر برندہ سے بھی اپنی امارت کی بیعت لی۔ پھر سریش پہنچا۔ لشکر سریش نے بھی بیعت کر لی۔ اس کے بعد اشبیلیہ جا کر قیام کیا۔ چاروں طرف سے ہوا خواہوں اور امدادی فوج کی آمد شروع ہو گئی۔ آہستہ آہستہ مضریہ بھی اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے حتیٰ کہ یوسف بن عبدالرحمٰن والی اندلس کے رکاب میں سوائے فہریہ اور قیسیہ کے کوئی عربی نژاد شخص باقی نہ رہ گیا تھا۔ اس وقت عبدالرحمٰن نے یوسف پر فوج کشی کی۔ قرطبہ کے باہر ایک میدان میں ہنگامہ کار زار گرم ہوا۔ یوسف کو اس معرکہ میں شکست ہوئی، شکست کھا کر غرناطہ واپس آیا۔ قلعہ نشین ہو گیا۔

امیر عبدالرحمٰن نے تعاقب کیا، غرناطہ پہنچ کر محاصرہ کیا بالآخر یوسف صلح کرنے پر مائل ہوا۔ عبدالرحمٰن نے اس شرط پر مصالحت کی کہ یوسف اس کے ساتھ غرناطہ سے نکل کر قرطبہ جا کر قیام کرے۔ اس مصالحت کے بعد یوسف نے بد عہدی کی ۱۴۱ھ میں بقصد بغاوت قرطبہ سے نکل کر طلیطلہ چلا گیا۔ تقریباً بیس ہزار بربر اس کے پاس جمع ہو گئے۔ امیر عبدالرحمٰن نے اس کے مقابلہ پر عبدالملک بن عمر مروانی کو مامور کیا۔

عبدالملک بن عمر عبدالرحمٰن کے پاس مشرق سے آیا تھا۔ اس کا باپ عمر بن مروان بن حکم اپنے بھائی عبدالعزیز کی کفالت میں مصر رہتا تھا۔ جب ۱۱۵ھ میں اس کا انتقال ہو گیا تو عبدالملک بدستور مصر ہی میں رہا یہاں تک کہ سیاہ پرچم والے (عباسیہ) سرزمین مصر میں داخل ہوئے تو عبدالملک نے مصر کو خیرباد کہہ کر اپنے خاندان کے دس نامی دلاوروں اور جنگ آوروں کے ساتھ اندلس کا راستہ لیا کوچ و قیام کرتا ہوا ۱۴۱ھ میں امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوا، عبدالرحمٰن نے اسے اشبیلیہ کی سند حکومت عطا کی، اس کے بیٹے عمر بن عبدالملک کو مورور کی۔

یوسف معزول والی اندلس نے ان دونوں کی طرف بقصد جنگ کوچ کیا، یہ دونوں بھی فوجیں آراستہ کر کے یوسف کی طرف بڑھے۔ فریقین کا ایک میدان میں مقابلہ ہوا۔ بہت گھمسان کی لڑائی ہوئی ہزارہا آدمی کام آ گئے آخر کار یوسف کو شکست ہوئی۔ کمال بے سروسامانی سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اطرافِ طلیطلہ میں خود اس کے کسی ہمراہی نے مکروفریب سے اسے قتل کر ڈالا۔ سر اتار کر امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔

خلافتِ عباسیہ سے قطع تعلق

یوسف کے مارے جانے پر امیر عبدالرحمٰن کی حکومت کو استحکام اور استقلال حاصل ہو گیا، تمام ممالک اندلس نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ کوئی مخالف نام کو بھی باقی نہ رہا تھا۔ چنانچہ امیر عبدالرحمٰن نے قرطبہ کو اپنی حکومت کا مرکز بنایا۔ محل سراء، جامع مسجد بنوائی اور صرف اس کی تعمیر میں اسی ہزار اشرفیاں خرچ کیں، ابھی تعمیر پوری نہ ہونے پائی تھی کہ مر گیا۔ اس کے علاوہ اور مسجدیں بھی بنوائیں۔ مشرق سے اس کے خاندان کا ایک گروہ اس کے پاس چلا آیا۔ پہلے یہ خلیفہ ابو جعفر المنصور کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا لیکن جب اس کی حکومت کا سکہ مملکت ہسپانیہ میں چلنے لگا پورے طور سے عنان حکومت اندلس، اس کے قبضہ اقتدار میں آ گئی اور بنی مروان کی سلطنت کی بنیاد مضبوط ہو گئی، جس قدر اس کے بزرگوں کو مشرق میں نقصان پہنچا تھا اسے از سر نو حاصل کر لیا، اطراف ممالک اندلس کے باغیوں اور سرکشوں کو زیر و زبر کر چکا تو اس نے خلافت عباسیہ کے تاج دار کا نام خطبہ سے موقوف کر دیا۔

اس نے ۱۹۲ھ میں وفات پائی۔ یہ عبدالرحمٰن داخل کے لقب سے معروف تھا کیونکہ ملوک مروانیہ میں سے سب سے پہلے یہی شخص اندلس میں داخل ہوا تھا۔ چونکہ اس نے اندلس پہنچ کر کسی معاون و مددگار کے بغیر بڑے بڑے نمایاں کام کیے۔ مشرق سے کیسی بے سرو سامانی سے بھاگا، نہ تو اس میں قوت تھی اور نہ کوئی شخص اس کا معین و مددگار تھا مگر سرزمین اندلس پہنچ کر اندلس جیسے وسیع ملک پر فتنہ و فساد کے بغیر قبضہ کر لیا اور اس کے والی کو معزول کر دیا۔ یہ اس کی انتہائی مردانگی اور استقلال کی قوی دلیل ہے۔ اس وجہ سے خلیفہ ابو جعفر

المنصور عباسی اسے شیر بنی امیہ کے نام سے موسوم کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد اس کی آئندہ نسلیں وراثتاً اس وسیع ملک پر حکمرانی کرتی رہیں۔

امیر کا لقب

عبدالرحمٰن اپنے کو امیر کے لقب سے ملقب کرتا تھا۔ اسی طرح اس کے لڑکوں نے بھی یہی طریقہ رکھا ان میں سے کسی شخص نے اپنے کو امیر المومنین کے معزز خطاب سے مخاطب نہیں کیا' کیونکہ خلافت کی بیعت مرکز اسلام اور عرب میں لی جاتی تھی' حتیٰ کہ عبدالرحمٰن ناصر کا دور حکومت آیا۔ یہ عبدالرحمٰن داخل کے خاندان کا آٹھواں ممبر تھا' جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے اس نے اپنے کو امیر المومنین کے لقب سے ملقب کیا۔ اس کے بعد اس کی آئندہ نسلوں نے یکے بعد دیگرے اس خطاب کو اختیار کیا۔

عبدالرحمٰن داخل[1] کی اس خطہ اندلس میں بہت بڑی وسیع حکومت اور بے حد زرخیز مملکت تھی۔ جو اس کے بعد کئی صدیوں تک قائم رہی جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

---

[1] عبدالرحمٰن داخل کے جس وقت تمام اعزہ و اقارب تقریباً ایک سو برس تک حکومت کر کے مسند حکومت سے اتار دیئے گئے اور دعوے داران خلافت یعنی عباسیوں کے ہاتھوں تہ تیغ کئے گئے اس وقت عبدالرحمٰن بھی چند ساتھیوں کے ساتھ اپنی جان بچا کر بھاگا۔ اس کے ساتھ بدر نامی اس کا ایک غلام اور اس کا نو عمر بیٹا ہشام تھا۔ دریائے فرات تک بہ ہزار خرابی و دقت بسیار عباسیوں کے ہاتھ سے صحیح و سالم بچ کر پہنچ گیا اور ایک گاؤں میں یہ خیال کر کے کہ یہاں پر میرے رہنے کا حریفوں کو گمان تک نہ ہو گا بود و باش اختیار کی۔ ایک روز یہ اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا قدرت کی نیرنگیوں پر غور کر رہا تھا اور اس کا بیٹا خیمہ کے باہر کھیل کود میں مصروف تھا۔ کہ یکایک یہ نوعمر بچہ چیختا چلاتا حیران و پریشان خیمہ میں گھس آیا۔ عبدالرحمٰن نے اسے تسلی دی اور خوف کا سبب دریافت کرنے کے لئے باہر آیا۔ دیکھا کہ گاؤں پر سیاہ پرچم والے یعنی عباسیہ محاصرہ کیا چاہتے ہیں پہلے تو سخت پریشان ہوا لیکن پھر اپنے خیالات کو جمع کیا اور کچھ سوچ سمجھ کر اپنے بچہ کو گود میں لے کر دریا میں کود پڑا۔ بھاگتے وقت بدر کو ہدایت کر گیا کہ اس ہنگامہ کے ختم ہونے پر میرے بقیہ اہل و عیال کو میرے پاس لے آنا۔ عباسیوں نے پہنچتے ہی خیمہ کی تلاشی لی۔ بنی امیہ کے خاندان کا ایک شخص بھی نظر نہ آیا۔ دریا کی طرف نظر گئی تو دو شخص تیرتے نظر آئے چلا چلا کر تشفی دینے لگے اور امان دینے کی قسمیں کھانے لگے۔ مگر اس میں سے ایک شخص نے جس کی گود میں نو عمر بچہ تھا ایک نہ سنی۔ مگر اس کا دوسرا ساتھی جو اس کے پیچھے پیچھے تیرتا جاتا تھا اور کسی قدر تھک گیا تھا امان دینے کی آواز سن کر لوٹ آیا۔ کنارہ پر پہنچا تھا کہ تن سر سے جدا کر دیا گیا۔ پہلا شخص جس نے تیر کے دریا عبور کیا تھا عبدالرحمن تھا اور پچھلا شخص جس اپنے کو خطرہ میں ڈالا اور مارا گیا عبدالرحمن کا بھائی اور انیس سفر تھا۔ دریائے فرات عبور کر کے شبانہ روز سفر کرتے اور طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتے ہوئے افریقہ پہنچا جہاں اس کے پہنچنے کے چند روز بعد اس کے باقی ماندہ اہل و عیال اور خاندان والے بدر کے ساتھ آ ملے۔ عبدالرحمن کی عمر اس وقت ۲۰ برس کی تھی۔ جری' دلاور' معاملہ فہم اور ذہین تھا۔ قدرت نے اسے صورت و سیرت عطا کی تھی۔ اس وقت شمالی افریقہ میں عبدالرحمن بن حبیب نامی گورنری کر رہا تھا۔ اسے خاندان امیہ سے دلی عناد تھا۔ اس نے ولید بن عبدالملک کے دو لڑکوں کو اس سے پیشتر قتل کر ڈالا تھا۔ عبدالرحمن نے یہ خیال کر کے کہ اس کا ختم کرنا دشوار ہے۔ اور ایسے مقام پر قیام کرنا جہاں پر کہ اپنے خاندان کا دشمن موجود ہو۔ خطرے سے خالی نہیں۔ اندلس کا راستہ لیا پانچ برس تک سواحل بربر پر بحال پریشان خستہ و خراب مارا مارا پھرا آخر کار اپنے غلام بدر کو ہوا خواہاں خاندان بنو امیہ کے پاس اندلس روانہ کیا۔ تمام سرداران لشکر جنہیں امیّہ سے کچھ بھی تعلق تھا عبدالرحمٰن کی امداد پر کمربستہ ہو گئے اور یمنی قبائل کو بھی کسی قدر بحث و مباحثہ کے بعد ہر طرح کی امداد و اعانت پر راضی کر لیا۔

الغرض بدر تمام مراحل طے کر کے عبدالرحمٰن کے پاس واپس آیا عبدالرحمن اس وقت نماز پڑھ رہا تھا سلام پھیرا تو اندلس کے سب سے پہلے ایلچی کو کامیابی کی خوشخبری لئے ہوئے اپنے پاس موجود پایا فرطِ مسرت سے "ابو غالب" کا خطاب عنایت کیا اور اپنے چند رفقاء اور اہلِ خاندان کے ساتھ بلا توقف جہاز پر سوار ہو کر اندلس کی طرف روانہ ہو گیا تاریخ کامل جلد ۵' صفحہ ۲۳۴۔

مسلمانانِ اندلس عبدالرحمٰن کی خوش سیرتی اور عاقلانہ تدابیر کے گرویدہ ہو کر اس کی حکومت کے دائرہ کے وسیع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس سے اسے بہت بڑی مدد ملی۔ اس کی حکومت کو استحکام حاصل ہو گیا۔ تمام مملکت ہسپانیہ میں اس کی حکومت کا سکہ چلنے لگا۔ عبدالرحمن ایسی وسیع مملکت کے حاصل ہو جانے پر اطمینان کے ساتھ شان و شوکت بڑھانے کی طرف متوجہ ہوا۔

اسی اثنا میں فرویلہ بن افونش نے سرحدی بلاد اسلامیہ پر فوج کشی کر دی۔ مسلمانوں کو وہاں سے نکال دیا چنانچہ ان کے قبضہ سے بریغال' سمورہ' سلمقہ' قشتالہ اور سقوبیہ کو نکل لیا اور یہ ممالک جلالقہ کے قبضہ میں چلے گئے۔ ایک مدت تک انہی کے قبضہ میں رہے۔ حتیٰ کہ منصور بن ابی عامر سپہ سالار دولت امویہ نے ان شہروں کو پھر فتح کیا جیسا کہ اس کے حالات کے تذکرے میں بیان کیا جائے گا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے بلاد اندلس کو ان سے پھر واپس لے لیا اور تمام مملکت پر قابض ہو گئے۔

عبدالرحمٰن نے اندلس پر قبضہ کرنے کے زمانہ میں خلیفہ سفاح کے نام کا خطبہ پڑھا تھا۔ اس کے بعد خطبہ سے اس کا نام نکال کر خود حکمران بن بیٹھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

اسی بنا پر ۱۴۶ھ میں علا بن مغیث یحصبی نے افریقیہ سے فوجیں فراہم کر کے بلاد اندلس کا رخ کیا اور باجہ پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑا۔ یہ شخص خلیفہ ابو جعفر المنصور عباسی کے ہوا خواہوں سے تھا ایک کثیر گروہ اس کے پاس آکر جمع ہو گیا امیر عبدالرحمٰن کو اس کی خبر لگی تو اس نے بھی سامان جنگ درست کر کے علاء کو ہوش میں لانے کی غرض سے کوچ کیا۔ اطراف اشبیلیہ میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا' چند دن تک لڑائی جاری رہی آخر کار علاء کو شکست ہوئی' سات ہزار آدمی مارے گئے۔ علاء بھی اس معرکہ میں کام آگیا امیر عبدالرحمٰن نے مقتولوں کے سروں کو جمع کرا کے کچھ قیروان روانہ کیے اور کچھ مکہ معظمہ بھیج دیئے جو خفیہ طور سے ان کے بازاروں میں پھینک دیئے گئے۔ ان سروں کے ساتھ سیاہ پرچم بھی تھے اور وہ خطوط بھی تھے جو خلیفہ منصور نے علاء کے پاس اثنا جنگ میں بھیجے تھے۔

فتح طلیطلہ

ہشام بن عبدربہ فہری طلیطلہ میں ایک بااثر شخص تھا۔ ان واقعات سے قبل ہی اس کے دل میں عبدالرحمن کی عداوت اور مخالفت پیدا ہو چکی تھی اور اسی وقت سے باقی چلی آتی تھی حتیٰ کہ ۱۴۷ھ میں امیر عبدالرحمٰن اُموی نے اپنے خادم قدیم بدر اور تمام بن علقمہ کو طلیطلہ کے سر کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ان دونوں نے طلیطلہ پہنچ کر محاصرہ کیا اور ایک خون ریز جنگ کے بعد اسے فتح کر کے ہشام کو حیوۃ بن ولید یحصبی اور عثمان بن حمزہ بن عبیداللہ بن عمر خطاب کے ساتھ گرفتار کر لیا۔ دونوں پابہ زنجیر قرطبہ لائے گئے' امیر عبدالرحمٰن نے انہیں سولی پر لٹکا دیا۔

مطری کی بغاوت

پھر اسی سال ۱۴۷ھ میں سعید یحصبی معروف بہ مطری نے ان لوگوں کے خون کا بدلہ لینے کے لیے بغاوت کی۔ علاء کے ہمراہ یمن کے جو قبائل مارے گئے تھے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ پہلے اس نے شہر بلہ میں فوجیں جمع کیں۔ جب ایک بڑی فوج جمع ہو گئی تو اشبیلیہ پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ امیر عبدالرحمن یہ خبر پا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ فوجیں جمع کیں۔ سامان جنگ درست کیا اور سعید سے جنگ کرنے کے لیے کوچ کر دیا۔ سعید اس کی آمد سے مطلع ہو کر اشبیلیہ کے ایک قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہو گیا' امیر عبدالرحمٰن نے پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا۔ رسد و غلہ کی آمد و رفت بند کر دی۔ عتاب بن علقمہ بھی اس وقت شہر شدونہ میں تھا۔ مطری کے محصور ہونے کی خبر پا کر امدادی فوجیں جمع کر کے مطری کی جانب روانہ کیں۔ عبدالرحمٰن نے اپنے غلام بدر کو ایک دستہ فوج کی افسری کے ساتھ اس کمک کی روک تھام پر مامور کیا۔ چنانچہ بدر نے نہایت دانائی سے اس امداد کو مطری تک پہنچنے سے روک دیا۔ مطری اور امدادی فوج کے درمیان خود حائل ہو گیا ایک مدت تک محاصرہ و جنگ کا سلسلہ قائم و جاری رہا۔ آخر الامر سعید انہی لڑائیوں میں مارا گیا۔ تب اہل قلعہ نے اس کی جگہ خلیفہ بن مروان کو اپنا امیر بنا لیا۔ امن کی درخوست کی۔ امیر عبدالرحمٰن نے ان کی درخواست منظور کی۔ اہل قلعہ نے قلعہ کے دروازے کھول دیئے۔ عبدالرحمٰن

نے قلعہ کو ویران کر دیا۔ خلیفہ بن مروان[1] کو ان لوگوں کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھے مار ڈالا۔

اس مہم سے فارغ ہو کر عتاب کی سرکوبی کو روانہ ہوا' شدونہ پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ اہل شدونہ نے مجبور ہو کر امان کی درخواست کی' عبدالرحمٰن نے انہیں امان دی اور کامیابی کے ساتھ قرطبہ واپس آیا۔ واپسی کے بعد عبداللہ بن خراشہ اسدی نے کورہ جیاں میں علم مخالفت بلند کیا' ایک کثیر جماعت جمع کر کے قرطبہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ عبدالرحمٰن نے ایک فوج اس مجمع کو منتشر کرنے کے لیے روانہ کی۔ عوام الناس نے یہ خبر پا کر عبدالرحمٰن کا لشکر آ رہا ہے، عبداللہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جمعیت منتشر ہو گئی۔ عبداللہ نے عفو تقصیر کرائی اور امان طلب کی چنانچہ عبدالرحمٰن نے امان دے دی۔

اسدی کی سرکشی

۱۵۰ھ میں غیاث بن میسر اسدی نے سر اٹھایا اور عبدالرحمٰن کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر بغاوت کی۔ گورنر باجہ نے جو عبدالرحمٰن کی طرف سے مامور تھا، فوجیں جمع کیں اور سینہ سپر ہو کر لڑا آخر کار غیاث کو شکست ہوئی۔ دوران جنگ مارا گیا۔ فتح یابی کے بعد گورنر باجہ نے بشارت نامہ فتح کے ساتھ غیاث باغی کا سر بھی عبدالرحمن کے پاس قرطبہ روانہ کیا۔ اسی سنہ میں عبدالرحمٰن نے قرطبہ کے شہر پناہ بنانے کی بنیاد ڈالی۔

شقنا بن عبدالواحد

ان واقعات کے بعد مشرقی اندلس میں ایک شخص نے بربر مکناسہ سے سر اٹھایا۔ یہ شخص شقنا بن عبدالواحد کے نام سے موسوم تھا۔ معلمی کا پیشہ کرتا تھا۔ اس نے یہ دعوی کیا کہ میں حسینؓ بن علیؓ شہید کربلا کی اولاد سے ہوں۔ میرا نام عبداللہ بن محمد ہے۔ بربریوں کا ایک کثیر گروہ اس کے ساتھ آ ملا اس سے اس کے حوصلے بڑھ گئے۔ شقنا بریہ میں جا کر مقیم ہوا۔ عبدالرحمٰن اس کی سرکوبی کو نکلا۔ شقنا عبدالرحمن کی آمد کی خبر پا کر پہاڑوں پر بھاگ گیا اور وہیں جا کر پناہ گزین ہو گیا عبدالرحمٰن ناکام واپس ہوا۔ طلیطلہ پر حبیب بن عبدالملک کو مامور کیا۔ حبیب نے اپنی طرف سے شقنا پر سلیمان بن عثمان ابن مروان بن عثمان بن ابان بن عثمان بن عفان کو متعین کیا اور شقنا کی گرفتاری کی سخت تاکید کی۔ سلیمان نے سامان جنگ تیار کر کے شقنا کا تعاقب کیا۔ اتفاق یہ کہ شقنا نے سلیمان کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور اطراف قوریہ پر قابض ہو گیا' عبدالرحمن نے ۱۵۲ھ میں بذات خود شقنا کی سرکوبی پر کمر باندھی۔ شقنا یہ خبر پا کر پھر بھاگ گیا ہاتھ نہ آیا۔ عبدالرحمٰن کو سخت پریشانی دامن گیر ہوئی۔ شقنا کی روزانہ بغاوت اور فرار سے عبدالرحمٰن تنگ آ گیا۔ جب یہ لشکر بھیجتا تھا تو اسے یہ مکرو فریب شکست دے دیتا تھا' اور برابر ایک شہر سے دوسرے شہر میں جا پہنچتا اور وہاں کے لشکر کو شکست دیتا رہتا۔ اس کی اصل قیام گاہ جبال

---

[1] خلیفہ کو مار ڈالنے کی وجہ یہ تھی کہ اہلِ قلعہ نے قلعہ کے حوالہ کر دینے کی شرط پر امان طلب کی تھی۔ پس جب عبدالرحمٰن نے ان کی درخواست منظور کر لی اور اہلِ قلعہ اور قلعہ کو خلیفہ عبدالرحمٰن کے حوالہ کیا تو عبدالرحمٰن نے خلیفہ کو مار ڈالا۔ مصالحت اہلِ قلعہ سے ہوئی تھی نہ کہ خلیفہ سے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۵۔

[2] سنہ ۱۵۳ھ میں بدر خادم روانہ کیا گیا۔ شیطران خالی چھوڑ کر بھاگ گیا پھر سنہ ۱۵۴ھ میں خود عبدالرحمٰن شقنا کی جنگ پر گیا۔ شقنا پھر بھاگ گیا۔ عبدالرحمٰن بہ مجبوری واپس آیا۔ اس کے بعد سنہ ۱۵۵ھ میں ابو عثمان عبیداللہ بن عثمان کو ایک بڑی فوج کی افسری کے ساتھ روانہ کیا شقنا نے حکمت عملی سے اس کی فوج کو بھڑکا دیا جس سے ابو عثمان کو شکست ہوئی شقنا نے اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور بنی امیہ کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا اس کے بعد شقنا نے اسی سنہ میں قلعہ ہوار میں معروف بہ مداین چڑھائی کی یہاں پر عبدالرحمن کا گورنر رہتا تھا۔ شقنا نے اسے فریب دے کر باہر بلایا جب وہ باہر آیا تو شقنا نے اسے قتل کر کے اس کا گھوڑا، ہتھیار اور تمام اسباب لے لیا۔ مجبور ہو کر پھر عبدالرحمٰن بذاتہٖ اس مہم پر روانہ ہوا یہ واقعہ سنہ ۱۵۶ھ کا ہے جیسا کہ آپ ترجمہ تاریخ میں پڑھیں گے۔ انتہیٰ ملخصاً من کامل الابن اثیر جلد ۵' صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ مصر۔

بلنسیہ کے قلعہ شیطران میں تھی۔

اہلِ اشبیلیہ اور یمنیہ کی بغاوت

۱۵۶ھ میں عبدالرحمٰن نے قرطبہ پر اپنے بیٹے سلیمان کو بطور نائب متعین کر کے شیطران کا قصد کیاجوں ہی شیطران کے قریب پہنچا اہل اشبیلیہ و یمنیہ کی بغاوت اور عبدالغفار و حیوۃ بن قلاقش کی مخالفت کی خبر لگی۔ ناچار شقنا کو اس کے حال پر چھوڑ کر اشبیلیہ کی جانب مراجعت کی اور عبدالمالک بن عمر کو اہل اشبیلیہ سے جنگ کرنے کی غرض سے بڑھنے کا حکم دیا۔ عبدالملک[1] اپنی ہم رکاب فوج لئے ہوئے اشبیلیہ کی جانب بڑھا اور مرنے پر کربستہ ہو کر اہل اشبیلیہ سے لڑا۔ اہل اشبیلیہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبدالملک نے نہایت سختی سے ان کا تعاقب کیا اور جی کھول کر انہیں پامال کر کے مظفر و منصور عبدالرحمٰن کی خدمت میں واپس آیا۔ عبدالرحمٰن نے بے حد شکریہ ادا کیا۔ معقول صلہ دیا۔ اپنے بیٹے کا جو ولی عہد تھا، عقد عبدالملک کی لڑکی سے کر کے اپنا سمدھی بنا لیا اور عہدہ وزارت سے سرفراز فرمایا۔

عبدالغفار اور حیوۃ بن قلاقش اس واقعہ سے جانبر ہو کر اشبیلیہ بھاگ گئے تھے۔ ۱۵۷ھ میں عبدالرحمٰن نے ان پر حملہ کیا اور انہیں ایک بڑے گروہ کے ساتھ جو ان کے ہوا خواہ تھے، قتل کر ڈالا۔ یہی اسباب تھے جن کی وجہ سے عبدالرحمٰن کو عرب کی جانب سے مشکوک اور مشتبہ ہونا پڑا اور اس نے اسی تاریخ سے باستثناء عرب عجمی قبائل اور غلاموں کو اپنی فوج میں بھرتی اور حکومتوں پر مامور کرنا شروع کر دیا۔

اس کے بعد ۱۶۲ھ[2] میں شقنا کے ہمراہیوں میں سے دو اشخاص نے شقنا کو دھوکہ دے کر مار ڈالا اور سر اتار کر امیر عبدالرحمٰن کے پاس لائے۔

فہری کی اندلس پر فوج کشی

ان واقعات کے ختم ہونے پر دولت عباسیہ کے اراکین کو عبدالرحمٰن کے مطیع کرنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ ۱۶۱ھ میں عبدالرحمٰن بن حبیب فہری معروف بہ صقلی افریقیہ سے فوجیں آراستہ کر کے اندلس کی طرف خلافت عباسیہ کا جھنڈا لئے ہوئے اہلِ اندلس کے زیر اور مطیع کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ تدمیر کے میدان میں پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ بربریوں کا ایک گروہ اس کے پاس آکر جمع ہو گیا۔ عبدالرحمن بن حبیب نے سلیمان بن یقظان والی برشلونہ کو لکھ بھیجا "تم خلافت عباسیہ کی اطاعت قبول کر لو ورنہ تم مجھے اپنے سر پر پہنچا ہوا سمجھو۔" سلیمان نے

---

[1] عبدالملک نے اشبیلیہ کے قریب پہنچ کر اپنے بیٹے امیہ کو اہلِ اشبیلیہ پر شب خون مارنے کو روانہ کیا۔ امیہ نے اہل اشبیلیہ کو ہوشیار پا کر حملہ نہ کیا اور اپنے باپ کے پاس واپس آیا۔ عبدالملک نے حملہ نہ کرنے کی وجہ دریافت کی امیہ نے جواب دیا اہل اشبیلیہ ہوشیار تھے حملہ کرنے کا موقع نہ تھا۔ عبدالملک بولا "تو نے موت سے ڈر کر حملہ نہیں کیا تو حد درجہ کا بزدل ہے۔ میں ایسے بزدل شخص کو دوست نہیں رکھتا" یہ کہہ کر عبدالملک نے امیہ کی گردن مار دی اور اپنے امراء لشکر کو جمع کر کے کہا۔ بھائیو۔ تم جانتے ہو کہ ہم لوگ مشرق سے اس قدر دور و دراز ملک کی طرف نکالے گئے ہیں اور اب یہ ٹکڑا اتفاق سے ہاتھ آگیا ہے جو قوتِ لایموت کے حکم میں ہے تو اسے بھی ہم بزدلی سے ضائع کیا چاہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ ایسی زندگی پر ہم موت کو فوقیت دیں سب نے یک زبان ہو کر مرنے یا فتح یاب ہو کر واپس ہونے کی قسمیں کھائیں۔ اور مجموعی قوت سے حملہ آور ہوئے۔ یمانیہ اور اہل اشبیلیہ کو ایسی شکست ہوئی کہ پھر اس کے بعد یمانیہ سر نہ اٹھا سکے۔ عبدالملک کو کئی زخم اس جنگ میں آئے تھے مگر ہاتھ سے قبضہ شمشیر نہیں چھوٹا۔ ایسی حالت اسے یہ عبدالرحمٰن کی خدمت میں آیا کہ تلوار سے خون ٹپک رہا تھا اور زخموں سے خون کے فوارے جاری تھے۔ تاریخ ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۴ مطبوعہ مصر۔

[2] سنہ ۱۶۰ھ میں عبدالرحمٰن نے پھر ایک لشکر شقنا کی جنگ پر بھیجا ایک ماہ تک قلعہ شیطران کا محاصرہ کئے رہا آخر کار مجبور ہو کر ناکام واپس آیا لشکر کی واپسی کے بعد شقنا قلعہ سے نکل کے شت بریہ کے ایک گاؤں میں آیا ابو معین اور ابو حزیم نے جو اس کے ہمراہیوں سے تھے اسے قتل کر ڈالا۔ اور عبدالرحمٰن کے پاس چلے آئے۔ تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۱۱

اسے منظور نہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن حبیب نے بربریوں کی فوج آراستہ کرکے سلیمان پر چڑھائی کی۔ سلیمان نے سینہ سپر ہو کر میدان میں کمال مردانگی سے عبدالرحمٰن کو شکست دے دی۔ عبدالرحمٰن بن حبیب ناکامی کے ساتھ تدمیر واپس آیا۔

اس واقعہ کی خبر عبدالرحمٰن کو لگی تو اس نے قرطبہ سے تدمیر کا رخ کیا' عبدالرحمٰن بن حبیب اس کی آمد کی خبر پاکر کوہ بلنسیہ میں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ عبدالرحمٰن نے اشتہار دے دیا کہ جو شخص عبدالرحمٰن بن حبیب کا سر اتار کر میرے سامنے لائے گا اسے میں اتنا مال و زر دوں گا چنانچہ عبدالرحمٰن بن حبیب ہی کے بربری ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے دھوکہ دے کر عبدالرحمٰن کو مار ڈالا۔ سر اتار کر عبدالرحمٰن کے پاس لے آیا۔ یہ واقعہ ۱۶۲ھ کا ہے عبدالرحمٰن بن حبیب کے مارے جانے کے بعد عبدالرحمٰن اپنے دارالحکومت قرطبہ واپس آیا۔

باغیوں کی سرکوبی

اسی سنہ میں وجیہ غسانی نے بیرہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ میں جاگزیں ہو کر بغاوت کی۔ عبدالرحمٰن نے شہید بن عیسیٰ کو اس کی سرکوبی پر مامور کیا۔ شہید نے نہایت مردانگی سے لڑ کر وجیہ کو شکست دی اور مار ڈالا۔ اس کے بعد پھر بربریوں نے سر اٹھایا ابراہم بن شجراس کا سردار تھا۔ عبدالرحمٰن نے بدر کو اس ہنگامہ کے فرو کرنے کا اشارہ کیا۔ بدر نے بھی بربری باغیوں کے سردار ابراہیم کو قتل کر ڈالا اور ان کی جماعت کو تتر بتر کر دیا۔ انہی دنوں سلمیٰ[1] نامی ایک سپہ سالار باغی ہو کر قرطبہ سے طلیطلہ بھاگ گیا اور مخالفت شروع کر دی۔ عبدالرحمٰن نے حبیب بن عبدالمالک کو سلمیٰ کے زیر کرنے پر متعین کیا۔ ایک مدت تک حبیب اس کا محاصرہ کیے رہا۔ حتیٰ کہ زمانہ محاصرہ میں سلمیٰ کا انتقال ہو گیا۔ باغیوں کی جماعت منتشر ہو گئی۔

۱۶۴ھ میں عبدالرحمٰن کو سرقسطہ کی بغاوت فرو کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ان دنوں سرقسطہ میں سلیمان بن یقظان اور حسین بن عاصی حکمرانی کر رہے تھے۔ ان ناعاقبت اندیشوں نے مل جل کر عبدالرحمٰن کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ عبدالرحمٰن نے پہلے اپنے سپہ سالاروں میں سے ثعلبہ بن عبید کو اس مہم پر روانہ کیا۔ ثعلبہ نے پہنچتے ہی ان دونوں کا سرقسطہ میں محاصرہ کر لیا۔ ایک مدت تک سلسلہ جنگ اور محاصرہ جاری رہا۔ ابھی کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہوا تھا کہ ایک روز سلیمان نے دھوکہ دے کر ثعلبہ کو گرفتار کر لیا اور شاہ فرانس کو بلا بھیجا۔ جس وقت شاہ فرانس سرقسطہ آیا اس وقت شاہی لشکر نے ثعلبہ کی گرفتاری کی وجہ سے محاصرہ اٹھا لیا تھا۔ سلیمان نے ثعلبہ کو شاہ فرانس کے حوالہ کر دیا۔ شاہ فرانس اس امید میں کہ میں عبدالرحمٰن والی اندلس سے اس کا کثیر معاوضہ لوں گا واپس گیا۔ اس کے بعد حسین نے سلیمان کو قتل کرکے تن تنہا حکمرانی شروع کر دی۔ عبدالرحمٰن نے ان واقعات سے مطلع ہو کر فوجیں جمع کیں۔ بذاتہ حسین سے جنگ کرنے کو سرقسطہ پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ حتیٰ کہ حسین نے طول محاصرہ سے تنگ آ کر مصالحت کر لی۔

اس مہم سے فارغ ہو کر امیر عبدالرحمٰن بلاد فرانس و بشکنس[2] پر جہاد کرنے میں مصروف ہوا' اس کے علاوہ اور ملکوں پر بھی جو اس کے

---

[1] سلمیٰ کی بغاوت کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سلمیٰ نے ایک روز شب کے وقت شراب پی اور عالتِ نشہ میں دروازہ قنطرہ کی طرف گیا اور کھولنے کا قصد کیا محافظین محل سرا نے ممانعت کی لوٹ آیا۔ صبح کو جب نشہ اترا تو اس خوف سے کہ مبادا عبدالرحمٰن کسی قسم کا مجھ سے مواخذہ نہ کرے' قرطبہ سے طلیطلہ چلا آیا اس کے آتے ہی جن جن لوگوں کے دلوں میں عبدالرحمٰن کی جانب سے غبار تھا۔ طلیطلہ چلے آئے اور بغاوت کر دی تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶' صفحہ ۲۴ مطبوعہ مصر۔

[2] اس جہاد میں عبدالرحمٰن لڑتے لڑتے قلرہ تک پہنچ گیا تھا۔ شہر قلہرہ کو فتح کیا اور ان قلعوں کو جو اس اطراف میں تھے ویران و منہدم کر دیا۔ اس کے بعد بشکنس کی طرف روانہ ہوا قلعہ۔ مثمین الاقرع کو فتح کر کے بلاد ثوں میں اطلال کی جانب بڑھا اور اس کے قلعہ کو بزورِ تیغ فتح کر کے منہدم کرا دیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶' صفحہ ۲۶ مطبوعہ مصر۔

قریب و جوار میں تھے فتح کر کے اپنے وطن قرطبہ میں واپس آیا پھر ۱۶۵ھ میں حسین نے مقام سرقسطہ میں علم مخالفت بلند کیا' عبدالرحمن کا ایک گورنر غالب بن ثمامہ بن علقمہ نامی اس ہنگامہ کے فرو کرنے کے لیے روانہ ہوا' متعدد چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد حسین کے ہمراہیوں میں سے ایک گروہ کو گرفتار کر لیا اور حصار کیے ہوئے لڑتا رہا حتٰی کہ ۱۶۶ھ میں عبدالرحمٰن بہ نفس نفیس فوجیں آراستہ کر کے اس مہم[1] کے سر کرنے کے لئے روانہ ہوا اور بزور تیغ اسے فتح کر کے حسین کو قتل کر ڈالا' اہل سرقسطہ میں سے بھی کچھ لوگوں کو تہ تیغ کیا۔

ابو الاسود کی بغاوت

۱۶۸ھ میں ابو الاسود[2] محمد بن یوسف بن عبدالرحمٰن فہری نے بغاوت کو ہوا دی۔ احمر مقام قسطلونہ میں عبدالرحمٰن اس سے معرکہ آرا ہوا اور اسے شکست دے کر اس کے ہمراہیوں اور فوج کو جی کھول کر پامال کیا۔ اس کے بعد دوبارہ ۱۶۹ھ میں پھر ابو الاسود کے دماغ میں ہوائے بغاوت سمائی اور عبدالرحمن سے لڑنے کے لئے نکلا عبدالرحمٰن نے اس بار بھی اسے شکست دی۔ اس واقعہ کے دوسرے برس ۱۷۰ھ میں ابو الاسود صوبہ طلیطلہ میں مرگیا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی قاسم جانشین ہوا اور ایک بہت بڑی فوج جمع کر لی۔ عبدالرحمٰن نے یہ خبر پاکر قاسم پر چڑھائی کی ایک مدت کے محاصرہ جنگ کے بعد قاسم بغیر امان کے گرفتار ہو آیا۔ عبدالرحمٰن نے اس کے لئے موت کی سزا تجویز کی جس پر فوری عمل کیا گیا۔

امیر عبدالرّحمٰن کی وفات

انہی واقعات کے ختم ہونے پر ۱۷۱ھ اور اس کے بعد ۱۷۲ھ کا دور شروع ہو جاتا ہے اور امیر عبدالرحمٰن[3] ملک اندلس میں تینتیس سال حکومت کر کے سفر آخرت اختیار کرتا ہے۔

---

[1] سرقسطہ کی مہم سر کرنے میں عبدالرحمٰن نے اس مرتبہ بہت بڑا اہتمام کیا چھتیس منجنیقیں نصب کرائیں جو رات دن چلا کرتی تھیں۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر۔ جلد ۶' صفحہ ۲۷' ۲۸ مطبوعہ مصر۔

[2] ابو الاسود اس زمانہ سے قرطبہ کی جیل میں تھا۔ جب سے اس کا باپ یوسف بھاگ گیا تھا۔ اور اس کا بھائی عبدالرّحمٰن بن یوسف مارا گیا تھا۔ برس دو برس قید میں رہنے کے بعد اس نے اپنے کو نابینا ظاہر کرنا شروع کیا بھول کر بھی کسی طرف آنکھیں نہیں اٹھاتا تھا۔ ایک زمانہ دراز تک اسی حالت سے رہا۔ امیر عبدالرّحمٰن کو بھی اس کے نابینا ہونے کا یقین ہوگیا۔ جیل کے آخری مکانات میں رہتا تھا۔ جن کے دروازے نہر اعظم کی طرف تھے تمام قیدی اسی جانب حوائج ضروری رفع کرنے کے لئے جاتے تھے۔ محافظین جیل' ابو الاسود کو نابینا تصوّر کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ اور مطلق نگرانی و محافظت نہ کرتے تھے۔ جس وقت نہر سے اپنی ضرورت رفع کر کے ابوالاسود واپس ہوتا تھا تو آواز بلند سے کہتا تھا "کون شخص اندھے کو اس کی جگہ پر لے جائے گا"۔ تھوڑے دنوں بعد ابوالاسود کا ایک خادم کنارۂ نہر پر آنے لگا اور اس سے سرگوشیاں کرنے لگا۔ محافظین جیل' ابوالاسود کے نابینا ہونے کی وجہ سے کچھ معترض نہ ہوتے تھے ایک روز ابوالاسود نے اپنے اسی خادم سے سواری منگوائی اور دریا تیر کر گھوڑے پر سوار ہو کر نکل بھاگا۔ محافظین کو خبر تک نہ ہوئی۔ طلیطلہ پہنچ کر لوگوں کو فراہم کرنا شروع کیا جب بہت بڑی جماعت جمع ہو گئی تو انہیں فوج کی صورت میں مرتب کر کے عبدالرحمٰن اموی سے لڑنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ پہلا معرکہ وادیٔ احمر مقام قسطلونہ میں ہوا۔ اس میں اس کے چار ہزار آدمی ان لوگوں کے علاوہ جو نہر میں جنگ کے وقت ڈوب کر مرگئے تھے کام آئے تھے تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶' صفحہ ۳۱' ۳۲ مطبوعہ مصر۔

[3] امیر عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک والیٔ اندلس نے ماہ ربیع الآخر سنہ ۱۷۲ھ عہد خلافت خلیفہ رشید میں وفات پائی تینتیس سال چار مہینے اندلس پر حکمرانی کی۔ سرزمین دمشق مقام دیرحنا سنہ ۱۱۳ھ میں پیدا ہوا تھا۔ ام ولد راح نامی بربریہ کے بطن سے تھا اس کا باپ معاویہ اس کے دادا ہشام کے زمانہ میں مرگیا تھا۔ شروع عہد شباب میں اس پر اور اس کے خاندان پر بہت بڑی مصیبت طاری ہوئی۔ سنہ ۱۳۸ھ میں شام سے جس کیفیت سے بھاگا تھا آپ پہلے پڑھ آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے دماغ اور اس کے قوائے عقلیہ میں یہ قوت ودیعت کی تھی کہ اندلس جیسے ملک پر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امیر ہشام کی حکومت ۱۷۲ھ تا ۱۸۰ھ

جس وقت عبدالرحمٰن نے سفرِ آخرت اختیار کیا اس وقت اس کا بڑا بیٹا سلیمان طلیطلہ میں حکمرانی کر رہا تھا اور اس کا دوسرا بیٹا ہشام ماروہ کی کرسیٔ حکومت پر تھا۔ عبدالرحمٰن نے اسی کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ تیسرا بیٹا عبداللہ مسکین وفات کے وقت قرطبہ میں موجود تھا اپنے نامور باپ کے مرنے پر اپنے بھائی ہشام کی حکومت کی بیعت لی اور اس حادثہ جاں کاہ کی خبر پہنچائی۔ چنانچہ ہشام ماروہ سے قرطبہ آیا اور حکمرانی کی عبا پہن کر کرسیٔ حکومت پر بیٹھ کر حکمرانی کرنے لگا۔

سلیمان اور عبداللہ کی بغاوت

چونکہ سلیمان اس سے عمر میں بڑا تھا اس وجہ سے اسے کشیدگی پیدا ہوئی' رفتہ رفتہ اس کشیدگی نے مخالفت کی صورت اختیار کی۔ طلیطلہ میں علم مخالفت بلند کیا۔ اس کا بھائی عبداللہ بھی اس سے آملا۔ ہشام نے اس کے واپس لانے کی غرض سے چند لوگوں کو روانہ کیا مگر یہ اسے نہ پا سکے۔ اس کے بعد ہشام نے فوجیں جمع کر کے طلیطلہ کی جانب کوچ کیا' پہنچتے ہی ان دونوں کا طلیطلہ میں محاصرہ کر لیا۔ سلیمان

پہنچتے ہی قبضہ کر لیا اور حاصل کرنے کے بعد آئے دن کی خانہ جنگیوں سے برابر مقابلہ کرتا رہا۔ حکمرانانِ اسلام اور حکومت اسلامیہ کی بربادی کے قوی اسباب سے ایک سبب یہ بھی ہے غور کریں کہ عبدالرحمٰن نے جس وقت اندلس کی سرزمین پر قدم رکھا تھا اس وقت اندلس دو بڑے قبائل یمنیہ اور مضریہ کی مخالفت کا دنگل بنا ہوا تھا۔ ان دونوں قبائل کی باہمی مخالفت کے علاوہ بہت سے چھوٹے چھوٹے امیر خود سر حکمران بنے ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں عبدالرحمن جیسے شخص کی ضرورت تھی اس نے مشرق سے بے دخل ہو کر اندلس پہنچ کر قبضہ جمایا قابض ہونے کی کیفیت سے آپ مطلع ہو چکے ہیں کہ اس وقت اسے چنداں مخالفت اور بغاوت کا سامنا نہیں کرنا پڑا مگر قبضہ حاصل کرنے کے بعد ایک دن بھی نچلا نہ بیٹھ سکا ایک نہ ایک کی سرکوبی پر کمر باندھنا پڑتی تھی۔ یہ خود سریاں اور بغاوتیں کیوں ہوتی تھیں؟ اس کی بنا' محض اس پر تھی کہ کبھی تو ہوا خواہاں دولت عباسیہ کو اندلس کے مطیع کرنے کی خواہش پیدا ہوتی تھی جیسا کہ علاء کا واقعہ اس پر کافی طور سے روشنی ڈالتا ہے۔ اور گاہے خواہش مندان حکومت اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ افسوس کہ ان لوگوں نے نقض عہد و بیعت اور فتنہ و فساد کو بائیں ہاتھ کا کھیل مقرر کر لیا تھا۔ حالانکہ اسلام اس کی سخت مخالفت کرتا ہے مگر عبدالرحمن کی ہمت و مردانگی کو صد آفریں کہ ۔۔ کبھی ہمت نہ ہارا جب اسے یہ خبر ملتی کہ فلاں شخص فلاں مقام پر باغی ہو گیا ہے فوراً اٹھ کھڑا ہوتا اور جب تک اس کا قلع قمع نہ کر لیتا آرام نہ کرتا تھا۔ اس کی سوانح میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ جس سے یہ گھبرایا ہو۔ بہت بڑا عالی حوصلہ' سخی' شجاع' حلیم' عالم اور صاحب عزم و ہمت تھا۔ کبھی کبھی کچھ شعر بھی کہہ لیتا تھا۔ نہایت درجہ کا فصیح بلیغ تھا۔ ابن حیان لکھتا ہے کہ عبدالرحمن خود دربار عام میں بیٹھتا تھا۔ اور رعایا کی فریادیں اور استغاثے سنتا تھا۔ ضعیف سے ضعیف شخص بے روک ٹوک اور بلا جدوجہد پہنچ کر اپنا حال عرض کر سکتا تھا۔ اس کی عادات میں یہ بھی داخل تھا کہ دستر خوان پر مصاحبوں اور ہمراہیوں کے علاوہ جو شخص بھی کھانے کے وقت موجود ہوتا تھا شریک کر لیا جاتا تھا۔ حاجت مند اپنی حاجتیں اس وقت بھی عرض کر سکتے تھے۔ قرطبہ میں اس نے اپنے دادا ہشام کی تقلید میں رصافہ تعمیر کرایا تھا۔ وفات کے وقت گیارہ لڑکے اور نو لڑکیاں چھوڑیں۔ اکثر سفید کپڑے پہنا کرتا تھا۔ ابن زیدون نے لکھا ہے کہ اس کے رخسار ہلکے تھے۔ قد بڑا تھا اور نحیف الجسم تھا۔ چہرہ پر بڑا ساتل تھا۔ مترجم ملخص از تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶' صفحہ ۴۵ مطبوعہ مصر و کتاب نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب جلد ۱' صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ لیدن۔

نے اپنے بھائی عبداللہ اور اپنے بیٹے کو شہر کی حفاظت پر چھوڑ کر قرطبہ کا راستہ لیا مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ ہشام نے اس کے تعاقب میں اپنے بیٹے عبدالمالک کو روانہ کیا اور طلیطلہ کا محاصرہ کئے رہا۔ سلیمان نے یہ خبر پا کر ماروہ کا رخ کیا والی ماروہ نے مقابلہ کیا۔ دونوں حریف جی توڑ کر لڑے۔ آخر کار سلیمان کو شکست دی۔ ہشام اس وقت طلیطلہ ہی کے محاصرہ پر اڑا ہوا تھا۔ دو ماہ سے زائد گذر چکے تھے کہ ایک روز اس کا بھائی عبداللہ امن حاصل کیے بغیر ہشام کی خدمت میں آکر حاضر ہو گیا اور سر اطاعت جھکا دیا۔ ہشام نے اس کی تقصیر معاف کر دی اور عزت افزائی سے صلے عنایت کئے۔

پھر ۱۷۴ھ میں ہشام نے اپنے بیٹے معاویہ کو سلیمان سے جنگ کرنے کے لئے تدمیر روانہ کیا۔ چنانچہ معاویہ نے اپنے پرزور حملوں سے اطراف تدمیر کو ویران اور پامال کر دیا۔ سلیمان روزانہ جنگ سے تنگ آکر جبال بلنسیہ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ اور معاویہ اپنے باپ کے پاس قرطبہ واپس آیا۔ اس کے بعد سلیمان نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ بلادِ اندلس چھوڑ کر ملک بربر چلے جانے کی درخواست کی۔ ہشام نے منظور کر لیا اور اپنے باپ متروکہ سے دست بردار ہونے پر اسے ساٹھ ہزار دینار مرحمت کئے۔ سلیمان کے ساتھ اس کا بھائی عبداللہ بھی اندلس سے چلا آیا تھا۔ ہشام سرزمین اندلس میں ٹھہرا ہوا حکمرانی کرتا رہا۔

انہی واقعات کے اثنا میں شرقی اندلس مقام طرسوسہ میں سعید بن حسین بن یحییٰ انصاری نے ہشام کی مخالفت پر کمر باندھی' سعید اس زمانہ سے طرسوسہ میں ٹھہرا ہوا ریشہ دوانی کر رہا تھا جس زمانہ میں اس کا باپ حسین مارا گیا۔ جب اس کے پاس یمانیہ کا ایک بڑا گروہ جمع ہو گیا تو اس نے طرسوسہ پر قبضہ کرکے اس کے گورنر یوسف بن عیسیٰ کو نکال دیا۔ موسیٰ ابن فرقوق کو یہ امر ناگوار گزرا مضریہ کو یک جا کر کے سعید کے آڑے آیا۔ اسی اثنا میں مطروح بن سلیمان بن یقظان نے شہر برشلونہ میں بغاوت کر دی۔ شہر سرقسطہ آشقہ پر قبضہ کر لیا۔ جوں ہی ہشام نے اپنے بھائیوں کی مہم سے فراغت حاصل کی فوراً" ابو عثمان عبیداللہ بن عثمان کو ایک فوج کی افسری کے ساتھ مطروح کی سرکوبی پر متعین کیا۔ ابو عثمان نے پہنچتے ہی سرقسطہ میں مطروح کا محاصرہ کر لیا۔ایک زمانہ تک حصار کئے ہوئے لڑتا رہا۔ پھر محاصرہ اٹھا کر طرسوسہ کے قریب آکر پڑاؤ کیا اور اہل سرقسطہ پر آئے دن شب خون مارنے لگا۔ انہی دنوں مطروح کے بعض ہمراہیوں نے دھوکہ دے کر مطروح کو مار ڈالا اور سر اتار کر ابو عثمان کے پاس لائے۔ ابو عثمان نے ہشام کی خدمت میں بھیج دیا اور سرقسطہ میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا۔

فرانس پر حملہ

ابو عثمان اس مہم کو سر کرنے کے بعد ملک فرانس پر جہاد کرنے کو روانہ ہوا۔شہر البتہ اور اس کے گرد و نواح کے قلعوں پر حملہ کیا۔ فرانسیسی دلاوروں نے بھی میدان جنگ کا راستہ لیا۔فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر کار عساکرِ اسلامیہ کو فتح نصیب ہوئی فرانسیسیوں کی فوج کی بہت بڑی جماعت کام آئی اور ابو عثمان نے ان مقامات کو فتح کر لیا۔ یہ واقعہ ۱۷۵ھ کا ہے۔ اسی سنہ میں ہشام نے اسلامی افواج کو یوسف بن بخیہ کی ماتحتی میں جلیقہ کے سر کرنے کو بھیجا۔ اس وقت اس کا بادشاہ برمند کبیر تھا۔ یہ خم ٹھونک کر میدان میں آیا۔ سخت اور خون ریز لڑائی ہوئی بہت سا نقصان اٹھا کر برمند کو پسپا ہونا پڑا' یوسف نے کامیابی کے ساتھ اس لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

اسی سنہ میں برادرانِ ہشام کی روانگی کے بعد اہل طلیطلہ نے اپنے امیر ہشام کی علمِ حکومت کی اطاعت قبول کرنے کی درخواست پیش کی۔ ہشام نے منظور کرکے تمام اہل طلیطلہ کو امان دی اور اپنے بیٹے حکم کو طلیطلہ کا والی مقرر کرکے روانہ کیا۔ حکم نے طلیطلہ پہنچ کر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور انتظام میں مصروف ہو گیا۔

پھر ۱۷۶ھ میں ہشام نے اپنے وزیر السلطنت عبدالمالک بن عبدالواحد بن مغیث کو دشمنان اسلام پر جہاد کرنے کے لئے روانہ کیا۔ عبدالمالک نے نہایت تیزی سے حدود بلاد اسلامیہ سے نکل کر لڑائی شروع کر دی۔ لڑتا بھڑتا فرانسیسیوں کے بلاد کو تاراج کرتا ہوا البتہ اور

قلاع تک پہنچ گیا اور اس کے گردونواح کو اپنی فوج کی جولاں گاہ بنایا' بعد ازاں ہشام کی ہدایت کے مطابق ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ اربونہ اور جرندہ کی جانب روانہ ہوا۔ پہلے جرندہ پر حملہ کیا۔جرندہ میں فرانس کی ایک عظیم فوج سرحدی بلاد کی حفاظت کے لئے رہتی تھی۔ عبدالمالک نے اسے شکست دے کر جرندہ کے برجوں اور شہرپناہ کی فصیلوں کو منہدم کرا دیا اور سرزمین سرطلانیہ کو پامال کرتا ہوا فرانس کے ملک میں گھس گیا۔ شہر' گاؤں اور قصبے ویران کرتا ہوا اربونہ پہنچا۔اربونہ کے ساتھ بھی یہی واقعات گذرے۔ اہلِ فرانس مسلمانوں کے نام سے بید کی طرح تھرتھرانے لگے۔ کوئی شخص مقابلہ پر نہ آتا تھا کئی قلعے ویران اور مسمار کر ڈالے اور بہت سے قلعوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس جہاد میں اس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا جس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ جس وقت عبدالمالک نے مراجعت کی' عیسائیوں نے بشکنس اور اپنے ہمسایہ ممالک سے مسلمانوں کے خلاف امداد طلب کی اور جب امدادی فوجیں آگئیں تو عبدالمالک سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی عبدالمالک نے اس معرکہ میں بھی ان اجل رسیدوں کو شکست دی اور ان کی ایک بڑی جماعت کو قتل کر کے خاک و خون میں ملا دیا۔

جلیقہ کی مہم

۱۷۸ھ میں ہشام نے اسلامی فوجیں عبدالکریم بن عبدالواحد بن مغیث کی ماتحتی میں بلاد جلیقہ پر جہاد کے لئے روانہ کیں۔ عساکر اسلامیہ نے دشمنان دین کے ملک کو خوب تاخت و تاراج کیا اور بہت سا مال غنیمت لے کر واپس آیا۔ اسی سنہ میں تاکک تا(یا تاکرتا) میں بغاوت پھوٹ نکلی۔یہ مقام بلاد زندہ ملک اندلس سے شمار کیا جاتا تھا۔یہاں جس قدر بربری تھے انہوں نے ان کی سرکوبی کے لئے عبدالقادر بن ابان بن عبداللہ خادم امیر معاویہ بن ابو سفیان کو روانہ کیا۔عبدالقادر نے پہنچتے ہی ہنگامہ کار زار گرم کر دیا۔ ہزارہا باغی مارے گئے جو باقی رہ گئے جلاوطن ہو کر نکل بھاگے۔سات برس تک تاکدتا ویران پڑا رہا۔ ایک متنفس بھی نظر نہ آتا تھا۔

۱۷۹ھ میں ہشام نے پھر جہاد کی تیاری کی۔عبدالمالک بن عبدالواحد بن مغیث کو امیر لشکر مقرر کر کے جلیقہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔رفتہ رفتہ عبدالمالک سترقہ پہنچا۔ شاہ جلالقہ (اوفونش) نے اپنی فوجیں جمع کیں اور اپنے اطراف و جوانب کے بادشاہوں سے امدادی فوجیں منگوائیں۔ بہت بڑی تیاری کے بعد مقابلہ پر آیا۔ لیکن عبدالمالک کی ہیبت کچھ ایسی غالب ہوئی کہ بلا جدال و قتال لوٹ کھڑا ہوا' عبدالمالک نے تعاقب کیا۔اوفونش بے سروسامانی سے آگے آگے بھاگا جاتا تھا اور عبدالملک اس کے پیچھے پیچھے سراغ لگاتا' جسے پاتا اسے قتل کر دیتا' شہروں گاؤں قصبات کو لوٹتا ہوا چلا جا رہا تھا' حتیٰ کہ اوفونش اپنے پایہ تخت کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت عبدالمالک نے مراجعت کی' اسی زمانہ میں ہشام نے ایک دوسری فوج دوسری سمت سے بلاد فرانس کی طرف روانہ کی تھی۔ یہ فوجیں بھی عبدالمالک کی فوج سے جا ملی تھیں اور دونوں نے مل کر دشمنانِ اسلام کے بلاد کو جی کھول کر تاراج کیا۔ واپسی کے وقت فرانس کی فوج نے چھیڑچھاڑ کی اور کسی قدر کامیابی ہوئی مگر اس کے باوجود لشکر اسلام مظفر و منصور واپس آیا۔

ہشام بن عبدالرحمٰن کی وفات

۱۸۰ھ میں ہشام[۱] بن عبدالرحمٰن نے اپنی حکومت و امارت کے سات سال پورے کر کے وفات پائی' بعضوں نے لکھا ہے کہ اس نے آٹھ سال حکومت کی۔

ہشام کا کردار

[۱] ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویہ بن عبدالملک بن مروان والیٔ اندلس کا انتقال ماہ صفر سنہ ۱۸۰ھ میں ہوا۔تقریباً" عمر کے چالیس مرحلے طے کئے۔ ام ولد کے بطن سے ماہ شوال سنہ ۱۳۹ھ میں پیدا ہوا تھا۔ جامع مسجد قرطبہ کی تکمیل و تعمیر کے علاوہ اور بہت سی مسجدیں بنوائیں۔ اس کے عہد حکومت میں اسلامی شان و شوکت کو بے حد ترقی ہوئی۔ عیسائی بے حد ذلیل و خوار ہوئے۔ اہلِ اندلس اسے نہایت نیکی سے یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سیرت میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز سے مشابہ تھا۔ اندرونی بغاوتوں اور خانہ جنگیوں سے اسے نہایت کم سامنا کرنا پڑا۔ صرف اوائل عہد حکومت میں

ہشام نہایت نیک مزاج، صلح پسند، سخی، دلیر، شجاع، بلند حوصلہ، صائب الرائے اور کثرت سے جہاد کرنے والا شخص تھا اسی نے جامع مسجد قرطبہ کی تعمیر تکمیل کو پہنچائی جس کی بنیاد اس کے باپ عبدالرحمٰن نے رکھی تھی، اس نے زکوٰۃ و صدقات کتاب و سنت کے مطابق وصول کئے تھے۔

امیر الحکم اوّل کی حکومت ۱۸۰ھ تا ۲۰۶ھ

اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا حکمران حکم ۱۸۰ھ میں حکمران ہوا۔ اس کے عہدِ حکومت میں خادموں میں کثرت ہوئی۔ بہت سے گھوڑے اصطبل شاہی میں باندھے گئے اور اس کی حکومت کو معقول طور سے استحکام و استقلال حاصل ہوا۔ یہ بذاتِ خود ہر کام کی نگرانی کرتا اور لڑائیوں پر جاتا تھا۔

حکم کے اوائل زمانہ حکومت میں عبداللہ بلنسی ابن عبدالرحمٰن داخل نے مغربی اندلس کی سرحد سے بغاوت کرکے بلنسیہ پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد طنجہ سے اس کے بھائی سلیمان نے بھی سر اٹھایا۔ حکم ایک برس تک ان دونوں کی لڑائی میں مصروف رہا۔ آخر الامر حکم کو فتح نصیب ہوئی اور ۱۸۴ھ میں سلیمان مار ڈالا۔ باقی رہا عبداللہ وہ بلنسیہ میں مقیم رہا اگرچہ آئندہ بخوفِ جان کسی قسم کی شورش اور فساد کا باعث نہیں بنا۔ لیکن حکم نے یحییٰی بن یحییٰی فقیہ کو پیام صلح دے کر ۱۸۶ھ میں روانہ کیا۔ چنانچہ بھتیجے اور چچا میں باہم مصالحت ہو گئی۔

انہی خانہ جنگیوں کے دوران فرانس نے موقع مناسب تصور کرکے فوجیں جمع کیں اور حکم کو اپنے چچاؤں کے ساتھ مصروف جنگ دیکھ کر برشلونہ کا قصد کیا۔ اسلامی فوجیں، برشلونہ کی حمایت کو نہ پہنچ سکیں۔ فرانس نے بے تگ و دو برشلونہ پر قبضہ کر لیا۔ حکم نے اپنے چچاؤں کی مہم سے فراغت حاصل کرکے فرانس کی سرکوبی کی جانب توجہ کی۔ اپنے حاجب عبدالکریم بن عبدالواحد بن مغیث کو امیر لشکر مقرر کرکے برشلونہ اور بلاد جلالقہ کی جانب روانہ کیا۔ عبدالکریم نے دشمنان اسلام سے سختی کے ساتھ لڑائی چھیڑ دی۔ حریف نے ایک تنگ و دشوار راستہ اختیار کیا۔ عبدالکریم نے میدان جنگ سے مراجعت کرکے راستہ کے دوسرے سرے کی ناکہ بندی کر لی۔ اور اس سرے پر بھی اپنی فوج کے چند دستوں کو مامور کر دیا۔ دشمن اس وقت نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن میں گرفتار ہو گیا۔ سب کے سب کام آئے، ایک بھی جان بر نہ ہو سکا۔ عبدالکریم نے فتح یابی کے ساتھ بلاد اسلامیہ کی طرف مراجعت کی۔

باغیوں کی سرکوبی

۱۸۱ھ میں اندرونی بغاوتوں اور جھگڑوں کا زور شور ہوا تو اندلس کے سرحدی شہروں میں آتش فساد مشتعل ہوئی۔ بہلول بن مرزوق معروف بہ ابو الحجاج نے علم مخالفت بلند کرکے سرقسطہ کو دبا لیا۔ عبداللہ بلنسی عم امیر حکم نے بھی اسی سنہ میں سر اٹھایا جیسا کہ آپ پہلے لکھ آئے ہیں۔ اسی سنہ میں عبیدہ بن حمیرہ نے طلیطلہ میں مخالفت شروع کی۔ حکم نے اپنے گورنر و سپہ سالار عمروس بن یوسف کو جو کہ طلبیرہ میں رہتا تھا اس ہنگامہ کے فرو کرنے کے لیے لکھ بھیجا۔ عمروس نے طلیطلہ پر پہنچ کر محاصرہ کرکے لڑائی شروع کر دی۔ ایک مدت

اس کے دونوں بھائیوں عبداللہ و سلیمان نے مخالفت کا سر اٹھایا تھا۔ اس کے بعد پھر کسی نے دم نہیں مارا۔ اس نے اپنا سارا زمانہ عیسائیوں پر جہاد کرنے میں صرف کیا۔ کبھی جلالقہ سے مقابل ہوتا نظر آتا تھا اور گاہے شاہ فرانس پر حملہ آور ہوتا تھا۔ اس سے عیسائیوں کا دم ناک میں آ گیا تھا۔ اربونہ اسی کے زمانہ میں فتح ہوا تھا۔ جلالقہ سے اس نے خراج وصول کیا۔ فرانس کو مارتے مارتے اس کے پایہ تخت تک پہنچایا۔ اس کے زمانہ امارت میں اسلام کو اس درجہ عزت و غلبہ حاصل ہوا تھا کہ ایک شخص نے بہ وقت وفات وصیت کی تھی کہ میرے متروکہ مال میں سے ایک مسلمان قیدی فدیہ دے کر رہا کرایا جائے۔ اس شخص کے مرنے پر تمام دارا لکفار چھان ڈالا گیا مسلمان قیدی ایک بھی نہ ملا اس سے زیادہ قوی دلیل دشمنانِ اسلام کی کمزوری اور اسلام کی قوت کی کیا ہو سکتی ہے۔ قرطبہ کے پل کو جو خوبی و مضبوطی میں مشہور زمانہ تھا از سر نو بنوایا۔ ملخص از تاریخ ابن اثیر جلد ۱، مطبوعہ مصر صفحہ ۶۰ و کتاب نفح الطیب مطبوعہ لیدن جلد اول صفحہ ۲۱۶ لغایتہ ۲۱۹۔

تک محاصرہ کیئے ہوئے لڑتا رہا۔ دوران جنگ عمروس نے اہل طلیطلہ میں سے بنی مخشی کو خط و کتابت کرکے ملا لیا۔ بنی مخشی نے موقع پا کر عبیدہ کو قتل کرکے سر اتار لیا اور عمروس کے پاس بھیج دیا۔ عمروس نے عبیدہ کے سر کو حکم کی خدمت میں روانہ کیا اور طلیطلہ میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا' بنی مخشی کو اس خدمت کے صلہ میں انعامات دیئے' جاگیریں دیں اور اعلیٰ درجہ کے مناصب عطا کئے۔ اس کے بعد بربریوں نے جو طلیرہ میں تھے عبیدہ کے معاوضہ میں بنی مخشی کی خون ریزی پر کمر باندھی۔ عمروس نے ان شورہ پشتوں کو بھی گرفتار کرا کے قتل کیا اور ان کے سروں کو بھی اور باغیوں کے سروں کے ساتھ حکم کی خدمت میں بھیج دیا۔ سارا فتنہ و فساد فرو ہو گیا اور اس تمام علاقہ میں امن و امان قائم ہو گیا۔ عمروس اس فتح یابی کے بعد اپنے بیٹے یوسف کو طلیطلہ پر مامور کرکے سرقسطہ کی جانب واپس آیا اور اسے بھی سرکش باغیوں کے پنجہ سے نکال کر اس پر قبضہ کر لیا۔

فرانسیسیوں کا حملہ اور پسپائی

۱۸۹ھ میں مسلمانانِ اندلس کے سروں پر یہ شامت سوار ہوئی کہ ان میں سے بعض سرداروں اور لشکروں کا خاندان امیر حکم سے کشیدہ خاطر ہو کر شاہ فرانس سے جا ملا اور اسے طلیطلہ کے قبضہ پر ابھارنا شروع کیا۔ عیسائیوں کو بھی اپنے پرانے دشمن سے بدلہ لینے اور ملک پر قبضہ کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ فوجیں آراستہ اور سامان جنگ فراہم کرکے طلیطلہ کی طرف قدم بڑھایا۔ یوسف والی طلیطلہ مقابلہ پر آیا۔ مدتوں لڑائی اور محاصرہ جاری رہا۔ چونکہ اس مہم میں دشمنان اسلام کے ساتھ اسلام کے نام لیوا بھی شریک تھے اور طلیطلہ کے حالات سے بخوبی واقف تھے اس وجہ سے اہل طلیطلہ کو شکست ہوئی۔ عیسائیوں نے طلیطلہ پر قبضہ کر لیا اور یوسف والی طلیطلہ کو گرفتار کرکے صخرہ قیس میں لے جا کر قید کر دیا۔ عمروس اس وقت سرقسطہ کی حفاظت پر مامور تھا۔

جب اس واقعہ کی اسے خبر لگی تو اس نے عساکر اسلامیہ کو اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ طلیطلہ سے فرانسیسیوں کو باہر نکالنے کی غرض سے روانہ کیا۔ چنانچہ طلیطلہ کے باہر عساکر اسلامیہ نے اپنا مورچہ قائم کیا۔ فریقین میں جنگ شروع ہو گئی۔ بہت سخت لڑائی کے بعد فرانسیسیوں کو شکست ہوئی۔ نہایت بے سروسامانی سے طلیطلہ چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمانوں نے طلیطلہ پر پھر قبضہ کر لیا۔ عمروس نے اپنے ایک نائب کو صخرہ قیس کی طرف روانہ کیا' اس نے پہنچتے ہی یوسف بن عمروس کو قید کی تکلیف سے نجات دے دی۔ اس واقعہ سے فرانسیسی دلاوروں کے دل پر عمروس کے رعب و داب اور مردانگی کا سکہ بیٹھ گیا۔

جنگِ ربض

حکم اپنے شروع عہد امارت میں لذات دنیاوی' عیش و عشرت میں منہمک و مستغرق ہو رہا تھا۔ قرطبہ کے اہل علم و ورع کو حکم کا یہ فعل ناگوار گزرا' یحییٰ بن یحییٰ[1] لیثی اور فقیہ طالوت جیسے فقہا اور علماء نے ایک جلسہ میں جمع ہو کر حکم کی معزولی کا مشورہ کیا۔ اہلِ قرطبہ ان علماء کے اشارے سے حکم پر ٹوٹ پڑے' حکم کے دستہ فوج جان نثاران نے انہیں اس فعل سے روکا۔ ان لوگوں نے حکم کی معزولی کا اعلان کرکے غربی قرطبہ کے شہر پناہ کے ایک محلہ میں جو قصر شاہی سے متصل تھا' محمد بن قاسم قرشی مروانی عم ہشام کی امارت کی بیعت کی اور ۱۹۰ھ میں ان لوگوں نے خلیفہ حکم کا اور اس کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ حکم نے نہایت مردانگی سے ان لوگوں کا مقابلہ کیا اور بزور تیغ انہیں مغلوب کرکے ان میں سے بہتوں کو ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیا۔ باقی ماندہ ادھر ادھر منتشر و متفرق ہو گئے۔ ان لوگوں کے مکانات اور مسجدیں ویران اور منہدم ہو گئیں۔ بقیۃ السیف[2] نے بھاگ کر فاس سرزمین افریقہ میں جا کر دم لیا اور کچھ لوگوں نے اسکندریہ میں پناہ لی۔ یہاں پر بھی ان خانہ بدوشوں کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ جب ان لوگوں کا ایک خاصا جتھا اسکندریہ میں جمع ہو گیا تو ان لوگوں نے بغاوت کر دی۔ عبداللہ بن طاہر والی مصر ان کی سرکوبی کو آیا اور کمال مردانگی سے ان لوگوں کو زیر کرکے اسکندریہ کو ان کے

[1] یحییٰ بن یحییٰ لیثی امام مالک کے خاص شاگرد' ان کی موطا کے ناقل اور اندلس میں ان کے مذہب کی اشاعت انہی کے سبب سے ہوئی۔

[2] بقیۃ السیف جو جلاء وطن ہو کر فاس چلے آئے تھے ان کی تعداد آٹھ ہزار تھی اور اسکندریہ میں جلاوطنوں کا جو گروہ آیا تھا وہ بچوں اور عورتوں کے علاوہ پندرہ ہزار تھے۔ عربی مورخوں نے ان کی تعداد نہیں بیان کی یہ انگریزی مورخوں کا بیان ہے۔ واللہ اعلم مترجم۔

غاصبانہ قبضہ سے نکال لیا اور ان لوگوں کو جہازوں پر سوار کرا کے جزیرہ اقریطش (کریٹ) کی طرف روانہ کر دیا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ان لوگوں کا سردار ابو حفص عمر بلوطی نامی ایک شخص تھا یہی ان کی سرداری کرتا رہا جب یہ مر گیا تو وراثتاً اس کی اولاد ان پر حکمرانی کرتی رہی حتی کہ عیسائیوں نے جزیرہ مذکور ان کے قبضہ سے نکال لیا۔

یوم الخندق

اہل طلیطلہ میں فساد اور مخالفت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ان کے دلوں اور دماغوں میں اپنے ملک کی حفاظت آپ خود کرنے کی ہوا سمائی تھی اور آئے دن امراء کی معزولی و تقرری سے یہ شیر ہو رہے تھے۔ امیر حکم ان کی روزانہ بغاوت اور خود سری سے تنگ آ گیا تھا۔ مجبور ہو کر سرحدی بلاد سے اپنے نامور سپہ سالار عمروس بن یوسف کو' اس آئے دن کی بغاوتوں کے فرو کرنے کی غرض سے بلا بھیجا۔

عمروس بن یوسف عربی النسل نہ تھا بلکہ شہر وشقہ کا رہنے والا اور مولدین سے تھا۔ حکم کی جانب سے سرحدی بلاد کا گورنر تھا قرب و جوار کے سرکش ■ متمرد امراء اس کے نام سے کانپتے تھے۔

حکم نے عمروس سے اہل طلیطلہ کو مطیع کرنے کے معاملہ میں اعانت طلب کی اور اسے شریک مشورہ کر کے طلیطلہ کی سند حکومت عنایت فرمائی چونکہ عمروس اہل طلیطلہ کا ہم قوم تھا اس وجہ سے اہل طلیطلہ اس سے مانوس و مطمئن ہو گئے۔ تھوڑے دن بعد عمروس نے دھوکہ دینے کے لیے اہل طلیطلہ کو اس مشورہ میں کہ بنی امیہ کو کرسی امارت سے اتار دینا چاہیے، شریک کرنا شروع کیا اور اس غرض کے لئے کہ وہ شاہی اراکین کے ساتھ اس میں گوشہ نشین ہو جائے گا' ایک علیحدہ مکان تعمیر کرانے کی رائے دی۔ اہل طلیطلہ اس چکر میں آ گئے۔ عمروس نے ان لوگوں کی موافقت اور اعانت سے حسب مرضی ایک مکان تعمیر کرایا۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں سرحد کے ایک افسر اعلیٰ نے دارالحکومت سے امداد طلب کی، امیر حکم نے ایک بہت بڑا لشکر اپنے بیٹے عبدالرحمن کی ماتحتی میں روانہ کیا جس میں وزیروں کی بھی ایک جماعت تھی۔ یہ لشکر کوچ و قیام کرتا ہوا طلیطلہ ہو کر گزرا مگر طلیطلہ میں نہ تو جانے کا ارادہ کیا اور نہ اہل طلیطلہ سے معترض ہوا دشمنان اسلام لشکر اسلام کی خبر پا کر لوٹ گئے' اللہ تعالیٰ نے ان کے شر سے بلاد اسلامیہ کو بچا لیا۔ عبدالرحمن نے قرطبہ کی جانب مراجعت کا قصد کیا۔ عمروس کی ترغیب و تحریک سے سرداران طلیطلہ' عبدالرحمٰن سے ملنے کے لئے آئے' عبدالرحمن نے ان لوگوں کی تعظیم و تکریم کی' عزت سے اپنے قریب بیٹھنے کا حکم دیا۔ حکم کے خادم نے اہل طلیطلہ کی آنکھیں بچا کر عمروس کو امیر حکم کا فرمان دیا جس میں لکھا تھا "جس طرح ممکن ہو بہ مکر و فریب' مفسد پروازان طلیطلہ کو زیر کرنا چاہیے" عمروس نے اہل طلیطلہ سے کہا اس وقت اتفاق سے عبدالرحمٰن تمہارے شہر میں آ گیا ہے اسے اپنے شہر میں لے جاؤ تاکہ تمہاری قوت و شوکت دیکھ کر متاثر ہو' اور آئندہ تمہارے مطیع کرنے کا خیال نہ کرے' اہل طلیطلہ اس فقرے میں آ گئے۔ عبدالرحمٰن کو بہ منت و سماجت اپنے شہر میں لے گئے' اور اسی قصر میں ٹھہرایا جو انہی لوگوں کی معاونت سے وسط شہر میں عمروس کی مرضی کے مطابق تعمیر کیا گیا تھا۔

ایک روز دعوت کے بہانہ سے عمروس نے تمام سرداران بانیان فتنہ و فساد کو قصر امارت میں مدعو کیا۔ اور حکم دیا کہ مجمع و اژدحام کی کثرت خیال سے امیر نے یہ انتظام فرمایا ہے کہ لوگ ایک دروازے سے مکان میں داخل ہوں اور جاتے وقت دوسرے دروازے سے جائیں اہل طلیطلہ اس رائے و انتظام کے مطابق گروہ کے گروہ قصر امارت میں داخل ہونے لگے۔ جونہی یہ قصر میں داخل ہوتے سرداران لشکر ان کو کشاں کشاں اس گڑھے پر لے جاتے جو پہلے سے ان لوگوں کے قتل کے لئے کھدوایا گیا تھا۔ اور سب کی گردنیں مار دیتے۔ رفتہ رفتہ اسی تدبیر و حکمت عملی سے تمام سرغنوں کو قتل کر دیا گیا۔ باقی ماندگان معمولی حیثیت والے اس امر کو تاڑ گئے اور جان کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس خوفناک اور نمونہ قیامت خیز واقعہ نے تمام اہل طلیطلہ کے مزاج ٹھنڈے کر دیئے۔ "سمعاً و طاعۃً" بطیب خاطر' ایام فتنہ تک مطیع رہے جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

پھر ۱۹۱ھ میں اصبغ بن عبداللہ نے ماردہ میں علم بغاوت بلند کیا، حکم کے گورنر کو مار کر نکال دیا، حکم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے

فوجیں جمع کر کے ماردہ کو جا کر گھیر لیا۔ دوران محاصرہ اسے خبر لگی کہ اہل قرطبہ میں بغاوت پھوٹ نکلی ہے۔ محاصرہ اٹھا کر قرطبہ کی جانب لوٹ آیا[1] اور نہایت تیزی سے آتش فساد فرو کر کے تمام مفسدوں اور سرغنوں کو مار ڈالا اس کے بعد اصبغ نے بھی علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی۔ حکم نے اس کو قرطبہ میں بلا کر ٹھہرا لیا۔

ان[2] آئے دن کی خانہ جنگیوں اور اندرونی بغاوتوں کا احساس کر کے فوجیں جمع کیں، سامان جنگ و حصار مہیا کر کے طرسوسہ کے محاصرے کی غرض سے کوچ کر دیا۔ حکم کو اس کی اطلاع ہوئی اس نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ شاہ فرانس کی سرکوبی پر مامور کیا۔ ابھی شاہ فرانس اپنی حدود مملکت سے آگے بڑھنے نہ پایا تھا کہ عبدالرحمٰن پہنچ کر مد مقابل ہوا۔ دونوں حریف جی توڑ کر لڑنے لگے۔ نہایت سخت اور خون ریز جنگ کے بعد شاہ فرانس کو شکست ہوئی اور میدان عساکر اسلامیہ کے ہاتھ رہا اور عبدالرحمٰن اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ مظفر و منصور مال غنیمت لئے ہوئے واپس آیا۔

فرانس پر فوج کشی

۱۹۴ھ میں جب اہل ماردہ نے گذشتہ قتل و خون ریزی کو بھلا دیا تو پھر باغی ہو گئے۔ حکم ان کی سرکوبی پر مستعد و آمادہ ہو کر ماردہ پہنچا، تین سال مسلسل ان لڑائیوں میں مصروف رہا۔ فرانسیسی عیسائیوں کو موقع مل گیا۔ سرحدی بلاد پر لوٹ مار شروع کر دی۔ حکم نے ۱۹۶ھ میں انہیں ہوش میں لانے کی غرض سے مملکت فرانس کی جانب کوچ کیا۔ متعدد قلعے فتح کئے۔ اکثر شہروں کو ویران و خراب کر ڈالا۔ قتل و خون ریزی اور قیدیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ فرانسیسی مقابلہ سے جی چرانے لگے۔ اس وقت حکم قرطبہ کی جانب واپس ہوا۔

گذشتہ پیش قدمیوں کی وجہ سے ۲۰۰ھ میں حکم نے اپنی فوج کو مملکت فرانس پر جہاد کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے کمال شوق و ذوق سے تیاریاں کیں، حکم نے ان لوگوں کو اپنے حاجب عبدالکریم بن عبدالواحد بن مغیث کی ماتحتی میں شاہ فرانس کے ملک پر جہاد کے لئے روانہ کیا۔ عبدالکریم نے حدود مملکت اسلامیہ سے نکل کر ملک فرانس پر حملے شروع کر دیئے۔ شہر کے شہر، گاؤں کے گاؤں، قصبے کے قصبے ویران ہو گئے۔ متعدد قلعے منہدم کر ڈالے۔ شاہ جلالقہ ایک عظیم فوج لے کر مقابلہ پر آیا۔ کنارہ نہر پر دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ مدتوں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ عساکر اسلامیہ کو فرانسیسی عیسائیوں سے ان لڑائیوں میں بہت بڑا فائدہ پہنچا۔ اس کے بعد مسلسل تیرہ روز تک دن رات لڑائی ہوتی رہی۔ اتنے میں بہ کثرت مینہ برسا نہر میں طغیانی آ گئی۔ عساکر اسلامیہ مظفر و منصور مال غنیمت لئے ہوئے واپس ہوئیں۔

---

[1] حکم کے لوٹ آنے پر اہل ماردہ کبھی مطیع ہو جاتے تھے۔ اور کبھی پھر باغی ہو جاتے۔ حکم ان کی سرکوبی کے لئے ہمیشہ لشکر بھیجتا تھا۔ حتی کہ اصبغ کی قوت سلب ہو گئی۔ اسی عرصہ میں حکم نے اہل ماردہ کے سرداروں کو ملا لیا۔ سب نے اس کی رفاقت ترک کر دی۔ اصبغ کا بھائی بھی شاہی لشکر میں چلا آیا مجبور ہو کر اصبغ نے امان طلب کی اور مصالحت کر لی۔ کامل ابن اثیر جلد ۶ مطبوعہ مصر صفحہ ۸۰۔

[2] یہ واقعہ سنہ ۱۹۱ھ کا ہے اسی سنہ میں حزم بن وہب نے اطراف باجہ میں بغاوت کی تھی۔ اہل باجہ کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ حزم نے اشبونہ کا رخ کیا اتنے میں حکم کو اس کی خبر لگ گئی اپنے بیٹے ہشام کو ایک بڑی فوج کے ساتھ حزم کے عزم کو توڑنے کے لئے روانہ کیا ہشام نے پہنچتے ہی حزم کو ایسی بری شکست دی کہ حزم اپنے کئے پر پشیمان ہو کر امان کا خواستگار ہوا اور مطیع ہو گیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ مطبوعہ مصر۔

امیر حکم کی وفات و کردار

آخر ۲۰۶ھ میں امیر حکم بن ہشام نے اپنی حکومت کے ستائیس سال پورے کر کے وفات پائی۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اندلس میں فوجی نظام قائم کیا' فوج کی تنخواہیں مقرر کیں' طرح طرح کے آلاتِ حرب کافی مقدار میں مہیا کئے' خدام اور غلاموں کی تعداد میں اضافہ کیا' جان نثار فوج میں سے ایک سوار دستہ کو دروازے پر پہرے کے لئے مقرر کیا' غلاموں اور خادموں کو خدمت پر مامور کیا۔ اور ان لوگوں کی عجمیت کی وجہ سے "خرس" (گونگے) کے نام سے موسوم کیا۔ ان لوگوں کی تعداد پانچ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ یہ بذاتہ ہر کام کی نگرانی کرتا۔ اکثر ہر جنگ میں خود جاتا تھا۔ اس کے بہت سے مخبر اور جاسوس تھے جو روزانہ اس کو رعایا کے حالات اور تمام ملک کے واقعات سے مطلع کیا کرتے تھے۔ اس کی محبت علماء فقہا اور صالحین سے رہا کرتی تھی۔ اسی نے ملک اندلس کے خاروخس کو صاف کیا اور اپنے آئندہ جانشینوں کے لئے اس کی زمین کو ہموار کر کے چھوڑ گیا۔ اس کے مرنے پر اس کا بیٹا عبدالرحمٰن تخت حکومت پر متمکن ہوا۔

سے حکم بن ہشام اندلس کا ایک جلیل القدر عظیم الشان فرماں روا تھا اپنے خیالات اور ارادوں پر استقلال کے ساتھ عمل کرتا تھا۔ سخت سے سخت مصیبت میں گھبراتا نہ تھا۔ اس کے شروع زمانہ حکومت میں اس کے چچاؤں نے اسکے خلاف بغاوت کی مجبوراً" وہ ان کے سر کرنے میں مصروف ہوا اسی اثنا میں فرانسیسی عیسائی اس موقع کو غنیمت جان کر بلادِ اسلامیہ پر دوڑ پڑے۔ حکم نے جوں توں اپنے چچاؤں کی بغاوت سے فراغت حاصل کر کے شاہ فرانس کو خوب خوب زیر کیا اگرچہ اپنے اوائل حکومت میں کسی قدر لہو و لعب میں مصروف ہو گیا تھا۔ اور یہی موقع علماء قرطبہ کو اس سے مخالفت کا حاصل ہوا تھا۔ مگر میرا گمان ہے کہ اس کے بعد اس نے ان افعال و حرکات سے جو علماء و فقہا قرطبہ کی ناراضگی کا باعث ہوئے تھے توبہ کر لی تھی۔ اس کی دین داری اور تقویٰ کی ادنیٰ نظیر یہ ہے کہ ایک روز اپنے کسی خادم پر اس نے ناراض ہو کر ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اتفاق سے اس وقت فقیہ زیاد بن عبدالرحمٰن آ پہنچے۔ امیر حکم کو مخاطب کر کے بولے۔ "اللہ تعالیٰ امیر کو توفیق خیر عطا فرمائے۔ مالک ابن انس نے مرفوعاً" روایت کی ہے کہ جو شخص اپنے غیظ و غضب کو ضبط کرے جس کے نفاذ پر وہ قادر ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے دل کو قیامت کے روز امن و ایمان سے پر کر دے گا"۔ اس فقرہ کے ختم ہوتے ہی حکم کا غیظ و غضب فرو ہو گیا اور خادم کی تقصیر معاف کر دی۔

اس کی انگوٹھی پر "باللہ تیق الحکم" منقش تھا۔ بیس لڑکے اور اسی قدر لڑکیاں چھوڑ کر مرا۔ اس کی ماں ام الولد تھی۔ زخرف نام تھا۔ سنہ ۱۵۴ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے حالات سے جس سے اس کی ہمدردیٔ اسلام کا ثبوت ملتا ہے ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ عباس شاعر سرحدی شہروں کی طرف جا رہا تھا۔ اتفاق سے اس کا گزر وادی حجارہ میں ہوا ایک عورت کو سنا کہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی۔ "واغوثاہ بک یا حکم واغوثاہ بک یا حکم" عباس نے قریب جا کر دریافت کیا۔ عورت نے کہا امیر حکم ہمارے حال سے اس قدر بے خبر ہے کہ عیسائی کتوں نے ہمیں بیوہ کر دیا ہے۔ اور ہمارے بچوں کو یتیم بنا دیا ہے۔ ہم لوگ اپنے چند رفقا کے ساتھ اس گاؤں سے آ رہے تھے کہ سوارانِ دشمن نے آ کر ہم کو گھیر کر پامال کر ڈالا۔ "عباس نے فی البدیہہ ایک قصیدہ کہا جس کے ابتدائی اشعار یہ تھے۔

تململت فی وادی الحجارۃ مسہرا - لراعی نجوما لا یرون تغیرا - الیک ابا العاصی نضیت مطیتی - تسیربہم سریا و مہجرا - تدارک نساء العالمین مبصرہ - فانک احری ان تغیث و تنصرا۔ جس وقت عباس نے حکم کے دربار میں حاضر ہو کر یہ قصیدہ پڑھا اور سرحدی بلاد کے خطرناک حالات کا فوٹو کھینچ کا دکھلایا اور اس عورت کا نام و نشان بتایا جس کے خاندان کو دشمنانِ اسلام نے پامال کیا تھا۔ حکم نے اسی وقت جہاد کی تیاری اور لشکر کو درست کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ اس واقعہ کے تیسرے دن عباس شاعر کے ساتھ وادی الحجارہ کی طرف کوچ کیا۔ وادی حجارہ پہنچ کر دریافت کیا کہ کس جانب سے دشمنوں نے حملہ کیا تھا۔ بتلایا گیا کہ اس سمت سے (اشارہ کر کے) حکم نے اسی سمت پر دھاوا کیا۔ کئی قلعے فتح کئے۔ متعدد شہروں کو ویران و خراب کیا۔ ہزاروں عیسائیوں کو مار ڈالا۔ اور بے شمار قیدی اور مال غنیمت لے کر پھر وادی الحجارہ واپس آیا۔ حکم دیا کہ اس مظلوم عورت کو پیش کرو جب وہ عورت آئی تو اس کے روبرو جس قدر عیسائی قیدی اس جنگ میں گرفتار ہو کر آئے تھے سب کو قتل کروا دیا۔ اس کے بعد عباس سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس

عورت سے دریافت کرو کہ اب تو حکم نے تمہاری فریاد رسی کی؟ عورت بولی "واللہ میرا دل ٹھنڈا ہوا دشمنانِ اسلام نے اپنے کیے کی سزا پائی۔ مظلوم کو داد ملی۔ اللہ تعالیٰ امیر کی فریاد رسی کرے اور نصرت و فتح عطا فرمائے"۔ حکم کے چہرہ پر اس فقرہ کے سننے سے خوشی کے آثار پیدا ہوئے۔ عباس کو مخاطب کر کے یہ دو شعر پڑھے۔ الم تر یا عباس انی اجبتها۔ علی البعد اقتاوالخمیس المظفرا ۔ قادرکت اوطاء" او بردت غلم ونفست مکروبا" اغینیت معسرا۔ عباس نے جزاک الله عن المسلمین خیرا" کہہ کر بڑھ کر امیر کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ دیکھو تاریخ المقری جلد اول از صفحہ ۲۲۲، مطبوعہ لیدن و تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶، مطبوعہ مصر از صفحہ ۶۰ لغایتہ ۱۵۵۔

باب ۱۹

واقعات ۲۰۶ھ تا ۳۰۰ھ

امیر عبدالرحمٰن الاوسط ۲۰۶ھ تا ۲۲۶ھ

عبدالرحمٰن کے شروع زمانہ حکومت میں عبداللہ بلنسی (حکم کا چچا) پھر باغی ہو گیا۔ فوجیں جمع کر کے بقصد قرطبۂ تدمیر کی جانب روانہ ہوا' عبدالرحمٰن نے اس کی بغاوت و شورش فرو کرنے کی غرض سے لشکر جمع کر کے کوچ کیا۔ عبداللہ پر کچھ ایسا خوف غالب ہوا کہ بلا جدال و قتال لوٹ کھڑا ہوا اور بلنیسہ پہنچ کر تھوڑے ہی دن بعد مرگیا۔ عبدالرحمٰن اس کے اہل و عیال کو قرطبہ لے آیا۔

اس کے بعد عبدالرحمٰن نے بلاد جلیقہ پر جہاد کیا اور دور تک تاراج کرتا ہوا نکل گیا۔ ایک مدت قرطبہ سے غائب رہا۔ عیسائیوں کے مختلف گروہوں کو تہ تیغ اور پامال کر کے واپس آیا۔

اسی سال ۲۰۶ھ میں علی بن نافع معروف بہ زاب مغنی خلیفہ مہدی کا خادم' ابراہیم موصلی کا شاگرد' عراق سے اندلس آیا۔ عبدالرحمٰن سوار ہو کر اس کے استقبال کو گیا۔ بے حد عزت و احترام سے پیش آیا' چنانچہ علی نے کمال عزت سے اس کے پاس قیام کیا اور اندلس میں علم موسیقی کو اپنی وراثت کے طور پر چھوڑ گیا۔ اس کے کئی لڑکے تھے۔ عبدالرحمٰن سب سے بڑا تھا۔ علم موسیقی میں یہی اس کا جانشین تصور کیا گیا۔

۲۰۷ھ میں بلادِ اسلامیہ کی سرحد سے عظیم الشان طوفان اٹھا۔ عبدالرحمٰن کو اس کے فرو کرنے میں بذاتہٖ مشغول ہونا پڑا۔ مدت ہوئی کہ مرحوم امیر حکم نے گورنر سرحد کو اس کے ظلم و تعدی کی وجہ سے گرفتار کر کے زندہ صلیب پر چڑھا دیا تھا۔ اتفاق سے اس کے بعد خود حکم بھی راہ گزار ملک جاودانی ہو گیا اور امیر عبدالرحمٰن تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ گورنر نے جن لوگوں پر ظلم کیا تھا اور ان کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا تھا وہ سب کے سب جمع ہو کر قرطبہ میں آئے اور اپنے مال و اسباب کی واپسی کے خواہاں ہوئے۔ اس واقعہ میں لشکر بیرہ زیادہ زیادہ پیش پیش تھا۔ ان فتنہ پردازوں نے قصرِ امارت کے دروازے کو جا کر گھیر لیا اور شور و غل مچانے لگے۔ عبدالرحمٰن نے چند لوگوں کو ان کا شور و غل فرو کرنے اور اس مجمع کو منتشر کرنے کو بھیجا۔ ان شوریدہ سروں نے کچھ نہ سنی۔ عبدالرحمٰن نے جھلا کر فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حکم کرنے کی دیر تھی قرطبہ کا سارا لشکر ان پر ٹوٹ پڑا۔ معدودے چند جاں بر ہو کر بیرہ کی طرف واپس ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے تعاقب کا اشارہ کیا۔ شاہی فوج قتل و غارت کرتے ہوئے آگے بڑھی۔ باقی ماندگان میں سے بھی ایک بڑی جماعت کام آئی۔

قبائل مضریہ و یمانیہ

اسی سال قبائل مضریہ اور یمانیہ کے درمیان شہر تدمیر میں جھگڑا ہو گیا۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی۔ فریقین کے تقریباً تین ہزار آدمی کام آئے۔ عبدالرحمٰن نے ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ یحییٰ بن عبداللہ بن خالد کو آتش فساد فرو کرنے پر متعین کیا' یحییٰ کے پہنچتے ہی فریقین علیحدہ ہو گئے' جوں ہی یحییٰ واپس ہوا پھر گتھ گئے' اسی طرح سے پورے سات برس تک مضریہ اور یمانیہ میں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔

حاجب عبدالکریم

۲۰۸ھ میں عبدالرحمٰن نے اپنے حاجب عبدالکریم بن عبدالواحد بن مغیث کی افسری میں عساکر اسلامیہ کو البنبہ اور قلاع کی جانب جہاد

کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عبدالکریم نے دشمنان اسلام کے اکثر شہروں کو تاخت و تاراج کیا۔ بعض قلعوں پر اپنی فتح کا جھنڈا گاڑا اور بعضوں سے جزیہ لے کر مصالحت کر لی۔ مسلمان قیدیوں کو بھی اسی ضمن میں قید کی تکلیف سے نجات دلائی (یہ واقعات[1] ماہ جمادی الآخر ۲۰۸ھ کے ہیں)۔

اہل ماردہ کی بغاوت و فتح

۲۱۳ھ میں اہل ماردہ نے علم بغاوت بلند کیا' سب نے متفق ہو کر گورنر کو نکال دیا۔ عبدالرحمٰن نے اس ہنگامہ کو فرو کرنے کی غرض سے فوجیں روانہ کیں۔ اہلِ ماردہ مقابلہ پر آئے۔ لڑائیاں ہوئیں آخر کار اہلِ ماردہ نے حکومت کے آگے سر جھکا دیا اور مطیع ہو گئے۔ سپہ سالار شاہی افواج نے ماردہ کی شہرپناہ منہدم کرا دی اور ان لوگوں کے چند آدمیوں کو بطور ضمانت لے کر دارالحکومت قرطبہ کی جانب واپس ہوا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے شہرپناہ کے پتھروں کو نہر میں پھینکنے کا حکم صادر فرمایا۔اس سے اہلِ ماردہ کو ناراضگی پیدا ہوئی اور پھر مخالف بن بیٹھے۔ گورنر ماردہ کو گرفتار کر لیا اور ماردہ کی شہرپناہ از سر نو درست کر لی اتنے میں ۲۱۴ھ کا دور آ گیا۔ عبدالرحمٰن نے بہ نفسِ نفیس ان لوگوں کی سرکوبی پر کمر باندھی۔ اہلِ شہر نے شہرپناہ کے دروازے بند کر لیے' آمادہ بہ جنگ ہو کر لڑنے لگے۔ عبدالرحمٰن چند وجوہات کے باعث زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا واپس آ گیا۔

پھر ۲۱۷ھ میں اہل ماردہ کے محاصرہ کے لیے فوجیں روانہ کیں' مگر کامیابی نہ ہوئی' اس کے بعد ۲۲۰ھ میں ماردہ کا پھر محاصرہ کیا گیا۔ اس مرتبہ شاہی فوج کو کامیابی ہوئی ماردہ پر شاہی جھنڈا لہرانے لگا۔کچھ لوگ محمود بن عبدالجبار کے ساتھ بھاگ کر شنت شلوط پہنچے اور ۲۲۰ھ میں وہاں پہنچ کر پناہ گزین ہو گئے۔ عبدالرحمٰن نے ان پناہ گزینوں کے سر کرنے کے لئے شاہی لشکر روانہ کیا' محمود یہ خبر پا کر دشمنانِ اسلام کے ملک میں بھاگ گیا' اور وہاں پہنچ کر ان کے قلعوں میں سے ایک قلعہ دبا بیٹھا۔ پانچ برس تک اس قلعہ پر قابض رہا۔ حتیٰ کہ اوفونس بادشاہ جلالقہ (گال) نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور لڑ کر بزور تیغ فتح کیا' محمود اپنے تمام ہمراہیوں کے ساتھ مارا گیا یہ واقعہ ۲۲۵ھ کا ہے۔

اہلِ طلیطلہ کی بغاوت

۲۱۵ھ میں اہلِ طلیطلہ میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ ہاشم ضراب نامی ایک شخص اس بغاوت کا محرک تھا۔ یہ شخص جنگ ربض میں موجود تھا اس نے آہستہ آہستہ اپنی شان و شوکت بڑھائی۔ اس کے پاس لوگوں کا ایک بڑا مجمع آ کر جمع ہو گیا۔ہاشم ان سب کو فوجی اور جنگی لباس پہنا کر اہل شنت بریہ پر آ پڑا۔ عبدالرحمٰن نے شاہی فوجیں ہاشم سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیں۔ مطلق کامیابی نہ ہوئی۔ دوبارہ لشکر روانہ کیا۔ اطرافِ دورقہ میں شاہی لشکر اور ہاشم نے صف آرائی کی' شاہی لشکر نے اس معرکہ میں باغیوں کو شکست دے دی' دورانِ جنگ ہاشم کو اس کے بہت سے ہمراہیوں نے مار ڈالا مگر اہلِ طلیطلہ مخالفت و بغاوت پر برابر اڑے رہے تب عبدالرحمٰن نے اپنے بیٹے امیہ کو اہل طلیطلہ کے محاصرہ اور جنگ پر مامور کیا۔امیہ ایک زمانہ دراز تک اہلِ طلیطلہ کا محاصرہ کیے رہا۔

اہلِ طلیطلہ کی سرکوبی

اس کے بعد محاصرہ اٹھا کر قلعہ رباح میں آ گیا اور ایک دستہ فوج کو اہلِ طلیطلہ پر شب خون مارنے کی غرض سے روانہ کیا۔ اس سے پہلے جس وقت امیہ محاصرہ اٹھا کر قلعہ رباح کو واپس آ رہا تھا'تعاقب کے خیال سے اہلِ طلیطلہ بھی نکل پڑے تھے'شاہی فوج اس امر کا احساس کر کے کمین گاہ میں چھپ رہی۔جوں ہی اہلِ طلیطلہ کمین گاہ سے آگے بڑھے شاہی فوج نے حملہ کر دیا۔ طلیطلہ کے بہت سے آدمی کام آ گئے۔ معدودے چند جان بچا کر طلیطلہ واپس آئے۔ امیہ کو اس خون ریزی کا بے حد صدمہ ہوا' تھوڑے دن بعد اسی صدمہ و رنج سے مر گیا۔عبدالرحمٰن نے پھر اہل طلیطلہ کے محاصرہ پر شاہی لشکر روانہ کیا۔ لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی البتہ قلعہ رباح کا لشکر برابر اہلِ طلیطلہ پر حملہ کرنے کو جاتا تھا اور چندے محاصرہ کر کے واپس آ جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ۲۲۲ھ میں عبدالرحمٰن نے اپنے بھائی ولید کو اہل طلیطلہ کی سرکوبی

[1] دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶' صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ مصر۔

لئے مامور کیا۔ ولید نے نہایت عزم و احتیاط سے طلیطلہ کا محاصرہ کیا۔ چاروں طرف سے آمد و رفت بند کر دی۔ اہلِ طلیطلہ موت کے قریب پہنچ گئے، محاصرین کی مدافعت بھی نہ کر سکے۔ ولید نے بزورِ تیغ طلیطلہ کو فتح کر لیا۔ اہلِ طلیطلہ کا سارا جوش فرو ہو گیا۔ ولید اس کامیابی کے بعد ۲۲۳ھ تک ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد قرطبہ واپس آیا۔

اندرونی بغاوتوں کو فرو کرنے سے فارغ ہو کر ۲۲۴ھ میں عبدالرحمٰن نے اپنے ایک عزیز عبیداللہ بن عیسیٰ کو عساکرِ اسلامیہ کا امیر بنا کر بلاد اور قلاع کی جانب روانہ کیا۔ دشمنانِ اسلام جمع ہو کر مقابلہ پر آئے بہت سخت لڑائی ہوئی۔ عبیداللہ نے نہایت مردانگی سے دشمنانِ اسلام کو شکست دی۔ حریف کے ہزارہا آدمی قتل اور قید کیے گئے۔ اس کے بعد اسی سنہ میں لرزیق شاہ فرانس بلادِ اسلامیہ کے سرحدی شہر سالم پر حملہ آور ہوا' فرتون بن موسیٰ نے اس سے مطلع ہو کر سالم کے بچانے کو کوچ کیا۔ ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ نہایت سخت اور خون ریز جنگ کے بعد شاہ فرانس کو شکست ہوئی۔ بہت سے عیسائی قتل کیے گئے اور ہزارہا قید کر لئے گئے۔ فرتون اس مہم سے فارغ ہو کر اس قلعہ کی طرف متوجہ ہوا۔ دشمنانِ اسلام اہلِ البنہ نے اسلامی سرحد کے مقابلہ میں اہلِ اسلام کو پریشان اور زیر کرنے کی غرض سے تعمیر کیا تھا۔ اہلِ قلعہ نے فرتون کے حملہ سے قلعہ کو ہر چند بچایا مگر کامیاب نہ ہوئے۔ فرتون نے اس قلعہ کو فتح کر کے منہدم کرا دیا۔

بلادِ جلیقہ پر فوج کشی

۲۲۵ھ میں عبدالرحمٰن نے فوجیں جمع کر کے بہ نفسِ نفیس بلاد جلیقہ پر چڑھائی کی' متعدد قلعے فتح کیے۔ ایک مدت تک ٹھہرا ہوا سر زمین فرانس کو پامال کرتا رہا۔ اس کے بعد بہت سا مال غنیمت اور قیدی لے کر واپس آیا۔ پھر ۲۲۶ھ میں افواج اسلامیہ مملکت فرانس کو تاخت و تاراج کرتی ہوئیں سرزمین برطانیہ تک پہنچیں۔ عساکر اسلامیہ کے مقدمتہ الجیش پر موسیٰ بن موسیٰ گورنر تطیلہ تھا۔ دشمنانِ اسلام سے مڈ بھیڑ ہوئی۔ مسلمانوں نے نہایت استقلال سے کفار کا مقابلہ کیا حتیٰ کہ عیسائی پسپا ہو کر بھاگے۔ موسیٰ نے اس معرکہ میں دلیری مردانگی اور نیک نامی کا بہت بڑا حصہ لیا۔

بعدہ اتفاق سے موسیٰ کی عبدالرحمٰن کے ایک سپہ سالار سے باتوں باتوں میں چل گئی۔ سپہ سالار نے بدکلامی کی۔ موسیٰ کو سپہ سالار کی حرکت ناگوار گذری۔ چونکہ عبدالرحمٰن نے اس معاملہ میں دخل نہیں دیا تھا، موسیٰ یہ سمجھ کر کہ اس سپہ سالار نے امیر عبدالرحمٰن ہی کے اشارے سے مجھ سے بدکلامی کی ہے، باغی ہو گیا۔ عبدالرحمٰن نے چند دستہ فوج حرث بن بزیع کی ماتحتی میں موسیٰ کی گوشمالی پر متعین کی۔ موسیٰ بھی مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی موسیٰ شکست کھا کر بھاگا۔ اس کا چچا زاد بھائی مر گیا۔ حرث کامیابی کے ساتھ میدان جنگ سے سرقسطہ واپس آیا۔ اس کے بعد تطیلہ پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت موسیٰ وہیں موجود تھا۔ مدتوں محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ موسیٰ نے تنگ آ کر مصالحت کر لی اور تطیلہ چھوڑ کر اربط چلا گیا اور حرث تطیلہ میں ٹھہرا ہوا انتظام کرتا رہا۔ موسیٰ کے دماغ میں پھر بغاوت و سرکشی کی ہوا سمائی۔ حرث نے موسیٰ کے حصار کی غرض سے اربط کی جانب کوچ کیا۔ موسیٰ نے گھبرا کر غرسیہ بادشاہ کفار سے امداد طلب کی' غرسیہ اپنی فوجیں لے کر موسیٰ کی کمک پر آیا۔ حرث نے استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا' فوجوں کو آراستہ کر کے دشمن کے لشکر پر حملہ کیا۔ نہر بلبہ پر دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ حریف نے پہلے سے چند دستوں کو کمیں گاہ میں بٹھا دیا تھا۔ جس وقت حرث کا لشکر نہر بلبہ سے متجاوز ہوا۔ دشمن کی فوج نے کمیں گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا' بیچارہ حرث اس غیر متوقع حملہ کا جواب نہ دے سکا۔ دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ آنکھیں اسی معرکہ کی نذر ہو گئیں۔

عبدالرحمٰن کو اس ناگہانی واقعہ سے سخت صدمہ ہوا۔ ۲۲۹ھ میں اس نے اپنے بیٹے منذر کو عساکرِ اسلامیہ کا افسر بنا کر موسیٰ کے محاصرہ کے لئے تطیلہ روانہ کیا۔ موسیٰ نے ڈر کر مصالحت کر لی۔ تب منذر نے ببلونہ کی طرف قدم بڑھایا۔ اور دشمنان اسلام پر جی توڑ کر حملے شروع کر دیے۔ یہاں پر مشرکین سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ غرسیہ والی ببلونہ مارا گیا' جو حرث کے مقابلہ پر موسیٰ کی کمک کو آیا تھا۔ اس کے بعد موسیٰ نے سرکشی و مخالفت پر کمر باندھی، شاہی لشکر نے اسے ہوش میں لانے کی غرض سے حملہ کیا موسیٰ نے دوبارہ مصالحت کر لی

اور اپنے بیٹے کو بطور ضمانت عبدالرحمٰن والی اندلس کی خدمت میں بھیج دیا۔ عبدالرحمٰن نے اس کی درخواست قبول کر لی اور تطیلہ کی سند حکومت عطا کی۔ چنانچہ موسیٰ نے تطیلہ میں داخل ہو کر اطراف جوانب تطیلہ کے انتظام و سیاست پر اپنے اعمال مقرر کئے اور آرام کے ساتھ تطیلہ میں حکومت کرنے لگا۔

مجوسیوں کا خروج

اسی ۲۲۶ھ میں مجوسیوں[1] نے اطراف بلادِ اندلس پر خروج کیا۔ ساحل اشبونہ میں اپنی کشتیوں اور جہازوں سے خشکی پر اتر پڑے۔ اہل اشبونہ سے اور ان دشمنوں سے تیرہ دن تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی۔ اس کے بعد قادس کی طرف بڑھے پھر قادس سے اشدونہ پہنچے۔ اشدونہ میں مسلمانوں سے لڑائی ہوئی، آگے نہ بڑھ سکے تب ان لوگوں نے اشبیلیہ کا قصد کیا اور اشبیلیہ کے قریب پہنچ کر اتر پڑے۔ اہل اشبیلیہ نصف محرم ۲۲۸ھ میں ان دشمنانِ اسلام سے لڑنے کے لیے نکلے، بہت بڑی لڑائی ہوئی، میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ بہت سا مال و اسباب لوٹ لیا۔ مجوسیوں نے میدان جنگ سے بھاگ کر باجہ کا راستہ لیا۔ پھر باجہ سے اشبونہ کی جانب لوٹے' مسلمانوں نے ان کو اس مقام پر بھی دم نہ لینے دیا، اکھاڑ پچھاڑ کر نکال دیا۔ اس واقعہ کے بعد ان کے حالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ممالک محروسہ اسلامیہ کے ان اطراف میں امن و امان قائم ہو گیا۔ یہ واقعات ۲۳۰ھ کے ہیں' مجوسیوں کے چلے جانے کے بعد عبدالرحمٰن اوسط نے ان شہروں کی اصلاح اور آبادی کی جانب توجہ منعطف کی جنہیں مجوسی خراب اور ویران کر گئے تھے اور افواج اسلامیہ کی کافی تعداد ان کی حفاظت و نگرانی پر مامور کی۔ بعض مورخوں نے مجوسیوں کی کئی لڑائیوں کو ۲۴۶ھ میں تحریر کیا ہے۔ شاید وہ دوسری لڑائی ہو واللہ اعلم۔

فرانس پر حملہ

۲۳۱ھ میں عبدالرحمٰن نے عساکرِ اسلامیہ ممالک جلیقہ کی طرف روانہ کئے۔ افواج اسلامی دریا کی موجوں کی طرف بڑھتی ہوئی عیسائیوں کے مشہور شہر لیون تک پہنچ گئیں۔ قلعہ شکن منجنیقیں نصب کرکے لڑائی شروع کر دی۔ اہل لیون تاب مقاومت نہ لا سکے لیون کو اپنے حریف کے حوالہ کرکے بھاگ گئے' مسلمانوں نے شہر لیون میں گھس کر جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ مکانات کو جلا کر خاک کر دیا۔ شہر پناہ کے منہدم کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے اس وجہ سے کہ شہر پناہ کی چوڑائی پچیس ہاتھ تھی۔ ناچار ہو کر شہر پناہ میں بہت بڑا سوراخ کر کے واپس ہوئے۔

اس کے بعد عبدالرحمٰن نے اپنے حاجب عبدالکریم بن عبدالواحد بن مغیث کی افسری میں افواج اسلامیہ بلاد برشلونہ کی جانب جہاد کے لئے روانہ کیں۔ عبدالکریم اطراف برشلونہ کو تاراج کرتا ہوا فرانس کی اس سرحد تک پہنچ گیا جو سرب (یابرت) کے نام سے موسوم تھا۔ عیسائیوں اور عساکر اسلامیہ میں اس مقام پر سخت اور خون ریز جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کو شکست دے کر ان کی ایک بڑی جماعت کو قید اور قتل کیا' عیسائیوں نے بھاگ کر جرندہ میں دم لیا۔ جرندہ ملک فرانس کا ایک بہت بڑا اور مشہور شہر تھا۔ عساکر اسلامیہ نے

---

[1] ان مجوسیوں کی سرکوبی اور گوشمالی کے لئے امیر عبدالرحمٰن نے قرطبہ سے اپنے ایک نامور سپہ سالار کی افسری میں عساکر اسلامیہ کو روانہ کیا تھا۔ مجوسیوں سے اس لشکر کے خشکی پر اترنے کے بعد بہت سخت لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں نے سخت مصائب اٹھا کر مجوسیوں شکست دی اس کے بعد قرطبہ سے ایک دوسری تازہ دم فوج اس اسلامی لشکر کی کمک پر آ گئی۔ مجوسیوں اور مسلمانوں میں پھر لڑائی چھڑ گئی اس معرکہ میں مسلمانوں نے مجوسیوں کو شکست دی اور ان کی دو ایک کشتیاں چھین لیں۔ مال و اسباب جو کچھ اس میں تھا لے کر جلا دیا تب مجوسی قادس ہوتے ہوئے اشدونہ پہنچے۔ اہل اشدونہ سے دو دن تک لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں کی لڑائی میں کسی قدر مجوسیوں کو کامیابی ہوئی کچھ مال و اسباب بھی ہاتھ لگ گیا۔ اتنے میں عبدالرحمٰن کا جنگی کشتیوں کا بیڑہ ساحل اشبیلیہ پر آ لگا افواج اسلامی نے خشکی پر اتر کر مجوسیوں کو لبلہ کی طرف بھگا دیا مجوسی لوٹ مار کرتے ہوئے باجہ کی طرف بڑھے اور جب باجہ میں بھی دم نہ لینے پائے تو اشبونہ کی جانب لوٹے۔ اشبونہ سے نکلنے کے بعد پھر ان کا حال معلوم نہ ہو سکے۔ ملخص از کتاب نفح الطیب مطبوعہ لیدن جلد ا' صفحہ ۲۲۲' ۲۲۳۔

شکست خوردہ گروہ کا تعاقب کیا چونکہ عیسائیوں نے جرندہ میں پہلے سے پہنچ کر پورے طور سے قلعہ بندی کر لی تھی اس وجہ سے مسلمانوں کو کامیابی نہ ہوئی تاہم یہ لوگ اس کے گردونواح کو ویران اور قتل و غارت گری سے پامال کر کے واپس آئے۔

سفارتی تعلقات

انہیں دنوں بادشاہ قسطنطنیہ توفلس بن نوفیل نے ۲۲۵ھ کے دوران عبدالرحمٰن کی خدمت میں نذرانے اور تحائف بھیجے' باہم اتحاد اور دوستی قائم کرنے کی درخواست کی۔ امیر عبدالرحمٰن نے بھی اس کے معاوضہ میں یحییٰ غزال کی معرفت بہت سے تحفے اور ہدیے روانہ کیے۔ یحییٰ غزال امیر عبدالرحمٰن کی دولت و حکومت کا دایاں بازو تھا۔ شاعری اور فن حکمت میں یگانہ روز تھا۔ یحییٰ نے شاہ قسطنطنیہ کے دربار میں پہنچ کر دونوں سلطانوں کے درمیان اتحاد اور تعلقات کے رشتہ کو مستحکم کیا اور لوٹ آیا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر اس حکومت کے مخالف خلیفہ عباسی کے پاس بغداد پہنچی۔

۲۳۶ھ میں نصر نے وفات پائی' اس کا واقعہ انتقال بھی عجیب و غریب تھا۔ نصر کا عبدالرحمٰن کے عہد حکومت میں بڑا دور دورہ تھا' اپنے آقا سے جس کام کو چاہتا تھا' کروا لیتا تھا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے اپنے بیٹے محمد کو اپنا ولی عہد بنانا چاہا مگر نصر عبداللہ کی ماں کی سازش کے باعث عبداللہ کی ولی عہدی کی تحریک کرنے لگا۔ جب نصر کو اس ارادے میں کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو طبیب شاہی پر محمد (ولیعہد) کو زہر دینے کا دباؤ ڈالا۔ طبیب نے داروغہ محل سراء کے ذریعہ' عبدالرحمٰن کو اس واقعہ سے مطلع کر دیا اور یہ بھی گذارش کر دی کہ نصر نے مجھے زہر دینے پر مجبور کیا ہے کل صبح کو جو پیالہ دوا کا آئے گا اس میں زہر ہو گا۔ اگلے دن صبح کو نصر جب قصر شاہی میں حاضر ہوا تو محمد (ولی عہد) کو امیر عبدالرحمٰن کے روبرو بیٹھا ہوا پایا دوا کا پیالہ سامنے رکھا ہوا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن نے نصر کو مخاطب کر کے ارشاد کیا نصر مجھے یہ دوا بدمزہ اور کسیلی معلوم ہوتی ہے تم اسے پی لو۔ نصر تو جانتا تھا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے کچھ جواب نہ دے سکا۔ بھونچکا سا رہ گیا۔ امیر عبدالرحمٰن نے قسمیں دلائیں اور دوا کے پینے پر مجبور کیا۔ نصر انکار نہ کر سکا۔ پیالہ اٹھا کر غٹا غٹ پی گیا اور بہ کمال عجلت اجازت حاصل کر کے گھوڑے پر سوار ہوا گھر پہنچتے ہی مر گیا۔ غرض امیر عبدالرحمٰن نے اس آسان طریقہ سے اپنے بیٹے عبداللہ کے مرض کا علاج کر دیا اور اس کے بعد خود بھی مر گیا۔

امیر عبدالرحمٰن کی وفات

واقعہ متذکرہ بالا کے بعد امیر عبدالرحمٰن اوسط[1] بن حکم بن ہشام بن عبدالرحمٰن معروف بہ داخل نے ماہ ربیع ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔ اکیس سال حکومت کی۔ امیر عبدالرحمٰن اوسط علوم شریعہ اور فلسفہ کا عالم تھا۔ اس کا زمانہ حکومت نہایت امن اور آسائش کا تھا۔ دولت کی بے حد زیادتی ہوئی۔ متعدد محل سرائیں اور حمام تعمیر کروائے۔ پہاڑ سے نل کے ذریعہ پانی لے آیا جس سے سارا شہر سیراب ہوا جامع مسجد

[1] یہ امیر عبدالرحمٰن اوسط کے لقب سے ممتاز کیا جاتا تھا۔ کیونکہ عبدالرحمٰن اول' داخل کے خطاب سے معروف تھا اور تیسرا عبدالرحمٰن "الناصر" کے لقب سے مشہور تھا۔ عبدالرحمن اوسط کی پیدائش شعبان سنہ ۱۷۶ھ مقام طلیطلہ میں ہوئی۔ علوم شریعہ اور فلسفہ میں ماہر تھا۔ اس کا زمانہ بھی بغاوت اور سرکشی سے خالی نہیں رہا۔ جو حکومت کی ترقی کے موانع میں سے ایک بڑا سبب ہے۔ تاہم وقتاً" فوقتاً" اپنے مسیحی دشمنوں پر بھی حملے کرتا اور کامیابی حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس کے زمانہ حکومت میں مال و دولت کی بے حد افزائش ہوئی۔ بہت سے محل سرائیں اور حمام تعمیر کرائے۔ ادیب اور شاعر تھا۔ طروب نامی ایک کنیز پر فریفتہ تھا۔ ایک مرتبہ امیر عبدالرحمٰن اوسط نے اسے ایک زیور عنایت کیا جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی وزراء نے گزارش کی "شاہی خزانہ سے ایسی قیمتی چیزوں کو علیحدہ کرنا نازیبا ہے"۔ امیر عبدالرحمٰن نے جواب دیا۔ اس کا پہننے والا تو یہ زیور پہننے کے لائق ہے اور اس سے کہیں زیادہ اس کی قدر ... ہے"۔ اس کا رنگ گندمی' آنکھیں گہری' دراز ریش لحیم شحیم شخص تھا۔ داڑھی میں حنا کا خضاب کرتا تھا۔ وفات کے وقت اس کے پینتالیس لڑکے موجود تھے۔ تاریخ کامل جلد ۷' صفحہ ۲۷ مطبوعہ مصر۔ و نفح الطیب جلد اول صفحہ ۲۲۲ لغایتہ ۲۲۵ مطبوعہ لیدن۔

قرطبہ میں دو سائبان بڑھوائے مگر ان کے تعمیر ہونے سے پیشتر راہی ملک عدم ہو گیا جسے اس کے بیٹے محمد نے تکمیل کو پہنچایا۔ اندلس میں اور بہت سی مسجدیں اور جامع مساجد تعمیر کرائیں۔ آداب شاہی اور دفاتر مقرر کئے عوام الناس سے میل جول اور ارتباط ترک کیا۔ جب اس نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا محمد اس کی جگہ تخت پر متمکن ہوا۔

امیر محمد بن عبدالرحمٰن الاوسط ۲۳۹ھ تا ۲۷۳ھ

امیر محمد نے تخت حکومت پر متمکن ہوتے ہی قلعہ رباح کی فصیلوں کی درستی کی غرض سے عساکر اسلامیہ کو اپنے بھائی حکم کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ اس قلعہ کی فصیلوں کو اہل طلیطلہ نے خراب اور زمین دوز کر دیا تھا۔ چنانچہ حکم نے پہلے قلعہ رباح کو درست کرایا اس کے بعد طلیطلہ کی طرف گیا اور اس کے قرب و جوار کے دیہاتوں اور گاؤں پر لوٹ مار شروع کر دی۔ اس کے بعد افواج شاہی کو موسیٰ بن موسیٰ والی تفیلہ کی افسری میں اطراف البتہ و قلاع کی جانب جہاد کرنے کے لئے روانہ کیا۔ موسیٰ نے اس کے بعض قلعوں کو بزور تیغ فتح کیا اور بہت سا مال غنیمت لے کر واپس آیا۔ پھر دوبارہ اسلامی فوجیں اطراف برشلونہ کی طرف روانہ کیں۔ عساکر اسلامیہ نے اس اطراف میں بھی لوٹ مار شروع کر دی اور برشلونہ کے قلعوں کو سر کر کے واپس آئیں۔

پھر ۲۴۰ھ میں امیر محمد نے عساکر اسلامیہ کو مرتب کیا۔ آلاتِ حرب سے اسے آراستہ کر کے والی طلیطلہ کی سرکوبی کو روانہ ہوا' اہل طلیطلہ نے بادشاہ جلیقہ (گالز) اور شاہ بشکنس سے امداد کی درخواست کی چنانچہ شاہان جلیقہ و بشکنس' اہلِ طلیطلہ کی کمک کو آئے اور ان کے ساتھ ہو کر امیر محمد سے میدان میں لڑنے کو نکلے۔ مقام وادی سلیط میں دونوں دشمنوں کا مقابلہ ہوا۔ امیر محمد نے معرکہ کار زار گرم ہونے سے پیشتر چند دستہ فوج کو کمین گاہ میں بٹھا دیا جس سے دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ کامیابی کا سہرا' امیر محمد کے سر رہا' اہل طلیطلہ اور مشرکین کے بیس ہزار آدمی مارے گئے' بعدہ ۲۴۴ھ میں امیر محمد نے اہل طلیطلہ پر دوبارہ فوج کشی کی' نہایت سختی سے انہیں پامال کیا اور ان کے مال و اسباب کو نقصان پہنچایا۔ اہل طلیطلہ نے دب کر مصالحت کر لی مگر امیر محمد کے واپس ہوتے ہی پھر باغی اور شاہی حکومت سے منحرف ہو گئے۔

مجوسیوں کی شورش

۲۴۵ھ میں مجوسیوں کے جہازوں کا بیڑا بلادِ اندلس میں داخل ہوا' مجوسی جہازوں پر سے اشبیلیہ اور جزیرہ میں اتر پڑے اور اس کی مسجد کو جلا کر تدمیر کی جانب لوٹ پڑے۔ پھر تدمیر سے قصر اریونہ چلے گئے۔ سواحل فرانس کی طرف روانہ ہوئے اور ان ساحلی مقامات کو تاراج کرتے ہوئے واپس ہوئے۔ اتنے میں امیر محمد کی جنگی کشتیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ فریقین میں بحری لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں نے مجوسیوں کی دو کشتیاں پکڑ لیں' مجوسی باقی کشتیوں کو لے کر بنبلونہ کی طرف واپس ہوئے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت اس معرکہ میں شہید ہو گئی۔ مجوسیوں نے بنبلونہ پہنچ کر حملہ کیا اس کے گورنر غرسیہ فرنگی کو گرفتار کر لیا۔ غرسیہ نے ستر ہزار زرِ فدیہ دے کر اپنے کو ان کے پنجہ غضب سے رہا کرایا۔

۲۴۷ھ میں امیر محمد نے باغیانِ طلیطلہ کی سرکوبی کی جانب پھر توجہ کی' شاہی فوجوں کو آراستہ کر کے طلیطلہ کی طرف روانہ کیا' ایک ماہ کامل محاصرہ رہا۔

البتہ و قلاع پر فوج کشی

پھر ۲۵۱ھ[1] میں امیر محمد نے اپنے بیٹے منذر کو افواج اسلامی کا افسر بنا کر اطراف البہ و قلاع پر جہاد کے لئے روانہ کیا۔ عساکر اسلامی نے بلاد مشرکین میں داخل ہو کر لوٹ مار شروع کر دی' شاہ لرذیق فوجیں آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا' گھمسان کی لڑائی ہوئیں' میدان مسلمانوں

---

[1] بارہویں رجب سنہ ۲۵۱ھ کو یہ لڑائی مقام فج مرکوین میں ہوئی تھی۔ حریف کے مقتولوں کی تعداد دو ہزار چار سو بانوے تھی۔ زخمیوں کا کوئی شمار نہیں۔ تاریخ کامل ابن اثیر۔ جلد ۷' صفحہ ۳۳ مطبوعہ مصر۔

کے ہاتھ رہا' لرزیق شکست کھا کر بھاگا عساکر اسلامی نے تعاقب کیا۔ تلواریں نیام سے کھینچ گئیں' ہزارہا مشرک قتل و قید کئے گئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کو بہت بڑی فتح حاصل ہوئی جس کی کوئی نظیر نہیں۔ اسی سنہ میں امیر محمد نے بذاتہ بلاد جلالقہ پر جہاد کیا۔ نہایت سختی سے ان کے شہروں کو پامال کیا۔ بہت سے گاؤں اور قصبات ویران کر ڈالے۔

عبدالرّحمٰن بن مروان کی بغاوت و صلح

اسی اثنا میں عبدالرّحمٰن بن مروان جلیقہ ان نو مسلموں کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھے' باغی ہو گیا اور حکومت سے منحرف ہو کر اقصائے بلاد میں چلا گیا' شاہ اوفونش سے مراسم اتحاد پیدا کر لیے۔ وزیر السلطنت ہاشم بن عبدالرحمن کی ماتحتی میں افواج اندلس' عبدالرحمن کی بغاوت فرو کرنے کو ۲۶۳ھ میں روانہ ہوئیں' عبدالرّحمٰن نے پہلے ہی حملہ میں ہاشم کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ کچھ دن بعد امیر محمد اور عبدالرّحمٰن کے درمیان مصالحت کی خط و کتابت ہونے لگی' شرط مصالحت یہ قرار پائی کہ عبدالرّحمٰن مقام بطلیوس میں جا کر قیام کرے اور وزیر السلطنت ہاشم کو رہا کر دے۔ ۲۶۵ھ میں صلح نامہ کی تکمیل ہوئی۔ عبدالرّحمٰن نے بموجب شرائط بطلیوس میں جا کر قیام کیا اور اس کی درستی و تعمیر کی جانب خاص توجہ کی۔ اس وقت تک یہ ویران پڑا ہوا تھا۔ وزیر السلطنت ہاشم بھی رہا کیا گیا۔ یہ رہائی عبدالرّحمٰن کی خود سری کے ڈھائی برس بعد ہوئی۔ اوفونش نے مصالحت کے بعد عبدالرّحمٰن سے بد عہدی کی' عبدالرّحمٰن اس کی رفاقت ترک کر کے دارالحرب سے چلا آیا۔ روانگی کے وقت دونوں میں لڑائیاں بھی ہوئیں۔ عبدالرّحمٰن نے اطراف ماردہ شہر انطانیہ میں پہنچ کر قیام کیا۔ ان دنوں یہ شہر کس مپرسی کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ عبدالرّحمٰن نے اس کی شہر پناہ کی فصیلیں درست کروائیں۔ قلعہ بنوایا۔ اس کے بعد اس کے گرد و نواح میں جس قدر جلالقہ کے شہر تھے' ان پر قبضہ کر کے اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا۔ غرض رفتہ رفتہ انطانیہ سے بطلیوس تک اس کے مقبوضات کا دائرہ وسیع ہو گیا۔

مُوسیٰ بن ذی النّون

موسیٰ بن ذی النون ہواری گورنر شنت بریہ نے اسی زمانہ میں علم بغاوت بلند کیا اور نقض عہد کر کے اہل طلیطلہ پر حملہ کر دیا۔ اہل طلیطلہ بیس ہزار فوج کی جمعیت سے مقابلہ پر آئے۔ سخت اور خون ریز لڑائی ہوئی' آخر کار طلیطلہ شکست کھا کر بھاگے' ان لوگوں کے ساتھ مطرف بن عبدالرّحمٰن بھی تھا۔ یہ بھی شکست کھا کر بھاگا' حالانکہ یہ شجاعت میں فرد' نسب میں اعلیٰ درجہ کا شخص تھا۔ اس واقعہ سے مُوسیٰ کے حوصلے بڑھ گئے۔ فوجیں آراستہ کر کے شنجہ والی بنبلونہ پر چڑھائی کر دی۔ شنجہ نے مُوسیٰ کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ ایک مدت بعد حکمت عملی کے ذریعہ' جیل سے نکل کر شنت بریہ بھاگ آیا اور اس زمانہ سے برابر حکومت کا مطیع رہا حتیٰ کہ آخر عہد حکومت امیر محمد میں مر گیا۔

منذر بن محمد کی فتوحات

۲۶۱ھ میں اسد بن حرث بن بدیع نے تاکرنا (رندہ) میں بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ امیر محمد نے اس کی سرکوبی کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ محاصرہ و جنگ کے بعد اسد نے حکومت کے آگے سر اطاعت جھکا دیا۔ ۲۶۳ھ میں امیر محمد نے اپنے بیٹے منذر کو جہاد کی غرض سے دارالحرب کی جانب روانہ کیا' منذر نے ماردہ کا راستہ اختیار کیا' اطراف ماردہ میں اس وقت عبدالرّحمٰن بن مروان جلیقی موجود تھا۔ شاہی لشکر کا ایک گروہ اسی سمت سے ہو کر گزرا' عبدالرّحمٰن ان کفار کے ساتھ جسے اس نے کمک پر بلا رکھا تھا' شاہی لشکر کے اس گروہ پر آ پڑا اور ان سب کو مار ڈالا۔ پھر ۲۶۴ھ میں جہاد کی غرض سے منذر بنبلونہ کی جانب روانہ کیا گیا' اس مرتبہ منذر نے براہ سر قسطہ کوچ کیا۔ اہل سر قسطہ نے مزاحمت کی' باہم لڑائی ہوئی۔ تب اس نے سر قسطہ سے اعراض کر کے تطیلہ کی جانب قدم بڑھائے اور اس کے اطراف کو تاراج کر کے مُوسیٰ بن ذی النّون کے مقبوضہ شہروں کا رخ کیا اور اس سرزمین کو بھی اپنے گھوڑوں سے روندتا ہوا بنبلونہ پر پہنچا' اس کے اکثر قلعے

ویران اور خراب کر کے بہت سامال غنیمت لے کر قرطبہ کی طرف واپس ہوا۔

۲۶۶ھ میں امیر محمد نے دریائے قرطبہ میں جنگی کشتیوں کی تیاری کا حکم دیا غرض یہ تھی کہ افواج اسلامی براہ بحر محیط جلیقہ کے ملک میں دوسری جانب سے اتار دی جائیں۔ پس جب جنگی کشتیوں کا بیڑہ بن کر تیار ہوا اور دریائے قرطبہ سے بحر محیط میں داخل ہوئے' اتفاق سے ہوائے مخالف ایسی تیز اور تند چلی کہ تمام کشتیاں باہر ٹکرا ٹکرا کر ٹوٹ گئیں' ان میں سے دو ہی چار سالم بچیں ورنہ سب کی سب طوفان کی نذر ہو گئیں۔

۲۶۷ھ میں عمر بن حفصون نے قلعہ بشتر جبال مالقہ میں بغاوت کی اس نے قلعہ مذکور کو اپنا مرکز حکومت بنا کر اردگرد کے قصبات اور شہروں پر قبضہ کر لیا۔ افواج اسلامیہ نے جو اس صوبہ میں تھیں' کئی بار اس پر حملہ کیا' عمر بن حفصون نے انہیں ہر بار شکست دی' جس سے اس کے قوائے حکمرانی میں مضبوطی پیدا ہو گئی' اتنے میں خاص دارالحکومت قرطبہ سے شاہی لشکر عمر بن حفصون کی سرکوبی کے لئے آیا۔ عمر بن حفصون نے براہِ چالاکی اس سے مصالحت کر لی' امن و امان قائم ہو گیا۔

۲۶۸ھ میں امیر محمد نے طوائف الملوکی اور باغیان دولتِ امویہ کے استیصال پر اپنے بیٹے منذر کو مامور کیا۔ منذر نے سب سے پہلے سر قسطہ پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ اس کے اطراف و جوانب کے مقامات میں لوٹ مار شروع کر دی۔ تھوڑے دن بعد قلعہ ریط کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد دیر بروجہ کی جانب بڑھا' محمد بن لب بن موسیٰ یہیں موجود تھے۔ اس سے بھی دو ہاتھ کئے گئے۔ اس کے بعد منذر نے شہر لاردہ و قرطاجیہ کا رخ کیا اور اس مہم سے فارغ ہو کر بلادِ کفار میں گھس کر لوٹ کھسوٹ شروع کر دی۔ اطراف البہ و قلاع کو غارت گری اور قتل سے تہ و بالا کر دیا۔ چند قلعوں کو کامیابی کے ساتھ فتح کر کے واپس ہوا۔

۲۷۰ھ میں ہاشم بن عبدالعزیز شاہی لشکر کو لے کر عمر بن حفصون کے محاصرہ اور جنگ کے لیے قلعہ بشتر کی طرف روانہ ہوا چنانچہ ابن حفصون باغی و سرکش کو سمجھا بجھا کر قرطبہ لے آیا۔ اس نے وہیں قیام اختیار کیا۔

اسی سنہ میں اسمٰعیل بن موسیٰ نے شہر اروہ کی تعمیر شروع کی۔ والی برشلونہ مزاحم ہوا۔ فوجیں آراستہ کر کے اسماعیل کو زیر کرنے کے لئے آ پہنچا۔ اسماعیل نے کمال مردانگی سے اسے شکست دی اور اس کے بہت سے پیادوں کو مار ڈالا۔

ہاشم بن عبدالعزیز کی فتوحات:

۲۷۱ھ میں ہاشم بن عبدالعزیز دوبارہ افواج شاہی کا افسر ہو کر سر قسطہ کے محاصرہ اور فتح کرنے کے لیے گیا۔ ایک مدت کے محاصرہ و جنگ کے بعد سر قسطہ فتح ہوا' اہل سر قسطہ نے ہاشم کے فیصلہ و حکم سے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ اس مہم میں عمر بن حفصون بھی گیا ہوا تھا اور شریک جنگ ہوا تھا۔ لیکن واپسی کے وقت چھپ کر اسلامی لشکر گاہ سے بھاگ کر بشتر میں جا کر دم لیا اور قلعہ نشین ہو گیا۔ اس کے بعد ہاشم نے عبدالرحمن بن مروان جلیقی کا قلعہ منت مولن میں محاصرہ کیا مگر کچھ سوچ سمجھ کر بغیر کامیابی کے واپس آیا۔ عبدالرحمن نے اس کی واپسی کے بعد اشبیلیہ اور لقبت پر چھاپا مارا۔ بعد میں منت شلوط میں جا کر قیام پذیر ہو کر قلعہ بندی کر لی۔ امیر محمد نے مصلحتاً اسی قلعہ پر اس سے مصالحت کر لی۔ عبدالرحمن بھی حکومت کا مطیع ہو گیا اور برابر مطیع رہا۔ حتیٰ کہ امیر محمد نے وفات پائی۔ ان دنوں رومہ اور فرانس کا بادشاہ فرلبیب بن لوذنیق تھا۔

امیر محمد کی وفات

ان واقعات کے تمام ہوتے ہوتے امیر محمد[1] بن عبدالرحمٰن اوسط بن حکم بن ہشام بن عبدالرحمٰن معروف بہ داخل ماہ صفر ۲۷۳ھ میں پینتیس سال حکومت کرکے گوشۂ قبر میں جا چھپا' اس کے بعد اس کے بیٹے منذر نے تخت حکومت پر قدم رکھا۔

امیر المنذر کی خلافت ۲۷۳ھ تا ۲۷۵ھ

منذر نے اپنے باپ کے انتقال کے بعد ۲۷۳ھ میں تخت حکومت پر قدم رکھا۔اس نے سب سے پہلے اپنے وزیر السلطنت ہاشم بن عبدالعزیز کو سزائے قتل دی اور فوجیں آراستہ کرکے عمر بن حفصون باغی و سرکش کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ ۲۷۴ھ میں اس کا قلعہ بشتر میں محاصرہ کیا گیا۔ خون ریز اور سخت جنگ کے بعد عمر بن حفصون کے تمام قلعوں اور شہروں کو فتح کر لیا۔انہی میں قلعہ ریہ یعنی مالقہ تھا۔منذر نے اس کے والی عیشون کو گرفتار کرکے قتل کر ڈالا' بعد میں عمر بن حفصون نے شدت محاصرہ سے تنگ آکر مصالحت کی درخواست کی' منذر نے عمر بن حفصون کی درخواست پر مصالحت کر لی۔ محاصرہ اٹھا کر واپس ہوا۔ عمر بن حفصون نے منذر کے واپس ہوتے ہی عہد توڑ ڈالا۔ منذر نے یہ خبر پا کر لوٹ کر محاصرہ کر لیا۔عمر بن حفصون نے پھر صلح کر لی مگر جوں ہی منذر واپس ہوا عمر بن حفصون نے پھر عہد شکنی کی' غرض عمر بن حفصون عہد شکنی پر عہد شکنی کرتا جاتا تھا۔ منذر نے جھلا کر اس مرتبہ نہایت سختی سے محاصرہ کر لیا' اس محاصرہ کے تھوڑے ہی دن بعد منذر جان بحق ہو گیا' عمر بن حفصون کو ہمیشہ کے لئے اس کے محاصرہ سے نجات مل گئی۔

امیر عبداللہ کی خلافت ۲۷۵ھ تا ۳۰۰ھ

۲۷۵ھ میں بحالتِ محاصرہ عمر بن حفصون قلعہ بشتر میں منذر[2] کا پیام موت آ پہنچا۔ دو برس اس نے حکمرانی کی۔اس کی جگہ اس کا بھائی امیر عبداللہ بن امیر محمد تختِ حکومت پر متمکن ہوا اور زمامِ حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لے لی۔

تمام بلادِ اندلس میں آتش بغاوت و فساد مشتعل ہو رہی تھی' محاصرہ اٹھا کر قرطبہ چلا آیا۔ آئے دن کی بغاوتوں اور امراء مملکت کی مخالفت کی وجہ سے اندلس کی مالیہ میں بے حد کمی آ گئی۔ اس سے پیشتر اس ملک کا خراج تین لاکھ دینار تھا۔اس میں سے ایک لاکھ دینار ترتیب لشکر اور مصارف فوج میں صرف کئے جاتے تھے۔ ایک لاکھ دینار مختلف ضرورتوں میں خرچ ہوتے تھے باقی ایک لاکھ خزانہ شاہی میں بطور جمع داخل کئے جاتے تھے۔ان سالوں میں جس قدر رقم جمع تھی وہ خرچ ہو گئی۔اس پر طرہ یہ ہوا کہ خراج میں بھی کمی آ گئی۔

---

[1] امیر محمد کی ولادت سنہ ۲۰۷ھ میں ہوئی تقریباً" چھیاسٹھ سال کی عمر پائی سفید رنگ مائل بہ سرخی داڑھی کو حنا و کسم سے رنگتا تھا۔ اس کا زمانہ حکومت بھی طوائف الملوکی میں تمام ہوا اندرونی بغاوتوں اور بیرونی سازشوں سے کبھی اسے فرصت نہیں ملی۔ سارے ملک پر بدعملی کا سیاہ بادل چھایا ہوا تھا۔ عیسائیوں کی ریشہ دوانیاں' نومسلموں کی شورشیں' اس پر طرہ یہ کہ عربی سرداروں کی خود سروں نے ایک دن بھی اسے چین سے بیٹھنے نہ دیا حتی کہ اسی حالت سے دولت امویہ کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ملخص از تاریخ کامل جلد ۷' صفحہ ۱۷ مطبوعہ مصر و کتاب نفح الطیب جلد اول صفحہ ۲۲۵' ۲۲۶ مطبوعہ لیدن۔

[2] امیر منذر بہ وقت وفات چھیالیس برس کا تھا۔ چہرہ پر چیچک کے داغ تھے داڑھی گھنی اور بڑی تھی۔ شعرو شاعری کا شائق اور شاعروں کا قدر دان تھا۔اس کا زمانہ حکمرانی نہایت کم ہوا تاہم اسے بھی بغاوتوں اور خود سروں نے ایک دم کو مہلت نہ دی۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۷' صفحہ ۱۷۴ مطبوعہ مصر۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مروان نے امیر محمد بن عبدالرحمٰن والی اندلس کے مقابلہ میں بہ وقت جہاد جلالقہ (گالز) ۲۵۵ھ میں علمِ مخالفت بلند کیا تھا۔ چنانچہ نو مسلموں اور مولدین کا جم غفیر اس کے پاس جمع ہو گیا' اقصائے بلاد کی جانب قدم بڑھائے' رفتہ رفتہ اوفونش بادشاہ جلالقہ تک اس کی رسائی ہو گئی۔ اسی مناسبت سے یہ جلیقی کے نام سے موسوم و معروف ہوا۔ اوپر ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ ہاشم بن عبدالرحمٰن وزیر السلطنت ۲۶۳ھ میں افواج اندلس کا افسر ہو کر ابن مروان کی سرکوبی کو گیا تھا اور ابن مروان نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا تھا۔ اس کے بعد ۲۶۵ھ میں ہاشم کی رہائی اور ابن مروان کے بطلیوس سے چلے جانے پر باہم مصالحت ہو گئی۔ اس مصلحت کی بناء پر ابن مروان بطلیوس چلا آیا اور اسے از سر نو آباد کر کے اپنی حکومت اور دولت کی بناء قائم کی۔ کچھ روز بعد اوفونش بد عہدی اور مخالفت کرنے لگا جدال و قتال تک نوبت پہنچ گئی' ابن مروان دار الحرب چھوڑ کر شہر الطانیہ (متعلقات ماردہ) چلا آیا اور اس کی قلعہ بندی کر کے وہیں قیام پذیر ہو گیا۔ یہ شہر اس وقت سے ویران پڑا ہوا تھا۔ ابن مروان نے قیام الطاقیہ کے بعد' بلاد الیون کے شہروں پر آہستہ آہستہ قبضہ کر لیا اور اپنے مقبوضات کو بطلیوس تک بڑھا کر اسے بھی شامل کر لیا' بلاد الیون جلالقہ کے مقبوضات میں داخل تھے۔

ابن مروان کے ساتھ دار الحرب میں سعدون سرساقی نامی مشہور نبرد آزما بھی تھا۔ فنون جنگ سے اسے کماحقہ آگاہی تھی' یہ بھی ابن مروان کے ساتھ امیر عبداللہ سے باغی ہو گیا تھا۔ جب ابن مروان نے بطلیوس میں اقامت اختیار کی تو سعدون نے اس سے علیحدگی اختیار کر کے قلبرہ اور باجہ کے درمیان ایک قلعہ میں قیام کیا' چند روز بعد قلبرہ پر قابض ہو کر دونوں دولتوں یعنی دولت اسلامیہ اور دولتِ مسیحیہ کے درمیان میں حائل ہو گیا۔ حتیٰ کہ کسی لڑائی میں اوفونش کے ہاتھوں مارا گیا۔

محمد بن تاکیت' مصمودہ سے تھا اس نے زمانہ حکومت امیر محمد میں سرحدی بلاد میں علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اور سب سے پہلے ماردہ پر فوج کشی کی تھی' اس وقت ماردہ میں عرب اور کتامہ کی فوجیں مقیم تھیں' محمد بن تاکیت نے بہ حکمت عملی' شاہی افواج کو ماردہ سے نکال کر ماردہ میں اپنی قوم مصمودہ کے ساتھ قیام کیا۔

جس وقت محمد بن تاکیت نے ماردہ پر قبضہ کر لیا' شاہی فوجیں قرطبہ سے اسے ہوش میں لانے کے لئے ماردہ کی طرف بڑھیں' عبدالرحمٰن بن مروان یہ خبر پا کر بطلیوس سے اس کی کمک کے لئے آیا' مدتوں محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن محاصرہ میں کامیابی نہ ہوئی۔ مزید برآں یہ ہوا کہ محمد بن تاکیت نے بہ حکمتِ عملی' دھوکہ دے کر' ان لوگوں کو بھی ماردہ سے نکال دیا جو اس وقت ماردہ میں عرب' مصمودہ اور کتامہ کے لوگ رہتے اور موجود تھے۔ ان لوگوں کے نکال دینے کے بعد محمد بن تاکیت اپنی قوم کے ساتھ نہایت اطمینان کے ساتھ ماردہ میں رہنے لگا۔

اس کے بعد محمد اور ابن مروان کے درمیان مخالفت پیدا ہو گئی۔ ایک دوسرے سے گتھ گئے' ابنِ مروان نے کئی بار محمد کو شکست دی۔ ان شکستوں میں سے ایک شکست مقام لقنت میں دی تھی' اس واقعہ میں محمد کے لشکر کے ایک بازو میں مصمودہ کی فوج تھی۔ جو عین مقابلہ کے وقت بھاگ کھڑی ہوئی تھی جس سے محمد کو ناکامی کے ساتھ میدان جنگ سے پسپا ہونا پڑا۔ شکست کھانے کے بعد محمد نے سعدون سرساقی والی قلبرہ کی فوج طلب کر کے معرکہ آرائی کی' مگر اس تدبیر نے بھی اس کے زخم دل پر کسی قسم کا مرہم نہ رکھا۔ ابن مروان کی قوت و شوکت بڑھتی ہی گئی۔ اس کی حکومت کو استحکام ملتا ہی چلا گیا۔

عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن بن مروان

اس دوران ابن حفصون سے اور اس سے ان بن ہو گئی۔ چونکہ ابن مروان کا دماغ ان کامیابیوں سے خراب ہو گیا تھا' ابن حفصون کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ مگر اس کے بعد عہد حکومت امیر عبداللہ میں ابن مروان مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن بن مروان حکمرانی کرنے لگا' بربریوں کو جو اس کے قرب و جوار میں تھے' بے حد تنگ اور مجبور کیا۔ دو ہی مہینے حکومت کرنے پایا تھا کہ پیام موت آ گیا۔ امیر عبداللہ نے بطلیوس پر اپنی جانب سے عرب کے دو سرداروں کو مامور کیا۔ عبدالرحمٰن کے پس ماندگان جن میں

عبدالرحمٰن کے دو لڑکے مروان اور عبداللہ اور ان دونوں کا چچا مروان تھا' قلعہ شونہ چلے گئے۔ کچھ روز بعد عبدالرحمٰن کے دونوں لڑکے شونہ سے نکل کر اپنے دادا عبدالرحمٰن کے ہمراہیوں اور مصاحبوں کے پاس جا کر مقیم ہوئے۔

پھر ان دو سرداران عرب میں جو امیر عبداللہ کی جانب سے بطلیوس کی امارت پر مامور ہوئے تھے' باہم لڑائی ہو گئی' ایک نے دوسرے کو قتل کر کے بطلیوس پر تن تنہا قبضہ کر لیا۔ امیر عبداللہ کو اس کی خبر لگی تو اس نے ۲۸۶ھ میں امیر بطلیوس کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور بطلیوس پر قبضہ کر لیا۔ قبضہ بطلیوس کے بعد امیر عبداللہ نے برابرہ کے قلعوں کی طرف قدم بڑھایا حتیٰ کہ ان لوگوں نے سر اطاعت جھکا دیا۔ اسی سلسلہ میں محمد بن تاکیت والی ماردہ سے معرکہ آرا ہوا۔ محمد بن تاکیت نے تنگ آ کر مصالحت کر لی' مگر کچھ روز بعد باغی ہو گیا۔ امیر عبداللہ کی اس سے دوبارہ لڑائی شروع ہو گئی' جو امیر عبداللہ کے آخری عہد حکومت تک جاری رہی۔

لب بن محمد کی بغاوت

۲۵۸ھ عہد حکومت امیر محمد میں لب بن محمد لب بن موسیٰ نے سرقسطہ میں بغاوت کی۔ امیر محمد نے متواتر حملے کئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لب بن محمد نے سر اطاعت جھکا دیا۔ آتش بغاوت فرو ہو گئی۔ امیر محمد نے اپنی جانب سے لب بن محمد کو سرقسطہ' تطیلہ اور طرسونہ کی سند حکومت عطا کی۔ لب بن محمد نے نہایت دانائی اور دیانت داری سے ان مقامات کی حفاظت و حمایت کی۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس کی حکومت و امارت کو استحکام حاصل ہو گیا۔ انہی دنوں اوفونش بادشاہ جلالقہ نے طرسونہ پر فوج کشی کی' لب بن محمد نے نہایت مردانگی سے اسے شکست دے کر الٹے پاؤں لوٹا دیا۔ تقریباً تین ہزار جلالقہ اس معرکہ میں کام آئے۔ اس کے بعد لب بن محمد نے امیر عبداللہ کے خلاف پھر علم مخالفت بلند کیا۔ چنانچہ امیر عبداللہ نے تطیلہ میں اس کا محاصرہ کر لیا۔

مطرف بن موسیٰ کی بغاوت

مطرف بن موسیٰ' شجاعت' عالی نسبی اور عصبیت قومی میں مشہور زمانہ تھا۔ اس نے شنت بریہ میں علم مخالفت و بغاوت بلند کیا۔ اس سے اور والی نیبلونہ بادشاہ بشکنس سے جو کہ جلالقہ کے گروہ سے تھا' لڑائیاں ہوئیں جس میں فریق مخالف نے مطرف کو اتفاق سے گرفتار کر لیا۔ مطرف موقع پا کر بھاگ آیا۔ شنت بریہ میں پھر واپس آیا اور آخری زمانہ حکومت امیر محمد تک علم حکومت کا مطیع و منقاد رہا۔

ابن حفصون کی بغاوت

ابن حفصون کا نام عمر بن حفصون بن عمر بن جعفر بن دمیاں فرغلوش بن اوفونش القس تھا۔ ابن حیان نے اس کا نسب یوں ہی بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے اندلس میں اس نے بغاوت شروع کی' اسی نے مخالفت اور نزاع کے دروازے کھولے۔ ۲۷۰ھ عہد حکومت محمد بن عبدالرحمن والی اندلس میں تفرقہ بازی کی' عساکر اسلامیہ سے علیحدہ ہو کر کوہ بشتر اطراف ریہ و مالقہ میں بغاوت کی۔ عساکر اسلامیہ اندلس کے بہت سے لوگ' جن کے دل نافرمانی اور بغاوت کے مرض میں مبتلا تھے' ابن حفصون سے آ ملے۔ ابن حفصون نے اس مقام پر اپنا مشہور قلعہ تعمیر کیا اور غربی اندلس پر رندہ تک سواحل پر نجہ سے بیرہ تک قابض ہو گیا۔ ہاشم بن عبدالعزیز وزیر السلطنت نے اس کی سرکوبی پر کمر ہمت باندھی اور اس کے سر پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔

۲۷۰ھ میں ہاشم بن عبدالعزیز اسے سمجھا بجھا کر قرطبہ لے آیا' چند روز بعد ابن حفصون قرطبہ سے بھاگ کر قلعہ بشتر جا پہنچا' اتنے میں امیر محمد اس دارفانی سے رحلت کر گیا' ابن حفصون کو اپنے مقبوضات وسیع کرنے کا موقع مل گیا۔ قلعہ حامیہ ریہ' رندہ اور نجہ پر قبضہ کر لیا۔ امیر منذر نے ۲۷۳ھ میں ابن حفصون پر فوج کشی کی' اور اس کے تمام قلعوں کو بزور تیغ فتح کر لیا' اس کے گورنر "ریہ" کو قتل کر ڈالا۔ ابن حفصون نے مجبور ہو کر مصالحت کی درخواست پیش کی' امیر منذر نے مصالحت کر لی مگر تھوڑے ہی دن بعد ابن حفصون نے پھر عہد شکنی کی اور علم مخالفت بغاوت بلند کیا۔ منذر نے اس کا دوبارہ محاصرہ کیا اتفاق یہ کہ اسی محاصرہ کے اثنا میں امیر منذر راہی ملک بقا ہو

گیا' اور امیر عبداللہ محاصرہ اٹھا کر قرطبہ چلا آیا' امیر منذر کے انتقال سے ابن حفصون نیز تمام باغیوں کے کاموں میں استقلال و استحکام کی کیفیت پیدا ہو گئی' شاہی فوجیں اور اراکین دولت متواتر اس پر حملہ آور ہوتے رہے اور برابر اس کا محاصرہ کئے رہے لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ انہی لڑائیوں کے دوران ابن حفصون نے ابن اغلب گورنر افریقہ سے خط و کتابت شروع کی اور اس سے میل جول و مراسم اتحاد پیدا کر کے اندلس میں جہاں پر کہ وہ قابض تھا دعوت عباسیہ کا اعلان و اظہار کیا مگر ابن اغلب افریقہ کا نظام حکومت درہم برہم اور خراب ہونے کی وجہ سے اس کام کو دشوار خیال کر کے رک گیا' ابن حفصون نے اہل قرطبہ سے مراسم پیدا کر کے اس کے قریب ایک قلعہ بلایہ نامی تعمیر کرایا۔ امیر عبداللہ کو اس کی خبر لگی فوج کشی کر دی' چنانچہ بلایا اور بجہ کو فتح کر کے ابن حفصون کے خاص قلعہ کا قصد کیا اور ایک مدت تک محاصرہ کئے رہا' جوں ہی مراجعت کی ابن حفصون نے تعاقب کیا' امیر عبداللہ نے پلٹ کر اس شدت کا حملہ کیا کہ ابن حفصون مقابلہ کی تاب نہ لا سکا' کمال بے سروسامانی سے بھاگ کھڑا ہوا۔ امیر عبداللہ نے نہایت بے رحمی سے اس کے لشکر کو پامال کیا' اسی مہم کے سلسلہ میں اس کے صوبجات میں سے بیرہ کو فتح کر لیا۔ اور ہر سال اس کے حصار اور اس سے جنگ کرنے کو فوجیں بھیجتا رہا۔

پس جب کہ[1] - - - - اور اسی (۸۰)[1] - - - عمر بن حفصون اور بادشاہ جلالقہ سے باہم عہد و پیمان ہوا اس کے امراء کو یہ امر ناگوار گزرا۔ عہد نامہ کو بادشاہ جلالقہ کے پاس بھجوا دیا۔ وزیر السلطنت احمد بن ابی عبیدہ فوجیں جمع کر کے عمر بن حفصون کے محاصرہ کرنے کو بڑھا' عمر بن حفصون نے ابراہیم بن حجاج باغی اشبیلیہ سے فوجی امداد طلب کی' ابراہیم فوجیں لے کر عمر بن حفصون کی کمک پر آگیا' وزیر السلطنت کی اور ان دونوں باغیوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ وزیر السلطنت نے ان دونوں سرکشوں کو شکست فاش دی' ابراہیم بن حجاج نے اس واقعہ کے بعد سر اطاعت تسلیم خم کر دیا' امیر عبداللہ نے اسے اشبیلیہ کی سند حکومت مرحمت فرمائی۔

باقی رہا ابن حفصون اس نے اظہار اطاعت کی غرض سے دولت شیعہ سے خط و کتابت شروع کر دی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بانیان دولت شیعہ نے قیروان کو اغالبہ کے قبضہ سے نکال لیا تھا۔ عمر بن حفصون نے اندلس میں عبیداللہ شیعی کی دعوت کا اظہار و اعلان کیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد جب کہ اللہ جل شانہ نے خلیفہ الناصر الدین اللہ اموی کی حکومت و سلطنت کو استحکام و استقلال عنایت فرمایا اور باغیوں کا خاطر خواہ استیصال ہو گیا، اس وقت عمر بن حفصون بھی علم حکومت کا پھر مطیع و منقاد ہو گیا حتیٰ کہ اسی حالت میں ۳۰۶ھ میں بغاوت و سرکشی کے سینتیسویں سال مر گیا۔

سُلیمان بن عمر کی سرکشی و قتل

اس کے بعد اس کا بیٹا جعفر متمکن ہوا' خلیفہ ناصر نے اس کی جانشینی کو بحال و قائم رکھا۔ جعفر دو یا تین برس حکومت کرنے پایا تھا کہ اس کے بھائی سلیمان بن عمر کی سازش سے خود اس کے سپاہی نے اسے مار ڈالا۔ سلیمان اس وقت ناصر کی خدمت میں تھا۔ یہ خبر پا کر قلعہ بشر کی طرف گیا اور اپنے بھائی کی جگہ اہل بشر پر حکومت کرنے لگا۔ یہ واقعہ ۳۰۸ھ کا ہے۔ سلیمان نے بشر پر قبضہ کرنے کے بعد خلیفہ ناصر کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ خلیفہ ناصر نے اس بھی بشر کی سند حکومت عطا کی جیسا کہ اس کے بھائی جعفر کو مرحمت فرمائی تھی۔ چند روز بعد سلیمان نے مخالفت و بغاوت کا اظہار کیا۔ ناصر نے گوشمالی کی غرض سے فوجیں بھیجیں جس کی وجہ سے یہ مطیع ہو گیا لیکن پھر بد عہدی کی تو دوبارہ فوجیں گئیں پھر عفو تقصیر کرا کے مطیع ہو گیا۔ مگر ناصر کو اس اظہار اطاعت پر اطمینان حاصل نہ ہوا اپنے وزیر عبدالحمید بن سبیل کو افواج شاہی کا افسر بنا کر سلیمان کے سر کرنے کو بھیجا' وزیر السلطنت نے سلیمان کو شکست دے کر قتل کر ڈالا' سر اتار کر قرطبہ لے آیا۔

مولدون اور نو مسلمانوں نے سلیمان کی جگہ اس کے دوسرے بھائی حفص بن عمر کو اپنا امیر بنایا۔ اس نے بھی بغاوت کی اور اپنی بد عہدی اور مخالفت پر اڑا رہا۔ ناصر نے اس کی سرکوبی کے لئے فوجیں روانہ کیں' مدتوں محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ حفص نے امان کی درخواست کی۔ ناصر نے اسے امان دی۔ چنانچہ حفص نے اپنی حکومت کے ایک سال بعد قرطبہ میں جا کر قیام کیا اور ناصر مرکب

[1] اصل کتاب میں اسی طرح جگہ چھوڑی ہوئی ہے۔ مترجم

ہمایوں کے ساتھ بشتر کی طرف گیا۔ سرزمین بشتر کو ایک طرف سے چھان ڈالا۔ عمر بن حفصون اور اس کے بیٹوں جعفر و سلیمان کی نعشوں کو نکلوا کر قرطبہ میں لا کر صلیب پر چڑھایا اور کنائس[1] اور قلعوں کو جو اطراف ریہ میں تھے منہدم و مسمار کرا دیا۔ صوبہ مالقہ میں بیس یا کچھ زیادہ قلعے تھے، یہ سب زمین کے برابر کر دیئے گئے۔ اس واقعہ سے بنی حفصون کی حکومت ختم ہو گئی اور صفحہ ہستی سے ان کی حکمرانی کا نام و نشان مٹ گیا۔ یہ واقعہ ۳۱۵ھ کا ہے۔ والبقاء للہ وحدہ۔

باغیان اشبیلیہ

صوبہ اشبیلیہ کے باغیوں کا سرغنہ ابن عبید' ابن خلدون ابن حجاج اور ابن مسلمہ تھے۔ سب سے پہلے اشبیلیہ میں امیہ بن عبدالغافر بن ابی عبیدیہ نے علم بغاوت بلند کیا تھا۔ امیہ کا دادا ابو عبیدہ' عبدالرحمٰن داخل کی طرف سے اشبیلیہ کا گورنر تھا۔ ابن سعید بروایت مورخین اندلس حجازی' محمد بن اشعب اور ابن حبان تحریر کرتا ہے کہ جس وقت اندلس میں فتنہ و بغاوت کی وجہ سے نظام حکومت اور امور سیاست میں امیر عبداللہ کی حکومت کے زمانہ میں خلل واقعہ ہوا اور امراء و رؤسا بلاد' خود سری و خود مختاری کی جانب مائل ہوئے اس وقت اشبیلیہ کے نامی سرداروں میں سے امیہ بن عبدالغافر' کریب ابن خلدون حضرمی اور اس کا بھائی خالد اور عبداللہ بن حجاج تھے۔ امیر عبداللہ نے اپنے بیٹے محمد کو جو کہ ناصر کا باپ تھا اشبیلیہ کا امیر مقرر کرکے روانہ کیا۔ چونکہ مذکورہ اشخاص دولت و حکومت کا نام و نشان مٹانے کے درپے تھے' اس وجہ سے ان لوگوں نے محمد بن امیر عبداللہ پر حملہ کر دیا اور قصر امارت میں اس کا اس کی ماں کے ساتھ محاصرہ کر لیا' محمد بن امیر عبداللہ بہ ہزار دقت و خرابی بسیار اپنی جان بچا کر اپنے باپ امیر عبداللہ کے پاس بھاگ آیا۔ امیہ ابن عبدالغافر مذکورہ لوگوں کی رائے سے اشبیلیہ پر حکمرانی کرنے لگا۔ چند روز بعد امیہ نے سازش کرکے عبداللہ بن حجاج کو قتل کرا دیا۔ ابراہیم بن حجاج (برادر عبداللہ) اپنے مقتول بھائی کے قصاص کے لئے اٹھ کھڑا ہوا' امیہ کا قصر امارت میں محاصرہ کر لیا' امیہ اس امر کا احساس کرکے کہ ابراہیم نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، مرنے پر کمربستہ ہو کر اس طرح باہر نکلا کہ اپنے اہل و عیال کو قتل کرنے کے بعد مال و اسباب کو آگ لگا دی۔ اور شمشیر بہ کف ہو کر میدان میں آگیا۔ آخر کار ابراہیم مارا گیا۔ عوام الناس نے سر اتار کر پھینک دیا۔ یہ واقعات ۲۸۰ھ کے ہیں۔

ابن خلدون اور اس کے رفقاء نے ان واقعات سے امیر عبداللہ کو مطلع کیا اور یہ بھی لکھ بھیجا کہ "امیہ کرسی حکومت سے اتار کر مار ڈالا گیا ہے۔ اپنی جانب سے کسی کو امیر مقرر کرکے روانہ کیجئے"۔ امیر عبداللہ نے مصلحتِ وقت کے لحاظ سے ابن خلدون کی اس گزارش کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا۔ اور اپنی جانب سے اشبیلیہ کی امارت پر اپنے چچا ہشام بن عبدالرحمٰن کو بھیجا۔ ہشام کے پہنچتے ہی ان لوگوں نے پھر سرکشی کی اور اسے نکال دیا۔ اس مخالفت کا بانی مبانی کریب ابن خلدون تھا۔ چنانچہ یہی اہل اشبیلیہ پر حکمران ہوا۔ ابن حبان نے لکھا ہے کہ ابن خلدون کا خاندان حضرموت کا ہے۔ یہ لوگ اشبیلیہ میں نہایت شرف و عزت سے ریاست سلطانیہ کے بازو اور مدمقابل شمار کیے جاتے تھے۔ ابن حزم لکھتا ہے کہ ابن خلدون' وائل ابن حجر کی اولاد سے تھے۔ اس کا نسب کتاب الجمہرہ میں لکھا ہوا ہے' ایسا ہی حبان نے بنی حجاج کی بابت لکھا ہے۔

حجازی تحریر کرتا ہے کہ جس وقت عبداللہ بن حجاج مارا گیا اس کا بھائی ابراہیم اس کی جگہ متمکن ہوا' بنی خلدون نے امیہ کے قتل کی تحریک شروع کی چنانچہ امیہ پر جو کچھ گذرنے والا تھا وہ گذرا اور کریب ابن خلدون حکمت عملی سے حکومت پر قابض ہو گیا اور اہل اشبیلیہ پر ظلم و جور شروع کر دیا۔ اس سے اہل اشبیلیہ کو اس سے نفرت پیدا ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم کو اپنی غرض حاصل کرنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ اس وقت کریب اہل اشبیلیہ سے شدت و سختی کے ساتھ پیش آیا اور ابراہیم نرمی و ملاطفت اور دل جوئی کرتا اور سفارشی بن کر نیک سیرتی کا ان پر اثر ڈالتا۔ اس کے بعد ابراہیم نے کریب ابن خلدون پر سختی کرنے کی غرض سے امیر عبداللہ سے سند حکومت طلب کی۔ امیر عبداللہ نے ابراہیم کے نام کی سند حکومت لکھ کر بھیج دی۔ جس وقت ابراہیم نے سند حکومت پا کر عوام الناس پر اس امر کو ظاہر کیا تو عوام تو کریب کے ظلم و جور سے پہلے سے اکتائے ہوئے تھے۔ سب کے سب کریب پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر ڈالا۔ کریب کے مارے جانے

[1] کنائس جمع کنیسہ کی ہے۔ کنیسہ معرب ہے۔ بمعنی عبادت گاہ یہود و نصاریٰ یا کفار۔ مترجم۔

سے ابراہیم بن حجاج کی حکومت کرنے کے راستے کھل گئے۔ اس کی حکومت و امارت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا امیر عبداللہ کی ماتحتی میں حکمرانی کرنے لگا۔ شہر قرمونہ کی قلعہ بندی کی اس میں گھوڑوں کے اصطبل بنوائے۔ قرمونہ اور اشبیلیہ کے درمیان اس کی آمدورفت رہتی تھی بعد میں ابراہیم ابن حجاج نے وفات پائی۔ اس کی جگہ حجاج ابن مسلمہ متمکن ہوا کچھ عرصہ بعد صرف اشبیلیہ کی حکومت حجاج ابن مسلمہ کے قبضہ اقتدار میں آگئی اور قرمونہ پر محمد بن ابراہیم بن حجاج حکمرانی کرنے لگا۔ ناصر نے اپنی جانب سے اسے سندِ حکومت عطا فرمائی پھر اس نے بد عہدی کی۔ ناصر نے اس کی سرکوبی کے لئے فوجیں روانہ کیں' ابن حفصون حجاج بن مسلمہ کی کمک پر آیا شاہی فوج نے ان باغیوں کو شکست دی۔ حجاج بن مسلمہ نے اپنے بیٹے کو اپنا شفیع بنا کر شاہی دربار میں بھیجا۔ سفارش مقبول نہیں ہوئی۔ تب ابن مسلمہ نے خفیہ طور سے اپنے ایک رفیق کو روانہ کیا اس رفیق نے دارالامارت میں پہنچ کر ناصر سے سازش کی اور اپنے نام کی سند حکومت حاصل کرکے شاہی فوج لیے ہوئے اشبیلیہ آیا۔ ابن مسلمہ اپنے رفیق سے باتیں کرنے اور اسے لینے کو شہر سے باہر آیا۔ لشکریوں نے اس کے ساتھ بدعہدی کی اور اسے اشبیلیہ سے بے دخل کرکے قرطبہ لے آئے۔ شاہی گورنر نے بلا مزاحمت اشبیلیہ میں جا کر قیام کیا۔ ان بغاوتوں کا محرک امیر عبداللہ کا ایک قریبی رشتہ دار تھا۔ اس تحریک فتنہ پردازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے اس کے رفقا نے دھوکہ دے کر مار ڈالا۔

قتل امیر محمد و مطرف

مطرف نے اپنے بھائی محمد کی شکایتوں سے اپنے باپ امیر عبداللہ کے کان بھرنا شروع کر دیئے' سنتے سنتے امیر عبداللہ کے دل میں اپنے بیٹے محمد کی جانب سے غبار پیدا ہو گیا۔ غضب آلود نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ محمد کو جب اس امر کا احساس ہوا تو بخوف جان ابن حفصون کے پاس بھاگ گیا۔ کچھ روز بعد امان حاصل کرنے کے پھر واپس آیا۔ مطرف نے شکایتیں شروع کر دیں حتیٰ کہ امیر عبداللہ نے محمد کو ایک محل سرا میں قید کر دیا۔ اتفاق سے انہی دنوں امیر عبداللہ کو کسی لڑائی میں جانا پڑا چنانچہ مطرف کو اپنی جگہ مامور کرکے چلا گیا۔ مطرف کو اپنی دلی خواہش پوری کرنے کا موقع مل گیا' بیچارے محمد کو سخت ایذائیں دے کر مار ڈالا۔ امیر عبداللہ کو اپنے بیٹے محمد کے مارے جانے کا ملال ہوا۔ اس کے بیٹے عبدالرحمٰن کو شاہی محل میں داخل کر لیا اور خاص اہتمام سے اس کی پرورش کرنے لگا۔ اس وقت اس کی عمر صرف بیس دن تھی۔

اس کے بعد امیر عبداللہ نے اپنے بیٹے مطرف کو لشکر صائفہ کے ساتھ ۲۸۳ھ میں جہاد کے لئے روانہ کیا عبدالمالک بن امیہ وزیر السلطنت بھی اس مہم میں مطرف کے ہمراہ تھا۔ مطرف نے ایک روز موقع پاکر بحالت غفلت وزیر السلطنت کو عداوت سابقہ کی بنا پر مار ڈالا۔ امیر عبداللہ کو اس سے برہمی پیدا ہوئی اسی وقت مطرف کو گرفتار کرا کے محمد اور وزیر السلطنت عبدالمالک کے خون کے معاوضہ میں بہت بری طرح سے قتل کرا دیا۔ اور وزیر السلطنت عبدالمالک کی جگہ اس کے بیٹے امیہ بن عبدالمالک کو قلم دان وزارت سپرد کیا۔

امیہ نے عہدہ وزارت سے سرفراز ہو کر متکبرانہ روش اختیار کی اپنے ہم چشموں اور وزیروں سے ٹکر لینے لگا۔ ان لوگوں نے امیر عبداللہ سے اس کی شکایت کی کہ اس نے در پردہ ایک گروہ سے آپ کے بھائی ہشام بن محمد کی امارت کی بیعت لی ہے۔ اس بیان کی تائید میں چند شہادتیں بھی پیش کیں۔ جن پر قاضی نے اعتماد کر لیا۔۔۔۔۔ چغلی کرنے والوں نے وزیر السلطنت کے بعض دشمنوں کو پیش کرکے یہ کہلا دیا کہ ہمارے روبرو ہشام کی بیعت' وزیر السلطنت نے لی ہے۔ اس سے رہی سہی کسر جاتی رہی۔ امیر عبداللہ نے اسی وقت امیہ کو گرفتار کرا کے قتل کر ڈالا یہ واقعہ ۲۸۴ھ کا ہے۔

امیر عبداللہ کی وفات

آخر تیسری صدی ماہ ربیع الاول میں امیر عبداللہ[1] نے اس دارفانی سے اپنی حکومت کے چھبیسویں سال رحلت کی۔اس کی جگہ اس کا پوتا عبدالرحمن بن محمد تخت حکومت پر متمکن ہوا۔یہ محمد وہی ہے جسے مطرف نے اپنے باپ امیر عبداللہ کے زمانہ غیر موجودگی میں قتل کر ڈالا تھا۔

---

[1] امیر عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن حکم بن ہشام بن عبدالرحمٰن داخل کی عمر بوقت وفات بیالیس برس کی تھی۔ گیارہ لڑکے چھوڑ کر مرا۔ اس کے زمانہ حکومت میں بے حد بغاوتیں ہوئیں۔ امراء بلاد نے خود مختاری و سرکشی شروع کر دی تمام سرزمین اندلس میں فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہو رہی تھی۔ خراج کی کمی خرچ کی زیادتی سے خزانہ خالی ہو گیا تھا۔ یہی امور تھے جس نے اسلام اور مسلمانوں کو اس درجہ نقصان پہنچایا کہ ڈوبنے کے بعد پھر نہ ابھر سکے۔ مترجم ملخص از تاریخ ابن اثیر۔ جلد ۸' صفحہ ۲۰۸ و نفح الطیب جلد اول صفحہ ۲۶۶۔

باب ۲۰

واقعات ۳۰۰ھ تا ۳۶۶ھ

خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر بن محمد بن امیر عبداللہ ۳۰۰ھ تا ۳۵۰ھ

عبدالرحمٰن ناصر کی تخت نشینی بھی عجائباتِ روزگار سے ہے۔ یہ ایک نو عمر اور نوجوان شخص تھا' اس کے اور اس کے باپ کے متعدد چچا موجود تھے۔ اس کے باوجود اس نے امارت حاصل کرنے کی کوشش کی اور کسی کے کان پر مخالفت کی جوں تک نہ رینگی۔ بلکہ سب نے اس کی حکومت کو اپنے لیے مبارک و محمود تصور کیا۔ اس وقت اندلس میں آئے دن کی بغاوتوں کی وجہ سے تہلکہ پڑا ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن ناصر نے تخت پر متمکن ہوتے ہی تمام اختلافات کا خاتمہ کرا دیا اور سارے مخالفین کو ٹھنڈا کر دیا حتیٰ کہ ان باغیوں اور مخالفوں کو اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا اور ان لوگوں نے مجبوراً اطاعت قبول کر لی۔ بنی حفصون کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے اس نے نیست و نابود کیا جو باغیوں کا سردار اور سرغنہ تھا۔ اہل طلیطلہ کو اسی نے اپنی حکومت کا مطیع بنایا حالانکہ اس سے پیشتر وہ لوگ بدعہدی اور مخالفت پر مدت دراز سے اڑے ہوئے تھے' اندلس اور اس کے تمام صوبجات کا نظام حکومت اسی کے زمانۂ حکومت کے پہلے بیس برس میں درست ہوا۔ تقریباً پچاس سال اس نے حکمرانی کی' اسی کے زمانہ میں بنی امیہ کی حکومت کو اطراف میں استقلال حاصل ہوا۔

امیر المومنین کا لقب

یہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے آپ کو "امیر المومنین" کے لقب سے ملقب کیا' یہ وہ زمانہ تھا کہ مشرق میں قوائے خلافت کمزور ہو چکے تھے اور ترکی غلام' خلفاء عباسیہ پر غالب آ گئے تھے۔ اسی زمانہ میں یہ خبر بھی گوش گزار ہوئی تھی کہ مونس مظفر نے اپنے آقائے نام دار خلیفہ مقتدر کو ۳۲۷ھ میں قتل کر ڈالا ہے۔ ان اسباب اور وجوہات سے عبدالرحمٰن ثالث نے خلیفہ کا لقب اختیار کیا۔ بہ نفس نفیس لڑائیوں میں دشمن کے مقابلہ پر جاتا تھا۔ جہاد اور کفار کے ملک پر چڑھائی کرنے کا بہت شوقین تھا۔ ۳۲۳ھ عام الخندق میں اسے کفار کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ اس واقعہ سے اس کی کمرہمت ٹوٹ گئی۔ آپ بنفسہٖ لڑائیوں پر نہ جاتا تھا بلکہ ہر سال فوجیں جہاد کے لیے روانہ کرتا تھا۔ چنانچہ عساکر اسلامیہ نے ملک فرانس کو اس قدر پامال کیا کہ اس سے پیشتر اس طرح کبھی اسے تاخت و تاراج نہیں کیا گیا تھا۔ سرحدی عیسائی امراء اور حکمرانوں کو اپنے زوال حکومت کا یقین ہو گیا تھا۔ اظہارِ محبت اور اتحاد قائم کرنے کے لیے ان کے وفود تحائف و نذرانے لے کر اس کے دربار میں حاضر ہوتے تھے۔ اسے خوش کرنے کے لیے روم اور قسطنطنیہ کے سلاطین بڑے بڑے تحائف بھیجتے تھے۔ ملوکِ جلالقہ کے شہزادے دور و دراز مسافت کر کے اس کی دست بوسی کے لیے آتے تھے اور اسے اپنی عزت افزائی سمجھتے تھے۔ سرحدی بلاد کے شہروں میں سے سبتہ کو اس نے ۳۱۷ھ میں اہل سبتہ سے چھین لیا' بنو ادریس اور ملوک زناتہ بربر نے اس کی اطاعت قبول کی اور ان میں سے بہت سے اس کے دربارِ خلافت میں چلے آئے جیسا کہ ہم ان کے حالات میں بیان کریں گے۔

وزارتِ عظمیٰ

عبدالرحمٰن ناصر کے رعب و داب کا سکہ شروع شروع یوں بیٹھا تھا کہ اس نے رعایا کے بہت سے ٹیکسوں میں کمی کر دی تھی۔ موسیٰ بن محمد بن حدیر کو حجابت کا عہدہ عنایت کیا تھا' قلمدانِ وزارت عبدالملک بن جہور بن عبدالملک بن جوہر اور احمد بن عبدالملک بن سعد کو

مرحمت فرمایا تھا' اس نے ایک قیمتی نذرانہ دربار شاہی میں پیش کیا تھا جس میں متعدد اقسام کی چیزیں تھیں۔

ابن حیان نے اس نذرانہ کا ذکر کیا ہے اس نذرانہ سے دولت امیہ کی دولت مندی اور امارت کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ وھوہذا۔

سونا خالص عمدہ پانچ لاکھ مثقال[1] (اٹھاون من ۲۴ سیر) چاندی خالص چار سو رطل[2] (چار من ■ سیر) چاندی کے سکہ رائج کے دو سو توڑے[3] (دو لاکھ چالیس ہزار) عود ہندی جو مجالس میں شمع کی طرح جلائی جاتی تھی۔ بارہ رطل (ساڑھے چودہ سیر) عود[4] غرقی کے ٹکڑے ایک سو اسی رطل (تقریباً" دو من) براوہ عود ایک سو رطل (تقریباً" ایک من ۶ سیر) مشک[5] خالص اپنے جنس میں نہایت نہایت اعلیٰ درجہ کا ایک سو اوقیہ (تقریباً" ۶ سیر) عنبرا شہب اصلی بلا آمیزش جیسا کہ پیدا ہوتا ہے۔ پانچ سو اوقیہ (تقریباً" تیس سیر) اس کے علاوہ عنبر کا ایک ٹکڑا عجیبۃ الشکل تھا جس کا وزن سو اوقیہ (چھ سیر) کافور عمدہ تیز خوشبو کا تین سو اوقیہ (۱۸ سیر) از قسم لباس تیس ریشمی تھان مختلف رنگ ■ بناوٹ کہ جن پر سونے کا کام بنا ہوا تھا جو خلفاء کے لباس کے لائق تھا' دس پوستین فنک[6] خراسانیہ کی قیمتی نفیس کھالوں کی' چھ پردے عراقی' اڑتالیس بغدادی جھولیں ریشمی طلائی آرائش و زینت کے لیے' گھوڑوں پر ڈالنے کے لیے انیس بڑی جھولیں اونٹوں کے لیے دس قناطیر سمور[7] جس میں سو کھالیں تھیں' بٹا ہوا ریشم چار ہزار رطل (سوا اکتالیس من) ریشم صاف کے لچھے جسے بٹ سکتے تھے۔ ایک ہزار رطل (دس من سوا چھ سیر) فرش ریشمی تیس عدد' مختلف اقسام کے قیمتی و نفیس فروش ایک ہزار جانماز مختلف اقسام کی ایک سو عدد' جانمازیں ریشم کی پندرہ عدد جو چیزیں سواری کے وقت آرائش کے لئے استعمال کی جاتی ہیں' سلطانیہ ڈھالیں ایک لاکھ' عمدہ اور نفیس تیروں کے پھل ایک لاکھ شاہی[8] سواری کے لئے عربی اصیل گھوڑے پندرہ راس' خچر سواری کے باساز و براق بیس راس' اس کے علاوہ بہت سے خچر جن کی زینیں جعفری ریشم کی تھیں ایک سور اس گھوڑے وہ تھے جن سے لڑائیوں اور معرکوں میں کام لیا جاسکتا تھا۔ خدام کئی قسم کے چالیس سلیقہ شعار خادم بیس خادمائیں لباس و زیوارت کے ساتھ دوسری قسم کی اشیاء جو تعمیرات میں کار آمد تھیں' عمدہ و نفیس پتھر کے ستون جن کی تیاری میں ایک سال میں اسی ہزار دینار[9] (سات لاکھ بیس ہزار روپیہ) خرچ ہوئے تھے' بیس ہزار' کمان بنانے کی لکڑیاں جو نہایت سخت اور پرانی تھیں جن کی قیمت پچاس ہزار دینار یا چار لاکھ پچاس ہزار روپیہ تھی۔ اس ہدیہ کے بھیجنے میں پینتالیس ہزار دینار (چار لاکھ پانچ ہزار روپیہ) صرف ہوئے تھے۔ ماہ جمادی الاول ۳۲۷ھ کی آٹھویں تاریخ کو یہ ہدیہ خلیفہ ناصر کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ خلیفہ ناصر نے وزیر السلطنت کا شکریہ ادا کیا اور اس کی قدر افزائی کی۔

---

1. مثقال ساڑھے چار ماشہ رائج الوقت کے برابر ہوتا ہے۔ مترجم۔
2. رطل تقریباً" ۳۳ تولہ کا ہوتا ہے۔ مترجم۔
3. ایک توڑا بارہ سو کا ہوتا ہے۔ مترجم۔
4. ابن فرضی نے بحوالہ اس خط کے جسے وزیر السلطنت نے اس تحفہ کے ساتھ روانہ کیا تھا تحریر کیا ہے کہ عود غرقی جو نہایت قیمتی تھا چار سو رطل بھیجا تھا جس میں سے ایک ٹکڑا ایک سو اسی رطل کا تھا۔ دیکھو القاری جلد اول صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ لیدن۔
5. ابن فرضی۔ سند اس خط کے جو اس تحفہ کے ساتھ بھیجا گیا تھا' تحریر کرتا ہے کہ مشک خالص نفیس دو سو بارہ اوقیہ تھا۔ دیکھو القاری جلد اول صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ لیدن۔
6. فنک بہ تحریک و فتح نون ایک جانور کا نام ہے۔ جس کی کھال کی پوستین بنائی جاتی ہے اور یہ جانور خراسان میں بکثرت ہوتا ہے۔ اقرب الموارد جلد ۲' صفحہ ۹۴۶ مطبوعہ بیروت۔
7. سمور ایک بری جانور کا نام ہے جو بلی سے مشابہت رکھتا ہے اس کی کھال کی پوستین بنائی جاتی ہے۔ اقرب جلد ۱' صفحہ ۵۳۹۔
8. ابن الفرضی لکھتا ہے کہ ایک سو راس گھوڑے بھیجے گئے جن میں سے پندرہ راس گھوڑے خاص ناصر کی سواری کے لئے عربی النسل اصیل تھے اور پانچ راس باسازو یراق شاہی جلوس کے لئے جن کی زین اور اس کی بیٹھک عراقی و ریشمی کپڑے کی تھی باقی رہے اسی راس گھوڑے وہ اظہار تزک ■ احتشام کے لئے تھے نفح الطیب جلد اول صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ لیدن۔
9. دینار سونے کا سکہ ہے ۴۰ ماشہ کا ہوتا تھا جس کی قیمت تقریباً" نو روپیہ ہوگی۔ مترجم۔

قاضی بن محمد اور محمد بن عبدالجبار کا قتل

محمد بن عبدالجبار بن امیر محمد اور عبدالجبار نے جو کہ خلیفہ ناصر کے باپ کا چچا تھا دربار خلافت میں اپنے بھائی قاضی بن محمد کی یہ شکایت کی کہ قاضی بن محمد خلافت مآب کی مخالفت پر کمربستہ و آمادہ ہے اور اپنی خلافت و امارت کی بیعت لینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ قاضی نے بھی محمد بن عبدالجبار کی اسی قسم کی شکایت خلافت مآب کی خدمات میں کی۔ خلیفہ ناصر نے دونوں شکایتوں کی خفیہ طور پر تفتیش شروع کی، بالآخر اصل واقعہ کا پتہ چل گیا اور اس کے نزدیک دونوں کی مخالفت اور بغاوت کی قلعی کھل گئی اس نے ان دونوں کو ۳۰۸ھ میں قتل کر ڈالا۔

بنی اسحاق مروان کی سرگذشت

اسحاق بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن ولید بن ابراہیم بن عبدالمالک بن مروان کا دادا حکومت بنی امیہ میں اس ملک میں آیا تھا اور اس زمانہ سے برابر عزت واحترام کے ساتھ رہا۔ حتی کہ حکومت و ریاست اسحاق کے خاندان میں ٹھہر گئی جن دنوں سرزمین اندلس میں آتش فتنہ و فساد مشتعل ہو رہی تھی اس نے ابن حجاج کے پاس اشبیلیہ میں جاکر قیام کیا' پھر جب ابن حجاج مرگیا اور ابن مسلمہ اس کی جگہ حکمران ہوا تو ابن مسلمہ نے اسے متہم اور ملزم قرار دے کر گرفتار کر لیا۔ اس گرفتاری و مصیبت میں اس کا بیٹا اور داماد یحییٰ بن ہشام بن بن خالد بن ابان بن خالد بن عبداللہ بن عبدالمالک بن حرث بن مروان بھی شریک تھا۔ ابن مسلمہ نے ان دونوں کو تو مار ڈالا۔ باقی رہا اسحاق اور اس کا دوسرا بیٹا احمد ثانی یہ دونوں باپ اور بیٹے ابن حفصون کے سفیر کی سفارش سے بچ گئے۔ اس کے بعد خلیفہ ناصر نے اشبیلیہ کو ابن مسلمہ کے قبضہ سے نکل لیا۔ اس وقت اسحاق دارالخلافت قرطبہ میں آیا۔ خلیفہ ناصر نے اسے عہدہ وزارت سے سرفراز فرمایا اور اس کے بیٹے احمد اور احمد کے بیٹوں محمد اور عبداللہ کو بھی اس جلیل القدر عہدہ سے محروم نہ رکھا۔ ان لوگوں نے بڑے بڑے نمایاں کام کیے۔ فتوحات کے دائرہ کو وسیع کیا۔ جس سے یہ لوگ حکومت و سلطنت کے دستِ راست شمار کیے جانے لگے' یہاں تک کہ ان لوگوں کا باپ اسحاق راہی ملک عدم ہو گیا۔

چنانچہ یہ لوگ اس کی جگہ اسی رتبہ و منزلت پر متمکن ہوئے۔ بعدہ اس خاندان کے بڑے اور بزرگ شخص عبداللہ کا انتقال ہوا۔ خلیفہ ناصر کی خدمت میں یہی اپنے خاندان میں پیش پیش تھے۔ خلیفہ نے اس کے پس ماندگان خاندان کو رتبہ وزارت سے ممتاز کیا۔ چند دن بعد ناصر نے بغاوت کا الزام ان کے سر پر تھوپا۔ لوگوں کی بن آئی' چغلی اور شکایتیں کرنے لگے اس سے ناصر کے دل میں بھی غبار آ گیا۔ ان لوگوں کو ناصر نے قرطبہ سے نکل کر ادھر ادھر جلا وطن کر دیا۔ چنانچہ ان میں سے امیہ نے تسترین میں جا کر قیام کیا اور ۳۲۵ھ میں خلیفہ ناصر کی اطاعت سے منحرف ہو کر باغی ہو گیا۔ خلیفہ ناصر کو اس کی خبر لگی تو اس نے فوجیں آراستہ کرکے امیہ پر چڑھائی کر دی' امیہ اس کی آمد سے مطلع ہو کر دارالحرب چلا گیا اور ذمیر بادشاہ جلالقہ کے پاس جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ تھوڑے دن بعد ذمیر نے اس سے کج ادائی شروع کی اسے یہ امر ناگوار گذرا البلا کی عہد و پیمان کے خلیفہ ناصر کے پاس چلا آیا۔ خلیفہ ناصر نے اس کی تقصیر معاف کر دی اور خدمت میں رکھ لیا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی۔

احمد پر یہ گذری کہ جس زمانہ میں اس کے خاندان پر ادبار آیا اسی زمانہ میں خلیفہ ناصر نے اسے سرقسطہ کی حکومت سے معزول کر دیا۔ نوبت بحال ہونے کو نہ آئی تو روز بروز شاہی عتاب اس پر بڑھتا گیا' لگانے بجھانے والے لگاتے بجھاتے رہے۔ شاہی حکم سے مار ڈالا گیا۔ باقی رہا محمد یہ خلیفہ ناصر ہی کی خدمت میں رہا' یہاں تک کہ جب خلیفہ ناصر کے مرکب ہمایوں نے سرقسطہ کی جانب کوچ کیا۔ لوگوں نے اس کی بھی شکایت کر دی۔ محمد بخوفِ جان بھاگ کھڑا ہوا۔ اسی زمانہ فراری میں اہل سرقسطہ کے چند لوگوں سے ملاقات ہو گئی ان لوگوں نے اسے مار ڈالا۔

خلیفہ ناصر اور ابن حفصون

خلیفہ ناصر کے عہد خلافت میں سب سے پہلے جو قلعہ فتح ہوا وہ ابج تھا اس کے سر کرنے پر بدر (خلیفہ ناصر کا خادم) اور خلیفہ ناصر حاجب مامور کیا گیا تھا ان دونوں نے جان پر کھیل کر اس قلعہ کو ابن حفصون کے قبضہ سے ۳۰۰ھ میں نکال لیا اس کے بعد خلیفہ ناصر نے بنفسِ نفیس جہاد کی غرض سے کوچ کیا' ابن حفصون کے تیس قلعوں سے زیادہ بزور تیغ فتح کئے۔ انہی میں قلعہ ببیرہ بھی تھا۔ ابن حفصون کے بلاد مقبوضہ ناصر کے مرکب ہمایوں کے جولانگاہ بنے ہوئے تھے۔ آئے دن کی لڑائی اور محاصرہ سے ابن حفصون کا ناک میں دم آگیا۔ حتی کہ سعید بن مزیل نے اسے قلعہ منتلون و قلعہ سمنان سے بھی سمجھا بجھا کر بے دخل کر دیا' پھر ۳۰۱ھ میں ناصر نے اشبیلیہ کو احمد بن مسلمہ کے قبضہ سے نکال لیا' جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔ پھر ۳۰۳ھ میں فوجیں آراستہ کر کے ابنِ حفصون کے قلعوں کی طرف بڑھا سر کرتا ہوا جزیرہ خضرا تک پہنچا۔ ساحلی مقامات پر قبضہ کر لیا۔ جنگی کشتیوں کے بیڑوں پر قابض ہو گیا اور ان میں جس چیز کی کمی تھی اسے پورا کیا۔ ابنِ حفصون نے برائے نام مزاحمت کی۔ ناصر نے ڈانٹ پلائی۔ ابن حفصون نے یحییٰ بن اسحاق مروانی کی زبانی مصالحت کا پیغام دیا۔ ناصر نے منظور کر کے صلح نامہ پر دستخط کر دیئے۔

ان واقعات کے بعد اسحاق بن محمد قرشی نے باغیان مرسیہ اور بلنسیہ پر فوج کشی کی۔ نہایت سختی سے ان کے اطراف و جوانب کو تاراج کر کے اربولہ کو فتح کر لیا اسی زمانہ میں بدر (ناصر کا آزاد غلام) نے شہر بلہ پر چڑھائی کی۔ عثمان بن نصر باغی کو گرفتار کر کے قرطبہ کی طرف بھیج دیا۔ بعد ازاں ۳۰۵ھ میں اسحاق شہر قرمونہ پر جنگ کے لئے پہنچا اور اسے حبیب بن سوارہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ حبیب بن سوارہ نے بھی بغاوت کی تھی اور اس شہر کو اپنا ٹھکانہ بنا رکھا تھا۔ اس کے بعد قلعہ سمبرنہ کو ۳۰۶ھ میں اور ۳۰۹ھ میں قلعہ طرسوس کو سر کیا۔ اسی زمانہ میں احمد بن انخی ہمدانی باغی قلعہ جامہ نے حکومت کی اطاعت قبول کر لی اور آئندہ اطاعت کی ضمانت و طمانیت کی غرض سے اپنے بیٹے کو شاہی عمال کے حوالہ کر دیا۔

۳۱۴ھ میں ابن حفصون نے پھر علم بغاوت بلند کیا۔ شاہی افواج مقیم محمرہ نے اس کی سرکوبی پر کمر باندھی۔ نہایت مستعدی سے اس کا محاصرہ کر لیا' ابن حفصون اپنے کئے پر پشیمان ہوا' حفص کو امان حاصل کرنے کی غرض سے ناصر کے دربار میں بھیجا۔ ناصر نے اسے امان دی' ابن حفصون قلعہ کو حوالہ کر کے قرطبہ چلا آیا اور ناصر نے بشتر پر قبضہ کر لیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

اس واقعہ کے بعد ۳۲۵ھ میں امیہ بن اسحاق نے شنترین میں بغاوت کی' اس کی بغاوت کی کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ محمد بن ہشام تجیبی نے سرقسطہ اور مطرف بن منذر تجیبی نے قلعہ ایوب میں بغاوت کا علم بلند کیا۔ خلیفہ ناصر نے اس سے مطلع ہو کر بذاتہ ان لوگوں کی گوشمالی کے لئے کوچ کیا۔ سب سے پہلے قلعہ ایوب پر چڑھائی کی' اور پہلے ہی حملہ میں مطرف کو قید حیات سے سبکدوش کر دیا۔ اس کے ساتھ یونس بن عبدالعزیز بھی مارا گیا۔ اس کا بھائی ایک قصبہ میں جا کر پناہ گزین ہوا جب نجات کی صورت نظر نہ آئی تو خلیفہ ناصر سے امان کی درخواست کی۔ معافی کا خواستگار ہوا' خلیفہ ناصر نے اس کی تقصیر معاف کر دی۔ اس واقعہ میں مطرف کے ہمراہ جس قدر البہ کے عیسائی تھے وہ بھی تہ تیغ کئے گئے۔ اسی سلسلہ میں صوبہ البہ کے تیس قلعے جو انہی عیسائیوں کے قبضے میں تھے' فتح کر لئے گئے۔ اس اثنا میں طوطہ (ٹموڈا) ملکہ بشکنس کی بد عہدی کی خبر لگی' خلیفہ ناصر نے اس سے جنگ کرنے کو نیبلونہ پر فوج کشی کی' اور اس کی سرزمین کو تاراج اور غارت گری اور قتل سے وہاں کے رہنے والوں کو پامال کر کے واپس آیا۔

اس کے بعد ۳۲۷ھ میں جلیقہ پر جہاد کرنے کی غرض سے جنگ خندق میں شریک ہوا۔ اس جنگ میں خلیفہ ناصر کو شکست ہوئی' مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا' محمد بن ہاشم تجیبی کفار کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا' خلیفہ ناصر نے اس کی رہائی کے لیے بڑی جدوجہد کی' دو برس تین ماہ بعد قید فرنگ سے اس نے نجات پائی۔ اس غیر متوقع حادثہ سے ناصر نے بذاتہٖ جہاد میں شرکت ترک کر دی۔ لیکن فوجیں اور لشکر بھیجتا رہا۔ ۳۴۳ھ میں ایک باغی نے اطراف ماردہ میں علم بغاوت بلند کیا' شاہی لشکر اس کی گوشمالی پر مائل ہوا اور اس باغی کو اس کے ہمراہیوں کے ساتھ گرفتار کر لایا۔ قرطبہ پہنچتے ہی تمام باغیان ماردہ مثلہ کر کے قتل کر ڈالے گئے۔

طلیطلہ کے حالات

ابن حبان تحریر کرتا ہے کہ ویر ینقیوش جبار نے جو کہ رومیہ کا سپہ سالار تھا طلیطلہ کو آباد کیا تھا۔ اور اسے رومہ کا مستقر حکومت بنانا چاہتا تھا۔ چند روز بعد بحدانیہ سے بربلط نے بغاوت کی اور اس پر قابض ہو گیا۔ سپہ سالاران رومہ اس کے محاصرہ اور جنگ کرنے کے لئے برابر آتے رہے‘ مگر کسی کو کامیابی نہ ہوئی‘ اس اثنا میں بربلط کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے بربلط پر حملہ کر دیا‘ اور پہلے ہی حملہ میں قتل کر کے اس مقام پر قبضہ کر لیا۔ زیادہ زمانہ نہ گذرنے پایا تھا کہ یہ بھی مار ڈالا گیا۔ اس کے مارے جانے سے اس کی عنان حکومت پھر رومہ کے سپہ سالار کے قبضہ اقتدار میں چلی گئی۔ اس کے بعد یہاں کے رہنے والوں نے بغاوت کی اور اپنے میں سے ایک شخص انیش نامی کو اپنا امیر بنایا لیکن یہ بھی مار ڈالا گیا اور اس کی حکومت پر پھر رومہ کے سپہ سالار قابض ہو گئے‘ سب سے پہلے جس نے اس کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی وہ شنتلہ تھا رفتہ رفتہ اہل اندلس بھی اس کے مطیع ہو گئے اس وقت اس نے ملوک رومہ سے قطع تعلق کر لیا‘ ان پر فوج کشی کی‘ رومہ کا محاصرہ کیا‘ اس نے بزور تیغ جنکس کو دبا لیا اور نہایت بے رحمی سے انہیں تہ تیغ کیا وہ لوگ بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے۔ اس کے بعد شنتلہ اپنی حکومت کے نو سال بعد مر گیا۔ اس کی جگہ قوط (گاتھ) بر بسیلہ چھ سال تک حکمرانی کرتا رہا۔ اس نے کوئی نمایاں کام نہیں کیا۔ اس کے بعد انہی میں سے خندس نامی ایک شخص حکمران ہوا۔ اس نے افریقیہ پر فوج کشی کر دی۔ خندس کے بعد قنبان تخت حکومت پر متمکن ہوا اس نے متعدد گرجا تعمیر کرائے۔ اسے نبی کریم صلعم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تھی۔ بلیسان جو کہ قوم قوط کا ایک معزز و محترم فرد تھا اس سے کہتا تھا کہ میں نے مطربوس عالم کی کتاب میں بروایت دانیال نبی یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ پیروان نبی (جس کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی ہے) اندلس پر ایک روز قابض ہو جائے گا۔ تھوڑے دن حکومت کر کے یہ بھی دنیا سے کوچ کر گیا۔ تب اس کی جگہ اس کا بیٹا۔۔۔۔ سولہ سال تک حکمرانی کرتا رہا‘ یہ نہایت بد خلق اور ظالم تھا اس کے بعد لرزیق تخت نشین ہوا۔ غرض اس زمانہ سے طلیطلہ برابر فتنہ و فساد کا مرکز بنا رہا۔ عبدالرحمن داخل بھی اس کے پیچھے سات سال تک حیران و پریشان رہا‘ ہشام‘ حکم اور عبدالرحمن اوسط کے عہد حکومت میں بھی یہاں بغاوت پھوٹی۔

حتیٰ کہ خلیفہ ناصر کا دور حکومت آیا اس نے اسے بزور جبر اپنی حکومت کا مطیع بنا لیا‘ فتح ماردہ بطلیوس اور تسترین کے بعد ناصر نے اس پر فوج کشی کی‘ اس کا محاصرہ کر لیا‘ باغیان حکومت چاروں طرف سے اس کی حمایت کے لئے آئے‘ خلیفہ ناصر نے ان لوگوں کی معقول طور سے مدافعت کی اور ان پر غالب آیا۔ امیر ثعلبہ بن محمد بن عبدالوارث والی طلیطلہ نے مجبور ہو کر مصالحت کی گفتگو اور امان کی درخواست دینے کے لئے دربار ناصر میں حاضر ہوا۔ خلیفہ ناصر نے اسے امان دی اور مظفر و منصور صوبہ طلیطلہ میں داخل ہوا اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک اسے چھان ڈالا‘ حتیٰ کہ کوئی چپہ زمین ایسا باقی نہ رہی کہ جس جگہ کو اس نے اپنے گھوڑوں کے سموں سے نہ روندا ہو۔ اس وقت سے اہل طلیطلہ حکومت کے مطیع ہوئے اور بعد کو بھی مطیع رہے۔

سرحدی امراء

اندلس کی اندرونی بغاوتوں اور اس کے امراء کی خود سریوں کو دور کرنے کے بعد ناصر کو سرحد پر بلاد مغرب کے سر کرنے کا خیال پیدا ہوا اس نے امرہ کو جو کہ ملک سبتہ میں بنی عصام کے زیر حکومت تھا فتح کر لیا۔ بربر کے سرحدی امراء نے اسے قبضہ کی غرض سے طلبی کے خطوط لکھے۔ اتفاق سے ابراہیم بن محمد امیر بن ادریس کو اس کی اطلاع ہو گئی چنانچہ ابراہیم نے خلیفہ ناصر کے آنے سے پیشتر بڑھ کر سبتہ کا محاصرہ کیا۔ اس کے بعد اس سے اور ناصر سے قبضہ سبتہ کے معاملہ میں خط و کتابت شروع ہوئی۔ ابراہیم نے سبتہ میں ناصر کی حکومت تسلیم کی اور ناصر نے اپنی طرف سے اسے سبتہ کی سند حکومت عطا کی۔ اس کی دیکھا دیکھی ادارسہ سے ادریس بن ابراہیم والی ارشکول نے بھی نذرانے و تحائف بھیج کر خلیفہ ناصر سے سند حکومت حاصل کر لی‘ محمد بن خزر امیر مغراوہ اور موسیٰ بن ابی العافیہ امیر مکناسہ نے بھی ادریس بن ابراہیم کی پیروی کی۔

ان دنوں مغرب کی زمامِ حکومت امیر کمناسہ کے قبضہ میں تھی المغرب الاوسط کے بلاد تنس' وہران سرشال اور بطحاء بھی اسی کے زیر حکومت تھے۔ ان لوگوں نے بھی نذرانے اور تحائف خلیفہ ناصر کے دربار میں بھیجے۔ خلیفہ ناصر نے اسے قبول کیا۔ ان لوگوں کو جائزے اور معقول صلے مرحمت کئے' ان کی حکومتوں کی بنیاد کو مستحکم اور مضبوط کیا۔ اسی طرح ملوک اور ادراسہ کی ایک جماعت نے بھی خلیفہ ناصر کے دربار میں اسی قسم کا رسوخ پیدا کیا' جن میں قاسم بن عبدالرحمٰن اور حسن بن عیسٰی وغیرہ تھے والی فاس نے بھی بہت بڑا تحفہ ایوان خلافت ناصر میں بھیجا تھا۔ ناصر نے اسے بھی اپنی جانب سے سند حکومت عطا کی۔ الغرض جس وقت المغرب الاقصی میں خلیفہ ناصر کی حکومت کا یوں زور شور ہوا تو عبیداللہ المہدی نے ایک بڑی فوج کے ساتھ اپنے نامور سپہ سالار ابن بصل گورنر تاہرت کو ۳۲۱ھ میں ملک مغرب سر کرنے کے لئے بھیجا۔ موسیٰ بن ابی العافیہ نے ناصر کو اس واقعہ سے مطلع کر کے امداد کی درخواست کی۔ ناصر نے قاسم بن طلمس کو افواج شاہی کا افسر بنا کر موسیٰ کی کمک پر متعین کیا اور جنگی کشتیوں کا بیڑہ بھی اس کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ قاسم کوچ و قیام کرتا ہوا سبتہ پہنچا' یہاں پر یہ خبر سننے میں آئی کہ موسیٰ بن ابی العافیہ نے غنیم کی فوج کو شکست دے دی ہے۔ اس وجہ سے قاسم آگے نہ بڑھا' قرطبہ کی جانب لوٹ کھڑا ہوا جیسا کہ ان کے حالات میں مذکور ہے۔

عیسائیوں سے لڑائیاں

احمد بن عبدہ اور اردن کی جنگ

اوائل چوتھی صدی ہجری میں قوم جلالقہ پر اردون بن رذمیر بن برمند بن قربولہ بن اوفونس بن بیطر حکمران ہوا' اس نے ۳۰۲ھ میں بلاد اندلوسیہ کے سرحد جونی کی طرف ابتداء زمانہ حکومت خلیفہ ناصر میں پیش قدمی کی۔ اطراف ماردہ میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ قلعہ حنش پر قابض ہو گیا۔ خلیفہ ناصر نے اپنے وزیر السلطنت احمد بن عبدہ کو افواج اسلامیہ کا افسر بنا کر اردون کے بلاد مقبوضہ کی طرف معاوضہ لینے کی غرض سے روانہ کیا۔ احمد نے نہایت دلیری و مردانگی سے اردون کے مقبوضات کو تاخت و تاراج کیا۔ اس کے بعد دوبارہ ۳۰۵ھ میں اردون کے ملک پر چڑھائی کی' اس معرکہ میں چونکہ اس کا جام حیات لبریز ہو گیا تھا' شہید ہو گیا۔ تب خلیفہ ناصر نے اپنے آزاد غلام بدر کو اردون کے مقبوضات پر جہاد کے لئے مامور کیا' بدر ہوشیاری اور مردانگی سے اس مہم کو انجام دے کر واپس ہوا۔

اس کے بعد خلیفہ ناصر بذاتہ ۳۰۸ھ میں جلیقہ کے ملک پر جہاد کرنے کی غرض سے بیٹھ گیا اردون نے شانجہ بن غرسیہ بادشاہ بشکنس والی ببلونہ سے امداد طلب کی۔ چنانچہ یہ سب مجموعی قوت سے مقابلہ پر آئے۔ مگر ناصر کی مردانگی اور جرات کے آگے ایک بھی نہ پیش گئی۔ سب کے سب بری طرح شکست کھا کر بھاگے۔ خلیفہ ناصر نے جی کھول کر ان کے شہروں اور مقبوضات کو تاراج اور پامال کیا' ان کے بہت سے قلعوں کو فتح کر لیا اور کئی قلعوں کو منہدم کرا دیا۔ اس کے بعد مقبوضات غرسیہ پر متواتر اور مسلسل جہاد کرتا رہا۔ حتیٰ کہ اوفونس نے وفات پائی' اس کا بیٹا فرویلہ سریر آرائے حکومت ہوا۔

ابن حیان تحریر کرتا ہے کہ جس وقت فرویلہ بن اردون بن رذمیر بادشاہ جلالقہ ۳۱۳ھ میں حکمراں ہوا' اس کا بھائی اوفونش بھی دعوے دار سلطنت ہوا۔ اس کا بھائی شانجہ بھی اس جھگڑے میں شریک ہو گیا' غرسیہ کو موقع مل گیا۔ اس نے ان کے دارالحکومت پر قبضہ کر لیا' اور اوفونش نے اپنے برادر زادہ کو مار کر نکال دیا ـ ـ ـ ـ اور شانجہ کا داماد تھا۔ ان لوگوں میں باہم نفاق پیدا ہو جانے سے مجموعی قوت ختم ہو گئی۔ کچھ دن بعد متفق الکلمہ ہوئے' شانجہ کو حکومت و سلطنت کے بارے سبک دوش کر کے شہرلیون سے نکال دیا۔ شانجہ نے اندرونی جلیقہ میں جا کر پناہ لی۔ اس کا بھائی رذمیر بن اردون اس کے مقبوضات پر جن کی سرحد غربی جلیقہ میں قلبریہ تک تھی' حکمراں ہوا' اس واقعہ کے بعد ہی شانجہ مر گیا' اس نے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ اب اوفونش مستقل طور پر حکمراں ہو گیا تھا۔ اس کی حکومت کا سکہ رعایا کے دلوں پر بیٹھ گیا تھا۔ فوجیں آراستہ کر کے اپنے بھائی رذمیر پر چڑھائی کر دی' شہر سینت یاقب پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اوفونش پر اس کی قوم ترک رہبانیت کی (درویشی) کی وجہ سے نفرین کرنے لگی۔ اوفونش نے مجبور ہو کر رہبانیت اختیار کر لی۔ اس کے بعد دوبارہ ترک

رہبانیت کرکے شہرلیون پر قابض ہو گیا۔ ان دنوں اس کا بھائی رذمیر بسمورہ کی طرف جنگ کرنے کو گیا ہوا تھا' یہ خبر پاکر واپس آیا اور اذفونش پرلیون میں محاصرہ کیا۔ حتیٰ کہ بزور تیغ ۳۲۰ھ میں لیون کو فتح کرکے اذفونش کو جیل میں ڈال دیا۔ اس کے بعد اسے اپنے باپ کی اولاد کی طرف سے مخالفت اوردعوے داری حکومت کا خطرہ پیدا ہوا۔ ایک جماعت کو گرفتار کراکے ان کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔

غرسیہ بن شانجہ بادشاہ بشکنس کے مرنے پر اس کی بن طوطہ تخت حکومت پر متمکن ہوئی۔ ۳۲۵ھ میں ملکہ طوطہ نے بد عہدی کی' خلیفہ ناصر نے یہ خبر پاکر اس پر فوج کشی کر دی اطراف ببلونہ کو خوب خوب پامال کیا۔ اور کئی بار اس پر حملہ آور ہوا۔ انہیں غزوات کے اثنا میں محمد بن ہشام نے سر قسطہ میں علم بغاوت بلند کیا مگر محاصرہ جنگ سے گھبرا کر سر اطاعت جھکا دیا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ ایسا ہی امیہ بن اسحاق نے مقام قسترین میں سر اٹھایا تھا۔ محمد بن ہشام کی بغاوت و سرکشی کا واقعہ یہ ہے کہ ۳۲۲ھ میں خلیفہ ناصر نے وخشمہ پر چڑھائی کی' محمد بن ہشام کو سر قسطہ سے اس مہم میں شریک ہونے کے لئے بلا بھیجا۔ محمد بن ہشام نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اس پر خلیفہ ناصر کو طیش آگیا' لوٹ کر سر قسطہ کی طرف آیا اور محمد بن ہشام کے مقبوضہ قلعوں کو بزور تیغ فتح کر لیا' اس کے بھائی یحییٰ کو قلعہ روطہ سے گرفتار کر لیا' اس کے بعد ببلونہ کی جانب کوچ کیا' ملکہ طوطہ بنت انشیر نے نذرانہ اطاعت پیش کرکے اسے اپنا حاکم بالا دست تسلیم کر لیا۔ اور اپنے بیٹے غرسیہ بن شانجہ کو حکومت ببلونہ پر مامور کیا۔ خلیفہ ناصر نے ملکہ طوطہ کے مقبوضات سے اعراض کرکے البہ اور اس کے مضافات کی طرف قدم بڑھایا۔ چنانچہ اس سرزمین کو بھی خاطر خواہ پامال کیا' متعدد قلعوں کو مسمار اور منہدم کردیا۔ بعد میں جلیقیہ نے پھر پیش قدمی شروع کی۔ اس وقت رذمیر بن اردون اس پر حکمرانی کر رہا تھا۔ رذمیر نے اس پیش قدمی میں اپنے ساتھ وخشمہ کو شریک کر لیا تھا۔ خلیفہ ناصر کو اس کی خبر لگ گئی۔ قلعہ برمحث پر پہنچ کر ان دونوں کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار رذمیر کو شکست ہوئی اور بہزار خرابی اپنی جان بچاکر بھاگا۔ خلیفہ ناصر نے اس قلعہ کو اور اس کے علاوہ اور بہت سے قلعوں کو ویران اور خراب کر ڈالا۔ رذمیر اور خلیفہ ناصر سے متعدد لڑائیاں ہوئیں ان لڑائیوں میں کامیابی کا سہرا خلیفہ ناصر ہی کے سر رہا' ان پیہم کامیابیوں کے بعد خلیفہ ناصر بہ نفس نفیس جنگ خندق میں شریک ہوا اور اس لڑائی کے بعد پھر اور کسی جنگ پر بذاتہ خود نہیں گیا۔ لشکر ہمیشہ بھیجتا تھا۔ اس کے رعب و داب کا سکہ عیسائی بادشاہوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔

شاہ قسطنطنیہ کی سفارت

۳۳۶ھ میں قسطنطین بن الیون بن مشل بادشاہ قسطنطنیہ نے اظہار محبت و نیاز مندی کی غرض سے سفیر بھیجا اور نذرانے و تحائف روانہ کئے۔ خلیفہ ناصر نے دربار عام میں اس سفارت کے پیش کئے جانے کا حکم دیا۔ تمام افسران فوجی اور ملکی کے نام فرامین جاری کرا دیئے کہ دربار عام میں مناسب ساز و سامان اور آلات حرب سے مسلح ہو کر آئیں۔ قصر خلافت شاہانہ شان و شوکت سے آراستہ کیا گیا۔ دروازوں اور محرابوں پر عمدہ عمدہ پردے لٹکائے گئے۔ وسط میں تخت خلافت بچھایا گیا: جس پر بہت سے ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ تخت شاہی کے اردگرد شاہزادے' خلافت مآب کے بھائی' اعمام' رشتہ دار وزراء' اور خدام اعلیٰ قدر مراتب و درجات کھڑے ہوئے تھے' بادشاہ قسطنطنیہ کا سفیر دربار میں داخل ہوا تو دربار کی شان اور خلافت مآب کی جبروت سطوت سے حیرت زدہ ہو گیا مگر پھر ذرا سنبھلا اور شاہی تخت کے قریب جاکر اپنے بادشاہ قسطنطین کا پیام پہنچایا اور خط پیش کیا۔ خلیفہ ناصر نے حاضرین جلسہ کو اشارہ کیا کہ اس جلسہ میں حسب موقع و مناسب خطبہ دیا جائے جس میں اسلام و خلافت اسلامیہ کی عظمت بیان کی جائے اور ملتِ اسلامیہ کے اعزاز' دشمنان دین کی ذلت خواری پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جائے۔

چنانچہ حاضرین جلسہ میں بڑے بڑے نامی خطیب حاضر تھے' تعمیل حکم پر تیار ہوئے۔ لیکن جلسہ کے رعب یا سلطان کی سطوت سے اپنے پورے مافی الضمیر کو ادا نہ کر سکے۔ دو چار فقرے یا چند کلمے کہنے پائے تھے کہ زبان میں لکنت اور پاؤں میں لغزش پیدا ہو گئی۔ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے۔ انہی لوگوں میں ابو علی القالی وافد عراق تھا جو کہ حکم ولی عہد کے حاشیہ نشینوں اور مصاحبوں میں سے تھا۔ اس

خدمت کے انجام دینے کو فخریہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جب تمام خطیبوں کو جو کہ مشہور اور پہلے سے اس خدمت کے انجام دینے کو آمادہ ہو رہے تھے، اس حکم کی تعمیل میں ناکامی ہوئی تو منذر بن سعید بلوطی نامی ایک شخص جو پہلے سے اس خدمت کے لئے تیار بھی نہ ہوا تھا اور نہ اس نے اس سے پہلے ایسی شان و شوکت کی محفل دیکھی تھی، اٹھا اور نہایت متانت و سنجیدگی سے حسب حال و موقع تقریر کی اور خدمت کو پورے طور سے انجام دیا۔ ختم تقریر پر فی البدیہ چند اشعار پڑھے جس سے حاضرین جلسہ اس کی ظاہری حالت سے بے حد متعجب ہوئے اور اس کو اس خدمت کی بجا آوری کا فخر و مباہات حاصل ہوا۔ خلیفہ ناصر نے اس کی برجستہ تقریر اور فصاحت و بلاغت پر متحیر اور خوش ہو کر قاضی القضاۃ کا معزز عہدہ عطا فرمایا۔ اس واقعہ سے منذر عزت اور سربر آوردگی میں مشہور ہوا۔ اس کے حالات مشہور ہیں اور ان کا خطبہ بھی جو اس جلسہ میں اس نے دیا تھا ابن حبان کی تصانیف میں مذکور ہے۔

جوابی سفارت

ان سفیروں کی واپسی پر خلیفہ ناصر نے بھی ہشام بن کلیب جاثلیق کو مراسم اتحاد' مضبوط اور رشتہ مستحکم کرنے کی غرض سے کچھ نذرانے اور تحائف دے کر قسطنطنیہ بھیجا۔ دو برس بعد ہشام قسطنطنیہ سے اندلس واپس آیا' بادشاہ قسطنطنیہ نے پھر اس کے ساتھ اپنے سفیر بھیجے۔ اس کے بعد ہو تو بادشاہ سقالیہ' بادشاہ جرمن' افود بادشاہ فرانس جو کہ ببرت کے اس طرف تھا اور کلدہ بادشاہ فرانس اقصائے مشرق کے ایلچی آئے' خلیفہ ناصر نے ان لوگوں سے بھی ملاقات کی اور بادشاہ سقالیہ کے سفیروں کے ساتھ ربیع اسقف کو روانہ کیا۔ دو برس بعد وہ واپس آیا۔

اردون سے مصالحت

۳۴۴ھ میں اردون بن رذمیر کا سفیر آیا۔ یہ رذمیر وہی ہے جس نے اپنے بھائی ارفونس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دی تھیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ہے اردون کا سفیر مصالحت اور مراسم اتحاد قائم کرنے کا پیام لایا تھا۔ خلیفہ ناصر نے مصالحت کر لی اور دوستانہ مراسم قائم رکھنے کا عہد نامہ لکھ دیا۔ پھر ۳۴۵ھ میں اردون نے اس صلح نامہ میں فرولند بن عبد شلب سردار قسیلیہ کو داخل کرنے کی درخواست پیش کی' خلیفہ ناصر نے اس درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت فرما کر فرولند کو بھی عہد نامہ میں شامل کرنے کی اردون کو اجازت دی۔ غرسیہ بن شانجہ نے اپنے باپ شانجہ بن فرویلہ کے بعد جلیقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ کچھ روز بعد اہل جلیقہ اس سے باغی و منحرف ہو گئے۔ فرولند سردار قسیلیہ مذکور کو موقع مل گیا اس نے جلیقہ کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور اردون بن رذمیر کی جانب مائل ہو گیا۔ غرسیہ بن شانجہ ملکہ طوطہ بنت انشیر والیہ نکنس کا پوتا تھا۔ اسے اپنے پوتے غرسیہ کی تباہی و بربادی سے رنج و ملال ہوا۔ سلسلہ سفر درست کر کے وفد کے بطور ۳۴۷ھ میں خلیفہ ناصر کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اپنی اور اپنے بیٹے شانجہ بن رذمیر کی مصالحت اور اپنے پوتے غرسیہ کی اعانت کی درخواست پیش کی۔ ملکہ طوطہ کے ساتھ شانجہ اور غرسیہ بھی آئے ہوئے تھے۔ خلیفہ ناصر ان لوگوں سے بعزت و احترام پیش آیا' ان کی درخواست کے مطابق ملکہ طوطہ اور شانجہ کے ساتھ مصالحت کر لی' صلح نامہ کی تکمیل کرا دی' غرسیہ بادشاہ جلیقہ کے ہمراہ فوجیں روانہ کیں' عساکر اسلامیہ نے غرسیہ کو جلیقہ کا دوبارہ بادشاہ بنایا۔ چنانچہ جلیقہ نے اردون کی اطاعت سے منحرف ہو جانے کا اعلان کر دیا۔ غرسیہ نے خلیفہ ناصر کی خدمت میں شکریہ کا خط روانہ کیا نیز قرب و جوار کے لوگوں کو خلیفہ ناصر کی امداد و اعانت اور فرولند سردار قسیلیہ کی بدعہدی اور چیرہ دستی سے مطلع کیا اس سے لوگوں کو فرولند کی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی۔ اس زمانہ سے خلیفہ ناصر مرتے دم تک غرسیہ کی ہمدردی اور اعانت میں مصروف رہا۔

ملوک برشلونہ و طرکونہ کی مصالحت

جن دنوں کلدہ بادشاہ فرانس مشرقی کا سفیر آیا تھا اسی زمانہ میں بادشاہ برشلونہ اور طرکونہ کے سفیر بھی مصالحت و اتحاد قائم کرنے کی

غرض سے آئے ہوئے تھے۔خلیفہ ناصر نے ان کی درخواست کے مطابق ان لوگوں سے بھی مصالحت کر لی،اس کے بعد رومہ کا سفیر اظہار محبت اور رسم دوستی جاری رکھنے کے لئے حاضر ہوا ناصر نے اس سے بھی مراسم و اتحاد جاری رکھنے کا عہد کر لیا۔

خلیفہ ناصر نے اپنے بیٹے حکم کو اپنا ولیعہد بنایا تھا اور اپنے تمام لڑکوں پر اسے فضیلت دے رکھی تھی۔ کاروبار سلطنت میں بھی اسے دخیل کر لیا تھا۔ اکثر امور سیاست کا انتظام اس کے سپرد تھا،اگرچہ حکم کا بھائی عبداللہ عقل و فراست میں حکم سے کم نہ تھا لیکن باپ کا منظور نظر نہ تھا' یہ امر عبداللہ کو پسند خاطر نہ تھا۔ موقع کا منتظر تھا اس کی دلی رنجش نے باپ کی مخالفت پر ابھار دیا۔ اس نے ان اراکین دولت حکومت کو بھی اس مخالفت میں شریک کرنا چاہا جن کے دل پہلے سے اس مرض میں مبتلا ہو چکے تھے،ان لوگوں نے نہایت خوشی سے عبداللہ کی درخواست منظور مقبول کی۔ انہی لوگوں میں سے یاسر فتی وغیرہ تھے۔ شدہ شدہ اس کی خبر خلیفہ ناصر تک پہنچی،ناصر نے تفتیش شروع کی،تھوڑی سی کوشش سے اصلی واقعہ کا انکشاف ہو گیا۔ فوراً" اپنے بیٹے عبداللہ اور یاسر فتی کو ان تمام اراکین دولت کے ساتھ جو اس سازش و فتنہ پردازی میں شریک تھے،گرفتار کر لیا اور ۳۳۹ھ میں ان سب اجل رسیدوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔

تعمیرات

جس وقت خلیفہ ناصر کی حکومت اور سلطنت اندرونی اور بیرونی خدشات و خطرات سے محفوظ ہو گئی اور معقول طور سے اس کی امارت و حکمرانی کو استقلال و استحکام حاصل ہو گیا اس وقت خلیفہ ناصر نے تعمیرات کی طرف توجہ فرمائی۔ خلیفہ ناصر کے دادا امیر محمد اور اس کے باپ عبدالرحمٰن اوسط اور اس کے دادا حکم نے یکے بعد دیگرے اپنے اپنے محل سرا' صرف کثیر سے نہایت اعلیٰ درجہ کے بنوائے تھے۔ ان میں سے قصر الزہرا بھو الکامل اور قصیر حنیف بھی تھے۔ جب عبدالرحمن ناصر کا دور حکومت آیا تو اس نے بھی الزہرا کے پہلو میں محل سرا تعمیر کرایا اور اس کے نام "دارالروضہ" رکھا پہاڑ سے اس شاہی محل میں نل کے ذریعہ پانی لایا۔ مختلف ملکوں اور سرزمینوں سے بڑے بڑے مہندسوں اور انجینروں کو طلب کیا۔ چنانچہ وہ لوگ دور دراز ملکوں سے قرطبہ میں آئے حتیٰ کہ بغداد اور قسطنطنیہ کے مشہور مشہور کاریگروں نے زحمتِ سفر گوارا کر کے قرطبہ میں آ کر قیام اختیار کیا۔محل سرائیوں کی تعمیر کے بعد حمام کی تعمیر کی جانب متوجہ ہوا۔ محل سراؤں کے باہر بینا ناعورہ حمام تعمیر کرایا اور پہاڑ کی بلندی چوٹی سے پانی لایا۔ ۔ ۔ اس کے بعد مدینتہ الزہرا کا بنیادی پتھر رکھا اور اس کی تکمیل تعمیر کے بعد اسے اپنا دارالحکومت اور مرکز سلطنت قرار دیا،اس شہر میں بھی بڑی بڑی عمارتیں عمدہ عمدہ محل سرائیں اور باغات جو اس سے قبل کی تعمیرات سے اعلیٰ درجہ کے تھے،تعمیر کرائے،ان باغات میں جانوروں کے رہنے کے لئے جال دار مکانات اور سائبان اس قدر وسیع بنوائے کہ ہر جانور اس کی فضا میں کود پھاند کر سکتا اور طبعی طور سے رہ سکتا تھا۔ اسی شہر میں "دارالصناعۃ" آلات حرب اور زیورات کے بنانے کا بھی بڑا کارخانہ جاری کیا،صحن جامع قرطبہ میں بہت بڑا شامیانہ لوگوں کو تمازت آفتاب سے بچنے کے لئے بنوا کر نصب کرایا۔

خلیفہ ناصر کی وفات

خلیفہ ناصر نے جس کی ذات سے اسلام کی شان' دین کی شوکت از سر نو قائم ہوئی تھی ایسی شان دار سلطنت چھوڑ کر ۳۵۰ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔

خلیفہ ناصر[1] کے چار قاضی تھے۔مسلم بن عبدالعزیز' احمد بن تقی بن مخلد' محمد بن عبداللہ بن ابو عیسٰی اور منذر بن سعید بلوطی۔

---

[1] خلیفہ عبدالرحمٰن ملقب بہ الناصر الدین اللہ اموی ان تاج داروں میں تھا جس کے رعب داب کا سکہ تمام عالم پر تھا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر اکیس سال تھی۔ زمانہ ایسا نازک تھا کہ تمام ممالک ہسپانیہ میں فتنہ و فساد کی گرم بازاری تھی۔ افقِ سیاست آئے دن کی بغاوتوں اور سرحدی عیسائی امراء کے حملوں سے گرد آلود ہو رہا تھا۔ عبدالرحمٰن ناصر نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد پہلے باغی صوبوں پر حملہ کیا اور انہیں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ملقب بہ المستنصر باللہ ۳۵۰ھ تا ۳۶۶ھ

خلیفہ ناصر کی وفات پر حکم ملقب بہ المستنصر باللہ تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ عہدہ حجابت جعفر مصحفی کو مرحمت فرمایا۔ اس نے مستنصر کو جس دن اس نے تخت حکومت پر قدم رکھا ایک تحفہ پیش کیا تھا جس میں طرح طرح کی قیمتی اشیاء تھیں جسے ابن حیان نے مقتبس میں تحریر کیا ہے۔ وہو ہذا۔

بزور تیغ اپنا مطیع کیا۔ اس کے بعد سرحدی عیسائی ممالک پر جہاد کرنے میں مصروف ہوا۔ نوجوان بادشاہ اندلس اکثر لڑائیوں میں سپہ سالار میدان جنگ کی حیثیت سے اپنے لشکر کے ہمراہ جاتا تھا۔ اس سے لشکریوں کے جوش دل کی عجیب کیفیت ہو جاتی تھی۔ اور ہر سپاہی ایسے امیر لشکر کے جلو میں سرفروشی اور جان بازی کو اپنی سعادت سمجھتا تھا۔

پورے ستائیس سال کی جان توڑ کوششوں اور جانکاہ محنتوں سے عبدالرحمٰن ناصر نے اندلس کو اندرونی رقیبوں اور بیرونی حریفوں کی نظروں سے بچا کر ایک شائستہ اور محفوظ حکومت قائم کی اور اس زمانہ میں جب کہ اسے صحیح طور پر یہ خبر پہنچی کہ مختلف مقامی گورنروں کی خود مختاری اور اراکین سلطنت کی خود سریوں سے خلیفہ بغداد نام کا اقتدار ایوان خلافت کی چار دیواری کے اندر محدود ہو گیا ہے افریقہ میں بربریوں نے نام نہاد خاندانی حکومت کے علوی حکمراں نے اپنے کو امیر المومنین کہلانا شروع کر دیا ہے۔ نیز مونس نے اپنے آقائے نام دار خلیفہ مقتدر کو قتل کر ڈالا ہے۔ تب عبدالرحمٰن نے اپنے موروثی لقب کو بلا تکلف اختیار کر لیا اور خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث الناصر الدین اللہ کے مبارک لقب سے مخاطب ہوا اور حق یہ ہے کہ عبدالرحمٰن نے جیسا لقب اختیار کیا تھا ویسا ہی اسے بنایا۔

قرطبہ اس کے زمانہ میں دلہن کی طرح آراستہ تھا۔ مدبرانہ نظم ونسق اور شائستہ قوانین جاری تھے۔ دنیا کے علوم اور فنون کا یہ مرکز بنا ہوا تھا۔ طلباء دور دراز ملکوں سے تحصیل علم کے لئے یہاں آتے تھے۔ عروض الٰہیات قانون، فلسفہ، طب، تجارت اور طبیعات غرض ہر شاخ علم کی تعلیم یہاں ہوتی تھی۔ ہر فن کے یگانہ روزگار یہاں موجود تھے۔ کاملین جنگ اور واقفین فنون جنگ کا بھی یہی دنگل تھا۔ ارباب قلم اور اصحاب شمشیر یہاں کے قیام کو باعث ناموری و فخر تصور کرتے تھے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اندلس کو اس وقت اور بلاد یورپ سے وہی نسبت تھی جو کہ دلہن کو معمولی مستورات سے ہوتی ہے اور قرطبہ کو اندلس سے وہ مناسبت تھی جو سر کو جسم سے یا قلب کو اعضاء بدنیہ سے۔ شہر قرطبہ کی لمبائی میں مختلف بیانات ہیں۔ مگر اکثر کا اتفاق اس پر ہے کہ دس میل سے کسی طرح کم نہ تھی جو اس زمانہ میں لندن کی لمبائی ہے۔

خلیفہ کے رعب و داب کی یہ کیفیت تھی کہ عیسائی سلاطین اپنے جھگڑوں اور نزاعوں کے فیصلہ کرانے کے لئے خلیفہ ناصر کے دربار میں آتے تھے۔ قسطنطنیہ، فرانس، جرمنی اور اطالیہ کے بادشاہ مراسم اتحاد قائم کرنے اور باہم مصالحت رکھنے کی درخواست پیش کرنے کی غرض سے سفیر بھیجتے تھے۔ اس زمانہ میں کسی ملک کا ایسا کوئی حصہ نہ تھا جہاں ناصر کی سطوت و جبروت اپنی شکل نہ دکھلا رہی ہو۔ خلیفہ ناصر کی عقل و دانش اور دولت و عظمت کا شہرہ تمام براعظم یورپ اور افریقہ میں عام ہو رہا تھا۔ ابن حبان تحریر کرتا ہے کہ جس وقت سفیران قسطنطنیہ تحائف و نذرانے لئے ہوئے سرزمین اندلس میں وارد ہوئے تو خلیفہ ناصر نے سرحد پر نیز سفر میں مہمان داری کرنے کی غرض سے یحییٰ بن محمد بن لیث کو روانہ کیا۔ پھر جب سفراء مذکور محلات قرطبہ کے قریب پہنچے تو سپہ سالاران لشکر نے یکے بعد دیگرے سفیروں سے ملاقات کی۔ اس کے بعد خواجہ سراؤں کے سردار یاسر اور تمام لوگ جو محلات شاہی کے داروغہ اور خلیفہ ناصر کے جلیس خلوت تھے ملے اور نہایت احترام سے ولی عہد حکم کے ایوان خاص میں جو کہ شہر پناہ قرطبہ کے قریب تھا ٹھہرایا، خواص و عوام کی آمد و رفت کی ممانعت کر دی گئی اور ان سفیروں کی حجابت پر ۱۶ منتخب آزاد غلام مقرر کئے، خلیفہ ناصر نے ان سفیروں کے ملنے اور کاغذات پیش کئے جانے کے لئے گیارہویں ربیع الاول سنہ ۳۳۸ھ اور بقول مورخ علامہ ابن خلدون سنہ ۳۳۶ھ بمطابق سنہ (۹۴۹ء) یوم شنبہ مقرر کیا۔ قصر قرطبہ محل سرا شاہی شان و شوکت سے آراستہ کیا گیا وسط میں ایک جڑاؤ تخت بچھایا گیا۔ تخت کے دائیں بائیں جانب پہلے خلیفہ ناصر کے بیٹوں کی کرسیاں رکھی گئیں سب سے پہلے ولی عہد سلطنت حکم کی بعدہ، عبداللہ کی پھر عبدالعزیز ابو الاصبغ پھر مروان کی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک سو فرانسیسی غلام عمدہ نسل کے گھوڑوں پر سوار تلواروں' نیزوں زرہوں' ڈھالوں' ہندی خودوں سے آراستہ پیراستہ' تین سو بیس مختلف اقسام کی زرہ' تین سو خود ایک سو بیضہ ہندیہ' پچاس خود خشبیہ (لکڑی والے) یہ لکڑی فرانس کی مشہور اور اعلیٰ درجہ کی طاشانیہ سے کہیں نفیس اور قیمتی تھیں۔ تین سو فرانسیسی حربہ' ایک سو سلطانی ڈھالیں جو شیں طلائی' پچیس طلائی سنگین جو بھینس کی سینگ کی بنائی گئی تھی۔

کرسیاں رکھی گئیں بائیں جانب منذر' عبدالجبار اور سلیمان کی کرسیاں حسب ترتیب بچھائی گئیں۔ عبدالملک بن خلیفہ ناصر علالت کی وجہ سے شریک دربار نہیں ہوا۔ ان شاہزادوں کے بعد وزراء حسب مراتب دائیں بائیں حاضر تھے۔ پھر حجاب اس کے بعد وزراء کے لڑکے' خدام اور وکلاء صف بصف ایستادہ ہوئے' تمام محل میں اندر سے صحن تک قیمتی قیمتی قالینوں اور اعلیٰ درجہ کے فروش کا فرش تھا۔ دروازوں اور محرابوں پر ریشمی زردوزی کے پردے لگائے گئے۔ سفرائے قسطنطنیہ جس وقت اس شاہانہ دربار میں حاضر ہوئے' دربار کی آراستگی دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اور سب سے زیادہ حیرت تو ان پر خلیفہ ناصر کی سطوت و جبروت چھاگئی۔ جوں توں تخت شاہی کے قریب پہنچ کر اپنے بادشاہ قسطنطین بن لیو والی قسطنطنیہ کا خریطہ پیش کیا۔ غلاف آسمانی رنگ کا تھا۔ جس پر سنہرے حرفوں سے بخط اغریقی (یونانی) لکھا ہوا تھا۔ غلاف کے اندر ایک صندوقچہ تھا اور یہ بھی رنگین تھا۔ نقرئی حروف سے بخط اغریقی تحریر تھا۔ صندوقچہ پر سونے کی مہر لگی ہوئی تھی جس کا وزن چار مثقال تھا مہر کے ایک رخ میں مسیح کی صورت تھی۔ دوسری جانب خود بادشاہ قسطنطنیہ کی تصویر اس کے بیٹے کے ساتھ منقوش تھی اس صندوقچہ کے اندر دوسرا چھوٹا صندوقچہ تھا یہ صندوقچہ شیشہ کا تھا۔ طلائی و نقرئی مینا کار کام اس پر بنا تھا۔ اس صندوقچہ کے اندر ایک ریشمی لفافہ تھا جس کے اندر خط رکھا ہوا تھا۔ عنوان خط کے ایک سطر میں قسطنطین رومانس و مومنین مسیح بادشاہ عظیم سلطنت روم لکھا ہوا تھا اور دوسری سطر میں بزرگ قابل تعظیم مفتخر و شریف النسب عبدالرحمٰن خلیفہ و حاکم عرب در ملک اندلس اللہ تعالیٰ ان کی بقا کو دراز کرے مکتوب تھا۔

خلیفہ عبدالرحمٰن نے خط سن کر اشارہ کیا کہ خطباء اسپیکر یا لکچرار اور شعراء حسب موقع مناسب تقریر کریں اور قصائد پڑھیں ولی عہد حکم نے فقیہ محمد بن عبد البر کشیانی کو اس خدمت کے انجام دینے کو حکم دیا اگرچہ اسے اپنی قادر الکلامی کا بہت کچھ دعویٰ تھا۔ اور فی البدیہہ خطبہ دینے پر بہ نسبت اوروں کے بے حد مشاق تھا مگر دربار کی شان و شوکت اور خلیفہ ناصر کی سطوت و جبروت سے کھڑے ہوتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تب ابو علی بغدادی اسماعیل بن قاسم قالی مولف امالی و نوادر کھڑا ہوا' یہ خلیفہ کے یہاں بطور وفد عراق سے آیا ہوا تھا۔ اور ولی عہد سلطنت کا منظور مقبول تھا۔ حمد و نعت کے بعد یہ بھی خاموش ہو رہا صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی فکر و اندیشہ میں مستغرق ہے۔ ابن حبان وغیرہ نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ مورخ علامہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ دینے کے لئے ابو علی القالی کو پہلے سے اس خدمت پر مامور کیا گیا تھا۔ مطمح میں لکھا ہوا ہے کہ جس وقت ابو علی حمد و نعت پڑھ کر خاموش کھڑا ہو گیا منذر بن سعید بلوطی جو زمرہ فقہا میں حاضر دربار تھا' خود بخود اٹھ کھڑا ہوا اور ایسی تقریر شروع کی کہ جو ابو علی کے کلام سے چسپاں ہو گئی سامعین کو یہ معلوم نہ ہوا کہ حمد و نعت کسی اور کی ہے اور تقریر کسی اور کی۔ خطبہ اور اشعار جو منذر نے اس موقع پر پڑھے تھے کتاب نفح الطیب جز اول صفحہ ۲۳۸' ۲۳۹' ۲۴۱ میں موجود ہیں۔ فمن شاء الاطلاع علیھا فلیرجع الیہ

مورخوں نے لکھا ہے کہ خلیفہ ناصر کے عہد حکومت میں دو کروڑ چون لاکھ اسی ہزار دینار (ایک دینار تقریباً" نو روپیہ کا ہوتا ہے) اندلس کا خراج تھا۔ بازار اور گزروں کی آمدنی سات لاکھ پینسٹھ ہزار دینار تھی۔ باقی رہے اخماس غنائم (مال غنیمت کا پانچواں حصہ) یہ خارج از شمار تھے۔ اس کا احصاء کسی دفتر سے نہیں ہو سکتا خلیفہ ناصر اس خراج کو تین حصوں میں تقسیم کرتا تھا۔ ایک ثلث آراستگی فوج اور درستی سامان جنگ پر صرف کرتا تھا۔ اور ایک ثلث کو تعمیرات میں لگاتا تھا۔ باقی رہا تیسرا ثلث وہ بیت المال میں جمع کیا جاتا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بعد وفات خلیفہ ناصر کاغذات میں سے ایک قلمی یادداشت بخط خاص خلیفہ ناصر نکلی جس میں مرحوم خلیفہ نے وہ دن کمال احتیاط سے لکھے تھے جو اس کے پچاس سالہ حکومت میں افکار سے خالی تھے۔ شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ اس طویل اور دراز زمانہ میں اسے ایسے دن صرف چودہ نصیب ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اہلِ جلالقہ کی سازش

خلیفہ ناصر کی وفات کے بعد جلالقہ کو ملک گیری کی خواہش دامن گیر ہوئی۔فوجیں آراستہ کر کے سرحد پر آپڑے۔ خلیفہ حکم نے اس سے مطلع ہو کر بذاتہٖ اس مہم کے سر کرنے کے لئے کوچ کیا اور اس شدت سے جلالقہ پر حملہ کیا کہ ان کے دانت کھٹے ہو گئے بوریا بستر سنبھال کر سرحد بلاد اسلامیہ سے کوچ کر گئے۔ مصالحت کا پیام دیا اور اپنے اس خیال خام سے باز آئے جسے انہوں نے خلیفہ ناصر کی وفات کر جانے سے اپنے دماغوں میں پکانا شروع کیا تھا۔

عیسائیوں پر فوج کشی

اس کے بعد اس کا آزاد غلام غالبؔ بلاد جلیقہ پر جہاد کے لئے کمر بستہ ہو کر نکلا۔فوجیں آراستہ کر کے دارالحرب میں داخل ہونے کی غرض سے شہر سالم کی طرف روانہ ہوا۔ جلیقہ نے بھی اس خبر سے مطلع ہو کر فوجیں فراہم کیں۔ دونوں فوجوں کا ایک وادی میں مقابلہ ہوا۔ سخت اور خون ریز جنگ کے بعد عساکر اسلامیہ نے عیسائیوں کو شکست دی اور ان کے لشکر گاہ کو لوٹ کر فرولند قومس کے شہر پر چڑھ گئے۔اسے بھی تاخت و تاراج کر کے مظفر و منصور مال غنیمت لئے ہوئے واپس ہوئے۔ اسی زمانہ میں شانجہ بن رذمیر بادشاہ بشکنس کو بد عہدی کا خیال پیدا ہوا اور خلاف عہد نامہ ممالک اسلامیہ کی جانب پیش قدمی شروع کی' خلیفہ حکم نے یحیٰی بن یجیی والی سرقسطہ کو افواج اسلامیہ کا افسر بنا کر اس مہم کے سر کرنے کے لئے روانہ کیا' بادشاہ جلالقہ شانجہ کی کمک پر آیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔میدان یحیٰی کے ہاتھ رہا۔ عیسائیوں کو بہت بری طرح شکست ہوئی۔ بھاگ کر فوریہ میں اپنی جان بچائی۔ عساکر اسلامیہ نے جی کھول کر شانجہ کے مقبوضات کو تاخت و تاراج کیا اور بہت سا مالِ غنیمت لے کر واپس ہوئے۔ انہی دنوں ہذیل بن ہاشم اور غالب (مولائے حکم) بہ اجازت خلیفہ حکم سرحدی یسائی مقبوضات پر جہاد کے لئے گئے اور کامیابی کے ساتھ واپس آئے' حکم کی فتوحات کی تمام سرحدی ملکوں میں دھوم مچ گئی۔ سرحدی سلامی سپہ سالاروں کے حوصلے بڑھ گئے۔ ہر طرف سے فتح یابی اور کامیابی کی بشارتیں آنے لگیں۔ ان فتوحات میں سب سے بڑی اور مایاں فتح قلعہ مقبوضات بشکنس کی فتح تھی جو غالب کے ہاتھ پر ہوئی خلیفہ حکم نے قلعہ کو از سرِ نو تعمیر کرایا اور اپنی خاص توجہ اس کی ہلنب مبذول کی۔ اس کے بعد قطوبیہ کی فتح ہے۔ قطوبیہ کے سر کرنے کا سہرہ سپہ سالار وشقہ کے سر پر باندھا گیا۔ اس کے فتح ہونے سے ہت سا مال' اسباب آلات حرب و محاصرہ اور غلہ کا بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ لگا۔ اس کے مضافات سے گائے بکریاں' گھوڑے' کھانے پینے کی ہزیں اور قیدی جو تعداد و شمار سے باہر تھے' عساکر اسلامیہ کے ہاتھ آئے' پھر ۳۴۵ھ میں غالب سپہ سالار افواج اسلامی نے بلاد البہ پر ذھائی کی' اس مہم میں یحیٰی بن محمد یجیبی اور قاسم بن مطرف بن ذی النون وغیرہ نامی گرامی اور ماہر سپہ سالار شریک تھے' عساکرِ اسلامیہ نے پہلے قلعہ غرماج پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد دشمنوں کے شہروں کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے گھس پڑے اور کامیابی کے ساتھ واپس ئے۔

وفات کے وقت اس کی عمر تہتر برس کی تھی۔ چہرہ کا رنگ سفید چمک دار' حسین اور عظیم الجثہ تھا۔ پنڈلیاں چھوٹی اور پتلی' پیٹھ لمبی تھی۔ اہل اندلس کا بیان ہے کہ یہ پہلا خلیفہ ہے جو اپنے دادا کے بعد تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ ام ولد مرجانہ کے بطن سے تھا۔ جن لوگوں نے امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا ان میں سے کسی نے اس کے زمانہ خلافت کے برابر باستثناء مستنصر علوی والی مصر کے خلافت نہیں کی وفات کے وقت اس کے گیارہ لڑکے موجود تھے۔ ماہ رمضان المبارک سنہ ۳۵۰ھ میں وفات پائی۔ افسوس ہے کہ اس کے جانشین پھر ایسی قابلیت کے نہ ہو سکے۔ مترجم ملخص از کتاب نفح الطیب جلد اول صفحہ ۲۲۷ لغایتہ ۲۴۷ و کامل ابن اثیر جلد ۱۷۱، ۲ و تاریخ اسپین انگریزی۔

نہ بلاد اسلامیہ کے سرحد کا سپہ سالار تھا۔

مجوسیوں کا بحری حملہ

اسی سنہ میں مجوسیوں کی کشتیوں کا بیڑا بحر کبیر کے ساحل سے آلگا اور ان لوگوں نے خشکی پر اتر کر اشبونہ کے مضافات میں غارت گری اور لوٹ مار شروع کر دی۔ اہل اشبونہ مسلح ہو کر مقابلہ پر آئے اور مجوسیوں سے لڑنے لگے۔ مجوسی گھبرا کر اپنی کشتیوں کی جانب واپس ہوئے۔ خلیفہ حکم کو اس کی خبر لگی تو اس بیدار مغز بادشاہ نے سپہ سالاروں کو سواحل کی محافظت کی ہدایت کی اور تاکید کی اور عبدالرحمن بن رماحس امیر البحر کو حکم دیا کہ جس قدر ممکن ہو جنگی کشتیوں کا ایک بیڑہ مجوسیوں سے جنگ کرنے کو بھیج دو' اس حکم کے صادر ہوتے ہی یہ اطلاع پہنچی کہ سواحل کے ہر طرف سے عساکر اسلامیہ نے حملہ کرکے مجوسیوں کو ان کی پیش قدمی کا مزہ چکھا کر اور ذلیل و خوار کرکے واپس کر دیا۔

عیسائی حکمرانوں سے معاہدات و سفارات

ان واقعات کے بعد اردون بن اوفونش معزول شہزادہ جلالقہ دربار حکم میں حاضر ہوا اور بہ کمال عجز و الحاح یہ درخوست کی کہ مجھے تخت حکومت پر بحال و قائم ہونے میں مدد دیجئے۔ اردون کا چچا زاد بھائی شانجہ بن زومیر باعانت خلیفہ ناصر تخت حکومت پر متمکن ہو گیا تھا اور عیسائیوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی تھی' اس وقت اردون اپنے داماد فرولند حکمراں قشتیلہ کے پاس چلا گیا تھا۔ خلیفہ ناصر کی وفات کے بعد اردون کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا خلیفہ حکم بھی شانجہ کا معاون نہ ہو جائے' جیسا کہ اس کا باپ خلیفہ ناصر اس کا معین ہوا تھا' اس خیال کا پیدا ہونا تھا کہ سامان سفر درست کرکے بطور وفد خلیفہ حکم کی خدمت میں حاضر ہو کر پناہ گزین ہو گیا۔ خلیفہ حکم نے اس سے ملاقات کرنے کے لئے ایک خاص دن مقرر کیا اور جیسا کہ اس کے پہلے سفراء سلاطین کے آنے پر دربار سجایا گیا تھا اردون کے آنے پر بھی ایوان خلافت آراستہ کیا گیا۔ ابن حبان نے اس آراستگی و اہتمام کو اس طرح بیان کیا ہے۔ جس طرح کہ پہلے دربار خلافت کا حال تحریر کیا ہے۔ الغرض خلیفہ حکم کی خدمت میں اردون باریاب ہوا خلیفہ حکم نے بیٹھنے کی اجازت دی' اس کے دشمن کے مقابلہ میں امداد کا وعدہ کیا اور چونکہ اردون خود دربار شاہی میں حاضر ہوا تھا' اس وجہ سے خلعت عنایت کیا' بعدہٗ اسلام کی دوستی اور فرولند قومس سے قطع تعلق کر لینے کی شرط پر عہد نامہ لکھا گیا۔ خلیفہ حکم نے توثیق عہد و قرار کی غرض سے اردون کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور اردون نے اپنے بیٹے غرسیہ کو مزید اطمینان کے لئے دربار خلافت میں بطور ضمانت کے پیش خدمت رہنے کا وعدہ کیا چنانچہ تکمیل عہد نامہ کے بعد صلے اور جائزے اردون کو اور اس کے ہمراہیوں کو مرحمت ہوئے۔ واپسی کے وقت ان لوگوں کے ہمراہ قرطبہ کے چند ذمی مسیحی امراء اور ولید بن مغیث قاضی' اصبغ بن عبداللہ بن جاثلیق اور عبداللہ بن قاسم مطران وغیرہ بھیجے گئے کہ اردون کے ملک میں پہنچ کر اس کی تخت نشینی کی رسم میں شریک ہوں اور اس کے رہین کو قرطبہ لے آئیں' یہ واقعہ ۳۵۱ھ کا ہے۔

انہیں دنوں اردون کے ابن عم شانجہ بن زومیر نے پھر اہل جلیقہ و سمورہ کے سرداروں اور مسیحی علماء کو بطور وفد دربار شاہی میں اظہار اطاعت اور شاہنشاہی اقتدار تسلیم کرنے کی غرض سے روانہ کیا اور یہ امید ظاہر کی کہ جس طرح آپ کے بزرگ باپ خلیفہ ناصر نے مجھے تخت حکومت پر متمکن فرمایا تھا اسی طرح آپ بھی مجھے بحال و قائم رکھیے۔ خلیفہ حکم نے ان لوگوں کے عہد و اقرار کو بہ چند شرائط قبول و منظور فرمایا۔ ان شرطوں میں سے ان قلعوں اور برجوں کا منہدم کرنا تھا جو ممالک اسلامیہ کی سرحد پر بنا لئے گئے تھے۔

اس کے بعد حاکم فرانس کی طرف سے مراسم اتحاد قائم رکھنے کی سفارت آئی۔ اسی وقت ملوک برشلونہ اور طرکونہ نے بھی سفارتیں اظہار مودت کی غرض سے بھیجیں اور یہ درخواست کی کہ دونوں سلطنتوں میں جیسا کہ اس سے پیشتر رسم اتحاد تھی' وہی قائم و بحال رکھی جائے۔ سفارت کے ساتھ ان دونوں بادشاہوں نے کچھ تحفے بھی بھیجے تھے وھو ہذا "صقالیہ کے خواجہ سراؤں کے لڑکے بیس نفر' بیس قنطار[1] سمور کا اون' پانچ قنطار قصدیر[2]' دس صقلی زرہیں اور دو سو فرانسیسی تلواریں" خلیفہ حکم نے ان لوگوں کے تحائف کو قبول فرمایا اور ان

---

[1] ایک قنطار سو رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل برابر ہوتا ہے ۳۴ تولہ کے۔ مترجم۔

[2] قصدیر یا قزدیر ایک معدنی دھات ہے۔ مترجم۔

شرائط سے مصالحت کرلی کہ یہ دونوں ان قلعوں کو منہدم و مسمار کرا دیں جو حدود و ممالک اسلامیہ کے قریب واقع ہیں اور یہ دونوں آئندہ اپنے کسی ہم مذہب کی مدد' خلافت مآب کے خلاف نہ کریں اور عیسائیوں کو مسلمان تاجروں کی مزاحمت اور ایذارسانی سے روک دیں۔

اس کے بعد غرسیہ بن شانجہ بادشاہ بشکنس کے سفراء روسا اور علما نصاری کے ایک گروہ کے ساتھ دربار حکم میں حاضر ہوئے' مصالحت کی درخواست پیش کی اگرچہ اس نے سفارت بھیجنے اور مصالحت کی درخواست کرنے میں توقف کیا تھا مگر خلیفہ حکم نے اپنی فیاضی اور عام اخلاق سے اسے محروم نہ رکھا اس کی بھی درخواست منظور فرمائی۔ چنانچہ سفراء بادشاہ بشکنس نے کامیابی کے ساتھ مراجعت کی۔

اسی سنہ مذکور میں ملدر لرزیق بن بلاکش (سردار مغربی جلیقیہ جو سب میں سربر آوردہ اور ممتاز تھا) دارالخلافت قرطبہ میں خلیفہ حکم کی خدمت میں آئی خلیفہ حکم نے اس کی بڑی خاطرمدارت کی' اراکینِ دولت کو استقبال کا حکم دیا اور اس سے ملنے کا ایک خاص دن مقرر کیا جس میں تمام شاہی محل اور دربار آراستہ کیا گیا۔ چنانچہ ملدر لرزیق نے حاضر ہو کر مصالحت و مراسم اتحاد قائم رکھنے کی درخواست پیش کی۔ خلیفہ حکم نے اس کی خواہش اور استدعا کے مطابق اس کے بیٹے کے لئے عہد نامہ صلح لکھ دیا اور اسے بہت سا مال و زر عطا کیا جو اس کے ہمراہی وفود میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ ایک خچر سواری کے لئے مرحمت ہوا جس کی زین اور لگام مطلا تھی اور جھول دیبا کی تھی اس کے بعد خلیفہ حکم کے اراکینِ دولت نے اس سے بازدید کی ملاقات کی۔ پھر اراکینِ دولت اس کے ساتھ قرطبہ کے باہر تک آئے اور کل سامان سفر جائزے خلعتیں وغیرہ خلیفہ کی طرف سے آئے۔

المغرب الاقصیٰ اور المغرب کی اطاعت

ان واقعات کے بعد خلیفہ حکم کی فوجیں حدود المغرب الاقصی اور المغرب الاوسط کی جانب بڑھیں اور ملوک زناتہ' مغراوہ' اور مکناسہ کو خلیفہ حکم کے شاہنشاہی اقتدار کے تسلیم کرنے کا پیام دیا ان لوگوں نے بطیب خاطر اپنے کو خلیفہ حکم کے ظل حمایت میں داخل کر کے اس کے اقتدار شاہی کو تسلیم کر لیا اور اس کے نام کا خطبہ اپنے یہاں کی جامع مساجد میں پڑھانے لگا۔ اسی وجہ سے حکومت شیعہ اور دولت امویہ اندلوسیہ میں عداوت پیدا ہو گئی۔ اور ان ملکوں میں ایک کا دوسرے سے تصادم ہوا۔ ان کے ملوک میں سے بنی آل خزر اور بنی ابی العافیہ بطور وفد کے دربار حکم میں حاضر ہوئے تھے۔ چنانچہ خلیفہ حکم نے ان لوگوں کو معقول صلے عنایت کئے نہایت احترام سے ٹھہرایا اور نہایت عزت سے واپس کیا۔ ان کے سرداروں میں سے بنی ادریس کو سرحد پر سرسبز و شاداب مقام پر چند روز رہنے کے لئے وہی جگہ دی پھر براہ دریا انہیں قرطبہ لے آیا اور جلاوطن کر کے اسکندریہ کی جانب روانہ کر دیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ اسے تحریر کریں گے۔

علم و ادب کی سرپرستی

خلیفہ حکم' علوم اور فنون کا شیدائی' اہلِ علم و فضل کا قدر دان اور عزت کرنے والا تھا۔ ہر قسم کی کتابوں کا بے حد شائق تھا' اس نے ایک بہت بڑا کتب خانہ بنوایا تھا' جس میں بے شمار کتابیں تھیں اس سے پیشتر' ملوکِ اندلس میں سے کسی نے اس قدر کتابیں نہیں جمع کی تھیں۔

ابنِ حزم کہتا ہے کہ مجھے خواجہ سرا تلیمد نے جو کتب خانہ واقعہ مکان بنی مروان کا داروغہ تھا' اطلاع دی ہے کہ حکم کے شاہی کتب خانہ میں صرف دواوین کی فہرست کی چوالیس جلدیں تھیں' ہر فہرست میں بیس بیس اوراق تھے جس میں سوائے دواوین کے اسماء کے اور کتابوں کے نام تھے' حکم نے دارالحکومت قرطبہ میں علم و فضل کا بازار لگا دیا تھا دُور دراز کے ملکوں سے اہلِ علم و فضل اس کی کششِ مقناطیسی سے کھنچے چلے آتے تھے۔ ابو علی القالی مؤلف کتاب الامالی بغداد جیسے اسلامی دارالسلطنت سے قرطبہ چلا آیا۔ خلیفہ حکم نے اس کی بے حد عزت اور قدر افزائی کی' اہلِ اندلس نے اس کے علم سے فائدہ اٹھایا' بہ نظر قدر افزائی خلیفہ حکم نے اسے اپنے مخصوص مصاحبوں میں داخل کر لیا اور اس کے علم سے مستفید ہوا۔ نادر نایاب اور نئی کتابوں کے باہم پہنچانے کے لئے تمام عالم میں معتبر آدمیوں اور تجار کو روانہ کیا کہ جس قدر نادر کتابیں دستیاب ہوں زر کثیر ان کی خریداری میں صرف کر کے انہیں حاصل کر لیں اور قرطبہ بھیج دیں۔ جہاں

کہیں سن پاتا کہ فلاں شخص نے فلاں کتاب تصنیف کی ہے فوراً اس سے قبل اشاعت اس کتاب کو خرید کر کے اپنے کتب خانہ میں داخل کر لیتا تھا۔ چنانچہ ابو الفرج اصفہانی مصنف کتاب الاغانی کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا' ابو الفرج خاندان بنی امیہ سے تھا۔ حکم نے ایک ہزار دینار سرخ اس کے پاس بھیج دیئے اور ایک نسخہ کتاب مذکور کا عراق میں شائع ہونے سے پیشتر منگوا کر اپنے کتب خانہ میں رکھ لیا۔ ایسا ہی واقعہ قاضی ابو بکر بسری مالکی کے ساتھ پیش آیا تھا' جب کہ اس نے مختصر ابن عبدالحکیم کی شرح لکھی تھی۔ بڑے بڑے خوش نویسوں' خطاط اور عمدہ جلد سازوں کا دارالخلافت قرطبہ میں جمگھٹا رہتا تھا۔ جو کتاب بہ قیمت نہ مل سکتی تھی اس کی نقل کر لی جاتی تھی غرض اندلس میں اس قدر کتابوں کا ذخیرہ فراہم ہو گیا تھا کہ خلیفہ حکم سے پہلے' اور اس کے بعد کبھی جمع نہیں ہوا۔ البتہ خلیفہ ناصر عباسی ابن مستضی تاج دار سلطنت بغداد نے ایسا ہی ذخیرہ کتابوں کا جمع کیا تھا۔ اس زمانہ سے یہ کتابیں برابر محل سرائے شاہی قرطبہ میں رہیں حتیٰ کہ زمانہ محاصرہ بربر میں بہ اجازت و حکم واضح حاجب اکثر کتابیں فروخت کر ڈالی گئیں۔ واضح حاجب منصور ابن ابی عامر کا خادم خاص تھا باقی کتابیں جس وقت بربر نے قرطبہ میں قدم رکھا اور بزورِ تیغ اس پر قابض ہوئے کچھ لٹ گئیں جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

خلیفہ حکم کی وفات

خلیفہ حکم کے عہد حکومت میں اس کی فوجیں بلاد سرحدی' المغرب الاقصیٰ اور المغرب الاوسط کو برابر پامال اور تاراج کرتی رہیں۔ ملوک زناتہ مغراوہ اور مکناسہ نے نہایت خوشی سے اس کی حکومت اور شاہی اقتدار کو تسلیم کیا۔ اس کے نام کا خطبہ اپنے ہاں کے منبروں اور مسجدوں میں پڑھا۔ یہی وجہ تھی کہ حکم نے حکومت شیعہ سے جو کہ ان دنوں اس کے گرد و نواح میں پھیلی ہوئی تھی' مقابلہ کیا۔ ان کے ملوک و سلاطین آل خزر اور بنی ابی العافیہ بطور وفد اس کے دربار میں آئے' ان لوگوں کے وفد کی بے حد عزت کی اور معقول انعامات عنایت کئے۔ اس کے بعد خلیفہ[1] حکم المستنصر باللہ اموی تاج دار اندلس مرض فالج میں مبتلا ہوا۔ رفتہ رفتہ مرض نے اس قدر ترقی کی کہ صاحب فراش ہو گیا اور سولہ برس حکومت کر کے ۳۶۶ھ کو گوشہ قبر میں جا چھپا۔

---

[1] خلیفہ حکم کی سوانح پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ حکم اس شان و شوکت اور رعب داب کا حکمران نہ تھا جیسا کہ اس کا باپ خلیفہ ناصر تھا مگر پھر بھی اس کے جلال سے یورپ کے سلاطین مرعوب ہو رہے تھے اور اس سے مراسم اتحاد قائم رکھنے کو باعث فخر و عزت سمجھتے تھے۔ خلیفہ حکم نے اپنے باپ کے انتقال کے دوسرے دن یوم پنج شنبہ کو تخت حکومت پر قدم رکھا تھا تمام ملک میں اپنی بادشاہی و تخت نشینی کے فرامین اور خطوط روانہ کئے۔ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی نظام حکومت کے درست کرنے' شیرازہ سلطنت کو مستحکم اور مضبوط بنانے' تعمیرات عامہ اور ترتیب افواج کی جانب توجہ کی۔ ناصر کی وفات اور حکم کی تخت نشینی سے سرحدی عیسائی سلاطین اور امراء نے ممالک اسلامیہ کی طرف پیش قدمی شروع کیا اور یہ خیال کر کے کہ خلیفہ ناصر کا تو انتقال ہو ہی چکا ہے اور اس کا جانشین محض کتابی کیڑا ہے عہد شکنی پر آمادہ ہو گئے۔ خلیفہ حکم نے ان کے مقابلہ پر فوجیں بھیجیں' ان فوجوں کی سپہ سالاری کبھی تو خود کرتا تھا اور گاہے اپنے نامور سورما اور جنگ آزما امراء وزراء کو امیر لشکر مقرر کر کے روانہ کرتا تھا اور اس فوج کشی میں کامیابیاں حاصل کرتا تھا۔ انگریزی مورخوں کا خیال یہ ہے کہ خلیفہ حکم کتابی کیڑا تھا اس کو مخالفین کے مقابلہ پر خلیفہ اعظم عبدالرحمن ثالث الناصر الدین اللہ کا بیٹا ہونا فتح یاب کرتا تھا۔ کیونکہ مخالفین کے دلوں پر اس کے باپ کے رعب کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ اگر ان کا یہ خیال صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کسی طرح یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ سرحدی عیسائیوں کو عہد شکنی پر تحریک کون کرتا تھا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان احسان فراموشوں کو خلیفہ ناصر کی کفش برداری اور قتل و غارت گری بھول گئی تھی اور اس اتفاقی تبدیلی حکومت سے انہوں نے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے حاضر ہو کر پھر مصالحت کی درخواست کی اور اس کے شاہی اقتدار کو تسلیم کیا۔ جیسا کہ آپ اصل ترجمہ تاریخ میں ابھی پڑھ چکے ہیں۔ آخر ماہ صفر سنہ ۳۹۱ھ میں اردون (اوڈونو) بن اوفونش اپنے بیس مصاحبوں کے ساتھ بطور وفد ملک اندلس میں داخل ہوا۔ غالب ناصری اسے اپنے ہمراہ لئے ہوئے قرطبہ کی جانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں محمد و زیاد پسران افلح ناصری عظیم فوج لئے ہوئے ملے۔ اگلے دن یہ دونوں اردون کے ساتھ قرطبہ کی طرف روانہ ہوئے خلیفہ حکم نے اس سے مطلع ہو کر ہشام مصحفی کو

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

باب ۲۱

واقعات ۳۶۶ھ تا ۴۲۸ھ

ہشام المؤید باللہ کی خلافت

اس کے بعد اس کے بیٹے ہشام نے تخت پر قدم رکھا۔ یہ اس وقت کم سن تھا۔ قریب بلوغ پہنچ گیا تھا۔ خلیفہ حکم نے ہشام کے زمانہ ولی عہدی میں محمد بن ابی عامر کو ہشام کی وزارت پر متعین کیا تھا۔

محمد بن ابی عمر پہلے دفتر قضاء میں ملازم تھا' خلیفہ حکم نے اس کی ملازمت کو محکمہ وزارت میں تبدیل کر دیا۔ رفتہ رفتہ تمام امور کا انتظام اس کے سپرد کر دیا گیا۔ آدمی ہوشیار اور کفایت شعار تھا' مستقل طور سے وزارت کا کام کرنے لگا اور خلیفہ حکم کی آنکھوں میں بھی عزیز اور موقر ہو گیا۔ جب خلیفہ حکم نے اپنا سفر دنیا تمام کیا اور حشام کی حکومت کی بیعت لی گئی اور "المؤید" کا مبارک خطاب قبول کیا اس وقت محمد بن ابی عامر نے خلیفہ کے بھائی کو جو کہ دعوت دار امارت و خلافت تھا' بڑی بڑی چالوں سے قتل کیا۔ بعد میں جعفر بن عثمان مصحفی (خلیفہ حکم کے حاجب) غالب والی مدینہ سالم خواجہ سرایاں محل سرائے شاہی اور ان کے سرداروں فائق اور جودر سے سازش کی اور اس معاملہ میں ان لوگوں کو شریک کر کے مغیرہ کو قتل کیا اور کامیابی کے ساتھ ہشام کی خلافت و امارت کی سب سے بیعت عام لے لی۔

معہ بہت بڑی فوج باضابطہ کے اردون کے استقبال کا حکم دیا۔ چنانچہ غالب' محمد' زیاد اور ہشام مصحفی اردون اور اس کے بیس ہمراہیوں کو لے کر قرطبہ کے شہر پناہ کے اندر داخل ہوئے' اردون نے باب سدہ اور باب جناں کے درمیان پہنچ کر دریافت کیا "مرحوم خلیفہ ناصر کس جگہ مدفون ہوئے ہیں"؟ اشارہ سے بتلایا گیا کہ قصر خلافت کے اس حصہ میں مدفون ہیں۔ اردون نے سنتے ہی سر سے ٹوپی اتار لی کان قبر کی طرف ذرا جھکا اور دعا کی۔ اس کے بعد سر پر پھر ٹوپی رکھ لی۔

خلیفہ حکم نے دارنا عورہ میں ٹھہرانے کا حکم دیا۔ اس مکان کو پہلے ہی سے فرش فروش اور فرنیچر سے آراستہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ کمال عزت و احترام سے اردون اس مکان میں ٹھہرایا گیا۔ پنج شنبہ اور جمعہ دو دن بغرض آرام مقیم رہا۔ تیسرے روز یوم شنبہ کو خلیفہ حکم نے اردون کو دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔ جس طرح خلیفہ ناصر نے سفراء سلاطین کے حاضر ہونے پر دربار آراستہ کیا اور سجایا تھا اسی طرح خلیفہ حکم نے دربار کی آرائش میں اپنی توجہ صرف کی۔ قصر الزہراء کی مجلس شرقی میں تخت رکھا گیا اخوان الریاست اور ان کے بیٹے بعدہ وزراء اور ان کے بیٹے پھر قاضی منذر بن سعید' حکام' فقہاء' ترتیب وار اعلیٰ قدر مراتب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے۔ باڈی گارڈ کا رسالہ اور فوج دو رویہ صف بستہ کھڑی ہوئی۔ محمد بن قاسم بن طملس بادشاہ اردون کو لئے ہوئے قصر الزہراء میں داخل ہوا۔ اندلس کے ذی عیسائی روساء کا ایک گروہ بھی اس کے ہمراہ تھا۔ انہی لوگوں میں ولید بن خیزاں قاضی نصارائے قرطبہ اور عبیداللہ بن قاسم مطران طلیطلہ وغیرہ بھی تھے۔ اردون دونوں صفوں کے درمیان ہو کر گزرا۔ صفوف کی ترتیب' زرق برق وردیاں' ہتھیاروں کی چمک دمک اور کثرت فوج سے ایسا متحیر ہوا کہ آنکھیں اوپر نہیں اٹھ سکتی تھیں۔ رفتہ رفتہ باب الاقباء تک پہنچا جو قصر الزہراء کا پہلا دروازہ ہے۔ جو امراء و اراکین اردون کو لانے گئے تھے۔ سواریوں سے اتر پڑے۔ بادشاہ اردون اور اس کے خاص خاص سردار سواری ہی پر رہے۔ حتیٰ کہ باب السدہ پر پہنچے۔ اس وقت اردون کے سرداروں کو پیادہ پا چلنے کا شاہی ملازمین نے اشارہ کیا۔ پس سب کے سب پیادہ پا ہو گئے۔ صرف اردون اپنے گھوڑے پر سوار رہا محمد بن قاسم بن طملس کے ہمراہ چلا جا رہا تھا۔ باڈی گارڈ کے مکان پر پہنچ کر قبلہ والانوں میں سے بیچ کے ہال میں اتارا گیا۔ وسط ہال میں ایک سنگی چبوترہ تھا جس پر نقرئی کرسی رکھی تھی اردون اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے ہمراہی بھی اس کے گرد و پیش بیٹھ گئے۔ یہ وہی مکان تھا جہاں پر اس سے پہلے اس کا رقیب سلطنت' شانجہ بن زد میر جب کہ بطور وفد خلیفہ ناصر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حالات محمد بن ابی عامر

محمد بن ابی عامر کے اختیارات' جو کہ ہشام کی کم سنی کی وجہ سے امور سیاسی میں پیش پیش ہو رہا تھا اور سلطنت ، دولت کے سیاہ و سفید کا مختار ہو گیا تھا ، خلیفہ حکم کی وفات کے بعد بے حد بڑھ گئے۔ اہلِ دولت' اراکین سلطنت کے ساتھ چالیں چلنے لگا'ایک کو دوسرے سے لڑا دیا۔ بعض کو بعض کے ذریعے قتل کرایا۔

کے دربار میں حاضر ہوا تھا' بٹھایا گیا تھا۔
تھوڑی دیر بعد خلافت مآب کے پیش گاہ سے اردون کی حاضری کی اجازت ہوئی۔ اردون بہ ادب تمام خاص دربار کے کمرے کی طرف چلا اس کے پیچھے پیچھے اس کے تمام ہمراہی آہستہ آہستہ چلے۔ جوں ہی اس صحن میں پہنچے جو کہ مجلس شرقی کے مقابل تھا جہاں کہ شاہی تخت رکھا ہوا تھا اور خلیفہ حکم رونق افروز تھا اردون کھڑا ہو گیا۔ سر سے ٹوپی اتار لی۔ گھٹنوں کے بل دونوں صفوں کے درمیان جو کہ دو رویہ صحن میں تھیں چلنے لگا۔ یہاں تک کہ صحن کو طے کر کے اس کمرہ کے دروازہ پر پہنچا جس میں شاہی تخت رکھا ہوا تھا بے تامل سجدہ میں گر پڑا۔ پھر سر اٹھایا اور چند قدم چل کر پھر سجدہ کیا۔ مکرر سکرر سجدے کرتا ہوا تختِ خلافت کے قریب پہنچا۔ خلیفہ حکم نے ہاتھ بڑھایا اردون دست بوسی کر کے الٹے پاؤں لوٹ کر اس گدے پر آیا جو تخت سے دس گز کے فاصلہ پر بچھا ہوا تھا۔ یہ گدا دیبا کا تھا۔ سنہرے کام سے بالکل لپا ہوا تھا۔ اردون' خلافت مآب کے اشارہ پر اس گدی پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اس کے اور ہمراہیوں نے اس طرح خلافت مآب کی دست بوسی کی اور الٹے پاؤں لوٹ کر اردون کے پیچھے آ کر دست بستہ کھڑے ہو گئے ولید بن خیزران قاضی نصاریٰ قرطبہ کو ترجمانی کی خدمت کے انجام دینے کا اشارہ ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اردون کے چہرہ سے شاہی جلال سے مرعوب ہونے کا اثر کم ہوا تو خلیفہ حکم نے ارشاد کیا "ہمیں تمہارے آنے سے بہت مسرت ہوئی' تمہاری اقبال مندی کی قوی دلیل یہ ہے کہ تمہاری نسبت ہمارے خیالات نہایت اچھے ہیں اور ہم تمہاری امید سے زیادہ تمہارے مقصد براری میں مدد دیں گے"۔
اردون کا چہرہ ان فقروں کے سننے سے فرطِ مسرت سے چمکنے لگا۔ جوش میں آ کر فرش کو چوم لیا جو شاہی تخت کے نیچے بچھا ہوا تھا۔ اور عجز و الحاح سے عرض پرداز ہوا "میں امیر المومنین کا غلام ہوں۔ اور امیر المومنین کے فضل و احسانات سے امید رکھتا ہوں کہ جہاں پر اور جس خدمت پر امیر المومنین اپنے احسانات و افضال سے اس بندہ درگاہ کو مامور کریں گے نہایت سچائی اور ارادت مندی سے اس خدمت کو انجام دے گا"۔ خلیفہ حکم نے جواب دیا "تم ہمارے خیال کے نزدیک اس مرتبہ و عزت کے لائق ہو جس پر ہماری عنایات مبذول ہو سکتی ہیں عنقریب ہمارے احسانات اور افضال تم پر اس قدر ہوں گے کہ تمہارے اہل ملت اور اہل خاندان تم پر رشک کریں گے اور تم دیکھ لو گے کہ ہمارے ظلِ عاطفت میں آ جانے سے کس قدر آرام اور آسائش پاؤ گے"۔
اردون یہ سن کر فرطِ مسرت سے سجدہ میں گر پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر گزارش کی "شانجہ میرا چچا زاد بھائی خلیفہ سابق کی خدمت میں فریادی بن کر حاضر ہوا تھا اس کی بڑی عزت افزائی ہوئی تھی وہ حقیقت میں مضطربانہ حاضر ہوا تھا۔ اسے اس کی رعیت نے ظلم و بد اخلاقی کی وجہ سے معزول کر دیا تھا اور اس کی جگہ مجھے سرداری کے لئے منتخب کیا تھا۔ حالانکہ میں نے اس کی کوئی کوشش نہیں کی تھی چنانچہ میں نے اسے تخت حکومت سے اتار دیا اور وہ مضطربانہ بحال پریشان مرحوم خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مرحوم خلیفہ نے اس کی عزت و توقیر کی اور اس کی خواہش کے مطابق اس کی مدد کی مگر اس نے نہ اپنے فرائض منصبی ادا کئے اور نہ احساناتِ شاہی کا شکریہ ادا کیا اور نہ ان حقوق کی نگہداشت کی جو اس پر مرحوم خلیفہ اور ان کے بعد امیر المومنین کے تھے۔ یہ ارادت مند بلا کسی ضرورت اور حاجت کے درِ دولت کی آستانہ بوسی کو حاضر ہوا ہے۔ محض شاہی عنایت کا امیدوار اور خلافت پناہی کے لطف و کرم کا خواست گار ہے۔ اس وقت تک میری جانب سے میری رعایا کے خیالات اچھے ہیں اور بہ دل و جان میری حکومت کے خواہاں ہیں"۔
خلیفہ حکم نے ارشاد کیا "ہم تمہارا مطلب سمجھ گئے عنقریب تم ہمارے احسانات اور عنایات کا اس سے دو چند ثمرہ حاصل کرو گے۔ جس قدر کہ ہمارے نامور باپ نے تمہارے ہم چشم پر کئے تھے اگرچہ اسے سبقت کی فضیلت حاصل ہے مگر یہ فضیلت ایسی نہیں ہے کہ تمہارے کسی قسم کے حقوق نظر انداز کئے جائیں انشاء اللہ تعالیٰ تم ہمارے حضور سے قابل رشک ہو کر اپنے ملک واپس جاؤ گے ہم تمہارے ملک اور تمہاری حکومت کی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

منصور بن ابی عامر قبیلہ یمنیہ خاندانِ معافر سے تھا۔ اس کا نام محمد تھا۔ عبداللہ بن ابی عامر بن محمد بن عبداللہ بن عامر محمد بن ولید بن یزید بن عبدالملک معافری کا بیٹا تھا۔ عبدالملک معافری (منصور کا جدِ اعلیٰ) طارق فاتح اندلس کے ہمراہ اندلس آیا تھا۔ فتح اندلس میں اس نے بہت بڑا حصہ لیا تھا۔ اور بڑے بڑے نمایاں کام کئے تھے' منصور ابن عامر بھی بڑا با اقبال شخص تھا۔ ایک چھوٹے عہدے سے وزارت کے مرتبہ تک پہنچا' خلیفہ حکم جیسے شخص نے اپنے بیٹے ہشام کا قلمدانِ وزارت اس کے سپرد کیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

خلیفہ حکم کے انتقال کر جانے پر خلیفہ ہشام محمد بن ابی عامر کو حجابت کا عہدہ عنایت کیا۔ محمد نے اپنی مُدبّرانہ چالوں اور حکمت عملیوں سے خلیفہ ہشام کو ایسا کچھ دبا لیا کہ وزیروں کو بھی باریاب ہونا دشوار ہو گیا۔ کبھی اتفاق سے ان لوگوں کو ایسا دن نصیب ہوتا تھا کہ جس میں یہ لوگ دربارِ شاہی میں حاضر ہو کر سلام کرتے' پھر الٹے پاؤں واپس آتے تھے۔ شاہی فوجوں کی تنخواہوں میں معقول اضافہ کیا۔ علماء کے مراتب بڑھائے' اہلِ علم کی قدر افزائی کی' اہلِ بدعات کا قلع قمع کیا۔ نہایت دانشمند' صاحب الرائے' شجاع' فنون جنگ سے واقف اور مذہب کا بے حد پابند تھا' اراکین دولت اور روساء سلطنت میں سے جن لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور اس کے کاموں میں مزاحمت کی، ان لوگوں میں سے کسی کو بحکمتِ عملی معزول کیا' کسی کا درجہ کم کر دیا اور کسی کو کسی کے ذریعے سے قتل کرا دیا۔ یہ تمام امور خلیفہ ہشام کے حکم اور شاہی فرمان کے ذریعہ سے سرانجام پاتے تھے۔ رفتہ رفتہ محمد بن ابی عامر نے اپنے تمام مخالفوں کا خاتمہ کر دیا اور ان کی

بنیاد مستحکم کر دیں گے جو لوگ تمہاری مخالفت کریں گے ہم انہیں اس مخالفت کا مزہ چکھائیں گے۔ ہم اپنے احسان اور فضل عام سے تمہیں اسی رتبہ پر پہنچائیں گے۔ جس پر کہ تم پہلے تھے اور جو بلاد تم سے چھین لئے گئے ہیں ہم اسے پھر تمہیں واپس دیں گے۔ واپسی کے وقت اسی مضمون کا فرمان لکھ کر ہم تمہیں عطا کریں گے تاکہ وہ تمہارے اور تمہارے چچا زاد بھائی کے حقوق کی نگہداشت اور تمہاری تقرری پر دلالت کرے۔ انشاء اللہ ہم تمہیں تمہاری امید سے زیادہ اپنی عنایتوں سے محفوظ اور مسرور کریں گے۔ و اللہ علی ما نقول وکیل۔

اردون نے یہ سن کر شکرانہ کا دوبارہ سجدہ کیا اور اجازت حاصل کر کے الٹے پاؤں دربار سے لوٹا تاکہ خلافت مآب کی طرف واپسی میں پیٹھ نہ ہو۔ دو خواجہ سرا' اردون کے دونوں بازو پکڑ کر مجلس غربی کے صحن میں لائے اب اردون کے ہوش و حواس درست ہو گئے تھے آنکھیں اٹھا کر پھر مجلس شرقی کی طرف دیکھا تو تخت شاہی خالی پایا شاہی تخت کی طرف سجدہ کیا بعد ازاں وہی دونوں خواجہ سرا اردون کو اس کمرہ میں لائے جو مجلس غربی سے ملا ہوا تھا اور اسے ایک مخملی گدھے پر جس پر طلائی کا کام بنا ہوا تھا بٹھایا اتنے میں جعفر حاجب آ پہنچا۔ اردون دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا براہ عجز و الحاح دست بوسی کو بڑھا۔ جعفر نے دست بوسی سے روک کر معانقہ کیا اور اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا اور اسے خلافت مآب کے ایفا وعدہ کا اچھی طرح سے یقین دلایا اس سے اردون کی مسرت اور خوشی دوچند ہو گئی اس کے بعد حاجب نے اردون اور اس کے تمام ہمراہیوں کو علی قدر مراتب خلعتیں دیں۔ چنانچہ اردون کامیابی کے ساتھ اپنے ملک واپس گیا۔ اس موقع پر بھی اہل علم نے خطبے دیئے شعراء نے قصائد پڑھے۔ تمام دار الخلافت قرطبہ میں مسرت کا اظہار کیا گیا۔ (دیکھو التقاری مطبوعہ لیدن۔ جلد اول صفحات ۲۵۰ لغایتہ ۲۵۶)

مورخین لکھتے ہیں کہ خلیفہ حکم کثیر الاخلاق' نفیس مزاج' عالم' علوم و فنون کا شائق' علماء اور اہل علم کا قدر دان تھا۔ جو لوگ اس سے ملنے آتے تھے ان کی کمال عزت کرتا تھا۔ کتابوں کے جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اس کے کتب خانہ میں چار لاکھ جلدیں مختلف علوم و فنون کی تھیں۔ ابن فرضی اور ابن بشکوال تحریر کرتے ہیں کہ خلیفہ حکم کے کتب خانہ میں ایسی کتابیں بہت کم تھیں جس پر اس نے حاشیہ یا نوٹ نہ لکھا ہو۔ کم از کم اس نے ہر کتاب پر اس قدر ضرور لکھ دیا تھا کہ یہ کتاب فلاں فن کی ہے۔ فلاں شخص اس کا مولف ہے۔ مولف کی جائے ولادت اگر مر چکا ہے تو تاریخ وفات بھی لکھ دیتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ حکم محض کتابوں کے جمع کرنے کا شائق اور کتابی کیڑا نہ تھا بلکہ اس کا وقت کتب بینی میں بھی صرف ہوتا تھا۔ افسوس ہے کہ حکم کی اس قدر دانی علوم و فنون کو غیر قومیں براہ حسد و رشک عیب کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں۔ سچ ہے۔ "عیب نمائید ہنرش در نظریہ" تھے۔ سلاطین جن کے آگے بادشاہاں یورپ زانوئے ادب تہہ کرتے تھے اور اپنی نزاعوں اور قضایا اور خصومتوں کو فیصل کرانے کی غرض سے انکے حضور میں بہ ادب پیش کرتے تھے اور اسے باعثِ فخر سمجھتے تھے مگر افسوس ہے کہ ان میں خلاف شریعت کا رواج چل نکلا تھا۔ جس کا ان کو احساس نہیں ہوا اور آخر میں یہی زوال سلطنت کا باعث ہوا و البقاء اللہ وحدہ مرحوم نے قصر قرطبہ میں ۲ صفر سنہ ۳۶۶ھ کو سولہ سال حکومت کر کے بعارضہ فالج انتقال کیا۔

جماعت کو منتشر کر دیا۔ سب سے پہلے قصرِ خلافت کے مقابلہ خدام اور خواجہ سراؤں کو نکالنے کی فکر کی چنانچہ حاجب مصحفی کو ان کے نکالنے اور بارگاہِ خلافت سے مردود کرنے پر ابھار دیا۔ حاجب مصحفی نے ان لوگوں کو ذلیل کر کے قصرِ خلافت سے نکال دیا' یہ لوگ تعداد میں آٹھ سو یا اس سے زائد تھے۔

اس کے بعد محمد بن ابی عامر نے غالب (حکم کے مولیٰ اور سپہ سالار افواج سرحدی) کی بیٹی سے عقد کر لیا اور حد درجہ اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرتا رہا' اس کے ذریعہ سے اس نے مصحفی کے اقتدار کو گھٹایا اور اس کے اثر کو امورِ سلطنت سے محو اور نیست و نابود کر کے معزول کر دیا۔ اس کے بعد غالب سپہ سالار افواج سرحدی کی اکھاڑ پچھاڑ' جعفر بن علی بن حمدون والی مسیلہ کے ذریعہ سے کی۔ یہ جعفر وہی ہے جو شروع عہدِ حکومت حکم میں زناتہ اور بربریوں کو لے کر حکم سے لڑا تھا۔ غالب کی برخاستگی کے بعد اس نے جعفر پر بھی اپنا ہاتھ صاف کیا' عبدالودود ابن جوہر اور ابن ذی النون وغیرہ جیسے سردارانِ عرب سے سازش کر کے جعفر کی زندگانی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ الغرض محمد بن ابی عامر نے اراکینِ سلطنت اور سردارانِ دول کی اکھاڑ پچھاڑ سے فارغ ہو کر لشکر کی آراستگی کی جانب توجہ کی' سرحدی باشندوں زناتہ اور بربر سے شاہی لشکر مرتب کیا۔ صنہاجہ' مغراوہ' بنی یفرن' بنی برزال اور مکناسہ وغیرہ کو حکومت و سلطنت کے اہم اور ذمہ داری کے کام سپرد کیے۔ انہی لوگوں کو افواجِ شاہی کی سرداری عطا کی۔

محمد بن ابی عامر نے انہیں چالوں اور حکمت عملیوں سے نو عمر خلیفہ ہشام کو شاہ شطرنج بنا کر قصرِ خلافت کی بساط پر بٹھا دیا اور خود حکمرانی کی عبا پہن کر حکومت کرنے لگا۔ خلیفہ ہشام اپنی شانِ خلافت لئے ہوئے محل سرائے خلافت کی چار دیواری کے اندر بیٹھا رہا اور محمد بن ابی عامر نے بلادِ ہسپانیہ میں اپنی حکومت اور رعب و داب کا سکہ جما دیا۔ تمام امورِ سلطنت کا نظم و نسق خود کرتا تھا' سرحدی عیسائی شہزادوں پر ہمیشہ فوج کشی اور جہاد کرتا تھا۔ اہلِ بربر اور زناتہ کو لشکر کی سرداری اور بڑے بڑے مراتب دیتا تھا اور عرب نژادوں کے اثر کو آہستہ آہستہ گھٹاتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ کمالِ استقلال اور استحکام کے ساتھ حکومت پر قابض ہو گیا جو اراکین دولت اس کے سد راہ تھے' ان کے نام و نشان کو مٹا دیا۔ خاص اپنی سکونت کے لئے ایک شہر موسوم بہ زاہرہ آباد کرایا۔ شاہی خزائن' میگزین اور ہر قسم کے اسباب وہیں اٹھا لے گیا اور وہیں تختِ حکومت پر بیٹھ کر حکمرانی کرنے لگا۔

محمد بن ابی عامر نے فقط اس پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ یہ حکم بھی صادر کیا تھا کہ بادشاہوں کی طرح میری تعظیم و تکریم کی جائے اور انہی کی طرح مجھے آداب و القاب لکھے جائیں' بایں ہمہ الحاجب المنصور کے لقب سے اپنے کو ملقب کرتا تھا۔ خطوط' فرامین اور شقے اسی کے نام سے جاری کئے جاتے تھے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ سکہ بھی اس کے نام کا مسکوک کرایا گیا' جھنڈوں پر بھی اس کا نام لکھوایا گیا۔ اس کا خاص دفتر علیحدہ تھا۔ اس کی فوج بربریوں اور آزاد غلاموں سے مرتب تھی۔ نو مسلموں اور غلاموں کو بڑے بڑے عہدے دیئے جاتے تھے۔ ان چالوں اور حکمت عملیوں سے جسے چاہا دیا جو چاہا کر گذرا' جواں مرد اور دلیر تھا' جہاد اور جنگِ کفار میں اکثر بذاتہٖ جاتا تھا۔ اپنے زمانۂ حکومت میں باون جہاد کئے' ایک جہاد میں بھی اس کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہوا' اور نہ اس کی فوج برداشتہ خاطر اور بد دل ہوئی' نہ تو اس کی فوج کو کوئی صدمہ پہنچا اور نہ اس کے کسی سریّہ[1] کو ہلاکت کا سامنا ہوا' اس کی فوج ظفر موج سرحدی بلاد سے تجاوز کر کے سواحلِ بربر تک پہنچ گئی تھی۔ مدبّرانہ چالوں سے ملوکِ بربر کو باہم لڑا کر ان کی قوت کو فنا کر دیتا تھا۔ یہی اسباب تھے جن سے اس کی حکومت کا سکہ تمام ملک مغرب میں کامیابی کے ساتھ چلا۔

فاس کی فتح

ملوک زناتہ نے اپنی بد اقبالی کا یقین کر کے اس کی اطاعت قبول کر لی تھی' اس کے شاہی اقتدار کو بخوشی تسلیم و قبول کر لیا تھا' اس کا بیٹا عبدالمالک ملوک مغراوہ آل خزر کی سرکوبی کو فاس پر چڑھ گیا تھا۔ اس فوج کشی کا سبب یہ ہوا تھا کہ زیری بن عطیہ بادشاہ مغراوہ نے خلیفہ ہشام کو ناتجربہ کار حکمران تصور کر کے خلیفہ ہشام کے ممالکِ محروسہ کو اپنے حدودِ مملکت میں ملا لیا تھا۔ عبدالمالک نے ۳۵۶ھ میں زیری پر فوج کشی کی اور پہنچتے ہی فاس پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا' کامیابی کے بعد اپنی طرف سے ملوکِ زناتہ کو ملک المغرب اور اس

[1] سریہ اس فوج کو کہتے ہیں جو شبخون مارنے کی غرض سے شب میں حملہ آور ہوتی ہے۔

کے صوبجات سلجماسہ وغیرہ پر مامور کیا جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔ زیری بن عطیہ نے تاہرت میں جا کر پناہ لی۔ چنانچہ اسی زمانہ فراری میں مرگیا۔ اس کے بعد عبدالمالک واضح کو ملک مغرب کی حکومت پر مامور کر کے قرطبہ کی جانب واپس ہوا۔

محمد بن ابی عامر کی وفات

محمد بن ابی عامر[1] ملقب بہ منصورِ اعظم جو درحقیقت اسم بامسمّٰی تھا ایسے غلبہ اور رعب داب سے ستائیس سال تک حکومت کر کے جہاد سے واپس آتے ہوئے مدینہ سالم میں پہنچ کر ۱۰۰۰ء میں راہیٔ ملکِ عدم ہوا۔

---

[1] مولف کتاب نفح الطیب تحریر کرتا ہے کہ منصور اعظم کے حالات میں ابن سعید نے لکھا ہے کہ محمد بن عامر ملقب بہ منصور اعظم قریہ ترکش کا رہنے والا تھا۔ اس کا مورثِ اعلیٰ عبدالملک' طارق فاتح اندلس کے ساتھ اندلس آیا تھا۔

ابن حبان نے اپنی کتاب مخصوص دولت عامریہ' میں فتح نے مطمح میں' حجازی نے مسب میں' شمرقندی نے طرف میں بالاتفاق تحریر کیا ہے کہ منصور اعظم قریہ ترکش کا اصلی باشندہ تھا۔ لڑکپن ہی سے قرطبہ چلا آیا تھا اور یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی اس کے بعد محل سرائے خلافت کے قریب ایک دوکان لے کر خطوط نویسی کرنے لگا۔ خدام قصر خلافت کے خطوط اور اہلِ غرض و حاجت مندوں کی عرضیاں لکھ کر اپنی اوقات بسر کرتا تھا۔

اتفاق سے سیدہ صبح مادر موید (ہشام) نے حساب لکھوانے کے لئے منصور اعظم کو بلوا بھیجا۔ منظور اعظم نے دیانت داری اور مستعدی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ بعض خواجہ سراؤں نے بھی سلطانہ بیگم سے منصور اعظم کی تقریب اور توصیف کی' سلطانہ بیگم اس کی خدمت سے اس درجہ خوش ہوئیں کہ اسے بعض مواضعات کا قاضی مقرر کر دیا۔ آدمی ہوشیار اور زمانہ کی رفتار سے آگاہ تھا نہایت دانائی سے اس خدمت کو انجام دیا۔

تھوڑے دن میں اشبیلیہ کی زکوۃ اور وراثت کا سر دفتر مقرر کیا گیا۔ اس نے اپنی خداداد قابلیت اور نیز تحائف و نذرانوں سے سلطانہ بیگم کو اپنے اوپر اس قدر مہربان بنا لیا اور اس قدر رسوخ بڑھا لیا کہ کسی اور کو خواب میں بھی اس زمانہ میں یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود اس نے مصحفی کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ذرہ بھر کوتاہی نہ کی' حتیٰ کہ ہشام تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا' ہشام کی عمر اس وقت بارہ برس کی تھی۔

سلطان بیگم امور سلطنت میں پوری پوری داخل تھی۔ اور محمد بن ابی عامر اپنے شریفانہ طرزِ عمل اور عاقلانہ تدابیر سے اس کا پیش دست تھا۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں عیسائیوں نے ممالک اسلامیہ پر فوج کشی کی مصحفی نے ان کی مدافعت پر محمد بن ابی عامر کو مامور کیا۔ محمد بن ابی عامر نے بہ عنایت اللہ جل شانہ عیسائیوں کو شکست دی۔ اس سے اس کی مقبولیت اور بڑھ گئی خواص و عام اسے محبت کی نظروں سے دیکھنے لگے' داد و دہش کا مادہ بھی اس میں موجود تھا۔ کچھ لوگوں کو اس سے محبت ہو گئی۔ غرض کسی کو اپنی مردانگی اور دلاوری سے' کسی کو اپنی داد و دہش سے کسی کو پابندی شریعت اور قانون سے۔ کسی کو اپنی عاقلانہ تدابیر سے اپنا ہمدرد اور بہی خواہ بنا لیا اور جن لوگوں نے اس کی ذرہ بھی مخالفت کی یا اسے ان کی جانب سے خطرہ ہوا۔ حکمتِ عملی سے حرف غلط کی طرح سے نکال کر پھینک دیا۔ مصحفی کے ذریعہ سے صقالیہ (محل سرائے خلافت کی متعلقہ فوج خواجہ سرایان صقالیہ یعنی سلیو) کو نکلوا دیا۔ اس کے بعد مصحفی کو جوڑ توڑ لگا کر غالب کے ذریعہ سے معزول کیا۔ پھر غالب کو جعفر کے ذریعہ سے اپنے تیر مقصود کا نشانہ بنایا۔ چند روز بعد جعفر کو عبدالرحمٰن بن محمد ہاشم تجیبی کے ہاتھوں ذلیل و خوار کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ منصور اعظم اپنے ارادوں میں حد درجہ کا مستقل اور ان کے پورا کرنے میں نہایت مضبوط تھا۔ ان اشخاص کی معزولی و برطرفی اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ یہ لوگ منصور اعظم کی ترقی میں سدراہ تھے۔ بلکہ ملکی و سیاسی مصلحتوں نے منصور کو ان لوگوں کی معزولی اور برطرفی پر مائل اور آمادہ کیا تھا۔ ان لوگوں نے اپنی غرضوں کا ملک و دولت ہسپانیہ کو نشانہ بنا رکھا تھا۔ اور منصور اعظم کو یہ باتیں پسند نہ آتی تھیں۔ اس کے زمانہ کو مورخین مغرب نے اندلس کے لئے نمونہ رحمت الٰہی شمار کیا تھا۔ اس نے اندلس کے خود غرض قبائل عرب کو بربریوں اور اجنبیوں کے ذریعہ سے زیر و زبر کر کے اندلس کو پر امن اور مہذب حکومت بنایا تھا۔ اس کے کارنامے ایسے ہیں جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں اس نے اپنے زمانۂ حکومت میں ۵۲۶ جہاد سرحدی کفار پر کیے اور کسی میں بھی ناکامی نہیں ہوئی۔ بہ نفس نفیس لڑائیوں میں جاتا تھا عیسائی سرحدی سلاطین

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عبدالرحمٰن بن ابی عامر

محمد بن ابی عامر کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے مظفر نے یہ عہدہ سنبھالا' اس کا جلد ہی انتقال ہو گیا اس کے بعد اس کا بھائی عبدالرحمٰن جانشین ہوا۔ الناصر الدین اللہ کا بزرگ لقب اختیار کیا۔ اس نے امن و امان قائم رکھنے ملک و حکومت پر متغلب و متصرف رہنے اور خلیفہ ہشام کو بزور حکمت عملی و تدابیر مناسب دبائے رکھنے میں وہی رویہ اختیار کیا جو اس کے باپ اور بھائی کا تھا' چند روز بعد اس

کو ایک دوسرے سے لڑا کر کمزور کر رکھا تھا۔ اس کی نسبت مطمح میں فتح تحریر کرتا ہے کانت ایامه احمد ایام و سهام باسه اشن سهام غزالروم شایتا و صائفه و مضی فیما یروم زاجرا وحائقا۔ اس عروج و سطوت اور ترقی کے باوجود اس نے اپنے نام سے حاجت کے لقب کو ترک نہیں کیا تھا۔ نسباً باپ کی جانب سے معافری تھا اور ماں کی طرف سے تمیمی لہٰذا دونوں جانب سے اسے شرافت نسبی حاصل تھی۔ منصور اعظم نے اپنے زمانہ حکمرانی میں رفاہِ عام کے بھی بہت سے کام کئے تھے جس سے اس کی نیک نیتی اور نفع رسانی خلائق کا ثبوت ملتا ہے۔ ان میں سے ایک قرطبہ کے نہر اعظم کا پل ہے' ابتدائے ۳۷۸ھ میں اس پل کا بنیادی پتھر رکھا ۳۷۹ھ کے نصف میں بن کر تیار ہوا۔ ایک لاکھ چالیس ہزار دینار (ایک دینار تقریباً نو روپیہ کا ہوتا تھا) صرف ہوئے تھے۔ ایسا ہی ایک دوسرا پل نہر استجہ پر بغرض رفاہِ خلائق تعمیر کرایا تھا۔ جامع مسجد قرطبہ کی عمارت میں بھی معقول اضافہ کیا تھا تمام ملک اندلس میں سڑکیں بنوائیں' دشوار گزار پہاڑیوں کو کاٹ کر راستے بنوائے جس پر ہر کہ دمہ بآسانی سفر کر سکتا تھا۔ منصور اعظم کی واقف کاری' سیاست اور بیدار مغزی غیر معمولی تھی' اسے ملک کے تمام حالات معلوم ہوتے رہتے تھے۔

ابن حبان تحریر کرتا ہے کہ ایک روز شب کے وقت منصور اعظم اپنے محل سرا میں بیٹھا ہوا تھا۔ شدت کی بارش ہو رہی تھی' تند اور تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ تاریکی ایسی تھی کہ اپنا داہنا ہاتھ نظر نہ آتا تھا۔ منصور نے دستہ فوج سواران میں سے ایک سوار کو طلب کر کے حکم دیا کہ اسی وقت طلیارش کے راستہ پر جا کھڑے رہو جو شخص سب سے پہلے تمہاری طرف سے ہو کر گزرے اسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ یہ سوار گھوڑے پر سوار ہو کر طلیارش کے راستہ پر جا کر اسی ابر بارش' برف اور طوفان میں کھڑا ہو گیا' قریب فجر ایک ضعیف اور معمر شخص گدھے پر سوار آتا نظر آیا' اس بوڑھے کے پاس لکڑی کاٹنے کے چند اوزار بھی تھے' سوار نے دریافت کیا "اے بوڑھے تو ایسے وقت میں کہاں جاتا ہے" بوڑھے نے جواب دیا کہ "لکڑیوں کے لئے جاتا ہوں" سوار نے اپنے دل میں خیال کر کے کہا یہ بوڑھا غریب لکڑیاں کاٹنے پہاڑ کی طرف جا رہا ہے اس سے منصور کی کیا غرض ہو گی' کچھ تعرض نہ کیا' بوڑھا آگے بڑھ گیا۔ پھر یہ سوار دل ہی دل میں سوچ کر منصور کی سطوت' اور جبروت سے ڈرا اور لپک کر اس بوڑھے کو جھٹ پٹ گرفتار کر لیا۔ بوڑھے نے منت و سماجت کی کہ مجھے چھوڑ دو' منصور کی کوئی غرض مجھ سے نہ نکلے گی میں اپنے پیٹ کے دھندے کے لئے جا رہا ہوں' سوار نے ایک بھی نہ سنی' کشاں کشاں منصور کی خدمت میں لایا' منصور اس وقت تک بیٹھا ہوا اس سوار کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ ایک ساعت کو پلک نہیں جھپکائی تھی منصور نے بوڑھے کو دیکھتے ہی خدام کو جامہ تلاشی کا اشارہ کیا۔ خادم نے تلاشی لی مگر کچھ برآمد نہ ہوا منصور نے کہا کہ اچھا اس کے گدھے کے پالان کی تلاشی لو' خدام نے پالان کی تلاشی لی' تو اس میں سے ایک خط برآمد ہوا یہ خط جلا وطن عیسائیوں نے ان عیسائیوں کو تحریر کیا تھا جو منصور کے یہاں فوجی خدمات پر مامور تھے۔ مضمون یہ تھا کہ موقع پا کر منصور کا کام تمام کر دو۔ منصور نے خط سے مطلع ہو کر تمام عیسائیوں کے قتل کا حکم دے دیا انہی عیسائیوں کے ساتھ اس بوڑھے شخص کی بھی گردن مار دی گئی۔

منصور اعظم میں فروگذشت' فیاضی اور رحم دلی کا مادہ بھی موجود تھا' کتاب الزبار المنشورہ فی الاخبار الاماورہ کے زہرہ چالیسویں میں لکھا ہوا ہے کہ ایک مرتبہ منصور اعظم نے خزانہ شاہی کی جانچ کی تو اتفاق سے افسر خزانہ کے ذمہ تین ہزار دینار کا ناجائز خرچ نکلا' منصور نے افسر خزانہ کو اپنے روبرو طلب کر کے بیان لیا' افسر خزانہ نے غبن کا اقرار کیا' منصور بولا کیوں فاسق تجھ ایسے شخص کی کیا سزا ہے جس نے مسلمانوں کے مال کا غصب کیا ہو افسر خانہ نے گذارش کی کہ یہ ایک تقدیری امر تھا جو عقل پر غالب آ گیا' تنگ دستی تھی جس نے امانت اور دیانت کو فاسد کر دیا' منصور نے قسم کھا کر کہا کہ میں تجھ کو بے حد سزا دوں گا تاکہ دوسروں کو عبرت ہو' منصور نے یہ کہہ کر لوہار اور دارغہ جیل کو طلب کر کے حکم دیا کہ اس خائن کے پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈال دو اور جیل پہنچا دو چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی۔ اور سرہنگ کشاں کشاں لے چلے۔ افسر خزانہ نے چلتے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے دماغ میں رتبۂ خلافت حاصل کرنے کی ہوس سمائی' چنانچہ خلیفہ ہشام کو جو کہ برائے نام حکومت و سلطنت کا مالک تھا' یہ درخواست پیش کی کہ مجھے آپ اپنا ولی عہد مقرر فرمائیے۔ خلیفہ ہشام نے اس درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا۔ اربابِ حل و عقد و اصحابِ شوریٰ کو جمع کرکے ابو حفص بن برد کو عہدہ نامہ لکھنے کا حکم دیا۔ اس وقت شہر میں خوب خوشی منائی گئی۔ تمام شہر میں چراغاں کیا گیا تھا۔ غرض ابو حفص نے حسب حکم ہشام' ناصر کی ولی عہدی کا فرمان اس مضمون کا تحریر کیا :

وقت دو شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے: "افسوس صد افسوس میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جو کام ہونے والا ہوتا ہے اس میں عقل جاتی رہتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ کسی شخص میں نہ کچھ قوت ہے اور نہ طاقت ہے جو طاقت ہے وہ اللہ کی ہے"۔

منصور نے یہ سن کر ارشاد کیا "لوٹا لاؤ" جب وہ لوٹا لایا گیا تو اس سے دریافت کیا تو نے "تمثیلاً" یہ کہا ہے یا کہ "اعتقاداً" اور "قولاً" افسر خزانہ نے عرض کیا' میں نے "اعتقاداً" کہا ہے "تمثیلاً" نہیں کہا منصور نے سرہنگوں کو حکم دیا کہ اس کی بیڑیاں کٹوا دو' فوراً بیڑیاں کاٹ ڈالی گئیں۔ افسر خزانہ نے رہا ہو کر دو شعر اور پڑھے جس کا مضمون یہ تھا۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے درگزر کرتا ہے تو اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ منصور نے خوش ہو کر حکم دیا۔ اسے رہا کر دو اور جس قدر اس نے روپیہ غبن کیا ہے اسے میرے مال سے پورا کرکے داخل خزانہ کر دو۔

منصور اعظم کے مزاج میں جہاں اس قدر فروگذاشت تھی وہاں وہ قوانین اور احکام شرعیہ کا بے حد پابند تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی جرم میں اس کا بیٹا ماخوذ ہو کر قاضی کے روبرو پیش کیا گیا۔ قاضی نے حد شرع کے جاری کئے جانے کا حکم دیا۔ منصور کا بیٹا یہ سمجھ کر کہ میرا باپ حکومت و سلطنت کے سیاہ سفید کا مختار ہے۔ مجلس قضا سے اپنے مکان پر چلا آیا' منصور کو اس کی خبر لگی تو اس نے بے حد ناراضگی ظاہر کی اور اسی وقت گرفتار کرکے قاضی کی خدمت میں بھیج دیا۔ قاضی نے شرعی حد کا نفاذ کیا۔ چنانچہ اسی حد میں وہ مر بھی گیا۔ اور منصور نے اُف تک نہ کی۔

منصور اعظم جس وقت فوج کا جائزہ لیتا اور قواعد اور پریڈ کے میدان میں ہوتا اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ایک غیر معمولی جنرل ہے۔ جس سوار کی تلوار یا وردی خلافِ قاعدہ ہوتی اسی تلوار سے اس کا سر اتار لیا جاتا۔ ذرا بھی فروگذاشت نہ کرتا۔ غرض منصور اعظم عفو کرم اور پابندی قوانین کا ایک مجسم پتلا تھا۔ جس میں دونوں رخ نظر آتے تھے۔ منصور اعظم اپنے ارادہ میں مستقل اور مضبوط بھی تھا۔ جس کام کو شروع کرتا اسے بغیر کئے ہوئے نہ چھوڑتا تھا' اس سے اس کی عالی حوصلگی پر کافی طور سے روشنی پڑتی ہے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مجلسِ مشیراں میں کسی مہم پر بحث کر رہا تھا۔ اثنائے بحث میں دفعتہً "گوشت کے جلنے کی بو آئی۔ رفتہ رفتہ اس قدر بڑھی کہ تمام ایوان میں پھیل کر حاضرین کو پریشان کر دیا۔ ختم بحث کے بعد دریافت سے معلوم ہوا کہ منصور کے پاؤں میں کوئی بیماری تھی اور اس پر داغ دیا جاتا تھا۔ اللہ منصور کا استقلال اور مستقل مزاجی کہ اس نے اُف تک نہ کی۔ اور اف کرنا تو درکنار پوری دلجمعی سے مسئلہ مجوزہ پر بحث کرتا رہا اور کامل طور سے ردوقدح کرنے میں مصروف رہا ایسے مستقل مزاج شخص کے آگے کسی مزاحم کی مزاحمت کہاں تک چل سکتی ہے۔ اس کا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

منصور اعظم درحقیقت منصور اعظم جیسے مبارک لقب سے ملقب کئے جانے کا مستحق تھا جب تک اس کی فوج ظفر موج ششماہی یلغار پر رہتی تھی اس وقت تک تمام اندلس سرحد کے مسیحی علاقہ جات میں تہلکہ پڑا رہتا تھا اور عیسائی امرا کے آگے مجسم تصویر مرگ کھڑی رہتی تھی۔ لیون کو اردگرد کی ریاستوں کے ساتھ قرطبہ کا باج گذار صوبہ بنا لیا تھا۔ کسٹائیل بار سلونا۔ نادار کو متواتر و پیہم شکستوں سے جاں بہ لب کر رکھا تھا۔ بلکہ پامپلونا اور بارسلونا کے شہروں پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ صاحب سلم لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ اس کا سفیر غرسیہ والی بشکنش کے پاس کسی ضرورت سے گیا ہوا تھا غرسیہ نے اس کی بے حد خاطر مدارت کی۔ بڑی دھوم دھام سے دعوت کی اپنے تمام مقبوضہ علاقہ کی سیر کرائی۔ مدتوں اس کے ملک میں یہ سفیر سفر کرتا رہا۔ کوئی مقام ایسا نہ تھا جہاں پر یہ نہ گیا ہو۔ اتفاق سے ایک روز اس کا گذر ایک گرجا کی طرف ہوا۔ گوشہ کلیسہ میں ایک عورت قید نظر آئی۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ مسلمان عورت ہے اور مدت دراز سے عیسائی راہبوں نے قید کر رکھا ہے۔ سفیر نے واپسی کے بعد اس واقعہ کو منصور سے بیان کیا۔ منصور نے اسی وقت فوج کو تیاری کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے فوجیں مرتب کرکے غرسیہ کے ملک پر جا پڑا۔ غرسیہ گھبرا کر منصور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دست بستہ ادب کے ساتھ فوج کشی اور ناراضی کا سبب دریافت کیا۔ منصور نے تیور چڑھا کر کہا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ولی عہدی کا فرمان

یہ وہ عہد ہے جس کو ہشام مویدباللہ امیر المؤمنین بالعموم تمام آدمیوں سے اور بالخصوص بذاتِ خاص بڑے غور و فکر اور مدتوں استخارہ کرنے کے بعد کہ میرے بعد منصب امامت و خلافت کسے دیا جائے اور کون شخص اس جلیل القدر و عظیم الشان رتبہ کے لائق ہے، امیر المومنین پر اللہ تعالیٰ کا خوف بے حد غالب ہوا ہے اور ہ ان قضا و قدر سے نہایت خائف و پریشان ہیں جو یک بیک نازل ہو جاتی ہیں اور پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹلتیں۔ ابھی اس جماعت سے علماء کا وجود مفقود نہیں ہوا کہ جن کے معدوم ہو جانے سے جہل و تاریکی کی

تو نے تو مجھ سے وعدہ و اقرار کیا تھا کہ میں اپنے ملک میں کسی مسلمان کو قید نہ رکھوں گا۔ مگر دریافت سے معلوم ہوا کہ تو نے خلاف عہد نامہ فلاں گرجا میں ایک عورت کو قید کر رکھا ہے۔ واللہ میں اس وقت تک تیرے ملک سے نہ جاؤں گا جب تک اس گرجا کو منہدم کر کے اس عورت کو رہا نہ کر لوں گا غرسیہ نے قسم کھا کر منت و سماجت سے اپنی ناواقفی ظاہر کی اور اسی وقت منصور کی مرضی کے مطابق گرجا کو منہدم کرا کے اس عورت کو منصور کے لشکر گاہ میں پہنچا دیا۔

منصور اعظم کی نمایاں فتوحات اور اس کی زندگانی کے عمدہ کارناموں میں اندلس کے شمالی عیسائیوں کا سر کرنا ہے پہلے اس نے لیون کو زیر و زبر کیا اور اس کے لوہا لاٹ فصیلوں اور سنگین برجوں کو مسمار اور منہدم کر کے بارسلونا کی طرف بڑھا اور اس پر بھی قابض ہو کر گالیشیا جا پہنچا اور اسے بھی بزور تیغ فتح کر کے سینٹ یعقوب (یاگو) کے مشہور اور عظیم الشان گرجا کو زمین دوز کر دیا۔ یہ گرجا بلادِ اندلس میں بہت بڑا اور عظیم الشان تھا اور دور دراز ملکوں سے عیسائی راہب اس کی زیارت کو آتے تھے ہزاروں تارک الدنیا اور خدا پرست مسیحیوں کا یہ مرکز اور تمام یورپ کا قبلہ بنا ہوا تھا۔ عیسائیوں کا یہ خیال تھا کہ اس گرجا میں یعقوب حواری مسیح کی قبر ہے۔ مسیح علیہ و علی نبینا الصلوۃ والسلام کی نظر توجہ یعقوب پر خاص طور سے تھی' یہ بیت المقدس کا اسقف (مجاور) تھا۔ تلقین دین عیسائیت کی غرض سے اس مقام تک پہنچ کر پھر سرزمین شام کو واپس گیا تھا اور غالباً" ۱۲۰ شمسی میں وہیں مر بھی گیا تھا۔ اس کے ہمراہیوں نے اسے اس گرجا میں لا کر دفن کیا جو اس کے سفر کا منتہا تھا۔ اس وقت تک مسلمان بادشاہوں میں سے کسی نے مشکلات سفر اور دوری کی وجہ سے اس گرجا کا قصد تک نہ کیا تھا۔ یہ شرف و عزت منصور کے لئے ازل سے مخصوص تھی چنانچہ یوم شنبہ ماہ جمادی الآخر ۳۸۷ھ کی ۲۴ تاریخ کو لشکر صائفہ کے ساتھ قرطبہ سے منصور نے کوچ کیا' منصور کا یہ اڑتالیسواں جہاد تھا کوچ و قیام کرتا ہوا شہر قوریہ میں داخل ہوا اور اسے فتح کر کے جلیقیہ (گالیشیا) کی طرف بڑھا۔ یہاں عیسائی سرداروں کی ایک بڑی جماعت بغرض اظہار اطاعت حکومت حاضر ہوئی اور عساکرِ اسلامیہ کے ہمراہ شمالی عیسائیوں کے سر کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ منصور نے پہلے ہی سے دریائی سفر اور فوج کا انتظام کر لیا تھا۔ جنگی جہازوں کے کئی بیڑے موجود تھے۔ آلات حرب بھی کافی تھے' کمسریٹ کا انتظام بھی معقول تھا فوج کی تعداد بھی کثیر اور معتدبہ تھی۔ یہاں سے روانہ ہو کر مقام برتقال کی طرف بڑھا اور نہر دویرہ کو عبور کر کے ایک بڑی نہر کو بذریعہ پل عبور کیا جو منصور کے حکم سے جنگی جہازوں کے بیڑے نے پیشتر سے تعمیر کر رکھا تھا۔ یہ پل عیسائیوں کے قلعہ کے مقابلہ میں بنایا گیا تھا۔

منصور کو قلعہ سے جس قدر سامان جنگ اور رسد و غلہ کا ذخیرہ ملا' لے کر دشمنان اسلام کے ملک میں قدم رکھا اور نہایت تیزی سے کئی دشوار گذار راستوں اور متعدد دریاؤں اور پہاڑی دروں کو عبور کر کے ایک بہت بڑے کشادہ میدان میں پہنچا جو بلاد قرطارش میں واقع تھا۔ پھر اس میدان سے ایک دشوار گذار پہاڑ کے قریب پہنچا جس کا صرف ایک ہی راستہ از حد چھوٹا اور تنگ تھا منصور نے سیپرس مائزش پلٹ کو راستہ ہموار اور کشادہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ شاہی پلٹن نے نہایت تیزی سے سڑک درست کر دی منصور نے اس مصیبت سے بہ آسانی تمام نجات پائی نیز وادی نلیہ کو بھی عبور کر کے کھلے اور وسیع میدان میں پہنچا اس میدان کو طے کرنے کے بعد دیر قسطان' اور بلبو کے میدان میں وارد ہوا یہ مقام بحر محیط کے کنارہ پر واقع تھا۔ عیسائیوں سے مقابلہ ہوا کامیابی کا سہرا منصور کے سر رہا شنت (سینٹ) بلایہ کو فتح کر کے بحر محیط کے اس جزیرہ کی جانب بڑھا جہاں پر گردونواح کے شکست خوردہ عیسائی بھاگ کر پناہ گزین ہوئے تھے۔ عیسائیوں نے جاتے وقت کشتیوں کو ہٹوا دیا۔ منصور کو اس دریا کے عبور کرنے میں پس و پیش ہوا مگر کچھ سوچ سمجھ کر گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ اس کے ہمراہیوں نے بھی شیر دل افسر کو تیرتے ہوئے دیکھ کر اپنے اپنے

گھنگھور گھٹا چھا جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے روبرو جاتے ہوئے ایسی حالت میں کہ ادائے فرائض منصبی سے قاصر رہے ہیں شرم آئے گی۔ میں نے قبائل قریش وغیرہ کی خوب خوب جانچ پڑتال کی کہ ان میں سے کون شخص ایسے امرِ عظیم الشان کے لائق ہے اور ایسے بارِ گراں کے اٹھانے کا کون شخص متحمل ہو گا۔ جس کی دیانت و امانت پر بھروسہ کر کے اللہ کے بندے اس کے سپرد کیے جائیں اور ■ اپنی ہوائے نفسانی اور خواہشات بے جا سے کنارہ کر کے اللہ تعالیٰ کی مرضی کا جویا اور خواہاں رہے' میں نے نزدیک و دور نظر دوڑائی' مگر میری نظر میں ایسا کوئی شخص نہیں آیا' جسے میں اپنے بعد مسلمانوں کی خلافت اور امارت سپرد کروں۔ ایک شخص کے علاوہ جو نسباً" بہترین شخص ہے اور بہ لحاظ رتبہ عالی اور بہ نظرِ منصب سب سے برتر ہے اور اس میں خوفِ خداوندی کا مادہ بھی ہے۔ فرو گذاشت بھی اس کے مزاج میں ہے'

گھوڑوں کو دریا میں ڈال دیا رکاب سے رکاب ملائے ہوئے بات کی بات میں دریا عبور کر کے جزیرہ میں جا پہنچے جس قدر عیسائیوں نے یہاں آ کر پناہ لی تھی ان سب کو قید کر لیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا اس کے بعد اسلامی لشکر بڑھتے بڑھتے کوہ مرابیہ تک پہنچا جسے بحر محیط کئی طرف سے گھیرے ہوئے تھا مسلمانوں نے اسے بھی ایک سرے سے چھان ڈالا' جس قدر یہاں عیسائی تھے' ان سب کو گرفتار کر کے اپنا حلقہ بگوش بنا لیا اور جس قدر مال و اسباب پایا سب پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد بذریعہ دو رہبروں کے اسلامی لشکر نے دو پایاب مقام سے خلیج کو عبور کر کے نہر ایلہ کو بھی عبور کیا اور بہت بڑے مسطح قطعہ زمین میں پہنچے' جہاں پر عمدہ عمدہ عمارتیں بہ کثرت تھیں۔ قدرتی چشمے' خور رو سبزہ زار اور باغات تھے۔ اس مقام سے یعقوب حواری کی قبر دکھائی دیتی تھی۔ جس کی زیارت کو عیسائی دور دراز ملکوں سے سفر کر کے آتے تھے۔ بلاد قسد' نوبہ' رومہ اور تمام یورپ کے مسیحی راہب اور تارک الدنیا یہاں آ کر جمع ہوتے تھے' یہاں کے قیام کو باعث نزول برکت و رحمت خداوندی تصور کرتے تھے۔

منصور نے اس مقام سے کوچ کر کے شہر سینٹ یعقوب پر پہنچ کر پڑاؤ کیا یہ چہار شنبہ کا دن تھا۔ ماہ شعبان ۳۸۷ھ کی صرف دو راتیں گذری تھیں عیسائیوں نے اس مقام کو پہلے ہی سے خالی کر دیا تھا عساکر اسلامیہ نے سوائے عمارتوں اور گرجاؤں کے کسی کو نہ پایا' عمارتوں اور گرجاؤں کو منہدم و مسمار کر دیا' مال و اسباب جس قدر پایا لے لیا بڑے گرجا کے قریب جس وقت منصور پہنچا ایک بڑا راہب یعقوب حواری کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا نظر آیا۔ منصور نے دریافت کیا کہ تم یہاں کیوں ٹھہرے ہو؟ اور کیا کرتے ہو؟ بوڑھے راہب نے نہایت بے پروائی سے جواب دیا' یعقوب حواری کی تنہائی کے خیال سے یہاں ٹھہرا ہوا اپنے خداوند کو یاد کرتا ہوں' منصور کے دل میں اس استغنا کا بہت بڑا اثر پڑا' صرف اس کی جان بخشی ہی نہیں بلکہ ایک گارد زائر اور مزار کی حفاظت پر مقرر کر دیا تاکہ سپاہ جو شہر کو تاخت و تاراج کر رہی ہے اسے مقام کے لوٹنے کی جرأت نہ کر سکے اور فتح مند گروہ کی غارت گری سے یہ محفوظ رہے۔ اس مقام کا قبضہ حاصل کرنے کے بعد منصور نے اپنی فوج ظفر موج کو تمام جزیرہ میں پھیلا دیا۔ بڑھتے بڑھتے اس کی فوج' جزیرہ سینٹ مانکس تک پہنچ گئی جو اس سرزمین کا منتہا تھا۔ جس سے بحر محیط کی لہریں ٹکر کھا رہی تھیں اور جس کے آگے نہ تو سوار جا سکتا تھا اور نہ اسے کوئی پیادہ بہ آسانی عبور کر سکتا تھا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر منصور سے پہلے کسی مسلم کا گذر نہیں ہوا۔

چونکہ منصور نے جاتے وقت بے حد وقت اٹھائی تھی اس وجہ سے واپس ہوتے ہوئے برمند بن اردون کے ملک کا راستہ اختیار کیا اور اپنے ہمراہیوں کو اس کے ملک کو تاخت و تاراج کرنے کی ممانعت کر دی رفتہ رفتہ قلعہ بلتیہ کے قریب پہنچا۔ یہاں سے منصور نے ان عیسائی امرا کو ان کے بلاد کی جانب واپس جانے کا حکم دیا۔ جو اس جہاد میں اس کے ہم رکاب تھے اور نامہ بشارت فتح دارالحکومت قرطبہ روانہ کیا واپسی کے وقت عیسائی امراء کو انعامات جائزے اور صلے مرحمت فرمائے جس سے منصور کی عالی حوصلگی اور بلند ہمتی کا ثبوت ملتا ہے۔

اس معرکہ کے بعد یا کسی اور معرکہ میں محمد بن ابی عامر نے المنصور کا خطاب اختیار کیا اور درحقیقت وہ اسی خطاب کا سزاوار تھا۔

افسوس ہے کہ ایسا اولوالعزم عالی حوصلہ شخص جو انسانی حملوں سے ہمیشہ بچتا اور کامیاب ہوتا موت کے پنجے سے نہ بچ سکا۔ کسٹائل پر آخری جہاد کر کے واپسی کے وقت دفعتہ" بیمار ہو کر ۳۹۴ھ/۱۰۰۰ء میں مر گیا اور بہ مقام مدینہ سالم (میڈینا سلی) مدفون ہوا نفح الطیب جلد اول مطبوعہ لیدن صفحہ ۲۵۷ لغایتہ ۲۷۶

مردم شناسی اس کا خاص جوہر ہے' اپنے ارادوں میں مضبوط' اخلاق حسنہ سے آراستہ ہے' اخلاق رذیلہ سے کوسوں بلکہ منزلوں دور ہے۔ ◘ کون شخص ہے ◘ میرا دوست' میرا ناصح مہربان ابو المظفر عبدالرحمٰن بن منصور بن ابی عامر ہے' اللہ تعالیٰ اسے توفیق عطا فرمائے۔ امیر المومنین نے اسے مختلف مواقع پر جانچا ہے اور اکثر اوقات اس کا امتحان لیا ہے اس کی حالت پر گہری نظر ڈالی ہے' اس کے اخلاق اور عادات پر بھی غور و فکر کی ہے۔ امیر المومنین کے خیال میں یہ نیک کاموں میں جلدی کرنے والا ہے' اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا بے حد شائق ہے' اپنے مقاصد اور ارادوں کے پورے کرنے پر چیرہ دست ہے اور تمام خوبیوں اور محاسن کا جامع ہے' ◘ ایسا شخص ہے کہ منصور جیسا اس کا باپ ہے اور مظفر جیسا اس کا بھائی ہے' ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اگر ◘ تمام ترقی کے زینوں کو دفعتہً طے کر لے اور خیر و برکت کے مدارج یکبارگی حاصل کر لے۔ امیر المومنین نے (اللہ تعالیٰ اس کی تائید کرے) اس وجہ سے کہ اس میں علم کے بڑے بڑے اسرار مخفیہ اور غیب کے بہت سے رازہائے سربستہ کا ظہور ہوتا ہے، یہ قصد فرما لیا ہے کہ ان کا ولی عہد ایک قحطانی نسل کا شخص ہو جس کی نسبت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے لا تقوم الساعة حتٰی یخرج رجل من قحطان یسوق النّاس بعضاة پس جب کہ انتخاب خلیفہ کی بابت اختیار حاصل ہو گیا اور آثار سے اس کا ثبوت مل گیا اور کوئی دوسرا شخص اس کے سوا اس اہلیت کا نظر نہیں آتا تو امیر المومنین اپنی حیات میں امورِ سلطنت اس کے سپرد کرتے ہیں اور بعد وفات یہ حکم دیتے ہیں کہ یہی میرا جانشینِ خلافت ہو' امیر المومنین کا یہ فعل بطیب خاطر بلا جبر و اکراہ اور اجتہاداً ہے۔ امیر المومنین نے اس ولی عہدی کو بلا کسی شرط اور قید کے جائز اور نافذ قرار دیا ہے۔ اور اس عہد نامہ کے ایفاء پر خفیہ' علانیہ قولاً اور فعلاً اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کو جو کہ امیر المومنین کے آباو اجداد سے ہیں اور نیز اپنے آپ کو ذمہ دار کیا ہے کہ آئندہ نہ تو اس میں کچھ تبدیلی کی جائے گی۔ اور نہ کچھ تغیر پیدا کیا جائے گا اور نہ یہ عہد نامہ کالعدم کیا جائے گا اور نہ کسی اور امر پر محمول کیا جائے گا۔ اس امر پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کو گواہ کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ شہادت کے لئے کافی ہے اور اس پر اسے بھی گواہ کیا جا سکتا ہے جس کا نام اس عہد نامہ میں آگیا ہے اور وہ آج سے صاحب الامر قولاً و فعلاً مختار اور میرا ولی عہد موسوم بہ مامون ابو المظفر عبدالرحمٰن بن منصور ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے توفیق خیر عطا فرمائے اور اس کی گردن پر جس امر کا بار رکھا گیا ہے اسے پورا کرنے کی اسے قوت عطا کرے اور اسے اس کے فرائض منصبی کے ادا کرنے پر قدرت عنایت کرے۔ تحریر ماہ ربیع الثانی ۳۹۸ھ

تحریر عہد نامہ کے بعد وزراء قضاۃ اور تمام ارکینِ دولت نے بدستِ خاص اپنے اپنے دستخط کئے' اس روز سے یہ ولی عہد کہلایا جانے لگا۔ اسی سبب سے اس کی اور اس کی قوم کی حکومت ختم ہو گئی۔ واللہ وارث الارض ومن علیہا۔

بنو عامر کا زوال اور مہدی کی بیعت

عبدالرحمٰن ملقب بہ ناصر الدین اللہ بن منصور اعظم کی ولی عہدی کی تقریب درجہ تکمیل پر پہنچنے کے بعد امویوں اور قریشیوں کو اس سے بے حد ناراضگی اور برافروختگی پیدا ہوئی' عبدالرحمٰن ناصر کو گرانے کی فکریں کرنے لگے اور سب کے سب اس امر پر متفق ہوئے کہ عنانِ حکومت مصریہ کے قبضۂ اقتدار سے نکال کر یمنیہ کے ہاتھ میں دی جائے' چنانچہ ہر طبقہ کے لوگوں میں باہم سرگوشیاں ہونے لگیں' اتفاق سے اسی زمانے میں عبدالرحمٰن ناصر لشکر صوائف کے ساتھ جلالقہ کے جہاد پر چلا گیا' مخالفین کو موقع مل گیا ایک روز سب کے سب جمع ہو کر افسرِ اعلیٰ پولیس پر قرطبہ میں قصر خلافت کے دروازے پر جہاں کہ اس کا مرکز تھا (۳۹۹ھ میں) ٹوٹ پڑے اور ہشام موید کو منصبِ خلافت سے معزول کر کے محمد بن ہشام بن عبدالجبار بن امیر المومنین الناصر الدین اللہ کو تختِ خلافت پر جلوہ افروز کیا اور اس کی خلافت و امارت کی بیعت کر لی۔ محمد بن ہشام اسی شاہی خاندان کا ایک ممبر اور خلفاء گذشتہ کی یادگار تھی۔ اراکینِ دولت نے محمد کو تخت خلافت پر متمکن کرنے کے بعد "المہدی باللہ" کا لقب دیا۔

اس واقعہ کی خبر شدہ شدہ عبدالرحمن حاجب کو سرحد پر جہاں کہ وہ تھا پہنچ گئی۔ ہمراہیوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ عبدالرحمٰن نے اس زعم

تے کہ امورِ سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کا مالک تو میں ہوں اور میری موجودگی میں کسی کی کچھ پیش نہ جائے گی' قرطبہ کی جانب واپس
ہوا' جوں ہی دارالخلافت کے قریب پہنچا فوج کا بڑا حصہ اور سرداران بربر' عبدالرحمٰن کے لشکر گاہ سے علیحدہ اور جدا ہو کر قرطبہ چلے آئے
اور مہدی کے ہاتھ پر بیعت کرلی' جو اس وقت قرطبہ میں حکمرانی کر رہا تھا۔ ان لوگوں نے لگا بجھا کر مہدی کو عبدالرحمٰن ناصر کی مخالفت پر
اُبھار دیا۔ چنانچہ مہدی کے اشارہ سے چند لوگ عبدالرحمٰن ناصر پر حملہ آور ہوئے اور اس کا سر اتار کر مہدی اور مخالفین عبدالرحمٰن کے
پاس لے آئے۔ عبدالرحمٰن کے مارے جانے سے عامریوں کی حکومت و دولت کا خاتمہ ہو گیا گویا کہ اس کا وجود ہی نہ تھا۔

بربریوں کی بغاوت اور مُستعین کی بیعت

اس سے پیشتر بربریوں اور زناتہ کی فوجوں نے منصور کا حکمرانی اور سیاست میں ہاتھ بٹایا تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے کے بھی ہوا خواہ
رہے۔ ان دنوں ان لوگوں کے روساء اور امراء زادی بن منا' صنہاجی' بنو ماکیرابن زیری' محمد بن عبداللہ برزالی' نصیل بن حمید کناسی اس کا
باپ عبیدیوں سے عہد خلافت ناصر میں لڑا تھا' زیری بن غزانہ منیلی' ابو یزید بن دوناس یفرنی' عبدالرحمٰن بن عطاف یفرنی' ابو تور بن ابی قرۃ
یفرنی' ابو الفتوح بن ناصر' حزرون بن محسن مغراوی' کمناس بن سید الناس اور محمد بن عیسٰی مغراوی وغیرہ اپنے قبائل اور خاندان کے ساتھ
تھے' یہ لوگ عبدالرحمٰن ناصر کی چیرہ دستی اور امورِ سلطنت پر قابض ہونے سے ناراض ہو کر محمد بن ہشام سے جا ملے تھے' باقی رہے امویہ وہ
پہلے ہی سے خار کھائے بیٹھے تھے' انہیں دولت و حکومت پر عامریوں کا تسلط کب پسند آسکتا تھا' انہوں نے نہایت خوش دلی سے محمد بن ہشام
کی حکومت کا خیر مقدم کیا اہلِ شہر کے قلوب بھی عامریوں سے صاف نہ تھے' عامری عام طور سے آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے'
تھوڑے دن میں اس حد تک یہ قضیہ بڑھا کہ عوام الناس ان لوگوں سے پریشان ہو کر اراکینِ دولت سے فریادیں کرنے لگے' ہر کہہ و مہ
کی زبان پر انہی لوگوں کا چرچا رہنے لگا۔ محمد بن ہشام نے ان سب واقعات سے مطلع ہو کر حکم دے دیا کہ کوئی عامری سوار ہو کر نہ نکلے اور
نہ آلاتِ حرب سے مسلح ہو۔ اسی زمانہ میں ان کے بعض روساء اور ابو الفتوح ناصر دروازے محل سرائے شاہی سے بلا حضوری واپس کر
دیئے گئے تھے۔ بازاریوں نے ان کے مکانات کو لوٹ لیا۔ زاوی' اور اس کے چچا زاد بھائی حسابہ نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر محمد بن
ہشام مہدی سے شکایت کی کہ بازاریوں نے ہم لوگوں کے مکانات لوٹ لیے ہیں' مہدی نے ان کی فریادیں سنیں اور جن لوگوں نے ان کے
گھروں کو لوٹ لیا تھا ان کو سزائیں دیں۔ مہدی کا سینہ ان لوگوں کی عداوت سے بھرا ہوا اور ان کی عادات بد سے اس کا دل بیزار تھا۔ اس
کے بعد سچ یا جھوٹ کسی ذریعہ سے ان لوگوں تک یہ خبر پہنچی کہ مہدی ان لوگوں کے ساتھ بد عہدی کیا چاہتا ہے۔ یہ لوگ باہم ملنے جلنے
لگے۔ درپردہ مشورہ ہونے لگا کہ مہدی کو معزول کر کے ہشام بن سلیمان ابن امیر المومنین ناصر الدین اللہ کو عبائے خلافت پہنانا چاہیے۔ اس
واقعہ سے اراکینِ دولت کے کان آشنا ہو گئے۔ انتہائی عجلت کے ساتھ اس کی روک تھام کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلے تو ان لوگوں کو حکمت
عملی سے شہرِ قرطبہ سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد ہشام بن سلیمان اور اس کے بھائی ابو بکر کو مہدی کے پاس گرفتار کر لائے۔
چنانچہ مہدی کے حکم سے ان دونوں
کی گردن ماری گئی۔ اور سلیمان بن حکم بخوفِ جان بھاگ کر بربر اور زناتہ کے لشکر
میں پہنچا' اس وقت یہ سب کے سب قرطبہ کے باہر جمع ہو رہے تھے اور شاہی خاندان میں سے کسی ایک شاہزادے کو تخت نشین کرنے کی
فکریں کر رہے تھے۔ سلیمان کو دیکھتے ہی اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی۔ المستعین باللہ' کے مبارک خطاب سے مخاطب کیا اور اس
کے ہم رکاب طلیطلہ کی سرحد کی طرف گئے۔ ابن اوفونش کی پشت گری سے فوجیں آراستہ کر کے قرطبہ کے محاصرہ کے لئے کوچ کیا۔ اس
فوج میں یا تو بربری تھے یا عیسائی۔ مہدی بھی خبر پا کر بقصدِ جنگ قرطبہ کے باہر آیا' اہلِ شہر اراکینِ دولت اور فوجی نظام سینہ سپر ہو کر اپنے
جدید خلیفہ کے ساتھ لڑنے کے لئے نکلے' گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ قرطبہ کی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ میدان مستعین کے ہاتھ
رہا۔ تقریباً" بیس ہزار اہلِ قرطبہ اس معرکہ میں کام آئے۔ آئمہ مساجد' دربان' موذن اور علماء مشائخین قتل کیے گئے۔ آخر چوتھی صدی میں
مستعین فتح مندی کا جھنڈا لئے ہوئے قرطبہ میں داخل ہوا۔ محمد بن ہشام بن عبدالجبار ملقب بہ مہدی باللہ بھاگ کر طلیطلہ پہنچا۔

مہدی پھر قرطبہ میں

جس وقت مستعین نے بزورِ تیغ قرطبہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ محمد بن ہشام مہدی شکست کھا کر طلیطلہ چلا گیا۔ ابن اوفونش نے اسے بھی فوجی مدد دی۔ پس یہ بھی اس کی اعانت اور پشت گری پر فوجیں آراستہ کر کے قرطبہ کی جانب بڑھا۔ مستعین سے معرکہ آرا ہوا' چنانچہ قرطبہ کے باہر مقام عقبۃ البقر آخری دروازہ سبتہ پر مستعین کو شکست ہوئی۔ مہدی مظفر و منصور قرطبہ میں داخل ہوا اور کامیابی کے ساتھ قابض ہو گیا۔

مہدی کا قتل

جوں ہی مہدی مظفر و منصور قرطبہ میں داخل ہوا' مستعین نے مع فوج بربر قرطبہ سے نکل کر تمام ملک میں غارت گری کا بازار گرم کر کے مار دھاڑ شروع کر دی نیک و بد کا امتیاز چھوڑ دیا۔ ایک مدت تک یہی کیفیت رہی۔ اس کے بعد خضراء کی جانب چلا گیا۔ مہدی اور ابن اوفونش تعاقب میں روانہ ہوئے۔ مستعین اور بربری فوج لوٹ پڑی۔ مہدی اور ابن اوفونش پسپا ہو کر قرطبہ کی جانب بھاگے' مستعین نے تعاقب کیا حتیٰ کہ مہدی اور ابن اوفونش نے مع اپنی رکاب کی فوج کے قرطبہ میں داخل ہو کر شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ مستعین نے محاصرہ کر لیا۔ اہلِ قرطبہ کو بربریوں کے طول و شدتِ محاصرہ سے اضطراب پیدا ہوا' خادمان قصرِ خلافت ہشام کے حاشیہ نشینوں سے ملے اور یہ کہا کہ یہ سب مصیبتیں محمد بن ہشام کی بدولت ہم لوگوں کے سروں پر نازل ہوئی ہیں۔ اگر تم لوگ بھی ہمارے اس خیال سے متفق ہو تو آؤ محمد بن ہشام کا کام تمام کر کے ہشام کی خلافت کی دوبارہ بیعت کر لیں اور بربریوں کے ظلم و ستم سے اپنے کو نجات دیں۔ خدام خلافت اور ہوا خواہانِ ہشام نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے محمد بن ہشام کو قتل کر کے بالاتفاق ہشام موید کی خلافت کی دوبارہ بیعت کر لی۔ اس کام کا بانی مبانی واضح عامری نامی ایک شخص تھا جو ہشام موید کی بحالی کے بعد اس کا حاجب بنایا گیا تھا۔ یہ شخص منصور بن ابی عامر کا آزاد غلام تھا۔

حصارِ قرطبہ

اہل قرطبہ کی کارروائی سے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا۔ بربری فوجیں محاصرہ پر اڑی رہیں اور مستعین دعوے دار خلافت انہی لوگوں میں گل چھرّے اڑاتا رہا رفتہ رفتہ سارے قصبات اور دیہات خراب اور ویران ہو گئے۔ کبھی تو ہشام قرطبہ سے نکل کر بربریوں اور مستعین کا تعاقب کرتا کبھی بربری اور مستعین ہشام اور اہلِ قرطبہ کو مارتے مارتے قرطبہ میں داخل ہو جاتے تھے۔ اس روزانہ جنگ اور آئے دن کی شکست سے اہلِ قرطبہ تنگ آ گئے رسد و غلہ کا ذخیرہ بھی ختم ہو چلا۔ مستعین اور بربری اس وجہ سے کہ مضافات قرطبہ پہلے ہی سے ویران ہو گئے تھے ' کھیتیاں خراب ہو گئی تھیں' کمی رسد و غلہ سے پریشان ہو رہے تھے نہ تو محاصرہ اٹھا کر واپس جاتے اور نہ قرطبہ فتح ہوتا تھا۔ کچھ سوچ سمجھ کر مستعین اور بربریوں نے ابن اوفونش کو اپنی کمک کی غرض سے طلب کیا۔ ہشام موید اور اس کے حاجب واضح کو اس کی خبر لگی تو انہوں نے ابن اوفونش کو صوبہ قشتالہ دے کر مستعین کی مدد کرنے سے روک دیا۔ اس صوبہ کو منصور نے عیسائیوں سے فتح کیا تھا۔ بربریوں اور مستعین نے بزورِ تیغ ۴۰۳ھ میں قرطبہ کو فتح کر لیا۔ ہشام موید مارا گیا اور مستعین مع اپنی فوج بربری فوج کے قرطبہ میں داخل ہوا۔ سب اپنی عورتوں' لڑکوں اور بچوں سے ملے۔ ایک مدت کے بچھڑے ہوئے اپنے اپنے مکانات میں آ کر آباد ہوئے۔

اس واقعہ سے مستعین کے دماغ میں اپنی حکومت کے مستقل و مضبوط ہو جانے کا خیال جم گیا' بربریوں اور غلاموں کو بڑے بڑے شہروں کی حکومت پر مامور کیا انہیں وسیع اور زرخیز صوبوں کی حکمرانی دی' چنانچہ بادیس بن حبوس کو غرناطہ کی' محمد بن عبداللہ برزالی کو قرمونہ کی' اور ابو نور بن ابی ابل کو شریش کی حکومت عطا کی۔ اراکینِ دولت کا شیرازہ منتشر ہو گیا تمام بلادِ اندلس میں پریشان ہو کر نکل گئے اور آخر کار اسی زمانہ سے طوائف الملوکی بھی شروع ہو گئی ابن عباد نے اشبیلیہ میں' ابن افطس نے بطلیوس میں' ابن ذی النون نے طلیطلہ میں' ابن ابی عامر نے بلنسیہ و مرسیہ میں' ابن ہود نے سرقسطہ میں اور مجاہد عامری نے دانیہ اور جزائر میں خود مختاری کا اعلان کر دیا جیسا کہ

ہم ان کے حالات کے ضمن میں بیان کریں گے۔

ابن حمود کا قرطبہ پر قبضہ

جس وقت اراکینِ دولت قرطبہ منتشر اور متفرق ہو گئے بربریوں نے حکومت و سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ علی بن حمود اور اس کا بھائی قاسم
(جو کہ ادریس کے پس ماندگان سے تھے اور بربریوں کے ساتھ سرحد سے آئے تھے) دعوے دار حکومت ہو گئے اور زیادہ تر بربریوں کی
حمایت اور اعانت سے ۴۰۷ھ میں قرطبہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ مستعین کو قتل کر کے بنو امیہ کی بادشاہت کے آثار معدوم اور نیست و نابود کر
دیئے۔ سات برس تک اسی صورت سے قرطبہ کی حکومت کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد پھر بنی امیہ اٹھے اور اولاد ناصر میں سے ایک
شخص حکومت و امارت کی عبا پہن کر تخت خلافت پر متمکن ہوا پھر تھوڑے دن بعد عنانِ حکومت ان کے قبضہ سے نکل گئی اور حکومت و
سلطنت پر عرب' غلاموں اور بربریوں نے قبضہ کر لیا۔ ملک اندلس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہو گیا۔ ان لوگوں نے علیحدہ علیحدہ اپنی
اپنی خود سر حکومتیں قائم کر کے وہی القاب اور خطابات اختیار کئے جو خلفا کے تھے' جیسا کہ ہم اسے کامل طور سے ان کے حالات میں بیان
کریں گے۔

بنو امیہ کی دوبارہ حکومت

اہلِ قرطبہ نے سات سال کے بعد حمودیوں کو کرسی امارت سے اتار دیا۔ قاسم بن حمود نے بربری فوج لے کر قرطبہ پر فوج کشی کی'
اہلِ قرطبہ نے متفقہ قوت سے قاسم کو شکست دی' اس وقت اہلِ قرطبہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ عنانِ حکومت اندلس بنو امیہ کے قبضہ اقتدار
میں دی جائے' وہی اس کے مستحق اور لائق ہیں چنانچہ عبدالرحمٰن بن ہشام بن عبدالجبار (برادر مہدی) کو خلافت کے لئے منتخب کیا اور ماہ
رمضان ۴۱۴ھ میں اس کے ہاتھ پر خلافت وامارت کی بیعت کی۔ المستظہر کا خطاب دیا۔ ابھی اس کی حکومت و خلافت کو دو ماہ بھی نہ
گذرے تھے کہ محمد بن عبدالرحمٰن بن عبیداللہ بن خلیفہ ناصر بدعوے خلافت مستظہر کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا' اس کے باپ کو منصور نے
مخالفت کی وجہ سے قتل کروایا تھا۔ اس وقت سے یہ خاموش موقع اور وقت کا منتظر رہا' اب جب کہ بربریوں سے دولت و حکومت جاتی رہی
تو اس نے علم مخالفت بلند کر دیا۔ عوام الناس اور بازاریوں کا جم غفیر اس کے ساتھ ہو گیا' مستظہر کو اس کی روک تھام میں ناکامی ہوئی۔ محمد
بن عبدالرحمٰن نے قرطبہ پر قبضہ حاصل کر کے "مستکفی" کا خطاب اختیار کیا اور بالاستقلال تختِ حکومت پر بیٹھ کر قرطبہ میں حکمرانی کرنے
لگا۔

مستکفی کی بیعت خلافت کے چھ مہینے بعد قرطبہ کی عنانِ حکومت ۴۱۶ھ میں یحییٰ بن علی بن حمود یعنی معتلی کے قبضہ میں چلی گئی جیسا
کہ ان کے حالات میں بیان کیا جائے گا اور مستکفی بحال پریشان سرحدی بلاد کی طرف بھاگ گیا اور اسی زمانہ فراری میں سفر آخرت اختیار
کیا چند روز بعد اہلِ قرطبہ نے معتلی بن حمود کو ۴۱۷ھ میں تخت خلافت سے اتار دیا۔

خلافتِ امویہ کا خاتمہ

وزیر السلطنت ابو محمد جہور ابن محمد بن جہور اور سرداران قرطبہ نے ہشام بن محمد برادر مرتضیٰ کی خلافت کی بیعت کر لی۔ ہشام بن محمد
ان دنوں سرحد پر مقام لارد میں ابن ہود کے پاس مقیم تھا جب اس کو یہ خبر لگی کہ میری خلافت کی بیعت لی گئی ہے تو ۴۱۸ھ میں لاردہ
سے برنث چلا آیا اور "المعتمد باللہ" کا لقب اختیار کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ محمد بن عبداللہ بن قاسم برنث پر قابض ہو گیا تھا۔ پس ہشام نے
یہیں قیام اختیار کیا تین برس تک سرحد پر ہی مارا مارا پھرا' رؤسا اور سردارانِ قبیلہ میں باہم اختلاف پڑا ہوا تھا' فتنہ و فساد کی گرم بازاری
تھی' اس امر پر متفق ہوئے کہ ہشام کو قرطبہ میں لا کر ٹھہرانا چاہیے چنانچہ وزیر السلطنت ابو محمد جہور اراکین دولت کے ایک گروہ کے
ساتھ ہشام کے پاس گیا اور ۴۲۰ھ میں اسے قرطبہ لے آیا۔ تھوڑا ہی زمانہ گذرنے پایا تھا کہ ۴۲۲ھ میں لشکریوں نے اسے معزول کر دیا۔

غریب معتمد نے لاردہ کا راستہ لیا اور وہیں ۴۲۸ھ میں مر گیا۔ اس کے مرنے سے خلافت امویہ کا دور ختم ہو گیا اور اس کی حکومت و سلطنت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو گیا[1] واللہ غالب علی امرہ۔

---

[1] ملک اندلس جسے طارق و طریف سپہ سالاران لشکر اسلام نے بہ زمانہ گورنری موسیٰ بن نصیر گورنر افریقہ عہد خلافت ولید اموی ۹۲ھ میں فتح کیا تھا تقریباً" پچاس برس تک بطور ایک صوبہ کے خلافت دمشق کا ماتحت رہا اس زمانہ میں اکثر دربارِ خلافت سے اس صوبہ کا گورنر مقرر ہو کر آتا تھا اور گاہے گورنر افریقہ اپنی جانب سے کسی شخص کو اس صوبہ پر مامور کر دیتا تھا۔ اس پچاس سال کے آخر میں طوائف الملوکی اور خود سری بھی شروع ہو گئی تھی۔ قبائل عرب آپس میں لڑنے بھڑنے لگے تھے۔ ایک دوسرے کو کاٹے کھاتا تھا یہ زمانہ تھا کہ خلافت دمشق کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا تھا۔ تخت خلافت پر عباسیہ کا قبضہ ہو گیا تھا۔ عبدالرحمٰن ثانی ایک شخص شاہزادگان بنو امیہ سے کسی نہ کسی طرح اپنی جان اس عام خون ریزی سے بچا کر اندلس پہنچا اور اپنی مدبرانہ کارروائیوں اور چالوں سے اندلس پر قابض ہو گیا۔ ان سب واقعات کو آپ پہلے پڑھ آئے ہیں اس وجہ سے ہم ان کا اعادہ نہیں کرنا چاہتے۔

عبدالرحمٰن داخل بنو امیہ میں سب سے پہلے ۱۳۸ھ میں اندلس آیا تھا اور بنو امیہ کی مردہ شان و شوکت کو از سر نو زندہ کیا تھا۔ بہت بڑے حوصلے اور دماغ کا آدمی تھا۔ اندلس کی متعدد اور خود سر حکومتوں اور بغاوتوں کو سر کر کے اسی نے ایک مہذب اور شائستہ حکومت بنائی تھی۔ اسی نے تمام خود مختار اور جنگجو امراء کو زیر و زبر کر کے اندلس کو پرامن اور انصاف پسند حکومت کا خطاب دیا تھا۔ اس کے بعد اس کے خاندان سے ۴۲۸ھ تک تیرہ اشخاص اور جانشین ہوئے جن کے زمانہ حکومت کے حالات علیحدہ علیحدہ تحریر کئے گئے ان تیرہ اشخاص میں سے گنتی کے چند اشخاص ایسے گذرے ہیں جنہیں جہاں داری اور حکومت کا سلیقہ تھا ورنہ سب کے سب نہیں تو ان میں سے اکثر ایسے تھے جو کہ امراء دولت اور افسران فوج کے ہاتھ کٹ پتلی یا موم کی ناک تھے۔ مگر وہ چند اشخاص ایسے تھے جن کی ذات سے اندلس کا نام روشن ہو گیا تھا۔ تمام یورپ نے ان کا لوہا مان لیا تھا۔ علم و ہنر اور فنون کی قدر دانی میں شہرہ آفاق تھے۔ تقریباً" دو سو تین برس ملک پر حکمرانی کی اور اس مدت میں ان تاج داروں نے اندلس کو دلہن کی طرح آراستہ کر دیا۔ قرطبہ کیا تھا تمام جہان کے علوم و فنون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ دور دراز ملکوں سے طلبا علوم یہاں کی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے تھے۔ یورپ نے اسی کی شاگردی میں زانوئے ادب تہ کیا تھا۔ ان بادیہ نشینان عرب نے ملک اندلس میں جو نمایاں کام کئے تھے وہ آج بڑے سے بڑے سائنس اور طبیعیات داں اور فرزانہ روزگار فلاسفر سے نہیں بن پڑتا۔ بزم اور رزم دونوں کے مالک تھے۔ ان کے ایک ہاتھ میں قلم ہوتا تھا تو دوسرے ہاتھ میں تلوار۔ تعمیرات کی طرف آنکھیں اٹھتی ہیں تو اس وقت وہ زبان حال سے اپنے بانیوں کی عظمت و جلال کا افسانہ کہہ رہی ہیں۔

از نقش و نگارے درودیوار شکستہ
آثار پدید است صنا دید عجم (نہیں) عرب را

وجہ تسمیہ اندلس

بنو امیہ کا دور حکومت تمام ہوتا ہے اور اس کے بعد سے طوائف الملوکی کا سلسلہ اور خود مختار ریاستوں کا آغاز ہوتا ہے لہذا اس موقع پر ہم سرزمین اندلس کے کچھ اوصاف بیان کرنا چاہتے ہیں اور مدینتہ الخلفا قرطبہ کی بعض تعمیرات پر بھی ایک سرسری نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔

ازور دوست چہ گویم بچہ عنوان رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

مولف کتاب نفح الطیب تحریر کرتا ہے کہ سرزمین اندلس کے اوصاف کسی عبارت میں کامل طور سے بیان نہیں کئے جا سکتے اور نہ اس کی خوبی و لطافت پر کسی قسم کا غبار پڑ سکتا ہے۔ ابن سعید کہتا ہے کہ یہ ملک اندلس بن طوبان بن یافث بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہوا کیونکہ اندلس نے اپنی سکونت کے لئے اس سرزمین کو منتخب کیا تھا جیسا کہ طوبان کے بھائی سبت بن یافث کے نام سے اندلس کے سامنے کی سرحد اس کی سکونت کے باعث سبتہ کہلائی۔ ابن غالب کا بیان ہے کہ اندلس یافث بن نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا جس نے ابتدا اس سرزمین میں سکونت اختیار کی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

باب ۲۲

دولت بنی حمود کا عروج

بربریوں اور مغاربہ کے ساتھ جو کہ مستعین کے ہوا خواہ تھے' دو بھائی عمر بن ادریس ان کی اولاد سے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام قاسم تھا دوسرے کا نام علی۔ یہ دونوں بیٹے حمود بن میمون بن احمد بن علی بن عبیداللہ بن عمر بن ادریس کے لوگ تھے۔ یہ لوگ بربریوں کے گروہ کے ساتھ بلاد غمارہ میں تھے اور انہی کے ذریعہ سے' انہوں نے ریاست و امارت حاصل کر لی تھی جو محمد اور عمر اولاد ادریس کے پس ماندگان میں ایک زمانہ تک قائم رہی۔ اسی وجہ سے بربریوں کا ان لوگوں کے ساتھ میل جول اور تعلق تھا اور یہی امران لوگوں کے فخر و مباہات کا باعث ہوا پس یہ لوگ بربریوں کے ساتھ بلادِ غمارہ سے سرزمین اندلس میں آئے اور مستعین کے حاشیہ نشینوں و ا سرحدی بربر میں داخل ہو گئے' چنانچہ مستعین نے منجملہ ان مغاربہ کے ساتھ جنہیں سندِ حکومت دی تھی' ان لوگوں کو بھی سرداری و حکومت عطا کی ان میں سے علی کو طنجہ کی حکومت مرحمت فرمائی اور قاسم کو جزیرہ خضرا پر مامور کیا۔ قاسم سے علی بڑا تھا۔ چونکہ مغاربہ اور بربریوں کے دلوں میں اولادِ ادریس کی ہوا خواہی تھی کہ اس کی حکومت اس طرف پہلے سے متمکن تھی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں' اس وجہ سے علی بن حمود کی حکومت میں کسی قسم کا زوال و تزلزل پیدا نہ ہوا اور اس کے رعب داب کا سکہ چلنے لگا دو برس تک اس نے حکمرانی کی حتیٰ کہ خود اس کے باڈی گارڈ نے اسے حمام میں ۴۰۸ھ میں قتل کر ڈالا۔

تھی۔

اوصاف اندلس

ابو عامر سلمی نے اپنی کتاب بدور القلائد و غرالفوائد میں تحریر کیا ہے کہ ملک اندلس بہترین ملکوں سے ہے اس کی ہوا اور سرزمین نہایت معتدل' اس کا پانی نہایت شیریں' ہوا پاکیزہ اور حیوانات و نباتات نفیس ہیں یہ ملک اوسط الاقالیم ہے اور خیرالامور او سطہا ایک مشہور مثل ہے۔ ابو بعید بکری تحریر کرتا ہے کہ ملک اندلس پاکیزگی میں شام ہے' ہوا کے لحاظ سے یمن سے مشابہ ہے۔ سطح اور معتدل ہونے کے اعتبار سے ہند ہے۔ عمدگی اور لطافت میں اہواز ہے' زرخیزی میں چین ہے' اس کے سواحل اور اس کے معادن میں طرح طرح کے قیمتی جواہر مخزون ہیں۔ آثار قدیمہ بھی بکثرت ہیں۔ مسعودی نے مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ بحر اندلس کے ساحل شنتیرین اور شدونہ میں عنبر بکثرت پیدا ہوتا ہے اس کے علاوہ سونا چاندی اور پارہ کی متعدد کانیں ہیں۔ زعفران بھی پیدا ہوتا ہے۔ بعض مبصرین کا بیان ہے کہ اندلس میں تمام قسم کی کانیں ہیں جو سبعہ سیارہ کی تاثیرات سے بھی پیدا ہوتی ہیں۔ رانگ کو زحل سے تعلق ہے۔ اس کی بھی اندلس میں کان ہے' قزدیر سفید (ایک قیمتی پتھر ہے) منسوب مشتری ہے۔ اس کی کان بھی اندلس میں ہے۔ لوہا مریخ کی طرف منسوب ہے یہ بھی اندلس کی کان سے برآمد ہوتا ہے۔ سونا شمس کی جانب منسوب ہے تانبا زہرہ کی جانب' پارہ عطارد کی جانب' اور چاندی قمر کی طرف اور ان سب چیزوں کی کانیں اندلس میں موجود ہیں۔ غرض کہ اندلس کیا ہے۔ ایک زرخیز ملک ہے جس کی ہوا بھی معتدل اور سرزمین بھی شاداب ہے۔

جزیرہ نمائے اندلس مثلث الشکل ہے اور تین حصوں وسطی' شرقی اور غربی پر مشتمل ہے۔ وسطی میں قرطبہ' طلیطلہ' جیان' غرناطہ' مریہ اور البیہ وغیرہ تھے۔ بظاہر یہ چھ شہر ہیں۔ لیکن حقیقت میں ہر ایک مستقل مملکت کے حکم میں تھے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قاسم بن حمود

اس کی جگہ اس کا بھائی قاسم بن حمود حکمران ہوا۔اس نے "المامون" کا خطاب اختیار کیا۔اس کی حکمرانی کے چار برس بعد یحییٰ بن علی نے سبتہ میں اس سے حکومت و ریاست کے بارے میں جھگڑا کیا۔ یحییٰ بن علی' غربی اندلس میں امیر اور اپنے باپ کا ولی عہد تھا۔ قاسم نے اس کی سرکوبی کے لئے ۴۱۰ھ میں اپنی بربری فوج کو عساکرِ اندلس کے ساتھ روانہ کیا۔ یحییٰ نے مالقہ کی پشت پناہی سے مقابلہ کیا اور اپنے بھائی ادریس کو جو اپنے باپ کے زمانہ سے یہیں تھا' سبتہ کی جانب بھیج دیا۔ اس اثنا میں یحییٰ کی کمک پر زاوی بن غرناطہ سے آگیا جو کہ ان دونوں بربریوں کا دوسرا سردار تھا' یحییٰ نے اس کی اعانت اور پشت پناہی سے قرطبہ پر حملہ کیا اور ۴۱۲ھ میں اس پر قابض ہو گیا "المعتلی" کا مبارک خطاب اختیار کیا۔ ابو بکر بن ذکوان کو عہدۂ وزارت عطا فرمایا۔ مامون نے جان بچانے کی غرض سے اشبیلیہ کا راستہ لیا۔ اشبیلیہ پہنچ کر پھر اپنی حکومت و ریاست کی بنا ڈالی۔ قاضی محمد بن اسماعیل بن عباد نے بیعت کر لی۔ بعض بربری فوجوں کو بھی اپنی داد و دہش سے دوبارہ ملا لیا اور انہیں فوج کی صورت میں آراستہ کر کے اپنے برادر زادہ پر چڑھائی کر دی۔ چنانچہ ۴۱۳ھ میں قرطبہ پر دوبارہ قابض ہو گیا۔ معتلی بھاگ کر مالقہ پہنچا۔

قرطبہ کے متعلقات سے استجہ' بلکونہ' قبرہ' زندہ' مدور' اسطیہ' بیان' جنانہ اور قیصر وغیرہ تھے۔ طلیطلہ کے مضافات سے وادی الحجارہ' قلعہ رباح اور طلمنکہ وغیرہ تھے۔ مضافات جیان سے ابذہ بیاسہ اور تسہ وغیرہ تھے۔ متعلقات غرناطہ سے وادی آش' منکب اور لوشہ وغیرہ تھے۔ اعمال مریہ سے اندرش اور مالقہ کے مضافات سے ملیش اور الحامہ وغیرہ تھے۔ ملیش میں بکثرت میوہ جات پیدا ہوتے تھے الحامہ میں گرم پانی کا چشمہ وادی کی صورت میں تھا۔

شرقی اندلس میں صوبجات مریہ' بلنسیہ' دانیہ سہلہ اور ثغر اعلیٰ تھے' مریہ کے متعلقات سے اربولہ' القنت لورقہ وغیرہ شمار کئے جاتے تھے۔ بلنسیہ میں شارطبہ اور جزیرہ شقر تھا۔ دانیہ کے متعلق بھی چند شہر تھے جنہیں گردش زمانہ نے ویران و خراب کر ڈالا۔

سہلہ میں بھی کئی شہر آباد تھے۔ یہ صوبہ بلنسیہ اور سرقسطہ کے درمیان واقع تھا اسی وجہ سے اسے بعضوں نے ثغر اعلیٰ کے مضافات سے شمار کیا تھا۔ اس صوبہ میں متعدد قلعے اور کئی شہر آباد تھے۔

ثغر اعلیٰ کے مضافات سے سرقسطہ' کورہ لاردہ' قلعہ بیضا' کورہ سطیلہ (اس کا شہر طرسونہ تھا) کورہ وشقہ (اس کا شہر تمریط تھا) کورہ مدینہ سالم (میڈنا سلی) کورہ قلعہ ایوب (اس کا شہر ملیانہ تھا) کورہ بربطانیہ اور کورہ بادروشہ تھا۔

غربی اندلس میں اشبیلیہ ماردہ' اشبونہ اور شلب شمار کئے جاتے تھے مضافات اشبیلیہ سے سریش' خضراء اور لیلہ تھا۔ ماردہ کے مضافات سے بطلیوس بابرہ وغیرہ تھے۔

اعمال اشبونہ میں شنترین سب سے بہتر اور عمدہ مقام تھا۔

صوبجات شلب سے سینٹ مریہ وغیرہ تھے۔

ان کے علاوہ جزیرہ نما اندلس میں بہت سے چھوٹے چھوٹے جزائر ہیں' اگر ان سب کے حالات تحریر کئے جائیں تو مضمون کافی طویل ہو گا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اندلس کا طول تیس یوم کی مسافت کا تھا اور عرض نو ایام کے سفر کا تھا۔ جسے چالیس بڑی بڑی نہریں چند حصوں پر منقسم کرتی تھیں۔ نہروں کے علاوہ بہت سے قدرتی چشمے تھے' معادن کی کوئی حد نہ تھی۔ دارالحکومت کے اسی (۸۰) شہر تھے۔ دیہاتوں اور قصبات کا شمار حد سے باہر تھا۔ صرف نہر اشبیلیہ کے کنارے بارہ سو گاؤں آباد تھے۔ اندلس کی آبادی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ قدم قدم پر مسافروں کے لئے بازار سرائیں اور مسافر خانے ملتے تھے۔ مسافر دو کوس بھی جنگل' پہاڑ اور ویرانے میں نہیں چلنے پاتا تھا اسے آرام کے لئے مکانات مل جاتے تھے اور صاحب جغرافیہ نے تحریر کیا ہے کہ ملک اندلس کا طول چالیس یوم کی مسافت کا تھا اور عرض اٹھارہ یوم کی مسافت کا۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زمانہ حکومت مُستعین سے مامون کے عمال جزیرہ خضرا پر قابض ہو گئے اور اس کا بھائی دریا کے اس پار طبخہ میں متصرف ہو گیا۔ مامون نے اسے اپنے اور اپنے بیٹوں کے لئے مرکز بنا رکھا تھا۔ اپنے مال و اسباب کو یہیں محفوظ رکھتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر قرطبہ تک پہنچی کہ اس نے جزیرہ خضرا کے دارالحکومت اور اس کے قلعوں پر قبضہ کر لیا ہے' بنو امیہ کے ساتھ تشدد اور سختی کا برتاؤ کرتا ہے۔ اہلِ قرطبہ نے متفق ہو کر اس پر حملہ کر دیا اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کے طوق کو اپنی گردن سے اتار کر پھینک دیا' بنو امیہ میں سے مُستظہر کے

قرطبہ کی بعض عمارات اور جامع مسجد

یوں تو قرطبہ اور بلاد اندلس کی تمام عمارتیں قابل الذکر ہیں خاص کر اس وجہ سے کہ ان سے عرب کی صناعی کا ثبوت ملتا ہے اور ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عربوں نے ایک ہی صدی کے اندر کس قدر اور کس بلاد کی ترقی کی تھی مگر اس موقع پر ہم صرف جامع مسجد قرطبہ اور اس کی بعض عمارتوں کا تذکرہ کر کے اپنے اس نوٹ کو ختم کرتے ہیں۔

جامع مسجد قرطبہ کا بنیادی پتھر عبدالرحمن داخل مجدد دولت امویہ اندلوسیہ نے ۷۸۶ء/۱۵۹ھ میں رکھا تھا۔ اسی ہزار دینار خرچ کر چکا تھا۔ مگر تعمیر تکمیل کو نہیں پہنچی تھی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے ہشام نے ۷۹۳ء/۱۷۶ھ میں جامع مسجد کی تعمیر مکمل کی۔ اس کے بعد ہر نئے حکمران نے' کسی نے نام آوری کی غرض سے اور کسی نے نمازیوں کی آسائش کے خیال سے کچھ نہ کچھ جدید عمارتیں اضافہ کیں' رفتہ رفتہ یہ مسجد مسلمانان عرب کے ابتدائی کمالات کا ایک عمدہ نمونہ بن گئی۔ اس مسجد میں چھتوں کے مسقف اور ڈاٹ دار گنبدوں کی تعداد شرقاً" غرباً" ۱۹ اور شمالاً" جنوباً" ۲۱ تھی۔ پیتل کے دروازے منقش و مشجر لباس پہنے ہوئے نمازیوں کا انتظار کرتے تھے۔ بارہ سو ترانوے مطلا ستون مسجد کی مقدس چھت کو اٹھائے ہوئے تھے خاص درجہ میں نقرئی فرش تھا۔ جابجا پچی کاری کا نفیس اور عمدہ کام بنا ہوا تھا ستونوں پر سونے اور قیمتی پتھروں سے خوش نما نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ منبر ہاتھی دانت اور ایک خاص قسم کی لکڑی کے ۳۶ ہزار ٹکڑوں سے بنایا گیا تھا جو بوقت ضرورت علیحدہ ہو سکتا تھا یہ ٹکڑے سونے کی کیلوں اور پتھروں سے باہم ملائے گئے تھے۔ صحن مسجد میں چار وسیع اور خوبصورت حوض پانی سے لبریز رہا کرتے تھے ان حوضوں میں کلوں اور نلوں کے ذریعہ سے پانی قریب کی ایک پہاڑی سے لایا گیا تھا۔

مسجد کے بازو پر لا تعداد کمرے اور حجرے بنے ہوئے تھے۔ جن میں طلبا اور مسافروں کی مہمان داری نہایت فراخ حوصلگی سے کی جاتی تھی۔ ایک سو پیتل کی لالٹینیں لگی ہوئی تھیں جن کے ذریعہ سے مسجد کی رات روز روشن ہو جاتی تھی۔ رمضان المبارک میں موم کی ایک بڑی بتی وزنی ۲۵ ثار تمام رات جلا کرتی تھی۔ تین سو آدمی صرف اس غرض کے لئے ملازم تھے کہ عود و عنبر بخورات لالٹینوں میں جلانے کے لئے خوشبو دار تیل بناتے رہیں اللہ رے مسلمانوں کا عروج اور مسجد جامع کی شان و شوکت' جسے ان لوگوں نے خود اپنے ہاتھوں خاک میں ملا دیا اور اللہ تعالیٰ کی اس وعید کو ان اللہ لا یغیر مابقوم حتی یغیروا ماباانفسھم کو بھلا کر دنیا اور جاہ پرستی میں مصروف ہو گئے۔

قرطبہ کی مشہور عمارتوں میں قصر الازہار' قصر العاشقین' قصر السرور' اور قصر التاج وغیرہ تھے۔ ایک محل سراشاہی کا نام دمشق تھا۔ اس کی چھتیں سنگ مرمر کے ستونوں پر کھڑی تھیں اور فرش پر نہایت کاری گری سے پچ کاری کی گئی تھی۔ دیواروں پر سرسبز باغات کے نقشے کھینچے گئے تھے۔ دیکھنے والوں کو یہ تمیز نہیں ہو سکتی تھی کہ یہ اصلی باغات ہیں یا ان کے نقشے مصنوعی ہیں۔ جھیل' تالاب اور سنگ مرمر کے متعدد حوض بہ کثرت تراش تراش کر بنائے گئے تھے جو گریشیا کے پہاڑوں سے بنوا کر قرطبہ میں منگوائے گئے تھے اور ان میں پانی آ آ کر جمع ہوتا تھا جس سے سلطانی باغات اور تمام شہر کی آب پاشی کی جاتی تھی۔ اس مرحوم شہر میں ۳۸۷۷ مسجدیں اور ۹۱۱۰ حمام تھے جس میں ہر خاص و عام غسل کر سکتے تھے۔ اسے آخر کار مہذب عیسائیوں نے جب کہ ان کی دوبارہ سلطنت قائم ہوئی مسلمانوں کی زندہ یادگار سمجھ کر مسمار کرا دیا۔

مدینۃ الزہرا وہ خوش نما شہر ہے۔ جسے خلیفہ عبدالرحمن ثالث نے بطور سواد شہر قرطبہ کے پہلو میں اپنی محبوب بی بی زہرہ کے نام سے آباد کیا تھا۔ یہ شہر جبل العروس کے دامن میں جو شہر قرطبہ کے محاذ میں چند میل کے فاصلہ پر ہے آباد تھا۔ اسی شہر میں اس کا مشہور قصر الزہرا تھا' دس ہزار

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بعد مستکفی کی خلافت کی بیعت کی گئی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ مامون اور بربری فوج نے شہر سے نکل کر جدال و قتال کا بازار گرم کر دیا' پچاس دن تک شہر کا محاصرہ کئے رہا۔ اہلِ قرطبہ متفق اور جمع ہو کر ان کی مدافعت کو شہر سے باہر آئے اور نہایت مردانگی سے بزور تیغ ان کے محاصرہ کو ۴۱۳ھ میں اٹھا دیا۔ مامون بھاگ کر اشبیلیہ پہنچا۔ اس وقت اشبیلیہ میں اس کا بیٹا محمد اور سرداران بربر سے محمد بن زیری موجود تھا۔ قاضی بن اسمٰعیل بن عباد نے اسے سمجھایا کہ موقع اچھا ہے شہر پر قبضہ کر لو اور مامون کو شہر میں داخل نہ ہونے دو چنانچہ اہل اشبیلیہ نے محمد بن زیری کے اشارہ سے محمد بن قاسم مامون کو شہر سے نکال دیا اور مامون کو شہر کے اندر داخل نہ ہونے دیا اور اپنے شہر کا آپ بنگرانی محمد بن زیری انتظام کرنے لگا کچھ روز بعد قاضی بن محمد بن اسماعیل نے محمد بن زیری کو بھی نکال باہر کیا۔

قاسم کی گرفتاری

اس واقعہ کے بعد مامون سریش کی طرف چلا گیا' بربری فوجیں اس کی ہمراہی سے علیحدہ ہو کر یحییٰ معتلی (مامون کے بھتیجے) کے پاس چلی آئیں اور ۴۱۵ھ میں اس کی امارت و ریاست کی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ معتلی نے سامانِ جنگ درست کر کے اپنے چچا قاسم ملقب بہ مامون پر سریش میں چڑھائی کر دی اور کمال مردانگی سے سریش پر قبضہ کر کے مامون کو گرفتار کر لیا اس زمانہ سے مامون اس کے پاس اور اس کے بعد اس کے بھائی ادریس کے پاس مالقہ میں برابر قید رہا حتی کہ بحالتِ قید ۴۱۷ھ میں قیدِ حیات سے ہمیشہ کے لئے سبکدوشی حاصل کر لی اور یحییٰ معتلی استقلال و استحکام کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔ محمد اور حسن پسران قاسم ملقب بہ مامون نے اپنے عم زاد بھائیوں کو نظر بند کر کے جزیرہ روانہ کر دیا اور مغاربہ میں سے ابو الحجاج کو ان کی نگرانی کا حکم دیا۔ ایک مدت یہ دونوں اسی حالت سے رہے۔ اس کے بعد اہلِ قرطبہ نے مستکفی کو بارِ خلافت سے سبک دوش کر کے معتلی کی حکومت کے آگے سرِ اطاعت جھکا دیا۔ معتلی نے اپنی طرف سے ان لوگوں پر سردارانِ بربر سے عبدالرحمٰن بن عطاف یفرنی کو متعین کیا۔ غریب مستکفی پریشان حال سرحدی شہروں کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ چنانچہ اسی حالتِ فراری میں مقام مدینہ سال (میڈنا سلی) میں پہنچ کر جان بحق ہو گیا۔

ابو جمہور کا قرطبہ پر قبضہ

۴۱۷ھ میں اہلِ قرطبہ نے معتلی کی اطاعت کو اپنے کندھے سے اتار پھینکا اس کے گورنر عبدالرحمٰن بن عطاف کو شہر سے نکال دیا' معتمد برادر مرتضیٰ کی امارت و خلافت کی بیعت کر لی اور کچھ دن بعد معزول بھی کر دیا جیسا کہ ہم اس کے حالات کے ضمن میں بیان کر

معمار و نجار اس کی تعمیر میں یومیہ کام کرتے تھے اور اینٹوں کے بجائے چھ ہزار سلیں روزانہ تیار ہوا کرتی تھیں۔ تین ہزار جانور باربرداری عمارت کے ضروری سامان وغیرہ لے جانے کے لئے مقرر تھے۔ چار ہزار ستون میں وہ کھڑے کئے گئے تھے۔ جنہیں سلاطین قسطنطنیہ روما اور کارتج نے بطور تحفہ بھیجے تھے' پندرہ ہزار دروازے تھے جن پر لوہے اور چمکدار پیتل کے غلاف چڑھے ہوئے تھے۔

سلطانی کمرے کی چھت اور دیواریں بالکل مطلا تھیں اور اس میں ایک نہایت عمدہ فوارہ نصب تھا۔ یہ فوارہ پورے پتھر کے ایک ٹکڑے سے تراش کر بنایا گیا تھا۔ اس فوارہ کو شاہ یونان نے ایک عدیم النظیر در یتیم کے ساتھ ہدیۃً بھیجا تھا' کمرے کے عین وسط میں ایک چھوٹا سا حوض پارہ سے لبریز بنایا گیا تھا اور ہر طرف آٹھ آٹھ دروازے تھے جن پر دندان فیل اور آبنوس کی نہایت صنعت سے گلکاری کی گئی تھی اور طرح طرح کے قیمتی پتھروں سے ان پر گل بوٹے بنائے گئے تھے جب آفتاب کی کرنیں ان دروازوں سے اندر داخل ہو کر اپنی حرارت سے پارہ کو متحرک کرتی تھیں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا بجلی کوند رہی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شہر کے عجائبات اور اس کی عمارتوں کی خوبیاں تحریر کرنے کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ ملتقط از نفح الطیب جلد اول صفحہ ۸۱ لغایتہ ۱۴۰' ۲۹۷-۲۷۴

آئے ہیں۔ اس طوائف الملوکی اور آئے دن کی تبدیلی حکومت سے وزیر السلطنت ابو محمد بن جہور بن محمد بن جہور کی بن آئی قرطبہ کی حکومت و سلطنت پر بلا تردد قبضہ کر لیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ اسے ملوک الطوائف میں بیان کریں گے۔

بنی حمود کا زوال

معتلی اسی زمانہ سے جب کہ اہلِ قرطبہ نے اس کے گورنر کو نکال دیا تھا، اہل قرطبہ کو اپنی غارت گری اور لڑائی کی دھمکی برابر دیتا چلا آیا اور متواتر فوجیں ان کے محاصرہ کو بھیج رہا تھا۔ آخر کار قرب و جوار کے تمام حکام شہر اور قلعہ نے زمام حکومت کو معتلی کے سپرد کر دیا۔ اس سے معتلی کا رعب داب بڑھ گیا۔ حکومت و امارت کو ایک گونہ استقلال حاصل ہو گیا محمد بن عبداللہ برزالی کو اس کا عروج پسند نہ آیا۔ فوجیں آراستہ کر کے مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوا اور قرمونہ پہنچ کر پڑاؤ کر دیا۔ اسی زمانہ میں معتلی اشبیلیہ میں قاضی محمد بن اسماعیل بن عباد کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اتفاق سے ابن عباد کا ۴۲۶ھ میں انتقال ہو گیا۔ معتلی اپنے رکاب کی فوج لئے ہوئے برزالی کی مدافعت کے لئے قرمونہ کی جانب روانہ ہوا۔ برزالی نے متعدد گڑھے اثنار راہ میں کھدوا رکھے تھے اور ان کو گھاس پھوس سے ڈھانپ رکھا تھا۔ جوں ہی معتلی کا گھوڑا پہنچا، منہ کے بل خندق میں گر پڑا۔ معتلی کی فوج اس غیر متوقع واقعہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور بنی حمود کی دولت و حکومت شہر قرطبہ سے منقطع ہو گئی۔ احمد بن موسیٰ بن بقیہ اور خادم نجی معتلی شروع سے دولت بن حمود کا ہوا خواہ تھا۔ اس سانحہ کے بعد یہ لوگ مالقہ چلے گئے جو کہ بنی حمود کا مرکزِ حکومت تھا اور معتلی کے بھائی ادریس بن علی حمود کو سبتہ اور طنجہ سے طلب کر کے تختِ حکومت پر متمکن کیا۔ اس شرط سے اس کے ہاتھ پر بیعت کی کہ سبتہ کی حکومت پر حسین بن یحییٰ مامور کیا جائے چنانچہ ادریس نے مالقہ میں کرسی حکومت پر اجلاس کیا اور "القاید باللہ" کے لقب سے ملقب ہوا۔ مریہ معہ مضافات، رندہ اور جزیرہ والے بخوشی خاطر مطیع ہو گئے۔ ادریس نے حسب قرار داد شرط بیعت حسن بن یحییٰ کو سبتہ کی حکومت عطا کی۔ خادم نجی اس کے ہم رکاب سبتہ ہو گئے۔ اس کا ملوک الطوائف پر بہت بڑا اثر تھا۔

اس کے باپ قاسم بن عباد کے رعب داب سے اس زمانہ کے امراء و حکمران تھراتے تھے، بلوائیوں کے قبضہ سے اس نے بہت سے بلاد چھین لئے تھے اسبونہ اور استجہ کو محمد بن عبداللہ برزالی کے قبضہ سے اسی نے نکالا تھا اور چند فوجیں اپنے بیٹے اسمٰعیل کی افسری میں قرمونہ کے محاصرہ پر روانہ کی تھیں۔ محمد بن عبداللہ برزالی نے سپہ سالار قرمونہ اور زادی سے امداد طلب کی، زادی تو اپنی فوجیں آراستہ کر کے برزالی کی کمک پر آیا اور سپہ سالار قرمونہ نے اپنا لشکر ابن بقیہ کی ماتحتی میں برزالی کی مدد پر روانہ کیا۔ دونوں حریفوں نے قرمونہ کے باہر صف آرائی کی۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں سخت اور خون ریز جنگ کے بعد اسمٰعیل بن قاسم بن عباد کو شکست ہوئی۔ اثنا جنگ میں مارا گیا، سر اتار کر ادریس مقاید باللہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ اس واقعہ کے دو دن بعد ۴۳۱ھ میں ادریس مقاید مر گیا۔ ابن بقیہ وغیرہ سرداروں نے اس کے بیٹے یحییٰ ملقب بہ حیون کو حکمرانی کی کرسی پر متمکن کرنے کا قصد کیا۔ نجی خادم نے اس کی مخالفت کی اور سبتہ سے حسن بن یحییٰ معتلی کو لئے ہوئے مالقہ آیا، بربریوں نے اس کی امارت کی بیعت کر لی "مستنصر" کا لقب دیا اور ابن بقیہ کو مخالفت کی وجہ سے ختم کر دیا۔ یحییٰ بن ادریس بھاگ کر قمارش پہنچا اور وہیں ۴۳۴ھ میں مر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ نجی نے اسے قتل کر ڈالا تھا۔ اس کے بعد نجی سبتہ کی جانب سرحدوں کی حفاظت کی غرض سے گیا۔ اس کے ہمراہ حسن بن یحییٰ بھی تھا۔ نجی نے سطیفی کو اس کے ثقہ ہونے کے باعث حسن کی وزارت پر مامور کیا، اہل غرناطہ اور بلاد اندلس کے ایک حصہ نے اس کی بیعت کی۔

بعد ازاں ۴۳۸ھ میں اس کے چچا ادریس کی لڑکی نے حسن پر یلغار کی ادھر اس نے حسن کو زہر دے کر مار ڈالا ادھر سطیفی نے اس کے بھائی ادریس بن یحییٰ کو گرفتار کر لیا اور یحییٰ کو لکھ بھیجا کہ ابن حسن مستنصر جو کہ تمہارے پاس سبتہ میں ہے، اس کی امارت کی بیعت لے لو۔ اور نجی نے اس غریب کو مکرو فریب سے مار کر مالقہ کی جانب کوچ کیا اور وہاں پہنچ کر خود دعوے دار حکومت ہو گیا۔ بربریوں اور

فوج نے یحیٰ کا اس ارادہ سے ساتھ دیا۔ اس کے بعد یحیٰ' حسن و محمد پسران قاسم بن حمود کی بیخ کنی کے لئے جزیرہ گیا مگر وہاں سے خائب خاسر ہو کر ناکام واپس ہوا۔ اثناء راہ میں قاسم کے کسی غلام نے یحیٰ کو دھوکہ دے کر مار ڈالا' اس واقعہ کی خبر مالقہ پہنچی تو عوام الناس مطیفی پر ٹوٹ پڑے اور اسے مار ڈالا۔ ادریس بن یحیٰ معتلی کو قید خانہ سے نکال کر تخت حکومت پر بٹھایا۔ یہ واقعہ ۴۴۳ھ کا ہے۔ غرناطہ قرمونہ اور تمام شہر میں بسنے والے جوان کے درمیان آباد تھے ادریس کے مطیع ہو گئے۔ ادریس نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر "عالی" کا لقب اختیار کیا۔ سبتہ کی حکومت' سکوت اور رزق اللہ اپنے باپ کے غلاموں کو دی۔ اس کے بعد اپنے چچا ادریس کے لڑکوں محمد اور حسن کو آئندہ خطرات کے خیال سے قتل کر ڈالا۔ اس سے سوڈانیوں میں شورش پیدا ہو گئی اور ان لوگوں نے متفق ہو کر ان دونوں مقتولوں کے بھائی محمد ثانی کی حکومت کا اعلان کر دیا۔ اگرچہ پہلے عوام الناس ادریس کا ساتھ دیے ہوئے تھے مگر پھر ان لوگوں نے اسے محمد کے حوالہ کر دیا۔

محمد مہدی کی امارت اور وفات

محمد نے مالقہ میں ۴۴۸ھ میں بیعت لی تھی اور "مہدی" کا لقب اختیار کیا تھا اور اپنے بھائی کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اس نے "سانی" کے خطاب سے اپنے کو مخاطب کیا۔ تھوڑے دن بعد مہدی کو بعض وجوہات سے سانی سے کشیدگی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ اسے سرحد کی طرف جلا وطن کر دیا۔ سانی نے غمارہ میں جا کر قیام کیا۔ اور عالی قمارش چلا گیا۔ اہل قمارش نے شہر میں داخل ہونے سے روکا' عالی نے جلا کر مالقہ کا محاصرہ کر لیا۔ اتنے میں بادیس نے غرناطہ سے مہدی پر اس وجہ سے کہ مہدی نے اپنے بھائی کے ساتھ بے عنوانی کی تھی' چڑھائی کر دی۔ مگر مہدی کے حسنِ تدبیر سے بادیس نے مہدی کی بیعت کر کے غرناطہ کی جانب مراجعت کی اور مہدی اپنے مقبوضہ مالقہ میں ٹھہرا رہا' آہستہ آہستہ غرناطہ اور اس کے مضافات والے مہدی کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے حتیٰ کہ مہدی نے ۴۴۹ھ میں وفات پائی۔

ادریس تلوع بن یحیٰ بن معتلی کی قمارش اور مالقہ میں بیعت لی گئی' اس نے اپنے غلاموں کو اس درجہ آزاد اور مطلق العنان کر دیا کہ اہل قمارش اور مالقہ کی ایک بڑی جماعت ان غلاموں سے تنگ آ کر بھاگ گئی۔ ۴۵۰ھ میں اس نے بھی سفر آخرت اختیار کیا۔ تب محمد اصغر بن ادریس متاید تخت نشین ہوا اس نے بھی حسب دستور حکمرانان قدیم' اپنے کو ایک جدید خطاب سے مخاطب کیا۔ مالقہ مریہ اور رندہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ پھر بادیس دوبارہ مالقہ کی طرف آیا اور ۴۵۱ھ میں اس پر قبضہ کر لیا۔ محمد اصغر حکومت و ریاست سے بے دخل ہو کر مریہ چلا گیا۔ اہل ملیلہ نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر بلا بھیجا۔ چنانچہ محمد اصغر بحال پریشان ان لوگوں کے پاس چلا گیا۔ ان لوگوں نے اس کی امارت و حکومت کی ۴۵۹ھ میں بیعت کر لی' بنو وقدی' قلوع جارہ اور اس کے قرب و جوار والوں نے اس کی حکومت کے اقتدار کو تسلیم کر لیا سنہ[1] ۔۔۔۔ میں مر گیا۔ محمد بن قاسم جو مالقہ میں قید تھا' ۴۴۰ھ میں جیل سے بھاگ کر جزیرہ خضرا پہنچا اور قبضہ حاصل کر کے "معتصم" کا خطاب اختیار کیا۔ ۴۴۰ھ میں اس نے وفات پائی اس کے بعد اس کا بیٹا قاسم ملقب بہ واثق حکمراں ہوا۔ ۴۵۰ھ میں یہ بھی رہگزارِ ملکِ عدم ہوا۔ اس وقت سے جزیرہ خضرا کی حکومت معتضد بن عباد کے قبضہ میں چلی گئی۔ سکوت برغوانی قاسم واثق کا حاجب تھا۔ بعض کہتے ہیں یحیٰ معتلی کا خادم تھا انہی لوگوں کی طرف سے سبتہ کا گورنر تھا۔ جب معتضد بن عباد' جزیرہ پر قابض ہوا تو ادھر معتضد نے

[1] اصل کتاب میں صرف سنہ لکھا ہے اور جگہ خالی ہے۔ مترجم

سکوت کو اطاعت و فرماں برداری کا پیام دیا۔ ادھر سکوت جزیرہ خضرا کی حکومت اور قبضہ کا دعوے دار ہوا' دونوں میں کشیدگی بڑھی' مدتوں لڑائی اور فساد کا سلسلہ قائم رہا۔ یہاں تک کہ مرابطین کا دورِ حکومت آگیا اور ان لوگوں نے سبتہ اور اندلس پر قبضہ حاصل کر لیا جیسا کہ آئندہ آپ پڑھیں گے۔

باب ۲۳

اندلس میں طوائف الملوکی وامارات

جب اندلس میں خلافتِ عربیہ کا شیرازہ منتشر ہو گیا اور بلادِ اندلس میں مسلمانوں کی جماعت متفرق ہو گئی اس وقت اس ملک کی عنان حکومت غلاموں، وزیروں، ارکینِ دولت، سردارانِ عرب اور بربر کے قبضۂ اقتدار میں چلی گئی۔ ان لوگوں نے اس ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ ہر شخص نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جداگانہ بنالی۔ ایک دوسرے کو کھائے ڈالتا تھا۔ایک نے ایک صوبہ پر قبضہ کر لیا تو دوسرے نے بڑھ کر دو صوبوں کو اپنا ورثہ سمجھ لیا غرض چھوٹی چھوٹی خود سر حکومتوں کی کوئی انتہا باقی نہ رہی تھی۔ ان بے اعتدالیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں نے سرحدی عیسائی بادشاہوں کو خراج دے کر اپنا معین و مددگار بنانا شروع کیا۔ عیسائی سلاطین تو ایسے ہی مواقع کے منتظر رہتے ہیں انہوں نے کھل کھیلنے شروع کر دیئے۔کسی کو کسی کے مقابلہ پر مدد دی، کسی کا ملک چھین لیا۔ اہلِ اندلس اسی حالتِ بد میں مبتلا تھے کہ یوسف بن تاشفین امیر مرابطین کا دور شروع ہو گیا اور ان سب کو اس نے دبا لیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان خود سر حکمرانوں کے جداگانہ حالات یکے بعد دیگرے تحریر کئے جائیں۔

بنو عباد ملوک اشبیلیہ و دیگر امراء کے حالات

بنو عباد ملوک اشبیلیہ کا پہلا حکمران قاضی ابو القاسم محمد بن ذی الوزارتین ابو الولید اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن قریش بن عباد بن عمر اسلم بن عمر بن عطاف بن نعیم لخمی تھا۔ عطاف بن نعیم لخمی شخص ہے جو لخمی طلیعہ کے ساتھ بلادِ اندلس میں اولاً داخل ہوا تھا۔ اصل میں یہ لوگ لشکرِ حمص میں تھے، عطافِ اندلس میں داخل ہو کر قریہ طشانہ (اشبیلیہ کے پورب) میں قیام پذیر ہوا اور یہیں پر اس کی نسل نے ترقی کی۔ محمد بن اسماعیل بن قریش قریہ طشانہ کا (صاحب الصلوٰۃ) امام تھا۔اس کے بعد اس کا بیٹا اسماعیل ۴۱۳ھ میں وزارت اشبیلیہ پر مامور کیا گیا اور ۴۱۴ھ میں اس کا بیٹا ابو القاسم محمد عہدۂ وزارت اور قضاء اشبیلیہ پر مقرر ہوا اور ۴۲۳ھ میں اس نے وفات پائی۔

ابو القاسم محمد کی ریاست کی بنیاد پڑنے کا سبب یہ ہوا کہ یہ قاسم بن حمود ملقب بہ مامون کے مخصوص اصحاب میں سے تھا اسی نے اسے عہدہ قضاء اشبیلیہ پر متعین کیا تھا۔ ان دنوں سردارانِ بربرہ میں سے محمد بن زبیری اس صوبہ کا والی تھا۔ جس وقت قاسم قرطبہ سے بھاگ کر اشبیلیہ کی جانب آیا اور اشبیلیہ میں داخل ہونے کا قصد کیا اس وقت قاضی ابو القاسم محمد نے محمد بن زبیری کو اشبیلیہ کی حکومت پر قابض ہو جانے کی رائے دی۔ اور یہ اشارہ کر دیا کہ قاسم کو شہر اشبیلیہ میں داخل نہ ہونے دے۔ چنانچہ محمد بن زبیری نے حکومت اشبیلیہ کی طمع میں ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اہل اشبیلیہ نے باشارہ قاضی ابو القاسم محمد، محمد بن زبیری کو اشبیلیہ سے نکال دیا۔ محمد بن زبیری کے نکالے جانے کے بعد قاضی ابو القاسم محمد نے اشبیلیہ میں مجلسِ شوریٰ قائم کی اور اس کے ذریعہ اشبیلیہ پر حکمرانی کرنے لگا۔ اس مجلس شوریٰ کا ایک تو خود آپ ممبر تھا، دوسرا ممبر ابوبکر زبیری معلم ہشام و مولف مختصر العین (لغت) اور تیسرا ممبر محمد بن برنخ الہانی تھا۔ کچھ روز بعد قاضی ابو القاسم نے اپنی مدبرانہ چالوں سے ابو بکر اور محمد ممبران مجلسِ شوریٰ کو دبا لیا۔ فوجیں مرتب کیں اور عہدہ قضا کا برابر انچارج رہا۔ قاسم مامون جب اشبیلیہ میں داخل نہ ہو سکا تو قرمونہ کی جانب روانہ ہوا اور قرمونہ پہنچ کر محمد بن عبداللہ برزالی کے پاس قیام اختیار کیا۔

محمد بن عبداللہ برزالی

محمد بن عبداللہ برزالی حکومت ہشام اور اس کے بعد زمانہ حکمرانی مہدی سے قرمونہ کا والی تھا۔ ۴۰۴ھ زمانہ طوائف الملوکی میں خودمختاری حکومت کا دعوی کیا۔ اس دعوی کا محرک بھی وہی قاضی ابو القاسم محمد بن عباد تھا اور اسی نے محمد بن عبداللہ برزالی کو قاسم مامون کی معزولی اور خود مختاری حکومت کی رائے دی تھی۔ چنانچہ قاسم مامون قرمونہ سے بھی بے دخل ہو کر سریش چلا آیا۔ اور محمد بن عبداللہ برزالی قرمونہ پر حکومت کرنے لگا۔

ابو القاسم محمد کے بعد اس کا بیٹا عباد حکمران ہوا اس نے "المعتضد" کا لقب اختیار کیا۔ اس کی محمد بن عبداللہ برزالی سے ان بن ہو گئی۔ دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ محمد بن عبداللہ برزالی والی قرمونہ نے عباد اور قاسم بن حمود میں جھگڑا کرا دیا۔ چنانچہ قاسم بن حمود سریش سے جنگ کرنے کے ارادے سے چلا پہلے عبداللہ بن افطس والی بطلیوس سے معرکہ آرائی ہوئی۔ قاسم نے اپنے بیٹے اسماعیل کو ایک بڑی فوج کا افسر بنا کر عبداللہ بن افطس کی جنگ پر بھیجا اس مہم میں اسماعیل کے ساتھ محمد بن عبداللہ برزالی بھی تھا۔ مظفر بن افطس مقابلہ پر آیا۔ مظفر نے اسماعیل اور محمد دونوں کو شکست دے کر محمد بن عبداللہ برزالی کو گرفتار کر لیا اور ایک مدت کے بعد رہا کر دیا۔ اس کے بعد قاسم بن حمود اور محمد بن عبداللہ برزالی کی آپس میں چل گئی۔ مدتوں دونوں میں نزاع قائم رہا فتنہ و فساد کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ اسماعیل نے محمد بن عبداللہ برزالی کو مار ڈالا۔

ہوا یہ کہ اسماعیل ایک مرتبہ شبخون مارنے کے ارادے سے قرمونہ پر اپنی فوج لے کر چڑھ آیا اور موقع موقع سے چیدہ چیدہ جوانوں کو کمین گاہ میں بٹھا دیا۔ محمد بن عبداللہ برزالی اس کی آمد سے مطلع ہو کر اپنی فوج کے ساتھ سوار ہو کر مقابلہ پر آیا۔ اسماعیل لڑتا ہوا آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا۔ محمد بن عبداللہ برزالی جوش کامیابی میں بڑھتا چلا جاتا تھا یہاں تک کہ کمین گاہ سے آگے بڑھ گیا۔ اسماعیل کے سپاہیوں نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا اور محمد بن عبداللہ برزالی کو مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۴۳۴ھ کا ہے۔

محمد بن عبداللہ برزالی کے مارے جانے کے بعد اسماعیل نے قرمونہ پر قبضہ کر لیا۔ غلاموں اور بربریوں نے اسے حکومت و سلطنت کی طمع دی اس سے جس قدر مال و اسباب اور غلہ اٹھ سکا لے کر حملہ کے ارادے سے جزیرہ کی جانب چلا گیا۔ اس وقت اس کا باپ قلعہ فرج میں تھا تیہ خبر پا کر چند سواروں کو اس کی جستجو میں روانہ کیا۔ کسی ذریعہ سے اسماعیل کو اس کی خبر لگ گئی، قلعہ ورد کی طرف جھک پڑا۔ والی قلعہ نے موقع پا کر اسماعیل کو گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر اس کے باپ کے پاس بھیج دیا۔ اس کے باپ نے اسے اور اس کے کاتب اور تمام ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد ان بربریوں کی سرکوبی کی جانب مائل ہوا جنہوں نے سرحد پر ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔

عزیز بن محمد والی قرمونہ

ان لوگوں میں سب سے پہلے ہم والی قرمونہ کا حال تحریر کرنا چاہتے ہیں۔ قرمونہ میں مستظہر عزیز بن محمد بن عبداللہ برزالی اپنے باپ کے بعد حکمران ہوا تھا اور قرمونہ کے علاوہ استجہ اور مرور بھی اسی کے تخت حکومت میں تھے۔ نموز اور وارکش کی عنان حکومت وزیر فوج رموی کے قبضہ اقتدار میں تھی جو کہ سرحدی بربری اور منصور کے ہوا خواہوں میں سے تھا۔ ۴۰۴ھ میں وزیر فوج نے نموز اور رواکش کی حکومت کا دعوی کیا تھا اور ۴۳۲ھ میں بار حکومت سے سبکدوش ہو کر گوشہ قبر میں جا چھپا تھا تب اس کی جگہ اس کا بیٹا عزالدولہ حاجب الولیاد محمد بن نوح حکمران ہوا اس نے سنہ[۱]...... میں وفات پائی۔ اور ابو ثور یزید بن ابی قرہ یفرنی نے زمانہ طوائف الملوکی ۴۵۰ھ میں رندہ کو عامر بن فتوح کے قبضہ سے نکال لیا۔ عامر بن فتوح علویوں کا ساختہ پرداختہ تھا معتضد ہمیشہ اس پر دباؤ ڈالتا چلا آ رہا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی حیلہ سے اسے بلا کر قید کر دیا اور دھوکہ دینے کی غرض سے اس کے بیٹے سے کہلا بھیجا کہ بردہ خادمہ کے ساتھ تمہارے باپ نے برا کام کیا ہے۔ تھوڑے دن بعد اس نے عامر کو رہا کر دیا چونکہ اس کے بیٹے پر معتضد کا جادو چل گیا تھا اس وجہ سے اس کے بیٹے نے اسے مار ڈالا۔ قتل کے بعد معتضد کی چالاکی اور فریب دہی کی قلعی کھل گئی۔ سخت صدمہ ہوا چنانچہ اسی صدمہ سے ۴۵۱ھ میں مر گیا۔ اس کا بیٹا ابو نصر اس کی جگہ متمکن ہوا۔ لیکن کسی قلعہ میں خود اس کے لشکریوں نے اس سے بے وفائی کی۔ گھبرا کر شہر پناہ کی فصیل پر

[۱] اصل کتاب میں کچھ نہیں لکھا۔

چڑھ گیا اور جب وہاں بھی جابری کی کوئی شکل نظر نہ آئی تو شہرپناہ کی فصیل سے بحالتِ اضطراب گر پڑا اور مر گیا۔ یہ واقعہ ۴۵۹ھ کا ہے۔

ابنِ عباد کا قلعہ جات پر قبضہ

سریش کو حرزون بن عبدون نے ۴۰۲ھ میں دبالیا تھا۔ ابن عباد (معتضد) نے اسے بھی گرفتار کر لیا۔ سریش کے خراج کا مطالبہ کیا اور تمام قلعوں کی جانچ پڑتال کی۔ اس کے بعد ان لوگوں سے مصالحت کر کے ان لوگوں کو انہی بلاد کی سند حکومت عطا کی جو ان کے قبضہ میں تھے۔ ابن نوح کو ارکش پر' ابن حرزون کو سریش پر اور ابن ابی قرہ کو رندہ پر مامور کیا۔ اس تقرری سے یہ لوگ ابن عباد کے ہوا خواہ بن گئے اور اس پر اعتماد کرنے لگے چند روز بعد ابن عباد نے ان لوگوں کو دعوت کے بہانہ سے بلایا اور حمام میں لے جا کر حمام کا دروازہ بند کر دیا۔ سب کے سب مر گئے ان میں سے صرف ابن نوح نے اس مصیبت سے چھٹکارا پایا جس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے ابن عباد سے پہلے ہی سے سازش کر لی تھی۔ ان لوگوں کے مرنے کے بعد ابن عباد نے اپنے آدمیوں کو بھیج کر ان کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اور ان کے مقبوضات کو اپنے صوبہ میں شامل کر لیا۔ اس واقعہ کی خبر بادیس تک پہنچی تو اس نے ان لوگوں کے خون کا بدلہ لینے کے ارادے سے ابن عباد پر فوج کشی کی مقتولوں کے قبائل اس سے مطلع ہو کر بادیس کے پاس آ آ کر جمع ہو گئے اور اس کے ساتھ ابن عباد پر یلغار کر کے چڑھ آئے۔ مدتوں اس کا محاصرہ کئے رہے۔ آخر کار ناکام واپس ہوئے اور سرحد عبور کر کے سبتہ کی جانب بڑھے۔ سکوت نے ان لوگوں کو سبتہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ اکثر بھوک کی شدت سے مر گئے باقی ماندگان نے مغرب کا راستہ لیا۔ اور اسی زمانہ سے یہ لوگ مغرب میں جا کر آباد ہوئے اور ابن عباد استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔

اونبہ اور شلطیش پر عبدالعزیز بکری قابض ہو رہا تھا۔ ابن عباد کی فوجیں اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھیں وزیر سلطنت ابن جہور نے عبدالعزیز کی سفارش کی معتضد (ابن عباد) نے اس کی سفارش پر مصالحت کر لی۔ زیادہ زمانہ نہ گذرنے پایا تھا کہ ابن جہور کا انتقال ہو گیا۔ ابن عباد نے عبدالعزیز بکری سے پھر جھگڑا شروع کر دیا۔ ۴۴۳ھ میں اونبہ اور شلطیش کو عبدالعزیز سے خالی کرا لیا اور اپنے بیٹے معتمد کو اس کی حکومت پر متعین کیا۔

اس مہم سے فارغ ہو کر معتضد (ابن عباد) نے شلب کا قصد کیا۔ شلب کی عنانِ حکومت ۴۱۹ھ سے مظفر ابو الاصبغ عیسیٰ بن قاضی ابو بکر محمد بن سعید بن مزین کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ ۴۴۲ھ میں اس نے وفات پائی۔ اسی زمانہ میں معتضد نے اس پر چڑھائی کی اور اسے مظفر کے بیٹے سے نکال لیا اس کے بعد اپنے بیٹے معتمد کو طلب کر کے اس شہر کی حکومت بھی اسی کے سپرد کی چنانچہ معتمد نے یہیں قیام اختیار کر لیا اور اسے اپنا مرکز حکومت قرار دیا۔ پھر معتضد نے شلت (سینٹ) بریہ کی جانب قدم بڑھایا۔ سینٹ بریہ میں معتصم محمد بن سعید بن ہارون کا پرچم اقبال کامیابی کے ساتھ ہوا میں لہرا رہا تھا جوں ہی معتضد اس کے قریب پہنچا غریب معتصم نے شہر خالی کر دیا۔ یہ واقعہ ۴۲۹ھ کا ہے۔ معتضد نے اسے بھی اپنے بیٹے معتمد کے مقبوضات میں شامل کر لیا۔

لبلہ میں تاج الدین ابو العباس احمد بن یحییٰ تجنیبی کی حکومت کا دور دورہ تھا۔ ۴۱۴ھ میں تاج الدین نے لبلہ میں اپنی حکومت کا اعلان کیا تھا۔ اونبہ اور شلطیش میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا تھا۔ ۴۳۳ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ وفات کے وقت اپنے بھائی محمد کو حکومت و ریاست کی وصیت کر گیا تھا۔ معتضد نے لبلہ پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اور روزانہ کی لڑائیوں سے اسے تنگ کرنے لگا۔ محمد موقع پا کر قرطبہ بھاگ گیا قرطبہ پر اس کا بھائی خلف بن یحییٰ کا بیٹا فتح قابض تھا۔ معتضد نے ۴۴۵ھ میں اسے بھی خالی کرا لیا۔ غرض ان سب شہروں پر رفتہ رفتہ بنی عباد کا قبضہ ہو گیا اور یہ تمام شہر اس کے دائرہ حکومت میں داخل ہو گئے۔ معتضد نے مریہ کو بھی اپنے علم حکومت کے تحت لے لیا تھا۔ اس صوبہ پر ابن رشیق نے فتنے کے دور میں قبضہ کیا تھا اور خود کو خاصۃ الدولہ کے نام سے موسوم کیا تھا۔ آٹھ سال حکومت کی۔ اس کے بعد معتضد نے ۴۴۵ھ میں اسے ابن رشیق سے چھین لیا۔

معتضد ہی نے مرتلہ کو ابن طیفور کے قبضہ سے ۴۳۶ھ میں نکالا تھا۔ اور ابن طیفور نے اس پر عیسیٰ بن نسب سے قبضہ حاصل کیا تھا

عیسیٰ بن نسب لشکر شاہی کا ایک سپہ سالار تھا۔اول اول یہی اس پر قابض ہوا تھا مگر خوبی قسمت نے اسے اور اس کے بعد اس کا جانشین کو اس کی حکومت پر قابض نہ رہنے دیا۔ تھوڑے دنوں میں یہ سب ممالک جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے ابن عباد کے مقبوضات میں داخل ہو گئے۔

ابنِ عباد کی وفات

ابن عباد (معتضد) اور بادیس بن حبوس والی غرناطہ میں ناچاقی تھی۔ دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوئی تھیں۔ ابھی کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہوا تھا کہ ۴۶۱ھ کو سفر آخرت درپیش آگیا۔ چنانچہ یہ اپنے کاموں کو یوں ہی ناتمام چھوڑ کر دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا معتمد بن معتضد بن اسماعیل ابو القاسم بن عباد کرسی حکومت پر متمکن ہوا۔

معتمد نے عنان حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لینے کے بعد جہانداری میں اپنے باپ کا رویہ اختیار کیا۔اسکے علاوہ دار الخلافت قرطبہ کو بھی وزیر سلطنت ابن جہور کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس نے اپنے لڑکوں کو ملک کے مرکزی مقامات پر مامور کیا اور وہیں انہیں قیام کرنے کا حکم دیا۔ غربی اندلس میں ان کی حکومت کو کافی استحکام اور مضبوطی حاصل ہوئی۔ اس اطراف کے ملوک الطوائف پر اس کا رعب و داب چھا گیا تھا۔ ابن بادیس بن حبوس غرناطہ میں، ابن افطس بطلیوس میں اور ابن صمادح مریہ میں اسی طرح اور ملوک الطوائف اپنے اپنے مقبوضات میں معتمد (بن عباد) کے علم حکومت کے شاہی اقتدار کو تسلیم کرتے تھے۔اس سے صلح و آشتی کے ہوا خواہاں تھے اسی کے مرضی کے مطابق عمل کرتے تھے مگر یہ اور وہ سب کے سب سلاطین کفار کی خاطر و مدارت پر مائل تھے اور انہیں خراج دے دے کر قوت پہنچا رہے تھے۔ یہاں تک کہ سرحد بربر سے مرابطین کی حکومت کا ظہور ہوا۔ یوسف بن تاشقین نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی مسلمانان اندلس کی امیدیں اس کی اعانت و امداد سے بر آئیں۔

یوسف بن تاشقین

اسی زمانہ میں عیسائیوں نے خراج کی بابت ملوک الطوائف کو تنگ کرنا شروع کیا۔ معتمد نے اس یہودی سفیر کو گستاخانہ کلام کی وجہ سے قتل کر ڈالا جو خراج لینے کے لئے معتمد کے پاس آیا جاتا تھا۔ اس کے بعد دریا عبور کر کے یوسف بن تاشقین کی خدمت میں فریادی بن کر حاضر ہوا۔ معتمد کے مارے جانے اور یوسف بن تاشقین کی مدد کرنے کے حالات آئندہ یوسف بن تاشقین کے حالات کے ضمن میں تحریر کئے جائیں گے۔ اس کے بعد فقہا اندلس نے یوسف بن تاشقین کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ طرح طرح کا ٹیکس اور محصول اہل اندلس پر لگا ہوا معاف کر دیا جائے۔ اور حکام و امراء کے ناقابل برداشت مظالم سے انہیں نجات دلائی جائے۔ چنانچہ یوسف نے اہل اندلس کو ان تمام ٹیکسوں سے سبکدوش کر دیا جو درمیان میں لگائے گئے تھے۔ اور انہیں آئے دن کی خون ریزی سے نجات بھی دے دی۔ مگر جوں ہی یوسف بن تاشقین اندلس سے واپس ہوا اندلس کے طوائف الملوک اپنے رویہ پر آ گئے۔ زمانہ قیام اندلس میں یوسف بن تاشقین نے اپنی فوج ظفر موج کو جہاد پر بھی کئی بار روانہ کیا تھا۔ اور اندلس کے اندرونی حصوں کو خود سر حکومتوں کے خار و خس سے صاف و پاک کر کے طالبان حکومت کو خلعت دیئے تھے اور انہیں انتظامی لحاظ سے سرحد بربر کی طرف منتقل کر دیا تھا۔غرض اس نے ایسے نازک وقت میں جب کہ اندلس امراء و حکام کی خود غرضیوں کی جولانگاہ بنا ہوا تھا بزور تیغ اندلس پر قبضہ حاصل کیا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ ابن عباد بھی چند لڑائیوں کے بعد جس کو آپ آگے پڑھیں گے، یوسف بن تاشقین کا مطیع ہو گیا۔ یوسف بن تاشقین نے اسے ۴۸۴ھ میں اغمات قریہ مراکش (مراکو) میں قید کر دیا۔ یہاں تک کہ ۴۸۸ھ میں مر گیا۔

اندلس میں اس کے علاوہ اور صوبے بھی تھے جن پر ابن عباد کا قبضہ نہ تھا۔ان میں سے ایک سلہ تھا۔اس صوبے پر پانچویں صدی کی ابتدا میں ہذیل بن خلف ابن زرین ہشام کی دعوت کے بہانہ سے قابض ہو گیا تھا اور موید الدولہ کے خطاب سے اپنے کو مخاطب کرتا تھا ۴۵۰ھ میں عیسائیوں کے ہاتھ سے کسی لڑائی میں شہید ہو گیا۔ تب اس کی جگہ حسام الدولہ عبد الملک بن خلف (موید الدولہ کا بھائی) متمکن

ہوا اور یہی اس صوبے پر حکمرانی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مرابطیوں نے جس وقت کہ اندلس پر قابض ہوئے تھے اس صوبہ کو بھی اس کے قبضہ سے نکال لیا۔

۱ برنٹ اور لج بھی ابن عباد کے مقبوضات سے خارج تھے۔اس پر عبداللہ بن قاسم مہری زمانہ طوائف الملوکی سے قابض تھا اور نظام الدولہ کے لقب سے اپنے کو ملقب کرتا تھا یہ وہی شخص ہے جس کے پاس معتمد مقیم تھا۔ جس زمانہ میں اراکین دولت نے قرطبہ میں معتمد کی امارت کی بیعت کی تھی وہ اسی کے پاس سے قرطبہ آیا تھا ۴۲۱ھ میں نظام الدولہ نے انتقال کیا اس کی جگہ یمن الدولہ محمد اس کا بیٹا جانشین ہوا اور اس سے اور مجاہد سے متعدد لڑائیاں ہوئی تھیں یمن الدولہ کے بعد اس کا بیٹا عقد الدولہ احمد حکومت و امارت کی کرسی پر جلوہ افروز ہوا اور ۴۴۰ھ میں وفات پائی۔ تب اس کا بھائی جناح الدولہ عبداللہ حکمران ہوا۔ ۴۸۵ھ میں مرابطیون نے اس سے عنان حکومت چھین لی۔

ان حالات میں ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں لہٰذا اس سے اعراض کر کے اب پھر ملوک الطوائف کے اکابر کے تذکرہ کی جانب اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں واللہ سبحان و تعالی اعلم بالصواب

ابو الحزم ابن جہور کے حالات

جن دنوں قرطبہ میں فتنہ و فساد کی گرم بازاری تھی اس وقت اراکینِ دولت اور اُمرائے سلطنت کا سردار ابو الحزم جہور بن محمد بن جہور بن عبداللہ بن محمد بن معمر بن یحیلی بن ابی الغافر بن ابی عبیدہ کلبی تھا۔ ابن بشکوال نے اس کا نسب اسی طرح تحریر کیا ہے۔ ابن جہور کا مورث اعلی ابو عبیدی کلبی اندلس آیا تھا اس کی پچھلی نسلوں کو قرطبہ میں دولت عامریہ کی وزارت کا شرف حاصل ہوا تھا جس وقت لشکریوں نے معتمد آخری خلیفہ اموی کو ۴۲۳ھ میں معزول کیا اس وقت جہور نے قرطبہ پر قبضہ کر لیا اور کسی فساد اور فتنہ میں مداخلت نہ کی۔ حکومت پر قابض ہو کر نظام سلطنت کو بگڑنے نہ دیا اور نہ اپنے مکان سے قصر خلافت میں آیا۔ اس کا رویہ نہایت عمدہ تھا۔ اہل علم و فضل کی روش پر چلتا تھا۔ مریضوں کی عیادت کرتا تھا۔ جناز میں شریک ہوتا' اپنے محلہ مشرقی کی مسجد میں اذان دیتا تھا' تراویح پڑھتا تھا اور تمام مسلمانوں سے ملتا جلتا رہتا تھا۔ دربان وغیرہ اس کے دروازہ پر نہیں تھے۔ مسلمانانِ قرطبہ نے بطیب خاطر اپنی عنان حکومت تازمانہ تقرریِ خلیفہ اس کے سپرد کر دی اور محمد بن اسماعیل نے یہ ظاہر کیا کہ ہشام موید میرے پاس اشبیلیہ میں ہے اور اس کی بابت بکثرت خط و کتابت کی اس لئے قرطبہ میں ہشام موئد کا خطبہ پڑھا گیا۔ اسی گھمنڈ پر محمد بن اسماعیل ہشام کو لئے ہوئے قرطبہ آیا مگر اہلِ قرطبہ نے نہ معلوم کیوں اسے قرطبہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور خطبہ میں اس کے ذکر سے اعراض کیا۔ اس وقت سے ابن جہور اہلِ قرطبہ پر تنہا بلا شرکت غیرے حکومت کرنے لگا۔ بعد میں محرم ۴۳۵ھ میں حکومت سے سبکدوش ہو کر اپنے ہی مکان میں مدفون ہوا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا ابو الولید محمد بن جہور بااتفاق سربر آوردگان قرطبہ حکومت کی کرسی پر بیٹھا اس نے اپنے باپ کی روش اختیار کی یہ بھی اہلِ علم و فضل کا قدر دان تھا مکی بن ابی طالب مکی وغیرہ اہلِ علم کی خدمت میں تحصیل علم کی تھی۔ اس نے اپنا قلم دان وزارت ابراہیم بن یحیلی کے سپرد کیا تھا۔ اس نے نہایت خوبی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ غرض ابو الولید محمد کا زمانہ حکومت طوائف الملوکی کے بہترین زمانہ سے تھا۔ اہل قرطبہ راضی اور خوش تھے کسی کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں ملا۔ کہ یہ بھی را بگرار ملک آخرت ہو گیا۔ اور عنان حکومت اس کے بیٹے عبدالملک کے حوالہ کی گئی اس نے کج ادائی اور بداطواری شروع کر دی لوگوں کو اس سے نفرت اور کشیدگی پیدا ہو گئی۔ ابن ذی النون نے اس کا قرطبہ میں محاصرہ کر لیا اس نے محمد بن عباد سے ذی النون کے محاصرہ کی شکایت کی اور امداد کا خواستگار ہوا۔ محمد بن عباد نے اپنی فوجیں اس کی کمک پر بھیجیں مگر درپردہ یہ ہدایت کر دی تھی کہ قرطبہ میں داخل ہو کر اسے معزول کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابن ذی النون کے محاصرہ کو محمد بن عباد کے لشکر نے اٹھایا اور جب یہ قرطبہ میں داخل ہو گیا تو اہل قرطبہ سے سازش کر کے ۴۶۱ھ میں عبدالملک کو معزول کر دیا اور قرطبہ سے جلاوطن کر کے شلطیش لے جا کر قید کر دیا اور حالتِ قید میں ۴۷۰ھ میں مر گیا۔

محمد ابن عباد نے عبدالملک کی گرفتاری کے بعد اپنے بیٹے سراج الدولہ کو بلنسیہ سے طلب کر کے قرطبہ کی حکومت پر مامور کیا۔ سراج الدولہ کو قرطبہ جانے کے بعد کسی نے زہر دے دیا جس سے سراج الدولہ کی موت وقوع میں آئی نعش طلیطلہ اٹھا کرلائی گئی اور وہیں دفن کی گئی۔ سراج الدولہ کے مرنے کے بعد محمد بن عباد نے قرطبہ پر فوج کشی کی چنانچہ ۴۶۹ھ میں قرطبہ پر قابض ہو گیا۔ اور ابن عکاشہ کو قتل کر کے اپنے بیٹے فتح بن محمد ملقب بہ مامون کو قرطبہ کی حکومت دی۔ یوں رفتہ رفتہ تمام غربی اندلس کے صوبجات اس کے قبضہ میں آ گئے۔ یہاں تک کہ مرابطیون نے اندلس میں داخل ہو کر ۴۸۴ھ میں اس صوبہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اسی ہنگامہ میں فتح مارا گیا اور اس کے باپ محمد بن عباد کو اغمات کی طرف جلا وطن کر کے بھیج دیا گیا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں اور آئندہ بھی لکھنے والے ہیں۔ واللہ وارث الارض ومن علیہا وہو خیر الوارثین

حالات ابن افطس والی بطلیوس غربی اندلس

فتنہ اور طوائف الملوکی زمانہ میں ابو محمد عبداللہ بن مسلمہ تجیبی معروف بہ ابن افطس نے غربی اندلس صوبہ بطلیوس پر قبضہ کر لیا تھا اور اپنی خود سری اور حکومت کا اعلان کر دیا تھا۔ اس کے مرنے پر اس کا بیٹا مظفر ابو بکر اس کی جگہ متمکن ہوا۔ اس کی حکومت نہایت استقلال اور استحکام کے ساتھ قائم ہوئی۔ اکابر ملوک الطوائف میں ان کا شمار تھا۔ مظفر سے اور ابن ذی النون سے متعدد لڑائیاں ہوئی تھیں۔ ابن عباد سے بھی کئی بار معرکہ آرائی کی نوبت آئی تھی۔ اختلاف کا سبب یہ ہوا تھا کہ ابن عباد نے ابن تجیبی والیٔ ملیلہ کی مظفر کے مقابلے میں اعانت کی تھی اس سے مظفر کو اشتعال پیدا ہوا۔ والی ملیلہ کے متعدد قلعوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا۔ آخرکار مظفر لگاتار دو شکستیں اٹھا کر بطلیوس میں قلعہ بند ہو گیا۔ ان دو لڑائیوں میں ایک بڑی جماعت کام آئی۔ یہ واقعہ ۴۴۳ھ کا ہے اس کے بعد ابن جہور نے ان دونوں میں مصالحت کرا دی ۴۶۰ھ میں مظفر نے وفات پائی۔

اس کا بیٹا متوکل ابو حفص عمر بن محمد معروف بہ ساجہ تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اسی کے زمانہ حکمرانی میں اور اسی کے ہاتھ سے یوسف بن تاشفین امیر مرابطین نے ۴۸۹ھ میں بطلیوس پر قبضہ کر کے اسے اس کی اولاد کے ساتھ قید حیات سے سبکدوش کیا تھا۔ ابن عباد نے پہلے متوکل کو یوسف بن تاشفین کی طرف سے بدظن کر کے کفار سے خط و کتابت کرنے کی رائے دی اور جب متوکل اس پر عامل و کاربند ہو گیا تو یوسف بن تاشفین کو لکھ بھیجا کہ جس قدر جلد ممکن ہو بطلیوس پر پہنچ کر قبضہ کر لیا جائے ورنہ متوکل پھر ہاتھ نہ آئے گا اور نہ اس صوبہ پر کسی طرح قبضہ ہو گا کیوں کہ متوکل عیسائیوں سے خط و کتابت کر رہا ہے چنانچہ یوسف بن تاشفین نہایت تیزی سے قطع مسافت کر کے بطلیوس پہنچ گیا۔ اور ۴۸۹ھ میں متوکل کو اس کے لڑکوں کے ساتھ گرفتار کر کے عیدالاضحیٰ کے دن قتل کر ڈالا جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کرنے والے ہیں۔ ابن عبدون نے اس کی شان میں ایک قصیدہ کہا تھا جو نہایت مشہور اور کتب تواریخ میں مذکور ہے۔ اس کا مطلع یہ تھا۔

الدھر یفجع بعد العین بالاثر فما البکاء علی الاشباح و الصور

اس قصیدہ میں ابن عبدون نے ان مصائب کا تذکرہ کیا تھا جو اس زمانہ ادبار میں نازل ہوئے تھے۔ جس سے جہلات تک رو پڑے تھے۔ ہم اسے ملتونہ کے حالات اور ان کی فتح اندلس کے ضمن میں بیان کریں گے۔ واللہ یفعل مایشاء و یحکم مایرید۔

حکمرانانِ غرناطہ و بیرہ

فتنہ بربریہ میں سردار صنہاجہ زاوی بن زیری بن مناد تھا' زمانہ حکومت منصور میں زاوی اندلس آیا تھا۔ جب بربریوں نے فتنہ و فساد کا بازار گرم کر دیا تھا اور شیرازہ خلافت بکھر گیا تو زاوی اس گروہ کا سردار اور ان برائیوں کا معتمد علیہ بن کر بیرہ کی جانب گیا۔ اور غرناطہ پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ اور اسے اپنا مستقر حکومت بنا لیا اور جب عامری غلاموں نے مرتضیٰ مروانی کی خلافت کی بیعت کی (اس امر اہم کا متولی اور منتظم مجاہد عامری اور منذر بن یحییٰ بن ہاشم تجیبی ہوا تھا) اور بیعت کے بعد ان لوگوں نے غرناطہ پر چڑھائی کی تو زاوی بن زیری فوج

صنہاجہ کو مرتب کر کے مقابلہ پر آیا اور ۴۲۰ھ میں ان لوگوں کو شکست دے کر مرتضیٰ کو قتل کر ڈالا۔ مال و اسباب اور آلاتِ حرب پر قبضہ کر لیا جو بے حد اور بے شمار تھے۔اس کے بعد اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا اندلس میں فتنہ و فساد کی وجہ سے بربر پر کسی قسم کا ادبار نہ آجائے اور میری عدم موجودگی میں سونے پر سہاگہ کا کام نہ دے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ اپنے بیٹے کو غرناطہ کا حاکم مقرر کر کے اپنے قومی وطن قیروان کی طرف کوچ کیا۔ جوں ہی زادی نے غرناطہ سے قدم باہر نکالا اس کے بیٹے نے ابن رضین اور چند مشائخین غرناطہ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اہل غرناطہ کو یہ امر ناگوار گذرا۔ ماکس بن زیری کو غرناطہ پر قبضہ کر لینے کا پیام دیا۔ ماکس اس پیام کے بنا پر غرناطہ آیا اور اس پر قبضہ کر کے زیری کے لڑکے کی حکومت کو معدوم اور نیست و نابود کر دیا۔ یہاں تک کہ ۴۲۹ھ میں اس نے وفات پائی۔

بادیس ماکس کے بعد اس کا بیٹا حکومت و ریاست کی کرسی پر متمکن ہوا۔اس سے اور ابن ذی النون و ابن عباد سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔اس کی حکمرانی میں اس کا اور اس کے باپ کا کاتب اسماعیل بن نغرلہ ذمی سیاہ و سفید کا مختار تھا۔ پھر بادیس نے اسے ۴۵۹ھ میں معزول کر کے قتل کرا دیا۔اس کے ساتھ اور بہت سے یہودی بھی مار ڈالے گئے تھے۔ بادیس نے ۴۶۷ھ میں سفر آخرت اختیار کیا اس کا پوتا مظفر ابو محمد عبداللہ بن بلکین بن بادیس حکمران ہوا۔ اس نے اپنے دادا کی تقرری کے مطابق اپنے بھائی تمیم کو مالقہ کی حکومت پر مامور کیا۔ ۴۸۳ھ میں مرا۔ بلیون نے ان دونوں کو معزول اور جلا وطن کر کے اغمات اور وریکہ کی طرف بھیج دیا چنانچہ ان دونوں نے وہیں قیام اختیار کیا جیسا کہ آئندہ یوسف بن تاشفین کے تذکرہ میں آپ ان کے حالات پڑھیں گے واللہ وارث الارض و من علیہا وہو خیر الوارثین

امارتِ طلیطلہ

ملوک طلیطلہ کا جد اعلیٰ اسماعیل بن ظافر بن عبدالرحمٰن بن سلیمان بن ذی النون تھا۔ یہ قبائل ہوارہ کا ایک نامور ممبر تھا۔ دولتِ مروانہ میں یہ ارکینِ سلطنت میں شمار کیا جاتا تھا۔ شنتریہ میں اس کی ریاست و امارت تھی۔اس نے زمانہ فتنہ ۴۱۹ھ میں قلعہ اقلیتین پر قبضہ کر لیا۔ شروع زمانہ فتنہ سے طلیطلہ یعیش بن محمد بن یعیش کے قبضہ تصرف میں تھا جو اس کا والی تھا۔جب یہ ۴۲۷ھ میں مر گیا تو بعض سرداران افواج طلیطلہ نے اسماعیل کو قلعہ اقلیتین سے طلیطلہ پر قبضہ کرنے کے لئے بلا بھیجا۔ چنانچہ اسماعیل قلعہ مذکور طلیطلہ آیا اور بلا مزاحمت قابض ہو گیا۔ اسماعیل نے طلیطلہ پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے دائرہ حکومت کو جنجالہ (مضافات مرسیہ) تک بڑھا لیا۔ اور نہایت کامیابی کے ساتھ اس پر حکومت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۴۲۹ھ میں راہی ملک عدم ہوا۔ تب اس کے بیٹے مامون ابو الحسن یحییٰ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس نے بڑے زور و شور سے حکومت کی۔ اس کی شوکت و عظمت تمام ملوک الطوائف سے بڑھی چڑھی تھی۔ اس سے اور سرحدی عیسائی امراء سے بہت لڑائیاں ہوئیں۔ ۴۳۵ھ میں بلنسیہ پر فوج کشی کی اور مظفر ذی السابقین (منصور بن ابی عامر کی اولاد) سے بلنسیہ کو چھین لیا۔ اس کے بعد قرطبہ کی جانب بڑھا اور اسے بھی ابن عباد کے ہاتھ سے نکال لیا۔ اسی ہنگامہ میں قرطبہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس کے بیٹے ابو عمر کو قتل کر ڈالا پھر اسے بھی ۴۶۷ھ میں کسی نے زہر دے کر مار ڈالا۔ اس کے بعد طلیطلہ کی عنان حکومت اس کے پوتے قادر یحییٰ بن اسماعیل بن مامون یحییٰ بن ذی النون نے اپنے ہاتھ میں لی۔ اس وقت عیسائی سلاطین میں سے ابن اوفونش کا دور حکومت تھا۔ چونکہ حکومت اسلامیہ مدبروں سے خالی ہو چکی تھی اور خلافت کا دور ختم ہو چکا تھا۔ اور عرب کی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا تھا اس وجہ سے ابن اوفونش کا تمام ملک میں دور دورہ تھا چنانچہ ابن اوفونش نے فوجیں آراستہ کر کے طلیطلہ کی جانب ۴۷۸ھ میں پیش قدمی شروع کی۔قادر یحییٰ نے ابن اوفونش کے خوف سے طلیطلہ کو خالی کر دیا اور اس سے یہ شرط کر لی کہ بلنسیہ کو لینے میں تم میری مدد کرنا۔ بلنسیہ میں ان دنوں عثمان قاضی بن ابو بکر بن عبدالعزیز (یہ بھی ابن ابی عامر کا ایک وزیر تھا) حکمرانی کر رہا تھا۔اہل بلنسیہ کو اس کی خبر لگ گئی ان لوگوں نے اس خوف سے کہ مبادا اوفونش وغیرہ عیسائی ملوک اس پر قبضہ نہ کر لیں، عثمان قاضی کو معزول کر دیا۔ قادر یحییٰ نے جھٹ پٹ قبضہ کر لیا۔ دو برس تک یہیں مقیم رہا۔ ۴۸۷ھ میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔

امارت شرقی اندلس حالات منصور بن عبدالرحمٰن

عامری خدام نے ۴۱۱ھ میں بربریوں کے زمانہ فتنہ میں منصور عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن ناصر بن ابی عامر کی حکومت کی مقام شاطبہ میں بیعت کی چنانچہ منصور نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ چند روز بعد اہل شاطبہ نے منصور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ منصور شاطبہ کو خیرباد کہہ کر بلنسیہ چلا گیا اور اس پر قبضہ کرکے اپنا دارالحکومت بنا لیا۔ اس کے وزیروں میں ابن عبدالعزیز نامی ایک شخص نہایت مدبر اور ہوشیار تھا اس نے خیران عامری (جو کہ عامر کا آزاد کردہ غلام تھا) کے ذریعہ سے اس واقعہ سے قبل اریولہ پر ۴۰۴ھ میں قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد ۴۰۷ھ میں مرسیہ پر بعد میں حیان پر پھر مریہ پر ۴۰۹ھ میں قابض ہو گیا تھا اور ان مقامات کے رہنے والوں سے منصور عبدالعزیز کی حکومت کی بیعت لے لی تھی۔ تھوڑے دن بعد خیران نے منصور سے بد عہدی کی اور مرسیہ جا کر منصور کے برادر عم زاد محمد بن مظفر بن منصور بن ابی عامر کو حکومت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ محمد بن مظفر قرطبہ میں قاسم بن حمود کے سایہ عاطفت میں رہتا تھا جس وقت اس نے خیران سے خط و کتابت کرکے اپنے مال و اسباب کے ساتھ مرسیہ جانے کا قصد کیا اس وقت قرطبہ کے رہنے والوں نے جمع ہو کر اس کا مال و اسباب چھین لیا۔ اور قرطبہ سے بہ یک بینی دو گوش نکال دیا۔ خیران نے محمد کو کرسی حکومت پر متمکن کرکے پہلے موتمن کے خطاب سے مخاطب کیا پھر معتصم کا لقب دیا بعد میں ناراض ہو کر مرسیہ سے نکال لیا۔ بے چارہ محمد پریشان حال مریہ پہنچا۔ خیران نے آزاد کردہ غلاموں کو اشارہ کر دیا۔ ان لوگوں نے اس کا مال و اسباب چھین کر مریہ سے نکال باہر کیا۔ محمد نے غربی اندلس کا راستہ لیا اور وہاں پہنچ کر سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کے بعد خیران نے بھی مریہ میں ۴۱۹ھ میں وفات پائی۔

امیر عمیدالدولہ ابو القاسم زہیر عامری نے عنان حکومت اپنے قبضہ میں لی اور فوجیں آراستہ کرکے غرناطہ پر چڑھائی کر دی۔ بادیس بن حبوس مقابلہ پر آیا اور امیر عمید الدولہ کو شکست دے کر ۴۲۹ھ میں جنگ کے دوران قتل کر ڈالا اور مریہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد منصور عبدالعزیز والی بلنسیہ نے اس صوبہ کو بادیس کے قبضہ سے ۴۵۷ھ میں نکال لیا۔ پھر جب مامون بن ذی النون نے وفات پائی اور اس کا پوتا قادر حکمران ہوا تو بلنسیہ پر وزراء ابی ابن عامر سے ابوبکر بن عبدالعزیز حکومت کرنے لگا۔ ابن ہود نے اسے قادر سے مخالفت اور بد عہدی کرنے کی رائے دی۔ ابوبکر اس رائے کے مطابق قادر سے مخالفت کا اعلان کرکے ۴۶۸ھ میں خود سر ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مقتدر نے دانیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ ابوبکر دس سال حکومت کرکے ۴۷۸ھ میں گوشہ قبر میں جا چھپا اس کی جگہ قاضی عثمان اس کا بیٹا حکمرانی کی عبا پہن کر ایوان حکومت میں جلوہ افروز ہوا۔

بلنسیہ پر عیسائیوں کی فوج کشی

پھر جب قادر بن ذی النون نے طلیطلہ کو عیسائیوں کے حوالہ کر دیا۔ تو بلنسیہ کی طرف قبضہ کرنے کے ارادے سے قدم بڑھایا۔ اس مہم میں اس کے ہمراہ اذفونش عیسائی بھی تھا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ اہل بلنسیہ نے اس خبر سے مطلع ہو کر عثمان قاضی بن ابی بکر کو معزول کر دیا اور عیسائیوں کے خوف سے قادر کو بخوشی اپنے شہر پر قبضہ دے دیا یہ واقعہ ۴۷۸ھ کا ہے اس کے بعد ۴۸۳ھ میں قاضی جعفر بن عبداللہ بن حجاب نے قادر پر فوج کشی کی اور دوران جنگ قادر کو قتل کرکے بلنسیہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ پھر ۴۹۵ھ میں ابن ذی النون نے اپنے ایک سپہ سالار کو بلنسیہ پر قبضہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ اس سپہ سالار نے اس صوبہ کو ان لوگوں کے قبضہ سے نکال لیا۔

معن بن صمادح سپہ سالار وزیر ابن ابی عامر نے زمانہ ۳۸۸ھ سے جب کہ منصور نے اسے سند حکومت دی تھی مریہ میں اقامت اختیار کی تھی اور اپنے کو ذوالوزارتین کے لقب سے ملقب کیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے اپنے آپ کو معزول کرکے اپنے بیٹے معتصم ابو یحییٰ کو محمد بن معن بن لمادح کو حکمران بنایا۔ چنانچہ معتصم نے اس صوبہ میں چوالیس برس تک حکومت کی۔ ابن شیب والی لورقہ فوجیں آراستہ کرکے مریہ پر چڑھ آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ معتصم کے باپ نے حکومت سے کنارہ کشی کر لی تھی۔ معتصم یہ خبر پا کر ابن شیب والی لورقہ مریہ پر چڑھ آیا ہے مقابلہ کرنے کی غرض سے ایک بڑی فوج روانہ کی۔ ابن شیب نے اس مہم میں منصور بن ابی عامر والی بلنسیہ

مریہ سے اپنے حریف کے مقابلہ میں امداد کی درخواست کی اور معتصم نے بادیس کو مدد کا پیام دیا۔ دونوں حریفوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اس کا چچا صمادح بن بادیس بن صمادح دوسری جانب لورقہ کے بعض قلعوں پر چڑھ گیا اور بزور تیغ اہل قلعہ کو زیر کرکے قبضہ کر لیا اور قبضہ حاصل کرنے کے بعد واپس آیا۔ اس زمانہ سے معتصم ۴۸۰ھ تک مریہ پر کامیابی کے ساتھ حکومت کرتا رہا اور اسی سنہ میں وفات پائی اس کی جگہ اس کا بیٹا متمکن ہوا اسے یوسف بن تاشفین امیر مرابطین نے ۴۸۴ھ میں معزول کیا اور مریہ سے اسے اس کے اہل و عیال کے ساتھ سرحد کی جانب جلا وطن کر دیا۔ اس نے سرحد پر پہنچ کر قلعہ میں آل حماد کے پاس قیام کیا اور یہیں اس نے اور اس کے لڑکوں نے وفات پائی۔ واللہ وارث الارض و من علیہا

حالات بنو ہود حکمرانان سرقسطہ

منذر بن مطرف بن یحییٰ بن عبدالرحمن بن محمد بن ہاشم تجیبی ثغر اعلیٰ کا گورنر تھا۔ اس کی اور منصور عبدالرحمٰن کی حکومت اور ریاست کی بابت ان بن چلی آتی تھی۔ اس کے دارالحکومت ہونے کا اعزاز سرقسطہ کو حاصل تھا۔ جس وقت مہدی بن عبدالجبار کی حکومت کی بیعت لی گئی اور بنو عامر کا دور دورہ ختم ہو گیا اور بربریوں کا زور، شور اور فتنہ و فساد شروع ہوا، اس وقت منذر مستعین کے علم حکومت کے ساتھ تھا یہاں تک کہ اسی طوائف الملوکی میں ہشام مارا گیا۔ منذر نے ان امور کے انجام پر نظر کرکے مستعین کی رفاقت ترک کر دی۔ اس کے بعد مروانیوں نے مرتضیٰ کی بشمول مجاہد اور ان لوگوں کے ساتھ جو غلاموں اور عامریوں میں سے ان کے پاس آ آ کر جمع ہو گئے تھے، بیعت کر لی اور غرناطہ پر حملہ آور ہوئے۔ زاوی بن زیری فوجیں آراستہ کرکے مقابلہ پر آیا اور ان سبھوں کو شکست دی۔ پھر مروانیوں اور اراکین دولت کو مرتضیٰ کی جانب سے شک پیدا ہوا چند آدمیوں کو اس کے قتل پر مامور کر دیا چنانچہ مریہ میں ان لوگوں نے اسے مار ڈالا۔ منذر کو اس وقت کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ سرقسطہ اور ثغر اعلیٰ کو دبا بیٹھا اور المنصور کا خطاب اختیار کیا۔ عیسائی سلاطین جلیقہ اور برشلونہ سے مصالحت کا عہد و پیمان کیا۔ ۴۱۴ھ میں وفات پائی۔ اس کا بیٹا تخت حکومت پر متمکن ہوا اور المظفر کے لقب سے اپنے کو ملقب کیا۔

اسی زمانہ میں ابو ایوب سلیمان بن محمد بن ہود جذامی انہی لوگوں میں سے شہر تطیلہ پر قابض ہو رہا تھا، اسے شروع زمانہ فتنہ سے اس صوبہ کی حکمرانی دی گئی تھی۔ اس کا مورث اعلیٰ ہود وہ ہے جو اندلس آیا تھا۔ ازونے اس کے سلسلہ نسب کو سالم مولیٰ (آزاد غلام) ابو حذیفہ تک پہنچایا ہے۔ یہ ہود عبداللہ کا بیٹا ہے اور عبداللہ موسیٰ کا اور موسیٰ سالم مولی ابی حذیفہ کا اور بعضوں نے ہود کو روح بن اتباع کی اولاد سے شمار کیا ہے۔

سلیمان نے تھوڑے دن میں قوت بڑھا کر مظفر یحییٰ بن منذر کو مغلوب کر لیا۔ ۴۳۱ھ میں اس کی زندگانی کا خاتمہ کرکے اسے دنیا کے تمام مخمصوں سے ہمیشہ کے لئے نجات دے دی۔ سرقسطہ اور ثغر اعلیٰ پر قابض ہو گیا اور اس کا بیٹا یوسف بن مظفر لاردہ پر حکمرانی کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد ان دونوں میں مخالفت پیدا ہو گئی۔ اس اثنا میں سلیمان مر گیا اور احمد مقتدر باللہ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ مقتدر نے یوسف کے مقابلہ میں فرانس اور بشکنس سے امداد طلب کی چنانچہ فرانس اور بشکنس حسب وعدہ مقتدر کی کمک پر آئے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں سے لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا۔ یوسف نے اس خبر سے مطلع ہو کر عیسائیوں نیز مقتدر کا سرقسطہ میں محاصرہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۴۴۳ھ کا ہے۔ یوسف کو اس میں ناکامی ہوئی۔ عیسائی سلاطین اپنے اپنے بلاد کی طرف لوٹ گئے۔ اس کے بعد مقتدر باللہ احمد نے ۴۷۴ھ میں اپنی حکومت کے سینتیس سال پورے کرکے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کی جگہ یوسف موتمن اس کا بیٹا تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔

یوسف موتمن کو علوم ریاضیہ میں ید طولیٰ حاصل تھا اس فن میں اس نے بہت سی کتابیں تالیف کی تھیں۔ ان میں سے استہلال اور المناظر معروف ہیں۔ ۴۷۷ھ میں اس نے وفات پائی یہ وہی سنہ ہے جس میں عیسائیوں نے طلیطلہ کو قادر بن ذی النون کے قبضہ سے نکال

لیا تھا۔ یوسف موتمن کے بعد سرقسطہ میں مستعین حکمران ہوا۔ اس کے زمانہ حکومت میں واقعہ وشقہ پیش آیا تھا۔ وشقہ کو عیسائی محاصروں کے پنجہ سے بچانے کی غرض سے مستعین نے ۴۸۹ھ میں کئی ہزار مسلمانوں کی جمعیت سے وشقہ پر چڑھائی کی۔ تقریباً دس ہزار مسلمان اس معرکہ میں کام آئے تھے۔ (مستعین[1] کو ناکامی کے ساتھ پسپا ہونا پڑا) اس زمانہ سے مستعین سرقسطہ میں برابر حکمرانی کرتا رہا یہاں تک ۵۰۳ھ میں جن دنوں عیسائیوں نے سرقسطہ پر فوج کشی کی تھی، سرقسطہ کے باہر جام شہادت نوش کر کے راہی عدم ہوا۔

اس کی جگہ اس کا بیٹا تخت آرائے حکومت ہوا۔ عماد الدولہ کا خطاب اختیار کیا۔ عیسائی باغیوں نے اسے ۵۱۳ھ میں سرقسطہ سے نکال کر قبضہ کر لیا۔ اس نے سرقسطہ کے قلعوں میں قلعہ روطہ میں جا کر پناہ لی اور وہیں قیام پذیر رہا۔ یہاں تک کہ ۵۱۳ھ میں اس نے وفات پائی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا احمد ملقب بہ سیف الدولہ آریکہ کی حکومت پر رونق افروز ہوا اس کے عہد حکومت میں عیسائیوں کی شورش حد سے بڑھ گئی۔ مسلمانوں کو بے حد ستانے لگے۔ آخرکار اس نے عیسائیوں سے صلح کر لی اور قلعہ روطہ کو ان کے حوالے کر کے اپنے حشم و خدام کے ساتھ طلیطلہ چلا آیا اور وہیں ۵۳۶ھ میں مرگیا۔ تب یعلیٰ عامری اس پر قابض ہوا اس کا دور حکومت دراز اور طویل نہیں ہوا۔

اس کے بعد شیل حکمران ہوا۔ عماد الدولہ بن احمد مستعین نے ۵۴۳ھ میں شیل سے طرطوشہ چھین لیا اس وقت سے طرطوشہ پر عماد الدولہ کا اور اس کے بعد اس کے بیٹوں کا قبضہ رہا یہاں تک کہ دشمنان اسلام نے اس شہر پر بھی بلاد شرقی اندلس کے ساتھ قبضہ کر لیا۔

واللہ وارث الارض ومن علیہا وہو خیر الوارثین

امارت دانیہ و جزائر شرقیہ

جزیرہ میورقہ ۲۹۰ھ میں عصام خولانی کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ مورخین تحریر کرتے ہیں کہ عصام خولانی حج کے ارادے سے اپنی ذاتی کشتی پر سوار ہو کر اندلس سے روانہ ہوا۔ اتفاق یہ کہ ہوائے مخالف کی وجہ سے کشتی جزیرہ میورقہ کے ساحل پر جا لگی۔ ایک مدت تک عصام اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس ساحل پر ہوائے مخالف کی وجہ سے مقیم رہا۔ زمانہ قیام میں لوگوں کو اہل جزیرہ کے حالات سے مطلع ہونے کا موقع ملا اور اسے فتح کرنے کی ہوس اس کے دل میں سمائی چنانچہ عصام نے حج سے واپس ہو کر امیر عبداللہ والی اندلس سے جزیرہ میورقہ کی سرسبزی و شادابی کا ذکر کیا اور اسے فتح کرنے کی رغبت دی۔

امیر عبداللہ نے جنگی کشتیوں کا ایک بیڑا عصام کے ساتھ روانہ کیا اس مہم میں لشکر شاہی کے علاوہ مجاہدوں کا ایک گروہ عظیم جہاد کے ارادے سے شریک ہوا۔ عصام نے پہنچتے ہی جزیرہ میورقہ کا محاصرہ کر لیا اور ایک مدت کے محاصرہ جنگ کے بعد یکے بعد دیگرے اس کے تمام قلعوں کو فتح کر لیا۔ تکمیل فتح کے بعد عصام نے امیر عبداللہ کی خدمت میں نامہ بشارت فتح روانہ کیا۔ امیر عبداللہ نے اس حسن خدمت کے صلہ میں عصام کو جزیرہ میورقہ کی گورنری عنایت فرمائی۔ دس برس تک عصام نے اس جزیرہ پر حکمرانی کی، مسجدیں بنوائیں، حمام تعمیر کرائے، سرائیں پل اور سڑکیں درست کرائیں۔

عصام کی وفات کے بعد اہل جزیرہ نے اس کے بیٹے عبداللہ کو اپنا حکمران بنایا۔ امیر عبداللہ والی اندلس نے بھی اس کی امارت کو منظور اور تسلیم کیا۔ اس کے بعد عبداللہ درویشی اور زہد کی طرف مائل ہو گیا ۳۵۰ھ میں ترک امارت کر کے حج کے ارادے سے کشتی میں سوار ہو کر مشرق کی جانب چلا گیا۔ پھر اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔ خلیفہ ناصر مروانی نے اپنے خدام میں سے موفق کو اس جزیرہ کی سرداری و حکومت پر متعین و مامور کیا۔ موفق نے جزیرہ مذکور میں پہنچ کر جنگی کشتیوں کے متعدد بیڑے تیار کرائے۔ فرانس کے مقبوضات پر بہت سے جہاد کئے۔ ۳۵۹ھ عہد حکومت مستنصر میں اس نے وفات پائی۔ اس کے خادموں میں سے کوثر نامی ایک شخص اس کا جانشین ہوا۔ اس نے دشمنان اسلام پر جہاد کرنے میں وہی طریقہ اختیار کیا جو اس کے پیشرو (موفق) کا تھا۔ اس نے ۳۸۹ھ عہد امارت منصور میں انتقال کیا۔ منصور نے اپنے موالی (آزاد غلاموں) میں سے مقاتل کو اس جزیرہ کی حکومت دی۔ یہ بھی جہاد کا حد سے زیادہ شائق تھا۔ مقبوضات فرانس پر ہمیشہ جہاد کرتا رہتا تھا منصور اور اس کا بیٹا موید جہاد میں اس کی مدد کیا کرتا تھا۔ ۴۰۳ھ میں زمانہ فتنہ میں رہگرائے ملک آخرت ہوا۔

---

[1] دیکھو النقاری جلد اول صفحہ ۲۸۸

مجاہد بن یوسف

مجاہد بن یوسف بن علی عامری مولائیوں میں ایک سربرآوردہ اور دلیر شخص تھا منصور نے اس کی پرورش کی تھی۔ قرآن' حدیث اور عربیت کی تعلیم دی تھی۔ ان علوم میں مجاہد کو اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل تھا۔ جس دن مہدی ۴۰۰ھ میں مارا گیا اس روز مجاہد قرطبہ سے چلا آیا۔ اس نے اور نیز عامری مولائیوں اور اکثر لشکریان اندلس نے مرتضیٰ کی امارت کی بیعت کر لی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ان لوگوں کی زادی سے غرناطہ کے باہر مڈبھیڑ ہوئی۔ زادی نے ان لوگوں کو شکست دی اور ان کی جماعت کو منتشر کر کے مرتضیٰ کو بار حیات سے سبکدوش کر دیا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد مجاہد طرطوش چلا گیا اور اس پر قابض ہو گیا پھر اسے چھوڑ کر دانیہ جا کر مقیم ہوا اور وہیں اپنی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ میورقہ' منورقہ اور یابسہ کو اپنے دائرہ حکومت میں داخل کر لیا۔ ۴۱۳ھ میں معیطی کو میورقہ کی حکومت پر مامور کیا مگر معیطی نے میورقہ پہنچتے ہی خود سر حکومت کا اعلان کر دیا اہل میورقہ نے معیطی کو اس فعل سے بہت روکا لیکن معیطی نے ذرا بھی توجہ نہ کی۔ مجاہد کو اس کی خبر لگی تو اس نے اپنے برادر زادہ عبداللہ کو میورقہ کی حکومت پر مامور اور روانہ کیا۔ معیطی یہ خبر پا کر بھاگ گیا۔ عبداللہ نے میورقہ میں پندرہ سال حکومت کی اس نے اپنے زمانہ حکومت میں سردانیہ پر براہ دریا بقصد جہاد فوج کشی کی تھی اور بزور تیغ کمال مردانگی سے اسے فتح کر کے عیسائیوں کو وہاں سے جلا وطن کر دیا تھا اور والی سردانیہ کے لڑکے کو قید کر لیا تھا جو ایک مدت کے بعد زر فدیہ ادا کر کے رہا کرا لیا گیا۔ مجاہد نے اس کے مرنے پر اپنے مولی اغلب کو ۴۲۸ھ میں میورقہ کی حکومت عنایت کی۔

مجاہد والی دانیہ اور خیران مرسیہ اور ابن ابی عامر والی بلنسیہ میں متعدد لڑائیاں ہوئیں یہاں تک کہ ۴۳۶ھ میں مجاہد ان لڑائیوں کو یوں ہی ناتمام چھوڑ کر راہی ملک بقا ہو گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا علی ایوان حکومت میں رونق افروز ہوا۔ اقبال الدولہ کا خطاب اختیار کیا۔ اور مقتدر بن ہود سے سسرالی قرابت پیدا کی ۴۶۸ھ میں مقتدر نے اقبال الدولہ کو دانیہ سے سرقسطہ میں بلا لیا اس کا بیٹا سراج الدولہ فرانس چلا گیا۔ عیسائیان فرانس نے چند شرائط کے ساتھ جن کی پابندی کا اقرار خود سراج الدولہ نے کیا تھا، سراج الدولہ کی امداد کی چنانچہ دانیہ کے بعض قلعوں کا اسے قبضہ مل گیا بعد چندے جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے مقتدر کی سازش سے ۴۶۹ھ میں اسے زہر دیا گیا جس سے اس کی موت وقوع میں آئی۔ بعدہ علی اقبال الدولہ نے بھی مقتدر کے انتقال کے بعد ۴۷۴ھ میں وفات پائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مقتدر کی حیات ہی میں یہ بجایا چلا گیا تھا اور یحییٰ ابن حماد والی بجایہ کے یہاں مقیم ہوا تھا اور اسی زمانہ فراری میں ہی سفر آخرت اختیار کیا تھا۔

اغلب (مجاہد والی میورقہ کا مولی) براہ دریا سرحدی عیسائیوں پر بکثرت جہاد کیا کرتا تھا۔ اور آئے دن عیسائیوں کو اپنے پرزور حملوں سے تنگ کیا کرتا تھا۔ مجاہد کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا علی اقبال الدولہ سے اغلب نے حج و زیارات کی اجازت حاصل کر کے مشرق کا راستہ لیا۔ اقبال الدولہ نے آل اغلب کو حکومت جزیرہ سے برطرف کر کے اپنے داماد ابن سلیمان بن مشکیان کو بطور نائب اغلب جزیرہ پر مامور کیا۔ پانچ سال تک ابن سلیمان جزیرہ پر حکمرانی کر کے بار حیات سے سبکدوش ہوا اس کی جگہ مبشر ملقب بہ ناصر الدولہ کو زمام حکومت عطا ہوئی۔

ناصر الدولہ شرقی اندلس کا رہنے والا تھا عالم طفلی میں قید ہو کر آیا تھا اور مجاہد کی خدمت میں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد ایک چھوٹی سی فوج کی اسے سرداری مل گئی۔ جواں مرد اور دلیر تھا۔ اپنی مردانگی کی وجہ سے لوگوں کی آنکھوں میں بہت جلد محبوب ہو گیا اسریٰ اور سردانیہ پر اکثر جہاد کیا کرتا تھا ابن سلیمان کے مرنے کے بعد انہی وجوہ سے جزیرہ میورقہ کی حکومت اسے مرحمت کی گئی پانچ سال تک حکومت کرتا رہا۔ اسی اثنا میں اقبال الدولہ کی حکومت کا دور تمام ہو گیا اور مقتدر بن ہود نے اس کے مقبوضات پر قبضہ و تصرف کر لیا۔ مبشر نے بھی میورقہ کو اپنا موروثی ملک سمجھ لیا اور خود سر حکومت کا اعلان کر دیا۔ زمانہ طوائف الملوکی کا تھا۔ اندلس میں ہر چہار طرف فتنہ و فساد کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔

عیسائیوں کا میورقہ کا محاصرہ

ناصر الدولہ نے مستقل حکمراں ہونے کے بعد چند لوگوں کو اپنے آقائے نامدار کے اہل و عیال کے لئے دانیہ روانہ کیا۔اہل دانیہ نے اقبال الدولہ علی کے اہل و عیال کو مبشر کے پاس بھیج دیا۔ مبشر نے ان لوگوں کی بے حد عزت کی اور بہ حسن سلوک ان لوگوں سے پیش آیا۔ اس وقت سے مبشر برابر سرحدی عیسائیوں پر جہاد کرتا رہا حتی کہ عیسائی امرا برشلونہ جمع ہو کر اس پر حملہ آور ہوئے۔ دس ماہ کامل محاصرہ کئے رہا۔ مبشر کو محاصرہ ختم کرنے میں ناکامی ہوئی دشمنان اسلام نے اسے بزور تیغ فتح کر کے مبشر کی حکومت کے ...[لہ] سال جی کھول کر تاخت و تاراج کیا۔

مبشر نے زمانہ محاصرہ میں علی بن یوسف والی مغرب عتونہ سے عیسائیوں کی زیادتیوں کی شکایت کی تھی اور امداد مانگی تھی۔ اگرچہ اتفاق سے علی بن یوسف کی جنگی کشتیوں کا بیڑا جو مبشر کی کمک پر آیا تھا، میورقہ پر عیسائیوں کے قابض ہو جانے کے بعد پہنچا مگر پھر بھی مجاہدین اسلام نے خشکی پر قدم رکھتے ہی عیسائیوں کو اس جزیرہ سے نکال باہر کیا۔علی بن یوسف نے اپنی جانب سے انور بن ابی بکر لمتونی کو اس کی حکومت عنایت کی۔انور نے اپنے زمانہ حکمرانی میں اہل میورقہ کو بہت ستایا۔ دریا سے فاصلہ پر ایک جدید شہر آباد کرنے کا قصد کیا۔اہل میورقہ کو کشیدگی تو پہلے ہی تھی سب کے سب مخالف بن بیٹھے اور جمع ہو کر اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے گرفتار کر لیا اور علی بن یوسف کے پاس امیر مقرر کرنے کا پیام بھیجا۔علی بن یوسف نے ان لوگوں کو محمد بن اسحاق بن غانیہ لمتونی والی غربی اندلس کے پاس بھیج دیا۔ محمد نے اپنی جانب سے اپنے بھائی احمد بن علی کو مقرر کیا۔محمد قرطبہ کی حکومت پر تھا۔ پس جب یہ میورقہ پہنچا تو اس نے انور کو پابہ زنجیر چند محافظوں کے ساتھ مراکش بھیج دیا اور خود میورقہ میں ٹھہرا ہوا دس برس تک حکومت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا بھائی یحیٰی مرگیا اور ان کا بادشاہ علی بن یوسف تھا۔اسی زمانہ سے میورقہ میں بنو غانیہ لمتونی کا پرچم اقبال کامیابی کے ساتھ ہوامیں اڑنے لگا۔ علی بن یوسف کے زمانہ بادشاہت میں بنو غانیہ کی میورقہ میں بہت بڑی دولت و حکومت تھی۔علی اور یحیی یہیں سے نکل کر بجایہ کی طرف بڑھ آئے تھے اور اسے موحدین کے قبضہ سے نکال لیا تھا۔ موحدین سے اور ان لوگوں سے افریقہ میں متعدد اور بکثرت لڑائیاں ہوئی تھیں جسے ہم اخبار ملتونہ کے بعد ان کے حالات کے ضمن میں بیان کریں گے۔میورقہ پر عیسائیوں نے موحدین کے ہاتھ سے ان کے آخری دورِ حکومت میں قبضہ حاصل کیا تھا۔ بقاء اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ملک جسے چاہتا ہے اسے عطا کرتا ہے اور وہی غالب اور دانا ہے۔

حالات باغیانِ اندلس

جس وقت لمتونہ دشمنان اسلام اور موحدین کی لڑائیوں میں مصروف ہو گئے اس وقت اندلس سے انہیں ایک گونہ دوری اور بے توجہی ہو گئی پس بعض اہالیانِ اندلس اپنی عادت قدیمہ پر آگئے۔

۵۳۷ھ میں قاضی مروان بن عبداللہ بن مروان ابن خصاب نے بلنسیہ میں علمِ بغاوت بلند کیا اور خود سرحکمران بن کر حکومت کرنے لگا۔ مگر تین ہی مہینے بعد اہل بلنسیہ نے اسے حکومت و ریاست سے معزول کر دیا۔ یہ مرسیہ چلا آیا پھر مرسیہ سے ابن غانیہ کے پاس میورقہ بھیج دیا گیا۔ ابن غانیہ نے اسے جیل میں ڈال دیا۔

مرسیہ میں ابو جعفر احمد بن عبدالرحمٰن بن طاہر نے سر اٹھایا۔ کچھ عرصہ بعد اہلِ مرسیہ نے اسے معزول کر دیا بلکہ اس کی حکومت کے چوتھے مہینے اسے بار حکومت اور حیات سے ہمیشہ کے لئے سبکدوش کر کے گوشہ قبر میں آرام سے سلا دیا۔ مستعین بن ہود کا پوتا دو ماہ تک حکمرانی کرتا رہا پھر ابن عیاض نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

اہل بلنسیہ نے قاضی مروان کے بعد امیر ابو محمد عبداللہ بن سعید بن مردنیش جذامی کے ہاتھ پر امارت و ریاست کی بیعت کی' اس نے اپنے زمانہ حکومت کو دشمنان دین سے جہاد کرنے میں صرف کیا ہمیشہ معرکہ کارزار میں کفار کے ہاتھ تیغ و سپر رہتا تھا حتی کہ ۵۴۰ھ میں

لہ اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

کسی لڑائی میں عیسائیوں کے ہاتھ شہید ہو گیا۔ اہل بلنسیہ نے عبداللہ بن عیاض کی امارت کو تسلیم کر لیا جو ان دنوں مرسیہ پر قابض ہو رہا تھا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔عبداللہ نے ۵۲۲ھ میں وفات پائی۔

محمد بن احمد اور عبدالمومن کی جنگ

اہل بلنسیہ نے اس کے چچازاد بھائی محمد بن احمد بن سعد بن بن مردنیش کی بیعت کی امارت کی بیعت کی۔اس نے بیعت امارت لینے کے لئے بعد شاطبہ' مدینہ شتر اور مرسیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ ابراہیم بن ہمشک اس کے نامور سپہ سالاروں میں سے تھا۔اس نے اطراف اندلس میں غارت گری شروع کر دی۔ قرطبہ پر شب خون مار کر قابض ہو گیا مگر تھوڑے ہی دن بعد قرطبہ اس کے قبضہ سے نکل گیا تب اس نے غرناطہ پر ہاتھ مارا اور اسے موحدین کے قبضہ سے نکال لیا پھر اس نے نیز ابن مردنیش (محمد بن احمد) نے غرناطہ کے ایک قصبہ میں موحدین کا محاصرہ کر لیا۔ متعدد لڑائیوں کے بعد جو کہ دونوں حریفوں میں غرناطہ کے باہر ہوئی تھیں،عبدالمومن نے غرناطہ کو ان سے واپس لے لیا۔ انہی معرکوں میں ابراہیم اور ابن مردنیش نے عیسائی امراء اور سلاطین سے موحدین کی مدافعت کی غرض سے امداد طلب کی تھی چنانچہ عیسائی جوق در جوق ابراہیم اور ابن مردنیش کی کمک پر آئے مگر عبدالمومن کی مہارت اور نبرد آزمائی کے آگے سب نے منہ کی کھائی اور نہایت بری طرح شکست اٹھا کر بھاگے اور عبدالمومن نے انہیں بہت برے طریقہ سے قتل کیا۔

یوسف کا بلنسیہ پر قبضہ

انہی دنوں یوسف نے طویل محاصرہ اور شدید جنگ کے بعد بلنسیہ کو فتح کر کے خلیفہ مستنجد عباسی کے نام کا خطبہ پڑھا اور ایک عرض داشت دربار خلافت بغداد روانہ کی۔ خلافت پناہی نے اس صوبہ کی سند حکومت یوسف کو لکھ کر بھیج دی۔اس کے بعد ۵۶۶ھ میں موحدین کی حکومت کی بیعت ہوئی۔ مظفر عیسیٰ بن منصور بن عبدالعزیز بن ناصر بن ابی عامر شاطبہ اور مرسیہ کی جانب مراجعت کرنے کے وقت بلنسیہ پر قابض ہو گیا تھا ایک مدت تک وہاں اس کا قبضہ رہا۔۵۵۵ھ میں اس نے وفات پائی۔اس کے مرنے سے بلنسیہ کی عنان حکومت ابن مردنیش کے قبضہ میں چلی گئی۔

احمد بن عیسیٰ قلعہ مزایہ پر قابض ہو رہا تھا اور اپنے متبعین کے ذریعہ سے مرابطین کی مخالفت کر رہا تھا' اتفاق زمانہ سے منذر ابن وزیر نے اسے دبا لیا'پس یہ ۵۴۰ھ میں عبدالمومن کے پاس چلا گیا اور ملک اندلس پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دی۔عبدالمومن نے اس کے ہمراہ چند فوجیں روانہ کیں جنہوں نے بنو غانیہ امراء مرابطین کو اندلس میں اپنے پرزور حملوں سے مغلوب کر دیا۔

میورقہ پر حکومت ملتونہ کے اضطراب کے زمانہ سے محمد بن علی بن غانیہ قابض تھا۔۵۲۰ھ سے اس نے اس صوبہ پر قبضہ حاصل کیا تھا۔ ۵۳۷ھ میں اپنے بھائی یحییٰ سے ملنے کے لئے بلنسیہ آیا تھا اور اپنی جگہ میورقہ میں عبداللہ بن تیا کو مامور کر آیا تھا۔اس کے زمانہ غیر حاضری میں بلوائیوں اور باغیوں نے سر اٹھایا۔ اس شورش کے رفع کرنے کی غرض سے محمد بن غانیہ بلنسیہ سے میورقہ پھر واپس آیا اور بدنظمی کو رفع دفع کر کے امن قائم کیا حتیٰ کہ ۵۶۷ھ میں اسے پرامن و عافیت چھوڑ کر انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم ابو اسحاق متمکن ہوا اور اس نے ۵۸۰ھ میں وفات پائی تب اس کا بھائی طلحہ کرسی حکومت پر رونق افروز ہوا اور ۵۸۱ھ میں موحدین کی بیعت کی۔ اہل میورقہ کے چند امراء بطور وفد موحدین کے یہاں آئے' موحدین نے ان وفود کے ہمراہ علی بن برتر کو روانہ کیا جوں ہی میورقہ میں وارد ہوا طلحہ کے برادرزادگان علی و یحییٰ پسران اسحاق نے طلحہ کے خلاف بغاوت کر دی اور تخت حکومت سے اسے اتار دیا۔اس کے بعد ان لوگوں کو یوسف بن عبدالمومن کے مرنے کا حال معلوم ہوا سب نے میورقہ چھوڑ کر افریقہ کا راستہ لیا۔اسے آپ ان کی حکومت کے حالات میں پڑھیں گے بغرض اس طور سے مرابطیوں کی دولت و حکومت ملک مغرب اور اندلس سے منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے عنان حکومت اس کے قبضہ سے نکال کر موحدین کو عنایت فرمائی۔ ان لوگوں نے ان کو جہاں قتل کیا رفتہ رفتہ ان کی حکومت کو استقلال اور استحکام ہو گیا اور یہ اس سرزمین کے حکمران بن گئے۔

جنگ ارکہ

ان لوگوں نے اس ملک کے انتظام پر بنی عبدالمومن کے اعزہ کو مامور کیا۔ یہ لوگ اپنے کو سادہ کے لقب سے ملقب کرتے تھے۔ اس ملک کی حکومت ▪ ریاست انہی لوگوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ انہی لوگوں میں سے یعقوب منصور نے سرحدی بلاد کو سر کرنے کے بعد بہ نظر جہاد ابن اوفونش بادشاہ جلالقہ پر عربوں کو جمع کرکے چڑھائی کی۔ اطراف بطلیوس مقام ارکہ[1] ۵۹۱ھ میں صف آرائی کی نوبت آئی۔ اس کے بعد اس کا لڑکا ناصر ۶۰۹ھ میں دریا کو مغرب کی جانب سے عبور کرکے ایک بڑی فوج کے ساتھ اندلس پہنچا۔ مسلمانان اندلس سے مقام عقرب میں مڈبھیڑ ہوئی۔ چند لوگ ان میں سے اس معرکہ میں کام آگئے۔ باقی کو اللہ تعالیٰ نے اس نقصان عظیم سے بچایا۔

موحدین کا اندلس سے اخراج

یعقوب منصور کے بعد موحدین کی حکومت متزلزل اور مضطرب ہو چلی اور تمام بلادِ اندلس میں ان لوگوں کی کمزوری کی وجہ سے جو سادہ کے لقب سے موسوم تھے' امورِ سیاست میں ضعف پیدا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی مراکش (مراکو) میں بھی ان کی حکومت معرض خطر میں پڑ گئی۔ ان لوگوں نے عیسائی سلاطین اور عیسائی امرائے امداد طلب کرنا شروع کی اور بوقتِ ضرورت مسلمانوں کے مقبوضہ قلعے دے دے کر ان کی فوجوں سے اپنی سیاست و حکومت قائم رکھنے لگے۔ اس سے رؤسا ملت اسلامیہ اور پس ماندگان عرب و دولت امویہ کو ناراضگی پیدا ہوئی۔ چنانچہ سب کے سب جمع ہو کر موحدین کی مخالفت پر کھڑے ہو گئے اور اندلس کے ملک سے بات کی بات میں انہیں نکال باہر کیا۔ اس عظیم اور مہتمم بالشان امر کی انجام دہی پر محمد بن یوسف بن ہود جذامی اندلس میں کمربستہ ہوا۔ بلنسیہ میں زیان بن ابو الحملات مدافع بن یوسف بن سعد پس ماندہ خاندان حکومت بنی مردنیش نے مستعدی کی تھی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے سرداروں نے بغاوت اور مخالفت کا علم بلند کیا تھا۔

ان واقعات کے بعد ابن ہود پر اسی کی حکومت میں پس ماندگان دولت عرب اور انہی کے نسب والوں میں سے محمد بن یوسف بن نصر

---

[1] جنگ ارکہ ابتدائی حالات کے لحاظ سے نہایت خطرناک تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس معرکہ میں مسلمانوں کو توقع سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ تقریباً ایک لاکھ چھیالیس ہزار عیسائی مارے گئے' تیس ہزار گرفتار کر لیے گئے۔ ڈیڑھ لاکھ خیمے' اسی ہزار گھوڑے' ایک لاکھ خچر اور چار لاکھ بار برداری کے ہاتھ آئے۔ جواہرات اور قیمتی اسباب بے تعداد ملے۔ مال غنیمت کی ایسی کثرت ہوئی کہ ایک ایک درہم (بحساب سکہ رائج الوقت تقریباً ۱۰۲) پر غلام بک گئے تلواریں نصف درہم پر اور گھوڑے پانچ پانچ درہم پر اور گدھے ایک ایک درہم پر فروخت ہوئے یعقوب منصور نے حسب شرع شریف مال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم کیا۔ الفنش عیسائی بادشاہ بحال پریشان طلیطلہ کی طرف بھاگا داڑھی' سر منڈوا کر صلیب توڑ ڈالی فرش پر سونے عورت سے مقاربت کرنے' گھوڑے پر سوار نہ ہونے کی قسم کھائی کہ جب تک میں اس کا بدلہ مسلمانوں سے نہ لوں گا اس وقت تک آرام نہ کروں گا۔ چنانچہ تمام جزائر اور بلاد عیسائی سے فوجیں فراہم کرنے لگا۔ یعقوب منصور نے اس سے مطلع ہو کر طلیطلہ پر چڑھائی کر دی اور محاصرہ کرکے روزانہ حملوں سے تنگ کرنے لگا۔ قریب تھا کہ شہر طلیطلہ فتح ہو جاتا کہ اوفونش کی ماں' لڑکیاں اور بیویاں برہنہ سر فریادی صورت بنائے ہوئے شاہی دربار میں حاضر ہوئیں۔ اور یہ درخواست پیش کی کہ یہ ملک ہمارے ہی لوگوں کے قبضہ میں رکھا جائے ہم لوگ علم حکومت کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ یعقوب منصور کو ان لوگوں کی حالت پر رحم آگیا۔ ان کی درخواست منظور کر لی اور بہت سا مال و زر بطور انعام مرحمت کرکے رخصت کیا اور شہر طلیطلہ پر غالب اور متصرف ہو جانے کے بعد ان کے حوالہ کرکے قرطبہ کی طرف مراجعت کی۔ ایک مہینہ تک مال غنیمت لشکریوں پر تقسیم ہوتا رہا۔ اسی اثنا میں الفنش کا سفیر پیام مصالحت لے کر حاضر ہوا یعقوب منصور نے اس کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا۔ اس وجہ سے مدت تک اندلس میں امن قائم رہا۔

المقاری جلد اول صفحہ ۲۸۹ھ ۲۹۰

مطبوعہ لیدن (مترجم)

معروف بہ احمر نے بغاوت کی۔ یہ محمد اپنے کو شیخ کے لقب سے ملقب کرتا تھا اہل جبل ہ سے اس کی لڑائیاں ہوئیں ان میں سے ہر ایک صاحب حکومت ہوا جس کی وارث ان کی آئندہ نسلیں ہوئیں۔

زین بن مردنیش کے دس ممبران خاندان کے ساتھ بلنسیہ میں حکمرانی کر رہا تھا اس نے اس کی امارت حاصل کرنے میں موحدین سے اعانت و امداد لی تھی۔ جس زمانہ میں اس کی عنان حکومت سید ابو زید بن محمد بن حفص بن عبدالمومن نے مستنصر کے انتقال کے بعد اپنے قبضہ اقتدار میں لی جیسا کہ آئندہ ان کے حالات میں بیان کیا جائے گا اور یہ واقعہ ۶۲۵ھ کا ہے ان دنوں یہی زیان اس کا معتمد علیہ اور ہر کام کا منتظم و پیشوا تھا۔ ۶۲۶ھ میں جس وقت ابن ہود کی حکومت کی مرسیہ میں بیعت لی گئی، زیان نے سید ابو زید کی مخالفت کا علم بلند کیا اور بلنسیہ سے بھاگ کر روزہ چلا آیا۔ سید ابو زید کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ نرمی اور ملاطفت سے واپس آنے کا پیام بھیجا۔ زیان نے انکار میں جواب دیا۔ اس پر سید ابو زید زیان کے خوف سے بھاگ کر عیسائی بادشاہ برشلونہ کے پاس چلا گیا اور عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ (اعاذنا اللہ من ذلک)

سید ابو زید کے چلے جانے کے بعد زیان نے بلنسیہ پر قبضہ کر لیا۔ اس سے اور ابن ہود سے مدتوں لڑائی اور جھگڑے کا سلسلہ قائم رہا۔ دوران اختلاف زیان کے پسران عم عزیز بن یوسف بن سعد نے جزیرہ شقر پر قبضہ کر لیا۔ اور ابن ہود کے علم حکومت کے تحت داخل ہو گئے۔ زیان نے اس سے مطلع ہو کر عزیز سے جنگ کرنے کی غرض سے سریش پر فوج کشی کی' اتفاق سے زیان کو شکست ہوئی۔ ابن ہود اس کا تعاقب کرتا ہوا بلنسیہ تک چلا آیا اور مدتوں اس کا محاصرہ کئے رہا۔ زیان نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے۔ اور شہر پناہ کی فصیلوں سے ان کی مدافعت کرتا رہا' یہاں تک کہ ابن ہود محاصرہ اٹھا کر واپس آ گیا۔

عیسائیوں کی بلادِ اسلامیہ پر فوج کشی

عیسائی سلاطین نے مسلمانوں کو باہم تیغ و سپر دیکھ کر بلاد اسلامیہ کی طرف پیشقدمی شروع کر دی چنانچہ بادشاہ برشلونہ نے انیشہ پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ زیان کو اس کی خبر لگی تو اس نے تمام مسلمانوں کو اس کے ساتھ مسلح کر کے انیشہ سے عیسائیوں کے بے دخل کر دینے کی غرض سے ۶۳۴ھ میں چڑھائی کی۔ اس جہاد میں اہل شاطبہ اور جزیرہ شقر والے بھی شریک ہوئے تھے اس واقعہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ ابو الربیع سلیمان اس واقعہ میں شہید ہوئے ـــــ مسلمانوں نے شکست کھانے کے بعد بلنسیہ میں آ کر دم لیا۔ عیسائی فوجیں برابر تعاقب کرتی چلی آئیں اور بلنسیہ پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ اہل بلنسیہ نکل بھاگنے کی فکر کرنے لگے۔ چند لوگ بطور وفد یحییٰ بن ابو ذکریا والی افریقہ کی خدمت میں بھیجے۔ عیسائیوں کی زیادتیوں اور محاصرہ کی شکایت کی۔ یحییٰ بن ابو ذکریا نے بہت سا مال' اسباب جنگ' آلات حرب اور رسد غلہ اپنے عزیز یحییٰ نامی کے ہمراہ اہل بلنسیہ کے پاس روانہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اندلس میں بنو عبدالمومن کا دورِ حکومت ختم ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ یحییٰ محاصروں کی کثرت کی وجہ سے بلنسیہ میں نہ جا سکا۔ بہ مجبوری دانیہ کی جانب لوٹ آیا اور عیسائیوں نے ۶۳۶ھ میں بزور تیغ بلنسیہ پر قبضہ کر لیا۔ زیان بہ حال پریشان بلنسیہ سے نکل کر جزیرہ شقر چلا آیا اور امیر یحییٰ بن ابو ذکریا کی ماتحتی میں حکومت کرنے لگا۔ اظہارِ اطاعت کی غرض سے بیعت کرنے کے لئے اپنے کاتب سیکرٹری حافظ عبداللہ بن محمد انباری کو امیر یحیلی کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس نے تیونس پہنچ کر حقِ سفارت ادا کیا اور فی البدیہہ ایک قصیدہ جو کہ مشہور و معروف ہے جس میں جودت طبع دکھائی تھی' بردیف سین پڑھا' اس کا تذکرہ عنقریب موحدین دولت بنو حفص افریقہ کے ضمن میں تحریر کیا جائے گا۔ ابن ہود کے مرنے کے بعد اہل مرسیہ نے ابو بکر واثق (یہ بنی ہود کا آخری فرمانروا تھا) سے بغاوت کی۔ واثق کی طرف سے مرسیہ کا والی ابو بکر بن خطاب تھا۔ اہل مرسیہ نے زیان کو مرسیہ پر قبضہ کرنے کے لئے بلا بھیجا۔ چنانچہ زیان نے مرسیہ میں داخل ہو کر قصر امارت کو لوٹ لیا اور ان لوگوں کو امیر یحیلے بن ابو ذکریا کی بیعت کرنے پر شرقی اندلس کے قبضہ کی شرط کے ساتھ آمادہ کیا۔ یہ واقعات ۶۳۷ھ کے ہیں۔

اس کے بعد ابن عصام نے اریولہ میں زیان سے بد عہدی کی اور اس کی مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوا اور زیان کے ایک قریبی رشتہ دار نے

شہر لقنت جا کر اپنی حکومت کا سکہ چلا دیا۔ اس زمانہ میں یہ وہیں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ عیسائی بادشاہ برشلونہ نے ۶۴۴ھ میں اس کے قبضہ سے ان ممالک کو نکال لیا۔ اور یہ مرتا کپتانیوس چلا گیا اور وہیں ۶۶۸ھ میں مر گیا۔

باقی رہا ابن ہود اس کے حالات آئندہ لکھے جائیں گے پھر ابن احمر کے خاندان اور آئندہ نسل میں حکومت و سلطنت کا سلسلہ قائم ہوا اور اس وقت تک موجود ہے۔ جسے ہم عنقریب تحریر کرنے والے ہیں کیونکہ یہی لوگ دولت و حکومت عرب کی یادگار اور بقیۃ السلف ہیں۔ واللہ خیر الوارثین۔

باب ۲۴

دولت وحکومت بنو ہود

محمد بن یوسف بن ہود کی بغاوت

جس وقت موحدین کی حکومت میں اضطراب اور تزلزل پیدا ہوا چلا اور ابن سادہ میں اختلاف شروع ہو گیا جو بلنسیہ کے حکمران تھے اس وقت محمد بن یوسف بن محمد بن عبدالعظیم بن احمد بن سلیمان مستعین بن محمود بن ہود نے مقام صخیرات صوبہ مرسیہ متصل رقوط میں علم بغاوت ۶۱۰ھ میں بلند کیا۔یہ وہ زمانہ تھا کہ مستنصر انتقال کر چکا تھا اور موحدوں نے مراکش میں اس کے چچا مخلوع عبدالواحد بن امیر المومنین یوسف کی امارت کی بیعت کر لی تھی۔ اور عادل نے (اس کے بھائی منصور کا بیٹا) مرسیہ پر قابض ہو کر ابو محمد عبداللہ بن ابی حفص بن عبدالمومن والی جیان کے آگے گردن اطاعت جھکا دی تھی۔ اس معاملہ میں سید ابو زید بن محمد ابو حفص نے ان دونوں کی مخالفت کی۔ فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا۔ہر ایک نے دوسرے کو دبانے کی غرض سے عیسائی سلاطین سے امداد کی درخواست کی اور اکثر بلاد اسلامیہ امداد و اعانت کے صلہ میں ان کے حوالہ کر دیئے۔ ان واقعات سے اہل اندلس کے دل رنج و غم سے بھر گئے اور وہ ان لوگوں کو باہر نکالنے کی فکر کرنے لگے چنانچہ ابن ہود مذکور نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔

یہ شخص بنی ہود ملوک الطوائف کی نسل سے تھا۔حکومت و سرداری حاصل کرنے کا ایک مدت سے خواہاں اور امیدوار تھا۔ چونکہ موحدوں کو اس کی طرف سے خطرہ تھا اس وجہ سے ان لوگوں نے اس معاملہ میں کئی بار اس کی آزمائش کی اور اس نے نہایت خوبصورتی سے اپنے جذبات کو چھپایا۔ ۶۲۵ھ میں معدودے چند لشکریوں کے ساتھ بغاوت کی۔ سید ابو العباس بن ابی عمران موسیٰ بن امیر المومنین یوسف بن عبدالمومن والی مرسیہ نے ایک فوج اس کی سرکوبی پر روانہ کی۔اس نے اسے شکست دے کر مرسیہ کی جانب کوچ کیا۔ اور پہنچتے ہی مرسیہ پر قبضہ کر کے سید ابو العباس کو گرفتار کر لیا۔ خلیفہ مستنصر عباسی کے نام کا خطبہ پڑھا جو ان دنوں خلفا عباسیہ میں سے دار الخلافت بغداد میں تخت آرائے حکومت تھا۔ اس کے بعد سید ابو زید بن محمد ابو حفص بن عبدالمومن والی شاطبہ نے شاطبہ سے ابن ہود پر فوج کشی کی' ابن ہود نے پہلے ہی میدان میں سید ابو زید کو شکست دے دی۔سید ابو زید شاطبہ لوٹ آیا اور مامون کی پشت پناہی سے پھر فوجیں مرتب کیں' مامون اشبیلیہ کا حکمران تھا۔اپنے بھائی عادل کے بعد تخت حکومت پر جلوہ آرا ہوا تھا چنانچہ ابن ہود اور سید ابو زید سے معرکہ آرائی ہوئی' اتفاق یہ کہ اس معرکہ میں ابن ہود کو نیچا دیکھنا پڑا۔سید ابو زید ابن ہود کا تعاقب کرتا ہوا مرسیہ تک چلا آیا اور مدتوں مرسیہ کا محاصرہ کئے رہا مگر کامیاب نہ ہو سکا آخر کار محاصرہ اٹھا کر اشبیلیہ کی جانب واپس آیا۔اس کے بعد سید ابو زید سے زیان بن ابو الحملات مدافع بن حجاج بن سعد بن مردنیش نے بلنسیہ میں مخالفت اور بد عہدی کی اور بلنسیہ سے نکل کر رندہ کی طرف چلا آیا۔یہ واقعہ ۶۲۶ھ کا ہے۔

محمد بن یوسف کی بیعت

چونکہ مردنیش بڑے جتھہ دار اور رعب داب والے آدمی تھے اس وجہ سے ابو زید کو زیان کی مخالفت اور بلنسیہ سے رندہ چلے جانے سے خطرہ اور نظام حکومت کے درہم برہم ہونے کا خیال پیدا ہوا۔منت و سماجت واپسی کی تحریک کی' زیان نے انکار میں جواب دیا۔ ابو زید بلنسیہ سے نکل کر عیسائی بادشاہ برشلون کے پاس چلا گیا اور عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ نعوذ باللہ۔۔۔۔ ابو زید کے چلے جانے کے

بعد اہل شاطبہ نے ابن ہود کی امارت کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد اہل جزیرہ شقر نے اہل شاطبہ کی تقلید کی۔ اہل جزیرہ شقر کو ان کے حکام بنو عزیز بن یوسف عم زیان بن مردنیش نے اس امر پر ابھارا تھا۔ ان لوگوں کے بیعت کرنے کے بعد اہل جیان اور اہل قرطبہ نے بھی ابن ہود کی امارت کو تسلیم کر لیا اور اس کے علم حکومت کے مطیع ہو گئے اور امیر المومنین کے لقب سے یاد کرنے لگے۔

اس اثنا میں مامون اشبیلیہ سے مراکش چلا گیا اور اس کا بھائی اہل اشبیلیہ پر حکمرانی کرنے لگا۔ زیان بن مردنیش نے اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ حالانکہ دونوں میں پہلے سے اچھے تعلقات تھے۔ آخر کار ۶۲۹ھ میں زیان کو ناکامی کے ساتھ پسپا ہونا پڑا۔ ابن ہود نے اس کا بلنسیہ میں محاصرہ کر لیا پھر محاصرہ اٹھا کر عیسائیوں پر حملہ کرنے کی غرض سے ماردہ پر چڑھ گیا۔ فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی ابن ہود کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے' اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو بال بال بچا لیا۔ اس کے بعد دوبارہ مقام کوس میں اسے ناکامی ہوئی مگر اس کے چہرہ پر ذرا بھی شکن نہ آئی۔ دشمنانِ اسلام سے ان کے مقبوضات پر جا کر جھگڑتا اور ان سے جہاد کرتا رہا۔ ہر سال ان سے مڈ بھیڑ ہوئی اور نہایت استقلال اور مردانگی سے ان کے مقابلے میں معروف و مشغول رہتا تھا اس کے باوجود عیسائی سلاطین بلاد اسلامیہ کی سرحدوں اور دارالحکومتوں کو یکے بعد دیگرے ہڑپ کرتے جاتے تھے۔

پھر ابن ہود نے جزیرہ خضرا اور جبل الفتح پر جو کہ سبتہ کے پھاٹک تھے سید ابو عمران موسیٰ سے قبضہ لے لیا اور ان پر قبضہ کرنے کے بعد سبتہ کی طرف قدم بڑھایا۔ ابو عمران نے ابن ہود کی امارت و حکومت کو تسلیم کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ان واقعات کے بعد ۶۲۹ھ میں سلطان محمد بن یوسف بن نصر کی حکومت کا مقام ارجونہ میں اعلان کیا گیا۔ اراکین دولت نے بیعت کی۔ اہل قرطبہ اور اس کے بعد اہل قرمونہ نے علم حکومت کے آگے گردن جھکائی۔ کچھ عرصہ بعد اہل اشبیلیہ نے بغاوت کر دی اور سالم بن ہود کو اپنے شہر کے دارالحکومت سے نکال کر ابن مروان احمد بن محمد باجی کو اپنا امیر بنا لیا۔ ابن احمر نے پہلے ہی حملہ میں اس فوج کو شکست دے دی اور اس کے سپہ سالار کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد ادھر باجی اور ابن احمر نے ابن ہود کی مخالفت پر باہم عہد و پیمان کیا۔ ادھر ابن ہود نے الفنش سے ان لوگوں کی حرکات سے تنگ آ کر زیر کرنے کی غرض سے' ایک ہزار دینار روزانہ دینے کے اقرار پر مصالحت کر لی۔ اس تبدیلی اور تغیرات سے اہل قرطبہ متاثر ہو کر ابن ہود کے علم حکومت کے مطیع ہو گئے۔ ابن ہود نے فوجیں درست اور سامان جنگ فراہم کر کے باجی اور ابن احمر پر فوج کشی کر دی۔ مگر اتفاق سے خود ابن ہود کو شکست ہوئی۔ ابن احمر نے بڑھ کر اشبیلیہ کے باہر پڑاؤ کیا اور موقع پا کر باجی کو مار ڈالا۔ اس کام کا بیڑا اس کے سر اشقیلولہ نے اٹھایا تھا۔ سالم بن ہود نے یہ خبر پا کر اشبیلیہ پر فوج کشی کر دی اور پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا۔ اہل اشبیلیہ نے قلعہ بندی کر لی اور اسے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔

خلافت بغداد سے ابن ہود کو اعزازات

۶۳۱ھ میں دربار خلافت بغداد سے منجانب خلیفہ مستنصر عباسی ابن ہود کو خطاب عطا ہوا۔ ابو علی حسین بن حسین کردی ملقب بہ کمال' خلعت شاہی پھریرا اور فرمان لے کر آیا۔ چنانچہ ابن ہود نے غرناطہ میں ابو علی سے ملاقات کی۔ یہ دن نہایت چہل پہل کا تھا اظہار مسرت کے لحاظ سے تمام شہر میں چراغاں کیا گیا۔ ابو علی نے دربار عام میں ابن ہود کو خلعت' پھریرا' اور فرمان شاہی دیا۔ المتوکل کے لقب سے ملقب کیا۔ اس کی دیکھا دیکھی ابن احمر نے بھی تاجدار بغداد کے شاہی اقتدار کو تسلیم کر کے ابو علی کے ہاتھ پر خلافت مآب کی بیعت کر لی۔

جس وقت ابن احمر نے باجی کو' فریب اور دھوکہ سے قتل کیا تھا اس وقت شعیب بن محمد شہر اشبیلیہ سے نکل کر مضافات اشبیلیہ میں چلا گیا تھا اور وہاں جا کر قلعہ نشین ہو کر خود سر حکومت کا اعلان کر دیا تھا اور المستنصر کے خطاب سے اپنے کو مخاطب کرتا تھا۔ ابن ہود نے اس کا بھی محاصرہ کر لیا اور مضافات اشبیلیہ کو اس کے قبضہ سے نکال لیا۔ ان خانہ جنگیوں اور باہمی فسادات کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنان اسلام چہار طرف سے نکل پڑے اور بلاد اسلامیہ کی سرحدوں کا محاصرہ کر لیا۔ رفتہ رفتہ سرحدوں سے آگے بڑھ کر بلادِ اسلامیہ کے

اندرونی حصوں میں گھس پڑے پھر قرطبہ پر بھی حملہ آور ہوئے چنانچہ ۶۳۳ھ میں اس پر قابض ہو گئے۔

ابن احمر کا غرناطہ اور مریہ پر قبضہ

پھر ۶۳۷ھ میں اہل اشبیلیہ نے خاندان عبدالمومن میں سے رشید کے ہاتھ پر حکومت و امارت کی بیعت کر لی۔اس کے بعد ابن احمر نے غرناطہ پر چڑھائی کی اور رشید کے قبضہ سے اسے نکال لیا۔ عبداللہ ابو محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالمالک اموی رمیمی وزیر السلطنت ملقب بہ ذوالوزارتین کو ابن ہود نے اپنے ممالک مقبوضہ میں سے صوبہ مریہ کی حکومت عطا کی تھی چنانچہ عبداللہ مریہ ہی میں برابر مقیم رہا۔ ۶۳۷ھ میں متوکل وارد مریہ ہوا۔ اسی زمانہ میں عبداللہ نے حمام میں وفات پائی۔مریہ میں مدفون ہوا بیان کیا جاتا ہے کہ متوکل نے اسے قتل کرایا تھا بہرکیف اس کے مرنے پر موید حکمران ہوا۔۶۴۳ھ میں ابن احمر نے اس صوبہ کو موید کے قبضہ سے نکال لیا۔

پھر جب متوکل نے انتقال کیا تو اس کا بیٹا ابو بکر محمد ولی عہد ہونے کے لحاظ سے تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ الواثق کا خطاب اختیار کیا۔ اس کی حکومت کے چند مہینے بعد عزیز بن عبدالمالک بن خطاب نے ۶۳۶ھ میں مریہ پر چڑھائی کی اور بزور تیغ اس پر قبضہ کر کے ابو بکر محمد کو جیل میں ڈال دیا۔ عزیز اپنے کو ضیاء الدولہ کے خطاب سے مخاطب کرتا تھا۔ اس کے بعد زیان بن مردنیش نے مریہ پر قبضہ کر لیا اور ضیاء الدولہ عزیز بن خطاب کو چند ماہ حکومت کرنے کے بعد بار حیات سے سبکدوش کر دیا اور واثق کو قید کی مصیبت اور تکلیف سے نجات دی' مریہ میں زیان کو زیادہ دن حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ ۶۳۸ھ میں محمد بن ہود (متوکل کا چچا) مریہ پر اپنی فوجیں مرتب کر کے چڑھ آیا اور زیان بن مردنیش کو بزور تیغ مریہ سے نکال باہر کیا۔ یہ اپنے کو بہاؤ الدولہ کے لقب سے ملقب کرتا تھا۔

بہاء الدولہ نے ۶۵۷ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔اس کا بیٹا امیر ابو جعفر جلوہ آرائے تخت حکومت ہوا۔ ۶۶۲ھ میں ابو بکر واثق نے جسے عزیز بن خطاب نے معزول کیا اور تخت حکومت سے اتارا تھا،فوجیں فراہم کر کے حملہ کیا اور ابو جعفر کے قبضہ سے مریہ کو نکال لیا۔ اس وقت سے مریہ میں یہی حکمرانی کرتا رہا حتی کہ الفنش اور کبرشلونہ عیسائی سلاطین اسے تنگ اور زچ کرنے لگے۔ابو بکر نے ابن احمر سے خط و کتابت کی۔ ابن احمر نے اپنی طرف سے عبداللہ بن علی بن اشقیلولہ کو مریہ روانہ کیا۔ابو بکر نے مریہ کی عنان حکومت عبداللہ کے حوالہ کر دی۔ چنانچہ عبداللہ نے مریہ میں ابن احمر کے نام کا خطبہ پڑھا اور چند روز بعد مریہ سے ابن احمر کے پاس جانے کے ارادہ سے نکلا' اثنا راہ میں عیسائی لٹیروں نے عبداللہ پر شبخون مارا۔عبداللہ مارا گیا اور ابو بکر واثق پھر مریہ واپس آیا اور حکومت کرتا رہا یہاں تک کہ دشمنان اسلام نے ۶۶۸ھ میں مریہ کو ابو بکر کے قبضہ سے نکال لیا۔ اور اس کی جگہ ابو بکر کو اپنے مقبوضہ قلعوں میں سے ایک قلعہ موسوم بہ لیس دیا۔اس قلعہ میں ابو بکر نے وفات پائی۔ واللہ خیر الوارثین ۔

دولت و حکومت بنو احمر

بنو احمر قرطبہ کے قلعوں میں سے ارجونہ کے رہنے والے تھے' اس قلعہ میں ان کے اسلاف فوجی حیثیت سے آباد ہوئے تھے' یہ لوگ بنو نصر کے لقب سے پکارے جاتے تھے اور نسباً" سعد رضی اللہ عنہ ابن عبادہ سردار خزرج کی طرف منسوب تھے۔

آخری دور حکومت موحدین میں ان لوگوں کا ایک بزرگ اور سربر آوردہ خاندان محمد بن یوسف ابن نصر نامی ایک شخص معروف بہ شیخ ملقب بہ ابی دبوس اور اس کا بھائی اسماعیل تھا۔ اطراف ارجونہ میں یہ لوگ وجاہت اور صاحب اثر شمار کیے جاتے تھے جس وقت موحدین کی ہوا اکھڑی اور ان کے قوائے حکمرانی کمزور ہو گئے اور اندلس میں بغاوت اور سرکشی کی گرم بازاری ہوئی' ان لوگوں (موحدوں) نے اپنی کمزوری کی وجہ سے اندلس کے قلعوں کو عیسائی امراء اور سلاطین کے حوالہ کر دیا۔اس وقت اندلس کے تمام مسلمانوں کی جماعت کی طرف سے سیاسی امور کی انجام دہی پر محمد بن یوسف بن ہود آمادہ ہوا جس نے مرسیہ میں موحدین کے خلاف علم حکومت بلند کیا تھا۔ اس نے تاجدار دولت عباسیہ کی حکومت کی بنا ڈالی تھی اور اندلس کے تمام شرقی صوبوں پر قابض ہو گیا تھا۔

۶۲۹ھ میں محمد بن یوسف معروف بہ شیخ نے یہ رنگ دیکھ کر ابن ہود محمد ابن یوسف بن ہود کی مخالفت اور اپنی امارت کی بیعت لی اور امیر ابو زکریا والی افریقہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ ۶۳۰ھ میں جیان اور سریش نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس نے اپنی حکومت جمانے میں اپنے اعزہ و اقارب بنو نصر اور اپنے سسرال والوں بنو اشقیلولہ عبداللہ اور علی سے اعانت و امداد حاصل کی تھی۔ پھر ۶۳۱ھ میں اس نے علم خلافت بغداد کی اطاعت کی بیعت کی۔یہ وہ زمانہ تھا کہ ابن ہود کو دارالخلافت بغداد سے خلافت مآب کی جانب سے خطاب عطا ہوا تھا۔ اس کے بعد ابو مروان باجی نے اشبیلیہ میں جس وقت کہ ابن ہود اشبیلیہ سے نکل کر مرسیہ کی جانب واپس جا رہا تھا'علم مخالفت بلند کیا۔اس معاملہ میں محمد بن یوسف معروف بہ شیخ بھی باجی کا شریک تھا۔ چنانچہ ۶۳۳ھ میں باجی کے ساتھ محمد بن یوسف بھی داخل اشبیلیہ ہوا اور اشبیلیہ پہنچنے کے بعد باجی کے ساتھ بد عہدی کی اور فریب دے کر اسے مار ڈالا۔ اس بد عہدی اور بزدلانہ حملہ کا بانی مبانی علی بن اشقیلولہ تھا۔ اس واقعہ کے ایک ہی مہینہ بعد اہل اشبیلیہ نے پھر ابن ہود کی اطاعت قبول کر لی اور ابن احمر (محمد بن یوسف معروف بہ شیخ) کو اشبیلیہ سے نکال باہر کیا۔

ابنِ احمر کا غرناطہ پر قبضہ

اس کے بعد ابن احمر نے ۶۳۵ھ میں غرناطہ پر بہ سازش اہل غرناطہ قبضہ کر لیا۔ ابتدا اس کی طرف سے ابن ابی خالد غرناطہ پر قبضہ کی غرض سے آیا تھا۔ جب ابن احمر کو جیان میں یہ خبر پہنچی کہ ابن ابی خالد نے اہل غرناطہ کو میری بیعت پر راضی کر لیا ہے تو اس نے ابو الحسن بن اشقیلولہ کو غرناطہ کی جانب روانہ کیا اور اس کے بعد ہی خود بھی کوچ کر کے غرناطہ پہنچ گیا اور وہیں قیام کر کے اپنی سکونت کے لئے قلعہ حمراء تعمیر کرایا۔

اہلِ مرسیہ نے ابن ہود کی وفات کے بعد ۶۳۹ھ میں رشید کی بیعت کی پھر اس سے محمد بن رمیمی نے قبضہ حاصل کیا۔ اس سے موید نے قبضہ حاصل کیا بعد ۶۴۳ھ میں اہل مرسیہ نے اسے معزول کر کے ابن احمر کے علم حکومت کی اطاعت اختیار کی۔

اس کے بعد ابو عمرو بن جد (یحییٰ بن عبدالمالک بن محمد حافظ ابو بکر) نے اپنی حکومت و سرداری کا جھنڈا کھڑا کیا اور اشبیلیہ پر قابض ہو کر امیر ابو زکریا بن حفص والی افریقہ کی ۶۴۳ھ میں بیعت کر لی۔ امیر ابو زکریا نے اسے اپنی جانب سے سندِ امارت دی۔ اہلِ اشبیلیہ کے امورِ سیاسی کا منتظم اور نگران سپہ سالار شقاف تھا۔

مسلم امراء کی خانہ جنگی اور عیسائیوں کا قلعہ جات پر قبضہ

امراء اسلام تو اس نوبت پر پہنچ گئے تھے کہ انہوں نے جوشِ حکمرانی میں اپنی خود غرضیوں کا ملک اندلس کو نشانہ بنا رکھا تھا اور دشمنانِ اسلام ان خانہ جنگیوں اور باہمی اختلاف سے فائدہ پر فائدہ اٹھاتے جاتے تھے۔ ۶۳۰ھ میں اس سے پہلے عیسائیوں نے بلادِ اسلامیہ کو تکہ بوٹی کرکے ہڑپ کرنا شروع کر دیا۔ والی برشلونہ ایک بطریق کی اولاد سے تھا جسے شاہ فرانس نے ابتداً بلاد اندلس کو مسلمانان عرب کے قبضہ سے نکالنے کی غرض سے برشلونہ پر مامور کیا تھا۔ اس نے برشلونہ پر قبضہ کر لیا مگر اس کے ساتھ ہی فرانس سے بھی دور ہو گیا۔ اس وجہ سے اس کی حکومت متزلزل اور ضعیف ہو گئی۔ ایک مدت بعد جب اہل اندلس میں نفاق پڑ گیا اور عیسائی امراء اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر آہستہ آہستہ اندلس کے اندرونی حصوں میں گھس آئے۔ ان کا بادشاہ حاقمہ تھا۔ اس نے اکثر سرحد بلاد اسلامیہ پر قبضہ کرنے کے ارادے سے قدم بڑھایا۔ چنانچہ ۶۲۶ھ میں مارده کو دبا لیا پھر ۶۲۷ھ میں میورقہ کو لے لیا۔ ۔ ۔[1] سرقسطہ اور شاطبہ پر بھی ڈیڑھ سو برس قبل عیسائیوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اس کے بعد ۶۳۶ھ میں طویل اور شدید محاصرہ کے بعد بلنسیہ کو بھی لے لیا۔ غرض رفتہ رفتہ جس قدر قلعے اور شہران مقامات کے درمیان تھے ان سب پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ مریہ اور اس کے قلعے بھی ان کے مطیع ہو گئے۔ ابن اوفونش بادشاہ جلالقہ اور اس سے قبل اس کے آباو اجداد بھی ایسے ہی موقع کے منتظر تھے۔ انہوں نے بلاد اسلامیہ پر حملہ کیا اور اکثر قلعوں اور شہروں کو ایک ایک کرکے دبا لیا یہاں تک کہ مسلمانوں کے قبضہ سے بہت سے قلعے اور صوبے نکل گئے۔

ابن احمر نے اپنے شروع زمانہ حکمرانی میں اس وجہ سے کہ اس کا دیگر چھوٹے چھوٹے خود سر حکمرانان اندلس سے جھگڑا ہو رہا تھا، ان امور کی جانب توجہ نہ کی بلکہ اپنی شوکت اور قوت بڑھانے کی غرض سے عیسائی سلاطین سے امداد لی چنانچہ ان لوگوں کی اعانت سے اس کی فوجی قوت کماحقہ بڑھ گئی اور ایک طور سے اسے (ابن احمر کو) استقلال اور استحکام حاصل ہو گیا۔ پھر ابن ہود نے قرطبہ پر قبضہ کرا دینے اور ابن احمر کے شر سے محفوظ رکھنے کی شرط پر اوفونش کو تیس قلعے دیئے۔ اس نے قرطبہ کو ابن ہود کے سپرد کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ۶۳۳ھ میں پھر قرطبہ پر قبضہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت نے کلمۃ الکفر کو پھر اس کی جانب لوٹا دیا۔ اس کے بعد ۶۴۶ھ میں اس نے اشبیلیہ پر فوج کشی کی اس واقعہ میں ابن احمر ابن ہود کی عداوت کے باعث اس کے ہم رکاب تھا دو برس تک محاصرہ کیے رہا۔ صوبہ اشبیلیہ صلح سے فتح ہو گیا اور اس کے قلعوں اور سرحدی شہروں کا معقول انتظام کر لیا گیا۔ اس سے فارغ ہو کر عیسائیوں نے طلیطلہ کو ابن کماشقہ کے قبضہ سے نکال لیا یوں رفتہ رفتہ عیسائیوں نے مملکت اندلس کے حصے بخرے کر لیے اور تمام شہروں اور اسلامی حدود پر یکے بعد دیگرے قابض ہوتے گئے یہاں تک کہ مسلمانوں کے قبضہ میں نہایت کم بلاد باقی رہ گئے۔ ساحل بحر پر صرف رندہ مغرب کی جانب سے اور بیرہ کے درمیان مشرق کی طرف سے ان کی حکومت کا سکہ چل رہا تھا جس کی مسافت طولاً مغرب سے مشرق تک دس منزل تھی اور عرضاً ساحل بحر سے اندرونی حصہ ملک تک ایک منزل یا اس سے کچھ زیادہ کی مسافت تھی۔

ابنِ احمر اور اہلِ جزیرہ

محمد بن یوسف معروف بہ شیخ ملقب بہ ابن احمر کو تمام جزیرہ پر قبضہ کر لینے کا شوق دامن گیر ہوا۔ اہلِ جزیرہ نے اس کی مخالفت کی مگر اسی اثنا میں مجاہدین اور غازیان فی سبیل اللہ کا ایک جم غفیر آ پہنچا جس میں قبیلہ زناتہ بنی عبدالودود توجین مغراوہ اور بنی مرین کے نامی جنگ آور اور سورما شریک تھے' ان سب کا سرار کعب نامی ایک شخص تھا۔ بنی مرین کے آدمی اس گروہ میں زیادہ تھے' سب سے پہلے ادریس بن عبدالحق رحو بن عبداللہ بن عبدالحق ممبران خاندان حکومت کی اولاد باجازت اپنے چچا یعقوب بن عبدالحق سلطان مغرب تین ہزار کی جمعیت سے سرزمینِ اندلس میں اتر آئے۔ ابنِ احمر نے ان لوگوں کے آنے کو رحمتِ الٰہی کا کرشمہ تصور کرکے بخوشی تمام اندلس میں آنے کی انہیں اجازت دی۔ اور ان لوگوں کے ذریعہ سے دشمنانِ اسلام کا ناک میں دم کر دیا۔ اس کے بعد مجاہدین کا یہ گروہ واپس چلا گیا۔

ابنِ احمر کا انتقال

کچھ دن بعد بنو مرین کے خاندان سے ایک بڑی جمعیت پھر اندلس آئی۔ ان لوگوں کا سردار عبدالخالق اسی خاندان کا ایک دلیر مرد شخص

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

تھا ان لوگوں نے اندلس کا ارادہ اس وجہ سے کیا تھا کہ ان کا قومی سلطان انتظام و سیاست کے لحاظ سے ان پر سختی کرتا تھا اور مصالح ملکی کے لحاظ سے ؛بعضوں کو معتوب اور معزول کرتا تھا۔ یہ لوگ سیدھے اندلس چلے آتے تھے اور مسلمانان اندلس ان لوگوں کی شوکت و قوت سے خاصا فائدہ اٹھاتے تھے۔ حکومت و دولت کو ایک طرح کی قوت حاصل ہو گئی تھی۔ دشمنان اسلام کی مدافعت خاطر خواہ کر سکتے تھے۔

المختصر حکومت غرناطہ اسی شان و شوکت سے جاری اور قائم رہی یہاں تک کہ محمد بن یوسف معروف بہ شیخ ابن احمر ربانی دولت بنو نصیر نے ۶۷۱ھ میں وفات پائی۔اس کا بیٹا محمد بہ فقیہہ تخت آرائے حکومت ہوا۔

سلطان محمد کو فقیہہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ذی علم و کتب بینی کا بے حد شائق اور اہل علم کا قدر دان تھا۔ اس کے باپ ابن احمر نے وصیت کی تھی کہ بوقتِ ضرورت ملوک زناتہ بنی مرین حکمرانان مغرب سے جنھوں نے دولت حکومت موحدین سے حاصل کی تھی، عیسائیوں کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کرنا اور ان کے ساتھ مراسم و اتحاد اور دوستی و استحکام کے ساتھ قائم رہنا اور ہمیشہ اس میں ان کی مداخلت سے فائدہ اٹھاتے رہنا اور ان کو راضی رکھنا۔ چنانچہ محمد فقیہہ ابن شیخ سلطان یعقوب بن عبدالحق بادشاہ مرین کی خدمت میں ایسے وقت بطور وفد حاضر ہوا جب کہ اسے مغرب کے تمام شہروں پر قبضہ مل گیا تھا اور مراکش بھی اس کی حکومت کے تحت آگیا تھا اور مواحدین کی جگہ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو گیا تھا۔ سلطان یعقوب نے محمد فقیہہ کی درخواست اعانت کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور بہ کمال خندہ پیشانی بنی مرین کے عساکر اسلامیہ اور مجاہدین کو اپنے بیٹے مندیل کی سپردگی میں ملک اندلس روانہ کر دیا اور ان کی روانگی کے بعد خود بھی فوجیں آراستہ کر کے اندلس میں آ اترا اور جزیرہ خضرا کو ابن ہشام نئے دعوے دار حکومت سے چھین کر محمد فقیہہ کے حوالے کیا اور وہیں ایک مدت تک مقیم رہا۔ اس مقام کو اس نے غازیانِ اسلام اور مجاہدین کے لشکر کا کیمپ مقرر کیا تھا۔ جب ۶۷۲ھ میں جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں' سلطان یعقوب ملک اندلس میں جہاد کے ارادے سے داخل ہوا، عیسائیوں کے بڑے بڑے سورما اور جنگجو سلاطین بھاگ کھڑے ہوئے ان کی جماعت منتشر ہو گئی۔ ہر ایک کو اپنے اپنے مقبوضات بچانے کی فکر ہو گئی۔

عیسائیوں سے مصالحت

اس کے بعد محمد فقیہہ نے اس خوف سے کہ مبادا سلطان یعقوب ملک اندلس سے مجھے بے دخل نہ کر دے' عیسائی سلاطین سے مصالحت کر لی حالانکہ محمد فقیہہ ان بنی مرین کے سرداروں اور لشکریوں کے قبضے میں تھا جنھوں نے بادشاہ سلطان مغرب کو اس درجہ پر پہنچایا تھا اور اس وقت تک اس ملک میں موجود تھے۔یہی سبب تھا کہ اسے اپنی غلطی کا احساس بہت جلد ہو گیا اور عیسائی سلاطین کے مکر و فریب سے خائف ہو کر خود کردہ پر پشیمان ہی نہیں ہوا بلکہ سلطان یعقوب کے ظل عاطفت میں جا کر پناہ لی۔ مگر اس کے بعد محمد فقیہہ ایک دوسرے مرض میں مبتلا ہو گیا اور وہ یہ تھا کہ اس نے اپنے اعزہ بنو اشقیلولہ کی اطاعت کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیا۔ ان میں سے عبداللہ مالقہ میں تھا علی وادی آش میں اور ابراہیم قلعہ قمارش میں۔ پھر ان لوگوں نے محمد فقیہہ سے مخالفت شروع کر دی اور یعقوب بن عبدالحق سلطان بن مرین سے سازش کر کے اس کی مخالفت اور اس سے مقابلہ میں امداد و اعانت کرنے پر اسے آمادہ و تیار کر لیا۔ ان لوگوں نے فقط اسی امر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یعقوب بن عبدالحق کے سیاسی اقتدار کو اپنے مقبوضہ ممالک مالقہ اور وادی آش میں خاص طور سے بڑھا لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان یعقوب نے آخر کار ان ممالک کو فقیہہ محمد سے لے لیا جیسا کہ آئندہ اخبار بنی مرین و بنی احمر میں ہم تحریر کرنے والے ہیں۔اس کے بعد بنی اشقیلولہ اور ان اعزہ بنو زرقاء ملک اندلس کو خیر باد کہہ کر ملک مغرب میں چلے گئے۔ یعقوب بن عبدالحق سلطان بنی مرین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔یعقوب نے ان لوگوں کی بے حد قدر و منزلت کی۔جاگیریں عنایت کیں۔اپنے ملک میں ان لوگوں کو بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا جو آپ آئندہ پڑھیں گے۔

الغرض سلطان محمد فقیہہ ابن احمر اسی حصہ ملک اندلس پر استقلال کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا جس قدر کہ دشمنوں اور غیروں کی دستبرد سے بچ گیا تھا اور انہی شہروں کی حکومت اس کی آئندہ نسلوں میں بطور وراثت چلی گئی۔ نہ تو کثرت سے ان کے طرف دار تھے اور نہ ہوا

خواہوں اور مددگاروں کا ہجوم تھا۔ البتہ وہ معدودے چند ان کے خیر اندیش تھے جو سردارانِ زناتہ اور اراکینِ دولت و ملک اپنے اپنے ملک سے جلا وطن ہو کر یہاں چلے آئے تھے انہی لوگوں کے ذریعہ سے ان کا رعب داب تھا اور وہی اس کے غلبہ و نصرت کے باعث تھے۔ اس سے پہلے ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ سرزمینِ اندلس میں قبائل کے مفقود اور طرفداری کے زائل ہو جانے سے دولت و حکومت اسلامیہ کو کھلا نقصان اٹھانا پڑا اور یہی امراس کی تنزلی کا باعث ہوا۔

سلطان ابن احمر کے ہوا خواہ اور طرف دار شروع زمانہ حکومت میں اس کے خاص اعزہ و اقارب بنو نصر اور اس کے سسرالی رشتہ دار بنی اشقیلولہ اور بنی مولیٰ اور ▪ خدام اور موالی تھے جو اسی کے گھرانے کے ساختہ پرداختہ تھے اور یہ لوگ سلاطین عیسائی اور ابن ہود و دیگر دعوے داران سلطنت اندلس کی مخالفت کے باوجود ہر طرح سے کافی تھے۔ بسا اوقات ان کے عوام ▪ خواص کا جمع ہو جانا ہی دشمنان اسلام کی مدافعت کر دیتا تھا۔ اور ان کے دشمنوں کے دل ابن امر کے تصور سے کہ ابن احمر کے طرف دار اور ہوا خواہان بکثرت ہیں، تھرا اٹھتے تھے، یہی امر عصبیت اور طرف داری کا کام دیتا تھا۔

سلطان یعقوب بن عبدالحق چار و ناچار اندلس آیا تھا،اس کے بعد اس کا بیٹا یوسف بھی اسی رویہ کا پابند رہا۔ کچھ عرصہ بعد بنو یعمرکی مخالفت اور بغاوت نے اسے مصروف کر لیا اور سلطان محمد فقیہ ۷۰۱ھ میں اس دارفانی سے کوچ کر گیا۔

عیسائیوں سے تعلقات

یہ وہی شخص ہے جس نے دشمنانِ اسلام کو طریف کے قبضہ میں مدد دی تھی اور اس کے لشکر کو زمانہ حصار طریق میں رسد و غلہ پہنچاتا تھا یہاں تک کہ [1] میں انہوں نے اسے فتح کر لیا۔ یہ مقام فاصلے کی کمی کے باعث زقاق والی مغرب کے کیمپ ہونے کی عزت رکھتا تھا۔ جب دشمنان اسلام نے اس پر قبضہ کر لیا تو ان لوگوں کی جاسوسی اور محافظت کرنے لگا جو جہاد کے ارادے سے اس جانب سے اندلس آتے تھے۔اس سے دشمنان اسلام کو بے حد مدد ملی۔

محمد مخلوع بن محمد فقیہ

محمد فقیہ کے انتقال کر جانے پر اس کا بیٹا محمد مخلوع عنان حکومت کا مالک ہوا۔ وزیر السلطنت محمد بن محمد بن حکم لخمی جو کہ رندہ کا رہنے والا اور یہاں کے خاندان وزارت سے تھا،محمد مخلوع پر چھا گیا۔ نام کی بادشاہت محمد مخلوع کی رہی اور سیاہ و سفید کا اختیار وزیر السلطنت کے قبضہ میں رہا۔ ایک مدت کے بعد محمد مخلوع کا بھائی ابو الجیوش نصر بن محمد باغی ہو گیا اور فوجیں مرتب کر کے مخلوع پر چڑھائی کر دی، وزیر السلطنت کو قتل کر ڈالا اور اپنے بھائی محمد مخلوع کو ۷۰۸ھ میں جیل کی سیر کو بھیج دیا۔

ان دونوں کے باپ سلطان محمد فقیہ نے رئیس ابو سعید بن (عمہ) اسمٰعیل بن نصر کو مالقہ کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ مدت دراز سے یہ یہاں پر امارت کر رہا تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے سبتہ پر قبضہ کر لیا تھا اور عہد حکومت محمد مخلوع میں اس کے اشارہ سے بنو غرفی کے ساتھ اسی سبتہ میں بد عہدی کی تھی جیسا کہ اخبار سبتہ اور دولت بنی مرین میں تحریر کیا جائے گا۔اس نے اپنی بیٹی کا عقد اس سے (رئیس ابو سعید) کر دیا تھا۔ چنانچہ اس کے بطن سے اس کا ایک لڑکا ابو الولید اسمٰعیل نامی پیدا ہوا تھا۔ جب ابو الجیوش نصر نے غرناطہ پر قبضہ کر لیا اور اس کی حکومت و ریاست پر جو وہاں تھی، قابض ہو گیا اس وقت اس نے برے افعال اور طریقے اختیار کیے۔اس کے بعد وزیر ابن حجاج نے بھی کج ادائی اور بد خلقی شروع کر دی،رعایا پر ظلم و ستم ہونے لگا۔ ان اسباب سے سردار بن مرین کے دلوں میں کینہ پرورش پانے لگا اور رعایا نے بھی ان کے ظلم و ستم سے واویلا اور وا مصیبتا کا شور شروع کیا۔

محاصرۂ غرناطہ

اس زمانے میں بنو ادریس بن عبداللہ بن عبدالحق مالقہ میں مجاہدین اور غازیان اسلام کی سرداری پر تھے۔ عثمان بن ابو العلی نامی ایک

[1] اصل کتاب میں کوئی سنہ نہیں لکھا ہے۔

شخص انہی لوگوں میں سے ان کا امیر تھا۔ ابو الولید نے اسے سلطان ابو الجیوش نصر کی مخالفت پر ابھارا اور چونکہ عثمان اعزہ و اقارب کی کمی کے باعث ضعیف و کمزور ہو رہا تھا اس وجہ سے زمام اختیار اس کے ہاتھ سے اپنے قبضہ میں لے لی۔ ادھر ابو الولید نے ان لوگوں کو مسلح کر کے سلطان ابو الجیوش پر چڑھائی کر دی۔ ادھر ۷۱۷ھ میں رئیس ابو سعید مالقہ سے علم و حکومت لئے اٹھ کھڑا ہوا اور فوجیں لے کر غرناطہ پر چڑھ آیا۔ اس معرکہ میں ابو الجیوش کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ بہت بڑی خون ریزی ہوئی اور مدتوں غرناطہ کا محاصرہ رہا' ہزارہا اہل غرناطہ مارے گئے۔ آخر الامر اس امر پر مصالحت ہوئی کہ ابو الجیوش اپنے اہل و عیال کے ساتھ وادی آش چلا جائے چنانچہ ابو الجیوش غرناطہ کو حسرت و یاس سے اپنے حریف کے قبضہ میں چھوڑ کر وادی آش چلا گیا اور وہاں پہنچ کر اپنی نئی حکومت کی بنا ڈالی یہاں تک کہ ۷۲۳ھ میں مر گیا۔

ابو الولید کا عروج

فتح یابی کے بعد ابو الولید نے غرناطہ میں قیام کیا اور اپنی اور اپنے لڑکوں کے لیے حکومت و سلطنت قائم کی۔ ۷۱۸ھ میں الفنش (الفنسو) عیسائی بادشاہ نے غرناطہ پر حملہ کیا۔ بنو ابو العلاء نے اس معرکہ میں بہت بڑا حصہ لیا اور بڑی بڑی آزمائشوں میں[1] مبتلا ہوئے۔ اس کے بعد غرناطہ کے باہر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ دشمن دین اپنے رفیق کے ساتھ مارا گیا۔ عیسائی فوجیں کمال ابتری کے ساتھ پسپا

[1] علامہ ابو العباس احمد بن محمد مقری نے کتاب نفح الطیب میں تحریر کیا ہے کہ جس وقت یادگار خاندان ملوک بن احمر کا قدم تخت حکومت پر جم گیا، اور ان تمام ممالک اندلس پر جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھے وہ قابض ہو گئے مثلاً جزیرہ، طریف اور رندہ ملوک نصاریٰ نے مجموعی قوت سے ۷۱۹ھ میں غرناطہ پر حملہ کیا۔ یہ ٹڈی دل فوج بطرہ کی جانب سے آئی تھی اس کی تعداد کا صحیح اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پچیس عیسائی بادشاہ اس جنگ پر آئے تھے، بات یہ تھی کہ عیسائیوں کو مسلمانوں کے دوبارہ عروج سے کینہ پیدا ہوا اور انہیں اس امر کا اندیشہ ہوا کہ مبادا بڑھتے بڑھتے یہ ہم پر منہ نہ ماریں اس خیال سے وہ لوگ متاثر ہو کر پوپ کی خدمت میں گئے اور سجدہ کر کے اس سے استدعا کی کہ آپ دعا کریں کہ ہم لوگ بقیہ مسلمانوں کو اندلس سے نکال کر پھینک دیں۔

چنانچہ پوپ نے ان کے سروں پر دست شفقت پھیر کر دعائیں دیں اور یہ لوگ بے شمار فوج لے کر غرناطہ پر چڑھ آئے، مسلمانان غرناطہ کو بے حد خوف پیدا ہوا۔ جھٹ پٹ چند لوگ بغرض استمداد بطور وفد سلطان ابو سعید والی فاس کی خدمت میں روانہ کیا مگر اس دعا سے ان کے درد دل کا علاج ہو سکا اور عیسائیوں کا لشکر آ پہنچا۔ اہل غرناطہ کی رہی سہی قوت بھی جاتی رہی، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے ملک و ملت کی حمایت پر شمشیر بکف نکل پڑے۔ پس اس نے جس کے سوا کوئی دوسرا معین و ناصر نہیں ہے، مسلمانوں کی مدد کی اور نامی نامی عیسائی مارے گئے۔ بہت بڑی فتح یابی عساکر اسلامیہ کو نصیب ہوئی۔ یہ دن جیسا کہ مسلمانوں کیلئے مسرت اور خوشی کا دن تھا، ویسا ہی عیسائیوں کے حق میں رنج دہ اور مصیبت کا تھا۔

اس شکست نے عیسائی سرداروں کے چہروں پر ذرا بل نہ آیا کمال استقلال کے ساتھ خضراء کی جانب بڑھے سلطان بن احمر نے ان کی مدافعت کی جانب توجہ فرمائی، کئی جنگی کشتیاں جن پر ماہر فوجیں اور سامان حرب بکثرت تھا۔ جزیرہ کی طرف روانہ کیا، عیسائیوں کو اس کی خبر لگ گئی۔ جزیرہ سے کنارہ کشی کر کے طلیطلہ کی طرف آئے بلاد اسلامیہ پر قبضہ کرنے اور مسلمانوں کے استیصال کی قسمیں کھائیں اور باہم دوبارہ عہد و پیماں کر کے بہت بڑے سامان جنگ کے ساتھ غرناطہ پر پھر آ اترے، جس طرف آنکھیں اٹھتی تھیں عیسائی ہی عیسائی نظر آتے تھے۔ سلطان غرناطہ نے شیخ الغزاۃ شیخ العالم ابو سعید عثمانی ابن ابو العلاء مرینی کو عیسائیوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ ۲۰ ربیع الاول ۷۱۹ھ میں فوجیں آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ شب یک شنبہ میں دشمنان اسلام نے ایک دستہ فوج کو اسلامی لشکر گاہ پر شب خون مارنے کو بھیجا، عساکر اسلامیہ سے چند سوار اور تیر انداز ان کی روک تھام پر نکلے اور اس قدر تیر برسائے کہ دشمنان اسلام کو لوٹنا پڑا، مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا صبح تک وہ بھاگتے جاتے تھے، اور یہ ان پر تیر برساتے تھے۔ اور تعاقب میں تھے، یہ پہلی فتح تھی جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہل غرناطہ کو حاصل ہوئی، روز یک شنبہ کو شیخ ابو سعید پانچ ہزار جنگ آوروں کو مرتب کر کے دشمنان اسلام کے لشکر کی طرف بڑھا۔ عیسائیوں کو اس جماعت قلیلہ کی مردانگی اور دلاوری سے سخت حیرت ہوئی نہایت تیزی سے مسلح ہو کر مقابلے پر

ہوئیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے معجزات میں سے ایک تھا ورنہ اہل غرناطہ کی پامالی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہ گیا تھا اس واقعہ کے بعد ابو الولید نے خود عیسائی مقبوضات پر کئی بار جہاد کیا اس کی فوجیں زناتہ اور اندلس کے مسلمانوں سے تیار کی گئی تھیں۔ چونکہ زناتہ کا زمانہ بدویت اور غربت سے بہت قریب تھا اس وجہ سے ان لوگوں نے بڑی دلیری اور بے حد مردانگی سے کام لیا۔ انہی لوگوں کی اعانت و امداد سے ابو الولید کا جاہ و جلال اس درجہ تک پہنچ گیا تھا کہ اس زمانہ میں دوسرے بادشاہوں کو خواب میں بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد اسی کے قرابت داروں بنو نصر میں سے کسی شخص نے ۷۲۷ھ میں موقع پاکر دھوکے سے جس وقت کہ دربار شاہی سے اٹھ کر محل سرا میں جا رہا تھا، دروازہ محل سرا پر نیزہ سے حملہ کیا، زخمی ہو کر گر پڑا لوگ اسے اس کے خواب گاہ میں اٹھا لائے۔ قاتل نے عثمان ابی العلی کے مکان میں جا کر پناہ لی۔ عثمان نے گرفتار کرا کے اسی وقت قتل کرا ڈالا اور محمد بن رئیس ابو سعید کو جیل سلوباشہ سے نکال کر غرناطہ لایا اور تاج حکومت اس کے سر پر رکھا۔ اس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی وزیر السلطنت ابن محروق کو ۷۲۹ھ میں محل سرائے شاہی میں طلب کر کے قتل کرا دیا۔ قتل کا سبب یہ تھا کہ وزیر السلطنت کی شکایتیں حد سے بڑھ گئی تھیں اور اس کا ذاتی اقتدار شاہ غرناطہ سے بدرجہا بڑھا ہوا تھا۔ تخت حکومت پر متمکن ہونے کے بعد ایک روز امور سلطنت میں مشورہ لینے کے حیلہ سے شاہی محل میں طلب کیا جوں ہی محل سرائے شاہی میں داخل ہوا، ایک خادم کو اشارہ کر دیا۔ اس نے اس قدر خنجر رسید کیے کہ وزیر السلطنت بے دم ہو کر گر پڑا اور مر گیا۔ سلطان محمد کو اس کے مارے جانے سے اطمینان ہوا اور وہ استقلال کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔

اس کے بعد عثمان ابی العلی سرداری اور امارت غزاۃ و زناتہ سے دست کش ہو کر خانہ نشین ہو گیا اور اسی حالت عزلت گزینی میں راہی ملک آخرت ہوا اور اس کا بیٹا ابو ثابت اس کی جگہ امیر مجاہدین اسلام مقرر کیا گیا۔ اس تبدیلی سے عیسائیوں نے پھر چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مسلمانوں کو ایذائیں پہنچانے لگے۔ سلطان محمد سامان سفر درست کر کے سلطان ابو الحسن کی خدمت میں مغرب پہنچا اور دشمنان اسلام کی زیادتیوں کی شکایت کی۔ اور امداد کا خواستگار ہوا حالانکہ سلطان ابو الحسن ان دنوں اپنے بھائی محمد کے فتنہ و فساد کو ختم کرنے میں مصروف تھا مگر پھر بھی بنظر حمیت اسلام سلطان محمد کے ہمراہ فوجیں روانہ کیں اور اسے اپنی جانب سے اس لشکر کی امارت ۷۳۳ھ میں عنایت فرمائی۔

بنو عثمان بن ابی العلی کو سلطان محمد سلطان ابو الحسن سے ملنا اور سلطان ابو الحسن کا اس معاملہ میں مداخلت کرنا ناگوار گزرا۔ اور اس سے ان کو طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے سب نے جمع ہو کر اس معاملہ میں مشورہ کیا اور پھر موقع پا کر جس روز سلطان محمد جبل سے غرناطہ آ رہا تھا، اسے ہر چہار طرف سے گھیر کر نیزے تان کر ٹوٹ پڑے اور مار ڈالا۔ اس کے بعد اس کے بھائی ابو الحجاج یوسف کے سر پر تاج شاہی رکھا۔ اس نے عنان حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی اور اپنے بھائی سلطان محمد کے خون کا بدلہ لینے پر مستعد ہوا۔ بنو عثمان ابن ابی العلی کے سرداروں پر ادبار کی گھٹا چھا گئی۔ غرناطہ سے جلا وطن کر کے تونس بھیج دیئے گئے۔ غزاۃ اور مجاہدین کی سرداری بجائے ابو ثابت بن عثمان بن ابی العلی کے بنو رحو بن عبداللہ بن عبدالحق میں سے یحییٰ بن عمر بن رحو کو مرحمت ہوئی۔ اس کی ریاست و امارت زمانہ دراز تک قائم رہی۔

عیسائیوں سے جھڑپیں

پھر سلطان ابو الحجاج نے سلطان ابو الحسن والی مغرب کو عیسائیوں کی سرکوبی اور انہیں ہوش میں لانے کی غرض سے اندلس میں بلا بھیجا چنانچہ سلطان ابو الحسن نے جس وقت کہ تلمسان فتح ہو گیا تھا منطوغہ کا افسر اعلیٰ مقرر کر کے اندلس کی جانب روانہ کیا۔ اس نے عیسائیوں پر متعدد حملے کیے اور ایک مدت کے بعد بہت سا مال غنیمت لے کر ملک مغرب کی طرف واپس ہوا۔ واپسی کے وقت عساکر اسلامیہ پر عیسائیوں نے اپنے ملک کی سرحد پر شبخون مارا۔ بہت سے مجاہد اور غازی شہید ہو گئے۔ اس زیادتی اور بزدلانہ حملہ کا بدلہ لینے کی غرض سے

آئے۔ تین روز تک سخت خونریز لڑائی ہوتی رہی بالآخر چوتھے روز دشمنان اسلام شکست کھا کر کمال ابتری سے بھاگے بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ سات ہزار عیسائی گرفتار کیے گئے۔ پچاس ہزار مارے گئے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ عساکر اسلامیہ میں سے سوائے تیرہ سواروں کے اور کسی نے جام شہادت نوش نہیں کیا۔ اس واقعہ سے عیسائیوں کی کمر، ہمت ٹوٹ گئی مصالحت کی درخواست کی سلطان غرناطہ نے اسے قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور مصالحت کر لی۔ تاریخ المقری جلد اول صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴ (مترجم)۔

سلطان ابو الحسن نے ۷۴۱ھ میں بنفس نفیس چڑھائی کی۔ زناتہ مغراوہ فوج نظام اور متطوعہ کی فوجیں رکاب میں تھیں کوچ و قیام کرتا ہوا طریف تک پہنچا اور لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ عیسائیوں نے یہ خبر پاکر مسیحی بلاد سے فوجیں فراہم کیں اور جمع ہو کر مجموعی قوت سے حملہ آور ہوئے۔ طریف کے باہر ایک میدان میں دونوں حریفوں نے صف آرائی کی۔ اتفاق یہ کہ اس معرکہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ ایک کثیر گروہ شہید ہو گیا۔ بیگمات اور حریم سلطانی ہلاک ہو گئیں۔ شاہی خیمے لٹ گئے۔ مسلمانوں کے لئے یہ نہایت مصیبت اور آزمائش کا وقت تھا۔

اس واقعہ کے بعد دشمنانِ اسلام نے قلعہ ثغر پر قبضہ کر لیا اور جزیرہ خضراء کی جانب بڑھے۔ چنانچہ ۷۴۲ھ میں صلح و آشتی کے ساتھ اسے بھی لے لیا۔ سلطان ابو الحجاج اسی حالت میں دبا دبا حکومت کرتا رہا۔ یہاں تک ۷۵۵ھ میں عید کے دن جس وقت کہ صلوۃ العید ادا کر رہا تھا سجدہ کی حالت میں کسی نے نیزہ مارا جس سے اس کی موت وقوع میں آئی۔

اسماعیل کی قید سے رہائی اور حکومت

اس کا بیٹا تخت آرائے حکومت ہوا پھر اس کے مولیٰ (خادم) رضوان نے جو اس کے باپ اور چچا کا حاجب تھا اسے شاہ شطرنج بنا دیا اور خود امور سلطنت پر قابض ہو کر سیاہ و سفید کا مختار بن بیٹھا۔ اس کا بھائی اسماعیل شاہی حمراء کے کسی محل سرا میں مقید تھا۔ اس سے اور محمد بن عبداللہ بن اسماعیل بن محمد بن رئیس ابو سعید سے سسرالی رشتہ تھا۔ اس وجہ سے کہ اس کے باپ عبداللہ نے اسماعیل کی بہن سے عقد کر لیا تھا۔ اس کا دادا محمد بن رئیس وہی ہے جسے عثمان بن ابی العلی نے جیل سے نکال کر تخت حکومت پر متمکن کیا تھا۔ اس محمد (بن عبداللہ بن اسماعیل بن رئیس ابو سعید) نے محل سرائے قلعہ حمراء کے بعض خدام کو ملا کر حاجب رضوان کو اس کے مکان میں قتل کرا دیا اور اپنے سسرالی رشتہ دار اسماعیل کو قید کی مصیبت سے نجات دے کر ستائیسویں رمضان ۷۶۰ھ کی رات تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ سلطان محمد مخلوع اس وقت حمراء کے باہر ایک باغ میں مقیم تھا۔ یہ خبر پا کر وادی آش میں چلا گیا اور آش کو سرحد کی جانب سے عبور کر کے بادشاہ مغرب سلطان ابو سالم بن سلطان ابو الحسن مرینی کی خدمت میں جا پہنچا۔ سلطان ابو سالم نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور اس کے قیام کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا۔ اس کے بعد شیخ الغزاء یحییٰ بن عمرو کو دولت بنو احمر کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا۔ غرناطہ سے دارالحرب ہوتا ہوا مغرب پہنچا اور سلطان ابو سالم کی خدمت میں قیام اختیار کیا۔ سلطان ابو سالم نے اس کی بھی قدر افزائی کی اور اس کی جگہ غرناطہ میں فوج مجاہدین پر اپنی جانب سے ادریس بن عثمان بن ابو العلی کو مامور کیا۔ ان دنوں غرناطہ میں رئیس ابو یحییٰ اپنے بھائی اسماعیل کی حکومت و ریاست کا انتظام کر رہا تھا اور یہی امور سیاست کا نگران اور منتظم تھا۔ کچھ روز بعد لگانے بجھانے والوں نے لگانا بجھانا شروع کر دیا۔ رئیس کو انجام کا خطرہ پیدا ہوا چنانچہ ۷۶۱ھ میں دھوکے سے اسماعیل اور اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر کے تخت حکومت پر متمکن ہو گیا۔

رئیس کی حکومت

رئیس نے عنان حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لے کر عیسائی سلاطین کے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا اور جو اس کے متقدمین میں سلاطین غرناطہ بطور خراج عیسائیوں کو دیتے تھے، اس کا بھیجنا بھی بند کر دیا۔ اس وجہ سے عیسائیوں نے فوج کشی پر کمر باندھی اور لشکر آراستہ کر کے چڑھ آئے۔ مسلمانوں نے بھی فوج و سامان جنگ درست اور آلات حرب مہیا کر کے عیسائیوں کی روک تھام کے لیے کوچ کیا۔ مقام وادی آش میں صف آرائی کی نوبت آئی اور عساکر اسلامیہ کی سرداری پر سلطان غرناطہ کے بعض اعزا مامور تھے۔ بہت بڑی خون ریزی ہوئی۔

سلطان محمد مخلوع

اس کے بعد بادشاہ مغرب نے عیسائی سلاطین سے محمد مخلوع کو تخت حکومت پر متمکن کرنے کی سفارش اور کشتی پر سوار کر کے عیسائی بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ محمد مخلوع نے عیسائی بادشاہ سے ملاقات کی۔ عیسائی بادشاہ نے امداد کا وعدہ کیا۔ باہم یہ شرط قرار پائی کہ ممالک اسلامیہ کے جتنے قلعے فتح کیے جائیں وہ سب محمد مخلوع کے مقبوضات میں شمار کیے جائیں۔ پھر عیسائی بادشاہ نے چند قلعے فتح کرنے کے بعد بد

عہدی کی۔ سلطان محمد تخلوع اس سے علیحدہ ہو کر مغربی سرحد کی طرف چلا گیا اور مملکت بنی مرین میں قیام اختیار کیا۔اس کے بعد سرحد رندہ سے فوجیں فراہم اور مرتب کر کے ۷۶۵ھ میں مالقہ پر فوج کشی کی اور بزور تیغ اسے فتح کر لیا۔ رئیس محمد بن اسماعیل یہ خبر پا کر غرناطہ سے عیسائی بادشاہ کے پاس بھاگ گیا۔ادریس بن عثمان شیخ الغزاۃ بھی بحالتِ قید اس کے ہمراہ تھا جو چند دن بعد قید سے بھاگ نکلا جیسا کہ آئندہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔ پھر سلطان محمد نے ان لوگوں کے ساتھ جو اس کے ہم رکاب تھے،غرناطہ کی جانب قدم بڑھایا۔ رئیس کا حاجب گرفتار ہو کر پیش کیا گیا۔ سلطان محمد نے اسے اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس کے ساتھ ہو کر بازارِ کار زار گرم کیا تھا،قتل کر ڈالا اور فتح یابی کا جھنڈا لیے ہوئے غرناطہ میں داخل ہو کر حکومت کرنے لگا۔ لشکر مجاہدین پر شیخ یحییٰ بن عمر کو متعین کیا اور اس کے بیٹے عثمان کو اپنے مصاحبوں کے زمرہ میں داخل کر لیا۔ایک برس بعد ان دونوں کے سروں پر ادبار کی گھٹا چھا گئی۔ سلطان محمد نے ان دونوں کو گرفتار کر کے مریہ کی جیل میں ڈال دیا۔ پھر چند سال بعد جلا وطن کر دیا اور ان دونوں کے ایک قریبی رشتہ دار علی بن بدر الدین بن محمد رحو کو غزاۃ مجاہدین پر مامور کیا۔تھوڑے دن بعد اس نے وفات پائی تب اس کی جگہ عبدالرحمن بن ابو یفلوسن اس خدمت پر مامور کیا گیا۔ سلطان ابو علی بن محمد بادشاہ مغرب کے دربار میں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ سلطان محمد تخلوع کی ذات سے تخت حکومت حمراء جگمگا اٹھا۔ اس کے رعب داب کا سکہ عیسائی ملوک جلالقہ اور سرحدی ملوک مغرب کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا کیونکہ اس وقت ان لوگوں کی خدمت میں ایک گونہ کمزوری پیدا ہو چلی تھی جو اکثر سلطنتوں کو لاحق ہوا کرتی ہے۔

عیسائی بادشاہ کی سلطان محمد سے امداد طلبی

جلالقہ نے ۷۶۸ھ میں اپنے بادشاہ بطرہ بن اوفونش سے بغاوت کی پھر بادشاہ بطرہ اور بادشاہ برشلونہ سے لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا۔ اس وجہ سے جلالقہ نے بطرہ سے سرکشی کی اور اس کے بھائی الفنش کو بلا کر اپنا حکمران بنا لیا۔ بطرہ نے بلاد اسلامیہ میں جا کر پناہ لی اور سلطان محمد والی غرناطہ سے اپنے دشمن کے مقابلہ میں امداد کی درخواست کی چنانچہ سلطان محمد نے بلاد مقبوضہ الفنش پر حملہ کیا۔متعدد قلعوں کو فتح کیا اور بعضوں کو ویران و خراب کر ڈالا مثلاً حبان‘ ابدہ اور اتر وغیرہ جو زبان حال سے حملہ آور فریق کی شکایت اور اپنی بربادی و خرابی کی حکایت بیان کر رہے ہیں‘ ان کے علاوہ اندرونی ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ قرطبہ کو بھی جا کر گھیر لیا اور اس کے گرد و نواح کو ویران و برباد کر کے مظفر و منصور مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔ اس کے بعد بطرہ بادشاہ فرانس کے پاس چلا گیا جو کہ شمالی جزیرہ اندلس میں جزیرہ ار کسلیطرہ موسوم بہ نسرغالس پر حکمرانی کر رہا تھا اور الفنش کی زیادتیوں کی شکایت کی اور اپنی بیٹی کا عقد اس سے کر دیا اور اس نے اپنے بیٹے کو فرانسیسی بہادروں کی ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ بطرہ کی کمک پر مامور کیا۔ الفنش کو اس کے مقابلہ میں شکست ہوئی اور بطرہ نے اسے اپنے پر زور حملوں سے تہ و بالا کر دیا۔ پھر جب فرانسیسی لشکر اپنے ملک کی جانب واپس ہوا تو الفنش نے بطرہ پر پھر فوج کشی کی۔اس سے دوبارہ ملک کے امن عامہ میں خلل واقعہ ہوا تمام ملک میں خون ریزی کی ہوا چلنے لگی۔ الفنش نے اپنے بھائی بطرہ کا جلیقہ کے کسی قلعہ میں محاصرہ کر لیا اور اسے گرفتار کر کے مار ڈالا۔ اس کے مارے جانے سے الفنش جلالقہ کے ملک پر غالب ہو گیا اور استقلال کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔

سلطان محمد کی خود مختاری

سلطان محمد والی غرناطہ الفنش اور بطرہ کی مخالفت کو غنیمت شمار کر کے اپنی قوت اور فوج بڑھانے میں مصروف ہوا اور اس نے اس خراج کو بھیجنا موقوف کر دیا جو عیسائی سلاطین مسلمانوں سے اس زمانہ میں لے رہے تھے جب سے کہ اس کے اسلاف نے عیسائی سلاطین سے معاہدہ صلح کیا تھا۔ ۷۷۲ھ سے والی غرناطہ نے خراج کے نام سے عیسائیوں کو ایک حبہ نہ دیا اور اسی حالت پر قائم رہا۔

عیسائیوں کی آپس میں جنگ

بادشاہ فرانس جس نے بطرہ کی کمک پر فوجیں بھیجی تھیں اور جس سے اس نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا تھا بطرہ کے قتل سے متاثر ہو کر الفنش سے بدلہ لینے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اتفاق سے اس کے بطن سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا تھا۔ اس کے باپ نے یہ خیال کیا کہ یہ لڑکا حکومت وسلطنت کا الفنش سے زیادہ مستحق ہے اس وجہ سے الفنش اور شاہ فرانس سے لڑائی اور خون ریزی کا سلسلہ قائم ہو گیا اور جلالقہ کو اس سبب سے کسی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ ملا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بہت سے مقبوضہ شہران کے قبضہ سے نکل لئے گئے اور ملوک ابن احمر نے بھی خراج دینا بند کر دیا جیسا کہ ابھی اوپر ہم بیان کر آئے ہیں۔ یہی حالت اس زمانہ تک قائم ہے۔

ملوکِ مغرب کا حال یہ ہے کہ جس وقت سلطان عبدالعزیز بن سلطان ابو الحسن نے استحکام و استقلال کے ساتھ حکومت و سلطنت کے زینہ پر اپنا قدم جما دیا اور اس کے جاہ و جلال کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا ان دنوں غازیان اندلس کی سرداری پر عبدالرحمن بن ابی یفلوسن مامور تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ یہ شخص سلطان کے نسب میں شریک اور ملک و خدمت میں اس کا ہمسر تھا۔ اس وقت اتفاق سے کچھ کاغذات سلطان کے ہاتھ لگ گئے جو عبدالرحمٰن اور ارکانِ دولت نے ایک دوسرے کے پاس بھیجے تھے' اس سے سلطان کو خطرہ پیدا ہوا۔ سلطان ابن احمر کے پاس عبدالرحمٰن کو قید کرنے لینے کو لکھ بھیجا۔ سلطان ابن احمر نے عبدالرحمٰن نیز امیر مسعود ماہی کو اس وجہ سے کہ یہ بھی فتنہ و فساد میں معقول حصہ لیتا تھا اور اس سے اور اہلِ دولت سے بھی خط و کتابت ہوا کرتی تھی' گرفتار کر لیا۔ جب سلطان عبدالعزیز نے ۷۷۴ھ میں وفات پائی اور اس کا بیٹا محمد سعید نافع تختِ حکومت پر متمکن ہوا اور اس کے باپ کا وزیر ابو بکر بن غازی امور سلطنت کو انجام دینے لگا۔ اس وقت ابن احمر نے عبدالرحمن بن یفلوسن کو قید سے رہا کر دیا۔ وزیر السلطنت ابو بکر بن غازی کو یہ امر ناگوار گزرا۔ ابن احمر کے چند قرابت دار عیسائیوں کو مالی اور فوجی مدد دے کر ابن احمر سے لڑنے جھگڑنے کے لیے اندلس روانہ کیا۔ کسی ذریعہ سے ابن احمر کو یہ خبر پہنچ گئی۔ جھٹ پٹ فوجیں فراہم اور مسلح کر کے جبل الفتح پر جا اترا۔ اس کی رکاب میں عبدالرحمن ابی یفلوسن اور امیر مسعود بن ماہی بھی تھا۔ ابن احمر نے ان دونوں کو کشتیوں پر سوار کرا کے براہ دریا یلغار کرنے کا اشارہ کر دیا۔ انہوں نے بلاد سبتہ پر پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ ملک مغرب میں ایک تلاطم پیدا ہو گیا۔ اہل جبل الفتح نے شدت حصار اور روزانہ جنگ سے گھبرا کر امن کی درخواست کی اور ابن احمر کے علم حکومت کے مطیع ہو گئے۔

ابو العباس احمد کی امارت

سبتہ میں محمد بن عثمان بن کاس ابو بکر بن غازی وزیر السلطنت کا داماد مقیم تھا۔ ابو بکر نے اسے امیر مسعود کے مقابلہ پر روانہ کیا تھا جس وقت کہ ابن احمر جبل الفتح کا محاصرہ کیے ہوئے تھا اور طنجہ میں سلطان ابو الحسن کی اولاد زمانہ حکومت سلطان عبدالعزیز سے بخوف دعوی سلطنت مقید تھی۔ سلطان ابن احمر نے محمد ابن عثمان سے خط و کتابت شروع کی اور اسے ہر خط میں ایک کم سن چھوکرے کی بیعت پر نفرین کرنے لگا جو ابھی سن بلوغ کی حد تک بھی نہیں پہنچا تھا اور سلطان ابو الحسن کی اولاد میں سے کسی ایک کی بیعت امارت کرنے کی ترغیب دیتا تھا جو کہ طنجہ میں قید تھے۔ تھوڑے دن بعد جب ان تحریرات سے محمد بن عثمان کے دل پر ایک خاص اثر پڑا تو سلطان ابن احمر نے مالی اور فوجی مدد دینے کا اقرار اور وعدہ کیا۔ چنانچہ محمد بن عثمان نے سلطان ابو الحسن کی اولاد سے ابو العباس احمد کو حکومت و سلطنت کے لئے منتخب کیا اور جیل سے نکال کر اس کے ہاتھ پر بیعت امارت کی' ان نوجوانوں نے قید کے زمانہ میں باہم یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ ہم میں سے جو شخص حکومت و ریاست کے زینہ تک پہنچ جائے تو اس پر لازم ہو گا کہ وہ بقیہ لوگوں کو قید مصیبت سے رہا کر دے۔ اس عہد و پیمان کے مطابق سلطان ابو العباس احمد نے اپنی امارت کی بیعت لینے کے بعد پہلا جو کام کیا وہ یہ تھا کہ اس نے اپنے کل ہمراہیوں کو قید کی مصیبت سے نجات دے کر اندلس کی جانب بھیج دیا۔ ان لوگوں نے رہائی پا کر سلطان ابن احمر کے پاس جا کر قیام کیا۔ سلطان ابن احمر نے ان لوگوں کی بے حد عزت و توقیر کی اور ان لوگوں کے وظائف اور تنخواہیں مقرر کیں اور بہت سا مال و اسباب اور لشکر سلطان ابو العباس اور اس کے

وزیر محمد بن عثمان کے لیے روانہ کیا اور عبدالرحمٰن بن ابی یفلوسن کو ان دونوں کی موافقت اور ان کے ہر کام میں ان کی ہمدردی کرنے کو لکھ بھیجا۔ ان سب نے متفق ہو کر دارالحکومت فاس کو جا کر گھیر لیا' یہاں تک کہ ابو بکر غازی السلطنت نے سلطان ابو العباس سے امن کی درخواست کی۔ شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے' قلعہ کی کنجیاں حوالے کر دیں' پس سلطان ابو العباس محمد ۷۷۶ھ میں مظفر و منصور دارالحکومت میں داخل ہوا۔عبدالرحمن بن ابی یفلوسن اس کے ساتھ رخصت کرنے کی غرض سے مراکش اور اس کے مضافات تک گیا اور جیسا کہ اس کے پیشتر سے باہم عہد و پیمان تھا اس کی حکومت و سلطنت کا انتظام درست کیا۔ اس کے بعد سلطان ابو العباس نے سعید بن عبدالعزیز کو ہدایاء و تحائف دے کر سلطان ابن احمر کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ دونوں میں مسلسل زمانہ دراز تک مراسم اتحاد اور دوستی قائم رہے۔

اسی اثنا میں اس کی عبدالرحمن والی مراکش سے ان بن ہو گئی۔متعدد مرتبہ اس کے محاصرہ اور جنگ کو گیا۔سلطان ابن احمر کبھی تو اسے مدد دیتا تھا اور لڑائی میں اس کا ہاتھ بٹاتا تھا اور کبھی دونوں میں صلح کرا دینے کی کوشش کرتا تھا۔ یہاں تک کہ سلطان ابو العباس نے ۷۸۴ھ میں مراکش پر چڑھائی کی۔ کئی مہینے محاصرہ کیے رہا، بزور تیغ قلعہ مراکش فتح کر لیا اور سلطان مراکش کو بار حیات سے سبکدوش کر کے فاس کی جانب واپس آیا۔ اس کے بعد تلمستان کی طرف رخ کیا۔ابو احمد سلطان بنی عبدالواد والی تلمسان اس کی آمد کی خبر پا کر بھاگ گیا۔ سلطان ابو العباس بلا جنگ و جدال تمام تلمستان میں داخل ہوا۔

ابو العباس اور ابن احمر میں ناچاقی

ان واقعات کے اثنا میں چند لوگوں نے جو فتنہ پردازی اور فساد انگیزی میں مشہور تھے، سلطان ابو العباس اور سلطان ابن احمر میں ناچاقی اور چشمک پیدا کرانے کی کوشش کی اور ایک حد تک کامیاب بھی ہو گئے۔ سلطان ابن احمر کو سلطان ابو العباس کی طرف سے اس قدر برہم اور برانگیختہ کیا کہ انہی لوگوں کی تحریک و اشارہ سے سلطان ابن احمر سلطان ابو العباس کے نظام سلطنت کو درہم برہم کر دینے پر آمادہ و مستعد ہو گیا۔ چنانچہ انہی چیدہ و منتخب اشخاص میں سے جو اس کے پاس چلے آئے تھے۔ موسیٰ بن سلطان ابو عنان کو امارت فارس کے لئے منتخب کیا اور مسعود بن ماسی کو اس کی وزارت کا عہدہ عطا فرما کر ایک عظیم فوج کے ساتھ براہ دریا سبتہ کی طرف روانہ کیا۔ اہل سبتہ نے اخلاص مندی کے ساتھ گردن اطاعت جھکا دی۔ اور سلطان موسیٰ کے علم حکومت کے مطیع ہو گئے۔ سلطان موسیٰ نے سبتہ سے فاس کی جانب کوچ کیا اور سلطان ابن احمد نے سبتہ پر قبضہ کر کے اسے اپنے علم حکومت کے سایہ میں لے لیا۔ سلطان موسیٰ نے دارالحکومت فاس پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا۔ چند دن کے حصار کے بعد اہل فاس نے امن کی درخواست پیش کی' سلطان موسیٰ نے ان لوگوں کو امن دی اور بمصالحت ۷۸۶ھ میں فاس میں داخل ہو کر تخت حکومت پر متمکن ہو گیا۔

اس واقعہ کی خبر سلطان ابو العباس کو اس وقت پہنچی جب کہ وہ ابی حمو اور بنی عبدالواد کے ارادے سے جہاں پر کہ ■ موجود تھے تلمستان سے روانہ ہو چکا تھا۔ مگر اس خبر کے سنتے ہی فوراً لوٹ کھڑا ہوا اور نہایت تیزی سے مسافت طے کرنے لگا جس وقت تازی سے آگے بڑھ کر تازی اور فاس کے درمیان پہنچا۔ بنو مرین اور اس کی تمام فوجیں علیحدہ ہو کر اپنے جھنڈوں کے ساتھ سلطان موسیٰ کے ساتھ جا ملیں اور اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ سلطان ابو العباس بحال پریشان تازی کی جانب واپس ہوا۔ عامل تازی نے اسے مکر و فریب سے ٹھہرا لیا یہاں تک کہ سلطان موسیٰ کا ایلچی فاس سے تازی آیا اور اس نے ابو العباس کو گرفتار کر کے فاس کی جانب کوچ کیا۔ سلطان موسیٰ نے اسے اسی حالت میں اندلس روانہ کر دیا۔ سلطان ابن احمر والی اندلس نے اسے جیسا کہ اس سے پہلے نظر بند تھا نظر بند رکھا۔

سلطان موسیٰ کی حکمرانی و وفات

سلطان ابو العباس کی گرفتاری کے بعد سلطان موسیٰ کو ملک مغرب پر کامل قبضہ حاصل ہو گیا۔ مگر اس کے وزیر مسعود نے اس کا اقتدار

شاہ شطرنج سے زیادہ نہ بڑھنے دیا۔ امور سلطنت و سیاست کے سیاہ و سفید کا اختیار اپنے قبضہ میں رکھا۔ کچھ دن بعد سلطان ابن احمر سے قبضہ سبتہ کا مطالبہ کیا گیا۔ سلطان ابن احمر نے سبتہ سے دست کش ہونے سے انکار کیا اس وجہ سے دونوں میں فتنہ و فساد کی بنیاد پڑ گئی وزیر مسعود ابن ماسی نے سازش کر کے سلطان ابن احمر کے ہواخواہوں اور اس کے خاندان والوں کو بغاوت پر ابھار دیا۔ان لوگوں نے سبتہ کے ایک قصبہ پر قبضہ کر کے اسے اپنا مرکز بنا لیا۔ اتنے میں سلطان ابنِ احمر کا جنگی کشتیوں کا بیڑہ ساحل سبتہ سے آلگا۔جوشِ بغاوت فرو ہو گیا اور امن و امان قائم ہو گیا۔ پھر سلطان ابن احمر کی خدمت میں اراکین دولت سلطان موسیٰ کا ایک گروہ بطور وفد حاضر ہوا اور یہ درخواست کی کہ ان لوگوں میں سے جو اندلس میں خاندان حکومت فاس کے موجود ہیں، کسی کو امیر فاس مقرر فرمایئے' چنانچہ سلطان ابن احمر نے واثق محمد بن امیر ابو الفضل بن سلطان ابو الحسن کو والیٔ فاس مقرر کر کے ان لوگوں کے ہمراہ روانہ کیا اور خود بھی رخصت کی غرض سے جنگی کشتیوں کے بیڑے کے ساتھ سبتہ تک آیا۔ واثق نے سلطان احمر سے رخصت ہو کر غمارہ کا رخ کیا۔شدہ شدہ اس کی خبر مسعود بن ماسی تک پہنچی۔ اس نے بھی فوجیں مرتب کیں اور مسلح کر کے واثق کی روک تھام کی غرض سے باہر نکلا اور جبال غمارہ میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس اثنا میں سلطان موسیٰ بن سلطان ابو عنان کے فاس میں انتقال کرنے کی خبر سننے میں آئی۔ مسعود محاصرہ اٹھا کر انتہائی تیزی کے ساتھ فاس کی جانب واپس ہوا اور دارالحکومت میں پہنچ کر کرسی حکومت پر سلطان ابو العباس کے ایک لڑکے کو جس کو کہ سلطان مذکور نے فاس میں چھوڑ دیا تھا، متمکن کر دیا۔

سلطان ابو عنان اور مسعود بن ماسی کی مصالحت

اس کے بعد سلطان ابو عنان بن امیر ابو الفضل نے پہنچ کر فاس کے سامنے کوہ زرہون پر پڑاؤ کیا۔مسعود ابن ماسی بھی فوجیں لے کر سلطان ابو عنان کے رُوبَرُو آ اُترا۔ سلطان ابو عنان کے امور سلطنت کا مہتمم احمد بن یعقوب صبیحی تھا۔ کسی وجہ سے اس کے ہمراہیوں کو اس سے کشیدگی اور ملال پیدا ہوا۔ایک روز سب نے موقع پا کر گرفتار کر لیا اور شاہی خیمہ کے روبرو لا کر قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ سے سلطان کو سخت دشواری پیش آئی۔اس کے بعد سلطان ابو عنان اور مسعود بن ماسی سے خط و کتابت شروع ہوئی۔ مسعود ابن ماسی نے اس شرط سے کہ عنان حکومت میرے قبضہ میں رہے، سلطان ابو عنان کی امارت کی بیعت کر لی چنانچہ سلطان ابو عنان اپنے لشکر گاہ سے نکل کر مسعود ابن ماسی کے پاس گیا اور اس کے ساتھ ساتھ دارالحکومت میں داخل ہوا۔ مسعود ابن ماسی نے پہلے خود بیعت کی اس کے بعد اراکین دولت و حکومت سے سلطان مذکور کی حکومت و سلطنت کی بیعت لی۔

سلطان ابو العباس کی حکومت اور بنو ماسی کا زوال

سلطان ابو عنان کی رکاب میں سلطان ابن احمر کے لشکر کا بھی ایک حصہ تھا جس میں سلطان ابن احمر کے خادموں میں سے ایک نامور خادم تھا۔ مسعود نے ان سب کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ سلطان ابن احمر کو اس کی خبر لگی' بے حد ناراض ہوا مگر اپنے دل کو تسکین دے کر ابو العباس کو ایک فوج کی افسری کے ساتھ فاس کی جانب براہ دریا روانہ کیا اور سبتہ تک خود پہنچانے آیا۔ ابو العباس نے جوں ہی سبتہ میں قدم رکھا مسعود ابن ماسی کی تمام فوج نے جو اس وقت سبتہ میں تھی' بطیب خاطر سلطان ابو العباس کی بیعت کر لی۔ سلطان ابن احمر کو اس سے بے حد مسرت ہوئی' دو چار روز قیام کر کے غرناطہ کی طرف واپس ہوا اور سلطان ابو العباس نے فاس کی جانب قدم بڑھایا۔ مسعود ابن ماسی کی فوج نے دامن کوہ غمارہ میں تلوار اور نیزوں سے استقبال کیا۔ لشکریوں نے سلطان ابو العباس سے مل جانے کی بابت سرگوشیاں کیں۔

مسعود بن ماسی کو اس کا احساس ہو گیا' گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان ابو العباس نے تعاقب کیا اور ایک مقام پر پہنچ کر اسے گھیر لیا۔ یہاں تک کہ سلطان ابو العباس نے گرفتار کر کے اسے اور اس کے سلطان کو قتل کر ڈالا' اور بقیہ خاندان کو بھی طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیا۔کسی کو قتل اور کسی کو قید کیا۔ بنو موسیٰ کی تباہی کے بعد سارا ملک مغرب سلطان مذکور کا مطیع و منقاد ہو گیا اور سلطان ابو العباس

جاہ و جلال کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔ سلطان ابن احمر نے سبتہ سے اپنے لشکر کو واپس بلا لیا اور اس کی عنان حکومت سلطان ابو العباس کو دوبارہ عنایت کی اس کے بعد سے دونوں میں مراسم اتحاد برابر قائم و جاری رہے۔

ابن احمد کی ابو الحجاج کے متعلق غلط فہمی

ان واقعات کے بعد سلطان ابن احمر بعزت و توقیر حکومت کرتا رہا۔ اپنے تمام زمانہ حکومت میں پھر کسی مصیبت اور دشواری میں مبتلا نہیں ہوا۔ مگر ایک موقع پر اس سے شکایت کی گئی کہ اس کا بیٹا ابو الحجاج یوسف حکومت کی خواہش میں حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے اس وقت سلطان ابن احمر اطراف اندلس میں کسی ضرورت سے سفر کر رہا تھا اس خبر کو سنتے ہی اسی وقت ابو الحجاج کو گرفتار کر لیا اور غرناطہ کی جانب واپس آیا۔ اس کے بعد جب اسے پورا پورا اور صحیح صحیح حال معلوم ہو گیا اور اس کی گناہی ثابت ہو گئی تو فوراً رہا کر دیا اور پہلے سے زیادہ عزت و توقیر کرنے لگا۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ جس وقت سلطان ابن احمر غرناطہ سے جبل الفتح کی طرف بغرض دریافت احوال سلطان ابو العباس گیا ہوا تھا اور یہ ان دنوں جبل غمارہ کے دامن میں مسعود ابن ماسی کی تیغ و سپر ہو رہا تھا یہ خبر پہنچائی گئی کہ اس کے بعض حاشیہ نشینوں نے جو وزراء کی اولاد سے ہیں یعنی ..... [1] ابن مسعود بلنسی [2] ..... ابن وزیر القاسم بن حکیم وغیرہم نے دھوکا اور دغا دینے کا ارادہ کر لیا ہے۔

سلطان ابن احمر کی وفات

پس سلطان ابن احمر نے ان سب کو اسی وقت گرفتار کر لیا اور انہیں دم بھر کی مہلت نہ دی۔ انہیں اور تمام لوگوں کو جنہوں نے اس معاملہ میں سازش کی تھی، سزائے موت دی اور غرناطہ لوٹ آیا۔ اس کے بعد اسی جاہ و جلال سے حکمرانی کرتا رہا یہاں تک کہ ۷۹۳ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔

ابو الحجاج یوسف بن سلطان ابن احمر

اس کے بعد اس کا بیٹا ابو الحجاج تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ اراکین دولت اور عوام الناس نے امارت و حکومت کی بیعت کی امور سیاست اس کے باپ کا مولی (آزاد غلام) خالد انجام دینے لگا۔ اس نے اس کے بھائیوں سعد محمد اور نصر کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ بحالت قید ان سب نے وفات پائی۔ کسی کا کچھ حال معلوم نہیں۔

ابو الحجاج کی وفات اور محمد کی تخت نشینی

اس کے بعد ابو الحجاج سے خالد کی یہ شکایت کی گئی کہ اس نے بہ سازش یحییٰ بن صائغ یہودی طبیب شاہی امارت پناہ کو زہر دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ابو الحجاج نے اپنی حکومت کے پہلے یا دوسرے سال خالد کو گرفتار کر کے اپنے روبرو قتل کرا دیا۔ طبیب یحییٰ کو بھی گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور اسی حالت میں ذبح کر ڈالنے کا حکم دیا۔ ۷۹۴ھ میں یہ بھی رہگرار عالم آخرت ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا محمد تخت آرائے حکومت و امارت ہوا۔ اس کی حکومت و سلطنت کے کاروبار کا انتظام محمد خصاصی سپہ سالار کرنے لگا جو اس کے باپ کا ساختہ و پرداختہ تھا اس وقت حکومت اندلسو یہ اسی طرف پر قائم ہے۔ واللہ غالب علی امرہ

دولت امویہ کے حالات جو کہ دولت عباسیہ کی معاصر اور ہم چشم تھی اور ان ملوک اندلس کے واقعات جو کہ دولت امویہ کے بعد تخت آرائے حکومت ہوئے تھے ہم تحریر کر چکے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر ان عیسائی سلاطین کے حالات بھی تحریر کیے جائیں جو جزیرہ اندلس میں مسلمانوں کے قرب و جوار میں تھے لہٰذا ہم ان کے انساب اور دولت کے حالات کو مشتے نمونہ از خروارے جمع کر کے پیش کرتے ہیں۔

---

[1][2] اصل کتاب میں اسی طرح جگہ خالی ہے۔

اندلس کا آخری دَور۔عیسائیوں کا تسلط۔مسلمانوں کی جلاوطنی (از مترجم)

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون مولف کتاب العبر و دیوان المبتدا و الخبر کے زمانہ تک سرزمینِ اندلس میں عربوں کی حکومت کا نام و نشان کسی قدر باقی رہ گیا تھا۔ اس وجہ سے اندلس کی حکومت اسلامیہ کی تباہی عیسائیوں کی چیرہ دستی اور مسلمانوں کے جلاوطنی کے حالات تحریر کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ پس اگر مترجم بھی اصل کتاب کی تقلید کرتا تو اس لحاظ سے کہ مترجم اس زمانہ میں وجود میں آیا ہے جب کہ اندلس میں اسلام کا بھی ایک نام لیوا باقی نہیں رہا اور اندلس میں حکومتِ اسلامیہ کی عیسائیوں کے ہاتھوں تباہی اور بربادی آچکی تھی تو ایک بہت بڑا نقص ترجمہ تاریخ میں باقی رہ جاتا اور ناظرین کو اس حسرت ناک منظر کے دیکھنے کی تمنا ہی رہ جاتی لہٰذا مترجم اس کمی اور نقصان کو دیگر کتب تواریخ سے منتخب کرکے پورا کرتا ہے تاکہ آپ کی آنکھیں اسلام اور مسلمانوں کے اس مدوجزر کو بھی دیکھ لیں جو سرزمینِ اندلس میں بحالتِ غربت ان میں پیدا ہوا تھا۔

ملوک بنو احمر سلاطین غرناطہ کا عہد حکومت اندلس میں مسلمانانِ عرب کی حکمرانی کی آخری بزم تھی۔ ان کے قبضہ میں ملک کا بہت کم حصہ باقی رہ گیا تھا اور یہ بھی کب اور کیونکر ان کے ہاتھوں سے چھن گیا اسے آپ آئندہ پڑھیں گے۔ بالفعل آپ ایک سرسری نظر سے پہلے اس منظر کو دیکھ لیں جس میں بلاد اندلس یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے قبضہ سے نکل نکل کر صلیبی حکومت کے تحت چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد عبرت کی نگاہوں سے غرناطہ کی حکومت اسلامیہ کی بربادی اور تباہی ملاحظہ کیجئے گا۔

عیسٰی ابن احمد رازی تحریر کرتا ہے کہ عہد گورنری عنبسہ بن سحیم کلبی میں جس وقت کہ مسلمانوں نے سرزمین اندلس پر قبضہ حاصل کیا تھا اور عیسائیوں میں ان کی مدافعت کی قوت باقی نہیں رہی تھی اور مسلمانوں کی فتح یابی کا سیلاب اربولہ سرزمین فرانس تک پہنچ گیا تھا بلکہ انہوں نے جلیقہ سے بلونہ کو بھی بزور تیغ تسخیر کرلیا تھا اور سوائے پہاڑی تنگ و تاریک دروں کے کوئی شہران حدود میں اسلام کے قبضے سے باہر نہ رہا تھا۔ اس وقت ایک بے دین شخص بلاے نامی مفتوح قوم کا تھ کا تین سو آدمیوں کی جمعیت سے اسی قدرتی قلعہ میں جاکر پناہ گزین ہوا۔ لشکر اسلام اس سے برابر تیغ و سپر ہوتا رہا حتیٰ کہ اس کے ہمراہی شدت بھوک سے مرگئے۔ صرف تیس مردوں اور دس عورتوں کی جمعیت اس کے پاس باقی رہ گئی۔ عساکر اسلامیہ نے اس قلیل جماعت کو حقیر اور بے اصل تصور کرکے ان کے استیصال سے ہاتھ کھینچ لیا اور یہ لوگ اسی تنگ و تاریک غار اور قدرتی سنگین قلعہ میں شہد چاٹ چاٹ کر زندگی گزارتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کو ان کی شورش اور سرکشی نے مجبور اور درماندہ کردیا۔ اور ان کی قوت ایسی بڑھی اور اتنی کثرت ہوئی کہ روز روشن کی طرح اسے لوگوں نے عیاں دیکھ لیا۔ ۱۳۳ھ میں بلاے مذکور انیس سال اسی قسم کی زندگی بسر کرکے مرگیا۔ دو برس اس کے بیٹے نے بھی اسی طرح حکومت کی۔ اس کے بعد اوفونش بن بطیران (بنی اوفونش کا دادا) حکمران ہوا جس کی حکومت کا سلسلہ اس وقت تک چلا آتا ہے پس انہیں عیسائیوں نے رفتہ رفتہ دشوار گزار کمین گاہوں سے نکل نکل کر جس قدر اسلامی مقبوضات ان کے شہروں میں تھے انہیں پھر واپس لے لیا۔

مسعودی ذکر غزوہ سمور عہد خلافت ناصر کے بعد تحریر کرتا ہے کہ ۳۰۰ھ میں عیسائیوں نے مسلمانوں کے قبضہ سے ان تمام شہروں اور قلعوں کو نکال لیا جو کہ ملک فرانس اور شہر اربونہ سے متصل اور ملے ہوئے تھے۔ ۳۳۶ھ میں مسلمانوں کے قبضہ میں ملک اندلس کا شرقی حصہ طرطوشہ سے ساحل بحر روم تک اور پھر طرطوشہ سے شمالاً نہر عظیم لاردہ تک باقی رہ گیا تھا۔

سب سے پہلے عیسائیان فرانس نے اندلس کے بڑے شہروں میں سے جس شہر کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکالا وہ طلیطلہ ہے۔ اوفونش نے اسے سات برس کے مسلسل محاصرے کے بعد نصف محرم ۴۷۸ھ تا ۴۸۵ھ میں قادر باللہ ابن مامون یحییٰ بن ذی النون حکمران طلیطلہ سے فتح کیا تھا۔ اوفونش کے طلیطلہ پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد اہل شہر کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ

شروع کیا۔ بالخصوص ان لوگوں کے ساتھ فیاضی کرنے لگا جو بطمع مال و زر عیسائی مذہب قبول کرتے جاتے تھے۔ بعض کو زبردستی عیسائی بنا لیا جس سے مسلمانوں کے دل رنجیدہ ہوئے۔ماہ ربیع الاول ۴۹۶ھ میں جامعہ طلیطلہ کی ہیئت تبدیل کر کے کلیسہ بنائے جانے کا حکم دیا۔ اس کے شاندار میناروں پر صلیب لگائی گئی۔ توحید کی جگہ تثلیث قائم کی گئی اور اذان کی بجائے ناقوس کی آواز بلند ہوئی۔

واقعہ طلیطلہ سے پیشتر عیسائیوں نے ۴۵۶ھ میں بطرنہ پر یلغار کی تھی اور اسی سنہ میں بلنسیہ بھی مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا تھا۔جس وقت عیسائیوں نے بلنسیہ کا محاصرہ کیا اور اہل بلنسیہ اپنے ملک و دین کی حمایت پر کمربستہ ہو کر میدان جنگ میں آگئے، عیسائیوں نے یہ سمجھ کر کہ ہم سے بلنسیہ کے محاصرہ میں سخت غلطی واقع ہوئی اور ہم میں سے اہل بلنسیہ سے لڑائی کی طاقت نہیں ہے۔ اہل بلنسیہ کو مکر و فریب سے اپنے لشکر گاہ میں ملنے جلنے کو بلایا اور جب اہل بلنسیہ اپنے امیر عبدالعزیز بن ابی عامر کے ساتھ عیسائی لشکر گاہ کے قریب پہنچے تو عیسائیوں نے کمین گاہ سے نکل کر کسی کو قید، کسی کو قتل کرنا شروع کر دیا۔معدودے چند جن کی موت کا وقت نہیں آیا تھا بچ رہے۔امیر عبدالعزیز نے بہزار خرابی اپنی جان بچائی مگر بلنسیہ قبضہ اسلام سے نکل کر صلیبی گروہ کے پنجہ میں جا پھنسا۔اس کے بعد مسلمانوں نے پھر اسے واپس لے لیا یہاں تک کہ عیسائیوں نے کئی مرتبہ کی ردوبدل کے بعد یوم شنبہ سترھویں صفر ۶۳۶ھ میں بلنسیہ پر پھر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کو بلنسیہ میں قدم رکھنا نصیب نہیں ہوا۔

ابن حیان لکھتا ہے کہ اردلیشن عیسائی نے ۴۵۶ھ میں بربشتر قصبۂ شہر برطانیہ پر جو کہ سرقسطہ کے قریب تھا ایک بڑی فوج سے چڑھائی کی۔ یوسف بن سلیمان بن ہود کسی وجہ سے اس کی حمایت کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ اہل شہر نے اپنی آپ حمایت کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ چالیس روز تک عیسائی محاصرہ کیے رہے۔اس اثنا میں بیرونی امداد نہ پہنچنے پر اور غلہ اور رسد کی کمی سے اہل شہر میں نفاق پھیل گیا۔ کسی ذریعہ سے عیسائیوں کو اس کی خبر لگ گئی حصار اور جنگ میں سختی سے کام لینے لگے۔ عیسائیوں نے اہل شہر کے باہمی نفاق سے فائدہ اٹھایا اور پانچ ہزار زرہ پوش جنگی سواروں سے بیرون شہر تک پہنچ گئے۔ اہل شہر پر بے حد خوف طاری ہوا اندرون شہر میں قلعہ بند ہو گئے۔دونوں فریقوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی پانچ سو عیسائی مارے گئے۔

اتفاق سے قناة[1] میں جس کے ذریعہ سے شہر میں نہر سے زمین کے اندر پانی آتا تھا ایک بڑا ٹکڑا پتھر کا گر گیا جس کی وجہ سے پانی کا آنا شہر میں بند ہو گیا۔ اہل شہر نے پیاس کی شدت سے تنگ آ کر صرف اپنی جانوں کی امان طلب کی چنانچہ عیسائیوں نے امان دی۔جب اہل شہر اپنا تمام اثاثہ اور مال و زر چھوڑ کر شہر سے باہر آئے تو عیسائیوں نے بد عہدی کی اور سب کو انتہائی بے دردی سے تہ تیغ کیا۔ قائد بن طویل اور قاضی بن عیسی معدودے چند روسا کے ساتھ اس خوفناک واقعہ سے جانبر ہوئے۔ بیشمار مال و اسباب عیسائیوں کے ہاتھ لگا۔ اس واقعہ میں تقریباً" ایک لاکھ مسلمان قتل اور قید کیے گئے۔ عیسائیوں نے ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ طرح طرح کی وحشیانہ حرکات کیں جس سے تاریخی صفحات آج تک خالی ہیں۔ پھر ۵۱۲ھ کے ماہ رمضان میں چار شنبہ کے دن سرقسطہ بھی مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا۔

ابن الیسع لکھتا ہے کہ دشمنان اسلام نے شہر نطیلہ اور طرسونہ پر ۵۲۴ھ میں مسلمانوں سے قبضہ حاصل کیا تھا پھر ۶۲۹ھ میں عیسائیوں نے ماردہ کو محمد بن ہود کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس کے عہد میں مصائب کے دروازے کھل گئے۔ اس کے بعد ۶۲۷ھ میں جزیرہ میورقہ پر عیسائیوں نے قبضہ کر لیا۔ ابن ابار تحریر کرتا ہے کہ یہ افسوس ناک واقعہ یوم دو شنبہ چودھویں صفر سنہ مذکور میں واقع ہوا تھا۔ یوم یک شنبہ ماہ شوال ۶۳۳ھ یا ۶۳۶ھ میں دشمنان اسلام نے دارالاسلام قرطبہ کو تاخت و تاراج

---

[1] القناة تحفر فی الارض لیجری فیہا الماء (کھمبتہ اس کو کہتے ہیں جو کہ زمین کے اندر پانی کے اجراء کے لئے بنایا جائے) اور کھامہ اس کنویں کو کہتے ہیں جو دوسرے کنویں کے مقابلہ میں کھودا جاتا ہے اور ان دونوں میں اس کے اندر اندر پانی آنے جانے کا راستہ رہتا ہے۔ اقرب الموارد صفحہ ۱۰۴۷، ۱۰۸۸، جلد ۲

کیا اور یوم شنبہ دسویں شوال ۶۶۵ھ یا ۶۶۸ھ میں مرسیہ پر قابض ہو گئے۔ ۶۳۷ھ میں واقعہ قتندہ پیش آیا۔ بیس ہزار مسلمان کھیت رہے اور عیسائیوں نے قتندہ پر قبضہ کر لیا۔ میورقہ پر قبضہ کر کے عیسائیوں نے جزیرہ میورقہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی اور تھوڑے دن کی جدوجہد سے ۶۲۷ھ میں اس پر بھی قابض ہو گئے۔اس کے بعد جزیرہ شقر کو بصلح و امان ۶۳۹ھ میں لے لیا۔

الغرض یوں ہی رفتہ رفتہ عیسائیوں نے ماہ رمضان ۶۴۵ھ تک تمام بلاد شرقی اندلس پر مسلمانوں سے قبضہ حاصل کر لیا۔ کسی پر بہ مکروفریب اور کسی پر بزور تیغ اور کسی پر بہ امان و صلح۔امراء اسلام اس وقت خود غرضیوں میں مبتلا تھے۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ کوئی ہمدردی باقی نہ رہی تھی۔ تعلیم القرآن اور اشادات نبی صلعم نسیاً منسیاً کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو رہے تھے جن کو اس سے قبل انہوں نے زیر کیا تھا۔ اسی ۶۴۵ھ یوم دوشنبہ پانچویں شعبان میں عیسائیوں نے اشبیلیہ پر فوج کشی کی اور ایک برس اور پانچ ماہ کامل محاصرہ کے بعد بہ صلح فتح کر لیا۔ صلح کیا تھی حقیقت میں دھوکا تھا جسے صلح کا لباس پہنایا گیا تھا۔

الحاصل جس وقت ملک اندلس کے بڑے بڑے شہروں پر جوبجائے خود ایک ایک صوبہ تھے مثلاً'' قرطبہ' اشبیلیہ' طلیطلہ اور مرسیہ پر عیسائیوں نے قبضہ کر لیا تو اہلِ اسلام ہرچہار طرف سے سمٹ کر غرناطہ' مریہ اور مالقہ چلے آئے۔ مملکت اسلامیہ وسیع ہو جانے کے بعد پھر سمٹ کر مختصر ہو گئی اور دشمنانِ اسلام وقتاً'' فوقتاً'' یکے بعد دیگرے اسلامی شہروں اور قلعوں کو لقمے بناتے جاتے تھے اور وہی اس وقت دشمنان اسلام سے تیغ و سپر ہو رہے تھے۔ ہروقت ہر لحظہ دشمنوں کا خطرہ پیش نظر رہتا تھا۔ کبھی شیر وغا ہو کر عیسائیوں سے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں آجاتے تھے اور جب کبھی کمزور پڑتے تھے تو ملوک فاس بنی مرین سے امداد کے خواستگار ہوتے تھے۔

آٹھویں صدی ہجری میں عیسائیوں نے اس پر بھی دانت لگایا اور فوجیں فراہم کر کے چڑھ آئے' سلطان غرناطہ نے شیخ ابو اسحاق بن ابوالعاص شیخ عبداللہ طنجالی اور شیخ ابن زیات بلشی کو سلطان مغرب بنو مرین کی خدمت میں امداد کی غرض سے روانہ کیا۔ ان لوگوں کی روانگی کے بعد عیسائیوں کا ٹڈی دل لشکر غرناطہ آ پہنچا۔ تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے تھے۔اتفاق سے سلطان مغرب نے سلطان غرناطہ کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت نہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے عیسائیوں کو شکست دی۔ اس واقعہ کے بعد عیسائیوں نے چند دنوں کے لئے اپنے ہاتھ پاؤں سمیٹ لئے اور اس وقت کا انتظار کرنے لگے جو کہ عام طور سے ہر حکومت و سلطنت کو ایک مدت کے بعد پیش آیا کرتا ہے۔

سلطان ابو الحسنؒ علی بن سعد نصری غالبی احمری کے عہد حکومت میں مسلمانان اندلس پھر متفق الکلمہ ہو گئے۔ اگرچہ اس سے قبل کچھ دنوں کے لئے اس کے بھائی ابو عبداللہ محمد بن سعد معروف بہ زغل کی امارت و حکومت کی مالقہ میں بیعت کی گئی تھی اور عیسائی سرداروں نے ان دونوں بھائیوں کو بھڑکا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہا تھا مگر زغل ان چالوں کو سمجھ گیا۔ مالقہ سے اپنے بھائی ابو الحسن کے پاس چلا گیا اور اہل مالقہ نے سلطان ابو الحسن کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ آتش فتنہ و فساد جسے عیسائی امراء مشتعل کر رہے تھے، فرو ہو گئی۔

سلطان ابو الحسن نے نہایت استقلال کے ساتھ بلاد اندلس کے اس قدر حصہ ملک پر جو کہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہ گیا تھا، حکمرانی شروع کی، فوجیں بڑھائیں، دائرہ حکومت وسیع کیا، وقتاً فوقتاً دشمنان اسلام پر بقصد جہاد فوج کشی کی۔ چنانچہ قرب و جوار

ؒ سلطان ابو الحسن آخری فرمانروائے غرناطہ سلطان ابو عبداللہ کا باپ تھا اور سلطان سعد بن امیر علی بن سلطان یوسف بن سلطان محمد الغنی باللہ مخلوع بن سلطان ابو الحجاج کا بیٹا تھا۔ سلطان محمد بن سلطان ابو الحجاج تک کے حالات آپ ترجمہ تاریخ میں پڑھ آئے ہیں۔ سلطان محمد الغنی باللہ مخلوع سے سلطان ابو الحسن تک سلاطین غرناطہ کچھ ایسی حالت میں مبتلا رہے کہ انکار عدم وجود دونوں برابر تھے اس وجہ سے ان لوگوں کے ذکر سے اعراض کیا گیا۔

کے عیسائی سلاطین نے بخوف جنگ مصالحت کا پیام دیا اور اس کے رعب و داب سے مرعوب اور خائف ہو گئے۔ تھوڑے دن کے بعد ادھر عیسائیوں میں نفاق پیدا ہو گیا۔ بعض نے خود سری کے جوش میں حکومت قرطبہ پر قبضہ کر لیا اور بعض نے اشبیلیہ کو دبا لیا اور بعض نے ہریش کو اپنا دارالحکومت بنا لیا۔ ادھر سلطان ابو الحسن بھی لذات دنیا اور عیش پرستی میں منہمک ہو گیا۔ جہاد سے دست کش ہو گیا' فوج کی طرف توجہ کم کر دی۔ ملک کا نظم و نسق وزیروں کے حوالہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بد نظمیاں بڑھیں' مظالم بڑھے' خواص اور عوام کی ناراضگی پیدا ہوئی۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے جنگ آور سورما سپہ سالاروں کو اس غلط خیال کی بنا پر کہ اب عیسائی سلاطین معاہدہ مصالحت کی وجہ سے حملہ آور نہ ہوں گے اور کسی قسم کی لڑائی نہ ہو گی، قتل کر ڈالا۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں والی قشتالہ نے متعدد لڑائیوں کے بعد قشتالہ کے تمام شہروں پر قبضہ کر لیا اور اس نے نااتفاقی اور نفاق کو دور کر کے پھر سب کو متحد کر دیا۔ اس سے عیسائیوں کی قوت بڑھ گئی اور وہ پھر فتنہ انگیزی اور بلاد اسلامیہ پر قابض ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ سلطان ابو الحسن کی دو بیویاں تھیں۔ ایک تو اس کے چچا ابو عبداللہ الیسر کی لڑکی تھی۔ جس کے بطن سے محمد اور یوسف دو بیٹے تھے اور دوسری بیوی عیسائی رومیہ عورت تھی۔ اس کے بطن سے بھی لڑکے تھے۔ ابو الحسن کا طبعی میلان اسی دوسری بیوی کی جانب تھا اور اسے وہ اپنی پہلی بیوی سے جو کہ اس کی بنت العم (چچا کی بیٹی) تھی زیادہ عزیز اور محبوب رکھتا تھا۔ اندیشہ یہ ہوا کہ مبادا سلطان ابو الحسن رومیہ عیسائی عورت کی اولاد کو' پہلی بیوی کی اولاد کو محروم کر کے جو مسلم اور حرہ ہے تخت و تاج کا مالک نہ بنا دے۔ اس سے امراء دربار میں کیونکہ بعض کا میلان دوسری بیوی کی اولاد کی طرف تھا اور بعض کا رجحان پہلی بیوی کی اولاد کی جانب تھا، منافرت اور فتنہ فساد برپا ہو گیا۔ ارگوان کا ایک بربری قبیلہ زوجہ اولی کا طرفدار ہوا اور قرطبہ کا ایک قدیم خاندان بنی سراج رومیہ بیوی کا حامی ہوا۔ دونوں فریقوں میں لڑائی کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی۔ آخر الامر موخرالذکر فرقہ کو اپنے ارادوں میں ناکامی ہوئی اور اس کے سردار و سرغنہ نہایت بے رحمی سے الحمرا کے ایک ایوان میں قتل کیے گئے جو اس وقت تک مقتولین کے نام سے معروف و مشہور چلا آتا ہے۔

عیسائی سلاطین کو ان واقعات کی خبر لگی تو انہوں نے اس نااتفاقی اور دولت اسلامیہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی چنانچہ انہوں نے فوجیں فراہم کر کے پہلے حمہ کی جانب قدم بڑھایا اور مکر و فریب سے زمانہ مصالحت میں والی قادش کے ہاتھ سے ۸۸۷ھ (۱۴۸۲ء) میں اسے لے لیا۔ اس کے بعد اس کے قلعہ کی طرف بڑھے اور اس پر بھی قبضہ کر کے شہر کا قصد کیا۔ اہل شہر کو اس ٹڈی دل فوج کے آنے کی کوئی خبر نہ تھی اور وہ لوگ خواب غفلت میں پڑے سو رہے تھے۔ عیسائیوں نے ان پر دفعتہً حملہ کر کے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا پس جس کی عمر کا جام لبریز ہو چکا تھا اس نے شربت شہادت نوش کیا اور باقی ماندگان اپنے مال و اسباب کو چھوڑ کر شہر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عیسائیوں نے شہر پر بلا تردد قبضہ کر لیا۔

اہل غرناطہ کو اس سانحہ افسوس ناک کی اطلاع ہوئی تو سب کے سب کمربستہ ہو کر عیسائیوں کی مدافعت کی غرض سے نکل پڑے' ان عیسائیوں کی تعداد جن کا تذکرہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں، دس ہزار ہے جس میں کچھ سوار تھے' اور کچھ پیادہ۔ عیسائی مال و اسباب لے کر شہر سے نکل رہے تھے کہ اتنے میں اہل غرناطہ پہنچ گئے۔ عیسائی لوٹ کر شہر میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ اس کے بعد مسلمانان اندلس یلغار کر کے حسامہ (حمہ) پر چڑھ آئے رسد و غلہ اور پانی کی آمدورفت بند کر دی پھر جاسوسوں نے خبر دی کہ عیسائیوں کا جم غفیر ان عیسائیوں کی کمک پر آ رہا ہے جو کہ حمہ میں محصور ہیں۔ مسلمانوں نے یہ خبر پا کر محاصرہ اٹھا لیا اور اس فوج کی جانب بڑھے جو اہل حمہ کی حمایت پر آ رہی تھی۔ عیسائی یہ سن کر بلا جدال و قتال الٹے پاؤں واپس ہوئے۔ عیسائیوں کے اس گروہ کا سردار والی قرطبہ تھا۔ اس کے بعد والی اشبیلیہ نے عیسائی مجاہدوں کا ایک بہت بڑا گروہ جمع کیا جس کی تعداد کئی ہزار تھی اور انہیں مرتب کر کے حمہ کے عیسائیوں کی امداد کے لئے آیا۔

اس وقت مسلمانوں کا لشکر اسباب جنگ لینے اور رسد و غلہ کے انتظام کی غرض سے غرناطہ واپس آ گیا تھا۔ نووارد عیسائیوں

کو شہر میں داخل ہونے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے شہر میں داخل ہو کر شہر کو خالی کر دینے اور قیام کرنے کی بابت باہم مشورہ کیا اور جب قیام کرنے کی رائے ہو گئی تو وہ تمام چیزیں فوراً فراہم کر لیں جن کی وقتاً فوقتاً انہیں ضرورت ہوا کرتی تھی۔ بعد میں والی اشبیلیہ اپنا لشکر حامہ میں چھوڑ کر واپس ہوا اور ان کو بہت سا مال و اسباب دے گیا۔اس کے بعد مسلمانانِ غرناطہ اس کے حصار کو آئے اور نہایت سختی کے ساتھ محاصرہ کیا اور اس سمت داخل ہونے کا قصد کیا جس طرف سے محصور عیسائی غافل و بے پرواہ تھے مگر جوں ہی مسلمانوں کا ایک گروہ اس جانب سے داخل ہوا فتح مندی نے ان لوگوں سے منہ موڑ لیا۔ عیسائیوں کو ان لوگوں کے آنے کی خبر ہو گئی مجبوراً مسلمانوں کو لوٹنا پڑا۔ عیسائیوں نے بعضوں کو پہاڑ سے نیچے گرا دیا اور اکثر کو قتل کر ڈالا۔ ان لوگوں میں زیادہ تر بسطہ اور وادی آش کے رہنے والے تھے۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور ان کی امیدیں حامہ کی واپسی منقطع ہو گئیں۔

ماہ جمادی الاولیٰ ۸۸۷ھ (۱۴۸۳ء) میں یہ خبریں سننے میں آئیں کہ والی قشتالہ بہت بڑی فوج سے بلاد اسلامیہ پر چڑھ آیا ہے چنانچہ اسلامی فوجیں غرناطہ میں آ آ کر جمع ہونے لگیں۔ آپس میں عیسائیوں کی بابت صلاح و مشورے ہونے لگے۔ اس اثنا میں یہ اطلاع پہنچی کہ عیسائیوں نے لوشہ پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا ہے اور اسے فتح کر کے حامہ میں ملحق کرنا چاہتے ہیں۔عساکر اسلامیہ کے ایک گروہ نے عیسائیوں پر حملہ کیا لیکن بہت جلد ناکامی کے ساتھ پسپا ہونا پڑا۔عیسائیوں نے ان میں سے اکثر کو گرفتار کر لیا۔اس کے بعد اہل غرناطہ کی ایک دوسری جماعت نے عیسائیوں پر حملہ کیا اور ان سے ایسی چھیڑ چھاڑ کی کہ مجبوراً عیسائیوں کو اپنے لشکر گاہ سے باہر آنا پڑا۔ مسلمانوں نے کمین گاہ سے نکل کر اتنا سخت اور ناقابل برداشت حملہ کیا کہ عیسائی فوج میدانِ جنگ سے تمام سامانِ حرب چھوڑ کر بھاگ نکلی جس پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ جمادی الاولیٰ سنہ مذکور کا ہے۔

انہی دنوں امیر ابو عبداللہ محمد اور ابو الحجاج یوسف نے اپنے باپ سلطان ابو الحسن کے خوف سے بھاگ کر وادی آش میں جا کر دم لیا۔ اہل وادی آش نے دونوں شاہزادوں کی امارت کی بیعت کی۔ اس کے بعد اہل مریہ، بسطہ اور غرناطہ نے بھی ان کے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکا دی اور بوڑھے باپ سلطان ابو الحسن نے مالقہ میں جا کر پناہ لی۔ اس نفاق اور باہمی اختلاف کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ ماہ صفر ۸۸۸ھ میں عیسائی سلاطین نے اسی ہزار کی جمعیت سے مالقہ اور بلش کا قصد کیا۔سلطان اشبیلیہ، سریش، استنجہ اور انفیقرہ اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہونے کو آئے ہوئے تھے۔ مسلمانانِ بلش اور مالقہ میں جمع ہو کر دشمنان اسلام کی مدافعت کو نکلے اور کمال مردانگی سے ہر مورچہ پر عیسائیوں کو شکست فاش دی۔ سلطان ابو الحسن اس وقت منکب کی طرف چلا گیا تھا۔ اس کا بھائی ابو عبداللہ محمد معروف بہ زغل مالقہ میں موجود تھا۔ اس کی سپہ سالاری سے نامی نامی سورما میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ تقریباً تین ہزار عیسائی قتل اور دو ہزار قید کیے گئے جن میں والی اشبیلیہ والی شریش اور حکمران انتقیرہ وغیرہ اور تیس سرداروں کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے تھے۔ بے حد مال و اسباب عساکر اسلامیہ کے ہاتھ لگا۔ اس واقعہ کے بعد اہل مالقہ نے بلادِ نصاریٰ پر بقصد جہاد فوج کشی کی۔اس مہم کا ناکامی پر خاتمہ ہوا۔اکثر سپہ سالاران عرب و اندلس شہید ہوئے۔

اسی زمانہ سے غرناطہ کی حکومت دو حصوں پر منقسم ہو گئی۔ نصف پر سلطان ابو عبداللہ بن سلطان ابو الحسن قابض ہوا۔ اس کے قبضہ میں غرناطہ، مریہ، بسطہ اور اس کے مضافات رہے اور سلطان ابو الحسن مقالہ اور بلاد غربیہ پر حکمران ہوا۔ اگر یہ دونوں باپ اور بیٹے اس قدرتی تقسیم پر قانع ہو کر اپنے کو دشمنان اسلام کے پنجہ سے بچاتے تو عجب نہ تھا کہ اندلس سے مسلمانوں کو جلا وطنی کی نوبت نہ آتی مگر تقدیر الٰہی اس کے خلاف تھی۔ سلطان ابو الحسن نے منکب اور اس کے اطراف کی جانب قدم بڑھایا اور اس کا بیٹا سلطان ابو عبداللہ غرناطہ اور جہت شرقیہ کی فوجیں لے کر اپنے باپ سے جنگ کرنے کو چڑھ آیا۔ مقام دب میں دونوں فریقوں نے صف آرائی کی اس معرکہ میں سلطان ابو عبداللہ کو شکست ہوئی۔

اس کے بعد سلطان ابو عبداللہ نے یہ خبر پا کر کہ میرے چچا زغل نے عیسائیوں سے ایک بہت بڑا میدان جیتا ہے اور بے حد مال غنیمت اس کے ہاتھ لگا ہے بقصدِ جہاد فوجیں آراستہ کیں۔ غرناطہ اور بلاد شرقیہ کے مسلمانوں کو مسلح اور مرتب کر کے ماہ ربیع الاول سنہ مذکور میں بلاد عیسائی پر چڑھائی کر دی۔ چنانچہ قتل و غارت کرتا ہوا اطراف لشانہ تک پہنچ گیا۔ بہت سے عیسائیوں کو قتل اور بہتوں کو قید کر لیا۔ ان واقعات کی اطلاع عیسائی سلاطین کو ہوئی تو وہ سب کے سب جمع ہو کر اپنے نامور بادشاہ قبرہ کی افسری میں سلطان ابو عبداللہ اور بلاد اسلامیہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ مسلمانوں کو سخت مشکل کا سامنا ہو گیا نہ تو اپنے ملک میں ان عیسائیوں کے درمیان میں حائل ہو جانے کے سبب سے واپس آسکتے تھے اور نہ آگے بڑھ سکتے تھے۔ عیسائیوں نے ہر چہار طرف سے گھیر کر قتل و قید کرنا شروع کر دیا۔ بد نصیبی سے سلطان ابو عبداللہ بھی قید ہو گیا۔ مگر کسی کو اس کا شعور نہ ہوا۔ ہنگامہ جنگ فرو ہونے پر والی لشانہ نے سلطان ابو عبداللہ کو پہچان لیا۔ بادشاہ قبرہ نے والی لشانہ سے سلطان ابو عبداللہ کے لینے کی خواہش کی۔ والی لشانہ سلطان ابو عبداللہ کے ساتھ بادشاہ کسٹائیل (قشتالہ) کے پاس بھاگ گیا۔ بادشاہ قشتالہ نے والی لشانہ کی بے حد عزت کی اور اسے اپنے تمام سپہ سالاروں کی افسری عنایت کی۔ جب کبھی لشکر کشی کرتا تو والی لشانہ کو نیک فال کے طور پر فوج کا سردار مقرر کر کے بھیجتا تھا۔ سلطان ابو عبداللہ کی گرفتاری کے بعد سرداران غرناطہ اور امرایان اندلس جمع ہو کر مالقہ میں سلطان ابو الحسن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے مالقہ سے غرناطہ میں لائے حکومت و سلطنت کی اس کے ہاتھ پر بیعت کی حالانکہ سلطان ابو الحسن میں اس وقت حکمرانی کی قابلیت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ صرع (مرگی) یا صرع کی طرح کوئی عارضہ اسے لاحق ہو گیا تھا۔ بصارت بھی جاتی رہی تھی مگر پھر بھی اس آخری دور میں اس نے قلعہ الحمراء کے شاندار برجوں پر اپنی حکومت و امارت کا جھنڈا نصب کیا مگر جب اس سے کام نہ چل سکا تو اپنی معزولی کا اعلان کر کے اپنے بھائی ابو عبداللہ معروف بہ زغل کو تاج و تخت حکومت کا مالک بنا دیا اور خود منکب میں جا کر فروکش ہو گیا اور بار حیات سے سبکدوش ہو کر راہی ملک آخرت ہوا۔ اور سلطان ابو عبداللہ معروف بہ زغل حکمرانی کرنے لگا۔ اس وقت تک سلطان ابو عبداللہ بن سلطان ابو الحسن بدستور دشمنان اسلام کے یہاں قید تھا۔

پھر ماہ ربیع ۸۰۹ھ (۱۴۸۵ء) میں عیسائیوں نے بہت بڑی جمعیت سے اطراف مالقہ پر چڑھائی کی اور ماہ جمادی الاولی سنہ مذکور میں رندہ کا قصد کیا۔ انیسویں شعبان سنہ مذکور میں والی غرناطہ نے بعض قلعوں کی درستی کی غرض سے کوچ کیا۔ بائیسویں شعبان کو عیسائیوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ سخت اور خون ریز جنگ کے بعد عیسائیوں کو شکست ہوئی۔ بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ آلات حرب اور رسد غلہ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ مسلمانوں نے تمام مال غنیمت کو قلعہ میں لے جا کر رکھ دیا اور اطمینان کے ساتھ بیٹھے رہے۔ ماہ رمضان تک کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ ہوئی۔ اس کے بعد عیسائیوں نے قلعہ قنبیل پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ محصورین نے اس امر کا احساس کر کے کہ اب اس قلعہ کو عیسائیوں سے بچانا دشوار ہے، امان طلب کی اور اہل و عیال اور مال و اسباب کے ساتھ قلعہ کو دشمنان اسلام کے حوالہ کر کے نکل کھڑے ہوئے۔

اہل قلعہ کے نکلتے ہی قرب و جوار کے تمام باشندوں میں hل چل سی پڑ گئی اور سب بھی اپنا گھر بار چھوڑ کر بخوف جان و عزت بھاگ نکلے۔ دشمنان اسلام نے متعدد قلعوں' مثلاً" قلعہ مشاقہ اور قلعہ لوز وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور بلاد اسلامیہ پر آئے دن طرح طرح کی مصیبتیں ڈالنے لگے۔ اس وقت ایسا کوئی شہر نہ تھا کہ یہ اس طرف گئے ہوں اور اس کا استیصال نہ کیا ہو۔ اقبال ان کے آگے تھا اور فتح مندی ان کے رکاب میں تھی۔ اس قوت و شوکت کے باوجود عیسائیوں نے ایک چلتا ہوا فقرہ تصنیف کیا کہ سلطان ابو عبداللہ کو جو ان کی قید میں تھا اور کٹھ پتلی کی طرح ان کے اشاروں پر ناچتا تھا، مال و اسباب اور خلعت دے کر شرقیہ بسد کی جانب رخصت کیا اور یہ اعلان کر دیا کہ مسلمانوں میں سے جو شخص سلطان ابو عبداللہ کے علم حکومت کے تحت آجائے گا اور اہل بلاد اسلامیہ میں سے جو جو اس کے مطیع ہوں گے سب کے سب اس مصالحت اور عہد میں داخل

ہوں گے جو سلطان ابو عبداللہ اور عیسائی سلاطین کے درمیان ہوا۔

سلطان ابو عبداللہ عیسائی سلاطین سے رخصت ہو کر پہلے بلش کی طرف آیا۔ اہل بلش اس ظاہری مژدہ سے خوش ہو کر سلطان ابو عبداللہ کے علم حکومت کے مطیع ہو گئے۔تمام کوچہ اور بازاروں میں امان کی منادی کرائی گئی۔ لوگ جوق در جوق سلطان ابو عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کو آنے لگے۔ رفتہ رفتہ اس کا اثر سرزمین بیاز میں (غرناطہ کے مضافات) تک پہنچا۔ باشندگان غرناطہ دو فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے صلح پسندی اور حکومت اسلامیہ کے ضعیف ہو جانے کے سبب سلطان ابو عبداللہ کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی اور بعض نے اس سے اختلاف کیا۔ باہم اس قدر نفاق بڑھا کہ ایک دوسرے کی بربادی کی فکریں کرنے لگے۔ اہل قلعہ نے اہل بیازین پر پتھر برسائے اور اہل بیازین نے بھی اس کا ترکی بہ ترکی جواب دیا۔غرض ان ناعاقبت اندیشوں نے باہم کشت و خون کرکے مجموعی قوت کو رفتہ رفتہ ختم کر دیا اور عیسائیوں کو اپنے ملک پر قبضہ کرنے کا موقع دے دیا۔

اس برباد کن واقعہ کی تیسری ربیع الاول ۸۹۱ھ (۱۴۸۶ء) سے بنا پڑی اور مسلسل نصف جمادی الاولیٰ سنہ مذکور تک یہ فتنہ و فساد جاری رہا۔ اس اثنا میں یہ خبر سننے میں آئی کہ سلطان ابو عبداللہ جس کے علم حکومت کی اطاعت اہل بیازین نے قبول کی تھی،لوشہ کی جانب آیا ہے اور لوشہ میں اس امید سے داخل ہوا ہے کہ اسے اور اس کے چچا زغل والی قلعہ غرناطہ سے باہم شرط مصالحت ہو جائے گی کہ زمام حکومت اس کے چچا زغل کے قبضہ اقتدار میں رہے اور اس کا بھتیجا ابو عبداللہ اس کے تحت حکومت اور سایہ عاطفت میں جس مقام پر چاہے یا کہ لوشہ ہی میں حکمرانی کرے اور بمقابلہ دشمنان اسلام دونوں مجموعی قوت سے میدان جنگ میں آئیں۔

اہل غرناطہ اس خوش کن خیال میں مستغرق تھے کہ والی قشتالہ (کسٹائیل) عظیم فوج لے کر لوشہ پر یلغار کرکے آپہنچا جہاں پر کہ سلطان ابو عبداللہ آیا ہوا تھا اور نہایت حزم و احتیاط سے محاصرہ کر لیا۔ اہل غرناطہ وغیرہ اس خیال سے کہ مبادا اس میں کوئی چال نہ ہو،اہل لوشہ کی اعانت پر نہ آئے صرف چند لوگ بیازین کے جو کہ پہلے سے بقصد جہاد آئے ہوئے تھے لوشہ کے بچانے کے لیے لوشہ میں موجود تھے۔ اہل لوشہ میں اس قدر قوت کہاں تھی کہ خود اپنی حفاظت کر سکتے،مجبور ہو کر والی قشتالہ سے اپنے جان و مال اور اہل و عیال کی امان حاصل کرکے لوشہ کو دشمن کے حوالہ کر دیا چنانچہ والی قشتالہ نے چھبیسویں جمادی الاولیٰ ۸۹۱ھ (۱۴۸۶ء) میں لوشہ پر قبضہ کر لیا اور اہل لوشہ ہجرت کرکے غرناطہ چلے آئے۔

سلطان ابو عبداللہ لوشہ ہی میں مقیم رہا،اس سے اہل غرناطہ کو کامل یقین ہو گیا کہ لوشہ پر عیسائیوں کا قبضہ سلطان ابو عبداللہ کی سازش سے ہوا ہے اور یہ لوشہ میں عیسائیوں کو قبضہ دلانے ہی کی غرض سے آیا تھا۔ اہل بیازین اور غرناطہ والوں سے اس بابت بحث و مباحثہ ہوا جس سے وہ راز جو دلوں میں پوشیدہ تھا ظاہر ہو گیا۔ لوشہ پر قبضہ حاصل کرکے والی قشتالہ سلطان ابو عبداللہ کے ساتھ اپنے دارالحکومت واپس چلا گیا۔

پندرھویں جمادی الثانیہ سنہ مذکور میں والی قشتالہ نے بیرہ کی جانب قدم بڑھایا اور اس کے شہر پناہ کی فصیل کو ایک جانب سے توڑ ڈالا۔ اہل بیرہ نے گھبرا کر بخوف جان امان طلب کی اور شہر کو والی قشتالہ کے حوالہ کرکے غرناطہ چلے آئے۔ اس کے بعد قلعہ مثلین کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا،اہل قلعہ نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے لیکن قضا و قدر کو ان کی فتح یابی منظور نہ تھی اپنے ہر ارادے میں ناکام رہے اور آخرکار قلعہ کی کنجیاں عیسائیوں کے حوالے کرکے غرناطہ چلے آئے۔

اہل قلنبیرہ نے بلا جدوجہد بغیر کسی لڑائی کے گردن اطاعت جھکا دی اور حملہ آور فریق کو قلنبیرہ سپرد کرکے غرناطہ کی جانب نکل کھڑے ہوئے' ان مقامات کو فتح کر لینے پر دشمنان اسلام مفت فرید پر چڑھ آئے۔ ہر چہار طرف سے گھیر کر آتش بازی شروع کر دی۔ لشکریوں کے رہنے کے مقامات جلا دیئے۔اہل شہر نے امان حاصل کی اور غرناطہ ہجرت کر آئے۔ اس کے بعد عیسائیوں نے منحرہ کی طرف کوچ کیا اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ بعدہ والی قشتالہ نے ان قلعوں اور مقامات کو آلات حرب' رسد

قلعہ اور فوج سے مضبوط اور مستحکم کیا اور محاصرہ غرناطہ کی غرض سے سواروں کی ایک بڑی فوج بھرتی کرنے کا حکم دے کر اپنے دارالحکومت واپس آیا' سلطان ابو عبداللہ بھی اس کے ہمراہ تھا۔

قسطالہ میں واپس آکر قسطالہ نے سلطان ابو عبداللہ سے جو اس کی قید میں تھا، یہ معاہدہ کیا کہ جو شخص ابو عبداللہ کا مطیع ہو گا اور اس کی حکومت کی ہوا خواہی کرے گا اسے پورے طور سے امان دی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی یہ اعلان کرایا کہ اس سے قبل بلاد اسلامیہ کی جانب جو پیش قدمی کی گئی وہ اس وجہ سے تھی کی بادشاہ فرانس سے ناچاقی ہو گئی تھی' چنانچہ سلطان ابو عبداللہ پھر بلش کی طرف آیا اور اس امر کو ظاہر کرنے لگا کہ جو شخص میرے علم حکومت کا مطیع ہو جائے گا ▪ آئندہ عیسائیوں کے ہاتھوں سے محفوظ رہے گا، میرے پاس عیسائی سلاطین کے عہد نامے ہیں۔ مسلمانوں نے عام طور سے اسے فریب تصور کیا اور کسی نے ذرا بھی اس کی طرف توجہ نہ کی مگر معدودے چند مثلاً" اہل بیازین وغیرہ اس فقرہ میں آگئے اور انہوں نے ابو عبداللہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

اہل بیازین اور اہل غرناطہ سے گفت و شنید شروع ہوئی۔ بظاہر مراسم اتحاد کرنے کی گفتگو ہوتی تھی لیکن دلوں میں کینہ و فساد بھرا ہوا تھا۔ سولہویں شوال ۸۹۱ھ کو بحالت غفلت سلطان ابو عبداللہ بیازین چلا آیا اور تمام بازاروں میں صلح کی منادی کرا دی۔ اہل غرناطہ نے پھر بھی اسے تسلیم نہ کیا اور جواب دیا کہ یہ معاہدہ صلح بھی لوشہ کے صلح نامہ کی طرح ہو گا۔ اس وقت سلطان ابو عبداللہ کا چچا زغل حمراء میں تھا۔ ہر فریق اپنے بنائے ہوئے بادشاہ کی طرف داری میں بہ کمال جدوجہد معروف ہو گیا۔ رفتہ رفتہ بحث و مباحثہ نے لڑائی کی صورت اختیار کر لی۔ والی قسطالہ کو موقع مل گیا۔ اہل بیازین کی امداد کو فوجیں بھیجیں' آلات حرب بھیجے' رسد و غلہ روانہ کیا' بہت بڑی خون ریزی کا دروازہ کھل گیا۔ قتل وغارت کی کوئی حد نہ تھی۔ ستائیسویں محرم ۸۹۲ھ (۱۴۸۶ء) تک یہ سلسلہ قائم رہا۔

آخرالامر اہل غرناطہ نے بزور تیغ جبرا" بیازین پر قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا' چنانچہ والی غرناطہ نے بسطہ' وادی آش' مریہ' منکب' بلش اور مالقہ سے مسلمانوں کو جمع کیا اور سب سے اتفاق اور اتحاد کی قسمیں لیں کہ آئندہ دشمنان اسلام کے مقابلہ میں متحد الکلم ▪ کر رہیں گے اور ہم میں سے جس کی طرف دشمنان اسلام ذرا بھی قدم بڑھائیں گے، سب کے سب متفق ہو کر لڑیں گے۔ والی بیازین (سلطان ابو عبداللہ) کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ والی قسطالہ کے پاس یہ واقعات لکھ بھیجے۔ ادھر والی قسطالہ نے جو ایسے ہی وقتوں کا منتظر تھا فوجیں آراستہ کرتے بلاد اسلامیہ کو پامال کرنے کی غرض سے اطراف بلش کی جانب کوچ کر دیا۔ ادھر والی بیازین نے اپنے وزیر کو مالقہ و قلعہ منشاة کی طرف عیسائی سلاطین کے عہد ناموں کو دے کر روانہ کیا۔ چنانچہ اہل مالقہ و قلعہ منشاة بخوف والی قسطالہ سلطان ابو عبداللہ کے مطیع ہو گئے۔

اس کے بعد سرداران مالقہ اور اہل بلش نے ایک جلسہ میں جمع ہو کر سلطان ابو عبداللہ کی اطاعت قبول کرنے پر بحث و مباحثہ کیا لیکن کوئی نتیجہ نہ پیدا ہوا' نہ ▪ اپنے عہد اقرار سے پھرے نہ یہ اس کے مطیع ہوئے۔ ماہ ربیع الثانی ۸۹۳ھ (۱۴۸۷ء) میں بادشاہ قسطالہ نے بلش اور مالقہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے فوج کشی کی۔ والی غرناطہ یہ خبر سن کر فوج اور وادی آش کے مجاہدین کے ساتھ چوبیس ربیع الثانی کو بلش کی حمایت کے لئے آ پہنچا مگر دشمنان اسلام نے عساکر اسلامیہ کے پہنچنے سے پیشتر بلش پر محاصرہ ڈال دیا تھا اور خشکی اور دریا کے راستے روک لیے تھے۔ غازیان اسلام نے ایک پہاڑ پر جو کہ عیسائی لشکر کے سامنے تھا اپنا مورچہ قائم کیا اور بے ترتیبی کے ساتھ جب کہ عیسائیوں نے بلش پر حملہ کیا عیسائیوں پر حملہ آور ہوئے۔ اتنے میں یہ خبر سننے میں آئی کہ اہل غرناطہ نے والی بیازین (سلطان ابو عبداللہ) کی حکومت و امارت کو تسلیم کر لیا ہے۔

اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ زغل (سلطان غرناطہ) کی فوج کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور کمال ابتری سے بھاگ کھڑی ہوئی حالانکہ عیسائیوں کو گھر جانے سے سخت تشویش پیدا ہو گئی تھی۔ چونکہ روز ازل سے اس معرکہ میں شکست کھانا مسلمانوں کی قسمت میں لکھا گیا تھا، شکست اٹھا کر غرناطہ کی طرف آئے تو اہل غرناطہ نے مخالفت کا اعلان کر دیا مجبورا" وادی آش کی طرف

چلے۔ عیسائیوں نے اس امر کا احساس کر کے اس فوج کے ساتھ جسے اہلِ غرناطہ اور مجاہدین وادی آش کے مقابلہ کے لئے مرتب کیا تھا' بلش پر حملہ کر دیا اور قتل وغارت کرتے ہوئے گھس پڑے۔ بہت بڑی خون ریزی ہوئی اور ناکامی کے ساتھ عساکر اسلامیہ کو شکست نصیب ہوئی۔ اہل بلش نے کمال جدوجہد سے امان حاصل کی اور یوم جمعہ دسویں جمادی الاولیٰ سنہ مذکور کو بلش سے دست کش ہو کر نکل کھڑے ہوئے' بلش کے فتح ہونے سے تمام بلاد شرقی مالقہ اور قلعہ قمارش عیسائیوں کے دائرہ حکومت میں داخل ہو گئے۔

اس کے بعد دشمنان اسلام نے مالقہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل مالقہ نے اس سے قبل والی بیازین (سلطان ابو عبداللہ) کی اطاعت قبول کر لی تھی اور اس اعتبار سے گویا صلح میں داخل ہو گئے تھے جس وقت عیسائیوں نے بلش پر قبضہ حاصل کر لیا تھا' اہل مالقہ نے بہ اظہار اخلاص مندی اپنے سپہ سالاروں کو بہ ہمراہی وزیر والی بیازین ہدایا و تحائف دے کر والی قشتالہ کے پاس روانہ کیا تھا' والی قشتالہ نے ذرا بھی اس کی طرف توجہ نہ کی' وجہ یہ تھی کہ کوہ فارہ جو کہ مالقہ کا قلعہ تھا اس وقت تک وادی آش کے علم حکومت کا مطیع تھا۔

والی قشتالہ نے مالقہ پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ بری اور بحری راستے بند کر دیئے۔ مدتوں محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ قائم رہا' مگر محاصرین کی ایک بھی پیش نہ گئی۔ نہ ان کے سرنگوں اور آتش بار برجوں نے کام دیا اور نہ ان کی توپ خانہ کی گولہ باری نے قلعہ کو سر کیا۔ تمام سرزمین اندلس کے نامی نامی عیسائی جنگ آور اور صف شکن دلاور مالقہ کے شہر پناہ پر جمع تھے لیکن یہ قلعہ کسی طرح سر نہ ہوتا تھا آخر کار محاصرہ طویل ہونے کی وجہ سے غلہ ختم ہو گیا اور بھوک کی شدت سے محصورین نے مویشی' گھوڑے اور خچروں کو کھانا شروع کیا مگر حرفِ اطاعت زبان پر نہ لائے۔ سرحدی اسلامی سلاطین کو اپنی کمک پر بلایا اپنی زبوں حالت لکھی مگر نہ کسی نے سنی اور نہ کسی ہمدردی کا اثر پیدا ہوا۔ چندے اہلِ شہر نے ان مصیبتوں پر بھی صبر کیا اور استقلال کے ساتھ اپنے حریف کے مقابلہ پر اڑے رہے۔ پھر جب ضعف و ناتوانی اور فاقہ کشی سے تنگ آ گئے اور بیرونی مدد کی توقع بھی جاتی رہی تو صلح کا پیام دیا۔ والی قشتالہ نے کہلا بھیجا تم نے اس وقت امان طلب کی ہے جب کہ تم اپنا زور ختم کر چکے ہو' فاقہ کشی سے تنگ آ گئے ہو' بیرونی امداد سے ناامید ہو گئے ہو اور اپنی موت کا یقین کر لیا ہے۔ لہٰذا تمہاری سزا یہ ہے کہ تم لوگ بلا کسی شرط کے قلعہ کی کنجیاں ہمارے حوالہ کر دو اور شہر پناہ کے دروازے کھول دو۔ ہم تمہارے اور تمہارے سلطان کے ساتھ معاملہ اچھا کریں گے۔ اہلِ شہر نے گھبرا کر شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ قلعہ دار نے کنجیاں قلعہ کی حوالہ کر دیں۔ عیسائیوں نے شہر میں داخل ہوتے ہی براہِ دغا جیسا کہ ان کا رویہ ہے' سب کو گرفتار کر لیا۔ یہ واقعہ اواخر ماہ شعبان ۸۹۲ھ (۱۴۸۶ء) کا ہے۔

فتح مند گروہ نے اگلے دن باشندگان شہر کی بابت یہ حکم صادر کیا کہ جو کچھ مال و متاع ان کے پاس اس وقت موجود ہے ابھی دے دیں اور اسی قدر آٹھ ماہ کے عرصہ میں ادا کریں ورنہ ہمیشہ کے لئے غلامی قبول کریں۔ چنانچہ باشندگان شہر کی ایک فہرست تیار کی گئی اور جانچ و پڑتال کرنے کے بعد سب کے سب شہر سے نکال باہر کیے گئے۔ مسلمانان مالقہ کے لئے یہ دن قیامت کے دن سے کم نہ تھا۔ ضعیف العمر' فاقہ کش مردوں' بے کس و بے پناہ عورتوں کی بہت بڑی جماعت لٹے قافلہ کی طرح حسرت و یاس سے مالقہ کے درودیوار کو دیکھتے ہوئے سیوائیل کی جانب نکل گئے اور میعاد ختم ہونے کے بعد جب بقیہ زر فدیہ ادا نہ کر سکے تو بموجب عہد نامہ پندرہ ہزار آدمی ہمیشہ کے لئے نسلاً" بعد غلام قرار دیئے گئے۔

۸۹۳ھ (۱۴۸۷ء) میں والی قشتالہ بلش وغیرہ کی جانب بڑھا۔ اہل بلش نے صلح کی درخواست کی' والی قشتالہ نے صلح سے انکار کر کے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس قدر فتوحات بزور تیغ یا براہ مکر و فریب حاصل کرنے کے بعد والی قشتالہ اپنے دارالحکومت کو لوٹ گیا پھر اگلے سال ماہ رجب ۸۹۴ھ (۱۴۸۸ء) میں بسطہ (بازا) کے بعض قلعوں کو سر کرنے کے لئے آیا اور چند لڑائیوں کے بعد فتح کر کے ان پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد بسطہ پر حملہ آور ہوا۔ والی وادی آش (زغل) نے والی قشتالہ

کے مورچہ قائم کرنے کے بعد وادی آش' مریہ' منکب اور بشرات کی فوجوں کو اپنے ایک نامور سپہ سالار کی افسری میں بسہ کی حمایت کے لئے روانہ کیا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں میں سخت اور خون ریز جنگ ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں کو بسہ کے قریب جانا نصیب نہ ہوا اور نہ اس کا محاصرہ کر سکے۔ رجب' شعبان اور رمضان اس عنوان سے گزر گیا۔ شوال کے مہینے سے دشمنان اسلام نے محاصرہ میں شدت اور جنگ میں سختی شروع کی۔ ذیقعدہ اور ذوالحجہ میں بڑے بڑے حملے ہوئے۔ اندرون شہر سے اہل شہر محاصرین کی مدافعت کر رہے تھے اور باہر سے والی آش کی فوجیں محاصرین کے حصار پر نرغہ پر کر رہی تھی اور محاصرین کی چونکہ تعداد زیادہ تھی اس وجہ سے دونوں کا مقابلہ کر رہے تھے' آخری ذی الحجہ میں محاصرہ کی تکلیف کے ساتھ غلہ و رسد کی کمی کی شکایت بھی بڑھی۔ بیرونی آمد و رفت عیسائیوں نے بند کر دی۔

محصورین کا یہ خیال تھا کہ موسم سرما کے آنے پر محاصرین محاصرہ اٹھا کر خود بخود چلے جائیں گے مگر ان کا یہ خیال غلط نکلا۔ والی قشتالہ نے قیام کا حکم دیا اور گردونواح کے علاقوں کو تاخت و تاراج کرنے لگا۔ انجام کار اہل شہر نے تنگ آ کر مصالحت کی گفتگو شروع کی۔ چند عیسائی سردار شہر کی حالت دیکھنے کو گفتگوئے مصالحت کے بہانہ سے شہر آئے' اہل شہر نے انہیں غلہ وغیرہ کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ عیسائیوں نے یہ خیال کر کے کہ ابھی شہر میں ہر قسم کے مقابلہ کی قوت ہے صرف اہل بسہ کو اور اہل وادی آش' منکب' مریہ اور بشرات کو جنہوں نے امان کی امداد و اعانت کی تھی' اس شرط سے کہ بلا کسی تحریک کے شہر حوالہ کر دیں' امان دی اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ان کو امان نہ دی جائے گی۔ اہل شہر نے پہلے تو ان شرائط کو منظور نہ کیا۔ خط و کتابت کا سلسلہ طویل ہو گیا۔ اہل شہر نے یہ خیال کر کے کہ مبادا اصلی راز ظاہر ہو جائے' شرائط مذکورہ پر مصالحت کر لی۔ اہل بسہ' وادی آش' مریہ' منکب اور بشرات اس معاہدہ صلح کے مطابق دشمنان اسلام کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ دسویں محرم ۸۹۵ھ (۱۴۸۹ء) یوم جمعہ کو عیسائیوں نے قلعہ بسہ میں قدم رکھا اور قابض ہو گئے اور منادی کرا دی کہ جو شخص اپنی جگہ پر رہ جائے گا اسے امن ہے اور جو شخص بلا ہتھیار صرف اپنا مال و متاع لے کر نکلے گا اسے بھی امن ہے۔ غرض قلعہ بسہ پر قبضہ کرنے کے بعد عیسائیوں نے مسلمانوں کو قلعہ بسہ سے نکال کر مضافات بسہ میں آباد کیا اس کے بعد والی قشتالہ نے مریہ کا قصد کیا اہل مریہ نے بھی گردن اطاعت جھکا دی۔ رفتہ رفتہ اسی طرح تمام بلاد اسلامیہ پر عیسائیوں کا تسلط ہو گیا۔ والی وادی آش (زغل) جب اس روز افزوں ترقی کو نہ روک سکا تو اس نے بھی والی قشتالہ سے مصالحت کر لی' اوائل صفر سنہ مذکور میں اپنے تمام قلعوں کو دشمنان اسلام کے حوالہ کر دیا۔ پس چشم زدن میں ان تمام بلاد پر جو والی وادی آش کے تحت حکومت تھے، صلیبی پھریرا اڑنے لگا۔

اس وقت مسلمانوں کے قبضہ میں صرف غرناطہ باقی رہ گیا تھا جس پر سلطان ابو عبداللہ جو عیسائیوں کے اشارہ سے کٹھ پتلی کی طرح حرکات کرتا تھا' حکومت کر رہا تھا اور اپنے حریف چچا زغل کی معزولی اور عیسائیوں سے شکست کھانے کی خبریں سن سن کر مارے خوشی کے پھولا نہ سماتا تھا کیونکہ اس نے عیسائیوں کو زغل کے علاقہ کو تاخت و تاراج کرنے پر اکسایا تھا اور اسی نے اسے بے دست و پا بنانے کی کوشش کی تھی مگر اس کی یہ مسرت اور خوشی چند روزہ تھی' اسی سنہ میں بلاد مذکورہ کے فتح ہونے کے بعد والی قشتالہ فرڈی ننڈ نے سلطان ابو عبداللہ سے کہلا بھیجا کہ آپ بھی قلعہ حمراء خالی کر دیجئے جس طرح آپ کے چچا نے اپنے مقبوضات میرے حوالہ کر دیئے ہیں' اس کے عوض مجھ سے بہت سا مال و زر لیجئے اور اندلس کے جس شہر میں چاہیے بیٹھ کر آرام سے میرے زیر اثر حکومت کیجئے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان ابو عبداللہ نے عہد نامہ میں یہ بھی شرط لکھ دی تھی کہ اگر عیسائی سلاطین تمام علاقہ مقبوضہ زغل پر قبضہ کر لیں گے تو میں بھی بلا کسی حیلہ کے خود بخود غرناطہ سپرد کر دوں گا۔ چنانچہ اسی شرط کے بنا پر والی قشتالہ نے مقبوضات وادی آش کے سر کرنے کے بعد بطور یاددہانی کے یہ تحریک پیش کی اور فوجیں آراستہ کر کے قبضہ حمراء کے ارادے سے چلا۔ اصل یہ ہے کہ سلطان ابو عبداللہ اور بادشاہ قشتالہ میں باہم یہ معاملہ پہلے سے طے ہو چکا تھا اسی وجہ سے علی العموم

لوگ اسے کفار کا خیر خواہ' قوم و ملک کا دشمن سمجھتے تھے۔

بہرکیف جو کچھ ہو سلطان ابو عبداللہ نے غرناطہ کے روسا امرا' اراکین دولت' سرداران لشکر اور علماء کو ایک خاص جلسہ میں جمع کرکے والی قشتالہ کا پیام ظاہر کیا اور یہ بھی کہا کہ اس تحریک کا بانی مبانی میرا چچا زغل ہے کیونکہ اس نے عیسائی بادشاہ کی اطاعت قبول کرکے غرناطہ کے قبضہ پر انہیں ابھارا ہے موجودہ حالت میں دو صورتیں ہیں والی قشتالہ کی اطاعت قبول کرنا یا برسر جنگ آنا۔ حاضرین نے بالاتفاق جنگ کی رائے دی اور تیاری جنگ میں مصروف ہو گئے۔ اتنے میں والی قشتالہ عیسائی فوجوں کو لئے ہوئے میدان غرناطہ میں آ اترا اور اہل غرناطہ سے کہلا بھیجا بہتر یہ ہے کہ تم لوگ میری اطاعت قبول کر لو ورنہ تمہاری کھیتیاں اور ہرے بھرے باغ تاخت و تاراج کر دوں گا۔ اہل غرناطہ نے جواباً" مخالفت کا اعلان کیا اس پر والی قشتالہ نے اپنی فوج کو میدان غرناطہ میں پھیلا دیا۔

فوج نے مور و ملخ کی طرح پھیل کر تمام کھیتیاں اور میوہ جات کے باغات کو نوچ کھسوٹ کر چٹیل میدان بنا دیا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۸۹۵ھ (۱۴۸۹ء) کا ہے۔اس کے بعد مسلمانوں اور عیسائیوں میں بکثرت لڑائیاں ہوئیں بعض قلعوں کو جو کہ عیسائیوں کے قبضہ میں تھا،بزور تیغ فتح کرکے عیسائیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور مسلمانوں کو ان میں آباد کیا اور لوٹ کر غرناطہ آیا۔ پھر تیاری کرکے بشرات کی جانب کوچ کی۔ اس کے بعد بعض دیہاتوں اور قصبات کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔عیسائی اور مرتدین مکانات چھوڑ چھاڑ کر بھاگ نکلے۔ قلعہ اندرش پر جا پہنچا۔ عیسائی پھریرا اکھاڑ کر پھینک دیا اور اسلامی جھنڈا گاڑ دیا۔ اہل بشرات نے یہ رنگ دیکھ کر گردن اطاعت جھکا دی۔ اسلام اور مسلمانوں کا دور دورہ پھر شروع ہو گیا۔عیسائیوں کی غلامی اور اطاعت سے مسلمانوں کو آزادی حاصل ہوئی۔

انہی مقامات سے کسی گاؤں میں سلطان ابو عبداللہ کا چچا ابو عبداللہ محمد بن سعد معروف بہ زغل اپنے چند آدمیوں کے ساتھ مقیم تھا۔ ماہ شعبان سنہ مذکور میں اہل غرناطہ نے اس بنا پر اس کا قصد کیا کہ اس نے بطمع مال و زور کفار سے مصالحت کرکے اپنے مقبوضات کو ان کے حوالے کر دیا تھا۔ زغل نے یہ خبر پا کر مریہ میں جا کر پناہ لی۔ تمام مقبوضات بشرات تاحدود برجہ سلطان ابو عبداللہ کے زیر تسلط آ گئے۔ اس وقت مسلمان غرناطہ کا جوش و خروش اور اتفاق باآواز بلند کہہ رہا تھا کہ اگر چندے یہ حالت باقی رہی تو کم از کم غرناطہ پر ایک مرتبہ پھر عالم شباب آنے والا ہے مگر افسوس ہے کہ یہ ایک سنبھالا تھا جس طرح مدتوں کا بیمار جس کے تمام قوائے نفسانی اور اعضائے جسمانی پر بیماری کا تسلط ہو جاتا ہے اور طبیعت جو کہ محرک بدن ہے،مرض کے مقابلہ سے عاجز ہو کر تمام بدن سے سمٹ کر قلب میں آ جاتی ہے اور اپنا عمل ترک کر دیتی ہے تو قریب موت انسان ذرا سنبھل جاتا ہے'چہرے کی زردی پر ذرا سرخی کے خطوط عیاں ہو جاتے ہیں' ہنستا ہے بولتا ہے' اس کے اعزہ و اقارب بظاہر صحیح و تندرست سمجھتے ہیں مگر چند ہی ساعت کے بعد دفعتہ" قلب کی حرکت رک جاتی ہے اور وہ دم توڑ دیتا ہے۔ اسی طرح یہ مسلمانوں کا آخری سنبھالا تھا۔ اس مرتبہ سلطان ابو عبداللہ کے چچا زغل نے عیسائیوں کو ابھارا اور ان کے دلوں پر یہ مرتسم کر دیا کہ اہل غرناطہ کا یہ جوش دودھ کا ابال ہے اٹھا اور فرو ہو گیا۔

چنانچہ ماہ رمضان سنہ مذکور میں عیسائیوں نے قلعہ اندرش کو مسلمانوں کے قبضہ سے پھر نکال لیا۔ اس مہم میں عیسائیوں کے ساتھ زغل بھی تھا۔ اس واقعہ سے قبل سلطان غرناطہ نے ہمدان کی طرف قدم بڑھایا۔ہمدان میں اس وقت کسی چیز کی کمی نہ تھی' فوج بھی حسب ضرورت موجود تھی'غلہ اور آلات حرب بھی بکثرت تھے۔ اہل غرناطہ نے پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا اور قلعہ شکن توپیں لگا دیں۔ برج اول دوم اور سوم کو توڑ کر قلعہ پر دھاوا کیا۔ قلعہ کی فصیلیں اگرچہ لوہا لاٹ تھیں مگر مسلمانوں نے اس قدر اس پر گولہ باری کی کہ بہت جلد اس میں ایک بڑا سا روزن ہو گیا۔ عساکر اسلامیہ نے گھس کر اہل قلعہ کو جن کی تعداد تقریباً" دو سو تھی گرفتار کر لیا۔ مال و اسباب اور آلات حرب جس قدر تھے سب پر قابض ہو گئے' پھر آخری ماہ رمضان

سنہ مذکور میں بادشاہ غرناطہ نے بقصد منکب خروج کیا۔ شہر شلوبانیہ پر پہنچتے ہی خفیف محاصرہ کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ باقی رہا قلعہ وہ برابر لڑتا رہا یہاں تک کہ براہ دریا مالقہ سے امدادی فوج آگئی۔اس اثنا میں یہ خبر لگی کہ بادشاہ قشتالہ اپنی فوج کے ساتھ میدان غرناطہ میں آگیا ہے' سلطان غرناطہ یہ سنتے ہی قلعہ شلوبانیہ سے محاصرہ اٹھا کر کوچ و قیام کرتا ہوا تیسری شوال کو عیسائیوں کا ٹڈی دل لشکر پہنچنے کے بعد غرناطہ پہنچا۔ عیسائیوں نے برج ملاحہ اور ایک اور برج کو منہدم و مسمار کرکے آٹھویں روز وادی آش کا راستہ لیا اور وادی آش میں پہنچ کر مسلمانوں کو جلا وطن کر دیا۔ ایک شخص بھی اسلام کا نام لیوا کسی گوشہ شہر میں نہ رہا۔ اس کے ساتھ قلعہ اندرش کو بھی زمین دوز کرکے اپنے ملک کی جانب واپسی کی۔

سلطان زغل یعنی ابو عبداللہ محمد بن سعد نے ان واقعات کو آنکھوں سے دیکھ کر سرحدی خشکی کا راستہ لیا۔ پہلے لوہران پہنچا کچھ عرصہ بعد یہاں قیام کرکے تلمسان چلا گیا اور وہاں ہی اقامت اختیار کی۔ اس کے اہل و عیال بھی وہیں مقیم رہے۔ یہ لوگ بنو سلطان اندلس کے نام سے معروف و مشہور تھے۔ انگریزی مورخ لکھتے ہیں کہ سلطان فیض (فاس) نے اس کی آنکھیں نکلوا لی تھیں مگر اس کا سبب کچھ تحریر نہیں کرتے اور اسلامی مورخ اس کا ذکر نہیں کرتے۔ اس بابت میں موخر الذکر کو سچا باور کرتا ہوں کیوں اسی وجہ سے میں نے سلطان زغل کے بقیہ حالات زندگی کو قلم بند نہیں کیا۔ وہی مورخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس نے اپنی زندگی دریوزہ گری سے بسر کی اور اس کی عبا پر عربی زبان میں لکھا ہوا تھا "میں ہوں اندلس کا بدنصیب بادشاہ مجھ سے عبرت لو"۔ میں نے ان واقعات کو بھی کسی عربی کی تاریخ میں نہیں دیکھا معلوم نہیں یہ روایت کہاں تک صحیح ہے۔

اس کے بعد سلطان غرناطہ نے برشانہ کی جانب قدم بڑھایا اور محاصرہ کرکے قبضہ کر لیا جس قدر وہاں پر عیسائی سلاطین موجود تھے سب کو گرفتار کر لیا مگر یہ قبضہ اور کامیابی عارضی تھی۔ اس کے تھوڑے ہی دن بعد عیسائی سلاطین کے جھرمٹ برشانہ کو چھڑانے کو آپہنچے چنانچہ ماہ ذی قعدہ سنہ مذکور میں سلطان غرناطہ کو ان مقامات سے دست کش ہونا پڑا اور یہ مقامات مسلمانوں سے ایسے خالی ہو گئے کہ گویا کبھی یہاں ان کا وجود ہی نہ تھا۔ بارھویں جمادی ۸۹۶ھ (۱۴۹۰ء) میں دشمنان اسلام محاصرہ غرناطہ کے قصد سے لشکر آرائی کرکے میدان غرناطہ میں آپہنچے۔ کھیتیاں پامال کر دیں۔ باغات اجاڑ ڈالے دیہاتوں اور قصبوں کو ویران کر دیا۔ شہر پناہ کی فصیلوں کے مقابلہ پر دم دمے اور دمدمے بندھوائے' خندقیں کھدوائیں' سات مہینے کامل محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ قائم و جاری رہا چونکہ بشرات اور غرناطہ کے درمیان کوہ شلیر کی طرف والا راستہ کھلا تھا اس وجہ سے مسلمانان غرناطہ کو اس طویل حصار سے سوائے روزانہ جنگ کے اور کوئی خاص تکلیف نہ پہنچی۔ یہاں تک کہ موسم سرما آگیا۔ سردی اور برف نے راستہ روک لیا۔ رسد و غلہ کی کمی اس پر روزانہ جنگ اور شدت محاصرہ سے تنگ آگئے۔ عیسائیوں نے شہر کے اکثر بیرونی حصوں پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کو آمدورفت اور زراعت وغیرہ سے روک دیا۔ اس سے اہل غرناطہ کا حال اور زیادہ زبوں ہو گیا۔ یہ واقعات اوائل ۸۹۷ھ (۱۴۹۱ء) کے ہیں۔ اکثر اہل شہر شدت فاقہ سے گھبرا کر بشرات کی طرف بھاگ گئے۔ ماہ صفر سنہ مذکور میں عیسائیوں نے محاصرہ میں شدت کی حتی الامکان ہر طرف کے راستہ روک لیے۔ رسد و غلہ کے قحط اور گرانی کی موجودگی نے مسلمانوں کی رہی سہی قوت بھی فنا کر دی۔ عوام الناس جمع ہو کر علماء کی خدمت میں گئے اور ان کی وساطت سے اہل دولت ارباب مشورت اور سلطان سے عرض پرداز ہوئے۔

"دشمنان اسلام کی قوت یوماً فیوماً بڑھتی جاتی ہے اور ہم لوگ بے یارومددگار ایسی بے کسی میں مبتلا ہیں کہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون ہے۔ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فصل سرما آتے ہی دشمنان اسلام اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں گے مگر ہمارا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔انہوں نے کھیتیاں شروع کر دی ہیں۔بازار قائم کر لئے ہیں۔ مکانات بنوا لئے ہیں اور روز بروز ہم سے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم اپنے اور اپنی اولاد کے لئے کیا طریقہ اختیار کریں۔"

سلطان ابو عبداللہ نے اراکین دولت کو ایک جلسہ میں جمع کرکے عیسائیوں سے مقابلہ کرنے اور قلعہ حمراء سپرد کر دینے کی بابت مشورہ کیا۔سب نے یہ رائے دی کہ قلعہ حمراء عیسائیوں کے حوالہ کر دیا جائے اور بنظر احتیاط صلح وادی آش کے شرائط سے اس کی شرائط زیادہ

سخت اور مضبوط کر دی جائیں تاکہ عیسائیوں کو بدعہدی کا موقع نہ ملے۔ پس باتفاق جملہ ارباب مشورہ عہد نامہ لکھا گیا اور اہل غرناطہ کو سنا کر بادشاہ قسطالہ کو دے دیا گیا۔ بادشاہ قسطالہ نے ان شرائط کو منظور کر لیا اور سلطان غرناطہ نے حمراء سے اپنا قبضہ اٹھا لیا۔ ۲ ربیع الاول سنہ ۸۹۷ھ کو عیسائیوں نے بخوف بدعہدی پانچ سو سرداران غرناطہ کو بطور ضمانت اپنے لشکر میں نظر بند کیا۔ اس کے بعد ہنستے ہوئے اور مسلمانوں کی حالت پر قہقہہ مارتے ہوئے حمراء میں قدم رکھا۔

عہد نامہ میں سڑسٹھ شرطیں تھیں' ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ ہر خورد و کلاں کو اس کی جان کی اور اس کے مال کی مع اس کے اہل کے امان دی جائے اور وہ لوگ اپنے اپنے مکانات اور محلوں میں اپنی جائدادوں پر قابض رہیں اور ایک شرط یہ تھی کہ مسلمانان غرناطہ اپنی شریعت پر قائم رکھے جائیں' ان پر جو حکم کیا جائے وہ انہی کی شریعت کے مطابق ہو۔ اوقاف اور مسجد میں بدستور بحال رکھی جائیں۔ کبھی کوئی عیسائی مسلم کے مکان میں نہ جائے اور نہ مسلمانوں پر کوئی دوسرا شخص سوائے مسلم کے حاکم مقرر کیا جائے غرض اسی قسم کی بہت سی شرطیں تھیں جس سے اہل غرناطہ نے اپنے جان و مال اور مذہب کی حفاظت کرنا چاہی تھی مگر عیسائیوں نے قبضہ کے بعد سب شرائط کو پس پشت ڈال دیا تھا اور اسے ایسا بھلا دیا کہ گویا کوئی اقرار ہوا ہی نہیں تھا جیسا کہ آپ آئندہ پڑھیں گے۔

اہلِ غرناطہ کی مصالحت سے مطلع ہو کر اہل بشرات نے بھی انہی شرائط پر عیسائیوں سے مصالحت کر لی اور اہل غرناطہ کی طرح خط غلامی یا اطاعت لکھ دیا۔

اس صلح اور معاہدہ میں مُوسٰی نے شرکت نہیں کی اور نہ اسے یہ پسند آیا کہ قلعہ حمراء میں میری آنکھوں کے سامنے عیسائی کونسل اجلاس کرے۔ مُوسٰی وہی شخص ہے جس نے اہل غرناطہ کو عیسائیوں کی مخالفت پر ابھارا تھا اور ان کے مردہ بتوں میں دوبارہ مردانگی کی روح پھونکی تھی۔ کہتے ہیں کہ مُوسٰی اسی غم و غصہ میں سر سے پاؤں تک سلاح جنگ زیب تن کر کے ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور شہر سے باہر نکل گیا۔ پھر اس کا پتہ و نشان نہ ملا۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ آگے بڑھ کر دشمنوں کی ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ سب پر ایک ساتھ مُوسٰی نے حملہ کیا۔ اکثر کو تہ تیغ کیا۔ باقی ماندگان میں سے کچھ سینہ سپر ہو کر لڑتے رہے آخر کار موسٰی بھی زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرا۔ عیسائیوں نے اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہا جس طرح دلیر اور مغلوب دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے مگر مُوسٰی نے نہایت نفرت کی نگاہوں سے دیکھ کر منہ پھیر لیا اور ذرا بڑھ کر ایک عیسائی پر وار کر دیا۔ یہ عیسائی تو سیدھا اپنا ٹھکانے کو چلتا نظر آیا۔ دوسرا بڑھا اس کا بھی یہی حال ہوا۔ تھوڑی دیر تک مُوسٰی گھٹنوں کے بل کھڑا ہوا لڑتا رہا یہاں تک کہ اس کے اعضا نے جواب دے دیا۔ تب موسٰی نے آخری کوشش کی اور اپنے مقام سے اچھل کر اپنے آپ کو دریائے ژنیل میں گرا دیا' دریائے ژنیل نے فوراً" اسے اپنی آغوش میں لیا اور حملہ آور عیسائی منہ تکتے رہ گئے۔

عیسائیوں نے حمرا پر قبضہ کرنے کے بعد حسب ضرورت ترمیم شروع کی' فصیلوں کو درست کیا' زمانہ محاصرہ اور جنگ میں جو مقامات ٹوٹ گئے تھے انہیں از سر نو بنوایا۔ دن کو عیسائی کونسل حمراء میں اجلاس کرتی تھی اور رات کے وقت بدعہدی کے خوف سے اپنے لشکر گاہ میں واپس چلی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ جب انہیں مسلمانوں کی جانب سے اطمینان ہو گیا تو بے خوف و خطر رہنے لگے۔ شہر میں اپنی جانب سے احکام مقرر کیے۔

غرناطہ اور سلطان ابو عبداللہ کی حکومت کا یہ دم واپسیں تھا۔ بدقسمتی سے یا کسی گھمنڈ پر اہل غرناطہ نے یہ شرط بھی کر لی تھی کہ ایک مدت معینہ کے لیے باہم صلح رہے۔ اگر اس عرصہ میں کوئی بیرونی مدد کہیں سے آجائے گی تو تیغ و سپر ہو کر قسمت کا فیصلہ کریں گے ورنہ قلعہ حمراء کی طرح شہر بھی سپرد کر دیا جائے گا چنانچہ اہل غرناطہ نے سلاطین فاس' ترکی اور حکمران مصر سے امداد کی درخواست کی اور جب وہاں سے صدائے برخاست کا مضمون ہوا تو عیسائیوں نے تخلیہ شہر کا دباؤ ڈالا اور بہ جبر سلطان ابو عبداللہ کو غرناطہ سے منتقل کر کے بشرات لا کر ٹھہرایا پھر بشرات سے دھوکہ دے کر اندرش لے آئے کہ بشرات کی زمام حکومت آپ کے قبضہ میں رہے گی مگر چند وجوہات کے باعث آپ کو اندرش میں قیام کرنا ہو گا۔ سلطان ابو عبداللہ اس پر بھی راضی ہو گیا اور کشاں کشاں بشرات سے اندرش جا پہنچا۔

سلطان ابو عبداللہ کے نکلتے ہی عیسائیوں نے عساکر اسلامیہ کو بھی غرناطہ سے نکال باہر کیا۔ اس کے تھوڑے ہی دن بعد عیسائیوں نے بحکمتِ عملی سلطان ابو عبداللہ کو افریقہ کی جانب نکل جانے پر آمادہ کیا اور ایک پروانہ راہداری لکھ کر دے دیا کہ سلطان ابو عبداللہ سے کوئی شخص معترض نہ ہو جہاں چاہیں چلے جائیں۔ پس سلطان ابو عبداللہ کشتی پر سوار ہو کر ملیلہ پہنچے چندے قیام کر کے فاس جا کر قیام پذیر ہوا۔ زمانہ جلا وطنی میں بڑے بڑے مصائب کا سامنا ہوا۔ شدت سفر، فاقہ کشی، تہی دستی اور اس پر مستزاد یہ کہ کئی دفعہ بیمار بھی ہوا مگر تکلیف و مصیبت کے دن اسے جھیلنے تھے۔ قید حیات سے سبکدوش نہیں ہوا۔ فاس میں سلطان ابو عبداللہ نے دو ایک مکان اندلس کے طرز و انداز کے بنوائے اور ۹۴۰ھ (۱۵۳۴ء) میں اس دارفانی سے رحلت کر گیا۔ اس کے دو لڑکے تھے ایک کا نام یوسف تھا اور دوسرے کا نام احمد۔ ان کی اولاد ۱۰۳۷ء تک فاس میں موجود تھی جن کی اوقات بسری اوقاف کی آمدنی سے ہوتی تھی۔

اس کے بعد عیسائیوں نے آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے عہد نامہ مصالحت کی شرائط کی خلاف ورزی شروع کی آخر کار نوبت اس حد تک پہنچی کہ ۹۰۴ھ (۱۴۹۸ء) میں مسلمانوں کو عیسائی مذہب قبول کرنے پر مجبور کرنا شروع کیا حالانکہ اہل غرناطہ پر مذہباً" کسی قسم کا دباؤ نہ ڈالا جائے گا اور وہ بدستور اپنے عقائد مذہبی پر قائم رکھے جائیں گے مگر عیسائی گورنمنٹ نے اس شرط کی طرف مطلقاً التفات نہ کی۔ ابتداً" ہر ننڈوار کب بشپ اور اس کے ماتحت پادریوں نے یہ رویہ اختیار کیا کہ مسلمانوں کو بہ حکمت عملی اور تالیف قلوب سے عیسائی بنانے لگے اور جب اس میں ایک گونہ ان کو کامیابی ہو چلی تو ایک گشتی فرمان بایں مضمون جاری کیا کہ جن لوگوں کے آباو اجداد عیسائی تھے وہ جبراً" گرجا آکر بپتسمہ لے لیں اور مذہب توحید کو چھوڑ کر تثلیثی ملت اختیار کریں۔ ایک بڑی جماعت جن کے مورث عیسائی مذہب رکھتے تھے جبراً عیسائی بنا لیے گئے۔

اس پر مسلمانانِ غرناطہ نے کسی قدر چون و چرا کیا مگر کمزوری اور کسی قسم کی قوت نہ ہونے کی وجہ سے خاموش ہو رہے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس کے بعد پادریوں اور پرجوش عیسائیوں نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ علی العموم مسلمانوں کو پکڑ لیتے تھے اور اس سے کہتے تھے کہ تمہارا دادا نصرانی تھا۔ مسلمانوں نے اسے مسلم بنا لیا اب تم پھر عیسائی مذہب قبول کر لو۔ اگر اس پر وہ بحث و مباحثہ کرتا تو بغاوت کا جرم لگا کر اسے قید کر دیتے۔ رفتہ رفتہ عیسائیوں کے اس جوش نے اس قدر ترقی کی کہ بڑے بڑے پکے مسلمان عیسائیت نہ قبول کرنے کے سبب سے جرم بغاوت میں گرفتار کر لیے گئے اور مسلمان ہونے کی پاداش میں انہیں سخت سے سخت سزا دی جانے لگی۔

اہل بیازین (البسین) کو یہ امر ناگوار گذرا آدہ اپنے مذہب کی حمایت پر اٹھ کھڑے ہوئے اور عیسائی حکام کو قتل کر ڈالا۔ غرناطہ اور اس کے مضافات میں بغاوت کا مادہ پھیل گیا۔ ہر کوچہ و بازار میں غدر مچ گیا۔ عیسائیوں نے اس امر کا احساس کر کے معاملہ طول کھینچا چاہتا ہے نرمی وملاطفت سے مسلمانوں کے جوش کو فرو کیا اور سردست تمام اختلافات کو رفع دفع کر دیا مگر یہ کارروائی اس وقت کے لئے کی گئی تھی کارڈی فل زی نس نے جو اس ہنگامہ کا بانی مبانی تھا اور جسے ملکہ ازابلہ نے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی غرض سے ہرننڈوارک بشپ کی مدد کے لئے بھیجا تھا، ملکہ ازابلہ کو سمجھا بجھا کے ایک فرمان بایں مضمون لکھوایا کہ پچھلے دنوں جن لوگوں نے حاکم وقت سے بغاوت کی تھی ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کیے جائیں اور اگر وہ مذہب عیسائی قبول کر لیں گے تو سزائے موت سے نجات مل جائے گی' اس فرمان کے جاری ہونے سے اکثر لوگ کیا دیہات کیا شہر والے عیسائی ہو گئے۔

چند لوگوں نے نصرانیت کو قبول کرنے سے انکار کیا' باہر کا نکلنا بند کر دیا خانہ نشین ہو گئے۔ ایسا ہی نفیق اور اندرش کے دیہاتوں اور بعض بعض مقامات کے رہنے والوں نے بھی کیا لیکن کوئی معقول نتیجہ پیدا نہ ہوا۔ دشمنان اسلام نے انہیں ختم کرنے کی غرض سے فوجیں فراہم کیں اور ایک سرے سے بہتوں کو قتل کر ڈالا' قید کر لیا۔ صرف ▪ لوگ اس مصیبت سے محفوظ رہے جنہوں نے نیکوہ بللنقہ کو مرکز بنا رکھا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کی۔ دشمنان اسلام سے بارہا تیغ ▪ سپر ہوئے' انہیں لڑائیوں میں والی قرطبہ مارا گیا۔

اس عارضی کامیابی سے مسلمانوں کو بجائے فائدہ پہنچنے کے سخت نقصان کا سامنا کرنا پڑا' عیسائیوں کی جوش انتقام کی آگ بھڑک اٹھی' کونٹ آف ٹنڈلا نے قلعہ گرجا کو یلغار کر کے چھین لیا۔ کونٹ آف میرین نے ایک مسجد کو بارود سے اڑا دیا۔ اس مسجد میں ایک بڑے صوبہ کی

عورتیں اور بچے حفاظت کی غرض سے پناہ گزین اور بند تھے۔ شاہ فرڈی ننڈ نے قلعہ لنجارن کو فتح کر لیا جو تمام کوہستان کا پھاٹک تھا۔ ہزارہا مسلمان ان حملوں میں کام آ گئے۔ باقی ماندگان نے امان حاصل کی اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ فاس کی جانب جلا وطن ہو کر چلے گئے۔ ان جلا وطنوں کو یہ حکم دیا گیا کہ خفیف مال و اسباب اپنے ہمراہ لے جائیں۔ گراں بہا اسباب اور ذخیروں کو ہاتھ نہ لگائیں۔ چنانچہ ان جلا وطنوں نے کمال یاس و حسرت سے مصر' مراکو اور ترکی کا راستہ لیا اور وہاں پہنچ کر صنعت و حرفت کو ذریعہ معاش بنایا۔

ان واقعات سے گویا کوہستان بللنقہ کی مخالفت ختم ہو گئی تھی اور ان مسلمانوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا جنہوں نے وطن کی محبت کو مذہب پر ترجیح دی تھی مگر صرف ظاہرداری کے لیے عیسائی بنے ہوئے تھے اس کے فرائض کو بجبر و اکراہ کمال بے دلی سے ادا کر رہے تھے اور درپردہ نمازیں پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔حاکم وقت کے ظلم سے بچنے کے خیال سے اپنے بچوں کو گرجا میں لے جاتے اور بپتسمہ دلاتے لیکن پادری کی نظروں سے غائب ہو کر یا کم از کم اپنے مکان پر پہنچ کر ان کے منہ کو بڑی احتیاط سے دھو ڈالتے تھے۔اس طرح پہلے گرجا میں نکاح کراتے پھر اپنے گھر آ کر بموجب اسلام دوبارہ نکاح کرتے۔

غرض اس صورت و حالت سے مسلمانوں نے تقریباً" پچاس برس اور گزارے' عیسائیوں کے دلوں میں کینہ اور تعصب کی آگ تو بھری تھی۔ ان مسلمانوں کے دریافت حالت کی غرض سے جاسوس اور مخبر مقرر کیے اور جب انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ بظاہر عیسائی ہیں اور ان کے دلوں میں اس وقت تک اسلام کی محبت بھری ہوئی ہے' ان نرم دل پیروانِ عیسٰی نے ان میں سے ایک بڑی جماعت کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال کر جلا دیا۔ آلات حرب کا کیا ذکر ہے چھوٹے چاقو کے رکھنے کی ممانعت کر دی۔مسجدوں کو جبرا" بند کرا دیا۔ حمامات منہدم اور مسمار کرا دیئے۔مسلمانوں کے علمی سرمایہ اور لاکھوں کتابوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ ان سب وحشیانہ ظلموں سے بڑھ کر یہ ستم ڈھایا کہ وضع اور قطع اور نام و لباس تبدیل کر ڈالنے کا عام حکم دے دیا۔ زبان' رسم و رواج بھی بدلنے پر مجبور کیا۔

اس نامنصفانہ اور وحشیانہ سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے بحکم ہر کہ تنگ آید بجنگ آمد' جمع ہو کر عیسائیوں سے کلہ بکلہ لڑنے پر پھر کمر باندھ لی اور اس کوہستان بللنقہ کو اپنا مرکز بنا کے دشمنان اسلام سے تیغ و سپر ہونے لگے۔ کئی سال مسلسل یہ سلسلہ قائم رہا۔ سفاکی' غارت گری کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا خون ریزیوں اور شدید جسمانی سزاؤں کے مسلمان نشان بنے ہوئے تھے۔ امان دے کر قتل کرنا' وحشیانہ کشت و خون عیسائیوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ کوہستان بللنقہ کے تمام دیہات اور اس کا سارا پر فضا میدان مذبح بنا ہوا تھا۔ جان بخشی اور عفو تقصیر کا ان لوگوں نے سبق ہی نہیں پڑھا تھا۔ زندوں کو آگ میں ڈال دینا ان کے نزدیک کوئی بات نہ تھی' عورت' مرد اور بچوں کو آنکھوں کے سامنے ذبح کرا دینا معمولی شغل تھا۔

اس کے باوجود مسلمانوں نے کمال استقلال سے ان سب ناقابل برداشت ظلموں اور وحشیانہ سلوک کا مقابلہ کیا اور سینہ سپر لڑتے اور مرتے کھپتے رہے۔ متعدد مرتبہ اپنے مذہب اور ملک کی حمایت پر اٹھے' جسے شاہ سپین حد درجہ کے جدوجہد سے رفع دفع کرتا گیا آخر کار مسلمان اتنے کمزور ہو گئے کہ ان میں مقابلہ کی قوت باقی نہ رہی اور نہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے کسی کو ان کا مددگار اور معین بنایا یہاں تک کہ عیسائیوں نے ان پس ماندگان کو بھی جنہیں سوائے جلا وطنی یا غلامیت کے کوئی چارہ کار نہ تھا' ۱۰۱۷ھ (۱۶۰۸ء) میں جلا وطن کر دیا۔

ہزاروں نے فاس کا راستہ لیا اور ہزاروں تلمسان کی جانب روانہ ہوئے' عوام الناس کا ایک گروہ تونس کی طرف نکل کھڑا ہوا' ان غریب جلا وطنوں پر جنہوں نے تلمسان اور فاس کا رخ کیا تھا' یہ آفت آئی کہ رہزنوں اور بادیہ نشینوں نے انہیں لوٹ لیا' جان سے بھی گئے اور مال سے بھی' ان میں سے صرف چند لوگ جان بر ہوئے اور جن لوگوں نے تونس کی طرف سفر اختیار کیا تھا ان کا اکثر حصہ صحیح و سالم تونس پہنچا اور سلطان تونس کے حکم سے ان لوگوں نے ویران مقامات کو آباد کیا۔

کہتے ہیں کہ بیس ہزار سے زیادہ مسلمان تو پہلی لڑائیوں میں کام آئے تھے اور تقریباً" پچاس ہزار خاص صوبہ بللنقہ میں اس دن تک کھیت رہے تھے جب کہ ڈون جون شاہ فلپ کے سوتیلے بھائی نے عیسائی رسولوں اور شہیدوں کی عزت میں مسلمان قیدیوں کو ذبح کر کے تہوار منایا تھا۔

خانہ بربادی اور جلا وطنی کے سلسلہ میں غرناطہ کے خاتمے سے گیارہویں صدی کے عشرہ دوم تک (مطابق ۱۷ استرھویں صدی عیسوی)

تمیں لاکھ مسلمان جلا وطن اور خانہ برباد کیے گئے (انتہی ملخصا من کتاب نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب من صفحہ ۶۷۲ الی صفحہ ۸۱۴ من الباب ثانی من الجلد الثانی للشیخ العلامتہ ابو العباس احمد بن محمد المقری)

اندلس میں مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت گویا ایک خواب تھا کہ جب تک اس عالم میں رہے سب کچھ پیش نظر تھا مگر جوں ہی آنکھیں کھلیں نہ وہ منظر پیش نظر رہا اور نہ وہ عالم باقی رہا یا سراب کی سی کیفیت تھی کہ تشنہ لبوں کو دور سے پانی کی وادی معلوم ہوتی تھی اور جب قریب ہو گئے تو سوائے تودہ ریگ کے اور کچھ نہ تھا۔ یہی حالات بعینہٖ مسلمانوں کی اندلس میں ہوئی کہ جب تک اس ملک کی زمام حکومت اس قوم کے قبضہ اقتدار میں رہی اس وقت تک یہ لوگ شائستگی اور یہی تہذیب کا سرچشمہ' علوم اور فنون کا مرکز اور تمام یورپ کے استاد بنے رہے مگر جوں ہی مسلمانوں کو جلا وطنی اور خانہ بربادی نصیب ہوئی۔ مملکت ہسپانیہ سے سونے کی چڑیا اڑ گئی اب کوئی شخص ممالک متمدنہ میں اسے شمار تک نہیں کرتا۔

مسلمانوں پر یہ عام مصیبتیں شاہ فرڈی ننڈ' ملکہ ازابلہ چارلس پنجم اور فلپ دوم کے ہاتھوں نازل ہوئیں۔ان لوگوں نے جو سلوک مسلمانان اندلس کے ساتھ کیے اسے منصفانہ یا دانش مندانہ سلوک سے تعبیر کرنا انصاف اور عقل کا خون کرنا ہے۔انہوں نے ان پر سخت وحشیانہ ظلم کیے اور ان سے حد درجہ کی دغا بازی کی اگر عیسائی سلاطین اس عہد نامہ کی شرائط کو پیش نظر رکھتے جو ان سے اور آخری فرمانروائے غرناطہ کے درمیان ہوا تھا تو نہ اس قدر کشت و خون کی نوبت آتی اور نہ بغاوت کی آگ بھڑکتی۔ ان تمام خون ریزیوں اور غارت گریوں کے ذمہ دار یہی نرم دل عیسائی سلاطین ہیں جنہوں نے طرح طرح کے وحشت ناک قوانین جاری کیے اور بزور تیغ دین عیسائی کی اشاعت کی۔

جس وقت ہم اندلس کے دونوں فاتحوں کا مورخانہ حیثیت سے موازنہ کرتے ہیں تو زمین و آسمان کا فرق محسوس ہوتا ہے۔
مسلمانوں نے جس وقت اندلس کو فتح کیا تھا اس وقت تک ان کی عام حالت بادیہ نشینوں کی سی تھی'وہ بادیہ عرب سے نکل کر آئے تھے جہاں پر تھوڑے دن پیشتر بات بات پر لڑ جانا اور اس لڑائی کا مدتوں تک قائم رہنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا مگر جب وہ فتح مندی کا جھنڈا لے کر اندلس کی تسخیر کو آئے تھے، اس وقت شائستگی' تہذیب' ہمدردی انسانی اور مساوات کو بھی اپنے ہمراہ لائے تھے۔ اس کی تعلیم انہیں ان کے پاک مذہب سے ملی ہوئی تھی یہی وجہ تھی کہ نہ تو انہوں نے ان کے رسم و رواج بدلے تھے اور نہ ان کو جبراً" مسلمان کیا تھا۔ انہوں نے نہایت نیک نیتی سے اہل اسپین کے ساتھ حالانکہ ان کا شمار مفتوحہ اقوام میں تھا' بلا لحاظ مذہب و ملت مساوات اور یگانگت کا برتاؤ کیا اور ایسی تالیف قلوب کی اور اپنے اخلاق حسنہ کا ایسا سکہ جمایا کہ انہوں نے خود بخود بلا جبر و اکراہ مذہب اسلام کو قبول کرنا شروع کر دیا اور اپنی زبان سیکھنے کی بجائے عربی کی تعلیم کو باعث فخر و عزت سمجھنے لگے اب بھی سینکڑوں کیا ہزاروں عربی کے الفاظ اسپین کی زبان میں موجود ہیں۔
اصل یہ کہ ان عربوں نے صرف ان کے ملک پر قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ ان کے دلوں پر ان کی زبان پر قابض ہو گئے تھے'جبر سے نہیں رضا مندی سے اور جب عیسائیوں نے بدنصیب و غربت زدہ مسلمانوں سے اندلس پر قبضہ حاصل کیا تو باوجود عہد و قرار کے کیا کچھ نہیں کیا۔ مسلمانوں کو جبراً" عیسائی بنایا۔ رسم و رواج اور نام کے بدلنے پر مجبور کیا'ان کے بچوں کو گرجا میں لے جانے اور بپتسمہ دلانے کا حکم دیا۔ عیسائیوں کی طرح گرجا میں ان کے نکاح پڑھوانے پر زور دیا۔ انہیں خوش قطع اور خوش وضع لباس چھوڑنے کا حکم صادر کیا اور اہل اسپین کی طرح کوٹ پتلون پہننے اور ٹوپیاں دینے کا دباؤ ڈالا۔ ان کے حمامات مسمار کرا دیئے' مسجدوں کو حکماً" بند کر دیا اور بعض کو منہدم کرا کے کلیسا بنایا اور کسی کو عدالت کا کمرہ مقرر کیا۔ لاکھوں کتابوں کو جو مسلمانوں کا عمر بھر کا سرمایہ علمی تھا جلا کر خاکستر کر دیا اور اس پر بھی جب ان کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو انہوں نے تمام مالی اسباب چھین کر جلا وطن کر دیا۔

بہ ابن تفاوت از کجا است تا کجا

مسلمانوں پر یہ آفتیں صرف اس وجہ سے نازل ہوئیں کہ انہوں نے قرآن مجید سے کوئی تعلق نہ رکھا تھا'ارشادات نبویؐ کو پس پشت ڈال دیا تھا'اللہ کا خوف دلوں سے جاتا رہا تھا'اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں خود غرضی آگئی'ہمدردی اور اخوت اسلامی جاتی رہی'اولوالامر

کی اطاعت سے سبکدوش ہو گئے۔ عیسائیوں کے دوست اور ہوا خواہ بن گئے اور باہم لڑ جھگڑ کر عیسائیوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو مدد پہنچائی جس کی سخت ممانعت اور بے حد تاکید آئی ہے' اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ مصائب نازل کئے کہ جس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دوران فتح اندلس میں اللہ جل شانہ نے اپنے قرآن مجید کی آیتہ کریمہ واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضا لم تطؤھا وکان اللہ علی کل شئی قدیرا (اور تم کو مالک بنایا ان کی زمین اور ان کے گھر اور ان کے مال کا اور ایسی زمین کا جس پر کبھی تمہارے قدم نہیں گئے اور اللہ ہر چیز کے کرنے پر قادر ہے) کی پیش گوئی پوری کی۔

پھر جب مسلمانوں نے اپنی حالت بدل دی تھی تو بحکم ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا مابا نفسھم (بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں تبدیل کرتا جب تک ▪ اپنی حالت آپ نہ بدلیں) طرح طرح کی مصیبتوں میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مبتلا کیا اور آخر کار وان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والاخرۃ وما لھم فی الارض من ولی ولا نصیر (نہ مانیں گے اگر تو مار دے گا ان کو دکھ کی مار دنیا و آخرت میں اور نہیں ہے ان کا روئے زمین میں کوئی حمایتی اور مددگار) کی پیشن گوئی کو سچ کر دکھایا۔ کسی نے ذرا بھی ان کی مدد نہ کی' حالانکہ سلطان مراکو' سلطان ترکی' اہل تونس اور خدیو مصر کو بہت زیادہ موقع امداد کا حاصل تھا۔

واللہ یفعل مایشاء و یحکم مایرید (مترجم)

باب ۲۵

عیسائی فرمانروا

اس وقت چار عیسائی بادشاہ چاروں طرف سے بلاد اسلامیہ کو گھیرے ہوئے تھے اور ملت اسلامیہ ان لوگوں کے ساتھ دریا پار قیام کرنے میں عاجز ہو گئی تھی حالانکہ ان لوگوں نے ان اکثر شہروں کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا تھا جنہیں فتوحات اسلامی نے اپنے ابتدائے دور میں سر کیا تھا۔

عیسائی مملکتیں

ان چاروں عیسائی بادشاہوں میں سے بادشاہ قشتالہ (کسٹائل) کے مقبوضات وسیع اور بڑے تھے۔ قشتالہ اور قرنیترہ وغیرہ اس کی حکومت کے تحت تھے۔ قرنیترہ میں بسیط، قرطبہ، اشبیلیہ، طلیطلہ اور جیان وغیرہ شامل تھے جن کی حد جوف جزیرہ سے مغرب سے مشرق تک پھیلی ہوئی تھی۔

مغرب کی جانب سے بادشاہ برتغال (پرتگیز) کی سرحد ملتی تھی۔ اس کے مقبوضات کا رقبہ کم تھا صرف اشبونہ پر اس کا قبضہ تھا مجھے اس وقت تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ بادشاہ پرتگال کا نسب کیا ہے۔ گمان غالب یہ ہوتا ہے کہ ان سرداروں کے اخلاف (پس ماندگان) سے ہے جنہوں نے گزشتہ زمانہ میں بنو اوفونش کے مقبوضات پر قبضہ حاصل کیا تھا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ عجب نہیں کہ یہ ان کی اولاد سے ہوں اور ان کے بہترین نسب سے شمار کیے جاتے ہوں۔ واللہ اعلم

بادشاہ قشتالہ کے مقبوضات سے جانب شرق بادشاہ نبرہ کا ملک ملا ہوا تھا اور یہی بادشاہ بشکنش کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس کے مقبوضات کا بھی رقبہ کم اور چھوٹا تھا۔ صوبجات قشتالہ اور مقبوضہ جات بادشاہ برشلون کی درمیانی زمین اس کے قبضہ میں تھی۔ بادشاہ نبرہ کا دارالسلطنت شہر میلونہ تھا۔ اس کے علاوہ جو بلاد تھے اس پر بادشاہ برشلونہ کا قبضہ تھا۔ اب ہم ان لوگوں کے حالات زمانہ فتح اسلامی سے بیان کرنا چاہتے ہیں جس سے آپ کو بالتفصیل حالات سے آگاہی حاصل ہو جائے گی۔

جس وقت زمانہ فتح اسلامی میں مسلمانوں نے عیسائیوں کو ۹۰ھ (۷۰۸ء) میں مغلوب کر کے لرزیق (راڈرک) بادشاہ قوط (گاتھ) کو تہ تیغ کیا اور تمام جزیرہ اندلس میں سیلاب کی طرح پھیل گئے اس وقت تمام عیسائی گروہ اندرونی بلاد اندلس سے سمٹ کر ساحل سے باہر کی طرف بھاگ نکلے اور قشتالہ کی پرلی طرف کی سرحدوں کو عبور کر کے جلیقہ جا کر جمع ہوئے۔ ان لوگوں پر تین اشخاص نے حکومت کی۔ ابن ناقلہ انیس برس حکومت کرتا رہا۔ ۱۳۳ھ (۷۵۰ء) میں اس نے وفات پائی۔ اس کی جگہ قاقلہ تخت نشین ہوا۔ دو برس حکومت کر کے یہ بھی مر گیا۔ ان لوگوں نے ان دونوں کے بعد اوفونش بن بطرہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ اسی اوفونش کی اولاد اس وقت تک حکمرانی کی کرسی پر متمکن ہے۔ یہ نسباً عجم میں سے جلالقہ کے خاندان میں سے ہے' جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ ابن حیان کا گمان یہ ہے کہ یہ قوط کی نسل سے ہے اور میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قوم قوط (گاتھ) تباہ و برباد اور ہلاک ہو گئی اور یہ کم دیکھا گیا ہے کہ کوئی قوم تباہی و بربادی کے بعد پھر صحیح حالت پر آجائے بلکہ یہ دوسرے گروہ کا ایک نیا بادشاہ ہے۔ واللہ اعلم

الغرض اوفونش بن بطرہ نے پس ماندگان اور بقیہ عیسائیوں کو ان بلاد کی حمایت کرنے پر جمع اور متفق کیا جو مسلمانوں کے قبضہ اور تصرف سے بچ رہے تھے۔ اس وقت اسلامی فتوحات کا سیلاب جلیقیہ تک پہنچ گیا تھا اور جلیقیہ کی فتح کے بعد کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے تھے کہ اسلامی دلاوروں نے تیغ و سپر رکھ دیئے تھے۔ اتنے میں دولت اسلامیہ کے قوائے اندلس میں ضعیف ہو گئے اور عیسائیوں نے ان اکثر بلاد پر

جنہیں مسلمانوں نے عیسائیوں سے چھین لیا، قبضہ حاصل کر لیا۔ اٹھارہ سال حکومت کرنے کے بعد اوفونش بن بطرہ نے ۱۴۲ھ (۷۵۹ء) میں وفات پائی۔

فرویلہ بن اوفونش

اس کا بیٹا فرویلہ حکمران ہوا۔اس نے گیارہ سال حکومت کی اس کی شان و شوکت نے ترقی کی اور اس کی حکومت میں بھی مضبوطی پیدا ہوئی۔ اسی زمانہ میں اتفاق وقت سے عبدالرحمن داخل کو نظام حکومت کی درستی کی ضرورت پیش آگئی۔ پس فرویلہ نے شریک' برتقال' سمورہ' سلمنقہ' شقرینہ اور قشتالہ وغیرہم کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ ۱۵۸ھ (۷۷۴ء) میں یہ ہلاک ہو گیا۔اس کا بیٹا شیلون تخت آرائے حکومت ہوا۔ دس سال تک اس کی حکومت رہی۔ ۱۶۸ھ (۷۸۴ء) میں یہ بھی مرگیا تب عیسائیوں نے اوفونش کے سر پر تاج شاہی رکھا۔ سمول ماط نامی ایک عیسائی نے اس سے بغاوت کی اور دفعتہً حملہ کر کے اسے مار ڈالا اور اس کی جگہ سات برس تک حکومت کرتا رہا۔ اس واقعہ کے بعد ہی امیر عبدالرحمن کی حکومت اندلس میں ایک طاقتور حکومت ہو گئی اس کی فوجوں نے سرزمین جلیقیہ پر جہاد کیا۔ متعدد قلعے بزور تیغ فتح کیے، ہزارہا قیدی اور بہت سا مال عساکر اسلامیہ کے ہاتھ آیا۔ سمول کے بعد انہیں عیسائیوں میں سے اوفونش نامی ایک دوسرے شخص نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

عیسائی حکمران رذمیر اور سانجہ

ابن حیان نے تحریر کیا ہے کہ رذمیر کی حکومت ۳۱۹ھ (۹۳۱ء) عہد حکومت ناصر میں تھی۔خلیفہ ناصر نے اس پر بقصد جہاد فوج کشی کی۔ غزوہ خندق میں مسلمانوں کو عیسائیوں کے مقابلہ میں پسپا ہونا پڑا۔ یہ واقعہ ۳۲۷ (۹۳۸ء) کا ہے۔ غزوہ خندق شہر سنت ماکس کے قریب ایک میدان میں ہوا تھا جیسا کہ اپنے موقع پر ذکر کیا گیا' بعدہ ۳۳۳ھ (۹۴۴ء) میں رذمیر عیسائی بادشاہ مرگیا اس کا بھائی سانجہ (سانکو) تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اس کی دلیری اور مردانگی غیر معمولی تھی' نہایت چالاک اور ہوشیار تھا۔ مگر اس کے باوجود اراکین و سرداران دولت کے ہاتھوں اس کی حکومت کو بے حد نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کی حکومت کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا اس کے بعد بنو اوفونش کو جلالقہ میں پھر حکومت کرنا نصیب نہ ہوا لیکن زمانہ طوائف الملوکی کے بعد پھر اس کا دور دورہ ہوا اس کا ذکر اوپر کیا گیا۔

فرڈی ننڈ کا عروج و گرفتاری

ابن حیان نے نقل کیا ہے کہ اس گروہ کی بادشاہت میں فرونلڈ (فرڈی ننڈ) ابن عبد شلب سردار البتہ و قلاع کے ہاتھوں انقلاب پیدا ہوا۔ یہ ان تمام عیسائی سرداروں سے معظم و محترم تھا جو بڑے عیسائی بادشاہ کی طرف سے مختلف صوبوں کی گورنری پر مامور تھے۔ اس نے صوبہ البتہ میں سانجہ کی مخالفت کا اظہار کیا اور اپنی کمک پر سانجہ کے مقابلہ میں بادشاہ بشکنش کو لے آیا۔ سانجہ ان واقعات سے مطلع ہو کر خلیفہ ناصر کی خدمت میں فریادی بن کر دربار قرطبہ میں حاضر ہوا امداد کی درخواست کی چنانچہ خلیفہ ناصر نے اسے مالی اور فوجی مدد دی۔ اس امداد و اعانت کی بدولت خلیفہ ناصر کو سمورہ پر قبضہ مل گیا اور اس نے وہاں پر مسلمانوں کو ٹھہرایا۔ سانجہ اور فرونلڈ میں مدتوں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ فرونلڈ انہی لڑائیوں میں سے کسی لڑائی میں گرفتار کر لیا گیا پھر بادشاہ بشکنش اور سانجہ میں اس شرط پر مصالحت ہو گئی کہ فرونلڈ بن عبد شلب اس کا قیدی اس کے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ سانجہ نے اسے رہا کر دیا۔ اس کے بعد ۳۵۱ھ (۹۶۴ء) میں اردن اوفونش (اور ڈونو) خلیفہ مستنصر کی خدمت میں فریادی صورت بنائے ہوئے حاضر ہوا اور سانجہ کے مقابلہ میں امداد و اعانت کی درخواست کی۔ مستنصر نے اس کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور اپنے نامور سپہ سالار غالب کو اس کی کمک پر مامور کیا اس واقعہ کے بعد ادھر سانجہ بادشاہ اوفونش مقام بلیوس میں مرگیا۔ اس کا بیٹا رذمیر اس کی جگہ ان لوگوں پر حکومت کرنے لگا۔ ادھر

لـه میرے نزدیک یہ کاتب کی غلطی ہے ۱۴۲ھ کی جگہ ۱۵۳ھ (۷۶۹ء) ہونا چاہیے کیونکہ ۱۳۳ھ میں ابن قافلہ نے وفات پائی تھی اور دو برس تک اس کا بیٹا قافلہ حکمران رہا اس حساب سے ۱۳۵ھ میں اوفونش تخت حکومت پر متمکن ہوا اٹھارہ برس اس نے حکومت کی اس لحاظ سے اوفونش کا انتقال ۱۵۳ھ میں ہوا نہ کہ ۱۴۲ھ میں (مترجم)

فرو تنڈ بن عبد شلب سردار البتہ بھی وفات پا گیا اس کا بیٹا غرسیہ اس صوبہ کا مالک و سردار بنا لیا گیا۔

منصور بن عامر کی عیسائیوں سے جنگ

اتنے میں خلیفہ مستنصر نے وفات پائی اور رذمیر نے سرحدی شہروں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا' رفتہ رفتہ اس کی بدمعاملگی اور ایذارسانی بڑھتی گئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکوبی پر منصور بن عامر حاجب خلیفہ ہشام موید کو مامور کیا پس اس نے رذمیر کے مقبوضات پر خوب حملے کیے۔ متعدد مرتبہ جہاد کے ارادے سے اس پر فوج کشی کی گئی۔ بار سمورہ میں اس کا محاصرہ کیا بعدہ لیون کی جانب بڑھا اور اسے بھی اپنے محاصرہ میں لے لیا اس واقعہ سے کچھ دن پہلے غرسیہ فرو تنڈ والی البتہ پر بھی یلغار کی تھا۔ بادشاہ ہشکنش اس کی کمک پر آیا ہوا تھا' منصور نے اپنے پرزور حملوں سے ان دونوں کو شکست فاش دی۔ اس کے بعد یہ دونوں متفق ہو کر رذمیر کے ساتھ منصور کے مقابلہ پر آئے' مقام سنت ماکس پر سخت اور خون ریز جنگ ہوئی۔ منصور نے اس میدان کو بھی جیت لیا اور ان سب عیسائی سلاطین کو شکست دے کر سنت ماکس پر قبضہ کر لیا اور فتح یابی کے بعد اس قلعہ کو منہدم اور شہر کو ویران کر ڈالا۔ ان پے در پے شکستوں سے جلالقہ کے چھکے چھوٹ گئے۔ رذمیر کو بد اقبال اور بدبخت کہنے لگے۔ اس کا چچا برمند بن اردون اس کے برخلاف علم بغاوت بلند کر کے حکومت و سلطنت کا دعویدار ہوا' عیسائیوں میں نفاق اور دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس کے بعد رذمیر نے ۳۷۴ھ (۹۸۴ء) میں منصور کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے بعد ہی مر گیا اس کے مرنے پر اس کی ماں بھی منصور کی مطیع و فرمانبردار رہی اور جلالقہ بالاتفاق برمند بن اردون کو اپنا بادشاہ بنائے رہا۔ منصور نے جلالقہ پر پھر چڑھائی کر دی' برمند کو یہ امر نہایت شاق گزرا بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے مگر کچھ بن نہ آئی۔ منصور نے حیون کو بزور تیغ فتح کر کے سمورہ کی جانب قدم بڑھایا۔ برمند سمورہ کو چھوڑ کر بھاگ گیا اہل سمورہ نے شہر کو منصور کے حوالہ کر دیا۔ منصور نے سمورہ کو تاخت و تاراج کر کے چٹیل میدان بنا دیا۔ اس مقام کے سر ہونے سے جلالقہ کے قبضہ میں چند کوہستانی قلعوں کے علاوہ اور کوئی قلعہ باقی نہ رہا جو کہ ان کے ملک اور بحر اخضر کے درمیان میں حائل تھے۔ بعدہ برمند کی یہ کیفیت رہی کہ کبھی مطیع اور فرمانبردار ہو جاتا تھا اور کبھی بد عہدی کر کے مخالفت کا اعلان کر دیتا تھا۔ منصور اس پر بذات خود حملہ کرتا رہتا تھا۔ برمند نے اپنی ناکامی کا یقین کر لیا اور ۳۸۵ھ (۹۹۵ء) میں منصور کے دربار میں حاضر ہو کر گردن اطاعت جھکا دی۔ اور اپنے تمام مقبوضات کی زمام حکومت منصور کے حوالہ کر دی۔ منصور نے اس کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیے۔ اسے اس کے مقبوضات کی سند حکومت عطا کی اور اپنا باجگزار بنا کر پھر اس کے ملک کو واپس فرمایا۔ ۳۸۹ھ (۹۹۸ء) میں سرحدی شہروں کی حفاظت کے خیال سے مسلمانوں کی ایک جماعت کو سمورہ میں آباد کیا اور ابو الاحفص معن بن عبدالعزیز نجیبی کو اس کی سند حکومت عطا کی۔

منصور کی غلیسیہ پر فوج کشی

چونکہ غرسیہ بن فرو تنڈ نے مخالفین منصور کی اعانت کی تھی۔ اس وجہ سے منصور نے اس کی گوشمالی کی طرف توجہ کی چنانچہ فوجیں مرتب کر کے شہر اشبونہ دارالسلطنت غلیسیہ (گلیسیا) پر چڑھائی کر دی اور بزور تیغ اس پر قبضہ کر کے اسے ویران اور خراب کر ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد غرسیہ کا انتقال ہو گیا اس کا بیٹا سانجہ تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ منصور نے ان سب سلاطین پر جزیہ قائم کیا اور تمام اہل جلیقیہ کو اپنے علم حکومت کے سایہ میں لے لیا یہ لوگ منصور کے شاہی اقتدار کو اسی طرح تسلیم کرتے تھے جس طرح کہ صوبوں کے گورنر اپنے بادشاہ کے شاہی جاہ و جلال کو مانا کرتے ہیں۔ صرف برمند بن اردون اور مسد بن عید شلب والی انلیسیہ اس اثر سے محفوظ رہا کیونکہ یہ دونوں خود مختاری کے ساتھ حکمرانی کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ مسد بن عید شلب نے مراسم اتحاد قائم کرنے کی غرض سے اپنی بیٹی کو ۳۸۳ھ (۹۹۳ء) میں منصور کی خدمت میں بطور کنیز خدمت کرنے بھیجا پس منصور نے اسے آزاد کر کے حبالہ نکاح میں داخل کر لیا۔

کچھ عرصہ بعد برمند نے سرکشی کی۔ منصور کو اس کی خبر لگی۔ فوجیں آراستہ کر کے چڑھائی کر دی اور کامیابی کا جھنڈا لیے ہوئے سینٹ یاقب (سینٹ یعقوب لی یاگو) تک پہنچ گیا جہاں پر کہ ہر سال عیسائیوں کا جم غفیر جو زیارت کو آتا تھا۔ یہاں یعقوب حواری کی قبر تھی۔

یہ مقام خلیسیہ کی انتہائی سرحد پر واقع ہے۔عیسائیوں نے منصور کی آمد کی خبر پا کر اس مقام کو خالی کر دیا تھا۔ منصور نے سینٹ یعقوب کو منہدم کرا دیا۔اس کے دروازوں کو دارالحکومت قرطبہ اٹھا لایا اور جامع قرطبہ میں اس طریقہ کے مطابق کہ ہر حکمران کچھ نہ کچھ اس کی عمارت میں اضافہ کرتا چلا آیا تھا'بطور اپنی یادگار کے لگا دیا۔ برمند بن اردون نے منصور کی ان کامیابیوں سے متاثر ہو کر مصالحت اور شرائط صلح طے کرنے کی غرض سے اپنے بیٹے بلانہ کو معن بن عبدالعزیز والی جلیقیہ کے ہمراہ بارگاہ خلافت قرطبہ کی جانب روانہ کیا۔ منصور نے اپنی فیاضی اور سیرچشمی سے برمند کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور اس سے مصالحت کر لی۔ بلانہ کامیابی کے ساتھ اپنے باپ کے پاس واپس آگیا۔ اس کے بعد منصور نے عیسائی امراء سے ارغومس کے سر کرنے پر کرہمت باندھی جو اطراف جلیقیہ میں سمورہ و شیلیہ کے درمیان حکمرانی کر رہا تھا۔اس کا دارالحکومت سینٹ بریہ میں تھا۔ ۳۸۵ھ (۹۹۵ء) میں اسے کمال مردانگی سے فتح کرکے دائرۂ حکومت اسلامیہ میں داخل کر لیا۔ پھر برمند بن اردون بادشاہ بنو لوفنش کا انتقال ہو گیا اس کا بیٹا اوفونش حکمران ہوا۔ اس نے خود مختاری کا اعلان کیا۔ مسد بن عبد شلب آڑے آیا۔اس نزاع کا فیصلہ کرنے کے لیے عبدالملک بن منصور کو حَکم مقرر کیا۔ منصور نے اصبغ ابن سلمہ قاضی نصاری کو ان دونوں کے جھگڑے کرنے کا فیصلہ کرنے پر متعین فرمایا۔ اصبغ نے مسد بن عبد شلب کے حق میں فیصلہ کیا۔اوفونش بن برمند اس زمانہ سے مسد بن عبد شلب کی نگرانی میں حکمرانی کرتا رہا یہاں تک کہ ۳۹۸ھ (۱۰۰۷ء) میں اوفونش نے مکروفریب سے مسد کو مار کر اس کی حکومت کو نیست و نابود کر دیا اور اپنے باپ کے عہد حکومت کے امراء سے اور ان لوگوں سے جو اس کی قوم کے تھے'مراسم شاہی کے بجالانے کا خواستگار ہوا۔ چنانچہ اوفونش کو اس ارادے میں کامیابی ہوئی'اس نے اپنی جانب سے ان لوگوں کو مامور کیا جو اس کے پاس رہتے تھے اور جن پر اسے اعتماد تھا۔رفتہ رفتہ اس کے زمانہ میں ملوک بنی ارغومس اور بنی فرد لنڈ وغیرہ کا ذکر معدوم ہو گیا جن کے حالات ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔ ان لوگوں کی حکومتیں بنی اوفونش میں سے سانچہ بن کر رذمیر کے زمانہ حکمرانی میں تھیں' اوفونش نے ان سب چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو یک جا کر کے متفقہ قوت سے عبدالملک مظفر بن منصور کے مقابلہ کی تیاری کی۔ بادشاہ بشکنش نے فوجی اور مالی مدد دی۔قلونیہ کے باہر ایک میدان میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔سخت اور خون ریز جنگ کے بعد اس نے ان کو شکست دی اور بصلح قلعہ کو فتح کر لیا۔

اندلس پر عربوں کی حکومت کا خاتمہ

ان واقعات کے بعد منصور اور اس کے بیٹوں کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا'چوتھی صدی کے شروع میں بربریوں کے فتنہ و فساد کی گرم بازاری ہوئی۔ سانچہ بن غرسیہ والی البتہ کو مسلمانوں سے بدلہ لینے کا موقع مل گیا۔ ہمیشہ ایک نہ ایک گروہ کو دوسرے کے خلاف ابھار دیتا اور اس کی مدد کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی بعض امیدیں پوری ہو گئیں۔اس اثنا میں بادشاہ بشکنش نے اسے ۴۰۶ھ (۱۰۱۵ء) میں مار ڈالا اور عیسائیوں نے آہستہ آہستہ ان بلاد کو جو قشتالہ اور جلیقیہ میں واقع تھے اور جہاں پر یہ اس سے پیشتر مغلوب ہو چکے تھے'دبا لیا۔ اوفونش برابر جلیقیہ اور اس کے صوبوں پر حکمرانی کرتا رہا۔ اور اسی کے خاندان میں سلسلۂ حکومت قائم رہا یہاں تک اندلس میں طوائف الملوکی کا زمانہ آگیا اور ملثمہ ملک مغرب میں سے مرابطیوں نے ملوک الطوائف اندلس پر غلبہ حاصل کرکے تمام ملک اندلس کو اپنے علم حکومت کا مطیع بنا لیا اور عربوں کی حکومت ملک اندلس سے منقطع اور ختم ہو گئی۔

بنی اوفونش

تواریخ اور حالات ملثمہ میں لکھا ہوا ہے کہ جس بادشاہ قشتالہ نے ملوک الطوائف اندلس پر ۴۵۰ھ (۱۰۵۸ء) میں خراج قائم کیا تھا کہ بلبیسن تھا۔بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ شخص سانچہ بن امرک پر جو کہ ان دنوں بنی اوفونش کا بادشاہ تھا'قابض تھا اور یہ ان کی تاریخوں میں مذکور ہے اور جب یہ مر گیا تو زمام حکومت اس کے بیٹوں فرد لنڈ اور غرسیہ اور رذمیر نے اپنے اپنے ہاتھوں میں لی مگران سب کا نگران اور ان کے کاموں کا منتظم فرونند تھا۔ اس نے سنت بریہ اور ابن اقلس کے اکثر صوبوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر یہ سانچہ' غرسیہ اور الفنش

کو چھوڑ کر مر گیا۔ ان لوگوں میں نااتفاقی پیدا ہو گئی' لڑنے بھڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت و سلطنت پر الفنش تن تنہا قابض ہو گیا۔اسی کے زمانہ میں ظاہر اسماعیل بن ذی النون نے ۴۶۷ھ (۱۰۷۴ء) میں وفات پائی اور اسی نے ۴۷۸ (۱۰۸۵ء) میں طلیطلہ پر قبضہ کیا تھا۔

الفنش کی امارت

ان دنوں جزیرہ اندلس میں اس کے قبضہ سے اس کی بڑی عزت تھی۔اس کے بطارقہ اور سرداران دولت سے برہانس ملقب بہ اسندور تھا۔اس کے معنی "ملک الملوک" ہیں۔ اس کی یوسف بن تاشفین سے مقام زلالہ میں مڈبھیڑ ہوئی' اس لڑائی میں اس کو شکست ہوئی تھی۔یہ واقعہ ۴۸۱ھ (۱۰۸۸ء) کا ہے۔ اس نے ابن ہود کا سر قسطہ میں محاصرہ کیا چونکہ اس کے چچازاد بھائی رذمیر سے ان بن تھی۔ اس نے میدان خالی دیکھ کر طلیطلہ پر چڑھائی کر دی اور پہنچتے ہی محاصرہ ڈال دیا مگر کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ اسی زمانہ میں قرنے بلیہ کا' غرسیہ نے مریہ کا' برہانس نے مرسیہ کا اور قسطون نے شاطبہ و سر قسطہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے بعد ۴۸۹ھ (۱۰۹۵ء) میں الفنش نے بلنسیہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر مرابطیوں نے ملوک الطوائف اندلس پر غالب ہو کر بلنسیہ کو عیسائیوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ ۵۰۱ھ (۱۱۰۷ء) میں الفنش مر گیا۔ جلالقہ کی زمام حکومت الفنش کی بیوی نے اپنے ہاتھ میں لے لی اور رذمیر سے اپنا عقد کر لیا' مگر کچھ دن بعد اس سے علیحدگی اختیار کر کے اپنے قیدیوں میں سے ایک قیدی کے ساتھ زن وشوائی کا تعلق پیدا کیا۔اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا جسے عیسائی سلیطین کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

۵۰۳ھ (۱۱۰۹ء) میں ابن رذمیر اور ابن ہود سے سر قسطہ کے باہر وہ لڑائی ہوئی جس میں ابن ہود عیسائیوں کے ہاتھوں شہید ہوا۔ ابن رذمیر نے سر قسطہ کے قلعہ پر اپنے اقبال کا جھنڈا گاڑ دیا۔ عماد الدولہ اور اس کا بیٹا روطہ کی طرف بھاگ گیا۔ مدتوں وہیں مقیم رہا یہاں تک کہ سلیطین نے بمصالحت اپنے پاس بلا کر اسے قشتالہ کی جانب روانہ کیا۔ اس کے بعد رذمیر اور اہل قشتالہ میں لڑائیاں ہوئیں۔ انہی لڑائیوں کے سلسلے میں برہانس ۵۰۷ھ (۱۱۱۳ء) میں مر گیا۔یہ واقعہ لمتونہ میں مرابطیوں کے آخری دور حکومت میں واقع ہوا پھر ان لوگوں کی حکومت مواحدین کے ہاتھوں نیست و نابود ہو گئی۔ زمانہ حکومت منصور یعقوب بن امیر المومنین یوسف بن عبدالمومن میں عیسائیوں کی حکومت ان کے تین بادشاہوں الفنش' بیوح اور ابن الرند میں محدود تھی۔ان میں سے الفنش طاقت و قوت اور ملک و دولت کے لحاظ سے پچھلے دو سے بڑا تھا۔ یہی عیسائی لشکر اور یہی عیسائی امرا کا جنگ ارک میں جس میں منصور کو ان پر فتح یابی نصیب ہوئی تھی' ۵۱۱ھ (۱۱۱۴ء) میں سردار اور میدان جنگ کا سپہ سالار تھا۔

بیوح والیٔ لیون کی بد عہدی

بیوح والی لیون ▪ ہے جس نے عام العقاب میں ناصر کے ساتھ بد عہدی کی تھی۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ بیوح نے خط و کتابت کر کے ناصر سے مراسم اتحاد پیدا کیے اور باظہار دوستی ناصر کے پاس آیا۔ مشفقانہ نصیحت کی' ناصر نے براہ عزت افزائی بہت سا مال عنایت کیا۔ اس کے بعد بیوح نے اپنے دارالحکومت میں واپس آکر ناصر کے مراسم و اتحاد کو دور سے سلام کر کے رخصت کر دیا۔ معرکہ آرائی کی نوبت آئی' نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ عقاب میں اسے دوبارہ شکست اٹھانا پڑی۔اس کے بعد ناصر نے وفات پائی۔ مستنصر تخت حکومت پر جلوہ آرا ہوا اور بنی عبدالمومن کی ہوا بگڑ گئی۔

ہراندہ بن الفنش

الفنش نے ان قلعوں اور مقامات پر قبضہ کر لیا جس پر مسلمانوں کا پھریرا لہرا رہا تھا۔ اس کے بعد الفنش نے بھی موت کا جام نوش کیا۔اس کا بیٹا ہراندہ تخت نشین ہوا۔ یہ احول (بھینگا) تھا اور اسی لقب سے ملقب کیا جاتا تھا یہ وہی شخص ہے جس نے قرطبہ اور اشبیلیہ کو بنو ہود کے قبضۂ اقتدار سے نکال کر اپنے دائرۂ حکومت میں داخل کیا تھا۔ اسی کے عہد حکومت میں بادشاہ ارغون نے بلادِ اسلامیہ پر فوج

کشی کی تھی جس سے تمام بلادِ شرقی اندلس میں ایک عام ہلچل پڑ گئی تھی۔ شاطبہ' دانیہ' بلنسیہ' سرقسد اور مشرقی سرحد کے تمام شہر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گئے اور مسلمانوں نے ہر چہار طرف سے سٹ کر ساحلِ بحر کو اپنا مرکز اور ٹھکانہ بنایا۔ان بقیہ مسلمانوں پر ابن ہود کے بعد ابن احمر حکمران ہوا۔ پھر ہراندہ مرگیا اس کا بیٹا تخت حکومت پر متمکن ہوا اور جب یہ بھی مرگیا تو اس کا بیٹا ہراندہ ثانی عیسائی گورنمنٹ کی عنان حکومت کا مالک وارث ہوا۔

سلطان یعقوب بن عبدالحق

اس کے زمانہ حکومت میں سلطان بنو مرین' سلطان ابن احمر کی امداد و اعانت کے لئے اندلس آیا تھا ان دنوں اس کا بادشاہ یعقوب بن عبدالحق تھا عیسائی فوجوں سے ایک وسیع وادی میں معرکہ آرائی ہوئی۔ عیسائی لشکر پر بنی اونولش کے غلاموں میں سے ایک سفلہ سپہ سالاری کر رہا تھا جو عیسائیوں کا نہایت معتمد علیہ اور مایہ ناز شخص تھا۔ سلطان یعقوب بن عبدالحق نے اسے شکست دی جس سے عیسائیوں کی جماعت منتشر ہو گئی مگر فتنہ و فساد کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ سلطان یعقوب نے کبھی اور کسی وقت بھی اندلس کو اپنا مرکز حکومت یا جائے سکونت نہیں بنایا۔ ہمیشہ اپنے ملک اور دارالحکومت میں بیٹھا ہوا وقتاً فوقتاً عیسائیوں کے مقبوضات کو تاخت و تاراج کرتا تھا اور اپنے آئے دن کے جہاد اور فوج کشی سے سرکش عیسائیوں کی سرکوبی میں مصروف رہا۔ یہاں تک کہ عیسائی سلاطین نے مصالحت کا پیام دیا اور باہم مصالحت ہو گئی۔ اسی زمانے میں ہراندہ بادشاہ قشتالہ اور اس کے بیٹے سانجہ میں باہم مخالفت پیدا ہو گئی۔ ہراندہ بطور وفد کے سلطان یعقوب کی خدمت میں اپنے بیٹے سانجہ کی زیادتیوں کی شکایت کرنے کے لئے حاضر ہوا اور دست بوسی کے بعد امداد و اعانت کی درخواست کی۔ سلطان یعقوب نے اپنی فیاضی اور دریا دلی سے اس کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور فوجی مدد دی۔ ہراندہ نے مال کے بدلے اپنے تاج کو جو اس کے اسلاف کے زمانہ سے محفوظ چلا آتا تھا بطور رہن بارگاہ سلطانی میں حاضر کیا۔ یہ تاج سلاطین بنی عبدالحق حکمران بنی مریم کے خزانہ شاہی میں اس وقت تک موجود ہے۔ اس کے بعد ہراندہ ۶۸۳ھ (۱۲۸۴ء) میں مرگیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سانجہ مستقل طور سے حکمرانی کرنے لگا۔ سلطان یعقوب کے انتقال کے بعد سانجہ بھی بارگاہ سلطانی میں درخواست مصالحت پیش کرنے کے لئے حاضر ہوا چنانچہ سلطان یوسف بن یعقوب نے مصالحت کر لی مگر سانجہ نے ایفائے عہد نہ کیا، صلح نامہ کے خلاف آتش جنگ کو مشتعل کرکے طریف کا محاصرہ کر لیا اور قابض ہو گیا۔

بطرہ بن ہراندہ

۶۹۳ھ (۱۲۹۳ء) میں یہ بھی مرگیا اس کا بیٹا ہراندہ تخت نشین ہوا اور ۷۱۲ھ (۱۳۱۲ء) میں بارِ حکومت سے سبکدوش ہو کر اس نے بھی راہِ عدم کی راہ اختیار کی اس کا بعد اس کا بیٹا بطرہ تخت نشین ہوا۔ یہ نوعمر چھوکرا تھا چچا اس کا نگران ہوا۔ جب عیسائیوں نے غرناطہ پر ۷۱۸ھ (۱۳۱۸ء) میں چڑھائی کی تو یہ دونوں چچا بھتیجا کام آئے بعد ازیں بطرہ کا بیٹا ہنشہ تخت نشین ہوا۔ یہ بھی صغیر السن تھا اس کی کفالت اس کے ارکینِ دولت نے کی۔ جب سنِ شعور کو پہنچا اور بذاتِہٖ حکومت سنبھالی تو اس نے سلطان ابو الحسن پر جب کہ ▪ طریف کا ۷۵۱ھ میں محاصرہ کئے ہوئے تھا فوج کشی کی اور مارا گیا۔ تب اس کا بیٹا بطرہ وارثِ تاج و تخت ہوا بطرہ اور برشلونہ قمد کی باہم چل گئی۔ بطرہ نے کئی بار قمد پر فوج کشی کی' بلنسیہ کا بھی کئی مرتبہ محاصرہ کیا۔ ۷۷۸ھ (۱۳۷۶ء) میں قمد کو فتح یابی ہوئی اس نے قشتالہ کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ بطرہ گھبرا کر فرانس کے اس گروہ میں جا ملا جو قشتالہ کے اس پار اندرونی حصہ میں لیمانیہ اور قرطانیہ کے اطراف میں ساحل بحر اخضر اور جزیرہ تک آباد تھے۔ وہاں کے بادشاہ بلنس غالس نے بطرہ کی کمک کے لئے بڑی فوج تیار کر کے قشتالہ پر فوج کشی کی۔ اس سے چند دن قبل ایک وبا عظیم ان لوگوں میں پھیل گئی جس سے ان کا ایک بڑا گروہ ہلاک ہو گیا۔ بعد ازیں بطرہ اور اس کے بھائی قمد میں جنگ و جدال جاری رہا انجام کار قمد کامیاب ہوا اور بطرہ ایک قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ جب بطرہ کو معلوم ہوا کہ قمد عنقریب اسے گرفتار کر لے گا بطرہ نے ایک بہی خواہ کے ہاں پناہ طلب کی اور قلعہ چھوڑ کر وہاں پناہ گزین ہوا قمد کو معلوم ہو گیا اور اس نے اسی

ہوا خواہ کے مکان پر بطرہ کو ۷۸۲ھ (۱۳۸۰ء) میں حملہ کرکے قتل کر ڈالا اور بنی اوفونش کے تمام مقبوضہ شہروں پر قابض ہو گیا۔ بطرہ کا بیٹا اپنے باپ کے مارے جانے کے بعد اپنے وزیر کے ساتھ قرمونہ میں پناہ گزین اور قلعہ نشین ہو گیا۔ قمط نے حکمت عملی سے اسے قرمونہ سے نکال لیا اور اس طور سے آہستہ آہستہ قشتالہ پر قابض ہو گیا۔ بلنس غالس بادشاہ فرانس نے اس لڑکے کے ذریعہ سے جو کہ بطرہ کی بیٹی کے بطن سے تھا، قمط سے جھگڑا شروع کیا جیسا کہ نواسوں کی وراثت کے بارے میں عجمیوں کی عادت ہے چنانچہ قمط اور بلنس غالس میں مدتوں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا جس کی وجہ سے وہ لوگ مسلمانوں سے غافل ہو گئے اور ان مسلمانوں نے اس خراج کا دینا بند کر دیا جو عیسائیوں نے ان کی کمزوری کی وجہ سے ان پر قائم کر دیا تھا۔ اس کے بعد ۷۹۱ھ (۱۳۸۸ء) میں قمط مر گیا۔ اس کا بیٹا سانجہ تختِ حکومت پر متمکن ہوا۔ اس کا دوسرا بیٹا غرمس غرناطہ کی طرف بھاگ گیا کچھ روز بعد اطرافِ قشتالہ کی جانب لوٹ آیا۔ اس وقت آٹھویں صدی ہجری میں مملکت قشتالہ کی یہی کیفیت ہے اور اسی صورت سے وہاں کی حکومت چل رہی ہے اور الفنش بادشاہ فرانس کے ساتھ ان کی مخالفت ہے، ان کی دشمنی سے مسلمانانِ اندلس محفوظ ہیں واللہ من ورائھم محیط۔

شاہِ پرتگال

بادشاہ پرتگال کا رقبہ جس کی سلطنت غربی اندلس اطراف اشبونہ میں ہے، بادشاہ قشتالہ کی نسبت کم ہے، صرف صوبہ جات جلیقیہ اس کے قبضہ میں ہیں۔ اس کے باوجود اس کا بادشاہ اس وقت خود مختار ہونے کے باعث دوسروں سے ممتاز سمجھا جاتا ہے اور نسباً ابن اوفونش کا شریک ہے۔ میں نہیں جانتا اس کا نسب بنو اوفونش سے کس طرح ملتا ہے۔

شاہِ برشلونہ

بادشاہ برشلونہ جس کی حکومت کا سکہ شرقی اندلس میں چلتا ہے، یہ ایک وسیع حکومت اور عظیم مملکت کا مالک ہے۔ ارغون، شاطبہ، شرقسد، بلنسیہ، جزیرہ دانیہ، میورقہ اور بنورقہ وغیرہ اس کے علم حکومت کے مطیع ہیں۔ نسباً ان کا فرانس سے تعلق ہے۔ اس کے بادشاہ کا حال جیسا کہ ابن حیان نے نقل کیا ہے۔ قوم گاتھ جن لوگوں کی حکومت ماس سے پہلے اندلس میں تھی، وہی لوگ مملکت فرانس کے قدیمی بادشاہ تھے۔ پھر اہل فرانس اور قوم قوط میں مخالفت پیدا ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے ان کے عہد و اقرار ناجات کو ناقابل عمل تصور کرکے داخل دفتر کر دیا۔ برشلونہ مملکت فرانس کا ایک صوبہ تھا جس وقت اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو آفتاب اسلام کی روشنی سے منور کیا اور فتوحات اسلامیہ کا سیلاب تمام بلاد اندلس میں چشم زدن میں پھیل گیا تو اسی عداوت کی وجہ سے فرانس نے قوط کی اعانت و مدد نہ کی۔ مسلمانوں نے قومِ قوط کے سر کرنے کے بعد فرانس پر دھاوا کیا اور برشلونہ کو ان کے قبضہ سے نکال کر دائرہ حکومتِ اسلامیہ میں شامل کر لیا پھر اس کی سرحدوں سے بڑھ کر اس سے ملے ہوئے براعظم پر بھی قابض ہو گئے اور اس کے دارالحکومت جزیرہ اربونہ کو بھی فرانس سے چھین لیا۔ اس کے علاوہ اور شہروں پر بھی قابض ہو گئے اور اس کے دیگر شہروں کو بھی فرانس سے چھین لیا جو اس کی سرحدوں سے ملے ہوئے تھے۔

فرانس کا برشلونہ پر قبضہ

اس کے بعد جس وقت مشرق میں دولت امویہ کا خاتمہ ہوا اور دولت عباسیہ نے عنان حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لی، اس وقت اندلس میں عربوں پر بھی مصیبتیں نازل ہوئیں۔ باہم خانہ جنگیوں میں مصروف ہو گئے۔ فرانس نے موقع پا کر اپنے ان شہروں کو جس پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا، برشلونہ تک پھر واپس لے لیا اور تقریباً دوسری صدی میں ان پر قابض ہو گئے۔ ان لوگوں نے اس صوبہ پر اپنی طرف سے ایک عیسائی امیر مقرر کیا جو بادشاہ رومہ فرانس کا مطیع اور ماتحت تھا۔ اس وقت اس کا بادشاہ قارلہ اکبر تھا یہ بہت بڑا جابر اور سرکش تھا۔ کچھ عرصہ بعد ان کے بادشاہوں کی کمزوری اور اختلاف کی وجہ سے ان میں بھی اختلافات پیدا ہو گئے جیسا کہ مسلمانوں میں۔

اسلامی سلاطین کے ضعف کی وجہ سے ان میں مخالفت اور چھوٹی چھوٹی متعدد حکومتیں قائم اور پیدا ہو گئی تھیں۔ گورنران صوبجات نے اپنے اپنے مقبوضہ ممالک کو دبا لیا اور خود سر حکومت کے دعوے دار بن گئے۔ انہی میں سے ملوک برشلونہ تھے۔ انہوں نے بھی اپنے مقبوضہ صوبہ کو اپنا ملک سمجھ کر خود مختار حکومت کی بنا ڈالی اور ملوک بنی امیہ ابتداءً برشلونہ سے مصلحتاً مصالحت اور اتحاد کا برتاؤ اس وجہ سے رکھتے تھے کہ مبادا بادشاہ رومہ یا بادشاہ قسطنطنیہ دوسری جانب سے ان لوگوں کا معین و حامی نہ ہو جائے۔

منصور کا برشلونہ پر تسلّط

پھر جب منصور بن ابی عامر کا دورِ حکومت آیا تو اسے برشلونہ پر عیسائیوں کا تسلط پسند نہ آیا۔ فوجیں تیار کیں' آلاتِ حرب سے انہیں آراستہ کیا اور خود امیر لشکر ہو کر ان پر بقصدِ جہاد فوج کشی کی۔ چنانچہ ملوک برشلونہ کے بلاد کو تاخت و تاراج کرتا ہوا برشلونہ تک پہنچ گیا اور اسے بھی فتح کر کے اپنی فتح یابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ ان دنوں اس کا بادشاہ بردیل بن طیر تھا۔اس کی حالت اس وقت ویسی ہی تھی جیساکہ اور ملوک نصاریٰ کی تھی۔ بردیل نے وفات کے وقت تین بیٹے چھوڑے' قلبہ ۔ بمیند اور او منقود پھر او منقود نے عبدالملک بن منصور سے بد عہدی کی۔ عبدالملک نے اس پر جہاد کیا اور اس کے شہروں میں سے کسی شہر کی سرحد میں اسے گرفتار کر لیا۔اس کے بعد بربریوں کے فتنہ کی گرم بازاری ہوئی۔او منقود اس فتنہ میں بربریوں کا شریک اور ان کا ہوا خواہ تھا۔انہی لڑائیوں میں او منقود نے ۴۰۰ھ میں ملکِ عدم کا سفر اختیار کیا۔ بیمندو تنہا برشلونہ پر حکمرانی کرنے لگا۔ ۴۱۰ھ (۱۰۰۹ء) میں یہ بھی رہگرارِ ملکِ عدم ہوا۔اس کا بیٹا ۔یلتنفر تحت نشین ہوا چونکہ یہ کم سن تھا اس کی ماں امورِ حکومت کی نگران ہوئی۔ اس سے اور ملوک طوائف اندلس یحیٰی بن منذر سے لڑائی ہوئی تھی۔ یہ وہی عیسائیہ ملکہ ہے جس نے سرحد طرطوشہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ سلسلہ حکومت ۔بمیند ہی کی نسل میں قائم رہا۔ مواحدوں کے آخری دور حکومت میں اس کا بادشاہ جامعہ بن ۔بطیرہ بن اونفش بن ۔بمیند تھا۔ اسی نے بلنسیہ کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکالا۔ان دنوں (یعنی آٹھویں صدی ہجری میں) ان کے بادشاہ کا نام بطرہ ہے۔ مجھے اس کے نسب کی کوئی ذاتی اطلاع نہیں ہوئی کہ کس طرح اس کا نسب اس کی قوم سے ملتا ہے' اس صدی (آٹھویں) کے تیسویں سال میں اس نے تختِ حکومت پر قدم رکھا تھا اور اس وقت تک یہ زندہ ہے۔ اس کا بیٹا اس کے ضعیف و معمر ہونے کی وجہ سے اس پر غالب ہے۔

والله وارث الارض ومن علیہا وہو اخیر الوارثین

باب ۲۶

امارت افریقہ

اسلامی فتوحات کی ابتدا

ان حکمرانان عرب میں سے جنہوں نے علم خلافت عباسیہ کے زیر اثر بلاد اسلامیہ پر حکمرانی کی پہلے ہم بنو اغلب والیان افریقہ کے حالات تحریر کرتے ہیں اور ان کی ابتدائے حکومت اور تمام احوال لکھنا چاہتے ہیں۔

عہد عثمان رضی اللہ عنہ عفان کے تذکرہ میں عبداللہ بن ابی سرح کے ہاتھوں میں افریقہ کی فتح کی کیفیت ہم تحریر کر آئے ہیں کہ بیس ہزار صحابہ اور سرداران عرب کی جمعیت سے افریقہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ عیسائیوں کے اس گروہ کو جو وہاں پر فرانس' روم اور بربر کاموجود تھا منتشر و پراگندہ کیا تھا۔ ان کے دارالسلطنت سبیطلہ کو منہدم و مسمار کرکے ان کے مال و اسباب چھین لیے تھے ان کی عورتیں اور لڑکیاں لونڈیاں بنالی تھیں' ان کی حکومت کا شیرازہ درہم برہم کر دیا تھا۔ سواران عرب نے افریقہ کے میدانوں کو اپنی جولانگاہ بنا لیا اور اہل کفر کو اس سختی سے قتل وقید کرنا شروع کیا کہ اہل افریقہ نے عبداللہ ابن ابی سرح فاتح افریقہ کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ تین سو قنطار سونا آپ ہم سے لے کر عرب کے ساتھ اپنے ملک کو واپس جائیں۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی سرح نے اس درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور ۲۷ھ میں مصر کی جانب واپس ہوئے۔

معاویہ بن خدیج

۳۴ھ میں امیر معاویہؓ بن ابی سفیان نے معاویہ بن خدیج کو جو گورنر مصر کو افریقہ پر جہاد کرنے کی ہدایت کی۔ معاویہ بن خدیج نے فوجیں آراستہ کرکے افریقہ کی طرف قدم بڑھایا۔ جلولہ پہنچ کر ہنگامہ کار زار گرم کر دیا۔ رومیوں کے اس لشکر سے مقابلہ ہوا۔ نہایت سخت اور خون ریز لڑائی کے بعد مسلمانوں نے عیسائیوں کو شکست دی اور انتہائی ابتری کے ساتھ انہیں ان کے ملک کی جانب لوٹا دیا۔ جلولہ پر اسلامی جھنڈا نصب کر دیا گیا بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اطراف و جوانب کو جی کھول کر تاخت و تاراج کیا اور واپس آئے۔

عقبہ بن نافع

۴۵ھ میں معاویہؓ بن ابی سفیان نے عقبہ بن نافع بن عبداللہ بن قیس فہری کو افریقہ کے سر کرنے پر مامور کیا اور معاویہ بن خدیج کے قبضہ سے اس کی عنان حکومت نکال لی۔ پس عقبہ ابن نافع نے قیروان کو آباد کیا۔ بربریوں سے معرکہ آرا ہوئے اور ان کے ملک کو پوری طرح مطیع بنا لیا۔

ابو المہاجر

پھر معاویہؓ بن ابی سفیان نے مصر اور افریقہ کی حکومت پر مسلمہ بن مخلد کو مامور کیا۔ اس نے عقبہ کو حکومت افریقہ سے معزول کرکے اپنے غلام ابو المہاجر دینار کو ۵۵ھ میں اس کی سند حکومت عطا کی۔ ابو المہاجر نے مغرب پر جہاد کیا فتح کرتا ہوا تلمسان تک پہنچا۔ عقبہ نے قیروان کو اپنی معزولی کی وجہ سے خراب و ویران کر ڈالا مگر ابو المہاجر کی ترقی کو نہ روک سکا اس کے ہاتھ پر متعدد لڑائیوں کے بعد جس میں اسے فتح یابی نصیب ہوئی تھی اور کسیلا اور بنی مشرف باسلام ہوئے۔

عقبہ بن نافع کی دوبارہ گورنری

جس وقت یزید بن معاویہ نے عنان حکومت و سلطنت اپنے قبضہ اقتدار میں لی اس وقت عقبہ بن نافع ۶۳ھ میں افریقہ کی جانب واپس ہوا چنانچہ عقبہ نے افریقہ میں داخل ہو کر بربریوں کو مرتد پایا اس نے ان لوگوں پر حملہ کی تیاری کی۔ زہیر بن قیس بلوی کو مقدمہ (ہراول) پر متعین کیا۔ رومی اور فرانسیسی لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ متعدد لڑائیوں کے بعد ان کے قلعوں بلس اور باغایہ کو فتح کر لیا۔ زاب کے دارالسلطنت اذنہ پر بھی بزور تیغ قابض ہو گیا۔ اس کے بادشاہ کو جو کہ بربری نسل سے تھا قید کر لیا۔ بے حد مال غنیمت ہاتھ لگا۔ اس کے بعد طنجہ کی جانب کوچ کیا۔اس کے ملبیاں بادشاہ غمارہ اور والی طنجہ نے علم حکومت اسلام کے آگے گردن اطاعت جھکا دی۔ ہدایا اور تحائف پیش کیے۔ بلاد بربر اور اس کے پار مغرب کے سر کرنے کی بھی رہنمائی کی' دلیل' صدر زہون' بلاد مصامدہ اور بلاد سوس وغیرہ کو فتح کرنے کی راہیں بتلائیں۔ یہ لوگ اس وقت تک مجوسی مذہب کے پابند تھے۔ عیسائی مذہب میں داخل نہیں ہوئے تھے' چنانچہ عقبہ نے ان بلاد کی جانب قدم بڑھایا۔ بہت بڑی اور نمایاں فتح نصیب ہوئی' ہزاروں مردوں اور عورتوں کو لونڈی غلام بنایا۔بے حد مال و اسباب ہاتھ آیا۔ حد سے زیادہ ان لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آیا فتح کرتا ہوا سوس پہنچا۔ مسوطہ سے اہل شام سوس کی سرحد پر لڑائی ہوئی۔میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا عقبہ بحر محیط پر چند روز قیام کر کے واپس ہوا اور اپنی فوج ظفر موج کو قیروان میں آملنے کی ہدایت دی۔ چونکہ کسیلہ بادشاہ اوربہ اور برانس بربری کو محاصرہ اور جنگ کی وجہ سے عقبہ بن نافع کی جانب سے دلی کینہ پیدا ہو گیا تھا، ان لوگوں نے واپسی کے وقت موقع پا کر مقام تہودا میں عساکر اسلامیہ سے چھیڑ چھاڑ کی۔ عقبہ تین سو کبار صحابہ اور تابعین کے ساتھ شہید ہوئے۔اسی لڑائی میں محمد بن اوس انصاری کو چند مسلمانوں کے ساتھ قید کر لیا جس کو والی قفصہ نے رہا کر کے ان لوگوں کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھے، قیروان بھیج دیا۔ اسی اثنا میں زہیر بن قیس بھی قیروان واپس آیا۔ان واقعات کو سن کر آگ بگولا ہو گیا اور برانس کی سرکوبی کے قصد سے فوج کی درستی کا حکم دیا۔ حنش بن عبداللہ صنعانی نے اس لڑائی کی مخالفت کی اور اس کے لشکر سے علیحدہ ہو کر مصر کا راستہ لیا۔ چند لوگوں نے اس کی متابعت کی مجبوراً" زہیر کو بھی ان لوگوں کے ساتھ نکلنا پڑا۔برقہ میں پہنچ کر بہ انتظار امداد قیام پذیر ہوا۔ زہیر کے چلے آنے کی وجہ سے ان لوگوں نے اس وقت قیروان کسیلہ سے امن کی درخواست کی۔کسیلہ نے ان لوگوں کو امان دی' قیروان آیا اور یہ لوگ اس کے سایہ حمایت میں مقیم رہے۔

زہیر بن قیس بلوی

جس وقت عبدالملک بن مروان نے عنان خلافت اپنے قبضہ میں لی اس وقت اس نے برقہ میں زہیر بن قیس بلوی کی کمک پر فوجیں روانہ کیں اور بربریوں کے میدان جنگ کا زہیر کو افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ زہیر ۶۷ھ میں افریقہ پر حملہ آور ہوا مقام میس اطراف قیروان میں کسیلہ سے مڈبھیڑ ہوئی۔نہایت سخت اور خون ریز لڑائیوں کے بعد زہیر نے کسیلہ کو شکست دی اور دوران جنگ میں اسے قتل کر ڈالا۔اس کے علاوہ اور بہت سے سرداران بربر اور ان کے نامی نامی جنگ جو کھیت رہے۔اس کے بعد مشرق کی جانب واپس ہوا اور بولا کہ میں اس اطراف میں جہاد کی غرض سے آیا تھا مگر اب مجھے یہ خوف پیدا ہو چلا ہے کہ میرا نفس دنیا کی جانب مائل ہو رہا ہے چنانچہ مصر کی طرف کوچ کیا۔ سواحل برقہ پر بادشاہ قسطنطنیہ کی جنگی کشتیوں کے بیڑے نے مزاحمت کی جو زہیر کی روک تھام کے لیے روانہ کیا گیا تھا۔ زہیر نے کمال مردانگی سے مقابلہ کیا۔ عیسائیوں کی جمعیت بہت زیادہ تھی۔ زہیر کو اس واقعہ میں شہادت نصیب ہوئی۔

حسان بن نعمان غسانی

عبدالملک بن مروان نے عبداللہ بن زبیر کی شہادت اور مستقل حکومت حاصل کرنے کے بعد حسان بن غسان کو افریقہ پر جہاد کرنے کا حکم دیا۔ ایک بڑی فوج سے اس کی مدد کی' چنانچہ حسان ابن نعمان قیروان میں داخل ہوا اور بزور تیغ قرطاجنہ کو فتح کر کے ویران کر ڈالا۔ جس قدر رومی اور فرانسیسی قرطاجنہ میں تھے' صقلیہ اور اندلس کی طرف بھاگ گئے۔اس کے بعد پھر عیسائیوں نے سطفور اور تبرزت میں یکجا

ہو کر عساکر اسلامیہ کا مقابلہ کیا حسان نے اس معرکہ میں بھی ان لوگوں کو شکست دی۔ عیسائیوں نے باجہ اور بونہ میں جا کر پناہ لی اس کے بعد حسان نے کاہنہ ملکہ جراوہ کے ارادے سے کوہ اور اس کی طرف قدم بڑھایا ان دنوں ملوک بربر میں سے اس کی قوت و شوکت بہت بڑھی تھی۔ اس کی عساکر اسلامیہ سے لڑائیاں ہوئیں۔ میدان بربریوں کے ہاتھ رہا۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ ایک گروہ گرفتار کر لیا گیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد کاہنہ نے خالد بن یزید قیسی کے علاوہ سب کو رہا کر دیا۔ انہیں اپنے دونوں لڑکوں کے ساتھ دودھ پلایا اور انہیں ان کا رضائی بھائی بنایا اور عرب کو افریقہ سے نکال دیا۔

حسان نے شکست کھا کر برقہ پہنچ کر دم لیا۔ خلیفہ عبدالملک کا فرمان پہنچا لکھا تھا کہ جب تک دارالخلافت سے امدادی فوجیں نہ پہنچیں تم برقہ میں قیام پذیر رہو چنانچہ ۷۴ھ میں دارالخلافت دمشق سے امدادی فوجیں وارد برقہ ہوئیں۔ حسان نے سامان جنگ درست کر کے افریقہ کی جانب کوچ کیا اور خالد بن یزید سے درپردہ خط و کتابت کر کے اسے ملا لیا اور اسے کاہنہ کے خلاف ابھار دیا۔ ایک روز بحالت غفلت خالد نے کاہنہ کا کام تمام کر دیا۔ حسان نے کوہ اوراس پار ہو کر قبضہ کر لیا اور اس کے گردونواح کو تاخت و تاراج کر کے قیروان کی جانب واپس ہوا۔ اس واقعہ کے بعد سے بربریوں کو جان و مال کی امان دی گئی۔ ان پر اور رومیوں اور فرانسیسیوں پر جوان کے ساتھ تھے اخراج مقرر کیا گیا اور یہ شرط لکھائی گئی کہ بارہ ہزار بربر جوان ہمیشہ ہر جہاد میں عساکر اسلامیہ کے ہمرکاب رہا کریں۔ خلیفہ عبدالملک نے حسان کی واپسی کے بعد عساکر اسلامیہ میں سے صالح نامی ایک شخص کو حسان کی جگہ افریقہ پر مامور و متعین کیا۔

موسیٰ بن نصیر

ولید بن عبدالملک نے تخت خلافت پر متمکن ہو کر اپنے چچا عبداللہ کو جو کہ مصر کا گورنر تھا (بعضے کہتے ہیں کہ عبدالعزیز کو) لکھ بھیجا کہ موسیٰ بن نصیر کو جہاد کی غرض سے افریقہ کی جانب روانہ کرو۔ موسیٰ کا باپ نصیر معاویہ کا محافظ (باڈی گارڈ) تھا۔ چنانچہ عبداللہ نے موسیٰ بن نصیر کو افریقہ کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ یہ کوچ و قیام کرتا ہوا قیروان آ پہنچا۔ قیروان میں صالح گورنری کر رہا تھا' جسے حسان کے بعد خلیفہ عبدالملک نے مامور کیا تھا۔ موسیٰ نے اسے بھی فوج کے ایک حصہ کا سردار مقرر کیا' بربریوں کی اس وقت یہ کیفیت تھی کہ ان لوگوں نے عہد و اقرار بھلا کر بلادِ اسلامیہ پر حملے شروع کر دیئے تھے۔

موسیٰ نے ملک افریقہ میں اپنی فوج کو پھیلا دیا۔ جزیرہ میورقہ کی جانب اپنے بیٹے عبداللہ کو براہ دریا حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا جو بہت سا مال غنیمت اور قیدی لے کر واپس آیا' تب دوسری جانب بڑھنے کا حکم دیا اسی طرح اپنے دوسرے بیٹے مروان کو ایک سمت کی طرف حملہ آور ہونے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک جانب بڑھا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ہزاروں کو گرفتار کر کے غلام بنا لیا مال غنیمت سے جو خمس نکالا گیا تھا اس میں ستر ہزار قیدی تھے۔ موسیٰ نے ان اطراف سے ایک گونہ فراغت حاصل کر کے طنجہ پر فوج کشی کی۔ ورعہ اور صحرائے تافیلات کو فتح کیا اور اپنے بیٹے کو اس کی جانب روانہ کیا۔ بربریوں کو اس کی شوکت و جلالت اور جنگ و جدال سے اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا۔ سب نے اطاعت کی گردنیں جھکا دیں۔ مصامدہ نے بطور ضمانت اپنے سرداروں اور امیروں کے لڑکوں کو عساکر اسلامیہ کے حوالہ کر دیا۔ موسیٰ نے ان لوگوں کو طنجہ میں ٹھہرایا یہ واقعہ ۸۸ھ کا ہے۔

اس کے بعد موسیٰ نے طنجہ کی گورنری پر طارق بن زیاد لیثی کو مامور کیا۔ طارق نے طنجہ سے اندلس کی طرف قدم بڑھایا۔ اندلس کے فتح کی بلیان (جولین) بادشاہ غمارہ (والی قلعہ سیوٹا) نے طارق کو ترغیب دی تھی چنانچہ ۹۰ھ میں اندلس فتح ہوا اس کے بعد ہی موسیٰ بن نصیر بھی اندلس جا پہنچا اور اس کی فتح کی تکمیل کی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ فتح اندلس کے بعد موسیٰ بن نصیر افریقہ پر اپنے بیٹے عبداللہ کو اور اندلس پر اپنے دوسرے بیٹے عبدالعزیز کو مامور کر کے مشرق کی جانب واپس ہوئے ما تنے میں ولید نے وفات پائی۔ اور سلیمان نے تخت خلافت پر ۹۶ھ میں قدم رکھا اس نے موسیٰ سے ناراض ہو کر اسے قید کر دیا۔

سلیمان نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد موسیٰ کو قید کر دیا اور اس کے بیٹے عبداللہ کو حکومت افریقہ سے معزول کر کے

اس کی جگہ محمد بن یزید (قریش کے غلام) کو سند حکومت عطا کی۔ محمد بن یزید سلیمان کی وفات تک افریقہ کی گورنری پر مامور رہا۔

اسماعیل بن مہاجر

سلیمان کی وفات کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے عبائے خلافت زیب تن کیا انہوں نے افریقہ کی گورنری پر اسماعیل بن عبداللہ بن ابی مہاجر کو متعین کیا۔ یہ شخص نہایت نیک دل خلیق اور عاداتِ حسنہ کا مخزن تھا اسی کے زمانۂ گورنری میں تمام بربری مشرف بہ اسلام ہوئے۔

یزید بن ابی مسلم

یزید بن عبدالملک نے تخت خلافت پر متمکن ہو کر افریقہ کی مسند حکومت یزید بن مسلم (یہ حجاج کا غلام اور سیکرٹری تھا) کو عطا کی۔ ۱۰۱ھ میں یزید بن ابی مسلم وارد افریقہ ہوا اس نے بربریوں کے ساتھ بڑی بد خلقی کج ادائی سے پیش آیا۔ ان لوگوں پر دائرہ اسلام میں داخل ہونے جانے کے باوجود جزیہ مقرر کیا جیسا کہ حجاج نے عراق میں کیا تھا۔ بربریوں نے اسے اس کی حکومت کے ایک مہینہ کے بعد قتل کر ڈالا اور محمد بن یزید کو جو کہ اسماعیل سے پہلے گورنر تھا اپنا امیر حکمران بنایا اور یزید بن عبدالملک کی خدمت میں بغرض اظہار اطاعت یزید بن ابی مسلم کے قتل کر ڈالنے کی معذرت لکھی۔ یزید بن عبدالملک نے ان کی معذرت کو قبول فرمایا اور محمد بن یزید کو گورنری افریقہ پر بحال و قائم رکھا۔

بشیر بن صفوان کلبی

اس کے بعد یزید بن عبدالملک نے افریقہ کی گورنری پر بشیر بن صفوان کلبی کو متعین کیا۔ چنانچہ ۱۰۳ھ میں بشیر بن صفوان افریقہ وارد ہوا۔ نظام حکومت کو درست کر کے بغاوتوں اور خود سریوں کو رفع دفع کیا اور بنفسہٖ ۱۰۹ھ میں صقلیہ پر جہاد کی غرض سے حملہ آور ہوا۔

عبیدہ بن عبدالرحمٰن

پھر ہشام بن عبدالملک نے بشیر بن صفوان کو حکومت افریقہ سے معزول کر کے اس کی جگہ عبیدہ بن عبدالرحمٰن سلمی برادر زادہ ابو الاعور کو سندِ حکومت عطا کی۔ ۱۰۰ھ میں عبیدہ وارد افریقہ ہوا۔

عبداللہ بن حجاب

کچھ دنوں بعد عبیدہ بن عبدالرحمٰن مذکور کو ہشام بن عبدالملک تاجدار خلافت امویہ نے معزول کر کے عبیداللہ بن حجاب (بنو سلون کے غلام) کو گورنری افریقہ پر مامور کیا۔ عبیداللہ بن حجاب مصر کا والی تھا۔ ہشام نے اسے افریقہ کی گورنری پر جانے کا حکم دیا۔ عبیداللہ نے مصر پر اپنے بیٹے ابو القاسم کو اپنا قائم مقام بنا کر افریقہ کی جانب کوچ کیا۔ ۱۱۴ھ میں افریقہ پہنچا۔ جامع تونس تعمیر کرائی۔ جنگی و بحری کشتیوں کے بنانے کے لئے ایک کارخانہ بنایا۔ طنجہ کی حکومت پر اپنے بیٹے اسماعیل کو مامور کیا اور عمر بن عبیداللہ بن مرادی کو اس کے ہمراہ بھیجا۔ اندلس کی امارت عقبہ بن حجاج قیسی کو دی اور حبیب بن عبیدہ بن عقبہ بن نافع کو ملک مغرب پر جہاد کرنے کا حکم دیا چنانچہ حبیب بن عبیدہ جہاد کرتا ہوا قصائے سوس اور سرزمین سوڈان تک پہنچ گیا بہت سا مال غنیمت از جنس سیم و زر لونڈی غلام لے کر واپس ہوا۔ تمام بلاد مغرب اور قبائل بربر کو زیر و زبر کر دیا۔ اس کے بعد دوبارہ براہ دریا ۱۲۲ھ میں صقلیہ پر جہاد کیا۔ اس مہم میں عبدالرحمٰن بن حبیب بھی اس کے ہم رکاب تھا۔ سرقوسہ پر پڑاؤ کیا جو کہ صقلیہ کا بہت بڑا شہر تھا۔ نہایت سختی سے تمام جزیرہ کو تاخت و تاراج کیا۔ آخر الامر اہلِ صقلیہ نے جزیہ دینا قبول کیا۔

محمد بن عبداللہ والیٔ طنجہ کا قتل

چونکہ محمد بن عبداللہ والیٔ طنجہ نے بربریوں کے ساتھ بدسلوکی شروع کر دی تھی اور ان میں سے جو لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے ان پر بھی جزیہ قائم کرنے کا یہی گمان قصد کر لیا تھا کہ یہ مال غنیمت ہے اس وجہ سے بربریوں کو اشتعال پیدا ہوا اور سب کے سب متفق ہو کر بغاوت کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے اسی اثناء میں یہ خبر لگی کہ لشکر اسلام حبیب بن عبیدہ کی سرکردگی میں صقلیہ پر جہاد کرنے کو گیا ہوا ہے۔ میسرہ مطغری صفری خوارج کے علم حکومت کا مطیع ہو کر طنجہ پر چڑھ آیا اور محمد بن عبداللہ کو قتل کر کے طنجہ پر قابض ہو گیا۔ بربریوں نے بھی اس کی اطاعت قبول کر لی اور اس کی حکومت و خلافت کی بیعت کر کے امیر المومنین کے لقب سے مخاطب کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ باتیں تمام قبائل افریقہ میں پھیل گئیں۔ عبیداللہ بن حبحاب نے ان واقعات سے مطلع ہو کر خالد بن حبیب فہری کو بقیہ لشکر اسلام کی افسری کے ساتھ جو اس وقت اس کے ساتھ تھا طنجہ بے تمیزی کی روک تھام کے لیے روانہ کیا اور حبیب بن عبیدہ کو اس لشکر اسلام کے ساتھ جو اس کا ہم رکاب تھا طلب کر کے خالد کی روانگی کے بعد بطور کمک افریقہ کی جانب بڑھنے کا حکم دیا۔ اطراف طنجہ میں میسرہ اور بربریوں کے عساکر اسلامیہ کا مقابلہ ہوا۔ سخت اور خون ریز لڑائی ہوئی پھر آپ ہی آپ فریقین جنگ سے ہاتھ کھینچ کر علیحدہ ہو گئے۔ میسرہ طنجہ کی جانب واپس ہوا۔ بربر نے میسرہ کی کج ادائی کی وجہ سے میسرہ پر آپ پلٹ کر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر کے اس کی جگہ خالد بن حبیب زناتی کو اپنا امیر بنایا۔ تمام بربر نے اس کی امارت کو تسلیم کر لیا اتنے میں خالد بن حبیب لشکر عرب اور فوج ہشام لیے ہوئے پہنچ گئے۔ ایک سرے سے گتھم گتھا ہیں معرکہ میں ان لوگوں کو شکست ہوئی۔ خالد بن حبیب اور عرب کا ایک گروہ کھیت رہا۔ اسی مناسبت سے اس لڑائی کا نام غزوۃ الاشراف رکھ دیا گیا۔

ان واقعات سے عبیداللہ بن حبحاب سے افریقہ چھن گیا۔ جس کی خبر اندلس پہنچی تو اہل اندلس نے اپنے گورنر عقبہ بن حجاج کو معزول کر کے عبدالملک بن قطن کو اپنا امیر بنا لیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

کلثوم بن عیاض

جس وقت ہشام بن عبدالملک کے دربار خلافت میں مغرب میں عساکر اسلامیہ کی شکست اور عبیداللہ بن حبحاب سے افریقہ کی بغاوت کی خبر موصول ہوئی تو دربار خلافت اموی نے عبیداللہ بن حبحاب کو واپس آنے کے لیے لکھا اور افریقہ کی حکومت پر ۱۲۳ھ میں کلثوم بن عیاض کو متعین فرمایا۔ اس کے مقدمۃ الجیش (ہراول) پر بلج بن بشر قشیری تھا۔ کلثوم نے قیروان پہنچ کر اہل قیروان کے ساتھ برا برتاؤ کیا۔ اہل قیروان نے حبیب ابن عبیدہ سے شکایت کی۔ حبیب اس وقت تلمسان میں مقیم تھا اور بربریوں کا موافق اور ہوا خواہ تھا۔ چنانچہ حبیب نے کلثوم ابن عیاض کو یہ واقعات لکھ بھیجے اور آئندہ ایسے افعال کے ارتکاب سے منع کیا اور کسی قدر دھمکی بھی دی۔

کلثوم بن عیاض نے معذرت کی اور قیروان پر عبدالرحمٰن بن عقبہ کو اپنا نائب مقرر کر کے برابر کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ تلمسان پہنچا۔ حبیب بن عبیدہ سے مڈبھیڑ ہوئی۔ دونوں لڑ گئے۔ پھر متفق ہو کر دونوں خود کردہ پر پشیمان ہو کر اسلام کی طرف لوٹ آئے۔

لشکر بربریوں نے ان لوگوں پر والیٔ طنجہ تھی وادی سبو پر حملہ کیا۔ بلج کو جو کہ ہراول کا افسر تھا شکست ہوئی۔ بھاگ کر کلثوم کے پاس پہنچا۔ دشمن بھی تعاقب کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر لڑائی ہوتی رہی۔ کلثوم اور حبیب بن عبیدہ کام آئے۔ لشکر اسلام کا اکثر حصہ کھیت رہا۔ اہل شام نے معہ بلج ابن بشیر سبتہ میں جا کر پناہ لی اور بربریوں نے پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا۔ محصورین نے عبدالملک بن قطن امیر اندلس سے اندلس میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ عبدالملک نے ان لوگوں کو صرف ایک برس قیام کرنے کی اجازت دی اور اس امر پر ان سے ضمانت لے لی۔ اختتام مدت کے بعد عبدالملک نے ان لوگوں سے ایفائے عہد کا مطالبہ کیا۔ ان لوگوں نے پہلے کچھ پس و پیش کیا۔ جب اس سے کام نہ چلا تو ایک روز ان لوگوں نے اسے قتل کر ڈالا اور بلج نے اندلس پر قبضہ کر لیا۔

بلج بن بشر

عبدالرحمٰن بن حبیب بن عبیدہ بن عقبہ بن نافع بھی جس وقت اس کا باپ حبیب کلثوم کے ساتھ مارا گیا تھا اور بلج نے اندلس فتح کر قبضہ کر لیا اس امید موہوم پر کہ کبھی نہ کبھی میں حکومت اندلس پر قابض ہو جاؤں گا اندلس چلا گیا اور اسی فکر میں ڈوبا رہا جب ابو الخطار حنظلہ کی جانب سے امیر اندلس ہو کر وارد اندلس ہوا تو عبدالرحمن حکومت اندلس سے ناامید ہو کر ۱۲۶ھ میں تونس کی جانب آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہشام نے وفات پائی تھی اور ولید بن یزید تخت خلافت پر متمکن ہو چکا تھا پس عبدالرحمن حکومت و سلطنت کا دعویدار ہو گیا اور قیروان کی طرف کوچ کر دیا۔ حنظلہ نے یہ سن کر عبدالرحمٰن کی روک تھام کے لیے اپنے لشکر کے چند سرداروں کو عبدالرحمن کے پاس بھیجا۔ عبدالرحمٰن نے بلطائف الحیل ان لوگوں سے ملاقات تک نہ کی اور نہایت تیزی سے قیروان کی جانب سفر کرنے لگا۔ حنظلہ اس امر کا احساس کر کے کہ عنقریب مسلمانوں میں باہم خون ریزی کا سلسلہ جاری ہوا چاہتا ہے ۱۲۷ھ میں افریقہ سے مغرب کی جانب واپس ہوا اور عبدالرحمن نے دارالامارت میں داخل ہو کر افریقہ کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور مروان بن محمد کو اپنی جانب سے افریقہ کی گورنری پر مامور کیا۔

عبدالرحمٰن بن حبیب اور خوارج کی جنگ

اس کے بعد خوارج ہر چہار طرف سے عبدالرحمٰن پر ٹوٹ پڑے۔ عمر بن عطاب ازدی نے طبیناش میں عروہ بن ولید صفری نے تونس میں، صابت صنہاجی نے باجہ میں اور عبدالجبار بن حرث نے طرابلس میں علم مخالفت بلند کیا۔ یہ لوگ فرقہ اباضیہ سے تھے۔ عبدالرحمٰن نے ۱۳۱ھ میں ثابت اور عبدالجبار پر فوج کشی کی اور ان دونوں کو شکست دے کر دورانِ جنگ میں دونوں کو ملکِ عدم پہنچا دیا۔ اسی زمانے میں عبدالرحمٰن نے اپنے بھائی الیاس کو عمر بن عطاب کی گوشمالی کی غرض سے طبیناش روانہ کیا تھا۔ الیاس نے بھی عمر کو شکست دے کر مار ڈالا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے عروہ کی سرکوبی کے لئے تونس پر چڑھائی کی اور اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ ان لوگوں کے مارے جانے سے خوارج کی جمیعت منتشر ہو گئی۔

عبدالرحمٰن اور فرانسیسیوں کے مابین جھڑپیں

پھر ۱۳۵ھ میں عبدالرحمٰن نے بربر سے جنگ کرنے کے لئے اطرافِ تلمسان پر چڑھائی کی۔ بربر کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ عبدالرحمن کامیابی کے ساتھ واپس ہوا۔ اس کے بعد ایک فوج کو براہ دریا سقلیہ کی طرف روانہ کیا اور دوسری طرف فوج کو سردانیہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ فرانسیسیوں سے بہت سخت لڑائی ہوئی۔ انہیں بری طرح پسپائی ہوئی یہاں تک کہ عیسائیان فرانس نے جزیہ دینا قبول کیا۔ ان واقعات کے بعد بنو عباس کی حکومت کا دور آگیا۔ عبدالرحمٰن نے اظہار اطاعت کی غرض سے خلیفہ سفاح کی خدمت میں عرض داشت روانہ کی، اس کے بعد ابو جعفر منصور کے دربار میں بھی اطاعت و فرمانبرداری کی عرضی بھیجی۔

عبدالرحمٰن کا قتل

بنو امیہ کی ایک بڑی جماعت افریقہ چلی آئی۔ ان لوگوں میں سے جو کہ افریقہ میں اس کے پاس چلے آئے تھے، قاضی و عبدالمومن پسران ولید بن یزید تھے۔ ان کے ہمراہ ان کی چچا زاد بہن بھی چلی آئی تھی۔ عبدالرحمٰن نے اپنے بھائی الیاس کا عقد اس سے کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد عبدالرحمٰن تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ قاضی و عبدالمومن حکومت و سلطنت کے دعویدار ہیں۔ عبدالرحمٰن نے یہ سنتے ہی ان دونوں بھائیوں کو قتل کرا دیا۔ عبدالرحمٰن کے اس فعل سے مقتولوں کی چچا زاد بہن کو بے حد ناراضگی پیدا ہوئی۔ اپنے شوہر الیاس کو اس کے بھائی عبدالرحمٰن کی جانب سے برانگیختہ کر دیا اور اس کے دل میں بھائی کی جانب سے کینہ و عداوت کا بیج بو دیا۔ اتفاق سے انہیں دنوں عبدالرحمٰن نے تھوڑے سے تحائف ایک معذرت نامہ کے ساتھ خلیفہ ابو جعفر منصور کی خدمت میں روانہ کئے تھے۔ خلیفہ منصور نے معذرت قبول نہ کی۔ اس پر عبدالرحمٰن نے خلیفہ منصور کو برے الفاظ سے مخاطب کیا۔ منصور نے تہدید آموز فرمان تحریر کیا اور خلعت بھیج دیا۔ عبدالرحمٰن نے

بغاوت کا اظہار کر دیا اور بر سر منبر خلعت کو پھاڑ ڈالا۔ اس کے بھائی الیاس کو جو اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے موقع کا متلاشی تھا موقع مل گیا۔سردارانِ لشکر کو ملا جلا کر عبدالرحمٰن کی مخالفت اور خلیفہ منصور کی دوبارہ حکومت و سلطنت تسلیم کرنے پر ابھار دیا۔ اس معاملہ میں اپنے بھائی عبدالوارث کو شریک اور راز دار بنا لیا۔ عبدالرحمٰن کو ان دونوں کے ارادے سے آگاہی ہو گئی۔ الیاس کو تونس جانے کا حکم دیا۔ روانگی کے وقت رخصت کرنے کی غرض سے آیا تھا اس کے ساتھ اس کا بھائی عبدالوارث بھی تھا۔ الیاس و عبدالوارث نے عبدالرحمٰن کو مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۳۷ھ میں عبدالرحمٰن کی حکومت کے دسویں سال واقع ہوا۔

حبیب بن عبدالرحمٰن

عبدالرحمٰن کے مارے جانے کے بعد اس کا بیٹا حبیب تونس کی طرف بھاگ گیا الیاس اور عبدالوارث نے ہرچند اس کی تلاش کی قصر امارت کے دروازے بند کرا دیئے گئے مگر حبیب ہاتھ نہ آیا اس کا چچا عمران بن حبیب تونس میں تھا۔ الیاس نے حبیب کا تعاقب کیا۔ عمران اور الیاس میں خوب خوب لڑائیاں ہوئیں بالآخر مصالحت ہو گئی کہ قفصہ' قسطیلہ اور نفزاوہ حبیب کو دیا جائے۔ تونس' صفطورہ یعنی تیردو اور جزیرہ پر عمران کا قبضہ رہے' باقی بلاد افریقہ الیاس کے زیر حکومت تصور کیا جائے۔اس صلح کی تکمیل ۱۳۸ھ میں ہوئی چنانچہ حبیب نے اپنے بلاد کی طرف جو کہ بروئے صلح نامہ اسے ملے تھے،کوچ کیا اور الیاس نے اپنے بھائی عمران کے ساتھ تونس کا راستہ لیا۔ اثنا راہ میں الیاس نے عمران کے ساتھ دغا کیا اور اسے شرفا کے ایک گروہ کے ساتھ مار کر قیروان کی جانب لوٹ آیا اور اظہارِ اطاعت کی غرض سے ایک عرض داشت معرفت عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم قاضی افریقہ دربار خلافت ابو جعفر منصور میں روانہ کی۔اس کے بعد حبیب نے تونس پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ الیاس کو اس کی خبر لگی تو اس نے تونس پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔حبیب نے میدان خالی دیکھ کر چپکے سے قیروان کا راستہ لیا اور پہنچتے ہی قابض ہو گیا۔ جیل کے دروازے کھول دیئے۔الیاس اس واقعہ سے مطلع ہو کر بہ تلاش حبیب قیروان کی طرف لوٹا اس کے اکثر ہمراہی اس سے علیحدہ ہو کر حبیب سے جا ملے۔ جس وقت دونوں چچا بھتیجے ایک دوسرے کے مقابلہ پر آئے حبیب نے اپنے چچا الیاس کو جنگ کی غرض سے للکارا۔ چنانچہ دونوں شمشیر بکف میدان جنگ میں آ گئے۔حبیب نے نہایت تیزی سے اپنے چچا کا کام تمام کر دیا اور مظفرو منصور قیروان میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ آخر ۱۳۸ھ کا ہے' اس کا دوسرا چچا عبدالوارث بربر کے قبائل سے قبیلہ وربجومہ میں جا کر پناہ گزین ہوا۔

عاصم بن حمیل

اس قبیلہ کا سردار ان دنوں عاصم بن حمیل نامی ایک شخص تھا۔ اسے نجوم میں مہارت حاصل تھی۔ اس نے دعوی نبوت کیا تھا۔ عبدالوارث کو اسی نے امان دی تھی۔ حبیب نے یہ خبر پا کر ان لوگوں پر چڑھائی کی۔ان لوگوں نے حبیب کو قابس کی جنگ میں شکست دی۔ ان سے ان لوگوں کی حکومت مستقل اور مستحکم ہو گئی۔ قیروان کے عربوں نے عاصم بن حمیل کو قیروان پر حکومت کرنے کے لیے لکھ بھیجا۔ مگر یہ شرط کی کہ خلیفہ منصور کی حکومت تسلیم اور اس کی حمایت کرنا ہو گی۔ عاصم نے اس شرط کو منظور نہ کیا۔ فوجیں جمع کر کے قیروان پر چڑھ آیا۔عربوں کو اس معرکہ میں شکست ہوئی۔کمال ابتری سے پسپا ہوئے۔ عاصم نے مسجدوں کو ویران و مسمار کر دیا اور ان کی توہین کی۔ اس کے بعد حبیب بن عبدالرحمٰن قبضے کے ارادے سے قابس کی طرف بڑھا۔ دونوں حریفوں میں لڑائی ہوئی۔ میدان عاصم کے ہاتھ رہا۔ حبیب شکست کھا کر کوہ اوراس چلا گیا۔اہلِ کوہ نے اسے اپنے یہاں پناہ دی۔اتنے میں عاصم آ پہنچا'دونوں میں لڑائی ہوئی' میدان اہل جبل اور اس کے ہاتھ رہا۔ ایک گروہ اس کے ہمراہیوں کا مارا گیا۔ اس کے بعد ۱۴۰ھ میں عبدالملک نامی ایک شخص حبیب بن عبدالرحمٰن کو قتل کر کے حکومت وربجومہ اور قیروان پر قابض ہو گیا۔ الیاس کی حکومت افریقہ پر ڈیڑھ سال رہی اور حبیب کی امارت تین سال۔

عبدالملک بن ابی الجعد' حبیب بن عبدالرحمٰن کو قتل کر کے قبائل وربجومہ میں قیروان کی طرف چلا گیا اور پہنچتے ہی قیروان پر قابض ہو گیا اور وربجومہ نے تمام افریقہ پر قابض ہو کر اہل قیروان کے ساتھ زیادتیاں کیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ان لوگوں نے آفت مچائی۔ اہل

قیروان بخوف جان ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ یہ خبر تمام ملکوں میں پھیل گئی۔ عبدالاعلیٰ بن سمح مغافری اباضی نے اطراف طرابلس میں اس کی مخالفت کا علم بلند کیا اور بڑھ کر طرابلس پر قبضہ کر لیا۔

عبدالاعلیٰ مغافری

جس وقت عبدالاعلیٰ نے شہر طرابلس میں اپنی حکومت و ریاست کا جھنڈا گاڑا عبدالملک بن ابی الجعد نے ۱۴۱ھ میں عبدالاعلیٰ سے جنگ کرنے کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ چنانچہ ابو الخطاب عبدالاعلیٰ نے عبدالملک کی فوجوں سے مقابلہ کیا اور انہیں شکست دے کر نہایت سختی سے قیروان تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ جب شکست خوردہ جماعت کو قیروان میں بھی پناہ نہ ملی تو ابو الخطاب عبدالاعلی نے قیروان پر قابض ہو کر اہل وربجومہ کو نکال باہر کیا اور عبدالرحمن بن رستم کو اپنا نائب مقرر کر کے طرابلس کی جانب اس لشکر سے لڑنے کو کوچ کیا جو کہ ابو جعفر منصور کی طرف سے آرہا تھا۔

محمد بن اشعث خزاعی

جب کہ افریقہ میں فتنہ و فساد کی جس قدر گرم بازاری ہو سکتی تھی، ہوئی اور قبائل وربجومہ نے قیروان پر قبضہ حاصل کر لیا اس وقت لشکر افریقہ سے چند لوگ بطور وفد دربار خلافت عباسیہ میں حاضر ہوئے اور خلیفہ ابو جعفر منصور سے وربجومہ کی ان زیادتیوں اور ظلم کی شکایت کی جو ان پر ہو رہے تھے اور امداد و اعانت کی درخواست کی۔ خلیفہ منصور نے مصر و افریقہ کی حکومت پر محمد بن اشعث خزاعی کو مامور کر کے اول افریقہ کی داد رسی کی ہدایت فرمائی۔ محمد بن اشعث دربار خلافت سے رخصت ہو کر مصر وارد ہوا اور ابو الحوص عمرو بن احوص عجلی کو اپنی جانب سے افریقیہ کی عنان حکومت سپرد کی۔ چنانچہ ابو الاحوص نے فوجیں آراستہ کر کے مقدمتہ الجیش کے ساتھ کوچ کیا۔ مقام سرت میں ابو الخطاب عبدالاعلیٰ سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اس مہم میں ان لوگوں کے ساتھ اغلب ابن سالم بن عقال بن خفاجہ بن سوادہ تمیمی بھی تھا۔ بہت بڑی خون ریزی کے بعد عساکر شاہی کو فتح نصیب ہوئی لیکن خاتمہ جنگ کے بعد ہی ابو الخطاب عبدالاعلی دوبارہ خم ٹھونک کر میدان سرت میں آگیا۔ ایک دوسرے سے گتھ گئے آخر کار عبدالاعلی کو شکست ہوئی اس کے بہت سے ہمراہی مارے گئے۔ یہ واقعہ ۱۴۳ھ کا ہے۔

اس واقعہ کی خبر عبدالرحمٰن بن رستم تک پہنچی تو وہ قیروان سے تاہرت کی طرف بھاگ گیا اور وہاں پہنچ کر ایک شہر آباد کر کے قیام پذیر ہو گیا اور محمد بن اشعث نہایت حزم و احتیاط سے اپنے فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے میں مصروف ہوا۔ طرابلس کو فتح کیا اور ابو الحارق غفار طائی کو اس کی حکومت عطا کی۔ طنجہ اور زاب پر اغلب بن سالم کو مقرر کیا۔ اس نے مخالفت و بغاوت کی اور ۱۴۸ھ میں اسے نکال دیا۔ پس اغلب بن سالم نے مشرق کا راستہ لیا اور جب محمد بن اشعث مشرق کی جانب روانہ ہوا مضریہ پر عیسیٰ بن موسیٰ خراسانی مامور کر گیا۔

اغلب بن سالم بن عقال

ابو جعفر منصور نے اس کے بعد اغلب بن سالم بن عقال بن خفاجہ تمیمی کو افریقہ کی حکومت عنایت کی۔ یہ شخص ابو مسلم خراسانی کے ہمراہیوں میں سے تھا اور محمد بن اشعث کے ساتھ افریقہ آیا تھا۔ محمد بن اشعث نے اسے طنبہ اور زاب کی حکومت پر مقرر کیا تھا اس مرتبہ جوں ہی اغلب قیروان میں داخل ہوا فتنہ و فساد فرو ہو گیا۔ ہر شخص امن چین سے ہر شخص اپنے مکان میں رہنے لگا۔ اس کے بعد ابو قرہ یفرنی نے بربریوں کو ایک جا کر کے اغلب پر چڑھائی کر دی۔ اغلب خون ریزی و جنگ کے خوف سے بھاگ کھڑا ہوا فتنہ و فساد فرو ہو گیا[1] لشکریوں کو اغلب کا یہ فعل ناگوار گذرا اسے اپنی سرداری سے معزول کر دیا اور حسن بن کرب کندی سے خط و کتابت شروع کی جو کہ ان دنوں قابس میں تھا۔ چند نامہ و پیام کے بعد سارا لشکر حسن بن حرب کے پاس چلا گیا پھر وہ ان کے ساتھ ساتھ قیروان کی طرف گیا

[1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔

اور قیروان پر قابض ہو گیا۔ اغلب نے میدان خالی دیکھ کر قابس کا راستہ لیا۔قابس پہنچ کر فوجیں فراہم کیں اور ۱۵۰ھ میں حسن بن حرب سے جنگ کرنے کے لئے واپس ہوا۔فریقین نے ایک میدان میں صف آرائی کی۔اغلب نے حسن کو شکست دے کر قیروان کی طرف قدم بڑھایا۔ حسن نے پلٹ کر قیروان کے باہر اغلب پر پھر حملہ کر دیا۔ بہت بڑی خون ریزی ہوئی۔اثنائے جنگ میں اغلب کے ایک تیر آلگا جس سے وہ تڑپ کر مر گیا۔

ابو الخارق غفار طائی اور حسن کی جنگ

اغلب کے ہمراہیوں نے ابو الخارق غفار طائی کو اپنا امیر بنایا جو کہ طرابلس کی حکومت پر تھا اور نہایت مردانگی سے حسن پر حملہ آور ہوئے۔ حسن شکست کھا کے تونس کی جانب بھاگا اور جب وہاں بھی اسے پناہ نہ ملی تو کنامہ میں جا کر دم لیا۔ابو الخارق کے سوار اس کے تعاقب میں تھے۔دو مہینے بعد حسن کنامہ سے پھر تونس کی طرف واپس ہوا۔شاہی لشکر نے اسے گرفتار کر کے قید حیات سے سبکدوش کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اغلب کے ہمراہیوں نے اسے اس مقام پر قتل کیا تھا جہاں پر اغلب مارا گیا تھا۔ ان واقعات کے بعد ابو الخارق غفاری طائی افریقہ پر حکمرانی کرتا رہا یہاں تک کہ وہ حوادث پیش آئے جسے ہم ذکر کرنے والے ہیں۔

عمر بن حفص ہزار مرد

خلیفہ ابو جعفر منصور نے اغلب بن سالم کے مارے جانے کی خبر سن کر اس کی جگہ افریقہ پر عمر بن حفص ہزار مرد کو مامور کیا۔ عمر بن حفص قبیصہ بن ابی صفرہ برادر مہلب کی اولاد سے تھا چنانچہ ۱۵۱ھ میں عمر بن حفص وارد افریقہ ہوا' تین برس تک کمال انتظام سے حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد شہر طنبہ بنانے کی غرض سے طنبہ کی طرف روانہ ہوا اور قیروان پر اپنی جگہ ابو حازم حبیب بن حبیب مہلبی کو مامور کیا۔ عمر حفص کی روانگی طنبہ کے بعد بربریوں نے افریقہ میں یورش کی۔ اہل افریقہ کو دبا لیا'قیروان کی طرف بڑھے'ابو حازم سے لڑائی ہوئی۔ ان لوگوں نے ابو حازم کو مار ڈالا۔

ابو حاتم یعقوب بن حبیب

اس کے بعد بربر اباضیہ نے طرابلس میں جمع ہو کر ابو حاتم یعقوب بن حبیب اباضی کو اپنا امیر مقرر کیا۔ابو حاتم بنی کندہ کا خادم تھا۔ ان دنوں طرابلس کی حکومت پر جلید بن بشار اسدی عمر بن حفص کی طرف سے مامور تھا۔ عمر بن حفص نے اس کی کمک پر فوجیں روانہ کیں چنانچہ ابو حاتم سے مڈبھیڑ ہوئی۔ ابو حاتم نے شاہی لشکر کو شکست دے کر قابس میں ان پر محاصرہ ڈال دیا۔ اس واقعہ سے تمام افریقہ میں بغاوت پھیل گئی۔ پھر بربریوں نے فوجیں فراہم کر کے طنبہ کی جانب کوچ کیا اور عمر بن حفص کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرین میں ابو قرہ یعقوبی چالیس ہزار صفریہ کی جمعیت سے' عبدالرحمٰن بن رستم پندرہ ہزار اباضیہ کے ساتھ اور مسور زناتی دس ہزار اباضیہ کو لے کر آیا ہوا تھا ان کے علاوہ صنہاجہ زناتہ اور ہوارہ کے بہت سے خوارج آئے ہوئے تھے جو شمار اور تعداد سے باہر تھے۔ عمر بن حفص نے نہایت دانائی سے ان لوگوں کی مدافعت کی۔ان کے سرداروں کو مال و زر دے کر ان کی مجموعی قوت اور اتحاد کو توڑ دیا۔ ابو قرہ کے ہمراہیوں کو بھی ایک مقدار کثیر مرحمت کی۔ یہ لوگ بلا جدال و قتال لوٹ کھڑے ہوئے مجبوراً" ابو قرہ نے بھی ان کی متابعت کی۔ عمر بن حفص نے اس امر کا احساس کر کے ایک فوج عبدالرحمٰن بن رستم کے مقابلہ پر بھیج دی۔ یہ اس وقت مقام تھودا میں تھا۔ عبدالرحمٰن شکست کھا کر تاہرت کی جانب بھاگا۔ عبدالرحمٰن کی شکست سے اباضیہ پر طنبہ کا محاصرہ رکھنا دشوار ہو گیا۔ بدرجہ لاچاری محاصرہ اٹھا لیا۔ ابو حاتم نے قیروان پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا۔ آٹھ مہینے تک نہایت شدت سے محاصرہ کیے رہا۔ عمر بن حفص نے یہ خبر پا کر کوچ کیا اور طنبہ کی مخالفت کے لیے فوجیں بھیج دیں۔ ابو قرہ اس سے مطلع ہو کر طنبہ آپہنچا۔اہل طنبہ نے اسے ناکامی کے ساتھ پسپا کر دیا۔ ابو حاتم اور اس کے ہمراہی جو کہ قیروان محاصرہ کئے ہوئے تھے یہ خبر پا کر کہ عمر بن حفص ان کی طرف آرہا ہے' جنگ و مقابلہ کے ارادے سے عمر بن حفص کی جانب بڑھے۔ عمر بن

حفص کو جاسوسوں نے حریف کی نقل و حرکت سے مطلع کر دیا۔

پس عمر بن حفص اربس سے تونس کی طرف جھک پڑا اور وہاں سے ایک غیر متعارف راستہ طے کر کے قیروان پہنچ گیا اور ہر چہار طرف سے اسے گھیر لیا۔ ابو حاتم اور بربر بھی اس کے پیچھے پیچھے قیروان میں آپہنچے اور عمر بن حفص کے لشکر کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت قیروان ایک نقطہ کی طرح دو دائروں کے درمیان میں تھا۔ محصورین اور محاصرین کی قوتیں ایک دوسرے کا حصار اٹھانے میں صرف ہو رہی تھیں۔ آخر کار عمر بن حفص مرنے پر کمربستہ ہو کر ابو حاتم کا حصار اٹھانے کی غرض سے نکل کھڑا ہوا۔ میدان ابو حاتم کے ہاتھ رہا عمر بن حفص عین معرکہ میں مارا گیا یہ واقعہ آخر ۱۵۴ھ کا ہے اس کی جگہ اس کا مادری بھائی حمید بن صخر امیر لشکر ہوا۔ اس نے ابو حاتم سے اس شرط سے کہ قیروان میں خلافت عباسیہ کا شاہی اقتدار تسلیم کیا جائے مصالحت کر لی چنانچہ شاہی لشکر کا کثیر حصہ طنبہ چلا آیا' ابو حاتم نے قیروان کے دروازہ کو جلا دیا اور شہر پناہ کو توڑ ڈالا۔

یزید بن حاتم ابن قبیصہ بن مہلب

جس وقت خلیفہ منصور تک یہ خبر پہنچی کہ اہل افریقہ نے عمر بن حفص گورنر افریقہ کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور طنبہ اور قیروان میں اس کا محاصرہ کر لیا ہے تو خلافت پناہی نے ساٹھ ہزار جنگ آوروں کی جمعیت سے یزید بن حاتم بن قبیصہ بن مہلب بن ابی صفرہ کو عمر بن حفص کی کمک پر روانہ کیا اس کی خبر عمر بن حفص تک پہنچی تو اسی گھمنڈ میں یہ مرنے پر کمربستہ ہو کر میدان جنگ میں آگیا یہاں تک کہ مارا گیا اس کے بعد یزید بن حاتم قیروان کے قریب پہنچا۔ اس وقت ابو حاتم یعقوب بن حبیب قیروان پر قابض تھا اس نے قیروان پر اپنی جگہ عمر بن عثمان فہری کو مامور کیا اور فوجیں آراستہ کر کے یزید سے مقابلے کے قصد سے طرابلس کی طرف بڑھا جوں ہی ابو حاتم نے قیروان سے کوچ کیا عمر بن عثمان نے علم مخالفت بلند کر کے اس کے ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا۔

اسی اثنا میں عبدالخارق غفار بھی موقع پا کر نکل کھڑا ہوا ابو حاتم کو مجبوراً" ان لوگوں کی طرف واپس ہونا پڑا۔ یہ دونوں آمد کی خبر سن کر قیروان سے نکل بھاگے۔ سواحل کتامہ سے جیجل پر جا کر پناہ لی۔ ابو حاتم ان کا تعاقب چھوڑ کر قیروان کی طرف جھکا اور عبدالعزیز بن سمح مغافری کو قیروان پر مامور کر کے یزید کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا یزید کو اس کی خبر لگی تو اس نے طرابلس کا راستہ لیا۔ ابو حاتم کوچ و قیام کرتا ہوا جبال نفوسہ تک پہنچا یزید کی فوجوں نے پیچھا کیا ابو حاتم نے انہیں شکست دی تب یزید بنفسہ ابو حاتم کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ بہت بڑی لڑائی ہوئی بربر کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی ابو حاتم مع تین ہزار ہمراہیوں کے کھیت رہا۔ یزید بعوض خون عمر بن حفص شکست خوردہ گروہ کو دور تک قتل کرتا ہوا تعاقب کرتا چلا گیا اس کے بعد قیروان کی جانب روانہ ہوا۔ ۱۵۵ھ کا نصف دور تمام ہوتے ہوتے قیروان پہنچا۔

عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن فہری ابو حاتم کے ساتھ تھا خاتمۂ جنگ کے بعد اس نے کتامہ جا کر پناہ لی۔ یزید نے اس کی گرفتاری اور تلاش پر فوج کے چند دستوں کو مامور کیا انہوں نے اس کا کتامہ میں محاصرہ کر لیا اور کامیابی کا جھنڈا لئے ہوئے کتامہ میں گھس پڑے۔ عبدالرحمٰن بھاگ گیا وہ تمام لوگ جو اس کے ہمراہ تھے مارے گئے' ان مہمات سے فارغ ہو کر یزید انتظام حکومت کی طرف متوجہ ہوا ابو الخارق غفار کو زاب پر متعین کیا اور خود طنبہ میں قیام پذیر ہوا۔ متعدد لڑائیوں میں جو اسے وربجومہ کے ساتھ پیش آئیں بربریوں کو خوب خوب پامال کیا اور عہد خلافت ہارون رشید ۱۷۰ھ میں راہی ملک آخرت ہوا۔ عنان حکومت اس کے بیٹے داؤد نے اپنے ہاتھ میں لی۔ بربر نے اس پر حملہ کیا یہ بھی ان پر حملہ آور ہوا اس کے بعد واپس ہو کر قیروان آیا اس کے بقیہ حالات ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

روح بن حاتم

یزید بن حاتم کے مرنے کی خبر خلیفہ رشید تک پہنچی تو اس کے بھائی روح بن حاتم کو جو کہ فلسطین کا گورنر تھا، دارالخلافت میں طلب کر کے اس کے بھائی یزید کی ماتم پرسی کی اور سند حکومت افریقہ عنایت فرما کر روانگی کا حکم دیا۔ ۱۷۱ھ کے نصف میں روح وارد افریقہ ہوا۔

داؤد بن یزید نے دارالخلافت بغداد کا راستہ لیا۔ چونکہ یزید نے خوارج کو بے حد ذلیل اور حد درجہ پامال کیا تھا' اور اپنے رعب کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھا لیا تھا اس وجہ سے روح کا زمانہ حکومت نہایت سکون اور امن سے گزرا۔ صرف ایک عبدالوہاب بن رستم ذ ہیبہ سے خطرہ کا اندیشہ تھا۔ اس سے مصلحتاً مصالحت کر لی۔ اس کے بعد ماہ رمضان ۱۷۴ھ میں اس نے وفات پائی۔ اس سے پیشتر خلیفہ رشید نے روح کے عزیزوں میں سے نصر بن حبیب کو حکومت افریقہ کی سند خفیہ طور سے عنایت کر دی تھی اس لحاظ سے روح کے بعد نصر نے عنان حکومت افریقہ اپنے ہاتھ میں لی اور حکمرانی کرنے لگا یہاں تک کہ افضل کو افریقہ کی گورنری مرحمت ہوئی۔

فضل بن روح

جس وقت روح بن حاتم نے وفات پائی اس کی جگہ نصر بن حبیب حکمرانی کرنے لگا۔ روح کا بیٹا فضل سیدھا دارالخلافت چلا گیا۔ خلیفہ رشید نے اسے اس کے باپ کی جگہ افریقہ کی سندِ حکومت عطا کی۔ پس فضل ماہ محرم ۱۷۷ھ میں قیروان واپس آیا۔ ٹونس کی حکومت پر مغیرہ نے اپنے بھائی بشیر بن روح کے بیٹے کو مامور کیا۔ چونکہ مغیرہ ایک نو عمر شخص تھا، لشکریوں نے اسے حقارت کی نظر سے دیکھا اور فضل سے ان لوگوں کو اس کی بد خلقی اور ظالمانہ حرکات کی وجہ سے منافرت پیدا ہوئی۔ فضل نے بھی ان لوگوں پر نصر بن حبیب کی محبت اور ہوا خواہی کا الزام لگایا اتنے میں اہل ٹونس نے مغیرہ سے مستعفی ہونے کی تحریک کی، مغیرہ نے اس سے انکار کیا اس پر اہل ٹونس نے علم مخالفت بلند کر کے مغیرہ کو معزول کر دیا اور عبداللہ بن جارود کو اپنا امیر بنا لیا۔

عبداللہ بن جارود

عبداللہ بن جارود عبدربہ انباری کے نام سے مشہور و معروف تھا۔ اہل ٹونس نے بغرض اظہار اطاعت اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے مغیرہ کو اپنے شہر سے نکال دیا اور براہ چاپلوسی فضل کو لکھ بھیجا جسے آپ چاہیں ٹونس کی حکومت پر مقرر فرمائیں۔ اہل ٹونس پر اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن یزید بن حاتم کو مقرر کیا۔ چنانچہ عبداللہ فضل سے رخصت ہو کر ٹونس کی جانب روانہ ہوا جوں ہی ٹونس کے قریب پہنچا عبداللہ بن جارود نے ایک گروہ کو عبداللہ بن یزید سے ملنے اور ٹونس آنے کی وجہ دریافت کرنے کی غرض سے بھیجا۔ ان لوگوں نے براہ کینہ عبداللہ ابن جارود کو خوش کرنے کے لیے عبداللہ بن یزید کو مار ڈالا۔ اس وجہ سے محمد بن جارود کو مجبوراً مخالفت کا اظہار کرنا پڑا۔ عبداللہ بن یزید کے قتل کا محرک سپہ سالاران خراسانیہ میں سے محمد بن فارسی تھا۔ عبداللہ بن جارود نے اظہار مخالفت کے بعد تمام بلاد کے سپہ سالاران اور عمال کو فضل کی مخالفت پر ابھار دیا۔ سب کے سب فضل سے باغی اور منحرف ہو گئے۔ عبداللہ بن جارود کی جمعیت بڑھ گئی۔ فضل نے اس طوفان کی روک تھام کی غرض سے حملہ کیا مگر پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ عبداللہ بن جارود نے تعاقب کیا۔ قریب قیروان پھر مقابلہ ہوا۔ عبداللہ بن جارود نے جنگ کے بجائے چند لوگوں کو فضل نیز اس کے اہل و عیال کو قابس تک پہنچا دینے کے لیے مامور کیا۔ پھر اسے اثنا راہ سے واپس کر کے ۱۷۸ھ کا نصف دور تمام ہوتے ہوتے قتل کر ڈالا۔

اب عبداللہ بن جارود کو پورے طور سے جمعیت حاصل ہو گئی تھی۔ لوٹ کر ٹونس آیا مگر آرام سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ لشکر کے ایک حصہ کو جس کا سردار مالک بن منذر تھا، فضل کے واقعہ قتل سے برہمی پیدا ہوئی۔ رفتہ رفتہ کینہ و عداوت انتہا تک پہنچ گئی۔ ایک روز متفق ہو کر قیروان پر یورش کر کے اسے لے لیا۔ عبداللہ بن جارود نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر ٹونس سے قیروان کی طرف کوچ کیا اور پہنچتے ہی ان سب کو مع مالک بن منذر کے قتل کی سزا دی۔ ان کے علاوہ چند نامی نامی سرداروں کو بھی قتل کرا دیا باقی ماندگان نے اندلس میں جا کر پناہ لی اور اپنی سرداری و حکومت پر صلت بن سعید کو مامور کیا پھر چند روز بعد قیروان کی طرف واپس ہوئے اور افریقہ میں بغاوت کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔

ہرثمہ بن اعین

خلیفہ رشید نے فضل بن روح کے مارے جانے اور افریقہ میں بغاوت پھوٹ نکلنے سے مطلع ہو کر فضل کی جگہ ہرثمہ بن اعین کو سند حکومت عنایت کی اور عبداللہ بن جارود کے پاس یحییٰ بن موسیٰ کو اس وجہ سے کہ اہل خراسان کی آنکھوں میں اس کی عزت و توقیر تھی، علم خلافت کی اطاعت کا پیام دے کر روانہ کیا۔ بعضوں کا بیان ہے کہ یقطین کو بھیجا تھا۔ عبداللہ بن جارود نے علاء بن سعید کی مہم سے فارغ ہونے کی شرط پر علم خلافت کے مطیع ہونے کا اقرار کر لیا۔ یقطین (یا یحییٰ) تاڑ گیا کہ عبداللہ بن جارود مغالطہ دے رہا ہے فوراً" عبداللہ بن جارود کے دوست مصاحب محمد بن فارسی سے سازش کرنے کی بنا ڈال دی اور بہت سا مال دینے کے وعدہ پر ملا لیا۔ عبداللہ بن جارود کو کسی ذریعہ سے اس کی خبر لگ گئی۔ گھبرا کر اپنی حکومت کے ساتویں مہینے ماہ محرم ۱۷۹ھ میں علاء بن سعید کے خوف سے قیروان سے نکل بھاگا۔ محمد بن فارسی اس کے ساتھ تھا دونوں قیروان سے نکل کر جنگ کے ارادے سے سامان جنگ اور فوج کی درستگی میں لگ گئے۔

ایک روز عبداللہ بن جارود نے محمد بن فارسی کو تنہائی میں مشورہ کی غرض سے بلایا۔ فریق مخالف نے پہلے ہی سے اس کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو دونوں کے قتل پر مامور کر رکھا تھا۔ اس شخص نے محمد بن فارسی کو مار ڈالا۔ باقی رہا عبداللہ بن جارود وہ اور اس کے ہمراہی بھاگ کھڑے ہوئے علاء بن سعید اور یقطین قیروان کی طرف بڑھے۔ علاء بن سعید پہلے پہنچ کر قابض ہو گیا۔ عبداللہ بن جارود کے ہمراہیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن جارود بھاگ کر ہرثمہ کے پاس پہنچا۔ ہرثمہ نے اسے خلیفہ رشید کی خدمت میں بھیج دیا اور یہ لکھ بھیجا کہ علاء بن سعید نے اسے قیروان سے نکالا ہے۔ خلیفہ رشید نے علاء کے بھیجنے کا فرمان روانہ کیا۔ چنانچہ ہرثمہ کو ہمراہی یقطین دربار خلافت کی طرف روانہ کیا۔ خلیفہ رشید نے عبداللہ بن جارود کو جیل میں ڈال دیا اور علاء کے ساتھ بحسن سلوک پیش آیا یہاں تک کہ مصر میں اس نے وفات پائی۔

ان واقعات کے بعد ہرثمہ نے قیروان کی جانب کوچ کیا سفر و قیام کرتا ہوا ۱۸۰ھ میں وارد قیروان ہوا۔ لوگوں کو امان دی۔ آتش بغاوت فرو ہو گئی۔ اپنے آنے کے ایک برس بعد مقام منتیسر میں ایک بڑا محل تعمیر کرایا اور طرابلس کا شہر پناہ دریا کے متصل بنوایا۔ اس وقت ابراہیم بن اغلب زاب اور طنبہ کی گورنری پر تھا۔ اس نے ہرثمہ کی خدمت میں ہدایا اور تحائف بھیجے۔ ملاطفت آمیز اور خوشامدانہ خطوط لکھے۔ ہرثمہ نے اسے اس کے عہدہ پر بحال رکھا۔ اس نے نہایت خوبی سے اس خدمت کو انجام دیا رعایا کے ساتھ عادلانہ برتاؤ کئے۔

ہرثمہ کی عراق کو مراجعت

چند روز بعد ہرثمہ کی مخالفت پر عیاض بن وہب حواری اور کلیب بن جمیع کلبی اٹھ کھڑے ہوئے دونوں نے متفق ہو کر بہت بڑا لشکر جمع کر لیا۔ ہرثمہ نے ان دونوں کی سرکوبی پر سپہ سالاران خراسانیہ میں سے یحییٰ بن موسیٰ کو مامور کیا۔ یحییٰ کی حسن کارگزاری سے عیاض اور کلیب کی جمعیت منتشر ہو گئی ان کے بہت سے ہمراہیوں کو مار ڈالا اور آتش بغاوت فرو کر کے قیروان کی جانب واپس ہوا۔ ہرثمہ نے اس امر کا احساس کر کے کہ افریقہ میں آئے دن میری مخالفت پر علم بلند ہوا کرتا ہے، حکومت افریقہ سے استعفا پیش کیا۔ خلیفہ رشید نے استعفا منظور فرما لیا۔ ہرثمہ افریقہ سے اپنی حکومت و گورنری کے ڈھائی برس بعد عراق واپس لوٹ آیا۔

محمد بن مقاتل کعبی

اس کے بعد خلیفہ رشید نے افریقہ کی گورنری پر محمد بن مقاتل کعبی کو مامور کیا۔ محمد بن مقاتل خلیفہ رشید کا ساختہ پرداختہ تھا۔ ماہ رمضان ۱۸۱ھ میں وارد قیروان ہوا چونکہ محمد بن مقاتل میں بری عادات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں لشکریوں نے اس کی مخالفت کا اعلان کر کے مخلد بن مرہ ازدی کو اپنا سردار بنایا۔ محمد بن مقاتل نے اس کی روک تھام کی غرض سے فوجیں روانہ کیں، مخلد کو شکست ہوئی اور

دورانِ جنگ مارا گیا اس کے بعد ۱۸۲ھ میں تمام بن تمیم تمیمی نے تونس میں علم مخالفت بلند کیا عوام الناس کا جم غفیر جمع ہو گیا تمام نے منب کو فوجی لباس پہنا کر قیروان کی جانب کوچ کیا۔ محمد بن مقاتل اس سے مطلع ہو کر فوجیں آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ دونوں حریفوں کا ایک میدان میں مقابلہ ہوا میدان جنگ تمام کے ہاتھ رہا۔ محمد بن مقاتل شکست کھا کر قیروان کی جانب بھاگا تمام تعاقب کرتا ہوا قیروان پہنچ گیا تمام نے محمد بن مقاتل کو افریقہ چھوڑ کر چلے جانے کی شرط سے امان دی چنانچہ محمد بن مقاتل نے افریقہ کو خیرباد کہہ کر طرابلس کا راستہ لیا۔

ابراہیم بن اغلب کی قیروان پر فوج کشی

رفتہ رفتہ یہ خبر ابراہیم بن اغلب کے پاس پہنچی۔ وہ محمد بن مقاتل کے اس فعل سے بہت ناراض ہوا۔ فوجیں آراستہ کر کے قیروان کی طرف بڑھا۔ تمام مقابلہ سے جی چرا کر تونس کی طرف بھاگا۔ ابراہیم نے قیروان پر قبضہ کر لیا اور محمد بن مقاتل کو طرابلس سے طلب کر کے آخر ۱۸۳ھ میں قیروان کی امارت دوبارہ عنایت کی۔ تمام نے سامان جنگ درست کر کے ان لوگوں پر پھر حملہ کیا۔ ابراہیم بن اغلب اپنے سردارانِ لشکر کے ساتھ مقابلہ پر آیا۔ تمام کو اس معرکہ میں شکست ہوئی۔ ابراہیم تعاقب کرتا ہوا تونس تک پہنچا۔ تمام نے امن کی درخواست کی، ابراہیم نے اسے امن دیا اور اس کے ساتھ قیروان آیا اور قیروان سے بغداد کی طرف روانہ کر دیا۔ خلیفہ رشید نے اسے جیل میں ڈال دیا۔

دولت بنو اغلب ـــــ ابراہیم بن اغلب

جس وقت محمد بن مقاتل نے قیروان کی عنانِ حکومت دوبارہ اپنے ہاتھ میں لی، اہلِ ملک کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی نامہ و پیام کر کے ابراہیم بن اغلب کو خلیفہ رشید سے سند حکومت افریقہ کی درخواست دینے پر آمادہ کیا۔ ابراہیم نے دربارِ خلافت میں حکومت افریقہ کی اس شرط سے درخواست کی کہ ایک ایک لاکھ دینار جو مصر سے افریقہ بغرض انتظام روانہ کیا جاتا ہے، موقوف کر دیا جائے اس کے علاوہ چالیس ہزار دینار سالانہ افریقہ سے بطورِ خراج دربار خلافت میں بھیجا کروں گا۔ کسی ذریعہ سے خلیفہ رشید کو اس کی دولت مندی کا حال معلوم ہو گیا اپنے مصاحبوں سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ ہرثمہ نے ابراہیم بن اغلب کی درخواست منظور کر لینے اور سند حکومت عطا فرمانے کی رائے دی۔ چنانچہ خلیفہ رشید نے نصف ۱۸۴ھ میں سند حکومت افریقہ لکھ کر ابراہیم کے پاس روانہ کر دی۔ ابراہیم سند حکومت افریقہ حاصل کر کے کرسیٔ حکومت پر رونق افروز ہوا۔ انتظام ملکی اور فوجی کو معقول طور سے سنبھالا۔ محمد بن مقاتل افریقہ سے مشرق چلا آیا تمام ملک مغرب میں ابراہیم بن اغلب کی گورنری سے امن و چین کی منادی ہو گئی۔ ابراہیم بن اغلب نے قیروان کے قریب عباسیہ نامی ایک شہر آباد کیا اور اپنے جملہ اراکین کے ساتھ عباسیہ اٹھ آیا۔ ۱۸۶ھ میں سردارانِ عرب میں سے ایک شخص حمدیس نامی نے تونس میں علمِ خلافت کے خلاف بغاوت کی، سیاہ پھریرا اتار کر پھینک دیا۔ ابراہیم بن اغلب نے عمران بن مجالد کو افواجِ شاہی کا افسر بنا کر حمدیس کے مقابلہ پر روانہ کیا سخت اور خون ریز جنگ کے بعد حمدیس کو شکست ہوئی۔ تقریباً اس کے دس ہزار ہمراہی کھیت رہے۔ اس واقعہ کے بعد ابراہیم نے المغرب الاقصیٰ کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی یہ وہ زمانہ تھا کہ اس ملک میں دعوت علویہ بذریعہ ادریس بن عبداللہ ظاہر ہو چکی تھی۔ عبداللہ نے پیک اجل کو لبیک کہہ کر ملکِ عدم کا راستہ لیا تھا اور بربریوں نے اس کے چھوٹے بیٹے کو اس کا قائم مقام بنایا تھا اس کا غلام راشد اس کی کفالت و نگرانی کر رہا تھا یہاں تک کہ ادریس بڑا ہوا اور اس کی حکومت کو راشد کی وجہ سے استحکام و استقلال ہو گیا۔

ابراہیم بن اغلب ہمیشہ بربریوں کو مال و زر دے کر ملاتا جاتا رہتا تھا۔ آخر کار راشد مارا گیا اور اس کا سر اتار کر ابراہیم کے پاس لایا گیا۔ راشد کے مارے جانے کے بعد ادریس کی حکومت و ریاست کا انتظام سردارانِ بربر میں سے بہلول بن عبدالرحمٰن مظفر کرنے لگا۔ اس نے بھی نہایت دانائی سے حکومت و سلطنت کے نظام کو درست کیا۔ ابراہیم بن اغلب ہمیشہ اسے بھی عاقلانہ تدابیر اور حکمت عملی سے ملاتا رہا۔ خطوط اور تحائف برابر بھیجتا رہا۔ بہلول آخر انسان ہی تھا کہاں تک ابراہیم کے احسانات کو فراموش کرتا دعوت ادراسہ سے اعراض کر کے

علم حکومت عباسیہ کی اطاعت کا اظہار کر دیا۔ادریس نے اس سے مطلع ہو کر اس سے مصالحت کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے ذریعہ سے اس کے لطف و عنایت کا خواستگار ہوا جس کے باعث وہ اس کی ایذا رسانی سے باز رہا۔

اہلِ طرابلس کی سرکشی و اطاعت

اس کے بعد اہلِ طرابلس نے ۱۸۹ھ میں ابراہیم بن اغلب سے مخالفت کا اظہار کیا اوراس کے گورنر سفیان بن مہاجر پر حملہ کر کے دارالامارت سے مسجد کی طرف نکال دیا اور اس کے بہت سے ہمراہیوں کو مار ڈالا۔ پھر اسے طرابلس چھوڑ کر چلے جانے کی شرط پر امان دی۔ چنانچہ سفیان اپنی حکومت کے چند مہینے بعد طرابلس سے نکل کھڑا ہوا۔ اہلِ طرابلس نے اپنی سرداری و حکومت پر ابراہیم بن سفیان تمیمی کو مامور کیا۔ ابراہیم بن اغلب نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر فوجیں روانہ کیں۔ شاہی فوجوں نے ابراہیم سفیان کو شکست دی اور بزور و جبر طرابلس میں داخل ہو گئیں۔ طرابلس میں داخل ہو کر ابراہیم بن سفیان کو حاضر کرنے پر اہلِ طرابلس کو مجبور کیا۔ تھوڑی سی ردّوکد کے بعد آخر سنہ ذی الحجہ مذکور میں اہلِ طرابلس نے ابراہیم کو پیش کیا۔ ابراہیم بن اغلب نے اس کی اور اہل طرابلس کی خطائیں معاف کر دیں اور ان لوگوں کو ان کے وطن کی جانب واپس کر دیا۔

عمران بن مجالد اور ابن اغلب کی جنگ

پھر ۱۹۵ھ میں عمران بن مجالد ربعی نے تونس میں بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔اس بغاوت میں قریش بن تونسی بھی شریک تھا۔ نہایت قلیل مدت میں ان دونوں کی جمعیت بڑھ گئی۔ عمران نے قیروان کی جانب قدم بڑھایا اور اس پر قابض ہو گیا۔ قریش بھی تونس سے قیروان آ رہا۔ ابراہیم نے عباسیہ کے اردگرد خندقیں کھدوائیں۔ دمس اور دمدمے بندھوا کر قلعہ نشین ہو گیا۔عمران اور قریش پورے ایک سال تک ابراہیم کا محاصرہ کیے رہے۔ ابراہیم کی عمران و قریش سے متعدد لڑائیاں ہوئیں لیکن فتح مندی کا سہرہ ابراہیم بن اغلب کے سر پر رہا۔ زمانۂ محاصرہ میں عمران اسد بن فرات قاضی کو بھی بغاوت پر ابھار رہا تھا مگر اسد نے اس سے انکار کیا۔اسی اثنا میں خلیفہ رشید نے بہت سا مال و زر دے کر ابراہیم کے پاس بھیج دیا۔ ابراہیم نے داد و دہش شروع کر دی جس کی وجہ سے بہت سے عمران کے ساتھی اس کے پاس چلے آئے اور عمران کا کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔پریشان ہو کر زاب چلا گیا اور وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ ابراہیم ابن اغلب نے وفات پائی۔

عبداللہ بن ابراہیم کی معزولی

ابراہیم بن اغلب نے اس مہم سے فارغ ہو کر اپنے بیٹے عبداللہ کو ۱۹۶ھ میں طرابلس کی حکومت پر روانہ کیا۔ لشکریوں نے بغاوت کی اور دارالامارت میں اس کا محاصرہ کر لیا پھر اس شرط پر کہ عبداللہ طرابلس چھوڑ کر چلا جائے، عبداللہ کو امان دی۔ چنانچہ عبداللہ نے طرابلس کو چھوڑ دیا۔ بہت سے آدمی اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ دادودہش شروع کر دی، یہی سبب تھا کہ ہر طرف سے بربری اس کے پاس کھنچ آئے۔ عبداللہ نے ان سب کو مسلح کر کے طرابلس پر چڑھائی کر دی اور فوجِ طرابلس کو شکست دے کر شہر پر قبضہ کر لیا اس کے بعد اس کے باپ (ابراہیم بن اغلب) نے اس کو معزول کر کے سفیان بن مضاء کو سندِ حکومت عطا کی۔ سفیان کے خلاف طرابلس میں ہوارہ نے علم بغاوت بلند کیا، لشکریوں میں بھی پھوٹ پڑ گئی۔ سفیان بھاگ کر ابراہیم بن اغلب کے پاس پہنچا۔ ابراہیم نے اسے اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ تیرہ ہزار فوج کی جمعیت کے ساتھ طرابلس کی جانب واپس کیا۔ ہوارہ مقابلہ پر آئے تہ تیغ ہوئے، نہایت سختی سے قتل اور قید کیے گئے۔ کامیابی کے بعد طرابلس کا شہر پناہ از سرِ نو درست کرایا گیا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر عبدالوہاب بن عبدالرحمٰن بن رستم تک پہنچی۔ بربریوں کو جمع کر کے طرابلس پر چڑھ آیا۔ مدتوں محاصرہ کیے رہا۔ عبدالوہاب نے باب زناتہ کی آمدورفت روک رکھی تھی اور دروازہ ہوارہ پر لڑائی کا ہنگامہ کیے رہا۔ اسی اثنا میں اس کے باپ کے مرنے کی خبر پہنچی، اس نے اپنے حریف کو مضافاتِ طرابلس دے کر مصالحت شرط کر لی۔ شہر طرابلس اور دریا پر اپنا قبضہ رکھا۔ تکمیل صلح نامہ کے بعد عبداللہ نے قیروان کی جانب کوچ کیا۔ ابراہیم کی وفات ماہ شوال ۱۹۶ھ میں ہوئی تھی۔

ابو العباس عبداللہ

ابراہیم بن اغلب نے وفات کے وقت اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ عبداللہ اس وقت طرابلس میں تھا۔ بربری اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور اپنے دوسرے بیٹے زیادۃ اللہ کی امارت کی بیعت کرنے کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ زیادۃ اللہ نے اس وصیت کی تعمیل کی۔ قیروان میں لوگوں سے اپنے بھائی عبداللہ کی امارت کی بیعت لی اور یہ واقعہ لکھ بھیجا۔ ابو العباس عبداللہ ماہ صفر ۱۹۷ھ میں وارد قیروان ہوا۔ مگر اپنے بھائی زیادۃاللہ کے ساتھ اس نمایاں کارگزاری کی کوئی خاص قدر نہ کی جو اس نے ابراہیم کی وفات کے بعد اس کی غیر حاضری کے زمانہ میں کی تھی بلکہ اکثر اس کے رتبہ کے خلاف اس کی کسر شان کیا کرتا تھا۔ اس کے زمانہ حکومت میں کسی قسم کا فتنہ و فساد وقوع میں نہیں آیا وجہ یہ تھی کہ اس کے باپ نے حکومت و امارت کے نظام کو معقول طور سے درست اور مضبوط کر دیا تھا۔ فی نفسہ یہ شخص ظالم اور جابر تھا یہاں تک کہ اس کا زمانہ وفات آگیا۔ کہا جاتا ہے کہ اہل حمود اور مریک کے اولیاء صالحین میں سے حفص بن حمید کی دعوت کے زمانہ میں اس کی موت وقوع میں آئی تھی۔ یہ ایک جماعت کے ساتھ بطور وفد (ڈیپوٹیشن) عبداللہ کی خدمت میں عبداللہ کے جور و ستم کی شکایت کرنے کو آیا تھا۔ عبداللہ نے کچھ سماعت نہ کی۔ حفص نے عبداللہ کے دربار سے نکل کر عبداللہ کے خلاف لوگوں کو ابھارنا شروع کیا اتفاق سے اسی زمانہ میں عبداللہ کے کان میں ایک زخم ہو گیا جس کی وجہ سے ماہ ذی الحجہ ۲۰۱ھ میں اپنی حکومت کے پانچ سال پورے کر کے مر گیا۔

زیادۃ اللہ بن ابراہیم

ابو العباس عبداللہ کے مرنے کے بعد اس کا بھائی زیادۃ اللہ حکمران ہوا۔ خلیفہ مامون کی جانب سے تقرری کا فرمان صادر ہوا اور یہ لکھ بھیجا کہ منبروں پر عبداللہ بن طاہر کے حق میں دعا کی جائے۔ زیادۃ اللہ کو اس سے بے حد ملال پیدا ہوا۔ شاہی قاصد کے چند دینار جو کہ ادارسہ کے مسکوک کیے ہوئے تھے، دارالخلافت بغداد روانہ کیے۔ اس سے اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ آئندہ ہم خلافت عباسیہ کے علم حکومت کے مطیع نہ رہیں گے بلکہ حکمرانان ادارسہ کے علم حکومت کے سایہ میں رہنا پسند کریں گے اس کے بعد اس کے اعزہ و اقارب سے اغلب کے بھائیوں اور اس کے بھائی ابو العباس محمد کے بیٹے اور ابو محمد برادر ابراہیم ابو اغلب وغیرہم نے حج کرنے کی اجازت طلب کی۔ زیادت اللہ نے ان لوگوں کو سفر حج کی اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ لوگ بعد ادائے فرض حج واپس ہو کر مصر میں مقیم ہوئے یہاں تک کہ زیادت اللہ اور فوج میں ان بن ہو گئی اور باہم لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ زیادت اللہ نے اپنے اعزہ و اقارب کو جو مصر میں مقیم تھے بلا بھیجا اور اپنے بھائی اغلب کو قلم دان وزارت سپرد کیا۔ فتنہ و فساد کی گرم بازاری ہوئی۔ ہر امیر نے ایک ایک صوبہ دبا لیا اور اس پر قابض ہو کر حکمرانی کرنے لگا۔ پھر اس پر بھی ان کو قناعت نہ ہوئی سب کے سب جمع ہو کر قیروان پر حملہ آور ہوئے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ سب سے پہلے بغاوت اور مخالفت کا بانی مبانی اور آتش فساد مشتعل کرنے والا زیاد بن سہل بن صقلبہ تھا۔ ۲۰۷ھ میں اس نے حملہ کیا تھا اور شہر باجہ پر محاصرہ ڈالا تھا۔ زیادت اللہ نے اس کی سرکوبی کی غرض سے فوجیں روانہ کیں۔ چنانچہ زیادت اللہ کی فوج نے زیاد کو شکست دی اور اثنائے جنگ میں گرفتار کر کے مار ڈالا اس کے ساتھ اس کے بہت سے ہمراہی بھی مارے گئے۔ اس کے بعد منصور ترمذی نے طنبہ میں سر اٹھایا۔ فوجیں آراستہ کر کے تونس پر چڑھ آیا اور قابض ہو گیا۔

زیادت اللہ اور منصور کی جنگ

تونس کا گورنر اسمٰعیل بن سفیان نامی ایک شخص تھا۔ منصور نے اسے قتل کر کے لشکریوں کو پھر اپنا مطیع بنا لیا۔ زیادت اللہ نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر ایک عظیم فوج کو اپنے چچا زاد بھائی غلبون کی افسری میں جو اس کا وزیر بھی تھا اور جس کا نام اغلب بن عبداللہ ابن

اغلب تھا روانہ کیا اور چلتے چلتے بتاکید کہہ دیا کہ اگر تم لوگ میدان میں ان لوگوں سے شکست اٹھا کر آؤ گے تو تمہاری جان کی خیر نہیں۔ میں تم لوگوں کو قتل کر ڈالوں گا۔ اتفاق یہ پیش آیا کہ منصور نے ان لوگوں کو شکست دی۔ ان لوگوں کو اپنی جان کا خطرہ ہوا۔ چنانچہ بخوف جان ان لوگوں نے وزیر غلبون کی رفاقت ترک کردی۔ بلادِ افریقہ میں پھیل گئے۔ باجرہ' جزیرہ' سطفورہ اور اربس وغیرہ پر قابض ہو گئے۔ تمام افریقہ میں بدامنی پھیل گئی پھر یہ سب منصور کے پاس جا کر جمع ہوئے ۔منصور نے ان لوگوں کو مرتب کر کے قیروان کی جانب کوچ کیا اور پہنچتے ہی قابض ہو گیا۔ زیادت اللہ عباسیہ میں چالیس دن تک محاصرہ کیے رہا۔ان کی شہر پناہ بنوائی جسے ابراہیم بن اغلب نے خراب و مسمار کرا دیا تھا۔ اس کے بعد زیادت اللہ نے اس پر فوج کشی دونوں میں مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں ۔منصور کو شکست ہوئی بھاگ کر ٹونس پہنچا۔ زیادت اللہ نے قیروان کی شہر پناہ منہدم کرا دی سپہ سالارانِ لشکر نے بھاگ بھاگ کر ان شہروں میں جا کر دم لیا جس پر وہ قابض ہو گئے تھے۔ چنانچہ عامر بن نافع ارزق سبط میں جا کر قلعہ نشین ہوا۔

زیادت اللہ نے ۲۰۹ھ میں ایک فوج محمد بن عبداللہ بن اغلب کی ماتحتی میں عامر کی سرکوبی کے لیے روانہ کی۔ عامر نے اس فوج کو شکست دے دی۔فوج واپس آئی۔ منصور بھی ٹونس کی جانب واپس ہوا۔ اس وقت زیادت اللہ کی زیر حکومت افریقہ میں صرف ٹونس ساحل طرابلس اور نفزادہ باقی رہ گئے تھے۔ باغی فوج نے زیادۃ اللہ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تم افریقہ سے کوچ کر جاؤ تو تمہیں امان دی جائے گی۔ زیادت اللہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ پھر یہ خبر مشہور ہوئی کہ نفزادہ کے بربریوں کے ملانے پر عامر بن نافع نفزادہ کی جانب بڑھ رہا ہے۔ زیادت اللہ نے دو سو جنگ آوروں کو عامر بن نافع کی روک تھام کی غرض سے انفزادہ کی طرف روانہ کیا۔ عامر یہ خبر پا کر انفزادہ سے لوٹ آیا اور انہیں قسطیلہ کی جانب شکست دے کر پھر واپس آیا۔ پھر انفزادہ سے نکل کھڑا ہوا۔ سفیان نے قسطیلہ پر قبضہ کر کے شیرازہ حکومت کو درست و مرتب کر لیا۔ یہ واقعات ۲۰۹ھ کے ہیں۔اس کے بعد زیادت اللہ نے قسطیلہ' زاب اور طرابلس پر قبضہ حاصل کر کے حکومت و امارت کے نظام کو درست کیا۔

پھر منصور طنبذی اور عامر بن نافع میں باہم مخالفت پیدا ہو گئی۔ منصور ہمیشہ عامر کو حسد کی نظروں سے دیکھتا تھا اور ہر کام میں اسے دباتا تھا عامر نے اس امر کا احساس کر کے لشکر کو ملا لیا۔ ایک روز سب کو جمع کر کے منصور کا اس کے قصر میں جو کہ طنبذہ میں تھا،محاصرہ کر لیا۔ منصور نے اس شرط پر کہ افریقہ کو چھوڑ کر میں مشرق کی طرف روانہ ہو جاؤں گا امن کی درخواست کی۔ عامر نے یہ درخواست منظور کر لی چنانچہ منصور طنبذہ سے نکل کر مشرق کی جانب روانہ ہوا پھر کچھ سوچ سمجھ کر لوٹا۔ عامر نے دوبارہ محاصرہ کر لیا۔ منصور دوبارہ سپہ سالارانِ لشکر میں سے بذریعہ عبدالسلام بن مفرج سپہ سالار' امن کا خواستگار ہوا' عبدالسلام نے عامر کی خدمت میں منصور کی درخواست امن پیش کی۔ عامر نے اس شرط سے امن دیا کہ منصور افریقہ چھوڑ کر کشتی پر سوار ہو کر مشرق چلا جائے۔ اس شرط کے مطابق عامر نے منصور کو اپنے چند معتمد علیہ سرداروں کے ہمراہ ٹونس کی جانب روانہ کیا اور درپردہ اپنے بیٹے کو کہلا بھیجا کہ جس وقت منصور تمہارے پاس سے ہو کر گزرے،دھوکہ سے مار ڈالنا۔ عامر کے بیٹے نے منصور اور اس کے بیٹے کے ساتھ یہی برتاؤ کیا۔ اس کا اور اس کے بیٹے کا سر اتار کر اپنے باپ عامر کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس واقعہ کے بعد عامر بن نافع شہر تونس ہی میں مقیم رہا یہاں تک کہ ۲۱۴ھ میں انتقال کیا۔ عبدالسلام بن مفرج باجہ کی طرف لوٹ آیا اور وہیں اقامت اختیار کی یہاں تک کہ فضل بن ابی العین نے جزیرہ شریک میں ۲۱۸ھ میں علم بغاوت بلند کیا۔ عبدالسلام بن مفرح فضل ربعی کی کمک پر روانہ ہوا۔ اسی اثنا میں زیادت اللہ کی فوجیں بھی پہنچ گئیں۔دونوں فوجیں جی توڑ کر لڑیں۔ عبدالسلام مارا گیا۔فضل ٹونس کی طرف شکست کھا کر بھاگا اور وہاں جا کر قلعہ نشین ہو گیا۔ زیادت اللہ کی فوجوں نے ٹونس پہنچ کر محاصرہ ڈالا اور بزور تیغ اسے فتح کر لیا۔ہزارہا اہل ٹونس مارے گئے۔ بہتیرے بھاگ گئے۔ خاتمہ جنگ کے بعد زیادت اللہ نے امن کی منادی کرا دی' اہل ٹونس پھر اپنے اپنے مکانات میں آ کر رہنے لگے۔

اسد بن فرات

۲۱۹ھ میں اسد بن فرات نے سقلیہ کو بزورِ تیغ لڑ کر فتح کیا۔ سقلیہ صوبہ جات روم میں سے تھا۔ اس کا حکمران بادشاہ قسطنطنیہ کے زیر حکومت تھا۔ ۲۱۱ھ میں ایک بطریق جس کا نام قسطنطیل تھا، سقلیہ کا حکمران مقرر کیا گیا اس نے ایک رومی سپہ سالار کو جو نہایت شجاع اور دلیر تھا، بحری فوج کا سردار بنایا۔ اس سپہ سالار نے سواحل افریقہ پر لوٹ مار شروع کر دی۔ نظام حکومت کو درہم برہم کر دیا۔ ایک مدت کے بعد بادشاہ روم نے قسطنطیل کو اس سپہ سالار کے گرفتار کر لینے اور قتل کر ڈالنے کو لکھ بھیجا کسی ذریعہ سے اس کی خبر سپہ سالار تک پہنچ گئی۔ فوراً" بغاوت کا اظہار کر دیا اس کے ہمراہیوں کو بھی یہ سن کر جوش اور تعصب پیدا ہوا' سامانِ جنگ اور سفر درست کر کے صوبہ سقلیہ کے شہر سرقوسہ کی طرف کوچ کر دیا اور پہنچتے ہی قابض ہو گیا۔ قسطنطیل اس واقعہ سے مطلع ہو کر مقابلہ پر آیا۔ لڑائیاں ہوئیں۔ میدان سپہ سالار کے ہاتھ رہا۔ قسطنطیل شکست کھا کر بھاگا۔ سپہ سالار کی فوج نے تعاقب کیا۔ شہر قطانیہ پہنچ کر اسے گرفتار کر لیا گیا اور وہیں مار ڈالا گیا۔ سپہ سالار نے سقلیہ پہنچ کر قبضہ کر لیا اور شاہی لقب سے اپنے کو ملقب کیا۔ اطراف جزیرہ کی حکومت بلاطہ نامی ایک شخص کو دی۔ اس کا چچا زاد بھائی میخائل شہر بلیرم میں حکومت کر رہا تھا اس نے اور اس کے چچا زاد بھائی نے سپہ سالار مذکور سے مخالفت کا اظہار کیا' بلاطہ نے سرکوسہ کو دبا لیا۔

سپہ سالار جنگی کشتیوں کا بیڑہ مرتب کر کے زیادت اللہ کی خدمت میں امداد کی غرض سے افریقہ میں حاضر ہوا۔ زیادت اللہ نے اس کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت فرمایا اور ایک عظیم فوج اس کی کمک پر روانہ کی۔ اس فوج اور مہم کی افسری اسد بن فرات قاضی قیروان کو مرحمت کی۔ ماہ ربیع ۲۱۲ھ میں یہ مہم روانہ ہوئی۔ اسد کوچ و قیام کرتا ہوا شہر مراز میں پہنچ کر قیام پذیر ہوا۔ اس کے بعد فوج کو درست کر کے بلاطہ پر حملہ کیا۔ بلاطہ کی رکاب میں رومیوں کا بہت بڑا لشکر تھا۔ اور روم کے بہت سے نامی نامی سپہ سالار سورما اس کی کمک پر آئے ہوئے تھے۔ بلاطہ کو اس معرکہ میں شکست ہوئی۔ رومی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ بہت سا مال غنیمت فتح مند گروہ کے ہاتھ لگا۔ بلاطہ نے بھاگ کر قلوریہ میں دم لیا مگر اس جان باختہ کو وہاں بھی پناہ نہ ملی' مارا گیا۔ عساکرِ اسلامیہ نے جزیرہ کے متعدد قلعوں پر قبضہ کر لیا اور جوش کامیابی میں فتح کرتے ہوئے قلعہ کرات تک پہنچ گئے۔

قلعہ کرات میں بہت سے رومی گردونواح سے آ آکر جمع ہو گئے تھے۔ پہلے تو ان لوگوں نے قاضی اسد بن فرات کو صلح اور ادائے جزیہ کا دھوکہ دیا مگر جب قرائن سے آمادہ جنگ نظر آئے تو قاضی اسد نے محاصرہ کا حکم دیا۔ عیسائیوں نے شہر پناہ اور قلعہ کے دروازے بند کر لئے۔ قاضی اسد نے نہایت ہوشیاری سے حصار کر کے قرب و جوار کے شہروں پر تاخت و تاراج کی غرض سے اپنی فوج کو متعدد دستوں پر منقسم کر کے پھیلا دیا' مالِ غنیمت کی بے حد کثرت ہوئی۔ اس کے بعد اسلامی لشکر نے سرقوسہ کا بری اور بحری محاصرہ کر لیا۔ سرقوسہ کو افریقہ سے اچانک مدد پہنچ گئی' اس کے بعد اہل افریقہ نے بلیرم کو اپنی حفاظت میں لے کر عساکر اسلامیہ پر حملہ کیا۔ عساکر اسلام اس وقت سرقوسہ کا محاصرہ کیے تھیں۔ رومیوں نے محاصرہ اٹھا دینے کی انتہائی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ مسلمانوں نے نہایت مضبوطی اور احتیاط سے محاصرہ کر رکھا تھا۔ پھر اتفاق سے عساکر اسلامیہ میں وبائی بیماری پھیل گئی جس سے ایک بڑی جماعت جان بحق ہو گئی۔

اسد بن فرات کی وفات

اسد بن فرات امیر افواج اسلامیہ نے اسی زمانہ میں وفات پائی۔ شہر قصریانہ میں مدفون ہوا اس اسلامی فوج میں وہ سپہ سالار بھی تھا جو کی کمک پر اسلامی لشکر آیا ہوا تھا۔ اہل قصریانہ نے اسے دھوکہ دے کر مار ڈالا۔ اس کے بعد قسطنطنیہ سے ایک تازہ دم فوج عیسائیوں کی کمک پر آ گئی۔ ہنگامہ کار زار پھر گرم ہو گیا۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی بقیہ نے قصریانہ کی جانب پناہ گزین ہونے کی غرض سے قدم بڑھایا۔ اس کے بعد احمد بن حواری امیر عساکر اسلامیہ نے وفات پائی۔ اس کی جگہ زہیر بن عوف کو افواج اسلامی کا امیر مقرر کیا گیا۔ رومیوں اور مسلمانوں میں پھر معرکہ آرائی شروع ہوئی۔ رومیوں نے کئی مرتبہ عساکر اسلامیہ کو شکست دی اور ان کے لشکر گاہ میں ان

محاصرہ کر لیا۔ طول جنگ اور شدتِ حصار سے مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہو چلا۔ اسی اثنا میں ان مسلمانوں نے جو کہ روم میں تھے، فصیلوں اور شہر پناہ کی دیواروں کو منہدم کر کے مازر کی جانب کوچ کیا مگر عیسائی فوجوں کی کثرت کی وجہ سے اپنے محصور بھائیوں تک نہ پہنچ سکے۔ لشکر اسلام اسی حالت میں ۲۱۴ھ تک مبتلا رہا۔ہلاکت کی نوبت پہنچ گئی تھی کہ چند کشتیاں افریقہ سے بطور کمک کے آگئیں اور اندلس کا ایک جنگی بیڑہ جو بقصدِ جہاد نکلا ہوا تھا، لشکر اسلام کو محاصرہ میں دیکھ کر چند سو کشتیاں ساحل جزیرہ سے لگا دی گئیں۔ مجاہدین اسلام خشکی پر اتر پڑے، رومیوں کے پاؤں میدانِ جنگ سے اکھڑ گئے۔ محاصرہ اٹھا کر چلتے نظر آئے۔

بطریق صقلیہ کا خاتمہ

مسلمانوں نے ۲۱۷ھ میں شہر بلیرم کو امان کے ساتھ فتح کر لیا۔ بعد میں ۲۱۹ھ میں شہر قصریانہ پر حملہ کیا چنانچہ ۲۲۰ھ میں رومیوں کو شکست دے کر قصریانہ پر بھی قابض ہو گئے شہر طرمیس کی طرف اسلامی فوج کا ایک دستہ بھیجا گیا۔ دوسرا دستہ زیادت اللہ نے فضل بن یعقوب کی افسری میں قرسومہ پر شب خون مارنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ دونوں دستے بہت سا مال غنیمت لے کر کامیابی کے ساتھ واپس آئے۔ اس کے بعد ایک اور سریہ[۱] روانہ کیا گیا۔ بطریق صقلیہ نے اس سے مقابلہ کیا۔مسلمانوں نے ایک میدان میں جس کے اردگرد بڑی دلدل تھی، پناہ لی۔بطریق نے ہر چند کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا ناکام ہو کر واپس ہوا۔جوں ہی بطریق واپس ہوا اہل سریہ نے حملہ کر دیا۔ بطریق اس حملہ میں گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔دوران جنگ میں گھوڑے سے گر پڑا۔ ایک مسلمان سپاہی نے نیزہ مارا،مر گیا۔ بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ آلاتِ جنگ، مال و اسباب اور بہت سے مویشی لے کر اپنے لشکر گاہ میں واپس آئے۔

صقلیہ اور قصریانہ کی فتح

ان واقعات کے بعد زیادت اللہ نے ابراہیم بن عبداللہ بن اغلب کی افسری میں افواج اسلامیہ کو صقلیہ کی جانب روانہ کیا اور اس کی سند حکومت بھی اسے عطا کی۔ نصف رمضان سنہ مذکور میں ابراہیم نے صقلیہ کی طرف کوچ کیا۔ ابراہیم کی روانگی کے بعد جنگی کشتیوں کا ایک بیڑا براہ دریا روانہ کیا گیا۔ رومیوں کی جنگی کشتیوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ بہت سے رومی مارے گئے۔ بے حد مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ پھر جنگی کشتیوں کا ایک دوسرا بیڑہ قصورہ کی جانب روانہ کیا۔ رومیوں کا بیڑہ مقابلہ پر آیا اور پہلے ہی حملے میں شکست نصیب ہوئی۔ مسلمانوں نے اسے بھی لوٹ لیا،اس سے بھی کسی قدر مال غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر ایک سریہ جبل النار اور ان قلعوں کی طرف روانہ کیا جو اس کے گردونواح میں تھے۔ ہزارہا قیدی ہاتھ آئے،مال غنیمت کا کوئی حدود و شمار نہ تھا۔ انہی دنوں ابراہیم بن عبداللہ بن اغلب نے ۲۲۱ھ میں جنگی کشتیوں کا ایک بیڑا جزیرہ کی طرف روانہ کیا۔ وہ بھی بہت سا مال غنیمت لے کر واپس ہوا اس کے علاوہ دو سریے اور بھیجے۔ایک کو قیلہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور دوسرے کو قصریانہ پر شبخون مارنے کا اشارہ کیا۔ ان دونوں سریوں میں مسلمانوں کو مصائب اور شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد ایک دوسرا واقعہ پیش آیا جس میں فتح مندی کا جھنڈا مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ رومیوں کے بیڑے سے نو کشتیاں عساکرِ اسلامیہ کے ہاتھ لگیں۔ اس کے بعد ایک مسلمان سپاہی کو قصریانہ کے ایک چور دروازہ کا پتہ لگ گیا۔ اس نے اپنے امیر کو بتلایا،امیر عساکرِ اسلامیہ نے اسلامی فوج کو اسی راہ سے شہر میں داخل کر دیا۔ رومیوں نے شہر کو چھوڑ کر قلعہ میں پناہ لی،دو چار روز تک لڑتے رہے، بالآخر امن کے خواستگار ہوئے۔ مسلمانوں نے انہیں امن دیا اور کامیابی کے ساتھ قصریانہ اور قلعہ پر قبضہ کر کے بہت سا مال غنیمت لیے ہوئے شہر بلیرم کی جانب واپس ہوئے۔

زیادۃ اللہ کی وفات

یہاں تک کہ ان لوگوں کو زیادۃ اللہ کے مرنے کی خبر موصول ہوئی۔لہٰذا کو ہمت ہارے لیکن پھر اپنے دلوں کو مضبوط کر کے صبر و تحمل کا پتھر اپنے کلیجوں پر رکھ کے جہاد میں مصروف ہو گئے۔ زیادۃ اللہ کی وفات ۲۲۳ھ کے نصف میں جب کہ اس نے اپنی حکومت کے

[۱] سریہ اس فوج کو کہتے ہیں جو رات کے وقت شبخون مارنے کی غرض سے غنیم کی طرف روانہ کی جائے۔ مترجم

ساڑھے اکیس سال پورے کر لیے تھے' وقوع میں آئی۔

ابو عقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب

زیادۃ اللہ بن ابراہیم کے مرنے کے بعد اس کا بھائی اغلب حکمران ہوا اس کی کنیت ابو عقال تھی اس نے لشکریوں کے ساتھ نہایت اچھے برتاؤ کیے' زیادتیاں اور مظالم موقوف کر دیئے۔ عمال کی تنخواہیں بڑھا دیں' رعایا پر ظلم و ستم کرنے سے انہیں روک دیا۔ کچھ عرصہ بعد قسطیلہ میں خوارج زواغہ' لواتہ اور بسکاسہ نے ابو عقال کی مخالفت پر کمر باندھی اس کے گورنر کو مار کر خود قابض ہو گئے۔ ابو عقال نے ان لوگوں کی سرکوبی پر فوجیں روانہ کیں۔ چنانچہ ابو عقال کی فوج نے تمام باغیوں کا قلع قمع کر دیا۔ اس کے بعد ۲۲۴ھ کو ابو عقال نے ایک سریہ صقلیہ کی طرف روانہ کیا' بہت سا مال غنیمت لے کر مظفرو منصور واپس آیا۔ ۲۲۰ھ میں صقلیہ کے چند قلعوں نے امن کی درخواست کی مسلمانوں نے انہیں امن دیا اور بصلح و امان فتح کر لیا۔ پھر مسلمانوں کی جنگی کشتیوں کا ایک بیڑا قلوریہ کی طرف روانہ کیا۔ قلوریہ بھی سر ہو گیا۔ بادشاہ قسطنطنیہ کا بیڑا قلوریہ کی حمایت پر آیا۔ مسلمانوں نے اسے بھی شکست دے دی۔ پھر ۲۲۶ھ میں مسلمانوں کا سریہ قصریانہ مضافات صقلیہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ بعد میں قلعہ قیروان کی جانب بھیجا گیا۔ مسلمانوں نے اس کے گردونواح کو جی کھول کر پامال کیا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ ان واقعات کے تمام ہونے پر ابو عقال اغلب بن ابراہیم نے ماہ ربیع ۲۲۶ھ میں اپنی حکومت و امارت کے دو برس سات مہینے پورے کر کے انتقال کیا۔

ابو العباس محمد بن اغلب بن ابراہیم

ابو عقال اغلب کے بعد اس کا بیٹا ابو العباس محمد حکمرانی کی عبا پہن کر کرسیٔ حکومت پر متمکن ہوا۔ اہل افریقہ نے اس کے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکا دی۔ ۲۲۷ھ میں شہر تاہرت کے قریب ایک شہر جدید موسوم بہ عباسیہ آباد کیا جسے افلح بن عبدالوہاب ابن رستم نے جلا دیا تھا اور والیٔ اندلس کی خدمت میں اس کامیابی کی خوش خبری بھیجی تھی۔ والی اندلس نے ایک لاکھ درہم بطور صلہ مرحمت کیے تھے۔

اس کے زمانہ میں ابن جواد کی معزولی کے بعد ۲۳۴ھ میں سحنون عہدۂ قضاء کا متولی ہوا اور ابن جواد کو درے لگوائے جس کے صدمہ سے وہ مر گیا پھر ۲۴۰ھ میں سحنون بھی مر گیا۔

انہی دنوں ابو العباس پر اس کے بھائی ابو جعفر نے حملہ کیا اور اپنی مدبرانہ چالوں اور حکمت عملی سے ابو العباس کو دبا لیا اور اس کے وزرا و اراکین دولت کو قتل کر دیا۔ اسی حالت میں ایک مدت گزری پھر ابو العباس خواب غفلت سے بیدار ہو کر نظام حکومت درست کرنے کی جانب متوجہ ہوا۔ خفیہ طور سے فوجیں مرتب کیں' آلات حرب فراہم کیے اور ۲۴۳ھ میں اعلانِ جنگ کر کے اپنے بھائی ابو جعفر کے مقابلہ پر آ گیا اور اس کی حکومت و ریاست کو نیست و نابود کر کے اس کی امارت کے سولہویں مہینے افریقہ سے مصر کی جانب نکال باہر کیا۔

ابو ابراہیم احمد

ابو العباس محمد بن ابی عقال کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابو ابراہیم احمد حکمران ہوا۔ اس نے نہایت نیک نیتی اور حسن سیرتی سے حکومت شروع کی۔ لشکریوں کی تنخواہیں بڑھائیں۔ عمارات کے بنوانے کا بے حد شائق تھا۔ افریقہ میں تقریباً" دس ہزار سنگی قلعے بنوائے جن کے دروازے لوہے کے تھے۔ غلاموں کی ایک فوج تیار کی۔ اطراف طرابلس میں بربر کے خوارج نے اس پر حملہ کیا اور اس کے گورنر کو دبا لیا۔ ان دنوں اس کی گورنری پر اس کا بھائی عبداللہ بن محمد بن اغلب تھا۔ اس نے ان لوگوں کی سرکوبی پر اپنے دوسرے بھائی زیادۃ اللہ کو روانہ کیا چنانچہ زیادۃ اللہ نے پہنچتے ہی ان لوگوں کو زیر کر کے اپنے بھائی ابراہیم کو اس کی فتح کی خوش خبری لکھ بھیجی۔

اسی کے زمانہ حکومت ماہ شوال ۲۴۷ھ میں صقلیہ کے شہروں میں سے قصریانہ فتح ہوا۔ نامہ بشارت فتح خلیفہ متوکل کی خدمت میں روانہ کیا اور وہاں کے چند قیدیوں کو بطور ہدیہ دربار خلافت میں بھیجا۔ اس کے بعد ابو ابراہیم اپنی حکومت و ریاست کے آٹھ سال پورے

کر کے ۲۴۹ھ میں بارِ حیات سے سبکدوش ہو گیا۔

زیادۃ اللہ اصغر

ابو ابراہیم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا زیادۃ اللہ زمام حکومت کا مالک ہوا۔ یہ زیادۃ اللہ اصغر کے نام سے موسوم تھا۔ اس نے اپنے اسلاف کا رویہ اختیار کیا اس کا زمانۂ حکومت دراز نہیں ہوا، اپنی حکومت کے ایک ہی برس بعد انتقال کر گیا۔

ابو الغرانیق بن ابی ابراہیم بن احمد

زیادۃ اللہ کے انتقال کے بعد اس کا بھائی محمد ملقب بہ ابو الغرانیق کرسیٔ حکومت پر رونق افروز ہوا۔ حکمران ہوتے ہی لہو و لعب میں مصروف و منہمک ہو گیا۔ اس کے زمانے میں فتنہ و فساد اور لڑائیوں کے دروازے کھل گئے۔ جزیرہ مالطہ ۲۵۵ھ میں فتح ہوا۔ رومیوں نے جزیرہ صقلیہ کے اکثر مقامات پر قبضہ کر لیا۔ تب محمد نے ساحلِ بحرِ مغرب میں برقہ سے پندرہ یوم کی مسافت پر جانبِ غرب چند قلعے اور محافظت کی خاطر متعدد منارے بنوائے جو اس وقت (یعنی مورخ ابن خلدون کے زمانہ تک) موجود ہیں۔ گیارہ برس اس نے حکومت کی۔ نصف ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔

صقلیہ کے دیگر حالات

۲۲۸ھ میں فضل بن جعفر ہمدانی براہ دریا فوجیں لے کر روانہ ہوا۔ سینہ کے گھاٹ پر پہنچ کر کشتی سے خشکی پر اتر پڑا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہلِ شہر نے قلعہ بندی کر لی۔ فضل نے اپنی فوج کے چند دستوں کو شب خون مارنے کی غرض سے اس کے اطراف و جوانب میں پھیلا دیا جو بہت سا مال غنیمت لے کر واپس ہوئے۔ اس کے بعد اثنائے جنگ میں اپنی رکاب کی فوج سے ایک گروہ علیحدہ کر کے حکم دیا کہ اس پہاڑ سے گزر کر شہر پر حملہ آور ہو۔ جس کے دامن میں یہ آباد تھا۔ چنانچہ اس دستہ فوج نے ایسا ہی کیا۔ حریف کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ انتہائی ابتری سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ فضل نے کامیابی کے ساتھ شہر کو فتح کر کے اپنی فتح یابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔

فضل اور بطریق صقلیہ کی جنگ

پھر ۲۳۲ھ میں فضل نے شہر لنی کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے بطریق صقلیہ کی خدمت میں یہ حالات لکھ بھیجے اور امداد کی درخواست کی۔ بطریق صقلیہ نے ان کی درخواست منظور کر لی اور یہ ہدایت کی کہ جس وقت تم پہاڑ پر آگ روشن کرو گے فوراً ہم عساکر اسلامیہ پر حملہ آور ہوں گے اور اس وقت تم بھی حملہ کر دینا۔ دو طرف جنگ سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ جائیں گے اور بات کی بات میں ہم ان پر فتح یابی حاصل کر لیں گے۔ فضل کو کسی ذریعہ سے اس کی خبر لگ گئی۔ فضل نے اس سمت میں جس طرف سے بطریق حملہ کرنے والا تھا متعدد کمین گاہوں میں نامی نامی جنگ آور سورما کو بٹھلا دیا اور پہاڑ پر آگ روشن کرا دی۔ بطریق صقلیہ نے آگ روشن دیکھ کر فوج کی تیاری کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے لشکر اسلامی پر حملہ کرنے کی غرض سے بڑھا۔ جوں ہی کمین گاہ سے آگے بڑھا۔ مجاہدین اسلام نے حملہ کر دیا جس سے معدودے چند جان بر ہوئے اور سب کے سب کھیت رہے اور اہلِ شہر پر فضل نے حملہ کر دیا۔ اہلِ شہر نے گھبرا کر امان حاصل کر کے شہرپناہ کے دروازے کھول دیئے۔ فضل نے قبضہ کر لیا۔

عباس بن فضل بن یعقوب

۲۳۳ھ میں مسلمانوں نے ملک تکبرده براعظم کی جانب قدم بڑھایا اور اس کے شہروں میں سے ایک شہر پر قبضہ کر کے وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ ۲۳۴ھ میں زغوش نے مصالحت کا پیام دیا اور امان حاصل کر کے شہر کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔ اہل اسلام اس کے مال و اسباب کو اٹھا لائے اور شہر کو منہدم اور خراب کر دیا۔ اس واقعہ سے قبل ۲۳۳ھ میں امیر صقلیہ محمد بن عبداللہ بن اغلب کا انتقال ہو چکا تھا اور

مسلمانوں نے متفق ہو کر عباس بن فضل بن یعقوب کو اپنا امیر بنا لیا تھا چنانچہ محمد بن اغلب نے اس تقرری کو پسند کر کے صقلیہ کی سند حکومت عباس کے پاس بھیج دی تھی۔ سند حکومت آنے سے پیشتر عباس جہاد کرتا اور فوجوں کو شبخون مارنے کی غرض سے بھیجتا تھا جو اکثر اوقات مال غنیمت لے کر واپس آتی تھیں لیکن جس وقت سند حکومت آگئی تو بنفسہٖ جہاد کی غرض سے نکلا ماس گے مقدمات الجیش پر اس کا چچا ریاح تھا۔ اطراف صقلیہ کو خوب خوب تاخت و تاراج کیا متعدد فوجیں اور سرایہ روانہ کئے۔ قسطانیہ' سرقوسہ' بوطیف اور غورس اس کے لشکر ظفر پیکر کی جولانگاہ بنے ہوئے تھے۔ عساکر اسلامیہ نے ان مقامات سے بے حد مال غنیمت حاصل کیا۔ شہروں کو ویران و خراب کر کے جلا دیا۔ چند قلعے فتح کیے۔ اہل قصریانہ کو ان معرکوں میں شکست دی۔ ان دنوں اس شہر کو بادشاہ صقلیہ کے دارالسلطنت ہونے کا شرف حاصل تھا اور اس سے قبل بادشاہ مذکور سرقوسہ کو اپنا قصر حکومت بنائے ہوئے تھا۔ جب مسلمانوں نے اسے فتح کر لیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں تو بادشاہ مذکور نے قصریانہ کو اپنا دارالحکومت بنایا۔

عباس بن فضل کی فتوحات

قصریانہ کے فتح ہونے کے حالات یہ ہیں کہ عباس گرمی اور سردی کے موسم میں سرقوسہ اور قصریانہ پر جہاد کرنے کی غرض سے فوجیں بھیجتا رہا یہ فوجیں عیسائیوں پر فتح یابی حاصل کر کے مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر واپس آیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایام سرما کے جہاد میں چند قیدی گرفتار ہو کر آئے جس وقت ان لوگوں کو قتل کرنے کے لئے پیش کیا گیا ایک قیدی نے جس کے چہرے سے ہیبت و ریاست نمایاں تھی گذارش کی "اے امیر مجھے آپ قتل نہ کیجئے میں آپ کو قصریانہ پر قبضہ دلا دوں گا"۔ عباس نے اس کے قتل سے ہاتھ روک لیا اس قیدی نے شہر قصریانہ کا خفیہ راستہ بتلا دیا۔ چنانچہ اسلامی دلاور رات کے وقت اس راہ پر آئے۔ قیدی ان لوگوں کو ایک چھوٹے سے دروازے سے شہر میں لے گیا جوں ہی وسط شہر پہنچے تو تلواریں نیام سے کھینچ لیں۔ دو چار سپاہیوں نے لپک کر شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ عباس بھی اپنی رکاب کی فوج کے ساتھ شہر میں قتل و غارت کرتا ہوا گھس پڑا۔ عیسائی جنگ آوروں کو تہ تیغ کیا۔ بطریقوں کی لڑکیوں کو قیدی بنایا اور اس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا جو احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ اس واقعہ سے صقلیہ میں رومیوں کو شکست اور ذلت نصیب ہوئی۔ بادشاہ روم نے براہ دریا ایک بڑی فوج ایک بطریق کی ماتحتی میں صقلیہ کی حمایت کے لیے روانہ کی ساحل سرقوسہ پر پہنچ کر کشتیوں نے لنگر ڈالا۔ عباس کو اس کی خبر لگی تو وہ بھی فوجیں آراستہ کر کے بلیرم سے آ پہنچا سخت اور خون ریز جنگ کے بعد عباس نے عیسائیوں کو شکست دی۔ بقیہ کشتیوں پر سوار ہو کر اپنے ملک کی طرف بھاگے' مسلمانوں نے ان کی کشتیوں میں سے تین کشتیاں یا اس سے زائد کشتیاں مع مال و اسباب کے لوٹ لیں' یہ واقعہ ۲۴۷ھ کا ہے۔ اس کے بعد عباس نے صقلیہ کے متعدد قلعوں کو بزور تیغ فتح کیا۔ رومی عیسائیوں کی کمک پر قسطنطنیہ سے فوجیں آئیں' اس وقت عباس قلعہ روم کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ عیسائی فوجیں قلعہ میں اتر پڑیں۔ عباس نے اسی مقام سے جہاں پر کہ محاصرہ ڈالے ہوئے تھا عیسائی فوجوں پر حملہ کیا اور پہلے ہی حملے میں انہیں پسپا کر کے قصریانہ کی جانب واپس گیا اور اس کی قلعہ بندی کر کے محافظت کی غرض سے ایک جری فوج کو اس میں ٹھہرا دیا۔ پھر ۲۴۷ھ میں سرقوسہ پر چڑھائی کی بہت سا مال غنیمت لے کر واپس ہوا اثنا راہ میں علیل ہوا سنہ مذکور کے نصف میں وفات پائی اور سرقوسہ میں دفن کیا گیا عیسائیوں نے اس کی نعش کو قبر سے نکال کر جلا دیا۔ یہ اس کی وفات کے گیارھویں سال وقوع پذیر ہوا۔

عبداللہ بن عباس

ان واقعات کے بعد صقلیہ پر برابر جہاد جاری رہا اور فتح یابی کے جوش میں لشکر اسلام حملہ آور ہوتا رہا چنانچہ سرحد روم کو شمال کی جانب عبور کر گیا۔ سرزمین قلوریہ اور انکبردہ پر جہاد کیا اور اس کے متعدد قلعوں کو فتح کر کے وہیں سکونت پذیر ہو گیا عباس کے مرنے پر مسلمانوں نے متفق ہو کر اس کے بیٹے عبداللہ کو امارت کی کرسی پر متمکن کیا اور والی افریقہ کو اطلاعی رپورٹ بھیج دی۔ عبداللہ نے زمام حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لینے کے بعد متعدد سرایا سرحدی عیسائی امراء کے ملکوں کی طرف روانہ کئے۔ کئی قلعے بزور تیغ فتح ہوئے۔

عبداللہ کی حکومت کے پانچویں مہینے خفاجہ بن سفیان نصف ۲۴۸ھ میں افریقہ سے وارد صقلیہ ہوا اور اپنے بیٹے محمود کو ایک سریہ کا افسر مقرر کرکے سرقوسہ کی جانب روانہ کیا۔ محمود اطراف سرقوسہ میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کرنے لگا' رومیوں کا ٹڈی دل لشکر یہ خبر پا کر مقابلہ پر آیا متعدد لڑائیاں ہوئیں۔فتح مندی کے ساتھ واپس ہوا۔اس کے بعد شہر نوطوس کو ۲۵۰ھ میں فتح کرکے سرقوسہ اور جبل النار پر پھر چڑھائی کی اہل طرمیس نے گردنِ اطاعت جھکا دی امن کے خواستگار ہوئے لیکن چند روز بعد عہد شکنی کرکے بغاوت کا اعلان کیا۔ خفاجہ نے اپنے بیٹے محمد کو افواجِ اسلامیہ کا افسر بنا کر اہلِ طرابلس کے سر کرنے کے لئے روانہ کیا چنانچہ محمد نے اہل طرابلس کو بزور تیغ پھر زیر کیا اور بہت سے مرد اور عورتوں کو قید کر لایا۔ اس کے بعد خفاجہ نے زغوش پر جہاد کی غرض سے حملہ کیا اور نہایت مردانگی سے اسے فتح کر لیا۔ اس اثنا میں خفاجہ ایک مرض میں مبتلا ہو کر بلیرم کی جانب واپس ہوا پھر ۲۵۳ھ میں سرقوسہ اور قطانیہ پر حملہ آور ہوا۔اس کے گردونواح کو تاخت و تاراج کرکے وہاں کی زراعت کو پھر خراب کر ڈالا۔ متعدد سرایا زمین صقلیہ کی جانب روانہ کیے۔ لشکر اسلام کے ہاتھ مال غنیمت سے پُر ہوگئے۔

۲۵۴ھ میں قسطنطنیہ سے ایک بطریق اہل صقلیہ کی کمک پر آیا' مسلمانوں سے صف آرائی کی نوبت آئی۔ مسلمانوں نے اسے شکست دی اور خفاجہ نے اطراف کو جی کھول کر لوٹا اور بلیرم کی جانب واپس ہوا۔ پھر ۲۵۵ھ میں اپنے بیٹے محمد کو عساکرِ اسلامیہ کا افسر بنا کر طرمیس کی طرف روانہ کیا۔ کسی جاسوس نے چور دروازہ کا پتہ بتلا دیا۔عساکر اسلامیہ کا ایک گروہ اس دروازہ سے شہر میں داخل ہو کر قتل وغارت میں مصروف ہوگیا۔دوسری جانب سے محمد بن خفاجہ بقیہ لشکر اسلام لیے ہوئے شہر میں بزورِ تیغ گھس پڑا۔ شوروغل سے کانوں کے پردے پھٹے پڑتے تھے۔گردوغبار کی وجہ سے کچھ سوجھائی نہ دیتا تھا۔لشکرِ اسلام کا سابق گروہ انہیں دشمنانِ اسلام کا معین و مددگار تصور کرکے بھاگ کھڑا ہوا۔ محمد بن خفاجہ بھی ان لوگوں کو واپس آتا ہوا دیکھ کر لوٹ پڑا۔ طرمیس کے سر نہ ہونے کا سبب یہ ہوا۔ اس کے بعد خفاجہ نے فوجیں آراستہ کرکے سرقوسہ پر جہاد کیا اور اس کا محاصرہ کرکے اور اس کے گردونواح کو تاخت و تاراج کرکے واپس ہوا۔ اثنا راہ میں اسی کے لشکر میں سے کسی نے مکروفریب سے اسے مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۲۵۵ھ کا ہے۔لوگوں نے اس کے بیٹے محمد کو اپنا امیر مقرر کیا اور محمد بن احمد امیر افریقہ کو اطلاعاً" لکھ بھیجا۔ اس نے محمد کو اس کی سرداری پر بحال رکھا اور سند حکومت تحریر کرکے بھیج دی۔

ابراہیم بن احمد برادر ابو الغرانیق

ابو الغرانیق کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابراہیم عنان حکومت افریقہ کا مالک ہوا۔ابو الغرانیق نے اپنے بیٹے ابو عقال کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا اور اپنے بھائی ابراہیم سے بحلف یہ اقرار لیا تھا کہ میرے بیٹے ابو عقال سے حکومت و امارت کے لئے لڑائی جھگڑا نہ کرنا اور نہ اس کی کسی قسم کی مخالفت کرنا بلکہ بطور نائب کے اس کے کاموں کو انجام دینا یہاں تک کہ ابو عقال سِن شعور کو پہنچ جائے جب ابو الغرانیق کا انتقال ہوگیا تو اہل قیروان نے عداوت اور ابراہیم کے حسنِ سیرت اور عدالت کے باعث اسے امارت پر ابھارنا شروع کیا۔ پہلے ابراہیم نے انکار کیا مگر جب اہلِ قیروان کا اصرار زیادہ ہوا تو ان کی درخواست منظور کرکے ابو الغرانیق کی وصیت کو جو اپنے بیٹے ابو عقال کے بارے میں اسے کر گیا تھا۔پس پشت ڈال دیا۔ اپنے مکان مسکونہ سے اٹھ کر قصر امارت میں چلا آیا اور نہایت عمدگی اور ہوشیاری سے امارت کرنے لگا۔ عادل' عالی حوصلہ' بلند خیال اور دلیر تھا۔ بغاوت اور فساد کی جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکی۔ مظلوموں کی داد فریاد سننے کو دربار عام کرتا تھا۔تمام ملک میں امن و امان ہوگیا۔سواحل بحرین پر تحفظ کی غرض سے بہت سے قلعے اور منارے بنوائے۔ سواحل بحر پر دشمنانِ اسلام کے ڈرانے کے لئے آگ روشن کی جاتی تھی۔ اس کی روشنی اسکندریہ تک پہنچتی تھی۔ اسی نے سوسہ کا شہرپناہ بنوایا تھا۔اسی کے زمانہ حکومت میں عباس بن احمد طولون اپنے باپ والی مصر سے مخالف ہو کر ۲۶۵ھ میں علیحدہ ہوگیا تھا اور برقہ پر محمد بن قہرب سپہ سالار ابن اغلب کے ہاتھ سے قبضہ لے لیا تھا۔اس کے بعد بصرہ پر قابض ہوا پھر طرابلس کا محاصرہ کر لیا۔محمد بن قہرب نے نفوسہ سے امداد طلب کی۔ چنانچہ یہ اس کی کمک پر آگئے۔ عباس بن احمد بن طولون سے قصر حاتم میں ۲۶۷ھ میں لڑائی ہوئی۔عباس کو شکست ہوئی اور یہ شکست کھا کر مصر کی جانب واپس ہوا۔

اس کے بعد زواجہ نے علمِ مخالفت بلند کیا اور ضمانت دینے سے انکار کیا۔ ان کی دیکھا دیکھی ہوارہ اور لواتہ نے بھی ایسا ہی کیا محمد بن قہرب انہیں بغاوتوں اور لڑائیوں میں مارا گیا۔ ابراہیم نے اپنے بیٹے ابو العباس عبداللہ کو ۲۷۹ھ میں ایک بڑی فوج کے ساتھ ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا بہت بڑی خون ریزی ہوئی۔ ۲۸۰ھ میں خوارج نے بکثرت حملے کیے۔ ابراہیم نے اپنی فوجوں کو تمام ملک میں پھیلا دیا۔ آتشِ بغاوت فرو ہو گئی۔ امن و امان قائم ہو گیا۔ مصلحت وقت کے لحاظ سے سوڈانی غلاموں کو سوار فوج میں بھرتی کر لیا جن کی تعداد تیس ہزار تھی۔ ۲۸۱ھ میں تونس چلا آیا اور وہیں محل سرا بنوائی۔ پھر ۲۸۳ھ میں ابن طولون سے جنگ کرنے کی غرض سے مصر کی جانب کوچ کیا۔ اثنائے راہ میں نفوسہ نے چھیڑ چھاڑ کی وہ انہیں شکست دے کر سرت تک پامال کرتا ہوا چلا گیا۔ جب دشمنوں کی جمعیت منتشر ہو گئی تو واپس ہوا اور واپسی کے بعد اپنے بیٹے ابو العباس عبداللہ کو ۲۸۷ھ میں صقلیہ کی جانب روانہ کیا۔ یہ ایک سو ساٹھ کشتیوں کا بیڑا لئے ہوئے صقلیہ پہنچا طرابیہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل بلیرم اور کبرکیت نے عہد شکنی کی اتفاق سے اسی زمانہ میں ان لوگوں میں باہم نفاق کا مادہ پھیل گیا۔ ابو العباس نے ایک کو دوسرے کے مقابلہ پر ابھارنا شروع کر دیا مگر چند روز بعد سب کے سب ابو العباس سے جنگ کرنے پر متفق ہو گئے۔ اہل بلیرم نے براہ دریا ابو العباس پر حملہ کیا ابو العباس نے انہیں پہلے ہی حملہ میں پسپا کر کے ان کے مال و اسباب اور آلات حرب کو لوٹ لیا اور ان کے سرداروں کے ایک گروہ کو گرفتار کر کے اپنے باپ کی خدمت میں بھیج دیا۔ باقی ماندگان میں سے کچھ سرداروں نے قسطنطنیہ کا راستہ لیا اور کچھ لوگ طرابلس کی جانب بھاگے' ابو العباس نے ان لوگوں کا تعاقب کیا اور اس کے اطراف و جوانب کو تاخت و تاراج کر کے مال غنیمت سے اپنے لشکریوں کو مالا مال کر دیا۔

اس کے بعد اہلِ قطانیہ کے محاصرہ کے لیے بڑھا اہلِ قطانیہ نے قلعہ بندی کر لی۔ ابو العباس نے مسلمانوں کی خون ریزی کے خیال سے محاصرہ اٹھا لیا پھر ۲۸۸ھ میں بقصدِ جہاد فوجیں آراستہ کیں' دمنش پھر مسینی پر فوج کشی کی اس کے بعد براہ دریا ریو کی طرف بڑھا اور اسے بزور تیغ فتح کر کے اپنی کشتیوں کو مال غنیمت سے پُر کر کے مسینی کی جانب لوٹ آیا اور اس کے شہر پناہ کو منہدم و مسمار کرا دیا۔ اتنے میں طنبہ سے چند جنگی کشتیاں اہل ریو کی کمک پر آئیں۔ ابو العباس نے انہیں بھی شکست دی اور ان کی تیس کشتیاں پکڑ لیں اس کے بعد ابو العباس نے روم کی سرحد کی جانب قدم بڑھایا اور دریا کے پار فرانسیسیوں کے گروہ پر حملہ آور ہوا دو چار حملے کر کے صقلیہ کی جانب واپس ہوا۔

امیر ابراہیم کی معزولی کا فرمان

اسی سنہ میں خلیفہ معتضد کا قاصد اہل تونس کی شکایت کی وجہ سے امیر ابراہیم کی معزولی کا پیام لایا۔ امیر ابراہیم نے اپنے بیٹے ابو العباس کو صقلیہ سے بلایا اور جب یہ آ گیا تو وہ باظہار جلا وطنی صقلیہ کی جانب روانہ ہو گیا ابن الرقیق نے ایسا ہی بیان کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ امیر ابراہیم ظالم' خون ریز اور تند خو تھا۔ آخر عمر میں اسے مالیخولیا ہو گیا تھا جس کے سبب اس نے بے حد خون ریزی کی اور اپنے بہت سے خدام' لونڈیاں اور اپنی عورتوں اور بیٹوں کو قتل کر ڈالا تھا اور اپنے بیٹے ابو الاغلب کو محض ایک شک سے جو اس کی جانب سے پیدا ہو گیا تھا کر ڈالا ایک روز اس کا رومال گم ہو گیا تھا اس کی سزا میں تین سو خادموں کو قتل کرا دیا۔ یہ بیان ابن رقیق کا ہے لیکن ابن اثیر نے اس کی عقل و داد اور حسنِ سیرت کی تعریف کی ہے۔ اور تحریر کیا ہے کہ اس کے زمانۂ حکومت میں جعفر بن محمد امیر صقلیہ کے ہاتھ سے سرقوسہ فتح ہوا تھا نو ماہ تک یہ اس کا محاصرہ کئے رہا۔ بادشاہ قسطنطنیہ نے محصورین کی کمک کے لئے براہ دریا فوجیں روانہ کیں اس نے ان کو بھی شکست دی اور شہر کو بزور تیغ فتح کر کے جی کھول کر تاخت و تاراج کیا۔

ابراہیم کی فتوحات

سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ افریقہ سے براہِ دریا صقلیہ آیا تھا اور طرابنیہ پر اتر کر بلیرم کی جانب گیا پھر دمنش گیا اور اس کا سترہ یوم تک محاصرہ کئے رہا۔ اس کے بعد مسینی کو فتح کیا اور اس کے شہر پناہ کو منہدم کرا دیا پھر آخر شعبان ۲۸۹ھ میں طرمیس پر قابض ہوا۔

انہیں دنوں بادشاہ روم نے قسطنطنیہ پہنچ کر اسے فتح کیا تھا پھر اس نے اپنے پوتے اور اپنے بیٹے ابو العباس عبداللہ کے بیٹے زیادۃ اللہ کو قلعہ بیقش کی جانب روانہ کیا اور دوسرے بیٹے ابو محرز کو رمہ کی طرف بھیجا۔ زیادۃ اللہ نے قلعہ بیقش کو فتح کیا اور ابو محرز نے اہل رمہ سے جزیہ لے کر مصالحت کر لی۔اس کے بعد دریا کو عبور کر کے فرانس کے مقبوضات بری میں داخل ہو کر قلوریہ کو بزور تیغ فتح کیا۔ بہت سے فرانسیسی قتل و قید کیے گئے۔ اہلِ فرانس کے دلوں پر اس کے رعب و داب کا سکہ بیٹھ گیا۔

ابراہیم کی وفات

ان پیہم کامیابیوں کے بعد ابراہیم سقلیہ کی جانب واپس ہوا۔ عیسائیوں نے جزیہ دے کر مصالحت کی درخواست پیش کی لیکن اس نے ان کی بدعہدیوں اور عہد شکنیوں کی وجہ سے ان کی درخواست کو منظور نہ کیا۔فوجیں آراستہ کر کے کنسمہ کی طرف بڑھا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل کنسمہ نے امن کی درخواست کی۔ اس نے قبولیت کا درجہ عنایت نہ کیا اور اسی حالت محاصرہ میں اپنی امارت کے اٹھائیسویں سال آخر ۲۸۹ھ میں انتقال کر گیا۔ اہلِ لشکر نے ابراہیم کے پوتے ابو مضر کو حفاظت لشکر و مقابلہ دشمنان اسلام کی غرض سے عارضی طور پر اس کے بیٹے ابو العباس کے آنے تک کے لیے اپنا امیر بنا لیا۔ ابو العباس ان دنوں افریقہ میں تھا' ابو مضر نے اہل کنسمہ سے جزیہ لے کر مصالحت کر لی ان میں سے کسی کو اپنے دادا ابراہیم کے مرنے کی خبر کانوں کان نہ ہونے دی اور چندے قیام کر کے جب کہ اہل سراپا واپس آئے محاصرہ اٹھا کر کوچ کیا۔ اپنے دادا ابراہیم کی نعش کو بلیرم میں لا کر دفن کیا۔ابن اثیر نے لکھا ہے کہ قیروان لا کر ابراہیم کی نعش کو دفن کیا۔

کتامہ میں شیعی کا ظہور

اسی کے زمانۂ حکومت میں ابو عبداللہ شیعی کتامہ میں ظاہر ہوا اور لوگوں کو بظاہر اہل بیت کی محبت کی دعوت دینے لگا مگر درپردہ پسران اسماعیل میں سے عبیداللہ مہدی کی حکومت کی بنا ڈال رہا تھا۔ کتامہ نے اس کی ترغیب و تحریک سے اس کی اتباع کی اور یہ وہ امور تھے جس کی وجہ سے شیعی کو توبہ کی ضرورت محسوس ہوئی اور مجبوراً سقلیہ کی جانب جانا پڑا۔ موسیٰ بن عباس والی سقلیہ نے شیعی کی نقل و حرکت سے مطلع ہونے کی غرض سے جاسوس مقرر کیے۔ ابراہیم نے بھی ایک سفارت تہدید آموز شیعی کے پاس انکجان روانہ کی مگر شیعی نے اس کی طرف ذرا توجہ نہ کی اور ایسا جواب دیا جس سے ابراہیم کو بے حد ناراضگی پیدا ہوئی۔جب شیعی کی کامیابی کا زمانہ قریب آیا اور خلیفہ معتضد کا فرمان ابراہیم کے پاس آیا، جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں تو شیعی نے توبہ کا اظہار کیا اور سقلیہ کی جانب چلا گیا۔ اس کے بعد افریقہ میں ابو عبداللہ شیعی کی لڑائیاں قبائل کتامہ کے ساتھ ہوئیں یہاں تک کہ شیعی ان پر غالب آ گیا اور ان لوگوں نے اس کی اتباع کر لی۔ابراہیم نے درپردہ اپنے بیٹے ابو العباس کو شیعی سے جنگ کرنے کی ممانعت کی تھی اور سقلیہ میں اس کے پاس چلے جانے کی بھی ہدایت کی تھی۔

ابو العباس عبداللہ بن ابراہیم برادر ابو الغرانیق

۲۸۹ھ میں ابراہیم کے انتقال کر جانے پر جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اس کا پوتا زیادۃ اللہ امیر لشکر بنایا گیا اور اس کا بیٹا ابو العباس تختِ حکومت پر متمکن ہوا۔ افریقہ کی حکومت کا انتظام کیا۔ مالی حالت درست کی' تموّل اور دولت مندی کی زیادتی ہوئی۔ تمام عمال کے نام گشتی فرامین روانہ کیے جو سب کے سامنے پڑھے گئے۔عدل و انصاف کرنے اور نرمی وملاطفت سے پیش آنے اور جہاد کرنے کا وعدہ کیا تھا کیونکہ زیادۃ اللہ لذات و تعیش اور لہو و لعب میں مصروف اور منہمک ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ اپنے باپ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا اس وجہ سے ابو العباس (اس کے باپ) نے اسے قید کر دیا۔ اس کی جگہ سقلیہ کی حکومت پر محمد بن سرقوسی کو متعین کیا۔

ابو العباس نہایت نیک سیرت' عادل اور فنونِ جنگ سے واقف تھا' اس کا زمانۂ حکومت بہترین زمانہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس نے ٹونس

کو اپنے قیام کے لئے منتخب ، پسند کیا تھا جب اس نے وفات پائی تو ابو عبداللہ شیعی کتامہ پر غالب ہو گیا۔ایک بڑی جماعت نے اس کی حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکا دی۔ میلہ پر فوج کشی کی اور بزور تیغ اسے فتح کر لیا مُوسیٰ بن عیاش کو بارِ حیات سے سبکدوش کیا اہل کتامہ سے فتح بن یحییٰ امیر مسالہ مدتوں ابو عبداللہ سے لڑتا رہا۔ پھر اس نے اسے مغلوب کر دیا اور اپنی قوم پر غالب ہو گیا۔

فتح نے ابو العباس کے پاس سفارت روانہ کیا اور بکیز ابواحول کو شیعی کی جنگ پر بھیجنے کی ترغیب دی چونکہ بکیز دیکھنے کے وقت اپنی ایک آنکھ کو دبا لیتا تھا اس وجہ سے لوگ اسے احول کہتے تھے۔ چنانچہ ابو العباس نے تونس سے ۲۸۹ھ میں اس پر چڑھائی کی۔ پہلے سطیف میں داخل ہوا اس کے بعد بلزمہ جا پہنچا اور ان تمام لوگوں کی گردنیں مار دیں جو اس کی دعوت میں شریک ہوئے تھے۔ ابو عبداللہ شیعی فوجیں فراہم کر کے مقابلہ پر آیا لیکن پہلے ہی معرکہ میں شکست کھا کر تاوزرت سے انکجان کی جانب بھاگا۔ ابواحول نے شیعی کے قصر کو منہدم کرا دیا۔اس کے بعد ایک شبانہ روز پھر لڑائی ہوتی رہی۔ ابو احول کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ابواحول نے تونس جا کر دم لیا اور کتامہ کے ساتھ ان کی جائے سکونت پر واپس آیا۔ جس وقت ابواحول اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دوبارہ فوجیں مرتب کر کے ابو عبداللہ شیعی کی جنگ پر روانہ کیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا سطیف پہنچا۔ پھر وہاں سے ابو عبداللہ سے جنگ کے ارادے سے کوچ کیا۔ ابو عبداللہ نے یہ خبر پا کر ابو حول پر حملہ کر دیا۔ ابو حول کو اس غیر متوقع حملہ سے ناکامی کے ساتھ پسپا ہونا پڑا لوٹ کر سطیف آیا اور فوجیں درست کر کے پھر حملہ آور ہوا۔ اسی اثنا میں زیادۃ اللہ نے اپنے باپ کے ملازموں کو ملا لیا۔ چنانچہ ان ناحق شناسوں نے ماہ شعبان ۲۹۰ھ میں بحالتِ خواب ابو العباس کا کام تمام کر دیا پھر کیا تھا زیادۃ اللہ کو قید سے رہائی مل گئی۔

ابو مضر زیادۃ اللہ

زیادۃ اللہ کی رہائی کے بعد دولت اور اراکین سلطنت نے حکومت امارت کی اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔اس نے ان غلاموں کو جنہوں نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا،سزائے موت دی۔ لذات و عیش پرستی و لہو و لعب اور مسخروں گویوں کی صحبت میں پڑ گیا کاروبار نظم و نسق سلطنت کو ایک قلم ترک کر دیا اور اپنے بھائی ابو حول کو محبت آمیز خط لکھ کر بلا بھیجا اور جب وہ آ گیا تو اس کی گردن مار دی اور اپنے چچاؤں بھائیوں کا بھی کام تمام کر دیا۔ان وجوہات سے عبداللہ شیعی کے کاروبار کو استحکام ہو گیا۔ زیادۃ اللہ نے شب کے وقت شیعی کی مخالفت کی غرض سے رقادہ کی جانب کوچ کیا اور شیعی نے شہر سطیف کو فتح کر کے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا۔ زیادۃ اللہ نے اس سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں روانہ کیں اور اپنے خادموں میں سے ابراہیم بن جیش نامی ایک خادم کو ان افواج کی سرداری عنایت کی' چالیس ہزار فوج کی جمعیت سے ابراہیم نے شیعی سے جنگ کرنے کی غرض سے کوچ کیا۔ مقام قسطیلہ میں پہنچ کر قیام پذیر ہوا۔ چھ ماہ تک ٹھہرا رہا ایک لاکھ فوج اس کے رکاب میں جمع ہو گئی۔ پہلے اس نے کتامہ پر حملہ کیا مگر اتفاق وقت سے اس فوج کو شکست ہوئی۔ بھاگ کر باغایہ پہنچا پھر وہاں سے قیروان چلا آیا۔

ابو عبداللہ شیعی کی فتوحات

ابو عبداللہ نے شہر طنبہ کو فتح کر کے فتح بن یحییٰ مسالتی کو بارِ حیات سے سبکدوش کر دیا۔یہ ان دنوں وہیں موجود تھا۔اس کے بعد بلزمہ کو فتح کیا اور اس کی شہر پناہ کو منہدم کرا کے زمین دوز کرا دیا اس کے بعد امراء کتامہ سے عروبہ بن یوسف باغایہ پہنچا اور اس فوج پر جو کہ ہارون بن طبنی کی ماتحتی میں حفاظت کی غرض سے وہاں مقیم تھی حملہ آور ہوا۔ انہی دنوں عبداللہ شیعی نے بھی تیجیس کے محاصرہ کے لئے فوجیں روانہ کیں جسے چند دن بعد بصلح و آشتی اس نے فتح کر لیا اسی زمانہ میں قیروان میں بازاریوں اور اوباشوں کی کثرت ہو گئی تھی۔ زیادۃ اللہ نے داد و دہش کا دروازہ کھول دیا فوجیں آراستہ کیں' آلات حرب سے سب کو مسلح کر کے ۲۹۵ھ میں فرانس کی جانب کوچ کیا۔جس وقت قریب اربس پہنچا شیعی کا رعب اس کے دل پر غالب ہوا۔اس کے خاندان والوں نے واپس جانے کی رائے دی اس لیے رقادہ کی جانب واپس ہو گیا اور اپنے خاندان کے سربرآوردہ اشخاص میں سے ابراہیم بن اغلب کو اپنی فوج کی سرداری عنایت فرمائی اس واقعہ

کے بعد ابو عبداللہ نے باغایہ پر فوج کشی کی اور بصلح و امان اسے فتح کر لیا اس کا گورنر بھاگ گیا اس کے بعد عبداللہ نے اپنی فوجوں کو آراستہ کر کے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا بعانہ تک پہنچا اور قبائل مترو پر حملہ کیا۔ تیفاش پر قابض ہو گیا۔ ابراہیم بن ابی تغلب۔ تیفاش پر چڑھ آیا۔ اہل تیفاش نے ابراہیم کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا اور اس کے ہراول کو لڑ کر شکست دے دی مگر ابراہیم نے پہنچتے ہی اسے بزور تیغ فتح کر لیا جس قدر حریف کی فوج وہاں موجود تھی سب کو تہ تیغ کیا۔ اس کے بعد ابو عبداللہ شیعی لشکر کتامہ آراستہ کر کے باغایہ کی طرف بڑھا پھر سکیبہ اس کے بعد سبیبہ اور حمود کی جانب کوچ کیا اور یکے بعد دیگرے ان مقامات پر قابض ہو گیا اور یہاں کے رہنے والوں کو امن دیا۔ ابراہیم بن ابی اغلب نے ان واقعات سے مطلع ہو کر اربس سے کوچ کر دیا۔ پھر ابو عبداللہ نے تسلیہ اور قفصہ پر حملہ کیا اور ان لوگوں کو امن دیا سوہ لوگ اس کی دعوت میں داخل ہو گئے اور یہ باغایہ کی جانب واپس ہوا پھر باغایہ سے انکجان چلا آیا۔ ابراہیم بن ابی اغلب نے میدان خالی دیکھ کر باغایہ پر حملہ کیا۔ اہل باغایہ مقابلہ پر آئے متعدد لڑائیاں ہوئیں ناکامی کے ساتھ اربس واپس آیا پھر ابو عبداللہ نے جمادی الاول ۲۹۶ھ میں اربس پر چڑھائی کی اور فتح کرتا ہوا ناریہ ہو کر گزرا اور اہل قودہ کو امان دے دی۔

زیادۃ اللہ کی طرابلس روانگی

جس وقت زیادۃ اللہ کو قودہ تک ابو عبداللہ شیعی کے پہنچنے کی خبر موصول ہوئی۔ اپنا مال و اسباب لاد پھاند کر بقصد مشرق طرابلس چلا آیا اور ابو عبداللہ شیعی نے خالی میدان دیکھ کر افریقہ کی طرف رخ کیا اس کے مقدمتہ الجیش پر عروبہ بن یوسف اور حسن بن ابی خزر تھا۔ ماہ رجب ۲۹۶ھ میں رقادہ پہنچا اہل قیروان اس سے ملنے کے لئے آئے اور سب نے عبداللہ مہدی کی امارت و خلافت کی بیعت کی جیسا کہ ہم ان کے حالات اور حکومت کے ضمن میں بیان کر آئے ہیں۔

زیادۃ اللہ سترہ دن تک طرابلس میں قیام کر کے واپس ہوا اس کے ساتھ ابراہیم بن اغلب بھی تھا۔ چونکہ اس کی نسبت لوگوں نے زیادۃ اللہ سے یہ جڑ رکھا تھا کہ اس نے قیروان سے روانہ ہونے کے بعد اپنی حکومت و ریاست کی بنا ڈالنے کی فکر کی تھی، اس وجہ سے زیادۃ اللہ نے اس سے علیحدہ ہو کر مصر کی جانب کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ مصر کے قریب پہنچا۔ والی مصر عیسٰی برشدی نے بلا اجازت خلیفہ شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ آٹھ روز تک شہر سے باہر ٹھہرا رکھا۔

بنو اغلب کا زوال

تب زیادۃ اللہ مجبور ہو کر ابن فرات وزیر خلیفہ مقتدر کی خدمت میں گیا اور شہر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ وزارت پناہ نے تاصدور حکومت خلافت مآب رقہ میں قیام کرنے کے لیے لکھ بھیجا ایک برس تک رقہ میں مقیم رہا اس کے بعد خلیفہ مقتدر کا فرمان صادر ہوا جس میں خلافت مآب نے زیادۃ اللہ کو افریقہ واپس جانے اور افریقہ میں خلافت عباسیہ کی حکومت قائم کرنے کی غرض سے نوشزی کو مالی اور فوجی مدد دینے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ زیادۃ اللہ رقہ سے مصر آیا۔ مصر پہنچ کر اسے طویل بیماری لاحق ہو گئی جس سے اس کے بال گر گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسے زہر دیا گیا تھا۔ بہرکیف مصر سے اس نے بیت المقدس کی جانب کوچ کر دیا اور وہاں راہی ملک عدم ہو گیا۔ اس کے مرنے سے تمام بنو اغلب متفرق اور منتشر ہو گئے اور ان کا دور حکومت منقطع ہو گیا۔

والبقاء للہ وحدہ واللہ سبحانہ تعالی اعلم

دولت بنی کلبی ۔۔۔ امارت صقلیہ

جس وقت عبیداللہ مہدی کو افریقہ پر قبضہ حاصل ہو گیا اس وقت اس نے صوبجات افریقہ پر عمال مقرر کیے۔جزیرہ صقلیہ پر حسن بن محمد بن ابی خزر کو مقرر کیا جو کہ سرداران کتامہ میں سے ایک نامور شخص تھا۔ حسن ۲۹۷ھ میں مع اپنی فوج کے مازر پہنچا۔ اپنے بھائی کو کبر کبیت کا حاکم بنایا اور صقلیہ کے عہد قضا پر اسحاق بن منہال کو مقرر کیا پھر ۲۹۸ھ میں دمشق پر حملہ آور ہوا اور اس کے گردونواح کو تاخت و تاراج کرکے واپس آیا۔ اہل صقلیہ کو اس کی بدخوئی اور ظلم سے شکایت پیدا ہوئی' سب نے جمع ہو کر اس پر حملہ کر دیااور گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا۔ اس کے بعد انجام کا خیال کرکے عبیداللہ مہدی کی خدمت میں معذرت کی عرض داشت روانہ کی۔ مہدی نے ان کی معذرت قبول کرلی اور احمد بن قہرب کو ان کا امیرمقرر کرکے روانہ کیا۔اس نے ایک سریہ سرزمین قلوریہ کی جانب بھیجا۔اس سریہ نے قلوریہ کو جی کھول کر پامال کیا اور بہت سا مال غنیمت اور قیدی لے کر واپس ہوا۔ ۳۰۰ھ میں اپنے بیٹے علی کو قلعہ طرمین جدید کی طرف روانہ کیا تاکہ اسے اہل صقلیہ کی آئندہ سرکشی اور بغاوت کے زمانہ میں اپنا مرکز بنائیں۔ اس کا بیٹا چھ ماہ تک اس کا محاصرہ کیے رہا۔اس کے بعد اس کی فوج نے اس سے بغاوت کر دی' اس کے خیموں کو جلا کر خاک کر دیا۔ اس کے قتل پر مستعد و آمادہ ہو گئے۔ اہل عرب نے اس فعل سے انہیں باز رکھا۔

صقلیہ پر عباسی پھریرا

اس نے ان لوگوں کو خلیفہ مقتدر کی اطاعت کی ترغیب کی۔ان لوگوں نے بطیب خاطر اسے منظور کر لیا۔ مہدی کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا۔ قلعہ کے برجوں پر خلافت عباسیہ کے پھریرے لہرا دیئے گئے پھر اس نے جنگی کشتیوں کا ایک بیڑا افریقہ کی جانب روانہ کیا۔ مہدی کے بیڑے سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ مہدی کا امیرالبحر حسن ابی خزر تھا۔ احمد بن قہرب کے بیڑہ کو اس جنگ میں کامیابی حاصل ہوئی۔مہدی کا بیڑا جلا دیا گیا اور حسن بن ابی خزر کو مار ڈالا گیا۔ کامیابی کے بعد احمد بن قہرب کا بیڑا صفاقس کی جانب روانہ ہوا۔ساحل پر پہنچتے ہی اسے ویران و خراب کر ڈالا پھر یہاں سے روانہ ہو کر طرابلس میں لنگرزن ہوا رفتہ رفتہ اس کی خبر قائم بن مہدی تک پہنچی' سن کر دم بخود ہو گیا۔ پھر دارالخلافت بغداد سے خلافت مآب کی خوشنودی کا فرمان خلعت اور پھریرے کے ساتھ صادر ہوا۔ احمد بن قہرب مارے خوشی کے پھولے نہ سمایا۔ اس کے بعد ایک بیڑا قلوریہ کی طرف روانہ کیا تمام سرزمین قلوریہ میں لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔اس کے اطراف و جوانب کو تاخت وتاراج کرکے واپس ہوا۔ پھر دوبارہ ایک دوسرا بیڑا افریقہ کی جانب بھیجا۔ اس معرکہ میں مہدی کے بیڑے کو کامیابی حاصل ہوئی' اس سے احمد بن قہرب کا شیرازہ حکومت درہم برہم ہو گیا۔ اہل کبرکیت اس سے باغی ہو گئے۔ مہدی سے خط و کتابت کرکے سازش کرلی' رفتہ رفتہ مادۂ بغاوت اتنا ترقی پذیر ہوا کہ آخر ۳۰۰ھ میں لوگوں نے احمد بن قہرب کو گرفتار کرکے مہدی کے پاس بھیج دیا۔مہدی نے حکم دیا کہ اسے اس کے خاص مصاحبین کے ساتھ حسن بن ابی خزر کی قبر پر لے جا کر قتل کر ڈالو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

ابو سعید بن احمد کا امارت صقلیہ پر تقرر

احمد بن قہرب کے قتل کے بعد مہدی نے صقلیہ کی حکومت پر ابو سعید بن احمد کو مقرر کیااور کتامہ کی فوج اس کے رکاب میں روانہ کی چنانچہ ابو سعید نے براہ دریا صقلیہ کی جانب کوچ کیا۔ طرانبہ پہنچ کر قیام پذیر ہوا۔ اہل صقلیہ نے اس سے سرکشی کی۔قلعہ نشین ہو کر لڑنے لگا۔اہل کبرکیت اور طرانبہ والے بھی اہل صقلیہ کی دیکھا دیکھی بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہو گئے' باہم متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ ابو سعید نے اپنی مردانہ ہمت سے ان سب کو شکست دی اور اثنا جنگ میں ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اہل طرانبہ نے پریشان ہو کر امن کی درخواست کی' ابو سعید نے امن دیا مگر اس کی شہرپناہ کے دروازے کو توڑ ڈالا۔ مہدی کو ان واقعات کی خبر لگی تو اس نے ابو سعید کو اہل طرانبہ کی عفو تقصیر کا حکم دیا۔

پھر مہدی نے ابو سعید کے بعد سالم بن ارشد کو صقلیہ کی حکومت مرحمت کی اور ۳۱۳ھ میں ایک بڑی فوج کے ساتھ صقلیہ کی جانب راونہ کیا' چنانچہ سالم نے دریا عبور کر کے سرزمین انکبردہ میں قدم رکھا اور جی کھول کر اسے تاخت و تاراج کیا متعدد قلعوں کو فتح کر کے واپس ہوا۔ پھر دوبارہ اسی سرزمین کی طرف قدم بڑھایا۔ اور شہر اورنت کا مدتوں محاصرہ کیے رہا اہل اورنت موقع پاکر شہر خالی چھوڑ کر چلے گئے سالم بھی جو کچھ ہاتھ لگا اسے لے کر چلتا بنا غرض اہل صقلیہ ہمیشہ ان شہروں پر جو جزیرہ صقلیہ اور قلوریہ کے رومیوں کے قبضہ اقتدار میں تھے لوٹ مار اور قتل وغارت کرتے رہتے تھے اور اس کے گردونواح کو اپنے حملوں کی جولانگاہ بنائے رکھتے تھے۔

۳۲۲ھ میں مہدی نے ایک فوج یعقوب بن اسحاق کی ماتحتی میں براہِ دریا جنوہ کی جانب جہاد کی غرض سے روانہ کی یعقوب مردانہ وار سرزمین جنوہ میں داخل ہو کر اپنے پرزور حملوں سے اہل جنوہ کو مجبور کر کے واپس ہوا۔ پھر آئندہ سال مہدی نے ایک دوسرا لشکر جنوہ کی طرف روانہ کیا اس لشکر نے شہر جنوہ کو فتح کر کے سردانیہ کی طرف قدم بڑھایا۔ سردانیہ کی کئی کشتیاں جلا کر خاک سیاہ کر کے مظفر و منصور واپس ہوا۔

۳۲۵ھ میں اہل کبرکیت نے اپنے امیر سالم بن راشد سے بغاوت کی اور اس کی فوج سے معرکہ آرا ہوئے۔ سالم بذاتہٖ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ سخت خون ریز جنگ کے بعد اہلِ کبرکیت نے سالم کو شکست دی اور اس کا اس شہر میں محاصرہ کر لیا اس نے قائم سے امداد کی درخواست کی۔ قائم نے خلیل بن اسحاق کی افسری میں اس کی کمک پر فوجیں روانہ کیں جس وقت خلیل صقلیہ وارد ہوا، اہل صقلیہ نے سالم بن راشد کی شکایتیں پیش کیں۔ عورتیں بچے اور بوڑھے فضل و رحم کے خواست گار ہوئے۔ اہل کبرکیت اور اہل صقلیہ نے بھی اسی قسم کی درخواستیں گزاریں خلیل کا دل ان لوگوں کی فریاد اور شکایتوں سے بھر آیا۔ سالم کو کسی ذریعہ سے ان واقعات کی خبر لگ گئی اس نے حکمت عملی سے ان لوگوں کو یہ سمجھایا کہ خلیل تم لوگوں سے تمہاری اس دلیری کا انتقام لینے آیا ہے جو تم لوگوں نے شاہی لشکر کے ساتھ کیا ہے۔

اہلِ صقلیہ کی سرکشی

اہل صقلیہ یہ سنتے ہی پھر بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور وہی ہنگامہ بغاوت و سرکشی دوبارہ گرم کرنے پر تل گئے۔ اسی اثنا میں خلیل نے شہر کبرکیت کے گھاٹ پر ایک جدید شہر موسوم بہ خالصہ کی بنا ڈالی اس سے اہل شہر کو سالم کے کہنے کا یقین ہو گیا جنگ پر تیار ہو گئے۔ خلیل نے ان لوگوں سے جنگ کرنے کی غرض سے نصف ۳۲۶ھ میں کوچ کیا، آٹھ ماہ کامل محاصرہ کیے روزانہ جنگ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ موسم سرما آگیا اور وہ محاصرہ اٹھا کر خالصہ چلا آیا۔ واپسی کے بعد اہل صقلیہ نے پھر مخالفت پر کمر باندھی۔ ادھر اہل صقلیہ نے بادشاہ قسطنطنیہ سے امداد کی درخواست کی بادشاہ قسطنطنیہ نے فوجی اور مالی مدددی ادھر قائم کو مدد کے لیے لکھ بھیجا قائم نے اس کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔

پس خلیل نے ابی ثور اور قلعہ بلوط فتح کر کے بلوطنور پر محاصرہ ڈال دیا یہاں تک کہ ۳۲۷ھ ختم ہو گیا۔ خلیل نے قلعہ بلاطنور سے محاصرہ اٹھا کر کبرکیت کو جا گھیرا اور اپنی فوج کے ایک حصہ کو ابی خلف بن ہارون کی افسری میں محاصرہ پر چھوڑ کر کوچ کیا اس محاصرہ کا سلسلہ ۳۲۹ھ تک قائم رہا۔ اکثر اہل شہر طویل محاصرہ اور روزانہ جنگ سے گھبرا کر روم کی طرف بھاگ گئے۔ باقی ماندگان نے امن کی درخواست کی۔ ابی خلف نے قلعہ حوالہ کر دینے کی شرط پر اہل شہر کو امان دی۔ مگر جس وقت اہل شہر نے قلعہ کے دروازے کھول دیئے اور اسے ابی خلف کے حوالہ کر دیا، اس وقت ابی خلف نے ان لوگوں کے ساتھ بدعہدی کی جس سے گردونواح کے تمام قلعے والے کانپ اٹھے اور جان کے ڈر سے سب نے اطاعت قبول کر لی۔ خلیل آخر ۳۲۹ھ میں افریقہ کی جانب واپس ہوا اس کے ہمراہ علیحدہ ایک کشتی میں بہت سے سردارانِ اہل کبرکیت بھی افریقہ کی طرف روانہ کیے گئے۔ خلیل نے کچھ راستہ طے کرنے کے بعد کشتی کو ڈبو دینے کا اشارہ کر دیا جس سے یہ سب کے سب ڈوب کر مر گئے۔

حسن بن ابی الحسن کلبی کا امارت صقلیہ پر تقرر

خلیل کے بعد صقلیہ کی زمام حکومت عطاف ازدی کو مرحمت ہوئی پھر ابو یزید کا جھگڑا پیش آگیا۔ قائم اور منصور اس کے رفع کرنے میں مصروف و مشغول ہوئے یہاں تک کہ ابو یزید کا فتنہ ختم ہو گیا تب منصور نے صقلیہ کی حکومت پر حسن بن ابی الحسن کلبی کو کہ اس کا پروردہ اور اس کے نامی سرداروں میں سے تھا مامور کیا اس کی کنیت ابو الغنائم تھی۔ اراکین دولت و اعیان سلطنت اسے عزت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ ابو یزید کی مدافعت میں اس نے بڑے بڑے نمایاں کام کئے تھے اس کی گورنری کا سبب یہ ہوا کہ اہل بلیرم نے عطاف ازدی کو اس کی کمزوری طبیعت کی وجہ سے بے حد دبا لیا تھا اور دشمنان اسلام نے اس کی معذوری اور اہل شہر کی سرکشی کے باعث اہل شہر کو کمزور کر رکھا تھا۔ ان وجوہ سے اہل شہر بلیرم نے ۳۳۵ھ میں عید الفطر کے دن عطاف پر حملہ کر دیا۔ اس بغاوت و شورش کے بانی مبانی بلیرم میں بنو الطبیر تھے۔ عطاف کسی صورت سے اپنی جان بچا کر قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا اور منصور کی خدمت میں ان واقعات کی اطلاع کر کے امداد و اعانت کا خواستگار ہوا منصور نے حسن بن علی مذکور کو صقلیہ کی سند حکومت مرحمت فرمائی۔

حسن بن ابی الحسن اور بنو الطبیر

چنانچہ حسن سامان سفر درست کر کے براہ دریا مازر کی طرف روانہ ہوا۔ ساحل مازر پر پہنچ کر لنگر انداز ہوا اہل مازر میں سے کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا۔ رات کے وقت اہل کتامہ کی ایک جماعت ملنے کے لئے آئی اور معذرت کی کہ ہم لوگ بنو الطبیر کے خوف سے دن کو نہیں آسکے۔ بنو الطبیر نے جاسوسوں کو حسن کی خبر گیری پر مقرر کیا۔ ان لوگوں نے واپس ہو کر بنو الطبیر کو حسن کے جلال و شوکت اور کثرت فوج سے ڈرا لیا اور انہیں حسن سے ملنے اور معذرت کرنے پر تیار کیا ابو الطبیر اسی اوھیڑبن میں پڑے ہوئے تھے کہ حسن اپنے رکاب کی فوج کے ساتھ شہر میں گھس پڑا۔ حاکم شہر اور عمال ملنے کے لئے آئے۔ بنو الطبیر کو اس سے ایک گونہ اضطراب پیدا ہوا نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون ہو گیا۔ اتنے میں ان کا سردار اسماعیل ان لوگوں کے پاس آگیا اور جو لوگ ان لوگوں سے منحرف ہو گئے تھے وہ بھی اس سے آملے۔ ایک خاصہ گروہ جمع ہو گیا۔ اسماعیل نے اس خیال سے کہ حسن اپنے غلام کو سزا نہ دے گا اور اس سے اہل شہر برانگیختہ اور بددل ہو جائیں گے۔ یہ چال پھیلایا کہ اپنے کسی غلام سے حسن کے ایک غلام پر یہ دعویٰ کرا دیا کہ کل آپ کا فلاں غلام میری بیوی کو غیر مشروع فعل کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ حسن اس چال کو تاڑ گیا۔ مدعی کو طلب کر کے اس کے دعوے پر قسم کھلوائی اور ثبوت لینے کے بعد اپنے غلام کو سزائے موت دی۔ عوام الناس اس انصاف سے بے حد خوش ہوئے۔ طبری اور اس کے ہمراہیوں سے علیحدہ ہو گئے۔ اس سے اسماعیل کا گروہ ٹوٹ گیا بنو الطبیر متفرق اور منتشر ہو گئے۔ حسن نے خوشی اور خوش اسلوبی سے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ عمدگی کے ساتھ نظم و نسق کرنے لگا۔ رومیوں نے اس کے رعب و داب سے متاثر ہو کر تین برس کا جزیہ ادا کر دیا۔ ان واقعات کے بعد بادشاہ روم نے ایک بطریق کو ایک بڑی فوج کی افسری کے ساتھ براہ دریا صقلیہ کی جانب روانہ کیا۔ یہ بطریق اور سرد غرس جمع ہو کر صقلیہ پر حملہ آور ہوئے۔ حسن نے منصور کو اس سے مطلع کر کے امداد کی درخواست کی۔ منصور نے ساتھ ہزار سوار اور ساڑھے تین ہزار پیادوں کو اس کمک پر روانہ کیا۔ حسن نے اپنی فوج کو چاروں طرف سے جمع کر کے دریا اور خشکی کی طرف سے روک تھام کی غرض سے کوچ کیا اور سرزمین قلوریہ کی طرف متعدد سرایا بھیجے۔ ابراجہ پہنچ کر پڑاؤ کر دیا اور چاروں طرف سے اس کا محاصرہ کر لیا۔ رومی یہ خبر پا کر چڑھ آئے مگر اپنی فتح یابی سے مایوس ہو کر تاوان جنگ دے کر مصالحت کر لی۔

حسن کی فتوحات

اس کے بعد حسن نے رومیوں کے ایک قلعے پر فوج کشی کی رومی بلا جنگ وجدال قلعہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پھر حسن نے قلعہ قشانہ پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا ایک ماہ کامل محاصرہ کیے ہوئے لڑتا رہا۔ اہل قلعہ نے جزیہ اور تاوان جنگ دے کر مصالحت کر لی۔ حسن اپنے جنگی کشتیوں کے بیڑے کے ساتھ لوٹ کر مسینی چلا آیا اور موسم سرما ختم ہونے تک وہیں مقیم رہا۔ اسی مقام پر منصور کا قلوریہ کی جانب

واپسی کا فرمان صادر ہوا۔ چنانچہ حسن نے دریا کو خراجہ کی جانب سے عبور کیا اور رومی اور سردغوس مقابلہ پر آئے حسن نے انہیں شکست دے کر مال غنیمت سے اپنے لشکریوں کو مالا مال کر دیا۔ یہ واقعہ یوم عرفہ ۳۴۰ھ کا ہے۔ اس کے بعد خزانہ پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ بادشاہ روم قسطنطین نے زرِنقد دے کر مصالحت کر لی۔ حسن ریو کی جانب واپس ہوا۔ ریو پہنچ کر وسط شہر میں ایک مسجد بنوائی اور رومیوں سے یہ شرط کر لی کہ رومیوں میں سے کوئی شخص آئندہ کسی قسم کا مسجد سے تعارض نہ کرے اور قیدیوں میں سے جو شخص اس میں داخل ہو وہ مامون سمجھا جائے۔

معز کی حکومت

منصور کے مرنے پر اس کا بیٹا معز حکومت پر متمکن ہوا۔ حسن صقلیہ پر اپنے بیٹے احمد کو مقرر کر کے معز کی طرف کوچ کیا۔ معز نے احمد کو لکھ بھیجا کہ صقلیہ میں جس قدر رومیوں کے قلعے باقی رہ گئے ہیں انہیں بہت جلد فتح کر لو۔ احمد نے اس حکم کے مطابق رومیوں کے مقبوضہ قلعوں پر حملہ کیا۔ ۳۵۱ھ میں طربین وغیرہ کو فتح کر کے رمطہ کی طرف بڑھا۔ مدتوں اس کا محاصرہ کیے رہا۔ قسطنطنیہ سے چالیس ہزار فوج اس کی حمایت و اعانت کے لیے آئی۔ احمد نے بھی معز سے امداد طلب کی۔ معز نے بہت سا مال و اسباب اور ایک عظیم لشکر اس کے باپ حسن کے ساتھ کمک پر روانہ کیا۔ رومیوں کا امدادی لشکر میسنہ کے گھاٹ پر اترا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے رمطہ پر یلغار کی۔ زمانہ حصار میں لشکر اسلام کا سردار حسن بن عمار اور حسن بن علی کا بیٹا تھا۔ رومیوں نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ رمطہ اس وقت نقطہ کی طرح دو دائروں گھرا ہوا تھا۔ رمطہ کو اسلامی لشکر محاصرہ میں لیے ہوئے تھا اور اسلامی لشکر پر رومی فوجیں محاصرہ ڈالے ہوئے تھیں۔ ادھر اہل شہر شہر پناہ کا دروازہ کھول کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے ادھر رومیوں نے باہر سے عساکر اسلامیہ پر دھاوا کیا۔ مسلمانوں پر یہ وقت نہایت آزمائش اور امتحان کا تھا۔ پہلے سب نے مرنے اور مرجانے کا عہد و پیمان کیا اس کے بعد مجموعی قوت سے رومیوں پر دھاوا کیا۔ پہلے ہی حملہ میں رومیوں کے سپہ سالار منیویل کے گھوڑے کو مار گرایا۔ منیویل سنبھل نہ سکا زمین پر آرہا۔ ایک سپاہی نے پہنچ کر سر اتار لیا اس کے ساتھ بطریقوں کا ایک گروہ مارا گیا۔ رومی لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ لشکر اسلام قتل و غارت کرتا ہوا تعاقب میں بڑھا مال غنیمت اور قیدیوں سے مالا مال ہو گیا۔ رومیوں کی شکست کے بعد مسلمانوں نے بزور تیغ رمطہ کو فتح کر لیا اور جو کچھ اس میں تھا سب کو لوٹ لیا۔ رومیوں کا بقیہ گروہ صقلیہ اور جزیرہ رفق کی کشتیوں پر سوار ہو کر روم کی طرف بھاگا۔ امیر احمد نے اپنے بیٹے کو تعاقب کا حکم دیا اور خود ایک کشتی پر سوار ہو کر رومیوں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ زیادہ مسافت طے نہ ہوئی تھی کہ رومی کشتیوں کو مسلمانوں نے گرفتار کر کے جلا دیا۔ عیسائیوں کی ایک بڑی جماعت ماری گئی۔ اس واقعہ کو جنگ مجاز کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ۳۵۴ھ میں لڑائی ہوئی تھی۔ حریف کے ایک ہزار نامی سردار اور ایک سو بطریق گرفتار کیے گئے تھے۔ عام قیدیوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ مال غنیمت کی کوئی حد نہ تھی۔ امیر احمد ان سب کو لادے شہر بلیرم پہنچا۔ صقلیہ میں اس کی خبر لگی تو حسن جوشِ مسرت میں استقبال کے لئے نکلا۔ اثنا راہ میں فرطِ مسرت سے بخار آ گیا اور اسی حالت میں جان بحق ہو گیا۔ مسلمانوں کو حسن کی اس شادیِ مرگ سے بے حد ملال ہوا مگر چارہ کار ہی کیا تھا صبر و شکر کر کے اہلِ صقلیہ نے بالاتفاق اس کے بیٹے احمد کو اس کا جانشین بنایا۔ اس جانشینی کے بعد معز نے اہل صقلیہ کی حکومت پر یعیش (حسن کے غلام) کو مقرر کیا۔ اس سے حکومت و امارت کا بار نہ اٹھ سکا۔ کتامہ اور دوسرے قبائل میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا جو اس کے دبانے سے نہ دب سکا۔ روز بروز بڑھتا گیا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر معز تک پہنچی تو اس نے صقلیہ کی گورنری پر ابو القاسم علی بن حسن کو اس کے بھائی احمد کی نیابت میں متعین کیا پھر ۳۵۹ھ میں احمد نے طرابلس میں وفات پائی۔

شاہ فرانس کا رمطہ پر حملہ

اس کا بھائی ابو القاسم علی مستقل طور سے حکمران ہو گیا۔ یہ زندہ دل اور نیک سیرت شخص تھا۔ ۳۰۹ھ میں ایک بڑی فوج کے ساتھ بادشاہ فرانس نے ابو القاسم پر فوج کشی کی۔ قلعہ رمطہ پر محاصرہ ڈالا اور اسے مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس واقعہ میں عساکر اسلامیہ

کو نقصان اٹھانا پڑا۔ امیر ابو القاسم یہ خبر پا کر شاہ فرانس کے مقابلے کے ارادے سے بلیرم سے روانہ ہوا۔ جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا امیر ابو القاسم بلا جنگ و جدال لوٹ کھڑا ہوا۔ فرانسیسی فوجیں اپنے جنگی بیڑے سے امیر ابو القاسم کی واپسی دیکھ رہی تھی فوراً بادشاہ بردیل کو اس سے مطلع کیا۔ بادشاہ بردویل نے تعاقب کا حکم دے دیا۔ چنانچہ بہت تیزی سے مسافت طے کر کے ابو القاسم کو جا کر گھیر لیا۔ سخت اور خون ریز جنگ ہوئی امیر ابو القاسم شہید ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس سے بہت صدمہ ہوا۔ مگر پھر مرنے پر کمربستہ ہو کر فرانسیسیوں سے مقابل ہوئے اور لڑ لڑ کر انہیں بہت بری طور سے شکست دی۔ بردویل بہ ہزار خرابی اپنی جان بچا کر اپنے خیمہ میں پہنچا اور کشتی پر سوار ہو کر رومیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

مسلمانوں نے امیر ابو القاسم کے بعد اس کے بیٹے جابر کو امارت کی کرسی پر متمکن کیا جابر نے اسی وقت لشکر اسلام کو واپسی کا حکم دیا، مالِ غنیمت کی فراہمی کی جانب ذرا بھی توجہ نہ کی۔

امیر ابو القاسم نے ساڑھے بارہ برس حکومت کی عادل، نیک سیرت اور ہوشیار شخص تھا۔

جب اس کا چچا زاد بھائی جعفر بن محمد بن علی بن ابو الحسن جو کہ عزیز کے وزیروں اور مصاحبوں سے تھا، حکمران ہوا تو کل بد نظمیاں رفع دفع ہو گئیں۔ فتنہ و فساد فرو ہو گیا۔ یہ شخص علم دوست اور اہلِ علم کا قدر دان تھا۔ ۳۷۵ھ میں اس نے وفات پائی۔ اس کا بھائی عبداللہ اس کی جگہ حکمراں ہوا۔ اس نے اپنے مرحوم بھائی کی روش اختیار کی۔ ۳۷۹ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس کا بیٹا ثقۃ الدولہ ابو الفتوح یوسف بن عبداللہ بن محمد بن علی بن ابو الحسن کرسی حکومت پر رونق افروز ہوا۔ اپنے گزشتہ بزرگوں کا رویہ اختیار کیا۔ انہیں کے قدم بقدم چلتا رہا یہاں تک کہ ۳۸۸ھ میں بعارضہ فالج مبتلا ہوا بدن کا نصف حصہ بائیں جانب والا نقل و حرکت سے بے کار ہو گیا۔ اس کے بیٹے تاج الدولہ جعفر بن ثقۃ الدولہ یوسف نے عنان حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی۔ نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے حکمرانی کرنے لگا۔ اس کے بھائی علی نے ۴۰۵ھ میں بربریوں اور غلاموں سے سازش کر کے مخالفت کا علم بلند کیا۔ تاج الدولہ نے یہ خبر پا کر اس کی سرکوبی پر کمر باندھی۔ دونوں بھائیوں میں خوب خوب لڑائیاں ہوئیں آخرکار تاج الدولہ کو فتح نصیب ہوئی۔ علی مارا گیا۔ بربری اور غلام نکال باہر کیے گئے فساد و بغاوت کا مادہ منقطع ہو گیا۔ چند روز بعد پھر اس کی حکومت میں خلل پیدا ہوا۔ اس کا کاتب (سیکرٹری) اور اس کا وزیر حسن بن محمد باغانی اس فساد و بغاوت کا بانی تھا۔ اس نے عوام الناس کو تاج الدولہ کے خلاف اُبھار کر بغاوت کا علم بلند کیا۔ اور شاہی قصر کا محاصرہ کر لیا۔ تاج الدولہ نے ہنگامہ بغاوت فرو کرنے کی غرض سے ابو الفتوح ثقۃ الدولہ کو پالکی میں سوار کرا کے محل سے باہر نکالا۔ ثقۃ الدولہ نے ان لوگوں کو نرمی سے مخاطب کیا اس سے ان کا جوش فرو ہو گیا۔

اسد الدولہ اکحل

ثقۃ الدولہ نے باغانی کو گرفتار کر کے بلوائیوں کے حوالہ کر دیا۔ ان لوگوں نے اسے اور اس کے پوتے ابو رافع کو مار ڈالا اور اس کے بیٹے جعفر کو معزول کر کے ابن جعفر کو ۴۱۰ھ میں حکمرانی کی کرسی پر متمکن کیا۔ اس نے اسد الدولہ بن تاج الدولہ کا خطاب اختیار کیا۔ "اکحل" کے نام سے معروف و مشہور تھا۔ جعفر نے معزولی کے بعد مصر کا راستہ لیا۔ اکحل کے حکمران ہوتے ہی فتنہ و فساد جاتا رہا۔ نظم حکومت جیسا کہ چاہیے تھا درست ہو گیا۔ اس نے امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار اپنے بیٹے جعفر کو دے دیا تھا۔ جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا اس نے کج ادائی اور ظلم کا برتاؤ شروع کر دیا۔

اہلِ صقلیہ کو ہر امر میں دبانے اور اہلِ افریقہ کو ان کے مقابلے میں بڑھانے لگا اور لوگوں کو اس سے شکایت کا موقع مل گیا۔ معزولی کے قیروان کی خدمت میں وفود (ڈیپوٹیشن) بھیجے اور اس کی شکایت کی اور اس کی اور اس کی حکومت و امارت کی اطاعت کا اظہار کر دیا۔ معز نے کشتیوں کا ایک بیڑا جس میں تین سو سوار تھے، اپنے بیٹوں عبداللہ اور ایوب کی ماتحتی میں صقلیہ کی جانب روانہ کیا۔ اہلِ صقلیہ نے ان کے ہمراہ ہو کر اپنے امیر اکحل کا محاصرہ کر لیا اور اسے قتل کر کے سر اتار کر ۴۱۷ھ میں معز کے پاس بھیج دیا۔

تھوڑے دنوں کے بعد اہلِ صقلیہ کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی۔ رفع ندامت کی غرض سے سب کے سب جمع ہو کر اہلِ افریقہ پر ٹوٹ پڑے اِن میں سے تقریباً تین سو آدمیوں کو مار ڈالا۔ باقی ماندگان کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔ اور صمصام برادر اکحل کو اپنا امیر بنا لیا۔ نظامِ سلطنت پھر درہم برہم ہو گیا۔ بازاری اوباش شرفا اور امراء پر غالب ہو گئے۔ اہلِ بلیرم یہ دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور صمصام کو معزول کر کے اپنے شہر سے نکال کر سردارانِ لشکر سے ابن الثمنہ نامی ایک شخص کو اپنا سردار بنا لیا۔ اس نے "القادر باللہ" کا لقب اختیار کیا۔

اس واقعہ سے قبل مازر میں اکحل کا بیٹا عبداللہ مستقل طور سے حکمران ہو گیا تھا مگر ابن الثمنہ نے عنان حکومت پر قابض ہوتے ہی ابن اکحل (عبداللہ) کو مغلوب کر لیا اور بہ حکمت عملی اسے قتل کر کے جزیرہ کی حکومت پر استقلال کے ساتھ قابض ہو گیا یہاں تک کہ یہ جزیرہ اس کے قبضہ سے نکال لیا گیا۔ ابن الثمنہ نے صقلیہ کی حکومت پر مستقل طور پر متمکن ہونے کے بعد میمونہ بنت جراس سے نکاح کیا پھر اس سے کسی معاملہ میں مشتبہ و مشکوک ہو کر زہر دیدیا مگر کچھ سوچ سمجھ کر طبیبوں کو طلب کر کے علاج کرایا، صحت یاب ہو گئی۔ ابن الثمنہ نے میمونہ سے معذرت کی خود کردہ پر پشیمان ہوا۔ میمونہ نے معذرت قبول کر لی۔ اور اپنے بھائی سے ملنے کی غرض سے قصریانہ جانے کی اجازت طلب کی۔ ابن الثمنہ نے اجازت دے دی۔ میمونہ نے اپنے بھائی کے پاس پہنچ کر تمام واقعات بتلائے۔ اس کے بھائی نے میمومہ کے نہ بھیجنے کی قسم کھائی۔ اس سے ابن جراس (میمونہ کے بھائی) اور ابن الثمنہ میں مخالفت پیدا ہو گئی۔ رفتہ رفتہ لڑائی کی نوبت پہنچی، ابن الثمنہ کو شکست ہوئی بھاگ کر رومیوں کے پاس پہنچا اور ان سے امداد کا خواہاں ہوا قمس اور جازین بنقر بن جزہ اپنے سات بھائیوں اور فرانس کے ایک گروہ کے ساتھ صقلیہ کی طرف آیا۔ ابن الثمنہ نے ان لوگوں سے صقلیہ پر قبضہ دلانے کا اقرار کیا ان سب نے پہلے قصریانہ پر چڑھائی کی۔ ابن جراس اس سے مطلع ہو کر مقابلہ پر آیا گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ ابن الثمنہ شکست کھا کر افریقہ میں عمر بن خلف بن مکی کے پاس چلا آیا، تونس میں قیام اختیار کیا اور اس کے عہدہ قضا کا متولی ہوا۔

امارت کلبی کا زوال

اس وقت سے رومیوں نے صقلیہ کے شہروں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ تمام شہروں اور مشہور مقامات پر قابض ہو گئے صرف قلعے اور دشوار گزار گھاٹیاں باقی رہ گئیں۔ آخر کار ۴۶۴ھ میں ابن جراس اہل و عیال اور مال کے ساتھ بصلح و امان قلعوں کو دشمنوں کے حوالہ کر کے نکل کھڑا ہوا اور زجار نے سب پر قبضہ کر لیا۔ ابن جراس کے نکلتے ہی کلمۃ الاسلام اس ملک سے منقطع ہو گیا اور حکومت کلبیین کا خاتمہ ہو گیا۔ پچانوے برس کی مدت میں ان میں دس اشخاص نے حکومت کی۔

زجار قلعہ ملیطو سرزمین قلعہ قلوریہ میں ۴۹۴ھ میں مرگیا۔ اس کا بیٹا زجار ثانی حکمران ہوا' اس کا دورِ حکومت طول و طویل گزرا۔ اسی کے لیے شریف ابو عبداللہ ادریسی نے کتاب" نزہتہ الشارق فی اخبار الافاق" تالیف کی اور بنظر شہرت قصار زجار کے نام سے موسوم کیا۔ واللہ مقدر اللیل و النہار۔

امارت جزیرہ اقریطش دولت بنو بلوطی

جزیرہ اقریطش (کریٹ) بحر روم کے جزائر میں سے ایک جزیرہ صقلیہ اور قبرس کے درمیان اسکندریہ کے مقابلے پر واقع ہے۔ قرطبہ کے غربی شہر پناہ کی دیوار کے نیچے کے رہنے والوں نے اس جزیرہ کو آباد کیا تھا، ان لوگوں کا محلہ حکم ابن ہشام کے قصر سے متصل تھا۔ ان لوگوں نے ۲۰۲ھ میں بغاوت کی۔ حکم نے ان کی سرکوبی کی جانب توجہ کی۔ چنانچہ بڑی خون ریز جنگ ہوئی۔ حکم نے ان لوگوں کے محلہ کو مسمار و منہدم کرا دیا، ان کی مسجدیں ویران کر دیں اور باقی ماندگان کو قرطبہ سے جلا وطن کر کے سرحد کی جانب نکال دیا، یہ لوگ فاس وغیرہ میں مقیم ہوئے اور کچھ جلا وطنوں نے اسکندریہ کا راستہ لیا۔ اسکندریہ میں پہنچ کر متفرق طور پر یہ لوگ قیام پذیر ہو گئے۔

کچھ روز بعد ان میں سے ایک شخص اسکندریہ کے ایک بازاری شخص سے لڑ پڑا' باہم گتھ گئے۔ اس شخص نے کسی طرح اپنے کو چھڑا

کر اپنے ہم وطنوں سے جا کر فریاد کی۔ لوگ اس کی حمایت پر اٹھ کھڑے ہوئے چنانچہ اکثر اہلِ شہر کو لوٹ لیا۔ باقی ماندگان اہلِ شہر کو نکل کر ناکہ بندی کر لی اور ابو حفص عمر بن شعیب بلوطی معروف بن ابو الغیض نامی ایک شخص کو اپنا امیر بنا لیا۔ ان دنوں مصر کی گورنری پر عبداللہ بن طاہر تھا۔ یہ خبر پاکر فوجیں آراستہ کر کے باغیانِ اسکندریہ پر حملہ آور ہوا۔ اور ہر چہار طرف سے محاصرہ کر کے لڑائی چھیڑ دی۔ ان لوگوں نے امن کی درخواست کی۔ عبداللہ نے انہیں امان دی مگر اسکندریہ سے نکل کر جزیرہ اقریطش کی جانب بھیج دیا۔ پس ان لوگوں نے اس غیر آباد جزیرے کو آباد کیا۔اس وقت ان کا امیر و سردار ابو حفص بلوطی تھا۔ ان کے بعد اس کی اولاد تقریباً" ایک سو برس یا کہ اس سے کچھ زائد وقت تک حکمران رہی یہاں تک کہ ارمانوس بن قسطنطین بادشاہ قسطنطنیہ نے اس کی اولاد میں سے عبدالعزیز بن شعیب کے قبضہ سے اس جزیرہ کو ۳۰۵ھ میں نکل لیا اور مسلمانوں کو یہاں سے جلا وطن کر دیا۔ واللہ بعید الکرۃ بذاہب آثار الکفرۃ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم بالصواب

باب ۲۷

دول یمن اسلامیہ

عہدِ نبویؐ میں یمن کے حالات

ہم اوپر اخبارِ نبویہ کے ضمن میں بیان کر آئے ہیں کہ ملکِ یمن دائرۂ حکومتِ اسلامیہ میں یوں داخل ہوا تھا کہ اس کا گورنر باذان جو کسرائے فارس کی جانب سے یہاں کا حکمران ہوا تھا دعوت اسلامیہ میں شامل ہوا اس کے اسلام لانے سے اہلِ یمن بھی عَلم اسلام کے مطیع اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان کو یمن اور اس کے گرد و نواح کی حکومت عطا فرمائی باذان کا دارالحکومت مقام صنعا تھا جو کسی زمانہ میں ملوک تبابعہ کے دارالسلطنت ہونے کا اعزاز رکھتا تھا۔

جب حجتہ الوداع کے بعد باذان نے وفات پائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کو ان صوبوں پر منقسم فرمایا جن پر اس سے پیشتر تقسیم تھا اور صنعا کی عنان حکومت شہران بن باذان کو مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد ہم نے اسود عنسی کے حالات تحریر کیے ہیں اور یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ کیوں کر اسود نے عمالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن سے نکال دیا تھا۔ اور صنعاء پر حملہ کر کے اس پر قابض ہو گیا تھا اور شہران بن باذان کو قتل کر کے اس کی بیوی کو اپنی زوجیت میں داخل کر لیا تھا اور یمن کے اکثر شہروں پر قابض ہو گیا تھا۔ اس سے اکثر اہلِ یمن مذہبِ اسلام سے پھر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب اور عمال اور ان لوگوں کے پاس خطوط روانہ کیے جو مذہب اسلام پر ثابت قدم رہ گئے تھے۔ ان لوگوں نے زوجہ شہربان باذان سے جسے اسود عنسی نے اپنی بیوی بنا لیا تھا اسود عنسی کے معاملہ میں اس کے چچا زاد بھائی فیروز کے ذریعہ سازش کر لی۔ اس مہتمم بالشان امر کا منتظم قیس بن عبد یغوث مرادی تھا اس نے اور فیروز نے اس کی بیوی کی اجازت سے (زوجہ شہربان بن باذان) اس کے گھر میں گھس کر مار ڈالا اس کے مارے جانے سے عمال نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صوبہ جات پر پھر حکمرانی کرنے لگے۔ یہ واقعہ رسول اللہ صلی آپ عَلَیہِ وَسلّم کی وفات کے چند ہی روز پیشتر واقع ہوا تھا۔ قیس نے صنعا پر قبضہ کر لیا اور اسود کے بقیتہ السیف لشکر کو جمع کر کے اپنی فوج درست کر لی۔

مہاجر بن امیہ

رسول اللہ صلی آپ عَلَیہِ وَسلّم کے بعد ابو بکر صدیقؓ نے یمن کی حکومت پر فیروز کو مامور کیا اور لوگوں کو اس کی اطاعت کا حکم دیا اس کی قیس بن مکشوح سے معرکہ آرائی ہوئی۔ اس نے اسے شکست دی۔ اس کے بعد ابو بکر صدیقؓ نے مہاجر بن امیہ کو یمن کی عنانِ حکومت عطا کی اس نے یمن کے مرتدین سے لڑائی کی اور اسی طرح عکرمہؓ بن ابی جہل نے کیا۔ پھر عبداللہ بن عباس اور ان کے بھائی عبداللہؓ بن عباس مامور کیے گئے۔ اس کے بعد معاویہؓ نے صنعاء پر فیروز دیلمی کو متعین کیا۔ ۵۳ھ میں اس نے وفات پائی پھر عبدالملک نے یمن کو حجاج کی گورنری میں شامل کر دیا جب کہ اسے ۷۶ھ میں جنگ عبداللہؓ بن زبیر پر روانہ کیا تھا۔ پھر جب دولت عباسیہ کا دورِ حکومت شروع ہوا تو سفاح نے اپنے چچا داؤد بن علی کو یمن کی حکومت پر مامور کیا۔

خلافت عباسیہ کے زمانے میں یمن کے حالات

جب ۱۳۳ھ میں داؤد بن علی نے وفات پائی تو اس کی جگہ محمد بن یزید بن عبیداللہ بن عبدالملک بن عبدالدار حکمران ہوا۔ غرض

تاجداران دولتِ عباسیہ کی جانب سے یمن پر یکے بعد دیگرے گورنر حکمرانی کرتے رہے اور یہ لوگ صنعا کو اپنا دارالحکومت بنائے رہے یہاں تک کہ مامون کی خلافت کا زمانہ آگیا اور ممالک اسلامیہ کے اطراف و جوانب میں طالبیوں کے ایلچیوں کا ظہور ہوا اور عراق میں بنو شیبان میں سے ابو السرایا نے محمد بن ابراہیم طبا طبا بن اسمٰعیل بن ابراہیم برادر مہدی النفس الزکیہ محمد بن عبداللہ بن حسن کی امارت کی بیعت کی۔ اس وقت امن عامہ میں خلل پڑ گیا اور طالبیوں نے اپنے عُمال کو ہر چہار طرف پھیلا دیا پھر یہ مارا گیا اور حجاز میں محمد بن جعفر صادق کی امارت کی بیعت لی گئی۔

یمن میں ابراہیم بن موسیٰ کاظم نے ۲۰۰ھ میں حکومت کا دعویٰ کیا مگر کامیاب نہ ہوا چونکہ ابراہیم ظالم اور خون ریز تھا۔ جزار کے لقب سے ملقب تھا خلیفہ ماموں نے شاہی فوجیں یمن بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کیں چنانچہ اس نے یمن کے تمام گردونواح کو جی کھول کر تاخت و تاراج کیا نامی نامی رئیسوں اور سرداروں کو گرفتار کر کے دارالخلافت بغداد بھیج دیا۔ بغاوت و سرکشی کا مادہ منقطع ہو گیا۔ امن و امان کی منادی پھر گئی جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

حکومت محمد بن زیاد

جب سرداران یمن جن میں محمد بن زیاد بھی تھا جو کہ عبداللہ بن زیاد بن ابی سفیان کی اولاد سے تھا بطور وفد دارالخلافت بغداد میں خلیفہ مامون کی خدمت میں حاضر ہوئے' خلافت مآب لوگوں کے ساتھ انتہائی لطف و عنایت سے پیش آئے اور زیاد کو علویوں کے ہاتھوں سے یمن کے بچانے کی خدمت سپرد کی چنانچہ سند حکومت عطا فرما کر زیاد کو یمن کی جانب واپس کیا زیاد ۲۰۳ھ میں وارد یمن ہوا اور تہامہ یمن کو بزور تیغ فتح کیا یہ ■ شہر ہے جو کہ ساحل غربی بحر عرب پر واقع ہے زیاد نے یہاں پر ایک شہر زبید نامی آباد کرنے کی بنیاد ڈالی اور تعمیر اور آباد ہونے کے بعد اسے اپنا دارالحکومت ہونے کی عزت دی۔ اپنے غلام جعفر کو جبال کی حکومت پر مامور کیا تہامہ کو اس دلیر نے متعدد لڑائیوں کے بعد فتح کیا تھا اور عرب تہامہ سے یہ شرط کر لی تھی کہ وہ آئندہ خیل (گھوڑوں) پر سوار نہ ہوں گے۔ نہایت قلیل مدت میں اس نے پورے ملک یمن پر تصرف اور قبضہ حاصل کر لیا تھا صوبہ جات حضرموت' شجر اور دیار کندہ اس کے علم حکومت کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ حکومت وسلطنت میں اس کا رتبہ ملوک تبابعہ کے ہم پلہ تھا۔

صنعاء دارالحکومت یمن میں بقیہ ملوک تبابعہ میں سے بنو جعفر حمیری زیر اثر حکومت دولت عباسیہ حکمرانی کر رہے تھے صنعاء کے علاوہ سجان الجران اور حرش میں بھی انہی کی حکومت کا جھنڈا گڑا ہو تھا بنو جعفر کا بھائی اسعد بن یعفر اس کے بعد اس کا بھائی حکومت کر رہا تھا۔ ان لوگوں نے محمد بن زیاد کے علم حکومت کے آگے اپنا سرنگوں کر لیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم پھر اس کا بیٹا زیاد بن ابراہیم پھر اس کا بھائی ابو الجیش اسحاق بن ابراہیم یکے بعد دیگرے حکمران رہا۔ ابو الجیش اسحاق بن ابراہیم کی حکومت کافی طویل ہوئی۔ اس نے بہت بڑی عمر پائی۔ اس نے عمر کے اسّی (۸۰) مرحلے طے کئے۔

یحییٰ بن حسین کی سرکشی

عمارہ کا بیان ہے کہ یحییٰ بن حسین نے یمن' حضرموت اور جزائر بحریہ پر اسی سال حکومت کی تھی اور جب اسے خلیفہ متوکل کے مارے جانے' خلیفہ مستعین کی معزولی اور غلاموں' خانہ زادوں کے خلفاء پر متولی ہونے کی خبر پہنچی تو اس نے شاہی کا دعویٰ کر دیا۔ سلاطین عجم کی طرح خلفلہ[1] میں سوار ہوا۔ اس کے زمانہ حکومت میں یحییٰ بن حسین بن قاسم رسی ابن ابراہیم طبا طبا نے زیدیہ کی حکومت قائم کرنے کی غرض سے حملہ کیا۔ زیدیہ اس کو سندھ سے لے آئے تھے۔ اس کا دادا قاسم' ابو سرایا کے ساتھ اپنے بھائی محمد کے خروج و قتل کے بعد سندھ چلا گیا تھا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا وہاں پہنچ کر اس کی نسل سے حسین پیدا ہوا اور حسین سے یحییٰ ظہور میں آیا جس نے ۲۸۸ھ میں یمن میں بغاوت کی' صعدہ میں مقیم ہوا۔ زیدیہ کی حکومت کی بنا ڈالی۔ صنعاء پر فوج کشی کی اور اسے اسعد بن یعفر کے قبضہ سے نکال لیا۔ پھر بنو اسعد نے صنعاء کو اس سے چھین لیا تب یہ صعدہ کی جانب لوٹ آیا۔ اس کے گروہ والے اسے امام کے

[1] ہوا دار یا تام جھام

لقب سے یاد کرتے تھے' اس کی پچھلی نسلیں اس وقت تک وہاں موجود ہیں ان کے حالات ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اسی ابو الجیش اسحاق کے زمانے میں عبیدیوں کی حکومت کا یمن میں ظہور ہوا۔ ۳۴۰ھ میں محمد بن فضل لاعہ اور جبال یمن پر جبال مدیخرہ تک قابض ہو گیا۔ ابو الجیش کے قبضہ میں سرجہ سے عدن تک بیس منزلیں اور مخلافہ سے صنعاء تک پانچ منزلیں ملک یمن میں باقی رہ گئی تھیں پھر جس وقت محمد بن فضل نے اس دعوت کے ذریعہ ابو الجیش کو دبا لیا تھا تو اطراف و جوانب کے حکمران خود مختاری کے مدعی ہو گئے۔ بنی اسعد بن یعفر صنعاء سلیمان طرف عترہ میں اور امام ذی سعدہ میں خود سر حکومت کا دعویدار بن بیٹھا۔ ابو الجیش نے بہ نظر دور اندیشی ان لوگوں کے ساتھ مصالحت کا رویہ اختیار کیا۔ اس کے بعد ۳۷۱ھ میں انتقال کر گیا۔

تجارت و آمدنی

ابن سعید کہتا ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ اس کے ملک کے خراج کی تعداد چار کروڑ بیس لاکھ چھیاسٹھ ہزار دینار عشریہ تھا اس کے علاوہ سندھ کی کشتیوں اور عنبر پر جو کہ باب مندب اور عدن میں آتا تھا اور موتیوں پر جو محصول تھا اس کی بھی بہت بڑی تعداد تھی اور جزیرہ و ملک کا خراج ان سب سے علیحدہ تھا۔ ملوک حبشہ جو کہ دریا کے اس پار تھے اس سے مصالحت اور رسم اتحاد رکھتے تھے۔

نجاح اور قیس

ابو الجیش نے وفات کے وقت ایک چھوٹا لڑکا چھوڑا تھا جس کا نام عبداللہ تھا۔ بعض ابراہیم اور بعض زیاد بتلاتے ہیں اس کی بہن اور اس کے آزاد غلام رشید حبشی نے اس کی پرورش اور اس کے ملک کا انتظام کیا کاروبارِ سلطنت میں رشید حبشی سب کو دبائے رہا۔ یہاں تک کہ ان کی حکومت ۴۰۷ھ میں ختم ہو گئی' یہ لڑکا مر گیا۔ تب بنی زیاد سے ایک دوسرے لڑکے کو جو پہلے سے بھی کم سن تھا حکمران بنایا ابنِ سعید کہتا ہے کہ عمارہ یعنی مورخ یمن اس وجہ سے کہ حجاب اس کے متولی تھے اس کے نام سے واقف نہیں ہو سکا۔ بعض کہتے ہیں کہ آخری لڑکے کا نام ابراہیم تھا۔ اس کی پھوپھی نے اس کی پرورش کی تھی' اور مرجان نامی ایک شخص جو کہ حسن بن سلامہ کے آزاد کردہ غلاموں میں سے امور سلطنت کا منتظم تھا یہی ان کی دولت و حکومت پر غالب ہو گیا تھا۔ اس کے نوکار پرداز تھے۔ ایک کا نام قیس تھا دوسرے کا نام نجاح۔ بادشاہ کا لڑکا اسی کی کفالت و نگرانی میں دیا گیا اور اس کے ساتھ زبید میں ٹھہرایا گیا۔ نجاح نے آہستہ آہستہ ان تمام صوبوں پر قبضہ کر لیا جو زبید کی حکومت سے خارج تھے۔ ان میں کراہ اور لحم بھی تھے۔ قیس اور نجاح میں انہی اسباب سے چشمک پیدا ہو گئی۔ قیس سے کسی نے کہہ دیا کہ بادشاہ کے لڑکے کی پھوپھی نجاح کی طرف مائل ہے اور اسے اپنا کاتب بنا لیا ہے۔ قیس یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ موقع پا کر باجازت اپنے آقا مرجان بادشاہ کے لڑکے کی پھوپھی کو گرفتار کر کے زندہ دفن کرا دیا اور خود سر حکومت کا مدعی ہو کر خلعہ میں سوار ہوا۔ اپنے نام کا سکہ جاری کرایا۔ نجاح اس سے مطلع ہو کر باغی ہو گیا۔ فوجیں آراستہ کر کے قیس پر چڑھ آیا۔ قیس بھی مقابلہ کی غرض سے فوجیں مرتب کر کے نکل پڑا۔ دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بالآخر قیس کو شکست ہوئی پانچ ہزار فوج کے ساتھ کھیت رہا۔ نجاح نے ۴۱۰ھ میں زبید پر قبضہ کر لیا اور قیس کو دفن کرا کر حکومت کرنے لگا اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔

اس کے بعد دربارِ خلافت بغداد میں اطلاعی عرض داشت روانہ کی۔ اسے حکومتِ یمن کی سند بھیج دی گئی۔ اسی وقت سے یہ تہامہ کا مستقل مالک تسلیم کیا گیا۔ اہلِ جبال اس کے نام سے تھراتے تھے۔ کچھ روز بعد حسن بن سلامہ کے دائرہ حکومت سے تمام پہاڑوں کو نکل لیا۔ سرحدی بادشاہ اس کے رعب و داب سے ڈرتے تھے۔ اسے صلیحی نے جو عبیدیوں کا بانی مبانی تھا ۴۵۲ھ میں ایک لونڈی بھیج کر قتل کرا دیا۔ اس کے بعد زبید میں اس کا غلام کہلان حکمران ہوا پھر صلیحی نے زبید کو اس کے قبضہ سے نکل لیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

حکمرانانِ صلیحی اور عبیدیوں کی یمن پر حکومت

قاضی محمد بن ہمدانی حران صوبہ ہمدان کا رئیس تھا۔ نسبتاً نبی ایام کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کا ایک بیٹا علی نامی پیدا ہوا اس نے

دنوں صاحب دعوت عامر بن عبداللہ زدائی[۱] تھا بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے پاس علم جفر کی ایک کتاب تھی جو اس کے زعم میں اس کے مورثوں کے ذخیروں سے تھی۔ اس نے یہ خیال قائم کیا کہ علی بن قاضی کا اس کتاب میں تذکرہ ہے۔ اس داعی نے اس کتاب کو قاضی کو پڑھ کر سنایا۔ قاضی نے اس مضمون کو ذہن نشین کر لیا۔ جس وقت علی سن شعور کو پہنچا تو داعی (عامر) نے اس کا نام جفر میں دکھلا کر اس کے اوصاف بتلائے اور اس کے باپ قاضی سے کہا کہ اپنے بیٹے کی کامل حفاظت و نگرانی کرنا۔ یہ ملک یمن کا بادشاہ و حکمراں ہو گا۔ چنانچہ علی نے فقیہانہ صلاحیت کے ساتھ زندگی بسر کرنا شروع کی پندرہ برس تک براہ طائف و سروات لوگوں کے ساتھ حج کرتا رہا اس سے اس کی بڑی شہرت ہوئی۔ اس نے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال قائم کر دیا کہ یہ سلطان یمن ہے۔ اتنے میں داعی عامر زدائی نے وفات پائی۔ وفات کے وقت علی کے حق میں اپنی کتابوں کی وصیت کر گیا اور اس سے دعوت عبیدیہ کے قائم رکھنے کا اقرار لے لیا۔

ابن قاضی محمد کا یمن پر قبضہ

اس کے بعد علی اپنی عادت کے مطابق ۴۴۲ھ میں لوگوں کے ساتھ حج کرنے کو گیا۔ اس کی قوم ہمدان میں سے ایک جماعت اس کے ساتھ تھی۔ اس نے ان لوگوں کو اپنی امداد پر قائم رکھنے کی ترغیب دی۔ ان لوگوں نے بطیب خاطر اسے منظور کیا اور اس کے ہاتھ پر اس امر کی بیعت کر لی۔ یہ لوگ اس کی قوم کے سرداروں میں سے تھے اور تعداد میں ساٹھ نفر تھے۔ واپسی کے بعد علی نے مسار میں قیام اختیار کیا یہاں ایک قلعہ تھا جو دامن کوہ حمام میں نہایت مستحکم اور مضبوط بنا ہوا تھا علی نے اس قلعہ کو اپنا مرکز بنایا اور اس کی ہر چہار طرف سے ناکہ بندی کر لی۔ اس وقت اس کا رعب و داب بڑھنے لگا۔ مستنصر والی مصر سے خط و کتابت کر کے اظہار دعوت کی اجازت حاصل کر لی۔

دعوتِ عبیدیہ کا اعلان

چنانچہ دعوتِ عبیدیہ کا اعلان کر کے یمن پر قبضہ کر لیا۔ اور قلعہ مسار سے صنعاء میں جا کر قیام پذیر ہوا۔ محل سرائیں بنوائیں۔ حکمرانان جن کو اس نے دبا لیا تھا وہیں آ کے رہنے لگے۔ بنو طرف' ملوک عثرہ و تہامہ کو شکست دی۔ نجاح جو بنو زیاد کا غلام اور زبید کا بادشاہ تھا، اس کے مار ڈالنے کی فکر کی۔ بڑی جدوجہد سے ایک لونڈی کے ذریعہ سے اسے نجاح کے قتل میں کامیابی ہوئی۔ اس لونڈی کو اس نے نجاح کے پاس بطور تحفہ روانہ کیا جیسا کہ ہم اوپر ۴۵۶ھ میں بیان کر آئے ہیں۔

ان واقعات کے بعد علی باجازت مستنصر والی مصر مکہ معظمہ کی طرف دعوت عباسیہ کو مٹانے اور امارت حسینیہ کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے روانہ ہوا اور صنعاء سے اپنے بیٹے مکرم کو اپنا نائب بنایا۔ روانگی کے وقت اپنے ہمراہ اپنی بیوی اسماء بنت شہاب کو بھی لیتا گیا۔ اتفاق سے اس پر سعد بن نجاح نے شب خون مارا اور اسماء کو قید کر کے لے گیا۔ اس نے اپنے بیٹے مکرم کو لکھ بھیجا کہ میں ایک حبشی غلام سے حاملہ ہو گئی ہوں تمہیں لازم ہے کہ قبل وضع حمل میری خبر لو ورنہ یہ وہ داغ ہو گا جسے زمانہ محو نہ کر سکے گا۔ مکرم یہ سن کر ۴۷۵ھ میں صنعاء سے تین ہزار کی جمعیت سے روانہ ہوا۔ بیس ہزار حبشی مقابلہ پر آئے لیکن میدان مکرم کے ہاتھ رہا۔ حبشیوں کو بڑی شکست ہوئی۔ سعید بن نجاح بھاگ کر جزیرہ دہلک پہنچا۔ مکرم اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ وہ ایک طاق کے قریب بیٹھی ہوئی ہے جس میں صلیحی اور اس کے بھائی کا سر رکھا ہوا ہے۔ مکرم نے ان سروں کو اتار کر دفن کرایا اور اپنے ماموں اسعد بن شہاب کو صوبہ تہامہ پر جیسا کہ وہ پیشتر تھا مقرر کیا۔ زبید میں قیام کرنے کی ہدایت کی اور اپنی ماں کو لے کر صنعا کی جانب کوچ کیا۔ یہ عورت نہایت دانش مند اور مدبر تھی۔ مکرم کے ملک کا یہ انتظام کرتی تھی۔ کچھ عرصہ بعد اسعد بن شہاب نے تہامہ کا مال جمع کر کے اپنے وزیر احمد بن سالم کی معرفت صنعاء روانہ کیا۔ اسماء نے اسے وفود عرب پر تقسیم کر دیا۔ پھر ۴۷۹ھ میں اسماء نے وفات پائی۔

صنعاء پر عمران بن فضل کا قبضہ

زبید مکرم کے قبضہ سے نکل گیا۔ ۴۷۷ھ میں سعید بن نجاح نے اسے مکرم سے بزور واپس لے لیا۔ تب مکرم ۴۸۰ھ میں ذی جبلہ

[۱] زدائیہ ایک گاؤں حران کے علاقہ میں تھا جہاں کا یہ رہنے والا تھا اسی مناسبت سے اس کی جانب منسوب ہوا منہ رحمتہ اللہ

چلا آیا اور صنعاء پر عمران بن فضل ہمدانی کو متعین کیا۔ عمران صنعاء کو دبا بیٹھا و راشتہ" اس کی آئندہ نسلیں اس ملک کی حکمراں ہوئیں۔اس کے بعد اس کا بیٹا احمد حکمراں ہوا۔اس نے اپنے کو سلطان کے لقب سے ملقب کیا۔یہ اسی لقب سے مشہور و معروف ہوا۔اس کے بعد اس کے بیٹے حاکم بن احمد نے حکومت کی کرسی پر اجلاس کیا اس کے بعد صنعاء میں کوئی شخص ایسا نہیں گزرا جس کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا یہاں تک کہ بنو سلیمان نے جب کہ انہیں ہواشم نے مکہ میں مغلوب کیا تھا۔صنعاء پر قبضہ حاصل کیا جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا گیا ہے۔

مکرم کی ذی جبلہ کو روانگی

جب مکرم صنعاء سے ذی جبلہ چلا آیا تو اس کی ماں اسماء کے بعد اس کی بیوی سیدہ بنت احمد حکومت و سلطنت کا انتظام کرنے لگی یہ ذی جبلہ ■ شہر ہے جسے عبداللہ بن محمد صلیحی نے ۴۵۸ھ میں آباد کیا تھا۔ مکرم نے اپنی بیوی کے اشارہ ■ ہدایت کے مطابق صنعاء چھوڑ کر ذی جبلہ کی سکونت اختیار کی تھی۔یہاں پر اس نے دارالعز نامی ایک بہت بڑا محل سرا بنوایا۔ سعید بن نجاح کے قتل کی تدبیریں اور حیلے نکالے۔ اس میں اسے کامیابی ہوئی جیسا کہ نجاح کے حالات میں ہم بیان کریں گے۔

منصور بن احمد اور سیدہ بنت احمد

مکرم جب تک زندہ رہا لذات دنیا میں مصروف اور اپنی بیوی کی حسن آرائی میں مشغول رہا۔ جس وقت اس کا ۴۸۵ھ میں زمانہ وفات قریب آیا تو اپنے ابن عم منصور بن احمد مظفر بن علی صلیحی والی قلعہ اشیح کو اپنا ولی عہد بنایا۔ مکرم کے انتقال کے بعد منصور اسی قلعہ میں مقیم رہا اور سیدہ بنت احمد ذی جبلہ میں ٹھہری رہی۔ منصور نے اس کو نکاح کا پیام دیا۔اس نے انکار کیا اس بنا پر اس نے اس کا ذی جبلہ میں محاصرہ کیا۔ سلیمان بن عامر (سیدہ کا رضائی بھائی) یہ سن کر ذی جبلہ آیا اور اس سے یہ ظاہر کیا کہ مستنصر والی مصر نے تمہارا عقد منصور سے کر دیا ہے اور اس کے اس حکم سے اسے مطلع کر کے آیہ کریمہ وما کان لمومن ولا مومنة اذاقضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم کی تلاوت کی اور یہ کہا کہ امیر المومنین نے تمہارا نکاح اپنے داعی منصور ابی حمیر سبا بن مظفر بن علی صلیحی سے بعوض مہر ایک لاکھ دینار اور پچاس ہزار تحائف و ہدایا کے کر دیا پس عقد نکاح منعقد ہو گیا۔ چنانچہ منصور قلعہ اشیح سے ذی جبلہ میں آیا ہے سیدہ یہ سن کر راضی ہو گئیں۔منصور اس سے دارالعز میں ہم خواب ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ سیدہ اپنی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا لباس پہن کر منصور کے سرہانے کھڑی ہو گئی اور تمام شب کھڑی رہی منصور نے اس کی طرف آنکھ تک نہ اٹھائی۔ صبح ہوتے ہی اپنے قلعے کا راستہ لیا اور سیدہ ذی جبلہ میں رہ گئی۔

مفضل بن ابی البرکات

سیدہ کے کاروبار سلطنت کا منتظم مفضل بن ابی البرکات نامی ایک شخص تھا جو صلیحی کا ہوا خواہ اور قبیلہ یام سے تھا۔ اس نے اپنے کنبہ والوں کو طلب کر کے ذی جبلہ میں ٹھہرایا اور ان کے ذریعہ سے حکومت و سلطنت کی نگرانی کرنے لگا۔ سیدہ موسم گرما میں تعکر چلی جاتی تھی۔یہاں اس کا خزانہ اور مال و اسباب کا ذخیرہ تھا پھر جب سردی کے ایام آجاتے تو ذی جبلہ واپس آتی۔ ایک مرتبہ مفضل بقصد جنگ نجاح اکیلا روانہ ہوا۔قلعہ تعکر میں فقیہ ملقب بہ جمل کو فقہا کی ایک جماعت کے ساتھ چھوڑ گیا۔ انہی فقیہوں میں ابراہیم بن زید ابن عمر اور عمارہ شاعر تھا۔ان لوگوں نے جمل کے ہاتھ پر دعوت وحکومت امامیہ کے خود نیست و نابود کرنے کی بیعت کی۔ کسی ذریعہ سے مفضل کو اس کی خبر لگ گئی اثناء راہ سے لوٹ آیا اور ان سب کا محاصرہ کر لیا۔ خولان یہ سن کر محصورین کی کمک کو پہنچ گیا۔ مفضل نے روزانہ جنگ سے محصورین کو تنگ کرنا شروع کیا ابھی کوئی نتیجہ نہ ظاہر ہونے پایا تھا کہ ۵۰۴ھ میں بحالت محاصرہ مفضل کا انتقال ہو گیا۔اس کے بعد سیدہ آگئی اور اس نے محصورین کو ایک اقرار پر قلعہ کے دروازے کھولنے پر راضی کیا چنانچہ محصورین نے قلعہ کے دروازے کھول دیئے

لڑائی موقوف ہو گئی اپنے وعدہ کو پورا کیا اور مفضل کے لڑکوں کی کفیل ہوئی۔

اسی زمانے سے قلعہ تعکر پر عمران بن زرخولانی اور اس کا بھائی سلیمان قابض ہوا اور عمران مفضل کی جگہ سیدہ پر غالب ہو گیا پھر جب یہ مرگئی تو عمران اور اس کا بھائی سلیمان قلعہ تعکر کا مستقل مالک بن بیٹھا۔ منصور بن مفضل بن ابی برکات نے ذی جبلہ پر قبضہ کر لیا اور اس نے اسے داعی ذریعی والی عدن کے ہاتھ فروخت کر ڈالا جیسا کہ آپ آئندہ پڑھیں گے اور قلعہ اشیح میں جا کر بیٹھ رہا جس پر داعی منصور سبا بن احمد کا قبضہ تھا اور یہ یوں ہوا کہ ۴۸۶ھ میں منصور کے مرنے پر اس کے لڑکوں میں مخالفت کا مادہ پھیلا۔ ان میں سے علی نامی ایک لڑکے نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ ابن مفضل بن ابی البرکات اور سیدہ سے لڑنے لگا۔ یہ لوگ اس کی فتنہ انگیزی اور مدبرانہ چالوں سے تنگ آ گئے مفضل سے کچھ بن نہ آئی تو پی میں زہر رکھ کر بطور تحفہ اس کے پاس بھیجا جس کے کھانے سے وہ مرگیا اور لوگوں کو اس کے شر و فساد سے نجات مل گئی۔ بنو ابی البرکات نے اشیح اور اس کے قلعوں کو بنو مظفر سے چھین لیا پھر اس نے قلعہ ذی جبلہ کو داعی ذریعی والی عدن کے ہاتھ ایک لاکھ دینار پر فروخت کر ڈالا اور ہمیشہ یکے بعد دیگرے قلعوں کو فروخت کرتا گیا یہاں تک کہ اس کے قبضہ میں سوائے قلعہ تعکر اور کوئی قلعہ باقی نہ رہ گیا۔ جس کو اسی برس کی حکومت کے بعد علی مہدی نے اس سے بزور لے لیا اس نے سو برس کی عمر پائی تھی۔ واللہ سبحانہ و تعالے اعلم بالصواب۔

حکمرانانِ زبید ـــــ دولت بنی نجاح

صلیحی نے کہلان کو ایک لونڈی کے ذریعہ سے ۴۵۲ھ میں زہر دے کر مار ڈالا اور زبید پر اس بزدلانہ حیلہ سے قبضہ کر لیا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ نجاح کے تین لڑکے تھے مبارک' سعید اور جیاش۔ مبارک نے اپنے باپ کے مارے جانے کے بعد خود کشی کر لی۔ سعید و جیاش نے جزیرہ دہلک میں جا کر پناہ لی اور وہیں قیام پذیر ہو کر لوگوں کو قرآن اور دیگر علوم کی تعلیم دینے لگے۔ کچھ روز بعد سعید اپنے بھائی جیاش سے رنجیدہ ہو کر زبید چلا آیا اور زمین کے اندر ایک تہ خانہ بنا کر رہنے لگا۔ پھر اس کا غصہ ختم ہوا تو اپنے بھائی جیاش کو بلا بھیجا۔ جیاش نے بھی زبید میں پہنچ کر اسی تہ خانہ میں قیام کیا۔

صلیحی کا خاتمہ

اس کے بعد مستنصر خلیفہ مصر کی حکومت کو ہواشم میں سے محمد بن جعفر امیر مکہ نے مکہ سے ختم کر دیا۔ مستنصر نے صلیحی کو محمد بن جعفر سے جنگ کرنے اور مکہ میں دوبارہ حکومت علویہ قائم کرنے کے لئے بھیجا۔ اس حکم کے مطابق صلیحی فوجیں آراستہ کر کے صنعاء سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ سعید اور اس کے بھائی جیاش کو موقع مل گیا' تہ خانہ سے نکل کر ظاہر ہو گئے۔ کسی ذریعہ سے اس کی خبر صلیحی تک پہنچی۔ صلیحی نے ایک فوج جس میں پانچ ہزار سوار تھے سعید اور جیاش کو زیر کرنے اور قتل کر ڈالنے کی غرض سے روانہ کی مگر سعید اور جیاش تہ خانے سے نکل کر صلیحی کے تعاقب میں انتہائی سرگرمی سے کوچ کر چکے تھے۔ رفتہ رفتہ اس کے لشکر کے قریب پہنچ گئے۔ مقام لہم میں صلیحی پر ان دونوں بھائیوں نے شبخون مارا۔ صلیحی کو اس کی خبر تک نہ تھی اور وہ مکہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ لشکر میں بھگدڑ مچ گئی ساری فوج تتر بتر ہو گئی۔ صلیحی اثناء جنگ میں مارا گیا۔ جیاش نے خود اپنے ہاتھ سے ۴۷۳ھ میں اس کی زندگی کا خاتمہ کیا اس کے بعد عبداللہ صلیحی برادر علی ایک سو ستر ممبران خاندان صلیحی کے ساتھ مارا گیا۔ علی کی بیوی اسماء بنت عمہ شہاب اور ایک سو پینتس ملوک قحطانیں جنہیں اس نے یمن میں مغلوب کر دیا تھا گرفتار کر لیے گئے۔ خاتمہ جنگ کے بعد ایک دستہ فوج اس لشکر کے زیر کرنے کے لئے روانہ کیا گیا جسے صلیحی نے جیاش اور سعید سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ صلیحی کے اس لشکر نے ان واقعات سے مطلع ہو کر ہتھیار ڈال دیئے اور سعید و جیاش کے علم حکومت کے آگے اپنا سر جھکا دیا۔

سعید بن نجاح کا زبید پر قبضہ

اس کے بعد سعید نے زبید کی جانب کوچ کیا۔اس وقت زبید کی حکومت پر اسعد بن شہاب برادر زوجہ ملیحی مامور تھا۔اسعد یہ خبر پا کر زبید چھوڑ کر صنعاء کی طرف بھاگ گیا۔سعید کامیابی کا جھنڈا لئے ہوئے زبید میں داخل ہوا۔اسماء زوجہ ملیحی اس کے آگے آگے ایک ہودج میں تھی اور ملیحی اور اس کے بھائی کا سر اسماء کے روبرو ہودج میں رکھا ہوا تھا۔ سعید نے زبید میں پہنچ کر اسماء کو اس مکان میں اتارا اور ملیحی اور اس کے بھائی کے سروں کو مکان کے ایک طاق میں جس کے قریب اسماء بیٹھی تھی' رکھ دیا۔ لوگوں کے دل سعید کے جلال و رعب سے کانپ اٹھے۔ اس نے اپنے کو نصیر الدولہ کے لقب سے ملقب کیا اور جس قدر قلعے ملیحی کے گورنروں کے قبضہ میں تھے سب پر بزورِ تیغ قبضہ کر لیا۔

مکرم اور سعید کی جنگ

اسماء نے ان واقعات سے اپنے بیٹے مکرم کو مطلع کیا۔مکرم نے ایک سرحدی قلعہ دار کو بلا کر سعید کے پاس بھیجا۔ اس قلعہ دار نے سعید کو صنعاء پر فوج کشی کرنے کی ترغیب دی اور فتح کرا دینے کا ذمہ دار ہوا چنانچہ سعید نے بیس ہزار حبشیوں کی جمعیت سے صنعاء سے فتح کی امید میں کوچ کیا۔ مکرم بھی صنعاء سے اس کی جانب بڑھا۔ دونوں کی مڈبھیڑ ہو گئی اتفاق یہ کہ سعید کو اس معرکہ میں شکست ہوئی میدان جنگ سے بھاگا۔ زبید دونوں کے درمیان حائل ہو گیا مجبور ہو کر سعید نے جزیرہ دہلک کا راستہ لیا۔ مکرم فتح مندی کے ساتھ زبید میں داخل ہوا۔اپنی ماں کی خدمت میں گیا دیکھا کہ وہ ایک طاق کے قریب بیٹھی ہوئی ہے اور طاق میں ملیحی اور اس کے بھائی کا سر رکھا ہوا ہے' اتار کر دونوں سروں کو دفن کرایا۔ اپنے ماموں اسعد کو ۴۷۰ھ میں زبید کی حکومت پر مامور کیا۔

سعید بن نجاح کا قتل

اس مہم سے فارغ ہو کر مکرم نے عبداللہ بن یعفر والی قلعہ شعر کو لکھ بھیجا کہ تم سعید کو مکرم کے قبضہ سے ذی جبلہ کے نکل لینے کی ترغیب دو اور اسے یہ پٹی پڑھاؤ کہ مکرم اپنی خواہشاتِ نفسانی میں معروف ہے اور اس پر اس کی بیوی غالب ہو رہی ہے' وہ تمہارا مقابلہ ہرگز نہ کر سکے گا۔ چنانچہ عبداللہ بن یعفر نے سعید کو کہہ سن کے ذی جبلہ کے قبضہ پر تیار کر دیا۔ سعید تیس ہزار حبشی فوج کے ساتھ ذی جبلہ کی جانب بڑھا۔ مکرم نے قلعہ شعر کے نیچے اپنی فوج کو کمین گاہ میں بٹھا دیا۔جوں ہی سعید کمین گاہ سے بڑھا مکرم کی فوج نے کمین گاہ سے نکل کر دفعتہ" حملہ کر دیا۔ سعید کی فوج گھبرا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔"سعید مارا گیا" مکرم نے اس کا سر کاٹ لیا اور اسی طاق میں لا کر رکھا جس میں اس کے باپ ملیحی کا سر رکھا گیا تھا۔ سعید کے مارے جانے سے مکرم کی حکومت کو استحکام حاصل ہو گیا۔حبشیوں کی حکومت کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

جیاش کا فرار

جیاش خلف بن ابی ا لظاہر مروانی کے ساتھ جو اس کے بھائی کا وزیر تھا بھاگ کر عدن پہنچا اور جب عدن میں پناہ کی صورت نہ دیکھی تو دونوں ہندوستان چلے گئے چھ ماہ تک وہیں ٹھہرے رہے' وہیں ایک کاہن سے ملاقات ہوئی جو سمرقند سے آیا ہوا تھا اس کاہن نے ان لوگوں کو آئندہ بہبودی کی خوشخبری دی۔دونوں پھر لوٹ کر یمن آئے۔وزیر خلف نے زبید میں پہلے سے پہنچ کر جیاش کی موت کی خبر مشہور کر دی اور اپنی ذات کے لیے امن کی درخواست کی۔اس کے امن حاصل کرنے کے بعد ایک روز شب کے وقت بہ تبدیلی لباس جیاش بھی آپہنچا' دونوں ایک مدت تک چھپے رہے۔ان دنوں زبید کی گورنری پر اسعد بن شہاب (مکرم کا ماموں) مامور تھا اور اس کی نیابت میں علی بن قم وزیر مکرم تھا۔اسے کسی وجہ سے مکرم اور اس کی حکومت سے بیزاری تھی۔ وزیر خلف نے اس سے مطلع ہو کر اس کے بیٹے حسین سے راہ و

رسم پیدا کی،لہو و لعب میں اس کا شریک رہنے لگا۔ فرصت کے وقت دونوں شطرنج کھیلا کرتے تھے،رفتہ رفتہ اس کی آمدورفت حسین کے باپ (علی بن قم) کے پاس بھی شروع ہو گئی،ایک نے دوسرے سے اپنے دلی منشاء کا اظہار کیا چونکہ علی دل میں بھی آل نجاح کی ہوا خواہی سمائی ہوئی تھی باہم دونوں نے قسمیں کھائیں۔

جیاش کا زبید پر قبضہ

اس اثنا میں جیاش اپنے حبشی ہوا خواہوں کو جمع کر رہا تھا اور ان لوگوں کو مال و زر دیتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس کے پاس پانچ ہزار حبشی جمع ہو گئے۔ جیاش نے ۴۸۲ھ میں ان لوگوں کی پشت پناہی سے زبید پر حملہ کر دیا اور دارالامارت پر قبضہ کرکے وہیں سکونت پذیر ہو گیا۔ اسعد بن شہاب کو اس وجہ سے کہ کسی زمانہ میں اس سے مراسم تھے،رہا کر دیا۔اس وقت سے زبید میں پھر عباسیوں کے نام کا خطبہ پڑھاجانے لگا اور صلیحی خلفاء عبیدین کا خطبہ پڑھتے تھے اور مکرم ہمیشہ عرب کو زبید پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجتا رہتا تھا یہاں تک کہ جیاش نے پانچویں صدی کے شروع میں وفات پائی،اس کی کنیت ابن القطائی تھی عدل و انصاف کی صفت سے متصف تھا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا فاتک امیر بنایا گیا یہ ابھی بالغ بھی نہیں ہوا تھا محض ایک کمسن چھوکرا تھا،اراکین دولت اس کے ملک کا انتظام کرنے لگے۔ اس کا چچا ابراہیم اس سے جنگ کرنے کے لئے آیا۔ دونوں کی فوجیں برسرپیکار ہوئیں،عبدالواحد نے شہر پر حملہ کیا،منصور فاتک کے وزیر نے فضل ابی البرکات والی تعکر سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ فضل اپنی فوج کے ساتھ اس کی کمک پر آیا مگر اثنا راہ سے یہ خبر پا کر کہ اہل تعکر نے بغاوت کر دی ہے،لوٹ گیا۔ منصور اس وقت سے برابر زبید میں حکمرانی کرتا رہا بالآخر ۵۱۷ھ میں ابو منصور عبیداللہ نے اسے زہر دے کر مار ڈالا اور امور سلطنت کی نگرانی کرنے لگا۔ مگر درپردہ آل نجاح کی بیخ کنی کرتا جاتا تھا،تھوڑے روز کے بعد فاتک کی ماں قتل کے ڈر سے بھاگ گئی اور بیرونِ شہر کا ہنگامہ فساد ختم ہو گیا۔

ابو منصور عبیداللہ

ابو منصور ایک جوان مرد ، شجاع اورصاحبِ عزم و ہمت شخص تھا۔ دشمنوں کے ساتھ ہمیشہ تیغ و سپر ہوتا رہا۔ ابن نجیب سفیر علویہ سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ یہ وہی شخص ہے جس نے زبید میں فقہ کا مدرسہ قائم کیا تھا اور حاجیوں کی آسانی کے لئے کئی تدبیریں نکالی تھیں۔ بعد میں مفارک بنت جیاش سے اس نے بحیلہ و مکر اپنا عقد کر لیا۔ اس نے موقع پا کر اس کے عضو تناسل کو زہر آلود کپڑے سے مس کر دیا۔ سارا گوشت سڑ گیا اور اس نے زندگی کی بازی ہار دی۔ یہ واقعہ ۵۲۴ھ کا ہے۔

علی بن مہدی خارجی کا زبید پر قبضہ

اس کے مرنے پر فاتک کے قلم دان وزارت کا زرق مالک ہوا' جو نجاح کا آزاد غلام تھا،عمارہ کہتا ہے کہ یہ شخص بھی شجاع' دلیر اور جنگ آور تھا۔ اور فاتک کی ماں کے آزاد غلاموں سے اور اس کے مخصوص آدمیوں میں سے تھا،عمارہ کہتا ہے کہ ۵۳۱ھ میں فاتک بن منصور نے وفات پائی' اس کے بعد اس کا ابن عم حکمراں ہوا،اس کا قلم دان وزارت قائم کو سپرد کیا گیا۔ یہی اس کے امور سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک تھا اور دشمنوں کے مقابلہ پر جاتا تھا،یہ اکثر اوقات مسجد میں رہتا تھا۔ علی بن مہدی خارجی نے بسازش اسے مسجد میں جب کہ نماز پڑھ رہا تھا جمعہ کے دن بارہویں صفر ۵۵۱ھ میں قتل کرا دیا۔ سلطان نے قاتل سے اس کے قصاص لینے کی طرف توجہ کی چنانچہ اہل مسجد کی ایک جماعت کو قتل کرا دیا پھر آپ بھی اسی ہنگامہ میں مار ڈالا گیا۔ حکومت و سلطنت میں اضطراب پیدا ہو گیا،علی ابن مہدی خارجی اس سے مطلع ہو کر چڑھ آیا اور ان لوگوں سے معرکہ آرا ہوا زمانہ دراز تک محاصرہ کیے رہا۔

آل نجاح کی حکومت کا خاتمہ

محصورین نے شریف منصور احمد بن حمزہ سلیمانی بادشاہ صعدہ سے امداد کی درخواست کی۔ شریف منصور نے اس شرط سے کہ یہ لوگ

اسے زبید پر قبضہ دے دیں اور اپنے بادشاہ فاتک بن محمد کو مار ڈالیں' مدد دی۔ان لوگوں نے فاتک بن محمد کی زندگی کا ۵۵۳ھ میں خاتمہ کرا دیا اور شریف منصور کو اپنا حکمراں تسلیم کر لیا۔ اتفاق سے یہ بھی علی بن مھدی کے مقابلے سے مجبور ہو گیا اور رات کے وقت چھپ کر زبید سے اپنا منہ کالا کر گیا۔ علی بن مھدی نے ۵۵۴ھ میں زبید پر قبضہ کر لیا اور زبید سے آل نجاح کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ والملک والبقاء للہ

دولت بنی ذریع

عدن ملکِ یمن کے عمدہ اور محفوظ ترین مقامات میں سے ہے جو بحرِ ہند کے کنارہ پر واقع ہے۔ عہد حکومت تبابعہ سے یہ شہر ہمیشہ تجارت کی منڈی ہونے کی شہرت رکھتا تھا۔ اس شہر کے اکثر مکانات پتھر اور گچ کے ہیں اسی وجہ سے اس کے راستے گرم زیادہ رہتے ہیں۔ شروع زمانہ اسلام میں یہ شہر ملوک بنی معن کا دارالسلطنت تھا۔ بنی معن نسباً" معن بن زائدہ کی جانب منسوب ہوتے ہیں۔یہ لوگ اس شہر پر عہد خلافت مامون میں حکمراں ہوئے تھے اور بنی زیاد سے ان لوگوں نے اپنی حکومت علیحدہ کر لی تھی' بنی زیاد نے ان سے خطبہ اور سکہ پر فقط عنایت کی تھی اور جب علی محمد صلیحی داعی غالب ہوا تو اس نے ان لوگوں سے رعایت کی اور عربی ہونے کے لحاظ سے ان لوگوں پر جزیہ مقرر کیا جسے یہ لوگ ادا کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد یہاں سے اس کے بیٹے احمد مکرم نے ان لوگوں کو نکال دیا اور اس شہر پر بنی مکرم حکمراں ہوئے' جو کہ جشم بن یام ہمدان کے خاندان سے تھے اور اس کے قریبی عزیزوں میں سے تھے' ایک مدت تک یہ شہر ان کی حکومت کے سایہ میں رہا اس کے بعد ان لوگوں میں فتنہ و فساد پیدا ہو گیا یہ لوگ دو گروہوں پر منقسم ہو گئے۔ایک گروہ بنی مسعود بن مکرم کے نام سے مشہور ہوا دوسرا بنی ذریع بن مکرم کہلانے لگا۔ بنی ذریع بن مکرم متعدد لڑائیوں کے بعد بنی مسعود پر غالب آ گئے۔

ابن مسعود بن ذریع

ابن سعید کہتا ہے کہ سب سے پہلے ان میں سے ابن مسعود بن ذریع داعی وہ شخص ہے جو بنی صلیحی کے بعد کرسیٔ حکومت پر متمکن ہوا اور اس کی آئندہ نسلیں اس سے وراثتہ" حکومت و سلطنت کی مالک ہوئیں۔ اس سے اور اس کے ابن عم علی بن ابی الغارات بن مسعود بن مکرم صاحب زعازع سے لڑائیاں ہوئیں۔اس نے عدن کو اس کے قبضہ سے متعدد لڑائیوں اور بیشمار خراج کے بعد نکال لیا مگر وہ اس فتح کے ساتویں مہینے ۵۳۳ھ میں مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا متمکن ہوا۔ یہ قلعہ دملوہ میں رہا کرتا تھا جہاں پر کسی کے ارادہ کا بھی گزر بہ آسانی نہ ہو سکتا تھا اس کے بعد ابن بلال بن ذریع نے جو اس کے حاشیہ نشینوں میں سے تھا اس شہر کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔محمد بن سبا بخوف جان منصور بن مفضل بادشاہ جبال صلیحی کے پاس ذی جبلہ بھاگ گیا۔اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد اغر مر گیا تب بلال نے محمد بن سبا کو ذی جبلہ بلا بھیجا۔

چنانچہ چند دن بعد محمد بن سبا عدن آ پہنچا۔ اسی زمانہ میں مصر سے سند حکومت اغر کے نام آئی ہوئی تھی' بلال نے اس کا نام مٹا کر محمد بن سبا کا نام لکھ دیا۔اس کے القاب میں الداعی المعظم المتوج المکنی بسیف امیر المومنین وغیرہ الفاظ تعظیماً" لکھے جاتے تھے۔ بلال نے اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا تھا اور جتنا مال و زر خزانہ شاہی میں تھا اسے جہیز میں دے دیا۔ اس کے بعد بلال نے لاتعداد اور بیشمار مال چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا۔ محمد بن سبا اس کا مالک و وارث ہوا۔اس نے سب مال و زر کو داد و دہش اور سخاوت میں صرف کیا۔منصور بن مفضل بن ابی البرکات سے قلعہ ذی جبلہ کو خرید لیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور قابض ہو گیا۔یہ قلعہ کسی زمانے میں صلیحی بادشاہوں کا دارالحکومت تھا۔ ذی جبلہ کی خریداری کے بعد سیدہ بنت عبداللہ صلیحی سے عقد کیا اور ۵۴۸ھ میں راہی ملک آخرت ہوا۔ اس کے بیٹے عمران بن محمد بن سبا نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ یاسر بن بلال اس کی حکومت و سلطنت کا منتظم ہوا ۵۶۰ھ میں اس نے وفات پائی دو چھوٹے لڑکے چھوڑ گیا۔ ایک کا نام محمد تھا اور دوسرے کا نام ابو السعود۔ یاسر نے ان دونوں کو قصر امارت میں قید کر دیا اور حکومت و سلطنت پر قابض ہو گیا۔ یاسر کے مزاج میں سخاوت کا مادہ زیادہ تھا۔شعراء کو جو اس کی مدح کرتے اور اس کے پاس بطور وفد حاضر ہوتے

بت جی کھول کر روپیہ دیتا تھا۔ ابن قلاقش شاعر اسکندریہ نے مدح کی تھی اس کے ان قصاید میں سے جو اس نے اس کی مدح میں کہے تھے ایک شعر یہ ہے

مافر اذا حازلت قدرا صار الھلال فصار بدرا

دولت بنی ذریع کا خاتمہ

یہ ملوک ذریعین کی آخری یادگار تھی۔ جس وقت سیف الدولہ برادر صلاح الدین (فاتح بیت المقدس) ۵۶۹ھ میں یمن میں داخل ہوا تھا اور اس پر قابض ہو کر عدن کی جانب آیا اور اس پر قابض ہوا تو یاسر بن بلال کو قید کر لیا۔ اسی زمانے سے دولت بنی ذریع کا سلسلہ ختم ہو گیا اور یمن علم خلافت عباسیہ کا مطیع ہو گیا اور اس کے گورنران بنو ایوب اس کی طرف سے اس ملک پر حکومت کرنے لگے جیسا کہ ہم آئندہ ان کے حالات میں بیان کریں گے۔

شہر جدہ جو عدن کے قریب واقع ہے' اسے ملوک ذریعین نے آباد کیا تھا جب دولت بنی ایوب کا دور آیا تو لوگ اسے چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے جیسا کہ آپ آئندہ پڑھیں گے۔

امارت یمن ـــــ علی بن مہدی حمیری

یہ شخص خاندان سواحل زبید سے تھا۔ علی بن مہدی حمیری کے نام سے موسوم تھا' اس کا باپ مہدی نیکی' دینداری اور تقویٰ اور زہد میں مشہور زمانہ تھا اس کے بیٹے نے اسی کے طریقہ مذہب پر نشوونما پائی گوشہ نشینی اختیار کی اور تقویٰ و زہد میں بہت بڑا نام پیدا کیا پھر حج کرنے گیا علماء عراق سے ملاقات کی۔ ان کے واعظین سے فیض صحبت حاصل کیا اور لوٹ کر یمن آیا حسب دستور سابق گوشہ نشیں ہو کر وعظ و پند کرنے لگا۔ حافظ' فصیح اور بلیغ تھا۔ حوادث زمانہ کی پیش گوئیاں کیا کرتا اور اس میں پورا اترتا تھا۔ اس وجہ سے لوگوں کو میلان طبع اس کی جانب زیادہ ہوا اور اسے ایک متبرک شخص تصور کرنے لگے۔ ۵۳۱ھ میں حج کرنے گیا تمام بیابانوں اور دیہاتوں میں وعظ کرتا پھرا جب موسم حج آیا تو اونٹنی پر سوار ہو کر لوگوں کو وعظ و پند کرتا رہا۔

پھر جب فاتک کی ماں اپنے بیٹے فاتک بن منصور کے زمانہ حکومت میں غالب ہوئی تو اس کا حسن اعتقاد علی بن مہدی کی جانب اور بڑھ گیا۔ رشتہ دامادی پیدا کر لیا جس سے اس کی حالت تبدیل ہو گئی۔ صاحب اثر تسلیم کیا جانے لگا لوگوں کو وعظ میں کہا کرتا تھا اب وقت قریب آ گیا ہے۔ اس فقرے سے وہ اپنے ظہور کی طرف اشارہ کرتا تھا رفتہ رفتہ یہ باتیں مشہور ہو گئیں۔ چونکہ فاتک کی ماں اپنے اہل و دولت و اراکین دولت کو اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت کیا کرتی تھیں اس وجہ سے ۵۴۵ھ میں اس کے مرنے پر اہل جبال علی بن مہدی کی خدمت میں آئے اور اس کی امداد و نصرت کی قسمیں کھائیں۔

۵۳۵ھ میں علی نے تہامہ سے بغاوت کی۔ کودا کی جانب بڑھا مگر شکست کھا کر جبال کی جانب واپس ہوا اور وہیں ۵۴۱ھ تک مقیم رہا۔ اس کے بعد مادر فاتک اسے اس کے وطن پھر واپس لائی اور ۵۴۵ھ میں خود مر گیا۔ تب علی نے حوازن کی طرف خروج کیا اور ان میں سے ایک بطن میں جو حیوان کے نام سے موسوم تھا اس کے ایک قلعہ موسوم بہ شرف میں قیام پذیر ہوا۔ یہ قلعہ ایک دشوار گزار پہاڑ پر واقع تھا۔ اس کی چڑھائی بے حد مشکل تھی دن بھر میں کوئی شخص اس پر چڑھ نہ سکتا تھا اثنا راہ میں بڑے بڑے عمیق اور تنگ غار اور تاریک وادیاں تھیں۔ اس نے ان لوگوں کو انصار کا خطاب دیا اور جو لوگ اس کے ہمراہ تہامہ سے گئے ہوئے تھے انہیں اس نے مہاجرین کہنا شروع کیا۔ انصار میں سے ایک شخص کو جس کا نام سبا تھا اور مہاجرین میں سے ایک دوسرے شخص کو جس کا نام شیخ الاسلام تھا اس کا اصل نام توبہ تھا عہدہ حجابت عنایت کیا۔ ان کے سوا اور لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا مگر آئے دن سر زمین تہامہ پر قتل و غارت گری کرتا۔ اطراف زبید کی ویرانی اور بربادی نے معقول طور سے مدد دی۔ چنانچہ اس نے اس کے قرب و جوار کو لوٹ لیا اور تمام راستوں کو مخدوش حالت میں چھوڑ دیا۔ اس لوٹ مار کا اثر آہستہ آہستہ قلعہ دوائر تک پہنچ گیا جو زبید سے نصف منزل پر تھا۔ تب مسرور کو قتل کرانے کے بعد اہل زبید کو

اپنے حملوں اور غارت گری سے تنگ کرنے لگا۔ عمارہ کہتا ہے کہ اس نے زبید پر ستر حملے کیے تھے اور ایک زمانہ دراز تک اہل زبید کا محاصرہ کیے رہا۔

اہلِ زبید نے شریف احمد بن حمزہ سلیمان والی صعدہ سے امداد طلب کی۔ شریف احمد نے ان کی امداد پر کر ہمت باندھی مگر اس کے سردار فاتک کے مار ڈالنے کی شرط کر لی تھی۔ ان لوگوں نے اپنے بادشاہ فاتک کو ۵۵۳ھ میں مار ڈالا اور شریف احمد کو اپنی بادشاہت کی کرسی پر متمکن کیا۔ شریف احمد زبید کو دشمن کے حملوں سے نہ بچا سکا۔ تنگ آ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ چنانچہ علی بن مہدی نے ماہ رجب ۵۵۴ھ میں زبید پر قبضہ کر لیا۔ تین مہینے حکومت کر کے بار حیات سے سبکدوش ہو گیا۔

یہ اپنے کو الامام المہدی امیر المومنین قامع الکفرۃ والملحدین کے لقب سے مخاطب کرتا تھا۔ خوارج کے مذہب کا پابند تھا اس کے علاوہ بہت سے قواعد اور اصول اس نے اپنے مذہب کے بنائے تھے جس کے ذکر سے لا حاصل طوالت ہو گی۔ شراب نوشی کے جرم پر قتل کرا دیتا تھا۔ عمارہ کہتا ہے کہ جو شخص اہل قبلہ میں سے اس کی مخالفت کرتا تھا اسے مار ڈالتا تھا۔ اس کی عورتوں کو جائز اور حلال سمجھتا اور ان کے لڑکوں کو لونڈی اور غلام بنا لیتا تھا۔ اس کے مریدین اور معتقدین اس کے معصوم ہونے کے معتقد اور قائل تھے۔ ان کے مال و اسباب اس کے قبضہ میں رہتے جسے ان کی ضرورت کے وقت صرف کرتا تھا اس کی موجودگی میں یہ لوگ نہ تو کسی مال کے مالک ہوتے اور نہ کسی گھوڑے اور ہتھیار کے ہمراہیوں میں سے جو شخص میدان جنگ سے بھاگ نکلتا تھا اسے مار ڈالتا تھا شراب خوار اور گانا سننے والوں کو سزائے موت دیتا تھا جو شخص نماز جماعت سے تاخیر کرتا اور جو شخص اس کے وعظ دو شنبہ اور پنج شنبہ میں حاضر نہ ہوتا یا پچھڑ جاتا اسے بھی سزائے موت دیتا۔ فروعات میں حنفی المذہب تھا۔

اس کے مرنے پر اس کا بیٹا عبدالنبی حکمران ہوا۔ عبدالنبی نے زبید سے نکل کر پورے ملک یمن پر قبضہ کر لیا۔ ان دنوں یمن میں بائیس خود سر حکومتیں تھیں۔ عبدالنبی نے ان سب کو اپنا مطیع بنایا صرف عدن باقی رہ گیا تھا۔ اس پر بھی اس نے خراج قائم کر رکھا تھا۔ جب شمس الدولہ تورانشاہ (برادر سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس) ۵۶۹ھ میں یمن کی طرف آیا اور اس حکومت و سلطنت پر جو اس وقت یمن میں تھی قابض ہوا تو عبدالنبی کو گرفتار کر لیا اور طرح طرح کی آزمائش کی اور اس سے بے حد مال و زر وصول کیا اور عدن کی طرف بھیج دیا۔ اس نے عدن پر قبضہ کر لیا پھر زبید میں آ کر قیام پذیر ہوا اور اسے اپنا دارالحکومت بنایا پھر اسے ناپسند کر کے پہاڑوں میں ایسے مقام کی تلاش میں جہاں کی آب و ہوا عمدہ اور صحیح ہو پھرتا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ اطباء کا ایک گروہ اسی غرض کے لیے تھا چنانچہ سبھوں نے بالاتفاق مقام تعز کو منتخب کیا۔ اس نے وہاں پر شہر آباد کیا اور وہیں قیام پذیر ہو گیا۔ اس وقت سے اس مقام کو اس کے دارالحکومت ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اس کے بیٹوں اور اس کے غلاموں بنی رسول نے بھی اسے اپنا مرکز حکومت بنائے رکھا جیسا کہ آئندہ ان کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

دولت بنی مہدی خارجی کا خاتمہ

بنی مہدی کی حکومت و سلطنت ختم ہونے سے عرب کی حکومت کا یمن میں خاتمہ ہو گیا۔ غزا اور ان کے غلاموں کے قبضہ میں یہاں کی عنان حکومت چلی گئی۔ اب ہم یمن کی دارالحکومتوں اور اس کے شہروں کے حالات یکے بعد دیگرے تحریر کریں گے جیسا کہ ابن سعید نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بلادِ یمن ——— تہامہ وجبال

یمن جزیرہ عرب کا ایک ٹکڑا ہے جو سات صوبوں پر بادشاہ کی طرف سے منقسم تھا۔ انہی میں تہامہ و جبال تھا تہامہ میں دو حکومتیں تھیں۔ ایک مملکت زبید دوسری مملکت عدن۔ تہامہ سے بلاد یمن کا وہ حصہ مراد ہے جو دونوں خشکیوں سے ساحل بحر کے نشیب میں واقع ہے جس کی ایک سمت حجاز سے ملی ہوئی ہے اور دوسری جانب آخر عمال عدن دورہ بحر ہند سے ملحق ہے۔ ابن سعید نے لکھا ہے کہ جزیرہ

عرب اقلیم اول میں ہے۔جنوب کی طرف جانب سے اسے بحر ہند گھیرے ہوئے ہے اور اس کے مغرب میں بحر سویس واقع ہے اور شرق کی طرف بحر فارس ہے۔زمانہ قدیم میں ملک یمن تبابعہ کا تھا۔ ملک حجاز سے زیادہ سرسبز و شاداب ہے' اس کے اکثر باشندے قحطانی ہیں۔ان کے علاوہ عرب کی اوائل کی اولاد بھی یہاں رہتی تھی۔ ان دنوں اس کی عنان حکومت بنی رسول خدام بنو ایوب کے قبضہ اقتدار میں ہے ان کا دارالحکومت تعز میں ہے۔ پہلے یہ حرہ میں رہتے تھے اور صعدہ یمن اور زبید میں امیہ زیدیہ حکمراں ہیں۔ زبید مملکت یمن کا ایک حصہ ہے اس کے شمال میں ملک حجاز ہے' جنوب میں بحر ہند اور مغرب کی طرف بحر سویس واقع ہے۔ محمد بن زیاد نے عہد حکومت خلیفہ مامون ۲۰۴ھ میں اسے آباد کیا۔یہ ایک شہر تھا جس کے چاروں اطراف شہر پناہ کی بلند دیواریں کشیدہ قامت کھڑی ہوئی تھیں۔ وسط شہر میں ایک نہر جاری تھی۔یہ شہر اس وقت حکومت بنی رسول میں داخل ہے۔ اس شہر پر ملوک بنی زیاد اور ان کے خدام کا قبضہ تھا پھر بنی صلیحی نے انہیں مغلوب کر دیا ان لوگوں کے حالات اوپر بیان کئے گئے ہیں۔

صوبجات عثر جلی اور سرجہ

عثر جلی اور سرجہ کے صوبجات زبید کے شمال میں واقع ہیں یہ صوبہ ابن طرف کے نام سے معروف و مشہور ہے' سرحد سے جلی تک کی مسافت سات یوم ہے اور مکہ تک آٹھ یوم کی مسافت ہے اور عثر جو کہ والی ملک کا دارالحکومت ہے لب دریا آباد ہے۔ سلیمان بن طرف نے اس شہر پر بزمانہ موجودگی ابو الجیش محاصرہ ڈالا تھا اس وقت اس کی آمدنی پانچ لاکھ دینار تھی۔کچھ دن ابو الجیش نے سلیمان کی علم حکومت کی اطاعت قبول کی اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا اور بہت سا مال و متاع بطور نذرانہ کے پیش کیا پھر اس مملکت پر سلیمانیوں کا قبضہ ہو گیا جو کہ حسن کی اولاد سے تھے اور مکہ میں امارت کر رہے تھے۔ جس وقت کہ انہیں ہواشم نے مکہ سے نکال دیا تھا اس وقت انہوں نے یہاں پہنچ کر اپنی حکومت و امارت کی بنا ڈالی غالب بن یحییٰ جو کہ انہی میں سے تھا والی زبید کو خراج دیا کرتا تھا اس سے محمد مفلح فاتکی نے مسرور کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی تھی اس کے مرجانے پر اس کے بیٹوں میں سے عیسٰی ابن حمزہ حکمراں ہوا اور جب غزنے یمن پر قبضہ حاصل کیا تو یحییٰ نے عیسٰی کے بھائی کو گرفتار کر کے عراق بھیج دیا برادر عیسٰے بحیلہ وفریب قید سے نجات پا کر یمن کی جانب واپس ہوا اور اپنے بھائی عیسٰی کو قتل کر کے مجم پر جو کہ زبید کے صوبجات میں داخل تھا اس کی جگہ قابض ہو گیا۔

سریر تہامہ

سریہ تہامہ کے آخری صوبجات میں سے ہے' یہ بھی کنارۂ بحر پر آباد ہے' اس میں شہر پناہ نہیں ہے مکان معمولی حالت کے ہیں۔ راج بنی قتادہ بادشاہ مکہ نے ۶۵۰ھ میں اس پر قبضہ کیا تھا اس کا ایک قلعہ شہر سے نصف منزل کے فاصلے پر تھا۔

زرائب زبید

زرائب زبید کے صوبجات شمالیہ میں سے ابن طرف کے مقبوضات میں داخل تھا۔ اس شہر میں ابن طرف کے پاس بیس ہزار حبشی جمع رہتے تھے جو ہر وقت اس کے ساتھ مرنے اور مرجانے پر تیار رہتے تھے۔ ابن سعید صوبہ جات زبید کے تذکرہ میں تحریر کرتا ہے اور صوبہ جات جو درمیانی راستہ میں بحر و جبال کے درمیان ہیں وہ زبید کے محاذ ہیں، شمالی جانب واقع ہیں اور مکہ کا راستہ ہے۔عمار نے لکھا ہے کہ یہی جادہ سلطانیہ ہے۔اس سے دریا تک ایک دن یا اس سے کم کی مسافت ہے اور ایسا ہی جبال تک کا فاصلہ بیان کیا جاتا ہے۔ درمیانی اور ساحلی دونوں راستے سریر میں آکر جمع ہو جاتے ہیں اور یہیں سے پھر ایک دوسرے سے علیحدہ بھی ہو جاتے ہیں۔

عدن

عدن ممالک یمن میں سے زبید کے وسط میں واقع ہے اور وہی اس صوبہ کا دارالحکومت ہے' دہانۂ بحر ہند پر یہ شہر آباد ہے۔ یہ شہر زمانۂ حکومت تبابعہ سے تجارت کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اسکا بُعد خط استوا سے تیرہ درجہ پر ہے۔ نہ تو یہاں کسی قسم کی زراعت ہوتی ہے اور نہ

یہاں کوئی درخت ہے۔ یہاں کے رہنے والوں کی عام خوراک مچھلی ہے۔ یمن سے ہند کو جانے کا یہی راستہ ہے۔ سب سے پہلے بنی معن بن زائدہ نے اس پر قبضہ کیا تھا۔ یہ لوگ بنی زیاد کو خراج دیا کرتے تھے اور پھر جب صلیحیوں نے اسے دبالیا تو داعی نے اسے اس کی حکومت پر بحال رکھا پھر اس کے بیٹی احمد مکرم نے انہیں یہاں سے نکال لیا اور چشم بن یام میں سے بنی مکرم کو اس کی عنان حکومت عطا کی پھر ان لوگوں میں سے بنی ذریعہ نے اس ملک کو عدل و انصاف سے خوب خوب آراستہ کیا اور وہ لوگ ان سے خراج لینے پر اکتفا کرتے تھے یہاں تک کہ شمس الدولہ بن ایوب نے اس شہر کو ان کے قبضہ سے نکال لیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

عدن ابین مشہور مقامات میں سے سحر کی سمت میں ہے۔

زعزاع ابن ایوب کی وادیوں میں ایک رہائشی مقام ہے' بنی مسعود بن مکرم کے قبضہ میں تھا جو کہ بنی ذریع کے مدمقابل تھے۔ جو ملوک ذریعین نے عدن کے قریب آباد کیا تھا۔ بنو ایوب نے اسے اپنی قیام گاہ بنایا تھا پھر یہاں سے تعز کی طرف چلے گئے۔

قلعہ ذی جبلہ

قلعہ ذی جبلہ ان قلعوں میں سے تھا جہاں پر جعفر تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے مختلف موسموں میں جایا کرتا تھا۔ اسے عبداللہ صلیحی برادر داعی نے ۴۵۸ھ میں آباد و تعمیر کرایا تھا اور اس کا بیٹا مکرم قلعہ صنعاء سے اسی قلعہ میں آکر اقامت گزیں ہوا تھا اور سیدہ بنت احمد سے جو کہ اس قلعہ پر قابض تھی' عقد کرلیا تھا۔ یہ وہی عورت ہے جو ۵۸۰ھ میں اس قلعہ پر حکمراں ہوئی تھی۔ الغرض مکرم نے مرتے وقت عنانِ حکومت اور دعوت سبا بن احمد مظفر صلیحی کے سپرد کی۔ یہ اس وقت اشجع کی جیل میں قید تھا۔ سیدہ نے جنب کے گردونواح میں سر اٹھایا۔ اتنے میں ابن نجیب الدولہ داعی مصر سے آپہنچا۔ اور شہر جند میں فروکش ہوگیا' ہمدان کو ملا کر اپنی قوت بڑھائی۔ سیدہ نے اس سے جنب اور خولان میں معرکہ کار زار گرم کیا اور ابن نجیب براہِ دریا کشتی پر سوار ہو کر بھاگا اور ڈوب کر مرگیا۔ سیدہ کے امورِ سلطنت اس کے شوہر مکرم کے بعد مفضل بن ابی البرکات کرتا تھا اور یہی اس پر غالب ہو گیا تھا۔

تعکر

تعکر بھی ان مقامات میں سے ہے جہاں کہ جعفر تبدیلیٔ آب و ہوا کی غرض سے جاتا تھا۔ یہ بھی صلیحی کے مقبوضات میں داخل تھا پھر ان کے بعد سیدہ کے قبضہ میں چلا گیا اس کے بعد مفضل بن ابی البرکات نے سیدہ سے درخواست کرکے لے لیا اور وہیں جاکر سکونت اختیار کرلی۔ کچھ عرصہ بعد زبید کی طرف گیا اور بنی نجاح کا وہاں پر محاصرہ کرلیا۔ اس محاصرہ و جنگ کی وجہ سے مفضل زیادہ دن تک تعکر سے غیر حاضر رہا اس وجہ سے تعکر میں فقہا نے بغاوت کردی اور اس کے نائب کو قتل کرکے انہی میں سے ابراہیم ابن زید ان کی امارت کی بیعت کرلی۔ ابراہیم بن زیدان عمارہ شاعر کا چچا تھا۔ مفضل اس سے مطلع ہو کر واپس ہوا اور ان لوگوں کا محاصرہ کرلیا جیسا کہ اس واقعہ کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

قلعہ خدو

قلعہ خدد عبداللہ بن یعلی صلیحی کے قبضہ میں تھا۔ یہ بھی جعفر کے تبدیلی آب و ہوا کے مقامات میں سے تھا۔ مفضل نے خولان سے حصونِ[1] مخلاف میں بنی بحر' بنی مینہ رواح اور شعیب کے ایک گروہ کو لے جاکر ٹھہرایا تھا جب مفضل مرگیا اور اس کی نگرانی و حفاظت میں سیدہ تھی جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں تو مسلم بن زرتے خولان سے قلعہ خدد پر فوج کشی کی اور بزور تیغ عبداللہ بن یعلی صلیحی کے قبضہ سے نکال لیا۔ عبداللہ بحال پریشان قلعہ مصدود بھاگ گیا قلعہ مصدود کو سیدہ نے مفضل کے لیے پہلے سے آراستہ کر رکھا تھا اور

---

[1] حصون جمع ہے حصن کی۔ قلعہ کو کہتے ہیں۔ مخلاف ان مقامات کو کہتے ہیں جہاں پر امراء و سلاطین موسم گرما یا سرما میں بغرض تبدیل آب و ہوا جایا کرتے ہیں۔

شرجند اور یمن سے اپنے اراکین دولت کو قلعہ مذکور میں طلب کر لیا تھا۔

قلعہ مصدود

قلعہ مصدود بھی ان قلعوں میں سے تھا جہاں کہ جعفر تبدیلیٔ آب و ہوا کی غرض سے جاتا تھا جن قلعوں میں جعفر بغرض تبدیلی آب و ہوا جاتا تھا وہ پانچ تھے ان میں سے دو تعکر اور قلعہ خدو تھے جس وقت مسلم بن زر نے قلعہ خدد کو عبداللہ بن یعلی ملیحی سے چھین لیا اور عبداللہ بحال پریشان قلعہ مصدود میں جا کر پناہ گزین ہوا اس وقت انہی میں سے ذکریا بن شکیر بجری نے اس پر قبضہ حاصل کر لیا۔ بنو ملیحی سے پہلے یمن میں بنو کروی حمیری کی حکومت کا سکہ چل رہا تھا بنو ملیحی نے انہی کے قبضہ سے اس ملک کو نکالا تھا۔ انہی قلوں میں ان لوگوں کی تبدیلی آب و ہوا کے مقامات تھے معافر اور لشکر کی تبدیلی آب و ہوا کا مقام قلعہ سمندان تھا پھر یہ قلعے منصور بن مفضل بن ابی البرکات کے مطیع ہو گئے جو بنی ذریع سے بذریعہ تیغ حاصل کیے گئے تھے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

صنعا

صنعا ملوک تبابعہ کا اسلام سے پیشتر دار السلطنت تھا۔ یمن میں سب سے پہلے اسی شہر کی تعمیر کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ اسے علو نے آباد کیا تھا۔ ان کی زبان میں اوال من الاولیہ کے لقب سے یہ شہر مشہور کیا جاتا ہے اور قصر غم دان اسی شہر کے قریب ان سات مکانات میں سے ہے جنہیں ضحاک نے زہرہ (ستارہ) کے نام پر بنوایا تھا۔ ایک عالم اس مکان کے حج کو آتا تھا۔ عثمان نے اسے منہدم اور مسمار کیا تھا۔ یمن کے شہروں میں اسے خاص قسم کی شہرت اور عزت حاصل تھی اور یہ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ آب و ہوا کے لحاظ سے معتدل ہے۔ اول ماتہ بلد میں تبابعہ سے بنو یعفر یہاں پر حکمرانی کر رہے تھے۔ ان کا دار الحکومت کحلان میں تھا۔ کحلان کو تمدن کے لحاظ سے کوئی خاص شہرت اور عزت حاصل نہیں ہوئی حتیٰ کہ ملیحی آکر آباد ہوئے۔ پھر زیدیہ نے ان کے قبضہ سے اس کو نکال لیا۔ پھر بنی ملیحی کے بعد سلیمانیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

قلعہ کحلان

قلعہ کحلان مضافات صنعاء میں سے بنو یعفر تبابعہ کے قبضہ میں تھا۔ ابراہیم نے اسے صنعاء کے قریب تعمیر کرایا تھا۔ معدہ اور بحران بھی انہی کے زیر حکومت تھا۔ مگر بنو یعفر نے اسی قلعہ کحلان کو اپنا مرکز اور جائے پناہ بنا رکھا تھا۔ بیہقی نے لکھا ہے کہ قلعہ کحلان کا سردار اسعد بنی یعفر زمانہ ابو الجیش میں بنی رسی اور بنی زیاد سے معرکہ آرا ہوا تھا۔

قلعہ حمدان

قلعہ حمدان مضافات صنعاء میں سے تھا۔ اس میں بنی کردی حمری کا خزانہ رہتا تھا حتیٰ کہ بنی ملیحی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر مکرم نے ان کے بعض قلعے انہیں واپس کر دیئے یہاں تک کہ ان کی حکومت علی بن مہدی کے ہاتھوں منقطع اور ختم ہو گئی۔ ان لوگوں کے تبدیلی آب و ہوا کے مقامات میں سے شہر ذی جبلہ معقل اور تعکر تھا اور یہ لشکریوں کے تبدیلی آب و ہوا کے مقامات تھے۔ بادشاہ کا ایوان حکومت ہمدان میں تھا اور دمولہ سے زیادہ مضبوط قلعہ تھا۔

قلعہ منہاب

منہاب ایک قلعہ صنعاء کے قلعوں میں سے جبال میں واقع ہے جس پر بنو ذریع نے قبضہ کیا تھا۔ ان میں سے فضل بن علی راضی بن داعی محمد بن سبا بن ذریع نامور حکمراں گزرا ہے۔ صاحب الجزیرہ بالسلطان اس کا لقب تھا۔ قلعہ منہاب اس کے مقبوضات میں سے تھا اور ۵۸۶ھ میں بقید حیات تھا۔ اس کے بعد اس کا بھائی اغر ابو علی حکمراں ہوا۔

جبل الذبحرہ

جبل الذبحرہ صنعاء کے قریب ایک مقام کا نام ہے جسے جعفر مولیٰ بنی زیاد سلطان یمن نے آباد کیا تھا۔ یہ بھی جعفر کی تبدیلی آب و ہوا
کا مقام تھا اسی مناسبت سے اس کی جانب منسوب ہوا۔

عدن لاعہ

عدن لاعہ یمن کا پہلا مقام ہے جہاں پر کہ سب سے پہلے دعوت شیعہ کا اظہار ہوا تھا یہ مقام و بحر کی جانب واقع ہے۔ یہیں سے محمد بن
مفضل داعی کا ظہور ہوا۔ اسی شہر سے ابو عبداللہ شیعی صاحب دعوت شیعہ مغرب کی طرف روانہ ہوا تھا یہیں پر علی صلیحی نے زمانہ طفلی
میں تعلیم پائی تھی محمد بن مفضل عہد حکومت ابو الجیش بن زیاد اور اسعد بن یعفر میں یہاں کا داعی تھا۔
بیجان کو عمارہ نے مخالیف جبلیہ میں ذکر کیا ہے۔ نستوان بن سعید قحطانی نے اس پر حکمرانی کی تھی۔

قلعہ تعمر

تعمر ان پہاڑی قلعوں میں سے ایک مستحکم قلعہ ہے جو کہ بلائے تہامہ واقع ہیں۔ یہ قلعہ ہمیشہ ملوک اور سلاطین کا محفوظ قلعہ
ہونے کی عزت رکھتا تھا۔ یہ ان دنوں بنی رسول کا دارالحکومت ہے اور بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس میں ملوک یمن سے منصور بن
مفضل ابی البرکات اور بنو مظفر نامور حکمراں گزرے ہیں۔ اس قلعہ پر اور دوسرے قلعوں پر اس کا بیٹا منصور دراشتاً قابض ہوا پھر اس نے
اسے اور دیگر قلعوں کو یکے بعد دیگرے داعی بن مظفر اور داعی ذریعی کے ہاتھ فروخت کرنا شروع کیا حتیٰ کہ اس کے قبضہ میں صرف قلعہ
تعمر رہ گیا اسے ابن مہدی نے اس سے چھین لیا۔

قلعہ معقل اشیح

معقل اشیح پہاڑی قلعوں میں سے ایک مشہور اور مضبوط ترین قلعہ ہے۔ اسی قلعہ میں بنی مظفر صلیحی کا خزانہ تھا۔ زمانہ حکومت مکرم
والی ذی جبلہ سے جو کہ ان کا ابن عم تھا اس قلعہ پر ان کا قبضہ ہوا تھا اور مستنصر نے دعوت خلافت علویہ کا اسے منتظم مقرر کیا تھا ۴۸۶ھ
میں اس نے وفات پائی اس کا بیٹا علی معقل اشیح پر غالب ہو گیا۔ مفضل کو اس کی سرکشی نے مجبور اور لاچار کر دیا تب مفضل نے بحیلہ و
مکر اس کے قتل کی فکر کی چنانچہ زہر دے کر اسے مار ڈالا اس وقت بنی مظفر کے مقبوضہ قلعوں پر بنی البرکات کا قبضہ ہو گیا اس کے بعد
مفضل بھی مر گیا اس کا بیٹا منصور حکمراں ہوا چند دن بعد اسے باپ کے مقبوضات پر کامل طور سے استقلال و استحکام حاصل ہو گیا اس وقت
اس نے تمام قلعوں کو فروخت کرنا شروع کر دیا۔ ذی جبلہ کو داعی ذریعی والی عدن کے ہاتھ ایک لاکھ دینار کے عوض فروخت کیا' قلعہ
ضمیر کو بھی اس کے ہاتھ فروخت کیا فروخت کرنے سے قبل اس نے اپنی بیوی سے اس قلعہ کے فروخت نہ کرنے کی طلاق کی قسم کھائی
لیکن پھر اس قلعہ کو اپنے پاس نہ رکھ سکا اس وجہ سے اسے اپنی بیوی کو طلاق دینا پڑی۔ ذریعی نے طلاق کے بعد اس سے عقد کر لیا۔
اس نے بڑی عمر پائی۔ بیس برس کی عمر میں حکمران ہوا اور اسّی برس تک حکمرانی کرتا رہا اس قلعہ کو علی بن مہدی نے اس سے چھین لیا۔

مملکتِ صعدہ

صعدہ کی مملکت صنعاء سے ملی ہوئی ہے اور وہ اس کے مشرق میں واقع ہے۔ اس مملکت میں تین صوبے ہیں۔ صوبہ صعدہ' جبل قطابہ
اور قلعہ تلان' ان کے اور بھی قلعے ہیں جو کہ بنی رسی کے نام سے معروف ہیں۔ ان کے حالات اوپر بیان کیے گئے۔ قلعہ تلاہی میں موطی کا
ظہور ہوا تھا جس نے قبضہ کے بعد بنو سلیمان زیدیہ کی امامت کا بنی رضا کے لیے پھر اعادہ کیا اور جبل قطابہ میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ اس کے
بعد ۶۴۵ھ میں ان لوگوں نے احمد موطی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ شخص فقیہ اور عابد تھا۔ نور الدین بن رسول نے اسی قلعہ میں اس کا محاصرہ

کیا تھا ابن رسول ۶۴۵ھ میں انتقال کر گیا اور اس کا بیٹا مظفر قلعہ ذمولا کے محاصرہ میں مشغول ہو گیا۔ اس سے موطی کو موقع مل گیا اس قلعہ پر اور شہر یمن کے دوسرے قلعوں پر قابض ہو گیا۔ پھر فوجیں آراستہ کر کے معدہ پر فوج کشی کر دی۔ سلیمانیوں نے اطاعت قبول کی اس وقت ان کا امام اور سردار احمد متوکل تھا جیسا کہ اخبار بنی رسی میں تحریر کیا گیا باقی رہا جبل قطابہ ■ ایک بلند قلعہ ہے جو کہ معدہ کے قریب واقع ہے۔

حران کا علاقہ

حران بلاد ہمدان کا ایک حصہ ہے اور حران ہمدان قبیلے کی ایک شاخ ہے جن میں سے ملیحی تھا اور قلعہ مسار وہی ہے جہاں کہ ملیحی کا ظہور ہوا تھا اور ملک حران میں شمار کیا جاتا ہے۔ بیہقی کہتا ہے کہ ان کا مسکن جبال کے شرقی جانب میں ہے اور یہ لوگ شروع زمانہ اسلام میں متفرق اور منتشر ہو گئے۔ سوائے یمن کے اور کہیں ان کا کوئی قبیلہ اور فرقہ باقی نہ رہا۔ ان کا یمن کے بڑے قبیلوں میں شمار تھا انہی لوگوں کی پشت پناہی سے موطی کا دم خم تھا ان لوگوں نے تقریباً" تمام پہاڑی قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا اس میں ان لوگوں میں سے بکیل اور حاشد ملک کے جدا جدا حصوں پر قابض ہیں۔ بکیل اور حاشد دونوں چشم ابن حیوان بن وثوق بن ہمدان کے بیٹے ہیں۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ بکیل اور حاشد ہی سے ہمدان کے قبائل منتشر ہوئے تھے اور ہمدان سے بنو ذریع پیدا ہوئے جو کہ عدن کی حکومت کے مالک ہوئے انہی میں سے بنو یام ہیں جو ہمدان کے قبائل ہیں۔ پھر ہمدان سے بنو ذریع کی سات شاخیں نکلیں اور یہ سب اس وقت اپنے ملک میں انتہائی درجے کے شیعہ ہیں اور ان لوگوں میں سے اکثر زیدیہ مذہب رکھتے ہیں۔

بلادِ خولان

بلادِ خولان کی نسبت بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ جبال یمن کے شرق میں ہمدان کے متصل واقع ہیں اور یہ وہی جذ اور تعکر وغیرہ قلعے ہیں۔ خولان ہمدان کے ساتھ یمن کے قبیلوں میں سب سے بڑے تھے۔ ان کی بہت سی شاخیں ہیں جو کہ تمام بلاد اسلام میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر پھیل گئے ہیں اور ان میں سے کوئی شخص علاوہ یمن کے باقی نہ رہا۔

مخلاف بن اصبح

مخلاف بن اصبح بوادی سحول اور ذواصبح کو کہتے ہیں' مورخین اسے اصبح کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ اس کا ذکر حمیر تابعہ کے انساب میں تحریر کیا گیا اور مخلان بحسب مخلاف بنی اصبح کے جوار میں واقع ہے۔

مخلاف بنی وائل

مخلاف بنی وائل کا شہر طویل مسافت پر واقع ہے۔ اس کا حکمران اسد بن وائل تھا اور بنو وائل ذی الکلاع کی ایک شاخ ہے اور ذوالکلاع کا تعلق سبا سے ہے۔ ان لوگوں نے اس بلاد پر حسن بن سلامہ کے بعد قبضہ کر لیا تھا حتیٰ کہ پھر ان لوگوں نے شاہی حکومت کی اطاعت قبول کی پھر انہوں نے مخلاف ہام پر شہر کد اور وادی دواں پر شہر معقل کی تعمیر کرائی۔ ۴۰۲ھ میں اس نے وفات پائی۔

بلادِ کندہ

بلاد کندہ جبال یمن میں حضر موت اور جبال الرسل کے متصل واقع ہیں۔ اس میں ان کے بادشاہ تھے۔ ان کا دارالسلطنت درمون میں تھا امراء القیس نے اس کا تذکرہ اپنے شعر میں کیا ہے۔

بلادِ مذحج

بلادِ مذحج میں عنس' زبید اور مراد جو کہ مذحج سے ہی رہتے ہیں اور عنس کا ایک گروہ افریقہ وہاں کے بادیہ نشینوں اور خانہ بدوشوں کے ساتھ رہتا ہے اور حجاز میں زبید سے بنو حرب مکہ اور مدینہ کے درمیان رہتے ہیں اور بنو زبید کے جو لوگ شام اور جزیرہ میں ہیں وہ لوگ قبیلہ طے سے ہیں' ان لوگوں سے ان کا نسباً" کوئی تعلق نہیں ہے۔

بلادِ بنو نہد

بلاد بنی نہد سروات اور تبالہ کے وسط میں واقع ہے اور سروات تہامہ و جبل اور نجد یمن اور حجاز کے درمیان ہے۔ اور بنو نہد قضاعہ سے ہیں۔ انہوں نے یمن میں خثعم کے جواز میں سکونت اختیار کی تھی' یہ لوگ وحشیوں اور چوپاؤں کی طرح ہیں۔ عوام الناس انہیں سرو کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ ان لوگوں کا اکثر حصہ جبلہ اور خثعم کی آمیزش سے پیدا ہوا ہے۔ انہی کے بلاد سے تبالہ بھی ہے جہاں پر نہیر وائل کی ایک قوم رہتی ہے' وہاں پر ان کا بڑا رعب داب ہے' یہ وہی شہر ہے جس کا والی حجاج مقرر ہوا تھا پھر اس نے اس کی حکومت کو حقیر تصور کر کے چھوڑ دیا تھا۔

بلادِ مضافہ یمن

اس کا اول یمامہ ہے' بیہقی نے کہا ہے کہ وہ جو کہ کسی دوسرے شہر سے تعلق نہیں رکھتا اور تحقیق یہ ہے کہ یمامہ سرزمین حجاز میں داخل ہے جیسا کہ بحران یمن کے مضافات میں سے ہے' ابن جو قلما نے ایسا ہی کہا ہے کہ مملکت کے لحاظ سے یمامہ بحران' سے پست درجہ پر ہے' اس کی سرزمین چونکہ حجاز اور بحرین کے درمیان واقع ہے' عروض کہتے ہیں' اس کے مشرقی جانب بحرین ہے اور جانب مغرب اطراف یمن اور حجاز اور جنوب میں بحران اور شمال کی طرف نجد حجاز ہے۔ اس کے اطراف میں بیس منزلیں ہیں اور وہ مکہ سے چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے اس کا دارالحکومت حجر (بالفتح) تھا۔ پہلے شہر یمامہ کو ملوک بنو حنفیہ کے مرکز حکومت ہونے کا اعزاز حاصل تھا اس کے بعد بنو حنفیہ نے حجر کو یہ عزت دی۔ دونوں میں ایک شبانہ روز کی مسافت کا فاصلہ ہے' یمامہ کے باہر بنو یربوع تمیمی اور بنو اعجل کے قبائل آباد ہیں' بکری نے کہا ہے کہ اس کا نام جو ہے اور زرقا کے نام سے یمامہ موسوم ہوا تبع آخر نے اسے اس نام سے موسوم کیا تھا اور یہ مع مکہ معظمہ کے اقلیم ثانی میں ہے اور ان دونوں کا خط استوا سے بُعد[1] اس کی منزلوں میں سے ایک منزل توضیح قرقرا ہے۔

طبری نے لکھا ہے کہ رمل عالج یمامہ میں داخل ہے اور تحر سرزمین و بار سے ہے۔ یمامہ اور طائف پر بنی مزان بن یعفر اور سکسک کا قبضہ تھا' پہلے طسم اور جدیس نے انہیں ان شہروں میں ان کو مغلوب کر لیا تھا پھر بنو مزان ان پر غالب ہو گئے تھے۔ اور یمامہ و طسم اور جدیس کے مالک بن بیٹھے اور آخر ملوک بنی پھر جدیس کو غلبہ و استقلال حاصل ہو گیا انہی میں سے یمامہ ہے جن کے نام سے یہ شہر موسوم ہوا' ان کے حالات معروف و مشہور ہیں' اس کے بعد یمامہ پر طسم و جدیس کے بنو حنیفہ کو قبضہ حاصل ہوا انہی میں سے ہودہ بن علی بادشاہ یمامہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ہودہ بن علی بادشاہ یمامہ عہد نبوت میں گرفتار ہو کر آیا تھا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوا تھا۔ روت (مرتد ہونے) کے زمانہ میں اسلام پر ثابت قدم رہا تھا انہی میں سے مسیلمہ تھا۔ اس کے حالات و واقعات معروف و مشہور ہیں۔ ابن سعید نے روایت کی ہے کہ میں نے عرب بحرین اور بعض مذحج سے دریافت کیا تھا کہ ان دنوں یمامہ کس کے قبضہ میں ہے' انہوں نے جواب دیا کہ عرب قیس غیلاں کے قبضہ میں ہے' بنو خلیفہ کا وہاں پر کوئی شخص باقی نہیں ہے۔

---

[1] اصل کتاب میں اس جگہ پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

[2] اصل کتاب میں یہاں جگہ خالی ہے۔

بلادِ حضرموت

بلادِ حضرموت کی نسبت ابن حوقل نے لکھا ہے کہ یہ عدن کے شرق میں دریا کے قریب واقع ہے۔ اس کا شہر چھوٹا ہے مگر اس کا صوبہ وسیع و عریض ہے۔ اس کے اور عمان کے درمیان میں دوسری جانب سے بہت بڑا ریگستان ہے جو احقاف کے نام سے معروف ہے۔ یہ قوم ہود کے رہنے کا مقام تھا یہاں پر ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔

اس کے وسط میں کوہ بشام ہے اور یہ ملک اقلیم اول میں ہے' اس کا بعد خط استوا سے بارہ درجہ پر ہے۔ اس کا شمار ملک یمن میں ہے۔ ملک میں سرسبزی شادابی نخلستان اور اشجار اور کھیتیاں ہیں۔ اکثر اہالیان حضرموت علیؓ و فاطمہؓ کے احکام کے پابند ہیں اور بعض لوگ علیؓ سے حکم مقرر کرنے کی وجہ سے بغض رکھتے ہیں۔ اس وقت وہاں کے بڑے شہروں میں سے قلعہ بشام نے جہاں پر کہ بادشاہ کے سپہ سواروں کا قیام رہتا ہے' قوم عاد کے قبضہ میں اس ملک کے علاوہ شحر اور عمان بھی تھا پھر ان پر بنو یعرب بن قحطان غالب ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ جس نے عاد کو جزیرۃ العرب کا پتہ بتایا تھا وہ رقیم بن ارم تھا۔ یہ شخص بنو ہود کے ساتھ یہاں آیا تھا پھر لوٹ کر عاد کے پاس گیا اور اس کی رہنمائی کی اور اسے جوار میں جانے کی ترغیب دی پس جب عاد اس ملک میں داخل ہوا تو لوگ جو لوگ یہاں پر تھے ان پر غالب ہو گئے پھر ان پر ان کے بعد بنو یعرب میں قحطان غالب ہو گئے اور کنام بلاد کے حاکم بن بیٹھے۔ اس کا بیٹا حضرموت ان بلاد پر حکمرانی کرنے لگا۔

قلعہ عمان

چنانچہ شحر ممالک جزیرہ عرب میں سے اسی کے نام سے حجاز اور یمن کی طرح موسوم ہوا۔ پہلے یہ حضرموت اور عمان کا قلعہ تھا اور شحر جسے کہتے ہیں وہ اس کا ایک قصبہ تھا جس میں نہ ہو تو کاشتکاری ہوتی تھی اور نہ کوئی نخلستان تھا۔ یہاں کے رہنے والوں کا مال و متاع اونٹ اور بکریوں پر منحصر تھا۔ ان کی عام خوراک گوشت اور دودھ تھی اور چھوٹی مچھلیاں بھی ان کی خوراک میں داخل تھیں۔ مویشیوں کا چرانا اور ان کے دودھ اور اون سے اپنی گزر اوقات کرنا ان کا کام تھا۔ ان بلاد کو بلاد مہرہ بھی کہا کرتے ہیں۔ یہاں پر اہل مہریہ (اونٹ مہرہ) پیدا ہوتے ہیں۔ اور کبھی شحر کو عمان کے مضافات سے شمار کرتے ہیں حالانکہ وہ حضرموت سے متصل ہے۔ کہا گیا ہے اس کے متعلقات میں سے ہے۔ ان شہروں میں لوبان بکثرت پیدا ہوتا ہے اور اس کے ساحل میں عنبر شحری۔ اور یہ شرق کی جانب ہے اس سے متصل ہے اور اس کے غرب میں ساحل بحر ہند ہے جس پر عدن واقع ہے اور اس کے مشرقی جانب بلاد عمان اور جنوب میں بحر ہند مسلیلا" چلا گیا ہے اور شمال میں حضرموت ہے گویا یہ اس کا ساحل ہے یہ دونوں ایک ہی بادشاہ کے قبضہ میں رہا کرتے ہیں اور اقلیم اول میں ہے۔ حضرموت سے حرارت یہاں زیادہ ہے۔ زمانہ قدیم میں عاد کی حکومت یہاں تھی۔ عاد کے بعد مہرہ نے جو کہ حضرموت یا قضاعہ سے تھے سکونت اختیار کی اور لوگ وحشیوں اور چوپایوں کی طرح ریگستان میں رہتے ہیں۔ مذہباً" خارجی ہیں اباضیہ کے عقائد کے پابند ہیں۔

بلاد شحر

سب سے پہلے قحطانیہ میں سے جس نے شحر میں سکونت اختیار کی وہ مالک بن حمیر تھا جو اپنے بھائی سے باغی ہو گیا تھا۔ مالک بن حمیر قصر عملان کا حکمراں تھا۔ اپنے بھائی سے مدتوں لڑتا رہا۔ بالآخر مالک مر گیا اس کے بعد اس کا بیٹا قضاعہ بن مالک حکمراں ہوا۔ سکسک ہمیشہ اس سے معرکہ آرا ہوتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اسے دبا لیا۔ قضاعہ نے مجبوراً" بلادِ مہرہ کی حکومت پر اکتفا کیا ان کے بعد اس کا بیٹا اطاب پھر ملک بن الحاف کے بعد دیگرے حکمران ہوئے۔ یہ بلاد مہرہ سے عمان چلا آیا یہاں پر ان کی بہت بڑی حکومت تھی بیہقی نے کہا ہے کہ مہرہ بن حیدان بن الحاف بلاد قضاعہ کا مالک ہوا تھا اس سے اور اس کے چچا مالک بن الحلاف والی عمان سے لڑائیاں ہوئیں یہ ان پر غالب آیا۔ اس وقت ان کے بلاد کے سوا اور کسی مقام پر ان کا نام لیوا باقی نہیں رہا۔

مرباط اور ظفار

بلاد شحر میں شہر مرباط اور ظفار مشہور شہروں میں سے ہیں۔ ظفار ملوک تبابعہ کا دارالحکومت تھا اور مرباط ساحل شہر پر واقع ہے۔ مگر یہ دونوں شہر ویران و خراب ہو گئے۔ احمد بن محمد بن محمود حمیری ملقب بہ ناخودہ بہت بڑا تاجر اور بے حد مالدار شخص تھا۔ اسباب تجارت لے کر والئ مرباط کے پاس جایا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ ترقی کر کے عہدہ وزارت تک پہنچ گیا۔ پھر جب یہ مر گیا تو احمد ناخودہ اس کے مال متاع کا مالک ہوا اس نے اس شہر کو ویران کر دیا اور اس کے بعد ۶۱۹ھ میں ظفار کو اجاڑ ڈالا۔ اور ساحل پر ایک شہر ضفا (بضم ضاد) آباد کیا اور اسے اپنے نام کی مناسبت سے احمدیہ کے نام سے موسوم کیا اور قدیم شہر کو ویران و خراب کر دیا کیونکہ وہ اس کی طبیعت کے موافق نہ تھا۔

نجران

نجران کی نسبت صاحب کمائم نے تحریر کیا ہے کہ یہ ایک خطہ سرزمین یمن سے جُدا اور علیحٰدہ ہے مگر اور لوگوں کا بیان ہے کہ یہ خطہ سرزمین یمن میں داخل ہے۔ بیہقی نے لکھا ہے کہ اس کی مسافت بیس منزل کی ہے، شرق و شمال میں صنعا ہے اور دو طرف سے اسے حجاز گھیرے ہوئے ہے۔ اس میں دو شہر آباد ہیں ایک نجران دوسرا جرش۔ یہ دونوں شہر ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ دونوں شہر کے باشندے علوتاً" اور رواجاً" باہم مشابہ ہیں۔ یہاں کے رہنے والے جنگلیوں کی طرح ہیں۔ اس میں نجران کا کعبہ تھا جو کعبہ یمن کی ہیئت پر تعمیر کیا گیا تھا۔ عرب کا ایک گروہ اس کا حج کرنے کے لیے آتا تھا اور قربانیاں کرتا تھا اسے وہ لوگ دیر کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اسی میں قس بن ساعدہ عبادت کیا کرتا تھا۔ اسی ملک میں جرہم عرب قحطانیہ کا ایک گروہ آ کر مقیم ہوا تھا۔ ان پر حمیر غالب ہو گیا اور یہ سب تبابعہ کے گورنر کے ماتحت ہو گئے۔ ان کا ہر بادشاہ افعی کے لقب سے ملقب ہوتا تھا۔ انہی میں سے افعی نجران تھا اس کا نام قلمس بن عمرو بن ہمدان بن مالک بن شہاب بن زید بن وائل بن حمیر تھا۔ یہ شخص کاہن تھا یہ وہی شخص ہے جو اولاد نزار کا جب کہ وہ اس کے پاس لڑتے جھگڑتے آئے تھے حکم ہوا تھا یہ ملکہ بلقیس کی طرف سے نجران کا والی تھا ملکہ بلقیس نے اسے سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تھا چنانچہ یہ ایمان لایا اور اس نے اپنی قوم میں یہودیت کو پھیلایا۔ اس نے بہت بڑی عمر پائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بحرین اور مسلل دونوں اس کے قبضہ میں تھے۔ بیہقی نے کہا ہے کہ پھر نجران میں مذحج نے قیام اختیار کیا اور اس پر غالب ہو گئے۔ انہی میں سے حرث بن کعب ہیں اور مورخین کا بیان ہے کہ جس وقت یمامہ سیل عرم سے ویران اور خراب ہو گیا تو یہاں کے رہنے والے نجران کی جانب چلے گئے۔ مذحج سے اور ان سے لڑائیاں ہوئیں جس کی وجہ سے وہ لوگ منتشر ہو گئے۔

ابن حزم نے لکھا ہے کہ حرث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن ازد نے بطلح و آشتی مذحج کے جوار میں سکونت اختیار کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد ان لوگوں نے مذحج کو دبا لیا اور اس ملک کی عنان حکومت ان کے قبضہ میں چلی گئی۔ نجران میں عیسائیت فیمون کے ذریعہ داخل ہوئی تھی۔ اس کے حالات کتب سیر میں مذکور اور معروف ہیں۔ رفتہ رفتہ بنی حرث کی ریاست و حکومت بنی ریان تک پہنچ گئی پھر بنی عبدالمدان حکومت و سلطنت کے مالک بن بیٹھے۔ انہی میں سے یزید زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا۔ خالدؓ بن ولید کے ہاتھ پر ایمان لایا تھا اور اپنی قوم کے ساتھ بطور (وفد) رسالت مآبﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس کا ابن عبدالمومن نے ذکر نہیں کیا یہ اس کی بھول ہے۔ اس کے بھائی کا بیٹا زیاد بن عبدالرحمٰن بن عبدالمدان سفاح کا ماموں نجران اور یمامہ کا گورنر تھا۔ اس نے دو بیٹے محمد اور یحییٰ چھوڑے تھے۔ اتنے میں چوتھی صدی شروع ہو گئی اور عنان حکومت بنی الوجود بن عبدالمدان کے قبضہ اقتدار میں چلی گئی۔ اور وہی یہاں کے حکمراں ہیں۔ ان میں اور قاسمین میں لڑائیاں ہوئی تھیں۔ کبھی یہ انہیں مغلوب کر دیا کرتے تھے۔ ان کا سب سے پچھلا حکمران عبدالقیس تھا جس کے ہاتھ سے علی بن مہدی نے نجران کو حاصل کیا ہے۔ عمارہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی تعریف کی ہے۔

باب ۲۸

امارات موصل، جزیرہ وشام دولت بنو حمدان

بنو تغلب

بنو تغلب بن وائل قبیلہ ربیعہ بن نزار کا ایک بہت بڑا بطن تھا۔ کثرت و تعداد سے انہیں اوروں پر فوقیت تھی۔ جزیرہ دیار ربیعہ ان کا وطن تھا' زمانہ جاہلیت میں یہ مذہب نصرانیت کے پابند تھے۔ قیصر کے ساتھ ان کے تعلقات تھے۔ غسان اور ہرقل کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے زمانہ فتوحات میں لڑے تھے۔ پھر ہرقل کے ساتھ بلادِ روم کی طرف چلے گئے تھے' چند روز بعد پھر اپنے بلاد کی طرف واپس آگئے تھے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان پر جزیہ قائم کیا تھا۔ ان لوگوں نے گذارش کی تھی "اے امیر المومنین ہم لوگوں کو جزیہ کے نام سے عرب میں ذلیل نہ فرمایئے بلکہ اسے دوچند کر کے صدقہ کے نام سے موسوم فرما دیجئے"۔ چنانچہ آپؓ نے یہ درخواست منظور فرما لی۔ ان دنوں ان کا سپہ سالار حنظلہ بن ہریر بنو مالک بن بکری حبیب بن عمر غنم بن تغلب سے تھا۔ ان کے گروہ سے عمرو بن بطام حکومت بنی امیہ کے زمانہ میں والی سندھ تھا۔ پھر ان میں سے اس کے بعد زمانہ اسلام میں تین خاندان سربرآوردہ ہوئے۔ آل عمر بن الخطاب عدوی آل ہارون مغمر آل حمدان بن حارث بن لقمان بن اسد۔ ابن حزم نے کتاب الجمہرہ میں ان تینوں خاندانوں کو بطون بنو تغلب میں ذکر نہیں کیا۔ اسی کتاب کے اسی مقام کے حاشیہ پر میں نے ان تینوں کو لکھا ہوا پایا ہے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون کتاب میں الحاق کیا گیا ہے۔

بنی حمدان

اس نے بنی حمدان کے ذکر میں لکھا ہے کہ یہ لوگ بنو اسد کے موالی (خدام) میں تھے پھر آخر حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ بخط مصنف یعنی ابن حزم لکھا ہے اور جب جزیرہ میں مذہب خارجیت ابن مروان بن حکم کے زمانہ حکومت میں پھیلا تو ان کی جماعت تتر بتر ہو گئی اور اس دعوت کا نام و نشان محو کر دیا گیا۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد جزیرہ میں پھر اس دعوت کا اثر ظاہر ہوا۔ چنانچہ قتل متوکل کے بعد جو فتنوں کا زمانہ تھا، مساور بجلی نے سرات سے خروج کیا اور اکثر صوبجات موصل پر قبضہ کر لیا اور حدیثہ کو اپنا دار ہجرت بنایا۔ ان دنوں موصل کی حکومت پر عقبہ بن محمد بن جعفر بن اشعث خزاعی تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس کے دادا محمد کو خلیفہ منصور نے افریقہ کی گورنری عنایت کی تھی۔ اس کے خلاف مساور نے خروج کیا۔ اس کے بعد موصل پر ایوب بن احمد بن عمر بن الخطاب تغیلبی ۲۵۲ھ میں مامور کیا گیا۔ اس نے اپنی جانب سے اپنے بیٹے حسن کو بطور اپنے نائب کے اس صوبہ پر مقرر کیا۔ اس نے اپنی قومی فوج کو مرتب کر کے مساور پر چڑھائی کر دی۔ انہی میں عمدون بن حرث بھی تھا۔ ان لوگوں نے کمال مردانگی سے خوارج کو شکست دی اور ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔ اس کے بعد خلافت مہتدی کے عہد میں عبداللہ بن سلیمان بن عمران ازدی کو اس صوبہ کی سند حکومت عطا ہوئی۔ خوارج نے اسے بھی نیچا دکھا دیا اور مساور موصل پر قبضہ کر کے حدیثہ کی جانب واپس ہوا۔ پھر اہل موصل نے معتمد کے عہد حکومت ۲۵۹ھ میں بغاوت کی اور اپنے گورنر ابن اسا تکین ہشیم بن عبداللہ بن معتمد عدوی تغلبی کو نکال دیا۔ تب معتمد نے اس جگہ اسحاق بن ایوب کو آل خطاب سے مقرر کیا۔ حمدان بن حمدون اس کے رکاب میں تھا۔ مدتوں یہ اس کا محاصرہ کیے رہا۔ اس کے بعد اسحاق بن کندا جق کا جھگڑا پیش آگیا اور یہ خلیفہ معتمد سے باغی ہو گیا۔ اس کی مدافعت کی غرض سے علی بن داؤد والی موصل' حمدان بن حمدون اور اسحاق بن ایوب جمع ہوئے۔ مگر

اسحاق بن کنداجق نے ان سب کو شکست دے دی۔ سب کے سب متفرق کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسحاق بن ایوب کا نصیبین تک اور پھر نصیبین سے آمد تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ اسحاق نے آمد پہنچ کر عیسیٰ بن شیخ شیبانی سے امن کی درخواست کی۔ موسیٰ بن زرارہ والی ازرن کو امداد کا پیام دیا' موسیٰ نے ان کی امداد سے انکار کیا۔

حمدان کا موصل پر قبضہ

ان واقعات کے بعد خلیفہ معتمد نے ابن کنداجق کو موصل کی حکومت پر ۲۶۷ھ میں متعین فرمایا۔ ابن کنداجق سے جنگ کرنے کی غرض سے اسحاق بن ایوب عیسٰی بن شیخ ابو العزین زرارہ اور حمدان بن حمدون ربیعہ اور تغلب کو یک جا کرکے حملہ کیا' ابن کنداجق نے ان سب کو شکست دی۔ سب نے بھاگ کر آمد میں عیسٰی بن شیخ کے پاس جا کر پناہ لی۔ ابن کنداجق نے آمد پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا۔ مدتوں باہم لڑائیاں ہوتی رہیں۔ انہی واقعات کے اثنا میں جب کہ شاہی لشکر سے لڑائی چھڑی ہوئی تھی مساور خارجی ۲۶۳ھ میں مرگیا۔ اس کے مرنے پر خوارج نے متفق ہو کر ہارون بن عبداللہ بجلی کو اپنا امیر بنالیا۔ اس نے خوارج کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی موصل پر قبضہ کر لیا۔ اس کے متبعین کی جماعت بڑھ گئی پھر اس کے ہمراہیوں میں سے محمد بن خروان نامی ایک شخص نے اس پر حملہ کیا اور موصل میں سب کو نیچا دکھایا۔ حمدان بن حمدون یہ خبر پا کر امداد حاصل کرنے کی غرض سے گیا اسی نے اس کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور اس کے ہمراہ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ چنانچہ حمدان کو پھر موصل پر قبضہ دلایا۔ پھر محمد حدیثہ چلا گیا اور اس کے ہمراہی اس سے علیحدہ ہو کر ہارون کے پاس چلے آئے' تب ہارون نے محمد کی جانب کوچ کیا اور اس پر حملہ کرکے اسے مار ڈالا۔ محمد کے مارے جانے کے بعد کراد جلالیہ اور اس کے ہمراہیوں کو جی کھول کر پامال کیا تمام گاؤں اور قصبات پر قبضہ کر لیا۔ اس کے عمال لوگوں سے زکوۃ اور عشر وصول کرتے تھے۔

اس کے بعد بنو شیبان نے ۲۷۲ھ میں فوجیں آراستہ کرکے ہارون پر فوج کشی کی ہارون نے حمدان سے امداد کی درخواست کی مگر اس کے آنے سے پیشتر میدان جنگ سے شکست کھا کر بھاگ گیا۔ ان واقعات کے تمام ہوتے ہوتے اسحاق کنداجق اور یوسف بن ابی الساج کے جھگڑے پیش آئے۔ یوسف بن ابی الساج نے ابن طولون کے شاہی اقتدار کو تسلیم کر لیا اور جزیرہ و موصل پر قابض ہو گیا پھر جب یہ یہاں سے واپس ہوا تو اسحاق بن کنداجق نے ان صوبوں پر قبضہ کر لیا اور اپنی جانب سے ہارون بن سیما کو ۲۷۹ھ میں اس کی سند حکومت عطا کی۔ ان صوبوں کے رہنے والوں نے اس نئے گورنر کو نکال دیا۔ نئے گورنر نے شیبان سے کمک طلب کی چنانچہ بنو شیبان اس کے ساتھ کمک کی غرض سے موصل کی جانب آئے۔ اہل جزیرہ و موصل نے یہ خبر پا کر خوارج اور بنو تغلب کو اپنا یارومددگار بنالیا۔ پس یہ لوگ بھی ہارون الساری اور حمدان کے ہمراہ لڑنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ دونوں فریقوں نے ایک میدان میں معرکہ آرائی کی کامیابی کا سہرا بنو شیبان کے سر پر باندھا گیا۔ فریق ثانی کو شکست ہوئی اہل موصل نے ہارون بن سیما کے خوف سے دارالخلافت بغداد میں دوسرے گورنر کی تقرری کی درخواست کی۔ اس پر خلیفہ معتمد نے علی بن داؤد ازدی کو موصل کی سند حکومت عطا فرمائی۔

جب خلیفہ معتضد نے جزیرہ کے اصلاح و انتظام اور بنو شیبان کی اطاعت قبول کر لینے پر ان کے رہن دینے کو کوچ کیا تو اسے حمدان بن حمدون اور ہارون الساری کی محبت و موالاۃ کی خبر لگی اور ان واقعات سے مطلع ہو کر جو کہ بنو شیبان سے سرزد ہوئے تھے، اس نے حمدان پر حملہ کر دیا اور اس کو شکست دے دی۔ حمدان شکست کھا کر ماردین چلا گیا اور وہیں اپنے بیٹے حسین کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اتفاق سے وصیف اور نصر قسوری کا دیر زعفران کی طرف گزر ہوا جہاں پر کہ حسین بن حمدان ٹھہرا ہوا تھا ان لوگوں سے اس نے امن طلب کیا ان لوگوں نے امن دیا اور خلیفہ معتضد کی خدمت میں بھیج دیا۔ خلیفہ معتضد نے قلعہ کو منہدم کر ڈالنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس کے بعد وصیف اور حمدان سے مڈبھیڑ ہوئی، حمدان نے وصیف کو شکست دے کر غربی ساحل کی طرف دریا کو عبور کیا اور پھر مسلح ہو کر شاہی فوج کی جانب بڑھا۔

حمدان کی اسیری

اس واقعہ سے قبل اسحاق بن ایوب تغلبی نے حکومت کی اطاعت قبول کرلی تھی اور شاہی مرکب کے ہمراہ موجود تھا۔ حمدان کو کسی ذریعہ سے اس کی خبر لگ گئی اسحاق کے خیمہ میں پہنچ کر اس کے قدموں پر اپنے کو ڈال دیا۔ اسحاق نے اسے خلیفہ معتضد کے دربار میں لے جا کر پیش کر دیا۔ خلیفہ معتضد نے اسے قید کر دیا اس کے بعد نصر قشوری ہارون کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ خوارج کو شکست دی۔ ہارون بھاگ کر آذربائی جان پہنچا اور جنگل و بیاباں میں گھس گیا۔ باقی ماندگان نے معتضد سے امن کی درخواست کی اور حکومت کے مطیع ہو گئے۔ اس کے بعد ۲۸۳ھ میں خلیفہ معتضد نے ہارون کی جستجو اور گرفتاری کے لیے کوچ کیا۔ وصیف اور حسین بن حمدان بن بکرین کو اپنی فوج ظفر موج کے مقدمہ پر مامور کرکے بڑھنے کا حکم دیا اور اس سے یہ اقرار لیا کہ ہارون کو دربار خلافت میں لا کر حاضر کر دو گے تو میں تمہارے باپ حمدان کو قید سے رہا کر دوں گا۔ انہوں نے ہارون کا تعاقب کیا اور انتہائی محنت وجانفشانی سے اسے گرفتار کرکے دربار خلافت میں لا کر حاضر کر دیا۔ خلیفہ معتضد نے اسے اور اس کے بھائیوں کو خلعت دیئے۔ زرین طوق عنایت فرمائے اور حمدان کو حسب اقرار قید سے رہا فرما دیا۔ اس کے بعد اسحاق بن ایوب عدوی جو کہ دیار ربیعہ کا والی تھا مر گیا۔ خلیفہ معتضد نے اس کی جگہ عبداللہ بن ہشیم بن عبداللہ بن معتمد کو متعین فرمایا۔

حکومت ابو الہیجاء عبداللہ بن حمدان

جس وقت خلیفہ مکتفی تخت خلافت پر متمکن ہوا اس وقت خلیفہ نے ابو الہیجا عبداللہ بن حمدان کو موصل اور اس کے مضافات کی سند حکومت عطا کی۔ چونکہ اکراد ہزبانیہ نے اطراف موصل میں غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا ان دنوں اس کی سرداری محمد بن سلال نامی ایک شخص کر رہا تھا اس وجہ سے ابو الہیجاء عبداللہ نے اس سے معرکہ آرائی کی اور ساحل شرقی کو عبور کرکے ان پر حملہ آور ہوا۔ مقام خازر میں بہت بڑی لڑائی ہوئی۔ اس کا خادم سیما انہی لڑائیوں میں مارا گیا۔ لوٹ کر موصل آیا پھر خلیفہ مکتفی نے اس کی کمک پر فوجیں بھیجیں۔ چنانچہ ۲۹۴ھ میں باغیان خلافت عباسیہ کے تعاقب میں دوبارہ روانہ ہوا۔ مقام آذر بائیجان میں معرکہ آرائی کی نوبت ہوئی۔ سخت اور خون ریز جنگ کے بعد محمد بن سلال اپنے اہل و عیال کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ابو الہیجاء عبداللہ نے محمد بن سلال اور اس کے ہمراہیوں کا خون مباح کر دیا۔ محمد بن سلال نے یہ خبر پا کر امن کی درخواست کی۔ ابو الہیجاء نے اسے امن دیا اور اسے اپنے ہمراہ لیے موصل آیا۔ موصل میں پہنچنے پر تمام اکراز حمید امن کے خواستگار ہوئے اور علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی۔ اس واقعہ نے مخالفین کے دل ہلا دیے اور ابو الہیجاء عبداللہ کی حکومت میں استقلال اور استحکام کی کیفیت پیدا کر دی۔ ان واقعات کے بعد ۲۹۲ھ میں دربار خلافت میں خلیفہ کے معزول کرنے کا واقعہ پیش آیا۔ وزیر السلطنت عباس بن حسن مارا گیا۔ خلیفہ مقتدر معزول کیا گیا اور عبداللہ بن معتز کی خلافت کی چند دنوں کے لیے بیعت لی گئی پھر خلیفہ مقتدر تختِ خلافت پر دوبارہ متمکن کیا گیا جیسا کہ یہ سب واقعات حالات دولت عباسیہ میں بیان کیے گئے۔ اس زمانہ میں حسین بن حمدان دیار ربیعہ پر مامور تھا اور ان لوگوں میں داخل تھا جو اس فتنہ و فساد کے بانی مبانی تھے اور قاتلین وزیر کے ساتھ اس کے قتل میں شریک ہوا تھا۔ ہنگامہ فرو ہوئے پر خلیفہ مقتدر نے اس کی گرفتاری پر قاسم بن سیما کو سپہ سالاروں کی ایک جماعت کے ساتھ متعین کیا مگر یہ لوگ حسین کو گرفتار نہ کر سکے تب خلیفہ مقتدر نے ابو الہیجاء عبداللہ گورنر موصل کو اس کی گرفتاری کے لیے لکھا۔ ابو الہیجاء قاسم کے ساتھ حسین کی گرفتاری کو روانہ ہوا۔ تکریت کے قریب حسین سے مڈبھیڑ ہو گئی' حسین شکست کھا کر بھاگا اور خلافت مآب سے امن کا خواست گار ہوا خلافت مآب نے اسے امن دیا اور خوش نودی مزاج کا خلعت عطا فرما کر صوبجات قم و قاشان کی حکومت عنایت کی۔ کچھ روز بعد پھر اسے دیارِ ربیعہ کی حکومت پر بھیج دیا۔

ابو الہیجاء اور حسین کی بغاوت

۲۹۹ھ میں ابو الہیجاء عبداللہ نے موصل میں علمِ بغاوت بلند کیا جس کا سلسلہ ۳۰۲ھ تک جاری رہا۔ اس وقت حسین بن حمدان دیار ربیعہ میں تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ وزیر السلطنت عیسیٰ نے حسین سے خراج کا مطالبہ کیا۔ حسین نے انکار میں جواب دیا اس پر وزیر السلطنت نے حکم صادر کیا کہ اپنے تمام بلادِ مقبوضہ کو شاہی عمال کے حوالہ کر دو۔ حسین اس سے مطلع ہو کر باغی ہو گیا وزیر السلطنت نے اس کی سرکوبی کی غرض سے فوجیں روانہ کیں۔ حسین نے انہیں شکست دی تب وزیر السلطنت نے مُونس عجلی کو لکھ بھیجا کہ عساکر علویہ کی جنگ سے فارغ ہو کر حسین سے معرکہ آرا ہو۔ مونس عجلی اس وقت مصر میں علویہ فوجوں سے لڑ رہا تھا چنانچہ مونس ۳۰۳ھ میں حسین سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا حسین یہ خبر پا کر اپنے اہل و عیال کے ساتھ آرمینیہ کی جانب بھاگ گیا اور اپنے مقبوضہ بلاد کو یوں ہی چھوڑ گیا۔ مونس نے اس کے تعاقب میں فوجیں روانہ کیں اس لشکر نے حسین کو جا کر گھیر لیا بہت بڑی لڑائی ہوئی وہ اور اس کا بیٹا اور اس کے تمام اہل و عیال اور ہمراہی گرفتار کر لئے گئے۔ مونس ان لوگوں کے ساتھ بغداد واپس آیا۔ خلیفہ مقتدر نے اسے جیل میں ڈال دیا۔ اسی تاریخ میں خلافت مآب نے ابو الہیجاء عبداللہ اور تمام بنو حمدان کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا تھا اس کے بعد ۳۰۵ھ میں خلافت مآب نے ابو الہیجاء کو رہا کر دیا اور ۳۰۶ھ میں حسین کو بار حیات سے سبکدوش کر دیا۔ ۳۰۷ھ میں ابراہیم بن حمدان کو دیار ربیعہ کی حکومت عنایت کی اور اس کی جگہ داؤد بن حمدان کو مامور کیا۔

ابو الہیجاء کی امارتِ موصل پر تقرری و قتل

۳۱۴ھ میں خلیفہ معتضد نے ابو الہیجاء عبداللہ بن حمدان کو دوبارہ گورنری موصل سے سرفراز فرمایا۔ ابو الہیجاء نے اپنی جانب سے اپنے بیٹے ناصر الدولہ حسن کو حکومت موصل پر روانہ کیا اور خود بغداد میں ٹھہرا رہا اس کے بعد ابو الہیجاء کو یہ خبر لگی کہ عرب اور اکراد اطراف موصل اور صوبہ خراسان کے گرد و نواح میں ہنگامہ و فساد برپا کیے ہوئے ہیں اس پر ابو الہیجاء نے اپنے بیٹے ناصر الدولہ کو ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے لکھ بھیجا چنانچہ ناصر الدولہ نے عرب پر جزیرہ میں فوج کشی کی اور خوب خوب ان کی گوشمالی کی پھر اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ تکریت کی جانب آیا اور فوجوں کو از سر نو آراستہ کر کے شہر زور کی طرف روانہ ہوا اکراد جلالیہ پر متعدد حملے کیے حتیٰ کہ ان سرکشوں نے گردن اطاعت جھکا دی۔ ان واقعات کے بعد ۳۱۷ھ میں خلیفہ مقتدر اپنے بھائی قاہر کی وجہ سے معزول کر دیا گیا مگر دوسرے دن دوبارہ تختِ خلافت پر متمکن ہو گیا۔ قاہر کا اس کے قصر میں محاصرہ کر لیا گیا۔ قاہر نے ابو الہیجاء کے دامن میں پناہ لی۔ ان دنوں ابو الہیجا قاہر ہی کے پاس تھا اور ایک مدت دراز تک قاہر کی جانبری کی فکر میں وہیں ٹھہرا رہا لیکن کامیاب نہ ہوا اور عوام الناس قاہر سے بگڑ گئے۔ ابو الہیجاء محل سرا سے قاہر کو لگانے بجھانے والوں کی جستجو کرنے کے لیے نکلا۔ ایک گروہ نے اس کا تعاقب کیا اور مناسب مقام پر پہنچ کر حملہ کر کے مار ڈالا۔ یہ واقعہ نصف محرم سنہ مذکور کا ہے۔ خلیفہ مقتدر نے اپنے خادم تحریر کو حکومت پر مامور کیا۔

ابو العلاء سعید و ناصر بن حمدان کی گورنری

۳۲۳ھ میں ابو العلاء سعید بن حمدان نے موصل دیار ربیعہ اور ان بلاد کی جو ناصر الدولہ کے قبضہ میں تھے گورنری کی درخواست کی چنانچہ خلیفہ راضی نے اسے سندِ حکومت عطا فرمائی۔ ابو العلاء نے سامانِ سفر درست کر کے موصل کی جانب کوچ کیا۔ ناصر الدولہ یہ خبر پا کر اس سے ملنے کے لیے نکلا۔ ابو العلا دوسری راہ سے ناصر الدولہ کے مکان پر جا کر قابض ہو گیا۔ ناصر الدولہ نے یہ سن کر اپنے غلاموں میں سے چند لوگوں کو ابو العلاء کے قتل کرنے کو بھیج دیا چنانچہ ان لوگوں نے ابو العلاء کو قتل کر ڈالا۔ خلیفہ راضی کو اس سے بے حد ناراضگی پیدا ہوئی اپنے وزیر السلطنت ابن مقلد کو موصل کی طرف روانہ ہونے کا اشارہ کیا۔ وزیر السلطنت نے سامان جنگ اور سفر درست کر کے موصل کا راستہ لیا۔ ناصر الدولہ نے مطلع ہو کر موصل چھوڑ دیا۔ وزیر السلطنت ناصر الدولہ کا کوہ تن تک تعاقب کرتا چلا گیا مگر کامیاب نہ ہوا واپس آیا اور موصل میں قیام کر دیا۔ ابن حمدون کے بعض ہوا خواہوں نے وزیر السلطنت کے بیٹے کو دس ہزار دینار دے کر ملا لیا۔ اس نے

ان لوگوں کے کہنے سے اپنے باپ کو چند ایسے امور لکھ بھیجے کہ جس سے وزیر السلطنت گھبرا گیا اور موصل پر ارا کینِ دولت میں سے جس پر اسے بھروسہ و اطمینان تھا مامور کر کے نصف شوال سنہ مذکور میں بغداد کی جانب واپس ہوا۔ جوں ہی وزیر السلطنت نے بغداد کا رخ کیا ناصر الدولہ موصل میں پھر واپس آیا اور اس پر قابض ہو گیا موصل پر قبضہ کے بعد راضی کی خدمت میں عفوِ تقصیر کی درخواست بھیجی اور ادائے خراج کی ضمانت دی۔ خلافت مآب نے اس کی درخواست منظور فرمائی اور وہ اپنے مقبوضہ ملک میں بدستور حکمران بنا رہا۔

خلیفہ راضی کا موصل پر حملہ

۳۲۲ھ میں ناصر الدولہ نے دارالخلافت بغداد میں موصل کا خراج نہ بھیجنے میں تاخیر کی خلیفہ راضی کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ فوجیں آراستہ کر کے تحکم کے ساتھ جو اس کی سلطنت کا منتظم تھا موصل کی جانب روانہ ہوا آگے بڑھ کر خود موصل کی جانب چلا اور تحکم کو تکریت کی طرف بڑھنے کا اشارہ کیا۔ ناصر الدولہ یہ خبر پا کر مقابلہ پر آیا لیکن پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نصیبین کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ تحکم نے اس کا تعاقب کیا اور اسے گرفتار کر لیا۔ اس کی گرفتاری کے بعد تحکم نے خلیفہ راضی کی خدمت میں نامہ بشارت فتح روانہ کیا۔ خلیفہ راضی کشتی پر سوار ہو کر موصل کی جانب چلا ابن رائق جو کہ زمانہ غلبہ ابن بریدی سے بغداد میں روپوش تھا اس زمانہ غیر موجودگی کو غنیمت تصور کر کے اپنے مخفی مقام سے باہر نکل آیا اور بغداد پر قابض ہو گیا۔ جاسوسوں نے راضی تک اس خبر کو پہنچا دیا۔ راضی بجائے موصل کے دریا سے خشکی پر اتر پڑا اور بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ تحکم کو نصیبین سے بلا بھیجا۔

ناصر الدولہ کی گورنری

ناصر الدولہ کو ابن رائق کے حالات سے آگاہی ہو گئی تھی اس بنا پر دیار ربیعہ کی حکومت دوبارہ ملنے کی درخواست کی اور پانچ لاکھ درہم ادا کرنے کا اقرار کیا۔ خلافت مآب نے فوراً یہ درخواست منظور کر لی اور تحکم کے ساتھ بغداد کی جانب کوچ کیا۔ قریب بغداد پہنچ کر ابو جعفر محمد بن یحییٰ بن شیرزاد ابن رائق کی طرف سے پیام صلح لے کر حاضر ہوا کہ مجھے دیار مصر یعنی حران، الرہا، رقہ اور ان کے علاوہ قنسرین بن اور عواصم کی سند حکومت عطا فرمائی جائے میں بغداد سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ خلافت مآب نے مصلحتاً یہ درخواست منظور کر لی چنانچہ ابن رائق نے بغداد چھوڑ کر اپنے صوبہ کی جانب کوچ کیا اور خلیفہ راضی و تحکم بغداد میں داخل ہوئے اور ناصر الدولہ بن حمدان موصل کی طرف واپس ہوا۔

ابو بکر محمد بن رائق

ابن رائق نے دیار مصر اور عواصم پہنچ کر ملک شام کا قصد کیا اور دمشق کو اخشید کے قبضہ سے نکال کر رملہ کی طرف بڑھا اور اس پر بھی قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اخشید سے اور ابن رائق سے عریش مصر پر معرکہ آرائی ہوئی۔ اخشید نے اس معرکہ میں اس کو شکست دی۔ ابن رائق لوٹ کر دمشق آیا پھر دونوں میں اس امر پر مصالحت ہوئی کہ شام اور مصر کی سرحد رملہ مقرر کی جائے یہ واقعہ ۳۲۸ھ کا ہے پھر ۳۲۹ھ میں خلیفہ راضی رہگرار عالم آخرت ہوا اور خلیفہ متقی نے تختِ خلافت پر قدم رکھا۔ تحکم مارا گیا اور بریدی بغداد میں داخل ہوا۔ تحکمی ترکوں نے بغداد سے نکل کر موصل کا راستہ لیا۔ ان بھگوڑوں میں توزون اور حج حج بھی تھا۔ پھر یہ لوگ ابو بکر محمد بن رائق کے پاس چلے گئے اور اسے عراق کی ترغیب دی۔ ان لوگوں کے بعد خلافت و امارت پر دیلمی ترک قابض ہو گئے اور ابو الحسن بریدی واسطہ سے بغداد چلا آیا چوبیس دن تک بغداد میں امیر الامراء کی حیثیت سے قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد لشکریوں نے اس پر یورش کی اور اس کے خلاف شور شر برپا کر دیا۔ مجبوراً واسط لوٹ آیا، کور تکین غالب و متصرف ہو گیا۔

ابو الحسن کا بغداد پر قبضہ

پھر خلیفہ متقی کی رفاقت ترک کر کے ابن رائق کو طلبی کا خط لکھا چنانچہ ابن رائق دمشق سے ماہ رمضان ۳۲۹ھ میں بغداد کی جانب

روانہ ہوا اور دمشق پر ابو الحسن احمد بن علی بن حمدان کو اپنا نائب متعین کیا اور یہ شرط لگائی کہ ایک لاکھ دینار اسے بغداد پہنچنے پر ادا کرے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ کور تکین اور دیلمیہ امورِ سیاست پر قابض ہو رہے تھے۔ ابن رائق نے پہنچتے ہی کور تکین کو گرفتار کر کے محل سرائے خلافت میں قید کر دیا۔ چند روز بعد لشکریوں نے اس پر بھی یورش کی۔ ابو عبداللہ بریدی نے اس سے مطلع ہو کر اپنے بھائی ابو الحسن کو ایک بڑی فوج کی افسری کے ساتھ بغداد روانہ کیا۔ ابو الحسن اور اس کی فوج نے بغداد پر پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ متقی اور اس کا بیٹا ابو المنصور بھاگ گیا۔ ابن رائق بھی ان دونوں سے جا ملا پھر سب نے متفق ہو کر موصل کا راستہ لیا۔

خلیفہ متقی کی موصل روانگی

موصل روانگی سے پیشتر خلیفہ متقی نے ابن حمدان سے بریدیوں کے مقابلہ پر امداد طلب کی تھی چنانچہ ابن حمدان نے اپنے بھائی علی بن عبداللہ بن حمدان کو ایک بڑی فوج کے ساتھ خلیفہ متقی کی کمک پر روانہ کیا۔ مقام تکریت میں جب کہ خلیفہ متقی اور ابن رائق بغداد سے شکست اٹھائے اور بھاگے آ رہے تھے، ملاقات ہوئی۔ سیف الدولہ نے خلیفہ کی بے حد خدمت کی اور اس کے ساتھ ساتھ موصل کی طرف آیا۔ دجلہ کے شرقی ساحل پر دونوں مقیم ہوئے۔ ابن رائق اور امیر ابو منصور بھی ملنے کو دجلہ عبور کر کے آیا۔ سیف الدولہ نے شاہزادہ کو دیکھ کر اشرفیاں بطور صدقہ لٹائیں۔ ادھر ادھر کی باتیں کر کے شاہزادہ ابو منصور واپسی کے قصد سے گھوڑے پر سوار ہوا۔ ابن رائق نے بھی سوار ہو کر روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ ابن حمدان نے گفتگو کرنے کی غرض سے روکا ابن رائق نے معذرت کی۔ اس پر ابن حمدان کو شبہ ہوا اپنے غلاموں کو اشارہ کر دیا انہوں نے لپک کر سر اتار لیا اس کے بعد ابن حمدان نے خلیفہ متقی کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ خلیفہ متقی نے اسے طلب فرما کر خلعت عنایت کیا۔ ناصر الدولہ کا خطاب عطا فرمایا۔ امیر الامراء کے عہدہ سے ممتاز کیا اور اس کے بھائی ابو الحسن کو بھی سیف الدولہ کے لقب سے مخاطب فرمایا۔ ابن رائق کا واقعہ قتل ماہ رجب ۳۳۰ھ میں واقع ہوا تھا اور ناصر الدولہ کو گورنری اور سند حکومت غرہ شعبان میں مرحمت ہوئی تھی۔ ابن رائق کے مارے جانے کے بعد اخشید نے مصر سے دمشق کی جانب حرکت کی پہنچتے ہی ابن رائق کے گورنر سے اسے چھین لیا اور ناصر الدولہ نے خلیفہ متقی کے ساتھ بغداد کی جانب کوچ کیا۔

خلیفہ متقی کی بغداد میں دوبارہ آمد

جس وقت ابن رائق کو قتل کر ڈالا گیا ابو الحسن بریدی اس وقت بغداد میں حکومت کر رہا تھا۔ لیکن خواص و عوام سب کے دلوں میں اس کی طرف سے ناراضگی پیدا ہو رہی تھی۔ جج بھاگ کر خلیفہ متقی کے پاس پہنچا۔ تو زون اور اس کے ہمراہیوں کو موصل میں جمع کر کے خلیفہ متقی اور ناصر الدولہ کو بغداد پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دی۔ سب کے سب اس کی امداد اور کمک پر آمادہ و تیار ہو گئے۔ دیار مصر یعنی الرہا، حران اور رقہ کے خراج اور مالی محکمہ پر ابو الحسن علی بن خلف بن طیاب کو مقرر کیا۔ ابن رائق کی طرف سے ان بلاد پر ابو الحسن علی بن احمد بن مقاتل مامور تھا۔ ابن طیاب اور ابن مقاتل سے لڑائی ہوئی، ابن مقاتل کو اس معرکہ میں شکست ہوئی اثنا جنگ مار ڈالا گیا اور جب خلیفہ متقی اور ناصر الدولہ کا مرکب ہمایوں دار الخلافت بغداد کے قریب پہنچا تو ابو الحسن بریدی ایک سو دس یوم کے بعد بغداد چھوڑ واسط کی جانب بھاگ گیا۔ خلیفہ متقی اپنے اعوان و انصار کے ساتھ دار الخلافت بغداد میں داخل ہوا۔ بنو حمدان بھی اس کے رکاب میں تھے۔ تو زون کو بغداد کے دونوں جانب کی افسری پولیس کا عہدہ عنایت ہوا۔ یہ واقعہ سنہ مذکور کے ماہ شوال کا ہے۔

ابو الحسن بریدی اور سیف الدولہ کی جنگ

اس کے بعد بنو حمدان نے ابو الحسن بریدی کے ارادے سے واسط کی جانب کوچ کیا۔ ناصر الدولہ نے مداین میں پڑاؤ کیا اور اپنے بھائی سیف الدولہ کو بریدی سے جنگ کرنے کو بھیجا۔ بریدی بھی یہ خبر پا کر واسط سے ان لوگوں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔ نشیبی مداین میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ شاہی لشکر کے ہمراہ تو زون جج اور تاری ترک تھے۔ پہلے تو ان کو شکست ہوئی اور یہ لوگ بھاگ کھڑے

ہوئے۔ناصر الدولہ نے اس امر کا احساس کر کے مداین سے ان کی کمک کے لیے اپنے ز کلب کی فوج بھیج دی۔اس تازہ دم فوج کے آجانے سے شکست خوردہ لشکر کے پاؤں رک گئے اور انہوں نے مجموعی قوت سے بریدی کے لشکر پر حملہ کیا۔ بریدی کا لشکر اس سخت حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بریدی اپنے چند سرداروں کے ساتھ واسط کی طرف بھاگا۔ناصر الدولہ نصف ماہ ذی الحجہ سنہ مذکور میں بغداد کی جانب واپس ہوا۔اس کے ساتھ بریدی کے ہمراہیوں کا ایک گروہ پابہ زنجیر آیا ہوا تھا سیف الدولہ میدان کار زار میں قیام پذیر رہا۔جب اس کے زخم بھر گئے اور تھکان جاتی رہی تب اس نے اپنی فوج کو از سر نو مرتب و مسلح کر کے واسط کی جانب کوچ کیا۔بریدی واسط چھوڑ کر بصرہ چلا گیا۔سیف الدولہ نے واسط پر قبضہ کر لیا اور پھر انتظام شہر سے فارغ ہو کر بریدی کے تعاقب میں بصرہ کی جانب روانہ ہوا۔اپنے بھائی ناصر الدولہ سے مالی مدد طلب کی۔ناصر الدولہ نے کسی مصلحت کے لحاظ سے مدد نہ دی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کی ترکوں سے بالعموم' توزون اور جح سے بالخصوص ناچاقی تھی۔چند روز بعد ابو عبداللہ کوفی بہت سا مال لے کر ناصر الدولہ کی جانب سے ترکوں میں تقسیم کرنے کی غرض سے سیف الدولہ کے کیمپ میں آیا تو زون اور جح جح نے روک ٹوک کی اور اس سے بہ تر شروئی پیش آنے کا ارادہ کیا۔ سیف الدولہ نے حکمت عملی سے ان دونوں کی نظروں سے ابو عبداللہ کو غائب کر دیا اور بحفاظت تمام اسے اپنے بھائی کے پاس واپس کر دیا۔اس کے بعد آخری ماہ شعبان میں ترکوں نے سیف الدولہ کے خلاف سرکشی کی۔ سیف الدولہ اپنے لشکر گاہ سے نکل کر بغداد چلا گیا۔ترکوں نے لشکر گاہ کے بازار کو لوٹ لیا اور اس کے ہمراہیوں کے ایک گروہ کو مار ڈالا۔

سیف الدولہ کی موصل روانگی

ابو عبداللہ کوفی نے ناصر الدولہ کے پاس پہنچ کر اس کے بھائی سیف الدولہ کے حالات سے مطلع کر دیا' ناصر الدولہ نے ترکوں کی خود سری سے مطلع ہو کر موصل کی جانب روانہ ہونے کا قصد کیا۔خلیفہ متقی یہ سن کر اس کے پاس آیا اور اسے چندے صبر کرنے کی ہدایت کی مگر جوں ہی خلیفہ متقی ناصر الدولہ کے پاس سے لوٹ کر قصر خلافت میں آیا، ناصر الدولہ نے اپنی امارت کے تیرہ مہینے بعد موصل کی جانب کوچ کیا۔ دیلیموں اور ترکوں کو موقع مل گیا۔یورش کر کے اس کے مکان پر چڑھ آئے اور لوٹ لیا۔

سیف الدولہ کے روانہ ہونے کے بعد ترک اپنے کیمپ میں واپس ہوئے اور توزون کو اپنی امارت دی اور لشکر کی سرداری کا علم جح جح کو دیا۔

نصف ماہ رمضان میں سیف الدولہ اپنے بھائی ناصر الدولہ کی روانگی کے بعد دار السلطنت بغداد میں داخل ہوا' پھر اسے توزون کی امارت کی خبر پہنچی۔اس کے بعد ترکوں میں نفاق پیدا ہو گیا۔توزون نے جح جح کو گرفتار کر کے نیل کی سلائیاں اس کی آنکھوں میں پھروا دیں۔ سیف الدولہ بغداد سے روانہ ہو کر اپنے بھائی کے پاس موصل چلا گیا۔

عدل تحکمی کے حالات

عدل تحکم کا خاص خادم تھا مگر پھر ابن رائق کے رفیقوں میں داخل ہو کر اس کے ساتھ موصل چلا گیا اور جب ابن رائق مارا گیا تو ناصر الدولہ کے حاشیہ نشینوں میں شامل ہو گیا۔ ناصر الدولہ نے اسے علی بن خلف طیاب کے ہمراہ دیار مضر روانہ کیا۔ چنانچہ علی بن خلف نے دیار مضر پر قبضہ کر لیا اور ابن رائق کے نائب کو جو کہ دیار مضر پر مامور تھا۔رحبہ متعلقات دیار پر ابن رائق کی طرف سے ایک شخص مسافر بن حسین نامی مامور تھا اس نے رحبہ پر قبضہ کر لیا اور خود سری کے ساتھ خراج وصول کر کے بیٹھ رہا' علی بن خلف نے اس کی سرکوبی پر عدل تحکمی کو مامور کیا۔عدل تحکمی نے مدبرانہ چالوں سے ان بلاد پر قبضہ کر لیا۔مسافر بھاگ گیا۔تحکمی ترک یہ خبر پا کر عدل کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ ان لوگوں کے جمع ہو جانے سے عدل کی قوت بڑھ گئی طریق فرات اور خابور کے بعض حصہ پر قابض ہو گیا اس اثنا میں مسافر نے اپنی کچھ حالت درست کر لی اور بنی نمیر سے امداد حاصل کر کے قرقیسیا چلا گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد عدل نے پھر اس کے قبضہ سے اسے نکال لیا۔ اس کے بعد عدل نے خابور کے بقیہ پر قبضہ کر لینے کا قصد کیا۔اس کے خاندان والوں نے

بنی نمیر سے امداد کی درخواست کی۔ عدل نے چند روز تک ان کی امداد سے اعراض کیا حتیٰ کہ ہنگامہ فساد فرو ہو گیا۔ تب عدل نے ایک روز سماب پر جو کہ خابور کا بہت مشہور مقام تھا شبخون کے ارادے سے کوچ کیا اہل سماب مقابلہ پر آئے عدل کے ہمراہیوں نے سرنگ کے ذریعہ سے شہر پناہ کی دیوار میں بہت بڑا سوراخ کر دیا جس سے عدل اپنے ہمراہیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا اور قبضہ کر لیا اس کے بعد اور مقامات پر قابض ہو گیا چھ مہینے تک خابور میں ٹھہرا رہا خراج وصول کرتا رہا مالی اور فوجی قوت بڑھ گئی حوصلے بھی بلند ہو گئے۔ بنو حمدان کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کا شوق چرایا۔

چونکہ ان دنوں سیف الدولہ موصل اور بلاد جزیرہ میں موجود تھا اس وجہ سے عدل نے پہلے نصیبین کے ارادے سے کوچ کیا۔ رحبہ اور عراق کی طرف یانس مونسی کی موجودگی کے سبب سے نہ گیا کیونکہ وہ اپنی فوج اور بنی نمیر کے ایک گروہ کے ساتھ وہاں پر مقیم تھا۔ عدل پہلے راس عین کی جانب گیا پھر راس عین سے نصیبین کی طرف روانہ ہوا رفتہ رفتہ عدل کی سرکشی کے حالات ابو عبداللہ حسین بن حمدان تک پہنچے۔ فوجیں فراہم کر کے عدل کی طرف بڑھا دونوں کا ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا عدل کے اکثر ہمراہیوں نے حمدان سے امن حاصل کر لیا اور اس کے لشکر گاہ میں چلے آئے۔ عدل کے ہمراہ معدودے چند نفر باقی رہ گئے۔ ابن حمدان نے عدل کو اس کے بیٹے کے ساتھ گرفتار کر لیا اور اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں اور دونوں کو آخری شعبان ۳۳۱ھ میں بغداد روانہ کیا۔

خلیفہ متقی کی موصل روانگی

جس وقت ناصر الدولہ اور سیف الدولہ خلیفہ متقی کی خدمت سے رخصت ہو کر بغداد سے واپس ہوئے توزون واسط سے بغداد میں آ داخل ہوا اور حکومت و سلطنت پر قابض ہو گیا پھر بغداد سے واسط کی جانب چلا بصرہ پہنچا اس کے اور ابن بریدی کے درمیان اتحاد اور کمر بندی کا رشتہ قائم ہوا لوگوں نے خلیفہ متقی اور وزیر السلطنت کے کان بھرنے شروع کر دیئے اور ان دونوں کو ابن بریدی اور توزون کے مل جانے سے ڈرایا۔ اتفاق سے انہیں دونوں ابن شیر زاد بھی توزون کے پاس چلا آیا تھا اور توزون نے اسے واسط کی جانب روانہ کر دیا تھا۔ لگانے بجھانے والوں نے خلافت مآب سے ان سب واقعات کو بیان کیا اور ابن بریدی نے خلافت مآب کے ساتھ جو کچھ پہلے کیا تھا وہ سب یاد دلایا۔ خلافت مآب نے ابن حمدان کو ایک لشکر بھیجنے کو لکھ بھیجا تاکہ اس کے ہمراہ موصل کی جانب روانہ ہو۔ چنانچہ ابن حمدان نے اپنے ابن عم حسین بن سعید بن حمدان کے ہمراہ ایک فوج روانہ کی۔ ۳۳۲ھ میں یہ فوج بغداد پہنچی۔ خلیفہ متقی اپنے اہل و عیال اور عیان دولت کے ساتھ جس میں وزیر السلطنت ابن مقلد بھی تھا اس فوج کے ہمراہ موصل کی جانب روانہ ہوا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا تکریت تک پہنچا۔ اس مقام پر سیف الدولہ خلیفہ متقی سے ملنے کے لیے آیا۔ اس کے بعد ناصر الدولہ بھی آ پہنچا۔ ان دونوں امیروں کے ساتھ ساتھ متقی نے موصل کی جانب کوچ کیا جب یہ خبر توزون تک پہنچی تو وہ بھی تکریت کی طرف روانہ ہوا۔ تکریت کے قریب سیف الدولہ نے اس سے معرکہ آرائی کی۔ تین دن تک لڑائی ہوتی رہی آخر کار توزون نے شکست دے کر اسے اور اس کے کیمپ کو لوٹ لیا۔ سیف الدولہ شکست کھا کر موصل کی جانب بھاگا۔ اور توزون اس کے تعاقب میں تھا ناصر الدولہ اور خلیفہ متقی اپنی رکاب کی فوج کے ساتھ نصیبین کی طرف گیا۔ پھر نصیبین سے رقہ کی طرف گیا سیف الدولہ اسی مقام پر ان لوگوں سے آملا اور توزون نے موصل پر قبضہ کر لیا۔

خلیفہ متقی اور توزون میں مصالحت

اس کے بعد خلیفہ متقی نے ایک عتاب آمیز خط توزون کے پاس بھیجا جس میں اس نے توزون پر ابن بریدی سے ملنے کی وجہ سے ناراضگی ظاہر کی تھی اور یہ تحریر کیا تھا کہ اگر اب بھی تم اس کی تلافی کرو تو ما بدولت و اقبال تم سے راضی ہو جائیں گے۔ اور سیف الدولہ ناصر الدولہ سے مصالحت بھی کرا دی جائے گی توزون نے ان باتوں کو منظور کر لیا۔ صلح نامہ لکھا گیا۔ ناصر الدولہ نے تین برس تک چھ لاکھ بائیس ہزار سالانہ ادا کرنے کے لیے اپنے مقبوضات کی ضمانت دی۔ تکمیل صلح نامہ کے بعد توزون بغداد کی طرف واپس ہوا اور خلیفہ متقی رقہ میں مقیم رہا۔ کچھ روز بعد ادھر خلیفہ متقی کو ابن حمدان کی بیوفائی اور کج ادائی کا احساس ہوا ادھر سیف الدولہ کو یہ خبر لگی کہ محمد بن

نیال ترجمان نے خلیفہ متقی کو سیف الدولہ کی جانب سے بدظن کر دیا ہے اور یہ وہی شخص تھا جس نے توزون اور خلیفہ متقی میں ناراضگی پیدا کی۔ سیف الدولہ نے موقع پا کر محمد بن نیال کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ خلیفہ متقی کو اس سے شک اور بدظنی پیدا ہوئی۔ توزون کو مصالحت کے لیے لکھا اور اخشید بن طغج والی مصر کو طلبی کا فرمان روانہ کیا چنانچہ اخشید مصر سے خلیفہ متقی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوا۔ رفتہ رفتہ حلب پہنچا۔ حلب میں سیف الدولہ کی طرف سے ابن عم ابو عبداللہ سعید بن حمدان حکومت کر رہا تھا۔ ابو عبداللہ اخشید کی آمد کی خبر پا کر ابن مقاتل کو جو دمشق میں ابن رائق کے ساتھ تھا اپنا نائب مقرر کر کے کوچ کر گیا۔ جس وقت ابو عبداللہ اخشید حلب کے قریب پہنچا ابن مقاتل اس سے ملنے کے لیے آیا۔ اخشید نے اس کی بے حد عزت کی۔ بڑی آؤ بھگت سے پیش آیا اور محکمہ خراج مصر پر اسے مامور کیا۔ پھر حلب سے خلیفہ متقی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے رقہ کی جانب روانہ ہوا۔ منصف محرم ۳۳۳ھ میں خلافت مآب کی شرف حضوری حاصل کی۔ خلیفہ متقی نے اس کی بے حد عزت افزائی کی۔ اس نے آداب شاہی میں ضرورت سے زیادہ مبالغہ کیا۔ تحائف و ہدایا پیش کیے۔ وزیر السلطنت اور اراکین دولت کو بھی تحفے دیئے اور یہ درخواست کی کہ خلافت مآب میرے ہمراہ مصر یا شام میں چل کر قیام فرما دیں۔ خلیفہ متقی نے انکار میں جواب دیا اور اسے یہ ہدایت کی کہ تم کبھی بھول کر بغداد کا قصد نہ کرنا اور توزون کی طرف مائل نہ ہونا۔ اخشید نے اس کی کچھ سماعت نہ کی پھر خلیفہ متقی نے وزیر السلطنت ابن مقلہ کو توزون کے رعب و داب سے ڈرایا اور یہ حکم دیا کہ اخشید کے ساتھ مصر جا کر اسے اس کی تمام بلاد کی سند حکومت عطا کرو۔ وزیر السلطنت نے بھی اس حکم کی تعمیل نہ کی۔

خلیفہ متقی کی معزولی

اس اثنا میں توزون کے قاصد پیام لے کر دربار خلافت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ توزون نے خلافت مآب اور وزیر السلطنت کے لیے حلف اٹھایا ہے۔ خلیفہ متقی یہ سن کر فرطِ مسرت سے اچھل پڑا اور سامانِ سفر درست کر کے آخر محرم سنہ مذکور میں بغداد کی جانب کوچ کیا اور اخشید مصر کی جانب واپس ہوا۔ جس وقت خلیفہ مقام ہیت پہنچا توزون نے حاضر ہو کر زمین بوسی کی۔ اس سے خلیفہ متقی کو یقین ہو گیا توزون نے اپنے حلف کو پورا کیا اور اطاعت قبول کی۔ توزون نے خلافت مآب اور وزیر السلطنت کی نگرانی پر چند لوگوں کو مامور کیا مزید براں خلیفہ کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں اور بغداد کی طرف لوٹ آیا اور خلیفہ مستکفی کی خلافت کی بیعت کی۔

رقہ سے خلیفہ متقی کے روانہ ہونے کے بعد ناصر الدولہ نے اپنے ابن عم ابو عبداللہ بن سعید بن حمدان کو رقہ طریق فرات' دیار مضر' قنسرین' جند عواصم اور حمص پر مامور کیا۔ جس وقت ابو عبداللہ بن سعید رقہ کے قریب پہنچا اہل رقہ کو خود مختاری کی خواہش پیدا ہوئی۔ آمادہ بجنگ ہوئے۔ ابو عبداللہ کامیابی کے ساتھ ان لوگوں کو زیر کر کے حلب کی جانب روانہ ہوا اور اس سے پیشتر ان بلاد پر اس کی طرف سے محمد بن علی بن مقاتل مامور تھا۔

سیف الدولہ کا حلب و حمص پر قبضہ

رقہ سے خلیفہ متقی کی روانگی اور شام کی جانب اخشید کی واپسی پر یانس مونسی تن تنہا حلب میں باقی رہ گیا۔ سیف الدولہ کو دست درازی کا موقع مل گیا فوراً' فوجیں مرتب کر کے حلب کی طرف بڑھا اور یانس مونسی کے قبضہ سے اسے نکال لیا۔ اس کے بعد حمص کی جانب قدم بڑھایا فوراً" اخشید کی موالی سے مڈبھیڑ ہوئی سیف الدولہ نے اسے شکست دے دی' کافور نے دمشق کی جانب کوچ کیا۔ اہلِ دمشق نے اسے دمشق میں داخل نہ ہونے دیا اتنے میں مصر سے اخشید ملک شام آ گیا۔ اس وقت اس کی فوجی اور مالی حالت درست ہو گئی تھی۔ سیف الدولہ کا پتہ لگا کے اس کے تعاقب میں روانہ ہوا' مقام قنسرین میں فریقین نے صف آرائی کی مگر اتفاق ایسا آیا کہ خود بخود لڑائی سے رک رہے' سیف الدولہ جزیرہ کی جانب واپس ہوا اور اخشید دمشق کی طرف۔ اس کے بعد سیف الدولہ نے حلب کی جانب کوچ کیا۔ رومیوں کی فوجیں یہ خبر پا کر حلب کی سرحد پر آ گئیں۔ سیف الدولہ سینہ سپر ہو کر مقابلہ پر آیا اور کمال مردانگی سے لڑ کر انہیں مار بھگایا۔

خلیفہ مستکفی اور ناصر الدولہ کے مابین مصالحت

ان واقعات کے بعد ناصر الدولہ بن حمدان کو ان حالات کی خبر لگی توزون نے خلیفہ متقی کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں اور خلیفہ مستکفی کے ہاتھ پر خلافت و امارت کی بیعت کر لی ہے۔ناصر الدولہ نے خراج بھیجنا بند کر دیا۔توزون کے خدام یہ خبر پا کر ناصر الدولہ کے پاس چلے آئے' ناصر الدولہ نے ان لوگوں کو اپنی خدمت میں رکھ لیا۔اسی واقعہ نے گویا ان شرائط کا جو دربار خلافت بغداد اور ناصر الدولہ کے درمیان قرار پائے تھے' خاتمہ کر دیا۔توزون اور خلیفہ مستکفی فوجیں آراستہ کر کے بقصد موصل روانہ ہوئے' ناصر الدولہ اور ان دونوں سے خط و کتابت شروع ہوئی آخر الامر ۳۳۳ھ کے آخر میں شرائط صلح طے ہو گئیں اور صلح نامہ مکمل اور مرتب ہو گیا۔خلیفہ مستکفی اور توزون بغداد کی جانب واپس ہوئے۔

مطیع کی بیعت

اس واپسی کے بعد ہی توزون راہی ملک عدم ہوا' اس کے بعد امور سلطنت کا انتظام ابن شیرزاد کرنے لگا' اس نے واسط کی گورنری پر ایک سپہ سالار کو مقرر کیا اور تکریت کی حکومت پر ایک دوسرے سپہ سالار کو بھیجا جو سپہ سالار واسطہ کا گورنر ہو کر گیا تھا۔اس نے معزالدولہ بن بویہ کو دربار خلافت کے حالات لکھ بھیجے اور بغداد پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دی۔معز الدولہ بغداد آیا اور حکومت و خلافت پر قابض ہو گیا۔ اسی نے خلیفہ مستکفی کو تخت خلافت سے اتارا تھا اور مطیع کی خلافت کی بیعت لی تھی۔ باقی رہا وہ سپہ سالار جو تکریت کا حکمران ہو کر گیا تھا وہ ناصر الدولہ کے پاس موصل چلا گیا اور اس کے رفقاء میں داخل ہو گیا ناصر الدولہ نے اسے اپنی جانب سے تکریت کی سند حکومت عطا کی۔

ابن بویہ اور ابن حمدان کی لڑائی

جس وقت معز الدولہ بن بویہ نے دار الخلافت بغداد پر قابض ہو کر خلیفہ مستکفی کو معزول کیا ناصر الدولہ بن حمدان کو اس سے سخت ناراضگی پیدا ہوئی فوجیں آراستہ کر کے موصل سے عراق کی جانب روانہ ہوا۔معز الدولہ نے یہ خبر پا کر اپنے سپہ سالاروں کو ناصر الدولہ کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ دونوں فوجوں کا مقام عکبرا میں مقابلہ ہوا سخت خون ریز جنگ کی بنیاد پڑی۔ معز الدولہ خلیفہ مطیع کے ساتھ عکبرا کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت ابن شیرزاد بغداد میں تھا اور وہیں انتظام کی غرض سے مقیم رہا ان لوگوں کی روانگی کے بعد ناصر الدولہ سے جا ملا اور اس کی فوجوں کو داخل کر لیا چنانچہ ناصر الدولہ کی فوج نے غربی بغداد میں پڑاؤ کیا اور خود ناصر الدولہ مشرقی بغداد میں مقیم رہا چونکہ بغداد سے سلسلہ آمد و رفت منقطع ہو گیا تھا اس وجہ سے معزالدولہ اور خلیفہ مطیع کے لشکر گاہ میں گرانی شروع ہو گئی اور موصل سے رسد و غلہ جاری رہنے کی وجہ سے ناصر الدولہ کی فوج کو اس کا احساس تک نہ ہوا مزید براں ابن شیرزاد نے یہ کیا کہ معزالدولہ اور دیلم سے اہل بغداد کے خلاف امداد طلب کی۔اس سے اور بھی معز الدولہ کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے۔اہواز کی جانب واپس چلے جانے کا قصد کیا مگر کچھ سوچ کر اپنے ہمراہیوں کو بالائے دجلہ کی جانب جانے کا اشارہ کیا ناصر الدولہ کی فوج نے بڑھ کر ان کی مدافعت شروع کی' تھوڑے سے آدمی ناصر الدولہ کے رکاب میں رہ گئے۔ دلاوران دیلم کو موقع مل گیا۔قریب ترین مقام سے ناصر الدولہ کے سر پر آپہنچے اور اس کو شکست دے دی۔ معزالدولہ نے شرقی بغداد پر قبضہ کر لیا۔مطیع اپنے محل سرائے میں محرم ۳۳۵ھ میں پھر واپس آیا اور ناصر الدولہ عکبرا کی طرف لوٹ لیں' ناصر الدولہ کو اس امر کا احساس ہو گیا۔نہایت تیزی سے موصل کی جانب کوچ کیا۔اس کے ہمراہ ابن شیرزاد بھی تھا۔ اس کے بعد گیا۔مصالحت کی گفتگو شروع کی تو زینہ کے ترکوں کو ناصر الدولہ کا یہ فعل ناگوار گزرا۔سب نے مشورہ کر کے اس کے قتل پر کمریں باندھ معزالدولہ سے مصالحت ہو گئی۔

امارتِ جزیرہ وشام

۳۳۵ھ میں اخشید ابو بکر بن طغج والی مصر و شام رہگرائے ملک آخرت ہوا۔حکومت و ریاست کی کرسی پر اس کے بعد اس کا بیٹا ابو

القاسم انوجور متمکن ہوا۔ یہ ایک نو عمر شخص تھا اس پر کافور اسود جو اس کے باپ کا خادم تھا غالب ہو گیا۔ سیف الدولہ اس واقعہ سے مطلع ہو کر دمشق کی جانب آیا اور اس پر قابض ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد اہلِ دمشق کو سیف الدولہ سے بدظنی پیدا ہوئی اور ان لوگوں نے کافور کو بلا بھیجا۔ سیف الدولہ کو اس کی خبر لگ گئی' دمشق سے حلب کی طرف کوچ کر گیا۔ اہلِ دمشق نے تھوڑی دور تک تعاقب کیا۔ سیف الدولہ نے جزیرہ کی جانب قدم بڑھایا ۔ اور انوجور حلب میں مقیم رہا۔ اس کے بعد انوجور اور سیف الدولہ میں مصالحت ہو گئی۔ انوجور مصر کی جانب واپس ہوا۔ سیف الدولہ حلب کی طرف لوٹ آیا اور کافور نے تھوڑے دن دمشق کی حکومت پر بدر اخشیدی کو متعین کیا پھر ایک سال کے بعد اسے معزول کر کے ابو المظفر طغج کو سند حکومت عطا کی۔

ناصر الدولہ اور سردار تکین

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ناصر الدولہ کی رکاب میں ترکوں کا ایک گروہ تھا جو کہ توزون کے ہمراہیوں میں سے تھا اور وہ اس سے ناراض ہو کر ناصر الدولہ کے پاس چلے آئے تھے۔ جب ناصر الدولہ اور معز الدولہ کے درمیان مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی تو ان ترکوں نے ناصر الدولہ کے اس فعل سے ناراض ہو کر ہنگامہ کر دیا اور ناصر الدولہ کو قتل کرنے کی غرض سے ٹوٹ پڑے۔ ناصر الدولہ نے ان لوگوں کے پنجہ سے اپنے کو نجات دے کر ساحل غربی سے عبور کیا اور [1] قرامطہ نے اسے پناہ دی اور اسے ایک مقام محفوظ تک پہنچا دیا۔ ان لوگوں میں سے جو ناصر الدولہ کے ہمراہ تھے ایک ابن شیر زاد بھی تھا ناصر الدولہ نے کسی مصلحت سے اسے گرفتار کر لیا۔ ترکوں نے جمع ہو کر تکین شیرازی کو اپنا امیر بنایا اور جو لوگ ناصر الدولہ کے ہمراہیوں میں سے بچھڑ گئے تھے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا اور ناصر الدولہ کا موصل تک تعاقب کرتے چلے گئے' ناصر الدولہ نے موصل سے نکل کر نصیبین کا راستہ لیا اور ترکوں نے موصل پر قبضہ کر لیا۔

ناصر الدولہ نے معز الدولہ سے ترکوں کی زیادتیوں کی شکایت کی اور امداد کا خواستگار ہوا۔ معز الدولہ نے اپنے وزیر ابو جعفر ضمیری کی افسری میں ناصر الدولہ کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔ ترکوں نے موصل سے نکل کر ناصر الدولہ کے تعاقب میں نصیبین کی طرف قدم بڑھایا۔ سیف الدولہ یہ خبر پا کر سنجار چلا گیا پھر وہاں سے حدیثہ اور حدیثہ سے سن کا راستہ لیا۔ ترکوں کا گروہ اس کے تعاقب میں تھا۔ اس مقام پر فوجیں موجود تھیں' ان کی اور ترکوں کی برابر لڑائیاں ہوئیں جس میں ترکوں کو شکست ہوئی اور اس کا سردار تکین گرفتار ہو کر ناصر الدولہ کے پاس بھیج دیا گیا ناصر الدولہ نے اسی وقت اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں اور جیل میں ڈال دیا۔ اس کے بعد ضمیری کے ہمراہ موصل میں آیا اور ابن شیرزاد کو ضمیری کے حوالہ کر دیا۔ ضمیری نے اس کے ساتھ بغداد کی جانب کوچ کیا۔

جمان کی بغاوت و خاتمہ

جمان نامی ایک شخص توزون کے مصاحبوں میں سے تھا جو ترکوں کے ہمراہ ناصر الدولہ بن حمدان کے پاس چلا آیا تھا جب معز الدولہ اور ناصر الدولہ سے بغداد میں معرکہ آرائیاں ہونے لگیں تو ناصر الدولہ نے اسے مشکوک و مشتبہ ہو کر دیلمیوں کے ایک گروہ کے ساتھ مصلحتاً رحبہ کی سند حکومت عطا کر کے رحبہ بھیج دیا۔ رحبہ پہنچ کر اس کا اقتدار بڑھ گیا۔ ۳۳۶ھ میں اس نے ناصر الدولہ سے بغاوت کر دی اور دیار مضر پر قابض ہونے کا خواستگار اور مدعی ہو گیا۔ چنانچہ فوجیں آراستہ کر کے رقہ کی طرف روانہ ہوا' سترہ دن تک اس کا محاصرہ کیے رہا۔ پھر وہاں سے شکست کھا کر واپس ہوا۔ اس کے زمانۂ غیر حاضری میں اہل رحبہ نے اس کے ہمراہیوں اور عمال کو ان کی بدچلنی اور بداطواری کی وجہ سے نرغہ کر کے مار ڈالا جب یہ رقہ سے واپس آیا اور ان حالات سے مطلع ہوا تو اہل رحبہ پر سختی شروع کر دی اور ان پر قتل و غارت گری کا ہاتھ بڑھایا۔ اس اثنا میں ناصر الدولہ بن حمدان نے جمان کی سرکوبی کے لیے ایک فوج اپنے حاجب (لارڈ چمبرلین) کی افسری میں باروخ روانہ کی' دریائے فرات پر دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی' بہت بڑی لڑائی ہوئی۔ جمان کو شکست ہوئی۔ اثنائے جنگ میں جمان دریائے فرات میں ڈوب کر مر گیا۔ باقی رہے اس کے ہمراہی' انہوں نے باروخ سے امن کی درخواست کی' باروخ نے ان لوگوں کو امان دی اور فتح یابی کا جھنڈا لیے ہوئے ناصر الدولہ کی طرف واپس ہوا۔

[1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔ مترجم

ناصر الدولہ اور معز الدولہ

ان واقعات کے بعد ناصر الدولہ بن حمدان اور معز الدولہ بن بویہ میں پھر ان بن ہو گئی۔ ادھر معز الدولہ نے ۳۳۷ھ میں ناصر الدولہ سے جنگ کے ارادے سے دار الخلافت بغداد سے کوچ کیا ادھر ناصر الدولہ نے موصل سے نصیبین کی جانب قدم بڑھایا معز الدولہ نے پہنچتے ہی موصل پر قبضہ کر لیا۔ اس سے رعایا کو بے حد تکالیف کا سامنا کرنا پڑا' طرح طرح کے ظلم ان پر کیے گئے' ان کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ معز الدولہ نے ناصر الدولہ کے تمام بلاد پر قبضہ کر لینے کا پختہ ارادہ کیا تھا کہ اس اثنا میں خبر گوش گزار ہوئی کہ خراسان کی فوج نے جرجان اور رے کا قصد کیا ہے۔ اسی وقت اس نے اپنے بھائی رکن الدولہ کو ایک فوج کا افسر مقرر کر کے خراسان کی طرف روانہ کیا اس کے بعد ناصر الدولہ نے چونسٹھ ہزار درہم سالانہ خراج ادا کرنے پر موصل' جزیرہ اور شام کی حکومت کی سند حاصل کی اور مصالحت کر لی' شرائط صلح میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مساجد میں اس کے اور اس کے بھائیوں رکن الدولہ اور عماد الدولہ کے ناموں کے خطبے پڑھے جائیں۔ صلح نامہ لکھے جانے اور مرتب ہونے کے بعد معز الدولہ ماہ ذی الحجہ ۳۳۷ھ میں بغداد کی جانب واپس ہوا۔

سیف الدولہ کی فتوحات

سرحدی بلاد کی زمام حکومت سیف الدولہ بن حمدان کے قبضہ اقتدار میں تھی اور وہاں کے امور انتظامی کے سیاہ و سفید کا اسے اختیار حاصل تھا' ۳۳۵ھ میں دو ہزار قیدیوں کی رہائی پر بذریعہ نہر نملی رومی عیسائیوں سے مصالحت ہو گئی تھی مگر رومیوں نے اگلے سال ۳۳۶ھ میں بدعہدی کی اور شہر واسر عینن میں داخل ہو کر اسے اپنے ظلم و ستم کی جولانگاہ بنا لیا۔ تین دن ٹھہرے ہوئے لوٹ مار کرتے رہے۔ رومی عیسائیوں کی تعداد آٹھ ہزار تھی' دمستق ان کا سردار تھا' ۳۳۷ھ میں سیف الدولہ نے اس پر پیش قدمی کر کے معاوضہ لینے کی غرض سے بلاد روم پر بقصد جہاد چڑھائی کی رومی فوجیں مقابلہ پر آئیں گھمسان کی لڑائی ہوئی ان لوگوں نے اسے شکست دی۔ رومیوں نے مرعش پہنچ کر محاصرہ ڈالا اور اس پر قابض ہو کر طرسوس کی جانب بڑھے۔ رومیوں سے اور اہل طرسوس سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ ان واقعات پر سنہ مذکور تمام ہو جاتا ہے اور فریقین کی قسمتوں کا آخری فیصلہ یوں ہی ناتمام رہ جاتا ہے کہ اس اثناء میں ۳۳۸ھ کا دور آ جاتا ہے' سیف الدولہ اپنی فوج ظفر لیے ہوئے یلغار کر کے رومی مقبوضات میں گھس جاتا ہے۔ ہر چہار طرف ہنگامہ حشر برپا ہو گیا' بہت سے قلعے بزور تیغ فتح کر لیے بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا اور ہزاروں کو گرفتار کر کے لونڈی اور غلام بنا لیا' پھر جب سیف الدولہ بلاد روم سے واپس ہوا تو رومیوں نے ناکہ بندی کر لی اور نہایت سختی سے عساکر اسلامیہ کو پامال کرنے لگے۔ کچھ قید ہوئے اور کچھ قتل کیے گئے' جتنا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا اسے عیسائیوں نے واپس لے لیا۔ سیف الدولہ معدودے چند آدمیوں کے ساتھ جانبر ہو کر نکل آیا۔

معرکہ حرث

اس جنگ کے بعد چندے خاموشی کا زمانہ رہا۔ ۳۴۱ھ میں عیسائیوں نے پھر پیش قدمی شروع کی' شہر سروج کو بحالت غفلت لوٹ کر تاخت و تاراج کیا' اس کی خبر سیف الدولہ تک پہنچی تو اس نے اپنی فوج مرتب کر کے ۳۴۳ھ میں رومی مقبوضات پر حملہ کر دیا اور نہایت سختی سے انہیں پامال کرنے لگا' اپنے گزشتہ نقصانات کی اس مال غنیمت سے تلافی کر لی' ان لڑائیوں میں قسطنطین بن دمستق ان آدمیوں کے ساتھ جو قتل کیے گئے تھے' قتل کیا گیا' دمستق کو اس واقعہ جانکاہ سے بے حد صدمہ ہوا' جوش انتقام میں روم' روس اور بلغار کی فوجیں فراہم کیں اور سرحدی بلاد اسلامیہ کے ارادے سے کوچ کیا۔ سیف الدولہ کو اس کی خبر لگ گئی اس نے بھی عساکر اسلامیہ کو جمع کر کے دمستق کی گوشمالی کے خیال سے خروج کیا' حرث کے قریب دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا' سخت اور خون ریز جنگ کے بعد رومیوں کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کو قید و قتل کرنا شروع کر دیا' عیسائیوں کی ایک بڑی جماعت قید ہو کر آئی جن میں بعض عیسائی شہزادے اور ان کے مذہبی پیشوا تھے۔ انہیں قیدیوں میں دمستق کا داماد بھی تھا' سیف الدولہ فتح یابی کا سہرا باندھے اور مال غنیمت اور قیدیوں کو لیے

ہوئے واپس ہوا جتنے بھی رومی مقبوضات راستہ میں ملے انہیں تاخت و تاراج کرتا ہوا ازنہ کی جانب واپس ہوا کچھ دن تک وہاں مقیم رہا حتی کہ اس کا گورنر طرسوس حاضر خدمت ہوا سیف الدولہ اسے انعام اور صلہ مرحمت فرما کے حلب کی طرف واپس ہوا۔

رومیوں کو اس جنگ اور غیر متوقع شکست سے بے حد ملال ہوا۔ بحال پریشان اپنے شہروں کی طرف لوٹے اور کچھ عرصہ بعد اپنی حالت درست کرکے طرسوس اور الرہا پر چڑھائی کر دی۔ مسلمانوں کو ان کی نقل و حرکت کی اطلاع تک نہ تھی ابھی کھول کر عیسائیوں نے ان شہروں کے علاقہ جات اور گردونواح کو لوٹا اور پامال کیا بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کرکے واپس ہوئے۔

سیف الدولہ کی پیش قدمی و پسپائی

سیف الدولہ نے عیسائیوں کو اس پیش قدمی کی سزا دینے کی غرض سے ۳۴۲ھ میں بلاد روم پر بقصد جہاد حملہ کیا بے حد سختی سے کام لیا ہزارہا قصبات و دیہات اجڑ گئے متعدد قلعے مفتوح ہوئے عساکر اسلامیہ کے ہاتھ مال غنیمت سے مالا مال ہو گئے قیدیوں اور مال غنیمت کی کوئی انتہا نہ تھی الغرض سیف الدولہ قتل وغارت کرتا ہوا خرسنہ تک پہنچا اور خرسنہ پر اپنی فتح یابی کا جھنڈا گاڑ کر واپس ہوا۔ واپسی کے وقت رومی عیسائیوں نے ناکہ بندی کر لی اہل طرسوس نے رائے دی کہ چونکہ رومی عیسائیوں نے ان راستوں کی ناکہ بندی کر لی ہے جس سے آپ بلاد روم میں داخل ہوئے تھے اس وجہ سے مناسب یہ ہے کہ آپ ہم لوگوں کے ساتھ تشریف لے چلیں مگر سیف الدولہ نے اہل طرسوس کی رائے کا کچھ خیال نہ کیا اور نہ ان کے ہمراہ واپس ہوا آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں نے ہر چہار طرف سے آکر سیف الدولہ کو گھیر لیا جس قدر مال غنیمت رومی عیسائیوں سے عساکر اسلامیہ کے ہاتھ لگا تھا اسے پھر انہوں نے واپس لے لیا ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ جو تین سو سے متجاوز نہ تھی بہزار دقت و خرابی بسیار اپنے دارالحکومت واپس آیا اس کے بعد ۳۵۰ھ میں سیف الدولہ کا ایک سپہ سالار جو اس کے آزاد غلاموں میں سے تھا میافارقین کی طرف سے بلاد روم میں داخل ہوا بہت سا مال غنیمت اور ہزاروں قیدی لے کر صحیح و سالم واپس آیا۔

ناصر الدولہ اور معز الدولہ کی لڑائی

ناصر الدولہ اور معز الدولہ بن بویہ کی مصالحت اور ادائے خراج کے اقرار کا بیان ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں اس مصالحت کے تھوڑے دن بعد ناصر الدولہ نے بدعہدی کی اور مخالفت کا علم بلند کر دیا۔ سنہ مذکور نصف گزرا تھا کہ معز الدولہ نے ناصر الدولہ پر فوج کشی کر دی اور پہنچتے ہی موصل پر قبضہ کر لیا ناصر الدولہ اسے چھوڑ کر نصیبین چلا گیا۔ اس کے عمال اور سرداران لشکر مال و اسباب اٹھا لائے۔ ناصر الدولہ نے ان لوگوں کو اپنے قلعوں زعفرانی اور کواشی میں ٹھہرایا اور عرب سے سازش کرکے معز الدولہ کے لشکر کی رسد بند کر دی اس وجہ سے معز الدولہ کے لشکر گاہ میں بے حد گرانی ہو گئی۔ مجبوراً معز الدولہ نے نصیبین کی جانب کوچ کیا۔ سبکتگین حاجب کبیر کو موصل کی حکومت پر چھوڑتا گیا اثنا راہ میں یہ خبر لگی کہ ابو الرجا اور عبداللہ یہ خبر پا کر اپنا سارا مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ معز الدولہ کے لشکر نے پہنچ کر ان دونوں کے خیموں کو لوٹ لیا اس کے بعد وہ دونوں معز الدولہ کے لشکر گاہ کی طرف لوٹے۔ معز الدولہ کا لشکر ادھر غارت گری میں مصروف تھا ادھر دونوں بھائیوں نے بھی اپنی مٹھیاں گرم کر لیں اور سنجار کی طرف پھر لوٹے۔

معز الدولہ اور ناصر الدولہ کی مصالحت

معز الدولہ اس وقت نصیبین کے قریب پہنچ چکا تھا اور ناصر الدولہ یہ خبر پا کر نصیبین سے میافارقین بھاگ گیا تھا اس کے بہت سے ہمراہیوں نے معز الدولہ سے امان حاصل کر لی اور اس کے لشکر میں جا کر شامل ہو گئے۔ ناصر الدولہ اپنے بھائی سیف الدولہ کے پاس حلب چلا گیا اور وہیں قیام اختیار کیا۔ سیف الدولہ نے معز الدولہ سے اپنے بھائی ناصر الدولہ کے لئے مصالحت کی تحریک شروع کی۔ معز الدولہ نے اس وجہ سے کہ ناصر الدولہ نے ناحق عہد شکنی کی تھی مصالحت سے انکار کر دیا۔ سیف الدولہ نے ملک کے خراج

کی دو کروڑ نو لاکھ کی ضمانت لی۔ معز الدولہ نے اس سے مصالحت کی بنا پر ناصر الدولہ کے ہمراہیوں کو رہا کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۳۴۸ھ کا ہے۔ چنانچہ اس مصالحت کے بعد معز الدولہ عراق کی جانب واپس ہوا اور ناصر الدولہ موصل کی طرف۔

عیسائیوں کا عین زربہ و حلب پر قبضہ

ماہ محرم ۳۵۱ھ میں دمستق نے پھر سر اٹھایا۔ رومی عیسائیوں کو جمع کر کے عین زربہ پر چڑھائی کر دی۔ پہلے اس پہاڑی پر قبضہ کر لیا جو کہ عین زربہ کے قریب تھی اور کسی قدر اس سے بلندی پر واقع تھی۔ اس کے بعد عین زربہ پر محاصرہ ڈالا۔ چاروں طرف سے قلعہ شکن منجنیقیں نصب کرائیں اور شب و روز سنگ باری شروع کر دی۔ اہل شہر نے پریشان ہو کر امن کی درخواست کی دمستق نے ان لوگوں کو امان دی اور کامیابی کے ساتھ شہر میں داخل ہوا اور شہر میں داخل ہونے کے بعد اہل شہر کو امن دینے پر نادم ہوا اس وجہ سے کہ اہل شہر کا حال بے حد زبوں اور ابتر ہو گیا تھا۔ تمام شہر میں منادی کرا دی کہ تمام باشندگان شہر آج ہی اپنے اہل و عیال کے ساتھ شہر چھوڑ کر مسجد اقصے چلے جائیں۔ اس منادی سے تمام شہر میں بھگدڑ مچ گئی۔ کثرت اژدحام کے باعث ایک بڑا گروہ شہر پناہ کے دروازوں پر کچل کر مر گیا۔ کچھ لوگ راہوں میں جان بحق تسلیم ہو گئے۔ دوسرے وقت تک باقی ماندگان میں سے جس قدر شہر میں پائے گئے وہ مار ڈالے گئے۔ رومی عیسائیوں نے اہل شہر کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور شہر پناہ کی فصیلوں کو منہدم کر دیا۔ عین زربہ کے علاوہ اسی سلسلہ میں تقریباً چون قلعے عیسائیوں نے اور فتح کر لیے۔ بیس دن کے قیام کے بعد دمستق واپس ہوا اور اپنی فوج قیساریہ میں چھوڑتا گیا۔ چونکہ ابن الزیات والی طرسوس نے سیف الدولہ بن حمدان کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا تھا اس وجہ سے دمستق نے یہ خیال کر کے کہ سیف الدولہ اس کے ساتھ ہمدردی نہ کرے گا، آتے جاتے اس سے معارض ہوا اور لڑائی چھیڑ دی۔ اس کا بھائی ان معرکوں میں مار ڈالا گیا۔ اہل شہر نے سیف الدولہ کے نام کا خطبہ پھر پڑھنا شروع کیا اور اس کی حکومت اور اس کے اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ ابن الزیات گھبرا کر نہر میں کود پڑا اور ڈوب گیا۔

اس واقعہ کے بعد دمستق سرحدی بلاد کی جانب واپس ہوا اور نہایت تیزی سے حلب کی جانب بڑھا۔ سیف الدولہ فوجیں فراہم نہ کر سکا۔ اپنے تھوڑے سے ہمراہیوں کو لے کر مقابلہ پر آیا۔ عیسائیوں نے اسے شکست دے دی۔ آل حمدان نہایت بے رحمی سے پامال کیے گئے۔ دمستق نے ان تمام چیزوں پر جو سیف الدولہ کے محلرائے خارج حلب میں تھیں، قبضہ کر لیا۔ بہت سامان و اسباب ہاتھ آیا۔ آلات حرب کی کوئی حد نہ تھی۔ دمستق نے ان چیزوں پر قبضہ کے لینے کے بعد محلرائے کو مسمار کرا دیا اور اگلے دن شہر حلب کے محاصرہ پر فوج کو متعین کیا۔ اہل شہر نے بھی مدافعت پر کمر ہمت باندھی، دمستق نے اپنے مورچہ کو معلیٰ کوہ جوش پر لے جا کر قائم کیا اور رسد و غلہ کی آمدورفت بند کر دی جس سے شہر کے اندر لوٹ اور غارت گری شروع ہو گئی۔ لوگ اپنے مال و اسباب بچانے کے لیے لوٹنے بھڑنے لگے۔ فتنہ و فساد کے فرو کرنے کے لیے محافظین شہر پناہ کی توجہ اس جانب متوجہ ہوئی۔ دمستق نے اس امر کا احساس کر کے شہر پناہ پر قبضہ کر لیا اور کمال آسانی سے شہر کے اندر اپنی فوج کو اتار دیا پھر کیا تھا سارے شہر پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔ ان عیسائی قیدیوں نے بھی نرغہ کر دیا جو حلب میں محبوس تھے۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ تقریباً دس ہزار مسلمان قید کر لیے گئے جن میں چھوٹے چھوٹے لڑکے اور نہایت کم سن لڑکیاں بھی تھیں۔ جس قدر مال رومی لے کر جا سکتے تھے لے گئے باقی کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا بقیۃ السیف مسلمانوں نے شہر کے ایک قلعہ میں جا کر پناہ لی اور چاروں طرف سے قلعہ بندی کر لی۔ عیسائی بادشاہ کا ہمشیر زادہ قلعہ کی طرف محاصرہ کی غرض سے بڑھا۔ اہل قلعہ نے منجنیق کے ذریعہ سے ایک پتھر کھینچ مارا اتفاق سے یہ پتھر اس کے سر پر لگا فوراً تڑپ کر مر گیا۔ دمستق بادشاہ نے اس وجہ سے ان تمام مسلمان قیدیوں کو جو اس کے قبضہ میں تھے، جن کی تعداد بارہ سو تھی، اپنی آنکھوں کے روبرو قتل کرا دیا اور محاصرہ اٹھا کر واپس ہوا۔ سواد اور مضافات حلب سے متعارض نہ ہوا اور اس امید پر کہ آئندہ میرا چچا زاد بھائی ان لوگوں کو اپنے ظلم و ستم کا شکار بنانے کو آئے گا، شہر کے آباد کرنے کا حکم دے گا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی امید پوری نہ ہونے دی۔

سیف الدولہ کی عیسائیوں پر فوج کشی

سیف الدولہ نے شکست کے بعد اپنی فوجی حالت درست کی، عین زربہ کو عیسائیوں کے قبضہ سے نکال لیا۔اس کی شہر پناہ درست کرائی۔ اس کے حاجب نے اہل طرسوس کو مسلح کرکے بلاد روم میں فوج کشی کی اور ان کے مقبوضات کو تاخت و تاراج کرکے واپس ہوا۔رومیوں نے یہ خبر پاکر قلعہ سنتبہ پر چڑھائی کر دی اور اس پر قابض ہو گئے۔اس کے بعد قلعہ دلوکہ پر بھی قبضہ کر لیا۔اس کے علاوہ اور تین قلعوں کو بھی دبا لیا جو اس کے قرب و جوار میں تھے۔اس کے بعد نجا (سیف الدولہ کا غلام) قلعہ زیاد پر حملہ آور ہوا۔ رومیوں کے ایک گروہ سے مڈبھیڑ ہوئی۔میدان نجا کے ہاتھ رہا' رومی شکست کھا کر بھاگے تقریباً" پانچ سو عیسائی گرفتار ہوئے' اسی سنہ میں ابو فراس بن سعید بن حمدان گورنر منبج کو عیسائیوں نے گرفتار کر لیا۔ باقی ماندگان بھاگ کھڑے ہوئے۔۳۵۲ھ میں رومیوں نے بلوہ کرکے اپنے بادشاہ کو قتل کر ڈالا اور ایک غیر شخص کو حکومت کی کرسی پر متمکن کیا۔

اہلِ حران کی بغاوت

سیف الدولہ نے اپنے بھائی ناصر الدولہ کے بیٹے ہبہ اللہ کو دیار مضر وغیرہ کی حکومت پر مامور کیا تھا۔اس نے اہل دیار مضر کے ساتھ برے برتاؤ کیے' تجار کا مال و اسباب بتظلم و ستم چھیننے لگا۔ رؤسا اور امراء پر طرح طرح کے محاصل مقرر کیے۔اہل شہر وقت اور موقع کا انتظار کرنے لگے۔جب یہ اپنے چچا سیف الدولہ کے پاس چلا گیا تو اہل شہر نے اس کے عمال اور نائبوں پر حملہ کر دیا۔ان لوگوں کو مار بھگایا۔ ہبتہ اللہ ان واقعات سے مطلع ہو کر سرکوبی کی غرض سے ان لوگوں کی طرف روانہ ہوا۔ دو ماہ کامل ان کا محاصرہ کیے رہا قتل و غارت کرتا رہا اس کے بعد سیف الدولہ ان واقعات سے مطلع ہو کر آ پہنچا۔اہل شہر نے اطاعت قبول کی اور ہبتہ اللہ کو شہر میں داخل کر لیا۔ہبتہ اللہ نے بھی شہر میں داخل ہوتے ہی قتل عام کا حکم دیا۔بات کی بات میں بغاوت فرو ہو گئی۔

ہبتہ اللہ کی بغاوت

اسی سنہ میں سیف الدولہ نے موسم گرما میں اپنی فوجیں بلاد روم پر جہاد کی غرض سے روانہ کیں' چنانچہ اہل طرسوس ایک سرحد سے داخل ہوئے دوسری سرحد کی طرف سے نجا نے قدم بڑھایا اور چونکہ سیف الدولہ اس سے دو برس پہلے سے عارضہ فالج میں مبتلا ہو گیا تھا اس وجہ سے بغرض معالجہ ایک سرحد پر اس نے بھی پڑاؤ کیا۔ اہل طرسوس نے نہایت مستعدی سے اپنے فرائض ادا کیے جہاد کرتے ہوئے قونیہ تک پہنچے اور مظفر و منصور مال غنیمت لیے ہوئے واپس ہوئے۔سیف الدولہ بھی حلب کی جانب واپس ہوا اور تکلیف کی اس درجہ زیادتی ہوئی کہ لوگوں نے اس کی موت کی خبر اڑا دی۔ اس کا بھائی ہبتہ اللہ حکمرانی کے شوق میں اٹھ کھڑا ہوا اور ابن نجا عیسائی کو جو کہ سیف الدولہ کے غلاموں میں سے تھا، قتل کر ڈالا اور جب اسے اپنے چچا کی زندگی کا یقین ہو گیا تو حران کی جانب کوچ کر گیا اور وہاں پہنچ کر قلعہ نشین ہو گیا۔سیف الدولہ نے اس کے تعاقب پر نجا کو مامور کیا چنانچہ نجا ہبتہ اللہ کی جستجو اور گرفتاری کی غرض سے حران آیا۔ ہبتہ اللہ یہ خبر پاکر اپنے باپ کے پاس موصل چلا گیا اور نجا نے آخر شوال ۳۵۳ھ میں حران میں قیام کر دیا اور اہل حران سے دس لاکھ درہم بطور تاوان اور جرمانہ کے پانچ دن کے اندر بزور و جبر وصول کیے۔اہل حران نے اپنے قیمتی قیمتی اسباب فروخت کر ڈالے اور جلا وطن ہو کر میافارقین کا راستہ لیا۔

نجا کی بغاوت

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ نجا کو جو کچھ اہل حران کی ساتھ کرنا تھا کر چکا اور ان کے مال و اسباب پر بزور و جبر قابض ہو گیا۔اس سے اس کی قوت بڑھ گئی اور خیالات میں معقول طور سے تبدیلی واقع ہو گئی۔ فوجیں آراستہ کرکے میافارقین کی طرف روانہ ہوا اور بلاد آرمینیہ کا قصد کیا۔اکثر بلاد آرمینیہ پر عراق کا ایک شخص جو ابو الورد کے نام سے معروف و مشہور تھا ایک مدت سے قابض تھا' نجا

نے ابو الورد کو زیر کرکے اس کے مقبوضات اور قلعوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا خلاط اور شاذکرد پر قابض ہو گیا اور ابو الورد کا بہت سا مال و اسباب ضبط کرکے ابو الورد کو مار ڈالا۔ ان واقعات کے بعد نجا نے سیف الدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اتفاق وقت سے اسی زمانہ میں معز الدولہ بن بویہ نے موصل اور نصیبین پر قبضہ کر لیا تھا۔ نجا نے بنی حمدان کے مقابلہ پر اس سے امداد طلب کی[1] اس کے بعد معزالدولہ سے ناصر الدولہ نے مصالحت کر لی اور معز الدولہ بغداد کی جانب واپس ہوا پس سیف الدولہ نے نجا کی سرکوبی کے لیے اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ نجا مقابلہ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ سیف الدولہ نے ان تمام بلاد پر جسے نجا نے ابو الورد سے چھین لیا تھا قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد نجا اور اس کے بھائیوں اور اس کے ہمراہیوں نے سیف الدولہ سے امن کی درخواست کی' سیف الدولہ نے انہیں امان دی اور نجا کو بدستور اس کے عہدہ پر بحال رکھا۔ اس واقعہ کے بعد ماہ ربیع ۳۵۳ھ میں نجا پر میافارقین میں اس کے غلاموں میں سے ایک غلام نے رات کے وقت اسی کے مکان میں حملہ کرکے اس کی زندگانی کا خاتمہ کر دیا۔

معزالدولہ و ناصر الدولہ میں جنگ و مصالحت

ناصر الدولہ اور معزالدولہ کے درمیان دس لاکھ درہم سالانہ پر مصالحت ہو گئی تھی' اس کے بعد ناصر الدولہ نے مقررہ خراج ادا کرنے کے لیے یمن میں اپنے بیٹے ابو ثعلب مظفر کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔ معز الدولہ نے اس درخواست کو منظور نہ کیا اور فوجیں مرتب کرکے نصف ۳۵۳ھ میں موصل کی جانب کوچ کر دیا۔ ناصر الدولہ یہ خبر پا کر نصیبین چلا گیا۔ معز الدولہ نے پہنچتے ہی موصل پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر موصل سے ناصر الدولہ کے تعاقب میں روانہ ہوا' روانگی کے وقت موصل کے مالی اور جنگی صیغوں پر اپنی جانب سے جدا جدا نائب مقرر کرتا گیا۔ ناصر الدولہ کو نصیبین میں بھی چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ معزالدولہ کی آمد کی خبر پا کر نصیبین کو خالی کر دیا' معز الدولہ نے پہنچ کر نصیبین پر بھی قبضہ کر لیا۔ ان واقعات کے اثنا میں ابو ثعلب کو موقع مل گیا فوراً" موصل پر آ پہنچا اور قتل و غارت گری کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ اس کے اطراف و جوانب پر تاخت و تاراج کا ہاتھ بڑھایا۔ معزالدولہ کے سپہ سالاروں اور عمال نے ابو ثعلب کے حملوں کا مقابلہ کیا اور اسے شکست فاش دے دی' اس سے معزالدولہ کے قلب کو اطمینان حاصل ہوا اور قیام پذیر ہو کر اس کے آئندہ حالات کا انتظار کرنے لگا۔

اس مرتبہ ناصر الدولہ موقع پا کر موصل آ گیا اور معز الدولہ کے ہمراہیوں اور سپہ سالاروں پر حملہ کرکے قتل کر ڈالا اور اس میں سے جو سپہ سالاروں کا سردار تھا اسے قید کر لیا' مال و اسباب اور ان آلات حرب پر جسے معزالدولہ موصل چھوڑ گیا تھا قبضہ کر لیا اور نہایت تیزی سے تمام چیزیں قلعہ کو اسی میں اٹھا لایا۔ اس واقعہ کی اطلاع معز الدولہ تک پہنچی' بے حد صدمہ ہوا' چونکہ ناصرالدولہ کی قوت بڑھ گئی تھی اور بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی تھیں' معزّ الدولہ اس مہم کو سر نہ کر سکا۔ مصالحت کا نامہ و پیام بھیجا' ناصر الدولہ نے پیام صلح پا کے اپنی رضا مندی ظاہر کی۔ چنانچہ ناصر الدولہ اور معزّ الدولہ کے درمیان اس طور سے مصالحت ہوئی کہ معز الدولہ نے ناصر الدولہ کو موصل دیار ربیعہ اور اس کے تمام صوبجات کی سند حکومت بہ ادائے خراج مقررہ مرحمت فرمائی اور ناصر الدولہ کے ہمراہیوں سے یہ اقرار لیا گیا کہ مصالحت کے بعد ان قیدیوں کو قید سے رہا کر دے جو کہ معزالدولہ کے ہمراہیوں میں سے اس کے قبضہ میں ہیں۔ الغرض صلح نامہ مکمل اور مرتب ہونے کے بعد معز الدولہ بغداد کی جانب واپس ہوا۔

عیسائیوں کا مصیصہ اور طرسوس پر قبضہ

۳۵۳ھ میں دمستق عیسائی بادشاہ نے لشکر روم کے ساتھ بلاد اسلامیہ کے تاخت و تاراج کرنے کی غرض سے حملہ کیا۔ مصیصہ پر پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا اور نہایت شدت سے لڑائی شروع کر دی' اس کے قصبات اور مضافات کو جلا کر خاک کر دیا شہر پناہ کی دیوار میں بہت بڑا روزن بنا لیا۔ اہل شہر کمال جدوجہد سے اس کی مدافعت کر رہے تھے' چنانچہ ایک حد تک ان کو کامیابی بھی ہو گئی تب دمستق نے اذنہ

[1] اصل کتاب میں اس جگہ کچھ نہیں لکھا ہے۔ (مترجم)۔

اور طرسوس کی جانب کوچ کیا اس کے اطراف و جوانب میں اس کا جورو ستم حد سے بڑھ گیا ہزارہا مسلمانوں کو تہ تیغ کیا گرانی بہت بڑھ گئی، اشیاء خوردنی قریب قریب ناپید ہو گئیں۔ سیف الدولہ کا مرض قدیم پھر عود کر آیا جس کی وجہ سے وہ ان عیسائیوں کی سرکوبی کے لیے نہ اٹھ سکا خراسان سے پانچ ہزار پیادہ جہاد کی غرض سے آپہنچے۔ سیف الدولہ نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اور ان لوگوں کے آجانے کی وجہ سے عیسائی کی مدافعت پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اتفاق یہ کہ ان مجاہدین کے پہنچنے سے پیشتر رومی عیسائی اپنے بلاد کی طرف واپس ہو گئے تھے۔ ان مجاہدین کا گروہ گرانی اور غلہ کی کمی کی وجہ سے سرحدی بلاد میں متفرق اور منتشر ہو گیا۔ رومی عیسائی پندرہ یوم کے بعد پھر واپس ہوئے اور دمستق نے اہل مصیصہ' اذنہ اور طرسوس کو اپنی واپسی کی دھمکی دی اور انہیں جلاوطن ہو کر چلے جانے کی تاکید کی' ان لوگوں نے سماعت نہ کی تب دمستق پھر ان لوگوں کو طرف لوٹ آیا اور طرسوس کا محاصرہ کر لیا بہت بڑی لڑائی ہوئی' ہزارہا جانیں تلف ہوئیں۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کے بطریقوں میں سے ایک بطریق کو گرفتار کر لیا دمستق گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ عیسائی ناکام ہو کر اپنے ملک کی طرف واپس ہوئے۔ اس کے بعد یغفور بادشاہ روم نے قسطنطنیہ سے ۳۵۴ھ میں اسلامیہ سرحدی بلاد کی جانب حملہ کیا اور قیساوریہ کے نام سے ایک شہر آباد کر کے قیام پذیر ہوا اور چاروں طرف فوجیں روانہ کیں۔ اہل مصیصہ اور طرسوس نے مصالحت کا پیام بھیجا۔ رومی بادشاہ نے صلح سے انکار کیا اور بنفسہ فوج کے ساتھ مصیصہ کی طرف روانہ ہوا۔ اہل مصیصہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ رومی بادشاہ بزور جنگ شہر میں گھس پڑا اور اسے خوب پامال اور تاخت و تاراج کیا وہاں کے باشندوں کو بلاد روم کی طرف جلاوطن کر کے بھیج دیا۔ ان جلاوطنوں کی تعداد دو لاکھ تھی۔ اس مہم سے فارغ ہو کر طرسوس کی طرف گیا اور اہل طرسوس کو اس شرط پر امن دے کر شہر پناہ کے دروازے کھلوا لیے کہ وہ لوگ جتنا مال و اسباب لے جا سکیں اپنے ساتھ اٹھا لے جائیں اور طرسوس کو چھوڑ کر انطاکیہ چلے جائیں چنانچہ اہل طرسوس اس شرط کے مطابق طرسوس کو خیرباد کہہ کر انطاکیہ کی جانب روانہ ہوئے۔ بادشاہ روم نے چند دستہ فوج کو ان کی نگرانی پر مامور کر دیا تاکہ انطاکیہ کے سوا اور کسی طرف جانے نہ پائیں۔ اہل طرسوس کی جلاوطنی کے بعد عیسائی بادشاہ طرسوس کی تعمیر اور آبادی کی جانب متوجہ ہوا ہر طرح سے اسے مضبوط اور مستحکم بنانے کی تدبیریں کیں۔ گردونواح سے رسد و غلہ فراہم کر کے طرسوس میں جمع کیا اور جب اس انتظام سے فراغت پائی قسطنطنیہ کی جانب واپس ہوا اس کے بعد دمستق بن شمیشق نے بقصد جنگ سیف الدولہ میافارقین کا قصد کیا لیکن بادشاہ قسطنطنیہ نے روک دیا۔

اہلِ انطاکیہ کی بغاوت

جس وقت رومیوں نے طرسوس پر قبضہ کر لیا رشیق نسیمی ان کے سپہ سالاروں اور ان کے مدبرین میں سے چند نفر کے ساتھ انطاکیہ پہنچا ابن ابی الاہوازی بھی جباۃ سے انطاکیہ میں اس کے پاس آ گیا اور اسے بغاوت پر ابھارا اور اسے یہ سمجھایا کہ سیف الدولہ میافارقین میں علیل ہے، نقل و حرکت سے مجبور ہو رہا ہے شام سے واپس نہیں آ سکے گا۔ مزید برآں جو کچھ اس کے پاس زرنقد تھا اس سے اس کی امداد کی رشیق نے بغاوت پر کمر باندھ لی اور انطاکیہ کو دبا بیٹھا اس کے بعد حلب کی طرف بڑھا' اس وقت حلب میں عرقوبہ تھا۔

رفتہ رفتہ اس کی خبر سیف الدولہ تک پہنچی کہ رشیق نے بغاوت پر کمر باندھی ہے' ابن الاہوازی انطاکیہ چلا گیا ہے اور دیلم میں سے ایک شخص کو اس کی امارت پر مامور کیا ہے' اس شخص کا نام وزیر تھا' اس نے اپنے کو امیر کے لقب سے ملقب کیا اور یہ خیال قائم کیا کہ یہ علوی ہے اس نے اپنے کو استاد کے نام سے موسوم کیا۔ اس نے اہل انطاکیہ کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیے۔ عرقوبہ نے حلب سے اس کا قصد کیا' ان لوگوں نے اسے شکست دے دی' اس کے بعد سیف الدولہ میافارقین سے حلب آ پہنچا اور فوجیں تیار کر کے انطاکیہ کی جانب کوچ کیا اور وزیر اور اہوازی سے مدتوں لڑتا رہا۔ بالآخر یہ دونوں گرفتار کر کے سیف الدولہ کے روبرو پیش کیے گئے' سیف الدولہ نے وزیر کو سزائے موت دی اور ابن اہوازی کو چندے قید رکھ کے قتل کر ڈالا۔ انطاکیہ کی بغاوت فرو ہو گئی۔

اس کے بعد حمص میں مروان قرمطی نے بغاوت کر دی' یہ قرامطہ کے متبعین میں سے تھا سیف الدولہ کی جانب سے یہ سواحل کی

حکومت پر تھا۔جس وقت اس کی قوت بڑھ گئی اس نے حمص میں مخالفت کا اعلان کرکے قبضہ کر لیا اس کے علاوہ جن دنوں سیف الدولہ میافارقین گیا ہوا تھا وہ ان شہروں پر قابض ہو گیا۔سیف الدولہ نے اس کی سرکوبی پر عرقوبہ اور اپنے غلام بدر کو فوجیں دے کر روانہ کیا۔ دونوں فریق مدتوں لڑتے رہے' انہی لڑائیوں میں مروان کو ایک پتھر آ لگا مگر پھر بھی ثابت قدمی سے لڑتا رہا'اس کے ہمراہی جی توڑ کر لڑ رہے تھے' ان لڑائیوں میں سے کسی لڑائی میں بدر گرفتار ہو گیا۔مروان نے اسے بارِ حیات سے سبکدوش کر دیا۔مروان اس واقعہ کے بعد چند روز زندہ رہا۔

رومیوں کا دارا پر قبضہ

۳۵۵ھ میں رومی عیسائیوں کے لشکر نے سرحدی بلاد اسلامیہ کی جانب قتل و غارت گری کی غرض سے حملہ کیا چنانچہ آمد پر پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا اور اہل آمد کے قتل اور قید کرنے میں کامیابی حاصل کی مگر فتح یاب نہ ہوا۔اہل آمد نے قلعہ بندی کر لی تب عیسائیوں نے دارا کی طرف جو کہ میافارقین کے قریب واقع تھا'قدم بڑھایا اور اس پر قابض ہو گئے باشندگان دلر انصیبین چلے گئے۔ان دنوں سیف الدولہ وہیں موجود تھا'ان لوگوں کے بھاگ آنے سے بے حد مغموم ہوا'اسی وقت عرب کے نامی جنگ آوروں کو ان کے ہمراہ لڑائی پر جانے کی غرض سے بلا بھیجا'رومی عیسائی یہ خبر پا کر الٹے پاؤں لوٹ گئے اور سیف الدولہ ان کی جگہ وہاں پر قیام پذیر ہوا۔ رومی عیسائی دارا سے نکل کر انطاکیہ جا پہنچے'مدتوں اس کا محاصرہ کیے رہے اور اس کے گردونواح کو لوٹتے رہے۔اہل انطاکیہ نے ناکہ بندی کر لی'مجبوراً ناکام ہو کر طرسوس کی جانب واپس ہو گئے۔

سیف الدولہ کی وفات

ماہ صفر ۳۵۵ھ میں سیف الدولہ ابو الحسن علی بن ابی الہیجاء عبداللہ بن حمدان نے حلب میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔ نعش میافارقین اٹھا لائی گئی اور وہیں دفن کر دی گئی۔اس کی جگہ تخت حکومت پر اس کا بیٹا ابو المعالی شریف متمکن ہوا۔

ناصر الدولہ کی اسیری

پھر اسی سنہ میں ماہ جمادی الاولیٰ میں ناصر الدولہ برادر سیف الدولہ کو اس کے بیٹے ابو ثعلب نے موصل میں قید کر دیا۔ابو ثعلب ناصر الدولہ کا لڑکا تھا'قید کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ناصر الدولہ نے بڑھاپے کی وجہ سے بداخلاقی شروع کر دی۔اس کی اولاد اور اس کے ارکین حکومت نے مخالفت کی'ناصر الدولہ ان لوگوں کے ساتھ بھی سختی سے پیش آنے لگا'اس سے ان لوگوں کے دل ناصر الدولہ سے بیزار ہو گئے۔ جب ان لوگوں کے کانوں تک معز الدولہ بن بویہ کے قصد کی خبر پہنچی تو ناصر الدولہ کی اولاد نے عراق کا قصد کیا' ناصر الدولہ نے ان لوگوں کو روکا اور یہ کہا کہ صبر کرو یہاں تک بختیار بن معز الدولہ داد و دہش کرنے لگے' جب معز الدولہ کا ذخیرہ ختم ہو جائے گا اس وقت تم لوگوں کا فتح یاب ہونا آسان ہو جائے گا اور اگر میرا کہنا تم نہ سنو گے تو میں تم لوگوں کے خلاف معز الدولہ سے امداد طلب کر کے تم لوگوں کو بے حد زیر بار کروں گا'اس پر ناصر الدولہ کی اولاد نے اصرار کیا' ابو ثعلب کو موقع مل گیا اس نے ارکین دولت اور خادموں کو اپنے ساتھ ملا کر اپنے باپ کو گرفتار کر کے قلعہ میں نظر بند کر دیا اور اس کی خدمت پر چند لوگوں کو مامور کر دیا۔اس معاملہ میں ابو ثعلب کے بعض بھائیوں نے ابو ثعلب کی مخالفت کی اس وجہ سے اس کے کاموں اور نظام حکومت میں ایک گونہ اضطراب اور اختلال پیدا ہو گیا۔ مجبوراً اسے بختیار بن معز الدولہ سے ملنا پڑا۔ اپنے بھائیوں کے مقابلہ میں دلائل اور براہین پیش کرنے کی غرض سے تجدید عہد نامہ کی درخواست کی پس بختیار بن معز الدولہ نے تیس لاکھ درہم سالانہ پر اسے سند حکومت دے دی۔

ابو المعالی کی حلب میں حکومت

سیف الدولہ کے انتقال کے بعد جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اس کا بیٹا ابو المعالی شریف عنانِ حکومت کا مالک ہوا' سیف الدولہ نے اپنے زمانۂ حیات میں ابو فراس بن ابی العلاء سعد بن حمدان کو حلب کی حکومت پر متعین کیا تھا' رومیوں نے اسے منبج کی لڑائی میں گرفتار کر لیا پھر جب ۳۵۵ھ میں سیف الدولہ اور عیسائیان روم کے درمیان مصالحت ہوئی تو سیف الدولہ نے اس کا زر فدیہ ادا کرکے اسے قید فرنگ سے نجات دلائی تھی اور حمص کی گورنری پر متعین کر دیا تھا' سیف الدولہ کی وفات کے بعد اسے المعالی کی جانب سے منافرت اور کشیدگی پیدا ہوئی' حمص کو چھوڑ کر حمص ہی کے قریب ایک وادی کے کنارے صدو نامی ایک گاؤں میں قیام اختیار کیا اور مخالفت کا اعلان کر دیا۔ پس ابو المعالی نے بنی کلاب وغیرہ دیہاتی عربوں کو جمع کرکے عرقوبہ کے ساتھ ابو فراس کی جستجو اور گرفتاری پر روانہ کیا چنانچہ عرقوبہ اس کی تلاش میں صدو پہنچا' ابو فراس کے ہمراہیوں نے ابو فراس کے لیے امن کی درخواست کی' ابو فراس بھی انہی لوگوں میں تھا' عرقوبہ نے انہیں امان دی اور جب وہ لوگ آزادانہ نکلنے لگے تو عرقوبہ نے ابو فراس کو گرفتار کرا کے قتل کر ڈالا اور سر اتار کر ابو المعالی کی خدمت میں بھیج دیا' ابو فراس اس کا ماموں تھا۔

ابو ثعلب اور حمدان کی جنگ و مصالحت

ناصر الدولہ بن حمدان کی ایک بیوی فاطمہ بنت احمد کردی نامی تھی' یہی ابو ثعلب کی ماں تھی' اس نے اپنے بیٹے ابو ثعلب کا اس کے باپ کی گرفتاری میں ہاتھ بٹایا' جب ناصر الدولہ نظر بند کر دیا گیا تو ناصر الدولہ نے اپنے بیٹے حمدان کو قید کی تکلیف سے نجات دینے کے لیے بلا بھیجا' اتفاق سے اس خط کے مضمون سے ابو ثعلب مطلع ہو گیا' اس نے اپنے باپ کو قلعہ موصل سے قلعہ کواشی منتقل کر دیا۔ شدہ شدہ اس کی خبر حمدان تک گئی' یہ اپنے چچا سیف الدولہ کی وفات کے وقت رحبہ سے رقہ چلا گیا تھا اور اس پر قابض ہو گیا تھا' جب اسے اس کے باپ کا یہ خط ملا تو فوراً نصیبین کی جانب کوچ کیا اور فوجیں مرتب کرنے لگا اور اپنے بھائی کے پاس کہلا بھیجا کہ پدر بزرگوار کو قید کی تکلیف سے نجات دے دو ورنہ خیر نہ ہو گی۔ ابو ثعلب یہ پیام پا کر آگ بگولا ہو گیا' سامان جنگ درست کرکے حمدان سے جنگ کرنے کے لیے کوچ کر دیا۔ حمدان مقابلہ نہ کر سکا شکست کھا کے رقہ کی طرف چلا گیا' ابو ثعلب بھی اس کے تعاقب میں رقہ پہنچا' کئی مہینے اس کا محاصرہ کئے رہا' پھر دونوں میں مصالحت ہو گئی اور ہر ایک اپنے اپنے دارالحکومت واپس آیا' اس کے بعد قید ہی کی حالت میں ناصر الدولہ ۳۵۸ھ میں راہگزار عالم آخرت ہوا' موصل میں دفن کیا گیا۔

ابو ثعلب نے اپنے بھائی ابو البرکات کو حمدان کے پاس رحبہ روانہ کیا' اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ حمدان کے ہمراہی اور اعوان و انصار حمدان سے علیحدہ ہو گئے۔ حمدان نے بختیاری کے سایۂ عاطفت میں پناہ حاصل کرنے کے لیے عراق کا راستہ لیا' کوچ و قیام کرتا ہوا رمضان سنہ مذکور میں بغداد میں داخل ہوا' تحائف اور ہدایا پیش کیے' بختیار بن معز الدولہ نے ابو ثعلب کے پاس نقیب احمد پدر شریف رضی کو اس کے بھائی حمدان سے مصالحت کر لینے کا پیام دے کر بھیجا' اس نے اس تحریک کے مطابق مصالحت کر لی چنانچہ صلح ہو جانے کے بعد حمدان نصف ۳۵۹ھ میں رحبہ کی جانب واپس ہوا' البرکات نے اس کی رفاقت ترک کر دی' چند روز بعد اس نے حمدان کو طلبی کا خط روانہ کیا' حمدان نے حاضری سے انکار کیا اس پر ابو ثعلب نے اپنے بھائی ابو البرکات کو دوبارہ اپنی فوجوں کا افسر اعلیٰ مقرر کرکے حمدان کی طرف روانہ کیا' حمدان نے یہ خبر پا کر رحبہ چھوڑ دیا اور بیاباں کا راستہ لیا' ابو البرکات نے رحبہ پر قبضہ کر لیا اور اپنی جانب سے ایک شخص کو مامور کرکے رقہ کی طرف کوچ کیا پھر رقہ سے عربان کی جانب روانہ ہوا' حمدان موقع پا کر رحبہ پہنچ گیا اور بزور تیغ شہر میں گھس کر ابو ثعلب کے عمال اور حکام کو مار ڈالا۔ ابو البرکات اس واقعہ سے مطلع ہو کر لوٹا' دونوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی' حمدان نے ابو البرکات کے سر پر ایسی چوٹ لگائی کہ اس کا سر پھٹ گیا' گھوڑے سے کھینچ کر زمین پر ڈال دیا اور جھٹ پٹ مشکیں باندھ کر گرفتار کر لیا۔ زخم کاری لگا تھا' اسی دن مر گیا' نعش موصل لائی گئی اور وہیں اپنے باپ کے پاس دفن کیا گیا۔

تب ابو ثعلب نے بذاتہٖ حمدان کو ہوش میں لانے کی غرض سے تیاری کی' اپنے بھائی ابو فراس محمد کو نصیبین کی حکومت پر مامور کیا

پھر تھوڑے دنوں بعد اس وجہ سے کہ اس نے حمدان سے سازش کر لی تھی، معزول کر دیا اور طلب کر کے گرفتار کر لیا بلاد موصل کے قلعہ تلاشی میں لے جا کر قید کیا۔ اس واقعہ سے اس کے اور بھائیوں ابراہیم اور حسن پر برا اثر پڑا۔ وہ لوگ اس سے ناراض اور کشیدہ خاطر ہو کر ماہ رمضان ۳۶۳ھ میں اپنے بھائی حمدان کے پاس چلے گئے۔ ابو ثعلب اس سے مطلع ہو کر ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے مقابلہ سے جی چرایا پھر ابراہیم اور حسن (اس کے دونوں بھائیوں) نے ۳۷۵ھ میں دھوکہ دینے کی غرض سے امن کی درخواست کی۔ ابو علن نے انہیں امن دے دیا اور ان کے خبث باطنی سے مطلع نہ ہوا حمدان کے اکثر مصاحبوں نے ان دونوں کی اتباع کی۔ حمدان سنجار سے عربان واپس آیا اس اثنا میں ابو ثعلب اپنے بھائیوں کے دغا اور فریب سے مطلع ہو گیا۔ دونوں یہ خبر پا کر بھاگ گئے۔ اس کے بعد حسن نے امن کی درخواست پیش کی اور پھر ابو ثعلب کی خدمت میں لوٹ آیا۔

ابو ثعلب کا رحبہ پر قبضہ

حمدان نے رحبہ میں بطور نائب اپنے غلام نجا کو مامور کر رکھا تھا۔ نجا اس کے تمام اسباب اور مال و زر پر قبضہ کر کے اور سب مال لے کر حران بھاگ گیا۔ اس وقت حران میں سلامہ برقعیدی ابو ثعلب کی جانب سے امارت کر رہا تھا۔ حمدان رحبہ کی طرف واپس ہوا اور ابو ثعلب قرقیسا چلا گیا اور وہاں پہنچ کر رحبہ کی طرف فوجیں روانہ کیں چنانچہ اس فوج نے فرات کو عبور کر کے رحبہ پر قبضہ کر لیا۔ حمدان اپنی جان بچا کر اپنے بھائی ابراہیم کے ساتھ سنجار چلا گیا۔ والی سنجار نے ان دونوں کی بڑی آؤ بھگت کی، یہ دونوں مدتوں وہاں ٹھہرے رہے اور ابو ثعلب موصل کی جانب واپس چلا آیا۔ یہ تمام واقعات آخر ۳۹۰ھ میں وقوع پذیر ہوئے تھے۔

عیسائیوں کا شام و طرابلس پر حملہ

۳۸۵ھ میں بادشاہ روم ملک شام میں داخل ہوا کیوں کہ ملک شام میں کوئی ایسا شخص اس وقت موجود نہ تھا جو اسے ترکی بہ ترکی جواب دیتا یا اس کی مدافعت کرتا۔ بے کھول کر اطرافِ طرابلس کو تاخت و تاراج کیا۔ اہلِ طرابلس نے اپنے گورنر کو اس کے ظلم و ستم کی وجہ سے رقہ کی طرف نکال دیا تھا۔ رومیوں کو موقع مل گیا۔ طرابلس میں لوٹ مار کر کے رقہ کی جانب بڑھے اور ایک طویل محاصرہ کے بعد اس پر بھی قابض ہو گئے اور اسے خاطر خواہ تاخت و تاراج کیا۔ اس کے بعد اہل حمص نے ان عیسائیوں کے پہنچنے سے پہلے حمص کو خالی کر دیا تھا۔ رومی عیسائیوں نے پہنچتے ہی اسے جلا کر خاک کر دیا اور بلاد سواحل کی طرف جھکے، ان شہروں میں سے اٹھارہ شہروں پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑا اور عام طور سے قصبات اور دیہات کو پامال کیا۔ ان واقعات سے عیسائیوں کے حوصلے بڑھ گئے، کوئی ان کی روک ٹوک کرنے والا نہ تھا۔ تھوڑے ہی دن میں تمام بلاد ساحل اور اطراف شام میں پھیل گئے، صرف معدودے چند عرب باقی رہ گئے تھے جو وقتاً فوقتاً عیسائیوں کو اپنی چمکتی ہوئی تلواروں کی زیارت کرا دیتے تھے' پھر والیٔ روم نے لوٹ کر حلب اور انطاکیہ کے حصار کے قصد سے فوجیں فراہم کیں مگر یہ سن کر ▪ لوگ پورے طور سے مقابلہ پر آئیں گے، اپنے ملک کو لوٹ گیا۔ اس کے ہمراہ مسلمان قیدیوں کا ایک بڑا گروہ تھا جو تعداد میں ایک لاکھ نفر تھے۔ ان دنوں حلب میں قرعویہ نامی ایک شخص حکومت کر رہا تھا جو سیف الدولہ کا مولیٰ (آزاد غلام) تھا۔ اس نے عیسائیوں کے طوفان بے تمیزی کی خوب روک تھام کی، انہیں ایام میں بادشاہ روم نے اپنی فوج کو شبخون مارنے کی غرض سے جزیرہ کی جانب روانہ کیا۔ یہ فوج کفر تو ثا تک قتل و غارت گری کرتی ہوئی پہنچ گئی اور اس کے اطراف و جوانب کو جی کھول کر پامال کیا۔ ابو ثعلب میں ان دشمنان اسلام کی مدافعت کی قوت ہی نہ تھی۔

قرعویہ کی خود سری

قرعویہ سیف الدولہ کا وہی غلام ہے جس نے سیف الدولہ کی وفات کے بعد اس کے بیٹے ابو المعالی کی حکومت کی بیعت لی تھی جب ۳۵۸ھ کا دور آیا تو قرعویہ نے ابو المعالی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور اسے حلب سے نکال کر خود سر حکمران بن بیٹھا۔ ابو المعالی حلب

سے نکل کر حران کی طرف گیا۔ اہل حران نے بھی اسے شہر میں داخل نہ ہونے دیا تب ابو المعالی نے میافارقین کا راستہ اختیار کیا جہاں کہ اس کی والدہ تھیں۔ ابو المعالی کی والدہ سعید بن حمدان برادر ابو فراس کی بیٹی تھی' اس سے کسی نے یہ جڑ دیا کہ ابو المعالی تمہیں قید کرنے کے لیے آ رہا ہے اس وجہ سے اس نے بھی چند دن تک میافارقین میں ابو المعالی کو داخل نہ ہونے دیا جب تک اسے ذاتی اطمینان نہ ہو گیا اور اس کی طرف سے اس کے خیالات تبدیل نہ ہو گئے' تب اس نے ابو المعالی کو اور جن لوگوں سے یہ خوش تھی ان کو میافارقین میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ رسد و غلہ کا انتظام کر دیا اور باقی ماندگان کو شہر میں داخل ہونے سے روک رہا۔ اس کے بعد ابو المعالی نے جنگ فرعوبہ کی تیاری کی، یہ ان دونوں حلب میں تھا' اس نے حلب کی قلعہ بندی کر لی تب ابو المعالی حماۃ چلا گیا اور وہیں قیام پذیر ہو گیا۔ حران میں اسی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا حالانکہ اس کی طرف سے وہاں اس کا کوئی گورنر نہ تھا۔ اہل حماۃ نے مشورہ کر کے اپنے ہی لوگوں میں سے ایک شخص کو اپنا حکمران بنا لیا۔

میافارقین کی طرف ابو ثعلب کی روانگی

یہ سن کر کہ ابو المعالی نے قرعویہ حلب کی طرف کوچ کیا اور فوجیں مسلح کر کے میافارقین کی جانب روانہ ہوا۔ سیف الدولہ کی بیوی نے ابو ثعلب سے مزاحمت کی اور اس کام میں آڑے آگئی' دونوں میں اس پر مصالحت ہو گئی کہ زوجہ سیف الدولہ دو لاکھ دینار ابو ثعلب کو بطور تاوان یا خرچہ جنگ ادا کرے' اس کے بعد لگانے بجھانے والوں نے زوجہ سیف الدولہ سے جڑ دیا کہ ابو ثعلب عنقریب شہر پر قبضہ کرنے والا ہے۔ زوجہ سیف الدولہ یہ سن کر برہم ہو گئی' رات کے وقت اپنی فوج کو شب خون مارنے کا حکم دے دیا چنانچہ ابو ثعلب کے لشکر گاہ سے بہت سا مال و اسباب لوٹ لے گئی' ابو ثعلب نے بمنت و خوشامد پیام بھیجا۔ زوجہ سیف الدولہ نے محض ان چیزوں کو جو اس کے سپاہی لوٹ لے گئے تھے' واپس کر دیا اور ایک لاکھ درہم لے کر اس کے قیدیوں کو رہائی دی پس ابو ثعلب میافارقین سے واپس ہوا۔

عیسائیوں کا انطاکیہ اور بلادِ جزیرہ پر قبضہ

۳۵۹ھ میں عیسائی رومی لشکر نے انطاکیہ پر قبضہ کر لیا' پہلے قلعہ لوقا پر پہنچ کر محاصرہ ڈالا۔ قلعہ ارتا انطاکیہ کے قریب ایک قلعہ تھا جس میں عیسائی رہتے تھے' رومی عیسائیوں نے عیسائیان لوقا سے سازش کر لی اور اس امر پر انہیں راضی کر کے انطاکیہ بھیج دیا کہ انطاکیہ جلا وطن ہو کر چلے جائیں اور یہ ظاہر کریں کہ ہم لوگ رومیوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر اپنی عزت اور جان بچانے کے خیال سے انطاکیہ بھاگ آئے ہیں اور پھر جب رومی لشکر انطاکیہ پر حملہ آور ہوا تو اندرونِ شہر سے عیسائی رومی لشکر کو شہر پر قبضہ دلانے میں ہاتھ بٹائیں' چنانچہ اہلِ لوقا جلا وطن ہو کر انطاکیہ چلے گئے اور ایک پہاڑ پر جو کہ انطاکیہ سے ملا ہوا تھا' مقیم ہوئے' دو مہینے کے بعد یقفور والی روم کا بھائی چالیس ہزار کی جمعیت سے انطاکیہ پر چڑھ آیا اور حملے شروع کر دیے۔ اہلِ لوقا نے حسبِ قرارداد سابق اپنی جانب کی شہر پناہ پر رومی لشکر کو قبضہ دے دیا۔ اہل انطاکیہ اس امر کا احساس کر کے بدحواس ہو گئے' عیسائیوں نے شہر میں گھس کر قتل و غارت گری شروع کر دی۔ بیس ہزار مسلمان گرفتار کر کے اپنے دارالحکومت روانہ کر دیے' اس کے بعد سامان جنگ درست کر کے حلب کے سر کرنے کو عیسائیوں نے قدم بڑھایا۔

ان دنوں حلب میں ابو المعالی شریف بن سیف الدولہ امیر قرعویہ اپنے باغی گورنر پر محاصرہ ڈالے ہوئے تھا۔ یہ خبر پا کہ رومیوں کا ٹڈی دل لشکر حلب کی طرف آ رہا ہے' حلب کو چھوڑ دیا اور ایک سنسان میدان میں گھس گیا' عیسائیوں نے پہنچتے ہی شہر حلب پر قبضہ کر لیا۔ قرعویہ اور اہل شہر نے قلعہ میں جا کر پناہ لی اور دروازے بند کر لیے۔ رومی عیسائی مدتوں قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے لڑتے رہے، قرعویہ نے بشرط ادائے خراج جو دونوں فریقوں کے درمیان طے پایا تھا' مصالحت کر لی۔ اس کے علاوہ ایک شرط یہ بھی قرار دی گئی تھی کہ رومی عیسائی لشکر سے مضافات فرات میں رسد بہم پہنچانے میں روک ٹوک نہ کی جائے۔ اس مصالحت میں حمص' کفر طاب' معرہ' افامیہ' شیرز اور جس قدر قلعے اور قصبے ان مقامات کے درمیان تھے' داخل ہوئے۔ مقامات مذکورہ بالا کے رہنے والوں نے بطورِ ضمانت چند روسا رومیوں کے حوالے

کیے پھر رومیوں نے حلب سے اپنا محاصرہ اٹھا لیا۔ اسی اثناء میں برادر والی روم نے ایک فوج عظیم ملاذکرد مضافات صوبہ آرمینیہ کی طرف روانہ کی تھی۔ چنانچہ اس فوج نے ملاذکرد پر محاصرہ ڈالا اور بزور تیغ اسے فتح کر لیا۔ ان پیہم کامیابیوں سے ادھر عیسائیوں کے حوصلے بڑھ گئے ادھر ہر طرف سرحدی امراء اسلام عیسائیوں کے رعب سے بید کی طرح تھرّا اٹھے۔

یعفور والیٔ قسطنطنیہ کا قتل

یعفور عیسائی قسطنطنیہ کا رومی بادشاہ تھا' یہ وہی قسطنطنیہ ہے جو اس وقت سلاطین عثمانیہ کے قبضہ و تصرف میں ہے۔ جو شخص اس شہر کا والی ہوتا تھا وہ دمستق کہلاتا تھا۔ یعفور بھی دمستق تھا خاندان شاہی سے نہ تھا' یہ نہایت متعصب اور مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ اس نے حلب پر بزمانہ سیف الدولہ پر قبضہ کر لیا تھا' طرسوس' آرمینیہ اور عین زربہ کے پہاڑوں پر اپنی فتح یابی کا جھنڈا گاڑا تھا۔ اس نے بادشاہ قسطنطنیہ کو جو اس سے پیشتر تھا' قتل کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ مقتول بادشاہ قسطنطنیہ کے نطفہ سے اس بیگم کے دو بیٹے تھے' قسطنطنیہ کی عنان حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد بلاد اسلامیہ پر ظلم و ستم کا ہاتھ بڑھایا۔ تمام سرحد شام اور جزیرہ کو تہ و بالا کر دیا۔ امرائے اسلام اس کے نام سے ڈرنے لگے اور انہیں اپنے ملک کے بچانے کی فکر پڑ گئی چند روز بعد اس نے ان دونوں لڑکوں کو جو سابق مقتول بادشاہ کی نسل سے تھے' خصی کروانے کا قصد کیا تاکہ ان کی آئندہ نسل منقطع ہو جائے اور کوئی بھی شخص اس کے لڑکوں میں سے مزاحمت کرنے والا نہ رہ جائے۔ اتفاق سے اس قصد سے ان دونوں کی ماں مطلع ہو گئی' شمشقیق دمستق کو اس راہ سے آگاہ کیا اور یعفور کے قتل میں اس سے سازش کی چنانچہ اس نے اسے ایک روز رات کے وقت بار حیات سے سبکدوش کر دیا۔

یعفور کا باپ مسلمان تھا۔ طرسوس کا رہنے والا تھا' ابن عطاس کے نام سے معروف تھا۔ اللہ جانے کیا دل میں آئی کہ عیسائی ہو گیا اور قسطنطنیہ چلا گیا۔ ترقی کر کے بادشاہ ہو گیا اور اس کا ایسا دور دورہ ہوا کہ باید و شاید بہت بڑی غلطی ہے عقلاء کی' اس کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے' مناسب یہ ہے کہ جو شخص بازاری ہو اور بے اصل و بے خانماں اور خاندان حکومت کے نسب سے بعید ہو اس کو اس درجہ پر نہ پہنچنے دینا چاہیے۔ اس مضمون کو مقدمۃ الکتاب میں کافی اور معقول طور سے بیان کر آئے ہیں۔

ابو ثعلب کا حران پر قبضہ

نصف ۳۵۹ھ میں ابو ثعلب نے حران پر قبضہ کیا تقریباً" ایک ماہ کامل محاصرہ کیے رہا' بالآخر اہل حران سے دو شخص شب کے وقت ابو ثعلب کے پاس مصالحت کرنے کے لیے آئے اور تمام اہل شہر کے لیے امان حاصل کر کے واپس چلے گئے۔ اہل شہر کو یہ خبر معلوم ہوئی تو بگڑ گئے' جنگ پر آمادہ و مستعد ہو گئے مگر پھر کچھ سوچ سمجھ کر مصالحت پر متفق ہوئے اور ابو ثعلب کی خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت اور فرمانبرداری کی قسمیں کھائیں چنانچہ ابو ثعلب اپنے بھائیوں اور ہمراہیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے شہر گیا اور بعد نماز جمعہ پھر اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا' سلامت بر قعیدی کو جو اصحاب بنی حمدان میں ایک نامور شخص تھا' حران کا گورنر مقرر کیا۔ اس اثنا میں یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ بنو نمیر نے اطراف موصل میں غارت گری اور قتل کا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے اور وہاں کے گورنر بر قعیدی کو قتل کر ڈالا ہے فوراً" سامان سفر و جنگ درست کر کے نہایت تیزی سے موصل کی جانب چلا۔

قرعویہ اور ابو المعالی کی مصالحت

ہم اوپر ۳۵۸ھ میں قرعویہ کی خود سری' حکومت حلب اور ابو المعالی بن سیف الدولہ کے وہاں سے نکل آنے کا تذکرہ تحریر کر آئے ہیں اور یہ بھی بیان کر آئے ہیں کہ ابو المعالی حلب سے نکل کر اپنی ماں کے پاس میافارقین چلا آیا تھا اور اس کے بعد قرعویہ سے جنگ کرنے اور اس پر محاصرہ ڈالنے کی غرض سے حلب کی طرف واپس ہوا پھر لوٹ کر حمص آیا اور وہیں قیام پذیر ہوا۔ تھوڑے دن بعد قرعویہ اور ابو المعالی میں اس طرح مصالحت ہو گئی کہ قرعویہ حلب میں اس کے نام کا خطبہ پڑھے اور دونوں معز علوی والی مصر کے علم خلافت کے

مطیع ومنقاد ہیں۔

رومیوں کا بلاد جزیرہ پر حملہ

۳۶۱ھ میں دمستق ایک عظیم فوج لے کر جزیرہ کی جانب بڑھا۔ الرہا اور اس کے قرب و جوار کو تاخت و تاراج کر کے اطراف جزیرہ پر ہاتھ مارا۔ لوٹ مار کرتا نصیبین تک پہنچا جی کھول کر پامال کیا پھر دیار بکر کی طرف قدم بڑھایا یہاں بھی وہی ظلم و ستم کا رویہ اختیار کیا ابو ثعلب میں اس قدر دم خم نہ تھا کہ اس طوفان بے تمیزی کی روک تھام کر سکتا مجبوراً" بہت سا مال و زر عیسائیوں کو دے کر اپنے کو ان حملوں سے بچا لیا اس علاقے کے باشندوں کا ایک گروہ فریاد و واویلا' مصیبت کا شور مچاتا ہوا بغداد پہنچا' جامع مسجدوں اور عام گزرگاہوں پر بیٹھ کر عیسائیوں کے ظلم و ستم اور مسلمانوں کی بے حرمتی بیان کرنے اور ان لوگوں کو انجام کار اور عواقب امور سے ڈرانے لگا۔ اہل بغداد بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے اور سب کے سب محل سرائے خلافت کی طرف چلے۔ خلیفہ طائع اللہ نے یہ خبر پا کر دروازے بند کرا دیئے۔ ان لوگوں نے برا بھلا کہنا شروع کیا' اہل بغداد کے چند رؤسا بختیار کے پاس پہنچے اس وقت وہ اطراف کوفہ میں گیا ہوا تھا ان لوگوں نے بختیار سے جا کر رومیوں کی شکایت کی مسلمانوں کی بے حرمتی کے واقعات بتلائے۔ بختیار نے ان لوگوں سے رومیوں پر جہاد کرنے کا وعدہ کیا ادھر اپنے حاجب سبکتگین کے نام فوجوں کی تیاری کا فرمان روانہ کیا اور یہ تحریر کیا کہ عام منادی کرا دی جائے کہ ہر شخص کو اس مہم میں شریک ہونا ہو گا ادھر ابو ثعلب بن حمدان کو ارادہ جہاد سے مطلع کر کے رسد و غلہ اور فوجی سامان مہیا رکھنے کو لکھ بھیجا۔ چونکہ عوام الناس کا جم غفیر جہاد میں شریک ہونے کی غرض سے جمع ہو گیا تھا اس وجہ سے بغداد میں ہنگامہ برپا ہو گیا جدال و قتال کی نوبت پہنچ گئی' لوٹ مار اور غارت گری شروع ہو گئی۔

رومیوں کی شکست اور دمستق کی موت

دیار مضر اور جزیرہ میں قتل و غارت گری سے دمستق کے حوصلے بڑھ گئے' فتح آمد کی طمع دامن گیر ہوئی۔ ابو ثعلب فوجیں مرتب کر کے اس کی روک تھام کے لیے بڑھا اس اثنا میں ابو القاسم ہبتہ اللہ بھی آ پہنچا دونوں بالاتفاق دمستق سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ ماہ رمضان ۳۶۳ھ میں معرکہ آرائی کی نوبت آئی۔ باوجودیکہ عیسائیوں کی تعداد زیادہ تھی مگر ان کا لشکر گاہ کچھ ایسے موقع پر تھا کہ سواروں کی فوج مطلق بیکار ہو گئی اور لوگ جنگ پر تیار بھی نہ تھے خواہ مخواہ انہیں شکست اٹھانا پڑی دمستق گرفتار کر لیا گیا اسی زمانے سے دمستق ابو ثعلب کے پاس محبوس اور نظربند رہا یہاں تک کہ ۳۶۳ھ میں علیل ہوا' علاج کی بے حد کوشش کی گئی' متعدد طبیب جمع کیے گئے مگر کچھ نفع محسوس نہ ہوا اور مر گیا۔

بختیار کا موصل پر قبضہ

ابو ثعلب اور اس کے بھائی حمدان اور ابراہیم کی لڑائیوں اور مناقشہ کے واقعات آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ دونوں موخر الذکر بختیار بن معز الدولہ کی خدمت میں ابو ثعلب کی شکایت کرنے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ اس کے مقابلہ میں بختیار سے امداد کی درخواست کی چنانچہ بختیار نے امداد کا وعدہ کیا مگر طبیعہ وغیرہ کے کچھ ایسے پیش آ گئے کہ جس سے بختیار ان کی امداد نہ کر سکا ان دونوں آدمیوں پر بختیار کا دیر کرنا شاق گزرا' موصل کے قبضہ کا خیال پیدا ہوا اس کے وزیر ابن بقیہ نے اس وجہ سے کہ ابو ثعلب نے تحریر میں اس کے آداب اور خطاب کا لحاظ نہ کیا تھا موقع پا کر زور دے دیا اس لیے بختیار نے موصل کی جانب کوچ کر دیا ماہ ربیع الآخر ۳۶۳ھ میں موصل کے قریب پہنچا۔ ابو ثعلب یہ خبر پا کر سنجار چلا گیا اور موصل کو رسد و غلہ اور شاہی دفاتر سے خالی کر دیا۔ بختیار نے موصل پر قبضہ کر لیا اور ابو ثعلب نے بختیار کے بعد ہی بغداد کی جانب کوچ کیا اگرچہ اثنائے راہ اور سواد بغداد میں کسی قسم کی غارت گری اور لوٹ مار نہ کی مگر اہل بغداد برسر مقابلہ آئے اور اس سے معرکہ آرا ہوئے اس سے عوام الناس میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکی جو ابو

ثعلب اور اس کے ہمراہیوں کے دلی مقاصد حاصل کرنے میں سد راہ اور مزاحم ہو گئی علی الخصوص بغداد کے غربی حصہ میں بہت بڑا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ باقی رہا سبکتگین وہ بغداد کے باہر ایک میدان میں رک رہا۔ ان لوگوں کے پہنچ جانے سے ابو ثعلب بغداد میں داخل نہ ہو سکا، معمولی طور سے لڑائی کا سلسلہ جاری رکھا اور درپردہ سبکتگین کو بغاوت و حکومت سلطنت پر قابض ہو جانے کی تحریک اور ترغیب دیتا رہا۔ مگر سبکتگین نے اسے پسند نہ کیا تب ابو ثعلب بغداد سے موصل کی جانب واپس ہوا اور وزیر ابن بقیہ سبکتگین کے پاس آیا اور سبکتگین کے صلاح و مشورہ سے ابو ثعلب سے مصالحت کا نامہ و پیام شروع کیا۔ شرائط صلح یہ قرار پائے کہ ابو ثعلب بختیار کو خرچہ سفر و جنگ ادا کرے اور اس کے بھائی حمدان کو اس کے تمام مقبوضات باستثنا ماردین واپس دے دیے جائیں۔ شرائط صلح طے ہونے کے بعد بختیار کو بذریعہ تحریر مطلع کیا چنانچہ بختیار نے تحریر صلح نامہ کے بعد موصل سے اپنا قبضہ اٹھا لیا اور ابو ثعلب موصل کی طرف روانہ ہوا۔ ابن بقیہ نے سبکتگین کو بختیار کے پاس چلے جانے کی رائے دی مگر اس نے ساعت نہ کی اور کچھ سوچ سمجھ کر کوچ کر دیا چونکہ اہل موصل کو بختیار کی ظالمانہ حرکات سے بے حد تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تھا اس وجہ سے ابو ثعلب کی آمد کی خبر سن کر اطلاع سن کر ان لوگوں نے مسرت ظاہر کی اور بختیار کے جانے پر شکر گزار ہوئے۔

ابو ثعلب اور بختیار کی مصالحت

ابو ثعلب نے بختیار سے شاہی خطاب اختیار کرنے اور تاوان جنگ کی معافی کی درخواست کی، بختیار نے نہایت خندہ پیشانی سے اسے منظور کر لیا اور سامان سفر درست کر کے موصل سے بغداد روانہ ہوا۔ اثنا راہ میں یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ ابو ثعلب نے پھر بد عہدی کی ہے اور بعض ارا کین دولت بختیاریہ کو جو کہ اپنے اہل و عیال کو لانے کی غرض سے موصل لوٹ گئے تھے۔ قتل کر ڈالا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، بے حد صدمہ ہوا۔ اسی مقام پر قیام کر کے ابن بقیہ اور سبکتگین کو مع افواج کے طلب کا خط روانہ کیا اور جب لوگ آگئے تو سب کے سب پھر موصل کی جانب لوٹ کھڑے ہوئے۔ ابو ثعلب نے یہ خبر پا کر موصل کو خالی کر دیا اور اپنے مصاحبوں اور مشیروں کو معذرت کرنے اور اس خبر کی تردید کرنے کے لیے بختیار کی خدمت میں روانہ کیا چنانچہ شریف احمد موسوی نے ابو ثعلب کی جانب سے شرائط صلح کی پابندی کا حلف اٹھایا اس سے پھر بدستور مصالحت ہو گئی تب بختیار بغداد کی جانب واپس ہوا اور واپسی سے پہلے اپنی بیٹی کو ابو ثعلب کی درخواست پر جہیز دے کر رخصت کر دیا۔ بختیار نے ان واقعات سے قبل اپنی بیٹی کا عقد ابو ثعلب سے کر دیا تھا۔

محاصرۂ حلب

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ قرعویہ جو کہ ابو المعالی کے باپ (سیف الدولہ) کا خادم تھا، ابو المعالی پر غالب ہو گیا تھا اور ابو المعالی کو ۳۵۷ھ میں حلب سے نکال کر خود حکمران بن بیٹھا تھا۔ ابو المعالی اپنی والدہ کے پاس میافارقین چلا گیا تھا پھر میافارقین سے اپنی والدہ کے ہمراہ حماۃ میں جا کر مقیم ہوا تھا۔ ان دنوں رومیوں نے اہل حمص کو امان دے دی تھی جس سے اس کی آبادی بڑھ گئی تھی۔ قرعویہ نے حلب میں اپنے خادم بکجور کو اپنی نیابت پر مامور کیا تھا۔ اس نے اپنی قوت بڑھا کر چاہ کند راچاہ درپیش قرعویہ کو قلعہ حلب میں قید کر دیا اور دو برس تک حکومت کرتا رہا۔ قرعویہ کے ارا کین و مصاحبین نے ان واقعات سے ابو المعالی کو مطلع کیا اور حلب پر قبضہ کر لینے کی درخواست کی چنانچہ ابو المعالی فوجیں درست کر کے حلب آپہنچا، چار ماہ کامل محاصرہ کیے ہوئے لڑتا رہا اسے بزور تیغ فتح کر لیا اور اس کا مالی اور فوجی انتظام درست کر کے عمارتیں بنوائیں حتیٰ کہ حکومت دمستق پر منتقل ہوا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

عضد الدولہ بن بویہ کا موصل پر قبضہ

جس وقت عضد الدولہ بن بویہ نے دار الخلافت بغداد پر قبضہ کر لیا اور اس کے برادر عم زاد (معز الدولہ) بختیار کو شکست ہوئی اس وقت بختیار معدودے چند آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوا۔ حمدان بن ناصر الدولہ برادر ابو ثعلب عضد الدولہ کے ہم رکاب تھے۔

اس نے شام کی بجائے موصل پر پہلے قبضہ کر لینے کی ترغیب دی اگرچہ اس سے پہلے عضد الدولہ نے مراسم اتحاد قائم ہونے کے باعث ابو ثعلب سے معترض نہ ہونے کا عہد و پیمان کر لیا تھا مگر حمدان کی ترغیب سے اس عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھ کر موصل کی طرف قدم بڑھایا۔ جس وقت تکریت کے قریب پہنچا ابو ثعلب کے سفراء پیام صلح اور اظہار دوستی کی غرض سے حاضر ہوئے اور یہ ظاہر کیا کہ آپ بنفسِ نفیس مع اپنی فوج کے تشریف لے چلیے ہم ہر طرح سے آپ کے معین و مددگار ہیں مگر شرط یہ ہے کہ ہمارے بھائی حمدان کو ہمارے حوالہ فرما دیجئے چنانچہ عضد الدولہ نے حمدان کو ابو ثعلب کے سفیروں کے حوالہ کر دیا۔ ابو ثعلب نے اسے جیل میں ڈال دیا۔ بختیار نے شکست کے بعد اپنی ابتر حالت کو درست کیا اور تیاری کر کے حدیثیہ کی جانب کوچ کیا' ابو ثعلب سے ملاقات کی اور اس کے ساتھ ساتھ بیس ہزار جنگ آوروں کی جمعیت سے عراق کی طرف بڑھا۔ عضد الدولہ بھی اس خبر سے مطلع ہو کر ان دونوں پر حملہ آور ہوا' ماہ شوال ۳۶۰ھ میں فریقین کی تکریت میں معرکہ آرائی ہوئی۔ عضد الدولہ نے اپنے دونوں حریفوں کو شکست دے دی۔ اس جنگ میں بختیار مارا گیا اور ابو ثعلب جان بچا کر موصل کی طرف بھاگا' عضد الدولہ نے تعاقب کیا' چنانچہ ماہ ذی قعدہ سنہ مذکور میں موصل پر قبضہ کر لیا۔ قیام پذیر ہونے کے خیال سے رسد و غلہ کافی مقدار میں اپنے ہمراہ لایا تھا پس موصل میں قیام کر کے ابو ثعلب کی جستجو اور تلاش میں متعدد سرایا روانہ کیے' انہی سرایا کے ساتھ مرزبان بن بختیار اور اس کے ماموں ابو اسحاق و طاہر پسران معز الدولہ اور ان کی والدہ بھی تھی۔ اس غرض کے لیے اس کے ہمراہیوں میں سے ابو الوفا طاہر بن اسماعیل اور ابو طاہر طعان (اس کا حاجب) جزیرہ ابن عمر کی جانب گیا تھا۔ ابو ثعلب پہلے نصیبین گیا پھر نصیبین سے میافارقین چلا آیا اور وہیں قیام پذیر ہو گیا جب اسے یہ خبر لگی کہ ابو الوفا میری جستجو اور تلاش میں آرہا ہے تو میافارقین کو خیر باد کہہ کر تدلیس کا راستہ لیا۔ اس کے بعد ابو الوفا وارد میافارقین ہوا۔ اہل میافارقین نے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا' ابو الوفا نے میافارقین کو بحالہٖ چھوڑ کر ابو ثعلب کی جستجو میں کوچ کیا' ابو ثعلب اس سے مطلع ہو کر اردن روم سے نکل کر حسنیہ (مضافاتِ جزیرہ) کی طرف آیا' پھر حسنیہ سے قلعہ کواشی کی جانب گیا اور وہاں سے اپنے مال و اسباب اور ذخیرہ کو منتقل کر کے واپس ہوا۔ ابو الوفا بھی لوٹ کر میافارقین آیا اور اس پر محاصرہ ڈال دیا۔

ابو ثعلب کی عیسائی فرمانروا سے مدد کی درخواست

عضد الدولہ کو ابو ثعلب کے قلعوں کی طرف آنے کی خبر لگ گئی تھی اس وجہ سے فوجیں آراستہ کر کے ان قلعوں کی طرف آیا مگر ابو ثعلب ہاتھ نہ لگا۔ اس کے بہت سے ہمراہیوں نے عضد الدولہ سے امان حاصل کر لی' عضد الدولہ مجبوراً موصل لوٹ آیا اور اپنے ایک سپہ سالار طغان نامی کو تدلیس کی طرف روانہ کیا' ابو ثعلب یہ خبر پا کر بھاگ گیا اور اس کے بادشاہ ورد رومی کے پاس چلا گیا چونکہ ورد رومی اپنے شہنشاہ سے حکومت و سلطنت کی بابت لڑ رہا تھا اس وجہ سے ابو ثعلب کے آنے کو وردنے غنیمت شمار کیا' بے اظہار اتحاد کیا' ابو ثعلب نے اس خیال سے کہ اس کے ذریعہ سے اپنے اغراض حاصل کرنے میں آسانی ہو گی' رشتہ مصاہرت قائم کر لیا۔ عضد الدولہ کا لشکر اس نقل و حرکت کے زمانہ میں ابو ثعلب کے تعاقب میں تھا' اتفاق سے اس لشکر کی ابو ثعلب سے مڈبھیڑ ہو گئی' اس نے اسے شکست دے دی اور نہایت سختی سے پامال کیا' بقیۃ السیف نے بھاگ کر قلعہ زیاد میں جو کہ خرت برت کے نام سے موسوم تھا' پناہ لی اور ورد کے پاس امداد کا پیام بھیجا' وردنے معذرت کی کہ میں ان دنوں اپنے بادشاہ سے حکومت و ریاست کی بابت لڑ جھگڑ رہا ہوں، آئندہ بشرط فراغت و کامیابی مدد کروں گا مگر خوش قسمتی سے بجائے کامیابی کے ورد کو بادشاہ روم کے مقابلے میں شکست ہوئی' ابو ثعلب اس کی مدد سے ناامید ہو کر بلاد اسلامیہ کی جانب واپس ہوا اور آمد میں پہنچ کر قیام پذیر ہو گیا تا آنکہ میافارقین کے حالات کی خبر گوش گزار ہوئی۔

ابو الوفاء کا میافارقین پر قبضہ

ابو الوفاء نے ابو ثعلب کے تعاقب سے واپس ہو کر میافارقین کا محاصرہ کر لیا تھا' ان دنوں ہزار مرداس کا والی تھا اس نے نہایت حزم و احتیاط سے شہر کی حفاظت کی اور کمال مردانگی سے تین ماہ کامل ابو الوفا کی مدافعت کرتا رہا۔ اس کے بعد اسی زمانہ میں راہی ملک عدم ہو گیا

ابو ثعلب نے اس کی جگہ حمدانیہ غلاموں میں سے مونس نامی ایک آزاد غلام کو میافارقین کی حکومت پر مامور کیا۔ ابو الوفاء نے سرداران شہر سے سازش کی کوشش کی چنانچہ وہ ابو الوفا کی جانب مائل ہو گئے' ابو الوفاء نے اور لوگوں کے ملانے کی غرض سے چند آدمیوں کو ان سرداروں کے پاس روانہ کیا جنھوں نے اس سے سازش کر لی تھی۔ مونس کو اس کی خبر لگ گئی مگر ان لوگوں کی مخالفت نہ کر سکا' گردن اطاعت جھکا دی اور امن کا خواستگار ہوا' ابو الوفاء نے کامیابی کے ساتھ شہر پر قبضہ کر لیا۔

عضد الدولہ کا مضر اور رحبہ پر قبضہ

زمانہ محاصرہ میافارقین میں ابو الوفاء نے میافارقین کے تمام قلعوں کو بزور تیغ فتح کر لیا تھا' اس وجہ سے اسے تمام دیار بکر پر قبضہ کر لینے کا خاصہ موقع مل گیا۔ ابو ثعلب کے رفیقوں اور عمال نے اس سے امن کی درخواست کی' ابو الوفا نے ان لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور موصل کی جانب واپس ہوا۔ رفتہ رفتہ جب کہ ابو ثعلب دارالحرب سے واپس آ رہا تھا' واقعات کی خبر اس کے کانوں تک پہنچی۔ رحبہ کا قصد کیا اور عضد الدولہ کی خدمت میں امداد و اعانت کا پیام بھیجا' عضد الدولہ نے بہ شرط حاضری اس درخواست کو منظور کر لیا' ابو ثعلب نے اس سے انکار کیا تب عضد الدولہ نے دیار مضر پر قبضہ کر لیا۔ ابو ثعلب کی جانب سے اس ملک پر سلامہ بر قعیدی جو کہ بنی حمدان کے بہت بڑے رفیقوں میں سے تھا' مامور کیا' ابو المعالی سیف الدولہ نے حلب سے ایک فوج اس کے سر کرنے کے لیے روانہ کی تھی۔ سلامہ نے سینہ سپر ہو کر اس فوج سے مقابلہ کیا' مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ ابو المعالی عضد الدولہ کے پاس مصالحت کا پیام لے کر حاضر ہوا۔ عضد الدولہ نے نقیب احمد موسوی کو سلامہ بر قعیدی کے پاس روانہ کیا چنانچہ متعدد لڑائیوں کے بعد سلامہ نے شہر کو اس کے حوالہ کر دیا اور رقہ کو اپنے لیے اس سے لے لیا' باقی ماندہ شہروں کو سعد الدولہ کو دے دیا۔ اسی زمانہ سے یہ ملک اس کے قبضہ میں چلا گیا۔

ان واقعات کے بعد عضد الدولہ نے رحبہ پر بھی قبضہ کر لیا اور آہستہ آہستہ اس کے تمام قلعوں پر قابض ہو گیا اور اپنی جانب سے ابو الوفا کو موصل پر مامور کر کے ماہ ذی قعدہ ۳۶۵ھ میں بغداد کی جانب واپس ہوا۔ اس کے بعد عضد الدولہ نے ایک عظیم فوج کو اکراد ہکاریہ کے سر کرنے کے لیے صوبجات موصل کی طرف روانہ کیا۔ اس فوج نے ان لوگوں کا محاصرہ کیا' لڑائیاں ہوئیں' ان لوگوں نے اطاعت قبول کی اور اپنے قلعوں کو ان کے حوالہ کر دیا' ان لوگوں نے موصل میں قیام اختیار کیا۔ اتفاق سے ان کے شہروں کے درمیان برف بکثرت پڑی جس سے لوگ اپنے شہروں کی طرف واپس نہ ہو سکے' اکراد ہکاریہ کو موقع مل گیا' اس فوج کے سپہ سالار کو قتل کر کے موصل کی راہ میں صلیب پر چڑھا دیا۔

ابو ثعلب کا دمشق کا محاصرہ

ابو ثعلب بن حمدان کو عضد الدولہ کی اصلاح اور موصل کی جانب واپس ہونے سے ناامیدی محسوس ہوئی' اس وقت اس نے شام کا راستہ لیا' ان دنوں دمشق کی حکومت پر قسام (عزیز علوی حاکم مصر کا ایلچی) حکومت کر رہا تھا۔ قسام نے افتکین کے بعد' دمشق پر قبضہ کر لیا تھا' اس واقعہ کو کہ کیونکر افتکین نے دمشق پر قبضہ حاصل کیا اور افتکین کے بعد قسام کیسے مالک و متصرف ہوا' ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ الغرض قسام نے ابو ثعلب کی آمد کی خبر سن کر خائف و ترساں ہو کر اسے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ چنانچہ ابو ثعلب شہر سے باہر قیام پذیر ہوا اور عزیز علوی والی مصر کو اس واقعہ سے مطلع کر کے امداد کا خواستگار ہوا۔ تھوڑے دن بعد یہ خبر آئی کہ عزیز نے امداد دینے کی غرض سے اسے اپنے پاس بلایا ہے۔ ابو ثعلب یہ سن کر طبریہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ روانگی سے پیشتر قسام اور اس سے چند لڑائیاں بھی ہوئی تھیں' اس کے بعد فضل عزیز علوی کی طرف سے قسام سے جنگ کرنے اور اس پر دمشق میں محاصرہ ڈالنے کے لیے آ پہنچا اور ابو ثعلب سے طبریہ میں ملاقات ہوئی۔ عزیز علوی کی طرف سے ہر طرح کی امداد کا وعدہ کیا۔ ابو ثعلب نے اس کے ہمراہ دمشق چلنے پر مستعدی ظاہر کی چونکہ ابو ثعلب اور قسام سے دو دو ہاتھ چل گئی تھی اس وجہ سے فضل نے ابو ثعلب کو اس ارادہ سے باز رکھا مگر پھر بھی فضل اپنے

ارادوں پر کامیاب نہ ہوا، نرمی اور مصالحت سے کام نہ چل سکا تو قسام کی فضل سے ان بن ہو گئی قسام نے فضل کو دمشق سے نکال باہر کیا۔

ابو ثعلب بن حمدان کا قتل

اس کے بعد ابو ثعلب نے بنو عقیل کو جمع کر کے ماہ محرم ۳۶۹ھ میں رملہ پر چڑھائی کی فضل اور وغفل[1] نے اس خیال و خوف سے کہ مبادا ابو ثعلب کی قوت بڑھ جائے متفق ہو کر ابو ثعلب سے مقابلہ کیا' بنو عقیل میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ صرف سات غلاموں کی ایک چھوٹی سی جماعت باقی رہ گئی جس میں کچھ اس کے باپ کے غلام تھے بدرجہ مجبوری ابو ثعلب کو بھی بھاگنا پڑا، طلب نے تعاقب کیا، ابو ثعلب کی غیرت و جرأت نے روک کر جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ ابو ثعلب تن تنہا کھڑا ہو گیا اور لڑنے لگا۔ طلب نے ابو ثعلب کے سر پر ایک گہری چوٹ رسید کی جس سے چکر کھا کر ابو ثعلب زمین پر گر پڑا، طلب نے اس کی مشکیں باندھ لیں اور گرفتار کر کے وغفل کے پاس لے آیا۔ فضل کی یہ رائے ہوئی کہ ابو ثعلب کو پابہ زنجیر علوی کے پاس بھیج دیا جائے۔ وغفل نے اس کی بہن جمیل اور اس کی بیوی بنت سیف الدولہ کو ابو المعالی کے پاس حلب بھیج دیا' ابو المعالی نے جمیلہ کو موصل روانہ کر دیا' ابو الوفا والی موصل نے عضد الدولہ کے پاس بغداد بھیج دیا، بغداد میں عضد الدولہ کی محفل سرائے کے ایک حجرہ میں قید کر دی گئی۔

عیسائیوں کا طرابلس کا محاصرہ

ارمانوس والی روم بوقت وفات دو چھوٹے لڑکے چھوڑ گیا تھا' ان میں سے ایک کا نام لیبیل تھا دوسرے کا قسطنطین۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد دونوں متفق ہو کر حکمرانی کرنے لگے۔ اسی اثنا میں دمشق یغفور بلادِ اسلامیہ کو تہ و بالا کر کے واپس آیا۔ رومیوں نے جمع ہو کر ارمانوس کے دونوں لڑکوں کی نیابت پر اسے مامور کیا، ان دونوں کی ماں نے ابن شمشیق کو یغفور دمستق کے قتل کی ترغیب دی اور اسے یغفور کے قتل کے بعد اس کی جگہ عہدہ دینے کا وعدہ کیا چنانچہ ابن شمشیق نے یغفور کو قتل کر کے اس کے بھائی لاادون اور بھتیجے دوریس بن لاادون کو گرفتار کر کے کسی قلعہ میں قید کر دیا اور عہدۂ دمستق سے سرفراز ہو کر فوجیں آراستہ کر کے بلادِ شام کی طرف چلا اور نہایت سختی سے پامال کرتا ہوا طرابلس پہنچا اور اس پر محاصرہ ڈال دیا۔

ابو ثعلب اور ورد کا اتحاد

موجودہ حکمران روم کی ماں کا ایک اور بھائی بھی تھا جو ان دنوں وزارت کے عہدہ پر تھا' اس نے ایک شخص کو ابن شمیشق کو زہر کھلانے پر مامور کر دیا زہر کھلانے کے بعد ابن شمشیق کو اس امر کا احساس ہوا' محاصرہ اٹھا کر قسطنطنیہ کی جانب نہایت تیزی سے کوچ کیا مگر اثنا راہ میں مر گیا بطریقوں اور سپہ سالاروں میں سے ایک شخص وردین منیر نامی اس کے ہمراہ تھا' اس کے مرنے پر ورد کو حکومت و سلطنت کی طمع دامن گیر ہوئی ابو ثعلب سے خط و کتابت کر کے رسم اتحاد قائم کی اور اسے اپنا داماد بنا کر اپنا ہمدرد و معاون بنا لیا۔ پھر کیا تھا سرحدی مسلمانوں سے ایک بڑی فوج مرتب کر کے ملک روم پر چڑھائی کر دی۔ رومی حکمرانوں نے مقابلہ پر فوجیں روانہ کیں ورد ان کو شکست پر شکست دیتا گیا' رومی حکمران کو بے حد خطرہ پیدا ہوا باہم مشورہ کر کے دوریس بن لاادون کو قید کی تکلیف سے نجات دے کر ایک بڑی فوج کی افسری کے ساتھ ورد کے مقابلے کے لئے روانہ کیا، ورد اور دوریس میں گھمسان کی لڑائیاں ہوئیں' بے حد خون ریزی ہوئی' ہزارہا آدمی کام آگئے' ورد کو شکست ہوئی ۳۶۹ھ میں شکست کھا کر دیارِ بکر کی جانب بھاگا، میافارقین کے قریب پہنچ کر قیام پذیر ہوا اور اپنے بھائی عضد الدولہ کی خدمت میں امداد کی درخواست لے کر روانہ ہوا۔ انہی دنوں حکمرانان قسطنطنیہ نے عضد الدولہ کے پاس پیام بھیجا، عضد الدولہ ان دونوں

---

[1] سرسہ علوی حاکم مصر کا ایک سپہ سالار تھا جو اطراف و بلاد میں زیر حکومت عزیز علوی حکمرانی کر رہا تھا مگر اس کے احکام کا پابند نہ تھا۔

کی جانب مائل ہو گیا اور ورد اور اس کے ہمراہیوں کی گرفتاری کا حکم دے دیا چنانچہ ابو علی تمیمی والی دیار بکر نے ورد کو اس کے بھائی اور ہمراہیوں کے ساتھ گرفتار کر کے میافارقین کی جیل میں ڈال دیا کچھ روز بعد پابہ زنجیر روانہ کر دیا۔مدتوں یہاں بھی قید رہا حتیٰ کہ ان کو بہاء الدولہ عضد الدولہ نے ۳۷۵ھ میں اس شرط سے رہا کیا کہ ○ یہ کہ مسلمان قیدیوں کو اپنی رہائی کے عوض رہا کر دے ○ یہ کہ سات قلعے معہ جملہ مال و اسباب و مضافات کے مسلمانوں کے حوالے کرے ○ یہ کہ آئندہ تازندگی بلاد اسلامیہ میں سے کسی طرح سے معترض نہ ہو۔ ورد نے ان شرائط کو قبول کیا' سامان سفر درست کر کے روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں ملیطہ پر قبضہ و تصرف حاصل کیا۔ملیطہ کے سامان جنگ و جدل کی وجہ سے اس کی قوت میں نمایاں ترقی ہو گئی۔وردیس بن لاوون نے گھبرا کر اس شرط سے کہ قسطنطنیہ اور اس کا شمالی حصہ خلیج تک اس کے قبضہ میں رہے' باقی پر ورد قابض ہو مصالحت کی درخواست پیش کی۔ ورد نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔اس وقت قسطنطنیہ میں دونوں بادشاہ پسران ارمانوس والی قسطنطنیہ موجود تھے' ان دونوں بادشاہوں کا نام بسیل اور قسطنطین تھا۔ان دونوں نے ورد کی خود مختاری تسلیم کر لی' ورد کا غصہ فرو ہو گیا۔اس کے بعد قسطنطین مر گیا۔ بسیل تن تنہا حکمرانی کرنے لگا بہت دن تک اس نے حکمرانی کی' بلغار (بلگیریا) سے پینتیس سال لڑتا رہا آخر کار ان پر اسے فتح حاصل ہوئی اور اس نے اہل بلغار کو ان کے ملک اور وطن سے نکال باہر کر کے رومیوں کو وہاں لے جا کر آباد کیا۔

دمشق پر بکجور کی تقرری اور معزولی

ہم اوپر ابو المعالی بن سیف الدولہ کی جانب سے حمص پر بکجور کی گورنری کا حال تحریر کر آئے ہیں اور یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ بکجور نے اسے تعمیر و آباد بھی کیا تھا۔چونکہ دمشق زمانۂ حکومت قسام میں ویران اور برباد ہو گیا تھا مزید براں گرانی اور وبا پھیل گئی تھی' بکجور نے اہل دمشق کی امداد پر کمر ہمت باندھی۔ حمص سے غلہ اور خوردنی اشیاء دمشق روانہ کرنے لگا اور اہل دمشق کا مال و اسباب حمص اٹھا لایا۔اس سے عزیز والی مصر کی آنکھوں میں بکجور کی عزت بڑھ گئی' خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہو گیا اور جب ایک گونہ رسوخ حاصل ہو گیا تو بکجور نے دمشق کی درخواست پیش کی۔عزیز نے اس درخواست کی منظوری کا وعدہ کیا اس کے بعد ۳۷۳ھ میں بکجور اور سعد الدولہ ابو المعالی سیف الدولہ سے منافرت پیدا ہو گئی۔ بکجور نے عزیز والی مصر کی خدمت میں پیام بھیجا کہ آپ حسب وعدہ دمشق کی گورنری مجھے مرحمت فرمائیں' وزیر السلطنت بن کلس نے عزیز کو اس سے منع کیا' دمشق میں ان دنوں عزیز کی طرف سے سپہ سالار بلکین حکومت کر رہا تھا۔ سپہ سالار بلکین قسام کے بعد دمشق کا حکمران ہوا تھا۔اتفاق سے اسی زمانہ میں کتامیوں (مغاربہ) نے وزیر السلطنت کے خلاف بغاوت کر دی اور حملہ کر کے اسے مار ڈالا چاروناچار عزیز کو دمشق سے بلکین کے طلب کر لینے کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اس کی جگہ بکجور کو دمشق کی سند حکومت عطا کر کے سپہ سالار بلکین کو مصر میں طلب کر لیا۔ماہ رجب ۳۷۳ھ میں بکجور وارد دمشق ہوا۔ اس نے پہنچتے ہی دمشق میں فتنہ مچا دیا' وزیر السلطنت ابن کلس کے آوردوں کو چن چن کر تنگ کرنے لگا۔اس صورت سے چھ سال تک حکومت کرتا رہا۔مصر سے ایک بڑی فوج سپہ سالار منیر خادم کی افسری میں بکجور کو ہوش میں لانے کی غرض سے دمشق روانہ کی گئی اور نزال والی طرابلس کو اس میں شریک ہونے اور اس کی مدد کے لئے لکھا گیا۔ بکجور نے یہ خبر پا کر عرب وغیرہ کی فوجیں مرتب اور فراہم کیں اور مقابلہ کی غرض سے میدان جنگ میں آیا۔گھمسان کی لڑائی ہوئی' میدان منیر کے ہاتھ رہا۔ بکجور نے امن کی درخواست کی۔منیر نے شہر حوالہ کر دینے کی شرط پر امن دیا۔ بکجور نے دمشق کو منیر کے حوالہ کر کے رقہ کا راستہ لیا اور منیر نے دمشق میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا۔

ابو المعالی کے خلاف بکجور کی سازش

بکجور نے رقہ میں قیام کیا' زمانہ قیام میں رحبہ اور رقہ کی سرحد پر جتنے شہر تھے' ان پر قابض ہو گیا۔بہاء الدولہ بن عضد الدولہ کی خدمت میں پیام اطاعت بھیجا باد کردی کو جو کہ دیار بکر و موصل پر غالب ہو رہا تھا' لکھا کہ میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں اور ابو المعالی سعد الدولہ والی حلب کے پاس اس مضمون کا خط روانہ کیا آپ مجھے حمص کی سند حکومت بطورِ جاگیر مرحمت فرمائیں' میں بدستور سابق مطیع و

منقاد ہو جاؤں گا۔کسی نے کوئی درخواست منظور نہ کی تب بکجور نے رقہ میں قیام کر کے سعد الدولہ ابو المعالی کے غلاموں سے خط و کتابت شروع کی اور ان کو ان کے آقائے نامدار سے بغاوت کرنے پر ابھارنے لگا ان لوگوں نے اس کی تحریر کے مطابق اپنے آقا سے بغاوت کرنے پر کمریں باندھ لیں اور بکجور کو اس امر سے مطلع کیا کہ ابو المعالی اپنی خواہشات نفسانی اور لذات دنیاوی میں مصروف و مشغول ہے۔ بکجور نے اس سے مطلع ہو کر عزیز والی مصر سے امداد کی درخواست کی ادھر عزیز نے نزال والی طرابلس کے علاوہ اور گورنران شام کو بکجور کی امداد کرنے اور اس کی ماتحتی میں جنگ کرنے کو لکھ بھیجا ادھر خفیہ طور سے عیسٰی بن نسطورس نصرانی (عزیز والی مصر کے وزیر السلطنت) نے نزال وغیرہ سپہ سالاروں کو لکھ بھیجا کہ جس وقت سعد الدولہ کی فوج مقابلہ پر آئے بکجور کو تنہا میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہونا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ عیسٰی بن سطورس وزیر اور بکجور کے درمیان مدت دراز سے اختلاف چلا آرہا تھا۔ الغرض نزال اور بکجور رقہ سے روانہ ہوا۔ابو المعالی کو اس کی خبر لگ گئی،فوجیں آراستہ اور تیار کر کے حلب سے بقصد جنگ نکل کھڑا ہوا۔لولو کبیر اس کے باپ کا آزاد غلام بھی اس کے رکاب میں تھا۔لولو کبیر نے بکجور سے بغرض سازش خط و کتابت شروع کی حقوق سابقہ کا اظہار کر کے رقہ سے حمص تک کے مضافات جاگیر میں دینے کا وعدہ کیا مگر بکجور نے ایک نہ سنی۔

بکجور کا قتل

انہی دنوں ابو المعالی نے والیٔ انطاکیہ کے پاس امداد کا خط روانہ کیا چنانچہ والی انطاکیہ نے رومی فوج سے اس کی مدد کی اور ان عربوں کو جو کہ بکجور کے ہمراہ تھے درپردہ لکھ بھیجا کہ اگر تم لوگ بوقت جنگ بکجور سے علیحدہ ہو جاؤ تو میں تمہیں اس قدر جاگیریں اور انعام دوں گا کہ تم لوگ خوش اور مالا مال ہو جاؤ گے' اس دھوکہ سے عربوں نے جنگ کے وقت بکجور کو دھوکا دینے کا وعدہ کر لیا۔جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور فریقین جنگ میں مصروف ہو گئے عربوں نے پلٹ کر بکجور کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور اس کے لشکر سے نکل کر ابو المعالی کے پاس چلے آئے۔ بکجور کو عربوں کی اس حرکت سے بے حد برافروختگی پیدا ہوئی مگر چارہ کار ہی کیا تھا،مرنے پر کمربستہ ہو کر ابو المعالی کے خیال سے قلب لشکر پر حملہ آور ہوا۔ لولو نے اس سے پیشتر ابو المعالی کو بچانے کی غرض سے قلب لشکر سے ہٹا دیا تھا اور خود قلب لشکر میں اس کی جگہ کھڑا ہوا لڑ رہا تھا۔ جس وقت بکجور حملہ کرتا ہوا قلب لشکر میں پہنچا، لولو نے بڑھ کر وار کیا' بکجور نے نہایت استقلال سے اس حملہ کا جواب دیا'لولو کے ہمراہیوں نے چاروں طرف سے گھیر کر حملہ شروع کر دیئے۔ بکجور شکست کھا کر بھاگا عربوں میں سے ایک شخص نے اسے گرفتار کر کے اپنے مکان میں قید کر دیا۔ اور ابو المعالی کی خدمت میں حاضر ہو کر بکجور کی گرفتاری اور قید کرنے کا حال بتلایا۔ ابو المعالی نے بکجور کو قتل کر کے رقہ کا راستہ لیا۔ رقہ میں اس وقت سلامہ رشیقی (بکجور کا خادم) اور اس کی اولاد اور ابو الحسن علی بن حسین معزولی اس کا وزیر السلطنت تھا۔ ان لوگوں نے امن کی درخواست کی ابو المعالی نے ان لوگوں کو امان دی چنانچہ ان لوگوں نے رقہ کا دروازہ کھول دیا۔ابو المعالی نے رقہ پر قبضہ کر لیا۔جس وقت بکجور کی اولاد اپنے مال و اسباب کے ساتھ نکلی ابو المعالی کی آنکھیں بکثرت مال سے خیرہ ہو گئیں، قاضی ابن حسین تاڑ گیا، عرض کی آپ اس مال و زر پر قبضہ کیوں نہیں کر لیتے۔ بکجور تو مملوک تھا وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا۔اس مال و زر پر قبضہ کر لینے سے آپ کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ابو المعالی کی باچھیں یہ سن کر کھل گئیں فوراً" تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا'عزیز والیٔ مصر نے اولاد بکجور کی تحریک سے سفارشی خط بھیجا'ابو المعالی نے نہایت بری طرح سے اس کا جواب دیا۔ وزیر مغربی جان بچا کر مشہد علی بن ابی طالب کی طرف بھاگ گیا۔

حالات باد کرد

اکراد حمیدیہ اور ان کے روسا میں سے اطراف موصل میں باد نامی ایک شخص رہتا تھا۔ عضوں کا یہ بیان ہے کہ باد لقب تھا اور اس کا نام ابو عبداللہ حسین بن دوشتک تھا بعضے کہتے ہیں کہ باد اس کا نام تھا اور ابو شجاع بن دوشتک کنیت تھی۔ اور ابو عبداللہ حسین اس کا بھائی تھا'یہ شخص نہایت رعب و داب کا آدمی تھا۔گردونواح کے رہنے والے اس کے نام سے بید کی طرح تھرتھراتے تھے۔لوٹ اور غارت

گری ہے جتنا مال ہاتھ لگتا تھا سب کا سب اپنے اعزا و اقارب میں تقسیم کر دیتا تھا جب عضد الدولہ نے موصل کو فتح کیا وفود (ڈیپوٹیشن) کے ساتھ عضد الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر کسی خطرہ کا خیال کر کے رفاقت ترک کر دی۔ عضد الدولہ نے باد کی جستجو اور سراغ کی فکر کی، کامیاب نہ ہوا۔

موصل پر قبضہ

جب عضد الدولہ نے وفات پائی تو باد نے دیار بکر کی طرف کوچ کیا، آمد اور میافارقین پر قبضہ کر کے نصیبین کی جانب بڑھا اور اس پر بھی قابض ہو گیا۔ صمصام الدولہ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر ایک عظیم فوج حاجب ابو القاسم سعید بن محمد کی ماتحتی میں باد کی سرکوبی کے لئے روانہ کی، مضافات کواشی مقام خابور حسنیہ میں دونوں فریقوں نے صف آرائی کی۔ ایک سخت اور خون ریز جنگ کے بعد حاجب ابو القاسم کو شکست ہوئی، بہت سے دیلم معرکۂ جنگ میں کام آئے، حاجب ابو القاسم بھاگ کر موصل پہنچا، باد اس کے تعاقب میں تھا، موصل کے عوام الناس ابو القاسم کی بداخلاقی کی وجہ سے اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے مار کر نکال دیا۔ باد کامیابی کے ساتھ ۳۷۳ھ میں موصل میں داخل ہوا، اس کی فوجی اور مالی قوت بڑھ گئی، بغداد کی فتح کی خواہش ہوئی۔

سپہ سالار زیاد کی باد سے لڑائی

صمصام الدولہ کو اس کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہوا، اپنے وزیر السلطنت ابن سعد ان کی ماتحتی میں فوجیں روانہ کیں اور اپنے سب سے پہلے سپہ سالار زیاد بن شہریار کو اس مہم کو سر کرنے پر مامور کیا۔ ماہ صفر ۳۷۴ھ میں دونوں کا مقابلہ ہوا، بہت بڑی لڑائی کے بعد باد کو شکست ہوئی، اس کے بہت سے ہمراہی مارے گئے، کچھ لوگ گرفتار کر لئے گئے جن کی تشہیر بغداد میں کی گئی۔ دیلم نے موصل پر قبضہ کر لیا۔ زیاد نے ایک فوج نصیبین کی طرف روانہ کی۔ اس فوج نے اپنے سپہ سالار سے مخالفت کی، ابن سعد ان وزیر صمصام الدولہ نے ابو المعالی بن حمدان کو لکھ بھیجا کہ دیار بکر کو تم اپنے مقبوضات میں داخل کر لو۔ ابو المعالی نے اپنے لشکر کو دیار بکر کی جانب روانہ کیا، چونکہ اس فوج میں باد کے ہوا خواہوں اور فوج سے مقابلہ کی قوت نہ تھی، دیار بکر سے اعراض کر کے چند دن تک میافارقین کا محاصرہ کیے رہی اور جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو محاصرہ اٹھا کر حلب واپس آئی۔

باد کے قتل کی کوشش

تب حاجب ابو القاسم نے چند لوگوں کو باد کے قتل پر مامور کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ حکمت عملی سے جب موقع ہاتھ آئے باد کو قتل کر ڈالنا چنانچہ ایک شخص ان میں سے بحالتِ غفلت باد کے خیمہ میں گھس گیا اور باد کی پنڈلی پر یہ خیال کر کے کہ سر ہے تلوار کا وار کیا، باد اُٹھ بیٹھا، قاتل فوراً گرفتار کر لیا، باد اس جان فرسا مصیبت سے بال بال بچ گیا۔ اس کے بعد باد نے سپہ سالار اور ابو القاسم حاجب کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا، فریقین میں اس امر پر مصالحت ہوئی کہ دیار بکر نصف طور پر عبد بن باد کو دیا جائے چنانچہ یہ اسی زمانہ سے باد کے قبضہ میں چلا گیا۔

ابو نصر کی جنگ

مصالحت کے بعد زیاد تو بغداد چلا آیا اور ابو القاسم حاجب موصل میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ ۳۷۷ھ میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر راہگرائے ملک عدم ہو گیا۔ تب شرف الدولہ بن بویہ نے ابو نصر خواشادہ کو ایک عظیم فوج کا سردار مقرر کر کے باد کے سر کرنے کے لئے روانہ کیا، باد بھی اس سے مطلع ہو کر فوجیں آراستہ کر کے مقابلہ پر آگیا، اتفاق سے ابو نصر کی امدادی فوج وقت پر نہ پہنچی اور لڑائی شروع ہو گئی، ابو نصر نے قبائل عرب میں سے بنو عقیل اور بنو نمیر کو جاگیریں اور انعامات دے کر باد کی مدافعت پر تیار کر لیا مگر اس کے باوجود اسے کامیابی نہ ہوئی، باد طور عیدین پر آخری دامن کوہ تک پر قابض ہو گیا مگر صحرا پر قبضہ نہ کر سکا۔ اپنے بھائی کو ایک فوج کے ساتھ عرب سے

جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ باہم لڑائیاں ہوئیں۔ اس کا بھائی مارا گیا اس کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی مگر باد میدان جنگ میں خواشادہ کے مقابلہ پر سینہ سپر لڑتا رہا حتی کہ شرف الدولہ بن بویہ کے مرنے کی خبر سننے میں آئی۔ خواشادہ نے موصل پر چڑھائی کر دی، عرب صحرا اور بادِ جبل پر قابض و متصرف رہا۔

موصل پر بنو حمدان کا قبضہ

ابو طاہر ابراہیم اور عبداللہ حسن پسران ناصر الدولہ بن حمدان اپنے بھائی ابو ثعلب کے مارے جانے کے بعد دار الخلافت بغداد چلے آئے تھے اور شرف الدولہ بن عضد الدولہ کی خدمت میں رہتے تھے' جب شرف الدولہ نے وفات پائی تو خواشادہ اس وقت موصل میں تھا۔ ان دونوں بھائیوں ابو طاہر اور ابو عبداللہ نے بہاء الدولہ سے اجازت حاصل کر کے موصل کی طرف کوچ کیا۔ ان کی روانگی کے بعد بہاء الدولہ کے سپہ سالاروں کو اس رائے کی غلطی محسوس ہوئی چنانچہ بہاء الدولہ نے ان لوگوں کی تحریک سے خواشادہ والی موصل کو لکھ بھیجا کہ ابو طاہر اور ابو عبداللہ کو موصل میں داخل نہ ہونے دیا جائے پس خواشادہ نے ان دونوں بھائیوں کو موصل میں داخل ہونے سے روکا اور بغداد واپس جانے کی ہدایت کی۔ ان دونوں بھائیوں نے ایک نہ سنی' تیزی سے سفر کرتے ہوئے موصل کے قریب پہنچ گئے۔ موصل کے باہر مقام دیر اعلیٰ میں پڑاؤ کیا۔ اہل موصل تک جب یہ خبر پہنچی تو وہ لوگ دیلم اور ترکوں پر جو اس وقت موصل میں تھے' ٹوٹ پڑے اور خوشی خوشی بنو حمدان کی خدمت میں حاضر ہو کر باریابی کی عزت حاصل کی۔ دیلم بھی مرتب اور مسلح ہو کر موصل پر حملہ آور ہوئے مگر پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کر بھاگے' ان میں کثیر گروہ کھیت رہا باقی ماندگان نے دار الامارت میں جا کر پناہ لی۔ اہلِ موصل نے ان کے پامال کر ڈالنے کا قصد کیا لیکن بنو حمدان نے اہلِ موصل کو اس حرکت وحشیانہ سے روکا اور خواشادہ کو ان لوگوں کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھے' امان دے کر بغداد روانہ کر دیا اور خود موصل کی حکومت پر قابض ہو گیا۔ تھوڑے ہی دن میں عرب ہر چہار طرف سے کھنچ کر بنو حمدان کے پاس چلے آئے۔

باد کا قتل

ان واقعات کی اطلاع باد کو پہنچی۔ یہ اس وقت دیار بکر میں تھا۔ باد فوجیں فراہم کرنے لگا اکراد مشبنونہ (بشنویہ) والیان قلعہ فنک کا عظیم گروہ باد کے پاس آ کر جمع ہو گیا باد نے اہل موصل سے خط و کتابت شروع کی۔ بعضوں نے اس کے لکھنے کے مطابق اس کی استدعا منظور کر لی تب باد نے اپنی فوج کو مسلح کر کے موصل کی جانب کوچ کیا اور موصل کے قریب پہنچ کر شرقی جانب قیام پذیر ہوا۔ ابو طاہر اور عبداللہ پسران ابو الدردا محمد بن مسیب امیر بنو عقیل کے پاس امداد کا پیام بھیجا' ابو الدردا نے جواب دیا کہ اگر جزیرہ ابن عمر اور نصیبین اس صلہ میں مجھے دیا جائے تو مجھے امداد میں کچھ عذر نہ ہو گا۔ ابو طاہر اور عبداللہ نے اس شرط کو منظور کر لیا چنانچہ ابو عبداللہ اس شرط کے پخت و پز کرنے اور امداد حاصل کرنے کی غرض سے ابو الدردا محمد کے پاس چلا گیا اور اس کا بھائی ابو طاہر موصل میں ٹھہرا باد سے جنگ کرتا رہا جب ابو عبداللہ اور ابو الدرداء میں باہم شرائط امداد طے ہو گئیں تو ابو الدردا اپنی قوم کو مرتب کر کے ابو عبداللہ بن حمدان کے ساتھ باد سے جنگ کرنے کے لیے آیا اور دجلہ کو عبور کر کے باد پر پشت سے حملہ آور ہوا' ابو طاہر اور حمدانیہ فوجوں نے بھی سامنے سے باد پر یلغار کیا' گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی ایک ساعت میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ باد کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا باد بھی منہ کے بل ایسا گرا کہ اٹھ کر گھوڑے پر سوار نہ ہو سکا۔ فریق مخالف نے نہایتی تیزی سے اس کے ہمراہیوں کو اس کے پاس سے بزور حملہ منتشر کر دیا۔ عربوں میں سے ایک شخص نے لپک پر تلوار کا وار کیا اور سر اتار کر بنو حمدان کے پاس لے آیا بنو حمدان مظفر و منصور موصل کی جانب واپس آئے۔ یہ واقعہ ۳۸۰ھ کا ہے۔

ابو علی کا دیار بکر پر قبضہ

باد کے مارے جانے کے بعد ابو طاہر اور ابو عبداللہ پسران حمدان کو دیار بکر کی واپسی کی طمع دامن گیر ہوئی' ابو علی بن مروان کردی ہمشیر زاد باد معرکہ سے جانبر ہو کر قلعہ کیفا چلا گیا تھا۔ یہاں باد کی بیوی مقیم تھی اور اس کا مال و اسباب بھی تھا۔ قلعہ کنارہ دجلہ پر نہایت مستحکم

اور مضبوط بنا ہوا تھا۔ابو علی نے اس قلعہ میں پہنچ کر اپنے ماموں کی بیوی سے عقد کر لیا اور تمام مال و اسباب اور قلعہ پر قابض ہو گیا اس کے بعد آہستہ آہستہ دیار بکر کا حکمران بن گیا۔ اس اثنا میں ابو علی میافارقین کا محاصرہ کیے ہوئے تھا،ابو طاہر اور ابو عبداللہ پسران حمدان آپہنچے ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔اتفاق سے ابو علی نے ان دونوں بھائیوں کو شکست دے دی اور اثناء جنگ میں ابو عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ چند روز بعد ابو عبداللہ کو رہا کر دیا۔ ابو عبداللہ اپنے بھائی ابو طاہر کے پاس چلا گیا۔ ابو طاہر اس وقت آمد کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ دونوں بھائیوں نے متفق ہو کر ابو علی پر دوبارہ چڑھائی کر دی،ابو علی نے اس معرکہ میں بھی ان دونوں بھائیوں کو شکست دے کر ابو عبداللہ کو پھر گرفتار کر لیا اور اپنے یہاں قید رکھا۔خلیفہ مصر نے اس کی رہائی کی سفارش کی چنانچہ ابو علی نے اسے رہا کر دیا اور رہائی کے بعد ابو عبداللہ مصر چلا گیا۔خلیفہ مصر نے اسے حلب کی حکومت پر مامور کیا یہاں تک کہ اس نے حلب میں ہی بحالت حکومت وفات پائی۔ باقی رہا ابو طاہر وہ ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ نصیبین چلا گیا۔ اتفاق یہ کہ ان دنوں نصیبین میں ابو الدرواء محمد بن مسیب امیر بنو عقیل مقیم تھا۔ چنانچہ ابو الدرواء نے ابو طاہر پر اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ ایک سخت اور خون ریز جنگ کے بعد ابو الدرواء کی فوج نے ابو طاہر کو اس کے لڑکوں اور چند سپہ سالاروں کے ساتھ گرفتار کر لیا ابو الدرواء نے ابو طاہر اور خون ریز جنگ کے بعد ابو الدرواء کی فوج نے ابو طاہر کو اس کے لڑکوں اور چند سپہ سالاروں کے ساتھ گرفتار کر لیا ابو الدرواء نے ابو طاہر اور اس کے لڑکوں کو بار حیات سے سبکدوش کرکے موصل کی جانب قدم بڑھایا اور اس پر قابض ہو گیا اس کے بعد بہاء الدولہ کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ آپ اپنا کوئی نائب مقرر فرما کر میرے پاس روانہ فرمائیں تاکہ اس کی زیر نگرانی میں حکومت کروں۔بہاء الدولہ نے اپنے سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار کو موصل بھیج دیا مگر اس سپہ سالار کو کسی قسم کے تصرف کا اختیار نہ تھا،ابو الدرواء سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ رفتہ رفتہ تھوڑے دن بعد ابو الدروا کی حکومت مستقل ہو گئی اور بہاء الدولہ کے نائب کی نگرانی اور حمایت سے مستغنی ہو گیا اور بنو حمدان کی حکومت و سلطنت جاتی رہی والبقاء اللہ

ابو الفضائل کی تخت نشینی اور عیسائیوں سے لڑائیاں

جس وقت سعد الدولہ نے اپنے خادم بکجور کو شکست دی اور اس نے رقہ سے اس کی جانب کوچ کیا تھا' قتل کر ڈالا تو سعد الدولہ واپس ہو کر حلب آیا اور عارضہ فالج میں مبتلا ہو کر ۳۸۲ھ میں راہ گرائے ملک عدم ہوا' لولو کبیر نے جو اس کا خادم اور اس کے امور سلطنت وحکومت کا منتظم تھا اس کے بیٹے ابو الفضائل کو اس کی جگہ تخت حکومت پر بٹھلایا اور شاہی افواج سے اس کی امارت و حکومت کی بیعت لی۔ چاروں طرف سے فوجیں اس کی خدمت میں آگئیں۔ کسی ذریعہ سے یہ خبر ابو الحسن مغربی تک پہنچی' اس وقت یہ مشہد علی میں تھا،فوراً سامانِ سفر درست کرکے عزیز والی مصر کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کوچ کیا اور پہنچتے ہی ملک حلب پر قبضہ کر لینے کی طمع دلائی۔ پس عزیز نے ایک عظیم فوج اپنے نامور سپہ سالار منجو تکین کی ماتحتی میں حلب کی جانب روانہ کی ۔ منجو تکین نے حلب پر پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا اور دو چار لڑائیوں کے بعد شہر پر قبضہ کر لیا' ابو الفضائل اور لولو قلعہ نشین ہو گیا اور وہیں سے بادشاہ روم کے پاس امداد کی غرض سے ایلچی روانہ کیا۔

چونکہ بادشاہ روم ان دنوں جنگ بلغار (بلگیریا) میں مصروف تھا اس وجہ سے اپنے گورنر انطاکیہ کو ان لوگوں کی امداد کرنے کے لیے لکھ بھیجا۔ چنانچہ گورنر انطاکیہ نے پچاس ہزار فوج کی جمعیت سے ابو الفضائل کی کمک کی غرض سے کوچ کیا' مقام جدید پہنچ کر قریب وادی عاقی خیمہ زن ہوا' منجو تکین نے اس سے مطلع ہو کر عساکر اسلامیہ کو مرتب کیا اور ان عیسائیوں کے مقابلے پر آگیا' سخت اور خون ریز جنگ کے بعد رومیوں کو شکست ہوئی لشکر اسلام تعاقب میں بڑھا' عیسائی ممالک کے دیہاتوں اور شہروں کو تاخت و تاراج کرتا ہوا انطاکیہ پہنچ گیا۔ابو الفضائل اور لولو کو موقع مل گیا،قلعہ سے شہر حلب میں چلے آئے جس قدر مال و اسباب اٹھا کر لے جا سکے' لے گئے' باقی کو جلا کر خاک کر دیا۔

اس کے بعد منجو تکین پھر محاصرۂ حلب پر واپس آیا' لولو نے ابو الحسن مغربی کے ذریعہ سے صلح کا پیام دیا۔ منجو تکین نے مصلحتاً مصالحت

کر لی اور محاصرہ اٹھا کر دمشق چلا آیا۔ عزیز والی مصر نے اس مصالحت میں کوئی رائے نہ دی۔ عزیز نے اس سے مطلع ہو کر عتاب آموز فرمان بنام منجو تکین تحریر فرمایا اور سختی کے ساتھ محاصرہ حلب پر واپس جانے کو لکھا۔ منجو تکین دوبارہ حلب کے محاصرہ کرنے کے لیے گیا۔ تیرہ ماہ کامل محاصرہ کیے رہا۔ ابو الفضائل اور لولو نے بادشاہ روم کے پاس خطوط روانہ کیے اور اس امر کو ظاہر کیا کہ اگر حلب پر منجو تکین کا قبضہ ہو گیا تو انطاکیہ کی خیر نہ سمجھنا فتح انطاکیہ کا پھاٹک حلب ہے' یہ وہ زمانہ تھا کہ بادشاہ روم کو مہم بلغار سے فراغت حاصل ہو چکی تھی فوراً فوجیں مرتب کر کے حلب کی طرف روانہ ہوا۔ منجو تکین کو اس کی خبر لگی تو اس نے مورچوں اور چشموں کو خراب اور منہدم کر کے محاصرہ اٹھا کر کوچ کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ روم وارد حلب ہوا ابو الفضائل اور لولو نے گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اس کی عنایت و ہمدردی کے شکر گزار ہوئے۔ ابو الفضائل اور لولو حلب واپس آئے۔ اور بادشاہ روم نے مل کر شام پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ حمص و شیرز کو بزور تیغ فتح کر کے لوٹ لیا' طرابلس کا چالیس دن تک محاصرہ کیے لڑتا رہا۔ ناکامی کے ساتھ اپنے ملک کو واپس ہوا۔

ان واقعات کے بعد ابو نصر لولو نے جو کہ سیف الدولہ کا غلام تھا' اپنے آقا ابو الفضل بن سعد اللہ کو معزول کر کے تمام شہر پر قبضہ کر لیا اور دعوت عباسیہ کو موسوم کر کے حاکم علوی والی مصر کا خطبہ پڑھنے لگا۔ حاکم والی مصر نے اسے مرتضی الدولہ کا خطاب مرحمت کیا' چند روز بعد لولو کے برتاؤ میں جو کہ حاکم والی مصر کے ساتھ تھا' فرق آ گیا۔

بنو کلاب کا عروج

بنو کلاب ربیعہ کو موقع مل گیا' ان دنوں بنو کلاب کا سردار صالح بن مرداس نامی ایک شخص تھا۔ اسی اثنا میں لولو نے ان میں سے ایک گروہ کو گرفتار کر لیا۔ یہ لوگ جاسوسی کی غرض سے حلب آئے ہوئے تھے' صالح بھی انہی لوگوں میں تھا' ایک مدت تک جیل میں رہا' طرح طرح کی سختیاں جھیلتا رہا آخر کار جیل سے بھاگ کر اپنے اہل و عیال سے جا ملا اور تیاری کر کے حلب پر چڑھ آیا' لولو اور صالح سے مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں' انجام یہ کہ صالح نے لولو کو ۴۰۲ھ میں گرفتار کر لیا۔ اس کا بھائی ہزار خرابی جان بچا کر حلب پہنچا اور اس کی ناکہ بندی کر لی۔ اس کے بعد صالح کے پاس اپنے بھائی کا زر فدیہ لے کر قید سے رہا کر دینے کا پیام بھیجا' صالح نے چند شرطوں سے لولو کو رہا کر دیا' لولو قید سے نجات پا کر حلب آیا اور اپنے غلام فتح کو اس شکست کا باعث قرار دے کر ایذا رسانی' اور گرفتاری کی فکر کرنے لگا' فتح قلعہ حلب پر لولو کی طرف سے حاکم تھا' کسی ذریعہ سے فتح کو اس کی خبر لگ گئی' حاکم علوی والی مصر کو ان واقعات سے مطلع کر کے اس کے اقتدار شاہی کو تسلیم کر لیا اور لولو سے باغی ہو کر زیر اثر حکومت مصر حکمرانی کرنے لگا' حاکم والی مصر نے صید اور بیروت بطور جاگیر مرحمت کیا۔ لولو کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے' بھاگ کر رومیوں کے پاس انطاکیہ چلا گیا اور انہی کے پاس مقیم رہا' اب فتح کو اپنے ارادوں میں فتح یابی حاصل ہو گئی' صید آ گیا' حاکم والی مصر نے اپنی جانب سے حلب کی حکومت بھی عطا کی' اس زمانہ سے بنو حمدان کی حکومت و دولت کا چراغ شام و جزیرہ میں گل ہو گیا اور حلب کی سرزمین عبیدیوں کے قبضہ اقتدار میں باقی رہ گئی۔ اس کے بعد صالح بن مرداس کلابی نے اس پر قبضہ حاصل کیا' یہاں پر اس کی قوم کی آئندہ نسلوں نے وراثتاً حکمرانی کی جیسا کہ آئندہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔

دولتِ بنو عقیل

بنو عقیل' بنو کلاب' بنو نمیر' بنو خفاجہ (عامر بن صعصعہ کے قبیلہ سے تھے) اور بنو طے (کہلان کے قبیلے سے تھے) مابین جزیرہ اور شام دریائے فرات کے کنارے پر پھیلے ہوئے تھے۔ یہ لوگ رعایا کی حیثیت سے بنو حمدان کے رقبہ حکومت میں رہتے اور انہیں خراج دیا کرتے تھے۔ موقع جنگ پر ان کے ساتھ ہو کر ان کے دشمنوں سے لڑنے کو جاتے تھے' رفتہ رفتہ ان کی قوت بڑھ گئی جب کہ بنو حمدان کا آفتاب اقبال لب بام آ گیا۔ ان کی حکومت کو استقلال اور استحکام حاصل ہو گیا' سامان جنگ درست کر کے ملک گیری کو نکل پڑے اور جب ابو طاہر بن حمدان کو بمقابلہ علی بن مروان ۳۸۰ھ میں مقام دیار بکر میں شکست ہوئی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور ابو طاہر نے نصیبین کا

راستہ لیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ نصیبین پر ابو الدرواء محمد بن مسیب بن رافع بن مقلد بن جعفر بن مہنتہ امیر بنو عقیل بن کعب بن ربیعہ بن عامر قابض ہو گیا تھا۔ ابو الدرواء نے ابو طاہر اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا اور بڑھ کر موصل پر قبضہ کر لیا اور بہاء الدولہ بن بویا کے پاس کہلا بھیجا جس نے عراق میں خلیفہ کو دبا رکھا تھا' آپ اپنی طرف سے ایک گورنر موصل میں بھیج دیجئے تاکہ اس کے زیر اثر و نگرانی حکومت کروں۔ چنانچہ بہاء الدولہ نے اپنی جانب سے اپنا ایک نائب موصل روانہ کیا مگر زمام حکومت اور سیاہ و سفید کرنے کا اختیار ابو الدولہ کے قبضہ اختیار میں تھا اس حالت سے دو برس گزر گئے۔

ابو الدرواء کی خود مختاری و وفات

۳۸۲ھ میں بہاء الدولہ نے چند فوجیں ابو جعفر حجاج بن ہرمز کی ماتحتی میں موصل کی طرف روانہ کیں' ابو الدرواء انہیں پسپا کر کے موصل پر خود مختاری کے ساتھ حکمران بن بیٹھا اس کے بعد اپنی قوم نیز ان عرب کو جو اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے تھے مسلح کر کے بہاء الدولہ کی فوج سے جنگ کرنے کو چلا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر کار فتح اور کامیابی کا جھنڈا ابو الدرواء کے ہاتھ رہا' ۳۸۶ھ میں ابو الدرواء راہ گزار ملکِ عدم ہوا۔

مقلد بن مسیب کی حکومت

اس کی جگہ بنو عقیل کی امارت پر اس کا بھائی علی متمکن ہوا۔ مقلد بن مسیب نے ہر چند ہاتھ پاؤں مارے اور بنو عقیل کی سرداری حاصل کرنے کی کوشش کی مگر اس وجہ سے کہ علی کی عمر اس سے زیادہ تھی' اس کی ایک بھی پیش نہ گئی تب مقلد نے اپنی عنان حکومت موصل کی جانب منعطف کی اور ان دیلمیوں کو جو کہ موصل میں ابو جعفر بن ہرمز کے ساتھ مقیم تھے' ملانا شروع کیا۔ چند روز بعد مقلد کو اپنے ان ارادوں اور سازش میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ دیلمیوں کے ایک بڑے گروہ نے اس سے سازش کر لی۔ اس وقت مقلد بہاء الدولہ کی خدمت میں بذریعہ درخواست یہ گذارش کی کہ اگر موصل کی حکومت مجھے عنایت کی جائے تو میں دو لاکھ سالانہ خراج ادا کروں گا اس کے بعد اپنے بھائی علی اور اپنی قوم سے یہ ظاہر کیا کہ مجھے بہاء الدولہ نے موصل کی سند حکومت عطا فرمائی ہے' تم لوگ میری حمایت کرو۔ لوگ تیار ہو کر مقلد کے ساتھ موصل کی طرف روانہ ہوئے بمقام قیام کرتے ہوئے تھوڑے دن بعد موصل کے قریب پہنچے دیلمیوں نے یہ حال دیکھ کر امن کی درخواست کی' مقلد نے انہیں امن دے دیا۔ چنانچہ ابو جعفر کشتی پر سوار ہو کر بغداد کی طرف روانہ ہوا' اہل موصل نے اس کا تعاقب کیا مگر کامیابی حاصل نہ ہوئی' مقلد نے ابو جعفر کے چلے جانے کے بعد موصل پر قبضہ کر لیا۔

مقلد اور بہاء الدولہ

غربی فرات کی نگرانی و حفاظت مقلد کرتا تھا۔ دار الخلافت بغداد میں اس کی طرف سے اس کا نائب رہتا تھا' اس نائب میں ذاتی شجاعت تھی' اس کا بہاء الدولہ کے ساتھیوں سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ ان دنوں بہاء الدولہ اپنے بھائی کے جھگڑوں میں مصروف و مشغول تھا' مقلد کے نائب نے اپنے آقا کی خدمت میں بہاء الدولہ کے مصاحبوں کی شکایت لکھ بھیجی۔ مقلد نے اپنی فوج کو آراستہ کر کے چڑھائی کر دی اور پہنچتے ہی قتل و غارت کرنے لگا اور مال پر ہاتھ بڑھایا۔ ابو علی بن اسمٰعیل جو کہ بغداد میں بہاء الدولہ کی طرف سے بطور نائب کے تھا' مقلد کے طوفان بے تمیزی کی روک تھام کی غرض سے نکلا۔ بہاء الدولہ کو اس کی خبر لگی تو اس نے غلطی سے ابو جعفر حجاج بن ہرمز کو ابو علی بن اسمٰعیل کی گرفتاری اور مقلد بن مسیب سے مصالحت کرنے کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ مقلد اور ابو جعفر میں بہ ایں شرائط مصالحت ہوئی (۱) یہ کہ مقلد دس ہزار دینار سالانہ بہاء الدولہ کی خدمت میں بطور نذرانہ یا خراج بھیجا کرے۔ (۲) یہ کہ خطبوں میں بہاء الدولہ کے بعد ابو جعفر کا نام پڑھا جائے۔ (۳) یہ کہ ممالک مقبوضہ سے سوائے حق نگرانی و حفاظت اور کوئی خراج یا مالیہ کے وصول کرنے کا اختیار مقلد کو

نہ ہو گا۔ (۴) یہ کہ مقلد کو بہاء الدولہ کی طرف سے شاہی خلعت عطا کیا جائے اور حسام الدولہ کا خطاب مرحمت ہو (۵) یہ کہ موصل، کوفہ مصر اور جامعین بطور جاگیر مقلد کو مرحمت ہوں۔ ان شرائط پر باہم مصالحت تو ہو گئی لیکن ابھی نفاذ کی نوبت نہ آئی تھی کہ قادر باللہ تخت خلافت پر رونق افروز ہوا مقلد نے ان تمام شرائط کو بالائے طاق رکھ کر پورے ملک پر قبضہ کر لیا۔ اراکین دولت، علماء فضلا اور مدبرین چاروں طرف سے کھنچ کھنچا کر اس کے پاس چلے آئے، اس سے اس کا رتبہ عالی بلند ہو گیا اسی اثنا میں ابو جعفر نے ابو علی بن اسمٰعیل کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ بعد ابو علی جیل سے نکل کر مہذب الدولہ کے پاس بھاگ گیا۔

علی بن مسیب کی گرفتاری و رہائی

مقلد بن مسیب کے ہمراہیوں اور اس کے بھائی کے ہمراہیوں میں قیام موصل کے زمانہ، عراق روانہ ہونے سے قبل کھٹ پٹ سی ہو گئی تھی۔ مقلد واپس موصل آیا تو اپنے بھائی کے مصاحبوں سے انتقام لینے پر تل گیا پھر یہ خیال کر کے کہ اپنے بھائی کی موجودگی میں اس ارادہ میں کامیاب نہ ہو گا، خاموش رہا اور اپنے بھائی کی گرفتاری کی فکر کرنے لگا۔ ایک روز اپنی فوج دیلم اور اکراد کو جمع کر کے قصر و قوقا کے قصد کا اظہار کیا اور ان سے اطاعت و فرماں برداری کی قسم لی اس کے بعد رات کے وقت اپنے بھائی کے مکان میں نقب لگا کر گھس گیا، اس کے بھائی علی کا مکان اس کے مکان سے ملحق اور متصل تھا۔ علی خواب غفلت میں پڑا ہوا خراٹے لے رہا تھا۔ مقلد نے پہنچ کر مشکیں باندھ لیں اور باطمینان لے جا کر جیل میں ڈال دیا اس کے لڑکوں اراوش اور بدران نیز اس کی بیوی کو تکریت روانہ کر دیا۔ اور سرداران عرب کو طلب کر کے خلعتیں دیں اور انعامات اور صلے مرحمت کیے جس سے تقریباً دو ہزار سوار اس کے پاس آ کر جمع ہوئے۔

علی کی بیوی اپنے دونوں لڑکوں کے ساتھ حسن بن مسیب کے پاس چلی گئی اور اسے سارا ماجرا کہہ سنایا، اس نے عربی نژاد اعزہ و اقارب کو جمع کر کے مقلد پر چڑھائی کر دی۔ سولہ ہزار سواروں کی جمعیت سے موصل کی طرف بڑھا مقلد کو اس کی خبر لگی، لوگوں کو جمع کر کے مشورہ طلب کیا، رافع بن محمد بن معن نے جنگ کرنے کی رائے دی، غریب بن محمد نے کہا صلہ رحم کا خیال رکھنا زیادہ مناسب ہے آخر وہ بھی تو آپ ہی کا بھائی ہے، جنگ سے ہاتھ روک لینا بہتر ہے۔ ابھی کوئی بات طے نہ ہونے پائی تھی کہ اسکی بہن رحلہ بنت مسیب اپنے بھائی علی کی سفارش کرنے کی غرض سے آ پہنچی، مقلد نے اس کی سفارش سے علی کو قید سے رہا کر دیا اور اس کا مال و اسباب جو کچھ ضبط کر لیا تھا، واپس کر دیا۔ اس سے فریقین کے ہمراہیوں کو بے حد مسرت ہوئی اور ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔ حسن اور علی حلہ کی جانب چلے گئے اور مقلد موصل لوٹ آیا اور واسط میں علی بن مزید اسدی پر فوج کشی کرنے کی تیاری میں مصروف ہوا۔

جوں ہی مقلد نے حلہ کی جانب کوچ کیا علی دوسری راہ سے موصل آ پہنچا اور اس پر قابض ہو گیا، مقلد اس واقعہ سے مطلع ہو کر موصل کی طرف لوٹا۔ حسن کو اس سے سخت صدمہ ہوا، مقلد کی کثرت فوج سے ڈر گیا کہ پہلے ہی حملے میں علی پس جائے گا، مقلد کو حلہ میں ٹھہرا کر علی کے پاس آیا اور اسے سمجھا بجھا کر باہم مصالحت کرا دی۔ مصالحت کے بعد مقلد اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ موصل میں داخل ہوا۔ کچھ روز بعد علی آئندہ کے خطرے کے خوف سے بھاگ گیا اس کے بعد دونوں میں اس امر پر مصالحت ہو گئی کہ ان دونوں میں سے ایک شخص شہر میں رہے۔ پھر ۳۹۰ھ[1] میں علی نے وفات پائی۔ اس کی جگہ حسن مامور ہوا، مقلد نے اس پر فوج کشی کی، بنو خفاجہ کا گروہ اس کی رکاب میں تھا، حسن یہ خبر پا کر عراق کی طرف بھاگ گیا۔ مقلد نے تعاقب کیا مگر کامیاب نہ ہوا، واپس آیا۔ اس کے بعد مقلد نے علی بن مزید کے مقبوضات کی جانب قدم بڑھایا اور دوبارہ اس پر قابض ہو گیا علی بن مزید بھاگ کر مہذب الدولہ والی بطیحہ کے پاس چلا گیا۔ مہذب الدولہ نے ان دونوں میں مصالحت کرا دی۔

قوقا پر مقلد کا قبضہ

مقلد نے اپنے دونوں بھائیوں اور ابن مزید کی مہم سے فارغ ہو کر قوقا کی جانب قدم بڑھایا اور پہنچتے ہی قابض ہو گیا۔ اس سے پیشتر

[1] یہ واقعہ ۳۸۷ھ کا ہے، دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۵۲ مطبوعہ مصر۔

عیسائیوں میں سے دو اشخاص نے اہلِ شہر کو اپنا مطیع بنا لیا تھا جبرائیل بن محمد نے جو کہ نامور سپہ سالاران بغداد میں سے تھا، ان دونوں عیسائیوں سے قوقا کو چھین لیا۔اس مہم میں مہذب الدولہ والی بطیحہ نے بھی جبرئیل بن محمد کا ہاتھ بٹایا۔ جبرئیل ایک آزمودہ کار سپہ سالار تھا، جہاد کرنے پر ہر وقت تلا رہتا تھا۔اس نے شہر پر قبضہ کرنے اور عیسائی حکمرانوں کے گرفتار کر لینے کے بعد شہر میں عدل و انصاف کی منادی پھرا دی بعد میں مقلد نے اس شہر پر قبضہ کر لیا۔اس کے بعد محمد بن عنان پھر قرواش بن مقلد یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے پھر شہر کی حکومت و ریاست فخر الدولہ غالب کی طرف منتقل ہو گئی۔ پھر جبرئیل کو موقع مل گیا۔لوٹ کر قوقا آیا اور امراء و کراد یمن سے موشک بن چکویہ کی فوجوں سے اپنا لشکر مرتب کر کے دھاوا کر دیا اور فخر الدولہ کے عمال کو شہر سے نکال باہر کیا۔اس اثناء میں بدران بن مقلد آپہنچا اور اس نے ان دونوں کو مغلوب کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔

مقلد بن مسیب کا قتل

مقلد کے بہت سے ترکی غلام تھے' یہ لوگ اس سے جدا ہو کر بھاگے' مقلد نے ان کا تعاقب کیا اور ان کو گرفتار کر کے نہایت سختی سے پامال اور تہ تیغ کیا۔اس سے ان کے بھائیوں کو خوف پیدا ہوا،موقع کا انتظار کرنے لگے۔ ایک روز انہی ترکوں نے بحالت غفلت مقلد کو ۳۹۱ھ مقام انبار میں قتل کر ڈالا۔ اس کی شان و شوکت بہت بڑھ گئی'بغداد کے سر کرنے اور اس پر قابض ہونے کی غرض سے فوجیں روانہ کی تھیں۔جب یہ مارا گیا تو اس کا بیٹا قرواش موجود نہ تھا۔اس کا مال و اسباب انبار میں تھا۔اس کے نائب عبداللہ بن ابراہیم بن شہرویہ پر خوف غالب ہوا۔ابو منصور بن قراد سے خط و کتابت شروع کی۔یہ اس وقت سندیہ میں تھا۔ باہم دونوں میں یہ طے پایا تھا کہ جو کچھ مقلد مال و اسباب اور نقد چھوڑ کر مر گیا ہے'اس میں نصف نصف ابو منصور کو تقسیم کر دیا جائے گا بشرطیکہ قرواش کا چچا حسن بن مسیب بقصد قرواش قدم بڑھائے'ابو منصور آڑے آئے اور مقلد کی جگہ قرواش حکمرانی کی کرسی پر متمکن کیا جائے چنانچہ اس قرار کے مطابق عبداللہ بن ابراہیم نے قرواش کو بہ ترغیب حکومت بلا بھیجا۔جب قرواش اپنے باپ کے دارالحکومت آگیا تو اس نے عبداللہ بن ابراہیم کے اقرار کے بموجب جب اپنے باپ کے متروکہ میں سے نصف مال و اسباب اور نقد رقم تقسیم کر کے ابو منصور بن قراء کو دے دی۔ابو منصور بن قراء حسن اقرار اس کے شہر میں بغرض حفاظت و مزاحمت حسن بن مسیب ٹھہرا رہا۔اس واقعہ کی اطلاع حسن بن مسیب کو ہوئی تو سرداران بنو عقیل کے پاس قرواش کی اس حرکت کی شکایت کرنے کے لیے گیا اور یہ بھی ظاہر کیا کہ اس وقت تک ابو جعفر منصور بن قراء اس کے پاس مقیم ہے۔بنو عقیل چچا اور بھتیجا میں باہم مصلحت کرانے کی کوشش کرنے لگا۔چچا اور بھتیجا (حسن اور قرواش) میں مصالحت ہو گئی۔ اور یہ قرار پایا کہ ابو جعفر کے ساتھ بدعہدی اور غداری کی جائے'اس طرح کہ ان میں سے ایک شخص دوسرے پر حملہ آور ہو۔جس وقت دونوں حریف رُوبرو جنگ پر تل جائیں اس وقت ابو منصور بن قراء کو گرفتار کر لیا جائے الغرض حسن اور قرواش نے باہم سازش کر کے اس طرح کی جنگ زرگری کی بنا ڈالی۔ دونوں چچا اور بھتیجا کی فوجیں صف آرا ہوئیں۔ کسی نے اس سازش سے ابو منصور بن قراء کو مطلع کر دیا۔ابو منصور بخوف گرفتاری بھاگ کھڑا ہوا،حسن اور قرواش نے تعاقب کیا مگر کامیاب نہ ہوئے۔ قرواش واپس ہو کر ابو منصور بن قراء کے مکانوں میں گیا اور تمام مال و اسباب پر قابض ہو گیا یہاں تک کہ ابو جعفر حجاج بن ہرمز نے اس سے یہ مال و اسباب چھین لیا۔

قرواش اور بہاء الدولہ کی جنگ

۳۹۲ھ میں قرواش بن مقلد نے بنو عقیل کے لشکر کو مدائن کی طرف روانہ کیا۔اس لشکر نے پہنچتے ہی مدائن پر محاصرہ ڈال دیا۔ بہاء الدولہ کے نائب بغداد ابو جعفر بن حجاج بن ہرمز نے ایک فوج بنو عقیل کے سر کرنے کو بھیجی۔ چنانچہ ابو جعفر کی فوج نے بنو عقیل کو مدائن سے پسپا کر دیا۔ بنو عقیل کو اس سے سخت پریشانی ہوئی،بنو اسد وغیرہ کو مجتمع کر کے بڑے اہتمام سے پھر فوج کشی کی۔اس وقت ان لوگوں کا سردار علی بن مزید نامی ایک شخص تھا۔ ابو جعفر نے بھی اس سے مطلع ہو کر مقابلہ کی غرض سے خروج کیا۔ ملک شام سے خفاجہ کو طلب کر کے اپنی فوج مرتب کی اور علی کو شکست دی۔اس کا سارا لشکر پامال کر دیا گیا۔ بہت سے آدمی مارے گئے،ترکوں اور دیلمیوں میں سے ایک

بڑا گروہ قید کر لیا اس کے بعد ابو جعفر نے دوبارہ اپنی فوجیں آراستہ کیں' اطراف کوفہ میں باغیان دولت عباسیہ سے مڈ بھیڑ ہو گئی اس واقعہ میں بھی اس نے انہیں شکست دی' بہتوں کو قتل اور اکثر کو قید کر لیا' اس کے بعد بنو مرید کے قبیلہ کی طرف قدم بڑھایا اور ان کے بے حد و بے شمار مال و اسباب کو لوٹ لیا۔

کوفہ کے لیے قراوش کی جنگ

۳۹۷ھ میں قراوش نے کوفہ کا قصد کیا اس وقت کوفہ کی عنان حکومت ابو علی بن ثمال خفاجی کے قبضہ اقتدار میں تھی مگر اتفاق سے یہ اس وقت کوفہ میں موجود نہ تھا قراوش بلا مزاحمت و مخاصمت کوفہ میں داخل ہوا ابو علی کو یہ خبر لگی تو وہ بھی فوجیں تیار کر کے آ پہنچا' سخت خون ریز جنگ کے بعد قراوش کو شکست ہوئی۔ ابو علی نے کوفہ پر قبضہ کر کے قراوش کے ہمراہیوں میں سے بطور تاوان بہت سا روپیہ وصول کیا۔ پھر ۳۹۹ھ میں ابو علی راہی ملک عدم ہوا حاکم والی مصر نے اس کو رحبہ کی حکومت پر مامور کیا تھا جس وقت یہ سند حکومت لئے ہوئے رحبہ پہنچا' عیسیٰ بن خلاط عقیلی نے اس کے خلاف بغاوت کر کے اسے مار ڈالا اور رحبہ پر قابض ہو گیا اس کے اور لوگ بھی اس شہر پر حکمرانی کرتے رہے یہاں تک کہ صالح بن مروان کلابی والی حلب نے اس شہر کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔

قراوش کا وزیروں کو گرفتار کرنا

معتمد الدولہ بن قراوش بن مقلد نے ابو القاسم حسین بن علی بن حسین مغربی کو قلم دان وزارت کا مالک بنایا تھا' ابو القاسم حسین کا باپ سیف الدولہ بن حمدان کے ہمراہیوں میں سے تھا' اس سے رخصت ہو کر مصر گیا اور وہاں کے صوبجات کا والی و حکمران ہوا' اس کا بیٹا ابو القاسم حسین یہیں پیدا ہوا اور یہیں نشو و نما پا کر بڑا ہوا۔ اس کے بعد حاکم والی مصر نے اس کے باپ کو کسی الزام میں سزائے موت دی۔ ابو القاسم حسین شام میں حسان بن مفرج بن جراح طائی کے پاس چلا گیا۔ اور اسے والی مصر کے ساتھ بد عہدی کرنے اور ابو الفتوح حسن بن جعفر والی مکہ کی بیعت پر آمادہ کیا۔ چنانچہ حسان نے ابو الفتوح کو مکہ سے رملہ میں بلا کر ٹھہرایا' "امیر المومنین" کے لقب سے یاد کرنے لگا حاکم والی مصر کو اس کی خبر لگی تو اس نے حسان کو بہت سا مال و زر دے کر ابو الفتوح کی جانب سے پھیر لیا۔ تب ابو الفتوح ناکامی کے ساتھ واپس آیا اور ابو القاسم مغربی عراق چلا گیا۔ فخر الملک کی خدمت میں باریاب ہوا۔ خلیفہ قادر اس وجہ سے کہ ابو القاسم کا علویوں کی طرف طبعی میلان تھا' ابو القاسم اور اس کے حواریوں کی طرف سے مشکوک و مشتبہ ہوا' فخر الملک نے اس بناء پر اپنے یہاں سے نکال دیا۔ تب ابو القاسم نے قراوش کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے موصل کا راستہ لیا' قسمت یاوری پر تھی' قراوش نے قلم دان وزارت سپرد کر دیا۔ بعد میں ۴۱۱ھ میں کسی امر میں اس سے مشتبہ ہو کر گرفتار کر لیا اور اس پر جرمانہ کیا پھر یہ خیال کر کے کہ اس کا مال و اسباب بغداد کوفہ میں ہے' رہا کر دیا۔ ابو القاسم واپس ہو کر بغداد آیا اور موید الملک رخجی شرف الدولہ بن بویہ کی وزارت سے ممتاز ہوا۔

موید الملک رخجی کے معزول ہونے کا سبب یہ ہوا کہ اس نے ایک یہودی پر ایک لاکھ دینار جرمانہ کیا تھا' اس یہودی کا عنبر خادم ملقب بہ اثیر سے مراسم اتحاد تھا' عنبر کو موید الملک کا یہ فعل ناگوار گزرا' شرف الدولہ کو اس جانب سے بدظن کر کے معزول کرا دیا۔

تھوڑے دنوں کے بعد ترکوں کی عنبر خادم سے ان بن ہو گئی' اس مخالفت میں وزیر السلطنت عنبر خادم کا ہم آہنگ تھا۔۔۔۔۔۔ اس نے بغداد سے نکل جانے کی رائے دی چنانچہ وزیر السلطنت ابو القاسم اور عنبر خادم بغداد سے سندیہ کی طرف روانہ ہوئے' اس وقت سندیہ میں قراوش موجود تھا' اس نے ان لوگوں کو عزت و احترام سے ٹھہرایا' دو ایک روز قیام کر کے اوانا کی جانب کوچ کیا۔ ترکوں کو اس کی خبر لگی تو انہوں نے عنبر خادم سے معذرت کی اور بمنت و خوشامد واپسی کا اصرار کیا' عنبر خادم ان کی معذرت پر بغداد کی طرف واپس ہوا اور ابو القاسم مغربی قراوش کے پاس چلا گیا۔ یہ واقعہ ۴۱۵ھ کا ہے' دس ماہ اس نے وزارت کی۔

اس کے بعد کوفہ میں عباسیوں اور علویوں کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا' اس فتنہ کی ابتدا ابن ابی طالب سے ہوئی جو کہ ابو القاسم کا مہر (داماد) تھا' خلیفہ نے قراوش کو ابو القاسم کو نکال دینے کو لکھ بھیجا' ابو القاسم کوفہ سے نکل کر ابن مروان کے پاس دیار بکر چلا گیا۔ بقیہ حالات

اس کے مقام پر تحریر کئے جائیں گے۔

اسی سنہ میں معتمد الدولہ قراوش نے ابو القاسم سلیمان بن فہرگورنر موصل کو جو کہ اس کے اور اس کے باپ کی طرف سے موصل پر مامور تھا گرفتار کر لیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ یہ اپنے شروع شباب میں ابو اسحاق صابی کی خدمت میں کتابت کے عہدہ پر متعین تھا اس کے بعد مقلد بن مسیب کے پاس چلا گیا اور پھر اس کے ہمراہ موصل گیا ایک مدت کے بعد قراوش نے اسے خراج اور مال کا افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ اہل موصل کے ساتھ بدسلوکی اور ظلم سے پیش آیا، طرح طرح کے ان پر جرمانے کیے، قراوش کو یہ خبر لگی تو اس نے اسے گرفتار کر کے اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا اور کثیر التعداد جرمانے کیے۔ ابو القاسم اس کی ادائیگی سے معذور و مجبور ہوا اس پر قراوش نے اسے بارِ حیات سے سبکدوش کر دیا۔

۱۱۴ھ میں عرب فتنہ قراوش کے لیے جمع ہوا۔ دبیس بن علی بن مزید اسدی اور غریب بن معن اس کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ دار الخلافت بغداد سے بھی فوجیں آگئیں۔ سرمن رائے کے قریب ایک میدان میں دونوں فریق گتھم گتھا ہو گئے، قراوش کے ہمراہ رافع بن حسین بھی تھا، گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ آخر الامر قراوش کو شکست ہوئی، سارا مال و اسباب اور خزانہ لوٹ لیا گیا اثناء جنگ میں گرفتار کر لیا، اس کے مقبوضات میں سے تکریت بزور تیغ فتح کر لیا گیا۔ شاہی فوجیں بغداد واپس آئیں۔ پھر غریب بن معین کی سفارش سے قراوش کو رہائی ملی۔ سلطان بن حسن بن شمال امیر خفاجہ کے پاس چلا گیا۔ ترکی لشکر نے تعاقب کیا، غربی فرات میں مڈبھیڑ ہو گئی، ایک سخت اور خون ریز جنگ کے بعد قراوش اور سلطان کو شکست ہوئی۔ شاہی فوجوں نے اس کے مقبوضات کو جی کھول کر تاخت و تاراج کیا۔ قراوش نے تنگ آکر دار الخلافت بغداد میں علم خلافت کی اطاعت و فرماں برداری کا پیام بھیجا۔

قراوش کی بنو خفاجہ سے جنگ

پھر ۱۱۷ھ میں قراوش اور بنو اسد و خفاجہ کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ خفاجہ نے قراوش کے مقبوضات سواد پر دست درازی شروع کر دی تھی۔ قراوش نے ان لوگوں کی مدافعت کے غرض سے موصل سے کوچ کیا، خفاجہ کا سردار ابو الفیتان منیع بن حسان نامی ایک سپہ سالار جنگ آور تھا اس نے دبیس بن علی بن مزید سے سازش کر لی اور اسے اپنا ہمدرد اور مددگار بنا لیا۔ چنانچہ دبیس اپنی قوم بنی اسد اور لشکر بغداد کو جمع کر کے ابو الفیتان کی کمک پر پہنچا۔ کوفہ کے باہر دونوں نے صف آرائی کی۔ کوفہ اس وقت قراوش کے قبضہ میں تھا، قراوش پر ان لوگوں کا ایسا خوف غالب ہوا کہ رات کے وقت بلا جدال و قتال کوفہ چھوڑ کر انبار کی طرف کوچ کر گیا۔ فتح مند گروہ نے قراوش کا تعاقب کیا قراوش نے انبار کو بھی خیرباد کہہ کر حلہ کا راستہ لیا۔ فتح مند گروہ نے انبار پر قبضہ کر لیا مگر چند ہی روز بعد اسے چھوڑ کر متفرق اور منتشر ہو گئے، قراوش کو اس کی خبر لگ گئی، پہنچ کر فوراً قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد اسی سنہ میں بنی عقیل سے دو دو ہاتھ چل گئی۔ سبب یہ ہوا کہ اثیر عنبر خادم (دولت بنی بویہ کا حاکم اور ایک ظالم منتظم تھا) کے خلاف شاہی فوج نے بغاوت کر دی۔ عنبر خادم بخوف جان قراوش کے پاس چلا گیا۔ قراوش نے اس کے مال و اسباب پر جو کہ قیروان میں تھا قبضہ کر لیا۔ مجد الدولہ بن قراء اور رافع بن حسن نے بنی عقیل کے ایک گروہ کو جمع کیا، بدران برادر قراوش کی کمک پر جمع ہوئے، ابن مروان نے بھی فوجی مدد دی۔ تیرہ ہزار کی جمعیت سے قراوش میدانِ جنگ میں آیا۔ ایک شہر کے قریب دونوں حریفوں نے صف آرائی کی۔ جس وقت دونوں لشکر حملہ آور ہوئے اور لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ بدراں بن مقلد صف لشکر سے نکل کر اپنے بھائی قراوش کے پاس چلا آیا اور وسط مصاف میں باہم مصالحت کر لی، ایک نے دوسرے سے معانقہ کیا، قراوش اپنے بھائی بدران کے ساتھ شہر موصل کی جانب واپس ہوا۔

قراوش اور امیر خفاجہ

پھر قراوش اور خفاجہ کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا، سبب یہ ہوا کہ منیع بن حسان امیر خفاجہ والی کوفہ نے جامعین مقبوضہ دبیس پر دفعتاً

حملہ کر کے لوٹ لیا۔ دبیس یہ خبر پا کر منیع کی جستجو اور تعاقب میں کوفہ کی طرف روانہ ہوا انبار کا قصد کیا اس نے اور اس کی قوم نے جی کھول کر تاخت و تاراج کیا۔قراوش کو اس کی خبر لگی تو وہ غریب بن معن کے ساتھ منیع کی روک تھام کے لئے انبار کی طرف روانہ ہوا۔ ان کے تعاقب میں قصر کی جانب بڑھا۔ خفاجہ یہ خبر پا کر انبار کی جانب لوٹے اور اسے لوٹ لیا آگ لگا دی جس سے جل کر خاک ہو گیا۔قراوش اور دبیس دس ہزار فوج جمع کر کے خفاجہ کی سرکوبی کو بڑھے مگر اس کثرت فوج کے باوجود خفاجہ سے نہ لڑ سکے۔ انبار کی بگڑی ہوئی حالت کو سنوارنے میں مصروف ہوئے اس کے بعد منیع بن حسان خفاجی ملک ابو کالیجار کے پاس گیا اور اس کے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکا دی۔کوفہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا اور بنی عقیل کی حکومت کو فرات کے دونوں کناروں سے دور کر دیا۔

بدران بن مقلد کا محاصرۂ نصیبین

اس واقعہ کے بعد بدران بن مقلد عرب کا ایک گروہ جمع کر کے نصیبین کی طرف بڑھا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ نصیبین پر اس وقت نصیر الدولہ بن مروان کا قبضہ تھا اس نے محاصرین کے مقابلہ پر فوجیں روانہ کیں۔ بدران سے گھمسان کی لڑائی ہوئی پہلے تو بدران کو شکست ہوئی پھر لوٹ کر ان پر حملہ آور ہوا۔ اس حملہ میں نصیر الدولہ کی فوج کو شکست ہوئی نہایت سختی سے انہیں پامال کیا۔ اس اثناء میں اسے یہ خبر لگی کہ اس کا بھائی قراوش موصل کے قریب پہنچ گیا ہے فوراً محاصرہ اٹھا کر اس کی طرف روانہ ہوا۔

تاتاریوں کی غارت گری

تاتاریوں کا ایک گروہ ترکوں کی ایک شاخ ہے جو بخارا کے قریب ایک درے میں رہتا تھا۔ جب ان لوگوں کا فتنہ و فساد اس اطراف میں حد سے بڑھ گیا تو سلطان سبکتگین نے ان کی سرکوبی پر کمر ہمت باندھی۔ والی بخارا اس سرکش گروہ کے خوف سے بھاگ گیا۔ ان ترکوں کا سردار ارسلان بن سلجوق سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود نے گرفتار کر کے ہند لے جا کر قید کر دیا اور اس کے قبائل اور خاندان کو پامال کیا۔ ان میں سے بہتوں کو قتل کر ڈالا۔ باقی ماندگان خراسان بھاگ گئے اور وہاں پہنچ کر فتنہ و فساد کا بازار پھر گرم کر دیا۔ دن دہاڑے لوٹ مار شروع کر دی سلطان محمود نے انہیں ہوش میں لانے کی غرض سے فوجیں روانہ کیں۔ چنانچہ شاہی فوج نے انہیں خوب پامال کر کے خراسان سے بھی نکال باہر کیا۔ ان میں سے اکثر نے اصفہان میں جا کر قیام کیا والی اصفہان سے معرکہ آرائی کی یہ واقعہ ۴۲۰ھ کا ہے اس کے بعد متفرق اور منتشر ہو گئے۔ ان تاتاریوں کا ایک گروہ خوارزم کے قریب کوہ بکچار کی طرف چلا گیا اور ایک گروہ نے آذربائیجان میں جا کر قیام کیا۔ ان دنوں آذربائیجان کا والی وہشوزان تھا۔ اس نے ان ترکوں کی بایں خیال کہ آئندہ فسادات سے محفوظ رہے ان کی عزت افزائی کی تنخواہیں مقرر کیں۔ انعامات دیئے صلے دیے مگر ترکوں نے اس کی ذرا بھی پرواہ نہ کی وہی لوٹ مار وہی غارت گری جاری رکھی۔ ان لوگوں کے چار سردار تھے بوقا کوکتاش منصور اور دانا ۴۲۹ھ میں یہ لوگ مراغہ میں داخل ہوئے اور نہایت بے رحمی سے تاخت و تاراج کیا اکراد ہذبانیہ پر پامالی کا ہاتھ بڑھایا۔ انہی میں سے ایک گروہ رے کی طرف چلا گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ ان دنوں رے کا امیر علاؤ الدین بن کاکویہ تھا۔ ترکوں نے شہر پر یلغار کی۔ اہل شہر کو قتل و غارت گری اور وحشیانہ ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ اسی طرح اہل کرج اور قزوین کے ساتھ کیا۔ ان مقامات کے تاخت و تاراج سے فارغ ہو کر آرمینیہ کی طرف بڑھے اور اس کے گردونواح میں غارت گری شروع کر دی۔ وہاں کے اکراد کو بھی پامال کیا اس کے بعد دینور پر ۴۳۳ھ میں حملہ آور ہوئے اس کے بعد وہشوزان والی تبریز نے اپنے شہر میں ترکوں کے ایک گروہ بڑا جو تعداد اً تیس تھے اور سب کے سب سردار تھے حملہ کر کے قتل کر ڈالا اس سے باقی ماندگان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی قتل عام کا بازار گرم ہو گیا اطراف و جوانب میں بخوف جان منتشر ہو گئے۔

ترکوں کا وہ گروہ جو آرمینیہ میں تھا انہوں نے جمع ہو کر بلاد اکراد ہکاریہ و مضافات موصل کی طرف قدم بڑھایا۔ نہایت سختی سے لوٹ مار شروع کی ایک عالم کو تہ و بالا کر ڈالا اکراد نے جمع ہو کر ترکوں پر پھر حملہ کیا اس حملہ میں اکراد کو کامیابی ہوئی ترکوں کا گروہ منتشر ہو کر پہاڑوں میں چلا گیا اور سارا جتھا تتر بتر ہو گیا۔

ترکوں کی فتح

رے کے ترکوں نے نیال پر اور سلطان طغرلیک کی آمد کی خبرپا کر رے چھوڑ کر ۴۳۳ھ میں دیار بکر اور موصل کی طرف قدم بڑھایا۔ جزیرہ ابن عمر میں قیام پذیر ہو کر اطراف و جوانب کو لوٹنا شروع کر دیا۔ باقردی' زندی اور حسنیہ کو لوٹ لیا۔ اسی زمانہ میں سلیمان بن نصر الدولہ بن مروان نے ترکوں کے امیر منصور بن عز غیل کو دھوکہ دے کر گرفتار کر لیا اس کی گرفتاری سے اس کے ہمراہی چاروں طرف بلاد میں منتشر ہو گئے۔ سلیمان بن نصیر الدولہ نے ان کا تعاقب کیا اور گرفتاری کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ قراوش والی موصل نے دوسری تازہ دم فوج ان کی کمک پر بھیجی۔ اکراد ثبنویہ ہمراہیان فنک کو بھی اسی جماعت میں شامل کر لیا۔ پس اس ہم نے ترکوں کو جا گھیرا۔ ترکوں نے مرنے پر کمر ہمت باندھی اور خوب جی کھول کر لڑے اور پھر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ ان واقعات کے بعد عرب نے عراق کی جانب توجہ کی۔ ترکوں نے دیار بکر کو ویران و خراب کر ڈالا۔ قراوش یہ خبر پا کر کہ ترکوں کے ایک گروہ نے اس کے مقبوضات کی طرف قدم بڑھایا ہے ان لوگوں کی مدافعت کی غرض سے موصل چلا گیا۔ جس وقت ترکوں نے برقعید میں پڑاؤ کیا قراوش نے ترکوں پر شب خون مارنے کی تیاری کی۔ ترکوں کو اس کی خبر لگ گئی فوراً" ٹوٹ پڑے' قراوش کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ جیسا کہ ان لوگوں نے شرط کی، مال و زر دے کر ٹالنے کی فکر کرنے لگے۔ ابھی قراوش فراہمی مال میں مصروف تھا کہ ترکوں نے دوسری طرف سے موصل کی جانب قدم بڑھایا، قراوش کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی فوج مرتب کر کے مقابلہ پر آیا۔ تمام دن گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ اگلے دن پھر اسی کیفیت سے جنگ کا آغاز ہوا' شام ہوتے ہوتے عربوں اور اہل شہر کو شکست ہوئی۔ قراوش ایک کشتی پر سوار ہو کر براہ فرات بھاگ نکلا، سارا مال و اسباب چھوڑ گیا، ترکوں نے شہر میں داخل ہو کر غارت گری شروع کر دی۔ جواہرات' زیورات اثاث البیت اور بے حد مال و زر ان کے ہاتھ لگا۔ قراوش بنفسہٖ جان بچا کر سند پہنچا۔ سلطان جلال الدولہ' دبیس بن علی بن مزید' امراء عرب اور سرداران اکراد کی خدمت میں امداد کی درخواست روانہ کی۔

موصل میں قتلِ عام

ترکوں نے فتح یابی حاصل کر کے اہلِ موصل کے ساتھ قتل اور غارت گری کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا۔ بعض محلہ والوں نے حفاظت جان و مال کی غرض سے بہت سا مال و زر دینے کا وعدہ کر لیا جس کی وجہ سے ان کی آبرو ریزی نہ ہوئی اور وہ ان غارت گروں کے ظلم و ستم کے ہاتھ سے بچ گئے۔ ابتداً" اہل شہر پر بیس ہزار دینار جرمانہ کیا جب یہ وصول ہو گیا تو چار ہزار اور جرمانہ کیا اور اس کے وصول کرنے میں مصروف رہا۔ اہلِ موصل کا ناک میں دم ہو رہا تھا بگڑ گئے اور دفعۃً" حملہ کر دیا۔ شہر میں جس قدر ترک ہاتھ آئے سب کو مار ڈالا۔ جب ان کے بھائیوں کو اطلاع ہوئی تو وہ جمع ہو کر نصف ۴۳۵ھ میں بزور تیغ شہر موصل میں گھس آئے۔ تلواریں نیام سے کھینچ لیں' بارہ دن تک مسلسل قتل عام کا بازار گرم رکھا۔ مقتولوں کی کثرت سے راستے بند ہو گئے' بقیۃ السیف کے ایک گروہ نے ان مقتولوں کو گڑھوں میں دفن کیا' اس قتل عام کے بعد ان لوگوں نے خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور خلیفہ کے بعد سلطان طغرل بک کو دعا سے یاد کیا۔ مدتوں یہ لوگ شہر موصل میں ٹھہرے رہے۔

سلطان طغرل بک کی معذرت خواہی

ملک جلال الدولہ بن بویہ اور نصیر الدولہ بن مروان نے سلطان طغرل بک کی خدمت میں ان لوگوں کی زیادتیوں کی شکایتیں لکھیں۔ سلطان طغرل بک نے جلال الدولہ کو معذرت لکھی کہ یہ لوگ ہمارے خدام اور پروردہ ہیں۔ ان لوگوں نے اطراف طے میں فساد برپا کیا اور بخوف جان بھاگ نکلے۔ عنقریب ان لوگوں کی سرکوبی کی غرض سے فوجیں روانہ کی جائیں گی، نصیر الدولہ بن مروان کو تحریر کیا کہ مجھے یہ خبر لگی ہے کہ میرے خدام نے تمہارے مقبوضات کا قصد کیا تھا، تم نے انہیں مال و زر دے کر روک دیا، تم سرحدی حکمران ہو تمہیں لازم ہے

کہ تم اس قدر دیا کرو کہ اس سے جہاد کو مدد پہنچے میں عنقریب ایسے لوگوں کو مامور کرتا ہوں جو ان لوگوں کو تمہارے مقبوضات سے دفع کریں۔

ترکوں کی سرکوبی

اس کے بعد دبیس بن علی بن مزید فوجیں مرتب کر کے قرواش کی کمک کے لیے روانہ ہوا بنو عقیل کا جم غفیر اس کے پاس آ کر جمع ہو گیا۔ سن سے موصل کی جانب بڑھے ترکوں کو یہ خبر لگی تو وہ تل اعفر کی طرف ہٹ آئے اور دیارِ بکر میں اپنے ہمراہیوں اور اپنے سرداروں سقلی اور بوقا کے پاس امداد کی غرض سے قاصد روانہ کیے پس وہ لوگ آ گئے۔ ماہ رمضان ۴۳۵ھ میں قرواش اور ترکوں سے معرکہ آرائی ہوئی۔ صبح سے ظہر تک سخت اور خون ریز جنگ ہوتی رہی پہلے تو عربوں کو ترکوں نے ان کے مورچوں سے پسپا کر دیا مگر پھر جب عربوں نے مرنے پر کمر باندھ کر حملہ کیا تو ترکوں کو شکست ہوئی۔ عربوں نے ان کا تعاقب کیا، کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا۔ ترکوں کے نامی نامی سردار مارے گئے۔ ہزاروں ترک کھیت رہے، فتح مند گروہ نے مقتولوں کے سرداروں کو دارالخلافت بغداد روانہ کیا۔ قرواش ان کا تعاقب کرتا ہوا نصیبین تک چلا گیا۔ ترکوں نے اس معرکہ سے شکست اٹھا کر دیار بکر کا قصد کیا اور اسے تاخت و تاراج کر کے ارزن کی طرف گئے اور اسے بھی قتل و غارت گری کا بازار بنا کر آذربائیجان میں جا کر دم لیا اور قرواش موصل کی جانب واپس ہوا۔

بدران بن مقلد کا نصیبین پر قبضہ

ہم اوپر بدران کے محاصرہ نصیبین اور وہاں سے اپنے بھائی قرواش کی وجہ سے کوچ کر جانے اور پھر دونوں میں مصالحت ہو جانے اور نصیر الدولہ کا قرواش کی بڑی بیٹی سے عقد کرنے کا حال تحریر کر آئے ہیں۔ عقد کے بعد نصیر الدولہ نے اس کی بیٹی کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اور نہ اپنی بیویوں کے برابر حق دیا۔ اس نے اپنے باپ سے شکایت کی اس نے نصیر الدولہ کے پاس آدمی روانہ کیا۔ اس کے بعد نصیر الدولہ کے بعض عمال قرواش کے پاس چلے آئے اور اسے جزیرہ پر قبضہ کر لینے کی طمع دلائی۔ قرواش نے اپنی بیٹی کے مہر کے بہانہ سے جو کہ بیس ہزار دینار تھا، جزیرہ اور نصیبین کو اپنے بھائی بدران کے لیے طلب کیا۔ نصیر الدولہ نے اس سے انکار کیا، قرواش نے ایک فوج جزیرہ کے محاصرہ پر روانہ کی اور دوسری فوج اپنے بھائی بدران کی ماتحتی میں نصیبین کے سر کرنے کو بھیجی۔ اس کے بعد خود بھی آ پہنچا اور اپنے بھائی کے ساتھ نصیبین کا محاصرہ کر لیا۔ اہل نصیبین نے قلعہ بندی کر لی۔ عرب اور اکراد جمع ہو کر نصیر الدولہ کے پاس میافارقین گئے اور اس سے نصیبین کے دے دینے پر مصالحت کا پیام دیا۔ نصیر الدولہ نے نصیبین کو ان لوگوں کے حوالہ کر دیا اور قرواش کو اس کی بیٹی کے مہر سے پندرہ ہزار دینار مرحمت کیے۔

ان واقعات کے بعد ۴۲۵ھ میں بدران رہگزار ملک عدم ہوا۔ اس کا بیٹا عمر قرواش کے پاس آیا۔ قرواش نے اس کو گورنری نصیبین پر بحال رکھا۔ بنو نمیر کو اس کے ملک پر قبضہ کرنے کی طمع دامن گیر ہوئی۔ فوج مرتب کر کے محاصرہ کر لیا۔ قرواش یہ خبر پا کر ان کی مدافعت کے لیے آیا اور اپنے ملک سے بے نیل و مرام نکال باہر کیا۔

قرواش اور غریب کی جنگ

تکریت پر ابو المسیب رافع بن حسین کا قبضہ تھا جو کہ بنو عقیل میں سے تھا۔ غریب نے عرب اور کردوں کے ایک گروہ کو جمع کر لیا۔ جلال الدولہ نے بھی امدادی فوجیں بھیجیں، عرب نے تکریت پر یلغار کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ رافع بن حسین اس وقت موصل میں قرواش کے پاس تھا۔ اس سے مطلع ہو کر فوجیں مہیا کیں اور تکریت کی حمایت پر اٹھ کھڑا ہوا۔ غریب سے تکریت کے گردونواح میں مڈبھیڑ ہوئی، غریب کو شکست ہوئی قرواش اور رافع نے تعاقب کیا اس کے مال و اسباب اور مکانات سے متعارض نہ ہوا۔ اس کے بعد باہم نامہ و پیام ہو کر مصالحت ہو گئی۔

قراوش اور جلال الدولہ کے مابین صلح وکشیدگی

۴۲۱ھ میں قراوش نے اپنی فوج خمیس بن تغلب کے محاصرہ کے لیے تکریت روانہ کی تھی، خمیس نے جلال الدولہ کے سایہ عاطفت میں پناہ لی۔ جلال الدولہ نے قراوش کو اس فعل سے روکا، قراوش نے بالکل توجہ نہ دی اس بنا پر جلال الدولہ بنفسِ نفیس قراوش کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا اور پہنچتے ہی قراوش کا محاصرہ کر لیا۔ قراوش نے بغداد میں ترکوں کو جلال الدولہ کے خلاف بغاوت کرنے پر ابھار دیا۔ کسی ذریعہ سے جلال الدولہ کو اس کی خبر لگ گئی، جلال الدولہ کو اس سے بے حد برہمی پیدا ہوئی، انبار کو سر کرنے کے لیے کوچ کیا۔ اہل انبار نے یہ خبر پا کر قلعہ بندی کر لی۔ اس اثنا میں قراوش بھی تکریت سے انبار کی حمایت کے لئے روانہ ہوا، جلال الدولہ کی کثرت فوج سے غلہ اور رسد کی کمی واقع ہوئی۔ عقیل نے کوشش کر کے قراوش اور جلال الدولہ میں باہم مصالحت کرا دی چنانچہ دونوں حریفوں نے آئندہ مصالحت قائم رکھنے کی اور قراوش نے جلال الدولہ کی اطاعت کی قسم اٹھائی اور دونوں اپنے اپنے شہروں کو واپس ہوئے۔

ملوک قسطنطنیہ یسیل و قسطنطین کی والدہ

یسیل اور قسطنطین کی ماں، روم کی سرداروں میں سے ایک بڑے سردار اور رئیس کی بیٹی تھی۔ ایک مرتبہ عید کے دن کینسہ میں عبادت کے لیے گئی ہوئی تھی، ان دونوں کے باپ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ جان و دل سے فریفتہ ہو گیا، عقد کرنے کا پیام دیا اور شادی کر لی۔ اس سے یہ دو بیٹے پیدا ہوئے۔ یہ دونوں ابھی کم سن ہی تھے کہ ان کا باپ مر گیا، ایک مدت کے بعد ان دونوں کی ماں نے یعفور سے اپنا بیاہ کر لیا، یعفور ایک چلتا پرزہ تھا، اس نے ساری سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ عنان حکومت کا مالک بن بیٹھا چند روز بعد ان دونوں کی نسل منقطع کرنے کی غرض سے ان دونوں کو خصی کرنے کی تدبیریں کرنے لگا، ان کی ماں کو کسی ذریعہ سے اس کی خبر لگ گئی۔

دمستق کا خاتمہ

دمستق کو پٹی پڑھا کر یعفور کے قتل پر اُبھار دیا چنانچہ اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس نے اس خدمت کے صلے میں اس سے عقد کر لیا۔ ایک برس تک اس کی زوجیت میں رہی اس کے بعد دمستق نے بخوفِ جان اسے اس کے دونوں لڑکوں کے ساتھ ایک دیر بعید کی طرف جلا وطن کر دیا۔ تقریباً" ایک برس جلا وطن رہی پھر ایک رہبان پادری کو دمستق کے قتل پر آمادہ کر لیا۔ یہ رہبان شاہی گرجا میں جا کر مقیم ہوا اور دمستق کے قتل کی فکریں کرنے لگا حتیٰ کہ ایک روز دمستق گرجا میں آیا۔ یہ عید کا دن تھا رہبان سے دمستق نے تبرکاً" کچھ کھانا طلب کیا، رہبان نے زہر ملا کر اپنے ہاتھ سے کھلا دیا، مکان پر پہنچتے پہنچتے مر گیا۔ ان دونوں کی ماں یہ خبر سن کر چند راتیں پیشتر قسطنطنیہ میں آئی اور اپنے لڑکے کو تخت حکومت پر متمکن کرایا اور اس کی کم سنی کی وجہ سے یہ خود حکمرانی کرنے لگی، جب یسیل بڑا ہوا تو بلغار (بلگیریا) سے جنگ کرنے کے لیے ان کے ملک پر چڑھ گیا۔ یہاں پر اس کو اپنی ماں کے مرنے کی خبر پہنچی۔ اس نے ایک خادم کو اپنے زمانہ غیر حاضری میں قسطنطنیہ کے انتظام اور نظام حکومت قائم رکھنے پر مامور کیا اور خود چالیس برس تک جنگ بلغار میں مصروف رہا۔ آخرکار شکست اٹھا کر قسطنطنیہ واپس آیا اور دوبارہ فوجیں تیار کر کے بلغار گیا، اس مہم میں اسے کامیابی ہوئی، ان کے بادشاہ کو اس نے قتل کر ڈالا اور ان کے ملک پر فتح مندی کے ساتھ قبضہ کر لیا اور وہاں کے رہنے والوں کو جلا وطن کر کے بلاد روم میں لا کر آباد کیا۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ یہ بلغار جن کے ملک پر یسیل نے قبضہ کر لیا تھا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو ان میں سے اسلام لا چکے تھے، یہ لوگ ان کی بہ نسبتِ بلاد روم سے قریب تر دو مہینہ کی مسافت پر ہیں اور یہ دونوں بلغاری ہیں۔ یسیل عادل اور نیک سیرت شخص تھا اس نے تقریباً" ستر سال روم پر حکومت کی، جب یہ مر گیا تو اس کا بھائی قسطنطین حکمران ہوا۔ اس نے وفات کے وقت تین لڑکیاں چھوڑیں، پہلے بڑی لڑکی تخت آرائے حکومت ہوئی۔ اس نے شاہی خاندان میں سے ارمانوس نامی شاہزادہ سے اپنا عقد کیا تھا، یہ وہی شخص ہے جس نے

مسلمانوں کے قبضہ سے الرہا کو نکالا تھا۔ حکومت کی طرف سے ایک شخص میخائیل نامی صرافوں کے بازار کے انتظام پر مامور تھا۔ ارمانوس نے اسے اپنے خاص مصاحبوں میں داخل کرلیا اور اپنی دولت و حکومت کا مدبّر اور دایاں بازو بنا لیا۔ تھوڑے دن بعد ارمانوس کی بیوی میخائیل کی جانب مائل اور اس پر فریفتہ ہو گئی۔ دونوں باتفاق بادشاہ ارمانوس کے قتل کی فکریں کرنے لگے' چنانچہ ایک روز بحالتِ غفلت دونوں نے مل کر ارمانوس کا گلا گھونٹ دیا اور اس کے مرنے کے بعد رومیوں کے خلافِ مرضی ملکہ ارمانوس نے میخائیل سے عقد کر لیا۔

میخائیل اور بطریق اعظم

اس کے بعد میخائیل کو بد خلقی اور ظلم کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ اپنے برادر زادہ کو اپنا ولی عہد بنایا' اس کا نام بھی میخائیل تھا۔ اس نے میخائیل اول کے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور اس کے ماموں اور ان کی بہنوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا' اپنے نام کا سکہ ۴۳۳ھ میں جاری کرایا' اس کے بعد بیوی نے بادشاہ سابق کی بیٹی کو طلب کر کے رہبانیت (ترک دنیا) اور حکومت و ریاست سے دست کش ہو جانے پر مجبور کیا اور ایک جزیرہ کی طرف جلا وطن کر دیا اس کے بعد بطریق اعظم (پوپ) کے قتل کا قصد کیا تاکہ آئندہ اسے اس کی بے جا حکومت سے نجات مل جائے چنانچہ بطریق کو ایک روز دعوت ولیمہ کی تیاری کے بہانہ سے ایک دیر کی طرف روانہ کیا اور اپنے آنے کا بھی وعدہ کیا اور بطریق کے چلے جانے کے بعد رومیوں اور بلغاریوں کے ایک گروہ کو اس کے قتل کے لیے بھیج دیا۔ بطریق کو کسی ذریعہ سے اس کی خبر لگ گئی' بطریق نے ان لوگوں کو بہت سا مال و زر دے کر اپنی جان بچائی اور درپردہ میخائیل کے معزول کرنے پر رومیوں کو ابھارنے لگا۔ آخر الامر اپنے اس ارادے میں کامیاب ہو گیا' ملکہ کے پاس جزیرہ میں جہاں کہ شہربدر کر دی گئی تھی، رومی ایلچی روانہ کیا اور حکومت و سلطنت کے لیے طلب کیا۔ ملکہ نے بادشاہی سے انکار کر دیا اور ترک دنیا پر تلی رہی تب بطریق نے اسے حکومت سے معزول کر کے اس کی چھوٹی بہن بدرونہ کو تخت حکومت پر متمکن کیا' اس کے باپ کے خدام نے عنان انتظام و حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور میخائیل کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ میخائیل کے ہوا خواہوں اور بدرونہ کے گروہ سے لڑائی شروع ہو گئی۔ سخت اور خون ریز جنگ کے بعد بدرونہ کے ہمراہیوں کو فتح نصیب ہوئی' میخائیل کے ہوا خواہوں کے گھر بار کو لوٹ لیا۔

قسطنطین

رومیوں کو اس طوائف الملوکی سے بے حد تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور وہ لوگ ایک بادشاہ مقرر کرنے کی فکر میں مصروف ہوئے جو کہ نظام حکومت کو قائم رکھے۔ دعویداران سلطنت کو جمع کر کے قرعہ ڈالا گیا۔ اتفاق سے قسطنطین کا نام قرعہ میں برآمد ہوا اس نے روم کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور حکمرانی کرنے لگا۔ بڑی ملکہ سے بیاہ کر لیا' چھوٹی ملکہ (بدرونہ) ۴۳۴ھ میں اس کے پاس خاطر سے سلطنت و حکومت سے دست کش ہو گئی۔ اس کے بعد میناس نامی ایک شخص نے قسطنطین کے خلاف روم سے خروج کیا۔ بیس ہزار فوج فراہم اور مرتب کر کے بغاوت کر دی۔ قسطنطین نے اس کی سرکوبی کی غرض سے فوجیں روانہ کیں' گھمسان کی لڑائیاں ہوئیں۔ آخر الامر میناس مارا گیا۔ پھر اس کا سر اتار کے قسطنطین کے پاس بھیجا گیا اور اس کے ہمراہی اور ہوا خواہ منتشر ہو گئے۔

۴۳۵ھ میں رومیوں کی چند کشتیاں ساحل قسطنطنیہ پر آ لگیں' اہلِ قسطنطنیہ کی کشتی والوں سے لڑائیاں ہوئیں۔ کشتی والے کسی ضرورت سے خشکی پر اتر آئے تھے' اہل قسطنطنیہ نے کشتیوں میں آگ لگا دی' جل کر خاک ہو گئیں اور کشتی والوں کو مار ڈالا۔

امارت موصل دولت قریش بن بدران

کردوں کے چند قلعے موصل کے قرب و جوار میں تھے' ان میں حمیدیہ کا قلعہ عقر اور اس کے مضافات تھے۔ اس کا حاکم ابو الحسن بن عکشان نامی ایک شخص تھا اور قلعہ اربل اس کے متعلقات کے ساتھ ہذبانیہ کے قبضہ میں تھا۔ ابو الحسن بن ہوشک کے قبضہ اقتدار میں اس

کی عنان حکومت تھی' اس کا بھائی ابو علی بن موشک باعانت ابوالحسن بن عکشان اپنے بھائی سے حکومت و ریاست کے لیے لڑ پڑا چنانچہ قلعہ کو اس کے قبضہ سے نکال لیا اور اپنے بھائی ابو الحسن بن موشک کو گرفتار کر لیا۔ قراوش اور اس کا بھائی زعیم الدولہ ابو کامل اس وقت مہم عراق میں مصروف تھے' ابو علی کا یہ فعل ان دونوں کو ناگوار گزرا' واپس موصل آئے۔ قراوش نے حمیدی اور ہزبانی نے نصیرالدولہ کے خلاف امداد طلب کی۔ حمیدی تو بذاتہ ان کی کمک پر آیا اور ہذبانی نے اپنے بھائی کو مدد پر بھیجا' اتفاق یہ کہ جنگ کی نوبت نہ آئی' قراوش اور نصیر الدولہ میں باہم مصالحت ہو گئی تب قراوش نے ابو الحسن بن عکشان کو گرفتار کر لیا پھر اس امر پر مصالحت قرار پائی کہ ابو الحسن بن موشک والی اربل رہا کیا جائے اور قلعہ اربل بھی اس کے حوالے کر دیا جائے' اگر ابو علی اس سے انکار کرے تو ابو الحسن بن عکشان اس کے خلاف مالی اور فوج امداد دے۔

چنانچہ اس امر کے اطمینان کی غرض سے اسے اپنے بیٹے کو قراوش کی خدمت میں رہن کر دیا۔ اس کے بعد ابو علی سے اس معاملہ میں خط و کتاب شروع ہوئی' ابو علی نے اسے منظور کر لیا اور اربل کو اپنے بھائی ابو الحسن کے سپرد کرنے کی غرض سے موصل روانہ ہوا۔ چنانچہ قراوش نے اس کے قلعوں کو اس کے حوالہ کر دیا۔ اور ابو الحسن بن عکشان اور ابو علی اربل کو ابو الحسن بن موشک کے سپرد کرنے کو روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں ان لوگوں کے ساتھ بدعہدی کی دھوکا دے کر اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا اتفاق سے ابو الحسن تن تنہا کسی ذریعہ سے نکل بھاگا' بحالِ پریشان موصل پہنچا' ان وجوہات کے باعث ابو الحسن بن عکشان و ابو علی اور قراوش کے درمیان بے حد کشیدگی پیدا ہو گئی۔

قراوش اور ابو کامل

ان واقعات کے ختم ہونے پر معتمد الدولہ' قراوش اور اس کے بھائی زعیم الدولہ ابو کامل کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا۔ سبب یہ ہوا کہ قریش (ان دونوں کے بھائی بدران کا بیٹا) اپنے چچا ابو کامل سے الجھ گیا۔ فوجیں فراہم اور مرتب کیں' اس کے دوسرے چچا نے اعانت اور امداد پر کمر باندھی' قراوش نے نصیرالدولہ بن مروان سے امداد کی درخواست کی چنانچہ اس نے اپنے بیٹے سلیمان کو اس کی کمک پر بھیجا' اس کے علاوہ حسن بن عکشان وغیرہ اکراد نے بھی اس کی مدد پر کر ہمت باندھی' سب کے سب جمع ہو کر معلایا کی طرف بڑھے اور اسے تاخت و تاراج کر کے آگ لگا دی' وہ جل کر خاک ہو گیا' اس کے بعد ماہ محرم ۴۴۱ھ میں اپنے حریف سے معرکہ آراء ہوئے' دو دن تک متواتر لڑائی رہی۔ اکراد نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا' حریف کو اپنی طرف سے راستہ دیا' قراوش کے بعض ہمراہیانِ عرب بھی قراوش سے علیٰحدہ ہو کر اس کے بھائی کے پاس چلے گئے۔

اسی اثنا میں اسے یہ خبر لگی کہ اس کے بھائی ابو کامل کے ساتھیوں نے انبار پر یورش کر کے قبضہ کر لیا ہے' اس خبر کے سنتے ہی قراوش حواس باختہ ہو گیا' معدودے چند آدمیوں کے ساتھ اپنے خیمہ میں رہ گیا۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون ہو گیا۔ اس کا بھائی ابو کامل اس واقعہ سے مطلع ہو کر اس کے پاس آیا اور اسے بہ آرام تمام اس کی بیوی اور بچوں کے ساتھ موصل لے جا کر نظربند کر دیا اور اس کی محافظت اور نگرانی پر چند لوگوں کو مامور کر دیا۔ تھوڑے دن بعد عرب پھر اس کی طرف مائل ہوئے اور اس کے بھائی ابو کامل نے اس خیال سے کہ مبادا عرب پھر اس کے مطیع نہ ہو جائیں اور اسے دوبارہ ریاست و حکومت کی کرسی پر متمکن نہ کر دیں' قراوش کو نظربندی کی تکلیف سے نجات دے کر حکومت و ریاست کی عنان اس کے ہاتھ میں دی' اور اطاعت و فرماں برداری کی بیعت لے کر اس کے ملک کی طرف واپس کر دیا۔ چنانچہ قراوش اپنے دارالحکومت حکمرانی کرنے کے لیے واپس آیا۔

ابو کامل اور بساسیری کی جنگ

ان واقعات سے قبل ابو کامل اور بساسیری منتظم خلافت اسلامیہ سے ان بن ہو گئی تھی۔ دارالخلافت بغداد میں سے اس وجہ سے بہت

بڑی ہل چل پیدا ہو رہی تھی۔ بنو عقیل نے عراق عجم میں بساسیری کی جاگیرات میں غارت گری شروع کر دی تھی' بساسیری اس سے مطلع ہو کر ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ ابو کامل کو اس کی خبر لگ گئی۔ بنو عقیل کی ہمدردی پر اٹھ کھڑا ہوا اور افواج کو مرتب کر کے میدان میں لڑنے کے لیے آیا۔ ابو کامل اور بساسیری میں سخت اور خون ریز جنگ ہوئی مگر آخری فیصلہ نہ ہوا' اتنے میں قرواش نظر بندی سے نجات پا کر اپنی حکومت وسلطنت پر واپس آگیا' اہل انبار کا ایک گروہ بطور وفد بساسیری کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکریہ ادا کر کے قرواش کی بداخلاقی اور کج ادائی کی شکایت کی اور یہ درخواست دی کہ آپ ایک فوج اور ایک عامل شہر کے انتظام کرنے کے لیے ہمارے ساتھ روانہ فرمایئے' بساسیری نے ایسا ہی کیا' اس عامل نے پہنچ کر شہر کو قرواش کے قبضہ سے نکال لیا اور عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا۔

قرواش کا فرار اور نظر بندی

قرواش اپنے بھائی ابو کامل کی اطاعت قبول کرنے کے بعد وزیر کی طرح اس کے ساتھ رہتا تھا' کسی قسم کی قوت اس کے قبضہ میں نہ تھی مگر یہ امر قرواش کو شاق گزر رہا تھا۔ اس قید و بند سے نجات پانے کی فکر کرنے لگا' ایک روز موصل سے نکل کر بغداد روانہ ہوا' اس کے بھائی ابو کامل کو اس کا قید سے نکل بھاگنا نہایت شاق گزرا' اپنی قوم کے چند سرداروں کو طوعاً و کرہاً اسے واپس لانے پر مامور کیا' چنانچہ ان لوگوں نے قرواش سے پہلے نرمی اور ملاطفت سے واپس چلنے کو کہا' قرواش نے ان کی بات نہ مانی تب ان لوگوں نے ایسے عنوان سے واپس چلنے کو کہا جس سے قرواش کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ اگر بخوشی و رضا مندی واپس نہیں چلتا ہوں تو بزور جبر مجھے واپس لے جائیں گے۔ چاروناچار واپس چلنے پر مجبور ہوا مگر یہ شرط کر لی کہ موصل میں چل کر دارالامارت میں قیام پذیر ہوں گا' جب قرواش موصل میں ابو کامل کے پاس پہنچا تو ابو کامل نے اسے نہایت عزت واحترام سے ٹھہرایا اور چند لوگوں کو اس کی نگرانی پر مامور کر دیا تاکہ آئندہ یہ لوگ اسے کسی قسم کا تصرف نہ کرنے دیں۔

امارتِ قریش بن بدران

جب قریش بن بدران نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور اپنے چچا قرواش کو قلعہ جرامیہ میں لے جا کر نظر بند کر دیا تب بقصد عراق ۴۴۴ھ میں ایک بڑی فوج کے ساتھ موصل سے کوچ کیا۔ اس کا بھائی مقلد اس سے باغی ہو گیا اور نور الدولہ دبیس بن مزید کی طرف سازش کرنے کی غرض سے کوچ کر دیا۔ قریش کو اس سے سخت برافروختگی پیدا ہوئی' اس کے لشکر گاہ کو تاخت و تاراج کر کے موصل کی جانب واپس ہوئے۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں قریش سے عرب بگڑ گئے اور ملک الرحیم کے عمال نے قریش کے مقبوضات کو جو کہ عراق میں تھے' لوٹ لیا اس کے بعد قریش نے عرب سے سازش کر لی اور ان کے ساتھ آئندہ حسن سلوک اور احسان کرنے کا یقین دلایا اور فوجی صورت میں ان کو مرتب کر کے عراق کی طرف کوچ کیا' کامل بن محمد بن مسیب والی خطیرہ سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ اس معرکہ میں کامل کو شکست ہوئی' کامل بھاگ کھڑا ہوا' قریش اس کے تعاقب میں بلال بن غریب کے شہر تک چلا گیا اور اس کو تاخت و تاراج کر کے عراق میں گھس گیا اور الملک الرحیم کے عمال کو اپنی اطاعت و فرماں برداری کا پیام بھیجا' انہیں اس امر کا یقین دلایا کہ جس قدر بلاد ان کے قبضہ میں ہیں وہ ان کے قبضہ میں رکھے جائیں گے۔ الملک الرحیم کے عمال نے اطاعت قبول کی اور اس کے مطیع ہو گئے کیونکہ الملک الرحیم ان دنوں خوزستان میں مصروفِ جدال و قتال تھا۔ ان وجوہات سے قریش کے پاؤں حکومت پر جم گئے اور اس کی قوت بڑھ گئی۔

قرواش کی وفات

۴۴۴ھ میں معتمد الدولہ ابو منیع قرواش بن مقلد عقیلی نے بحالتِ قید جرامیہ میں قیدِ حیات سے نجات پا کر سفرِ آخرت اختیار کیا۔ نعش موصل میں اٹھا لائی گئی اور موصل کے شرقی جانب شہر نینوا میں مدفون ہوا۔ یہ عرب کا ایک نامور جنگ آزما شخص تھا۔

قریش کا انبار پر حملہ و پسپائی

۴۴۶ھ میں قریش بن بدران نے موصل سے کوچ کیا اور شہر انبار پر پہنچ کر حملہ آور ہوا۔ بساسیری کی طرف سے اس شہر پر ایک شخص مامور تھا۔ قریش نے اس سے اس شہر کو چھین لیا' بساسیری کو اس کی خبر لگی تو اس نے فوجیں مرتب کر کے انبار پر چڑھائی کر دی اور اسے دوبارہ واپس لے لیا۔

قریش اور بساسیری کی جنگ

قریش بن بدران نے سلطان طغرل بک کے پاس رے میں بغرض اظہار اطاعت و فرماں برداری ایک سفارت روانہ کی اور اپنے تمام صوبجات میں اس کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا اور الملک الرحیم کو گرفتار کر کے اس کے لشکرگاہ کو لوٹ لیا۔ اس واقعہ کی خبر سلطان طغرل تک پہنچی' سلطان نے اسے امن دیا چنانچہ الملک الرحیم اس کی خدمت میں حاضر ہوا' سلطان نے اس کی عزت افزائی کی اور اس کے صوبجات کی حکومت اسے واپس کر دی۔

بساسیری نے الملک الرحیم کی رفاقت اسی زمانہ میں ترک کر دی جب کہ اس نے واسط بغداد کے لیے اور سلطان طغرل بک نے حلوان سے کوچ کیا تھا۔ پس بساسیری مصاہرت (سسرالی رشتہ) نور الدولہ دبیس بن مزید کے پاس چلا گیا۔ علیحدگی کا سبب یہ ہوا کہ خلیفہ قائم کو کسی ذریعہ سے معلوم ہو گیا اس کا طبعی میلان خلیفہ مصری کی جانب ہے' اس وجہ سے خلیفہ قائم نے اس کے نکال دینے کو لکھ بھیجا' جب قریش بن بدران دارالخلافت بغداد پہنچا اور سلطان طغرل بک کا دولت و حکومت اسلامیہ بغداد پر معقول طور سے قبضہ ہو گیا تو بساسیری ان لوگوں کو زیر کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ نور الدولہ دبیس بھی اس کے ہمراہ تھا۔ سنجار میں معرکہ آرائی ہوئی۔ قریش اور قتلمش کو اور ان کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔ ہزارہا آدمی کھیت رہے۔ اہلِ سنجار نے بھی غارت گری شروع کر دی۔ بساسیری قیدیانِ جنگ کے ساتھ موصل آیا اور مستنصر خلیفہ مصری کے نام کا خطبہ پڑھا۔ ان لوگوں نے اس واقعہ سے قبل اطاعت و فرماں برداری کی غرض سے سفارت بھیجی تھی۔ خلیفہ مصر نے اس سے مسرت ظاہر فرمائی۔ قریش اور اس کے ہمراہیوں کو خلعت روانہ کیے۔

سُلطان طغرل بک کا موصل پر قبضہ اور قریش کی اطاعت

سلطان طغرل بک کے بغداد میں طول قیام سے کثرت فوج کے باعث رعایا کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچنے لگیں۔ خلیفہ قائم نے اپنے وزیر رئیس الرؤسا کے توسط سے عمید الملک کندری وزیر سلطان طغرل بک کو طلب کر کے ہدایت کی کہ چونکہ سلطان طغرل بک کی کثرت لشکر سے رعایائے بغداد کو بے حد تکلیف پہنچ رہی ہے لہٰذا مناسب ہے کہ سلطان اپنی فوج کے ساتھ بغداد سے کوچ کر دیں ورنہ ما بدولت و اقبال دارالخلافت بغداد کو چھوڑ دیں گے۔ ابھی کوئی امر طے نہ ہونے پایا تھا کہ سلطان طغرل بک کو موصل کے واقعات کی خبر لگ گئی۔ سلطان طغرل بک نے موصل کی جانب کوچ کر دیا اور تکریت کا محاصرہ کر کے بزور تیغ فتح کر لیا اور حاکم قلعہ نصر بن عیسیٰ عقیلی سے بہت سا مال و اسباب لے کر کوچ کیا۔ کچھ عرصہ بعد نصر مر گیا اس کے بعد ابو الغنائم بن بجلیان حکمراں ہوا۔ رئیس الرؤسا کے ساتھ اس کا برتاؤ اچھا رہا۔

اس کے بعد سلطان طغرل بک نے بوازیج سے نصیبین کی جانب کوچ کیا (سلطان بوازیج میں اپنے بھائی یاقوتی بن جغریک کی امداد اور فراہمی فوج کا انتظار کر رہا تھا) اور ہزارہاسب بن تنکیر کو بریہ کی طرف سے عرب سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا' انہی عربوں میں قریش' دبیس اور اصحاب حران ورقہ (نمیر) شریک تھے چنانچہ شاہی فوج نے عربوں پر حملہ کیا اور ان سے جنگ آزما ہوئے' میدان ان کے ہاتھ رہا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ان میں سے ایک جماعت کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔ اس کے بعد سلطان طغرل بک واپس ہوا قریش اور دبیس نے اظہار اطاعت کی غرض سے ہزارسب کے پاس ایک وفد روانہ کیا اور اس کے توسط سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ سلطان طغرل بک

نے ان دونوں کی خطائیں معاف کر دیں اور بساسیری کے نسبت سے یہ کہا کہ اس کا قصور خلافت مآب کی ذات خاص سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے خلافت مآب کی خدمت میں حاضر ہو کر عفو تقصیر کرانا چاہیے۔ بساسیری رحبہ کی جانب روانہ ہوا۔ ترکان بغداد مقول بن مقلد اور بنو عقیل کے ایک گروہ اس کے ساتھ ہو لیا۔ قریش اور دبیس کی درخواست پر سلطان طغرل بک نے ان کے پاس اپنا وعدہ اور توثیق اقرار اور دربار شاہی میں حاضر آنے کی غرض سے ہزار سب بن تنکیر کو روانہ کیا۔ دبیس اور قریش کو اپنی جانوں کا خطرہ پیدا ہوا' حاضری سے رُک رہے۔ قریش نے اپنی طرف سے ابو السداد ہبتہ اللہ بن جعفر کو اور دبیس نے اپنے بیٹے بہاء الدولہ منصور کو سلطان کے دربار میں بھیجا۔ سلطان نے ان دونوں کی حاضری کو ان کی جگہ تصور کر کے ان لوگوں کو صوبجات کی سند حکومت تحریر کر دی۔ قریش کے قبضہ میں موصل' نصیبین تکریت' قوانا' نہر بیطر' ہیت' انبار' باوردیا اور نہر الملک وغیرہ تھے۔

سلطان طغرل بک کا سنجار پر قبضہ

اس مہم سے فارغ ہو کر سلطان نے دیار بکر کا رخ کیا' اس کا بھائی ابراہیم نیال بھی آ پہنچا ہزار سب نے قریش اور دبیس کو سلطان کی آمد کی اطلاع بھیج دی اور انہیں شاہی سطوت و جبروت سے ڈرایا۔ یہ دونوں اس خبر سے مطلع ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور سلطان طغرل بک نے اس واقعہ کی وجہ سے جو گزشتہ ایام میں قریش اور دبیس کے ساتھ پیش آئے تھے' سنجار کی جانب کوچ کیا اور متعدد فوجیں اس کے سر کرنے کے لیے روانہ کیں عساکر شاہی نے سنجار کو بزور تیغ فتح کیا اور بڑی خون ریزی کے بعد اس کے امیر مجلی بن مرجا کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا' جنگ آزما گروہ کے علاوہ بہت سے اہل سنجار جن میں عورتیں اور مرد بھی تھے' اس معرکہ میں کام آئے۔ ابراہیم نیال نے باقی ماندگان کی جان بخشی کی سفارش کی' سلطان نے اپنی فوج کو قتل و عام سے روکا' امن و امان قائم ہوا۔ سلطان سنجار موصل اور اس طرف سے تمام صوبجات کو اپنے بھائی نیال کو بطور جاگیر مرحمت کر کے بغداد کی جانب واپس ہوا اور سفر و قیام کرتا ہوا ماہ ذی قعدہ ۴۴۹ھ میں داخل بغداد ہوا۔

نیال کی موصل سے واپسی اور موصل پر بساسیری کا قبضہ

۴۵۰ھ میں ابراہیم نیال نے موصل سے بلاد جبل کی جانب کوچ کیا' سلطان طغرل بک نے ابراہیم کی بلا اجازت روانگی سے بغاوت اور مخالفت کا خیال کر کے طلبی کا ایک خط لکھ کر روانہ کیا۔ اور ایک فرمان اسی مضمون کا خلافت مآب نے بھی لکھ کر ابراہیم کے پاس بھیج دیا۔ ابراہیم سلطان کی طرف واپس ہوا' وزیر السلطنت کندی نے بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ بساسیری اور قریش کو موقع مل گیا فوراً" موصل پہنچ کر قبضہ کر لیا اور قلعہ کا محاصرہ بھی کر لیا یہاں تک کہ اہل قلعہ نے ابن ہوشک والی اربل کے توسط سے امن کی درخواست کی۔ چنانچہ قریش اور بساسیری نے اہل قلعہ کو امان دی' اہل قلعہ نے دروازے کھول دیئے اور قلعہ کی کنجیاں بساسیری اور قریش کے حوالہ کر دیں۔ ان دونوں نے قلعہ کو منہدم کرا دیا۔ سلطان طغرل بک کو اس کی خبر لگی' اسی وقت فوجیں مرتب کر کے موصل کی جانب کوچ کیا۔ قریش اور بساسیری نے سلطان کی آمد کی خبر پا کر موصل کو چھوڑ دیا۔ سلطان ان کے تعاقب میں نصیبین تک چلا گیا' نیال کو موقع مل گیا۔ ماہ رمضان ۴۵۰ھ میں ترکِ رفاقت کر کے ہمدان کا راستہ لیا۔ سلطان طغرل بک اس کے پیچھے ہو لیا اور ہمدان پہنچ کر اس پر محاصرہ ڈال دیا۔

بساسیری و قریش کا بغداد پر قبضہ

اتنے میں بساسیری دار الخلافت بغداد آ پہنچا' ہزار سب واسط میں تھا اور دبیس کو خلافت مآب نے مدافعت کی غرض سے بغداد طلب کر لیا تھا مگر اس کے قیام کرنے سے بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی تھیں اس وجہ سے یہ اپنے شہر کو واپس چلا گیا اور بساسیری قریش اور وزیر بنی بویہ ابو الحسن بن عبدالرحیم بغداد پہنچ کر بغداد کے چاروں طرف مقیم ہو گئے۔ عمید العراق افواج شاہی کی افسری کے ساتھ بساسیری کے مقابلہ پر تھا اور رئیس الروسا وزیر السلطنت دوسروں کے مقابلہ پر تھا جنگ کا ابھی آغاز نہیں ہوا تھا کہ بساسیری نے خلیفہ مستنصر والی مصر کا

خطبہ جامع بغداد میں پڑھا اور حی خیر العمل کے الفاظ اذان میں بڑھائے۔ رئیس الروسا نے یہ دیکھ کر جنگ چھیڑ دی حالانکہ عمید العراق اس رائے کے خلاف تھے۔ پہلے تو حریف کو شکست ہوئی لیکن پھر سنبھل کر ایسا حملہ کیا کہ لشکر بغداد بھاگ کھڑا ہوا۔ یلغار کر کے حریم خلافت پر آپہنچے اور شاہی محلات پر قبضہ کر لیا جس قدر مال و اسباب تھا لوٹ لیا۔ خلافت مآب بنفسِ نفیس سوار ہو کر برآمد ہوئے دیکھا کہ عمید العراق نے قریب بن بدران سے امن حاصل کر لیا تھا خلافت مآب بھی امن کے خواستگار ہوئے قریش نے ان دونوں کو امن دیا اور دارالخلافت واپس بھیج دیا۔ بساسیری نے قریش کو اس امر پر بے حد ملامت کی کیونکہ ان دونوں نے معاہدے کے خلاف کیا تھا۔ قریش نے جھلا کر وزیر رئیس الروسا کو بساسیری کے حوالہ کر دیا اور خلیفہ و عمید العراق کو اپنی نگرانی و حفاظت میں رکھا' بساسیری نے وزیر السلطنت کو قتل کر ڈالا۔ قریش نے خلیفہ قائم کو اپنے ابن عم مبارش بن بجلی کی ہمراہی میں حدیثہ عانہ روانہ کر دیا۔ خلیفہ نے اپنے اہل و عیال اور خدام کے ساتھ حدیثہ میں خاموشی کے ساتھ قیام اختیار کیا حتیٰ کہ سلطان طغرل بک نے اپنے بھائی نیال کی مہم اور اس کے قتل سے فراغت پائی اور بغداد کی جانب واپس ہوا' بساسیری اور قریش کو لکھ بھیجا کہ خلیفہ قائم کو دارالخلافت بغداد میں واپس بھیج دو' ان دونوں نے اس سے انکار کیا۔ تب سلطان طغرل بک نے عراق کی طرف قدم بڑھایا۔ بساسیری نے یہ خبر پا کر ماہ ذی قعدہ ۴۵۱ھ میں بغداد سے کوچ کر دیا۔ بنو شیبان کے آزاد نوجوانوں نے شہر بغداد اور اس کے گردونواح کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔

خلیفہ قائم کی مراجعتِ بغداد

سلطان طغرل بک نے قریش بن بدران کے پاس امام ابو بکر محمد بن فورک کو روانہ کیا تاکہ اس حسنِ سلوک کا جو کہ قریش نے خلیفہ اور سلطان کی بھتیجی ارسلان خاتون یعنی خلیفہ کی بیوی کے ساتھ کیا تھا' شکریہ ادا کرے اور اپنے ہمراہ ان دونوں کو بغداد لے آئے۔ چنانچہ قریش نے اپنے ابن عم مبارش کو لکھ بھیجا کہ تم خلیفہ کے ساتھ بریہ آکر ملو' مبارش نے اس سے انکار کیا اور مع خلیفہ کے عراق روانہ ہوا گیا اور رے کی طرف راستہ اختیار کیا۔ بدر بن مہلہل کی طرف گذر ہوا' اس نے خلیفہ قائم کی بے حد خدمت کی۔ سلطان کو جب یہ معلوم ہوا تو خلیفہ سے ملنے کے لئے نکلا نہروان میں شرفِ نیاز حاصل کیا' بہت سے تحائف اور ہدایا' طرح طرح کے اسباب اور آلات حرب پیش کیے' ارباب وظائف کو حسب مرتبہ پیش کیے اور اس کے ساتھ ساتھ قصرِ خلافت میں آیا جیسا کہ خلیفہ قائم کے حالات میں یہ واقعات قلم بند کیے گئے ہیں۔

بساسیری کا قتل

اس کے بعد سلطان طغرل بک نے خمار تکین طغرائی کو بساسیری اور عرب کے تعاقب پر کوفہ کی طرف بھیجا مزید برآں بنی خفاجہ پر ابن منیع کو شبخون مارنے کی غرض سے روانہ کیا اور ان لوگوں کے بعد خود بھی روانہ ہوا۔ بساسیری اور دبیس خواب غفلت میں پڑے ہوئے تھے کہ دفعتہ" شاہی فوج ان کے سروں پر پہنچ گئی' کوفہ لوٹ لیا' دبیس تو بھاگ کھڑا ہوا بساسیری اور اس کے ہمراہی سینہ سپر ہو کر میدانِ جنگ میں لڑے اور جی کھول کر لڑ کر عین معرکہ میں مارے گئے۔

قریش بن بدران کی وفات

۴۵۳ھ میں قریش بن بدران رہگرائے ملکِ عدم ہو گیا۔ نصیبین میں دفن کیا گیا۔ فخر الدولہ ابو نصر محمد بن جہیر اس امر سے مطلع ہو کر دارا سے نصیبین آیا اور بنو عقیل کو اس غرض سے جمع کرنا شروع کیا کہ اس کا بیٹا ابو المکارم مسلم بن قریش کرسی حکومت پر متمکن کیا جائے چنانچہ اراکین دولت نے ابو المکارم مسلم بن قریش کو اپنا امیر بنایا۔ سلطان نے بھی انبار' ہیت حریم' سن اور بوازیج بطور جاگیر مرحمت فرمایا۔

سلطان طغرل بک کا بنو کلاب سے معرکہ

۴۵۵ھ میں سلطان طغرل بک نے آرمینیہ سے دارالخلافت بغداد کی جانب کوچ کیا۔ وزیر السلطنت ابن جہیر کشتی پر سوار ہو کر استقبال کے لیے آیا' پھر ۴۶۰ھ میں رحبہ پر فوج کشی کی۔ بنو کلاب سے معرکہ آرا ہوا۔ یہ لوگ خلیفہ مستنصر علوی کے علم حکومت کے مطیع و فرمانبردار تھے' سلطان نے ان لوگوں کو شکست دی اور ان کے آلاتِ حرب وغیرہ چھین لیے اور ان کے سروں اور نعشوں کو علویہ پھریروں کے ساتھ دارالخلافت بغداد روانہ کیا چنانچہ بغداد میں سرنگوں کر کے پھرائے گئے۔

مسلم بن قریش کا حلب پر قبضہ

۴۷۲ھ میں شرف الدولہ مسلم بن قریش والیٔ موصل نے شہر حلب پر فوج کشی کی اور پہنچ کر اس پر محاصرہ ڈال دیا پھر کچھ سوچ سمجھ کر اس سے محاصرہ اٹھا کر چلا آیا۔ تتش بن الرسلان نے محاصرہ کر لیا۔ اس سے قبل ۴۷۱ھ میں ملک شام پر قابض ہو گیا تھا۔ کچھ دن حلب کا محاصرہ کیے رہا پھر وہاں سے محاصرہ اٹھا کر چلا آیا۔ بزاغہ اور بیرہ پر قابض ہو گیا۔ اہلِ حلب نے مسلم بن قریش کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم لوگ روزانہ جنگ سے تنگ آ گئے ہیں' آپ آئیں ہم شہر آپ کے حوالہ کر دیں گے۔ ان دنوں شہر حلب کا ابن حسین عباسی حکمران تھا۔ جب مسلم بن قریش شہر حلب کے قریب پہنچا اہلِ حلب نے دروازے بند کر لیے۔ ترکمان یعنی والی حسن اس کے سراغ اور جستجو میں رہا' چند روز بعد اتفاق سے ایک روز ابن حسین سے جب کہ وہ شکار کرنے کو گیا' ملاقات ہو گئی' والی قلعہ نے ابن حسین کو گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر مسلم بن قریش کے پاس بھیج دیا۔ مسلم نے اس شرط پر کہ شہر کو ان کے حوالہ کر دے گا رہا کر دیا۔ ابن حسین نے اپنے شہر واپس آ کر اپنے وعدہ کا ایفا کیا۔ ۴۷۳ھ میں مسلم بن قریش شہر میں داخل ہوا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ تھوڑے دنوں بعد سابغ اور وثاب پسران محمد بن مرداس نے مصالحت قلعہ کی کنجیاں مسلم بن قریش کے حوالہ کر دیں۔ مسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کو جو کہ سلطان کی پھوپھی کا بیٹا تھا' سلطان کی خدمت میں قبضہ حلب کی اطلاع دینے کے لیے روانہ کیا۔ سلطان نے اس کی درخواست منظور کر لی اور اس کے بیٹے محمد کو شہر سن جاگیر میں عنایت کیا۔ اس کے بعد مسلم نے حران کی طرف کوچ کیا اور اس کو بنی شاب تمیرین سے چھین لیا' اسی زمانے میں والی الرہا نے بھی اس کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے نام کا سکہ جاری کرایا۔

دمشق کا محاصرہ اور اہلِ حران کی بغاوت

۴۷۶ھ میں شرف الدولہ مسلم بن قریش نے دمشق پر فوج کشی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ دمشق کا حاکم تتش فوجیں مرتب کر کے مقابلہ پر آیا' گھمسان کی لڑائی ہوئی آخرکار مسلم بن قریش کو شکست ہوئی۔ نہایت تیزی سے اپنے ملک کی طرف واپس ہوا۔ اس نے واپسی سے قبل اہل مصر سے امداد طلب کی تھی مگر ان لوگوں نے امداد نہ دی۔ اسی اثنا میں یہ خبر لگی کہ اہل حران نے اطاعت سے انکار کر دیا اور باغی ہو گئے ہیں اور ابن عطیہ اور وہاں کے قاضی ابن حلیہ نے شہر کو ترکوں کے حوالہ کر دینے کا ارادہ کر لیا ہے اس وجہ سے حران کی طرف قدم بڑھایا اثنا راہ ابن ملاعب والی حمص سے مصالحت کی اور سلیمہ اور رقہ کی حکومت عطا کی۔ اس کے بعد حران کا محاصرہ کر لیا اور اس کی شہرپناہ کو منہدم و مسمار کر کے بزورِ تیغ شہر فتح کر لیا اور قاضی اور اس کے بیٹے کو قتل کر ڈالا۔

جنگ ابن جہیر و مسلم بن قریش

فخر الدولہ ابو نصر محمد بن جہیر موصل کا رہنے والا تھا۔ کسی ذریعہ سے بنو مقلد کے دربار تک رسائی ہو گئی پھر قریش بن بدران سے منافرت پیدا ہو گئی' بعض روسا نے عقیل کے دامن عاطفت میں جا کر پناہ لینے کی درخواست کی' ان لوگوں نے اسے پناہ دی چنانچہ فخر الدولہ حلب چلا گیا۔ معز الدولہ ابو شمال بن صالح نے اپنا قلم دان وزارت اس کے سپرد کر دیا۔ چند روز بعد فخر الدولہ نے اس کی رفاقت ترک کر دی اور نصیر الدولہ بن مروان کے پاس دیار بکر چلا گیا' نصیر الدولہ نے بھی اسے اپنی وزارت کے عہدہ سے سرفراز فرمایا اور جب

خلیفہ قائم نے اپنے وزیر ابو الفتوح محمد بن منصور بن وارس کو معزول کیا تو فخر الدولہ کو وزارت کے لیے طلب فرمایا۔ فخر الدولہ نے بغداد کی طرف کوچ کیا۔ابن مروان تعاقب میں روانہ ہوا مگر کامیاب نہ ہوا۔

جوں ہی فخر الدولہ دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا خلیفہ قائم نے ۴۵۴ھ میں عہدہ وزارت سے سرفراز فرمایا۔اس وقت طغرل بک عراق کا سلطان تھا اور یہی خلفاء بغداد پر غالب ہو رہا تھا۔ایک مدت تک فخر الدولہ اس کی وزارت پر رہا۔گاہے گاہے اپنے دوران وزارت میں معزول بھی کر دیا گیا اور پھر مقرر کیا گیا حتیٰ کہ خلیفہ قائم نے وفات پائی اور خلیفہ مقتدی تخت خلافت پر متمکن ہوا اور عنانِ سلطنت سلطان ملک شاہ کے قبضہ میں گئی۔ خلیفہ مقتدی نے ۴۷۱ھ میں اپنے وزیر السلطنت فخر الدولہ کو نظام الملک طوسی کی شکایت کی وجہ سے معزول کر دیا۔اس کا بیٹا عمید الدولہ اصفہان میں نظام الملک کے پاس چلا گیا اور باہم صفائی کرا دی۔ چنانچہ نظام الملک نے خلیفہ مقتدی سے اس کی سفارش کی۔خلیفہ مقتدی نے اس کے بیٹے عمید الدولہ کو عہدہ وزارت سے سرفراز فرمایا۔

بنی جہیر کی رہائی

اس کے بعد ۴۷۶ھ میں عمید الدولہ کو عہدہ وزارت سے برطرف کر کے قید کر دیا۔سلطان ملک شاہ اور وزیر السلطنت نظام الملک نے خلیفہ مقتدی کی خدمت میں بنی جہیر کی رہائی اور آزادی کی سفارش کا پیام بھیجا۔ خلیفہ مقتدی نے ان لوگوں کو قید کی تکلیف سے رہائی دے دی۔ بنی جہیر رہائی پا کر بطور وفد (ڈیپوٹیشن) اصفہان میں نظام الملک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔وہ بڑی آؤ بھگت سے پیش آیا۔ عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ سلطان ملک شاہ نے فخر الدولہ کو دیار بکر کی سند حکومت عطا کی اور ایک بڑی فوج اس کے ہمراہ بھیجی اور اسے ابن مروان کے قبضہ سے ملک کو نکال لینے اور سلطان کے بعد اپنے نام کا خطبہ پڑھنے اور سلطان کے نام کا سکہ جاری کرانے کی ہدایت کی۔

فخر الدولہ کی دیار بکر پر فوج کشی

جس وقت فخر الدولہ دیار بکر کے قریب پہنچا ابن مروان خم ٹھونک کر مقابلے پر آیا۔ پھر ۴۷۷ھ میں سلطان نے ایک جرار لشکر امیر ارتق کی افسری میں (جو ملوک حال ماردین کا جد اعلیٰ تھا) فخر الدولہ کی کمک پر روانہ کیا۔ اس واقعہ سے قبل ابن مروان یہ خبر پا کر فخر الدولہ شاہی افواج کے ساتھ دیار بکر کی طرف آرہا ہے، شرف الدولہ مسلم بن قریش کو یہ پیام دیا کہ اگر آپ ہماری امداد کریں تو اس سلوک کے صلے میں ہم آپ کو صوبہ آمد دے دیں گے۔ شرف الدولہ نے اس بنا پر فوجیں مرتب کر کے آمد کا راستہ لیا اور فخر الدولہ اس کے اطراف میں پڑا ہوا تھا۔فخر الدولہ اس امر کا احساس کر کے بن مروان کی کمک پر عرب کمربستہ ہیں صلح کی جانب مائل ہوا اور ارادہ جنگ فسخ کر دیا۔ کسی ذریعہ سے ترکمانوں کو اس کی خبر لگ گئی۔رات کے وقت سوار ہو کر عربوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ عرب کو اس معرکہ میں شکست ہوئی۔ان کے مال و اسباب کو ترکمانوں نے لوٹ لیا۔ شرف الدولہ بذاتہ بھاگ کر آمد میں پناہ گزین ہوا۔ فخر الدولہ نے اس کا محاصرہ کر لیا۔شرف الدولہ نے امیر ارتق کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر مجھے آمد سے نکل جانے کا موقع دیا جائے تو میں اتنا روپیہ دینے کو تیار ہوں۔امیر ارتق نے اس کی درخواست منظور کر لی چنانچہ شرف الدولہ آمد سے رقہ کی جانب نکل کھڑا ہوا۔ اور فخر الدولہ نے بغرض محاصرہ میافارقین کی طرف کوچ کیا۔ میافارقین اس وقت تک ابن مروان کے مقبوضات میں شامل تھا۔اس کا والی بہاؤ الدولہ منصور بن یزید اور اس کا بیٹا سیف الدولہ صدقہ یہ خبر پا کر عراق کی طرف چلا گیا اور فخر الدولہ نے خلاط کی جانب قدم بڑھایا۔

شرف الدولہ مسلم بن قریش کی اطاعت

جس وقت سلطان ملک شاہ کو یہ خبر پہنچی کہ شرف الدولہ کا آمد میں محاصرہ کر لیا گیا ہے تو فرطِ مسرت سے اچھل پڑا۔ قسیم الدولہ اقسنقر (الملک العادل سلطان محمود زنگی کا جدِ اعلیٰ) کو افواج ترکمان کا افسر بنا کر بطور کمک روانہ کیا۔ اثنا راہ میں جب کہ وہ لوگ عراق کی طرف جا رہے تھے۔امیر ارتق سے ملاقات ہو گئی۔وہ ان کے ساتھ لوٹ کھڑا ہوا۔ سب کے سب موصل پر آ اترے اور اس پر قبضہ کر لیا۔

سلطان اپنے رکاب کی فوج کے ساتھ شرف الدولہ کے مقبوضات کی طرف بڑھا۔ رفتہ رفتہ بوازیج تک پہنچ گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ شرف الدولہ کو محاصرۂ آمد سے نجات مل گئی تھی۔ جان بچا کر رحبہ پہنچ گیا تھا۔ موصل بھی اس کے قبضہ سے نکل گیا تھا سارا مال و اسباب بھی لٹ گیا تھا۔ بنظرِ مصلحت وقت موید الملک بن نظام الملک نے شرف الدولہ سے خط و کتابت شروع کی' شرف الدولہ نے ان کے وسیلہ کو باعث بہبودی تصور کرکے دربار شاہی میں حاضری کی اجازت طلب کی چنانچہ عہد و پیمان اور امن حاصل کرنے کے بعد رحبہ سے روانہ ہو کر موید الملک کی خدمت میں پہنچا۔ موید الملک نے اسے دربار سلطان میں پیش کیا اور اس کی جانب سے ہدایا فاخرہ ازجنس خیل وغیرہ پیش کیے۔ ان گھوڑوں میں اس کا ایک وہ گھوڑا تھا جس پر سوار ہو کر معرکہ سابقہ اور جنگ آمد سے بھاگا تھا اور جان بر ہو گیا تھا۔ یہ گھوڑا ایسا چالاک تھا کہ کوئی گھوڑا اس سے نہ بڑھ سکتا تھا' سلطان نے اس سے مصالحت کر لی اور اسے اس کے مقبوضہ ممالک کی حکومت پر بحال و قائم رکھا شرف الدولہ موصل کی جانب واپس ہوا اور سلطان جس ادھیڑپن میں پڑا ہوا تھا اس میں پھر مصروف ہو گیا۔

سلطان بن قطلمش کی وفات

ہم اوپر قطلمش کے حالات جو کہ سلطان طغرل بک کا عزیز و قریب تھا' بیان کر آئے ہیں' یہ شخص بلاد روم کی طرف اپنی فوجیں لے کر گیا تھا اور ایک بڑی جنگ کے بعد قونیہ اور اقصرائے وغیرہ پر قابض ہو گیا تھا۔ ابھی اپنے دل کے آبلے اس نے پورے طور سے نہ توڑے تھے کہ داعی اجل کا پیام موت آ پہنچا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا سلیمان تخت فرماں روائی پر متمکن ہوا۔
سلطان نے ۴۷۷ھ میں انطاکیہ کی جانب قدم بڑھایا۔ اسے رومیوں کے قبضہ سے نکال لیا جیسا کہ آئندہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔

قطلمش اور شرف الدولہ کی جنگ

فردوس رومی والی انطاکیہ ایک مدت سے شرف الدولہ مسلم بن قریش کو سالانہ ایک رقم معین بطور جزیہ دیا کرتا تھا۔ جب سلیمان بن قطلمش نے انطاکیہ پر قبضہ کر لیا تو شرف الدولہ نے اس سے بھی جزیہ طلب کیا اور بصورت نہ ادا کرنے کے عتاب سلطانی کی دھمکی دی سلیمان ابن قطلمش نے کہلا بھیجا کہ میں سلطان کا مطیع ہوں اور جو کچھ میں انطاکیہ میں تصرف کر رہا ہوں وہ سلطان ہی کے لیے کر رہا ہوں اور اس سے میرا کوئی کام متعلق نہیں ہے' باقی رہا جزیہ کا مطالبہ کرنا یہ ایک فعل عبث ہے۔ جزیہ کفار سے لیا جاتا ہے اور وہی لوگ اس کے ادا کرنے کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انطاکیہ میں کفار کی جگہ مسلمانوں کو حکمران بنایا ہے اور ان پر شرعاً جزیہ نہیں ہے۔ شرف الدولہ اس خشک جواب سے بھڑا اٹھا' فوجیں تیار کرکے چڑھائی کر دی اور اطراف و جوانب انطاکیہ میں قتل و غارت گری شروع کر دی۔ سلیمان کو بھی طیش آیا اس نے بھی اطرافِ حلب میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا' مگر جب رعایا نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مال و اسباب کے لٹ جانے کی شکایت کی تو اس نے ان کا مال و اسباب انہیں واپس دے دیا۔
بعد ازیں شرف الدولہ نے عرب اور ترکمانوں کو جمع کرکے انطاکیہ پر فوج کشی کی۔ ماہ صفر ۴۷۸ھ میں سلیمان کے ساتھ انطاکیہ میں مڈبھیڑ ہوئی۔ شرف الدولہ کا ایک امیر حق ساتھیوں سمیت سلیمان سے مل گیا۔ عرب کا گروہ بھاگ نکلا اور شرف الدولہ اپنے چار سو ساتھیوں سمیت میدان جنگ میں لڑتا رہا' آخر کار ان لوگوں کے ساتھ ہی مارا گیا۔

شرف الدولہ کا کردار

شرف الدولہ کا دائرۂ حکومت نہایت وسیع تھا' وہ تمام بلاد جو اس کے باپ کے مقبوضات میں تھے' وہ اور اس کے چچا کے مقبوضات بھی اس کے قبضہ میں تھے۔ ملک نہایت سرسبز و شاداب اور امن و امان کا مرکز تھا۔ وہ عادل' نیک سیرت اور سیاسی امور سے بے حد واقف تھا۔ شرف الدولہ کے قتل کے بعد بنو عقیل نے اس کے بھائی ابراہیم کو قید سے نکال کر اپنا امیر بنا لیا۔ ابراہیم کئی برس سے قید کی مصیبتیں جھیل رہا تھا۔

ابن قطلمش کا محاصرہ انطاکیہ

مسلم کے واقعہ قتل سے سلیمان بن قطلمش کو انطاکیہ کے محاصرہ کا شوق چرایا' چنانچہ فوجیں مرتب کر کے انطاکیہ پہنچ گیا اور اس پر دو ماہ کامل محاصرہ ڈالے رہا۔ ناکامی کے ساتھ واپس ہوا۔ اس کے بعد ۴۷۹ھ میں عمید العراق نے ایک لشکر انبار کے سر کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس لشکر نے انبار کو بنو عقیل کے قبضہ سے نکال لیا۔ اسی سنہ میں سلطان ملک شاہ نے رحبہ اور اس کے مضافات حران' سروج' رقہ اور خابور محمد بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کو بطور جاگیر مرحمت فرمائے اور اپنی بہن خاتون زلیخا کا اس سے عقد کر دیا۔ ان تمام شہروں کے والیوں نے سلطان ملک شاہ کے حکم کے مطابق اپنے شہروں کو محمد کے حوالہ کر دیا۔ مگر محمد بن شاطر والی حران نے اس سے انکار کیا۔ سلطان ملک شاہ کو اس کی خبر لگی تو اس نے محمد بن شاطر کو حران کے سپرد کرنے پر مجبور کیا۔

ابراہیم بن قریش

مسلم کے بعد سے ابراہیم بن قریش برابر موصل پر حکومت کرتا رہا۔ اور اپنی قوم بنی عقیل کی سرداری سے ممتاز و سرفراز رہا حتی کہ ۴۸۲ھ میں سلطان ملک شاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور فخر الدولہ بن جہیر کو ایک بڑی فوج کی افسری کے ساتھ اس کے شہروں کی طرف روانہ کیا۔ فخر الدولہ نے پہنچتے ہی موصل پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سلطان ملک شاہ نے اپنی پھوپھی صفیہ کو شہر موصل جاگیر میں مرحمت فرمایا۔ سلطان ملک شاہ کی پھوپھی اس سے پیشتر مسلم بن قریش کی زوجیت میں تھی اس سے اس کا ایک بیٹا علی تھا۔ مسلم کے بعد اس نے اس کے بھائی ابراہیم سے عقد کر لیا۔ جب سلطان ملک شاہ نے وفات پائی تو صفیہ نے موصل کی جانب کوچ کیا۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا علی بھی تھا۔ اس کا بھائی محمد بن مسلم یہ خبر پا کر موصل آ پہنچا۔ دونوں موصل کی حکومت پر لڑنے لگے۔ عرب دو حصوں میں منقسم ہو گیا' ایک نے محمد کا ساتھ دیا اور دوسرے نے ابو علی کی حمایت کی۔ سخت خون ریز جنگ کے بعد محمد کو شکست ہوئی۔ علی کامیابی کے ساتھ شہر موصل میں داخل ہوا اور اسے ابن جہیر کے قبضہ سے نکال لیا۔

سلطان ملک شاہ کے مرنے پر ترکان خاتون کو امور سلطنت پر قبضہ حاصل ہو گیا۔ ابراہیم کو قید سے رہائی مل گئی۔ سامان درست کر کے موصل کی جانب کوچ کیا۔ قریب موصل پہنچ کر یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ اس کا بھتیجا علی بن مسلم موصل پر قابض ہو گیا ہے' اس کے ساتھ اس کی ماں صفیہ (سلطان ملک شاہ کی پھوپھی) بھی ہے' ابراہیم نے مصالحت اور ملاطفت کا پیام بھیجا۔ صفیہ نے موصل کی عنان حکومت ابراہیم کے سپرد کر دی' ابراہیم شہر میں داخل ہو گیا۔

تتش والی شام برادر سلطان ملک شاہ کو قبضہ عراق کا خیال پیدا ہو گیا۔ اطراف و جوانب کے امراء اس کے پاس آ کر شام میں اسی غرض کے لیے جمع ہوئے۔ آقسنقر والی حلب بھی اپنی فوج لیے آ پہنچا۔ تتش نے فوجیں مرتب کر کے نصیبین کی طرف کوچ کیا اور اس پر قابض ہو گیا اور ابراہیم کے پاس کہلا بھیجا کہ تم میرے نام کا خطبہ پڑھو اور بغداد جانے کے لیے مجھے راستہ دے دو' ابراہیم نے اس سے انکار کیا۔

تتش کا موصل پر قبضہ

تتش نے یلغار کا حکم دے دیا' آقسنقر اور ترکوں کی فوج اس کے رکاب میں تھی' ابراہیم تیس ہزار کی جمعیت سے مقابلے پر آیا۔ مقام مغیم میں فریقین نے صف آرائی کی' ابراہیم کو شکست ہوئی اور اثناء جنگ میں مارا گیا' ترکوں نے اس کے خیمے اور لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ عرب کی بہت سی عورتوں نے بے آبروئی اور رسوائی کے خوف سے خود کشی کر لی۔ تتش نے کامیابی کا جھنڈا موصل کے قلعہ پر گاڑ دیا۔

علی بن مسلم کا امارت موصل پر تقرر

جس وقت ابراہیم معرکہ سابقہ میں مارا گیا اور تتش نے موصل پر قبضہ کر لیا اسی وقت اپنے بھتیجے علی بن مسلم بن قریش کو موصل کی حکومت پر مامور کیا۔ چنانچہ علی اپنی ماں صفیہ کے ساتھ موصل میں داخل ہوا۔ اسی زمانہ سے موصل اور اس کے مضافات پر علی کی حکومت کا ڈنکا بجنے لگا۔ تتش نے مہم موصل سے فارغ ہو کر دیار بکر کی طرف قدم بڑھایا اور اس پر قابض ہو کر آذربائیجان کی جانب گیا اور اس پر بھی بہ آسانی تمام قابض ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر برکیاروق سلطان ملک شاہ کے بھتیجے تک پہنچی۔ اپنے چچا کی روک تھام کے لیے فوجیں مرتب کر کے خروج کیا۔ چچا اور بھتیجا کا مقابلہ ہوا۔ تتش کو شکست ہوئی اس کی جگہ اس کا بیٹا رضوان متمکن ہوا اور حلب کا حکمران اور مالک بن بیٹھا۔ سلطان برکیاروق نے اسے بوقا کی رہائی کا حکم دیا۔ اس نے اسے رہا کر دیا۔ رہائی کے بعد جنگ آوروں کا ایک گروہ اس کے پاس آ کر جمع ہوا اور اس نے ان سب کو مسلح کر کے حران پر چڑھائی کر دی اور اس پر قابض ہو گیا۔

بنی مسیب کا زوال

اس کے بعد محمد بن مسلم قریش نے علی بن مسلم بن قریش کے مقابلے کے لیے امیر کربوقا سے امداد طلب کی۔ علی بن مسلم ان دنوں نصیبین میں تھا توران بن وہیب اور ابو الہیجاء کردی بھی اس کے ساتھ مقیم تھے۔ چنانچہ کربوقا فوجیں مرتب کر کے محمد بن مسلم کی کمک پر گیا محمد بن مسلم اسے ملنے کے لیے آیا، کربوقا نے اسے گرفتار کر کے نصیبین کی جانب کوچ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد موصل کی جانب قدم بڑھایا۔ اہل موصل نے قلعہ بندی کر لی۔ لوٹ کر شہر کی جانب آیا، محمد بن مسلم اسی مقام پر ڈوب کر مر گیا۔ تب کربوقا نے دوبارہ موصل کا محاصرہ کیا۔ علی بن مسلم والی موصل نے امیر چکرمش والی جزیرہ ابن عمر سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ امیر چکرمش اس کی کمک کے لئے روانہ ہوا، امیر کربوقا کو اس کی خبر لگ گئی، ایک فوج اپنے بھائی تونتاش کی افسری میں اس کی روک تھام کی غرض سے روانہ کی۔ تونتاش نے امیر چکرمش کو شکست دے کر جزیرہ کی طرف لوٹا دیا۔ چند روز بعد امیر چکرمش نے امیر کربوقا کی اطاعت قبول کر لی اور محاصرہ موصل پر اس کی کمک پر آیا۔ اس مرتبہ محاصرہ نہایت شدت سے کیا گیا تھا مگر علی بن مسلم محاصرہ توڑ کر موصل سے حلہ میں صدقہ بن مزید کے پاس چلا آیا اور نو ماہ کامل محاصرہ و جنگ کے بعد کربوقا نے موصل پر قبضہ کر لیا۔ اسی وقت سے بنی مسیب کی حکومت و امارت صوبہ موصل سے منقطع ہو گئی اور سلجوقیہ میں سے ملوک غز اور ان کے امراء اس پر قابض ہو گئے والبقاء اللہ وحدہ

دولت صالح بن مرداس

صالح بن مرداس کی ابتدا حکومت رحبہ کی حکمرانی سے ہوئی، یہ شخص بنو کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ سے تھا۔ اطراف حلب میں ان لوگوں کی حکومت و امارت قائم ہوئی۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ یہ شخص عمرو بن کلاب کی اولاد سے تھا۔

شہر رحبہ ابو علی بن ثمال خفاجی کے قبضہ میں تھا۔ عیسیٰ بن خلاط عقیلی نے اسے قتل کر کے رحبہ کو اس کے قبضہ سے نکال لیا۔ ایک مدت تک رحبہ اس کے قبضہ میں رہا۔ اس کے بعد بدران بن مقلد نے رحبہ پر عیسیٰ بن خلاط عقیلی سے قبضہ کر لیا۔ تھوڑے دن بعد لولو ساری نے جو کہ حاکم والی مصر کی طرف سے دمشق کا گورنر تھا، فوج کشی کی، پہلے رقہ پر قابض ہوا اس کے بعد رحبہ کو بدران کے قبضہ سے نکال کر دمشق کی جانب واپس ہوا۔ رحبہ کا حاکم ابن مجلکان نامی ایک شخص تھا۔ چند روز بعد رحبہ کی حکومت پر یہ شخص خود سر حکمران بن بیٹھا۔ صالح بن مرداس کو اپنی امداد کے لیے بلا بھیجا۔ چنانچہ صالح بن مرداس ایک مدت تک اس کے پاس مقیم رہا۔ پھر ان دونوں میں نااتفاقی ہو گئی، صالح اور ابن مجلکان میں چل گئی پھر دونوں نے مصالحت کر لی اور ابن مجلکان نے اپنی بیٹی کا عقد صالح سے کر دیا۔ صالح شہر میں داخل ہوا۔ ابن مجلکان نے اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو اہل عانہ کی اطاعت قبول کرنے اور ان سے ضمانت لینے کے بعد عانہ منتقل کر دیا۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد اہل عانہ نے بد عہدی کی اور اس کا تمام مال و اسباب لے لیا۔ اس واقعہ سے ابن مجلکان بے حد برہم ہوا، صالح کے ساتھ اہل عانہ کی سرکوبی کے لیے کوچ کیا صالح نے اثناء راہ میں ایک شخص کو ابن مجلکان کے قتل پر مامور کر دیا، چنانچہ اس شخص نے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے مرنے کے بعد صالح نے رحبہ کی طرف قدم بڑھایا اور اس پر قابض ہو کر ابن مجلکان کے تمام

مال و اسباب اور ریاست پر قابض ہو گیا۔ اور مصر میں حکمرانانِ علویہ کی دعوت اور حکومت کو قائم رکھا۔

صالح حلب میں

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ لولو نے جو کہ ابو المعالی سیف الدولہ کا آزاد غلام تھا، حلب میں اس کے بیٹے ابو الفضائل پر قبضہ حاصل کر لیا تھا اور شہر کو اس کے قبضہ سے نکال لیا تھا۔ اور خلافتِ عباسیہ کی حکومت کو ختم کر کے حاکم علوی والی مصر کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ چند روز بعد حاکم اور لولو کے برتاؤ میں فرق آ گیا۔ صالح بن مرداس کو حلب پر قبضہ کرنے کی طمع دامن گیر ہوئی ہم صالح اور لولو کی لڑائیوں کا تذکرہ کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ لولو کا ایک غلام فتح نامی تھا لولو نے اسے قلعہ حلب میں نگرانی اور حفاظت کی غرض سے مامور کیا تھا۔ تھوڑے دن کے بعد فتح کو لولو سے منافرت پیدا ہوئی چنانچہ صالح بن مرداس کی دوستی و مراسم کے بھروسہ پر لولو کی مخالفت کا اعلان کر دیا اور حاکم کی خلافت کی بیعت اس شرط پر لی کہ اسے صیدا، بیروت اور جس قدر مال و اسباب حلب میں ہے، دے دیا جائے۔ بہ مجبوری لولو انطاکیہ چلا گیا، رومیوں کے پاس مقیم ہوا فتح یہ خبر پا کر لولو کی بیوی اور اس کی ماں کو لے کر نکلا اور ان لوگوں کو منبج میں چھوڑ دیا۔ حلب اور اس کے قلعہ کو حاکم والی مصر کے نائب کے حوالے کر دیا۔ اس وقت سے حلب انہی لوگوں کے قبضہ میں رہا حتیٰ کہ بنی حمدان میں سے ایک شخص نے جو عزیز الملک کے نام سے معروف تھا، حاکم والی مصر کی طرف سے حلب پر قبضہ حاصل کیا۔ حاکم والی مصر کا یہ ساختہ پرداختہ تھا اور اسی نے اس کو حلب کی گورنری پر مامور کیا تھا۔ اس کے بعد عزیز الملک نے حاکم کے بیٹے ظاہر سے بغاوت کی۔ ظاہر کی پھوپھی بنت الملک تمام امور سیاست اور امارت کے سیاہ و سفید کی مالک و مختار تھی اس نے عزیز الملک کے قتل پر ایک شخص کو مامور کر دیا۔ اس نے اسے مار ڈالا۔ عزیز الملک کے قتل کے بعد عبداللہ بن علی بن جعفر کتامی کو حلب کی حکومت پر مامور کیا۔ یہ شخص ابن شعبان کتامی کے نام سے معروف تھا اور قلعہ حلب پر صفی الدولہ موصوف خادم کو متعین کیا۔

چوتھی صدی کے بعد جب مصر میں عبیدیوں کے قوائے حکومت مضمحل ہو گئے اور بنو حمدان کی حکومت شام و جزیرہ سے منقطع ہو گئی، تو چاروں طرف سے عرب نے شہروں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ بنو عقیل نے جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور عرب نے جمع ہو کر شام کے شہروں کو یوں تقسیم کیا کہ حسان بن مفرج بن دغفل اور اس کی قوم طی کو رملہ سے مصر تک صالح بن مرداس اور اس کی قوم بنو کلاب کو حلب سے عانہ تک اور لسان بن علیان اور اس کی قوم[1]...... کو دمشق اور اس کا تمام صوبہ دیا گیا۔ خلیفہ ظاہر کی طرف سے ان بلاد کا گورنر انو شتکین نامی ایک شخص تھا، حسان نے ان کو لوٹ لیا اور ان پر قابض ہو گیا۔ صالح بن مرداس نے حلب پر چڑھائی کر دی اور اسے ابی شعبان کے قبضہ سے نکال لیا۔ اہل شہر نے بخوشی اطاعت کی گردن جھکا دی۔ صالح مظفر و منصور شہر میں داخل ہوا اور ابن شعبان قلعہ حلب میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ صالح نے قلعہ میں اس کا محاصرہ کر لیا، رسد و غلہ کی آمد بند کر دی۔ اہلِ قلعہ نے تنگ آ کر امن کی درخواست کی، صالح نے ان کو امن دیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۴۲۴ھ کا ہے پھر رفتہ رفتہ اس کی حکومت بعلبک سے عانہ تک پھیل گئی۔

صالح بن مرداس کا قتل

اس وقت سے صالح حلب پر ایک مدت تک حکمرانی کرتا رہا۔ اس کے بعد ظاہر نے بقصدِ جنگ صالح و حسان مصر سے فوجیں مرتب کر کے شام کی جانب روانہ کیں، انو شتکین دربدی اس فوج کا افسر اعلیٰ تھا۔ طبریہ میں اردن کے قریب دونوں باغیان دولت علویہ یعنی صالح و حسان سے مڈبھیڑ ہوئی۔ دونوں خم ٹھونک کر میدان میں آئے اور سخت خون ریز جنگ کے بعد دونوں باغیوں کو شکست ہوئی۔ صالح اپنے چھوٹے لڑکے کے ساتھ دوران جنگ مارا گیا، اس کا لڑکا ابو کامل نصر بن صالح اپنی جان بچا کر حلب پہنچا۔ یہ اپنے کو شبل الدولہ کے لقب سے ملقب کرتا تھا جس وقت یہ واقعات ممالکِ اسلامیہ میں واقع ہونے لگے اس وقت رومیوں کو جو کہ انطاکیہ میں تھے، حلب پر قبضہ کر لینے کی طمع دامن گیر ہوئی۔ چنانچہ بہت بڑی جمعیت سے حلب پر حملہ آور ہوئے۔

[1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔ (مترجم)۔

عیسائیوں کا حلب پر حملہ و شکست

۴۲۱ھ میں رومی بادشاہ نے (قسطنطنیہ ۔۔) تین لاکھ فوج کی جمعیت سے حلب پر حملہ کیا۔ قریب حلب پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ سرداران روم سے ابن دو قس اس کے ہمراہ تھا۔ اسے پہلے سے رومی بادشاہ سے نفرت تھی کسی بات پر الجھ کر دس ہزار سپاہیوں کو لے کر علیحدگی اختیار کرلی۔ کسی نے رومی بادشاہ سے یہ جڑ دیا کہ ابن دو قس کا بد عہدی کا ارادہ ہے اور اس نے مسلمانوں سے سازش کرلی ہے۔ رومی بادشاہ یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا فوراً پلٹ پڑا اور ابن دو قس کو گرفتار کر لیا۔ رومیوں میں اس واقعہ سے بہت ہل چل پڑ گئی،عرب اور اہل سواد ارمن نے تعاقب کیا شاہی بار برداری کے چار سو اونٹ اسباب کے ساتھ پکڑ لیے گئے بہت سے عیسائی پیاس کی شدت سے مرگئے۔ عرب کے دلاوروں نے شاہی کیمپ پر دفعتہ" حملہ کر دیا، بادشاہ تن تنہا گھبرا کر بھاگ نکلا۔ عرب نے اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ قیمتی قیمتی اسباب مسلمانوں کے ہاتھ لگا عیسائیوں نے اپنے مال و اسباب کو چھوڑ کر بھاگ جانا غنیمت جانا۔ اللہ جل شانہٗ نے مسلمانوں کو کامیابی اور فتح یابی سے ممتاز و سرفراز فرمایا۔

وزیری کا حلب پر قبضہ

۴۲۹ھ میں وزیری نے عساکر مصریہ کی افسری کے ساتھ مصر سے حلب پر فوج کشی کی ان دنوں مصریوں کا خلیفہ مستنصر تھا۔ نصر نے اس خبر سے مطلع ہو کر فوجیں مرتب کیں اور خم ٹھونک کر میدان میں آیا۔ قریب حماۃ فریقین نے صف آرائی کی۔ نصر کو شکست ہوئی، دوران جنگ مارا گیا وزیری نے کامیابی کے ساتھ سنہ مذکور کے ماہ رمضان میں حلب پر قبضہ کر لیا۔

وزیری کی وفات

وزیری نے حلب پر قبضہ کر لینے کے بعد آہستہ آہستہ تمام ممالک شام پر قبضہ کر لیا اس سے اس کا رعب و داب بڑھ گیا۔ فوج میں بھی معقول اضافہ ہو گیا ترکوں کی اس فوج میں کثرت ہو گئی۔ جاسوسوں نے مصر میں خلیفہ مستنصر اور اس کے وزیر جرجانی سے چغلی کردی کہ وزیری علم حکومت کی مخالفت کا ارادہ رکھتا ہے پس وزیر جرجانی نے لشکر دمشق کو وزیری پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اور ان کو یہ سمجھا دیا کہ خلیفہ مستنصر کی بھی یہی رائے ہے چنانچہ لشکر دمشق نے وزیری پر حملہ کر دیا۔ وزیری ان کی مدافعت نہ کر سکا۔ اپنے اسباب و سامان کو بار کر کے حلب کا راستہ لیا۔ پھر حلب سے حماۃ کی جانب بڑھایا۔ اہل حماۃ نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا والی کفرطاب سے خط و کتابت کر کے اس کے پاس چلا گیا۔ والی کفرطاب اسے لیے ہوئے حلب کی طرف روانہ ہوا دونوں حلب میں داخل ہوئے اتنے میں ۴۳۳ھ کا دور آ گیا اور وزیری داعی اجل کو لبیک کر ملکِ عدم کو چل بسا۔

شمال بن صالح کا حلب پر قبضہ

وزیری کی موت سے شام کی حکومت اور انتظام کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا۔ عرب کی طمع کا ہاتھ بڑھ گیا۔ معزالدولہ شمال بن صالح جس وقت سے کہ اس کا بھائی اور باپ مارا گیا تھا[1] رحبہ میں ٹھہرا ہوا تھا یہ خبر پا کر حلب کی طرف بڑھا اس کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ شہر پر قابض ہو گیا۔ وزیری کے ہمراہیوں نے قلعہ کے دروازے بند کر لیے اور اہلِ مصر سے امداد طلب کی۔ چونکہ والی دمشق حسین بن حمدان جو کہ وزیری کے بعد حکومت دمشق پر خلیفہ مصر کی طرف سے مقرر ہوا تھا حسان بن مفرج والی فلسطین کی جنگ میں مصروف تھا اسی وجہ سے وزیری کے ہمراہیوں کی کچھ مدد نہ کر سکا وزیری کے حامیوں نے ایک سال کے کامل محاصرہ کے بعد شمال سے امن کی درخواست کی شمال نے ان لوگوں کو امن دیا اور ماہ صفر ۴۳۴ھ میں حلب پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس زمانہ سے قلعہ پر شمال کا قبضہ قائم رہا یہاں تک کہ عساکر مصریہ نے ابو عبیداللہ بن ناصر الدولہ بن حمدان کی سرکردگی میں حلب پر حملہ کیا۔ اور اس مہم میں عساکر مصریہ کی تعداد پانچ ہزار جنگ آوروں سے

[1] عبارات مابین خطوط ہلالی بہ نظر ربط مضمون تاریخ کامل جلد ۹ صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ مصر۔

زیادہ تھی۔ شمال بھی فوجیں مرتب کر کے مقابلہ پر آیا، گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے حملہ وار فریق کی مدافعت کی، اس سال ایک ایسا سیلاب آیا کہ جس سے حملہ آور گروہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مجبوراً محاصرہ اٹھا لیا اور مصر کی جانب لوٹ آئے۔ اس کے بعد دوبارہ عساکر مصریہ نے مصر سے ۴۴۱ھ میں حلب پر رفق خادم کی افسری میں حملہ کیا۔ شمال نے لڑ کر ان کو پسپا کیا اور اس کے سردار خادم کو گرفتار کر لیا چنانچہ حالت اسیری میں رفق کا انتقال ہو گیا۔

شمال کی امارت حلب سے دست برداری

گزشتہ شکست سے مصری لشکر کے دم خم میں ذرا بھی فرق نہ آیا' حلب پر حملہ آور ہوتا رہا اور آئے دن محاصرہ و جنگ سے شمال کو تنگ کرتا رہا۔ شمال کو اس کی امارت سے ناامیدی ہو گئی اور عنان حکومت کو اپنے قبضہ میں رکھنے سے عاجز آ گیا۔ تنگ آ کر مصر میں خلیفہ مستنصر کی خدمت میں مصالحت کا پیام بھیجا اور حلب کو حکومت مصر کے حوالہ کر کے اپنی جان آئندہ کی لڑائیوں اور مصائب سے بچائی۔ مستنصر نے اپنی جانب سے تکین الدولہ ابو علی حسن بن ملہم کو حلب کی حکومت پر مامور کر کے روانہ کیا آخر ۴۴۰ھ میں تکین الدولہ وارد حلب ہوا۔ شمال نے حلب کی عنان حکومت تکین الدولہ کے سپرد کر کے مصر کا راستہ لیا۔ اس کا بھائی عطیہ بن صالح رحبہ چلا گیا اور ابن ملہم حلب پر قابض ہو گیا۔

اہلِ حلب کی بغاوت

ابن ملہم تقریباً دو برس تک حلب پر حکمران رہا اس کے بعد اسے خبر لگی کہ اہلِ حلب نے محمد بن نصر صالح سے خط و کتابت شروع کی ہے' فوراً محمد بن نصر کو گرفتار کر لیا اس سے اہل حلب میں بہت جوش پیدا ہوا سب کے سب جمع ہو کر باغی ہو گئے اور ابن ملہم کا قلعہ حلب میں محاصرہ کر لیا اور محمود کو یہ حالات لکھ بھیجے۔ محمود ۴۵۲ھ کے نصف سنہ گزر جانے پر حلب آیا اور ابن ملہم کا ان لوگوں کے ساتھ قلعہ میں محاصرہ کر لیا۔ چاروں طرف سے عرب کے قبائل اس کے پاس آ آ کر جمع ہو گئے۔ ابن ملہم نے خلیفہ مستنصر سے امداد طلب کی۔ خلیفہ مستنصر نے ناصر الدولہ ابو محمد بن حسن بن حسین بن حمدان کو لکھ بھیجا کہ فوراً اپنی رکاب کی فوج کو مسلح کر کے ابن ملہم کی کمک پر پہنچ جاؤ۔ چنانچہ ابو محمد فوجیں آراستہ کر کے حلب کی جانب روانہ ہوا۔ محمود نے یہ خبر پا کر قلعہ حلب سے محاصرہ اٹھا لیا۔ ابن ملہم قلعہ سے نکل کر شہر میں آیا' ناصر الدولہ بھی اس کے ساتھ ساتھ شہر حلب میں داخل ہوا' ان دونوں کے لشکریوں نے شہر حلب کو دل کھول کر تاخت و تاراج کیا' اس کے بعد محمود اور ناصر الدولہ کی فوجوں کا حلب کے باہر ایک میدان میں مقابلہ ہوا۔ میدان محمود کے ہاتھ رہا' ناصر الدولہ بن حمدان کو شکست ہوئی۔ دوران جنگ میں قید ہو گیا۔ محمود میدان جنگ سے واپس ہو کر شہر واپس آیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اسی سنہ کے ماہ شعبان میں قلعہ حلب پر قبضہ کر لیا اور ابن حمدان اور ابن ملہم کو رہا کر دیا۔ یہ لوگ رہائی کے بعد مصر کی جانب واپس ہوئے۔

شمال کا حلب پر قبضہ

جس وقت محمود نے ابن ملہم کو شکست دے کر حلب پر قبضہ کر لیا ان دنوں معزالدولہ شمال بن صالح مصر میں موجود تھا۔ شمال مصر میں اس زمانہ سے تھا جب کہ اس نے ۴۴۹ھ میں حلب کو خلیفہ مستنصر کے حوالہ کیا تھا' خلیفہ مستنصر نے اس وقت معزالدولہ شمال کو حلب کی طرف روانگی کا حکم دیا اور اس کے بھتیجے کے قبضہ سے حلب کو نکال لینے کی اجازت دی۔ چنانچہ معزالدولہ شمال ماہ ذی الحجہ ۴۵۲ھ میں سفر و قیام کرتا ہوا حلب کے قریب پہنچا اور کمال حزم و احتیاط سے قبضہ کر لیا۔ محمود نے اپنے ماموں منیع بن شیب بن وثاب نمیری والی حران سے محاصرہ اٹھا لیا اور محرم ۴۵۳ھ میں بریہ کا راستہ اختیار کیا' منیع بھی حران کی جانب واپس ہوا۔ شمال نے حلب پر حملہ کر دیا اور ماہ ربیع سنہ مذکور میں قبضہ کر لیا۔ کامیابی کے بعد رومی ممالک پر جہاد کیا اور مظفر و منصور بہت سا مال غنیمت لے کر واپس آیا۔

ثمال کی وفات

قبضۂ حلب کے تھوڑے ہی دن بعد یعنی ماہ ذی قعد ۴۵۴ھ میں ثمال راہگرائے ملکِ عدم ہوا۔ مرتے وقت اپنے بھائی عطیہ بن صالح کو ولی عہد مقرر کر گیا۔ عطیہ اس زمانہ سے رحبہ میں تھا جب کہ ثمال نے مصر کا قیام اختیار کیا تھا عطیہ اس واقعہ سے مطلع ہو کر حلب آیا اور عنان حکومت اپنے قبضہ میں لے لی۔

محمود بن نصر کا حلب پر قبضہ

جس وقت عطیہ نے حلب پر قبضہ کر لیا یہ وہ زمانہ تھا کہ سلاطین سلجوقیہ ممالک عراق اور شام پر قابض ہو گئے تھے اور صوبجات ممالک اسلامیہ میں بھی ان کا دور دورہ ہو رہا تھا۔ اس وقت ان میں ایک گروہ عطیہ کے پاس آیا عطیہ نے اسے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ اس سے عطیہ کی قوت میں نمایاں ترقی ہو گئی۔ کچھ روز بعد عطیہ کے ہمراہیوں اور مصاحبوں نے عطیہ کو ان لوگوں کے آئندہ خطرات سے آگاہ کیا اور یہ رائے دی کہ ان لوگوں کو صفحہ ہستی سے معدوم و نابود کر دو چنانچہ عطیہ نے اہل شہر کو اشارہ کر دیا۔ اہل شہر نے ان میں سے ایک جماعت کا کام تمام کر دیا باقی ماندگان جان بچ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور محمود بن نصر کے پاس حران میں جا کر دم لیا۔ اور اسے قبضہ حلب پر آمادہ کرنے لگا۔ محمود کو ان لوگوں کے کہنے سننے سے قبضہ حلب کا خیال پیدا ہوا فوجیں مرتب کر کے حلب پر آ پہنچا اور محاصرہ کر لیا۔ دو چار لڑائیوں کے بعد ماہ رمضان ۴۵۵ھ میں رقہ کو اس کے قبضہ سے نکال لیا۔ ۴۶۵ھ میں رومیوں کے ملک میں چلا گیا۔ اور ان ترکوں کو جو اپنے امیر ابن خان کے ہمراہ ۴۶۰ھ میں اس کی خدمت میں آئے تھے' رومیوں کے قلعوں کو سر کرنے کی غرض سے روانہ کیا ان لوگوں نے محاصرہ کیا اور بزور تیغ پر قابض ہوئے۔

محمود کی فتوحات و وفات

ان واقعات کے بعد محمود نے طرابلس کی طرف قدم بڑھایا اور نہایت مستعدی سے اس کا محاصرہ کر لیا اہل طرابلس نے تاوان جنگ دے کر مصالحت کر لی۔ محمود نے طرابلس سے محاصرہ اٹھا لیا۔ اس کے بعد محاصرہ دیار بکر' آمد اور الرہا سے فارغ ہو کر سلطان ارپ سلان نے محمود کی طرف رخ کیا مگر کامیاب نہ ہوا جیسا کہ ہم آئندہ ان کے حالات کے ضمن میں بیان کریں گے الغرض سلطان ارپ سلان حلب کی طرف آیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ محمود بن نصر اس وقت حلب میں ہی تھا اسی اثناء میں خلیفہ قائم کی سفارت دعوت عباسیہ کے بارے میں وارد ہوئی۔ محمود نے اطاعت قبول کی اور علم خلافت عباسیہ کا مطیع ہو گیا اور سفیر خلیفہ ازہر ابو الفر ابن طروزینی کے توسط سے سلطان الپ رسلان کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ سلطان مجھے حاضری سے معاف فرمائیں۔ سلطان نے اس سے انکار کیا اور محمود کے محاصرہ میں شدت کرنے لگا۔ چاروں طرف سے سنگ باری شروع کر دی۔ ایک روز شب کے وقت اپنی والدہ منیعہ بنت و ثاب کے ساتھ حلب سے نکل کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا' سلطان نے آخر ۴۶۰ھ میں محمود کو خلعت عنایت کیا۔ پھر محمود نے اپنے بیٹے شیب کو ان ترکوں کی طرف بھیجا جنہوں نے اس کے باپ محمود کو حلب کی حکومت دلائی تھی' ان ترکوں نے فتنہ و فساد کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ جب شیب ترکوں کی قیام گاہ کے قریب پہنچا۔ ترک اس سے ملنے کے لیے آئے مگر ان لوگوں نے اس کی درخواست۔ قبول نہ کی' صف آرائی کی نوبت پہنچ گئی اثناء جنگ میں ایک تیر آ لگا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

نصر کے مرنے کے بعد اس کا بھائی سابق حکمران ہوا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کی حکومت و امارت کی اس کے باپ نے وصیت کی تھی۔ مگر اس کی کم سنی کی وجہ سے اس کی وصیت کا نفاذ نہ ہو سکا جب یہ حکمران ہوا تو اس نے احمد شاہ سپہ سالار ترکمان کو طلب کر کے خلعت عنایت کیا اور حسنِ سلوک سے پیش آیا۔ ایک زمانہ دراز تک یہ حکمرانی کرتا رہا۔ یہ ترکمان وہی تھا جس نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا۔

دولت صالح بن مرداس کا خاتمہ

۴۷۲ھ میں تتش نے قبضۂ دمشق کے بعد حلب پر فوج کشی کی اور ایک مدتِ دراز تک محاصرہ کئے رہا۔ اہلِ حلب نے ترکوں کی حکومت سے غیر مطمئن ہو کر مسلم بن قریش کو حلب پر قبضہ کرنے کے لیے لکھ بھیجا چنانچہ مسلم بن قریش نے اس غرض سے حلب کی طرف کوچ کیا لیکن اہلِ حلب کی بعض حرکات کی وجہ سے آئندہ خطرہ کا خیال کر کے واپس ہو گیا۔ اس مہم کا سرگروہ ابن حسین عباسی نامی ایک شخص تھا اتفاق سے ایک روز سابق کا لڑکا شکار کھیلنے کے لیے اپنی شکار گاہ میں گیا حلب کے گرد و نواح کے کسی قلعہ کا ترکمان یہ خبر پا کر شکار گاہ میں پہنچ گیا اور اسے گرفتار کر کے مسلم بن قریش کے پاس بھیج دیا۔ مسلم بن قریش اسے نظر بند کیے ہوئے حلب کی جانب لوٹا اور اس کے باپ سابق سے حلب کی سپردگی کی شرط سے اس کے لڑکے کے رہا کرنے کا معاہدہ کیا۔ چنانچہ سابق نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے مسلم بن قریش نے کامیابی کے ساتھ ۴۷۳ھ میں شہر پر قبضہ کر لیا۔ سابق بن محمود اور اس کا بھائی وثاب قلعہ نشین ہو گیا۔ چند روز بعد امان حاصل کر کے قلعہ کو بھی مسلم کے حوالے کر دیا۔ مسلم نے حلب اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لیا۔ سلطان ملک شاہ کی خدمت میں بشارت فتح کا نامہ روانہ کیا اور یہ درخواست کی کہ حسبِ دستور قدیم مجھے مقبوضہ بلاد کی سند حکومت بشرط ادائے خراج مرحمت فرمائی جائے۔ سلطان ملک شاہ نے اس کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا چنانچہ بلاد مسلم بن قریش کے مقبوضات میں داخل ہو گئے یہاں تک کہ سلطان نے اس کے بعد ان بلاد پر قبضہ کر لیا۔

ابن تتش کا حلب پر قبضہ

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ مسلم بن قریش کو سلیمان بن قطلمش نے قتل کیا تھا جیسا کہ مسلم کے حالات میں تحریر کیا گیا ہے جب سلیمان نے اس کو قید حیات سے سبکدوش کر دیا تو ابن حسین عباسی سپہ سالار حلب نے حلب حوالہ کر دینے کا پیغام سلیمان کے پاس بھیجا۔ اس سے پیشتر تتش نے بھی حلب کا محاصرہ کیا تھا اور بزور جنگ اس پر قبضہ کر لینے کی تمنا کی تھی۔ ابن حسن نے دونوں سے مصلحتاً حلب کی سپردگی کا وعدہ کر لیا تھا۔ کسی ذریعہ سے یہ خبر تتش تک پہنچ گئی فوراً سامان جنگ درست کر کے حلب کی طرف کوچ کر دیا۔ سلیمان بن قطلمش بھی آ پہنچا دونوں میں مڈ بھیر ہو گئی، سخت خونریز جنگ کے بعد سلیمان مارا گیا یہ واقعہ ۴۷۹ھ[1] کا ہے۔

تتش نے سلیمان کو قتل کر کے اس کا سر ابن حسین کے پاس حلب روانہ کیا اور ایفائے وعدہ کی درخواست کی۔ ابن حسین نے لکھا کہ میں سلطان ملک شاہ سے مشورہ کر لوں تو حلب آپ کے حوالہ کر دوں گا۔ تتش نے اس کو ناگوار گردانا اور حلب کا محاصرہ کر لیا اور اہل شہر سے بسلسلہ سازش خط و کتابت کی اور شہریوں نے تتش کو شہر میں داخل کر لیا۔ اس طرح تتش نے حلب پر قبضہ کر لیا۔ امیر ارتق بن اکمک جو تتش کے امراء میں سے تھا، ابن حسین کی سفارش کی، سالم بن بدران بن مقلد نے قلعے کے دروازے بند کر لیے۔ تتش نے اس کا محاصرہ کر لیا۔

سلطان ملک شاہ کا حلب پر قبضہ

ابن حسین نے اس واقعہ سے قبل سلطان ملک شاہ کی خدمت میں جب کہ اسے تاج الدولہ تتش کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا تھا ایک عرض داشت قبضہ حلب کے لیے روانہ کی تھی۔ اس بنا پر سلطان ملک شاہ نے اصفہان سے ۴۷۹ھ میں حلب کی جانب کوچ کیا تھا، موصل ہوتا ہوا حران آ پہنچا اور اس کو ابن شاطر کے قبضہ سے نکال کر محمد بن شرف الدولہ کو بطور جاگیر مرحمت فرمایا اس کے بعد الرہا کی طرف قدم بڑھایا اور اسے رومیوں کے ہاتھ سے چھین کر قابض ہو گیا۔ رومیوں نے ابن عطیہ سے خریدا تھا۔ پھر قلعہ جعفر (جعبر) کی طرف بڑھا۔ ایک دن رات کے محاصرہ کے بعد اسے فتح کر لیا۔ جس قدر بنی قشیر وہاں ملے، سب کو تہ تیغ کیا، قلعہ جعبر کا ایک بوڑھا نابینا

[1] یہ تاریخ غلط ہے، دراصل یہ ۴۷۹ھ کا واقعہ ہے، ملاحظہ ہو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۶۰ مطبوعہ مصر۔ مترجم

حاکم تھا اس کے دو بیٹے تھے' یہ لوگ راہزنی کرتے تھے اور مسافروں کو لوٹ کر قلعے میں چلے جاتے تھے۔ اس قلعہ کو سر کر کے جنبج پر جا پہنچا اور اسے بھی اپنے مقبوضات میں داخل کر کے حلب کی طرف بڑھا۔ اس کا بھائی تاج الدولہ تتش اس وقت حلب کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ سترہ دن گذر چکے تھے نہ تو اہلِ قلعہ نے اطاعت قبول کی تھی اور نہ اسے بزور تیغ و محاصرہ کسی کامیابی کی صورت دکھائی دیتی تھی۔ سلطان ملک شاہ کی آمد کی خبر سن کر محاصرہ اٹھا لیا اور دمشق کی جانب واپس ہوا۔ سلطان ملک شاہ نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ باقی رہے اہل قلعہ وہ تھوڑی دیر تک لڑتے رہے' دونوں طرف سے تیر باری ہوتی رہی بالآخر سالم بن بدران نے اپنی ناکامی کا یقین کر کے اطاعت قبول کر لی اور قلعہ کو اس شرط سے کہ قلعہ جعفر اسے بطور جاگیر مرحمت فرمایا جائے' سلطان ملک شاہ کے حوالہ کر دیا۔ چنانچہ سلطان نے قلعہ جعفر بطور جاگیر عنایت کیا۔ اس وقت سے یہ قلعہ اس کے اور اس کے لڑکوں کے قبضہ میں رہا۔

امارت حلب پر قسنقر کا تقرر

یہاں تک کہ سلطان نور الدولہ محمود زنگی شہید نے اس قلعہ کو ان کے قبضہ سے نکال لیا۔ اسی اثنا میں نصر بن علی بن منقذ کنانی والی شیرز نے اطاعت و فرمانبرداری کی ایک سفارت سلطان کی خدمت میں روانہ کی۔ سلطان اپنی طرف سے قسیم الدولہ اقسنقر جد الملک العادل سلطان نور الدین محمود زنگی شہید کو حلب پر مامور کر کے عراق کی جانب واپس ہوا۔ اہل حلب کی سفارش پر سلطان نے ابن حسین کی عفو تقصیر کر دی اور اسے دیار بکر بھیج دیا۔ چنانچہ ابن حسین وہیں پر مقیم ہوا اور نہایت فقر و تنگی کی حالت میں وہیں انتقال کیا۔ واللہ مالک الامور لا رب غیرہ۔

امارت حلہ دولت بنو مزید

یہ بنو مزید قبیلہ بنو اسد سے تھا۔ یہ لوگ بغداد سے بصرہ اور نجد تک پھیلے ہوئے تھے۔ انہی لوگوں کا نعمانیہ تھا انہی کے اعزہ اور خاندان سے بنو دبیس اطراف خوزستان کے ایک جزیرہ میں جو انہی کی وجہ سے مشہور و معروف ہے' رہتے تھے۔ بنو مزید کا سردار ابو الحسن علی بن مزید اور اس کا بھائی ابو الغنائم تھا۔ ابو الغنائم ابتدا میں بنو دبیس کے پاس گیا اور ایک مدت تک ان کے پاس مقیم رہا۔ پھر ان کے پاس سے بھاگ آیا[1] کوئی شخص اس کو نہ پا سکا ابو الحسن کے پاس پہنچا اور تمام واقعات اس کو بتائے۔ ابو الحسن نے ان لوگوں پر چڑھائی کی' عمید الجیوش سے امداد کا طالب ہوا چنانچہ عمید الجیوش نے براہ دریا دیلمی فوج کو اس کی کمک پر روانہ کیا۔ فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی' ابو الحسن شکست کھا کر بھاگا ابو الغنائم اسی معرکہ میں کام آ گیا۔ یہ واقعہ ۴۰۱ھ کا ہے۔

جب ۴۰۵ھ کا دور آیا تو ابو الحسن نے ایک بڑی فوج مرتب کر کے اپنے بھائی ابو الغنائم کا بدلہ لینے کے لیے بنو دبیس پر چڑھائی کی۔ بنو دبیس نے بھی یہ خبر پا کر بہت بڑا جم غفیر جمع کر لیا۔ مضر' حسان' بنہان اور طراد بنو دبیس کے علاوہ اس طرف کے اکراد شاہجان اور حاوانیہ بھی جمع ہو گئے' دونوں حریفوں نے صف آرائی کی' میدان ابو الحسن کے ہاتھ رہا۔ بنو دبیس کو شکست ہوئی' حسان اور بنہان مارے گئے۔ ابو الحسن بن مزید ان کے مال و اسباب اور تمام مقبوضات پر قابض ہو گئے' بنو دبیس کے بقیہ لوگ بھاگ کر جزیرہ پہنچے۔ فخر الدولہ نے جزیرہ دبیسیہ کی عنان حکومت ان کے سپرد کر دی اور اس میں سے طیب اور قرقوب کو مستثنیٰ کر لیا۔ ابو الحسن نے فتح یابی کے بعد اسی مقام پر قیام اختیار کیا' چند روز بعد مضر بن دبیس نے ایک فوج مرتب کی اور ایک روز شب کے وقت ابو الحسن پر شب خون مارا' ابو الحسن کو اس کی خبر نہ تھی' شکست کھا کر شہر نیل میں جا کر دم لیا اور پناہ گزین ہوا۔ مضر نے اس کے مال و اسباب اور جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔

وفات علی بن مزید

۴۰۸ھ میں ابو الحسن بن مزید اسدی اپنی زندگی کے ایام پورے کر کے رہگزار ملک عدم ہوا۔

[1] ابو الغنائم کے بھاگ آنے کی وجہ یہ بھی کہ اس نے بنو دبیس کے ایک سردار کو مار ڈالا تھا' تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۱۳ مطبوعہ مصر۔

امارت دبیس علی بن مزید

اس کی جگہ اس کا بیٹا نور الدولہ ابو الاعز دبیس حکمرانی کرنے لگا۔ اس کے باپ نے اپنی حیات میں اس کے بھائی کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا اور سلطان الدولہ نے اسے خلعت مرحمت فرمایا تھا اور ولی عہد کی اجازت دی تھی مگر اپنے باپ کے مرنے کے بعد جب یہ حکمران ہو گیا تو اس کا بھائی مقلد بن ابو الحسن امارت کا دعوے دار ہوا۔ بنو عقیل کے پاس گیا اور انہی لوگوں میں قیام اختیار کیا اسی وجہ سے دبیس اور قراوش سرداران بنو عقیل کے درمیان بیسوں جھگڑے ہوئے متعدد لڑائیاں ہوئیں دبیس نے ان کے خلاف بنو خفاجہ کو ملا لیا۔ اور انبار کو اس کے قبضہ سے ۴۱۷ھ میں نکال لیا اس کے بعد خفاجہ نے دبیس سے بدعہدی کی اس وقت اس کا سردار منیع بن حسان نامی ایک شخص تھا، اس نے جامعین کی جانب کوچ کیا اور اسے تاخت و تاراج کر کے کوفہ پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد دبیس اور قراوش میں باہم اتفاق ہو گیا۔ اس وجہ سے انتظامات درست ہو گئے مگر خفاجہ بنو عقیل کنارہ فرات کو دبا بیٹھے۔

جزیرہ دبیسیہ پر منصور بن حسین کا قبضہ

جزیرہ دبیسیہ ایک مدت سے طراد بن دبیس کے قبضہ اقتدار میں تھا ۴۱۸ھ میں منصور بن حسین نے جو کہ قبیلہ بنو کی شاخوں میں سے تھا، طراد بن دبیس کو جزیرہ دبیسیہ سے نکال کر قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد طراد مر گیا۔ اس کا بیٹا ابو الحسن جلال الدولہ کی خدمت میں بغداد چلا گیا۔ منصور بن حسین نے ملک ابو کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا تھا۔ علی بن طراد نے جلال الدولہ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ ایک فوج میری کمک پر مامور کریں تو میں ایک دم میں منصور کو جزیرہ سے نکال باہر کر دوں۔ چنانچہ جلال الدولہ نے علی بن طراد کے ساتھ ایک فوج روانہ کی علی بن طراد نے واسطہ کی جانب کوچ کیا اور نہایت تیزی سے سفر شروع کیا۔ منصور کو اس کی خبر لگی تو اس نے بھی تیزی سے تیاری شروع کر دی بعض امرا ترک یعنی ابو صالح کرکیر نے اس کی کمک پر کر ہمت باندھی ابو صالح کسی وجہ سے جلال الدولہ کی خدمت سے بھاگ کر ابو کالیجار کے پاس چلا آیا تھا۔ اس وجہ سے ابو صالح نے منصور کی مدد پر مستعدی ظاہر کی۔ ان لوگوں سے اور علی بن طراد سے معرکہ آرائی ہوئی۔ میدان ان لوگوں کے ہاتھ رہا۔ علی بن طراد کو شکست ہوئی دوران جنگ مارا گیا۔ ترکوں کا ایک گروہ جسے جلال الدولہ نے اس کی مدد پر مامور کیا تھا، اس معرکہ میں کام آ گیا۔ جزیرہ دبیسیہ کی حکومت پر منصور بن حسین استقلال و استحکام کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔

دبیس اور جلال الدولہ کی جھڑپیں

مقلد برادر دبیس بن مزید جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں بنو عقیل کے پاس چلا گیا تھا۔ چونکہ اس کی نور الدولہ دبیس سے عداوت تھی اس وجہ سے یہ منیع بن حسان امیر خفاجہ کے پاس جا پہنچا اور دونوں متفق ہو کر جلال الدولہ کی مخالفت اور کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھنے کی غرض سے دبیس سے جنگ کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ دبیس کو اس کی خبر لگ گئی ابو کالیجار کو عراق بلا بھیجا۔ ابو کالیجار وارد واسطہ ہوا۔ اس وقت الملک العزیز بن جلال الدولہ واسطہ میں ہی تھا۔ ابو کالیجار کی آمد کی خبر پا کر واسطہ چھوڑ کر نعمانیہ کی طرف روانہ ہوا۔ دبیس نے شہر کا بند توڑ دیا۔ بہت سا مال و اسباب ضائع ہو گیا ایک بڑی جماعت ڈوب کر ہلاک ہو گئی۔ ابو کالیجار نے قراوش والی موصل اور اثیر عنبر خادم کو عراق آنے کی ترغیب دی یہ لوگ عراق کی جانب روانہ ہوئے رفتہ رفتہ کحیل پہنچے اثیر عنبر کا ایک مقام پر انتقال ہو گیا۔ جلال الدولہ نے فوجیں فراہم کیں اور ابو الشوک والی بلاد اکراد سے امداد طلب کی چنانچہ ابو الشوک امداد کی غرض سے واسطہ کی جانب آیا اور وہیں قیام پذیر ہو گیا بارش شروع ہو گئی ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ نظر آنے لگا۔ جلال الدولہ کو تنگ دستی ستانے لگی اپنے ہمراہیوں کی مدد سے فوجیں مرتب کر کے اہواز کی طرف غارت گری کے قصد سے قدم بڑھایا۔ اس وقت اہواز پر ابو کالیجار کا قبضہ تھا۔ ابو کالیجار نے یہ سن کر اہواز کو جلال الدولہ کی دست برد سے بچانے کی غرض سے جلال الدولہ سے یہ کہہ بھیجا کہ سلطان محمد بن سبکتگین کی فوجیں عراق کی جانب بڑھ رہی ہیں۔ جلال الدولہ نے ذرا بھی اس خبر کی طرف توجہ نہ کی کوچ و قیام کرتا ہوا اہواز پہنچا اور بلا مزاحمت و قتال اہواز کو جی کھول کر

لوٹ لیا۔ ابو کالیجار کے کانوں تک یہ خبر پہنچی تو فوراً" فوجیں مسلح کر کے جلال الدولہ کی مدافعت کے لیے روانہ ہوا۔ اور دبیس کو خفاجہ کی غارت گری کے خیال اور خوف سے اپنے مال و اسباب کی محافظت پر چھوڑ آ گیا جلال الدولہ کی ابو کالیجار سے مڈبھیڑ ہوئی، سخت اور خون ریز جنگ کے بعد ابو کالیجار کو شکست ہوئی اس کے بہت سے ہمراہی کام آئے۔جلال الدولہ نے واسطہ پر قبضہ کر کے اپنے بیٹے الملک العزیز کو واسط کی حکومت جیسا کہ اس سے پیشتر تھا مامور کیا۔

جلال الدولہ اور دبیس کے مابین مصالحت

اس شکست کے بعد دبیس بخوف خفاجہ ابو کالیجار کی رفاقت ترک کر کے اپنے شہر آیا۔ اس کے اعزہ کا ایک گروہ اس سے مخالف ہو کر اطراف جامعین میں لوٹ مار کر رہا تھا۔ دبیس نے ان سے معرکہ آرائی کی اور ان پر کامیابی حاصل کر کے ان کے ایک گروہ کو قید کر لیا۔ ان میں ابو عبیداللہ حسن ابن ابو الغنائم بن مزید' شبیب' سرایا اور وہب پسران حماد بن مزید وغیرہم تھے۔ دبیس نے ان لوگوں کو جو سق میں قید کر دیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی مقلد نے عرب کو جمع کیا اور جلال الدولہ سے امداد طلب کی چنانچہ جلال الدولہ نے اس کی کمک پر فوجیں روانہ کیں یمقلد نے دبیس پر فوج کشی کی۔ اس معرکہ میں دبیس کو شکست ہوئی اس کے ہمراہیوں میں سے ایک جماعت کو مقلد نے گرفتار کر لیا۔ اور اس کے مال و اسباب اور لشکر گاہ کو لوٹ لیا جس قدر قیدی تھے لے جا کر قید کر دیا دبیس بحال پریشان شکست اٹھا کر سندیہ جا کر پناہ گزین ہوا مجد الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوا چند روز بعد جلال الدولہ سے صفائی ہو گئی سند گورنری دینے کی شرط پر مال مقررہ کے ادا کرنے کی ضمانت دی۔ جلال الدولہ نے دبیس کی اس درخواست کو منظور کر لیا۔ سندِ حکومت کے ساتھ خلعت خوشنودی بھی عنایت کیا جس سے دبیس کی حالت پھر درست ہو گئی۔

مقلد کو ان واقعات کی خبر لگی اس وقت اس کی رکاب میں خفاجہ کا ایک جم غفیر تھا۔ ان سب نے مطیر آباد اور نیل کو تاخت و تاراج کیا اور اس کے مضافات کو جی کھول کر لوٹا۔ حلہ اس وقت تک تعمیر نہیں کیا گیا تھا۔ اس کے بعد مقلد نے دجلہ کو عبور کیا ابو الشوک کے پاس پہنچا اور اس کے پاس مقیم رہا اور سارے کام اصلاح پذیر ہو گئے۔

دبیس و ثابت کی لڑائی

ابو قوام ثابت بن علی بن مزید ایک مدت دراز سے بساسیری کے پاس رہا کرتا تھا اس کے خاص حاشیہ نشینوں میں سے تھا ۴۴۲ھ میں بساسیری نے دبیس پر فوج کشی کی ابو قوام ثابت بھی اس کے ہمراہ تھا۔ چنانچہ نیل اور تمام مقبوضات دبیس پر بساسیری نے قبضہ کر لیا۔ دبیس نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک گروہ کو ثابت سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا اتفاق یہ کہ ان لوگوں کو ثابت کے مقابلہ پر شکست ہوئی۔ دبیس نے اپنے ہمراہیوں کی شکست سے مطلع ہو کر اپنے شہر کو ثابت کے لیے چھوڑ دیا اور چلتا پھرتا نظر آیا۔

حتیٰ کہ بساسیری بغداد کی جانب واپس ہوا۔ اس وقت دبیس نے بنو اسد اور خفاجہ کو جمع کیا ابو کامل منصور بن قراد بھی اس کا ہم آہنگ ہو گیا۔ ان سب نے اپنے مال و اسباب کو ایک قلعہ میں رکھ کر دبیس کو دوبارہ حکومت و امارت دلانے کے لئے کوچ کیا مقام جرجرایا میں ثابت سے مقابلہ ہوا۔ بہت بڑی اور سخت لڑائی ہوئی فریقین کے سینکڑوں آدمی کام آئے پھر خود بخود ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے، صلح کا نامہ و پیام ہونے لگا۔ اس شرط پر کہ دبیس کو اس کے مقبوضات واپس دے دیئے جائیں اور ان مقبوضات میں سے بعض صوبے اس کے بھائی ثابت کے حوالہ کیے جائیں باہم مصالحت ہو گئی عہد نامہ لکھا گیا۔ دونوں فریقوں نے قسمیں کھائیں اور علیحدہ ہو گئے اس کے بعد بساسیری ثابت کی امداد کو نعمانیہ میں وارد ہوا مصالحت کی خبر پا کر واپس ہو گیا۔

لشکر واسط اور دبیس کی جنگ

الملک الرحیم نے ۴۴۱ھ میں متعلقات نہر صلہ اور نہر فضیل جو کہ لشکر واسط کے جاگیر میں تھے، دبیس بن مزید کو بطور جائداد جاگیر

مرحمت فرمائے اس سے لشکر واسط میں ناراضگی پیدا ہوئی سب کے سب جمع ہو کر دبیس پر چڑھ گئے لڑائی کی دھمکی دی دبیس نے جواب دیا کہ الملک الرحیم نے مجھے جاگیر میں مرحمت فرمایا ہے، آؤ ہم اور تم اپنی اپنی تحریریں الملک الرحیم کی خدمت میں بھیجیں جو کچھ فیصلہ فرما دیں اس پر ہم لوگ قناعت کریں لشکر واسط نے اس بات پر ذرا بھی توجہ نہ کی حملہ کر دیا۔ دبیس نے یہ خبر پا کر چند دستہ فوج کو کمین گاہ میں بٹھا دیا جس وقت لشکر واسط کمین گاہ سے گزر کر آگے بڑھا دبیس کی فوج نے کمین گاہ سے نکل کر لشکر واسط پر حملہ کر دیا لشکر واسط اس اچانک حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ دبیس کی فوج نے انتہائی بے رحمی اور سختی سے اُنہیں جی کھول کر پامال کیا۔ ان کے مال اسباب کو لوٹ لیا۔ ہزارہا مویشی اور بار برداری کے جانور پکڑ لئے۔ اس شکست کے بعد لشکر واسط کی جانب واپس ہوا۔ لشکر بغداد سے امداد طلب کی بساسیری کو ان لوگوں کی مدافعت کی ترغیب اور نہر سلہ اور نہر فضیل کے واپس دلانے کی تحریک کرنے لگے۔

دبیس اور خفاجہ کا معرکہ

۴۴۱ھ میں بنو خفاجہ نے جامعین کی طرف قدم بڑھایا۔ جامعین دبیس کے مقبوضات میں سے تھا۔ بنو خفاجہ نے اس اطراف میں فتنہ مچا دیا، غربی فرات کو لوٹ لیا۔ اس وقت دبیس شرقی فرات میں تھا۔ ان واقعات سے مطلع ہو کر دبیس نے بساسیری سے امداد کی درخواست کی چنانچہ بساسیری بزاتہ اس کی کمک پر آیا۔ دبیس نے بساسیری کے ساتھ فرات کو عبور کر کے خفاجہ سے لڑائی چھیڑ دی۔ اور اپنے پر زور حملوں سے بنو خفاجہ کو جامعین کی حدود سے نکال باہر کیا۔ بنو خفاجہ نے بریہ کا راستہ اختیار کیا۔ چند روز بعد پھر واپس ہو کر ہنگامہ اور فساد برپا کر دیا۔ دبیس نے ان پر دوبارہ فوج کشی کی، بنو خفاجہ جامعین چھوڑ کر بریہ کی طرف بڑھے۔ دبیس نے تعاقب کیا، خفان میں پہنچ کر بنو خفاجہ سے مڈ بھیڑ ہوئی۔ دبیس نے ان لوگوں پر نہایت سختی سے حملہ کر دیا، خفان پر چاروں طرف سے محاصرہ ڈال دیا اور بزور تیغ اسے فتح کر کے بنو خفاجہ کو وہاں سے نکال دیا قلعہ کو منہدم کرا کر زمین دوز کر دیا۔ اس کے بعد بغداد کی جانب واپس ہوا خفاجہ کے قیدی بھی ساتھ تھے۔ بغداد پہنچ کر ان لوگوں کو پھانسی پر چڑھا دیا۔ تھوڑے دن قیام کر کے جری کی طرف قدم بڑھایا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل جری نے مصالحت کی درخواست کی، بساسیری نے سات ہزار دینار تاوانِ جنگ طلب کیا۔ ان لوگوں نے اپنے سر لے لیا۔ چنانچہ بساسیری نے ان لوگوں کو امن دیا۔

حصہ ششم

غزنوی اور غوری سلاطین

باب ا

حکومت بنی مزید

بنو بویہ کے زمانۂ اقتدار کو ختم کر کے (تاتاریوں) نے انہیں مغلوب کر لیا۔ اب حکومت و سلطنت کی عنان طغرل بک بادشاہ سلجوقیہ نے اپنے قبضہ میں لی اس وقت سلطان موصوف دار الخلافہ آیا اور خلافت مآب پر غلبہ حاصل کر کے منبروں پر اپنے نام کا خطبہ پڑھا اور الملک الرحیم آخری ملوک بنی بویہ کو گرفتار کر لیا۔ جیسا کہ یہ واقعات بنو بویہ کے حالات میں درج ہو چکے ہیں۔

بساسیری نے الملک الرحیم کے واسط سے بغداد کی جانب روانہ ہونے سے قبل سلطان طغرل بک سے جنگ کے ارادہ سے علیحدہ ہو کر کوچ کر دیا تھا۔ قتلمس جو طغرل بک کا چچاز زاد بھائی' بلاد روم کے بادشاہوں کا مورث اعلیٰ اور قلیج ارسلان کی اولاد سے تھا، تاتاریوں کے خلاف اس مہم میں اس کا ہم خیال تھا۔ مہتم الدولہ ابو الفتح عمر اس کے ہمرکاب تھا۔ قریش بن بدران والی موصل وغیرہ بھی اس کے ہمراہ تھے چنانچہ دبیس اور بساسیری نے تاتار سے سنجار میں معرکہ آرائی کی۔ سلطان طغرل بک نے ان لوگوں کو پہلے معرکہ میں شکست دی۔ قریش زخمی ہو کر میدان جنگ سے دبیس کی خدمت میں آیا۔ دبیس نے اسے تسلی دی اور اس کے ہمراہ موصل کی طرف چلا گیا۔موصل میں سب نے متفق ہو کر دوبارہ جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ دبیس' قریش اور بساسیری نے اپنی اپنی فوجیں آراستہ کر کے بریہ کی جانب خروج کیا۔ بنی تمیز'اصحاب حران اور رقہ کا ایک جم غفیر ان لوگوں کی رکاب میں تھا۔ سلطانی لشکر نے ہزار دست کی افسری میں جو کہ امراء سلجوقیہ میں سے ایک نامور شخص تھا'ان لوگوں کا تعاقب کیا اور چار منزلیں طے کر کے ان پر حملہ کر دیا۔ ان لوگوں کو شکست ہوئی۔ سلطانی لشکر بہت سا مال غنیمت اور قیدی لے کر واپس ہوا۔

خاتمۂ جنگ کے بعد دبیس اور قریش نے ہزار دست کے پاس کہلا بھیجا کہ "اب ہم لوگ بے دست و پا ہو گئے ہیں اور زمین پر ہم تنگ ہو رہی ہے۔ سلطان طغرل بک ہم لوگوں پر رحم فرمائے"۔ ہزار دست نے سلطان کی خدمت میں ان لوگوں کا پیغام پہنچا دیا۔ سلطان طغرل بک نے وعدہ فرما لیا۔ دبیس نے اپنے بیٹے بہاء الدولہ کو قریش کے وفد (ڈیپوٹیشن) کے ساتھ دربارِ سلطانی میں روانہ کیا۔ سلطان طغرل بک نے ان دونوں کی عزت افزائی کی اور انتہائی عزت و احترام سے پیش آیا۔

بساسیری کا بغداد پر قبضہ

اس واقعہ کے بعد نیال (سلطان کا بھائی) والی ہمدان باغی ہو گیا۔ سلطان طغرل بک اس کی سرکوبی کے لئے بغداد سے روانہ ہوا۔ جونہی سلطان نے بغداد سے کوچ کیا بساسیری نے دار الخلافہ کی طرف قدم بڑھایا۔ خلیفہ قائم نے یہ سن کر دبیس کو کہلا بھیجا کہ تم دار الخلافہ میں قیام کرو۔ دبیس نے معذرت کی کہ بغداد میں اہل عرب قیام نہیں کر سکتے۔ تب خلیفہ قائم نے کہلا بھیجا کہ اچھا تم ہمیں اپنے پاس آنے کی اجازت دو تاکہ ہم تم اور ہزار دست متفق ہو کر بساسیری کی مدافعت کی فکر کریں۔ ابھی اس کا کچھ جواب نہ آنے پایا تھا کہ بساسیری آ پہنچا اور دار الخلافہ بغداد میں داخل ہو گیا۔ قریش بن بدران بھی اس کے ساتھ تھا۔ سنہ ۴۵۰ھ میں دار الخلافہ پر قبضہ کر لیا اور حکمران دولت علویہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ خلیفہ قائم قریش بن بدران سے طالبِ امن ہوا۔ قریش نے خلیفہ کو امن دے کر حراست کے ساتھ مہاوش عقیلی کے پاس جو کہ اس کا چچا زاد بھائی تھا، عانہ روانہ کیا۔ بساسیری اور اس کے ہمراہیوں نے بغداد پر قبضہ کرنے کے بعد طرح طرح کی بداعمالیاں اور ناشائستہ حرکات شروع کر دیں جن کے ذکر سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ دبیس علی بن مزید اور صدقہ بن منصور بن حسین والی جزیرہ دبیلہ نے ان کی اطاعت قبول کی۔ یہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد حکمران ہوا تھا۔ یہ تمام واقعات ہم اوپر بیان کر آئے

ہیں۔

بساسیری کا بغداد سے فرار

سلطان طغرل بک نے اپنے بھائی کی مہم سے فارغ ہو کر ہمدان کی جانب کوچ کیا۔ بساسیری اور اس کے ہمراہی یہ خبر پا کر بغداد سے نکل بھاگے اور بلاد دبیس میں جا کر دم لیا۔ صدقہ بن منصور ان کی رفاقت ترک کر کے ہزار دست کے پاس واسط چلا گیا، اور سلطان طغرل بک کو محل سرائے خلافت میں واپس لے آیا۔ پھر فوجیں آراستہ کر کے بساسیری کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اس کے مقدمہ الجیش پر خمار تکین طغرائی تھا دو ہزار جنگ آور اس کی رکاب میں تھے۔ سرایا بن منیع خفاجی بھی اس کے ساتھ تھا۔ اگلے دن سلطان مقدمہ الجیش دبیس بن مزید اور بساسیری کے سر پر پہنچ گیا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ دبیس میدان جنگ سے شکست کھا کر بھاگ نکلا اکیلا بساسیری سینہ سپر ہو کر لڑتا رہا بالآخر مارا گیا۔ یہ واقعات سنہ ۴۵۱ھ کے ہیں۔

سلطان طغرل بک کی بغداد واپسی

لڑائی ختم ہونے کے بعد سلطان طغرل بک بغداد کی جانب واپس ہوا پھر واسط کی جانب کوچ کیا۔ ہزار دست بن تکین خدمت میں حاضر ہوا۔ دبیس بن مزید اور صدقہ بن منصور نے سفارش کی۔ سلطان نے عفو قصور کا وعدہ فرمایا۔ یہ دونوں حاضر ہوئے اور اس کے ساتھ بغداد کی جانب روانہ ہوئے۔ سلطان طغرل بک نے بغداد پہنچ کر ان دونوں کو خلعت مرحمت کئے اور انہیں ان کے صوبجات کی جانب واپس فرمایا۔

دبیس کی وفات

دبیس اس زمانے سے اپنے صوبہ پر برابر حکمران رہا یہاں تک کہ سنہ ۴۷۴ھ میں اپنی حکومت کے ستاون سال پورے کر کے اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ عوام اس شخص کی بہت تعریف کرتے تھے۔ شعراء نے اس کی وفات کے بعد اس سے بھی زیادہ اس کے مرثیے لکھے جتنی اس کی زندگی میں اس کی تعریف کی تھی۔

ابو کامل منصور

دبیس کے مرنے پر اس کے تمام صوبوں اور بنو اسد پر اس کا بیٹا ابو کامل منصور حکمران ہوا۔ بہاء الدولہ لقب اختیار کیا۔ سلطان ملک شاہ کی خدمت میں سلام کی غرض سے حاضر ہوا۔ سلطان نے اس کے صوبہ جات کی حکومت پر اسے بحال رکھا۔ ماہ صفر سنہ ۴۷۵ھ میں واپس ہو کر اپنے دارالحکومت آیا اور نہایت عدل و انصاف اور خوش سیرتی سے حکومت کرنے لگا۔ ماہ ربیع الاوّل سنہ ۴۷۶ھ میں بہاء الدولہ ابو کامل منصور بن دبیس بن علی بن مزید والیٔ حلہ و نیل و غیرہما نے وفات پائی۔ خلیفہ نے نقیب العلویین ابو الغنائم کو اس کے بیٹے سیف الدولہ صدقہ کے پاس تعزیت کی غرض سے روانہ کیا اور صدقہ سندِ امارت حاصل کرنے کے لئے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان ممدوح نے اسے خلعتِ فاخرہ سے سرفراز فرمایا اور باپ کی جگہ سندِ امارت عطا فرما کر رخصت کیا۔

صدقہ اور سلطان برکیاروق

سلطان برکیاروق اور اس کے بھائی محمود بن ملک شاہ کا حکومت و سلطنت کی بابت مدتوں سے جھگڑا تھا متعدد لڑائیاں ہو چکی تھیں ان واقعات کے دوران میں صدقہ بن منصور برابر سلطان برکیاروق کا مطیع رہا۔ تمام لڑائیوں میں کبھی خود شریک ہوتا اور کبھی اپنے بیٹے کو روانہ کرتا تھا۔ فوجی اور مالی مدد سے کبھی کوتاہی نہ کرتا تھا۔ سنہ ۴۹۴ھ تک اس کا یہی رویہ رہا۔ اس کے بعد سلطان برکیاروق کے وزیر (اعز ابو المحاسن دہستانی) نے وہ مال طلب کرنے کے لئے جو اس کے پاس رکھا تھا اور جس کی تعداد دس لاکھ دینار تھی ایک قاصد روانہ کیا اور عدم

لوائیگی کی صورت میں طاقت استعمال کرنے کی دھمکی دی۔ صدقہ بگڑ گیا فوراً سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا اور باغی ہو گیا۔ اتنے میں سلطان برکیاروق اپنے بھائیوں محمد اور سنجر کے مقابلہ میں شکست کھا کر بغداد پہنچا اور اس واقعہ سے مطلع ہو کر اس نے امیر ایاز کو جو اس کے امراء کبار میں سے تھا صدقہ کے پاس روانہ کیا۔ صدقہ نے اس کی کوئی بھی بات نہ سنی بلکہ سلطان کے گورنر کو کوفہ سے نکل کر اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا۔

سنہ ۴۹۶ھ میں سلطان محمد دار الخلافہ پر قابض تھا اور جامع بغداد میں اسی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ ابو الغازی بن ارتق اس کی طرف سے شحنۂ بغداد تھا۔ صدقہ بن منصور اس کا مطیع اور معاون تھا۔ پھر اسی سنہ میں سلطان برکیاروق نے سلطان محمد پر حملہ کیا اور اصفہان میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان محمد نے قلعہ بندی کر لی۔ سلطان برکیاروق محاصرہ اٹھا کر ہمدان چلا گیا اور کمشتکین قیصری کو شحنۂ بغداد مقرر کر کے دار الخلافہ بغداد کی طرف روانہ کیا۔ ابو الغازی نے یہ خبر پا کر اپنے بھائی سقمان بن ارتق کو قلعہ کیفا سے کمشتکین کے مقابلہ پر امداد کی غرض سے بلا بھیجا۔ اس دوران میں کمشتکین بغداد میں داخل ہو گیا اور برکیاروق کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھ دیا۔ ابو الغازی اور سقمان دار الخلافہ سے نکل کر دجیل چلے آئے اور بجری میں مقیم ہوئے۔

سیف الدّولہ کی حلہ واپسی

صدقہ کو ان واقعات کی خبر ملی تو بھی فوجیں آراستہ کر کے مقام صرصر پہنچ کر خیمہ زن ہو گیا۔ صدقہ کے پہنچنے سے پیشتر خلافت مآب کا سفیر آ گیا تھا مگر کوئی بات طے نہ ہوئی تھی۔ ابو الغازی اور سقمان واپس ہو گئے۔ ان دونوں کے لشکروں نے اطرافِ دجیل میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ چھوٹے بڑے گاؤں اور قصبات کو لوٹ لیا۔ رفتہ رفتہ یہ دونوں بغداد کی جانب بڑھے۔ سیف الدولہ صدقہ نے ان دونوں کے ہمراہ اپنے بیٹے دبیس کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے رملہ پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ عوام النّاس کی ان لوگوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ نظام حکومت درہم برہم ہو گیا۔ خلافت مآب نے سیف الدولہ صدقہ کے پاس ان زیادتیوں اور ظلم کی شکایت لکھ بھیجی۔ صدقہ نے جواباً کہلا بھیجا کہ آپ کمشتکین قیصری کو بغداد سے نکال دیجئے ابھی سارا انتظام اور امن و امان قائم ہو جائے گا۔ چنانچہ خلافت مآب نے کمشتکین قیصری کو ماہ ربیع الآخر سنہ ۴۹۶ھ میں بغداد سے نہروان کی جانب روانہ کر دیا۔ سیف الدولہ صدقہ چلا گیا اور دار الخلافت بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ دوبارہ پڑھا جانے لگا۔

صدقہ کا واسط اور ہیئت پر قبضہ

کمشتکین قیصری بغداد سے نکل کر واسط پہنچا اور سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کے احکام جاری کیے۔ صدقہ کو اس کی خبر ہو گئی فوراً واسط کی جانب کوچ کیا اور پہنچتے ہی کمشتکین کو واسط سے نکال دیا۔ اس عرصہ میں ابو الغازی بھی واسط پہنچ گیا۔ دونوں نے کمشتکین کا تعاقب کیا۔ کمشتکین گھبرا گیا۔ امن کی درخواست کی۔ صدقہ نے اسے امن دی اور عزت و احترام سے پیش آیا اور واسط میں دوبارہ سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اس کے نام کے بعد خطبہ میں صدقہ اور ابو الغازی کا نام بھی شامل کیا گیا اور ہر ایک نے اس کے بیٹے کو واسط کی حکومت پر مامور کر کے مراجعت کی۔ ابو الغازی دار الخلافت بغداد کی جانب روانہ ہوا اور صدقہ نے حلہ کا راستہ لیا۔ مگر منصور کو ابو الغازی کے ہمراہ دار الخلافت بغداد خلیفہ مستظہر کو راضی کرنے بھیج دیا۔ دیر کس بات کی تھی خلافت مآب راضی ہو گئے۔ صدقہ نے حوصلہ پا کر ہیئت پر بھی قبضہ کر لیا۔ سلطان برکیاروق نے ہیئت بہاء الدین ثروان بن وہب بن وہیب کو بطور جاگیر مرحمت کیا تھا۔ بنو عقیل کی ایک جماعت صدقہ کے پاس مقیم تھی۔ کسی بات پر صدقہ اور بہاء الدولہ میں ان بن ہو گئی۔ بقیہ بنو عقیل بھی صدقہ کی جانب مائل ہو گئے۔ اسی اثناء میں بہاء الدولہ حج کرنے چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد حج کر کے واپس ہوا۔ صدقہ نے مزاحمت کی اور اپنے بیٹے دبیس کو والی ہیئت کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ شہر ہمارے حوالے کر دو۔ ثروان کے نائب محمد بن رافع بن رفاع بن ضبیعہ بن مالک بن مقلد نے جو اس وقت والی ہیئت تھا اس سے انکار کیا۔ صدقہ مہم واسط سے فارغ ہو ہی چکا تھا ہیئت کی طرف کوچ کر دیا۔ منصور بن کثیر اپنے

چچا ثروان کی طرف سے فوجیں لے کر لڑنے کے لئے نکلا۔ دونوں میں معرکہ کارزار گرم ہو گیا۔ دورانِ جنگ میں شہر ہیئت کے چند لوگ صدقہ سے مل گئے اور انہوں نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ صدقہ شہر میں داخل ہو گیا۔ منصور نے یہ رنگ دیکھ کر اطاعت قبول کی اور شہر صدقہ کے حوالے کر دیا۔ صدقہ نے منصور اور اس کے ہمراہیوں کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا اور اپنے چچا زاد بھائی ثابت بن کامل کو حکومتِ واسط پر اپنی طرف سے مقرر کر کے حلہ کی جانب واپس ہو گیا۔

اس کے بعد سلطان محمد اور سلطان برکیاروق میں مصالحت ہو گئی۔ ماہ شوال سنہ ۴۹۶ھ میں صدقہ نے واسط کی طرف کوچ کیا اور اس پر قابض ہو گیا اور ان ترکوں کو جو وہاں مقیم تھے نکال دیا۔ مہذب الدولہ بن ابو الخیر کو بلا کر جب سال پورے ہونے کو تین مہینے باقی تھے، پچاس دینار پر شہر کا ٹھیکہ دے دیا اور حلہ چلا گیا۔

صدقہ کا بصرہ پر قبضہ

بصرہ تقریباً دس سال سے اسماعیل بن ارسلان جق سلجوقیہ کے قبضہ اقتدار میں تھا۔ چونکہ اپنی قوت بڑھانے اور استحکام حکومت کا خاصا موقع مل گیا تھا اس کے ساتھ ساتھ صدقہ کی اطاعت و فرمانبرداری اور موافقت کا اظہار بھی کرتا رہا۔ جب مستقل طور سے عنان حکومت پر سلطان محمد کا قبضہ ہو گیا تو صدقہ نے سلطان محمد کی خدمت میں اپنے صوبجات پر اپنی بحالی کی درخواست پیش کی۔ چنانچہ سلطان محمد نے اسے اس کے صوبجات پر قائم رکھا۔ اس کے بعد سلطان محمد نے اپنا ایک نائب بصرہ شاہی جاگیرات پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اسماعیل نے مخالفت کی۔ سلطان محمد نے صدقہ کو بصرہ پر قبضہ کرنے کے لئے لکھ بھیجا۔ اس اثناء میں سنکبرن نے علم بغاوت بلند کیا۔ سلطان محمد اس وجہ سے مہم بصرہ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ صدقہ نے اسماعیل کے پاس پیام بھیجا کہ بصرہ کی پولیس افسری مہذب الدولہ بن ابی الخیر کے حوالے کر دو۔ اسماعیل نے اس بات پر بھی توجہ نہ دی تب صدقہ نے فوجیں آراستہ کر کے چڑھائی کر دی۔ اسماعیل نے ان قلعوں کی جنہیں اس نے اطراف بصرہ میں تعمیر کرایا تھا کی قلعہ بندی کر لی۔ باقی روساء شہر عباسیہ، علویہ، قاضی، مدرسین اور دوسرے امراء شہر کو بصرہ میں چھوڑ گیا۔ صدقہ نے پہنچ کر بصرہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسماعیل نے قلعہ سے نکل کر جنگ چھیڑ دی۔ ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ صدقہ کے ہمراہیوں میں سے ایک گروہ نے شہر کی دوسری جانب لڑائی چھیڑ رکھی تھی۔ اتفاق یہ کہ اسی طرف سے شہر فتح ہوا۔ اسماعیل شکست کھا کر قلعہ جزیرہ کی طرف بھاگا اور وہاں پہنچ کر قلعہ نشین ہو گیا۔ بصرہ کو صدقہ کے لشکریوں نے جی کھول کر تاخت و تاراج کیا۔ مہذب الدولہ ابی الخیر جنگی کشتیاں لئے ہوئے آ پہنچا اور اس قلعہ کو سر کر لیا جو کہ اسماعیل کا مطارا میں تھا۔

ان واقعات کے بعد اسماعیل نے تنگ آ کر امن کی درخواست کی۔ صدقہ نے اسے امن دیا۔ صدقہ نے شہر میں داخل ہو کر اہلِ بصرہ کو امان عنایت فرمائی اور اپنی طرف سے بصرہ پر ایک شخص کو مقرر کر کے سولہ روز کے قیام کے بعد تیسری جمادی الاخر سنہ ۴۹۴ھ میں حلہ واپس ہوا اور اسماعیل نے فارس کا راستہ لیا۔ رام ہرمز پہنچ کر راہی ملک عدم ہوا۔

التونتاش کا امارتِ بصرہ پر تقرر

صدقہ نے بصرہ پر اپنے دادا دبیس کے ایک مملوک کو جس کا نام التونتاش تھا مامور کیا اور اس کے ساتھ حفاظت کی غرض سے ایک سو بیس سواروں کو متعین کیا تھا۔ قبائل ربیعہ اور منتفق نے جمع ہو کر بصرہ پر حملہ کر دیا اور بہ زور تیغ بحالتِ غفلت داخل ہو گئے۔ التونتاش کو گرفتار کر لیا گیا۔ کئی مہینے بصرہ میں ٹھہرے لوٹ مار کرتے رہے۔ صدقہ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر ایک فوج ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کی۔ اتفاق سے یہ فوج اس وقت بصرہ میں پہنچی جب کہ ربیعہ اور منتفق شہر کو تاخت و تاراج کر کے چلے گئے تھے۔ سلطان محمد نے بصرہ کو صدقہ کی حکومت سے نکال کر اپنی جانب سے ایک گورنر اور ایک پولیس افسر مقرر کیا۔ بدنظمی رفع ہو گئی۔ امن و امان پھر قائم ہو گیا۔

ابو غشام بن منیعہ

تکریت بنو معن کے مقبوضات سے تھا۔ بنو معن بنو عقیل کے قبیلہ سے تھے۔ آخر سنہ ۴۲۷ھ تک تکریت رافع بن حسن بن معن کے قبضہ میں رہا۔ جب رافع نے وفات پائی تو اس کا بھتیجا ابو منیعہ بن ثعلب بن حماد حکمران ہوا اس وقت خزانہ میں اسباب و اجناس کے علاوہ پانچ لاکھ دینار موجود تھے۔ سنہ ۴۳۵ھ میں یہ بھی فوت ہو گیا۔ اس کا بیٹا ابو غشام کرسئ حکومت پر متمکن ہوا۔ سنہ ۴۴۴ھ تک حکمرانی کرتا رہا۔ اس کے بعد اس کا بھائی عیسیٰ اٹھ کھڑا اور اس نے ابو غشام کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ تمام مال و اسباب اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جب سلطان طغرل بک نے سنہ ۴۴۸ھ میں تکریت کی طرف قدم بڑھایا تو عیسیٰ نے کسی قدر خراج اور نذرانہ پیش کر کے اطاعت قبول کی اور مصالحت کر لی۔ سلطان طغرل بک نے دوسری جانب کوچ کر دیا۔ اس کے بعد عیسیٰ نے وفات پائی۔ اس کی بیوی نے اس خیال و خطرہ سے کہ مبادا اس کا بھائی ابو غشام جیل سے نکل کر شہر پر قابض نہ ہو جائے ابو غشام کو بحالتِ قید قتل کرا دیا اور قلعہ پر ابو الغنائم ابن مجیلان کو اپنی طرف سے مامور کیا۔ ابو الغنائم نے قلعہ سلطان طغرل بک کے امرائے حکومت کے حوالے کر دیا۔ تب عیسیٰ کی بیوی نے موصل کی جانب کوچ کیا۔ ابو غشام کے بیٹے نے اپنے باپ کے عوض اسے مار ڈالا۔ مسلم بن قریش نے سارا مال و اسباب لے لیا۔

ترکمان خاتون کا تکریت پر قبضہ

سلطان طغرل بک نے قلعہ تکریت پر اپنی طرف سے ابو العباس رازی کو متعین کیا۔ چھ ماہ کے بعد یہ بھی مر گیا۔ تب مہراط تکریت کا حکمران ہوا۔ مہراط کا نام ابو جعفر محمد بن احمد بن غشام تھا۔ سرسد کا رہنے والا تھا۔ اس نے اکیس سال حکومت کی۔ اس کے مرنے پر اس کا بیٹا دو سال حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد ترکمان خاتون نے اس سے تکریت چھین لیا اور گوہر آئین شحنہ کو اپنی جانب سے تکریت کی حکومت پر مقرر کیا۔ سلطان ملک شاہ کی وفات کے بعد قسیم الدولہ اقسنقر والی حلب نے تکریت پر قبضہ کر لیا۔ قسیم الدولہ اقسنقر کی شہادت کے بعد امیر کمشتکین الجاندار تکریت کا مالک ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے ایک شخص کو جو کہ ابو نصر مضارع کے نام سے معروف تھا مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد گوہر آئین تکریت پر قابض ہو گیا۔ اس سے مجد الملک البابلانی نے تکریت کا قبضہ لے لیا۔ اور کیقباد بن ہزار دست دیلمی کو اس کی حکومت پر متعین کیا۔ بارہ برس اس نے حکومت کی۔ کیقباد نہایت ظالم اور سفاک تھا۔ اس نے اہلِ شہر کے ساتھ نہایت ظالمانہ برتاؤ کئے اور بداخلاقی سے پیش آتا رہا یہاں تک کہ سنہ ۴۹۶ھ میں سقمان بن ارتق اس طرف غارت گری کے لئے آ پہنچا۔ کیقباد رات کے وقت لوٹ مار کرتا تھا اور سقمان دن کو۔ تھوڑے ہی دن میں سارا شہر اور اسکے قرب و جوار کے علاقے ویران ہو گئے۔ جب سلطان برکیاروق کے بعد اس کا بھائی سلطان محمد مستقل حکمران ہوا تو اس نے اس شہر کا امیر اقسنقر برسقی شحنہ کو بغداد جاگیر میں مرحمت فرمایا۔

صدقہ کا تکریت پر قبضہ

امیر اقسنقر سامانِ سفر و جنگ درست کر کے تکریت کی طرف روانہ ہوا۔ سات ماہ سے زائد محاصرہ کئے ہوئے لڑتا رہا، یہاں تک کہ کیقباد تنگ آ گیا۔ صدقہ بن مزید کو پیام دیا کہ آپ تشریف لائیے ہم شہر آپ کے حوالہ کر دیں گے۔ صدقہ یہ پیام پا کر اسی سنہ کے ماہ صفر میں تکریت کی طرف روانہ ہوا اور کیقباد سے تکریت پر قبضہ لے لیا۔ امیر اقسنقر یہ رنگ دیکھ کر تکریت سے کوچ کر گیا اور اس پر قابض نہ ہو سکا۔ کیقباد کو قلعہ میں اترے ہوئے آٹھ روز گزرے تھے کہ سفرِ آخرت پیش آ گیا۔ عمر کے ساٹھ مرحلے طے کئے تھے۔ صدقہ نے ورام بن ابی قریش بن ورام کو بطور اپنے نائب کے تکریت پر مامور کیا۔ کیقباد فرقہ باطنیہ کی جانب منسوب کیا جاتا تھا۔ صدقہ کی یہ خوش نصیبی تھی کہ کیقباد مر گیا ورنہ اس کی جانب سے بھی لوگوں کو کیقباد کی موافقت کی وجہ سے بدظنی پیدا ہو جاتی۔ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ سلطان محمد نے صدقہ بن مزید کو واسط بطور جاگیر مرحمت فرمایا تھا۔ صدقہ نے مہذب الدولہ بن ابی الخیر کو واسط

کا سالانہ مالیہ ادا کرنے کی شرط پر عامل مقرر کیا۔ مہذب الدولہ نے اپنی طرف سے اپنی اولاد اور اعزہ کو واسط کے انتظام کی غرض سے اس کے مضافات اور متعلقات میں بھیج دیا۔ ان لوگوں نے اللّے تللّے سے خرچ کرنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سال ختم ہونے پر صدقہ نے مہذب الدولہ سے مقرر سالانہ مالیہ کا مطالبہ کیا اور جب وہ اس کی ادائیگی سے قاصر ہوا تو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا بدران بن صدقہ نے جو کہ مہذب الدولہ کا داماد تھا مہذب الدولہ کی رہائی کی سفارش کی اور اسے جیل سے نکال کر بطیحہ کی جانب بھیج دیا جہاں کہ اس کا مسکن اور وطن تھا۔ واسط کا انتظام حمّاد کے سپرد کیا گیا۔

مہذّب الدولہ اور حماد

مصطنع اسماعیل (حماد کا دادا) اور مختص محمد (مہذب الدولہ کا باپ) دونوں بھائی تھے۔ ابو الخیر کے بیٹے تھے ان دونوں کو قوم کی سرداری ریاست حاصل تھی۔ مصطنع کے مرنے پر اس کا بیٹا ابو السید مظفر (حماد کا باپ) جانشین ہوا اور مختص کی وفات پر مہذب الدولہ سردار بنایا گیا۔ ان دونوں نے متفق ہو کر ابراہیم کو مغلوب کر کے گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر گوہر آئین کے پاس بھیج دیا۔ گوہر آئین نے ابراہیم کو اصفہان کی جانب جلا وطن کر دیا۔ اتفاق یہ کہ اثناء راہ میں ابراہیم مر گیا۔ اس واقعہ سے مہذب الدولہ کی شان و شوکت بڑھ گئی۔ گوہر آئین نے بھی اسے بطیحہ کی امارت دے دی۔ تمام ملک میں اسی کے احکام جاری ہونے لگے اور تمام قبائل اس کے مطیع ہو گئے۔

حماد اس وقت ایک نوجوان شخص تھا مہذب الدولہ "مصلحتاً" اس سے نرمی سے پیش آتا تھا مگر حماد کو اپنے چچا کی ثروت و حکومت ذرا بھی نہ بھاتی تھی۔ حسد و بغض روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ گوہر آئین کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت حماد کو موقع مل گیا فوراً" مہذب الدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور جو کچھ اس کے دل میں ایک مدت سے چھپا ہوا تھا اسے ظاہر کر دیا۔ مہذب الدولہ نے ہر چند اس کی اصلاح کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ تب اس کے بیٹے قیس نے فوجیں فراہم کر کے حماد پر حملہ کر دیا۔ حماد بھاگ کر صدقہ کے پاس جا پہنچا۔ صدقہ نے اس کی کمک پر اپنی فوج کے ایک حصہ کو مامور کر کے بطیحہ واپس جانے کی رائے دی۔

مہذّب الدولہ اور حماد کے مابین مصالحت

جونہی حماد بطیحہ کے قریب پہنچا اور اس کی خبر مہذب الدولہ تک پہنچی مہذب الدولہ نے بھی اپنی فوج کو دریا و خشکی میں پھیلا دیا۔ چاروں طرف سے ناکہ بندی کر لی۔ حماد اور اس کے سپہ سالاروں نے لڑائی چھیڑنے سے قبل اپنی فوج کے ایک حصہ کو کمین گاہ میں بٹھا دیا تھا۔ جنگ شروع ہونے پر حماد اور اس کے رکاب کی فوج بظاہر شکست کھا کر بھاگی۔ مہذب الدولہ کے لشکر نے تعاقب کیا۔ حماد کے دلاوروں نے کمین گاہ سے نکل کر پشت سے مہذب الدولہ پر حملہ کر دیا۔ مہذب الدولہ کا لشکر اس اچانک حملہ سے گھبرا کر بھاگ نکلا۔ اس واقعہ سے حماد کے حوصلے بڑھ گئے۔ فتح یابی کا نشہ دماغ پر چڑھ گیا۔ صدقہ سے دوبارہ امداد طلب کی۔ چنانچہ صدقہ نے اپنے سپہ سالار لشکر (سعید بن حمید حمیری) کو حماد کی کمک پر بھیجا۔ ان لوگوں نے باتفاق شوریٰ جنگی کشتیاں فراہم کیں اور بحری جنگ کرنے پر تل گئے۔ مہذب الدولہ نے یہ رنگ دیکھ کر دریا دلی سے کام لیا۔ صدقہ کے سردار سپہ سالار لشکر کے پاس خفیہ انعامات اور صلے روانہ کیے اور بہت سا مال و زر دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس سپہ سالار نے مہذب الدولہ کو یہ رائے دی کہ تم اپنے بیٹے قیس کو صدقہ کی خدمت میں بھیجو راضی ہو جائے گا اور چچا بھتیجا میں مصالحت کرا دے گا۔ مہذب الدولہ نے اس رائے کے مطابق اپنے بیٹے کو صدقہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ صدقہ نے سمجھا بجھا کر چچا اور بھتیجے میں مصالحت کرا دی۔ یہ واقعہ آخر پانچویں صدی ہجری کا ہے۔

سیف الدولہ صدقہ کا عروج

سیف الدولہ صدقہ بن منصور بن مزید سلطان محمد بن ملک شاہ کا بے حد ہوا خواہ اس کے بھائی برکیاروق کا پکا دشمن تھا۔ جب برکیاروق مر گیا اور سلطان محمد مستقل طور سے حکمران بن گیا اس وقت سلطان محمد نے صدقہ کی جانبازیوں کی قدر افزائی شروع کی۔ بہت سی

جاگیرات عنایت کیں جن میں شہر واسط بھی تھا اور بصرہ پر قبضہ کر لینے کی اجازت دی۔ رفتہ رفتہ صدقہ اس درجہ طاقت ور ہو گیا کہ جس شخص پر خلافت مآب یا سلطان محمد ناخوش و ناراض ہوتا وہ صدقہ کے پاس جا کر پناہ گزین ہوتا تھا۔ غرض صدقہ جو چاہتا تھا کر گزرتا۔ سلطان محمد دم تک نہ مارتا تھا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سرخاب بن کیخسرو والیٔ ساوہ پر سلطان محمد ناراض ہوا' سرخاب نے صدقہ کے دامنِ عاطفت میں جا کر پناہ لی۔ سلطان محمد نے صدقہ سے سرخاب کو طلب کیا۔ صدقہ نے صاف انکار کر دیا۔ عمید ابو جعفر محمد بن حسین بلخی کو موقع مل گیا' یہ اکثر اوقات سلطان محمد کو صدقہ کے خلاف ابھارتا اور اس کی طرف سے بدظن کرتا رہتا تھا۔ جی کھول کر سلطان محمد کے مزاج کو صدقہ کی طرف سے برہم کر دیا اور روانگی عراق پر آمادہ کر لیا۔ عراق کے قریب پہنچ کر سلطان محمد نے کہلا بھیجا کہ سرخاب کو ہمارے پاس بھیج دو ورنہ اپنی خیر نہ سمجھو۔ صدقہ نے اپنے اراکینِ دولت سے اس بابت مشورہ کیا۔ اس کے بیٹے نے رائے دی کہ سرخاب کو سلطان کی خدمت میں بھیج دو اور بہت سے تحائف و ہدایا پیش کرو تاکہ سلطان کی برہمی جاتی رہے۔ سلطان کی مخالفت اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنا مناسب نہیں ہے۔ سعید بن حمید سپہ سالار لشکر نے جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔

صدقہ کی بغاوت

صدقہ نے سعید کی رائے پسند کی اور حسبِ دستور قدیم انکار میں جواب دیا۔ نامہ و پیام کا سلسلہ شروع ہوا مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ صدقہ نے فوجیں جمع کرنا شروع کیں اور داد و دہش سے کام لینے لگا۔ نہایت قلیل عرصہ میں ایک بڑی فوج تیار ہو گئی۔ جائزہ لیا تو بیس ہزار سوار اور تیس ہزر پیادہ تھے۔ خلیفہ مستظہر نے دار الخلافت بغداد سے علی بن طراز زینبی نقیب النقباء کی زبانی صدقہ کو کہلا بھیجا کہ تم سلطان محمد کی مخالفت نہ کرو نتیجہ اچھا نہ ہوگا' بلکہ میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ تم خود سلطان سے جا کر ملو اور اسے راضی کرو' میں درمیان میں ہوں وہ راضی ہو جائے گا۔ صدقہ نے عذر کیا کہ چونکہ ہمارے درمیان ناچاقی ہو گئی ہے اس وجہ سے مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے' میں سلطان کے پاس نہیں جا سکتا۔ اس کے بعد خود سلطان محمد نے قاضی القضاۃ ابو سعید ہروی کو صدقہ کے پاس بھیجا اور یہ پیام دیا کہ تم مطمئن اور بے خوف رہو' میرے اور تمہارے جو تعلقات تھے وہ اسی طرح بدستور قائم ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ عیسائیانِ فرانس پر جہاد کروں اور تم میری رکاب میں ہو۔ صدقہ نے اس سے انکار کیا۔ سلطان محمد ماہ ربیع الاول سنہ ۵۰۱ھ میں بہ مجبوری بغداد واپس آیا۔ اس کا وزیر السلطنت نظام الملک احمد بن نظام الملک اس کے ساتھ تھا۔ برستی شحنۂ بغداد یہ خبر پا کر امراء کی ایک جماعت لئے ہوئے استقبال کے لئے آیا اور صرصر پہنچ کر سب نے قیام کیا۔

صدقہ کا اظہارِ اطاعت و انحراف

سلطان صرف دو ہزار سواروں سے بغرضِ اصلاح گیا ہوا تھا۔ جب اسے صدقہ کی ضد اور بے جا ہٹ کا احساس ہوا تو اس نے امرائے اصفہان کے نام فراہمیٔ لشکر اور تیاریٔ جنگ کے فرامین روانہ کئے اور بلا بھیجا۔ اس کے بعد صدقہ نے خلافت مآب کی خدمت میں ماہ جمادی الاول سنہ مذکور میں ایک عریضہ روانہ کیا جس میں سلطان محمد کی اطاعت اور اس کی خدمت میں حاضر ہونے کا اقرار تھا۔ مگر پھر صدقہ نے اس سے بھی انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ جس وقت مرکب سلطان بغداد سے کوچ کرے گا تو میں مال و اسباب اور فوج سے مدد کروں گا۔ مگر اس وقت چونکہ شاہی لشکر نہر الملک پر پڑا ہوا ہے میں کچھ بھی موافقت اور مدد نہیں کر سکتا۔ جاولی سقاوہ والیٔ موصل اور ایلغازی بن ارتق والی ماردین نے میری ہمدردی اور سلطان سے بدعہدی اور بغاوت کرنے کا میرے پاس پیام بھیجا ہے۔ سلطان محمد اس جواب سے مطلع ہو کر صدقہ کی اطاعت سے ناامید ہو گیا۔ اطراف و جوانب بلادِ اسلامیہ سے امراء اور فوجیں آنے لگیں۔ قراوش بن شرف الدولہ کرد ہادی بن خراسان ترکمانی اور ابو عمران فضل بن ربیعہ بن خادم بن جراح طائی وغیرہ اپنی اپنی فوجیں لئے ہوئے بغداد میں وارد ہوئے۔

فضل کے آباء و اجداد بقاء اور بیت المقدس کے حکمران تھے۔ انہیں میں سے حسان بن مفرج تھا۔ فضل کی عادت میں یہ بات داخل

تھی کہ کبھی عیسائیوں کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑتا تھا اور کبھی مصریوں کی کمک پر آتا تھا۔ کفر تکین اتابک نے اس کا یہ حال دیکھ کر اسے دمشق سے نکال دیا۔ تو صدقہ کے پاس پہنچا۔ صدقہ نے اسے عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ سات ہزار دینار بطور صلہ کے عنایت کئے۔ جب واقعات بالا پیش آئے تو ■ در پردہ صدقہ کا مخالف ہو گیا اور اس کے مقدمتہ الجیش کے ساتھ کوچ کیا۔ ابھی جنگ کی نوبت نہ آئی تھی کہ صدقہ کے مقدمتہ الجیش سے بھاگ کر سلطان محمد کی خدمت میں چلا آیا۔ سلطان محمد نے اسے اور اس کے ہمراہیوں کو خلعت دیئے اور صدقہ کے مکان میں جو کہ بغداد میں تھا، ٹھہرنے کا حکم صادر کیا۔ اور جب سلطان موکب نے جنگ صدقہ کے لئے بغداد سے کوچ کیا تو فضل سلطان سے اجازت حاصل کر کے انبار کی طرف روانہ ہوا۔ فضل کا سلطان کے ساتھ یہ آخری عہد ■ پیمان تھا۔

امیر محمد بن بوقا

جمادی الاول سنہ مذکور میں سلطان نے امیر محمد بوقا کو واسط کی جانب روانہ کیا۔ امیر محمد نے پہنچتے ہی واسط پر قبضہ کر لیا۔ صدقہ کے گورنر اور اعمال کو واسط سے نکال دیا اور اپنی سوار فوج کو شہر قوسان پر شب خون مارنے کے لئے بھیجا۔ یہ شہر بھی صدقہ کے مقبوضات سے تھا۔ فوج نے جی کھول کر شہر قوسان کو تاخت و تاراج کیا۔ ایک مدت تک امیر محمد واسط میں قیام پذیر رہا۔ یہاں تک کہ صدقہ نے اپنے چچا زاد بھائی ثابت بن سلطان کو ایک فوج کا افسر بنا کر واسط کی طرف روانہ کیا۔ امیر محمد نے یہ خبر پا کر واسط چھوڑ دیا۔ ثابت نے داخل ہو کر واسط پر قبضہ کر لیا۔ امیر محمد کی فوج نے کنارہ دجلہ پر قیام کیا۔ ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل دریائے دجلہ تھا۔ ایک روز ثابت اپنی فوج کو آراستہ کر کے شاہی لشکر سے جنگ کرنے کے لئے نکلا۔ شاہی لشکر نے پہلے ہی حملہ میں ثابت کو شکست دے دی اور بزورِ تیغ شہر میں گھس کر لوٹ مار شروع کر دی۔ امیر محمد نے اپنی فوج کو غارت گری سے روکا اور امان کی منادی کرا دی اور اواخر جمادی الاول میں سلطان نے امیر محمد کو صدقہ کے مقبوضات کو تاخت و تاراج کا حکم دیا۔ چنانچہ امیر محمد نے اس ارادے سے صدقہ کے مقبوضات کی طرف قدم بڑھایا اور شہر واسط کو بطور جاگیر قسیم الدولہ برسقی کو عنایت کیا اس کے بعد سلطان محمد نے آخری رجب سنہ مذکور میں دار الخلافت بغداد کی طرف کوچ فرمایا۔ صدقہ سے مڈبھیڑ ہوئی، نہایت سختی سے لڑائی کا آغاز ہوا۔ عبادہ اور اخفاجہ نے صدقہ کو دھوکا دیا اور عین معرکہ کے وقت لڑائی چھوڑ کر بیٹھ رہے۔

صدقہ کا خاتمہ

صدقہ نے اپنی پُر زور آواز سے ان لوگوں کو للکارا "آل خزیمہ' آل ناشرہ' آل عوف یہ جنگ کا وقت ہے تم لوگ عرب نژاد ہو، اٹھو اور اپنی تیز تلواروں سے کام لو"۔ مگر ان لوگوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی تب صدقہ کُردوں کی طرف متوجہ ہوا۔ چونکہ ان لوگوں نے بہت بڑی شجاعت اور دلیری سے کام لیا تھا اس وجہ سے ان لوگوں کے دل بڑھانے کی غرض سے انعام و صلہ دینے کا وعدہ کیا۔ پھر شاہی فوج نے صدقہ کو چاروں طرف سے گھیر کر تیر بازی شروع کر دی۔ مجموعی قوت سے حملہ آور ہوئی۔ صدقہ لڑتا جاتا تھا اور بآوازِ بلند کہتا جاتا تھا "انا ملک العرب أنا صدقہ" (میں بادشاہ عرب ہوں میں صدقہ ہوں)۔ اتفاقاً ایک تیر آ کر لگا مگر پھر بھی ثابت قدم رہا۔ ایک ترکی غلام برغش نامی نے لپک کر صدقہ کی کمر پکڑ لی اور زمین کی جانب کھینچا۔ صدقہ زخمی تو ہو ہی گیا تھا گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔ صدقہ نے کہا اے برغش ذرا نرمی اختیار کر۔ برغش نے اس کا جواب نہ دیا قتل کر کے سر اتار لیا اور سلطان محمد کی خدمت میں لا کر رکھ دیا۔ سلطان محمد نے اسے دار الخلافہ بغداد بھیج دیا اور لاش کو دفن کرنے کے حکم دے دیا۔

صدقہ کا قتل اس کی امارت کے اکیس سال بعد واقع ہوا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے عراق میں حلہ آباد کیا تھا۔ یہ نہایت ہی عظیم الشان' عالی قدر اور بارعب بادشاہوں میں سے تھا۔ اس کے کتب خانہ میں ایک ہزار کتابیں تھیں۔

دبیس بن صدقہ

خاتمۂ جنگ کے بعد سلطان محمد حلہ میں داخل نہیں ہوا۔ بغداد کی طرف واپس ہوا اور صدقہ کی بیوی کو امان نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ چنانچہ صدقہ کی بیوی بغداد آئی۔ سلطان محمد نے اپنے امراء و ارا کینِ دولت کو اس کے استقبال کے لئے بھیجا اور جب وہ حاضر خدمت ہوئی تو اس کے بیٹے دبیس کو قید سے رہا کر دیا۔ صدقہ کے قتل کی معذرت کی۔ دبیس نے سلطان محمد کے حکم سے آئندہ اطاعت و فرمانبرداری کا حلف اٹھایا اور کسی قسم کی مخالفت نہ کرنے کا عہد و پیمان کیا اور اس کے سایۂ عاطفت میں قیام پذیر ہوا۔ سلطان نے دبیس کو بہت سی جاگیریں مرحمت کیں۔ دبیس برابر اسی کے پاس مقیم رہا۔ یہاں تک کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور اس کا بیٹا سلطان محمود سنہ ۵۱۱ھ میں تخت آرائے حکومت ہوا۔ دبیس نے سلطان محمود سے حلہ جا کر قیام کرنے کی اجازت طلب کی۔ سلطان محمود نے بطیب خاطر اجازت دے دی۔ دبیس رخصت ہو کر حلہ آیا اور اس پر قابض ہو گیا۔ تھوڑے دنوں میں عرب اور اکراد کا ایک بڑا گروہ اس کے پاس آ کر جمع ہو گیا جس سے اس کے قوائے حکمرانی مضبوط اور مستحکم ہو گئے۔

خلیفہ المسترشد باللہ کی خلافت

سن ۵۱۲ھ میں خلیفہ مستظہر باللہ نے سفرِ آخرت اختیار کیا اور اس کے بیٹے المسترشد باللہ کی خلافت کی بیعت لی گئی تو مرحوم خلیفہ کا دوسرا بیٹا (امیر ابو حسن مستظہر باللہ) اپنے بھائی (مسترشد باللہ) کے خوف سے براہِ دریا مدائن چلا گیا اور وہاں سے حلہ جا کر دبیس کے پاس قیام پذیر ہوا۔ خلیفہ مسترشد کو اس کی خبر لگی تو اس نے دبیس سے امیر ابو الحسن کو طلب کیا۔ دبیس نے جواب دیا کہ چونکہ امیر ابو الحسن نے میرے پاس آ کر پناہ لی ہے میں اسے کسی امر پر مجبور نہیں کر سکتا۔ تب علی بن تراوزینی نے جو خلیفہ مسترشد کی جانب سے سفیر ہو کر گیا ہوا تھا، امیر ابو الحسن کو سمجھایا بجھایا۔ امیر ابو الحسن بغداد چلنے پر راضی ہو گیا اور ابو الحسن کو جن چیزوں کی ضرورت تھی، دبیس نے ان کی فراہمی کا ذمہ لے لیا۔

اس اثناء میں برستی بغداد سے فوجیں مرتب کر کے دبیس سے مقابلہ کے لئے نکل کھڑا ہوا اور امیر ابو الحسن (برادر خلیفہ مسترشد) نے بڑھ کر واسط پر ماہ صفر سنہ ۵۱۳ھ میں قبضہ کر لیا۔ اس سے اس کی قوت بڑھ گئی۔ خلیفہ مسترشد نے دبیس کے پاس کہلا بھیجا کہ اب تو امیر ابو الحسن تمہاری امان اور ذمہ داری سے نکل آیا ہے مناسب یہ ہے کہ اس سے قبل کہ وہ قوت حاصل کرے اور مجھ سے مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائے اس کی روک تھام کرو۔ چنانچہ دبیس نے ایک دستہ فوج امیر ابو الحسن کے گرفتار کرنے کے لئے واسط کی طرف روانہ کیا۔ اس فوج نے پہنچتے ہی امیر ابو الحسن کو گرفتار کر لیا۔ دبیس نے اسے خلیفہ مسترشد کی خدمت میں بغداد بھیج دیا۔

ملک مسعود برادر سلطان محمد ان دنوں موصل میں تھا۔ اس کا اتابک جیوش بک اس کے ساتھ تھا۔ ان دونوں نے سلطان محمود بن سلطان محمد کی غیر موجودگی کے باعث عراق کا قصد کیا۔ اس مہم میں اس کا وزیر فخر الملک ابو علی بن عمار والیٔ طرابلس، قسیم الدولہ زنگی بن قسنقر (جد الملک العادل سلطان نور الدین زنگی) کربادی بن خراسانی ترکمانی صاحب بوازیج، ابو الہیجا والیٔ اربل اور والیٔ سنجار اس کے ہمراہ تھے۔ جس وقت یہ لوگ دار الخلافت بغداد کے قریب پہنچے برستی کو خطرہ پیدا ہوا۔ ملک مسعود اور جیوش بک نے کہلا بھیجا کہ ہم لوگ دبیس کے مقابلہ پر تمہاری امداد کے لئے آئے ہیں، تم سے لڑنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ برستی کو مسعود سے کسی قسم کا خطرہ پیدا نہیں ہوا البتہ جیوش بک کی طرف سے مشکوک و مشتبہ تھا، باہم مصالحت ہو گئی۔ ملک مسعود بغداد میں داخل ہوا اور دار المملکت میں قیام اختیار کیا۔ اتنے میں منکبرس فوجیں لئے ہوئے آ پہنچا۔ برستی نے اس سے جنگ کرنے کے لئے بغداد سے کوچ کیا۔ منکبرس بغداد سے رخ پھیر کر نعمانیہ کی طرف چل دیا، دجلہ کو عبور کر کے دبیس بن صدقہ سے جا ملا۔ اس سے قبل دبیس نے ملک مسعود اور اس کے وزیر کی خدمت میں بہت سے تحفے اور ہدیے بھیجے تاکہ اس کی جانب سے اس کا دل میلا نہ ہونے پائے۔ منکبرس اور دبیس سے میل جول ہو گیا اور دبیس کے دل کو پوری قوت حاصل ہو گئی۔ ملک مسعود برستی اور جیوش بک مدائن کی جانب منکبرس اور دبیس کو زیر کرنے کے لئے بڑھے۔ لیکن اس وجہ سے ان دونوں کی فوجی جمعیت زیادہ تھی میدانِ جنگ میں نہ جا سکے اور مدائن سے ناکام ہو کر لوٹے پھر صرصر کو عبور کیا، دونوں نے

اطراف و جوانب کو اپنی غارت گری سے بے حد نقصان پہنچایا۔

خلیفہ مسترشد کے سفیر

خلیفہ مسترشد نے ان واقعات سے مطلع ہو کر فریقین کے پاس سفیر روانہ کئے، خون ریزی سے روکا مصالحت کرنے کی ہدایت کی سب نے بسرو چشم منظور کر لیا۔ پھر ان لوگوں کو یہ خبر لگی کہ دبیس اور منکبرس نے منصور برادر دبیس اور حسن بن اوزبک پر وردہ منکبرس کی ماتحتی میں بغداد کی جانب فوجیں روانہ کی ہیں۔ برستی نے نہایت تیزی سے بغداد کی جانب کوچ کیا اپنے بیٹے اعز الدین مسعود کو اپنی فوج کی سرداری پر چھوڑ آیا اور عماد الدین زنگی بن اقسنقر کو اس کی رفاقت پر مامور کیا۔ سفر و قیام کرتا ہوا دیالی پہنچا اور منکبرس اور دبیس کی فوج کو دریا عبور کرنے سے روک دیا۔ اس کے دو دن بعد یہ خبر پہنچی کہ حسب الحکم و اشارہ خلافت مآب دونوں فریقوں میں مصالحت ہو گئی ہے۔ اس سے اس کی خوشی جاتی رہی۔ غرقابی گھاٹ سے دریا عبور کر کے بغداد پہنچا۔

اس کے بعد منصور برادر دبیس اور حسین بن اوزبک فوجیں لئے ہوئے آ پہنچے اور بغداد کی شرقی جانب مقیم ہوئے۔ برستی نے ملک مسعود کے مال و اسباب پر ہاتھ بڑھایا اور اس پر قبضہ کر کے واپس ہوا اور بغداد کے دوسری طرف خیمہ زن ہوا۔ ملک مسعود اور جیوش بک ایک سمت اور دبیس اور منکبرس دوسری طرف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ طرہ یہ تھا کہ عز الدین بن برستی اپنے باپ سے علیحدہ ہو کر منکبرس و دبیس کے لشکر میں موجود تھا۔ جیوش بک نے سلطان محمود کے پاس اپنی اور ملک مسعود کی زیادتی جاگیر کی درخواست بھیجی تھی۔ چنانچہ سلطان محمود نے اپنے قاصد کی معرفت خط روانہ کیا جس میں تحریر تھا کہ سلطان نے تم لوگوں کو آذر بائیجان جاگیر میں مرحمت فرمایا تھا مگر یہ خبر سن کر کہ تم لوگوں نے بغداد کی طرف کوچ کیا ہے اس حکم کو نافذ نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس اپنی فوجیں موصل کی جانب روانہ فرمائی ہیں۔ اتفاق سے یہ خط منکبرس کے ہاتھ پڑ گیا۔ منکبرس نے اس خط کو جیوش بک کے پاس بھیج دیا اور باہم مصالحت کرانے کا ذمہ دار بن گیا۔ غرض کہ منکبرس نے درمیان میں پڑ کر سلطان محمود اور ملک مسعود میں مصالحت کرا دی۔ برستی کے ہمراہی برستی سے علیحدہ ہو گئے اس کا سارا کھیل بگڑ گیا اس کے دل کی دل ہی میں رہ گئی عراق پر قابض نہ ہو سکا اور نہ اسے حکومت پر خود مختاری حاصل ہو سکی۔ عراق سے ملک مسعود کے پاس چلا آیا اور اس کے پاس قیام اختیار کیا، منکبرس بغداد کا شحنہ بنایا گیا باقی رہا دبیس وہ حلہ کی جانب لوٹ گیا۔

دبیس بن صدقہ

دبیس بن صدقہ اور جیوش بک میں جو کہ ملک مسعود کا اتالیق تھا مدتوں سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ دبیس برابر یہی کہا کرتا تھا کہ اگر ملک مسعود سلطنت و حکومت حاصل کرنے پر آمادہ ہو تو میں اس کا معین و مددگار رہوں گا۔ غرض یہ تھی کہ ملک مسعود اور سلطان محمود باہم لڑ جائیں تو میرا حکومت پر اثر قائم ہو جائے گا جس طرح میرے باپ کو برکیاروق و محمد پسران ملک شاہ کی مخالفت کی وجہ سے حکومت و سلطنت پر غلبہ حاصل تھا۔ قسیم الدولہ برستی شحنگی بغداد سے علیحدہ ہو کر ملک مسعود کے پاس چلا گیا...... ملک مسعود نے اسے مراغہ اور حبہ بطور جاگیر مرحمت فرمایا۔ چونکہ دبیس اور قسیم الدولہ میں ایک مدت سے عداوت و مخالفت چلی آ رہی تھی دبیس نے موقع پا کر جیوش بک اور ملک مسعود کو قسیم الدولہ برستی کے خلاف ابھار دیا اور قید کر لینے کی رائے دی۔ اتفاق سے برستی کو اس کی اطلاع ہو گئی ملک مسعود کا ساتھ چھوڑ کر سلطان محمود کے پاس چلا آیا' سلطان محمود نے اس کی بے حد عزت کی۔ اس کے بعد استاد اسماعیل حسین بن علی اصفہانی طغرائی ملک مسعود کی خدمت میں آ گیا اس کا بیٹا ابو المؤید محمد ملک مسعود کے دربار میں کتابت (سکریٹری شپ) کا کام کرنے لگا۔ جب اس کا باپ استاد ابو اسماعیل حسین بن علی اصفہانی آ گیا تو ملک مسعود نے ابو علی بن عمار والی طرابلس کو معزول کر کے عہدۂ وزارت پر جس کی تحریک دبیس نے کی تھی اسے مامور کیا۔ اس نے اس خدمت کو کمال خوبی سے انجام دیا۔

معرکہ استر آباد

اس کے بعد ملک مسعود اور اس کے اراکین حکومت محمود کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ کسی ذریعہ سے سلطان محمود کو اس کی خبر پہنچ گئی۔ سلطان محمود نے ان لوگوں کو دھمکی دی اور مخالفت و سرکشی کی صورت میں اپنی طاقت و قوت کی دھمکی دی۔ملک مسعود کے ہوا خواہوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ مخالفت کا اعلان کر کے ملک مسعود کی سلطنت و حکومت کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ پنج و تہ نوبت بجنے لگی اور جب انہیں یہ خبر ہوئی کہ سلطان محمود کا لشکر ان دنوں متفرق ہو گیا ہے تو اس سے جنگ کرنے کو تیار ہو کر نہایت تیزی سے کوچ کر دیا۔ پندرھویں ربیع الاول سنہ ۵۱۴ھ کو استر آباد میں سلطان محمود کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوئی۔قسیم الدولہ برستی اس کے مقدمۃ الجیش پر تھا۔صبح سے دوپہر تک نہایت سخت لڑائی جاری رہی' برستی نے اس معرکہ میں بہت بڑا حصہ لیا'اس کے بعد ملک مسعود کو شکست ہوئی۔ اس کے بہت سے امراء گرفتار کر لئے گئے۔اس کا وزیر السلطنت ابو اسماعیل طغرائی گرفتار ہو کر سلطان محمود کی خدمت میں پیش کیا گیا۔سلطان نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ایک برس اس نے وزارت کی۔ کتابت کا کام نہایت خوبی سے انجام دیتا تھا۔ شاعری میں بھی اسے کمال حاصل تھا۔ صنعتِ کیمیا میں اس کی متعدد تصانیف ہیں۔

ملک مسعود شکست کے بعد موصل کی طرف روانہ ہوا۔ برستی سلطان محمود سے ملک مسعود کے لئے امن حاصل کر کے اسے واپس لانے کے لئے نکلا۔ چنانچہ درمیان راہ سے ملک مسعود کو اس کا بھائی سلطان محمود کے پاس واپس لایا۔ سلطان محمود نے اس کا قصور معاف کر دیا اور انتہائی عنایت اور مہربانی سے پیش آیا۔ اس وقت جیوش بک موصل پہنچ گیا تھا۔جب اسے ملک مسعود اور سلطان محمود کی مصالحت کی خبر پہنچی تو اس نے بھی سلطان کی خدمت میں جب کہ وہ ہمدان میں تھا حاضر ہو کر امن کی درخواست کی۔ سلطان محمود نے اسے بھی امن دیا اور اس کے ساتھ بھی عزت و احترام سے پیش آیا۔

حلہ کی تاراجی

باقی رہا دبیس' وہ اس وقت عراق میں تھا'ملک مسعود کی شکست سے مطلع ہو کر نئے رنگ دکھانے شروع کئے'اپنے اہل و عیال کو بطیحہ بھیج دیا اور خود مال و اسباب کے ساتھ حلہ پہنچا اور اسے تاخت و تاراج کرتا ہوا ایلغازی بن ارتق کے پاس ماردین جا کر پناہ لی۔ سلطان محمود کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی دبیس کے خیال سے ایک ہزار کشتیاں لئے ہوئے حلہ پہنچا'دیکھا کہ حلہ ویران و برباد ہو گیا ہے'ایک رات قیام کر کے واپس ہوا۔

اس کے بعد دبیس نے اپنے بھائی منصور کو قلعہ معفد سے ایک بڑی فوج کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کیا۔ منصور حلہ اور کوفہ ہوتا ہوا بصرہ پہنچا اور برتقش زکوی کو مصالحت کی غرض سے سلطان کی خدمت میں بھیجا مگر کسی وجہ سے مصالحت نہ ہو سکی بلکہ منصور برادر دبیس اور اس کے بیٹے کو گرفتار کر کے کسی قلعہ میں جو بمقابلہ کرخ تھا'قید کر دیا۔ پھر دبیس نے اپنے ہمراہیوں کے ایک گروہ کو ان کے مقبوضات واسط کی طرف جانے کی اجازت دے دی۔ ترکان واسط نے روک ٹوک کی۔

مہلہل کی شکست و گرفتاری

دبیس نے ایک فوج مہلہل بن ابی العسکر کی ماتحتی میں ترکان واسط کی سرکوبی کے لیے روانہ کی اور مظفر بن ابی الخیر کو اس کی کمک کی ہدایت کی'اہل واسط اس سے مطلع ہو کر قسیم الدولہ برستی سے امداد کے خواستگار ہوئے' برستی نے ان کی کمک پر لشکر روانہ کیا'ابھی مظفر نہیں آنے پایا تھا کہ مہلہل اس سے جنگ کرنے لیے بڑھا'پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کر بھاگا۔ اور دورانِ جنگ میں اپنے ہمراہیوں کی ایک جمعیت کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد مظفر بطیحہ سے غارتگری کرتا ہوا واسط کے قریب پہنچا'مہلہل کی شکست کا حال سن کر فوراً لوٹ گیا۔

اتفاق سے اس معرکہ میں دبیس کا لکھا ہوا ایک خط واسط کے ہاتھ پڑ گیا۔ دبیس نے اس خط میں مہلہل کو مظفر کے گرفتار کر لینے اور

اس سے سالانہ خراج کا مطالبہ کرنے کی تاکید کی تھی۔لشکر واسط نے اس خط کو مظفر کے پاس بھیج دیا۔ مظفر اس خط کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔بے حد برہم ہوا' اسی وقت دبیس کی رفاقت سے علیٰحدہ چھوڑ کر لشکر واسط کے ساتھ ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد دبیس تک یہ خبر پہنچی کہ سلطان محمود نے اپنے بھائی کی آنکھ میں نیل کی سلائیاں پھروادی ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی اپنے بال نوچ ڈالے' سیاہ کپڑے پہنے شہروں کو تاخت و تاراج کرنے لگا نہر ملک میں مسترشد کا کچھ مال و اسباب تھا لوٹ لیا' وہاں کے رہنے والے جلا وطن ہو کر بغداد پہنچے۔ لشکرِ واسط یہ خبر پاکر نعمانیہ کی طرف بڑھا اور لشکرِ دبیس پر جو کہ وہاں خیمہ زن تھا حملہ آور ہوا اور اسے مار پیٹ کر نکال باہر کیا اور خود قابض ہو گیا۔

سلطان محمود اور دبیس کی جنگ

دبیس نے گزشتہ جنگ میں عفیف خادم خلیفہ کو گرفتار کر لیا تھا۔ چند روز بعد جب سلطان محمود نے اپنے بھائی ملک مسعود کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروادیں تو دبیس نے عفیف کو رہا کر دیا اور اسے ایک خط دے کر خلافت مآب کے پاس بھیج دیا' اس خط میں دبیس نے سلطان محمود کے اس برتاؤ پر جو اس نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا'ناراضگی ظاہر کی تھی اور خلافت مآب کو اس امر پر دھمکی دی تھی۔ خلافت مآب یہ خط دیکھ کر بے حد برہم ہوئے۔ فوجیں آراستہ کر کے دبیس سے جنگ کی غرض سے برستی کے پاس جانے کا ارادہ کیا اور اسے آگے رہنے کا حکم دیا چنانچہ ماہ رمضان سنہ ۵۱۷ھ میں شاہی فوجیں دبیس سے جنگ کرنے لیے بڑھیں۔ چاروں طرف سے فوجیں آنے لگیں۔ سلیمان بن مہارش بنو عقیل کی ایک بڑی جماعت لیے ہوئے حدیثہ سے آ پہنچا۔ قریش بن مسلم والیٔ موصل بھی اپنی رکاب کی فوج لیے ہوئے آ پہنچا۔ خلیفہ مسترشد نے بغداد میں منادی کرا دی کہ جسے شاہی لشکر کے ساتھ باغیانِ دولتِ عباسیہ سے لڑنا ہو شاہی لشکر میں آ جائے۔ اہلِ بغداد یہ سنتے ہی ٹوٹ پڑے۔ خلافت مآب نے ان لوگوں کو حسبِ ضرورت روپیہ اسباب اور آلاتِ حرب عنایت فرمائے۔ دبیس ان واقعات سے مطلع ہو کر گھبرا گیا۔ خلیفہ مسترشد کی خدمت میں معذرت کا عریضہ روانہ کیا امن کا خواست گار ہوا۔ خلافت مآب نے اس کی درخواست منظور نہ فرمائی اور آخر ماہ ذی الحجہ سنہ ۵۱۷ھ میں بغداد سے کوچ کیا۔ وزیر السلطنت نظام الدین احمد نظام الملک نقیب الطالبین نقیب النقباء علی بن طراد اور شیخ الشیوخ صدرالدین اسمٰعیل وغیرہم عمائدین خلافت مآب کی رکاب میں تھے۔ برستی کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ خلافت مآب کی خدمت میں واپس آیا اور اس کے لشکر کے ساتھ حدیثہ میں قیام پذیر ہوا۔

اس کے بعد خلافت مآب کے موکب ہمایوں نے جنگ کے لیے موصل کی جانب کوچ کیا۔ برستی اس کے مقدمتہ الجیش پر تھا۔ دبیس نے بھی اپنے ہمراہیوں کو مرتب کیا۔ پیادوں کو سواروں کے لشکر کے آگے رکھا۔ اس نے لشکریوں سے کامیابی کی صورت میں بغداد کو تاخت و تاراج کرنے اور عورتوں کو لونڈی بنانے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ دونوں حریف گتھ گئے۔ دبیس کے لشکر کو شکست ہوئی۔ اس کے ہمراہیوں کی ایک جماعت گرفتار کر لی گئی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد قتل کر ڈالے گئے۔ دبیس کی عورتیں باندیاں بنا لی گئیں۔ فتح یابی کے بعد خلیفہ مسترشد نے یوم عاشورہ سنہ ۵۱۷ھ کو میدانِ جنگ سے دارالخلافت بغداد کی طرف کوچ کیا۔

دبیس نے شکست کے بعد دریائے فرات کو عبور کیا۔ غزیہ پہنچ کر عرب نجد سے امداد کا خواست گار ہوا۔ ان لوگوں نے انکار میں جواب دیا تب منتفق کی طرف چلا گیا اور منتفق سے بصرہ پر قبضہ کرنے کا حلف لیا چنانچہ وہ لوگ اس کے ہمراہ بصرہ آئے اور اسے لوٹ لیا'اس کے سردار کو قتل کر ڈالا۔ خلیفہ مسترشد نے برستی کو عتاب آموز فرمان روانہ کیا اور اسے دبیس کے تعاقب نہ کرنے پر تنبیہ کی اور یہ بھی لکھا کہ تیری وجہ سے دبیس کو بصرہ ویران کرنے کا موقع ملا۔ برستی نے فوراً جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ سامان سفر و جنگ درست کر کے بصرہ کا راستہ لیا۔ دبیس نے یہ خبر پا کر بصرہ چھوڑ دیا اور قلعہ جعبر میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ عیسائیوں سے مل کر ان کو حلب پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دی اور ان کے لشکر کے ساتھ سنہ ۵۱۸ھ میں حلب کے محاصرہ پر آ گیا۔ اہل حلب نے معقول طور سے ان کی مدافعت کی چاروں طرف سے قلعہ بندی کر لی' مجبور ہو کر ناکام لوٹ گئے' دبیس ان سے علیحدہ ہو کر طغرل بن سلطان محمد کی خدمت میں

چلا گیا اور اسے عراق پر قبضہ کرنے کے لیے ابھارا' جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

ملک طغرل اور دبیس

جس وقت دبیس شام سے ملک طغرل کی خدمت میں بمقام آذربائیجان حاضر ہوا ملک طغرل نے بہ احترام ان سے ملاقات کی اور اسے اپنے خاص الخاص امرا اور سلسلۂ وزراء میں داخل کر لیا' دبیس نے اسے عراق پر قبضہ کی ترغیب دی اور اس پر قبضہ کرا دینے کا ذمہ دار ہوا۔ چنانچہ ملک طغرل نے اس خیال سے کوچ کیا۔ دبیس اس کے ہمراہ تھا' کوچ و قیام کرتا ہوا ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ دقوقا پہنچا' مجاہد ابن بہروز والیٔ تکریت نے خلیفہ مسترشد کو اس کی خبر دی۔ خلافت مآب نے ملک طغرل اور دبیس کی مدافعت اور سرکوبی پر کمر باندھی' فوجیں جمع کیں۔ پیادوں کے علاوہ ستر ہزار سواروں کی جمعیت سے ماہ صفر سنہ ۵۱۹ھ میں دارالخلافت بغداد سے کوچ کیا۔ اس کے مقدمتہ الجیش کا برتقش ذکوی افسر اعلیٰ تھا۔ شاہی لشکر رفتہ رفتہ خالص پہنچا ملک طغرل کو خلیفہ مسترشد کی تیاری اور روانگی کی خبر ہوئی تو اس نے خراسان کا راستہ اختیار کر لیا۔ جلولا پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ اس کے ہمراہی غارت گری کی غرض سے چاروں طرف پھیل گئے۔ وزیر السلطنت جلال الدین بن صدقہ ایک بڑی فوج لیے ہوئے ملک طغرل کی جانب بڑھا' دسکرہ پہنچ کر پڑاؤ کیا' اتنے میں خلیفہ مسترشد بھی آ پہنچا۔ دبیس اور ملک طغرل نے ہارونیہ کی جانب کوچ کیا۔ پھر دونوں نے تامرا کی طرف نہروان کا پل عبور کرنے کے لیے قدم بڑھایا۔ دبیس نے ان مقامات کی حفاظت پر کمر باندھی جہاں پانی کم تھا اور ملک طغرل دارالخلافت بغداد پر قبضہ اور اسے تاخت و تاراج کرنے کے لیے بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ الغرض دبیس نے تامرا سے کوچ کیا اور طغرل چونکہ مبتلائے تپ ہو گیا تھا' قیام پذیر ہو گیا پھر مینہ اور سیلاب کی وہ کثرت ہو گئی کہ دونوں مجبور ہو کر بیٹھ رہے۔ ٹھنڈک' بھوک اور تکان سفر نے دبیس کو بد حواس کر دیا۔ اس کی خوش قسمتی سے خلیفہ مسترشد کا کچھ سامان جا رہا تھا جس میں پہننے کے کپڑے اور بہت سی خوردنی اشیاء بھی تھیں' دبیس نے اس سامان کو لوٹ لیا۔ کپڑوں کو زیب تن کیا' کھانا کھایا۔ آفتاب میں بیٹھا' ہوش بجا ہوئے تو سونے لگا۔

خلیفہ مسترشد اور دبیس

خلافت مآب کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے دارالخلافت بغداد کی جانب واپسی کا حکم صادر کیا۔ اتفاق سے موکب ہمایوں دبیس کے لشکر کی طرف سے گزرا' خلافت مآب دبیس کے سر پر پہنچ گئے اور وہ خوابِ غفلت میں پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ خلافت مآب نے اسے بیدار کیا۔ دبیس نے آنکھیں کھولیں تو خلافت مآب کو اپنے سرہانے رونق افروز پایا۔ حسبِ عادت زمین بوس ہوا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ خلیفہ مسترشد کا دل نرم ہو گیا۔ وزیر السلطنت جلال الدین بن صدقہ نے سفارش کی' دبیس سوار ہو کر برتقش ذکوی کے لشکر کے سامنے گیا اور ان لوگوں سے باتیں کرنے لگا۔ جب تک شاہی لشکر نے پل عبور کیا دبیس کو موقع مل گیا ملک طغرل کے پاس واپس آ گیا اور اس کے ہمراہ اس کے چچا سنجر کی طرف روانہ ہوا اور صوبہ ہمدان میں پہنچتے ہی غارت گری کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ سلطان محمود نے یہ خبر پا کر ان لوگوں کا تعاقب کیا مگر کامیاب نہ ہوا۔

ملک طغرل نے قبضۂ عراق سے ناامید ہو کر دبیس کے ساتھ سلطان سنجر کی طرف کوچ کیا۔ یہ اس وقت خراسان کا حکمران تھا اور بنو ملک شاہ کا ایک بااثر شخص تصور کیا جاتا تھا۔ ملک طغرل اور دبیس نے اس سے خلیفہ مسترشد اور برتقش شحنۂ بغداد کی الٹی شکایت کی۔ سلطان سنجر نے انصاف کرنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ دونوں اس کے ساتھ مقیم ہو گئے' دبیس سے نچلا نہ بیٹھا گیا۔ سلطان سنجر کو عراق پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دینے لگا۔ موقع پا کر مسترشد اور سلطان کی جانب سے اسے بدظن کرتا جاتا تھا۔ بالآخر سلطان سنجر کے ذہن نشین کر دیا کہ خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود دونوں بالاتفاق سلطان سنجر کی مخالفت پر کمربستہ اور تیار ہیں۔ اس کہنے سننے پر سلطان سنجر کی بھی رگِ حمیت و مردانگی جوش میں آ گئی۔ ۵۲۲ھ میں عراق کی طرف کوچ کیا۔ رے پہنچا' دبیس کے خیالات کی تصدیق کرنے کی غرض سے سلطان محمود کو ہمدان سے بلا بھیجا۔

سلطان سنجر اور سلطان محمود

سلطان محمود سلطان سنجر کا پیام پاتے ہی حاضر ہوگیا جس سے دبیس کے پیدا کئے ہوئے خیال کی تکذیب ہوگئی۔ سلطان سنجر نے اپنی افواج کو سلطان محمود کے استقبال کے لئے بھیجا۔ شاہی فوج نے سلطان محمود کو سلامی دی' سلطان سنجر نے اسے اپنے برابر تخت پر بٹھایا عزت و احترام سے پیش آیا۔ ۵۲۲ھ کے آخری دور تک سلطان محمود اس کی خدمت میں رہا۔ اس کے بعد سلطان سنجر پھر لوٹ کر خراسان آیا اور دبیس کو سلطان محمود کے سپرد کر کے یہ ہدایت کی کہ اسے اس کے شہر بعزت و احترام واپس کر دینا۔ چنانچہ سلطان محمود نے دبیس کے ساتھ ہمدان کی جانب کوچ کیا۔ محرم ۵۲۳ھ میں بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ وزراء اور امراء نے استقبال کیا۔ سلطان محمود نے دبیس کو شاہی مکان میں ٹھہرایا۔ خلافت مآب سے اس کی معافی کی سفارش کی خلافت مآب راضی ہوگئے مگر حکومت دینے سے انکار کیا۔ دبیس نے اس غرض کے حصول کے لئے ایک لاکھ دینار پیش کئے۔ خلافت مآب نے قبول نہ فرمایا۔ سلطان محمود نے نصف سنہ مذکور میں بغداد سے ہمدان کوچ کیا۔

دبیس کا فرار اور گرفتاری

سلطان محمود کی بیوی اس کے چچا سنجر کی بیٹی تھی اور یہی دبیس کی مخالفت کے زمانہ میں سلطان محمود کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ ہمدان سے سلطان کے کوچ کرنے کے وقت اس کا انتقال ہوگیا۔ دبیس کو چالبازی کا موقع مل گیا۔ اس کے بعد سلطان بیمار ہوگیا۔ دبیس نے اس کے چھوٹے لڑکے کو لے کر عراق کا راستہ لیا۔ خلیفہ مسترشد نے اس کی مدافعت کی غرض سے فوجیں فراہم کیں' بہروز شحنۂ بغداد اس وقت حلہ میں تھا۔ دبیس کی روانگی کا سن کر حلہ چھوڑ کر بھاگا۔ دبیس نے ماہ رمضان سنہ ۵۲۳ھ میں اس پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمود کو اس کی خبر لگی تو اس نے امیر ابن قزل اور احمد یلی کو بلایا۔ یہ دونوں دبیس کی نیک چلنی اور اطاعت کے ضامن تھے اور یہ کہا کہ دبیس کو لا کر تم دونوں حاضر کرو' اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے تم ضامن تھے چنانچہ احمد یلی دبیس کی روک تھام کے لئے روانہ ہوا اور سلطان عراق کی طرف آیا۔ دبیس نے بہت سے تحائف اور ہدایا سلطان کی خدمت میں بھیجے جس میں دو لاکھ دینار نقد اور تین سو راس گھوڑے تھے جن کی زینیں اور نعلیں زریں تھیں۔ جب سلطان بغداد میں داخل ہوگیا تو دبیس نے بصرہ کا راستہ لیا اور وہاں پہنچ کر اس کو لوٹ لیا جو کچھ بیت المال میں پایا سب پر قبضہ کر لیا۔ سلطان نے اس کے تعاقب میں فوجیں روانہ کیں۔ دبیس بصرہ چھوڑ کر بریہ چلا گیا۔

دبیس نے جس وقت بصرہ کو چھوڑا تھا اسی زمانے میں اس کے بلانے کے لئے ایک قاصد صرخد (صرصر) سے آیا تھا۔ والی سرخد ایک خصی تھا اسی سنہ میں اس نے وفات پائی تھی۔ ایک عورت بوقتِ وفات چھوڑ گیا تھا اس کے مرنے پر یہ عورت قلعہ پر قابض ہوگئی' ساتھ ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ نظامِ حکومت اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتا جب تک کسی شخص سے جو کہ صاحبِ قوت و جنگ ہو' تعلق نہ پیدا کیا جائے لوگوں نے اس سے دبیس کی تعریف کی کہ اس کا بہت بڑا خاندان ہے اور یہ نہایت دلیر اور جنگ آور ہے اس کے رعب و داب سے سارا عراق بید کی طرح تھراتا ہے اس بنا پر اس عورت نے دبیس کی طلبی کا خط لکھا تا کہ اس سے عقد کرے اور قلعہ اور مال و زر پر اسے قابض کر دے۔ دبیس کو یہ خط بصرہ چھوڑنے کے بعد ملا فوراً عراق سے شام کی جانب کوچ کر دیا' ہر چند رہبر اس کے ساتھ تھے دمشق ہو کر گزرا۔

تاج الملوک والیٔ دمشق کو جاسوسوں نے اس کی خبر کر دی' والیٔ دمشق نے اسے گرفتار کر لیا۔ عماد الدین زنگی جو کہ دبیس کا جانی دشمن تھا' نے تاج الملوک کو پیام دیا کہ اگر تم دبیس کو میرے پاس بھیج دو گے تو میں اس کے عوض تمہارے بیٹے اور ان کے امراء کو قید سے رہا کر دوں گا جو میرے یہاں نظر بند ہیں۔ تاج الملوک نے بلاعذر اس حکم کی تعمیل کی۔ دبیس پابہ زنجیر زنگی کے پاس بھیج دیا گیا۔ دبیس کو اپنے قتل کا یقین کامل ہوگیا۔ مگر زنگی نے اس کے ساتھ اس کے خلاف توقع برتاؤ کئے جو اکابر ملوک کے ساتھ کئے جاتے ہیں۔ زنگی نے اسے رہا کر دیا بہت سا مال و اسباب سواریاں' چوپائے اور آلاتِ حرب مرحمت کئے۔ کسی ذریعہ سے مسترشد کو دبیس کی گرفتاری کی اطلاع ہوگئی تھی سدید الدین بن انبار کو تاج الملوک کے پاس دبیس کی طلبی کے لئے بھیجا۔ سدید الدین جزیرہ ابن عمر سے دمشق کی طرف روانہ

ہوا اثنا راہ میں یہ معلوم ہوا کہ والی دمشق نے اسے زنگی کے پاس بھیج دیا ہے اس وجہ سے سدید الدین کا مقصد پورا نہ ہوسکا۔

۵۲۵ھ میں سلطان محمود نے وفات پائی اس کا بیٹا ملک داؤد اس کی جگہ تخت حکومت پر رونق افروز ہوا۔ اس کے چچا مسعود اور سلجوق حکومت و ریاست حاصل کرنے کے لئے اس سے معرکہ آرا ہوئے۔ آخر کار سلطان مسعود کا قدم حکومت و سلطنت پر جم گیا ان دونوں (مسعود و سلجوق) کا بھائی طغرل اپنے چچا سلطان سنجر کے پاس خراسان میں تھا۔

سلطان سنجر

سلطان سنجر خاندان سلجوقیہ کا بہت نامور ممبر تھا۔ ملوک سلجوقیہ اس کے حکم کے آگے گردنیں جھکادیتے تھے۔ اس کو سلطان مسعود کا سلجوق اور طغرل سے لڑنا ناگوار ہوا طغرل کو لئے ہوئے عراق کی طرف کوچ کیا رفتہ رفتہ ہمدان پہنچا۔ عمادالدین زنگی کو طلب کرکے شحنۂ بغداد مقرر کیا اور دبیس بن صدقہ کو چونکہ یہ بھی زنگی کے پاس تھا بطور جاگیر حصہ دیا۔ سلطان مسعود کو اس کی خبر لگی تو اس نے سنجر اور طغرل سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور خلیفہ مسترشد سے میدان جنگ میں شریک ہونے کی درخواست کی۔

خلافت مآب نے بغداد سے خروج کیا مگر یہ سن کر کہ زنگی اور دبیس بغداد کے قریب پہنچ گئے ہیں بغداد کی جانب واپس ہوا۔ عباسیہ میں زنگی سے مڈبھیڑ ہوئی زنگی شکست کھا کر بھاگا اس کے لشکر کا ایک بڑا حصہ کام آگیا۔ خاتمۂ جنگ کے بعد خلیفہ مسترشد بغداد میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوا۔ باقی رہا دبیس وہ حلہ جاکر پناہ گزین ہوا۔ بلادِ حلہ اور اس کے گردونواح کے شہروں پر اقبال خادم خلیفہ کا تصرف جاری تھا۔ خلیفہ مسترشد نے یہ خبر پاکر کہ دبیس بلاد حلہ کی طرف گیا ہے لشکرِ بغداد کو اقبال کی کمک پر بھیجا گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ دبیس شکست کھاکر بھاگا۔ انتہائی دقت اور بے حد بے سروسامانی سے اس کی جان بچی۔ بچ بچا کر واسط پہنچا یہاں پر اس کا بقیۃ السیف لشکر بھی آگیا ابن ابی الخیر والی بطیح نے اسے مالی اور فوجی مدد دی جس سے اس نے سنہ ۵۲۷ھ میں واسط پر قبضہ کرلیا۔ اقبال خادم اور برتقش شحنۂ بغداد نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ دبیس واسطیوں کو مرتب کرکے مقابلہ پر آیا۔ سخت اور خونریز جنگ کے بعد دبیس کو شکست ہوئی میدان اقبال کے لشکر کے ہاتھ رہا شکست کے بعد دبیس نے سلطان مسعود کے پاس جاکر دم لیا اور وہیں قیام پذیر ہوا۔

طغرل کی وفات

اس زمانہ میں دبیس برابر سلطان مسعود کی خدمت میں حاضر رہا یہاں تک کہ اس کے اور خلیفہ مسترشد کے درمیان ناچاقی ہوئی اور اس کا بھائی طغرل وفات پاگیا۔ جیسا کہ ان کے حالات میں مذکور ہے' سلطان مسعود اپنے بھائی طغرل کے مرنے کے بعد ہمدان گیا اور اس پر قابض ہوگیا۔ یہاں ایک جماعت نے جو اس کے نامور امراء اور بااثر اراکین حکومت میں سے تھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس میں دبیس بن صدقہ بھی تھا اور خلافت مآب کی خدمت میں حاضر ہو کر امن کے خواہاں ہوئے۔ خلافت مآب نے دبیس کی بد عہدی کی وجہ سے ان لوگوں کی معذرت قبول نہ کی۔

اعرج کا معرکہ

ان لوگوں نے خوزستان کا راستہ روک لیا اور برسق بن برسق سے سازش کرلی۔ اس کے بعد خلافت مآب کو اپنی رائے کی غلطی محسوس ہوئی اور ان امراء کو جو دبیس کے ہمراہ اور ہمسفر تھے امان نامہ لکھ بھیجا جس وقت خلافت مآب نے دبیس کی وجہ سے امراء کو امان دیئے بغیر واپس کیا تھا ان لوگوں نے بالاتفاق دبیس کو گرفتار کرلینے اور خلافت مآب کی خدمت انجام دینے کی رائے قائم کرلی تھی۔ دبیس کو کسی ذریعہ سے اس کا احساس ہوگیا بھاگ کر سلطان محمود کی خدمت میں آگیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خلیفہ مسترشد نے سلطان مسعود سے جنگ کے لئے بغداد سے ماہ رجب سنہ ۵۲۹ھ میں کوچ فرمایا تھا اکثر گورنروں نے بغرض اظہار اطاعت و فرمانبرداری سفارش بھیجی۔ داؤد بن سلطان محمود نے آذر بائیجان سے پیام بھیجا کہ "اگر خلافت مآب دینور کی طرف سے قصد فرمائیں تو یہ خانہ زاد بھی موکب ہمایوں کی رکاب میں ہو

کر شریک جنگ ہونے کی عزت حاصل کرے۔" خلیفہ مسترشد نے اس کا انکار میں جواب دیا اور جنگ کے خیال سے کوچ و قیام کرتا ہوا مقام اعرج تک پہنچ گیا۔ اسی مقام پر حریف سے مڈبھیڑ ہوئی۔

خلیفہ مسترشد کی گرفتاری و قتل

اتفاق سے شاہی افواج میدان سے بھاگ کھڑی ہوئیں' خلیفہ مسترشد کو گرفتار کر لیا گیا'وزیر السلطنت شرف الدین علی بن طراد قاضی القضاۃ ابن انباری اور سرداران و اراکین حکومت کی ایک جماعت قید کر لی گئی۔ لشکر گاہ میں جو کچھ مال واسباب تھا لوٹ لیا گیا' سلطان نے بغداد کی جانب کوچ کیا اور روانگی سے قبل امیر بکایا کو شحنۂ بغداد مقرر کر کے روانہ کیا۔ خلافت مآب کی اس شکست سے بغداد میں واویلا اور مصیبتاہ کا شور برپا ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان مسعود نے خلیفہ مسترشد کو ایک خیمہ میں بند کر دیا اور چند آدمیوں کو اس کی حفاظت و نگرانی پر متعین کیا'مصالحت کا پیام بھیجا اور یہ شرائط پیش کیں(۱) کچھ مالیہ سالانہ ادا کیا کرے(۲) آئندہ فوجیں فراہم نہ کرے(۳) جنگ کے ارادہ سے اپنے دار الخلافہ سے باہر قدم نہ نکالے۔ خلیفہ مسترشد نے ان شرائط کو منظور کر لیا اور صلح کر لی۔

اسی اثناء میں سلطان سنجر کا ایلچی آ پہنچا'سلطان مسعود اس سے ملنے کے لئے سوار ہوا'خلافت مآب کے محافظین خیمہ میں متفرق ہو گئے'باطنیہ کا ایک گروہ آخر ماہ ذی القعدہ سنہ ۵۲۹ھ میں خلافت مآب کے خیمہ میں گھس گیا اور خلافت مآب اور اس کے ہمراہیوں کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

دبیس کا خاتمہ اور صدقہ بن دبیس کی اطاعت

خلیفہ مسترشد کے قتل کے بعد سلطان مسعود کو یہ خبر پہنچائی گئی کہ دبیس بن صدقہ کی سازش سے گروہ باطنیہ نے خلیفہ مسترشد کو قتل کر دیا ہے'سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا'فوراً دبیس کے قتل کا حکم دیا'ایک غلام دبیس کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ دبیس جس وقت خیمہ سے سرنیچا کئے ہوئے برآمد ہوا غلام نے تلوار کے ایک وار سے اس کا سر اڑا دیا'دبیس کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کس نے مارا۔

اس واقعہ کی خبر دبیس کے بیٹے صدقہ تک پہنچی'یہ اس وقت حلہ میں تھا'اس کے باپ کی فوجیں اور غلام اس کے پاس آ کر جمع ہوئے۔ امیر قتلغ تکین امن حاصل کر کے اس کے پاس چلا آیا'سلطان مسعود کو اطلاع ہوئی تو اس نے شحنۂ بک آبہ کو صدقہ کی روک تھام پر مقرر کیا۔ فوراً حلہ کو صدقہ کے قبضہ سے نکالنے کی ہدایت اور تاکید کی'بعد میں سلطان محمود نے اس کا قصور معاف کر دیا اور باہم صفائی ہو گئی۔ صدقہ نے وہیں قیام اختیار کیا۔

خلیفہ راشد کی معزولی

خلیفہ مسترشد کے قتل کے بعد سلطان مسعود کے اشارے سے اس کا بیٹا راشد تخت خلافت پر متمکن ہوا'کچھ عرصہ بعد سلطان مسعود اور خلیفہ راشد میں مخالفت پیدا ہو گئی'اس کشیدگی اور مخالفت کا باعث عماد الدین زنگی والی موصل تھا'اس نے اسے اس فتنہ پر آمادہ کیا۔ خلافت و امارت کی بیعت کر لی تھی۔ راشد نے موصل چھوڑ دیا'جو امراء و اراکین داؤد کی رکاب میں تھے وہ اس کی رفاقت ترک کر کے سلطان مسعود کی خدمت میں چلے آئے۔ سلطان مسعود ان لوگوں کے اس فعل سے راضی ہو گیا'سامان سفر درست کر کے ہمدان کی جانب کوچ کیا اور اپنی افواج کو ان شہروں کی جانب واپسی کا حکم دیا اور خود صدقہ بن دبیس کے پاس چلا گیا اور اس سے اپنی بیٹی کا عقد کر دیا'خلیفہ راشد موصل سے نکل کر حکومت و امارت حاصل کرنے کی غرض سے آذربائیجان پہنچا'والی فارس جو خوزستان اور دیگر امراء کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی'مالی اور فوجی مدد دینے کا اقرار کیا۔

صدقہ بن دبیس کا خاتمہ

سلطان مسعود کو اس کی خبر لگی تو فوجیں مرتب کر کے ان کے سر پر پہنچ گیا'گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ سلطان مسعود نے ان لوگوں کو شکست دی۔ دوران جنگ میں امیر منکبرس نے والی فارس کو گرفتار کر لیا اور جنگ کے اختتام پر اسے قتل کر ڈالا۔ والی خوزستان اور

عبدالرحمان طغا برک والی خلخال نے سلطان مسعود کی فوج پر لوٹ کر دوبارہ حملہ کیا۔اس وقت سلطان مسعود کے ہمراہ تھوڑی سی فوج باقی رہ گئی تھی۔سلطان مسعود کو ان لوگوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔امراء کا ایک گروہ جو اس کے ساتھ تھا گرفتار کرلیا گیا' ان میں صدقہ بن دبیس اور عنبری ابی العسکر تھا۔ان لوگوں کو بھی فتح مند گروہ نے قتل کر ڈالا۔اس کے بعد داؤد نے ہمدان کی جانب قدم بڑھایا اور اس پر قابض ہوگیا۔

سلطان مسعود نے شکست کے بعد اپنی حالت پھر درست کرلی اور جس قدر اس مہم میں نقصان پہنچا تھا'اس کی تلافی ہوگئی۔ حلہ پر محمد بن دبیس کو مامور کیا۔ ملہل بن ابی العسکر برادر نمیر کو معین و مددگار کے طور پر اس کے ساتھ بھیجا۔اس طرح محمد کے قدم حلہ کی حکومت پر مستقل طور پر جم گئے۔باقی رہے وہ واقعات جو راشد اور سلجوقیہ کے درمیان ہوئے ہم انھیں آئندہ ان کے حالات کے ضمن میں تحریر کریں گے۔

علی بن دبیس

سنہ ۵۴۱ھ میں بوزابہ والیٔ فارس و خوزستان نے سلطان مسعود کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور سلطان محمد بن سلطان محمود کے ہاتھ پر بیعت حکومت کی۔ عباس والیٔ رے بھی ان لوگوں سے مل گیا۔ ان لوگوں نے بہت سے شہروں پر قبضہ کرلیا۔ سلطان مسعود ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے دارالخلافت بغداد سے روانہ ہوا اور بغداد میں اپنی جگہ امیر ملہل ابن ابی العسکر اور نظیر خادم کو چھوڑ گیا۔جس وقت سلطان مسعود نے بغداد سے کوچ کرنے کا قصد کیا تھا اس وقت مہلل نے بعض مصلحتوں کے باعث علی بن دبیس کو قلعہ تکریت میں بند کردینے کی رائے دی' اتفاق یہ کہ اس کی خبر علی بن دبیس تک پہنچ گئی'چند آدمیوں کے ساتھ بھاگ کر بنو ارسد میں پہنچا اور انھیں جمع کرکے حلہ کی طرف آیا۔

محمد فوجیں آراستہ کرکے مقابلہ پر آیا۔لڑائی ہوئی'آخر کار علی نے محمد کو شکست دے کر حلہ پر قبضہ کرلیا۔سلطان مسعود کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی مگر اس وجہ سے کہ اس کے اور اس کے باپ کے ہوا خواہ خانہ زاد اور خاندان والے اور فوجیں اس کے پاس ہی رہ گئی تھیں'اس کی قوت بڑھ گئی۔ مہلل اس لشکر کے ساتھ بغداد میں مقیم تھا'علی کی روک تھام کے لئے حلہ کی طرف روانہ ہوا'صف آرائی کی' سخت اور خونریز جنگ کے بعد مہلل کو شکست ہوئی۔ شکست کھا کر بغداد کی طرف بھاگا'شحنۂ بغداد اور ان لوگوں کو جو بغداد میں اس کے ساتھ تھے'اس سے خطرہ پیدا ہوا'خلیفہ نے شہر پناہ کی فصیلوں پر پہرہ مقرر کردیا اور علی کو کہلا بھیجا کہ تم اپنے ارادوں میں مستقل اور مضبوط رہو'خلافت مآب کو تمہاری فتح یابی سے بے حد مسرت ہوئی۔ علی نے اطاعت و فرمانبرداری کے اظہار کی غرض سے بارگاہِ خلافت میں عریضہ روانہ کیا۔ لڑائی ختم ہوئی'امن و امان قائم ہوگیا۔

علی بن دبیس کی معزولی

چونکہ علی بن دبیس رعایا کے ساتھ حد درجہ ظالمانہ برتاؤ کیا کرتا تھا اس وجہ سے رعایا نے سنہ ۵۴۳ھ میں سلطان مسعود سے اس کی شکایت کی۔ سلطان مسعود نے ان کی شکایت پر علی بن دبیس کو معزول کرکے سالار کرد کو حلہ بطور جاگیر مرحمت فرمایا چنانچہ سالار کرد نے ہمدان سے حلہ کی جانب کوچ کیا اور بغداد سے فوجیں فراہم کرکے حلہ کی طرف بڑھا۔ علی بن دبیس حلہ چھوڑ کر تقشکنجر کے پاس چلا گیا اور سالار کرد نے اپنے ہمراہیوں اور خدام کے ساتھ حلہ میں قیام کیا' بغدادی لشکر واپس ہوگیا۔ تقشکنجر اس وقت اپنی جاگیر کے مقام طلف میں تھا۔ علی نے اس سے اپنا سارا ماجرا بیان کیا اور امداد کی درخواست کی۔ تقشکنجر اس کی مدد پر کمربستہ ہوکر اس کے ہمراہ واسط کی طرف روانہ ہوا'طرنطانی والی واسط بھی اس کے ساتھ ہولیا۔ ان لوگوں نے حلہ کو سالار کرد سے چھین کر علی بن دبیس کے حوالہ کردیا۔ علی اس پر دوبارہ قابض ہوگیا اور سالار کرد آخر سنہ ۵۴۳ھ میں بغداد کی جانب واپس ہوا۔

سنہ ۵۴۴ھ میں سلطان مسعود کے خلاف چند امراء نے مخالفت و بغاوت کا علم بلند کیا'ان میں تقشکنجر، طرنطائی اور علی بن

دبیس بھی تھے۔ان لوگوں نے متفق ہو کر ملک شاہ بن سلطان مسعود کی سلطنت و حکومت کی بیعت کرلی اور اس کی رکاب میں عراق کی طرف روانہ ہوئے۔خلیفہ مقتفی کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی۔خلافت مآب نے انکار میں جواب دیا اور فوجیں فراہم کرکے بغداد کی قلعہ بندی کرلی اور سلطان مسعود کے پاس اطلاعی فرمان بھیجا۔ چونکہ سلطان مسعود اپنے چچا سنجر کی ملاقات کے لئے رے گیا ہوا تھا اس طرف متوجہ نہ ہوسکا۔تقشکنجر کو کسی ذریعہ سے اس کی خبر لگ گئی آپس میں جھگڑے ہونے لگے۔ تقشکنجز نے نہوان کو لوٹ لیا اور علی بن دبیس کو گرفتار کرلیا۔ باقی رہا طرنطائی ▪ بھاگ کر نعمانیہ پہنچا۔ اتنے میں سلطان مسعود وارد بغداد ہوا۔ تقشکنجر نے نہروان سے کوچ کردیا اور علی بن دبیس کو چھوڑدیا۔ علی بن دبیس سلطان مسعود کی خدمت میں بغداد میں حاضر ہوا۔ قصور معاف کرنے کی درخواست کی۔ سلطان مسعود نے اس کی خطا معاف کردی۔

امارت بنی مزید کا خاتمہ

ان واقعات کے بعد علی بن دبیس والیٔ حلہ بیمار ہوگیا۔ اس کے طبیب خاص محمد بن صالح نے ہرچند علاج کیا مگر صحت یاب نہ ہوسکا، علالت کے تھوڑے ہی دن بعد انتقال کرگیا۔ اس کے بعد سلطان مسعود آخری تاجدار سلجوقیہ نے سفر آخرت اختیار کیا۔اس کے بھتیجے ملک شاہ بن محمود کے ہاتھ پر ارا کینِ دولت نے سلطان مسعود کے ولی عہد ہونے کی وجہ سے حکومت و سلطنت کی بیعت کی۔ خلیفہ مکتفی نے سلطان مسعود کے مرتے ہی سلجوقیہ پر غلبہ حاصل کرلیا۔

خلیفہ مسعود بلاک

سلطان ملک شاہ نے تخت حکومت پر متمکن ہوکر سالار کرد کو حلہ روانہ کیا۔اس نے حلہ پہنچ کر قبضہ کرلیا۔ مسعود بلاک شحنۂ بغداد بھی اس کے پاس چلا گیا۔ سلطان مسعود کی وفات کے وقت بغداد سے بھاگ گیا تھا اور اس سے اتفاق و ہمدردی کا اظہار کیا تھا۔کچھ عرصہ بعد موقع پاکر مسعود بلاک نے سالار کرد کو گرفتار کرکے دریا میں ڈبودیا اور خود حلہ کی حکومت پر قابض ہوگیا۔ خلیفہ مکتفی نے یہ خبر پاکر اپنے دارالسلطنت عون الدین بن ہبیرا کی ماتحتی میں فوجیں روانہ کیں۔ مسعود بلاک بھی اپنا لشکر لے کر مقابلہ پر آیا مگر شکست کھا کر حلہ کی طرف لوٹا۔اہل حلہ نے اسے حلہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ تب بلاک نے تکریت کا راستہ لیا اور وزیر السلطنت عون نے حلہ پر قبضہ کرلیا۔ اور کوفہ اور واسط کو سر کرنے کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ چنانچہ کوفہ اور واسط بھی سر ہوگیا۔اس کے بعد سلطان ملک شاہ کا لشکر کوفہ پر آ اترا۔خلیفہ مکتفی کی فوجوں نے کوفہ چھوڑ کر واسط کا راستہ لیا اور جب شاہی لشکر واسط کی طرف بڑھا تو خلیفہ کی فوج نے واسط کو چھوڑ کر حلہ کی طرف قدم بڑھایا غرض یکے بعد دیگرے شہروں کو خلیفہ کی فوج چھوڑتی گئی اور شاہی لشکر قابض ہوتا گیا۔ ذی قعدہ سنہ ۵۴۷ ھ میں خلیفہ کی فوج بغداد کی جانب واپس ہوئی۔

امراء و اراکین سلجوقیہ نے ملک شاہ کو سنہ ۵۴۸ ھ میں گرفتار کرلیا اور اس کے بھائی محمد کو تخت پر متمکن کیا۔خلیفہ مکتفی سے اس کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی۔ خلیفہ مکتفی نے منظور نہ فرمایا۔ اس بناء پر محمد بن محمود نے سنہ ۵۵۱ ھ میں عراق کی جانب کوچ کیا۔ بغداد میں ہلچل پڑگئی۔ خلیفہ مکتفی نے نہایت حزم و احتیاط سے مقابلہ کی تیاری کی اور واسط کی فوجیں بھی آگئیں۔ سلطان محمد نے مہلل بن ابی العسکر کو حلہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ اس نے حلہ پر قبضہ کرلیا اور سلطان محمد نے سنہ ۵۵۱ ھ میں بغداد پہنچ کر محاصرہ کرلیا مگر کسی قسم کی کامیابی نہ ہوئی مجبوراً واپس ہوا۔

خلیفہ مکتفی کی وفات

سنہ ۵۵۵ ھ میں خلیفہ مکتفی نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کا بیٹا مستنجد تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ یہ بھی اپنے باپ کی طرح امور سلطنت کے نظم و نسق سے واقف تھا۔ اس نے بغداد میں سلجوقیہ کا خطبہ بند کردیا۔

خلیفہ مستنجد اور بنو اسد

چونکہ بنو اسد نے محاصرہ بغداد میں بہلل بن ابی العسکر کا ساتھ دیا تھا اس وجہ سے مستنجد کو بنو اسد سے ناراضگی اور کشیدگی تھی۔ تختِ خلافت پر متمکن ہو کر برون بن قماج کو بنو اسد کے زیر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ بنو اسد اس وقت پہاڑوں اور دروں میں منتشر تھے، ان تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچتا تھا برون نے ہر چند کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا تب خلیفہ مستنجد نے ابن معروف سردار منتفق کو بصرہ سے بنو اسد پر حملہ کرنے کے لئے لکھا چنانچہ ابن معروف نے بہت بڑی فوج فراہم کرکے بنو اسد پر چڑھائی کردی اور پہنچتے ہی ایسی خوبی سے ان کا محاصرہ کیا کہ وہ پانی تک کو محتاج ہوگئے۔ خلیفہ مستنجد نے برون کو عتاب آموز فرمان روانہ کیا اور اس پر اس وجہ سے کہ اس نے بنو اسد کو زیر کرنے میں تاخیر کی تھی، شیعیت اور بنو اسد کی موافقت کا الزام لگایا۔

برون اور ابن معروف نے متفقہ کوشش سے بنو اسد کی لڑائی میں کام لیا اور ان کے پانی لانے کے راستے بند کردیئے اور نہایت بے رحمی سے اسے پامال کرنے کو بڑھے' چار ہزار بنو اسد مارے گئے باقی ماندہ کے لئے حلہ سے نکل جانے کی منادی کرادی۔ چنانچہ لوگ حلہ سے جلا وطن ہو کر اطراف بلاد میں پھیل گئے اور ان میں سے ایک متنفس بھی عراق میں نہ رہا۔ ان کے پہاڑی درے اور ان کے مقبوضات پر ابن معروف اور منتفق قابض ہوگئے۔ بنو مزید کی دولت و حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

باب ۲

امارت مصر

فتحِ مصر

ہم اوپر فتوحاتِ اسلامیہ کے تذکرہ میں عمرو بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مصر فتح ہونے کا واقعہ سنہ ۲۰ھ زمانہ خلافتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ میں جو کہ انہی کے حکم سے وقوع میں آیا تھا بیان کر آئے ہیں فتح و کامیابی کے بعد موصوف الصدر نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس شہر کی گورنری عطا کی۔ چنانچہ رفتہ رفتہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا سیلاب مصر کے علاوہ ممالک مغرب میں طرابلس اور ودان و غذامس تک پہنچ گیا تھا جیسا کہ یہ واقعات اپنے مقام پر بیان کئے جاچکے ہیں۔

پورے عہدِ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں اس صوبہ کی عنانِ حکومت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے صعید کی حکومت پر عبداللہ بن ابی سرح کو مقرر فرمایا اور مصر کو اس سے علیحدہ کرکے ایک جدا صوبہ قرار دیا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ ناگوار گزرا گورنریٔ مصر سے مستعفی ہوگئے۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صوبہ مصر کو گورنری صعید سے ملحق کرکے اس صوبہ کی عنانِ حکومت بھی عبداللہ بن ابی سرح کو دے دی۔ اس کے عہدِ حکومت میں غزوہ صواری ہوا۔ رومیوں نے قسطنطنیہ سے ایک ہزار کشتیوں کا بیڑا مصر کی طرف روانہ کردیا۔ یہ بیڑا ساحل سکندریہ پر لنگر انداز ہوا۔ اطراف و جوانب کے دیہات والوں نے بد عہدی کی اور بغاوت پر کمر باندھی۔ اہلِ اسکندریہ نے دربارِ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے درخوست کی کہ ہماری امداد و کمک پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مامور کئے جائیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مدینہ واپسی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کو اہلِ اسکندریہ کی کمک پر روانہ کیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عرب کے جنگ آوروں کے ساتھ رومیوں پر حملہ کیا۔ مقوقس بھی قبطی فوج کی معیت میں رومیوں کے ساتھ تھا۔ رومیوں نے ان دیہات والوں سے مل کر جنھوں نے اظہارِ بغاوت کیا تھا، کشتیوں سے اتر کر میدان جنگ کا راستہ لیا، گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اللہ جل شانہ نے لشکرِ اسلام کو فتح نصیب کی رومی فوجیں شکست کھا کر اسکندریہ کی جانب بھاگیں۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص نے ان لوگوں کو جی کھول کر پامال کیا اور قرب و جوار کے دیہات والوں کا جو کچھ مال و اسباب مسلمانوں نے لوٹ لیا تھا ان کے عذر معذرت کرنے پر واپس کرکے مدینہ منورہ کی جانب واپس ہوئے اور عبداللہ بن ابی سرح اس کی گورنری پر بدستور قائم رہے۔ انھوں نے افریقہ پر جہاد کیا اور بزور تیغ اسے فتح کرلیا۔ اس کے بعد نوبہ پر جہاد کے ارادے سے فوج کشی کی اور ان پر جزیہ مقرر کیا جو زمانۂ دراز تک باقی رہا۔ یہ واقعات سنہ ۳۱ھ کے ہیں۔ ان واقعات کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ بن خدیج کو مامور کیا گیا، انھوں نے بھی بہت سے شہر ملک افریقہ کے سر کئے اور ملک افریقہ کو خوب پامال اور تاخت و تاراج کیا یہاں تک کہ فتح افریقہ کی ان کے ہاتھ سے تکمیل ہوئی۔

عبداللہ بن ابی سرح کی معزولی

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دورِ خلافت میں جب فتنہ برپا ہوچکا تھا اور کثرت سے لوگ آپ پر طعن کرنے لگے تھے، معاویہ رضی اللہ عنہ بن خدیج مصری لشکر کے ایک گروہ کے ساتھ بطور وفد دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ مصری لشکر کو عبداللہ بن ابی سرح اور اس کے عمال سے شکایت پیدا ہوگئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی رضامندی کے خیال سے عبداللہ بن ابی سرح کو گورنریٔ مصر سے معزول کیا

اسنے میں اس خط کا قصہ پیش آگیا جو کہ مروان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور لشکریانِ مصر نے حضرت عثمان ؓ کا ان کے گھر میں محاصرہ کرلیا۔ عبداللہ بن ابی سرح نے یہ خبر پا کر مصر سے حضرت عثمان ؓ کی مدد کے لئے کوچ کیا۔ جونہی عبداللہ نے مصر سے کوچ کیا محمد بن ابی حذیفہ بن شعبہ بن ربیعہ نے مصر پر قبضہ کرلیا۔ عبداللہ یہ سن کر راستے سے واپس ہوگئے۔ محمد نے مصر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ تب عبداللہ نے عسقلان کا راستہ لیا اور وہاں پہنچ کر پڑاؤ کیا یہاں تک کہ عثمان ؓ بلوایانِ مصر کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ اس وقت عبداللہ نے عسقلان سے رحلہ جاکر قیام کیا اور فتنہ و فساد کے خوف سے مدتوں یہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ راہیِ ملکِ عدم ہوئے نہ علی ؓ بن ابی طالب کی بیعت کی نہ معاویہؓ کی اس کے بعد عمروؓ بن العاص نے محمد بن ابی حذیفہ کو قتل کر ڈالا اس واقعہ قتل کی کیفیت اور روایتیں مختلف ہیں۔

اس کے بعد حضرت علی ؓ نے مصر کی حکومت پر قیس بن سعد بن عبادہ کو متعین فرمایا یہ حضرت علی ؓ کے پکے دوست اور ان کے دشمنوں کے جانی دشمن تھے۔ معاویہ ؓ نے ان کو ملانے کی کوشش کی۔ انہوں نے نہایت برے طور سے اس سے انکار کردیا مگر معاویہ ؓ نے اس کے برعکس ان کی حمایت کو مشہور کردیا۔ اس بنا پر حضرت علی ؓ نے حکومت مصر سے قیس کو معزول کرکے اشتر نخعی کو مامور فرمایا۔ اشتر نخعی کا نام مالک تھا۔ حرث بن یغوث بن سلمۃ بن ربیعہ بن حرث بن خزیمہ بن سعد بن مالک بن النخع کے بیٹے تھے۔

محمد بن ابی بکر کا تقرر

اشتر نخعی نے مصر کا سفر کیا، قریب مصر قلزم میں پہنچ کر سنہ ۳۷ھ میں فوت ہوگئے تب حضرت علی ؓ نے اشتر کی جگہ محمد بن ابی بکر کو متعین کیا یہ ان کے گود کے پالے ہوئے تھے۔ ان واقعات کے بعد معاویہ ؓ نے عمروؓ بن العاص سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ اس وقت فلسطین میں تھے اور شہادت حضرت عثمان ؓ کے بعد انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی چند روز کے نامہ و پیام کے بعد معاویہ ؓ نے عمروؓ بن العاص کو اپنا ہم خیال بنالیا چنانچہ حضرت علی ؓ سے جنگ کرنے کے لئے معاویہ ؓ کے ساتھ ہوگئے۔ معاویہ ؓ نے انہیں مصر کی گورنری عنایت کی صفین اور محاکمہ کے واقعہ کے بعد عمرو ؓ بن العاص نے مصر کی طرف کوچ کیا اور معاویہؓ دعوے دار خلافت ہوگئے۔

عمرو ؓ بن العاص کی گورنری

محمد بن ابی بکر والی مصر کے نظامِ حکومت میں خلل آگیا۔ معاویہؓ بن خدیج سکونی نے عثمانیہ جماعت کے ساتھ اطراف مصر میں محمد بن ابی بکر کے خلاف خروج کیا۔ عمرو ؓ بن العاص نے ہوا خواہان عثمان ؓ کو اس واقعہ سے مطلع کرکے علمِ خلافت کی مخالفت پر ابھار دیا۔ سوار فوجوں کو مصر کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اس مہم کے مقدمتہ الجیش پر معاویہؓ بن خدیج تھے دونوں حریفوں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ محمد بن ابی بکر کی فوج میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی اور ان کے ہمراہی ان سے جدا ہوگئے دوران جنگ میں مارے گئے جیسا کہ ان کے حالات میں واقعہ مشہور ہے۔

گورنروں کی تقرری و معزولی

عمرو بن العاصؓ نے فتح مندی کے ساتھ فسطاط میں قدم رکھا اور سنہ ۴۳ھ تک مصر پر حکمرانی کرکے سفر آخرت اختیار کیا ان کی جگہ ان کا بیٹا حکمران ہوا۔ معاویہ ؓ نے چند روز بعد انہیں معزول (اس معزولی کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عبداللہ ؓ امیر معاویہ کے حامی نہ تھے اور اس جنگ و فساد سے گریز کرتے تھے اور حضرت حسن ؓ کی دستبرداری کے وقت تک کسی کی بیعت نہیں کی۔ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور تین راتوں میں قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ یہ اپنے والد سے قبل اسلام لائے۔) کرکے اپنے بھائی عتبہ بن ابی سفیان کو متعین کیا۔ سنہ ۴۴ھ میں اس نے وفات پائی۔ اس کی جگہ عقبہ بن عامر جہنی مامور ہوا۔ پھر سنہ ۵۰ھ میں ان سے افریقہ کی

حکومت لے لی گئی اور عقبہ بن نافع مامور کیا گیا۔ پھر مصر اور افریقہ کی حکومت مسلمہ بن مخلد انصاریؓ (مسلمہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پولیس افسر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہی کے ذریعہ گورنروں کو غلطی کے باعث طلب فرماتے تھے: یہ بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے وقت فتنہ و فساد سے الگ رہے۔) کے ہاتھ میں دی گئی۔ مسلمہ نے اپنے غلام ابوالمہاجر کو متعین کیا۔ اس نے نہایت برے طریقہ سے عقبہ کو حکومت افریقہ سے سبکدوش کیا جیسا کہ مشہور ہے۔ ان واقعات کے اختتام پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ تب یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ نظام حکومت میں اضطراب پیدا ہوا۔ اس کے بعد مکہ معظمہ میں عبداللہ (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے پھوپھی زاد بھائی زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں' ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے یہی لڑکے پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ اسماء ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ صحابہ میں ان کی شجاعت اور عبادت مشہور تھی۔) بن زبیر رضی اللہ عنہ کی امارت و خلافت کی بیعت لی گئی۔ تمام ممالک اسلامیہ میں ان کی حکومت و خلافت کی دعوت منتشر ہوگئی۔ انہوں نے مصر کی حکومت پر عبدالرحمان بن مجدم قرشی کو مقرر کیا۔ یہ عبدالرحمان عقبہ بن لیاس بن حرث بن عبد بن اسد بن جدم کا بیٹا ہے اس کے بعد مروان کی حکومت و امارت کی بیعت لی گئی۔ عبدالرحمان بن زبیر رضی اللہ عنہ کے امور حکومت میں خلل پیدا ہوگیا۔ مروان نے مصر کی جانب قدم بڑھایا۔ عبدالرحمان بن جدم (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے گورنر) کو مصر سے نکال کر عمرو بن سعید الاشرف کو حکومت مصر پر متعین کیا پھر مروان نے اسے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لئے شام کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور اس کی جگہ مصر پر اپنے بیٹے عبدالعزیز (عمر بن عبدالعزیز اسی کے لڑکے ہیں) بن مروان کو مامور کیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ مرگیا' اسی زمانے میں مروان کا بھی انتقال ہوگیا تھا۔ اس کی جگہ عبداللہ بن عبدالملک مامور ہوا۔ سنہ ۵۹ھ میں ولید نے اسے معزول کیا اس کی جگہ مرۃ بن شریک بن مرشد بن حرث بن عیلی متعین ہو۔ سنہ [illegible] میں اس نے بھی وفات پائی۔ ولید نے اس کی جگہ عبدالملک بن رفاعہ کو سنہ ۹۹ھ میں متعین کیا ولید نے اسے موت کے وقت حکومت عطا کی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے اسامہ بن زید تنوخی مامور کیا گیا تھا۔ الغرض عمر بن عبدالعزیز نے عبدالملک بن رفاعہ کو سنہ ۹۹ھ میں معزول کرکے ایوب بن حنبل بن اکرم بن ابرہ بن صباح اصبحی کو سند حکومت مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد یزید بن عبدالملک نے اسے معزول کردیا اور اس کی جگہ بشر بن صفوان مامور ہوا۔ پھر ہشام بن عبدالملک نے اسے معزول کیا اور..... (اصلی کتاب میں خالی جگہ ہے) ابن رفاعہ کو اس کی جگہ حکومتِ مصر کی سند دی۔ اس تقرری کے پندرہ روز بعد یہ مرگیا اور وفات کے وقت اپنے بھائی ولید بن رفاعہ کو اپنا جانشین بناگیا۔ ہشام نے اس تقرری کو قائم رکھا۔ سات ماہ تک اس نے حکمرانی کی پھر یہ معزول کیا گیا اور حنظلہ بن صفوان ماہ محرم سنہ ۱۲۴ھ میں ہشام کی منظوری سے مصر کا گورنر ہوا۔ جب مروان بن محمد حکمران ہوا تو حنظلہ نے حکومتِ مصر سے استعفیٰ دے دیا۔ تب اس کی جگہ حسان بن عتاہیہ کو اپنے نائب کے طور پر حکومت مصر پر مامور کیا۔

جب حسان واردِ مصر ہوا تو اس نے حکومت مصر سے ہاتھ اٹھالیا۔ اس کی جگہ حفص بن ولید اس کی حکومت کے سولہویں دن مصر کی گورنری پر بھیجا گیا دو ماہ تک حفص مصر کی گورنری پر رہا اسکے بعد مروان نے حوثرہ بن سہیل بن عجلان باہلی کو ماہ محرم سنہ ۱۲۸ھ میں متعین کیا۔ رجب سنہ ۱۳۱ھ میں حوثرہ کو حکومت سے واپس کرکے مغیرہ بن عبداللہ بن مسعود فزاری کو سندِ حکومتِ مصر عنایت کی۔ ماہ جمادی الآخر سنہ ۱۳۲ھ میں اس نے وفات پائی۔ وفات کے وقت اس نے اپنے بیٹے ولید کو مقرر کیا۔ اسی سنہ میں مروان نے منبروں کے بنائے جانے کا حکم صادر کیا۔ اس وقت دستور تھا کہ خطیب عصا ٹیک کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد مروان بن محمد واردِ مصر ہوا اور باقی عمر اس نے یہیں گزار دی۔

عہدِ عباسی میں مصر کے گورنر

مروان بن محمد کے بعد دولتِ عباسیہ کا دور حکومت شروع ہوا۔ سفاح نے اپنے چچا صالح بن علی کو سنہ ۱۳۷ھ میں مصر کی حکومت عطا کی/ایک مدت تک یہ صوبہ اسی کی گورنری میں رہا/اپنی جانب سے لوگوں کو مامور کرتا تھا۔ سب سے پہلے محسن بن قانی کندی کو اپنا نائب بنایا۔ آٹھ مہینے اس نے نیابت کی پھر ابو عون عبدالملک بن یزید (مناۃ کاموئی) آٹھ ماہ حکمران رہا۔ محرم سنہ ۱۴۸ھ میں داؤد بن یزید بن حاتم بن

تیسمہ والی بنایا گیا اور اپنی حکومت کے ایک برس بعد محرم سنہ ۱۷۵ھ میں معزول کیا گیا۔ تب موسیٰ بن عیسیٰ گورنری مصر پر بھیجا گیا اور ربیع الاول سنہ ۱۷۶ھ میں واپس بلا لیا گیا اور اس کے چچا زاد بھائی ابراہیم بن صالح کو حکومتِ مصر عطا ہوئی۔ اپنی حکومت کے تیسرے مہینے مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا صالح حکمران ہوا۔

رشید نے ماہ رمضان سنہ ۱۷۶ھ میں عبداللہ بن مسیب بن زہیر ضبی کو مامور کیا۔ ایک برس بعد اسے معزول کرکے ہرثمہ بن اعین کو مصر کی حکومت عنایت کی۔ اس کی حکومت کے تیسرے مہینے آخر سنہ ۱۷۸ھ میں اسے افریقہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اس نے اپنے بھائی عبداللہ بن مسیب کو مصر میں اپنا نائب مقرر کیا۔ اس کے بعد ماہ رمضان سنہ ۱۷۹ھ میں موسیٰ بن عیسیٰ دوبارہ حکومتِ مصر پر بھیجا گیا۔ اس نے اپنے بیٹے کو اپنی نیابت پر متعین کیا۔

پھر سنہ ۱۸۰ھ میں موسیٰ اپنی حکومت کے دسویں مہینے حکومت مصر سے واپس بلا لیا گیا اور عبیداللہ بن مہدی کو بھیجا گیا۔ پھر رمضان سنہ ۱۸۱ھ میں واپس بلا لیا گیا۔ اور اسماعیل بن صالح بن علی جو کہ خلافت مآب کے چچاؤں میں سے تھا متعین ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے ایک شخص کو نائب بنا کر بھیج دیا۔ پھر نصف سنہ ۱۸۲ھ میں یہ حکومتِ مصر سے سبکدوش کیا گیا اور اس کی حکومت کے دسویں مہینے پھر حکومت مصر واپس بھیجا گیا۔ پھر مسیب بن فضل جو کہ اسبورد والوں میں سے تھا والیٔ مصر ہوا۔ ساڑھے چار برس حکومت کے بعد معزول کیا گیا۔ اس کے بعد رشید نے اپنے قرابت مندوں میں سے احمد بن اسماعیل بن علی کو سنہ ۱۸۷ھ کے نصف میں مصر کی حکومت عنایت کی۔ دو برس دو ماہ تک حکمران رہا۔ اس کے بعد عبداللہ بن محمد بن امام ابراہیم بن محمد معروف بہ ابن زینب کو حکومتِ مصر عطا ہوئی اور آخر ماہ شعبان سنہ ۱۹۰ھ میں اپنی گورنری کے ایک برس دو ماہ بعد سبکدوش کر دیا گیا۔ پھر حاتم بن ہرثمہ بن اعین کو سندِ حکومت دی گئی۔ شوال سنہ ۱۹۴ھ میں واردِ مصر ہوا اور اپنی حکومت کے ایک برس تین ماہ بعد سنہ ۱۹۵ھ میں واپس بلا لیا گیا۔ جابر بن اشعث بن یحییٰ بن نعمان طائی اسی سنہ میں مامور ہوا۔ لشکریوں نے اسے اس کی حکومت کے ایک برس بعد سنہ ۱۹۶ھ میں مصر سے نکال دیا تب خلیفہ مامون نے مصر کی گورنری پر ابونصر عباد بن محمد بن حیان بلخی (یہ کندہ کا غلام تھا) کو مامور کیا اور اس کی حکومت کے ڈیڑھ برس بعد ماہ صفر سنہ ۱۹۸ھ میں اسے معزول کرکے مطلب بن عبداللہ بن مالک بن ہیثم خزاعی کو سندِ گورنری عطا کی۔ یہ مکہ سے نصف ربیع الاول سنہ مذکور میں واردِ مصر ہوا۔ پھر شوال میں اپنی حکومت کے آٹھویں مہینے میں واپس بلا لیا گیا۔ خلافت مآب نے اپنے چچاؤں میں سے عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ کو حکومت مصر کی سند عطا کی۔ اس نے اپنے بیٹے عبداللہ کو مصر کی حکومت پر اپنا نائب بنا کر بھیج دیا۔ امام محمد بن ادریس شافعی اس کے ساتھ تھے۔ اس نے ڈھائی مہینے قیام کیا۔ یوم النحر سن ۱۹۸ھ میں لشکریوں نے بغاوت کرکے اسے مار ڈالا اور مطلب بن عبداللہ کو اپنا امیر بنا لیا۔ اس کے بعد بنی مطلب بن عبداللہ اور سدی و حکم بن یوسف مولیٰ بنی عنبہ کے درمیان جو کہ اہلِ بلخ قوم زط سے تھا لڑائیاں ہوئیں۔

اپنی حکومت کے ایک برس آٹھ مہینے بعد مطلب مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ بالاتفاق اہلِ جند ماہ رمضان سنہ ۲۰۰ھ میں سری نامی ایک شخص کو امیر بنایا گیا۔ اس کی حکومت کے چھٹے مہینے لشکریوں نے اس پر یورش کی اور اسے معزول کرکے سلمان بن غالب بن جبریل بن یحییٰ بن قرہ بجلی کو ماہ ربیع الاول سنہ ۲۱۱ھ میں امارت کی کرسی پر متمکن کیا۔ اس نے اپنی طرف سے عبداللہ بن طاہر بن حسین (خزاعہ کے مولیٰ) کو اپنا نائب بنایا۔ دس سال اس نے حکمرانی کی۔ اس کے بعد خلیفہ مامور نے اپنے بھائی ابو اسحاق کو جس نے کہ اپنے زمانۂ خلافت میں معتصم کے لقب سے اپنے آپ کو ملقب کیا تھا سندِ حکومت عطا کی اس نے عیسیٰ جلودی کو اس کے بعد عمیر بن ولید تمیمی کو ماہ صفر سنہ ۲۱۴ھ میں مامور کیا۔ اپنی حکومت کے دو ماہ بعد یہ مار ڈالا گیا۔ تب اس کا بیٹا محمد بن عمیر اس کی جگہ حکمران بنایا گیا۔

اس کے بعد عیسیٰ جلودی کو دوبارہ سندِ خلافت عطا ہوئی اس کے بعد ابو اسحاق معتصم واردِ فسطاط ہوا اور شام کی جانب لوٹا۔ اس وقت اس نے عبدویہ بن جبلہ کو ماہ محرم سنہ ۲۱۵ھ میں بطور اپنے نائب کے مامور کیا۔ ایک برس اس نے حکمرانی کی اس کے بعد عیسیٰ بن منصور بن موسیٰ خراسانی رافعی مولیٰ بن نصر بن معاویہ مامور کیا گیا۔ پھر مامون اس کی حکومت کے ایک برس بعد مصر آیا۔ عیسیٰ بن منصور پر بے حد ناراض ہوا اور پانی کا مقیاس اور ایک دوسرا پل فسطاط میں تعمیر کرایا اور ابو مالک کندر بن عبداللہ ابن نصر سعدی کو مامور کرکے عراق کی

جانب واپس ہوا۔ ماہ ربیع الاول سنہ ۲۱۹ھ میں کندر نے وفات پائی اس کا بیٹا مظفر اس کی جگہ حکمران ہوا۔

جب معتصم نے تختِ خلافت پر قدم رکھا تو اس نے مصر کی عنانِ حکومت ماہ رجب سنہ ۲۱۸ھ میں اپنے مولا شناس کو جس کی کنیت ابو جعفر تھی سپرد کی۔ اس نے اپنی جانب سے موسیٰ بن ابی العباس ثابت کو جو کہ بنو ضبہ اہل شناس سے تھا ماہ رمضان سنہ ۲۱۹ھ میں مامور کیا۔ موسیٰ نے اپنی جانب سے اپنے بیٹے مظفر کو اپنا نائب بنایا چنانچہ یہ اشناس کی نیابت میں ساڑھے چار برس تک مصر پر حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد مالک ابن کید بن عبداللہ صغدی اس کی نیابت پر متعین کیا گیا۔ ماہ ربیع الاول ۲۲۴ھ میں وارد مصر ہوا۔ دو برس بعد یہ بھی معزول کیا گیا تب علی بن یحییٰ ارمنی ولایت مصر پر بھیجا گیا۔ عیسیٰ ابن منصور جسے معتصم نے عہدِ خلافت مامون میں مصر کی حکومت پر بھیجا تھا اور جس پر مامون بوقتِ ورود مصر ناراض ہوا تھا دوبارہ نیابتِ مصر پر روانہ کیا گیا۔ چنانچہ عیسیٰ ماہ محرم سنہ ۲۲۹ھ میں مصر میں وارد ہوا۔ سنہ ۲۳۰ھ میں اشناس نے سفر آخرت اختیار کیا اور وفات کے وقت مصر کی حکومت پر ایتاخ مولیٰ معتصم کو مقرر کیا گیا۔

اشناس کی جگہ ایتاخ مصر پر حکمرانی کرنے لگا۔ خلیفہ واثق نے اس تقرر کو بحال رکھا اور اس نے عیسیٰ بن منصور کو ماہ ربیع الثانی سنہ ۲۳۲ھ میں ایتاخ کی جگہ مصر پر مامور کیا۔ چار ماہ حکمرانی کے بعد ایتاخ نے ہرثمہ بن نصر جبلی کو مصر کی نیابت عطا کی یہ نصف سن مذکور میں واردِ مصر ہوا۔ ایک برس حکومت کر کے مر گیا تب اس کا بیٹا حکمران ہوا۔ اس نے ایتاخ کو بنی یحییٰ ارمنی پر ماہ رمضان سنہ ۲۳۴ھ میں مقرر کیا اس کے بعد ایتاخ حکومت مصر سے ماہ محرم سنہ ۲۳۵ھ میں معتصم کی وفات کے بعد معزول کیا گیا۔ خلیفہ متوکل نے اپنے بیٹے مستنصر کو مصر کی عنانِ حکومت عطا کی اور اس نے اپنی جانب سے اسحاق بن یحییٰ بن معاذ ختلی کو مامور کیا۔ اسی سنہ کے ماہ ذی القعدہ میں واردِ مصر ہوا۔ اسی نے اپنی زمانہ حکومت میں اولاد علی کو مصر سے عراق کی طرف شہر بدر کیا تھا پھر سنہ ۲۳۶ھ کے ماہ ذی القعدہ میں حکومتِ مصر سے واپس بلایا گیا تب مستنصر نے مصر کی حکومت پر عبدالرحمان بن یحییٰ بن منصور بن طلحہ کو جو کہ طاہر بن حسین کا چچا زاد بھائی تھا مامور کیا۔ چنانچہ ماہ ذی القعدہ سنہ ۲۳۶ھ میں یہ واردِ مصر ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد واپس بلا لیا گیا تب اہلِ ہرات میں سے ابو حاتم عبید بن اسحاق بن عبس بن عبسہ کو ماہ صفر سنہ ۲۳۸ھ میں حکومت مصر پر روانہ کیا گیا۔ اس کے عہدِ حکومت میں رومیوں نے دمیاط پر یومِ عرفہ سنہ ۲۳۸ھ میں شب خون مارا اس نے اپنے خدام میں سے ابو خالد یزید بن عبداللہ بن دینا کو متعین کیا۔ اس کے زمانۂ حکومت میں علویوں کو گھوڑے پر سوار ہونے اور غلام رکھنے کی ممانعت کی گئی۔

مستنصر نے ماہ شوال سنہ ۲۴۸ھ میں عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس نے خالد بن یزید کو حکومتِ مصر پر بدستور بحال رکھا پھر اس کی حکومت کے دسویں سال سنہ ۲۵۳ھ میں معتز نے اسے حکومتِ مصر سے معزول کر دیا۔ اس کی جگہ نزاحم بن خاقان بن عرطوج ترکی سنہ ۲۵۳ھ میں حکومت مصر پر مامور ہوا اس نے اپنی جانب سے ازجور بن اولغ طرخان ترکی کو متعین کیا۔ پانچ ماہ اس نے حکومت کی۔ ماہ رمضان سنہ ۲۵۴ھ بقصدِ حج مکہ کا سفر کیا اور احمد بن طولون حکومتِ مصر پر مامور ہوا۔ اس کی حکومت کو ایک حد تک استحکام حاصل ہوا۔ وہ اور اس کی آئندہ نسلیں ایک مدت تک یہاں حکمران رہیں جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے۔

باب ۳

دولت ابن طولون

احمد بن طولون

ابن سعید نے بحوالہ کتاب ابن الدایہ فی اخبار بنی طولون تحریر کیا ہے کہ طولون ابو احمد طغز سے تھا۔ تاتاریوں نے طغز پر فوج کشی کی۔ نوح ابن اسد گورنر بخارا نے اسے اس سالانہ خراج میں جو کہ دارالخلافت بغداد روانہ کیا کرتا تھا خلیفہ مامون کی خدمت میں بھیج دیا۔ سنہ ۲۲۰ھ میں قاسم نامی لونڈی کے بطن سے احمد پیدا ہوا۔ سنہ ۲۴۰ھ میں طولون نے وفات پائی۔ اس کے رفقاء اور دوستوں نے اس کے بیٹے احمد کی محل سرائے شاہی میں کفالت اور تربیت کی حتیٰ کہ اس کی لیاقت اور خوبیٔ انتظام کا شہرہ ہو چلا۔ حکومت اسے عزت و احترام کی نظروں سے دیکھنے لگی۔ رفتہ رفتہ یہ اپنے معاصرین سے بڑھ گیا۔ ترکوں میں اس کے رعب و داب کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس کی دین داری امانت' راز داری' نیک چلنی اور احتیاط کا ہر طرف چرچا پھیل گیا۔ ترکوں کو نہایت کم عقل سمجھتا تھا۔ ان لوگوں کو رتبۂ عالی کے لائق نہ جانتا تھا۔ جہاد کا اسے بے حد شوق تھا۔ اس نے محمد بن احمد بن خاقان سے یہ درخواست کی کہ عبداللہ وزیر ان دونوں کو سرحد پر جہاد کرنے کی غرض سے ٹھہرنے کی اجازت دے دے اور وہیں ان دونوں کو تنخواہ بھی دی جائے چنانچہ یہ طرسوس کی طرف روانہ ہوا۔ اہلِ حق و اہلِ علم کے عادات امر بالمعروف و نہی منکر اور اقامتِ حق اس کی آنکھوں میں کھب گئے۔ ان لوگوں سے اس نے مراسم پیدا کئے علمِ حدیث حاصل کرنے پر کمر باندھی اس کے بعد بغداد کی جانب واپس ہوا۔ اس وقت اس کا دل و دماغ علومِ دین اور سیاست سے بھرا ہوا تھا۔ اور جب ترکوں نے خلیفہ مستعین سے ناراض ہوکر معتز کی خلافت کی بیعت کی تو انجام کار یہ رائے قرار پائی کہ مستعین کو معزول کر کے واسط کی طرف جلا وطن کردیا جائے۔

خلیفہ مستعین اور احمد بن طولون

اس وقت ترکوں نے احمد بن طولون کو مستعین کی حفاظت و نگرانی پر مامور کیا۔ اس نے نہایت خوبی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ مستعین کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے دی۔ ہر طرح کی آسائش بہم پہنچاتا رہا۔ احمد بن واسطی نے اسی دن سے اس کی ملازمت اختیار کی۔ یہ نہایت تعلیم یافتہ شخص اور طرزِ معاشرت کی خوبیوں سے آگاہ تھا جب ترکوں نے مستعین کے قتل کا ارادہ کیا تو احمد بن طولون کو یہ کام سپرد کیا گیا۔ احمد نے کسی قدر زرِ معاوضہ دے کر اس کام سے عذر کردیا تب ترکوں نے سعید حاجب کو اس خدمت پر مامور کیا اس نے مستعین کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروائیں اس کے بعد قتل کر ڈالا احمد بن طولون نے اس کی تجہیز و تکفین کرائی۔ ان واقعات سے احمد بن طولون کی قدر و منزلت حکومتِ عباسیہ کی آنکھوں میں بڑھ گئی۔ انتہا کلام ابن سعید۔

ابن عبدالظاہر نے لکھا ہے کہ میں نے سیرۃ خشید کے ایک قدیم نسخہ میں بخطِ فرغانی لکھا ہوا دیکھا ہے کہ احمد کے باپ کا نام الغ ترکی تھا۔ طولون اس کے باپ کا دوست تھا اور اس کی سوسائٹی (طبقہ) کا تھا جب الغ ترکی نے وفات پائی تو طولون نے اس کی پرورش و پرداخت کی یہاں تک کہ سنِ شعور کو پہنچا۔ اس وقت حشویہ کے ساتھ جہاد کرنے کو گیا۔ قابلیت ذاتی اللہ تعالیٰ نے دے ہی رکھی تھی۔ رفتہ رفتہ معتمدینِ دولت میں شمار کیا جانے لگا۔ مصر کی گورنری پر مامور کیا گیا اور وہیں اپنی دولت و حکومت کی بنیاد ڈالی اور قیام پذیر ہوا۔ صدر الدین بن عبدالظاہر لکھتا ہے کہ اس روایت کو اس کے سوا کسی مورخ نے نقل نہیں کیا۔ انتہیٰ۔

ابنِ طولون کی نیابتِ مصر پر تقرری

الغرض جب ترکوں نے بغداد میں شورش کی اور خلیفہ مستعین کو قتل کر ڈالا۔ معتز کو تختِ خلافت پر متمکن کیا اور ترکوں کو اس پر غلبہ حاصل ہوگیا اس وقت ان ترکوں کا سرغنہ باک باک تھا۔ خلیفہ معتز نے اسے مصر کی سندِ حکومت عطا کی اس نے نائب مقرر کرنے کی غرض سے لوگوں پر ایک سرسری نظر ڈالی اتفاق سے احمد بن طولون کی کارگزاری اور کارکردگی اس کی آنکھوں میں کھب گئی۔ چنانچہ اس نے احمد بن طولون کو اپنا نائب مقرر کر کے مصر روانہ کیا۔ احمد بن محمد واسطی اور یعقوب بن اسحاق احمد بن طولون ہمرکاب تھے۔ ماہ رمضان سنہ ۲۵۴ ہجری میں داخل مصر ہوا۔ ان دنوں مصر کے محکمہ خراج (بورڈ آف ریونیو) پر احمد بن مدبر اور محکمہ ڈاک پر سفیر مولیٰ قابچہ مامور تھا۔ ابن مدبر نے ابتداء" اس سے بڑے مراسم پیدا کیے۔ ہدایا و تحائف پیش کیے مگر چند روز بعد مخالف ہوگیا۔ خلیفہ معتز کو لکھ بھیجا کہ احمد بن طولون کے دماغ میں بغاوت کی ہوا سما گئی ہے۔ عنقریب علم بغاوت بلند کیا چاہتا ہے۔ محکمہ ڈاک کے افسرانِ اعلیٰ نے بھی اسی قسم کی تحریر بھیجی۔ اس کے اگلے دن یہ مرگیا۔ اس کے بعد خلیفہ معتز قتل کر ڈالا گیا۔

مہدی تخت آرائے خلافت ہوا۔ باک باک ترکی مارا گیا۔ اس کی جگہ یارجوج مامور کیا گیا۔ مصر کی عنان حکومت اس کے سپرد ہوئی چونکہ یارجوج اور احمد بن طولون میں دیرینہ مراسم اتحاد تھے بلکہ یوں کہیے کہ دونوں میں دانت کاٹی روٹی تھی اس وجہ سے یارجوج نے احمد بن طولون کو نیابت مصر پر قائم رکھا اس کے علاوہ اسکندریہ اور صعید کی حکومت کو اس کی حکومت سے ملحق کردیا اور محکمہ خراج کے بھی اختیارات اسی کو دے دیئے جس سے احمد بن مدبر کی قدر و منزلت جاتی رہی۔ اس کے بعد خلیفہ معتمد نے احمد بن مدبر کو دوبارہ اس عہدہ سے سرفراز کیا۔ احمد بن مدبر نے اس کے بعد احمد بن طولون سے کسی قسم کی چھیڑ خانی نہ کی اور نہ اس سے مقابلہ اور مخالفت کرنے پر تیار ہوا۔ پھر خلیفہ معتمد نے اسے عیسیٰ بن شیبانی کو گرفتار کرلینے کے لئے لکھ بھیجا۔ جو فلسطین اور اردن کی حکومت پر تھا۔ عیسیٰ ابن شیخ شیبانی کو دمشق پر غلبہ حاصل ہو ہی چکا تھا۔ مصر کی خود سر حکومت کرنے کی خواہش دامن گیر ہوئی، خراج دینا بند کردیا۔ طرہ یہ ہوا کہ ابن مدبر نے پچھتر اونٹ اشرفیاں روانہ کیں اس نے ان کو بھی دبالیا۔ خلیفہ معتمد کو اس کی خبر لگی تو اس نے ڈانٹ کا خط لکھا اور احمد بن طولون کو اس کے صوبہ کی بھی سند حکومت عطا کی۔ احمد بن طولون نے اپنے عجز کا اظہار کیا تب سنہ ۲۵۷ ہجری میں اناجور نامی ایک ترکی سردار دربار خلافت سے فوجیں لے کر دمشق کی جانب روانہ ہوا۔

موسیٰ بن طولون کی اسیری

اس کے بعد احمد بن طولون اسکندریہ کی طرف روانہ ہوا اس کے ساتھ اس کا بھائی موسیٰ بن طولون بھی تھا۔ یہ اس سے رنجیدہ رہتا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ خیال سمایا ہوا تھا کہ احمد اس کے حق کو پورے طور پر ادا نہیں کررہا ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جو کچھ دل میں ہوتا ہے وہ زبان سے کسی نہ کسی وقت نکل ہی آتا ہے۔ باتوں باتوں میں ایک روز اس کا اظہار ہوگیا۔ احمد بن طولون نے اسے گرفتار کرلیا۔ اپنے کاتب (سیکرٹری) اسحاق بن یعقوب کو اس الزام میں کہ اس نے اس کے راز کو اس کے بھائی پر ظاہر کردیا ہے، قید کردیا۔ چند روز بعد اس کے بھائی نے بقصد حج سفر اختیار کیا۔ اسی مقام سے عراق کی جانب روانہ ہوا۔ احمد بن طولون نے آہستہ آہستہ اپنی قوت بڑھائی اور مالی حالت کو بھی درست کرلیا۔ اناجور کو اس سے خطرہ پیدا ہوا، خلیفہ موفق کو اس کی شکایت لکھ بھیجی اور اس کی جانب سے یہ بدظنی پیدا کردی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا یہ شام پر قابض نہ ہوجائے۔

خلیفہ موفق نے احمد بن طولون کو لکھ بھیجا کہ تم بغرض انتظامِ امورِ سلطنت و سیاست سے چلے جاؤ اور مصر کی حکومت پر کسی شخص کو بطور نائب مقرر کرجاؤ۔

احمد بن طولون تاڑ گیا کہ ہو نہ ہو اس میں کوئی بات ہے، حکمت عملی سے مجھے مصر سے علیحدہ کرنا مقصود معلوم ہوتا ہے۔ اس نے اپنے کاتب احمد بن محمد واسطی کو یارجوج اور وزیر سلطنت کی خدمت میں بھیجا اور دونوں کے لیے بہت سے تحائف اور ہدایا روانہ کئے۔

یارجوج دولت و حکومت پر قابض ہو ہی رہا تھا خلافت مآب سے کہہ کر احمد بن طولون کی روانگیٔ عراق کا حکم منسوخ کرادیا اور اس کے اہل و عیال کو اس کے پاس پہنچا دیا۔ اس سے احمد بن طولون کا رعب داب بڑھ گیا احمد بن مدبر کو اس سے خوف پیدا ہوا اپنے بھائی ابراہیم کو لکھ بھیجا کہ نرمی اور مہربانی سے اسے مصر کی جانب لوٹا دو۔ اس اثناء میں شاہی فرمان صادر ہوا کہ دمشق فلسطین اور اردن کے محکمہ خراج کا عہدہ بھی تمہیں عطا ہوا چنانچہ ابن طولون نے ان بلاد کے انتظام میں مصروف و مشغول ہونے کے لیے مصر کا راستہ لیا۔ احمد بن مدبر نے اس کا ساتھ دیا۔ احمد بن طولون سے راضی ہوگیا۔ یہ واقعات سنہ ۲۵۸ ہجری کے ہیں۔

یارجوج کی وفات

ابن طولون اس زمانے سے دربار خلافت میں برابر خراج روانہ کرتا رہا۔ پھر تھوڑے دن بعد ابن طولون نے دربار خلافت میں اس مضمون کی عرضداشت بھیجی کہ جن بلاد کے خراج میں اضافہ کیا گیا تھا معاف کردیا جائے اس پر معتمد نے اپنے خادم نفیس کو ابن طولون کے پاس روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تم کو مصر اور شام کے محکمہ مال کے اختیارات دیئے جاتے ہیں اور جس قدر اضافہ کیا گیا ہے معاف کیا جاتا ہے۔ صالح بن احمد بن حنبل قاضی سرحد اور محمد بن احمد جزدی قاضی واسط بطور گواہ کے ہمراہ گئے ہوئے تھے۔ اتنے میں یارجوج سنہ ۲۵۹ ہجری میں مرگیا یہ والیٔ مصر تھا اور مصر اس کی جاگیر میں تھا۔ ابن طولون اس کی طرف سے مصر پر حکومت کرتا تھا۔ یارجوج نے وفات پائی تو احمد بن طولون مستقل طور سے مصر کا حکمران بن گیا۔

مفوّض کی ولی عہدی

جس وقت زنگیوں نے امن حاصل کرکے اطراف بصرہ پر غلبہ حاصل کرلیا اور شاہی فوج کو شکست دی اس وقت خلیفہ معتمد نے موفق کو بلا بھیجا۔ خلیفہ مہدی نے موفق کو مکہ کی جانب جلا وطن کردیا تھا معتمد نے اسے مکہ سے طلب کرکے اپنے بیٹے مفوض کے بعد اپنا ولی عہد مقرر کیا اور ممالک اسلامیہ کو ان دونوں پر اس طرح تقسیم کیا کہ ممالک شرقیہ موفق کو مرحمت فرمائے اور جنگ زنج (زنگی) پر جانے کی ہدایت کی۔ ممالک غربیہ اپنے بیٹے مفوّض کو دئے اور مُوسیٰ بن بغا کو اس کی نیابت پر اور مُوسیٰ عبیداللہ بن سلیمان بن وہب کو عہدہ کتابت پر متعین کیا۔ ان دونوں کی ولی عہدی کا وثیقہ خانہ کعبہ میں بطور امانت رکھا گیا۔

موفق اور ابن طولون میں کشیدگی

ادھر موفق نے سامان جنگ درست کرکے جنگ زنج کی غرض سے خروج کیا ادھر ممالک شرقیہ کے نظم و نسق میں خلل پیدا ہوگیا۔ گورنر صوبہ جات نے خراج بھیجنا بند کردیا۔ موفق کو اس سے شکایت پیدا ہوئی احمد بن طولون اپنے مقبوضہ صوبجات کا خراج خلیفہ معتمد کی خدمت میں بھیجا کرتا تھا کیونکہ وہ اس کا ساختہ پرداختہ تھا۔ موفق نے تحریر (خلیفہ متوکّل کے خادم) کو احمد بن طولون کے پاس سالانہ خراج طلب کرنے کے لئے روانہ کیا۔ احمد بن طولون کو تحریر کے ہمراہیوں کی طرف سے سازش کا شبہ پیدا ہوا...... اس بنا پر احمد بن طولون نے ان میں سے بعض کو سزائے موت دی اور بعض کو چشم نمائی کی غرض سے قید کردیا۔ مگر اس کے باوجود بائیس لاکھ دینار اور بہت سے غلام لونڈیاں تحریر کے ساتھ موفق کی خدمت میں بھیج دیں۔ موفق کو احمد بن طولون کی وہ حرکت جو اس نے تحریر کے ہمراہیوں کے ساتھ کی تھی ناگوار گزری۔ موسیٰ بن بغا کو لکھ بھیجا کہ احمد بن طولون کو حکومت مصر سے معزول کرکے اناجور والی شام کے مقبوضات سے ملحق کردو۔

مُوسیٰ بن بغا کی فوج کشی اور واپسی

چنانچہ مُوسیٰ بن بغا نے اناجور کو مصر پر قبضہ کرنے کے لیے تحریر کیا' اناجور نے اپنی کمزوری کی معذرت کی تب مُوسیٰ بن بغا فوجیں

لے کر مصر کی طرف روانہ ہوا تاکہ مصر کو احمد بن طولون کے قبضہ سے نکال کر اناجور کے سپرد کردے۔ احمد بن طولون کو اس کی خبر لگی تو وہ بھی دیار مصریہ کی قلعہ بندی اور حفاظت کا انتظام کرنے لگا۔ اپنے لشکریوں کو بے حد مال و زر عنایت کیا۔ موسیٰ بن بغا دس ماہ تک رقہ میں ٹھہرا رہا۔ رسد کی کمی و قلت مال و زر کی وجہ سے میدان جنگ میں نہ آیا۔ لشکر تنخواہیں اور رسد طلب کرنے لگے۔ موسیٰ بن بغا کے پاس تو کچھ تھا نہیں لشکریوں نے بغاوت کردی۔ اس کا کاتب موسیٰ بن عبیداللہ بن وہب روپوش ہوگیا اس کا وزیر عبیداللہ بن سلیمان بھاگ گیا۔ موسیٰ بن بغا کو مجبوراً" لوٹنا پڑا۔

اس واقعہ کے بعد موفق نے احمد بن طولون کو کمی خراج پر تہدید آموز خط تحریر کیا اور معزول کرنے کی دھمکی دی۔ احمد بن طولون نے اس بات کا نہایت برے طور سے جواب دیا اور یہ لکھ بھیجا کہ یہاں سے خراج وصول کرنے کا استحقاق جعفر بن معتمد کو ہے نہ کہ آپ کو۔ موفق اس تحریر سے بے حد متاثر ہوا۔ خلیفہ نے معتمد سے درخواست کی کہ چونکہ مجھے ابن طولون پر اس کی کم توجہی کے باعث بھروسہ نہیں ہے لہٰذا آپ کسی اور شخص کو سرحد کی حفاظت پر مامور کیجئے۔ خلیفہ معتمد نے محمد بن ہارون تغلبی گورنر موصل کو روانہ کیا۔ محمد بن ہارون کشتی پر سوار ہو کر چلا اتفاق سے ہوائے مخالف نے کنارۂ دجلہ پر پہنچادیا۔ مساور خارجی کے ہمراہیوں نے مار ڈالا۔

ابن طولون کی سرحد کی گورنری

کل اسلامی سرحدوں میں سے انطاکیہ طرسوس مصیصہ اور ملطیہ زیادہ مہتمم بالشان تھے۔ انطاکیہ پر محمد بن علی بن یحییٰ ارمنی مامور تھا۔ طرسوس پر سیما طویل یہی سرحدوں کا افسر اعلیٰ تھا۔ اتفاق سے ایک دفعہ سیما طویل کا انطاکیہ کی طرف سے گزر ہوا، ارمنی نے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا' سیما طویل نے اہل شہر سے سازش کر کے ارمنی کو قتل کرادیا۔ موفق کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس بات کو دل میں رکھ لیا اور سرحد کی حفاظت پر ارجون بن اونع طرخان ترکی کو متعین کیا اور یہ ہدایت کی کہ پہنچتے ہی سیما طویل کو سازش اور ارمنی کے جرم میں گرفتار کرلینا۔ چنانچہ ارجون نے سرحد پر قیام کیا اور بے جا طور سے تصرف کرنے لگا۔ سرحدی محافظین کے وظائف اور تنخواہیں بند کردیں۔

طرسوس کے قلعوں میں قلعہ لولوہ دشمنانِ اسلام کے وسط میں واقع تھا۔ اہل طرسوس کو اس کی حفاظت میں زیادہ اہتمام کرنا پڑتا تھا۔ اہلِ طرسوس نے پانچ ہزار دینار قلعہ لولوہ کے محافظین کی تنخواہ بھیجی' ارجون نے اسے خرچ کر ڈالا۔ محافظین پریشان ہو کر متفرق ہوگئے۔ موفق نے مطلع ہو کر احمد بن طولون کو سرحد کی حفاظت کی خدمت سپرد کردی اور یہ تحریر کیا کہ کسی شخص کو اپنی طرف سے سرحد پر بھیج دو چنانچہ احمد بن طولون نے اپنی جانب سے طخشی بن بکروان کو روانہ کیا' اس نے نہایت ہوشیاری سے اس خدمت کو انجام دیا۔ بادشاہ روم نے مصالحت کی درخواست کی۔ طخشی نے ابن طولون سے اس کی اجازت طلب کی۔ ابن طولون نے کہلا بھیجا "حاشاللہ" ایسا فعل ہرگز نہ کرنا، ان لوگوں کو صلح پر اس امر نے آمادہ کیا ہے کہ تم لوگ ان کے قلعوں اور ممالک کو تاخت و تاراج کیا کرتے ہو، صلح میں ان کو آسائش اور راحت ملے گی۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم لوگ اسلامی سرحدوں کی کامل طور سے حفاظت کریں اور غازیانِ اسلام کو مال و زر سے مستغنی کرتے رہیں۔"

ہم اوپر ۲۵۷ھ میں دمشق پر اناجور کی گورنری کا حال تحریر کر آئے ہیں اور واقعات بھی بیان کر آئے ہیں جو کہ اس کے اور احمد بن طولون کے درمیان پیش آئے تھے' پھر ماہ شعبان ۲۶۴ھ میں اناجور نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا علی حکمران ہوا۔ احمد بن بغا اور عبیداللہ بن یحییٰ بن وہب انتظام و سیاست میں ہاتھ بٹانے لگے۔

ابنِ طولون کی شام روانگی

ابنِ طولون نے ان واقعات سے مطلع ہو کر سرحدوں کا معائنہ کرنے کے لیے شام کی جانب کوچ کیا۔ اپنے بیٹے عباس کو مصر کی نیابت پر چھوڑا اور احمد بن محمد واسطی کو اس کی نگرانی اور امداد کی غرض سے اس کی خدمت میں رہنے کا حکم دیا۔ مصر سے نکل کر منیتہ الاصبغ

میں لشکر مرتب کیا اور علی بن اناجور کو لکھ بھیجا کہ سرحدی علاقے کا معائنہ کرنے کے لئے آرہا ہوں رسد وغیرہ کا انتظام معقول طور سے رکھنا علی بن اناجور نے امید افزا جواب دیا۔ چنانچہ احمد بن طولون سفرو قیام کرتا ہوا رملہ پہنچا ان دنوں رملہ میں محمد بن ابی رافع اناجور کی طرف سے حکمرانی کررہا تھا اور اس کا مدبر منصرم دولت احمد بن ...... یہیں اس زمانہ سے مقیم تھا جب سے کہ خلیفہ مہدی نے اسے شہر بدر کیا تھا یہ لوگ عزت و احترام پیش آئے۔ پھر احمد طولون نے رملہ سے دمشق کی جانب قدم بڑھایا اور اس پر قبضہ کر کے احمد بن دوغباش کو اس کی حکومت پر مامور کیا۔ پھر یہاں سے کوچ کر کے حمص میں قیام پذیر ہوا۔ حمص میں اناجور کا ایک بہت بڑا سپہ سالار رہتا تھا وہاں کی رعایا نے اس سپہ سالار کے ظلم و ستم کی شکایت کی۔ اس پر احمد طولون نے اسے معزول کر کے ضیا ترکی کو متعین کیا۔

سیما طویل کی سرکشی و قتل

احمد بن طولون حمص سے روانہ ہو کر انطاکیہ پہنچا۔ سیما طویل نے مخالفت کا اعلان کیا اگرچہ اس سے پیشتر احمد بن طولون نے اس کو ایک یادداشت بھیجی تھی جس میں بالتصریح تحریر کیا تھا کہ اگر تم میری اطاعت قبول کرو گے تو میں تمہیں تمہارے مقبوضات پر بحال رکھوں گا مگر سیما طویل نے اس سے انکار کیا اس بنا پر احمد بن طولون نے اس کا محاصرہ کرلیا اور نہایت شدت سے لڑائی چھیڑ دی چونکہ اہل انطاکیہ سیما طویل کی حرکات اور ظلم سے تنگ آگئے تھے اس وجہ سے بعضوں نے احمد بن طولون سے ساز باز کرلی اور اسے ایک پوشیدہ راستے سے مطلع کر دیا۔ چنانچہ احمد بن طولون اسی راہ سے اپنی فوج کے ساتھ آغاز سنہ ۲۶۵ ہجری میں داخل انطاکیہ ہوا۔ سیما طویل کو گرفتار کر کے مار ڈالا اور اس کے امراء اور کاتب کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔

طرسوس پر قبضہ

اس کے بعد احمد بن طولون طرسوس کی جانب بڑھا اور اس پر بھی کامیابی کے ساتھ قبضہ کر کے سامان جنگ اور فراہمی لشکر میں مشغول ہوا۔ رومی شہروں پر جہاد کی تیاری کرنے لگا اس اثناء میں یہ خبر ملی کہ اس کا بیٹا عباس جسے یہ مصر پر بطور اپنے نائب کے مقرر کر آیا تھا باغی و منحرف ہوگیا ہے۔ مجبوراً قصد جہاد ملتوی کر کے مصر کی جانب واپس ہوا۔ ایک لشکر رقہ کی طرف روانہ کیا۔ دوسرے لشکر کو حران کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ حران پر محمد بن اتامش کا قبضہ تھا۔ احمد بن طولون کی فوج نے محمد اتامش کو لڑ کر اور شکست دے کر حران سے نکال دیا۔

موسیٰ بن اتامش کی گرفتاری

جونہی یہ خبر اس کے بھائی موسیٰ بن اتامش تک پہنچی فوراً فوجیں مرتب کر کے حران کی جانب کوچ کیا یہ شخص نہایت شجاع اور نبرد آزما تھا۔ اس کا سپہ سالار احمد بن جیعونہ نامی ایک شخص تھا اسے موسیٰ بن اتامش کے آنے کی خبر سے بے حد تشویش پیدا ہوئی۔ ابوالاغر عربی کو اس کا احساس ہوگیا۔ اس سے مخاطب ہو کر بولا آپ کچھ تردد نہ کریں میں موسیٰ بن اتامش کو ابھی لا کر حاضر کرتا ہوں۔ ابوالاغر نے یہ کہہ کر بیس سوار منتخب کئے جو اعلیٰ درجہ کے دلیر اور فنون جنگ سے واقف تھے اور اپنی فوج کے کیمپ سے نکل کر موسیٰ بن اتامش کی لشکر گاہ کا راستہ لیا۔ ان میں سے کچھ کو کمین گاہ میں بٹھایا اور باقی ماندہ کو لئے ہوئے موسیٰ کے لشکر گاہ میں داخل ہوا۔ موسیٰ کے خیمہ کی طرف گیا گھوڑوں کو جو خیمے کے دروازے پر بندھے ہوئے تھے کھول دیا قریب کے ایک خیمے کی رسی کاٹ دی شور و غل مچا۔ ابوالاغر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بھاگا۔ موسیٰ اور اس کے مصاحبین اور ہمراہی سوار ہو کر تعاقب میں نکلے۔ جس وقت یہ لوگ کمین گاہ سے آگے بڑھے ابوالاغر کے ہمراہیوں نے کمین گاہ سے نکل کر دفعتہً حملہ کر دیا۔ موسیٰ کے ہمراہی گھبرا کو لوٹ کھڑے ہوئے موسیٰ کو گرفتار کرلیا گیا۔ ابوالاغر اسے پابہ زنجیر اپنے سپہ سالار احمد بن جیعونہ کے پاس لایا۔ احمد بن جیعونہ نے اسے احمد بن طولون کے پاس بھیج دیا۔ احمد بن طولون نے اسے جیل خانہ میں ڈال دیا اور سنہ ۲۶۶ ہجری میں مصر کی جانب واپس ہوا۔

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ احمد بن طولون نے بوقتِ روانگی شام اپنے بیٹے عباس کو مصر پر بطور نائب مقرر کیا تھا اور احمد بن محمد واسطی کو جو کہ اس کی دولت و حکومت کا منتظم اور دایاں بازو تھا اس کی امداد و اعانت کی غرض سے اس کے پاس چھوڑ گیا تھا۔ عباس کے چند آدمی ایسے تھے جن سے اس نے ادب اور نحو کی تعلیم پائی تھی باپ کی روانگی کے بعد ان لوگوں میں سے بعض کے وظائف اور انہیں اعلیٰ مناصب پر مقرر کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ ان لوگوں میں نہ تو قابلیت تھی اور نہ اس کا ان کو حق تھا۔ واسطی نے اس خیال سے کہ انتظام و سیاست میں خلل واقع ہوگا اس فعل سے روکا ان لوگوں نے یہ خبر پاکر عباس کو واسطی کی طرف سے بدظن کر دیا۔ واسطی نے اس کی شکایت احمد بن طولون کے پاس لکھ بھیجی۔ احمد بن طولون نے واسطی کو لکھا کہ جب تک میں مصر نہ پہنچ لوں اس وقت تک تم ان لوگوں سے اور عباس سے نرمی و مدارات سے پیش آؤ، کسی قسم کا بگاڑ نہ پیدا ہونے دو۔ احمد بن رجاء جو کہ احمد بن محمد واسطی کا کاتب تھا، عباس سے ساز باز رکھتا تھا۔ جو خطوط احمد بن طولون کے پاس آتے یا واسطی اس کے پاس بھیجتا تھا ان سب کی نقول اور ان کے مضامین سے عباس کو مطلع کر دیا کرتا تھا۔

عباس کی برقہ روانگی

چنانچہ اس نے ابن طولون کے اس خط سے بھی عباس کو مطلع کر دیا جس میں اس نے مدارات اور ملاطفت کرنے کو لکھا تھا۔ عباس کو اس سے خوف پیدا ہوا، جھٹ پٹ کچھ مال و زر اور آلات حرب جو وہاں موجود تھے ان کو لاد پھاند کر اور تاجروں سے جس قدر وصول کر سکا وصول کر کے برقہ کا راستہ لیا۔ اس وقت خزانہ شاہی مصر میں ایک کروڑ دینار موجود تھے اور دو کروڑ تاجروں سے وصول کئے تھے۔ اس کے بعد ابن طولون مصر کے قریب پہنچا، ایک گروہ کو اپنے بیٹے عباس کے پاس سمجھانے اور واپس لانے کے لئے بھیجا جس میں قاضی ابو بکر بکار بن قتیبہ ساہونی قاضی اور زیاد مری اور مولیٰ اشب تھے۔ ان لوگوں نے عباس کو بے حد سمجھایا۔ انجام کار سے ڈرایا عباس کا دل نرم ہو گیا مگر ان لوگوں نے جو اس کے ہوا خواہ بنے ہوئے تھے، عباس کو اس سے باز رکھا اور ابن طولون کے رعب و جلال سے ڈرایا۔ عباس نے بکار سے کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا میرے لئے کسی قسم کے خطرہ کا اندیشہ نہیں ہے۔ بکار نے جواب دیا میں اور کچھ نہیں جانتا احمد بن طولون نے تمہارے امن دینے کی قسم کھائی ہے۔ عباس کو اس سے کامل تشفی نہ ہوئی۔ اس نے اپنا راستہ لیا اور یہ لوگ اس کے باپ احمد بن طولون کے پاس واپس آئے۔

عباس بن احمد اور ابراہیم بن اغلب

عباس کے ہمراہیوں نے یہ مشہور کر دیا کہ تم ایسے وقت میں جب کہ ابراہیم بن احمد بن اغلب جیسا شخص افریقہ پر حکومت کر رہا ہے، بآسانی تمام قبضہ کر سکتے ہو۔ عباس اس دل خوش کن خیال سے مسرور ہو کر افریقہ کی جانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ سے ابراہیم بن احمد بن اغلب کو لکھ بھیجا کہ خلیفہ معتمد نے مجھے افریقہ کی گورنری مرحمت فرمائی ہے اور میں تمہیں اپنی جانب سے بطور اپنے نائب کے مقرر کرتا ہوں۔ الغرض رفتہ رفتہ عباس شہر لبدہ تک پہنچا۔ ابراہیم بن احمد کامل عباس سے لڑنے کے لئے آیا۔ عباس نے اسے گرفتار کر لیا اور شہر پر تاخت و تاراج کا ہاتھ بڑھایا اور اہل شہر کو پامال اور ان کی عورتوں کے دامان عزت و عفت کو اپنی بوالہوسی سے چاک چاک کیا۔ اہل شہر نے الیاس بن منصور سردار ابا ضیا سے امداد کی درخواست کی۔ اس نے اس سے پیشتر اسے اپنی اطاعت نہ قبول کرنے پر دھمکی دی تھی۔ ابراہیم بن احمد کو بھی اس کی خبر لگ گئی، اپنے خادم بلاغ کی ماتحتی میں بڑی فوج روانہ کی اور محمد بن قہرب گورنر طرابلس کو لکھ بھیجا کہ بلاغ کے ساتھ عباس کے مقابلہ پر جاؤ چنانچہ محمد بن قہرب عباس سے جنگ کے لئے روانہ ہوا اور بلاغ کا انتظار کئے بغیر لڑائی چھیڑ دی۔ اس اثناء میں الیاس اپنی قوم کے بارہ ہزار جنگ آزمائے ہوئے آپہنچا اس کے بعد بلاغ خادم بھی آگیا۔ گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ عباس کا لشکر گاہ لوٹ لیا گیا۔ اس کے بہت سے ہمراہی مارے گئے۔ عباس اپنے چند مصاحبوں کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہوا۔

ایمن اسود نے قید سے رہا ہو کر مصر کا راستہ لیا اور عباس شکست کھا کر برقہ کی جانب روانہ ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ احمد واسطی کو قید کی

مصیبت سے رہائی حاصل ہوئی تھی۔ عباس نے اپنی واپسی کے بعد احمد واسطی کو دوبارہ جیل میں ڈال دیا۔ احمد واسطی موقع پا کر جیل سے بھاگ گیا۔ فسطاط پہنچا اس وقت احمد بن طولون برقہ کے ارادے سے اسکندریہ چلا گیا تھا۔ احمد واسطی نے اسے خود جنگ عباس پر جانے سے منع کیا چنانچہ یہ اور طبارجی ایک جرار فوج لے کر عباس سے جنگ کرنے کے لئے آئے اور اسے شکست دے کر گرفتار کرلیا۔ یہ واقعہ سنہ ۲۶۷ ہجری کا ہے۔ اس کے بعد احمد بن طولون نے احمد واسطی کے کاتب (محمود بن رجاء) کو اس جرم میں کہ اس کے بیٹے عباس کو اس کے خطوط کے مضامین سے مطلع کردیا کرتا تھا گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا۔ اس کے بعد احمد بن طولون اپنے بیٹے کو ہاتھ سے مارتا جاتا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے مارنے کے بعد پھر قید کردیا۔

ابو عبدالرحمان عمری

ابو عبدالرحمان عمری یعنی عبدالحمید بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر بن خطاب ملک مصر مقام اقصائے صعید میں مقیم تھا بجاۃ آئے دن ان صوبجات میں لوٹ مار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یوم عید میں ان لوگوں نے چھاپہ مارا اور انتہائی بے رحمی سے تاخت و تاراج کیا۔ عمری بجاۃ کی اس حرکت سے بے حد ناراض ہوا ثواب کی غرض سے کر ہمت باندھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے راستہ میں چھپ کر بیٹھ رہا۔ جس وقت وہ لوگ اس راستہ سے ہوکر گزرے عمری نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کمین گاہ سے نکل کر حملہ کردیا، سب کے سب اسی مقام پر ڈھیر ہوگئے۔ عمری نے ان کے بلاد کی طرف قدم بڑھایا ان لوگوں نے ذلت کے ساتھ جزیہ دینا قبول کیا اس واقعہ سے عمری کی شان و شوکت بڑھ گئی۔ علوی کے دل میں آتشِ حسد بھڑک اٹھی۔ سنہ ۲۶۰ ہجری میں فوجیں آراستہ کرکے عمری سے جنگ کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

ابراہیم بن محمد علوی کا خروج

علوی کا نام ابراہیم تھا۔ محمد بن یحیلی بن عبداللہ بن محمد بن علیؓ بن ابی طالب کا بیٹا تھا۔ لوگ اسے صوفی کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ سنہ ۲۵۷ ہجری میں مقام صعید میں ظاہر ہوا اور شہر استا پر قبضہ کرکے لوٹ لیا۔ اس کے بعد اطراف و جوانب میں غارت گری شروع کردی۔ احمد بن طولون نے ایک فوج اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کی۔ علوی نے اسے شکست دے کر اس کے سردار کو گرفتار کرلیا اور ہاتھ پاؤں کاٹ کر صلیب پر چڑھا دیا تب احمد بن طولون نے دوسری فوج روانہ کی۔ اس معرکہ میں علوی کو شکست ہوئی الواحات میں جاکر دم لیا۔ اس کے بعد سنہ [redacted] ہجری میں صعید کی جانب واپس آیا پھر صعید سے اشمونین کی طرف گیا اور وہاں سے فوجیں آراستہ کرکے عمری سے جنگ کرنے کے لئے بڑھا۔

عمری اور علوی میں بہت سخت جنگ ہوئی۔ علوی شکست کھا کر اسوان کی جانب بھاگا اور وہاں پہنچ کر غارت شروع کردی۔ احمد بن طولون کو اس کی خبر ملی تو اس نے ایک لشکر علوی کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ علوی شکست کھا کر عیذاب پہنچا اور دریا عبور کرکے مکہ معظمہ میں جاکر دم لیا والی مکہ نے اسے گرفتار کرکے پابہ زنجیر احمد بن طولون کے پاس بھیج دیا۔ ایک مدت تک جیل میں پڑا رہا۔ پھر احمد بن طولون نے علوی کو قید کی مصیبت سے نجات دے دی۔ علوی رہائی کے بعد مدینہ منورہ چلا آیا اور چند روز بعد مرگیا۔

ابو عبدالرحمان عمری کا قتل

ان واقعات کے بعد احمد بن طولون نے ایک لشکر عمری کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ عمری نے سپہ سالار سے ملاقات کی اور اس سے کہا میں نے فساد اور فتنہ برپا کرنے کی غرض سے خروج نہیں کیا اس وقت تک میرے ہاتھ سے نہ کسی مسلم کو اذیت پہنچی ہے اور نہ کسی ذمی کو۔ میں نے محض ثواب کی غرض سے بقصدِ جہاد خروج کیا ہے۔ تم میرے معاملہ میں اپنے امیر سے مشورہ کرو۔ سپہ سالارِ لشکر نے عمری کی اس درخواست کو منظور نہ کیا اور لڑائی چھڑ گئی۔ احمد بن طولون کے لشکر کو شکست ہوئی۔ شکست خوردہ فوج اپنے امیر احمد بن طولون کے پاس پہنچی اور عمری کے حالات سے اسے مطلع کیا۔ احمد بن طولون نے کہا تم نے اس کے معاملہ میں مجھ سے مشورہ کیوں نہ کیا دیکھو تمہاری

سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر فتح یاب کیا ہے۔ جنگ سے ایک مدت کے بعد عمری پر اس کے دو غلاموں نے بحالتِ غفلت حملہ کردیا اور قتل کرکے احمد بن طولون کے پاس سر اتار لائے۔ احمد بن طولون نے عمری کے قصاص میں دونوں غلاموں کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

برقہ کا محاصرہ

سنہ ۲۶۱ ہجری میں اہلِ برقہ نے اپنے گورنر محمد بن فرج فرغانی کے خلاف بغاوت کردی اور احمد بن طولون کی اطاعت سے منحرف ہوکر محمد بن فرج کو شہر سے نکال دیا۔ احمد بن طولون نے ایک فوج اپنے غلام لولو کی سرکردگی میں اہلِ برقہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کی اور یہ ہدایت کی کہ جاتے ہی جنگ نہ چھیڑدینا بلکہ نہایت نرمی سے کام لینا۔ چنانچہ فوج نے پہنچتے ہی شہر کا محاصرہ کرلیا۔ چندے محاصرہ کئے ہوئے نرمی سے اہل شہر کو بلاتا رہا۔ اہل شہر کو اس سے محاصرین کی کمزوری کا خیال پیدا ہوا،ایک روز بحالت غفلت شہر کا دروازہ کھول کر احمد طولون کے لشکر پر آپڑے اور کسی قدر کامیاب ہوکر واپس گئے۔ سردار لشکر نے ابن طولون کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ احمد بن طولون نے سختی سے محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ محاصرین نے حصار میں شدت اختیار کی۔ ہر طرف منجنیقیں نصب کردیں۔ اہل شہر نے امن کی درخواست کی۔ فتح مند گروہ نے انہیں امن دے دیا اور فتح مندی کا جھنڈا لئے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ اہلِ شہر کے سرداروں سے ایک گروہ کو گرفتار کرکے مارا پیٹا اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور مصر کی جانب واپس ہوا۔ احمد بن طولون نے اپنے غلاموں میں سے ایک آزاد غلام کو اہل برقہ کی حکومت پر مامور کیا۔ یہ واقعہ عباس کی باپ سے مخالفت کرنے سے پہلے کا ہے۔

لولو کی بغاوت اور انجام

احمد بن طولون نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام لولو نامی کو حلب، حمص، قنسرین اور جزیرہ میں دیارِ مصر کی عنانِ حکومت عطا کی تھی اور رقہ میں قیام کرنے کا حکم دیا تھا۔ لولو ہر کام اپنے آقائے نامدار کی رائے سے انجام دیتا تھا۔ چند روز بعد احمد بن طولون لولو کے سیکرٹری ابن سلیمان پر ناراض ہوا۔ ابن سلیمان نے بہ اقتضائے مصلحت وقت لولو کو بھی اپنا ہم خیال بنالیا اور احمد بن طولون کی مخالفت پر ابھار دیا۔ لولو نے سالانہ خراج بھیجنا بند کردیا اور موفق کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ تشریف لائیں ہم آپ کو دیار پر قبضہ دلادیں گے۔ اس پیام کے ساتھ چند شرائط پیش کیں۔

لولو نے سامان جنگ درست کرکے رقہ کی طرف کوچ کیا اس وقت قرقیسا میں ابن صفوان عقیلی حکومت کررہا تھا۔لولو کی ابن صفوان سے معرکہ آرائیاں ہوئیں بالآخر لولو کو کامیابی ہوئی۔ قرقیسا کو ابنِ صفوان سے چھین کر احمد بن مالک بن طوق کے حوالے کیا اور موفق کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کوچ کردیا۔ سفر و قیام کرتا ہوا موفق کے پاس پہنچ گیا جہاں وہ والئ زنج کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ موفق نے ان لڑائیوں میں لولو سے مال اور فوجی مددلی اور جنگِ موصل کے خاتمہ کے بعد حکومت پر مامور کیا۔ اس کے بعد سنہ ۲۷۳ ہجری میں اسے گرفتار کرکے چار لاکھ دینار جرمانہ کیا جس کے باعث وہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہوگیا اور آخر عہدِ حکومت ہارون بن خمارویہ میں واپس ہوکر مصر آیا اور اسی محتاجی اور فقیری کی حالت میں وفات پائی۔

معتمد اور ابن طولون

ابن طولون در پردہ معتمد سے ساز باز رکھتا تھا۔ دونوں میں باہم سلسلہ خط و کتابت جاری تھا۔ اکثر معتمد اپنے بھائی موفق کی شکایت کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے موفق کو ابن طولون سے کشیدگی اور منافرت تھی اور دل سے چاہتا تھا کہ ابن طولون حکومت مصر سے ہٹادیا جائے۔ جن دنوں لولو اور ابن طولون میں مخالفت پیدا ہوئی اسی زمانے میں ابن طولون نے معتمد سے سلسلہ خط و کتابت شروع کیا اور موفق کے غیظ غضب سے ڈر کر مصر بلا بھیجا اس وقت موفق جنگ زنج میں مصروف تھا۔ معتمد نے اس تحریک پر اپنی تمام فوجوں کے ساتھ مصر کا قصد کیا

مگر اس کے ہمراہیوں اور مشیروں نے جورے کے رہنے والے تھے معتمد کی رائے سے اختلاف کیا اور بالاتفاق سب نے ابن طولون سے علیحدگی کی رائے دی۔ کیونکہ ابنِ طولون اکثر امور موفق ہی کی رائے سے انجام دیا کرتا تھا۔ اس اثناء میں یہ خبر ملی کہ موفق عنقریب والیٔ زنج کو گرفتار کیا چاہتا ہے۔ ابنِ طولون نے یہ سن کر اپنے لشکر کا ایک حصہ بانتظار معتمد رقہ بھیج دیا۔

معتمد کی روانگی اور واپسی

معتمد نے موفق کی غیر حاضری کو غنیمت جان کر ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۲۶۸ ہجری میں اپنے سپہ سالاروں کی ایک جماعت کے ساتھ کوچ کیا جس وقت مقام کیل میں پہنچا، اسحاق بن کنداجیق گورنر موصل نے معتمد کو ان سپہ سالاروں کے ساتھ جو کہ ہمراہ تھے، حسب تحریر و تاکید ساعد بن مخلد (موفق کے وزیر) کو گرفتار کرلیا مال و اسباب چھین کر جیل میں ڈال دیا۔ یہ گرفتاری فریب اور دھوکے سے عمل میں آئی تھی والی موصل نے معتمد کے سپہ سالاروں سے یہ ظاہر کیا کہ میں خلافت کا مطیع و فرماں بردار ہوں چنانچہ اس امر کے اظہار کی غرض سے معتمد کے ساتھ ساتھ ابن طولون کی سرحد تک گیا اور معتمد کے روبرو اس کے سپہ سالاروں کے ساتھ بیٹھ کر ان لوگوں کو اس امر پر ملامت کرنے لگا کہ تم لوگوں نے بے حد ناعاقبت اندیشی سے کام لیا ہے۔ تم لوگ کیا سمجھ کر ابن طولون کے پاس جارہے ہو اور اس کے مطیع و دست نگر ہونا چاہتے ہو۔ سپہ سالاروں نے اس کی تردید شروع کی۔ بحث و مباحثہ ہونے لگا۔ دوپہر تک باہم گفتگو ہوتی رہی۔ والی موصل نے کہا چلو اس معاملہ میں ہم تم علیحدہ گفتگو کریں۔ امیر المومنین کی خدمت میں اس قسم کے جھگڑے پیش کرنا اور اس پر بحث کرنا سوء ادبی ہے۔ چنانچہ والیٔ موصل سپہ سالاروں کے پاس سے اٹھ کر اپنے خیمہ میں آیا اور سب کو گرفتار کرکے پھر لوٹ کر معتمد کے پاس آیا اور اسے دار الخلافت چھوڑنے اور بھائی کی مخالفت کرنے پر برا بھلا کہنے لگا اور کہ ایسے وقت میں جب کہ بھائی تمہارے دشمنوں سے مصروفِ جدال و قتال ہے، اس سے علیحدگی نہایت نامناسب ہے۔ معتمد نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ والیٔ موصل نے سب کو گرفتار کرکے سرمن رائے لے جاکر قید کردیا۔

اس واقعہ کی خبر ابن طولون کو پہنچی تو اس نے موفق کا خطبہ موقوف کرکے عنوان سرنامہ سے اس کا نام بھی نکال دیا۔ اس کے بعد موفق نے دار العوام میں ملاقات کی اور ابن طولون پر برسرمنبر لعنت بھیجنے کا حکم دیا اور حکومت مصر سے معزولی کا حکم صادر فرمایا........ اور اسے باب الشاتیہ سے افریقہ کی طرف بھیج دیا۔ لعنت کشی کا فرمان مکہ بھی بھیجا گیا تھا کہ موسم حج میں ابن طولون پر لعنت کی جائے چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ ابن طولون کے ہمراہیوں اور ہوا خواہوں اور گورنر مکہ سے لڑائی چھڑ گئی موفق کا لشکر جعفر باعروی کی ماتحتی میں وارد مکہ ہوا، گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ ابن طولون کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی اور ان کا مال و اسباب چھین لیا گیا۔ مسجدِ حرام میں ابنِ طولون پر لعنت کرنے کا فرمان سب کے سامنے پڑھا گیا۔

اہلِ طرسوس کی بغاوت

احمد بن طولون کی طرف سے سرحدی بلاد کی حکومت پر طخشی بن بلذوان مامور تھا اس کا نام ام خلف تھا۔ طرسوس اس کا دار الحکومت تھا۔ مازیار خادم فتح بن خاقان اس کے ساتھ طرسوس میں رہا کرتا تھا۔ کسی امر پر طخشی کو اس پر شبہ ہوگیا اور گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا۔ اہل طرسوس کو یہ امر ناگوار گزرا سب نے متفق ہوکر ہنگامہ کردیا اور مازیار کو جیل سے نکال کر امارت کی کرسی پر متمکن کیا۔ طخشی پریشان ہوکر بھاگ نکلا۔ اہلِ طرسوس نے ابن طولون کے نام کا خطبہ پڑھنا موقوف کردیا۔ ابن طولون کو اس کی خبر لگی تو اس نے فوجیں آراستہ کرکے مصر سے کوچ کیا۔ سفر و قیام کرتا ہوا اذنہ پہنچا اور مازیار کو بلانے کی غرض سے نامہ روانہ کیا۔ مازیار نے اس کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور طرسوس میں قلعہ نشین ہوگیا۔ ابن طولون نے مصلحتاً حمص کی جانب کوچ کیا۔ پھر وہاں سے دمشق کی طرف آیا چندے قیام کرکے پھر طرسوس کی جانب لوٹا اور حجت پوری کرنے کے خیال سے نامۂ صلح روانہ کرکے گرمی کے زمانہ میں اس کا محاصرہ کرلیا ____ اہل طرسوس نے ابنِ طولون کے لشکر گاہ پر شب خون مارا بہت سے آدمی کام آئے۔ باقی ماندہ گرفتار ہوگئے۔ ابن طولون مجبور ہوکر اذنہ کی طرف

ہٹ آیا۔ اہلِ طرسوس نے تعاقب کر کے ابنِ طولون کے لشکر اور لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔

ابنِ طولون کی وفات و کردار

ابن طولون موسم سرما کی وجہ سے اذنہ میں قیام پذیر رہا۔ موسم سرما گزر جانے کے بعد مصیصہ کی طرف روانہ ہوا۔وہاں پہنچ کر بیمار ہو گیا۔ بحالتِ علالت انطاکیہ چلا گیا۔درد اور مرض کی شدت بڑھی۔شاہی معالجوں نے کثرت غذا کی ممانعت کردی۔ابن طولون نے چھپا کر کھا لیا۔ بکثرت دست آنے لگے مرض پھر عود کر آیا۔ اصل علالت ہیضہ تھی۔ بھینس کے دودھ کے استعمال کی کثرت سے پیدا ہوا تھا۔ ضعف حد سے بڑھ گیا۔سوار ہونے کی طاقت نہ رہی۔ لشکریوں نے ہوادار پر سوار کرا کے کوچ کیا۔فرماء پہنچا۔ساحل فسطاط سے سوار ہو کر اپنے مکان میں وارد ہوا۔ اطبائے شاہی نے پرہیز کرنے کی سخت تاکید کی مگر ابن طولون نے ذرا بھی خیال نہ کیا۔اسہال کی پھر کثرت ہوئی اس وجہ سے جگر میں حرارت بڑھ گئی۔ دماغی افعال میں تشویش پیدا ہوگئی۔ قاضی بکار بن قتیبہ کو پڑوایا۔لوگوں کے سامنے انہیں ذلیل کیا۔ ابن ہرثمہ کا مال و اسباب چھین کر جیل میں ڈال دیا۔سعید بن نوفل کو اس قدر کوڑوں سے پڑوایا کہ وہ مرگیا۔ اس کے بعد ابن طولون نے اپنے اراکین دولت کو جمع کر کے اس خوف سے کہ مبادا اس کا بیٹا ابوالعباس جو کہ قید تھا۔آئندہ کوئی فساد برپا نہ کرے اپنے بیٹے ابو الحبیش خمارویہ کی ولی عہدی کا باضابطہ اعلان کیا اور ان لوگوں کو اس کی اطاعت و فرماں برداری کی ہدایت کی۔اس سے لوگوں کی شورش جو اس کے خلل دماغ سے پیدا ہوگئی تھی'فرو ہوگئی۔ اس کے بعد وہ جلد ہی اس دارِ فانی سے کوچ کرگیا۔ یہ واقعہ سنہ ۲۷۰ ہجری کا ہے۔

چھبیس سال اس نے حکمرانی کی'نہایت مستقل مزاج عالی حوصلہ اور دلیر تھا۔ مصر میں جامع مسجد تعمیر کروائی جس میں اکیس ہزار دینار صرف ہوئے'یافا کا قلعہ تعمیر کرایا۔ مذہب شافعی کی طرف مائل تھا۔ ایک کروڑ دینار موالی (آزاد غلام) چار ہزار غلام ایک سو گھوڑے اور دو سو تیس جانور سواری کے متروکہ چھوڑے۔ اس کے زمانہ میں مصر کا خراج ان تحائف کے ساتھ جو شاہی امراء دربار کے لئے جاتا تھا'چار کروڑ تین لاکھ دینار تھا۔ بیمارستان (شفاخانہ) اور اوقاف پر ساٹھ ہزار دینار خرچ کرتا تھا۔ قلعہ جزیرہ کی تعمیر میں جسے ان دنوں قلعہ روضہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں'اسی ہزار دینار صرف کئے تھے ۔ اس کے مرنے کے بعد یہ قلعہ خراب و مسمار ہوگیا تھا۔ صلاح نجم الدین ایوب نے مرمت کرائی۔ پھر دوبارہ ویران و منہدم ہوا اور ٹیلوں کے علاوہ اس کے کچھ آثار باقی نہ رہے۔ ایک ہزار دینار ماہوار صدقہ و خیرات کیا کرتا تھا۔ پانچ سو دینار ماہوار قیدیوں پر خرچ کرتا تھا۔ اس کے علاوہ باورچی خانہ اور دیگر مصارفِ متفرقہ کا روزانہ خرچ ایک ہزار دینار تھا۔

ابوالعباس بن احمد کا انجام

احمد بن طولون کے مرنے کے بعد اراکین دولت نے جمع ہوکر اس کے بیٹے ابوالجیش خمارویہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس کے دوسرے بیٹے ابوالعباس کو جیل سے نکال کر رہا کر دیا۔اس امر میں احمد بن محمد بن محمد واسطی اور حسن بن مہاجر پیش پیش تھے۔ واسطی نے رسم تعزیت ادا کی حاضرین زار و قطار رو رہے تھے ۔اس کے بعد واسطی نے ابوالعباس سے کہا اپنے بھائی کی بیعت کرو۔ ابوالعباس نے اس سے انکار کیا۔طبارجی اور موالی میں سے سعد الایس نے اٹھ کر ابوالعباس کو گرفتار کر کے قصرِ شاہی کے ایک کمرہ میں قید کردیا۔ اگلے دن مردہ نکالا گیا۔ اس کے بعد احمد بن طولون کی تجہیز و تکفین کی گئی۔ اس کے بیٹے ابوالجیش نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور دفن کرنے کے بعد قصرِ شاہی میں واپس آیا اور کاروبارِ سلطنت میں معروف ہوا۔

اسحاق بن کنداجق کا رقہ و دمشق پر قبضہ

جس وقت احمد بن طولون نے وفات پائی اس وقت اسحاق بن کنداجق جزیرہ اور موصل کی گورنری پر تھا اور ابن ابی الساج کوفہ پر حکومت کررہا تھا۔ اس نے رحبہ کو احمد بن مالک کے قبضہ سے نکالا تھا۔ اسحاق اور ابن الساج کو ملک شام کی حکومت کی خواہش دامن گیر

ہوئی۔ موفق سے اجازت طلب کی، موفق نے ان لوگوں کو اجازت دے دی اور امداد کا وعدہ کیا چنانچہ اسحاق نے رقہ ثغور اور عواصم کی جانب قدم بڑھایا اور ان کو امن و عاص سے چھین لیا جو کہ ابن طولون کی طرف سے مامور تھا۔ اس کے بعد حمص، حلب اور انطاکیہ پر قابض ہوگیا۔ پھر دمشق کو بھی دبالیا۔ خمارویہ کو اس کی خبر لگی تو اس نے ایک فوج ملک شام کی طرف روانہ کی،اس فوج نے دمشق پر قبضہ کرلیا،وہ گورنر جس نے بد عہدی کی تھی، بھاگ گیا۔ قبضۂ دمشق کے بعد خمارویہ کی فوج نے شیرز پر حملہ کردیا۔

اسحاق اور ابن ابی الساج اس انتظار میں تھے کہ عراق سے فوجی کمک آجائے تو لڑائی چھیڑ دی جائے۔ مورچہ بندی کئے ہوئے خمارویہ کے لشکر کے مقابلہ میں پڑے رہے یہاں تک کہ موسم سرما آگیا۔ خمارویہ کے فوجی شیرز کے مکانات میں متفرق اور منتشر ہوکر جابسے۔ اتنے میں عراقی لشکر ابوالعباس احمد بن موفق کی ماتحتی میں جو آئندہ تختِ خلافت پر متمکن ہوا تھا اور معتضد کا لقب اختیار کیا تھا، آپہنچا، خمارویہ کے لشکر پر اس فوج نے جس وقت کہ وہ شیرز کے مکانات میں پناہ گزین تھے، شب خون مارا اور نہایت بے رحمی سے پامال کیا بقیۃ السیف نے بھاگ کر دمشق میں پناہ لی۔ معتضد نے تعاقب کیا، شکست خوردہ گروہ نے جب وہاں بھی امن کی صورت نہ دیکھی تو دمشق کو بھی خیرباد کہہ کر بھاگ نکلے۔ معتضد نے ماہ شعبان سنہ ۲۷۱ ہجری میں اس پر بھی قبضہ کرلیا۔

ابن موفق اور خمارویہ کی جنگ

خمارویہ کے لشکر نے اس شکست کے بعد رملہ میں جاکر پناہ لی۔ کچھ عرصہ وہاں مقیم رہا۔ خمارویہ کو اطلاعی خط لکھا۔ معتضد یہ خبر پاکر کہ شکست خوردہ گروہ نے رملہ میں جاکر پناہ لی ہے، فوجیں آراستہ کرکے دمشق سے رملہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں یہ خبر سننے میں آئی کہ خمارویہ ایک بڑا لشکر لئے ہوئے رملہ آگیا ہے۔ معتضد نے واپسی کا قصد کیا مگر اس وجہ سے کہ اس وقت معتضد کے ہمراہ خمارویہ کے وہ مصاحبین اور امراء بھی تھے جنہوں نے خمارویہ کی رفاقت ترک کردی تھی اور معتضد کی خدمت میں چلے آئے تھے، اپنے اس ارادے کو پورا نہ کرسکا۔ اسحاق اور ابن الساج بھی معتضد کی بدمعاملگی کی وجہ سے اس سے متنفر ہورہے تھے۔ ایک چشمہ پر جس پر کلواحین واقع ہے قریب رملہ دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی، خمارویہ نے لڑائی شروع ہونے سے پیشتر سعیدالایسر نامی ایک سپہ سالار کو ایک دستہ فوج کے ساتھ کمین گاہ میں بٹھادیا۔ فریقین کے میمنہ و میسرہ مصروفِ جدال و قتال ہوئے، چونکہ خمارویہ نے اس سے پہلے کوئی لڑائی نہ دیکھی تھی، شکست کھا کر بھاگا اور مصر جاکر دم لیا۔

معتضد نے خمارویہ کے خیمہ میں قیام کیا اور فتح مندی کے جوش میں اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لینے کا حکم دیا۔ اس اثناء میں سعید الایسر نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کیا۔ معتضد یہ خیال کرکے کہ خمارویہ نے پلٹ کر حملہ کیا، بھاگ کھڑا ہوا۔ ذرا بھی کسی طرف توجہ نہ کی۔ دمشق پہنچا، ابن دمشق نے شہر پناہ کے دروازے بند کرلئے مجبور ہوکر طرسوس کی طرف چلا گیا۔ اس وقت دونوں فوجیں بلا کسی امیر کے دست بدست شمشیر بازی کررہی تھیں۔ سعید الایسر نے خمارویہ کو تلاش کیا۔ جب اسے نہ پایا تو اس کے بھائی ابوالعشایر کو امیر لشکر بنایا۔ عراقی لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ ایک گروہ مارا گیا۔ بہت سے آدمی گرفتار کرلئے گئے۔ فتح مند گروہ میں انعامات اور صلے تقسیم ہوئے۔ نامۂ بشارت فتح مصر کی طرف روانہ کیا گیا۔

خمارویہ کو اس خبر سے مسرت بھی ہوئی اور شکست سے شرمندگی بھی بے حد ہوئی۔ اس نعمت کے شکرانہ میں صدقہ دیا۔ قیدیان جنگ سے ساتھ وہ سلوک کئے کہ اس کی نظیر اس وقت تک نہیں ملتی جس وقت قیدیان جنگ پیش کئے گئے نہایت خندہ پیشانی سے اپنے درباریوں سے مخاطب ہوکر بولا یہ لوگ تمہارے مہمان ہیں تم لوگ ان کی مہمانداری کرو۔ پھر قیدیوں کی طرف متوجہ ہوکر بولا تم لوگوں میں سے جس کا جی چاہے ہمارے دربار میں قیام کرے، حسبِ مرتبہ وظیفہ اور تنخواہ مقرر کی جائے گی اور جو شخص جانا چاہے اسے ہم سامان سفر اور زاد راہ دے کر رخصت کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے قیام پسند کیا ان لوگوں کی تنخواہیں مقرر کردیں اور جنہوں نے واپسی کا ارادہ کیا نہایت احترام سے زادِ راہ دے کر رخصت کیا۔ اس واقعہ سے خمارویہ کے رعب و داب کا ڈنکا بج گیا۔ اس کے لشکر نے تمام ملک شام کو بید

کی طرح تھراویا، عراقی لشکر کو بات کی بات میں ملک شام سے باہر نکل دیا۔ اسی سنہ میں مازیار والیٔ سرحدی بلادِ اسلامیہ نے جہاد کیا اور بہت سامالِ غنیمت لے کر واپس آیا۔ اس کے بعد دوبارہ سنہ ۲۷۳ ہجری میں جہاد کرنے کو گیا تھا۔

ابن ابی الساج اور اسحاق میں ناچاقی

ابن ابی الساج کے ہاتھ میں قنسرین کی عنانِ حکومت تھی اور موصل و جزیرہ کی گورنری پر اسحاق مامور تھا۔ پہلے تو یہ دونوں باہم متفق تھے اور ایک دوسرے کے معین و مددگار تھے کچھ دنوں بعد دونوں لڑ بیٹھے۔ ابن ابی الساج نے خمارویہ سے امداد طلب کی اور اس کے نام کا خطبہ اپنے صوبجات میں پڑھوایا اور اپنے بیٹے کا بہت سے مال و زر کے ساتھ ابن خمارویہ کے دربار میں بھیج دیا۔ چنانچہ خمارویہ فوجیں آراستہ کرکے اسحاق سے جنگ کرنے کے لئے بڑھا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا سن پہنچا۔ ابن ابی الساج نے فرات عبور کرکے اسحاق سے مقام رقہ میں مقابلہ کیا اور اپنے پر زور حملوں سے اسحاق بن کنداجق کو شکست دی۔ اس عرصہ میں خمارویہ بھی آپہنچا اور فرات عبور کرکے رافقیہ کی جانب قدم بڑھایا۔ اسحاق نے شکست اٹھا کر ماردین میں پناہ لی۔ ابن ابی الساج نے پہنچ کر محاصرہ کرلیا۔

ابن ابی الساج کا جزیرہ موصل پر قبضہ

ایک روز موقع پاکر اسحاق ماردین سے موصل کی طرف روانہ ہوا۔ ابن ابی الساج نے یہ خبرپاکر تعاقب کیا اور مقام بـ تعید سے لڑکر ماردین کی طرف لایا۔ ان واقعات سے ابن ابی الساج کی قوت بڑھ گئی۔ جزیرہ اور موصل پر قبضہ کرلیا اور اپنے تمام مقبوضہ ممالک میں خمارویہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور خطبہ میں خمارویہ کے بعد اپنا نام داخل کئے جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد فوج کے دستے اپنے غلام فتح کی ماتحتی میں اطراف موصل میں خراج وصول کرنے کے لئے بھیجے۔ مقام شراۃ میں یعقوبیہ سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ فتح نے یعقوبیہ کو دھوکا دے کر اپنا کام کرلیا مگر اس کے بعد یعقوبیہ کو اس کے فریب کی اطلاع ہوگئی۔ سب کے سب متفق ہوکر حملہ آور ہوئے اور شکست دے کر اس کے ہمراہیوں کو نہایت بے رحمی سے قتل و قید کیا۔ فتح چند افراد کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔

سنہ ۲۷۵ ہجری میں ابن ابی الساج نے خمارویہ سے بدعہدی کی۔ ہوا یوں کہ اسحاق بن کنداجق خمارویہ کے پاس مصر چلا گیا تھا اور اس کی مصاحبت اختیار کرلی تھی۔ اس سے ابن ابی الساج کو کشیدگی پیدا ہوئی اور خمارویہ کی مخالفت کا اعلان کردیا۔ خمارویہ یہ خبرپاکر ابن ابی الساج کی سرکوبی کے لئے مصر سے دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ قریب دمشق ماہ محرم مقام ثنیۃ العقاب میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ ابن ابی الساج شکست کھا کر بھاگا۔ اس کا سارا لشکر لوٹ لیا گیا۔ حمص میں جنگ پر جانے سے پیشتر ابن ابی الساج بہت سا مال و اسباب رکھ کر گیا تھا۔ خمارویہ نے فتح یابی کے بعد ایک دستہ فوج اس مال کے لینے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ یہ دستہ فوج ابن ابی الساج کے پہنچنے سے پیشتر حمص پہنچ گیا اور اسے حمص میں داخل ہونے سے روک دیا اور اس کے تمام مال و زر اور اسباب پر قبضہ کرلیا۔ ابن ابی الساج ناکام ہوکر حلب کی طرف چلا گیا۔ پھر حلب سے رقہ جاکر مقیم ہوا۔ خمارویہ برابر اس کے تعاقب میں تھا۔ ابن ابی الساج نے جب رقہ میں پناہ لی تو وہاں سے نکل کر موصل کا راستہ لیا۔ خمارویہ اس سے مطلع ہوکر فرات عبور کرکے شہر موصل میں ابن ابی الساج کے پہنچنے سے پہلے داخل ہوگیا۔ ابن ابی الساج کو اس کی خبر لگ گئی۔ موصل سے اعراض کرکے حدیثہ کی طرف چلا گیا۔

ابن ابی الساج اور اسحاق کی جنگ

خمارویہ نے اپنے نامی سپہ سالاروں اور جنگ آزما لشکر کو اسحاق کے ساتھ ابن ابی الساج کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ ابن ابی الساج نے یہ خبرپاکر دجلہ عبور کرکے تکریت میں جاکر قیام کیا۔ اسحاق کی رکاب میں بیس ہزار فوج تھی اور ابن ابی الساج دوہزار کی جمعیت سے تھا۔ دونوں فریقوں نے دریا کے کنارے سے ایک دوسرے پر تیر باری کی اس کے بعد اسحاق نے پل بنوانے کی غرض سے کشتیاں جمع کرائیں۔ ابن ابی الساج نے یہ سن کر رات کے وقت تکریت سے نکل کر موصل کا راستہ لیا اور قریب موصل پہنچ کر مقام دیر اعلیٰ میں قیام

کیا۔ اسحاق کو اس کی خبر لگ گئی تعاقب کی غرض سے کوچ کیا ابن ابی الساج ہر کہ تنگ آید بجنگ آید سینہ سپر ہوکر مقابلہ پر آگیا اور قلیل جماعت کے باوجود اسحاق کو شکست فاش دے دی۔ اسحاق شکست اٹھاکر رقہ کی طرف بھاگا۔ ابن ابی الساج نے تعاقب کیا اور موفق کی خدمت میں ایک اطلاعی عرض داشت بھیج کر دریائے فرات کو ملک شام کی طرف سے عبور کرکے' خمارویہ کے صوبجات کو تاخت و تاراج کرنے کی اجازت طلب کی۔ موفق نے اس امر میں کچھ روز توقف کرنے اور امدادی فوج کا انتظار کرنے کی ہدایت کی۔

اسحاق شکست کھا کر خمارویہ کی خدمت میں آگیا۔ خمارویہ نے اسے تسلی دی اور دوبارہ فوجیں آراستہ کرکے ابن ابی الساج کی جنگ پر اسحاق کو روانہ کیا۔ چنانچہ اسحاق نے ارض شام میں فرات پہنچ کر قیام کیا اور ابن ابی الساج اس کے مقابلہ پر حدود رقہ میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ ایک روز موقع پاکر اسحاق کی فوج کے ایک دستہ نے دریائے فرات کو عبور کیا اور بحالتِ غفلت ابن ابی الساج کے طلیعہ لشکر پر حملہ کردیا۔ جب ابن ابی الساج نے اس امر کا احساس کرلیا کہ ہر شخص دریا عبور کرسکتا ہے تو اس نے براہ رقہ بغداد کا راستہ لیا اور سنہ ۲۹۶ ہجری میں موفق کی خدمت میں حاضر ہوکر قیام پذیر ہوا۔ یہاں تک کہ موفق نے اس کو آذربائیجان کی گورنری مرحمت فرمائی۔ باقی رہا اسحاق ابن کنداج اس نے ابن ابی الساج کے بعد دیار ربیعہ اور دیار مصر پر قبضہ کرلیا اور خمارویہ کے نام کا خطبہ وہاں کی جامع مسجد میں پڑھاجانے لگا۔

اہلِ طرسوس کی اطاعت

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ سنہ ۲۷۰ ہجری میں مازیار خادم نے طرسوس میں علمِ بغاوت بلند کیا تھا اور احمد بن طولون نے اس کا محاصرہ کرلیا تھا' مازیار خادم قلعہ نشین ہوکر مخالفت و سرکشی پر تل گیا۔ اتنے میں احمد بن طولون کا انتقال ہوگیا اور خمارویہ نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی جوں ہی اسے انتظام سے فراغت ملی سنہ ۲۷ ہجری میں تیس ہزار دینار پانچ سو تھان ریشمی کپڑے اور پانچ سو مطرف مازیار کی طرف روانہ کئے۔ مازیار اس نقد وجنس کو دیکھ کر خوش ہوگیا اور اطاعت قبول کرلی اور سرحدی بلاد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔

سنہ ۲۷۸ ہجری میں مازیار لشکر صائفہ کے ساتھ جنگ پر گیا۔ اسکندریہ کا محاصرہ کیا۔ اثناء محاصرہ میں منجنیق کا ایک پتھر اس کی پسلی پر آکر لگا۔ زخمی ہوکر طرسوس واپس آیا اور وہاں پہنچ کر فوت ہوگیا اس کے مرنے کے بعد ابن عجیف طرسوس کا حکمران ہوا۔ ابنِ عجیف نے اطلاعی عرض داشت خمارویہ کی خدمت میں روانہ کی۔ خمارویہ نے اسے حکومت طرسوس پر بحال رکھا پھر کچھ عرصہ بعد اسے معزول کرکے اس کی جگہ محمد (اپنے چچا مُوسیٰ بن طولون کے بیٹے) کو حکومت طرسوس پر مامور کیا۔

مُوسیٰ بن مُوسیٰ بن طولون

مُوسیٰ بن مُوسیٰ بن طولون کے حالات اس طرح ہیں کہ جس وقت احمد بن طولون برادر مُوسیٰ بن طولون نے مصر پر اپنی حکومت کا سکہ جمایا اس وقت موسیٰ نے قرابت اور رشتہ داری کے باعث ہاتھ پاؤں پھیلائے' احمد بن طولون نے اسے پسند نہ کیا۔ مُوسیٰ کو یہ امر ناگوار گزرا اور اس کے دل میں حسد و رشک کی آگ بھڑکنے لگی۔ کسی جلسہ میں اپنے کلمات سے احمد بن طولون کو یاد کیا کہ جسے احمد برداشت نہ کرسکا۔ احمد نے اس جرم میں اسے کوڑے سے پڑوایا اور طرسوس کی طرف شہربدر کردیا۔ آخر کہاں تک اسکا بھائی تھا شہربدر کرنے کے بعد اخراجات کے لئے روپے روانہ کئے۔ مُوسیٰ نے لینے سے انکار کیا اور طرسوس چھوڑ کر عراق چلا گیا۔ کچھ روز بعد پھر طرسوس واپس آیا اور وہیں قیام پذیر ہوا۔ یہاں تک کہ اس کی موت کا زمانہ آگیا۔ چنانچہ اپنے بیٹے محمد کو چھوڑ کر مرگیا۔ خمارویہ نے اسے سندِ حکومت عطا کی۔

موفق کا راغب نامی ایک خادم موفق کے مرنے کے بعد جہاد کی غرض سے طرسوس کے راستہ سے روانہ ہوا۔ جس وقت ملک شام میں داخل ہوا آلات و اسباب اور بار برداریاں طرسوس روانہ کرکے ملنے کی غرض سے خمارویہ کے پاس گیا۔ خمارویہ نے اس کی بے حد عزت کی اور محبت و شفقت سے ٹھہرایا۔ راغب کا دل بھی اس سے مانوس ہوگیا۔ زیادہ دنوں تک مقیم رہا۔ طرسوس میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ

خمارویہ نے راغب کو قید کردیا ہے۔اس سے لوگوں میں اشتعال اور رنج پیدا ہوا۔سب نے متفق ہو کر اپنے سردار محمد بن موسیٰ کو بلوا کر گرفتار کرلیا اور راغب کے عوض قید کردیا۔ خمارویہ تک اس واقعہ کی خبر پہنچی تب خمارویہ نے راغب کو اہل طرسوس کا شبہ رفع کرنے کے لئے طرسوس روانہ کیا۔ جوں ہی راغب طرسوس کے قریب پہنچا اہل طرسوس نے اپنے سردار محمد بن موسیٰ کو رہا کردیا۔ محمد بن موسیٰ قید سے رہا ہو کر اہلِ طرسوس کر برا بھلا کہہ کر بیت المقدس چلا گیا اور ابن عجیت طرسوس کی حکومت پر دوبارہ مامور ہوا۔ ان واقعات کے بعد سنہ ۲۸۱ ہجری میں لشکر صائفہ کے ساتھ طغج بن جف فرغانی ایک بڑا لشکر برابزون کا لئے ہوئے طرسوس وارد ہوا اور کوویہ کو بزور تیغ فتح کیا۔

بنتِ خمارویہ سے معتضد کا نکاح

ابو العباس معتضد باللہ نے تخت خلافت پر متمکن ہو کر خمارویہ کی بیٹی قطرالنداء سے شادی کا پیغام بھیجا۔ قطرالنداء اپنے زمانے کی حسین ترین عورتوں سے فائق تھی۔خوبصورتی اور آداب میں اپنی نظیر آپ تھی۔ نکاح کا پیغام خلیفہ معتضد کا معتمد علیہ حسین بن عبداللہ معروف بہ ابن جصاص لے کر آیا تھا۔چنانچہ خمارویہ نے اپنی بیٹی کا عقد بوکالت ابن جصاص خلیفہ معتضد سے کردیا۔بہت سے تحائف اور ہدایا جن کی تعریف نہیں ہوسکتی کے ساتھ دارالخلافت رخصت کیا۔ سنہ ۲۷۹ ہجری میں قطر النداء محل سرائے خلافت میں داخل ہوئی۔ خلیفہ معتضد نے اس سے زفاف کیا اور اس کے حسن و جمال و آداب سے متمتع ہوا۔ اس رشتہ داری اور تعلق سے خمارویہ کے رعب و داب کا سکہ مصرو شام اور جزیرہ میں چلنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔

خمارویہ کا قتل

سنہ ۲۸۲ ہجری میں خمارویہ دمشق چلا گیا تھا اور ایک مدت تک وہاں قیام پذیر رہا۔اس کے بعد خاندان والوں نے شکایت کی کہ محل سرائے کی شاہی لونڈیوں کو شاہی غلام اپنی ہوائے نفسانی کا شکار بناتے ہیں۔ خمارویہ نے اس امر کی تفتیش شروع کی۔ لونڈیوں سے استفسار کیا اور اپنے نائب مصر کو خاص خاص لونڈیوں پر نظر رکھنے کے لئے لکھ بھیجا۔جب خمارویہ کا یہ خط نائب مصر کو ملا تو نائب مصر نے ایک دو لونڈیوں کو گرفتار کرکے پٹوایا اس سے شاہی محل سرا کے غلاموں کے کان کھڑے ہوگئے اور بخوف جان بید کی طرح تھرا اٹھے۔ اس اثناء میں خمارویہ ملک شام سے واپس آیا اور اپنے محل میں شب باش ہوا۔ شب کے وقت کسی غلام نے اسے ذبح کرڈالا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۲۸۲ ہجری کا ہے۔جن غلاموں نے اس فعلِ ناروا کا ارتکاب کیا تھا وہ سب کے سب بھاگ گئے۔

جیش بن خمارویہ

اس واقعہ کی صبح کو سپہ سالاران لشکر نے جمع ہو کر خمارویہ کے بیٹے جیش بن خمارویہ کو حکومت و ریاست کی کرسی پر متمکن کیا۔ جیش نے ان لوگوں کو انعامات اور صلے مرحمت کئے اور قاتلین خمارویہ کو تلاش کروا کر گرفتار کرایا اور ان میں سے تقریباً بیس غلاموں کو سزائے موت دی۔ جس وقت جیش تخت حکومت پر متمکن ہوا تھا اس وقت یہ ایک کمسن بھولا بھالا لڑکا تھا۔خواہشاتِ نفسانی کے گرداب میں پڑ گیا۔ نو عمر چھوکرے اور کمینے اس کی مصاحبت میں رہنے لگے۔ مدبّرین دولت اور امراء سلطنت قریب نہ پھٹکنے پاتے تھے۔ طرّہ یہ ہوا کہ وہ لوگ دھمکائے بھی جانے لگے۔سب نے ایک جلسہ کر کے جیش کو معزول کرنے کا مشورہ کیا۔ طغج بن جیف جیش کے باپ کا آزاد غلام تھا اور سرداران دولت میں ایک نامور شخص تھا۔ دمشق کی گورنری پر بھی مامور تھا۔ سب سے پہلے اسی نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور جیش کی اطاعت سے منحرف ہو کر خود مختار بن بیٹھا۔ باقی ماندگان سپہ سالاران لشکر سے کچھ لوگ بغداد چلے گئے جن میں اسحٰق بن کنداج، خاقان مفلحی اور مدبرین جیف برادر طغج وغیرہ تھے۔

خلیفہ معتضد نے ان لوگوں کو خلعتِ فاخرہ سے سرفراز کیا۔ دس پانچ اور سپہ سالار جو مصر میں باقی رہ گئے تھے وہ جیش کی مخالفت پر تل

گئے۔ اسی اثناء میں جیش نے انہی سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار کو قتل کرا دیا۔ پھر کیا تھا بغاوت کا پل ٹوٹ گیا۔ سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور جمع ہو کر جیش پر ٹوٹ پڑے' اسے مار ڈالا' اس کے گھربار کو لوٹ لیا۔ مصر کو تاخت و تاراج کیا۔ بازاروں میں آگ لگا دی جب اس سے فارغ ہوئے تو جیش کے بھائی ہارون کو حکومت کی کرسی پر متمکن کیا۔ یہ واقعہ جیش کی حکومت کے نویں مہینے کا ہے۔

ہارون بن خمارویہ اور خلیفہ معتضد

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ راغب (موفق کا مولی) جہاد کے لئے طرسوس کی طرف گیا تھا اور وہیں قیام اختیار کیا تھا۔ پھر ابن عجیف کے بعد طرسوس پر قابض ہو گیا تھا۔ جب ہارون بن خمارویہ سنہ ۲۸۳ھ میں حکمران ہوا تو راغب نے ہارون کا نام خطبہ سے نکل ڈالا۔ بدر مولی خلیفہ معتضد کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ چنانچہ طرسوس اور بلاد سرحدی بنو طولون کے دائرہ حکومت سے نکل گئے اس کے بعد ہارون بن خمارویہ نے خلیفہ معتضد کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ ساڑھے چار لاکھ دینار پر مصرو شام کی سندِ حکومت مجھے عطا کی جائے۔ قنسرین اور عواصم کو میں خدام خلافت کے سپرد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ سرحد بلاد خلیفہ معتضد کی جاگیرات میں تھے۔ خلیفہ معتضد نے یہ درخواست نامنظور کی اور آمد سے کوچ کر دیا۔ آمد پر خلیفہ نے محمد بن احمد بن شیخ سے قبضہ حاصل کیا تھا اور اپنے بیٹے مکتفی کو بطور نائب مقرر کر گیا تھا۔ سنہ ۲۸۶ھ میں آمد سے روانہ ہو کر قنسرین پہنچا اور اس سرحدی بلاد کو ہارون کے عمال سے چھین کر معہ جزیرہ کے اپنے بیٹے مکتفی کے رقبہ حکومت میں شامل کر دیا۔

طغج بن جیف کی دمشق پر گورنری

جب ہارون اپنے بھائی جیش کے بعد کرسی حکومت پر متمکن ہوا تو اراکین سلطنت نے چالبازی کے طور پر باہمی امورِ سلطنت سیاہ و سفید کا اختیار ابو جعفر بن ابام کو دیا۔ یہ شخص زمانہ احمد اور خمارویہ میں نامور جنگ آزمودہ سپہ سالاروں میں سے تھا' چنانچہ اس نے حتی الامکان اصلاح کی ان لشکریوں کے سر کرنے کو جنہوں نے طغج بن جیف کے ساتھ دمشق میں ہنگامہ برپا کیا تھا۔ بدر حمامی اور حسین نے اپنی خوش تدبیری سے قبضہ کر لیا اور اپنے عمال مقرر کر کے مصر واپس آئے' مصر میں اس وقت تک ایک عجیب ہل چل مچی ہوئی تھی۔ سپہ سالاروں کی طوائف الملوکی کا زور شور تھا' کسی کی کوئی نہ سنتا تھا نہ کسی کی کوئی اطاعت کرتا تھا' یہاں تک کہ آئندہ واقعات پیش آئے۔

قرامطہ کا ابتدائی حال اور جو سلطنت و حکومت انہیں عراق و شام میں حاصل ہو گئی تھی آپ اوپر بالتفصیل پڑھ چکے ہیں اور اس سے بھی آپ مطلع ہو چکے ہیں کہ ذکرویہ بن مہدویہ سفیر قرامطہ سواد کوفہ سے شکست کھا کر بنو قلیس بن کلب بن دبرہ کے پاس سماوہ چلا گیا تھا۔ ان لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور شیخ کا لقب دیا' یحیٰی نام رکھا اور ابو القاسم کنیت رکھی اور یہ خیال خام قائم کیا کہ محمد بن عبداللہ بن مکتوم بن اسماعیل امام بھی ہے اور اس بنا پر اسے مدثر کے نام سے یاد کرنے لگے' ان لوگوں نے یہ خیال بھی قائم کیا تھا کہ قرآن مجید میں اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔ اس کے اہل میں سے ایک غلام کو مطوق کا لقب دیا اور اس نے حمص سے حماۃ اور معرۃ النعمان کی جانب کوچ کیا۔ پھر بعلبک کی طرف گیا۔ پھر وہاں سے سلمیہ کی جانب روانہ ہو' دوران راہ میں جس قدر دیہات قصبات اور شہر ملے' سب کو تاخت و تاراج کیا۔ لڑکے اور عورتوں کو' یہاں تک کہ جانوروں کو بھی قتل کیا۔ طغج بن جیف اور اس کی فوج اور اس کا آقا ہارون اُن لوگوں کی مدافعت سے عاجز آ گیا۔ اہلِ شام اور مصر فریادی صورت بنائے خلیفہ مکتفی کے دربار میں حاضر ہوئے۔

قرامطیوں کی سرکوبی

چنانچہ خلیفہ مکتفی سنہ ۲۹۰ھ میں قرامطہ کی سرکوبی کے لئے ملک شام کی طرف روانہ ہوا' موصل ہو کر گزرا۔ بنو حمدان میں ان میں سے ابو الاغر دس ہزار سواروں کو لئے ہوئے خلافت مآب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خلافت مآب نے قریب حلب پڑاؤ کیا۔ قرملی صاحب شامہ شاہی افواج پر حملہ آور ہوا۔ ایک بہت بڑی جماعت کام آئی۔ ابو الاغر اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ پناہ گزین ہوا۔ قرملی نے محاصرہ کر

لیا لیکن اہل حلب نے ابو الاغر کی لڑائی سے تنگ آ کر محاصرہ اٹھا لیا۔ خلیفہ مکتفی اس واقعہ سے جانبر ہو کر رقہ پہنچا اور محمد بن سلیمان کاتب کو شاہی فوجوں کے ساتھ قرملی سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ بنو حمدان میں سے حسین اور بنو شیبان بھی اس مہم میں محمد بن سلیمان کے ہمرکاب تھے۔ ماہ محرم سنہ ۲۹۱ھ میں قرامطہ اور شاہی افواج سے مقام حماۃ میں مڈبھیڑ ہوئی۔ سخت خون ریز جنگ کے بعد قرامطہ کو شکست ہوئی۔ ان کا سردار صاحب شامہ گرفتار کر لیا گیا۔ ایک دستہ فوج کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ موثر اور مطوق بھی اس کے ساتھ ہی قید ہوئے تھے۔ خلافت مآب نے مظفر و منصور دار الخلافت کی طرف روانگی کا قصد کیا۔ محمد بن سلیمان بھی حاضر ہو کر باریاب ہوا۔ خلافت مآب نے حکم دیا کہ قیدیان قرامطہ پہلے کوڑوں سے پٹوائے جائیں۔ اس کے بعد ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔ اس کے بعد ان کی گردنیں مار دی جائیں۔ الغرض اس طریقہ سے قرامطہ کی متعدی بیماری کا علاج کیا گیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک گروہ بحرین میں ظاہر ہوا۔

محمد بن سلیمان

اس سے قبل کہ بنو طولون کی حکومت ختم ہونے کے حالات تحریر کئے جائیں ہم محمد بن سلیمان کے حالات بیان کرنا چاہتے ہیں جس نے بنو طولون کی حکومت کا شیرازہ منتشر کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ محمد بن سلیمان رقہ دیار کا رہنے والا تھا۔ احمد بن طولون نے اسے تربیت دی تھی اور مصر میں اپنی خدمت میں رکھا تھا۔ کچھ عرصہ بعد جب وہ انتظام سیاست میں ایک گونہ طاق ہو گیا تو احمد بن طولون سے رنجیدہ ہو کر خلافت بغداد چلا گیا۔ اراکین سلطنت سے میل جول پیدا کیا۔ وہ لوگ بعزت و احترام پیش آئے۔ خلفائے بغداد نے اسے اپنی خدمت میں رکھ لیا اور محکمہ جنگ کا سیکرٹری مقرر کیا۔ اسی زمانے سے محمد بن سلیمان برابر ان لوگوں کو ملک مصر پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دینے لگا یہاں تک کہ ہارون بن خمارویہ حکومت مصر پر متمکن ہوا اور سرزمین شام میں بنو طولون کی حکومت میں کمزوری پیدا ہو چلی اور اس کے گرد و نواح میں قرامطہ آئے دن قتل و غارت گری کرنے لگے اور ہارون ان کی مدافعت نہ کر سکا۔ اہل شام فریادی بن کر دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔

خلیفہ مکتفی مسلمانوں کی تکالیف رفع کرنے پر کمر ہمت باندھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ محمد بن سلیمان کو اس مہم کے سر کرنے پر مامور کیا۔ ان دنوں یہ شاہی سپہ سالاروں میں ایک با اثر اور نامی شخص تھا۔ چنانچہ شاہی لشکر مرتب کر کے قرامطہ کے مقابلہ پر آ گیا بالآخر اسے قرامطہ کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہوئی۔ قرامطہ کو شکست ہوئی، ان کا سارا لشکر پامال کیا گیا۔ مسلمانان شام نے ان کی مضرت اور ایذا رسانی سے نجات پائی۔ سردار قرامطہ صاحب شامہ کو اس کے سرداروں کے ساتھ گرفتار کر کے مقام رقہ میں خلافت مآب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بغداد پہنچ کر ان سب کو سزائے موت دی جس سے مسلمان شام اور خلافت مآب کو قرامطہ کی متعدی اور رسمی بیماری سے نجات مل گئی۔

محمد بن سلیمان کی مصر پر فوج کشی

خلیفہ مکتفی نے بغداد پہنچ کر محمد بن سلیمان کو ملک شام کی جانب پھر واپس جانے کا حکم دیا۔ شاہی سپہ سالاروں کے ایک گروہ کو اس کے ساتھ روانگی کا اشارہ کیا۔ حسب ضرورت مال و زر اور آلات حرب مرحمت فرمائے۔ چنانچہ محمد بن سلیمان نے خلافت مآب سے رخصت ہو کر دمیانہ کو جو مازار کا غلام تھا جنگی جہازوں کے ایک بیڑے کے ساتھ یہ ہدایت کر کے سواحل مصر کی جانب روانہ کیا کہ دریائے نیل پر پہنچتے ہی قبضہ کر لینا اور اہل مصر سے اس کا تعلق ختم کر دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اہل مصر تنگی و مصیبت میں پڑ گئے اور خود شاہی افواج کی کمان لئے ہوئے شام کی جانب بڑھا اور اس پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد مصر کی جانب روانہ ہوا۔ جس وقت قریب مصر پہنچا۔ سپہ سالاران مصر کو بلانے کی غرض سے نامہ و پیام بھیجا۔ بدر حمامی جو کہ مصری سپہ سالاروں کا نامی سردار تھا' محمد بن سلیمان کے پاس آیا اور امن کا طالب ہوا۔ اس سے اہل مصر کی شان و شوکت کو بہت نقصان پہنچا۔ دیکھا دیکھی سپہ سالاران مصر بھی یکے بعد دیگرے محمد بن سلیمان کے لشکر میں چلے آئے۔ ہارون اس فوج کے ساتھ جو باقی رہ گئی تھی' مقابلہ پر آیا۔ سلسلہ جنگ شروع ہوا۔ اتفاق سے زمانہ جنگ میں ایک روز اس کے لشکر میں جھگڑا ہو گیا۔ فتنہ فرو کرنے کے لئے ہارون سوار ہو کر لشکر گاہ میں گیا۔ اتفاقاً کسی مغربی کا ایک تیر آ لگا جس سے اس

نے تڑپ کر جان دے دی۔ ہارون کے مرنے پر اس کے چچا شیبان بن احمد بن طولون نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ .... بلا حساب و کتاب لشکریوں کو انعامات دیئے اور یہ حکم دیا کہ جو کچھ رہ گیا ہے اسے لوٹ لو۔ چنانچہ بات کی بات میں لشکریوں نے سارا مال اسباب لوٹ لیا' اس کے بعد مال حاصل کرنے کی فکر دامن گیر ہوئی' مگر اس پر قادر نہ ہوا۔ اس سے اس کے کاموں میں خلل پیدا ہو گیا۔ ساری تدبیریں رائیگاں گئیں۔ اپنے ارکینِ دولت سے جنگ کرنے اور امان طلب کرنے کی بابت مشورہ کیا سب نے بالاتفاق محمد بن سلیمان سے امن طلب کرنے کی رائے دی۔

بنو طولون کا زوال

شیبان نے محمد بن سلیمان کے پاس امن کا پیغام بھیجا' محمد نے اسے امن دیا۔ شیبان کے امن حاصل کرنے کے بعد اس کے سپہ سالاران لشکر نے بھی یکے بعد دیگرے امن کی درخواست کی۔ محمد بن سلیمان سوار ہو کر مصر میں داخل ہوا اور قبضہ کر لیا۔ بنو طولون کو جو تعداد میں سترہ نفر تھے' گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ نامہ بشارت فتح خلافت مآب کی خدمت میں روانہ کیا۔ خلیفہ مکتفی نے لکھ بھیجا کہ بنو طولون کو شام و مصر سے گرفتار کر کے بغداد بھیج دو۔ محمد بن سلیمان نے نہایت مستعدی سے اس حکم کی تعمیل کی' اس کے بعد خلیفہ مکتفی نے ان مکانات و تعمیرات کو جلانے اور گرانے کا حکم صادر فرمایا۔ یہ بنو طولون نے اپنے زمانۂ حکومت میں مصر کے شرقی جانب تعمیر کرائے تھے اور جو ایک مربع میل میں تھے۔ یہ سب جلا کر خاک کر ڈالے گئے اس کے بعد محمد بن سلیمان فسطاط لوٹ گیا۔

امارتِ مصر پر عیسیٰ نوشزی کا تقرر

جس وقت محمد بن سلیمان نے دار الخلافت بغداد کی جانب واپسی کا ارادہ کیا خلیفہ مکتفی نے اسے حکومتِ مصر سے سبکدوش کر کے اس کی جگہ عیسیٰ ابن محمد نوشزی کو مصر کی گورنری پر متعین فرمایا اور محمد بن سلیمان نصف سنہ ۲۹۳ھ میں واردِ بغداد ہوا۔

ابراہیم خلیجی کی سرکشی اور گرفتاری

انہی دنوں اطرافِ مصر میں ابراہیم خلیجی نے سر اٹھایا۔ ابراہیم خلیجی بنو طولون کے سپہ سالاروں میں سے تھا' محمد بن سلیمان سے علیحدہ ہو کر خود سری اختیار کر لی۔ عیسیٰ نوشزی نے اطلاعی یادداشت خلیفہ مکتفی کی خدمت میں روانہ کی۔ اس اثناء میں خلیجی کی جمعیت بڑھ گئی' ملک گیری کے خیال سے مصر پر حملہ آور ہوا۔ نوشزی بھاگ کر اسکندریہ میں پناہ گزین ہوا۔ خلیجی نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ مکتفی نے شاہی افواج فاتک (جو کہ اس کے باپ معتضد کا غلام تھا) اور بدر حمامی کی ماتحتی میں روانہ کیں۔ اس فوج کے ہراول پر احمد بن کیغلغ سپہ سالاروں کی ایک جماعت کے ساتھ مامور تھا۔ ماہ صفر سنہ ۲۹۳ھ میں خلیجی سے عریش میں مڈبھیڑ ہوئی۔ شاہی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی مگر پھر لوٹ کر حملہ آور ہوئی اور خوب جی کھول کر لڑی۔ فریقین میں متعدد لڑائیاں ہوئیں جس میں خلیجی کے بہت سے ہمراہی مارے گئے۔ باقی ماندہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ شاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔

خلیجی بہزار خرابی جان بچا کر فسطاط پہنچا اور روپوش ہو گیا۔ سپہ سالاران شاہی افواج میں گھس پڑے اور خلیجی کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ خلیفہ مکتفی اس واقعہ سے پیشتر ابن کیغلغ کی شکست سے مطلع ہو کر مصر کے ارادے سے روانہ ہو چکا تھا مگر جب اسے خبر ملی کہ فاتک کو فتح نصیب ہوئی اور خلیجی گرفتار کر لیا گیا ہے تو بغداد کی جانب واپس ہوا اور فاتک نے خلیجی کو اس کے ہمراہیوں کے ساتھ پابہ زنجیر بغداد بھیج دیا۔ خلیفہ مکتفی نے ان لوگوں نے جیل میں ڈال دیا۔

ان واقعات کے اختتام پر عیسیٰ نوشزی نصف سنہ ۲۹۳ھ میں پھر مصر واپس آیا اور مصر کی گورنری پر آخر وقت تک رہا اور ماہ شعبان سنہ ۲۹۷ھ میں اپنی حکومت کے پانچ برس پورے کر کے راہگرائے عالم آخرت ہوا۔ اس کے مرنے پر اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد حکمرانی کرنے لگا۔

ابو منصور تکین کا امارتِ مصر پر تقرّر

خلیفہ مقتدر نے اس سے مطلع ہو کر ابو منصور تکین خزری کو حکومت مصر پر متعیّن کیا۔ آخر شوال سنہ ۲۹۷ھ میں ابو منصور وارد مصر ہوا اور گورنری کرنے لگا یہاں تک کہ مغرب میں حکومت علویہ کو استحکام حاصل ہو گیا اور عبیداللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابو القاسم کو افواج کا افسر بنا کر سنہ ۳۰۱ھ میں مصر روانہ کیا چنانچہ آخر ماہ ذی الحجہ سنہ مذکور میں اس نے برقیہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد مصر کی طرف بڑھا۔ اسکندریہ اور فیوم کو بھی لے لیا۔ ان واقعات کی خبر دار الخلافہ بغداد میں پہنچی۔ مقتدر نے اپنے بیٹے ابو العباس کو مصر اور مغرب کی سندِ حکومت عطا کی۔ اس وقت اس کی عمر چار برس کی تھی' یہ وہی شخص ہے جو مقتدر کے بعد تختِ خلافت پر متمکن ہوا تھا اور "الراضی" کا لقب اختیار کیا تھا۔ جب اسے حکومتِ مصر عطا ہوئی تو اس کی جانب سے مونس خادم اس کا نائب مقرر کیا گیا۔ اس کی مغربی لشکر سے لڑائیاں ہوئیں۔ اس نے ان کو شکست دی اور بزور تیغ مغرب کی جانب الٹے پاؤں لوٹا دیا۔ پھر سنہ ۳۰۲ھ میں عبیداللہ مہدی نے فوجیں آراستہ کیں' اس مہم کا افسرِ اعلیٰ اس کا سپہ سالار خاسس کتامی تھا۔ جنگی کشتیوں کے کئی بیڑے لئے ہوئے اسکندریہ پہنچا اور وہاں سے مصر کی جانب بڑھا اور مونس خادم یہ خبر پا کر مقابلہ پر آیا اور سینہ سپر ہو کر لڑا اور انہیں شکست دی اس کے بعد پھر لشکرِ بغداد اور مغربی فوج میں متعدد لڑائیاں ہوئی۔ سب سے آخری جنگ نصف سنہ ۳۰۲ میں ہوئی جس میں سات ہزار مغربی کام آئے بقیہ ناکام ہو کر مغرب کی طرف واپس ہو گئے۔ عبیداللہ مہدی نے اس شکست کے جرم میں اپنے سپہ سالار خاسس کتامی کو قتل کر ڈالا اور مونس خادم بغداد واپس آیا۔

ذکا اعور بحیثیت گورنر مصر

آخر سنہ ۳۰۲ھ تک تکین خزری حکومتِ مصر پر بطور نائب مامور رہا' اس کے بعد خلیفہ مقتدر نے اس کی جگہ ابو الحسن ذکاء اعور کو متعیّن کیا۔ نصف ماہ صفر سنہ ۳۰۳ھ میں وارد مصر ہوا۔ چنانچہ اس وقت سے مصر پر برابر حکومت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سنہ ۳۰۷ھ میں اپنی حکومت کے چوتھے برس انتقال کر گیا۔

ابو القاسم بن مہدی کی مصر پر چڑھائی

.... خلیفہ مقتدر نے اس کی جگہ ابو المنصور تکین خزری کو دوبارہ حکومتِ مصر پر مامور کیا چنانچہ ماہ شعبان سنہ ۳۰۷ھ میں یہ مصر پہنچا عبیداللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابو القاسم کی ماتحتی میں مصر کی جانب فوجیں روانہ کی تھیں۔ ماہ ربیع الاول سنہ ۳۰۷ھ میں ابو القاسم اسکندریہ پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر مصر کی طرف بڑھا۔ سرزمینِ صعید سے جزیرہ اور اشمونین پر قابض ہو گیا ان کے علاوہ اور مقامات کو بھی' جو اس کے قرب و جوار میں تھے دبا لیا۔ اہلِ مکہ نے اظہارِ اطاعت کی غرض سے عرض داشت روانہ کی۔ خلیفہ مقتدر نے بغداد سے مونس خادم کو افواجِ شاہی کا افسر بنا کر ابو القاسم کی روک تھام کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ ابو القاسم سے اس کی متعدد لڑائیاں ہوئیں' پھر افریقہ سے جنگی کشتیوں کا بیڑا ابو القاسم کی کمک پر سواحلِ اسکندریہ میں آ کر لنگر انداز ہوا یہ بیڑا اسی (۸۰) کشتیوں پر مشتمل تھا۔ سلیمان بن خادم اور یعقوب کتامی کے ہاتھ میں اس کی کمان تھی۔ مونس نے اس خبر سے مطلع ہو کر طرسوس کے جنگی بیڑے کو مقابلہ کا حکم دیا۔ اس بیڑے میں پچیس کشتیاں تھیں۔ یہ بیڑے روغنِ نفط اور متعدد قسم کے آلاتِ حرب سے بھرے ہوئے تھے۔ ابو الیمن کے ہاتھ میں اس کی کمان تھی۔ مرسی رشید پر دونوں بیڑوں کا مقابلہ ہوا سخت اور خونریز جنگ کے بعد طرسوسی بیڑے کو فتح نصیب ہوئی۔ افریقہ کے بیڑے کو شکست ہوئی' بہت سے آدمی گرفتار کر لئے گئے اور کچھ مار ڈالے گئے اور بعض رہا کر دیے گئے۔

ابو القاسم اور مونس خادم کی جھڑپیں

معرکہ کارزار سے سلیمان خادم گرفتار کر لیا گیا۔ بحالتِ قید مصر میں مر گیا۔ یعقوب کتامی گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد بغداد کی جیل سے افریقہ بھاگ گیا۔ ابوالقاسم اور مونس خادم میں لڑائیاں مدتوں جاری رہیں۔ فتح مندی کا سہرا مونس کے سر رہا۔ دورانِ جنگ ابوالقاسم کے لشکر میں وبا پھوٹ پڑی جس سے اس کے لشکر کا اکثر حصہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد گھوڑوں میں وبا پھیل گئی۔ مجبوراً ابوالقاسم نے مغرب کی جانب کوچ کیا۔ مصری لشکر نے تعاقب کیا' جب ملک مصر سے مغربی لشکر دُور نکل گیا تب مصری لشکر واپس ہوا۔ ابوالقاسم نصف سنہ مذکور میں قیروان پہنچا اور مونس خادم دارالخلافت بغداد واپس آیا' اور تکین واردِ مصر ہوا' جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ تکین اسی زمانہ سے برابر گورنریِ مصر پر رہا یہاں تک کہ ماہ ربیع سنہ ۳۰۹ھ میں مصر واپس کیا گیا۔

تکین خزری کی وفات

خلیفہ مقتدر نے احمد بن کیغلغ کو بلال بن بدر کے بعد سندِ حکومت عطا کی۔ چنانچہ ماہ جمادی الآخر میں یہ مصر پہنچا اور حکومت کے پانچویں مہینے واپس بلا لیا گیا۔ تکین سہ بارہ حکومتِ مصر پر مامور ہوا۔ یوم عاشورہ سنہ ۳۱۳ھ میں مصر پہنچا' نو سال تک حکمرانی کی۔ یہاں تک کہ پندرہ ربیع الاول سنہ ۳۲۲ھ میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔ اس کے زمانۂ حکومت میں خلیفہ مقتدر نے اپنے بیٹے ابوالعباس کی ولی عہدی کی تجدید کی اور بلادِ مغرب' مصر اور شام کی سندِ حکومت عطا فرمائی اور مونس کو اس کی جانب سے بطور نائب مقرر کیا۔ یہ واقعہ سنہ ۳۱۸ھ کا ہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سنہ ۳۲۱ھ میں تکین خزری نے مصر میں وفات پائی اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد حکمران ہوا۔ خلیفہ قاہر نے اسے خلعت روانہ کیا لشکریوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا مگر بہ تائیدِ الٰہی یہ ان پر فتح یاب ہوا۔ انتہٰی۔

خلیفہ قاہر نے احمد بن کیغلغ کو دوبارہ سنہ ۳۲۱ھ میں سندِ حکومت عطا کی' اس سے پہلے محمد بن طغج کو والی مقرر کیا تھا' یہ دمشق کا گورنر تھا' ایک مہینے کی حکومت کے بعد اسے واپس بلا لیا اور احمد بن کیغلغ کو سندِ حکومت عطا کی جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ ماہ رجب سنہ ۳۲۲ھ میں یہ مصر پہنچا' اس کے بعد آخر ماہ رمضان سنہ ۳۲۳ھ میں معزول کر دیا گیا۔ پھر خلیفہ راضی نے اسے حکومت کی کرسی پر بٹھایا اور اس کے القاب میں "اخشید" کا لفظ بڑھانے کی اجازت دی۔ ایک مدت تک مصر پر نہایت خوش انتظامی سے مامور رہا اس کے بعد ملک شام کو اس کی حکومت سے نکال لیا گیا جیسا کہ آئندہ تحریر کیا جائے گا۔

محمد بن رائق

محمد بن رائق امیر الامراء ' جس کا ذکر آپ اوپر پڑھ چکے ہیں' کے غلام تحکم نے بغداد میں مخالفت کی اور اس کی جگہ سنہ ۳۲۶ھ میں متمکن ہو گیا۔ ابن رائق اپنا مکان چھوڑ کر بھاگا اور بغداد میں روپوش ہو گیا' تحکم نے بغداد اور اس کے مکانات اور املاک پر قبضہ کر لیا' اتنے میں خلیفہ تکریت سے واپس آ گیا' خلیفہ اور تحکم میں خط و کتابت شروع ہوئی۔ خلیفہ نے والیِ بغداد کا خط پیش کیا' باہم مصالحت ہو گئی' سب کے سب بغداد واپس آئے' ابنِ رائق نے ابو جعفر محمد بن یحییٰ بن شیرزاد کی معرفت صلح کا پیام بھیجا جسے فریقِ مخالف نے منظور کر لیا' خلیفہ راضی نے طریق فرات (دیار مضر یعنی حران الرہا) اور جو بلاد ان کے قرب و جوار میں تھے اور قنسرین اور عواصم کی سندِ حکومت عطا کی۔

ابنِ رائق کا شام پر قبضہ

ابنِ رائق ان بلاد کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر حکمرانی کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد سنہ ۳۲۸ھ میں ملک شام کی حکومت کا لالچ پیدا ہوا' فوجیں آراستہ کر کے شہر حمص کی طرف روانہ ہوا اور اس پر قابض ہو گیا۔ ان دنوں دمشق کا حاکم بدر بن عبداللہ مولیٰ اخشید ملقب بہ

مدبر تھا۔ ابنِ رائق نے اس کے قبضہ سے دمشق کو نکل لیا اور مصر کے خیال سے رملہ کی طرف بڑھا! اخشید کو اس کی خبر لگی' لشکر آراستہ کر کے مصر سے نکلا۔ عریش میں دونوں کا مقابلہ ہوا' اخشید نے جنگ شروع ہونے سے پیشتر فوج کے چند دستوں کو کمین گاہ میں بٹھا دیا تھا' لڑتے لڑتے شکست کھا کر بھاگا' ابنِ رائق کے ہمراہیوں نے اخشید کے لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا اور ان کے خیموں میں بہ اطمینان تمام جا اترے' اس کے بعد اخشید کا لشکر کمین گاہ سے نکل کر دفعتاً" حملہ آور ہوا' نہایت بے سرو سامانی سے بھاگ کھڑے ہوئے' ابن رائق چند آدمیوں کے ساتھ جانبر ہو کر دمشق کی جانب بھاگا۔ اخشید نے اپنے بھائی ابو نصر بن طغج کو اس کے تعاقب پر مامور کیا۔ ابن رائق نے دمشق سے نکل کر ابو نصر سے معرکہ آرائی کی اور اپنے پُرزور حملوں سے تعاقب کرنے والوں کو شکستِ فاش دی' ابو نصر اسی معرکہ میں کام آگیا۔ ابنِ رائق نے اس کی نعش کو اپنے بیٹے مزاحم بن محمد بن رائق کے ساتھ مصر روانہ کیا اور تعزیت اور معذرت کا خط بھیجا اور یہ لکھا کہ مزاحم ابو نصر کے عوض میں جاتا ہے۔ اخشید نے اسے خلعت دیا اور اس کے باپ ابنِ رائق کے پاس واپس کر دیا اور اس قدر کشت و خون کے بعد دونوں میں اس شرط پر مصالحت ہو گئی کہ شام پر ابنِ رائق کا قبضہ رہے اور مصر اخشید کے مقبوضات میں شمار کیا جائے اور ایک سو چالیس ہزار درہم سالانہ رملہ کے عوض میں اخشید ابنِ رائق کو دیا کرے۔

ابنِ رائق کی بغداد واپسی

اسی زمانہ میں ملک شام حکومتِ اخشید سے نکل گیا اور ابنِ رائق کے عمال اس پر قابض ہو گئے یہاں تک کہ تحکم اور بریدی مارے گئے اور ابنِ رائق ملک شام سے بغداد واپس آیا۔ خلیفہ مکتفی نے اسے ملک شام سے طلب کیا اور آجانے پر امیر الامراء کے معزز خطاب سے سرفراز فرمایا۔ حکومتِ شام پر اپنی جانب سے ابوالحسن علی بن احمد بن مقاتل کو نائب کے طور پر مقرر کیا اور جب ابن رائق دارالخلافت بغداد پہنچا تو کورتکین جو کہ دولت و خلافت پر قابض ہو رہا تھا' بگڑ گیا۔ باہم لڑائیاں ہوئیں بالآخر ابن رائق نے اس پر فتح حاصل کی اور اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ دیلمیوں کا گروہ مقابلہ کے لئے آیا۔ ابنِ رائق نے انھیں بھی نیچا دکھایا' پھر بریدی نے واسط سے سنہ ۳۳۰ھ میں علم بغاوت بلند کیا' خلیفہ متقی اور ابنِ رائق کو شکست ہوئی' بھاگ کر موصل پہنچے' متقی نے ناصر الدولہ بن حمدان سے امداد کی درخواست کی چنانچہ ناصر الدولہ نے اپنے بھائی سیف الدولہ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ خلیفہ کی کمک پر روانہ کیا۔ مقام تکریت میں خلیفہ متقی سے ملاقات ہوئی۔ خلافت مآب کے ساتھ موصل واپس آئے اس کے بعد ناصر الدولہ محمد بن واثق کو قتل کر کے امیر الامراء کے عہدہ پر متمکن ہو گیا۔ جس وقت یہ خبر اخشید تک پہنچی فوراً" دمشق کی طرف کوچ کر دیا۔ سنہ ۳۳۲ھ میں اس پر قابض ہو گیا۔

ابو عبداللہ حسن

اسی سنہ کے ماہ ربیع الاول میں ناصر الدولہ نے محمد ابن رائق کے تمام مقبوضات پر قبضہ کر لیا' اس وقت محمد بن رائق کے قبضہ میں طریق فرات' دیارِ مصر' جند' قنسرین' عواصم اور حمص تھے' ناصر الدوالہ نے ابوبکر محمد بن علی بن مقاتل کو سپہ سالاروں کی ایک جماعت کے ساتھ موصل سے ان بلاد پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا' اس کے بعد ماہ رجب میں ناصر الدولہ نے اپنے چچا زاد بھائی ابو عبداللہ حسن بن سعید بن حمدان کو ان صوبجات کی حکومت پر مامور کیا۔ اہلِ کوفہ نے اس کی اطاعت سے انکار کیا۔ ابو عبداللہ نے ان کی گوشمالی پر کمر ہمت باندھی' چنانچہ ان پر فتح پائی اور کامیابی کے ساتھ کوفہ پر قبضہ کر کے حلب کی طرف قدم بڑھایا۔

اخشید کی طلبی

سنہ ۳۳۱ھ میں خلیفہ متقی امیر الامراء تورون سے ناراض ہو کر موصل سے چلا گیا اور بنو حمدان کے پاس چندے قیام پذیر رہا۔ پھر موصل سے رقہ گیا اور وہاں قیام کیا۔ اخشید کو گذشتہ واقعات کی شکایت لکھی اور طلب کیا' اخشید مصر سے روانہ ہوا' حلب سے ہو کر گزرا' ابو عبداللہ حسین بن سعید بن حمدان نے یہ سن کر حلب چھوڑ دیا۔ ابوبکر بن مقاتل اس کے ساتھ حلب ہی میں تھا' ابو عبداللہ حسین کے

چلے جانے سے روپوش ہو گیا مگر جونہی اخشید وارد حلب ہوا ابوبکر یہ خبر پاکر اخشید سے ملنے کے لیے آیا اخشید نے اس کی بے حد عزت افزائی کی' اسے مصر کے محکمہ مال پر مامور کیا اور حلب کی حکومت یانس مونسی کو مرحمت کی۔ ماہ محرم سنہ ۳۳۳ھ میں اخشید نے حلب سے رقہ کی جانب کوچ کیا۔ خلیفہ متقی اس وقت رقہ میں مقیم تھا اخشید نے بہت سے ہدایا اور تحائف خلیفہ متقی اور اس کے وزیر حسین بن مقلہ اور حاشیہ نشینوں کی خدمات میں پیش کیے' اور مصر و شام چل کر قیام کرنے کی رائے دی خلیفہ متقی نے انکار میں جواب دیا تب اخشید نے تورون کی آئندہ حرکت سے ڈرایا اور رقہ ہی میں قیام کرنے کی تاکید کی لیکن متقی نے اس سے قبل تورون کے پاس مصلحت کا پیام بھیجا تھا اور تورون کے پاس سے صلح کی منظوری کا جواب آ گیا تھا اس وجہ سے اخشید کی کوئی درخواست قبول نہ کی گئی اور خلافت مآب نے رقہ سے بغداد کی جانب کوچ کیا۔

اخشید کی مصر واپسی

اخشید مصر کی طرف لوٹ گیا۔ سیف الدولہ بھی ان دنوں ان لوگوں کے ساتھ حلب میں تھا۔ ان لوگوں کی روانگی کے بعد رقہ سے حلب چلا گیا اور اس پر قبضہ کر کے حمص کا رخ کیا اخشید نے یہ سُن کر اپنی فوجیں اپنے خادم خاص کافور کی ماتحتی میں روانہ کیں۔ مقام قنسرین میں سیف الدولہ سے مڈبھیڑ ہوئی' ایک دوسرے سے گتھ گئے پھر دونوں فریق خود بخود علیحدہ ہو گئے۔ کافور نے دمشق کی جانب اور سیف الدولہ نے حلب کی طرف کوچ کیا' یہ واقعات سنہ ۳۳۳ھ کے ہیں' اسی زمانے میں رومیوں نے حلب پر حملہ کیا تھا۔ سیف الدولہ سینہ سپر ہو کر مقابلہ پر آیا اور ان کو نیچا دکھا کر ناکام لوٹا دیا۔

ابو القاسم انوجور

سنہ ۳۳۴ھ یا بہ روایت بعض مورخین سنہ ۳۳۵ھ میں اخشید ابوبکر بن طغج نے دمشق میں وفات پائی۔ اس کی جگہ اس کے بیٹے ابوالقاسم انوجور نے حکمرانی کی قبا زیب تن کی۔ یہ ایک کم عمر شخص تھا کافور اس پر غالب ہو گیا۔ کافور نے دمشق سے مصر کی جانب قدم بڑھایا۔ سیف الدولہ نے پہنچ کر دمشق پر قبضہ کر لیا' تب کافور نے حلب کی جانب کوچ کیا۔ انوجور نے یہ خبر پاکر فوجیں جمع کر کے دمشق پر حملہ کیا اور سیف الدولہ دریا عبور کر کے جزیرہ چلا گیا۔ انوجور ایک مدت تک حلب کا محاصرہ کیے رہا۔ اس کے بعد سیف الدولہ اور انوجور میں مصالحت ہو گئی' سیف الدولہ نے حلب کی جانب اور انوجور نے مصر کی جانب کوچ کیا اور کافور دمشق چلا گیا اور بدر اخشیدی معروف بہ تدبیر کو اس کی حکومت پر مامور کر کے مصر لوٹ آیا۔ بدر اخشیدی ایک برس تک دمشق کا حاکم رہا اس کے بعد معزول کر دیا گیا۔ ابوالمظفر طغج کو سند حکومت عطا ہوئی۔ ابوالمظفر نے دمشق پہنچ کر تدبیر کو گرفتار کر لیا۔

ایک مدت کے بعد انوجور سن رشید کو پہنچا' نیک و بد کی تمیز پیدا ہوئی' حکومت کا خیال دل میں سمایا۔ کافور کے نکالنے کی تدبیریں سوچنے لگا .... اتفاق سے کافور کو اس کا احساس ہو گیا۔ کافور نے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے انوجور کو زہر دے کر سنہ ..... میں مار ڈالا اور اس کی جگہ علی کو جو کہ انوجور کا بھائی تھا' اپنی نگرانی اور زیر اثر حکومت کی کرسی پر متمکن کیا یہاں تک کہ علی بھی مر گیا۔

کافور کی گورنری

سنہ ۳۴۷ھ میں علی بن اخشید نے سفر آخرت اختیار کیا۔ کافور نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا' بنو اخشید منہ تکتے رہ گئے۔ پالکی پر سوار ہونے لگا۔ خلیفہ مطیع نے مصر و شام اور حرمین کی سند حکومت عطا کی اور علی باللہ کا خطاب دیا۔ کافور نے اس خطاب کو منظور نہ کیا۔ ابوالفضل جعفر بن فرات کو قلمدانِ وزارت کا مالک بنایا' یہ باا ثر بادشاہوں میں سے تھا۔ سخی' ممدوح خلائق اور امور سیاست سے بخوبی ماہر تھا۔ اللہ تعالیٰ سے بے حد خائف رہتا تھا۔ المعز والیٔ مغرب سے اس کے مراسم تھے' اکثر اسے تحائف و ہدایا بھیجتا تھا۔ حکمرانان بغداد و یمن بھی بہ عزت و احترام اس سے پیش آتے تھے۔ ہر شنبہ کو دربار عام کرتا اور داد خواہوں کی داد رسی کرتا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی۔

احمد بن اخشید

سنہ ۳۵۷ھ کے نصف میں کافور نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ دس برس تین ماہ خود مختاری کے ساتھ حکمرانی کی‘ اس کے علاوہ دو برس چار ماہ خلیفہ مطیع کی جانب سے مسلسل حکمران رہا‘ نہایت سیاہ رنگ کا آدمی تھا۔ اخشید نے اسے اٹھارہ دینار میں خریدا تھا‘ اس کی وفات پر اراکینِ دولت نے جمع ہو کر احمد بن علی بن اخشید کو کرسئ حکومت پر متمکن کیا۔ اس کی کنیت ابوالفوارس تھی۔ حسن بن عم عبداللہ بن طغج اس کی حکومت کا منتظم ہوا‘ فوج کی افسری شمول (اس کی دادی کا مولی تھا) کو دی گئی۔ خزانہ کی کنجیاں جعفر بن فضل کو مرحمت ہوئیں۔ قلمدانِ وزارت جابر ریاحی کو عنایت ہوا۔ کچھ عرصہ بعد ابن مسلم کے کہنے سے شریف ابنِ فرات کو معزول کر دیا گیا۔ مصر کی عنانِ حکومت ابن الریاحی کے سپرد کی گئی۔

جب المعزالدین اللہ مغرب کی مہم سے فارغ ہوا تو اس نے اپنے سپہ سالار جوہر صقلی کاتب کو مصر سر کرنے کے لیے روانہ کیا‘ ماہر سپہ سالار اور منتخب افواج دیں۔ ہر قسم کے سامان مرحمت فرمائے چنانچہ جوہر نے قیران سے مصر کی جانب قدم بڑھایا رقہ ہو کر گزرا‘ اس وقت رقہ میں افلح (المعز کا آزاد غلام) حکومت کر رہا تھا‘ اس نے اس سے ملاقات کی‘ پیادہ پا اس کے ساتھ ساتھ چلا‘ جوہر نے اسکندریہ پر قبضہ کر کے جیرہ پر جا کر لڑائی کا نیزہ گاڑا اور اسے بھی بزورِ تیغ فتح کر کے مصر کی جانب بڑھا اور پہنچتے ہی مصر کا محاصرہ کر لیا۔

بنو طغج کا خاتمہ

ان دنوں مصر کی زمامِ حکومت احمد بن علی بن اخشید کے قبضہ اقتدار میں تھی اور اس کے اہل دولت و اراکین سلطنت حکمرانی کر رہے تھے۔ جوہر نے سنہ ۳۵۸ھ میں مصر فتح کر لیا اور ابوالفوارس کو مار ڈالا اور حکمرانِ مصر کے مال و اسباب کو مشائخینِ مصر کے وفد (ڈیپوٹیشن) کے ساتھ جس میں قضاۃ‘ علماء اور باوثر امراء بھی تھے‘ قیروان روانہ کیا۔ ان واقعات سے بنی طغج کی حکومت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ایک دوسری حکومت کا دور شروع ہوا۔

سنہ ۳۵۹ھ میں جامع ابن طولون میں کلماتِ اذان میں حی علٰی خیر العمل کا اضافہ کیا گیا اور مصر میں حکومت علویہ کا سکہ چلنے لگا۔ جوہر فاتح مصر نے شاہی کیمپ کے مقام پر شہر قاہرہ کا بنیادی پتھر رکھا اور جعفر بن فلاح کلامی کو شام کے سر کرنے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ اس نے قرامطہ کی حکومت کا شیرازہ منتشر کر دیا جیسا کہ یہ واقعات ان کے حالات میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

باب ۴

امارات دیار بکر بنی مروان کرد

مناسب یہ تھا کہ حکومت بنو مروان کے حالات بنو حمدان کے حالات کے ضمن میں تحریر کرتے جیسا کہ ہم نے دولتِ بنو مقلد حکمرانانِ موصل اور بنو صالح میں مرداس حکمرانانِ حلب کے حالات کو بنو حمدان کی حکومت کے تذکرہ میں شامل کر دیا ہے کیونکہ یہ تینوں حکومتیں بنو حمدان ہی کی حکومت سے پیدا ہوئی ہیں اور اسی کی شاخ ہیں مگر چونکہ بنو مروان عرب نہیں ہیں بلکہ اکراد میں سے ہیں اس وجہ سے ہم نے ان کے تذکرہ کو ان حکومتوں کے حالات لکھنے کے بعد تحریر کیا تاکہ یہ عجمیوں کے سلسلے میں آ جائیں پھر ہم نے بنو مروان کے حالات کو دولت بنو طولون سے بھی بعد میں رکھا جس کی وجہ یہ تھی کہ بنو طولون کی حکومت قبضہ بلحاظ زمانہ مقدم تھی۔

باد کردی

آپ اوپر باد کردی کے حالات پڑھ آئے ہیں کہ اس کا نام حسین بن دوشک اور ابو عبداللہ کنیت تھی' بعضوں نے لکھا ہے کہ ابو شجاع کنیت تھی اور ابو علی بن مروان کردی کا ماموں تھا۔ موصل اور دیار بکر پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ دیلمیوں سے اس کی لڑائیاں ہوئیں دیلم نے باد کردی کو مغلوب کر لیا' باد کردی جبال اکرا دلیس جا کر پناہ گزین ہوا' اس اثناء میں عضد الدولہ اور اشرف الدولہ نے وفات پائی۔ ابو طاہر ابراہیم اور عبداللہ حسن موصل کی طرف آئے اور دونوں کامیابی کے ساتھ اس پر قابض ہو گئے۔ چند روز بعد ان دونوں اور دیلم میں فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ باد کردی کو موصل پر قبضہ کر لینے کی خواہش پیدا ہوئی' اس وقت یہ دیارِ بکر میں تھا۔ سامانِ جنگ درست کر کے موصل کی طرف کوچ کیا۔ پسرانِ ناصر الدولہ نے اسے پہلے ہی معرکہ میں نیچا دکھا دیا اور میدانِ جنگ میں اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ ان واقعات کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

ابو علی بن مروان کرد

جب باد کردی مارا گیا تو اس کا ہمشیر زاد ابو علی مروان معرکۂ کارزار سے جان بچا کر بھاگا اور قلعہ کیفا میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ اس قلعہ میں باد کردی کے اہل و عیال مقیم تھے اور وہیں پر اس کا سارا مال و اسباب اور خزانہ تھا۔ یہ قلعہ مضبوط ترین قلعوں میں سے تھا۔ ابو علی اس حیلہ سے کہ مجھے میرے ماموں نے بھیجا ہے' قلعہ میں داخل ہوا اور اس پر قابض ہو گیا' اپنے ماموں کی بیوی (ممانی) سے عقد کر لیا اس کے بعد تمام دیارِ بکر کا چکر لگا کر اپنے ماموں باد کردی کے تمام مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ پسرانِ حمدان یہ خبر پا کر دوڑ پڑے' اس وقت ابو علی میافارقین کا محاصرہ کیے ہوئے تھا' اس نے ان دونوں کو شکست دی۔ پھر چند روز بعد پسرانِ حمدان نے ابو علی پر فوج کشی کی' ابو علی اس وقت آمد کے محاصرہ میں مصروف تھا۔ اتفاق سے اس مرتبہ بھی ابو علی نے ان دونوں بھائیوں کو شکست دی جس سے ان دونوں کی حکومت موصل سے ختم ہو گئی اور ابو علی بن مروان نے دیارِ بکر اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لیا۔ اہلِ میافارقین نے لڑائی کو طول دیا' ان کا سردار ابوالاصغر نامی ایک شخص تھا۔ ابو علی نے انھیں ڈھیل دے دی' عید کے دن اہلِ شہر صحرا کی طرف نکلے' ابو علی نے موقع پا کر ان پر چھاپہ مارا اور ابوالاصغر کو گرفتار کر کے شہر پناہ کی دیوار سے نیچے گرا دیا۔ اکراد نے شہر میں گھس کر لوٹ کھسوٹ شروع کی۔ ابو علی نے یہ رنگ دیکھ کر دروازے بند کرا دیئے اور ان لوگوں کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ یہ لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ یہ واقعات سنہ ۳۸۰ھ کے ہیں۔

ابو علی بن مروان نے سعد الدولہ بن سیف الدولہ کی بیٹی سے عقد کیا تھا اور اس سے زفاف کرنے کے لیے حلب سے آمد آ رہا تھا۔ آمد کے سردار نے یہ خیال کر کے کہ مبادا ابو علی ہمارے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کرے جیسا کہ اہلِ میافارقین کے ساتھ کیا تھا اپنے ہمراہیوں کو ہوشیار کر دیا اور یہ رائے دی کہ جب ابو علی شہر میں داخل ہو تو درہم و دینار نثار کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھو اور اسے گرفتار کر کے مار ڈالو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ ابو علی ان لوگوں کے قریب میں آ گیا۔ اہلِ شہر اور اس کے ہمراہی مل جل گئے اہلِ شہر نے اس کا سر اتار لیا اور ان کے ہمراہیوں کی طرف عبرت کی غرض سے پھینک دیا' اکراد بھاگ کھڑے ہوئے۔ میافارقین کی طرف لوٹے ——— گورنر میافارقین کو شبہ پیدا ہوا کہ شاید یہ لوگ غارت گری کے ارادے سے آ رہے ہیں شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔

ابو منصور بن مروان

اس کے بعد ممہد الدولہ ابو منصور بن مروان برادر ابو علی میافارقین نے انہیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ ممہد الدولہ نے شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا مگر سکہ اور خطبہ کے علاوہ اور کسی قسم کا اختیار اسے حاصل نہ تھا۔ اس کے بعد ممہد الدولہ کا بھائی ابو نصر اس سے جھگڑا کرنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ عرصہ تک تنگ کرتا رہا بالآخر ابو منصور نے اسے گرفتار کر کے قلعہ اسعر بھیج دیا۔ چنانچہ وہیں تنگی کی حالت میں مقیم رہا باقی رہا آمد' اس پر شیخ عبداللہ چند روز تک قبضہ کیے رہا اور اپنی بیٹی کا عقد ابن دمہ سے کر دیا جس نے ابو علی بن مروان کو مارا تھا' ابن دمہ نے اپنے سسر کو قتل کر کے آمد پر قبضہ کر لیا اور اپنے لیے شہر پناہ سے ملا ہوا ایک محل بنوایا۔ ممہد الدولہ نے مصالحت کر لی اور اس کی حکومت کی اطاعت قبول کر لی' بادشاہ روم اور والی مصر وغیرہ ہا ملوک کی خدمت میں تحائف روانہ کیے جس سے اس کی شہرت ہوئی۔

ممہد الدولہ نے اپنے آخری زمانہ حیات میں میافارقین میں قیام اختیار کیا تھا۔ اس کا سپہ سالار شروہ اس کی حکومت و سلطنت کا ناظم تھا۔ اس کا ایک آزاد غلام تھا جسے اس نے پولیس کی افسری دی تھی مگر ممہد الدولہ کو اس سے بے حد ناراضگی اور نفرت تھی بارہا اس غلام کے قتل کا قصد کیا لیکن شروہ کے خیال سے باز رہا۔ اس غلام کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے لگا بجھا کر شروہ کو ممہد الدولہ کی جانب سے بد دل کر دیا۔ ایک روز شروہ نے ممہد الدولہ کو دعوت کے بہانے بلا بھیجا۔ جوں ہی ممہد الدولہ شروہ کے مکان پر پہنچا شروہ نے تلوار تول کر ممہد الدولہ کے سر کو تن سے جدا کر دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۴۰۲ھ کا ہے۔

شروہ کا قلعہ میافارقین پر قبضہ

ممہد الدولہ کے قتل کے بعد شروہ اس کے مصاحبوں اور عزیزوں کی طرف آیا اور یہ ظاہر کر کے کہ ممہد الدولہ نے تمہاری گرفتاری کا حکم دیا ہے' انھیں گرفتار کر لیا اس کے بعد میافارقین کے قلعہ میں آیا۔ اہل قلعہ نے ممہد الدولہ کے شبہ میں قلعہ کا دروازہ کھول دیا' شروہ نے قبضہ کر لیا اور تمام قلعہ داروں کو ممہد الدولہ کے بہانے بلا بھیجا۔ ان لوگوں میں خواجہ ابوالقاسم والی ارزن روم بھی تھا۔

ابو نصر بن مروان نصیر الدولہ

چنانچہ خواجہ ابوالقاسم بھی میافارقین کی جانب سے روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت کسی کو قلعہ سپرد نہ کیا۔ اثناء راہ میں ممہد الدولہ کے قتل کی خبر ملی۔ راستہ ہی سے ارزن روم لوٹ آیا۔ اسعر سے ابو نصر بن مروان کو طلب کیا اور اسے اپنے ہمراہ لیے ہوئے اس کے باپ مروان کے پاس آیا مروان اس وقت اپنے بیٹے ابو علی کی قبر پر اپنی بیوی کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔ خواجہ ابوالقاسم نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر ارزن کی حکومت پیش کی۔ چنانچہ ابو نصر نے اپنے باپ کے روبرو اپنے بھائی کی قبر کے پاس عدل و انصاف کا حلف اٹھایا۔ قضاۃ اور اراکینِ شہر نے اس حلف نامہ پر اپنے اپنے دستخط کیے۔ ابو نصر نے نہایت خوشی سے ارزن پر قبضہ کر لیا' شروہ نے میافارقین سے ابو نصر

(ابو نصر مہد الدولہ عقول کا بھائی تھا۔ مہد الدولہ نے کسی وجہ سے اس کو قلعہ اشعر میں قید کر دیا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۹ مطبوعہ مصر جلد ۳......) کو لینے کے لیے چند آدمی اشعر روانہ کیے۔ ان آدمیوں نے واپس ہو کر جواب دیا کہ ابو نصر ارزق چلا گیا ہے۔ شروہ کو اس سے یقین ہو گیا کہ میری حکومت کی مخالفت شروع ہو گئی۔

نصیر الدولہ کا دیارِ بکر اور الرہا پر قبضہ

ان واقعات کے بعد ابو نصر نے تمام دیارِ بکر پر قبضہ کر لیا۔ نصیر الدولہ کا لقب اختیار کیا' ایک مدّت تک اس کی حکومت و سلطنت نہایت خوبی سے قائم رہی' بے حد نیک سیرت تھا' اطراف و جوانب سے علماء نے اس کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ تھوڑے ہی دن میں اہلِ علم کا ایک خاصہ مجمع ہو گیا۔ ان علماء میں جو اس کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ابو عبداللہ گازرونی بھی تھے' انہی کی وجہ سے دیارِ بکر میں مذہب شافعی پھیلا' چاروں طرف سے شعراء بھی اس کی خدمت میں آ گئے اور اس کی مدح میں قصاید لکھے' اس نے ان کو انعامات اور صلے دیے' سرحدی بلاد میں امن و امان قائم رہا' رعایا نہایت آسائش اور اطمینان کے ساتھ اس کے زیرِ حکومت میں آباد رہی' یہاں تک کہ اس نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔

شہر الرہا بنو نمیر میں سے عطیر نامی ایک شخص کے قبضہ میں تھا۔ چونکہ یہ شخص نہایت شریر اور جاہل تھا' الرہا والوں نے ابو نصر بن مروان کو لکھ بھیجا کہ آپ تشریف لائیے اور قبضہ کر لیجیے' ہم لوگ عطیر کی شرارتوں سے تنگ آ گئے ہیں' ابو نصر نصیر الدولہ نے اپنے نائب آمد کو جس کا نام زنگ تھا' الرہا پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا' چنانچہ اس نے پہنچ کر الرہا پر قبضہ کر لیا۔ عطیر نے صالح بن مرداس والی حلب سے اپنی بابت سفارش کرائی۔ نصیر الدولہ نے اس کی سفارش سے نصف شہر الرہا عطیر کو دے دیا' اس کے بعد عطیر نصیر الدولہ کے پاس میافارقین حاضر ہوا۔ نصیر الدولہ نے اس کی عزت کی' پھر لوٹ کر الرہا آیا اور زنگ کے ساتھ الرہا میں قیام پذیر ہوا۔

عطیر کا قتل

ایک روز زنگ نے اہلِ شہر کی دعوت کی۔ عطیر کو بھی دعوت میں بلایا اور سابق نائب کے بیٹے احمد کو بھی دعوت دی' اس کے باپ کو عطیر نے قتل کر ڈالا تھا۔ دعوت سے فارغ ہو کر جب لوگ رخصت ہوئے اور عطیر بھی اپنے مکان کی طرف چلا تو کسی نے احمد کو اس کے باپ کا بدلہ لینے کا اشارہ کیا۔ احمد نے بازار میں پہنچ کا للکارا کہ اے ظالم تو نے میرے باپ کو قتل کیا ہے میں تجھ سے بدلہ لینے آیا ہوں۔ عطیر یہ سن کر ہکا بکا رہ گیا' اہل بازار دوڑ پڑے' احمد نے لپک کر تلوار چلائی چنانچہ عطیر اپنے تین ہمراہیوں کے ساتھ مار ڈالا گیا۔ بنو نمیر کو اس سے غصّہ پیدا ہوا' شہر کے باہر جمع ہوئے اور مشورہ کر کے کمین گاہ میں آ بیٹھے اور چند آدمیوں کو اپنے مخالفین کو بھڑکانے کی غرض سے شہر روانہ کیا۔ زنگ کو اس کی خبر لگ گئی' اپنی فوج سے نکل کر حملہ کیا' لڑائی شروع ہو گئی' اتفاق سے ایک پتھر آ کر لگا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ یہ واقعہ سنہ ۴۱۸ھ کا ہے۔ اس زمانہ سے الرہا پر نصیر الدولہ کا قبضہ ہو گیا۔ چند روز بعد صالح بن مروان والی حلب نے ابن عطیر اور ابن شبل کی سفارش کی' نصیر الدولہ نے اس سفارش پر ارہا کو ابن عطیر اور ابن شبل کے حوالے کر دیا' ابن عطیر نے اسے بعد میں رومیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا جیسا کہ آپ آئندہ پڑھیں گے۔

محاصرہ نصیبین

نصیبین نصیر الدولہ بن نصر بن مروان کے مقبوضات میں داخل تھا۔ بدران بن مقلد نے بنو عقیل کی ایک فوج مرتب کر کے نصیبین کا قصد کیا اور پہنچتے ہی اس کا محاصرہ کر لیا۔ اتفاق سے اس لشکر پر جو نصیبین میں تھا اسے فتح حاصل ہو گئی۔ نصیر الدولہ کو اس کی خبر لگی تو اس نے ایک دوسری فوج نصیبین کی طرف روانہ کی۔ بدران کو اس کی اطلاع ہو گئی فوراً چند لوگوں کو اس فوج کی روک تھام پر مامور کیا۔ ان لوگوں نے نصیر الدولہ کی فوج کو جو اہل نصیبین کی کمک پر آ رہی تھی' شکست دے دی۔ نصیر الدولہ کو اس

سے بے حد صدمہ ہوا۔ فراہمیٔ فوج میں مصروف ہوا اور نہایت تھوڑی مدت میں فوجیں جمع کر کے نصیبین کی جانب روانہ کیں۔ بدران نے ان کا مقابلہ کیا' پہلے تو یہ فوج بھاگی پھر دوبارہ پلٹ کر حملہ آور ہوئی۔ ایک مدت تک دونوں میں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ جب یہ خبر سننے میں آئی کہ اس کا بھائی قرواش موصل پہنچ گیا ہے اس کے خوف سے محاصرہ اٹھا کر چلا آیا۔

دیارِ بکر میں ترکوں کی آمد

تاتاریوں کا شمار ترکوں کے گروہ میں ہوتا ہے' سلجوقیہ انہی لوگوں کی ایک شاخ ہیں۔ جس وقت محمود بن سبکتگین نے ان میں سے ارسلان بن سلجوق کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تو یہ لوگ خراسان کی طرف چلے گئے تھے اور وہاں ان لوگوں نے فتنہ و فساد برپا کیا تھا۔ مسعود بن سبکتگین نے اپنے باپ محمود کے بعد ان لوگوں پر فوج کشی کی تھی۔ یہ لوگ آذربائیجان کی جانب چلے گئے اور ان لوگوں سے جا ملے جو ان سے پیشتر یہاں آ گئے تھے اور عراقیہ کے نام سے موسوم ہوئے تھے ان لوگوں نے ہمدان' قزوین اور آرمینیہ میں بڑا فساد مچایا تھا۔ دوسری جماعت والوں نے آذربائیجان میں سر اٹھایا' دہشودان والی تبریز نے ان لوگوں میں سے ایک گروہ کا خاتمہ کر دیا۔ پھر ان لوگوں نے اکراد پر دست درازی شروع کی اور انھیں خوب پامال کیا۔ اس اثنا میں انھیں یہ خبر پہنچی کہ نیال ابراہیم برادر سلطان طغرل بک رے کی طرف روانہ ہوا ہے' اس خبر کو سنتے ہی سنہ ۴۳۳ھ میں اکراد چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے' آذربائیجان جا پہنچے' یہاں یہ سننے میں آیا کہ نیال ابراہیم ان کی طرف آ رہا ہے۔ یہ لوگ اس کے خوف سے آذربائیجان سے بھی ہٹ آئے۔ وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ نیال ابراہیم اور اس کی رعایا تھے' الغرض آذربائیجان سے نکل کر یہ لوگ بذریعہ راہبر پہاڑی راستہ کوزوزان سے طے کرتے ہوئے جزیرہ ابن عمر پہنچے۔ ان میں سے ایک گروہ دیارِ بکر کی طرف گیا۔ قزوین' بازیدی اور حسنیہ کو تاخت و تاراج کیا۔ دوسرے گروہ نے جزیرہ کے شرقی حصہ کی جانب قدم بڑھایا۔ کچھ لوگوں نے موصل کا قصد کیا۔

سلیمان بن نصیر الدولہ اور ترک

سلیمان نصیر الدولہ ان دنوں موصل کا حاکم تھا۔ اس نے ترکوں کو خط لکھا کہ آؤ ہم تم صلح کر لیں اور متفق ہو کر شام کی طرف بڑھیں۔ ترکوں نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اس کے بعد سلیمان نے ان لوگوں کو دعوت کے بہانے اپنے مکان پر بلایا۔ ابن غرغلی بھی اس دعوت میں آیا ہوا تھا' سلیمان نے اسے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا' اس کی گرفتاری سے ترکوں کے قدم اکھڑ گئے' حواس باختہ ہو کر ادھر اُدھر بھاگ نکلے۔ نصیر الدولہ قرواش اور کردوں کے لشکر نے ان لوگوں کا تعاقب کیا۔ عربوں نے بھی عراق سے ان لوگوں پر پُرزور حملہ کیا۔ ترکوں نے مجبور ہو کر جزیرہ ابن عمر کی جانب کوچ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ دیارِ بکر کو نوچ کھسوٹ کر ویران کر دیا۔ نصیر الدولہ نے منصور بن غرغلی کو رہا کر کے ترکوں کے فساد سے محفوظ رہنے کی کوشش کی جسے سلیمان نے قید کر لیا تھا مگر اس تدبیر نے اسے ترکوں کی فساد انگیزی سے نہ بچایا۔ یہ لوگ طوفان کی طرح نصیبین کی طرف بڑھے' جنجار اور خابور کو لوٹا۔ مرداس ان کی روک تھام کی غرض سے موصل میں داخل ہوا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں' ترکوں کے ایک گروہ نے تعاقب کیا اس کے ترکوں کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ہم انھیں بیان کر چکے ہیں۔

وثاب نمیری اور ابنِ مروان

چونکہ وثاب نمیری والیٔ حران ورقہ خلفاء علویہ کے علم حکومت کا مطیع تھا اس وجہ سے تمام سرزمین شام و جزیرہ میں بآسانی دعوتِ علویہ پھیل گئی۔ جب وزیری علویوں کی جانب سے شام کا گورنر ہو کر آیا تو اس نے ابن مروان کو دھمکی کا خط لکھا اور تحریر کیا کہ اگر تم اطاعت قبول نہ کرو گے تو میں تمہارے مقبوضات پر قبضہ کر لوں گا۔ ابنِ مروان نے قرواش والیٔ موصل اور شیب بن وثاب والیٔ رقہ سے امداد طلب کی اور ان لوگوں سے یہ درخواست کی کہ آؤ ہم لوگ متفق ہو کر خودمختار بن جائیں اور خلفائے علویہ کا خطبہ پڑھنا موقوف کر

دیں۔ انھوں نے ابنِ مروان کی درخواست منظور کر لی اور خلیفہ مستنصر کا خطبہ موقوف کر کے خلیفہ قائم کا خطبہ پڑھنے لگے۔ یہ واقعہ سنہ ۴۳۰ھ کا ہے۔ وزیری نے ان حالات سے مطلع ہو کر اپنی فوج آراستہ کی اور انھیں لڑائی کی دھمکی دی۔ شبیب بن وثاب نے ڈر کر ماہ ذی الحجہ آخر سنہ مذکور میں حران میں علویہ کا خطبہ پڑھنا شروع کیا اور اطاعت قبول کر لی۔

نصیر الدولہ اور بشر موشک

نصیر الدولہ نے اپنے بیٹے سلیمان کو جس کی کنیت ابو حرب تھی امورِ سلطنت کے سیاہ و سفید کا اختیار دیا تھا۔ بشر موشک بن محلے سردار اکراد جو کہ اس مقام کے چند قلعوں کا مالک تھا اس سے بغض و عناد رکھتا تھا۔ تھوڑے دن بعد دونوں میں نفرت اور کشیدگی بڑھ گئی۔ سلیمان نے مصلحتاً بشر موشک کو ملا لیا اور جب وہ مل جل گیا تو اس کے ساتھ دغا کی۔ امیر ابو طاہر مشنوی والی قلعہ فنک وغیرہ نصیر الدولہ کا ہمشیر زاد تھا اور سلیمان کا دلی خیر خواہ تھا۔ یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا جن کے ذریعہ سے سلیمان کی جانب سے اطمینان ہو گیا اور رومیوں سے لڑنے کو آرمینیہ گیا۔ نصیر الدولہ بن مروان نے افواج اور آلات حرب سے مدد کی' جنگ آرمینیہ سے واپسی کے بعد سلیمان نے موشک کو دھوکا دے کر مار ڈالا اور طغرل بک سے یہ ظاہر کر دیا کہ ■ اپنی موت مر گیا ہے۔

سلیمان بن نصیر الدولہ کا قتل

موشک کے قتل کے بعد سلیمان کو ابو طاہر سے خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا یہ اپنے سسر موشک کا بدلہ نہ لے۔ اس خیال سے سلیمان نے ابو طاہر پر یہ ظاہر کیا کہ میرا موشک کے قتل سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ابو طاہر نے اس کی معذرت قبول کر لی اور اس کے ساتھ ملاقات کا خواستگار ہوا۔ چنانچہ ابو طاہر قلعہ فنک سے باہر آیا۔ سلیمان بھی چند آدمیوں کے ساتھ اس سے ملنے کے لیے روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں عبیداللہ نے اپنے باپ موشک کے عوض سلیمان کو مار ڈالا اور اپنے خون کا بدلہ لے لیا۔ نصیر الدولہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے بیٹے نصیر کی ماتحتی میں جزیرہ کی حمایت و کمک پر فوجیں روانہ کیں۔ قریش بن بدران والی موصل یہ خبر سن کر جزیرہ پر چڑھ آیا۔ اکراد حسنیہ اور بشنویہ کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ چنانچہ سب کے سب نصیر بن مروان سے جنگ کرنے پر تل گئے۔ نصیر الدولہ بن مروان نے نہایت خوبی سے ان لوگوں کی مدافعت کی اور جزیرہ ابن عمر میں ان کو قدم تک نہ رکھنے دیا۔ چنانچہ جنگ میں قریش کو بھی زخم لگے جس سے گھبرا کر موصل کی جانب لوٹ کھڑا ہوا' نصیر بن مروان نے جزیرہ میں قیام اختیار کیا اور اکراد بدستور ان کی مخالفت پر اڑے رہے۔

طغرل کی دیارِ بکر روانگی

جس وقت طغرل بک شہر موصل پر قبضہ کر کے واپس ہوا تو قریش اپنی جان بچا کر موصل بھاگ گیا۔ پھر چند روز بعد اطاعت قبول کر لی' یہ واقعات سنہ ۴۴۸ھ کے ہیں اس کے بعد طغرل بک نے دیارِ بکر کا قصد کیا اور جزیرہ ابنِ عمر کا محاصرہ کر لیا' ابن مروان نے اس کی خدمت میں بہت سے تحائف اور ہدایا پیش کر کے موصل کی جانب واپس جانے کی درخواست کی اور یہ ظاہر کیا کہ آپ لوگ جزیرہ کے عوض آرمینیہ لے کر واپس تشریف لے جائیں تو میں کفار پر جہاد کرنے کو روانہ ہوں طغرل بک نے اسے منظور کر لیا اور محاصرہ اٹھا کر سنجار کا راستہ لیا جیسا کہ ہم نے قریش کے حالات میں بیان کیا ہے۔

وفات نصیر الدولہ

سنہ ۴۵۲ھ میں نصیر الدولہ احمد بن مروان کردی والیٔ دیار بکر اس دارِفانی سے رخصت ہو گیا۔ قادر باللہ اس کا لقب تھا' باون سال اس نے حکومت کی' اس کی شان و شوکت بہت بڑھی۔ مال و دولت کی بے حد زیادتی ہوئی۔ سرحدی بلاد کو ہر طرح مضبوط و مستحکم بنایا اور اس کا معقول انتظام کیا۔ سلطان طغرل بک کی خدمت میں بڑے بڑے تحائف اور قیمتی ہدایا بھیجتا تھا جن میں جبل یاقوت بھی تھا جو بنو بویہ

کے ملک سے ملا تھا اور ابو المنصور بن جلال الدولہ سے اس نے خریدا تھا اس کے ساتھ نصیر الدولہ نے ایک لاکھ دینار نقد بھی بھیجے تھے۔ طغرل بک اس کی بہت عزت کرتا تھا اور بڑے بڑے عظیم الشان بادشاہوں سے زیادہ اس کی عزت کی جاتی تھی۔ پانچ پانچ سو دینار میں لونڈی خریدی جاتی تھی۔ ایک ہزار سے زیادہ لونڈیاں اس کی خدمت اور مخصوص کاموں کے لیے تھیں۔ دولاکھ دینار سے زیادہ قیمت کے ظروف اور سامانِ آرائش تھے۔ مشہور مشہور بادشاہوں کی لڑکیاں اس کے نکاح میں تھیں' باورچیوں کو باورچی گیری سیکھنے کی غرض سے مصر روانہ کیا اور ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے ان لوگوں کو کھانا پکانے کے فن میں طاق کر دیا۔

ابنِ جہیر

اراکین دولتِ علویہ میں سے ابوالقاسم بن مغربی اور عمائدین خلافتِ عباسیہ میں سے فخر الدولہ بن جہیر بطور وفد اس کے دربار میں حاضر ہوئے اس نے قدر افزائی کی اور انھیں قلمدانِ وزارت کا مالک بنایا۔ دور دراز ممالک سے شعراء حاضر ہوئے اس نے ان کو بھی معقول مشاہرے دیے۔ علماء بھی آئے تو اس نے انھیں بھی مال و زر سے مالا مال کر دیا۔ ان لوگوں نے نہایت خوشی سے اس کی خدمت میں قیام اختیار کیا۔ اور جب یہ مرگیا۔ .... اس واقعہ میں کامیابی کا سہرا نصیر کے سر رہا۔ اس نے میافارقین میں قیام اختیار کیا۔ اور اس کا بھائی سعید آمد چلا گیا اور اس پر قابض ہو گیا۔ ان دونوں میں اسی پر باہم ایک طرح کی مصالحت ہو گئی اور دونوں نے اسی پر قناعت اختیار کی۔

ماہ ذی الحجہ سنہ ۴۵۳ھ میں نظام الدین نصر بن نصیر الدولہ نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا منصور اس کی جگہ حکمران ہوا' اس کی دولت کا منتظم ابن انباری تھا۔ عنانِ حکومت برابر اسی کے قبضہ میں رہی یہاں تک کہ اس علاقہ میں ابن جہیر آیا اور اس نے اس سے قبضہ لے لیا۔

ابو نصر محمد بن محمد بن جہیر

فخر الدولہ ابو نصر محمد بن محمد بن جہیر موصل کا رہنے والا تھا۔ پہلے یہ قرواش کے خدام میں داخل تھا پھر اس کا بھائی برکت خدمت میں رہا۔ کچھ عرصہ بعد اس سے علیحدہ ہو کر والیٔ روم کے پاس چلا گیا پھر وہاں سے واپس ہو کر قریش بن بدران کی خدمت میں سے کسی شخص کے پاس جا کر پناہ گزین ہوا۔ تھوڑے دن بعد حلب چلا گیا۔ معز الدولہ ابو ثمال بن صالح نے اپنا وزیر بنا لیا۔ پھر یہاں سے بھی دل برداشتہ ہو کر ابی عطیہ کے پاس چلا گیا اور وہاں سے نصیر الدولہ بن مروان کی خدمت میں جا کر حاضر ہوا۔ نصیر الدولہ نے اسے اپنی وزارت کا قلمدان عنایت کیا' اس نے اس خدمت کو نہایت خوبی سے انجام دیا اور جب یہ سنہ ۴۵۳ھ میں مرگیا تو اس کا بیٹا نصر جو اس کے بعد حکمران ہوا تھا' مدار المہام ہوا' پھر ایک برس بعد سنہ ۴۵۴ھ میں بھاگ کر بغداد پہنچا۔ عہدۂ وزارت کی درخواست دی۔ چنانچہ محمد بن منصور کے بعد قلمدانِ وزارت کا مالک ہوا۔ پھر یہ اور اس کا بیٹا عبدالملک کئی بار معزول اور مامور ہوئے۔ نظام الملک اور سلطان طغرل بک کی بھی اس نے خدمت کی تھی' جب اس کا بیٹا دوبارہ معزول کیا گیا تو سلطان طغرل ہی نے خلافت سے سفارش کی تھی اور نظام الملک نے اس کی سفارش کی تائید کی تھی' اسی سفارش کی بنا پر خلافت نے اسے بیٹے کے ساتھ سلطان طغرل بک کے پاس بھیج دیا تھا' اصفہان میں سلطان موصوف کی خدمت میں باریاب ہوا۔ سلطان نے عزت و احترام سے ملاقات کی اور ایک بڑے لشکر کا افسر بنا کر دیارِ بکر فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس نے دیارِ بکر کو بنو مروان کے قبضہ سے نکال لیا' سلطان نے اس خدمت کے صلے میں اسے اجازت دی کہ خطبہ میں سلطان کے بعد اس کا نام داخل کیا جائے اور اس کے نام کا سکہ جاری ہو۔ یہ واقعات سنہ ۴۷۶ھ کے ہیں۔

ابنِ جہیر کا آمد پر قبضہ

ہم اوپر فخر الدولہ بن جہیر کی روانگی دیارِ بکر کا حال تحریر کر چکے ہیں۔ اس کی روانگی کے بعد سلطان نے سنہ ۴۷۷ھ میں ایک فوج

ارتق بن اکسک کی ماتحتی میں اس کی کمک پر روانہ کی۔ نصر بن مروان والیٔ آمد نے یہ خبر پا کر شرف الدولہ مسلم بن قریش سے اس شرط پر امداد کی درخواست کی کہ وہ آمد کو اس کے حوالے کر دے گا۔ شرف الدولہ نے اس بنا پر ان کی امداد پر کمر باندھی۔ فخر الدولہ بن جہیر نے عرب ہونے کی وجہ سے جنگ کرنے سے پہلو تہی کی۔ ارتق نے اس رائے کی مخالفت کی اور ترکوں کو جمع کر کے نصر بن مروان پر حملہ آور ہوا اور اس کی فوج کو شکست دی۔ شرف الدولہ بھاگ کر آمد میں پناہ گزیں ہوا۔ فتح مند گروہ نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ شرف الدولہ نے ارتق کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھے تم محاصرہ سے نکل جانے دو' میں تمہیں بہت سا مال دوں گا' ارتق اس پر راضی ہو گیا۔

چنانچہ شرف الدولہ اپنی جان کا صدقہ مال دے کر آمد سے نکل کر رقہ چلا گیا اور فخر الدولہ بن جہیر نے میافارقین کا راستہ لیا۔ اس کے ہمراہی امراء میں امیر بہاء الدولہ' منصور بن مزید اور اس کا بیٹا سیف الدولہ صدقہ بھی تھے۔ میافارقین پہنچ کر ان لوگوں کا ساتھ چھوڑنے سے تمام عرب بھی جو اس کے ساتھ تھے علیحدہ ہو گئے۔ فخر الدولہ کے دم خم میں ذرا بھی بل نہ آیا۔ نہایت مستعدی سے حصار کئے رہا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ شہر پناہ کی فصیل سے ایک سپاہی کسی ضرورت سے نیچے اترا۔ شاہی لشکر میں سے جو کہ محاصرہ کئے ہوئے تھے ایک شخص کمند ڈال کر چڑھ گیا اس کی جگہ کھڑا ہو کر سلطانی علامت سے چلایا۔ پہرہ والے یہ سن کر ڈر گئے اور ایک زبان ہو کر اس کی اتباع کی۔ حاکم شہر نے یہ خیال کر کے کہ شہر پناہ پر محاصرین کا قبضہ ہو گیا ہے' شہر کو زعیم الروساء بن جہیر کے حوالے کر دیا۔ وہ سوار ہو کر شہر میں فتح مندی کا جھنڈا لئے داخل ہوا اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ سنہ ۴۷۸ھ کا ہے۔ اہل شہر نے فتح مند گروہ کے ساتھ مل کر عیسائیوں کے مکانات لوٹ لئے جو کہ بنو مروان کے یہاں محکمہ مال میں ملازم تھے اور ان سے ان کے گزشتہ ظلم و ستم کا بدلہ لے کر اپنے جلے ہوئے دل کے آبلے توڑے۔ واللہ اعلم

محاصرہ میافارقین

فخر الدولہ بن جہیر اپنے ہمراہیوں کو آمد کی طرف روانہ کر کے میافارقین چلا گیا تھا اور اس کے محاصرے میں سنہ ۴۷۷ھ سے مصروف تھا۔ اسی اثناء میں سعد الدولہ گوہر آئین اس کی کمک پر آ گیا' حصار میں شدت شروع کی' کثرتِ سنگ باری اور آئے دن کے حملے سے ایک روز شہر پناہ کی دیوار میں سوراخ ہو گیا۔ محاصرین میں سے چند آدمی اس راستہ سے گھس پڑے اور شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ کر شاہی علامت سے چلا اٹھے۔ فخر الدولہ اپنی فوج کے ساتھ شمشیر بکف شہر میں گھس گئے اور قبضہ کر لیا۔ بنو مروان کے مال و اسباب اور خزائن پر قبضہ کر کے اپنے بیٹے زعیم الروساء کے ساتھ سلطان ملک شاہ کی خدمت میں بھیج دیا' ماہ شوال سنہ ۴۷۸ھ میں اصفہان پہنچا جہاں کہ سلطان مقیم تھا۔

دولت بنو مروان کا خاتمہ

اس کے بعد معز الدولہ اور گوہر آئین دار الخلافت بغداد کی طرف گئے اور بغداد پہنچ کر ایک فوج جزیرہ ابن عمر کو سر کرنے کے لئے روانہ کی' یہ جزیرہ بھی بنو مروان کے مقبوضات میں داخل تھا۔ شاہی فوج نے پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا۔ شہر کے سرداروں میں بنو دہبان نامی ایک خاندان نے والیٔ شہر کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ یورش کر کے شہر کا ایک چھوٹا دروازہ کھول دیا جس راستہ سے سوائے پیادوں کے اور کوئی نہیں جا سکتا تھا اور شاہی لشکر کو اسی راستے سے شہر میں داخل کر لیا۔ چنانچہ محاصرہ گروہ نے شہر میں داخل ہو کر شاہی جھنڈا شہر کے شاندار برجوں پر نصب کر دیا۔ اسی وقت سے بنو مروان کی حکومت کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا۔ منصور بن نظام الدولہ بن نصر الدولہ جزیرہ میں جا چھپا اور غز (ترکوں) کی حمایت میں قیام اختیار کیا۔ کچھ عرصہ بعد چکرمش نے اسے گرفتار کر کے ایک یہودی کے مکان میں قید کر دیا۔ یہ سنہ ۴۸۹ھ میں اسی مکان میں مر گیا۔ (البقاء للہ وحدہ)

باب ۵

امارت سجستان بنوصفار

جن دنوں دارالخلافت بغداد میں متوکل کے قتل کی وجہ سے اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اسی زمانہ میں اطراف سجستان خوارج شرارت سے جنگ کرنے کے لئے ایک گروہ پیدا ہو گیا تھا اور وہ اپنے کو متطوعہ (والنٹیر) کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ یہ گروہ صالح بن نصر کنانی نامی ایک شخص کے پاس جمع ہوا تھا اس کو صالح متطوعی کہتے تھے۔ درہم بن حسن اور یعقوب بن لیث صفار وغیرہما نامی اشخاص نے اس کی محبت و رفاقت اختیار کی۔ ان لوگوں نے سجستان پر قبضہ کر لیا اور اس کے مالک بن بیٹھے تھے۔ کچھ عرصہ بعد طاہر بن عبداللہ والی خراسان نے یہ خبر پا کر ان پر چڑھائی کی اور انہیں اپنے پُرزور حملوں سے مغلوب کر کے سجستان سے نکال دیا۔ اس واقعہ کے بعد صالح متطوعی مر گیا۔ اس کی جگہ متطوعہ میں سے درہم بن حسن حکمران ہوا اس کے متبعین کی بہت بڑی کثرت ہوئی۔

یعقوب بن لیث صفار

یعقوب بن لیث صفار اس کا سپہ سالار تھا۔ درہم بن حسن فوج کی کثرت کے باوجود کمزور طبیعت کا آدمی تھا۔ والی خراسان نے اسے حکمت عملی سے گرفتار کر کے دارالخلافت بغداد روانہ کر دیا اور وہاں کی جیل میں ڈال دیا گیا۔ متطوعہ نے متفق ہو کر یعقوب بن لیث صفار کو اپنا سردار بنا لیا۔ یعقوب بن لیث صفار ہمیشہ خلیفہ معتز کی خدمت میں اظہار اطاعت کی غرض سے جنگ خوارج کی سرداری کی درخواست کیا کرتا تھا چنانچہ خلیفہ معتز نے ایک مدت کے بعد اس مہم کی افسری عنایت کی۔ اس نے نہایت خوبی سے جنگ شراۃ میں اس خدمت کو انجام دیا اور نہایت مستعدی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہا۔ پھر سنہ ۲۵۳ھ میں سجستان سے خراسان کی طرف گیا۔ ان دنوں انبار میں ابن اوس حکومت کر رہا تھا۔ اس نے یعقوب سے مقابلہ کرنے کے لئے فوجیں مرتب کیں اور جنگ کے ارادہ سے خود میدان جنگ میں آیا۔ فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اتفاق سے ابن اوس کو شکست ہوئی۔ یعقوب نے ہرات اور بوشنج پر قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ سے یعقوب کی شان و شوکت بڑھ گئی۔ اطراف و جوانب سے امراء نیز والیٔ خراسان کو بھی اس کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہو گیا۔

فارس کی گورنری پر علی بن حسن بن شبل مامور تھا۔ اس نے خلیفہ معتز کی خدمت میں کرمان کی حکومت کی درخواست بھیجی اور یہ لکھا کہ ابن طاہر کے قوائے حکمرانی مضمحل ہو گئے ہیں۔ ملک کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ یعقوب نے سجستان کو دبا لیا ہے۔ خلیفہ معتز نے اس کی درخواست پر کرمان کی سند حکومت لکھ کر علی بن حسن کے پاس بھیج دی اور یعقوب صفار کو بھی کرمان کی ایک سندِ حکومت روانہ کر دی۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ دونوں ایک دوسرے سے لڑ جائیں کیونکہ دونوں اظہارِ اطاعت کرتے تھے جس کی کچھ بھی اصلیت نہ تھی اور جنگ کے بعد دونوں میں سے جو غالب آ جائے گا وہ خواہ مخواہ علم خلافت کی اطاعت قبول کرے گا چنانچہ علی بن حسن نے فارس سے طوق بن مسلم کو جو اس کے مصاحبوں میں سے تھا کرمان کی حکومت پر روانہ کیا۔ اتفاق یہ کہ طوق نے پہلے پہنچ کر کرمان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد یعقوب کرمان کے قریب پہنچا' دو ماہ تک اس انتظار میں کہ طوق اب نکلے گا تب نکلے گا کرمان کے باہر ٹھہرا رہا۔ جب طوق شہر سے باہر نہ آیا تو یعقوب مجبوراً سجستان کی طرف واپس ہوا اور طوق ارادۂ جنگ موقوف کر کے لہو و لعب میں مصروف ہو گیا۔

یعقوب صفار کا کرمان اور شیراز پر قبضہ

راستے ہی میں یعقوب کو اس کی خبر لگ گئی' فوراً لوٹ پڑا۔ تیزی سے مسافت طے کر کے کرمان میں داخل ہو گیا اور طوق کو گرفتار

کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اس واقعہ کی خبر علی بن حسن کو شیراز میں پہنچی۔ سنتے ہی جامہ سے باہر ہو گیا فوجیں فراہم کر کے شیراز کے ایک تنگ اور دشوار گزار راستہ پر جا کر پڑاؤ کر دیا۔ یعقوب بھی مہم کرمان سے فارغ ہو کر سفر و قیام کرتا ہوا شیراز کے قریب علی کے مقابلہ پر پہنچ گیا۔ جس راستہ کے دہانے کی علی نے روک تھام کی تھی وہ نہایت تنگ تھا۔ راستہ کے دونوں جانب سر بفلک اونچے پہاڑ کھڑے تھے۔ وسط راہ میں ایک عمیق نہر جاری تھی۔ یعقوب نے بغور اس موقع کو دیکھا اور اگلے دن سوار ہو کر اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ میرے پیچھے تم لوگ بھی اپنے گھوڑوں کو نہر میں ڈال دو۔ علی بن حسن اس واقعہ کو دیکھ رہا تھا اور اسے بچوں کا کھیل خیال کر کے مطمئن بیٹھا رہا مگر تھوڑی دیر میں یعقوب نہر کو عبور کر کے اس کے سر پر پہنچ گیا تو اس کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ علی بن حسن کو گرفتار کر لیا گیا۔ یعقوب سوادِ شیراز پر قبضہ کر کے شہر میں داخل ہوا اور اس پر قابض ہو کر لوگوں سے خراج وصول کیا۔ یہ واقعہ سنہ ۲۵۵ھ کا ہے۔

بعضوں نے بیان کیا ہے کہ نہر عبور کرنے کے بعد یعقوب اور علی بن حسن میں سخت اور متعدد لڑائیاں ہوئیں بالآخر علی شکست کھا کر بھاگا۔ اس کی فوج کی تعداد غلاموں اور کردوں کے علاوہ پندرہ ہزار بیان کی جاتی ہے۔ شام ہوتے ہوتے اس کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ شیراز کے دروازوں میں بھگوڑوں کا اژدہام تھا۔ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا۔ ان کے مقتولوں کی تعداد پانچ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ جب فتح مند گروہ نے انہیں شیراز میں بھی دم لینے نہ دیا تو یہ لوگ فارس کے اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے اور لوگوں کا مال و اسباب لوٹنے لگے۔ لوگوں نے شیراز میں داخل ہو کر فارس کے تمام شہروں پر قبضہ کر لیا اور علی سے بے شمار گھوڑے' آلاتِ حرب اور مال و اسباب وصول کیا۔ خلافت مآب کی خدمت میں اظہارِ اطاعت کی غرض سے نامۂ بشارت فتح روانہ کیا' قیمتی قیمتی تحائف بھیجے۔ ان میں دس باز سفید اور ایک باز ابلق چینی اور ایک سو نافہ مشک تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے قیمتی کپڑے اور سامانِ آرائش تھا۔ فتح یابی کے بعد واپس ہو کر بجستان آیا۔ علی پابہ زنجیر اس کے ساتھ تھا اور جب اس نے فارس چھوڑا تو معتز نے اپنی جانب سے عمال روانہ کئے۔

حرث بن سیما کا قتل

فارس سے یعقوب صفار کی واپسی کے بعد معتز اور اس کے خلفاء نے حرث بن سیما کو فارس کی گورنری پر مامور کیا۔ سپہ سالاران عرب میں سے محمد بن واصل بن ابراہیم تمیمی نے علم بغاوت بلند کیا۔ کردوں میں سے جو ان اطراف میں تھے احمد بن لیث نے بھی بغاوت پر کمر باندھ لی۔ دونوں حرث سے بھڑ گئے اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد محمد بن واصل نے احمد بن لیث کو زیر کر کے سنہ ۲۵۶ھ میں فارس پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ معتمد کی اطاعت اور اس کے زیرِ حمایت ہونے کا اعلان کر دیا۔ معتمد نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر اپنی جانب سے حسین بن فیاض کو متعین کر کے روانہ کیا۔

یعقوب صفار کا بلخ پر قبضہ اور بجستان واپسی

یعقوب بن لیث نے سنہ ۲۵۷ھ میں اس کی روک تھام پر کمر باندھی' معتمد کو یعقوب کا یہ فعل ناگوار گزرا۔ ناراضی کا فرمان لکھ بھیجا کہ میں تمہیں بلخ اور طخارستان کی سند حکومت عطا کرتا ہوں اس پر جا کر قبضہ کر لو۔ چنانچہ یعقوب نے بلخ اور طخارستان میں پہنچ کر قبضہ کر لیا اور ان عمارات کو جنہیں داود بن عباس نے بلخ کے شہر کے باہر باساد یانج نامی تعمیر کرایا تھا' مسمار و منہدم کرا دیا۔ اس کے بعد کابل کی جانب گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ رتبیل کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور ان بتوں کو جو کابل اور اس کے اطراف کے شہروں سے ہاتھ آئے تھے' دارالخلافت بغداد میں ہدایا جلیلہ اور قیمتی تحائف کے ساتھ روانہ کیا۔ مہم کابل سے فارغ ہو کر بست کی جانب بجستان کی واپسی کے خیال سے لوٹ کھڑا ہوا۔ بست پہنچ کر بعض سپہ سالاروں نے جن کی مزاج میں عجلت زیادہ تھی' اپنے مال و اسباب کو یعقوب کے اسباب روانہ ہونے سے پہلے روانہ کر دیا۔

یعقوب اس سے بگڑ گیا اور یہ کہہ کر کہ تم لوگ مجھ سے پہلے بجستان کی طرف کوچ کیا چاہتے ہو؟ ایک سال تک بست میں رہا۔ ایک سال بعد بست سے خراسان کی جانب آیا۔ ہرات پر قبضہ کیا' پھر بوشنج کی طرف قدم بڑھایا اور اسے بھی اس کے گورنر حسین بن علی بن

طاہر کبیر سے چھین لیا۔ حسین بن علی کو جیل میں ڈال دیا۔ یہ اپنے خاندان کا ایک با اثر شخص تھا۔ محمد بن طاہر والیٔ خراسان نے یعقوب سے حسین بن علی کی رہائی کی سفارش کی۔ یعقوب نے اس سے انکار کر دیا۔اس وجہ سے اس کے دل میں اس کی جانب سے کشیدگی اور نفرت باقی رہ گئی تھی اور حسین اس کے قبضہ میں یہیں رہ گیا۔ یعقوب نے اپنی جانب سے ہرات' بوشنج اور بادغیش پر عمال مقرر کر کے سجستان کی طرف کوچ کیا۔

عبداللہ سنجری اور یعقوب صفار میں سجستان کی بابت آئے دن جھگڑا ہوا کرتا تھا۔جب یعقوب نے سجستان پر قبضہ کر لیا اور اس کی فوجی حالت بھی قابلِ اطمینان ہو گئی تو عبداللہ سنجری محمد بن طاہر کے پاس خراسان چلا گیا۔ یعقوب نے اپنے بھاگے ہوئے دشمن کو محمد بن طاہر سے طلب کیا۔ محمد بن طاہر نے دینے سے انکار کیا۔ اس بنا پر یعقوب نے خراسان پر چڑھائی کی اور دارالحکومت نیشاپور میں محمد بن طاہر کا محاصرہ کر لیا۔ مصالحت کرانے کی غرض سے فقہاء اور علماء نے آمد و رفت شروع کی' یہاں تک کہ دونوں فریقوں میں صلح ہو گئی۔ اس کے بعد یعقوب نے محمد کو ملاقات کے لئے بلا بھیجا۔ محمد نے حیلہ و حوالہ کر کے ٹال دیا۔ یعقوب کو اس سے خطرہ مخالفت پیدا ہوا۔ اپنے کیمپ سے نکل کر قریب نیشاپور جا اترا۔ محمد بن طاہر کے خاندان والے اور بنو عمام نفرت دور کرنے کے خیال سے یعقوب کے پاس آئے مگر یعقوب نے ذرا بھی ان کا لحاظ نہ کیا بزورِ تیغ نیشاپور میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا اور اپنی جانب سے ایک گورنر مقرر کر دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۲۶۹ھ کا ہے۔

خلیفہ معتمد اور یعقوب صفار

یعقوب نے قبضۂ نیشاپور کے بعد معتمد کی خدمت میں معذرت کا عریضہ روانہ کیا کہ چونکہ محمد بن طاہر کے مزاج میں افراط و تفریط زیادہ ہو گئی تھی اور کاروبارِ حکومت کو عمدہ طور سے انجام نہیں دے سکتا تھا اس وجہ سے اہل خراسان نے مجھ سے قبضۂ خراسان کی درخواست کی اور علویوں نے طبرستان پر قبضہ کر لیا تھا۔ خلیفہ معتمد نے لکھا کہ مجھے تمہاری اس حرکت سے بے حد ناراضگی پیدا ہوئی۔ اب جس قدر بلاد تمہارے قبضہ میں ہیں اسی پر اکتفا کرو ورنہ مابدولت و اقبال کو اپنا مخالف سمجھ رکھو اور آئندہ تمہارے ساتھ مخالفت کا برتاؤ کیا جائے گا۔

یعقوب صفار کا خراسان پر قبضہ

بعضوں نے نیشاپور پر یعقوب کے قبضہ کی کیفیت یوں بیان کی ہے کہ جب محمد بن طاہر کے سر پر ادبار اور کمزوری چھا گئی تو اس کے بعض اعزّہ و اقارب نے یعقوب کو لکھ بھیجا کہ اب موقع اچھا ہے محمد بن طاہر کی قوتِ حکمرانی ختم ہو گئی ہے آیئے نیشاپور پر قبضہ کر لیجئے۔ چنانچہ یعقوب نے محمد بن طاہر کو اس مضمون کا خط لکھا کہ میں اس طرف حسن بن زید سے جنگ کرنے کے لئے جاتا ہوں اور یہ کہ خلافت مآب نے مجھے اس کی ہدایت کی ہے اور میں خراسان کے کسی قریہ اور شہر سے کسی قسم کا تعرّض نہ کروں گا اور در پردہ اپنے سپہ سالاروں کو اس کی نگرانی پر مامور کر دیا" دوستانہ طور پر اسے کاہلی اور کمزوری پر نفرین بھی کی۔ پھر موقع پا کر اس کے خاندان والوں کو جو تقریباً" ایک سو ساٹھ نفر تھے گرفتار کر کے سجستان روانہ کر دیا۔ یہ واقعہ محمد بن طاہر کی گورنری کے گیارھویں سال کا ہے۔ الغرض یعقوب نے اس طور پر خراسان لے لیا اور قابض ہو گیا۔ اس کا حریف عبداللہ سنجری جو اس سے لڑائی جھگڑا کرتا تھا' حسین بن زید والیٔ طبرستان کے پاس چلا گیا۔

حسین بن زید نے طبرستان پر ۲۵۱ھ میں قبضہ کیا تھا۔ حسن نے عبداللہ کو اپنے دامن میں لے لیا۔ یعقوب نے خبر پا کر ۲۶۰ھ میں طبرستان کی طرف قدم بڑھایا اور اس سے معرکہ آرا ہوا' حسن کو شکست ہوئی' بھاگ کر دیلم پہنچا اور جبال طبرستان میں پناہ گزین ہوا۔ یعقوب اس کامیابی کے بعد ساریہ اور آمد پر قبضہ کر کے سنجری کے تعاقب میں رے کی جانب لوٹا اور عامل رے کو دھمکی دی اور خط لکھا' عامل رے نے ڈر کر عبداللہ سنجری کو یعقوب کے پاس بھیج دیا' یعقوب نے اسے قیدِ حیات سے سبکدوش کر دیا۔

محمد بن واصل

آپ اوپر ۲۵۶ھ میں محمد بن واصل کے فارس پر قابض ہونے اور ۲۵۷ھ میں یعقوب کی اس پر چڑھائی کرنے اور پھر وہاں سے واپسی اور اس کے عوض بلخ و طغارستان کی حکومت دیئے جانے کے واقعات پڑھ چکے ہیں اس کے بعد خلیفہ معتمد نے موسیٰ بن بغا کے دائرہ حکومت میں اہواز' بصرہ' بحرین' یمامہ اور ان صوبجات کے علاوہ جو اس کے قبضہ میں تھے' فارس کو بھی داخل کر دیا۔ موسیٰ نے اپنی جانب سے فارس کی حکومت پر عبدالرحمٰن بن مفلح کو مامور کیا اور اہواز کی طرف جانے کا حکم دیا' طاشمر کو اس کی کمک و اعانت پر مامور کیا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن اور محمد بن واصل کی مقام رام ہرمز میں معرکہ آرائی شروع ہوئی۔ محمد بن واصل نے عبدالرحمٰن کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور جب خلافت مآب نے اس کی رہائی کی سفارش کی تو محمد بن واصل نے اسے قتل کر ڈالا اور یہ لکھ بھیجا کہ وہ اپنی موت مر گیا ہے۔

اس واقعہ کے بعد واصل موسیٰ بن بغا سے جنگ کرنے کے لئے واسط کی طرف بڑھا اور اہواز کی حکومت پر اپنی جگہ ابو الساج کو مامور کیا اور زنج سے جنگ کرنے کی ہدایت و تاکید کی' اس نے اپنے داماد عبدالرحمٰن کو اس مہم پر روانہ کیا۔ چنانچہ علی بن ابان سپہ سالار زنج سے مڈبھیڑ ہوئی۔ میدان علی بن ابان کے نام رہا۔ عبدالرحمان مارا گیا۔ زنج نے اہواز پر قبضہ کر لیا اور جی کھول کر اسے تاخت و تاراج کیا اور ابراہیم بن سیما کو اس کا والی بنایا۔ محمد بن واصل نے یہ خبر پا کر ابراہیم بن سیما سے جنگ کرنے کے لئے اہواز کی طرف قدم بڑھایا۔ موسیٰ بن بغا نے اس امر کا احساس کر کے کہ صوبجات کے سرحدی بلاد میں سرکشی اور بغاوت کا مادہ پھوٹ نکلا ہے' گورنری سے استعفیٰ دے دیا جسے خلیفہ معتمد نے منظور کر لیا۔

رفتہ رفتہ ان واقعات کی خبر یعقوب صفار تک پہنچی۔ فارس پر قبضہ کرنے کا لالچ پیدا ہوا' فوراً سامان جنگ و سفر درست کر کے بجستان سے فارس کی جانب روانہ ہوا۔ محمد بن واصل یہ خبر پا کر اہواز کے قصد سے کنارہ کر کے یعقوب کی طرف لوٹ پڑا اور ابراہیم بن سیما کی جنگ کو ملتوی کر کے نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے یعقوب بن صفار پر دفعتاً حملہ کرنے کی غرض سے یعقوب کے لشکر گاہ کے قریب پہنچ گیا۔ یعقوب صفار کو اس کا احساس ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابن واصل کے لشکر کو روزانہ سفر کی وجہ سے بے حد تکان ہے۔ لشکر سفر کی تکلیف اور پیاس کی شدت سے جاں بلب ہو رہا ہے۔ یعقوب صفار نے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا اور شمشیر بکف ہو کر ابنِ واصل کے لشکر پر جا پڑا' ابنِ واصل کا لشکر جنگ کیے بغیر بھاگ کھڑا ہوا۔ یعقوب کے لشکریوں نے ابنِ واصل کے لشکرگاہ کو لوٹ لیا' جس قدر مال و اسباب واصل کے لشکر نے عبدالرحمٰن بن مفلح کے لشکر سے حاصل کیا تھا اسے مع اور زائد مال و اسباب کے یعقوب کے لشکریوں نے ابن واصل کے لشکر سے حاصل کیا' بلادِ فارس پر یعقوب کا قبضہ ہو گیا' اپنی جانب سے عمال مقرر کیے' ذمیوں کو تو اس وجہ سے کہ انہوں نے ابنِ واصل کی مدد کی تھی' سزائیں دیں۔ باقی رہ گیا اہواز اس پر قبضہ کرنے کا لالچ پیدا ہوا۔

خلیفہ معتمد کا اظہارِ ناراضگی

جس وقت یعقوب صفار نے خراسان کو ابن طاہر کے قبضہ سے اور فارس کو ابنِ واصل کے ہاتھ سے لے لیا حالانکہ معتمد نے یعقوب کو اس فعل سے روکا اور منع کیا تھا' مگر یعقوب نے خیال نہ کیا' خلیفہ معتمد کو اس سے برہمی پیدا ہوئی' صاف طور سے سر دربار کہہ دیا کہ میں نے نہ تو اسے سندِ حکومت عطا کی ہے اور نہ اس نے جو کچھ کیا ہے میری اجازت اور حکم سے کیا ہے' خراسان' طبرستان اور رے کے حاجیوں کو طلب کر کے اس مضمون سے ان کو مخاطب کیا اور یعقوب کے اس فعل سے اپنی ناراضگی ظاہر کی۔

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ یعقوب صفار کو قبضۂ اہواز کا لالچ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ یہ غرض حاصل کرنے کے خیال سے یعقوب نے ۲۶۲ھ میں فارس سے اہواز کی طرف قدم بڑھایا۔ اس کے ہمراہیوں کو جو کہ معرکۂ خراسان میں گرفتار ہو گئے تھے' آزاد کر دیا۔ یعقوب نے اسے اپنے حاجب درہم کو طبرستان' خراسان' جرجان' رے اور فارس کی سند گورنری اور دارالحکومت بغداد کی پولیس افسری کا عہدہ حاصل کرنے کے لئے بغداد بھیجا۔ خلیفہ معتمد نے بظاہر ان تمام صوبہ جات کی گورنری مرحمت فرمائی۔ بجستان اور کرکمان کی حکومت بھی اس کی گورنری

میں شامل کر دی اور حاجب مذکور کے ساتھ عمرو بن سیما کو یعقوب کے پاس روانہ کیا اور یہ تاکید تحریر کیا کہ جس طرح سے ممکن ہو سکے دارالحکومت حاضر ہو کر ماہدولت و اقبال کی دست بوسی کا شرف حاصل کرو۔ تھوڑے دن بعد حاجب مذکور عمرو بن سیما کے ساتھ یعقوب کے پاس پہنچا اور خلافت مآب کا پیام سنایا۔ یعقوب نے اسی وقت عسکر مکرم سے کوچ کر دیا۔ ابو الساج یہ خبر پا کر اہواز سے ملنے کے لئے آیا۔ یعقوب نے نہایت احترام سے اس سے ملاقات کی' انعامات دیئے اور بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ ادھر سے خلیفہ معتمد نے دارالخلافت بغداد سے کوچ کر کے مقام زعفرانیہ میں پڑاؤ کیا۔ مسرور بلخی بھی جنگ زنج سے واپس ہو کر اسی مقام پر خلافت مآب کی خدمت میں آ کر حاضر ہوا۔ یعقوب صفار کوچ و قیام کرتا ہوا واسط پہنچا اور اس پر قابض ہو گیا۔ دیر عاقول کی جانب کوچ کیا۔

یعقوب صفار اور موفق کی جنگ

خلیفہ معتمد کو اس کی خبر لگی تو آگ بگولہ ہو گیا۔ اپنے بھائی موفق کو طلب کر کے یعقوب سے جنگ کرنے کی ہدایت کی چنانچہ موفق فوجیں جمع کر کے یعقوب کی طرف بڑھا' اس کے میمنہ پر موسیٰ بن بغا تھا اور میسرہ پر مسرور بلخی۔ پندرھویں رجب کو دونوں حریفوں کی معرکہ آرائی ہوئی۔ موفق کا میسرہ شکست کھا کر بھاگا۔ ابراہیم بن سیما وغیرہ سپہ سالاران لشکر کام آئے۔ موفق نے اپنی فوج کو دوبارہ مرتب کر کے پھر حملہ کیا اور نہایت سختی سے لڑائی شروع کی۔ ابھی جنگ کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ محمد بن اوس اور درانی ایک تازہ دم فوج لئے ہوئے خلافت مآب کی جانب سے آ پہنچے۔ یعقوب صفار کے ہمراہیوں کے پاؤں پھول گئے۔ انتہائی بے سروسامانی سے شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ فتح مند گروہ نے تعاقب کیا' یعقوب کے لشکرگاہ کو لوٹ لیا' دس ہزار کے قریب مویشی گھوڑے اور خچر ہاتھ آئے' مال و اسباب اس قدر ملا کہ جس کا لے جانا دشوار تھا۔ مشک کے سینکڑوں نافے ہاتھ لگے۔ محمد بن طاہر جس زمانہ سے یعقوب نے خراسان پر قبضہ کیا تھا' قید تھا اس نے بھی اسی دن قید سے نجات پائی' موفق کی خدمت میں حاضر ہوا' موفق نے اسے خلعت دیا اور دارالخلافت بغداد کی پولیس افسری عنایت کی۔

یعقوب صفار اس معرکہ سے اپنی جان بچا کر خوزستان کی طرف گیا' جندیسا پور میں جا کر مقیم ہوا' سردار زنج (علوی مصری) نے واپس آنے کی تحریک کی اور ہمدردی اور اعانت کا وعدہ کیا۔ یعقوب نے اس کے جواب میں قل یٰایھا الکافرون لا اعبد وما تعبدون تا آخر سورہ لکھ بھیجی۔

اس سے قبل جب یعقوب صفار نے فارس سے کوچ کیا، محمد بن واصل نے فارس پر قبضہ کر لیا۔ خلافت مآب نے سند حکومت لکھ بھیجی۔ یعقوب صفار کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک بڑی فوج عمر بن سری کی ماتحتی میں جو اس کے سپہ سالاروں میں سے ایک نامور اور تجربہ کار شخص تھا، روانہ کی چنانچہ اس نے اسے فارس سے نکال باہر کیا اور اہواز کی حکومت محمد بن عبید اللہ ہزار مردکردی کے سپرد کر دی۔

موفق کی واسط روانگی

ان واقعات کے بعد خلیفہ معتمد نے سامرا کی جانب اور موفق نے واسط کی طرف کوچ کیا۔ موفق نے یعقوب صفار کے تعاقب کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ مگر بیماری نے اس کے ارادہ کو پورا نہ ہونے دیا۔ مجبوراً دارالخلافت بغداد کی طرف واپس ہوا۔ مسرور بلخی بھی اس کی رکاب میں تھا۔ موفق نے اسے تمام جاگیرات اور مکانات اور حشم و خدم جو کہ ابو الساج کے پاس تھے' مرحمت کیے۔ محمد بن طاہر بھی اس کے ہمراہ روانہ بغداد ہوا اور افسری پولیس بغداد کی خدمت انجام دینے لگا۔

محمد بن طاہر کے ہوا خواہوں اور سپہ سالاروں میں سے احمد بن عبداللہ خجستانی نامی ایک شخص (بیاض بالاصل) ..... مضافاتِ جبال ہرات اور باد غیش کا والی تھا۔ جب یعقوب صفار نیشا پور اور خراسان پر قابض ہوا تو احمد مذکور صفار کے بھائی علی بن لیث کے پاس چلا آیا اور اس ذریعہ سے یعقوب صفار تک اس کی رسائی ہو گئی۔

شرکب جمال ۲۵۹ھ میں مرو اور اس کے اطراف و جوانب پر قابض ہو گیا تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے' ابراہیم' ابو حفص یعمر اور ابو طلحہ منصور۔ ابراہیم ان سب سے بڑا تھا۔ چونکہ ابراہیم نے بمقام جرجان زمانۂ جنگ حسن بن زید میں بہت بڑے نمایاں کام کیے تھے اس وجہ سے یعقوب صفار نے ابراہیم کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔ احمد نجستانی آتش حسد سے جل گیا اور ابراہیم کو احمد نے یہ دھوکا دیا کہ یعقوب صفار کو تم سے دلی عداوت ہے۔ دھوکا دے کر تمہیں اس نے طلب کیا ہے کسی روز موقع پا کر وہ تمہارا کام تمام کر دے گا۔ مناسب یہ ہے کہ آؤ ہم تم چھپ کر یعمر تمہارے بھائی کے پاس بھاگ چلیں۔ یعمر اس وقت بلخ کے کسی شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ چنانچہ ابراہیم حسبِ وعدہ احمد چھپ کر نکل کھڑا ہوا اور مقامِ موعود پر پہنچ کر تھوڑی دیر تک احمد کا انتظار کرتا رہا۔ جب احمد نہ آیا تو ابراہیم نے مجبوراً سرخس کا راستہ لیا۔

پھر جب یعقوب صفار نے ۲۶۱ھ میں بجستان کی طرف واپسی کا ارادہ کیا تو اپنے بھائی عمرو بن لیث کو ہرات کی گورنری عطا کی۔ اس نے اپنی جانب سے طاہر بن حفص باد غیسی کو اپنے نائب کی حیثیت سے مامور کیا۔ احمد نجستانی حیلہ بازی سے صفار کے ساتھ نہ گیا۔ علی کے پاس چلا گیا اور اسے یہ دھوکا دیا کہ آپ اپنے بھائی سے اجازت حاصل کر کے مجھے خراسان بھیج دیجئے۔ میں وہاں آپ کے حقوق کی نگرانی اور آپ کی جاگیرات کا انتظام کرتا رہوں گا۔ علی نے اپنے بھائی صفار سے اجازت طلب کی' صفار نے اجازت دے دی۔

احمد نجستانی کی بغاوت

الغرض احمد نے خراسان پہنچ کر قیام کیا۔ جوں ہی صفار نے خراسان سے کوچ کیا احمد نجستانی نے فوجیں فراہم کر کے پہلے علی بن لیث پر اپنا ہاتھ صاف کیا۔ چنانچہ ۲۶۱ھ میں یلغار کر کے علی کو شہر سے نکال دیا اور خود قابض ہو گیا اور بنو طاہر کی حکومت کا سکہ دوبارہ چلا دیا۔ پھر ۲۶۲ھ میں نیشا پور کو اپنے دائرۂ حکومت میں داخل کر لیا۔ رافع بن ہرثمہ کو جو کہ بنو طاہر کے نامور سپہ سالاروں میں سے تھا' طلب کر کے اپنے لشکر کا کمانڈر انچیف مقرر کیا اور ہرات پر قبضہ کے ارادہ سے قدم بڑھایا اسے طاہر بن حفص کے قبضہ سے نکال کر طاہر کو مار ڈالا۔ اس کے بعد یعمر بن شرکب کی زندگانی کا بھی خاتمہ کر کے تمام بلادِ خراسان پر قابض ہو گیا اور یعقوب بن لیث کی حکومت کو نیست و نابود کر دیا۔

ان واقعات کے بعد حسن بن طاہر (برادر محمد) اپنی حکومت کا سکہ جمانے کو واردِ اصفہان ہوا۔ والیٔ اصفہان نے اس سے انکار کیا۔ مگر ابو طلحہ شرکب نے نیشا پور میں اس کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ نجستانی بگڑ گیا۔ خراسان میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ حسن بن زید نے یہ خبر پا کر فوج کشی کر دی۔ اہلِ خراسان مقابلہ پر آئے اور اسے شکست دی۔ پھر دوبارہ نیشا پور کو عمرو بن لیث کے قبضہ سے نکال لیا اور محمد بن طاہر کا خطبہ موقوف کر کے معتمد کے نام کا خطبہ پڑھا اور خلافت مآب کے نام کے بعد اپنا نام داخل کیا جیسا کہ نجستانی کے حالات میں یہ واقعہ بالتشریح بیان کیا گیا ہے۔

یعقوب صفار کا اہواز پر قبضہ

خراسان کے بعد فارس پر صفار کے قابض ہو جانے کا حال آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ چنانچہ صفار قبضۂ فارس کے بعد لشکر آراستہ کر کے اہواز کی جانب بڑھا۔ اہواز کی حکومت پر ان دنوں احمد بن سوقہ سپہ سالار مسرور بلخی متمکن تھا مگر کسی ضرورت سے تستر گیا ہوا تھا۔ یعقوب کی آمد کی خبر سن کر تستر سے کوچ کیا اور یعقوب صفار جندیسار میں قیام پذیر ہوا۔ شاہی لشکر یعقوب کے خوف سے اس علاقہ کو چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ یعقوب نے خضر بن عین کو اہواز سر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اتفاق سے انہی دنوں علی بن ابان اور زنج اہواز کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ خضر کی آمد کی خبر سن کر اہواز سے نہر سدرہ کی طرف ہٹ آئے۔ خضر نے اہواز میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا اور حکومت صفار کی ماتحتی میں اہواز پر قابض ہو گیا۔ اس کے لشکری اور زنج کے فوجی سپاہیوں میں باہم جھگڑا رہا کرتا تھا۔ ایک روز زنج نے موقع پا کر خضر کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ خضر شکست کھا کر لشکر گاہِ مکرم چلا آیا۔ علی بن ابان اہواز آیا اور جس قدر ان کا مال و اسباب اہواز میں تھا' سب کا

سب نکل کر نہر سدرہ کی طرف لوٹ آیا۔ یعقوب نے خضری کی کمک پر فوجیں روانہ کیں اور اسے زنج سے لڑائی کی ممانعت اور اہواز میں قیام کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ خضر نے زنج سے مصالحت کر لی اور اہواز کو ہر قسم کے غلّہ سے پُر کر کے قیام پذیر ہو گیا۔

یعقوب صفار کی وفات

ماہ شوال ۲۶۵ھ میں یعقوب (یعقوب صفار نے نویں شوال ۲۶۵ھ بعارضہ قولنج مقام لشکر گاہ نیشا پور میں انتقال کیا۔ اطباء نے احتقان کی رائے دی مگر اس نے اس عمل پر موت کو ترجیح دی۔ نہایت عقل مند' اپنے ارادوں میں مستقل' امور ریاست سے واقف تھا۔ تاریخ ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۲۹ مطبوعہ مصر) صفار نے وفات پائی۔ اس نے زنج کو فتح کر کے اس کے بادشاہ (بادشاہ زنج کا نام کہنبیر تھا۔ اس کا تخت خالص سونے کا بنا ہوا تھا جسے بارہ آدمی اٹھاتے تھے۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۷ صفحہ ■ مطبوعہ مصر) کو مار ڈالا تھا۔ اہالیان زنج نے اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ یہ بہت بڑی وسیع سلطنت تھی از بلستان یعنی غزنہ اور اس کے تمام صوبوں کو بھی اس نے فتح کیا۔ خلیفہ معتمد نے اسے ملانے کی غرض سے بجستان اور سندھ کی حکومت عطا کی۔ اس کے بعد کرمان' خراسان اور فارس پر قابض ہو گیا تھا۔ خلیفہ معتمد نے ان تمام صوبوں کی سند حکومت بھیج دی تھی۔ جب یہ مر گیا تو اس کا بھائی عمرو بن لیث کرسی حکومت پر متمکن ہوا۔ خلیفہ معتمد کی خدمت میں اظہارِ اطاعت کی غرض سے اطلاعی عرضداشت بھیجی۔ چنانچہ موفق نے اپنے بھائی کی طرف سے گورنری خراسان' اصفہان' بجستان' سندھ' کرمان اور بغداد کی افسری پولیس کا فرمان لکھ کر بھیج دیا اور ایک گراں بہا خلعت بھی روانہ کیا۔ عمرو بن لیث نے اپنی جانب سے بغداد کی افسری پولیس اور سرمن رائے کی حکومت پر عبیداللہ بن عبداللہ طاہر کو اور اصفہان کی گورنری پر احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف کو اور طریق مکہ و حرمین پر محمد بن ابی الساج کو مامور کیا۔

عمرو بن لیث

بجستانی کے نیشا پور پر ۲۶۲ھ میں بنو طاہر کی ماتحتی میں قبضہ کر لینے کا حال تحریر کیا جا چکا ہے۔ یعقوب صفار نے جب داعی اجل کو لبیک کہا تو عمرو بن لیث ۲۶۵ھ میں خراسان کی جانب روانہ ہوا۔ ہرات پر قابض ہو گیا ان دنوں بجستانی نیشا پور میں تھا۔ یہ خبر پا کر مقابلہ پر آیا باہم معرکہ آرائیاں ہوئیں' بالآخر شکست کھا کر ہرات کی طرف لوٹ آیا چونکہ عمرو بن لیث خلافت مآب کی اطاعت کا اظہار کرتا تھا اس وجہ سے فقہاء نیشا پور عمرو بن لیث کی متابعت کرتے تھے۔ بجستانی نے اس امر کا احساس کر کے ان لوگوں میں جھگڑا ڈال دیا اور ایک کو دوسرے سے لڑا کر آپ ان کی فکر سے فارغ ہو بیٹھا اس کے بعد ۲۶۷ھ میں ہرات پر فوج کشی کی اور عمرو بن لیث کا محاصرہ کر لیا۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ محاصرہ اٹھا کر بجستان چلا آیا' اس کے زمانہ غیر حاضری میں اہلِ نیشا پور اس کے نائب کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمرو بن لیث نے اپنی فوجیں اہلِ نیشا پور کی کمک پر بھیجیں۔ اہل نیشا پور کے نائب کو گرفتار کر لیا اور خود حکمرانی کرنے لگا۔ بجستانی یہ خبر پا کر بجستان سے لوٹا اور اپنے تمام مخالفین کو نیشا پور سے نکال کر قابض ہو گیا۔

ابو منصور طلحۃ بن شرکب ان دنوں ابن طاہر کی جانب سے بلخ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا عمرو بن لیث نے نامہ و پیام بھیج کر اپنے پاس بلا لیا اور بہت سا مال و زر دے کر خراسان پر اپنا نائب مقرر کر کے بجستان کی طرف واپس ہوا۔ ابو طلحہ اس وجہ سے خراسان ہی میں ٹھہرا ہوا بجستانی سے لڑتا رہا یہاں تک کہ ۲۶۸ھ میں بجستانی کو اس کے کسی خادم نے قتل کر ڈالا جیسا کہ اس کے حالات رافع کے واقعات کے ضمن میں تحریر کیے گئے ہیں۔

محاصرۂ نیشاپور

رافع بن ہرثمہ بنو طاہر کے نامور سپہ سالاروں میں سے خراسان کا گورنر تھا۔ جب یعقوب نے خراسان پر کامل طور پر قبضہ کر لیا تو کسی وجہ سے رافع اس سے کشیدہ خاطر ہو کر چلا آیا اور اپنے مکان پر مقام مابین مضافات باد غیش میں قیام اختیار کیا۔ خجستانی کے مارے جانے کے بعد خجستانی کے لشکر نے متفق ہو کر رافع کو اپنا امیر بنایا۔ یہ اس وقت ہرات میں مقیم تھا۔ چنانچہ رافع نے خجستانی کی فوج کی امارت قبول کر لی اور ابو طلحۃ بن شرکب کے محاصرہ کے خیال سے جو کہ جرجان سے نیشاپور کے محاصرہ کو گیا ہوا تھا' ہرات سے کوچ کر دیا اور پہنچتے ہی نیشاپور کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ رسد و غلہ کی آمد بند کر دی۔ ابو طلحہ حکمتِ عملی کے ساتھ محاصرہ سے نکل کر مرو چلا آیا۔ مرو اور ہرات میں محمد بن طاہر کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا اور اپنی جانب سے ہرات کی حکومت پر محمد بن مہتدی کو متعین کیا۔ عمرو بن لیث نے یہ خبر پا کر فوج کشی کر دی اور اسے مغلوب کر کے اپنی جانب سے محمد بن سہل بن ہاشم کو مقرر کر کے واپس چلا آیا۔ ابو طلحہ نے اسماعیل بن سامانی سے امداد کی درخواست کی' اسماعیل نے نہایت مستعدی سے فوجیں جمع کیں اور انہیں اپنے ہمراہ لئے ہوئے ابو طلحہ کی کمک پر مرو کی طرف روانہ ہوا اور محمد بن سہل کو نکال کر قابض ہو گیا اور اس خوف سے کہ پھر نہ مجھے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے' عمرو بن لیث کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ یہ واقعہ ماہ شعبان ۲۷۱ھ کا ہے۔

ان واقعات کے بعد خلیفہ معتمد نے عمرو بن لیث کو تمام صوبجات خراسان کی حکومت سے معزول کر دیا۔ موفق نے محمد بن طاہر کو سند حکومت عطا کی۔ یہ ان دنوں بغداد ہی میں مقیم تھا۔ محمد نے اپنی جانب سے خراسان پر رافع بن ہرثمہ کو متعین کیا اور نصر بن محمد بن احمد سامانی کو حکومت ماوراء النہر پر بحال رکھا۔ رافع سندِ حکومت حاصل کر کے ہرات کی جانب روانہ ہوا' اسماعیل بن احمد سے ابو طلحہ کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی چنانچہ وہ چار ہزار فوج لئے ہوئے رافع کی کمک پر آیا۔ رافع نے مزید احتیاط کے خیال سے علی بن حسین مروروزی کو بھی اس کی فوج کے ساتھ کر دیا۔ یہ سب کے سب ابو طلحہ کی طرف بڑھے۔ ابو طلحہ اس وقت مرو میں مقیم تھا' فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی بالآخر ان لوگوں نے اسے پسپا کر دیا۔ ابو طلحہ شکست کھا کر ہرات چلا گیا' اسماعیل واپس ہو کر خوارزم میں آ رہا اور خراج وصول کر کے نیشاپور کی جانب واپس ہوا۔ یہ واقعات ۲۷۲ھ کے ہیں۔

خلیفہ معتمد نے عمرو بن لیث کو حکومت خراسان سے معزول کرنے کے بعد حکم دیا کہ عمرو بن لیث کے نام پر برسرِ منبر لعنت کی جائے۔ خراسان کے حاجیوں کو بھی اس کی اطلاع کر دی گئی۔ محمد بن طاہر کو اس کے تمام صوبوں کی سندِ حکومت دی گئی۔ محمد نے اپنی جانب سے رافع کو متعین کیا۔ اس کے بعد خلیفہ معتمد نے احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف کو اصفہان و رے کی گورنری سے عمرو بن لیث کی معزولی کی اطلاع دی اور ۲۷۱ھ میں ایک جرار فوج اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کی۔ عمرو بن لیث یہ خبر پا کر پندرہ ہزار کی جمعیت سے مقابلہ پر آیا۔ شاہی فوج کے ساتھ احمد بن ابی دلف بھی تھا۔ سخت خونریز جنگ کے بعد عمرو بن لیث کو شکست ہوئی اور اس کا سارا لشکرگاہ لوٹ لیا گیا اور اسے اصفہان اور رے کی حدود سے نکال باہر کر دیا گیا۔

موفق کا فارس پر قبضہ

جن دنوں خلیفہ معتمد نے عمرو بن لیث کی معزولی کا حکم دیا تھا اسی زمانہ میں اس پر لعنت کرنے کا بھی اشارہ کیا تھا اور صاعد بن مخلد کو افواج شاہی کا افسر بنا کر فارس کی طرف اس کی سرکوبی اور اخراج کی غرض سے بھیجا تھا۔ صاعد نے نہایت مستعدی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ ۲۷۱ھ میں نامراد واپس آیا پھر ۲۷۴ھ میں موفق نے عمرو بن لیث سے جنگ کرنے کے لئے فارس کی جانب کوچ کیا۔ عمرو بن لیث نے یہ خبر پا کر اپنے سپہ سالار عباد بن اماق کو شیراز کی طرف اور اپنے بیٹے محمد بن عمرو کو ارجان کی طرف روانہ کیا' اپنے مقدمتہ الجیش پر ابو طلحہ بن شرکب سپہ سالار لشکر کو رکھا مگر ابو طلحہ نے جان اور آئندہ کے خطرہ کے خوف سے موفق سے صلح کر لی جس سے عمرو بن لیث کا دایاں بازو ٹوٹ گیا۔ عمرو بن لیث مجبوراً" جنگ سے رک گیا۔ موفق نے شیراز کی جانب قدم بڑھایا اور ابو طلحہ کو

حکمتِ عملی سے گرفتار کر لیا' فارس کے تمام صوبے موفق کے قبضہ میں آ گئے۔

عمرو بن لیث نے کرمان کا راستہ لیا۔ موفق نے تعاقب کیا' عمرو بن لیث نے بجستان میں جا کر پناہ لی' یہاں پر اس کا لڑکا محمد بن عمر وفات پا گیا۔ اہلِ کرمان بجستان کی پشت پناہی سے عمرو بن لیث موفق کے مقابلہ پر اڑا رہا۔ موفق نے جب کامیابی کی کوئی صورت نہ دیکھی تو دارالخلافت بغداد کی جانب واپس ہوا۔ عمرو بن لیث نے مشکوک ہو کر اپنے بھائی علی اور اس کے بیٹے معدل کو دھوکا دے کر گرفتار کر کے کرمان کی جیل میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ لوگ موقع پا کر جیل سے نکل بھاگے اور رافع بن لیث کے پاس چلے گئے۔ یہ زمانہ تھا کہ اس نے طبرستان جرجان کو محمد بن زید علوی کے قبضہ سے ۲۷۷ھ میں نکالا تھا۔ یہ لوگ اس کے پاس ٹھہرے رہے' علی بن لیث کا وہیں انتقال ہو گیا' باقی رہے اس کے دونوں لڑکے رافع بن لیث کے یہاں مقیم رہے۔

خلیفہ کی عمرو بن لیث سے صلح

پھر تھوڑے دن بعد خلیفہ معتمد عمرو بن لیث سے دوبارہ راضی ہو گیا' دارالخلافت بغداد کی پولیس افسری کا عہدہ مرحمت فرمایا اور پھریروں اور ڈھالوں پر اس کا نام لکھے جانے کا ۲۷۶ھ میں حکم دیا۔ عمرو بن لیث نے اپنی جانب سے بغداد پولیس افسری پر عبیداللہ بن عبداللہ بن طاہر کو بطور نائب مقرر کیا پھر ایک سال بعد خلافت مآب کو عمرو بن لیث سے ناراضگی پیدا ہوئی اور اس کے نام کو پھریروں سے مٹوا دیا۔ چونکہ رافع بن ہرثمہ نے خلیفہ معتمد کی خلافِ مرضی حکم صادر کرنے کے باوجود سلطانی جاگیرات کو خالی نہ کیا تھا۔ اس وجہ سے خلافت مآب کو ناراضگی پیدا ہوئی۔ چنانچہ خلافت مآب نے احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف کے نام فرمان جاری فرمایا کہ رافع کو لڑ کر رے سے نکال دے اور عمرو بن لیث کے پاس خراسان کی سندِ گورنری لکھ بھیجی۔

عمرو بن لیث اور رافع کی جنگ

خلافت مآب کے حکم کے مطابق احمد بن عبدالعزیز نے ۲۸۰ھ میں صف آرائی کی۔ اس کے دونوں بھائی عمرو بکر پسران عبدالعزیز سنہ مذکور رے میں مقیم رہے۔ ۲۸۱ھ میں اصفہان کی جانب قدم بڑھایا اور اس پر قابض ہو کر جرجان کی طرف واپس لوٹا۔ اس اثناء میں عمرو بن لیث نے اپنے لشکر کے ساتھ خراسان پہنچ کر گورنری کا چارج لیا۔ بہ مجبوری رافع بن ہرثمہ محمد بن زید سے مصالحت کرنے پر مائل ہوا۔ محمد بن زید نے طبرستان کی واپسی کی شرط سے مصالحت کر لی۔ ۲۸۲ھ میں طبرستان کی مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اسی بناء پر اس نے چار ہزار دیلمی جوانوں سے رافع کی امداد کی۔ ۲۸۳ھ میں طبرستان سے نیشاپور کی طرف بڑھا' عمرو بن لیث سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ رافع نے اسے شکست دی' بھاگ کر ابیورد پہنچا۔ رافع نے اس سے اپنے بھتیجوں معدل اور لیث کو چھین لیا۔ پھر رافع نے ہرات کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔ عمرو نے سرخس پہنچ کر راستہ روک لیا۔ رافع نے شارع عام چھوڑ کر ایک پگڈنڈی اختیار کی' راستہ بھول کر نیشاپور پہنچ گیا۔ عمرو بن لیث نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا اور رافع سینہ سپر ہو کر مقابلہ پر آیا لیکن بعض سپہ سالارانِ رافع نے عمرو بن لیث سے امان حاصل کر لی اور اس کی جماعت میں جا ملے۔ رافع اور اس کے بقیہ ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔ محمد بن زید سے حسب قرارداد شرط امداد طلب کی لیکن چونکہ عمرو بن لیث نے محمد بن زید کو رافع کی امداد سے منع کر دیا تھا اور دھمکی دی تھی اس وجہ سے محمد بن زید نے رافع کو مدد نہ دی۔ یہ رنگ دیکھ کر رافع کے ہمراہی اور غلام جن کی تعداد چار ہزار تھی، رافع سے کنارہ کش ہو گئے۔

محمد بن ہارون اس سے جدا ہو کر احمد بن اسماعیل بن سامان کے پاس بخارا چلا گیا' رافع شکست کھا کر چند لشکریوں کے ساتھ خوارزم پہنچا اور جس قدر مال و اسباب اور آلات حرب اپنے ہمراہ لے جا سکا لے گیا۔ یہ واقعہ ماہ رمضان ۲۸۳ھ کا ہے۔ والیٔ خوارزم ابو سعید درغانی نے رافع کو چند لشکریوں کے ساتھ دیکھ کر بدعہدی کی اور دھوکا دے کر ماہ شوال ۲۸۳ھ میں اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ سر اتار کر عمرو بن لیث کے پاس نیشاپور بھیج دیا۔ عمرو بن لیث نے نامۂ بشارت فتح کے ساتھ بغداد روانہ کر دیا۔ خلیفہ معتضد نے خوش ہو کر خراسان کے علاوہ رے کی گورنری بھی مرحمت فرمائی۔ پھریرے اور خلعت ۲۸۴ھ میں روانہ کیے۔

جس وقت عمرو بن لیث نے رافع بن ہرثمہ کا سر اتار کر دربار خلافت بغداد روانہ کیا اسی زمانہ میں خلیفہ معتضد سے ماوراء النہر کی گورنری کی درخواست بھی کی تھی۔ چنانچہ خلافت مآب نے عمرو بن لیث کو ماوراء النہر کی گورنری عطا کی۔ خلعت اور نشان بھیجا۔ عمرو بن لیث نے ایک بڑا لشکر آراستہ کر کے اپنے نامور سپہ سالار محمد بن بشیر کی ماتحتی میں نیشا پور سے اسماعیل بن احمد سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ یہ لشکر کوچ و قیام کرتا ہوا آمد تک پہنچا۔ اسماعیل نے جیحوں کو عبور کر کے مقابلہ کیا اور اس لشکر کو شکست دی۔ محمد بن بشیر چند سپہ سالاروں کے ساتھ کام آگیا' بقیہ لوگ بھاگ کر عمرو بن لیث کے پاس نیشا پور چلے آئے اور اسماعیل کامیابی کے ساتھ بخارا لوٹ گیا۔
عمرو بن لیث نے دوبارہ فوجیں آراستہ کیں اور اسماعیل سے جنگ کے لئے بلخ کی جانب روانہ ہوا۔ اسماعیل نے کہلا بھیجا کہ تم نے عرصۂ دنیا کو گھیر لیا ہے اب مجھے اس سرحد پر گوشۂ تنہائی میں پڑا رہنے دو۔ عمرو بن لیث نے نفی میں جواب دیا۔ بہ مجبوری اسماعیل نے دریا کو عبور کر کے ہر چہار طرف سے ناکہ بندی کر لی۔ عمرو گھیرے میں آگیا۔ خود کردہ پریشان ہو کر مصالحت کی درخواست کی۔

عمرو بن لیث کی گرفتاری

اسماعیل نے مصالحت سے انکار کیا اور نہایت سختی سے لڑائی جاری رکھی۔ بالآخر عمرو بن لیث کو شکست ہوئی۔ بہزار خرابی و دقت جان بچا کر بھاگا۔ شارعِ عام چھوڑ کر ایک پگڈنڈی اور دشوار گزار راستہ اختیار کیا' تن تنہا مایوسی کے عالم میں جا رہا تھا کبھی کسی آنے والے کی آہٹ پا کر جھاڑیوں میں چھپ جاتا پھر جب وہ شبہ رفع ہو جاتا تو ادھر ادھر تاکتا ہوا نہایت تیزی سے مسافت طے کرنے لگتا۔ اتفاق سے ایک تالاب کے کنارے درختوں کی آڑ میں چھپ رہا' دلدل زیادہ تھی گھوڑا پھنس گیا۔ فریق مخالف نے جو تعاقب میں تھا پہنچ کر گرفتار کر لیا اور کشاں کشاں اسماعیل کے پاس لایا' اسماعیل نے اسے خلیفہ معتضد کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ ۲۸۸ھ میں دارالخلافت بغداد پہنچا۔ شتر کے کجاوہ پر سوار کرا کے تشہیر کرائی گئی اور تشہیر کے بعد ایک تنگ و تاریک مکان میں قید کر دیا گیا۔

اسماعیل بن احمد بحیثیت گورنر خراسان

خلیفہ معتضد نے اس خدمت کی انجام دہی کے صلہ میں اسماعیل کو خراسان کی گورنری عنایت کی۔ چنانچہ اسماعیل اسی عہدہ پر مدت دراز تک رہا۔ یہاں تک کہ خلیفہ معتضد نے سفرِ آخرت اختیار کیا اور خلیفہ مکتفی دارالخلافت بغداد میں تخت نشین ہوا۔ بغداد پہنچ کر عمرو بن لیث کا حال دریافت کیا اور یہ معلوم کر کے وہ زندہ ہے مسرّت ظاہر کی' وزیر السلطنت قاسم بن عبیداللہ کو یہ امر ناگوار گزرا' اسی وقت ایک شخص کو عمرو بن لیث کے قتل پر مامور کیا۔ اس نے عمرو بن لیث کو ۲۸۹ھ میں قیدِ حیات سے ہمیشہ کے لئے سبکدوش کر دیا۔
عمرو بن لیث کی گرفتاری و قید کے بعد بجستان اور کرمان میں اس کا پوتا طاہر بن محمد بن عمرو حکمرانی کا دعویدار ہوا۔ اور اپنے دادا کی جگہ حکومت کرنے لگا۔ یہ وہی شخص ہے جس کے باپ محمد نے بجستان کے راستہ میں انتقال کیا تھا جب کہ عمرو بن لیث فارس سے موفق کے مقابلہ سے بھاگا آ رہا تھا۔ اس کے بعد طاہر فارس کی طرف گیا۔ ۲۸۸ھ میں فوجیں آراستہ کر کے روانہ ہوا۔ بدر نے مقابلہ کیا۔ مجبوراً طاہر بجستان کی طرف لوٹ آیا اور بدر نے فارس پر قبضہ کر کے اس کا خراج وصول کر لیا۔

طاہر بحیثیت گورنر فارس

پھر ۲۸۹ھ میں طاہر نے دارالخلافت بغداد میں فارس کی گورنری کی درخواست بھیجی اور جس قدر بدر خراج دیا کرتا تھا اس سے زیادہ دینے کا اقرار کیا۔ اس وقت خلیفہ معتضد کا انتقال ہو چکا تھا۔ خلیفہ مکتفی نے طاہر کی درخواست منظور کر لی اور سند گورنری لکھ کر طاہر کے پاس بھیج دی۔ طاہر لہو و لعب اور سیر و شکار میں مشغول ہو کر بجستان چلا گیا' اس کی غفلت و عدم موجودگی کی وجہ سے فارس پر اس کا چچازاد بھائی لیث بن علی بن لیث سیکری (اس کے دادا عمرو کا غلام) قابض ہو گیا۔ ابو قابس' طاہر کا سپہ سالار' بھی ان دونوں کے ساتھ اور ان کا شریک تھا' طاہر کو اس کی خبر ہوئی تو وہ پریشان خاطر ہو کر خلیفہ مکتفی کے پاس چلا گیا اور ابو قابس کو لکھ بھیجا کہ جس

قدر تم نے خراج وصول کیا ہو، اس کا حساب باضابطہ دو۔ ابو قاس نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

کچھ عرصہ بعد سیکری تن تنہا فارس پر قابض ہو گیا۔ لیث بن علی بھاگ کر اپنے چچازاد بھائی طاہر کے پاس پہنچا۔ طاہر نے فوجیں آراستہ کر کے فارس پر چڑھائی کر دی۔ سیکری مقابلہ پر آیا۔ میدان سیکری کے ہاتھ رہا۔ طاہر شکست کھا کر بھاگا۔ سیکری نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کے بھائی یعقوب کے ساتھ ۲۹۷ھ میں خلیفہ مقتدر کے پاس بھیج دیا اور اس مالیت کے ادا کرنے کا اقرار کیا جو طاہر ادا کرتا تھا۔ خلیفہ مقتدر نے سیکری کو سند گورنری فارس لکھ کر بھیج دی۔

اس کے بعد لیث بن محمد بن علی نے فارس پر فوج کشی (یہ واقعہ اسی ۲۹۷ھ کا ہے۔ لیث بن علی بن لیث نے بجستان سے فارس پر فوج کشی کی۔ چنانچہ سیکری شکست کھا کر ارجان پہنچا' خلیفہ مقتدر نے یہ خبر پا کر مونس خادم کو سیکری کی حمایت و مدد پر فارس کی جانب روانہ کیا۔ یہ دونوں ارجان میں جمع ہوئے۔ لیث یہ خبر سن کر سیکری و مونس خادم کی طرف بڑھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲ مطبوعہ مصر) کی اور لڑ بھڑ کر فارس پر قبضہ کر لیا (اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔ مترجم) لیث نے ان کے مقابلہ پر خروج کیا' اس اثناء میں یہ خبر سننے میں آئی کہ حسین بن حمدان قم سے مونس کی کمک پر بیضاء آ رہا ہے' فوجیں آراستہ کر کے حسین کی روک تھام کے لئے روانہ ہو گیا۔ اتفاق سے رہبر کی غلطی سے راستہ بھول گیا' صبح ہوتے ہی مونس کے لشکر نے یہ خبر پا کر حملہ کر دیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی بالآخر لیث کا لشکر شکست کھا کر بھاگا اور لیث گرفتار کر لیا گیا۔

اس واقعہ کے بعد مونس کے ہمراہیوں نے یہ رائے دی کہ لیث کے ساتھ ہی سیکری کو بھی گرفتار کر لیجئے اور بلادِ فارس پر قبضہ رکھیے' خلافت مآب سندِ گورنری کی درخواست کو منظور فرمالیں گے۔ مونس نے بظاہر ان لوگوں سے اس رائے پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیا' وہ باطمینان تمام اپنی اپنی قیام گاہ پر آ گئے' شب کے وقت سیکری کو اس حال سے آگاہ کر کے شیراز کی طرف روانہ ہو گیا۔ صبح کو مونس نے اپنے ہمراہیوں کو یہ کہہ کر کہ تم لوگوں کی طرف سے راز فاش ہوا ہے، بے حد ملامت کی' اگلے دن لیث کے ساتھ دارالخلافت بغداد کی جانب لوٹ کھڑا ہوا۔

سیکری کا فارس پر قبضہ

سیکری نے ان مہمات سے فارغ ہو کر فارس پر قبضہ کر لیا' اس کا کاتب (سیکریٹری) عبدالرحمٰن بن جعفر امورِ سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک و مختار ہو گیا۔ حاشیہ نشینوں کو ناگوار گزرا وقتاً فوقتاً سیکری سے ان کی چغلی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ سیکری نے نافرمانی و بغاوت کے جرم میں حیلے سے عبدالرحمٰن کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور دارالخلافت بغداد خراج بھیجنا بند کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے قید خانے سے وزیر سلطنت ابن فرات کو اپنے حالات لکھ بھیجے۔ ابنِ فرات نے مونس کو واپس جانے کے لئے لکھا اور سیکری کے گرفتار نہ کر لینے پر عتاب ظاہر کیا۔ مونس اس وقت واسط میں تھا چنانچہ مونس اسی وقت اہواز سیکری کے ارادے سے روانہ ہوا۔ سیکری نے اس سے مطلع ہو کر مونس کے پاس خطوط و ہدایا و تحائف بھیجے۔ جاسوسوں نے وزیر سلطنت ابن فرات کو اس کی خبر کر دی۔

سیکری کی گرفتاری

ابنِ فرات نے وصیف کو چند سپہ سالاروں کے ساتھ جن میں محمد بن جعفر بھی تھا' مونس کے پاس روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ پہنچتے ہی فارس کو سر کر لینا اور مونس کو لکھ دینا کہ تم لیث کے ساتھ دارالخلافت بغداد واپس آؤ۔ اس حکم کے مطابق مونس لیث کے ساتھ بغداد کی جانب واپس ہوا۔ اور محمد بن جعفر نے فارس پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ شیراز میں سیکری سے مڈبھیڑ ہوئی، سخت خونریز جنگ کے بعد سیکری کو شکست ہوئی۔ محمد بن جعفر نے شیراز میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ پھر لڑائی ہوئی اور دوبارہ شکست کھا کر بھاگا' شاہی لشکر نے سیکری کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ سیکری بحال پریشانی خراسان کے ایک تنگ و تاریک درہ میں جا چھپا۔ خراسانی شاہی فوج کو اس کی خبر لگ گئی' گھیر کر گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر بغداد روانہ کر دیا۔ فارس کی زمام حکومت فتح خادم افشین کو عنایت ہوئی۔

احمد سامانی کی رے پر فوج کشی

۲۹۸ھ میں فتح والی فارس نے سفرِ آخرت اختیار کیا اس کی جگہ خلیفہ مقتدر نے عبداللہ بن ابراہیم سمعی کو مامور فرمایا اور حکومت فارس کے علاوہ بنو لیث کے مقبوضات میں سے کرمان کی حکومت بھی عنایت کی۔ اسی سنہ میں احمد بن اسماعیل سامانی نے رے پر فوج کشی کی اور ۲۹۸ھ میں اپنی فوج کے ایک حصہ کو چند نامی سپہ سالاروں کی ماتحتی میں بجستان کی جانب روانہ کیا اور اس فوج کی کمان افسری حسن بن علی مرورozی کو دی۔

احمد سامانی کا بجستان پر قبضہ

بجستان[1] (یہ صحیح ہے کہ فارس ۲۹۸ھ میں فتح ہوا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر) ۲۹۷ھ سے جب کہ طاہر گرفتار کیا گیا تھا، لیث بن لیث بن علی کے زیرِ حکومت رہا۔ جب لیث بھی گرفتار ہو گیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا تو اس کا بھائی معدل بن علی بن لیث حکومت کرنے لگا جب اسے یہ خبر لگی کہ ایک جرار فوج احمد بن اسماعیل سامانی کی جانب سے اس طرف آ رہی ہے تو اس نے اپنے بھائی ابو علی محمد بن علی بن لیث کو بست اور زنج کی جانب رسد و غلہ فراہم کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع احمد بن اسماعیل سامانی کو ہو گئی۔ اس نے پہنچ کر ابو علی محمد کو گرفتار کر لیا۔ اس اثناء میں اسماعیل سامانی کا لشکر بجستان پہنچ گیا اور اس نے معدل پر محاصرہ ڈال دیا۔ جب معدل کو یہ خبر لگی کہ میرا بھائی جو رسد و غلہ کی فراہمی کو گیا تھا، گرفتار کر لیا گیا ہے تو اس نے حسین بن علی مرورozی سے امن کی درخواست کی اور مصالحت کر لی۔ فتح یابی کے بعد بجستان کی حکومت پر امیر احمد بن اسماعیل سامانی نے اپنے چچازاد بھائی ابو صالح منصور بن اسحاق بن احمد بن سامان کو متعین کیا۔ حسین معدل کو لے کر بخارا کی جانب واپس ہوا۔

بجستان پر سامانیوں کے قابض ہونے کے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ سیکری فارس سے شکست کھا کر خراسان کے ایک تنگ اور دشوار گزار راستہ سے بجستان آ رہا ہے، والیٔ بجستان نے اسی وقت فوج کا ایک دستہ سیکری کے گرفتار کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس فوج نے سیکری کو گرفتار کر لیا۔ امیر احمد سامانی نے نامہ بشارت فتح کے ساتھ سیکری کی گرفتاری کی خبر بھی بھیجی۔ خلافت مآب نے یہ حکم صادر فرمایا کہ سیکری اور لیث کو بغداد بھیج دو۔ چنانچہ یہ دونوں بغداد بھیج دیئے گئے اور وہاں پہنچ کر جیل میں ڈال دیئے گئے۔

اہلِ بجستان کی بغاوت اور اطاعت

محمد بن ہرمز معروف بہ مولیٰ صندلی نامی ایک شخص خارجی المذہب بجستان کا شہری مقام بخارا میں رہا کرتا تھا' ایک روز کسی سردار سے باتوں باتوں میں اسے برہمی پیدا ہو گئی۔ بخارا سے بجستان چلا آیا' خوارج کے ایک گروہ کو جن کا سردار محمد بن عباس معروف بہ ابن الحفار تھا' ملا لیا۔ ان سب نے متفق ہو کر بحالت غفلت ایک روز منصور بن اسحٰق گورنر بجستان پر جو کہ بنو سامان کی طرف سے مامور ہوا تھا حملہ کر دیا اور اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ عمرو بن یعقوب بن محمد بن لیث کو بجستان کی حکومت سپرد کی اور منبروں پر اسی کے نام کا خطبہ پڑھا' امیر احمد بن اسماعیل سامانی کو اس کی خبر لگی تو اس نے ۳۰۰ھ میں حسین بن علی کی افسری میں دوبارہ فوجیں روانہ کیں۔ چھ مہینے تک یہ لشکر بجستان کا محاصرہ کیے رہا' اثناء محاصرہ میں صندلی نے وفات پائی۔ عمرو بن یعقوب اور ابن حفار نے امن حاصل کر لیا اور شہر کو امان کے ساتھ حسین بن علی کے حوالے کر دیا۔ منصور بن اسحاق کو جیل سے نجات ملی۔ امیر احمد بن اسماعیل نے بجستان کی گورنری پر سیجور دوانی کو مامور کیا۔ حسین اپنی افواج کے ساتھ ماہ ذی الحجہ ۳۰۰ھ میں امیر احمد کی جانب واپس ہوا۔ یعقوب صفار اور ابن حفار بھی اس کے ساتھ تھے۔ خلف ابن احمد عمرو بن لیث صفار کی اولاد میں سے تھا جب بنو سامانیوں کی حکومت میں اضطراب پیدا ہوا تو خلف نے بجستان پر قبضہ کر لیا۔ خلف خود بھی ذی علم تھا اور اہلِ علم کا قدر دان اور ان کی صحبت کا شائق تھا۔ ۳۵۳ھ میں اپنے مقبوضات پر اپنے ہمراہیوں میں سے طاہر بن حسین نامی ایک شخص کو اپنا نائب مقرر کر کے حج کرنے گیا۔ حج سے واپس ہوا تو طاہر خود مختاری کا اعلان کر کے خلف سے

باغی ہو گیا۔ خلف اس امر سے مطلع ہو کر بخارا سے امیر منصور بن سامان کے پاس امداد حاصل کرنے کے لئے گیا۔ چنانچہ امیر منصور نے اس کی کمک پر فوجیں روانہ کیں' خلف کو فتح نصیب ہوئی' بجستان پر قبضہ کر لیا تھوڑے ہی دن میں مالی اور فوجی حالت قابل اطمینان ہو گئی تو خلف نے مقررہ خراج بخارا بھیجنا بند کر دیا۔ امیر بخارا نے خلف کی سرکوبی کے لئے فوجیں روانہ کیں جس کا سردار (اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے مگر تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ ص ۲۲۲ میں لکھا ہے کہ حسین بن طاہر بن حسین اس لشکر کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا تھا) تھا۔ اس فوج نے پہنچتے ہی خلف بن احمد کا قلعہ ارک میں جو کہ بجستان کا نہایت مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا' محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ کی شدت بڑھی اور رسد و غلہ اور آلات حرب کا خاتمہ ہو گیا تو خلف نے امیر نوح بن منصور والی بخارا کی خدمت میں امن کی درخواست بھیجی اور مقرر شدہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ امیر نوح نے ابوالحسن بن سیجور گورنر خراسان کو لکھ کر بھیجا کہ خراسان پہنچ کر خلف کا فوراً" محاصرہ کر لو۔ ابو الحسن اس وقت قہستان میں تھا اور کسی وجہ سے گورنری خراسان سے معزول کر دیا گیا تھا۔ الغرض ابو الحسن نے بجستان پہنچ کر خلف کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ پہلے سے ان دونوں میں باہم مراسم اتحاد تھے اس وجہ سے ابو الحسن نے خلف کو یہ رائے دی کہ قلعہ ارک کو حسین کے حوالے کر دو۔ شاہی فوجیں فتح مندی کا جھنڈا لے کر بخارا واپس چلی جائیں گی پھر تم اپنے مخالف سے نمٹ لینا۔ خلف نے اس مشورہ کے مطابق قلعہ ارک کو خالی کر دیا' ابو الحسن سیجور قلعہ ارک میں داخل ہوا۔ امیر نوح کے نام کا جامع مسجد میں خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد حسین بن طاہر کو قلعہ کا انتظام سپرد کر کے بخارا کی جانب واپس ہوا۔ سامانیوں کی کمزوری کا یہ پہلا مرحلہ تھا جو ان کے امراء کی مخالفت اور نمک حرامی کی وجہ سے ہوا۔

عمرو بن خلف کا کرمان پر قبضہ

جب خلف بن احمد کے قدم بجستان کی حکومت پر استقلال کے ساتھ جم گئے تو اس کے دماغ میں کرمان پر قبضہ کر لینے کی ہوا سمائی۔ کرمان اس وقت حکمران بنو بویہ کے علم حکومت کے زیر اثر تھا۔ ان دنوں بنو بویہ کی بادشاہت عضد الدولہ کر رہا تھا جس وقت اس کی حکومت کمزور ہو چلی تو صمصام الدولہ اور بہاء الدولہ پسران عضد الدولہ میں مخالفت پیدا ہو گئی۔ خلف ابن احمد نے اس مخالفت سے فائدہ اٹھانے کی آرزو میں ایک فوج اپنے بیٹے عمرو کی ماتحتی میں کرمان کی جانب روانہ کی۔ کرمان کا سپہ سالار اس وقت غرتاش نامی ایک دیلمی شخص تھا۔ جس وقت عمرو بن خلف کرمان کے قریب پہنچا غرتاش جنگ کے خوف سے جس قدر مال و اسباب لے جا سکا لے کر بردشیر کی طرف بھاگ گیا۔ باقی جو کچھ رہ گیا اسے عمرو بن خلف نے لوٹ لیا اور کرمان پر قابض ہو کر خراج اور مال گزاری وصول کرنے لگا۔ صمصام الدولہ والی فارس کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ایک لشکر جس کا سردار ابو جعفر تھا' غرتاش کی طرف روانہ کیا اور اس الزام میں کہ غرتاش کے بھائی بہاء الدولہ سے میل جول رکھتا ہے' گرفتار کر لینے کا حکم دیا۔

چنانچہ ابو جعفر نے ایسا ہی کیا اور غرتاش کو پابہ زنجیر شیراز بھیج دیا۔ اس کے بعد اپنی فوج کو لئے ہوئے عمرو بن خلف کی طرف بڑھا۔ قیام دارزین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ عمرو بن خلف فتح یاب ہوا۔ دیلمی فوج شکست کھا کر بھاگی براہ جیرفت اپنے ملک کو واپس ہوئی۔ صمصام الدولہ نے دوسری فوج اپنے مصاحبوں میں سے عباس بن احمد کی ماتحتی میں روانہ کی' ماہ محرم ۳۸۲ھ میں بمقام سرجان عمرو بن خلف سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اس معرکہ میں دیلمیوں نے عمرو بن خلف کو شکست دے دی۔ عمرو بن خلف شکست کھا کر اپنے باپ کے پاس بجستان چلا گیا۔ خلف نے بے حد زجر و توبیخ کی۔ بالآخر اسی غصہ میں اسے قتل بھی کر ڈالا۔

اس کے بعد صمصام الدولہ نے عباس کو حکومت کرمان سے معزول کر دیا' خلف بن احمد نے یہ مشہور کر دیا کہ استاد ہرمز نے اسے زہر دے دیا ہے اس سے لوگوں کو کرمان پر قبضہ کر لینے کی تحریک پیدا ہوئی' خلف نے ان سب کو جمع کر کے اپنے لڑکے طاہر کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ کوچ و قیام کرتے ہوئے بردشیر تک پہنچے۔ دیلمی بھاگ کر جیرفت میں پناہ گزین ہوئے اور اپنی شکستہ حالت درست کر کے ایک فوج بردشیر کی حمایت کو روانہ کی۔ بردشیر کرمان کا مرکز حکومت تھا اور اس کا آباد ترین شہر تھا۔ طاہر تین مہینے تک اس کا محاصرہ کیے رہا۔ اہل

بروشیر نے محاصرہ اور روزانہ جنگ سے تنگ آ کر استاد ہرمز کو لکھا کہ اس سے قبل کہ طاہر بروشیر کو فتح کرے، آپ ہماری مدد کو آئیے۔ استاد ہرمز خطرہ کے خیال سے تنگ اور دشوار گزار راستوں کو طے کر کے بروشیر پہنچا۔ طاہر بجستان کی جانب واپس ہوا اور جیرفت میں لوگوں کو دیلم سے جنگ کرنے کی ترغیب دینے لگا۔ تھوڑے عرصہ میں کثیر التعداد آدمی جمع ہو گئے۔ طاہر نے ان سب کو مسلح کر کے بروشیر کی جانب روانہ کیا۔ چنانچہ ایک مدت کے لئے بروشیر دونوں حریفوں کی قوت آزمائی کا اکھاڑہ بن گیا۔ یہ واقعات ۳۸۴ھ کے ہیں۔

طاہر بن خلف کا کرمان پر قبضہ

طاہر بن خلف سے اس کے باپ خلف کو کسی اہم معاملہ میں ناراضگی پیدا ہو گئی تھی جس سے طاہر کو بھی اپنے باپ سے مخالفت کا موقع مل گیا۔ مدتوں دونوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اس میں فتح یابی اور کامیابی کا جھنڈا خلف کے ہاتھ میں رہا۔ بالآخر طاہر بجستان کو خیرباد کہہ کر کرمان کی طرف چلا آیا۔ اس وقت کرمان میں دیلمی فوجیں موجود تھیں جو بہاء الدولہ کے ماتحت اور مطیع تھیں' طاہر کرمان کے پہاڑی دروں اور بلند مقامات میں چلا گیا اور اس قوم میں پناہ لی جو حکومت و سلطنت کے خلاف وہاں پر آباد تھی۔ کچھ عرصہ بعد جب اس کی حالت درست ہوئی تو اس نے پہاڑ سے اتر کر جیرفت پر قبضہ کر لیا۔ دیلمی فوج مقابلہ پر آئی مگر بھاگ کھڑی ہوئی۔ طاہر کے حوصلے بڑھ گئے اکثر شہروں میں جو دیلم کے قبضہ میں تھے' قابض ہو گیا۔ بہاء الدولہ نے ایک لشکر ابو جعفر بن استاد ہرمز کی ماتحتی میں روانہ کیا' مگر بے سود۔ طاہر پورے طور پر کرمان پر قابض ہو چکا تھا بہاء الدولہ کے لشکر کو ناکامی ہوئی۔

طاہر نے بجستان کی جانب رخ کیا' اس کا باپ خلف مقابلہ پر آیا۔ طاہر نے اسے شکست دے کر تمام صوبہ بجستان پر قبضہ کر لیا۔ اس کا باپ خلف ایک قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ چونکہ لوگوں کو اس کی بدخلقی اور کج ادائی سے ناراضگی پیدا ہو گئی تھی' خلف نے فریب سے اپنے بیٹے طاہر کو زیر کرنے کی کوشش کی' قلعہ کے نیچے دونوں باپ بیٹے میں مقابلہ کرنے کی ٹھہری۔ خلف نے قریب ہی ایک کمین گاہ میں چند ہوشیار سپاہیوں کو بٹھا دیا۔ جس وقت طاہر سے مقابلہ ہوا کمین گاہ سے سپاہیوں نے نکل کر پشت سے حملہ کر دیا۔ میدانِ جنگ سے طاہر کے پاؤں اکھڑ گئے' اس کے باپ خلف نے اسے جنگ کے دوران مار ڈالا۔

محمود بن سبکتگین اور خلف بن احمد

خلف بن احمد نے اپنے بیٹے طاہر کو قہستان سر کرنے کے لئے روانہ کیا تھا چنانچہ طاہر اس پر قبضہ کر کے بوشنج کی جانب بڑھا اور اس پر فتح یابی حاصل کی۔ بوشنج اور ہرات بغراجق سلطان محمود کے چچا کے مقبوضات میں سے تھا۔ محمود ان دنوں سپہ سالاران بنو سامان کی بغاوت فرو کرنے میں مشغول تھا۔ جونہی محمود کو ان کی سرکوبی سے فراغت ملی اس کے چچا بغراجق نے طاہر بن خلف کو اپنے مقبوضات سے بے دخل کرنے کی اجازت طلب کی اور بہ حصول اجازت ۳۹۰ھ میں فوجیں آراستہ کر کے طاہر بن خلف کو ہوش میں لانے کی غرض سے کوچ کر دیا۔ اطرافِ بوشنج میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ طاہر کو شکست ہوئی۔ بغراجق نے نہایت مستعدی سے تعاقب کیا اور دور تک پیچھا کرتا چلا گیا۔ طاہر نے پلٹ کر حملہ کر دیا جس سے بغراجق کے ہمراہی گھبرا کر نکل بھاگے۔ اسی دوران بغراجق مارا گیا۔ سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ چچا کا مارا جانا شاق گزرا' جنگ اور شدتِ محاصرہ سے خلف کو تنگ کرنے لگا بالآخر خلف نے بہت سا مال و زر اور بطور ضمانت چند آدمیوں کو محمود کے حوالے کر کے اپنی جان بچائی۔ محمود نے محاصرہ اٹھا لیا۔

ان واقعات کے بعد خلف نے محمود بن سبکتگین کے خوف سے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اپنے بیٹے کو اپنی جگہ حکمرانی کی کرسی پر متمکن کر دیا۔ جب اس کا بیٹا طاہر مستقل طور سے حکمران ہو گیا تو اس نے اپنے باپ سے مخالفت کی' پھر اس کے بعد جو واقعات پیش آئے انہیں اوپر بیان کر آئے ہیں۔ طاہر کے قتل کے بعد اس کے لشکر میں نفاق پھیل گیا۔ لشکریوں کے خیالات خلف کی جانب سے خراب ہو گئے۔ سردارانِ لشکر نے محمود بن سبکتگین کو نامہ و پیام کر کے بلایا اور اپنے شہر کو اس کے حوالے کر دیا۔ خلف بادل نخواستہ اپنے قلعہ طارق میں بیٹھ رہا۔ اس کے قلعہ کے چاروں طرف سات مستحکم فصیلیں تھیں اور ہر فصیل کے بعد ایک عمیق خندق تھی جس پر آمد و رفت کے

لئے لکڑی کا پل بنا ہوا تھا وقتِ ضرورت وہ پل اٹھا لیا جاتا تھا۔سلطان محمود نے ۳۹۳ھ میں اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ خندق کو ایک دن میں مٹی سے پر کر کے جنگ کے ارادے سے حملہ کیا۔ہاتھیوں کو دستوں اور دروازوں کے توڑنے کی غرض سے آگے بڑھایا۔ چنانچہ ایک ہاتھی جو سب سے بڑا اور آگے تھا اس نے پاؤں کی ٹھوکر اور اپنے دانتوں سے دروازہ کو اتار پھینکا۔ محمود نے پہلی فصیل پر قبضہ کر لیا' خلف کا لشکر دوسری فصیل کی طرف ہٹ گیا۔ دوسرے دن محمود نے اسی طرح اسے بھی لے لیا۔ خلف کے ہمراہی تیسری فصیل میں جا چھپے۔

خلف کی شکست و اطاعت

جب اس تیسری فصیل کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلی فصیلوں کا ہوا تھا تو خلف نے امن کا جھنڈا لئے ہوئے قلعہ سے باہر آ کر امن کی درخواست کی۔ محمود نے اسے امن دیا اور اجازت دے دی کہ ان شہروں میں سے جس شہر میں تم رہنا پسند کرو،سکونت اختیار کر لو۔ خلف نے جرجان کو اپنی سکونت کے لئے اختیار کیا۔ چار برس تک وہاں مقیم رہا پھر یہ مشہور ہوا کہ اس نے ایلد خاں کو محمود کے خلاف ابھارا ہے اور اس سے سازش کی ہے۔ اس بنا پر محمود نے اسے جرجان سے جردین میں لے جا کر قید کر دیا۔ یہاں تک کہ قید ہی میں ۳۹۹ھ میں قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا۔

دولت بنو صفار کا زوال

محمود نے قبضۂ بجستان اور خلف کے امن حاصل کرنے کے بعد اپنے باپ کے سپہ سالاروں میں سے احمد فتحی نامی ایک سپہ سالار کو بجستان کی حکومت پر مامور کیا۔ اس وقت تک بجستان میں بنو صفار کی اولاد موجود تھی۔ انتظامی امور میں ان کی شرکت ضروری تصوّر کی جاتی تھی۔ کچھ روز بعد ان لوگوں کی تحریک سے اہلِ بجستان نے اپنی شامتِ اعمال سے بغاوت کی۔ یہ بغاوت ختم کرنے کے لئے ذی الحجہ ۳۹۳ھ میں محمود بجستان پہنچا اور ان لوگوں کا قلعۂ اوّل میں محاصرہ کر لیا۔ سخت خونریزی سے قلعہ بزورِ تیغ فتح ہوا۔ محمود نے ان سب لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ باقی ماندہ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ بجستان ان کے وجود سے پاک ہو گیا اور بغاوت کی آگ بجھ گئی۔ محمود نے بجستان اپنے بھائی نصر کو بطور جاگیر عنایت کیا۔ اور نیشاپور کی جاگیر میں اس کو بھی ملحق کر دیا۔ ان واقعات کے ختم ہونے پر بنو صفار کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور بجستان سے ان کا دورِ حکومت جاتا رہا۔

والبقاء للہ وحدہ

باب ٦

امارات ماوراء النہر

بنو سامان

سامانی بادشاہ عجمی الاصل ہیں' ان کا دادا اسد بن سامان خراسان کے نامی خاندان کا ایک ممبر تھا۔ اہل فارس اسے بہرام حشیش کی جانب نسباً" منسوب کرتے ہیں۔ جسے کسرائے نوشیروان نے آذر بائیجان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ بہرام حشیش رے کا رہنے والا تھا۔ ملوک سامانی کا نسب بہرام حشیش تک اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ اسد بن سامان خدا رہ بن جثمان بن طغاث بن نوشیرد بن بہرام چوبین بن بہرام حشیش۔ ہمیں ان ناموں کی صحت پر اعتبار نہیں ہے' جو کچھ ہو اسد کے چار بیٹے تھے۔ نوح' احمد' یحییٰ اور الیاس۔ ماوراء النہر میں ان سامانیوں کی حکومت کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جب مامون الرشید خراسان کا والی ہوا تو اس نے اسی اسد کے لڑکے کو اپنی حکومت و سلطنت کا ایک رکن مقرر کیا اور جیسا کہ ان بزرگوں کا وقار تھا' وہ ان کے لئے قائم رکھا' اور بڑے بڑے عہدوں پر مامور فرمایا۔ جب عراق کی جانب کوچ کیا تو خراسان پر غسان بن عباد کو جو کہ فضیل بن طاہر کے اعزہ سے تھا' اپنی جگہ مقرر کیا۔ غسان نے ۲۰۴ھ میں نوح بن اسد کو سمرقند کا' احمد بن اسد کو فرغانہ کا' یحییٰ بن اسد کو شاس و اشروسنہ کا اور الیاس بن اسد کو ہرات کا حاکم بنایا۔

احمد بن اسد کے سات لڑکے تھے۔ نصر' یعقوبؒ' یحییٰ' اسماعیل' اسحٰق' اسدؒ (اس کی کنیت ابو الاشعث تھی) اور حمیدؒ (اس کی کنیت ابو غانم تھی) احمد بن اسد کا انتقال مقام فرغانہ ۲۶۱ھ میں ہوا۔ سمرقند بھی اس کے دائرہ حکومت میں تھا لہٰذا اس کا بیٹا نصر یہاں کا گورنر مقرر کیا گیا چنانچہ یہ اس کی حکومت پر بنو طاہر کے عہد حکومت اور ان کے زوال کے بعد تک رہا۔ بنو طاہر کی حکومت ختم ہونے تک نصر گورنران خراسان کی جانب سے ان مقامات پر حکومت کرتا تھا۔ خراسان پر صفار کے غالب ہونے کے بعد دار الخلافت بغداد سے سندِ حکومت عطا ہوئی۔

خلیفہ معتمد کی سند گورنری

جس وقت یعقوب صفار نے خراسان پر قبضہ کر لیا اور بنو طاہر کا زمانہ حکومت ختم ہو گیا اس وقت خلیفہ معتمد نے صوبجات ماوراء النہر کی سند گورنری نصر بن احمد کو عنایت کی۔ نصر نے ایک فوج دریائے جیحوں پر صفار کو دریا عبور کرنے سے روکنے کی غرض سے روانہ کی۔ اتفاق سے اس فوج کا سردار مارا گیا' فوج بخارا لوٹ آئی' والی بخارا احمد بن عمر (نائب نصر) جان کے خوف سے بھاگ گیا۔ ان لوگوں نے ابو ہاشم محمد بن مبشر بن رافع بن لیث بن نصر بن سیار کو اپنا امیر مقرر کیا۔ پھر اسے معزول کر کے احمد بن محمد بن لیث بدر ابو عبداللہ بن جنید کو اپنی سرداری دی۔ چند روز بعد یہ بھی معزول کر دیا گیا۔ حسن بن محمد (عبدۃ بن حدید کی اولاد سے) مامور ہوا' تھوڑے دن بعد یہ بھی علیحدہ کر دیا گیا۔ تب نصر بن احمد نے اپنے بھائی اسمٰعیل کو بخارا کی امارت پر متعین کیا۔ نصر بن احمد اس کی بہت عزت کرتا تھا اور یہ بھی جاں نثاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتا تھا۔ اسماعیل نے تقرری کے بعد غزنہ کی عنان حکومت ابو اسحٰق بن تکین کو دی' انہی دنوں خراسان پر رافع بن ہرثمہ کو خراسان کی سندِ امارت عطا ہوئی۔ رافع نے خراسان پہنچ کر یعقوب صفار کو خراسان سے نکال دیا۔ اس کا سبب امیر اسماعیل اور رافع کی موافقت اور اتحاد تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی مدد کا عہد و پیمان کیا تھا۔ اسماعیل نے رافع سے صوبہ خوارزم کی سند حکومت کی درخواست کی۔ رافع نے اس درخواست کے مطابق خوارزم کی عنانِ حکومت اسماعیل کو دے دی۔

ان واقعات کے بعد لگانے بجھانے والوں نے اسماعیل اور اس کے بھائی نصر بن احمد میں ناچاقی پیدا کرا دی۔ نصر نے فوجیں آراستہ کر

کے ۲۷۲ھ میں اسماعیل پر چڑھائی کر دی۔ اسماعیل نے اپنے سپہ سالار حمویہ بن علی کو رافع بن ہرثمہ کے پاس امداد کی غرض سے بھیجا۔ چنانچہ رافع اپنی فوج کے ساتھ اسماعیل کی کمک پر آیا۔ حمویہ نے مصلحت وقت کا خیال کر کے دونوں بھائیوں میں مصالحت کرا دی۔ اگرچہ معرکہ آرائی اور خونریزی کی نوبت نہیں آئی۔ رافع خراسان کی جانب لوٹ آیا۔

اس کے بعد پھران دونوں بھائیوں میں ایسی ان بن ہو گئی کہ ۲۷۵ھ میں معرکہ آرائی کی نوبت پہنچ گئی۔ نصر کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ میدان اسماعیل کے ہاتھ رہا۔ جس وقت دونوں بھائیوں کا سامنا ہوا۔ اسماعیل نے گھوڑے سے اتر کر نصر کی دست بوسی کی اور اسے دوبارہ سمرقند کی حکومت پر متمکن کیا اور خود اس کی طرف سے بطور نائب بخارا پر حکمرانی کرنے لگا۔ اسماعیل نہایت نیک مزاج اور اہلِ علم ■ دین کا قدردان تھا۔

اسمٰعیل بحیثیت گورنر ماوراء النہر

۲۷۹ھ میں نصر بن احمد گورنر ماوراء النہر کا انتقال ہو گیا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی اسماعیل حکمران ہوا۔ خلیفہ معتضد نے سند حکومت عطا کی' کچھ عرصہ بعد ۲۸۸ھ میں خراسان کے صوبے کو بھی اس کی گورنری میں شامل کر دیا۔ خراسان کو اس صوبہ میں شامل کرنے کا سبب یہ تھا کہ عمرو بن لیث کو خلیفہ معتضد نے خراسان کی سند حکومت عطا کی تھی اور اسے رافع بن ہرثمہ سے جنگ کا حکم دے دیا۔ چنانچہ عمرو بن لیث رافع سے معرکہ آرا ہوا اور رافع کا سر اتار کا خلافت مآب کی خدمت میں روانہ کیا اور اس حسنِ خدمت کے صلہ میں ماوراء النہر کی گورنری کی درخواست کی۔ خلافت مآب نے خوش ہو کر اس درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور ماوراء النہر کی سند گورنری لکھ کر عمرو بن لیث کے پاس بھیج دی۔ عمرو بن لیث نے لشکر مرتب کر کے محمد بن بشیر کی ماتحتی میں جو کہ اس کے خاص آدمیوں میں تھا اسماعیل بن احمد سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ یہ لشکر کوچ و قیام کرتا ہوا آمد آ پہنچا۔ اسماعیل دریائے جیحوں عبور کر کے مقابلہ پر آیا۔ دونوں حریف متقابل ہوئے' محمد بن بشیر کو شکست ہوئی اور جنگ کے دوران مارا گیا' تقریباً اس کے رکاب کی چھ ہزار فوج بھی ماری گئی۔ اسماعیل فتح مندی کا جھنڈا لئے ہوئے بخارا واپس ہوا اور شکست خوردہ گروہ نے عمرو بن لیث کے پاس نیشا پور جا کر دم لیا۔

عمرو بن لیث کو اس شکست سے سخت صدمہ ہوا' جھٹ پٹ فوجیں آراستہ کر کے ماوراء النہر پر حملہ کی غرض سے نیشا پور سے کوچ کر دیا۔ اسماعیل نے نرمی سے کہلا بھیجا کہ ایک بڑی حکومت آپ کے قبضۂ اقتدار میں ہے اور میرے زیر اثر تو صرف یہی ایک سرحدی صوبہ ہے' مجھ پر آپ ناحق حملہ آور ہوتے ہیں۔ عمرو بن لیث نے انکار میں جواب دیا' پھر بھی اسماعیل نے منت و سماجت نہ چھوڑی مگر عمرو بن لیث کا غصہ فرد نہ ہوا۔ تب اسماعیل نے نہر بلخ عبور کر کے عمرو بن لیث کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت عمرو بن لیث کو اپنی غلطی محسوس ہوئی۔ مصالحت گفتگو پیش کی گئی۔ اسماعیل نہ مانا' جنگ تک نوبت پہنچی۔ عمرو بن لیث شکست کھا کر بھاگا۔ اسماعیل نے اسے اس کے چند فوجی افسروں کے ساتھ گرفتار کر کے سمرقند روانہ کر دیا۔

چند روز کے بعد اسماعیل نے کمال انسانیت سے عمرو بن لیث کو اختیار دے دیا کہ تم چاہو تو میرے پاس سمرقند میں قیام پذیر ہو اور اگر یہ منظور نہ ہو تو میں تمہیں خلافت مآب کے پاس بغداد بھیج دوں۔ عمرو بن لیث نے بغداد جانا پسند کیا۔ اسماعیل نے عمرو بن لیث کو بغداد روانہ کر دیا۔ ۲۸۸ھ میں عمرو بن لیث بغداد پہنچا' ایک اونٹ پر سوار تھا' جس پر نہ پالان تھا اور نہ جھول تھی۔ خلیفہ معتضد نے عمرو بن لیث کو نفرین کر کے جیل میں ڈال دیا اور خراسان کی سند گورنری لکھ کر اسماعیل کے پاس روانہ کی۔ اس وقت سے اسماعیل اس تمام علاقہ کا واحد حکمران بن گیا۔ جن پر عمرو بن لیث حکومت کر رہا تھا۔

جب ۲۸۹ھ میں عمرو بن لیث مارا گیا تو محمد بن زید علوی طبرستان اور دیلم کو خراسان پر قبضہ کر لینے کا لالچ پیدا ہوا۔ اس خیال سے کہ اسماعیل سامانی کو خراسان کے قبضہ کی نہ تو خواہش ہو گی اور نہ وہ خراسان پر قبضہ کرنے کے لئے اپنی حدود مقبوضات سے باہر آئے گا اور جب اسے خراسان سے کوئی غرض نہ ہو گی تو اور کوئی مجھے قبضہ خراسان سے نہ روک سکے گا۔ جب محمد بن زید جرجان میں وارد ہوا تو خلیفہ

معتضد کا قاصد خراسان کی سند گورنری لئے ہوئے اسماعیل کے پاس پہنچا۔ اسماعیل نے محمد بن زید کو خراسان کی جانب پیش قدمی سے روکا۔ محمد بن زید نے کچھ توجہ نہ دی تب اسماعیل نے محمد بن ہارون کو جو کہ رافع کا سپہ سالار تھا اور شکست کے وقت رافع سے علیحدہ ہو کر اسماعیل کے پاس چلا آیا تھا ایک بڑی فوج کا افسر بنا کر محمد بن زید سے جنگ کے لئے روانہ کیا۔ جرجان کے قریب دونوں کا مقابلہ ہوا باہم ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ میدان محمد بن ہارون کے ہاتھ رہا۔ محمد بن زید شکست کھا کر بھاگا۔ چونکہ جنگ میں محمد بن زید کو متعدد زخم پہنچے تھے اس لئے چند روز بعد زخموں کی تکلیف سے جان دے دی۔ اس کا لڑکا زید اسی معرکہ میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اسماعیل نے اسے بخارا میں ٹھہرایا اور وظیفہ مقرر کر دیا۔ اس کے بعد محمد بن ہارون نے طبرستان کا رخ کیا اور اس پر بھی قابض ہو گیا اور اسماعیل کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اس خدمت کے صلہ میں اسماعیل نے اسے اس صوبے کی سندِ حکومت دے دی۔

محمد بن ہارون نے ۲۹۰ھ میں اسماعیل سامانی سے بدعہدی کی اور خلافت عباسیہ کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔ خلیفہ مکتفی کی جانب سے رے پر اغرتمش ترکی حکومت کر رہا تھا۔ لیکن چونکہ اغرتمش بداخلاق اور کینہ جو شخص تھا اس وجہ سے اہل رے نے محمد بن ہارون کو طبرستان سے رے پر قبضہ لینے کے لئے بلا بھیجا۔ چنانچہ محمد بن ہارون نے رے کا ارادہ کیا۔ اغرتمش مقابلہ پر آیا۔ جنگ میں اغرتمش اپنے دونوں لڑکوں کے ساتھ مارا گیا۔ اس کا بھائی کیلغ بھی جو کہ سپہ سالاران خلیفہ مکتفی میں سے تھا اس معرکہ میں کام آیا۔ محمد بن ہارون نے کامیابی کے ساتھ رے پر قبضہ کر لیا۔

اسماعیل کو رے کی سند حکومت

خلیفہ مکتفی نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر رے کی سند حکومت اسماعیل کو عنایت کی اور محمد بن ہارون کو رے سے نکال دینے کا حکم دیا۔ محمد بن ہارون یہ خبر پا کر مقابلہ پر آیا، شکست اٹھا کر رے سے قزوین اور ترنجان چلا آیا اور وہاں سے طبرستان کی جانب لوٹ گیا۔ اسماعیل نے رے پر قبضہ کر لیا اور جرجان کی حکومت پر فارس کبیر کو مامور کر کے محمد بن ہارون کی گرفتاری اور حاضری کی ہدایت کی' فارس نے محمد بن ہارون کو نامہ و پیام بھیج کر اس اقرار سے کہ میں باہم مصالحت کرا دوں گا' اسماعیل کی خدمت میں حاضر ہونے پر تیار کر لیا۔ ماہ شعبان ۲۹۰ھ میں محمد بن ہارون خسان دیلمی کے پاس سے بخارا کی جانب واپس ہوا لیکن راستہ ہی میں گرفتار کر لیا گیا اور قیدیوں کی طرح بخارا میں داخل کیا گیا۔ اسماعیل نے اسے جیل بھیج دیا۔

امیر اسماعیل سامانی کی وفات

نصف ۲۹۵ھ میں امیر اسماعیل بن احمد سامانی والی خراسان و ماوراء النہر نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ یہ مرنے کے بعد "ماضی" کے لقب سے ملقب ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا ابو نصر احمد تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ خلیفہ مکتفی نے اسے سندِ حکومت روانہ کی اور دستِ خاص سے اس کے لئے ایک جھنڈا بھجوایا۔

امیر اسماعیل سامانی کا کردار

امیر اسماعیل عادل نیک سیرت اور بردبار تھا۔ اس کے عہد حکومت (۲۹۱ھ) میں ترکوں کا ایک جم غفیر جو شمار سے باہر تھا ماوراء النہر کی جانب سے نکل پڑا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان ترکوں کے ساتھ سات سو قبہ تھے قبہ کو سوائے روسا کے اور کوئی استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ اسماعیل نے مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا۔ قاعدہ فوج اور متطوعہ (والنٹیر) دل بادل کی طرح ترکوں کی طرف بڑھے اور پہنچتے ہی حملہ کر دیا ایک لاتعداد گروہ کو قتل کیا۔ باقی ماندہ بھاگ کھڑے ہوئے ان کا لشکر لوٹ لیا گیا۔

ابو نصر احمد بن اسماعیل سامانی

ابو نصر احمد نے اپنے باپ کے بعد تخت حکومت پر متمکن ہو کر پہلے بخارا کا نظم و نسق درست کیا اس کے بعد چند آدمیوں کو اپنے چچا

اسحاق بن احمد کو گرفتار کرنے کے لئے سمرقند روانہ کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے سمرقند پہنچ کر اسحاق کو گرفتار کر لیا اور کھینچتے ہوئے ابو نصر کے پاس آئے۔ ابو نصر احمد نے اسحاق کو جیل میں ڈال دیا۔ اس کے بعد خراسان کی جانب بڑھا' نیشا پور پہنچ کر قیام کیا۔ فارس کبیر اس کے باپ کا آزاد غلام جرجان کا گورنر تھا' اس سے قبل امیر اسماعیل نے ابو نصر احمد کو جرجان کی گورنری پر مامور کیا تھا' چند روز بعد اسے معزول کر کے فارس کبیر کو متعین کیا۔ رے اور طبرستان کی عنان حکومت اسی کے قبضہ میں تھی' اسی نے اسی اونٹ مال کے بطور خراج امیر اسماعیل کی خدمت میں روانہ کئے تھے جب اسے امیر اسماعیل کی وفات کی اطلاع ہوئی تو اثناء راہ سے اس نے مال کو واپس منگوا لیا۔ ابو نصر احمد کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔

فارس کبیر نے اس خوف سے ابو نصر احمد کے پہنچنے سے پہلے ہی نیشا پور کو چھوڑ دیا اور خلیفہ مکتفی سے حاضری دربار کی اجازت طلب کی' خلافت مآب نے اجازت دے دی۔ چار ہزار سواروں کی جمعیت سے دارالخلافت بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ ابو نصر احمد نے تعاقب کیا مگر کامیاب نہ ہوا' فارس کبیر سفر و قیام کرتا ہوا بغداد پہنچا' یہ وہ زمانہ تھا کہ خلیفہ مکتفی کا انتقال ہو چکا تھا اور تخت خلافت پر المقتدر عباسی رونق افروز ہو گیا تھا۔ چونکہ فارس کبیر بغداد میں ابن المعتز کے واقعہ کے بعد وارد ہوا تھا خلیفہ مقتدر نے اسے دیار ربیعہ کی سند حکومت عطا کی اور بنو ہمدان کی گرفتاری پر متعین کیا۔ خلیفہ مقتدر کے حاشیہ نشینوں کو خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا فارس کبیر کا اثر دربار خلافت میں بڑھ نہ جائے اور خلافت مآب اسے ہم پر بطور افسر مقرر نہ کر دیں۔ اس خیال سے ان لوگوں نے اس کے غلام کو ملا لیا جس نے ان لوگوں کی خواہش کے مطابق فارس کبیر کو زہر دے کر اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا اور اس کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے عقد بھی کر لیا۔

صوبہ بجستان لیث بن علی کے زیر حکومت تھا۔ یہ فارس کی جستجو میں گیا ہوا تھا۔ مونس خادم نے اسے گرفتار کر کے بغداد میں قید کر دیا اور بجستان کی حکومت پر اس کے بھائی معدل کو مامور کر دیا۔

۲۹۷ھ میں امیر ابو نصر احمد بن اسماعیل نے بخارا سے رے کا قصد کیا۔ پھر رے سے ہرات گیا اور بجستان پر قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا۔ ایک لشکر ماہ محرم ۲۹۸ھ میں اپنے نامی نامی سرداران فوج احمد بن سہل' محمد بن مظفر' سیجور دوانی اور حسین بن علی مرورودی کی ماتحتی میں بجستان کو سر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر معدل تک پہنچی تو اس نے اپنے بھائی محمد بن علی کو اور رخج کی جانب رسد و غلہ فراہم کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ اس اثناء میں امیر ابو نصر کا لشکر بجستان پہنچ گیا اور اس نے بجستان کا محاصرہ کر لیا' امیر ابو نصر احمد نے اس واقعہ سے آگاہ ہو کر بست کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ کر کے محمود بن لیلی کو گرفتار کر لیا۔ معدل نے یہ سن کر حسین بن علی سے امن کی درخواست کی اور شہر اس کے حوالے کر دیا۔ حسین معدل کو لے کر بخارا کی طرف واپس ہوا اور امیر ابو نصر احمد نے بجستان پر ابو صالح منصور اپنے چچا اسحاق بن احمد کے بیٹے کو مامور کیا۔ یہ اسحاق بن احمد وہی ہے جسے امیر ابو نصر نے اپنے ابتدائی زمانۂ حکومت میں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تھا پھر اسے ان دنوں قید سے رہا کر کے سمرقند فرغانہ کی حکومت پر بھیج دیا۔

امراء سامانی بجستان کی جانب آ رہا ہے' حسین نے یہ خبر پا کر ایک دستہ فوج اس کی روک تھام کے لئے بھیج دیا۔ چنانچہ اس دستہ نے سیکری کو گرفتار کر لیا۔ امیر ابو نصر احمد نے اسے اور محمد بن علی کو پابہ زنجیر کر کے دارالخلافت بغداد روانہ کر دیا۔ خلیفہ مقتدر نے خوش ہو کر امیر ابو نصر کو خلعت اور انعام روانہ کیا۔ ان واقعات کے بعد اہل بجستان نے بغاوت کی اور سیجور دوانی کو معزول کر کے منصور ابن اسحاق (امیر ابو نصر احمد کا چچا تھا) کو اپنا امیر بنا لیا۔

امیر ابو نصر احمد کا قتل

امیر ابو نصر احمد شکار کھیلنے کا بے حد شائق تھا۔ ایک روز شکار کھیلنے کے لئے جنگل کی طرف نکل گیا واپسی میں ذرا دیر ہو گئی' تھکاماندہ آیا تھا خیمہ میں جا کر سو رہا۔ اس کے خیمہ کے دروازہ پر حفاظت کی غرض سے ایک شیر باندھ دیا جاتا تھا۔ اتفاق سے اس شب ملازمین کی

غفلت سے شیر نہ باندھا گیا۔ اس کے غلاموں میں سے چند غلام خیمہ میں گھس گئے اور سوتے ہی کی حالت میں اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ یہ واقعہ آخر ماہ جمادی الآخر ۳۰۱ھ کا ہے۔ نعش بخارا میں لا کر دفن کی گئی۔ شہید کے لقب سے ملقب ہوا۔ اس کے بعد ان نمک حرام غلاموں کی تلاش ہوئی۔ ان میں سے جو گرفتار ہوئے قتل کر ڈالے گئے۔

ابو الحسن نصر بن احمد

امیر ابو نصر احمد کے بعد اس کا بیٹا ابو الحسن نصر بن احمد آٹھ برس کی عمر میں کرسی حکومت پر متمکن ہوا۔ سعید کا خطاب اختیار کیا۔ اس کے باپ کے مصاحبوں اور ہوا خواہوں نے سلطنت کا کاروبار اپنے سر لے لیا۔ احمد بن محمد بن لیث ان کا پیشوا تھا' اس نے ابو الحسن نصر کو اپنے کندھے پر چڑھا لیا تھا اور سب سے پہلے اسی نے اس کی امارت کی بیعت کی تھی اور سب سے بیعت لینے کا محرک ہوا تھا۔

امیر ابو الحسن کی کم سنی و امارت سے اطراف و جوانب کے امراء نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ ہر شخص یہ خیال کر کے کہ یہ کم سن ہے بار حکومت نہ اٹھا سکے گا اور نہ انتظام ملک درست رہے گا' اپنے دائرہ حکومت سے قدم آگے بڑھایا۔ اہل بجستان نے بغاوت کی' اس کے باپ کا چچا اسحاق بن احمد گورنر سمرقند باغی ہو گیا۔ اس کے دونوں بیٹوں منصور اور الیاس نے بھی علم مخالفت بلند کر دیا۔ محمد بن حسین' نصر بن محمد' ابو الحسن بن یوسف' حسن بن علی مرورودی' احمد بن سہل اور لیلی بن نعمان دیلمی علویوں کے گورنر کو بھی طبرستان حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ سیجور' ابو الحسین بن ناصر اطروش اور قرا تکین بھی نکل پڑے۔ طرہ یہ ہے کہ خود امیر الحسن نے نصر کے بھائی یحیلی' منصور اور ابراہیم پسران احمد بن اسماعیل جعفر بن داؤد محمد بن الیاس اور مرداویج' دشمکیر پسران زیاد (امراء دیلم سے) حملہ آور ہوئے۔ مگر سعید نصر ان سب پر فتح یاب ہوا۔ اور ان سب کو نیچا دیکھنا پڑا۔

امیر احمد بن اسماعیل کی شہادت کے بعد سب سے پہلے اہل بجستان نے علم بغاوت بلند کیا' خلیفہ مقتدر کی خلافت کی بیعت کی اور اپنے امیر سیجور دوانی کو نکال دیا۔ خلیفہ مقتدر نے بجستان کی سند حکومت بدر کبیر کو عنایت کی۔ بدر کبیر نے فضل بن حمید اور ابو یزید خالد کو بجستان پر مامور کیا۔ عبیداللہ بن احمد قستانی بست اور رخج پر اور سعید طالقانی غزنہ پر امیر سعید نصر کی جانب سے مامور تھا۔ فضل اور یزید نے عبیداللہ اور سعید پر فوج کشی کی اور ایک برس کے اندر ان دونوں مقامات کا قبضہ حاصل کر کے عبیداللہ اور سعید کو گرفتار کر کے دارالخلافت بغداد بھیج دیا۔ کچھ عرصہ بعد فضل بے کار ہو گیا اور خالد تن تنہا اس علاقہ پر حکومت کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد خالد نے علم خلافت کی مخالفت پر کمر باندھی اور باغی ہو گیا۔ خلیفہ مقتدر نے درک برادر نجح طولونی کو خالد کی سرکوبی پر روانہ کیا۔ خالد اور نجح میں معرکہ آرائی ہوئی۔ خالد نے نجح کو شکست دے دی اور فتح یابی کا جھنڈا لئے ہوئے کرمان کی طرف روانہ ہوا۔ بدر نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر ایک فوج خالد باغی کی گرفتاری کو روانہ کی۔ چنانچہ اس فوج نے خالد کو گرفتار کر لیا۔ بدر نے اسے جیل میں ڈال دیا۔ آخر کار اسی قید خانہ میں خالد مر گیا۔ بدر نے سر اتار کر بغداد بھیج دیا۔

اسحاق بن احمد کی بغاوت

اسحاق بن احمد امیر احمد بن اسماعیل کا چچا سمرقند کا گورنر تھا۔ جب اسے امیر احمد کے قتل کی خبر پہنچی اور اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر احمد کا بیٹا سعید نصر امارت کی کرسی پر متمکن ہوا ہے تو اس نے سمرقند میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ لوگوں نے اس کے بیٹے الیاس کا اس معاملہ میں ہاتھ بٹایا۔ سب کے سب متفق ہو کر بخارا کی جانب بڑھے۔ امیر الحسن نصر کا سپہ سالار حمویہ بن علی فوجیں جمع کر کے مقابلہ پر آیا اور اسحاق کو پسپا کر کے سمرقند کی جانب واپس کر دیا۔ شکست خوردہ گروہ نے پھر اپنی حالت درست کی اور دوبارہ بخارا پر چڑھ آئے۔ حمویہ نے پھر شکست دی اور تعاقب کرتا ہوا سمرقند پہنچا اور بزور تیغ سمرقند پر قبضہ کر لیا۔ اسحاق جان کے خوف سے روپوش ہو گیا۔ حمویہ نے اس کی سراغ رسانی اور جستجو کی انتہائی کوشش کی۔ جب اسحاق کو اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مجبور ہو کر حمویہ سے امن کا خواستگار ہوا' حمویہ نے اسے گرفتار کر کے بخارا بھیج دیا اور خود سمرقند میں قیام کر کے نظم و نسق میں مصروف ہوا۔ یہاں تک کہ حمویہ نے

وہیں وفات پائی۔

الیاس اس معرکہ سے شکست کھا کر فرغانہ بھاگ گیا تھا' ایک مدت دراز تک وہیں قیام پذیر رہا اور کچھ روز بعد دوبارہ حملہ آور ہوا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

اطروش کا ظہور

ہم اوپر خلافت علویہ کے تذکرہ میں اطروش اور اس کے بیٹوں کی حکومت طبرستان کا حال تحریر کر آئے ہیں۔

اطروش کا نام حسن تھا' علی بن حسن بن علی بن عمرو بن علی بن حسن سبط کا لڑکا تھا' طبرستان کی گورنری پر محمد بن ہارون مامور تھا' جب اس نے بغاوت کی تو امیر احمد بن اسماعیل نے اسے شکست دے کر ابو العباس عبداللہ بن محمد بن نوح کو مامور کیا۔ ابو العباس نے نیک سیرتی اور عدل سے حکومت کی' رعایا کو خوش رکھا' علویوں کی حد سے زیادہ عزت و توقیر کی اور باحسان سلوک ان کے ساتھ پیش آتا رہا۔ روسائے دیلم کو ہدایا و تحائف دے کر اپنا گرویدہ بنا لیا۔

اطروش محمد بن زید کے قتل کے بعد دیلم چلا گیا تھا۔ تیرہ برس وہاں قیام پذیر رہا اور انہیں اسلام کی دعوت دیتا رہا۔ ان سے صرف عشر لینے پر اکتفا کرتا تھا۔ دیلمیوں کا بادشاہ ابن احسان اپنی قوم سے عشر وصول کر کے اطروش کو دیا کرتا تھا۔ دیلم کا ایک گروہ کثیر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور اطروش کا مطیع و فرماں بردار ہو گیا۔ اطروش نے ان کے ملک میں مسجدیں تعمیر کرائیں اور انہیں طبرستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دینے لگا۔ دیلمیوں نے منظور نہ کیا۔ اس کے بعد کسی وجہ سے ابو العباس عبداللہ معزول کر دیا گیا اور سلام نامی ایک شخص حکومت طبرستان پر مامور ہوا۔ اس نے دیلمیوں کے ساتھ نہ اچھے برتاؤ کیے اور نہ اپنا رعب و داب قائم رکھا۔ دیلمیوں نے اس پر خروج کیا اور اسے شکست دی۔ سلام نے امیر احمد سے امداد کی درخواست کی' امیر احمد نے اسے معزول کر کے ابو العباس عبداللہ کو پھر حکومت طبرستان پر مامور کیا۔ ابو العباس کے آتے ہی طبرستان کی بغاوت اور دیلمیوں کی سرکشی کا خاتمہ ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد جب ابو العباس مرگیا تو احمد نے ابو العباس محمد بن ابراہیم صعلوک کو طبرستان کی عنان حکومت عطا کی۔ محمد ابراہیم صعلوک نے اپنی بد اخلاقی ظلم و عدم سیاست کی وجہ سے ان مراسم اتحاد کو ملیامیٹ کر دیا جو والی طبرستان اور دیلمیوں کے درمیان مدت دراز سے قائم تھے' اطروش کو اس وقت موقع مل گیا۔ دیلمیوں سے طبرستان پر حملہ اور قبضہ کر لینے کی پھر درخواست کی۔ چنانچہ دیلمیوں نے اس کے ساتھ مل کر طبرستان پر حملہ کیا' ابن صعلوک مقابلہ پر آیا' سرحد طبرستان مقام سابوس سے ایک منزل کے فاصلہ پر دونوں فریق معرکہ آرا ہوئے۔ ابن صعلوک شکست اٹھا کر بھاگا۔ اس کے چار ہزار ہمراہی کھیت رہے' باقی ماندہ کا اطروش نے محاصرہ کر لیا اور خاتمہ جنگ کے بعد انہیں امان دی۔

اس فتح یابی کے بعد اطروش آمد چلا آیا اور حسن بن قاسم علوی داعی (اطروش کا داماد) ان لوگوں کے پاس پہنچ گیا جنہیں اطروش نے امان دی تھی اور اس حیلہ سے کہ یہ اس معاہدہ میں شریک و موجود نہ تھا' ان سب کو قتل کر ڈالا۔ ۳۰۱ھ میں اطروش نے طبرستان پر زمانہ حکومت سعید نصر میں قبضہ حاصل کیا' ابن صعلوک نے شکست کے بعد رے کا راستہ لیا۔ پھر رے سے بھی دل برداشتہ ہو کر بغداد چلا گیا۔ اطروش کے ہاتھ پر دیلمیوں کا بہت بڑا گروہ اسلام لایا' اسفید رود سے آمد تک کے دیلمی اس کی کوشش و تبلیغ سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے' یہ سب کے سب زیدی شیعہ تھے' اطروش بھی زیدی تھا۔ اسی زمانے نے طبرستان ملوک بنو سامان کے قبضہ اقتدار سے نکل گیا۔

امیر احمد بن اسماعیل نے فتح سجستان کے بعد اس پر اپنے چچازاد بھائی منصور بن اسحاق کو مامور کیا تھا۔ ۳۰۲ھ میں امیر احمد کے قتل کے بعد منصور نے بغاوت کی' حسین بن علی نے اس بغاوت اور فتنہ انگیزی میں منصور کا ساتھ دیا۔ یہ حسین بن علی وہی ہے جو فتح سجستان پر امیر احمد کی طرف سے مامور تھا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ فتح یابی کے بعد امیر احمد مجھے اس ملک کی حکومت پر مامور کرے گا مگر امیر احمد نے منصور کو مامور کر دیا۔ اتفاق سے اہل سجستان نے بغاوت کی اور منصور کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور امیر احمد نے دوبارہ سجستان کو سر کرنے

کے بعد پھر اسی حسین بن علی کو بھیجا۔ اس مرتبہ فتح یابی کے بعد حسین بن علی کی توقع کے خلاف سیجور کو بجستان کی عنان حکومت دے دی گئی۔ حسین بن علی کو اس سے رنجش پیدا ہوئی اس نے منصور بن اسحاق کو بغاوت پر ابھارنا شروع کیا اور یہ پٹی پڑھانے لگا کہ ذرا سی کوشش سے خراسان کی امارت آپ کو مل جائے گی' تمام صوبوں کا انتظام تو میں کر دوں گا۔ اتنے میں امیر احمد کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ حسین ہرات میں بغاوت کا علم بلند کر کے منصور کے پاس نیشا پور آیا' منصور بھی باغی ہو گیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔ حمویہ بن علی سپہ سالار فوجیں تیار کر کے ان دونوں حریفوں سے جنگ کرنے کے لئے بڑھا لیکن منصور حمویہ کے پہنچنے سے پہلے ہی وفات پا چکا تھا' باقی رہا حسین' جس وقت حمویہ نیشا پور کے قریب پہنچا حسین نے ہرات سے نکل کر بخارا کا راستہ اختیار کیا اور وہاں جا کر قیام پذیر ہو گیا۔ بخارا کی افسری پولیس پر ایک عرصہ دراز سے حمویہ کی جانب سے محمد بن جنید مامور تھا۔ حمویہ نے محمد کو بخارا سے نیشا پور کی حفاظت و نگرانی کے لئے روانہ کیا۔

حسین بن علی کی سرکشی و گرفتاری

چنانچہ محمد نیشا پور میں وارد ہوا' اور تھوڑے دن بعد حمویہ کی اجازت کے بغیر واپس آیا۔ حمویہ نے ڈانٹ کر بخارا سے خط لکھا۔ محمد نے جان کے خوف سے درمیان راہ سے بخارا کا راستہ چھوڑ کر ہرات کا راستہ اختیار کیا۔ حسین بن علی کو موقع مل گیا' ہرات پر اپنے بھائی کو مامور کر کے نیشا پور چلا آیا اور اس پر کسی مقابلہ کے بغیر قابض ہو گیا۔ حمویہ نے احمد بن سہل کو بخارا سے حسین کی جنگ پر روانہ کیا۔ اس نے سب سے پہلے ہرات پر محاصرہ ڈالا اور چند روز بعد امن کے ساتھ منصور سے ہرات کا قبضہ لے لیا۔ اس کے بعد نیشا پور کی جانب قدم بڑھایا' ایک مدت تک حسین نیشا پور میں محاصرہ کیے رہا' بالآخر بزورِ تیغ نیشا پور پر قبضہ کر لیا اور حسین گرفتار کر لیا گیا۔ یہ واقعہ ۳۰۲ھ (کاتب کی غلطی ہے بجائے ۳۰۲ھ کے ۳۰۰ھ پڑھو۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۳۲ مطبوعہ مصر ذکر مخالفہ منصور بن اسحاق) کا ہے۔

فتح یابی کے بعد احمد بن سہل نے نیشا پور میں قیام اختیار کیا۔ محمد بن جنید اس وقت تک مرو میں تھا' یہ خبر پا کر کہ احمد بن سہل نے نیشا پور پر قبضہ کر لیا اور حسین بن علی گرفتار ہو گیا ہے۔ مرو سے نیشا پور چلا آیا۔ احمد نے محمد بن جنید کو پہنچتے ہی گرفتار کر لیا۔ حسین بن علی گرفتاری کے بعد بخارا بھیج دیا گیا اور محمد بن جنید خوارزم کی جیل میں ڈال دیا گیا۔ چنانچہ جیل ہی میں اس کا انتقال ہوا۔ باقی رہا حسین بن علی اسے ایک بڑی مدت کے بعد ابو عبداللہ جیہانی مدبر دولت بنو سامان نے رہا کیا' اور یہ پہلے کی طرح امیر نصر بن احمد کی خدمت میں رہنے لگا۔

احمد بن سہیل کی بغاوت

احمد بن سہیل امیر اسماعیل بن احمد اور اس کے لڑکے احمد اور پھر اس کے بیٹے نصر احمد کے مامور سپہ سالاروں میں سے تھا۔ ابن اثیر نے احمد بن سہیل کی نسبت لکھا ہے "احمد بن سہیل بن ہاشم بن الولید بن جبلہ بن کام گار بن یزدجرد بن شہریار الملک کام گار صوبہ مرو کا ناظم تھا۔ احمد کے تین بھائی اور تھے۔ محمد' فضل اور حسین۔ یہ تینوں بھائی عرب اور عجم کے جھگڑے میں مارے گئے۔ احمد عمرو بن لیث کی طرف سے مرو کا گورنر تھا۔ عمرو بن لیث نے کسی امر پر ناراض ہو کر گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر بجستان بھیج دیا' احمد کسی طرح سے قید سے نکل بھاگا اور مرو پہنچ کر قبضہ کر لیا اور عمرو بن لیث کے نائب کو جو کہ مرو میں تھا گرفتار کر لیا۔

احمد بن سہیل نے قبضہ مرو کے بعد امیر اسماعیل بن احمد کی حکومت کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے زیر سایہ حکومت کرنے لگا۔ امیر اسماعیل نے اسے بخارا طلب کر کے اس کی عزت افزائی کی اور اس کی قدر و منزلت بڑھائی اور اپنے سپہ سالاروں کے زمرہ میں امتیاز کا درجہ عنایت کیا۔ چنانچہ احمد اس وقت سے امیر اسماعیل کی خدمت میں رہا اور اس کے بعد اس کے بیٹوں کی خدمت کرتا رہا۔ جب حسین بن علی نے نیشا پور میں امیر نصر بن احمد بن اسماعیل کی حکومت کے خلاف ۳۰۲ھ میں بغاوت کا جھنڈا بلند کیا تو امیر نصر نے اس بغاوت کے

فرو کرنے پر احمد کو مامور کیا۔ چنانچہ احمد کو اس مہم میں کامیابی ہوئی۔ امیر نصر بن احمد نے اس خدمت کے صلہ میں نیشا پور کی حکومت پر مامور کیا۔

احمد بن سہیل کا انجام

امیر نصر بن احمد نے تقرری کے وقت احمد بن سہیل سے کچھ اقرار بھی لیا تھا جس کا ایفا احمد نے نہ کیا اور امیر احمد کو اس سے کشیدگی پیدا ہوئی اور احمد بھی اس سے کھنچا گیا۔ زیادہ زمانہ گزرنے نہ پایا تھا کہ نیشا پور پر مسلط ہو کر امیر نصر کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا۔ اور خودمختار حکمران بن بیٹھا۔ اس کے بعد ایک قاصد دارالخلافت روانہ کیا۔ اپنے نام کا سکہ جاری کرانے اور خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی۔ پھر نیشا پور سے جرجان کی طرف آیا۔ جرجان میں قرا تکین حکومت کر رہا تھا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی۔ بالآخر احمد نے قرا تکین کو شکست دے کر جرجان پر قبضہ کر لیا۔ مہم جرجان سے فارغ ہو کر مرو کی طرف قدم بڑھایا اور اس پر قابض ہو کر شہر پناہ کی تعمیر میں مصروف ہوا۔ امیر نصر کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک فوج حمویہ بن علی کی ماتحتی میں بخارا سے احمد کی سرکوبی کے لئے روانہ کی۔ مرورود میں احمد سے ماہ رجب ۳۰۷ھ میں مڈبھیڑ ہوئی' انجام کار احمد کے ہمراہی جنگ سے بھاگ نکلے۔ مگر احمد تن تنہا لڑتا رہا۔ اس کا گھوڑا تک و دو سے تھک گیا تھا۔ تب احمد نے مجبور ہو کر امن کی درخواست کی' لوگوں نے پہنچ کر گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر بخارا بھیج دیا' امیر نصر نے جیل میں ڈال دیا' اور ماہ ذی الحجہ ۳۰۷ھ میں بحالت قید مر گیا۔

لیلی بن نعمان دیلمی

لیلی بن نعمان دیلمی سرداران دیلم میں سے ایک نامور شخص اور اطروش کا ماہر سپہ سالار تھا۔ حسن بن قاسم داعی نے اسے ۳۰۳ھ میں جرجان کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ اطروش کی اولاد اسے اپنے خطوط میں "المؤید لدین اللّٰہ المنتصر لاولاد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" سے خطاب کیا کرتی تھی۔ کریم شجاع اور جنگ آور شخص تھا۔

لیلی کے حکمران ہونے کے بعد قرا تکین نے جرجان پر فوج کشی کی۔ جرجان سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر لیلی سے مقابلہ ہوا۔ پہلے ہی معرکہ میں قرا تکین کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' اس کے غلام فارس نے لیلی سے ایک ہزار پیادوں کے ساتھ امن کی درخواست کی' لیلی نے نہایت فراخ حوصلگی سے امن دیا' کمال عزت و احترام سے پیش آیا اور اپنی بہن کا عقد اس سے کر دیا۔ اس کے بعد ابو القاسم بن حفص ہمشیرہ زادہ احمد بن سہیل امن کا خواستگار ہوا' اس نے امن حاصل کرنے کے بعد لیلی کو نیشا پور پر فوج کشی کرنے کی ترغیب دی اس وقت نیشا پور میں قرا تکین مقیم تھا' رفتہ رفتہ فوج کی بھی کثرت ہوئی' رسد و غلہ و مال کی کمی سے مجبور ہو کر حسین بن قاسم داعی سے نیشا پور پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ وہاں کیا تھا' حسین بن قاسم داعی نے اجازت دے دی۔ چنانچہ ماہ ذی الحجہ ۳۰۸ھ میں لیلی نے نیشا پور کا رخ کیا اور پہنچتے ہی نیشا پور پر قبضہ کر لیا۔ داعی حسین بن قاسم کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔

امیر نصر نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر لیلی کو ہوش میں لانے کی غرض سے اپنے سرداران لشکر حمویہ بن علی' محمد بن عبید اللہ بلعمی' ابو جعفر ملوک خوارزم شاہ اور سیجور دوانی کی افسری میں فوجیں روانہ کیں۔ مقام طوس میں لیلی سے معرکہ آرائی ہوئی۔ شروع جنگ میں حمویہ کے اکثر ہمراہی شکست کھا کر بھاگ نکلے مگر بقیہ سپہ سالاران امیر نصر سینہ سپر برابر لڑتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد تمام لشکر نے مجموعی قوت سے دفعتہ" حملہ کیا' لیلی کے پاؤں اکھڑ گئے' شکست کھا کر بھاگا آمد پہنچا۔ اتفاق سے بغرا خاں بادشاہ ترک بھی جو امیر نصر کی فوج کی کمک پر آیا ہوا تھا' آمد پہنچ گیا اور اس نے لیلی کو گرفتار کر کے حمویہ کے پاس اس کی گرفتاری کی اطلاع بھیجی۔ حمویہ نے ایک شخص کو اس کا سر اتارنے کے لئے بھیج دیا چنانچہ اس شخص نے لیلی کے سر کو ماہ ربیع الاول ۳۰۹ھ میں اتار لیا۔ اور بہ حفاظت تمام بخارا بھیج دیا۔ سپہ سالاران دیلم جو لیلی کے ہمراہ تھے' یہ رنگ دیکھ کر تھرا گئے' امن کی درخواست کی' حمویہ نے اپنے سپہ سالاروں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اللہ جل شانہ' نے آج تمہیں جبل و دیلم پر فتح یاب کیا ہے' مناسب ہے کہ ان کا خاتمہ کر کے ہمیشہ کی راحت حاصل کر لو۔ سپہ سالاران حمویہ کی حمیت نے

قیدیان دیلم کا قتل گوارا نہ کیا اور اس کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ تب حمویہ نے ان لوگوں کو امن دیا۔ یہ وہی سپہ سالاران دیلم ہیں جنہوں نے بعد کو اطراف بلاد الممالک اسلامیہ میں خروج کیا تھا اور عالمگیر جنگ برپا کر کے اکثر شہروں اور ممالک پر قبضہ کیا تھا۔ مثلاً اسفاء' مرداویح' شبکین اور بنو بویہ وغیرہم۔ ان لوگوں کے حالات آئندہ حسب موقع تحریر کئے جائیں گے۔

فارس جس نے لیلی سے امن حاصل کیا تھا جرجان ہی میں قیام اختیار کیا اور وہی اس واقعہ کے بعد جرجان کی حکومت پر رہا یہاں تک کہ قرا تکین وارد جرجان ہوا۔ اس کے غلام فارس نے حاضر ہو کر عفو تقصیر اور امن کی درخواست کی' قرا تکین نے اسے امن دیا۔ مگر پھر کسی وجہ سے ۳۱۶ھ میں اسے قتل کر کے جرجان سے واپس چلا آیا۔

سیجور اور ابن اطروش کی جنگ

جس وقت قرا تکین نے اپنے غلام فارس کو ۳۱۶ھ میں قتل کر کے جرجان سے کوچ کیا ابو الحسین بن ناصر بن علی اطروش علوی نے استر آباد سے جرجان کا قصد کیا اور پہنچتے ہی اس پر قابض ہو گیا۔ امیر سعید نے ابو الحسین کی جنگ پر سیجور ودانی کو چار ہزار سواروں کی جمعیت سے روانہ کیا۔ جرجان سے بیس کوس کے فاصلہ پر پہنچ کر سیجور نے پڑاؤ کیا۔ ابو الحسین آٹھ ہزار دیلمی پیادوں سے مقابلہ پر آیا۔ دونوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی' سیجور نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو کمین گاہ میں بٹھا دیا تھا۔ ان لوگوں نے خروج میں تاخیر کی جس سے سیجور کو شکست اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ سرخاب سپہ سالار دیلم نے تعاقب کیا اور ابو الحسین کے لشکری غارت گری میں مصروف ہو گئے۔ اتنے میں سیجور کی فوج نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا اور ابو الحسن کو شکست ہوئی' چار ہزار فوج کھیت رہی' ابو الحسن براہ دریا استر آباد کی طرف بھاگا۔ استر آباد میں پہنچنے کے بعد اس کے بقیۃ السیف ہمراہی بھی آ ملے۔

سرخاب جو سیجور کے تعاقب میں گیا ہوا تھا' واپس آیا تو رنگ ہی دوسرا تھا۔ اس کے فتح مند ہمراہی خاک و خون میں لوٹ رہے تھے۔ لشکر گاہ میں ہو کا عالم تھا۔ حیرت زدہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اپنے حواس درست کیے' اپنے ہمراہیوں کے اہل و عیال اور ہمراہیوں کو ساتھ لے کر استر آباد کا راستہ اختیار کیا باقی رہا سیجور اس نے یہ سن کر کہ میری شکست کے بعد میرے ہمراہیوں کو فتح نصیب ہوئی ہے' واپس آیا اور جرجان میں قیام پذیر ہوا۔

ماکان بن کالی

ان واقعات کے بعد سرخاب نے وفات پائی' ابن اطروش نے ماکان بن کالی کو استر آباد پر بطور اپنے نائب کے مامور کر کے ساریہ کی جانب کوچ کیا' اس کے ساتھ محمد بھی تھا۔ (اصل کتاب میں جگہ خالی ہے) اہل ساریہ نے اطروش کو نکال کر بقرا خاں کو اپنا امیر بنایا۔ ابن اطروش ساریہ سے نکل کر جرجان پہنچا پھر جرجان سے نیشا پور چلا گیا۔ ماکان ساریہ سے لوٹ کر استر آباد آیا اور استر سے بقرا خاں کے پاس نیشا پور چلا گیا۔ یہ ماکان بن کالی کا ابتدائی حال ہے عنقریب اس کے حالات بیان کئے جائیں گے۔

الیاس بن اسحاق کا خروج

۳۰۱ھ میں اسحاق اور اس کے بیٹے الیاس کی سمرقند میں بغاوت کے واقعات ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اسحاق بخارا میں پہنچ کر مر گیا۔ اس کا بیٹا الیاس فرغانہ چلا گیا اور وہیں ۳۱۶ھ تک قیام پذیر رہا' اس کے بعد فوجیں درست اور سامان فراہم کر کے سمرقند پر حملہ کرنے کی تیاری کی' محمد بن حسین بن مت سپہ سالار بنو سامان سے امداد طلب کی' ترکان فرغانہ سے بھی مالی اور فوجی مدد کا خواست گار ہوا۔ ان لوگوں نے کمال خوشی سے مدد دی۔ تیس ہزار سوار بات کی بات میں جمع ہو گئے۔ چنانچہ الیاس نے سمرقند کی طرف قدم بڑھایا' امیر نصر نے اس کی مدافعت کے لئے ابو عمرو اور محمد بن اسد کو ڈھائی ہزار پیادوں کی جمعیت سے روانہ کیا' ابو عمر نے الیاس کے پہنچنے سے پیشتر جھاڑیوں میں فوج کے چند دستوں کو کمین گاہ میں بٹھا دیا تھا۔ جونہی الیاس قریب سمرقند پہنچا اور اس کے فوجی خیموں کے نصب کرنے اور پڑاؤ ڈالنے میں

معروف ہوئے ابو عمر کے لشکر نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا محمد بن حسین شکست کھا کر بھاگا' اسیجاب پہنچا اور جب اسے اسیجاب میں پناہ کی صورت نظر نہ آئی تو اطرافِ طراز میں جا کر دم لیا۔ اس صوبہ کے حاکم کو اطلاع ہو گئی اس نے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور سر اتار کر بخارا بھیج دیا۔

اس شکست کے بعد الیاس نے ابو الفضل بن ابو یوسف صاحب الساس سے امداد کی درخواست کی' ابو الفضل نے اس کی کمک پر محمد بن الیسع کو ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ کیا اور خود بھی آمد آیا مگر الیاس کو اس مرتبہ بھی شکست ہوئی' بھاگ کر کاشغر چلا گیا اور ابو الفضل کو گرفتار کر کے بخارا بھیج دیا گیا اور وہیں مر گیا' الیاس نے کاشغر پہنچ کر وائی کاشغر طغا تکین بادشاہ ترک کی بیٹی سے عقد کر لیا اور اس کے پاس وہیں قیام اختیار کیا۔

صعلوک کی سرکشی و قتل

خلیفہ مقتدر نے رے کی حکومت پر یوسف بن ابی الساج کو مامور کیا تھا چنانچہ ۳۱۱ھ میں یوسف نے رے کی طرف کوچ کیا اور پہنچتے ہی احمد بن علی برادر صعلوک کے قبضہ سے رے کو نکال لیا۔ صعلوک نے اس واقعہ سے قبل رے کو چھوڑ کر دار الخلافت بغداد کا راستہ اختیار کیا تھا۔ خلافت مآب نے صعلوک کو رے کی سند حکومت عطا کی۔ رے پہنچ کر کچھ عرصہ بعد صعلوک نے علم خلافت کی مخالفت پر کمر باندھی اور باغی ہو کر ماکان بن کالی سپہ سالار دیلم اور اولاد اطروش سے جو کہ طبرستان اور جرجان میں تھے' مل گیا۔ خلیفہ مقتدر نے اس کی سرکوبی پر یوسف بن ابی الساج کو مامور کیا۔ یوسف اور صعلوک کی لڑائیاں ہوئیں بالآخر یوسف نے اسے قتل کر کے رے پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد خلیفہ مقتدر نے ۳۱۴ھ میں یوسف کو طلب کر کے واسط کی جانب جنگ قرامطہ پر بھیج دیا اور رے کی حکومت پر سعید نصر بن احمد کو مقرر فرمایا' سعید رے پر قبضہ کرنے کے لئے بڑھا۔

رے پر اس وقت یوسف بن ابی الساج کا ایک غلام فاتک نامی حکومت کر رہا تھا۔ سعید نصر سامانی اوائل ۳۱۴ھ میں رے کی جانب روانہ ہوا' کوچ و قیام کرتا ہوا جس وقت کوہ قارن تک پہنچا ابو نصر طبری نے جبل قارن سے گزرنے نہ دیا' سعید نصر نے تیس ہزار دینار دے کر ابو نصر طبری کو راضی کر لیا اور جبل قارن کو عبور کر کے رے پہنچا۔ فاتک نے سعید نصر کی آمد کی خبر پا کر رے چھوڑ دیا۔ سعید نصر نے رے پر نصف سنہ مذکور میں قبضہ کر لیا اور دو ماہ قیام کر کے بخارا کی جانب واپس ہوا۔

صعلوک کی وفات

سعید نصر نے واپسی کے وقت رے پر محمد بن علی ملقب بہ صعلوک کو نائب مقرر کیا تھا' اس نے شعبان ۳۱۶ھ تک رے میں قیام کیا پھر اتفاق سے بیمار ہو گیا' بیماری میں حسن داعی اور ماکان بن کالی کو لکھ بھیجا کہ آپ لوگ رے تشریف لائیے میں جاں بلب ہوں تاکہ رے آپ کے حوالے کر دوں۔ چنانچہ حسن داعی اور ماکان دیلمی آئے اور محمد بن علی صعلوک نے رے ان کے حوالے کر کے رے چھوڑ دیا اور راہ میں دامغان پہنچ کر مر گیا۔

اس وقت سے حسن داعی رے کا مستقل حکمران ہو گیا' اس کے بعد ہی قزوین' زنجان' ابہر اور قم وغیرہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ ان مہمات میں ماکان اس کے رکاب میں تھا۔ اسی اثناء میں اسفار نے طبرستان پر قبضہ کر لیا تھا۔ چنانچہ داعی حسن اور ماکان نے اسفار پر فوج کشی کی۔ ساریہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ میدان اسفار کے ہاتھ رہا' حسن بن قاسم شکست کھا کر بھاگا اور جنگ کے دوران میں مارا گیا جیسا کہ اخبار علویہ طبرستان کے ضمن میں تحریر کیا جا چکا ہے۔

اسفار بن شیرویہ سردارانِ دیلم میں سے تھا اور ماکان بن کالی کے مصاحبوں اور احباب میں سے تھا۔ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ابو الحسن بن اطروش نے ماکان بن کالی کو استر آباد کی حکومت پر مامور کیا تھا اور یہ کہ دیلمیوں نے جمع ہو کر اسے امیر و سردار بنا لیا تھا اور اس نے جرجان پر قبضہ کر لیا تھا' اس کے بعد طبرستان کو بھی دبا لیا اور اپنی جانب سے اپنے بھائی ابو الحسن بن کالی کو جرجان کی حکومت پر مامور کیا۔

اسفار بن شیرویہ اس کے سپہ سالاروں میں تھا۔ ابو الحسن کی تقرری سے ناراض ہو کر ماکان سے علیحدہ ہو کر ۳۱۵ھ میں بکر بن محمد بن الیسع کے پاس نیشاپور چلا آیا۔ بکر بن محمد نے اسفار کو جرجان فتح کرنے کے لئے بھیج دیا اس سے جرجان میں ایک گونہ اضطراب پیدا ہو گیا۔

اطروش کا جرجان و طبرستان پر قبضہ

ماکان بن کالی نے جرجان میں ابو علی بن اطروش کو اپنے بھائی ابو الحسن ابن کالی کی زیر نگرانی قید کر رکھا تھا' اطروش نے موقع پا کر قید سے نکل کر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر کے جرجان پر قابض ہو گیا چونکہ اطروش تنہا ماکان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا' اس لیے اسفار بن شیرویہ کو اپنی حمایت اور ماکان کی روک تھام کے لئے بلا بھیجا چنانچہ اسفار اس کی طلبی پر آ گیا اور اس کی حکومت کو مضبوط کر دیا۔ ماکان یہ خبر پا کر اپنی فوجیں لیے ہوئے طبرستان سے جرجان آ پہنچا' اطروش اور اسفار نے ماکان سے سینہ سپر ہو کر لڑائی کی اور اس کو شکست دے کر طبرستان تک تعاقب کرتے چلے گئے۔ طبرستان پہنچ کر دونوں حریفوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی بالآخر ان لوگوں نے طبرستان پر قبضہ کر لیا اور وہیں مقیم ہو گئے۔

ماکان کی طبرستان پر فوج کشی

اس کے بعد ابو علی اطروش کا طبرستان میں ہی انتقال ہو گیا۔ ماکان نے اس سے مطلع ہو کر طبرستان پر فوج کشی کر دی اور اس واقعہ میں اسفار کو شکست ہوئی اور طبرستان پر ماکان قابض ہو گیا کچھ عرصہ بعد اسفار نے فوجیں جمع کر کے حسن بن اسم داعی اور ماکان کو شکست دی' جنگ کے دوران داعی بھی مارا گیا۔ اسفار نے دوبارہ طبرستان' جرجان' رے' قزوین' زنجان' ابہر' قم اور کرخ پر قبضہ کر لیا۔ امیر سعید نصر بن احمد والی خراسان سامانی کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔

ہارون بن بہرام انہی ممالک کے ایک صوبہ کا گورنر تھا اور اطروش کے لڑکوں میں سے ابو جعفر علوی کا ہوا خواہ اور اس کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا۔ اسفار نے اس خیال سے کہ مبادا ہارون کسی جدید شورش اور جنگ کا محرک بن جائے' اسے آمد کی سند حکومت عطا کی اور آمد کی کسی سردار کی لڑکی سے عقد کر دیا۔ ہارون کی شادی کے موقع پر ابو جعفر وغیرہ سرداران علویہ بھی آئے تھے۔ اسفار نے موقع پا کر حملہ کر دیا اور ابو جعفر اور تمام علویوں کو گرفتار کر کے بخارا بھیج دیا اور قید کر دیا۔

ان واقعات سے اسفار کے قدم حکومت پر مستقل طور سے جم گئے۔ خود مختاری کا خیال دماغ میں سما گیا۔ امیر سعید نصر بن احمد والی خراسان اور خلافت مآب خلیفہ مقتدر سے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ امیر سعید بخارا سے اسفار سے جنگ کے لئے نیشاپور کی طرف روانہ ہوا۔ اسفار کے وزیر السلطنت محمد بن مطرف جرجانی نے رائے دی کہ جنگ سے صلح بہتر ہے' اپنے امیر سے مخالفت اچھی نہیں' چنانچہ اسفار نے اس رائے کے مطابق امیر سعید نصر کی حکومت کی اطاعت قبول کی اور ادائے خراج کی تمام شرطیں منظور کیں۔

اسفار کا خاتمہ

کچھ عرصہ بعد مرداویج جو اسفار کے نامور سپہ سالاروں میں سے تھا' باغی ہو گیا۔ طبرستان سے ماکان کو اپنی کمک پر بلایا۔ چنانچہ اسفار سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بالآخر اسفار کو شکست ہوئی اور وہ جنگ کے دوران مارا گیا۔ مرداویج نے اس کے تمام مقبوضات پر قبضہ کر لیا جیسا کہ دیلم کے حالات میں تحریر کیا جا چکا ہے۔ مرداویج اسفار کے سر کرنے سے فارغ ہو کر طبرستان و جرجان کو بھی ماکان سے حاصل کرنے کے لئے بڑھا۔ ماکان نے امیر سعید سے امداد کی درخواست کی' امیر سعید نے ابو علی بن محمد مظفر کو اس کی کمک پر روانہ کیا۔ مرداویج نے ماکان اور ابو علی دونوں کو شکست دے دی' ابو علی نیشاپور چلا آیا اور ماکان نے خراسان کا راستہ لیا۔ (یہ کل واقعات ۳۱۶ھ کے ہیں۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ مطبوعہ مصر)

ابو زکریا یحییٰ کی امارت

امیر سعید نصر بن احمد سامانی تخت حکومت پر متمکن ہو کر اپنے بھائیوں سے برگشتہ ہو گیا۔ اس کے تین بھائی تھے' ابو ذکریا یحییٰ ابو صالح منصور اور ابو اسحاق ابراہیم' یہ سب امیر احمد بن اسماعیل سامانی کے بیٹے تھے۔ امیر سعید نصر نے ان تینوں بھائیوں کو گرفتار کر کے بخارا میں قید کر دیا اور چند محافظوں کو اس کی نگرانی پر مامور کیا۔ جس وقت امیر سعید نے ۳۱۵ھ میں نیشا پور کی طرف کوچ کیا تو یہ لوگ ابوبکر اصفہانی خباز کی سازش سے (نان پز) جو کہ انہیں کھانا کھلانے کے لئے جیل میں جاتا تھا' جیل سے نکل آئے۔ ابوبکر خباز ایک چلتا پرزہ شخص تھا' اس نے پہلے لشکریوں کو بلایا اور ان لوگوں کا حال بتا کر ان کے حقوق کا اظہار کیا۔ جب لشکریوں نے ان کے حقوق شاہی تسلیم کر لئے اور جمعہ کے دن ان کے ساتھ ہو کر خروج کیا تو ابو بکر خباز جیل خانہ میں پنجشنبہ کے دن داخل ہوا۔ دستور یہ تھا کہ جیل خانہ کا دروازہ جمعہ کے دن عصر کے وقت تک کھلا کرتا تھا' رات انہی تین قیدیوں کے ساتھ بسر کی۔ لشکر کے ملانے اور ان کے وعدہ کرنے کے حالات بتلائے صبح ہوئی تو جمعہ سے قبل دربانوں کے پاس گیا' بہت سی رقم دے کر کہنے لگا کہ بھائی دروازہ کھول دو تا کہ جمعہ قضا نہ ہو۔ دربانوں نے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کا کھلنا تھا کہ ہنگامہ برپا ہو گیا۔ لشکر کے چند سپاہی جو حملہ کے لئے پہلے سے آمادہ کر لئے گئے تھے' دربانوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں گرفتار بھی کر لیا۔ امیر احمد کی اولاد کو تمام ان علویوں' دیلمیوں اور دیگر قیدیوں کے ساتھ جو ان کے ساتھ تھے' نکال لائے۔ تمام سپہ سالاروں اور فوج نے سلامی دی۔ شیرویہ بن جبلی ان معاملات میں زیادہ پیش پیش تھا۔ اراکین شہر نے کمال جوش و مسرت سے ابو زکریا یحییٰ کی امارت کی بیعت کی اور سب نے متفق ہو کر امیر سعید نصر کا خزانہ اور دارالامارت لوٹ لیا۔ ابو زکریا یحییٰ نے ابوبکر خباز کو اپنے خاص مصاحبوں میں داخل کر لیا۔

اس واقعہ کی اطلاع امیر سعید کو ہوئی تو اس نے نیشا پور سے بخارا کی جانب کوچ کیا' ابوبکر محمد بن مظفر امیر لشکر خراسان ان دنوں جرجان میں مقیم تھا' جب اسے اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے ماکان کو بلا کر اس سے سُسرالی رشتہ قائم کر لیا اور نیشا پور کی حکومت دے کر اس کی حمایت و محافظت کی ہدایت کی۔ ماکان نے نیشا پور کی جانب کوچ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ امیر سعید نصر نیشا پور سے بخارا کی طرف روانہ ہو گیا تھا اور ابو زکریا یحییٰ نے نہر پر ابوبکر خباز کو مامور کر دیا تھا چنانچہ ابوبکر نے امیر سعید کو نہر عبور کرنے سے روکا' لڑائی چھڑ گئی۔ امیر سعید نے ابوبکر کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور فتح کا جھنڈا لئے بخارا میں داخل ہو گیا۔ جس تنور میں ابوبکر خباز روٹیاں پکایا کرتا تھا اس میں امیر سعید نے اسے ڈال دیا وہ جل کر خاکستر ہو گیا۔ اس شکست کے بعد ابو زکریا یحییٰ نے سمرقند جا کر قیام کیا پھر وہاں سے بھی دل برداشتہ ہو کر اطراف صغانیاں کا راستہ لیا' ان دنوں یہاں پر ابو علی بن احمد بن ابی بکر بن محمد بن مظفر سپہ سالار افواج خراسان مقیم تھا' یحییٰ اطراف صغانیاں کا گزر کر ترمذ پہنچا۔ جونہی نہر بلخ کو عبور کیا۔ قرا تکین اظہارِ اطاعت کی غرض سے حاضر ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ مرو کی طرف گیا جب محمد بن مظفر وارد نیشا پور ہوا تو یحییٰ نے اس سے خط و کتابت کر کے اسے بلا لیا۔

محمد بن مظفر کی فتوحات

کچھ عرصہ بعد محمد بن مظفر ماکان بن کالی کو نیشا پور میں اپنا نائب مقرر کر کے اور مرو کا خیال ظاہر کر کے یحییٰ کی طرف روانہ ہوا۔ تھوڑی دور چل کر مرو کے راستہ سے ہٹ کر بوشنج و ہرات کی طرف نہایت تیزی سے بڑھا اور دونوں شہروں پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد ہرات سے براہ غرشتان صغانیاں کی طرف قدم بڑھایا۔ اس نقل و حرکت سے یحییٰ کو محمد کی مخالفت کا خطرہ پیدا ہوا' ایک فوج اس کی روک تھام کے لئے روانہ کی۔ درمیان میں راہ میں مڈبھیڑ ہوئی۔ محمد نے اس فوج کو شکست دے کر غرشتان سے کوچ کیا اور اپنے بیٹے ابو علی کو صغانیاں سے اپنی کمک پر بلا بھیجا' ابو علی نے ایک تازہ دم فوج اپنے باپ کی مدد کو بھیج دی۔ محمد نے بلخ کا قصد کیا۔ بلخ میں منصور بن قرا تکین حکمرانی کر رہا تھا۔ دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا' سخت اور خونریز جنگ کے بعد محمد کو فتح ہوئی' منصور شکست کھا کر جرجان چلا گیا اور محمد کامیابی حاصل کر کے صغانیاں میں آ رہا' اپنے بیٹے سے ملا اور ان واقعات سے امیر سعید نصر کو مطلع کیا۔ امیر سعید نصر یہ خبر سن کر بے حد خوش ہوا۔ اسی خوشی میں بلخ اور طخارستان کی حکومت عطا کی۔ محمد نے ان صوبجات پر اپنی طرف سے اپنے بیٹے ابو علی کو مامور کیا اور

خود امیر سعید نصر کی خدمت میں چلا آیا۔
ان واقعات نے یحییٰ اور منصور کی کمرہمت توڑ دی۔ اپنے بھائی امیر سعید نصر کی خدمت میں حاضر ہو کر امن کے خواست گار ہوئے اور کچھ عرصہ بعد انتقال کر گئے باقی رہا ابو اسحاق ابراہیم ۔ دارالخلافت بغداد بھاگ گیا پھر بغداد سے موصل چلا گیا۔ قرا تکین نے مقام بست میں وفات پائی' سارا فتنہ ۔ فساد فرو ہو گیا۔ حکومت و سلطنت کا شیرازہ بندھ گیا۔

جعفر بن ابو جعفر کی اطاعت

جعفر بن ابو جعفر بن داؤد سلاطین سامانیہ کی جانب سے ختل (ختل بخاء معجمہ مضمومہ و تاشاۃ فوقانیہ مشددہ مفتوحہ) کا گورنر تھا۔ ابو سعید نصر کو اس کی جانب سے بھی کچھ شبہ پیدا ہوا۔ ابو علی احمد بن ابو بکر محمد بن مظفر کو جعفر پر فوج کشی کرنے کی غرض سے لکھ بھیجا' ابو علی اس وقت صغانیاں میں تھا۔ ابو علی نے فوجیں جمع کر کے جعفر پر فوج کشی کر دی اور کمال مردانگی سے جعفر کو شکست دی' گرفتار کر کے بخارا لے آیا اور قید کر دیا جب قید خانہ سے یحییٰ ابو بکر خباز کی سازش سے باہر نکالا گیا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں تو یہ بھی یحییٰ کے ساتھ ساتھ رہا جب اس نے یحییٰ کے حالات سنورتے نہ دیکھے تو اجازت حاصل کر کے ختل چلا گیا اور وہاں پہنچ کر ۳۱۸ھ میں امیر سعید نصر کی حکومت کی اطاعت قبول کر لی' جس سے آئندہ اس کی بہتری اور صلاحیت ظہور میں آئی۔
ابو بکر محمد بن مظفر' امیر سعید نصر کی طرف سے جرجان کا گورنر تھا۔ جب رے میں مرداویج کی حکومت کو استحکام حاصل ہو گیا کہ اخبار دیلم میں بیان کیا جائے گا تو ابنِ مظفر جرجان کو خیرباد کہہ کر امیر سعید نصر کی خدمت میں نیشا پور چلا آیا۔ امیر سعید یہ خبر پا کر فوجیں مرتب کر کے جرجان کی طرف بڑھا۔

مرداویج کی اطاعت

محمد بن عبیداللہ بلعمی وزیر السلطنت سلاطین' سامانیہ اور مطرف بن محمد وزیر مرداویج کو اس کی خبر مل گئی۔ مرداویج نے مطرف کو قتل کر ڈالا تب محمد بن عبیداللہ نے مرداویج کو دوستانہ اور نصیحت آموز خط تحریر کیا جس میں امیر سعید نصر کے احسانات کا ذکر کر کے یہ رائے دی کہ تم جرجان سے قبضہ اٹھا لو اور کچھ زرِ نقد دے کر اپنے محسن قدیم اور امیر سعید نصر سے مصالحت کر لو ورنہ آئندہ تمہاری خرابی کے سامان نظر آ رہے ہیں۔ اس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ تمہارے جرجان پر قبضہ کرنے کا محرک تمہارا وزیر مطرف تھا جسے تم نے قتل کی سزا دی۔ مرداویج اس خط کو پڑھ کر اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے جرجان سے اپنا قبضہ اٹھا لیا اور تاوانِ جنگ دے کر امیر سعید سے مصالحت کر لی۔ امیر سعد نصر مہم جرجان سے فراغت حاصل کر کے اندرونی انتظام کی جانب مصروف ہوا۔ محمد بن مظفر کو ۳۲۱ھ میں تمام عساکرِ خراسان کا افسرِ اعلیٰ مقرر کیا اور اپنے ممالک مقبوضہ کے نظم و نسق کا کل اختیار دے کر اپنے دارالحکومت بخارا واپس آیا اور وہیں قیام پذیر ہو گیا۔

محمد بن الیاسؒ

محمد بن الیاس امیر نصر کے اراکین دولت میں سے تھا کسی بات پر امیر سعید نے ناراض ہو کر محمد بن الیاس کو قید کر دیا پھر محمد بن عبیداللہ بلعمی کی سفارش سے رہا کر دیا۔ محمد بن مظفر نے اسے جرجان بھیج دیا۔ محمد بن الیاس نے جرجان پہنچ کر اپنا رنگ دکھایا۔ جس وقت یحییٰ اور اس کے بھائیوں نے امیر سعید نصر کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اس وقت محمد الیاس بھی ان لوگوں سے جا ملا اور بغاوت ۔ سرکشی میں پورا پورا حصہ لیا۔ نیشا پور میں یحییٰ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ جب امیر سعید نے ان لوگوں پر حملہ کیا تو یحییٰ سے علیحدہ ہو کر کرمان چلا گیا اور اس پر قابض ہو گیا۔ پھر کرمان سے نکل کر بلادِ فارس کی طرف بڑھا۔ اس وقت ملک فارس کی عنانِ حکومت یاقوت کے قبضۂ اقتدار میں تھی۔
محمد بن الیاس کوچ ۔ قیام کرتا ہوا اصطخر پہنچا اور یاقوت سے یہ ظاہر کیا کہ میں امن حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں مگر یاقوت اس

کے مکر و حیلہ سے مطلع ہو گیا تب محمد بن الیاس کرمان کی جانب واپس ہوا۔ اس وقت امیر سعید نے اپنے نامور سپہ سالار ماکان بن کالی کو ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ ۳۲۱ھ میں کرمان کے سر کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ محمد بن الیاس کی ماکان سے معرکہ آرائی ہوئی' بالآخر محمد بن الیاس کو شکست ہوئی اور ماکان نے امیر سعید نصر بن احمد کی نیابت میں کرمان پر قبضہ کر لیا' محمد بن الیاس شکست کھا کر دینور چلا گیا' کچھ عرصہ بعد ماکان کرمان سے واپس چلا آیا جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے' اس کے واپس ہوتے ہی محمد بن الیاس پھر کرمان کی طرف واپس چلا آیا۔

امیر سعید نصر کا فرمان

امیر نصر نے مرداویج کے قتل کے بعد ایک فرمان ماکان کے نام دوسرا محمد مظفر والی خراسان کے پاس روانہ کیا اور جرجان اور رے کی جانب بڑھنے کا حکم دیا۔ رے میں ان دنوں دشمکیر برادر مرداویج حکومت کر رہا تھا۔ ماکان نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے نیشا پور پہنچا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ محمد بن مظفر نیشا پور پر قابض ہو گیا تھا اور ماکان کے پہنچنے سے پہلے دشمکیر کو شکستِ فاش دے چکا تھا۔ اس وجہ سے ماکان اس جنگ سے رُک گیا اور نیشا پور میں مقیم ہو گیا۔ امیر سعید نصر نے اس صوبہ کی سندِ حکومت ماکان کو عطا کی۔ یہ واقعہ اوائل ۳۲۴ھ کا ہے۔

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ محمد بن الیاس نے ماکان کی واپسی کے بعد پھر کرمان کا ارادہ کیا تھا چنانچہ امیر سعید نصر کی فوج سے جو کہ کرمان میں مقیم تھی' متعدد لڑائیاں ہوئیں' لیکن آخر کار محمد بن الیاس کو فتح نصیب ہوئی اور وہ کرمان پر قابض ہو گیا۔

ماکان کی بغاوت

جب بانجیین[1] (بانجیین دیلمی دشمکیر کے سپہ سالاروں سے تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۱۵) نے جرجان پر قبضہ کر لیا اور ماکان نیشا پور میں خیمہ زن ہوا اور نیشا پور کی عنان حکومت ماکان کو دی گئی تو تھوڑے دن بعد بانجیین انتقال کر گیا۔ محمد بن مظفر سپہ سالار افواج سلاطین سامانیہ کو اس کی خبر لگی تو اس نے ماکان گورنر نیشا پور کو جرجان پر قبضہ کر لینے کے لئے لکھا۔ ماکان نے حیلہ و حوالہ کر کے ٹال دیا اس کے بعد نیشا پور سے نکل کر اسفرائین کی طرف گیا اور وہاں سے ایک فوج جرجان پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کی۔ چنانچہ اس فوج نے پہنچتے ہی جرجان پر قبضہ کر لیا۔ قبضہ جرجان کے بعد خود مختار رہنے کی سوجھی۔ مخالفت و خود سری کا اعلان کر دیا۔ اس وقت محمد بن مظفر نیشا پور چلا آیا تھا۔ ماکان نے اس کی فوج کی کمی کا احساس کر کے نیشا پور کی طرف قدم بڑھایا۔ چونکہ محمد بن مظفر کو ماکان کے ارادوں کی خبر نہ تھی اور نہ وہ جنگ کے لئے تیار تھا اس وجہ سے نیشا پور کو چھوڑ کر سرخس چلا آیا اور ماکان رمضان ۳۲۴ھ میں نیشا پور میں داخل ہوا۔ پھر یہ سوچ کر کہ مبادا شاہی افواج جمع ہو کر یلغار کریں' نیشا پور سے واپس ہوا۔

ابو علی بن ابو بکر محمد

ابو بکر محمد بن مظفر بن محتاج والیٔ خراسان امیر سعید نصر کے نامور گورنروں میں سے تھا اور ۳۲۱ھ سے خراسان کی گورنری پر تھا جب ۳۲۷ھ کا دور آیا ابو بکر محمد بیمار ہو گیا اور اس کی بیماری نے طول پکڑا تو امیر سعید نے اسے آرام دینے کی غرض سے اس کے بیٹے ابو علی کو صغانیاں سے طلب کر کے خراسان کی گورنری عنایت کی اور اس کے باپ کو اس واقعہ سے مطلع کر کے بخارا طلب کیا۔ ابو بکر محمد نیشا پور سے تین منزل کی مسافت پر اپنے بیٹے ابو علی سے ملا اور اسے امور سیاست اور انتظام سلطنت کے اصول سمجھا کر بخارا چلا آیا۔

ابو علی اسی سنہ مذکور میں نیشا پور میں داخل ہوا' چندے قیام پذیر رہا پھر ماہ محرم ۳۲۸ھ میں جرجان کی طرف کوچ کیا اس وقت جرجان پر ماکان قابض تھا اور امیر سعید نصر کی حکومت سے باغی تھا' ماکان نے اگرچہ جرجان کے گرد و نواح کے چشموں اور کنوؤں کا پانی خراب کر دیا تھا مگر ابو علی نے جوں توں ان دشوار گزار منزلوں سے گزر کر جرجان سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا اور نہایت سختی سے

رسد ، غلہ کی آمد بند کر دی۔ ماکان نے تنگ آ کر دشمکیر سے امداد طلب کی' دشمکیر اس وقت رے میں تھا۔ اس نے اپنے سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار کو اس کی کمک پر روانہ کیا اس سپہ سالار نے جرجان کے قریب پہنچ کر دونوں حریفوں میں صلح کی گفتگو شروع کرا دی۔ دو چار بار رد و کد کے بعد صلح کی گفتگو تمام ہو گئی ماکان جرجان چھوڑ کر طبرستان چلا گیا ابو علی نے ۳۲۸ھ میں جرجان پر قبضہ کر لیا اور اس کا نظام حکومت درست کر کے اپنی جانب سے ابراہیم بن سیجور دواتی کو مامور کیا اور سامان جنگ و سفر درست کر کے ماہ ربیع الاوّل ۳۲۹ھ میں رے کا قصد کیا' اس وقت رے پر دشمکیر بن زیاد برادر مرداویج قابض تھا۔ اس نے اپنے بھائی کے بعد اس صوبہ پر قبضہ کر لیا تھا عماد الدولہ اور رکن الدولہ پسران بویہ' ابو علی گورنر خراسان کو رے پر قبضہ کر لینے کی تحریک و ترغیب دے رہے تھے اور مالی اور فوجی مدد دینے کا وعدہ کرتے تھے۔ راز یہ تھا کہ جس وقت ابو علی رے کو دشمکیر سے چھین لے گا اس وقت رقبۂ حکومت وسیع ہونے کی وجہ سے رے میں قیام نہ کر سکے گا' بآسانی تمام یہ اس پر قابض ہو جائیں گے۔ الغرض ابو علی ان لوگوں کی تحریک سے رے پر قبضہ کے خیال سے روانہ ہوا۔ دشمکیر نے اس سے مطلع ہو کر ماکان بن کالی کو لکھ بھیجا اور امداد طلب کی' ماکان فوجیں مرتب کر کے طبرستان سے روانہ ہوا۔ ادھر ابو علی رے کے قریب آ پہنچا۔ رکن الدولہ اور عماد الدولہ کی امدادی فوجیں بھی آ گئیں' اطراف رے میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا' دشمکیر شکست کھا کر طبرستان کی طرف بھاگا اور وہیں پہنچ کر قیام اختیار کیا' ماکان سینہ سپر ہو کر میدان جنگ میں لڑتا رہا آخر الامر ایک تیر آ کر لگا جس سے ماکان نے تڑپ کر جان دے دی۔ فوج میں بھگدڑ مچ گئی' فتح مند گروہ نے لوٹ مار شروع کر دی' ابو علی فتح مندی کا جھنڈا لئے ہوئے ۳۱۹ھ میں رے میں داخل ہوا اور ماکان کا سر قیدیانِ جنگ کے ساتھ دارالسلطنت بخارا روانہ کیا۔

اس شکست کے بعد دشمکیر طبرستان میں مقیم رہا' یہاں تک کہ اس نے بھی ملوکِ سامان کی اطاعت قبول کر لی۔ ۳۳۰ھ میں خراسان آیا اور قیدیانِ جنگ کے واپس ملنے کی درخواست کی' امیر سعید نصر نے قیدیوں کو اس کی درخواست کے مطابق رہا کر دیا اور مقتولین کا سر بخارا میں رہ گیا، دارالخلافت بغداد نہیں بھیجا گیا۔ ابو علی گورنر خراسان نے رے پر قبضہ کر لینے کے بعد امیر سعید نصر کی حکومت کے تحت حکمرانی شروع کر دی۔ نظم و نسق درست کر کے ایک فوج کو بلاد خل سر کرنے کے لئے روانہ کیا اس فوج کو اس مہم میں کامیابی ہوئی۔ پھر ابو علی نے رفتہ رفتہ زنجان' ابہر' قزوین' قم' کرخ' ہمدان' نہاوند اور دینور کو حدود حلوان تک کسی کو بزور تیغ کسی کو حکمتِ عملی سے فتح کر کے اپنے دائرۂ حکومت میں داخل کر لیا۔ عمال مقرر کیے' خراج وصول کیا۔

ساریہ کی مہم

حسن بن فیرزان' ماکان بن کالی کا چچازاد بھائی اس وقت ساریہ میں تھا۔ دشمکیر اسے ایک مدت سے اپنا مطیع بنانا چاہتا تھا اور حسن انکار کر رہا تھا۔ دشمکیر نے ابو علی سے شکست کھا کر حسن کے زیر کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے اس ارادہ کو پورا کرنے کی غرض سے فوجیں جمع کر کے ساریہ پر چڑھائی شروع کر دی اور محاصرہ کر کے ساریہ پر قبضہ کر لیا۔ حسن بحال پریشان کسی طرح اپنی جان بچا کر ابو علی کی خدمت میں پہنچا' اپنی سرگزشت بیان کر کے امداد کا خواست گار ہوا چنانچہ ابو علی نے اپنا لشکر جمع کر کے حسن کی کمک پر کمر باندھی اور کوچ ، قیام کرتا ہوا ساریہ پہنچا۔ دشمکیر اس وقت تک ساریہ میں مقیم تھا۔ ابو علی نے ۳۳۰ھ میں دشمکیر پر ساریہ کا محاصرہ کر لیا اور نہایت سختی سے لڑائی شروع کر دی بالآخر دشمکیر نے مصالحت کی درخواست کی' ابو علی نے امیر سعید نصر سامانی کی اطاعت کا اقرار لے کر مصالحت کر لی اور اس کے بیٹے سلار کو بطور رہن اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ جمادی الآخر ۳۳۱ھ میں مہم ساریہ سے فارغ ہو کر ابو علی نے جرجان کی جانب کوچ کیا۔ جرجان پہنچ کر امیر سعید نصر کی وفات کی خبر سنی فوراً خراسان کی جانب کوچ کر دیا۔

حسن بن فیرزان کی بغاوت

امیر سعید نصر کی وفات اور ابو علی کے خراسان کی جانب واپس ہونے سے حسن کو بغاوت کا موقع مل گیا' نہایت بے باکی سے ابو علی کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور دشمکیر کے بیٹے سلار کو جو ابو علی کے پاس رہن تھا' لے کر جرجان آیا اور اس پر قابض ہو گیا ادھر

دشمکیر نے رے کی جانب قدم بڑھایا اور کمال تیزی سے رے پر قبضہ کر لیا اس کے بعد حسن نے دشمکیر سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا اور ملانے کی غرض سے سالار ابن دشمکیر کو دشمکیر کے پاس بھیج دیا۔ دشمکیر نے حسن کی تحریر کے مطابق لشکر خراسان کے مقابلہ پر امداد دینے کا وعدہ کیا اور ملک گیری کی ترغیب دی۔

رکن الدولہ بن بویہ کی رے پر فوج کشی

دشمکیر کے قبضہ رے کے بعد بنو بویہ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ دشمکیر کی فوج اور مال کی قلت سے جو کہ ابو علی سے جنگ کی وجہ سے محسوس ہو رہی ہے' فائدہ اٹھایا جائے۔ اس بناء پر رکن الدولہ بن بویہ نے رے پر فوج کشی کی۔ دشمکیر مقابلہ پر آیا اور شکست اٹھا کر بھاگا۔ اس کے اکثر ہمراہی رکن الدولہ سے امن حاصل کر کے اس کے لشکر میں داخل ہو گئے' دشمکیر خاک بسر طبرستان کی جانب روانہ ہوا۔ حسن بن فیرزان کو اس کی خبر لگی تو وہ بھی دشمکیر سے اپنی پرانی عداوت نکالنے پر تل گیا' فوج کے چند دستے لے کر مقابلے پر نکل آیا۔ دشمکیر کے بقیہ ہمراہیوں میں سے اکثر نے حسن سے امن حاصل کر کے اپنی جان بچائی۔ دشمکیر نے شکست کھا کر خوابیان کا راستہ لیا۔ انھیں واقعات سے حسن اور رکن الدولہ میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہوا اور رکن الدولہ نے حسن کی بیٹی سے عقد کر لیا جس کے بطن سے فخر الدولہ علی پیدا ہوا۔

امیر سعید نصر کی وفات

ماہ رجب ۳۳۰ھ میں امیر سعید نصر والئی خراسان ماوراء النہر بعارضہ سل بیمار ہوا۔ تیرہ مہینہ بیمار رہ کر ماہ شعبان میں اپنی حکومت کے تیس سال پورے کر کے راہ گزار عالم آخرت ہوا۔ حلیم' کریم اور عاقل تھا۔ مرض الموت میں اس نے نہایت سچائی سے اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کیا تھا۔

امیر نوح بن امیر سعید نصر

امیر سعید کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا نوح تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ حلم و کرم میں یہ بھی اپنے باپ کا سچا جانشین تھا۔ اس کی امارت و حکومت کی لوگوں نے بیعت کی' امیر حمید لقب اختیار کیا' اس کے باپ کے مشہور و نامور سرداروں میں ابوالفضل محمد بن احمد حاکم قلم دان وزارت کا مالک ہوا۔ ملک کا انتظام' گورنروں کا رد و بدل' عزل و نصب اس کی رائے سے ہوتا تھا۔

مرحوم ابو سعید نصر نے اپنے بیٹے اسماعیل کو ابوالفضل بن حمویہ کی زیر نگرانی بخارا کی حکومت پر مامور کیا تھا' ابوالفضل ہی اسماعیل کے ممالک مقبوضہ کا انتظام کرتا تھا اسی وجہ سے اس کی نوح سے چشمک تھی۔ اتفاق سے اسماعیل اپنے باپ کی زندگی میں مرگیا اور امیر سعید نصر متمکن ہوا تو ابوالفضل نے بخارا سے نکل کر جیحوں عبور کیا اور آمد آ پہنچا' ابو علی اس وقت نیشاپور میں تھا' ابوالفضل اور ابو علی میں دامادی کا رشتہ تھا۔ ابوالفضل نے اپنے حالات لکھے اور لکھا کہ میں تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں۔ ابو علی نے اپنے پاس آنے سے روک دیا۔ اس کے بعد امیر نوح نے اپنے علم خاص سے امان نامہ لکھ کر ابوالفضل کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ حاضر خدمت ہوا تو کمال عزت و احترام سے پیش آیا اور سمرقند کی سند حکومت عطا کی۔ ابوالفضل بن حمویہ وزیر السلطنت ابوالفضل محمد بن احمد حاکم سے موافقت نہ رکھتا تھا اور نہ اس کے احکام کا لحاظ کرتا تھا اس وجہ سے وزیر السلطنت اس سے کشیدہ رہا کرتا تھا۔ غرض کہ دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے کدورت اور رنجش بھری ہوئی تھی۔

امیر نوح کی حکومت کے دوسرے سال عبداللہ بن اشکام نے خوارزم میں علم بغاوت بلند کیا۔ امیر نوح نے اس کی سرکوبی کی غرض سے فوجیں جمع کر کے بخارا سے ۳۳۲ھ میں مرو کی جانب کوچ کیا اور ایک فوج کو ابراہیم بن فارس کی ماتحتی میں بطور ہراول آگے بڑھنے کا حکم دیا' اتفاق سے ابراہیم کا اثناء راہ میں انتقال ہو گیا۔ عبداللہ بن اشکام امیر نوح کی روانگی کا حال سن کر گھبرا گیا' بادشاہ ترک کے دامن میں

جا چھپا۔ بادشاہ ترک کا لڑکا بخارا میں قید تھا' امیر نوح نے بادشاہ ترک کو لکھ بھیجا کہ اگر عبداللہ بن اشکام کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو تو میں اس کے معاوضہ میں تمہارے بیٹے کو قید سے رہا کر دوں گا' بادشاہ ترک نے اس کا اقراری جواب دیا۔ کسی ذریعہ سے اس کی خبر عبداللہ بن اشکام تک پہنچ گئی۔ بادشاہ ترک کے پاس سے بھاگ آیا اور امیر نوح کی خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی۔ امیر نوح نے اس کا قصور معاف کر دیا اور اس کی عزت بڑھا دی۔

ان واقعات کے بعد امیر نوح نے مرو کی جانب کوچ کیا اور ابو علی کو عساکر خراسانیہ کے ساتھ رے کی طرف بڑھنے اور رکن الدولہ بن بویہ کے قبضہ سے نکال لینے کا حکم دیا۔ ابو علی نے اس حکم کی تعمیل میں رے کا راستہ لیا۔ اثناء راہ میں دشمکیر سے ملاقات ہو گئی۔ دشمکیر وفد ہو کر امیر نوح کی خدمت میں جا رہا تھا۔ ابو علی نے اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ امیر نوح کی خدمت میں دشمکیر کو روانہ کر دیا اور خود بسطام کی طرف بڑھا۔ بسطام پہنچ کر اس کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی' کچھ لوگ ابو علی سے الگ ہو کر منصور بن قراتکین کے ساتھ جو کہ امیر نوح کے بااثر سرداروں سے تھا' جرجان کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ حسن بن فیرزان نے روکا جس سے یہ لوگ نیشاپور کی جانب لوٹے اور نیشاپور سے امیر نوح کے پاس مرو چلے گئے۔ ابو علی ان لوگوں کی علیحدگی کے بعد رے پہنچا اور لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا' رے سے چار پانچ کوس کے فاصلہ پر رکن الدولہ نے مورچہ قائم کیا' ابو علی کے لشکر میں ایک دستہ کردوں کا بھی تھا۔ ان لوگوں نے ابو علی کو دھوکا دیا اور عین جنگ کے وقت اس سے علیحدہ ہو کر امن حاصل کر کے رکن الدولہ کے پاس چلے گئے جس سے ابو علی کو شکست ہوئی' لوٹ کر نیشاپور آیا۔ پھر نیشاپور سے مرو میں امیر نوح کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ابو علی کا رے پر قبضہ

امیر نوح نے اسے تسلی دے کر تازہ دم فوجیں جمع کر کے رے کی طرف پھر بڑھنے کا حکم دیا۔ رکن الدولہ کو اس کی خبر لگ گئی' کثرت فوج سے خائف ہو کر رے چھوڑ دیا۔ ابو علی نے رے پر اور تمام صوبجات پر قبضہ کر لیا۔ گورنروں کو صوبے کے انتظام پر مامور و متعین کیا۔ یہ واقعہ ماہ رمضان ۳۳۳ھ کا ہے۔

اس کے بعد امیر نوح نے مرو سے نیشاپور کی طرف کوچ کیا اور نیشاپور پہنچ کر قیام اختیار کیا۔ ابو علی کے دشمنوں نے عوام الناس کو اشارہ کر دیا اور لوگ جوق در جوق امیر نوح کی خدمت میں آئے' ابو علی اور اس کے گورنروں کی بد اخلاقی' ظلم اور زیادتیوں کی شکایت کی۔ امیر نوح نے نیشاپور کی حکومت پر ابراہیم بن سیمجور کو مامور کیا اور نیشاپور سے بخارا کی جانب واپس ہوا۔

امیر نوح اور ابو علی میں کشیدگی

فتح رے سے ابو علی کو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ امیر نوح میرے ساتھ اس خدمت کے صلہ میں بحسن سلوک پیش آئے گا۔ مگر جب لگانے بجھانے والوں نے امیر نوح اور ابو علی میں ناچاقی پیدا کر دی اور امیر نوح نے اسے معزول کر دیا تو ابو علی اپنی معزولی سے رنجیدہ ہو کر رے آ کر قیام پذیر ہوا۔ اور اپنے بھائی اور ابوالعباس فضل بن محمد کو بلاد جبال کی جانب روانہ کیا' ہمدان کی عنان حکومت اس کے حوالے کی اور اپنی تمام فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ دیا۔ چنانچہ فضل نے نہاوند اور دینور کا ارادہ کیا۔ اس طرف کے رؤسا اکراد نے اطاعت قبول کی امن کے خواستگار ہوئے۔ فضل نے ان علاقوں پر قبضہ کر لیا اور ان کی اطاعت قبول کرنے کی وجہ سے ان کی امانتیں واپس دے دیں۔

جس وقت دشمکیر بطورِ وفد امیر نوح کی خدمت میں بمقام مرو حاضر ہوا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور فتح جرجان کی غرض سے امداد کی درخواست کی امیر نوح نے ایک فوج کو اس کی کمک پر متعین کیا اور ابو علی کو دشمکیر کی موافقت اور مدد کرنے کے لئے لکھ بھیجا۔ دشمکیر نے ابو علی سے جب کہ وہ رے کے قبضہ سے فارغ ہو کر نیشاپور کی طرف آ رہا تھا' ملاقات کی۔ ابو علی نے امیر نوح کی تحریر کے مطابق اپنی تمام فوج جو اس وقت اس کے ہمراہ تھی' دشمکیر کے ساتھ روانہ کر دی۔ دشمکیر لشکر لئے ہوئے جرجان آیا اور حسن بن فیرزان سے مصروفِ پیکار ہوا۔ حسن کو اس دفعہ شکست ہوئی اور دشمکیر نے جرجان پر امیر نوح بن سعید کی حکومت

کی ماتحتی میں ماہ صفر ۳۳۳ھ میں قبضہ کر لیا۔

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ امیر نوح نے ابو علی بن محتاج کو حکومت خراسان سے معزول کر دیا تھا۔ امیر نوح اس سے پہلے ابو علی کو سپہ سالاری لشکر سے بھی معزول کر چکا تھا جس وقت ابو علی نے مرو سے نیشا پور کی جانب کوچ کیا اور رے کے خیال سے سفر کی تیاری میں مصروف ہوا تو امیر نوح نے ایک شخص کو راہ روکنے کی غرض سے امیر لشکر مقرر کر کے روانہ کیا۔اس شخص نے لشکریوں سے بد خلقی کی، بلاوجہ دفتر سے کسی کا نام کاٹ دیا کسی کی تنخواہ کم کر دی۔ کسی کا وظیفہ بڑھا دیا اور کسی کو بھرتی کر لیا۔ اس سے لشکریوں میں نفرت اور کشیدگی پیدا ہوئی۔ ایک دوسرے سے شکوہ و شکایت کرنے لگے۔اس سے امیر لشکر کو بھی خیال پیدا ہوا' اس وقت یہ فوج ہمدان میں تھی' تمام فوج نے جمع ہو کر رے جانے اور ابراہیم بن احمد برادر سعید کو امیر بنانے کی رائے قائم کی' ابراہیم بن احمد وہی شخص ہے جو امیر نوح کے مقابلہ سے شکست کھا کر موصل چلا گیا تھا جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا۔ ابو علی کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے لشکریوں کو اس فعل سے روکا' مگر لشکریوں نے اس کی ایک نہ سنی الٹا قید کرنے کی دھمکی دی اور ابراہیم بن احمد کو امیر بنانے اور بیعتِ امارت کرنے کے لئے بھیجا چنانچہ ابراہیم ان لوگوں کے پاس ہمدان میں ماہ رمضان ۳۳۴ھ میں آیا۔ ابو علی نے اس سے ملاقات کی اور تمام لشکریوں کے ساتھ ماہ شوال میں رے کی جانب کوچ کیا۔ جس وقت رے میں تھے کسی ذریعہ سے یہ خبر معلوم ہوئی کہ اس کے بھائی فضل نے امیر نوح کو ایک خط جو واقعات مذکورہ بالا پر مشتمل تھا' روانہ کیا۔ابو علی نے فوراً' اپنے بھائی اور اس شخص کو جس نے لشکریوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیے تھے، گرفتار کر لیا۔ رے اور بلادِ جبل پر اپنی طرف سے ایک شخص کو بطور گورنر مقرر کر کے نیشا پور کا راستہ اختیار کیا۔

امیر نوح کو اس کی خبر لگی تو اس نے فوجیں جمع کیں اور بخارا سے مرو کی جانب کوچ کیا چونکہ لشکریوں میں محمد بن احمد حاکم سپہ سالار افواج کی بداخلاقی کی وجہ سے شورش پیدا ہو رہی تھی۔ ان لوگوں نے امیر نوح سے اس کی شکایت کی اور یہ ثابت کر دیا کہ اس کی وجہ سے ابو علی کو حکومت کی مخالفت کا سودا ہوا ہے اور اس نے دولت و حکومت کے نظام کو درہم برہم کیا ہے۔ لشکریوں نے اس کے علاوہ یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ اگر محمد بن احمد حاکم سپہ سالار ہمارے حوالے نہ کیا جائے گا تو ہم لوگ بالاتفاق حکومت کی اطاعت سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ امیر نوح نے اس شورش کو فرو کرنے کی غرض سے سپہ سالار مذکور کو لشکریوں کے حوالے کر دیا چنانچہ لشکریوں نے ماہ جمادی الاوّل ۳۳۵ھ میں اسے قتل کر ڈالا۔

ابو علی کا مرو پر قبضہ

اس اثناء میں ابو علی نیشا پور پہنچا۔ اس وقت نیشا پور میں ابراہیم بن سیمجور اور منصور بن قرا تکین وغیرہما سپہ سالار حکمرانی کر رہے تھے، ابو علی نے ان لوگوں سے ساز باز کرنے کی کوشش کی اور اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ ماہ محرم ۳۳۵ھ میں نیشا پور میں داخل ہوا کچھ عرصہ بعد منصور بن قرا تکین سے کسی معاملہ میں شک ہوا تو اسے گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد ماہ ربیع الاول سنہ مذکور میں ابراہیم بن احمد کے ساتھ نیشا پور سے مرو کی جانب روانہ ہوا' دوران راہ ابو علی کا بھائی فضل قید سے نکل کر قہستان کی طرف بھاگ گیا۔ الغرض جوں ہی ابو علی مرو کے قریب پہنچے' امیر نوح کے لشکر میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ لشکر کا اکثر حصہ امیر نوح سے علیحدہ ہو کر ابو علی کی فوج میں آ ملا۔ امیر نوح نے یہ رنگ دیکھ کر مرو سے بخارا کا راستہ لیا اور ابو علی نے مرو پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ جمادی الاوّل ۳۳۵ھ کا ہے۔قبضہ مرو کے بعد ابو علی نے طخارستان کو بھی اپنے دائرۂ حکومت میں شامل کر لیا۔

ابو علی کی شکست

امیر نوح نے بخارا پہنچ کر اپنی مالی اور فوجی حالت درست کی اور ایک جرار لشکر ترتیب دے کر فضل بن محتاج برادر ابو علی کی افسری میں صغانیاں کی طرف ابو علی سے جنگ کے لئے روانہ کیا۔ صغانیاں پہنچ کر اتفاق سے چند روز لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ سپہ سالاران لشکر کی ایک جماعت نے فضل (فضل اپنے بھائی ابو علی کی قید سے نکل کر قہستان بھاگ گیا تھا' وہاں پہنچ کر ایک گروہ جمع کر کے نیشا پور کی طرف

بڑھا۔ اس وقت نیشا پور میں ابو علی کی طرف سے محمد بن عبدالرزاق حکومت کر رہا تھا۔ فضل کی آمد کی خبر پا کر محمد بن عبدالرزاق مقابلہ پر آیا اور پہلے ہی حملہ میں فضل کو شکست دی' فضل شکست کھا کر بخارا پہنچا' امیر نوح نے بکمال عزت و احترام اپنے پاس ٹھہرایا اور کچھ عرصہ بعد ایک بڑے لشکر کے ساتھ صغانیاں کی طرف روانہ کیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ مصر) پر تہمت لگائی کہ یہ اپنے بھائی سے مل گیا ہے اور گرفتار کر کے بخارا امیر نوح کے پاس بھیج دیا۔ اس واقعہ کی خبر ابو علی کو طغارستان میں پہنچی۔ ابو علی نے طغارستان سے صغانیاں کی جانب کوچ کیا۔ ربیع الاول ۳۳۷ھ تک دونوں فریقوں میں سخت اور خونریز لڑائی ہوئی بالآخر امیر نوح کے لشکریوں نے ابو علی کو شکست دی۔ ابو علی شکست کھا کر صغانیاں کی طرف لوٹا اور جب وہاں بھی اسے پناہ نہ ملی تو وہاں سے نکل کر اس کے قریب ہی شومان[1] (شومان ایک قریہ کا نام ہے جو صغانیاں سے چوبیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ ص ۱۸۲) میں آ ٹھہرا۔

ابو علی کی اطاعت

امیر نوح کی فوج نے صغانیاں میں داخل ہو کر اسے لوٹ لیا' ابو علی کا محل اور اس کے امراء کے مکانات ویران کر ڈالے۔ پھر امیر نوح کے لشکر نے اس کامیابی کے بعد ابو علی کا تعاقب کیا۔ ابو علی اس وقت جنگ سے تنگ آ گیا تھا مگر مرتا کیا نہ کرتا بہ مجبوری بہ حکم ہر کہ بہ تنگ آید بجنگ آید لوٹ آنا پڑا اور نہایت سختی اور حکمتِ عملی سے انہیں ایسا گھیر لیا کہ رسد و غلّہ کی آمد کا کیا ذکر ہے' خط و کتابت کی راہ بھی مسدود ہو گئی تب لشکریانِ امیر نوح نے مصالحت کا پیام دیا۔ ابو علی نے یہ درخواست منظور کر لی اور اپنے بیٹے ابوالمظفر عبداللہ کو نوح کی خدمت میں بطور رہن بھیج دیا۔ ماہ جمادی الآخر ۳۳۷ھ میں صلح نامہ کی تکمیل ہوئی فتنہ و فساد کا دروازہ بند ہو گیا۔

جس وقت ابو علی کا بیٹا ابوالمظفر وارد بخارا ہوا۔ امیر نوح توقع سے زیادہ اعزاز و عزت سے پیش آیا' اپنے امراء کو اس کے استقبال کا حکم دیا اور جب وہ دوبارہ حاضر خدمت ہوا اسے خلعت دیا اور اپنے ہم نشینوں کے زمرہ میں داخل کر لیا۔

رکن الدولہ بن بویہ کی حکمتِ عملی

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ وہ واقعات ہیں جن کی مورخین خراسان نے روایت کی ہے' اہل عراق کہتے ہیں کہ جب ابو علی خراسانی لشکر لئے ہوئے رے کی طرف روانہ ہوا۔ رکن الدولہ بن بویہ نے اپنے بھائی عماد الدولہ سے امداد طلب کی' عماد الدولہ نے لکھ بھیجا کہ تم رے کو چھوڑ کر میرے پاس چلے آؤ' اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ابو علی رے پر قابض ہو جائے گا تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ چنانچہ رکن الدولہ نے ایسا ہی کیا اور ابو علی نے رے پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد عماد الدولہ نے خفیہ طور سے امیر نوح کو لکھ بھیجا کہ میں ابو علی سے ایک لاکھ دینار سالانہ کا خراج دینے پر تیار ہوں اور سال بھر کا خراج بھی پیشگی ادا کرتا ہوں۔ امیر نوح نے عماد الدولہ کی یہ درخواست منظور کر لی۔ عماد الدولہ اور امیر نوح کو ابو علی کی طرف سے بدظن کرنے لگا وقتاً فوقتاً اس کی بغاوت سے ڈراتا اور گاہے گاہے اسے ابو علی کو گرفتار کرنے کی ترغیب بھی دیتا تھا بالآخر امیر نوح اس امر پر تیار ہو گیا اور اپنا ایک قاصد رکن الدولہ کے پاس رے کا پیشگی خراج لینے اور ضمانت نامہ لکھوانے کے لئے روانہ کیا۔ رکن الدولہ نے ان واقعات سے ابو علی کو مطلع کر دیا۔

ابو علی اس وقت ہمدان میں تھا ادھر ابو علی یہ خبر پا کر ہمدان سے خراسان کی جانب لوٹا۔ رکن الدولہ نے رے کی طرف قدم بڑھایا اس سے خراسان میں ایک بڑا طوفان آ گیا' ادھر رکن الدولہ نے امیر نوح کے قاصد کو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ اثناء راہ میں ابو علی پڑتا ہے' مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ خراج کی رقم لوٹ نہ لے اس وجہ سے میں رے کا خراج نہیں بھیجتا اور درپردہ ابو علی کو کہلا بھیجا کہ تم مخالفت کا اعلان کر دو میں تمہاری مدد کروں گا۔ امیر نوح اور ابو علی رکن الدولہ کے فریب میں آ گئے۔ نیشا پور میں ایک دوسرے سے گتھ گئے' امیر نوح کو شکست ہوئی' ابو علی نے بخارا پر قبضہ کر لیا اس کے بعد حکمت عملی سے ابو علی اور ابراہیم میں ناچاقی پیدا کرا دی' نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں علیحدگی ہو گئی۔ اس وقت رکن الدولہ کو پھر موقع مل گیا۔ امیر نوح کو ابھار کر اس کے چچا ابراہیم سے لڑا دیا' ابراہیم کے سپہ سالارانِ لشکر جنگ کے وقت امیر نوح سے مل گئے جس کی وجہ سے ابراہیم کو شکست ہوئی اور ابراہیم گرفتار کر لیا گیا۔ امیر نوح نے اس کی

آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں اور اس کے خاندان کے ایک گروہ کو بھی یہی سزا دی۔ واللہ اعلم۔

محمد بن عبدالرزاق

محمد بن عبدالرزاق طوس اور ابو علی کے صوبوں کا گورنر تھا جس وقت ابو علی نے نیشا پور سے امیر نوح کے خلاف فوج کشی کی تھی اس وقت ابو علی نے محمد بن عبدالرزاق کو نیشا پور کی حکومت پر اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ جب امیر نوح کے قدم حکومت پر جم گئے تو محمد بن عبدالرزاق نے بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں دشمکیر جرجان سے حسن بن فیرزان سے شکست کھا کر امیر نوح کی خدمت میں آ پہنچا اور امداد کی درخواست کی۔ امیر نوح نے منصور کو ایک بڑی فوج کا افسر بنا کر نیشا پور روانہ کیا اور یہ ہدایت کی کہ حتی الامکان عبدالرزاق کے معاملہ میں عجلت سے کام لیا جائے۔ محمد ابن عبدالرزاق نے یہ خبر پا کر ۳۳۶ھ میں نیشا پور چھوڑ کر استر آباد کا راستہ لیا۔ منصور نے اس کے تعاقب میں قدم بڑھایا۔ محمد بن عبدالرزاق نے جرجان پہنچ کر رکن الدولہ بن بویہ سے امن حاصل کیا اور رے چلا گیا۔ منصور بن قرا تکین نے طوس کی جانب کوچ کیا۔ قلعہ شمیلان بن رافع بن عبدالرزاق پر محاصرہ ڈالا۔ رافع کے بعض ہمراہیوں نے منصور سے سازش کر لی اور اس سے امن کے خواستگار ہوئے جس سے رافع کی کمر ٹوٹ گئی۔ شمیلان چھوڑ کر قلعہ ارک چلا گیا۔ منصور نے شمیلان پر اور اس کے تمام مال و اسباب اور خزانوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد منصور نے قلعہ ارک کا رخ کیا اور اس کا بھی محاصرہ کر لیا' احمد بن عبدالرزاق نے اپنے چچازاد بھائیوں اور اہل و عیال کے لئے منصور سے امن حاصل کر لیا' باقی رہا رافع وہ اپنے چند مصاحبوں کے ساتھ قلعہ چھوڑ کر پہاڑوں میں چلا گیا۔ منصور نے قلعہ کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن عبدالرزاق کے اہل و عیال اور اس کے مال کو بخارا روانہ کر دیا۔ بخارا پہنچ کر یہ لوگ قید کر دیئے گئے۔ آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ عبدالرزاق جرجان سے رے چلا گیا تھا جس وقت عبدالرزاق رے پہنچا رکن الدولہ نے انعامات دیئے۔ وظیفہ مقرر کر دیا اور مرزبان سے جنگ کرنے کے لئے آذربائیجان کی طرف جانے کا حکم دیا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

جس وقت خراسان میں بدنظمی کا سلسلہ شروع ہوا تو رکن الدولہ بویہ اور الحسن بن فیرزان نے جمع ہو کر دشمکیر کے مقبوضات کی طرف قدم بڑھایا چنانچہ ان لوگوں نے دشمکیر کو شکست دی اور رکن الدولہ نے طبرستان پر قبضہ کر لیا اس کے بعد طبرستان سے نکل کر جرجان جا پہنچا اور اس پر بھی قابض ہو گیا حسن بن فیرزان نے نظم و نسق کی غرض سے جرجان میں قیام اختیار کیا۔ دشمکیر کے سپہ سالاروں نے امن کی درخواست کی رکن الدولہ نے ان لوگوں کو امن دیا۔ دشمکیر اس سے دل برداشتہ ہو کر خراسان چلا گیا' والی خراسان سے امداد کی درخواست کی چنانچہ منصور بن قرا تکین لشکر خراسان جمع کر کے دشمکیر کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے جرجان کی طرف بڑھا' اس وقت جرجان میں حسن بن فیرزان موجود تھا۔ چونکہ منصور کا دل دشمکیر سے صاف نہ تھا اس وجہ سے منصور نے حسن سے جنگ چھیڑنے میں حیلے سے کام لیا۔ نامہ و پیام کر کے مصالحت کر لی اور اس کے بیٹے کو ضمانت کے طور پر اپنے پاس بلا لیا۔ اس واقعہ کے بعد منصور کو امیر نوح کی ایک ایسی خبر (چونکہ امیر نوح نے ختکین کی لڑکی سے جو کہ منصور کا غلام تھا' اپنا عقد کر لیا اس وجہ سے منصور کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی کیونکہ امیر نوح نے منصور بن قرا تکین کی بیٹی کا عقد اپنے آزاد غلام ختکین نامی سے کر دیا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۸ ص ۱۸۸ مطبوعہ مصر) گوش گزار ہوئی جس سے منصور کو بے حد رنج ہوا' حسن کے بیٹے کو اس کے پاس واپس کر دیا اور خود نیشا پور لوٹ گیا۔ باقی رہ گیا دشمکیر وہ جرجان میں ٹھہرا رہا۔

۳۳۵ھ میں منصور بن قرا تکین امیر نوح سامانی کے حکم سے رے کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ رکن الدولہ بن بویہ ان دنوں اطراف فارس میں تھا اس وجہ سے منصور بلامقابلہ رے اور تمام بلاد حیلہ پر قرمسین تک قابض ہو گیا۔ سبکتگین ان حالات سے متاثر ہو کر منصور کی روک تھام کے لئے نکلا۔ خراسانی لشکر سے مقابلہ ہوا۔ اس وقت یہ غارت گری میں مصروف تھا۔ سبکتگین نے ان کے سردار بجکم خمار تکین کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا۔ باقی ماندہ لشکر خراسان سے ہمدان میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ سبکتگین نے تعاقب کیا۔ خراسانی لشکر نے ہمدان بھی چھوڑ دیا۔ سبکتگین نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس اثناء میں رکن الدولہ بھی آ پہنچا اور اپنے وزیر السلطنت ابوالفضل بن الحمید

سے مشورہ کیا' وزیر السلطنت نے رائے دی کہ استقلال کے ساتھ معرکہ آرائی کی جائے اس کے بعد خراسانی لشکر رسد و غلہ کے بند ہونے کی وجہ سے رے کی طرف بھاگا' حالانکہ رسد و غلہ کی کمی میں دونوں حریف برابر تھے فرق اس قدر تھا کہ دیلمی اس وجہ سے کہ بدویت سے زیادہ قریب تھے بھوک پیاس کی تکلیف برداشت کر سکے اور خراسانی لشکر بھاگ نکلا۔ رکن الدولہ نے کامیابی کے ساتھ لشکر خراسان کے کیمپ پر قبضہ کر لیا۔

ابو علی کا امارات خراسان پر تقرر

اصفہان سے واپسی کے بعد منصور بن قرا تکین سپہ سالار عساکر خراسانیہ نے رے میں ماہ ربیع الاول ۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ اسفیجاج میں اپنے والد کے پاس دفن ہوا۔ امیر نوح نے لشکر خراسان اور اس کی حکومت پر ابو علی بن محتاج کو مامور کیا اور نیشا پور لوٹ جانے کی ہدایت کی۔ چونکہ منصور بن قرا تکین لشکر خراسان کے ہاتھوں تنگ آ گیا تھا اس وجہ سے آئے دن گورنری خراسان سے استعفاء دیا کرتا تھا اور امیر نوح ہمیشہ ابو علی کو گورنری خراسان پر بھیجنے کا وعدہ کرتا تھا۔ جب منصور نے وفات پائی تو امیر نوح نے خلعت اور لواء ابو علی کے پاس روانہ کیا' خراسان جانے کا حکم دیا اور رے کو بطور جاگیر مرحمت فرمایا۔ چنانچہ ابو علی ماہ رمضان ۳۴۰ھ میں صغانیاں سے روانہ ہوا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے ابو منصور کو قائم مقام مقرر کر گیا اور کوچ و قیام کرتا ہوا مرو پہنچا اور وہیں خوارزم کے معاملات ختم ہونے تک ٹھہرا رہا' پھر وہاں سے نیشا پور گیا اور قیام اختیار کیا۔

۳۴۲ھ میں دشمکیر نے امیر نوح سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا اور امداد کی درخواست کی' امیر نوح نے ابو علی بن محتاج کو مع خراسانی افواج کے دشمکیر کے ساتھ رے جانے کے لئے لکھا۔ اس حکم کے مطابق ماہ ربیع الاول سنہ مذکور میں ابو علی لشکر خراسان لئے ہوئے رے کی جانب رکن الدولہ سے جنگ کے لئے روانہ ہوا۔ رکن الدولہ نے کثرت فوج سے خائف ہو کر مقابلہ نہ کیا' قلعہ طبرک میں جا کر قلعہ بندی کر لی۔ ابو علی کئی مہینے محاصرہ ڈالے ہوئے لڑتا رہا۔ جب وہ اپنی کامیابی کے خیال سے ناامید ہو گیا اور سردی کی شدت سے بہت سے چوپائے ہلاک ہو گئے تو مجبوراً صلح کی طرف مائل ہوا۔ محمد بن عبدالرزاق نے دونوں میں دوڑ دھوپ کر کے مصالحت کرا دی' دو ہزار سالانہ خراج رکن الدولہ نے دینا قبول کیا۔ باہم مصالحت ہو گئی۔ ابو علی لوٹ کر خراسان آیا' دشمکیر کو یہ امر ناگوار گزرا۔ امیر نوح کو لکھنا شروع کیا کہ ابو علی نے جنگ میں تاخیر کی اور رکن الدولہ سے سازش کر لی۔ مصالحت اور ابو علی کی واپسی کے بعد رکن الدولہ نے دشمکیر کی طرف رخ کیا' دشمکیر شکست اٹھا کر اسفرائین چلا گیا۔ رکن الدولہ نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔

ابو علی کی معزولی

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ دشمکیر نے امیر نوح کو ابو علی کے خلاف ابھارنا شروع کر دیا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے لگانے بجھانے کا یہ اثر ہوا کہ امیر نوح نے ۳۴۲ھ میں ابو علی کو حکومت خراسان سے معزولی کا فرمان لکھ بھیجا اور دوسرے سپہ سالاروں کو بھی اس کی اطلاع یادداشت روانہ کی اور اس کی جگہ گورنری اور سپہ سالاری پر ابو سعید بکر بن فرغانی کو مامور کیا۔ ابو علی نے معذرت کی مگر پذیرائی نہ ہوئی و نیشا پور کے رؤسا اور اراکین شہر نے ابو علی کی بحالی و برقراری کی درخواستیں دیں جنہیں منظوری کا درجہ عنایت نہ ہوا۔ ابو علی کو امیر نوح سے ناراضگی پیدا ہوئی' علم بغاوت بلند کر کے نیشا پور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ امیر نوح کو اس کی خبر لگی تو اس نے دشمکیر اور حسن بن فیرزان کو لکھ بھیجا کہ تم دونوں ایک دوسرے کے معاون بن کر رکن الدولہ کے مقابلہ پر جاؤ اور جہاں کہیں اس کے امراء و سرداروں کو پاؤ بے تامل لڑائی چھیڑ دو۔ دشمکیر اور حسن نے اس حکم کی نہایت مستعدی سے تعمیل شروع کی۔ ابو علی کو خطرہ پیدا ہوا۔ اب نہ تو صغانیاں کی طرف لوٹ سکتا تھا اور نہ ان دونوں کی وجہ سے خراسان میں ٹھہر سکتا تھا' چار و ناچار رکن الدولہ کی طرف مائل ہوا اور اس سے حاضری کی اجازت چاہی' رکن الدولہ نے حاضری کی اجازت دے دی' ابو علی ۳۴۳ھ میں رے چلا گیا۔ رکن الدولہ بڑی آؤ بھگت سے ملا اور اپنے پاس ٹھہرایا۔ ابو علی کی روانگی کے بعد ابو سعید بکر نے خراسان پر قبضہ کر لیا۔

امیر نوح کی وفات

امیر نوح ملقب بہ حمید نے بارہ برس حکومت کر کے ماہ ربیع الآخر ۳۴۳ھ میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔

عبدالملک بن امیر نوح

اس کے مرنے پر اس کا بیٹا عبدالملک تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ ابو سعید بکر بن مالک فرغانی نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ جب اندرونی اصلاح اور انتظامِ مملکت سے اطمینان حاصل ہو گیا تو عبدالملک نے ابو سعید بکر کو خراسان جانے کا حکم دیا۔ خراسان میں اس سے اور ابو علی سے جو واقعات پیش آئے انہیں ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔

حالات محمد بن ماکان

پھر ۳۴۲ھ میں خراسان کے لشکر نے رے کی طرف قدم بڑھایا' ان دنوں رے میں رکن الدولہ بن بویہ جرجان سے آ کر ٹھہرا ہوا تھا۔ رکن الدولہ نے اس سے مطلع ہو کر اپنے بھائی معز الدولہ سے امداد طلب کی۔ چنانچہ معز الدولہ نے دار الخلافت سے ایک دوسرا لشکر محمد بن ماکان کی ماتحتی میں قریب ترین راستہ سے اصفہان کی طرف بھیجا۔ اصفہان میں اس وقت ابو منصور علی بن بویہ بن رکن الدولہ موجود تھا' لشکرِ خراسانی کی آمد کی خبر سن کر اپنے باپ کے حرم اور خزانے لے کر نکل کھڑا ہوا اور خالنجان میں جا کر دم لیا' محمد بن ماکان نے اصفہان پر قبضہ کر کے ابو منصور کا تعاقب کیا' ابو منصور تو ہاتھ نہ آیا اس کے خزانے پر قبضہ کر کے آگے بڑھا۔ کچھ دور چل کر ابو منصور کو بھی جا گھیرا' اتفاق سے اسی وقت ابوالفضل بن عمید (رکن الدولہ کا وزیر السلطنت) آ پہنچا۔ اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے محمد بن ماکان کے مقابلہ پر آیا' لڑائی ہوئی' ابن عمید کے اکثر ہمراہی بھاگ کھڑے ہوئے مگر ابن عمید نے میدانِ جنگ سے منہ نہ موڑا برابر لڑتا رہا۔ محمد بن ماکان کا لشکر فتح یابی کے جوش و مسرت میں لڑائی چھوڑ کر لوٹ کھسوٹ میں مصروف ہو گیا۔

اس اثناء میں ابنِ عمید کے پاس تھوڑے آدمی جمع ہو گئے' ابن عمید نے ان لوگوں سے مرجانے پر عہد لے کر محمد بن ماکان کے لشکر پر حملہ کیا' محمد بن ماکان کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' محمد بن ماکان گرفتار کر لیا گیا۔ ابنِ عمید کامیابی کا جھنڈا لئے ہوئے اصفہان کی طرف آیا اور اس پر قابض ہو گیا۔ رکن الدولہ کی حرم اور اولاد اصفہان کے جس مقام پر رہتی تھی وہیں ٹھہرا لی گئی۔

ان واقعات کے بعد رکن الدولہ نے بکر بن مالک سپہ سالار لشکر خراسان کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا اور سالانہ مقررہ خراج ادا کرنے پر مصالحت کر لی' رے اور بلاد جبال پر مصالحت کی رو سے قابض ہو گیا۔ اس کے بعد دار الخلافت بغداد سے اس کے بھائی نے خلعت اور خراسان کی گورنری کا جھنڈا روانہ کیا جو ماہ ذی الحجہ ۳۴۴ھ میں خراسان پہنچا۔ امیر عبدالملک نے اپنی حکومت کے ساتویں سال گیارہ شوال ۳۵۰ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کے بھائی ابو الحرث منصور بن نوح نے تخت حکومت پر قدم رکھا اس کے شروع زمانۂ حکومت میں رکن الدولہ نے طبرستان اور جرجان پر قبضہ کر لیا۔ دشمکیر یہاں سے نکل کر بلاد جبل چلا گیا۔

منصور کی خراسان پر فوج کشی

۳۵۰ھ میں ابو علی بن الیاس والی کرمان وفد لے کر امیر ابو الحرث منصور کی خدمت میں آیا اور بنو بویہ کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی' رے کی سرسبزی اور شادابی کا ذکر کر کے اس پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی' امیر منصور نے دشمکیر اور حسن بن فیرزان کو رے کے ارادے سے مطلع کیا اور تیاری کا حکم دیا۔ اس کے بعد ایک فوج جمع کر کے ابو الحسن بن محمد بن سیمجور دوانی سپہ سالار افواج خراسان کی ماتحتی میں رے کی جانب روانہ کی اور اسے یہ ہدایت کی کہ تمام کام دشمکیر کی رائے سے کرنا اور اسی کو میدان جنگ کا سپہ سالار اور امیرِ لشکر بنانا۔

دشمکیر کی وفات

رفتہ رفتہ یہ خبر رکن الدولہ تک پہنچی۔ گھبرا گیا۔ اپنے اہل و عیال اور لڑکوں کو اصفہان بھیج دیا' اپنے بیٹے عضد الدولہ کو فارس سے امدادی فوج بھیجنے کے لئے لکھا اور بغداد میں اپنے بھتیجے عزالدولہ بن بختیار کو لکھا کہ جہاں تک ممکن ہو کمک روانہ کرو چنانچہ عضد الدولہ نے ایک فوج اپنے باپ کی کمک پر براہ خراسان یہ ظاہر کر کے روانہ کی کہ خراسان اس وقت اپنے حامیوں سے خالی ہے' اہل خراسان اس خبر سے متوحش ہو کر باہر نکلے اور خراسان چھوڑ کر افغان میں جا کر دم لیا۔ رکن الدولہ یہ خبر پا کر اپنے لشکر کے ساتھ رے سے نکل کر ان کی طرف بڑھا اسی اثناء میں دشمکیر ایک روز سوار ہو کر شکار کھیلنے کے لئے نکلا۔ اتفاق سے ایک جنگلی سؤر سامنے آ گیا۔ دشمکیر پر بھی دانت مارا اور اسے اس قدر زخمی کیا کہ وہیں مرگیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۳۵۷ھ کا ہے۔ دشمکیر کے مرتے ہی رکن الدولہ کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ جو لوگ اس کی ایذا کے درپے تھے اپنا سا منہ لے کر دم بخود رہ گئے۔ بیستون بن دشمکیر اپنے باپ کی جگہ حکمران ہوا۔ اس نے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کر کے رکن الدولہ سے مصالحت کر لی۔ چنانچہ رکن الدولہ نے اسے مالی اور فوجی مدد دی۔

ابو علی بن الیاس

ابو علی بن الیاس نے حکومت بنو سامان کی ماتحتی میں صوبہ کرمان پر قبضہ کیا تھا اور اس کی حکومت و سلطنت کو ایک گونہ استحکام حاصل ہو گیا تھا پھر یہ عارضہ فالج میں مبتلا ہو کر مدتوں اس میں گرفتار رہا۔ اس کے تین بیٹے تھے' الیسع' الیاس اور سلیمان۔ جب ابو علی کو اپنی زندگی کی امید نہ رہی تو اس نے اپنے اراکینِ دولت کو جمع کر کے یہ فیصلہ دیا کہ میرے بعد تخت حکومت کا مالک الیسع ہو اور الیسع کے بعد الیاس کو حکومت دی جائے۔ سلیمان کو اس وجہ سے اس سے اور الیسع سے عداوت تھی' حکم دیا کہ بلادِ صغد میں جا کر مقیم ہو اور وہاں کے مال و اسباب پر قبضہ کر لے۔ سلیمان اس حکم کے مطابق بلادِ صغد کی طرف روانہ ہوا اور سیرجان پہنچ کر قبضہ کر لیا جب ابو علی کو اس کی خبر لگی تو اس نے اپنے دوسرے بیٹے الیسع کو ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ سلیمان کو لڑ کر ملک بدر کر دو اور اگر اسے بلادِ صغد کے قبضہ کی خواہش ہو تو اس سے بھی روک دو۔ الیسع کوچ و قیام کرتا ہوا سلیمان تک پہنچ گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ سلیمان تنگ ہو کر حکمت عملی سے اپنا مال و اسباب حصار سے نکال کر خراسان چلا گیا اور الیسع نے سیرجان پر قبضہ کر لیا۔

سلیمان بن ابو علی

ان واقعات کے بعد ابو علیؒ (ابو علی کے بخارا جانے کی کیفیت کو ابن اثیر نے اس طرح بیان کیا ہے کہ سیرجان پر الیسع کے قابض ہونے کے بعد اہل شہر نے خائف ہو کر ابو علی سے الیسع کی شکایت کی' ابو علی نے بلا تحقیق الیسع کو گرفتار کر لیا اور قلعہ میں قید کر دیا' الیسع کی والدہ الیاس کی ماں کے پاس گئی اور اس سے کہا کہ دیکھو ہمارے شوہر نے جو فیصلہ لڑکے کے حق میں کیا تھا اسے توڑ دیا' اس کے بعد تمہارے لڑکے الیاس کے ساتھ یہی واقعہ پیش آئے گا' نتیجہ کیا ہو گا کہ ملک و حکومت آل الیاس سے نکل جائے گی۔ مناسب یہ ہے کہ تم میرے لڑکے الیسع کی رہائی میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔ الیاس کی ماں اس پر راضی ہو گئی' ابو علی کو کسی وقت غش آ جاتا تھا اور دیر تک اس میں مبتلا رہتا تھا۔ دونوں عورتوں نے ابو علی کی غشی کے وقت متفق ہو کر الیسع کو قید سے رہا کر دیا' الیسع قید سے رہا ہو کر لشکر گاہ میں پہنچا۔ لشکریوں نے کمال خوشی سے خیر مقدم کیا اور مطیع ہو گئے۔ جن لوگوں نے سازش کی تھی وہ بھاگ گئے اور بعض گرفتار کر لئے گئے' الیسع نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جب ابو علی کو غشی سے افاقہ ہوا تو اپنے آپ کو محاصرہ میں دیکھ کر اپنے بیٹے الیسع سے امن کا خواستگار ہوا' الیسع نے قلعہ اور تمام صوبہ کرمان لے کر اپنے باپ ابو علی کو امن دے دیا' ابو علی بہت سا مال و اسباب لے کر بخارا چلا گیا۔ دیکھو تاریخ کامل ص ۲۳۰ جلد ۸۹) بخارا چلا گیا۔ اس وقت اس کا بیٹا سلیمان بھی وہیں موجود تھا' امیر ابوالحرث منصور بعزت و احترام پیش آیا اور اپنے مقربین بارگاہ میں داخل کر لیا۔ ابو علی نے امیر ابوالحرث کو رے پر فوج کشی کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ امیر ابو الحرث نے فوجیں جمع کر کے رے

کی طرف روانہ کیں جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں اور ابو علی اسی کے پاس ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ ۳۵۶ھ میں مر گیا۔ کما تذکرہ فی اخبارہ۔
کچھ روز بعد الیسع بھی چلا گیا اور وہیں قیام پذیر ہوا۔ اس کے بعد سلیمان نے امیر ابو الحرث منصور کو کرمان کے قبضہ پر ابھارا اور ان کی سرسبزی و شادابی کا ذکر کرتے ہوئے یہ ظاہر کیا کہ اہل کرمان آپ کے مطیع ہیں' آپ کے پہنچنے کی دیر ہے' پہنچے نہیں کہ ان لوگوں نے اطاعت کی نہیں' امیر ابو الحرث نے ایک فوج سلیمان کے ہمراہ کرمان کی طرف روانہ کی جونہی سلیمان کرمان کے قریب پہنچا قمص اور لویص کے اطراف و جوانب کے رہنے والے اور ان لوگوں نے جو کہ عضد الدولہ کے خلاف تھے' اطاعت قبول کی۔ اس سے سلیمان کے قدم حکومت پر جم گئے۔ کوکین گورنر کرمان جو عضد الدولہ کی طرف سے کرمان میں رہتا تھا یہ خبر پا کر روک تھام کے لئے نکلا۔ سلیمان سے معرکہ آرائی ہوئی۔ سلیمان کے ہمراہی سلیمان کو تنہا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے جس سے سلیمان کو شکست ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کے دو بھتیجے بکر و حسین پسران الیسع اور بہت سے سردارانِ لشکر کام آ گئے اور کرمان پر دیلم کا قبضہ ہو گیا۔
ان واقعات کے ختم ہونے پر امیر ابو الحرث منصور بن نوح والی خراسان و ماوراء النہر اور رکن الدولہ میں مصالحت ہو گئی' اس نے اپنی بیٹی کا عقد اس سے کر دیا' بے انتہا ہدایا اور تحائف دیے کہ جس کی نظیر نہیں ہو سکتی۔ دونوں امیروں کے صلح نامہ پر سردارانِ خراسان' فارس اور عراق نے اپنے دستخط کیے۔ اس صلح نامہ کی تکمیل ابو الحسن محمد بن ابراہیم بن سیمجور سپہ سالار افواج خراسان نے کرائی تھی' جو امیر ابو الحرث منصور کی طرف سے سالار تھا۔ یہ واقعہ ۳۶۱ھ کا ہے۔

نوح بن منصور کی امارت

۳۶۶ھ کے نصف میں امیر ابو الحرث منصور نے بخارا میں وفات پائی۔ اس کا بیٹا ابو القاسم نوح تختِ حکومت پر متمکن ہوا۔ ابو القاسم نوح ایک نو عمر لڑکا تھا' حدِ بلوغ کو نہیں پہنچا تھا' قلمدانِ وزارت ابو الحسن عتبی کے سپرد کیا گیا' عہدۂ حجابت سے ابو العباس (ابو الحسن کا آزاد غلام) ممتاز ہوا۔

طاہر بن خلف

ہم اوپر خلف بن احمد لیثی والئ بجستان کے حالات بیان کر چکے ہیں کہ اس نے امیر منصور بن فرح سے اپنے عزیز قریب طاہر بن خلف بن احمد بن حسین کے مقابلہ میں جس نے ۳۵۴ھ میں اس سے بغاوت کی تھی' امداد طلب کی تھی چنانچہ امیر منصور نے خلف بن احمد کو فوجی امداد دی اور اسے اس کی حکومت کی کرسی پر دوبارہ متمکن کیا۔ اس کے بعد جب امیر منصور کے لشکر کو خلف نے رخصت کر دیا طاہر نے پھر بغاوت کر دی۔ خلف نے امیر منصور سے پھر امداد طلب کی' امیر منصور نے امداد دی' اس اثناء میں طاہر انتقال کر گیا' اس کا بیٹا حسین امارت کی کرسی پر متمکن ہوا' خلف نے اس کا محاصرہ کر لیا نہایت سختی سے محاصرہ کیے رکھا۔ بالآخر حسین بجستان کو خیرباد کہہ کر امیر سعید نوح بن منصور کے پاس چلا گیا اور خلف حکومت امیر نوح کی ماتحتی میں بجستان میں حکومت کرنے لگا اور خراج سالانہ مقررہ دار الامارات بھیجنا شروع کیا۔ چند دن بعد شاہی اطاعت و فرماں برداری میں کوتاہی کرنے لگا' احکامِ شاہی کی تعمیل میں اعراض و چشم پوشی سے کام لینے لگا۔ تب حسین بن طاہر عساکر خراسان کا لشکر لے کر خلف بن احمد کی سرکوبی کے لئے آیا اور قلعہ ارک کا محاصرہ کر لیا ایک بڑی مدت تک محاصرہ کیے رہا' وزیر السلطنت ابو الحسن عتبی نے سپہ سالاروں کی ایک جماعت کو جس میں حسن بن مالک اور کناش وغیرہ جیسے سپہ سالار تھے کمک پر بھیجا۔ سات برس تک محاصرہ کا سلسلہ قائم رہا یہاں تک کہ رسد و غلہ مال اور فوج کا خاتمہ ہو گیا۔

ابن سیمجور کی معزولی

ابن سیمجور ان دنوں خراسان میں تھا۔ چونکہ اس کا زمانۂ حکومت بھی طویل ہو گیا تھا اس وجہ سے سلطان کی اطاعت خاطر خواہ نہ کرتا تھا اور خلف بن احمد اس کا دوست و مشیر تھا اس بناء پر اس پر بھی شاہی عتاب ہوا اور حکومت خراسان سے معزول کر دیا گیا اس کی جگہ ابو

العباس تاش کو حکمرانی کی سند عطا ہوئی۔ ابن سیجور معذرت کا عریضہ لکھ کر قستان چلا گیا اور بہ انتظار جواب وہیں ٹھہرا رہا' کچھ عرصہ بعد بحستان جانے کی بابت امیر نوح کا فرمان صادر ہوا' چنانچہ ابن سیجور نے بحستان کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر خلف بن احمد کو حسین بن طاہر کے محاصرہ سے نکل جانے کا موقع دیا۔ خلف قلعہ طاق میں جا کر پناہ گزین ہو گیا اور ابن سیجور کچھ دن بعد امیر نوح کو خوش کرنے کو وہیں قیام پذیر رہا۔ پھر وہاں سے واپس آیا۔

ابو العباس تاش

جس وقت امیر نوح نے ابو العباس تاش کو سپہ سالاری و حکومتِ خراسان پر مامور کیا اور ابو العباس تاش ۳۷۱ھ میں وارد خراسان ہوا تو فخر الدولہ بن رکن الدولہ اور شمس المعالی قابوس بن دشمکیر سے ملاقات ہوئی' یہ لوگ جرجان سے آئے ہوئے تھے۔ ان دونوں کی سرگزشت یہ ہے کہ جس وقت عضد الدولہ نے اپنے بھائی فخر الدولہ کے مقبوضات پر قبضہ کر لیا اور شکست دے دی تب فخر الدولہ شمس المعالی قابوس کے پاس جا کے پناہ گزین ہوا۔ عضد الدولہ نے شمس المعالی کے پاس فخر الدولہ کے واپس بھیجنے کا خط لکھا اور لالچ بھی دیا اور دھمکی بھی دی' قابوس نے انکار کیا۔ عضد الدولہ نے طیش میں آ کر فخر الدولہ کو گرفتار کرنے کے لئے اپنے بھائی موید الدولہ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ کیا قابوس مقابلہ پر آیا لیکن شکست کھا کر بھاگا اپنے کسی قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہوا اور جب اس میں بھی پناہ کی صورت نظر نہ آئی تو اپنا مال و اسباب لے کر نیشا پور چلا گیا۔ فخر الدولہ بھی میدان جنگ سے اپنی جان بچا کر پہنچا' دونوں ابو العباس سے ملے اور اپنی سرگزشت بیان کی۔ ابو العباس نے ان کی بے حد عزت کی توقیر و احترام سے ٹھہرایا چنانچہ ان دونوں نے ابو العباس کے پاس قیام کیا اور موید الدولہ نے جرجان اور طبرستان پر قبضہ کر لیا۔

جب قابوس بن دشمکیر اور فخر الدولہ بن رکن الدولہ ابو العباس تاش کے پاس آ کر پناہ گزین ہوئے اور جرجان و طبرستان کو موید الدولہ سے واپس لینے کی درخواست کی' ابو العباس تاش نے امیر نوح کی خدمت میں اجازت حاصل کرنے کی غرض سے ایک عرضداشت بخارا روانہ کی چنانچہ امیر نوح نے ان دونوں مظلوموں کے ساتھ جانے اور ان کا ملک واپس دلانے کا حکم دیا۔ ابو العباس تاش نے فوجیں جمع کر کے ان دونوں مظلوموں کے ساتھ مؤید الدولہ سے بدلہ لینے کے لئے کوچ کیا۔ سفر و قیام کرتا ہوا جرجان پہنچا اور محاصرہ ڈال دیا۔ دو ماہ تک نہایت سختی سے محاصرہ ڈالے رہا' مؤید الدولہ نے فائق نامی ایک خراسانی سپہ سالار کو ملا لیا۔ صف آرائی کے وقت اس نے حسبِ وعدہ اپنے مورچہ کو چھوڑ دیا اور شکست اٹھا کر بھاگا۔ مؤید الدولہ نے جرجان سے نکل کر حملہ کیا جس سے خراسانی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی اور شکست کھا کر نیشا پور چلی آئی۔

ابو العباس تاش نے اس شکست کی اطلاع امیر نوح کو بخارا میں دی' امیر نوح نے تسلی آمیز فرمان بھیجا اور اپنے تمام ممالک مقبوضہ میں فراہمی فوج کا ایک گشتی فرمان روانہ کیا کہ چاروں طرف سے فوجیں مسلح ہو کر نیشا پور حاضر ہوں اور قابوس و فخر الدولہ کا حق دلانے کے لئے ابو العباس تاش کے زیر حکومت مؤید الدولہ پر حملہ کریں۔ تھوڑے دنوں میں ایک بڑی فوج جمع ہو گئی۔ اس اثناء میں وزیر السلطنت ابو الحسن عتبی کے قتل کی خبر مشہور ہوئی جس سے وقتی طور پر فوج کشی ملتوی ہو گئی کیونکہ عنان حکومت و سلطنت وزیر السلطنت ہی کے قبضہ اختیار میں تھی۔ یہ واقعہ ۳۷۲ھ کا ہے۔ وزیر السلطنت کے قتل کے بعد امیر نوح کی طلبی پر ابو العباس تاش نیشا پور چھوڑ کر نظام حکومت درست کرنے کی غرض سے بخارا چلا گیا اور جن لوگوں نے وزیر السلطنت کو قتل کیا تھا انہیں گرفتار کر کے قتل کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو الحسن محمد بن ابراہیم بن سیجور نے چند لوگوں کو وزیر السلطنت کے قتل پر مامور کیا تھا۔

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ابو الحسن بن سیجور جس وقت بحستان گیا تھا' وہیں مقیم رہا پھر وہاں سے قستان لوٹ آیا۔ جب ابو العباس تاش بخارا کی جانب روانہ ہوا تو ابن سیجور نے فائق کو لکھا کہ آؤ ہم تم متفق ہو کر خراسان پر قبضہ کر لیں' فائق نے اثبات میں جواب دیا چنانچہ دونوں نیشا پور میں جمع ہوئے اور خراسان پر قبضہ کر لیا۔ ابو العباس تاش یہ خبر پا کر فوجیں لے کر ان دونوں پر چڑھ گیا' ان دونوں نے گھبرا کر خط و کتابت شروع کی بالآخر یہ طے پایا کہ نیشا پور کی حکومت اور سپہ سالاری افواج ابو العباس تاش کو دی جائے' بلخ فائق کو اور

ہرات ابو الحسن بن سیجور کو اس مصالحت کے بعد تمام فریق اپنے اپنے صوبوں کو واپس ہوئے۔

ابو العباس کی معزولی

فخر الدولہ بن بویہ ان واقعات کے دوران سیجور اور فائق کے ساتھ نیشا پور ہی میں مقیم تھا اور امداد کے انتظار میں ٹھہرا ہوا تھا یہاں تک کہ اس کا بھائی موید الدولہ ماہ شعبان ۳۰۳ھ میں وفات پا گیا' اراکین حکومت نے اسے کرسی حکومت پر بٹھانے کی غرض سے بلا بھیجا۔ اس امر کی تحریک ابن عباد وغیرہ نے کی تھی۔ فخر الدولہ نے نیشا پور سے جرجان کی جانب کوچ کیا اور جرجان پہنچ کر اپنے بھائی کے ملک (جرجان اور طبرستان) پر قبضہ کر لیا اور امیر نوح نے بخارا سے نیشا پور کی جانب ابو العباس کے روانہ ہونے پر ابو العباس کی جگہ عہدۂ وزارت پر عبداللہ بن عزیز کو مامور کیا اس کی ابو الحسن عتبی سے ان بن کیا بلکہ عداوت تھی۔ عبداللہ نے عہدۂ وزارت کا چارج لینے کے بعد ابو العباس تاش کو حکومت خراسان سے سبکدوش کر دیا اور ابو الحسن محمد بن ابراہیم کو نیشا پور کی سند حکومت بھیج دی۔

ابو العباس کی بغاوت و شکست

ابو العباس تاش نے حکومت خراسان سے معزول ہونے کے بعد امیر نوح کی خدمت میں معذرت اور تلطفِ خسروانہ کی عرضداشت روانہ کی۔ امیر نوح نے توجہ نہ فرمائی اس بناء پر ابو العباس تاش نے علم بغاوت بلند کر دیا اور فخر الدولہ سے ابن سیجور کے مقابلہ میں امداد کی درخواست کی۔ فخر الدولہ نے فوجی اور مالی امداد دی اور اپنے نامور سپہ سالار ابو محمد عبداللہ بن عبدالرزاق کو اس خدمت پر مامور کیا چنانچہ ابو محمد نے اپنی اور دیلمی فوجوں کے ساتھ نیشا پور کی طرف قدم بڑھایا اور ابن سیجور نیشا پور میں قلعہ نشین ہو گیا۔ فریق مخالف نے محاصرہ ڈال دیا، تھوڑے دن بعد فخر الدولہ نے ایک اور تازہ دم فوج کمک پر بھیج دی۔ ابن سیجور محاصرہ اٹھا کر مقابلہ پر آیا۔ ان لوگوں نے اسے شکست دی اور اس کے تمام مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ ابو العباس نے کامیابی کے ساتھ نیشا پور پر قبضہ کر لیا اور دوبارہ امیر نوح کی خدمت میں عذر خواہی اور الطاف شاہی کے مبذول کرنے کا عریضہ روانہ کیا مگر وزیر السلطنت عبداللہ بن عزیز نے اس کی معزولی پر زیادہ زور دیا جس سے دونوں کے دل میں کدورت بدستور باقی رہی۔ اس شکست کے بعد ابن سیجور نے اپنی حالت درست کی۔ امراء بخارا اس واقعہ سے مطلع ہو کر اس کی کمک پر آئے جس سے اس کی گئی ہوئی قوت پھر عود کر آئی۔ شمس الدولہ ابو الفوارس بن عضد الدولہ کو فارس میں امداد کے لئے لکھا چنانچہ شرف الدولہ نے اپنے چچا فخر الدولہ کی عداوت کی وجہ سے دو ہزار سواروں سے اس کی مدد کی' لڑائی ہوئی' ابو العباس شکست کھا کر فخر الدولہ کے پاس جرجان چلا گیا۔ فخر الدولہ نے اس کی بے حد عزت کی اور اسے جرجان' دہستان اور استر آباد بطور جاگیر دے کر رے کا راستہ لیا اور اس قدر مال و اسباب اور آلاتِ حرب روانہ کیے کہ جس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ابو العباس نے جرجان میں قیام کر کے فوجیں جمع کیں' چندے اپنی مالی حالت درست کر کے خراسان کی طرف قدم بڑھایا مگر سوء اتفاق سے خراسان تک نہ پہنچ سکا۔ ناکام جرجان واپس آیا، تین برس قیام کر کے مر گیا۔

اہلِ جرجان نے ابو العباس کے اراکین دولت کی اطاعت قبول کی مگر ان لوگوں کی بد خلقی اور ظالمانہ کارروائی کی وجہ سے آپس میں لڑ پڑے، سخت اور خونریز لڑائی ہوئی یہاں تک کہ ابو العباس کے اراکینِ دولت نے امن کی درخواست کی تب اہلِ جرجان نے ان کی خونریزی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور وہ لوگ متفرق اور منتشر ہو کر ادھر ادھر چلے گئے۔ ان میں سے اکثر نے جن میں ابو العباس کے ممتاز خواص اور غلام تھے، خراسان میں جا کر قیام اختیار کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ والیٔ خراسان ابو الحسن سیجور دفعتہً مر گیا تھا اس کی جگہ اس کا بیٹا ابو علی خراسان پر حکمرانی کر رہا تھا اس کے بھائیوں نے اس کی حکومت کی اطاعت کر لی تھی۔ ان میں سب سے بڑا ابو العباس تھا البتہ فائق نے حکومت و ریاست کی بابت جھگڑا شروع کیا تھا اتنے میں ابو العباس تاش کے اراکین دولت ابو علی کے پاس گئے جس سے ان کی شان و شوکت بڑھ گئی اور حالت درست ہو گئی۔

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ابو الحسن بن سیجور' ابو العباس تاش اور فایق نے متفق ہو کر نیشا پور سپہ سالاری خراسان' حکومت بلخ و ہرات کے حصے بخرے کر لئے تھے اس کے بعد وزیر السلطنت عبداللہ بن عزیز کی تحریک سے ابو العباس تاش کو معزول کر کے اس کی جگہ ابو العباس کو مامور کیا،ان دونوں میں جو واقعات پیش آئے انہیں ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔ تاش شکست کھا کر جرجان چلا گیا اور ابو علی ہرات میں' فایق بلخ میں حکومت کرنے لگا۔ وزیر السلطنت عبداللہ بن عزیز جرجان پر قبضہ کر لینے کی حسن کو ترغیب دے رہا تھا،اتفاق سے چند دن بعد وزیر السلطنت بن عزیز معزول ہو کر خوارزم کی جانب شہربدر کر دیا گیا اور قلمدانِ وزارت ابو علی محمد بن عیسٰی دامغانی کو مرحمت ہوا،چونکہ حکومت کے مصارف بڑھ گئے تھے اور آمدنی کم ہو گئی تھی اس وجہ سے ابو علی محمد عہدۂ وزارت کے فرائض کو پورے طور سے ادا نہ کر سکا نتیجہ یہ ہوا کہ معزول کر دیا گیا۔ نصر بن احمد بن محمد ابو یزید عہدۂ وزارت سے سرفراز ہوا،تھوڑے دن کے بعد یہ بھی عہدہ سے سبکدوش کر دیا گیا اور ابو علی دامغانی بدستور عہدۂ وزارت پر بحال ہوا،اس اثناء میں ابو الحسن بن سیجور مر گیا،اس کا بیٹا ابو علی اس کی جگہ حکومت کرنے لگا۔

ابوعلی بحیثیت گورنر خراسان

ابو علی نے کرسی حکومت پر قدم رکھنے کے بعد امیر نوح بن منصور کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ جیسے میرے باپ کو سندِ حکومت مرحمت ہوئی تھی مجھے عنایت کی جائے۔ امیر نوح نے بظاہر درخواست کو منظور کر لیا مگر درپردہ فایق کو لکھا کہ تم خراسان پر قبضہ کر لو۔ اس کے ساتھ ہی خلعت اور پھریرا بھیج دیا۔ ابو علی پہلے تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ان صوبوں پر میری حکومت قائم رہ گئی ہے مگر جب اس پر اس راز کا انکشاف ہوا تو اس نے بے شمار لشکر جمع کیا اور نہایت تیزی سے فایق پر فوج کشی کر دی۔ ہرات اور ابو شیخ کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی میدان ابو علی کے ہاتھ رہا،فایق شکست کھا کر مروالرود چلا گیا۔ ان واقعات کے بعد امیر نوح نے ابو علی کو سپہ سالاری افواج اور نیشا پور ہرات' قہستان کی سند گورنری مرحمت کی،عماد الدولہ کا خطاب دیا۔ رفتہ رفتہ امیر نوح کے دربار میں اس کا ایک ممتاز رتبہ ہو گیا اور اس نے آہستہ آہستہ تمام صوبہ خراسان پر قبضہ کر لیا اور اس درجہ حاوی ہو گیا کہ سلطان کی طلبی پر بھی اس نے اپنے صوبے کا ایک قلیل حصہ علیحدہ نہ کیا مگر سطوتِ شاہی کے خوف سے بظاہر حکومت کی اطاعت کا اظہار کرتا رہا اور درپردہ بغرا خاں ترکی بادشاہ کا شغر و شاغور سے خط کتابت کا سلسلہ جاری کیا اور اسے بخارا اور ماوراء النہر وغیرہ پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دیتا رہا یہاں تک کہ اسے مستقل طور سے خراسان کی حکومت مل گئی۔

فایق بن ابو الحسن سیجور

فایق ابو علی سے شکست کھا کر مروالرود چلا گیا تھا اور وہیں اس وقت تک قیام پذیر رہا۔ جب تک کہ اس کے زخم اچھے نہ ہو گئے اور اس کے پاس اس کے ہمراہی آ کر جمع نہ ہو گئے۔ تھوڑے دن کے بعد جب فایق کی حالت درست ہو گئی تو اس نے بلا اجازت بخارا کی طرف کوچ کیا۔ امیر نوح کو اس کی خبر لگی۔ تو اس نے ایک فوج و فلکنزرون برادر حاجب کی ماتحتی میں روک تھام کی غرض سے روانہ کی۔ فایق شکست کھا کر بھاگا،نہر عبور کر کے بلخ پہنچا اور وہاں چندے قیام کر کے ترمذی چلا گیا۔ بغرا خاں سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا اور اسے امیر نوح کے خلاف ابھارنے لگا۔ امیر نوح نے فایق کے بھاگنے کے بعد ابو الحرث احمد بن محمد فیرقوتی والی جرجان کو فایق کی گرفتاری اور سرکوبی کے لیے لکھا چنانچہ والی جرجان نے اپنی فوجیں فایق کے تعاقب میں روانہ کیں۔ فایق نے بھی خبر پا کر اپنی فوج کے ایک حصہ کو مقابلہ پر بھیجا۔ دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ فایق کا لشکر شکست اٹھا کر بلخ کی طرف لوٹ آیا۔

اسی زمانہ میں طاہر بن فضل نے ابو المظفر محمد بن احمد سے ملک صغانیاں چھین لیا تھا۔ ابو المظفر بحالِ پریشان فایق کے پاس پہنچا' امداد کی درخواست کی' چنانچہ فایق نے فوجیں جمع کر کے ابو المظفر کو طاہر کے مقابلہ پر بھیجا' دونوں میں سخت خونریز جنگ ہوئی' طاہر کی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی اور طاہر جنگ کے دوران مارا گیا اور صغانیاں پر قابض ہو گیا۔

بقراخاں ترک کا بخارا پر قبضہ

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ابو علی بادشاہ ترک بقرا خاں کو بخارا اور ماوراء النہر پر قبضہ کرنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد بقرا خاں کو ملک گیری کا لالچ پیدا ہوا اور اس نے ملوک سامانیہ کے مقبوضات کی طرف قدم بڑھایا' یکے بعد دیگرے شہروں پر قبضہ کرنے لگا۔ امیر نوح نے اس سے مطلع ہو کر بقرا خاں کے مقابلہ پر فوجیں روانہ کیں' بقرا خاں نے انہیں شکست دے کر سپہ سالار فوج کو مع دیگر سرداران لشکر کے گرفتار کر لیا اور بخارا کی جانب بڑھا۔ امیر نوح نے ابو علی بن سیمجور اور فائق کو لکھا کہ اپنی افواج کے ساتھ بخارا کو بچانے اور میری حمایت کے لئے آؤ مگر ان لوگوں نے کوئی توجہ نہ کی' بقرا خاں کوچ و قیام کرتا اور شہروں پر یکے بعد دیگرے قابض ہوتا ہوا بخارا کے قریب پہنچا۔ امیر نوح چھپ کر بخارا سے نکلا اور دریا عبور کر کے تل اشط پہنچا۔ تھوڑے دن بعد اس کے رفقاء اور امراء سب اس سے آ ملے' امیر نوح نے یہاں پر قیام اختیار کیا اور ابو علی اور فائق کو اپنی حمایت کے لئے خطوط بھیجے۔

بقرا خاں کی وفات

بقرا خاں نے امیر نوح کے چلے جانے کے بعد بخارا پر قبضہ کر کے وہیں قیام اختیار کیا' اتفاق سے ایک سخت بیماری میں مبتلا ہوا' طبیبوں کی رائے سے بخارا چھوڑ کر اپنے شہر واپس ہوا۔ امیر نوح یہ خبر پا کر نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے بخارا پہنچا۔ اہل بخارا نے اس کی واپسی سے بے حد خوشی منائی۔ امیر نوح نے دوبارہ کرسی بخارا پر جلوس فرمایا' اس مسرت پر دوبالا مسرت یہ ہوئی کہ بقرا خاں کے مرنے کی خبر بھی آ پہنچی۔ سارے شہر میں چراغاں کیا گیا۔ اہل شہر اور امیر نوح کی خوشی و مسرت کا کیا پوچھنا تھا' مارے خوشی کے جامہ سے باہر نکلے پڑے تھے۔

ابو علی کو امیر نوح کی واپسی بخارا سے بے حد شرمندگی ہوئی کیونکہ اس نے امیر نوح کی مدد سے جان چرائی تھی اور نہایت کج ادائی سے پیش آیا تھا۔ فائق کو اپنی غم سے بھری ہوئی داستان لکھی چنانچہ فائق امیر نوح کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر ابو علی کے پاس چلا گیا اور دونوں حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے' یہ واقعات ۳۸۴ھ کے ہیں۔

جب ابو علی اور فائق متفق ہو کر امیر نوح کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے تو امیر نوح نے سبکتگین کو ان واقعات سے مطلع کر کے ان دونوں باغیوں کے مقابلہ کے لئے اپنی مدد کو بلا بھیجا۔ سبکتگین امیر نوح کی جانب سے غزنی کا گورنر تھا اور ان دنوں ملوکِ کفارِ ہند پر جہاد میں مصروف تھا۔ جس وقت امیر نوح کا فرمان ملا' فوراً لڑائی موقوف کر کے غزنی لوٹ آیا اور فراہمیٔ لشکر و آلات حرب میں مصروف ہوا۔ ابو علی اور فائق اس سے مطلع ہو کر ڈرے۔ معز الدین بن بویہ سے امداد کی درخواست کی' اور اس معاملہ میں اس کے وزیر السلطنت صاحب بن عباد سے بھی اعانت کے خواستگار ہوئے' معز الدولہ نے ان دونوں باغیوں کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔

امیر نوح کا نیشاپور پر قبضہ

سبکتگین اور اس کا ہونہار بیٹا محمود فوجیں جمع کر کے ۳۸۴ھ میں خراسان کی طرف بڑھے۔ امیر نوح بھی یہ خبر پا کر بخارا سے نکلا۔ سبکتگین اور محمود سے ملاقات کی پھر سب کے سب متفق ہو کر ابو علی اور فائق کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوئے' اطراف ہرات میں معرکہ کارزار گرم ہوا۔ ابو علی اور فائق کے ہمراہ قابوس بن وشمگیر بھی تھا' قابوس کفرانِ نعمت نہ کر سکا' امیر نوح کے پاس امن حاصل کر کے چلا آیا۔ ابو علی اور فائق کے ہمراہیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ سبکتگین کے سرداروں نے شکست پر شکست دینا شروع کی' ابو علی اور فائق میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ فتح مند گروہ نیشاپور تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ جب فائق اور ابو علی کو نیشاپور میں بھی پناہ نہ ملی تو ناکام ہو کر جرجان میں جا کر دم لیا۔ معز الدولہ سے ملے' ہدایا و تحائف پیش کیے' اپنی مصیبت کی داستان بیان کی۔ معز الدولہ نے ان دونوں کو جرجان میں ٹھہرایا اور وظیفہ مقرر کر دیا۔

ابو علی اور فائق کی شکست کے بعد امیر نوح نے کامیابی کے ساتھ نیشاپور پر قبضہ کر لیا' نیشاپور کی حکومت اور سپہ سالاری افواج

خراسان کے عہدہ پر محمود بن سبکتگین کو مقرر کر کے سیف الدولہ کا خطاب مرحمت فرمایا اور اس کے بعد سبکتگین کو ناصر الدولہ کے خطاب سے مخاطب کیا۔ ہرات کی حکومت پر سبکتگین کو اور نیشاپور کی گورنری پر محمود کو مامور کر کے بخارا کی جانب واپس ہوا۔

جونہی امیر نوح اور سبکتگین ایک دوسرے سے جدا ہو کر بخارا اور ہرات کی طرف روانہ ہوئے، ابو علی اور فائق کو خراسان کی حکومت کا پھر لالچ پیدا ہوا۔ چنانچہ ان دونوں نے فوجیں جمع کر کے ماہ ربیع الاول ۳۸۵ھ میں جرجان سے نیشاپور کی جانب قدم بڑھایا۔ محمود اس سے مطلع ہو کر ان دونوں سے مقابلہ پر نکلا۔ نیشاپور کے باہر دونوں حریفوں نے صف آرائی کی۔ ابو علی اور فائق نے اس امر کا احساس کر کے کہ محمود کی جمعیت کم ہے،اس کے باپ سبکتگین کی امداد نہ آنے پائی تھی کہ لڑائی چھیڑ دی۔ محمود شکست کھا کر اپنے باپ کے پاس بھاگ گیا۔ حریف نے اس کے لشکرگاہ کو لوٹ لیا اور ابو علی نے نیشاپور میں قیام کر دیا۔ امیر نوح انہیں ملانے کی غرض سے ابو علی سے خط و کتابت کیا کرتا تھا اور اس کی لغزشوں اور عدول حکمیوں سے درگزر کرتا جاتا تھا چنانچہ اس مرتبہ بھی جو لغزش اس سے سبکتگین کے معاملہ میں ہوئی تھی،اس سے درگزر کا خط لکھا مگر ابو علی اور فائق نے جو بات امیر نوح سے چاہی تھی،اسے منظور نہ کیا۔ سبکتگین نے اپنے بیٹے محمود کی شکست اور ابو علی کے قبضہ نیشاپور سے برہم ہو کر فوجیں فراہم کیں،سامان سفر و جنگ مہیا کر کے ابو علی پر فوج کشی کر دی،مقام طوس میں مڈبھیڑ ہوئی،محمود بھی سبکتگین کی روانگی کے بعد امدادی فوج لے کر پہنچ گیا۔ ابو علی اور فائق شکست کھا کر ابیورد کی جانب بھاگے، سبکتگین نے اپنے بیٹے محمود کو نیشاپور کی حکومت پر مامور کر کے ابو علی اور فائق کا تعاقب کیا،ابو علی اور فائق نے جب وہاں بھی پناہ کی صورت نہ دیکھی تو مرو جا کر دم لیا پھر مرو سے نکل کر آمل الشط میں پہنچ کر پناہ گزین ہوئے اور دونوں نے متفق ہو کر امیر نوح کی خدمت میں عفو قصور اور مرحمت خسروانہ حاصل کرنے کے لئے عریضہ روانہ کیا۔امیر نوح نے ابو علی سے یہ شرط پیش کی کہ تم جرجانیہ میں جا کر قیام کرو اور فائق کا ساتھ چھوڑ دو۔ ابو علی جرجانیہ کی جانب روانہ ہوا۔ خوارزم کے قریب پہنچ کر ایک گاؤں میں مقیم ہوا۔

ابو علی اور خوارزم

ابو عبداللہ خوارزم شاہ ابو علی کی آمد کی خبر سن کر ملنے کے لئے آیا اور بڑی آؤ بھگت سے اپنے یہاں لے جا کر ٹھہرایا۔ شب کے وقت چند سپاہیوں کو بھیج کر ابو علی کو اس کے ہمراہیوں کے ساتھ گرفتار کر کے قید کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر مامون بن محمد والی جرجانیہ تک پہنچی،مامون کو اس واقعہ سے بے حد صدمہ ہوا،فوجیں جمع کر کے خوارزم شاہ پر چڑھائی کر دی۔ مقام کاث میں خوارزم شاہ سے مقابلہ ہوا سخت اور خونریز جنگ کے بعد خوارزم شاہ کو شکست ہوئی۔ مامون نے کاث پر قبضہ کر کے خوارزم شاہ کا تعاقب کیا،زیادہ تگ و دو کی نوبت نہ آئی تھی کہ خوارزم شاہ گرفتار کر لیا گیا۔ ابو علی کو قید سے نجات ملی۔ مامون مظفر و منصور جرجانیہ کی جانب واپس ہوا اور بلاد خوارزم پر اپنی جانب سے ایک امیر کو مامور کر دیا۔

ابو علی کی گرفتاری و خاتمہ

مامون نے جرجانیہ پہنچ کر خوارزم شاہ کے پیش کیے جانے کا حکم دیا اور جب وہ دربار میں پیش کیا گیا تو ابو علی کے روبرو اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد امیر نوح کو ابو علی کی سفارش لکھی،امیر نوح نے مامون کی سفارش پر ابو علی کو بخارا میں بلا بھیجا۔ چنانچہ ابو علی جرجانیہ سے بخارا کی جانب روانہ ہوا۔ شاہی امراء اور فوج سلطانی نے استقبال کیا مگر جونہی دربار شاہی میں داخل ہوا امیر نوح نے گرفتاری کا حکم دیا جس کی فوراً تعمیل کی گئی۔

کسی ذریعہ سے سبکتگین کو یہ معلوم ہو گیا کہ ابن عزیز وزیر السلطنت ابو علی کی رہائی کی فکر میں ہے اور امیر نوح سے سعی سفارش کر کے اسے قید سے رہا کرانا چاہتا ہے،اس بنا پر سبکتگین نے امیر نوح کی خدمت میں اپنا سفیر بھیج کر ابو علی کو اپنے پاس بلا لیا اور قید کر دیا۔ چنانچہ اسی حالت میں ۳۸۷ھ کا دور پورا ہوتے ہوتے ابو علی کا انتقال ہو گیا،باقی رہا اس کا بیٹا ابو الحسن ▪ فخر الدولہ بن بویہ کے پاس بھاگ گیا اور وہیں قیام پذیر رہا۔

ابو علی کی مفارقت کے بعد فایق نے کاشغر کا راستہ اختیار کیا۔ ایلک خاں بادشاہ ترک بعزت و احترام پیش آیا۔ امیر نوح کو اس کی عفو تقصیر کی سفارش کی۔ امیر نوح نے ایلک خاں کی سفارش پر فایق کی تقصیر معاف کر دی اور سمرقند کی حکومت پر مامور کر دیا۔

امیر نوح سامانی کی وفات

ماہ رجب ۳۸۷ھ میں امیر نوح بن منصور سامانی اپنی حکومت و سلطنت کا اکیسواں سال پورا کر کے وفات پا گیا۔ اس کے مرنے سے ملوک سامانی کی حکومت و سلطنت میں زوال آ گیا۔ چاروں طرف سے سرحدی امراء باغی ہو گئے جس سے تھوڑی سی مدت میں ملوک سامانی کی حکومت جاتی رہی۔

ابو الحرث منصور کی امارت

امیر نوح کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ابو الحرث منصور تخت حکومت پر متمکن ہوا' اراکین دولت اور امراء سلطنت نے بالاتفاق اطاعت قبول کی' مکتبوزون ممالکِ مقبوضہ کا انتظام کرنے لگا۔ قلمدانِ وزارت ابو طاہر محمد بن ابراہیم کو سپرد ہوا۔

ایلک خان بادشاہ ترک کو امیر نوح کی وفات سے فائدہ اٹھانے اور ملک گیری کرنے کا شوق چرایا' فوجیں جمع کر کے سمرقند کی جانب بڑھا اور اسی مقام سے فایق کو بلا کر بخارا کی جانب روانہ کیا' امیر منصور کو اس خبر سے بے حد تشویش پیدا ہوئی' جب کچھ بن نہ آئی تو بخارا چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور نہر عبور کر کے دم لیا۔ فایق بلامقابلہ بخارا میں داخل ہوا' اراکین شہر کو جمع کر کے یہ ظاہر کیا کہ میں امیر منصور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں' وہ میرے ولی نعمت ہیں' بخارا کیوں چھوڑ کر چلے گئے اور چند عمائدین و مشائخین بخارا کو یہ پیغام دے کر امیر منصور کی خدمت میں بھیجا' بخارا واپس آنے کی درخواست کی' امیر منصور نے فایق سے عہد و پیمان لے کر بخارا کی جانب کوچ کیا۔ بخارا میں یہ دن بہت خوشی کا دن تھا۔ الغرض امیر منصور کی واپسی کے بعد فایق نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ سلطنت و حکومت کا انتظام کرنے لگا' مکتبوزون کو خراسان کی سندِ حکومت دے کر بخارا سے دور پھینک دیا۔

اس سنہ کے ماہ شعبان میں سبکتگین کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے لڑکوں اسماعیل اور محمود میں خانہ جنگی شروع ہو گئی تھی۔ اسی زمانہ میں مکتبوزون وارد خراسان ہوا اور اس پر قبضہ کر کے حکومت کرنے لگا۔

ابو القاسم اور مکتبوزون

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ مکتبوزون' جن دنوں محمود بن سبکتگین اپنے بھائی اسماعیل کی جنگ میں مصروف تھا' واردِ خراسان ہوا اور قابض ہو کر حکمرانی کرنے لگا۔ ابو القاسم بن سیجور برادر ابو علی اپنے بھتیجے ابو الحسن بن ابو علی کے ہمراہ جرجان چلا گیا تھا اور دونوں چچا بھتیجے نے جرجان میں معز الدولہ کے پاس قیام کیا۔ جب معز الدولہ مر گیا تو ان دونوں نے اس کے بیٹے مجد الدولہ کی خدمت میں رہنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ ابو القاسم کے پاس اس کے بھائی ابو علی کے رفقاء اور امراء آ کر جمع ہو گئے۔

فایق نے بخارا سے ابو القاسم کو لکھنا شروع کیا کہ تم مکتوزون پر فوج کشی کر دو۔ خراسان پر قبضہ کر لو اور اسے خراسان سے حرفِ غلط کی طرح نکال پھینکو۔ پہلے تو ابو القاسم کو کچھ پس و پیش ہوا مگر فایق کے بار بار تحریک کرنے سے ابو القاسم کو بھی جوش پیدا ہو گیا۔ فوجیں آراستہ کر کے جرجان سے نیشاپور کی طرف روانہ ہوا اور ایک فوج کو اسفرائین سر کرنے کے لئے بھیجا۔ اس فوج نے مکتبوزون کے عمال کے قبضہ سے اسفرائین کو نکال لیا' اس کے بعد مکتبوزون اور ابو القاسم میں مصالحت کا نامہ و پیام شروع ہوا اور بالآخر دونوں میں مصالحت ہو گئی اور دامادی کا رشتہ بھی قائم ہو گیا۔ مکتبوزون نیشاپور واپس آیا۔

محمود کا نیشاپور پر قبضہ

محمود بن سبکتگین نے اپنے بھائی اسماعیل کی مہم سے فارغ ہو کر غزنی پر قبضہ کر کے بلخ کی جانب کوچ کیا۔ محمود جب یہاں پہنچا تو رنگ

ہی دوسرا تھا خراسان کی کرسی حکومت پر مکتبوزون متمکن تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔ محمود نے امیر منصور بن نوح کی خدمت میں عریضہ روانہ کیا اپنے تعلقات فرماں برداری اور خیرخواہی ظاہر کر کے حکومت خراسان کی درخواست کی۔ امیر منصور نے حکومت خراسان دینے سے انکار کر دیا اور خراسان کی جگہ ترمذ' بلخ اور ان کے علاوہ صوبہ بست کے دیگر شہروں کی سند حکومت دینے کا وعدہ کیا۔ محمود اس سے راضی نہ ہوا۔ دوبارہ درخواست بھیجی۔ امیر منصور نے نامنظور کر دی۔ اس سے محمود کو سخت رنج ہوا فوجیں جمع کر کے نیشا پور کی جانب قدم بڑھایا' مکتبوزون کو اس کی خبر لگ گئی نیشا پور چھوڑ کر بھاگ گیا۔ محمود نے ۳۸۸ھ میں اس پر قبضہ کر لیا۔ امیر منصور کو اس واقعہ سے سخت برہمی ہوئی' بخارا سے نیشا پور کی جانب محمود کو زیر کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ محمود اس کی آمد کی خبر پا کر مروالرود چلا گیا اور وہیں آئندہ واقعات کے انتظار میں ٹھہرا رہا۔

عبدالملک بن امیر نوح کی امارت

جس وقت امیر نوح نے بخارا سے خراسان کی جانب محمود بن سبکتگین کو نیشا پور سے نکالنے کی غرض سے کوچ کیا مکتبوزون نے یہ خبر پا کر امیر منصور کی خدمت میں شرف حضوری حاصل کیا۔ چونکہ امیر منصور نے خلافِ امید مکتبوزون کی عزّت و توقیر نہ کی اس وجہ سے مکتبوزون کو امیر منصور سے کشیدگی پیدا ہو گئی' فائق سے امیر منصور کی بے توجہی کی شکایت کی۔ فائق نے اس سے دوچند شکوہ کا دفتر کھول دیا اس کے بعد دونوں نے متفق ہو کر یہ رائے قائم کی کہ امیر منصور کو معزول کر دینا چاہیے اور اس کی جگہ عبدالملک بن امیر نوح کو امیر بنانا زیادہ موزوں ہو گا۔ سرداران لشکر میں سے بھی ایک گروہ اس رائے سے متفق ہو گیا۔ چنانچہ مکتبوزون اور فائق نے حیلہ سے امیر منصور کو بلا کر گرفتار کر لیا اور آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔ یہ واقعہ اوائل ۳۹۰ھ کا ہے۔ اس نے بیس مہینے حکومت کی۔

امیر منصور کی گرفتاری کے بعد عبدالملک کو قبائے حکومت زیب تن کر کے کرسی امارت پر متمکن کیا۔ محمود کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فائق اور مکتبوزون کو اس برے فعل پر نفرت کی اور ملک گیری کے لالچ میں احسان فراموشوں کی طرف روانہ ہوا۔

معرکۂ مرو

محمود بن سبکتگین نے فوجیں آراستہ کر کے فائق اور مکتبوزون پر چڑھائی کر دی۔ ان دونوں کے ہمراہ عبدالملک نو عمر امیر بھی تھا جسے ان لوگوں نے کرسی حکومت پر متمکن کیا تھا۔ چنانچہ فائق اور مکتبوزون بھی محمود کی خبر سن کر مقابلہ پر نکلے۔ ۳۹۰ھ میں دونوں حریفوں کا مقام مرو میں مقابلہ ہوا۔ محمود نے بزور تیغ ان لوگوں کو نیچا دکھایا' وہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر بھاگ نکلے۔ عبدالملک بحال پریشان بخارا پہنچا۔ فائق اس کے ہمراہ تھا مکتبوزون نے نیشا پور جا کر دم لیا اور ابو القاسم بن سیجور نے قہستان (کوہستان) میں پناہ لی۔

محمود نے فتح یابی کے بعد مکتبوزون کے تعاقب کے لئے نیشا پور کا قصد کیا کوچ و قیام کرتا ہوا طوس پہنچا مکتبوزون اس کی آمد کی خبر پا کر جرجان بھاگ گیا محمود نے اس کے تعاقب پر ارسلان حاجب کو روانہ کیا جو جرجان تک مکتبوزون کا تعاقب کر کے واپس آیا۔ محمود نے اسے طوس کی حکومت پر مامور کر کے ہرات کی طرف کوچ کیا۔ مکتبوزون کو موقع مل گیا نیشا پور پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ محمود یہ سن کر لوٹ پڑا مکتبوزون نیشا پور چھوڑ کر بھاگ گیا' مرو سے گزرا اسے تاخت و تاراج کر کے بخارا جا پہنچا۔

محمود کا خراسان پر قبضہ

محمود نے ان کامیابیوں کے بعد خراسان کی حکومت پر اپنے قدم جما دیے۔ ملوکِ سامانی کی حکومت و سلطنت کو ختم کر کے خلیفہ قادر باللہ عباسی کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا اور اس کی خدمت میں سندِ حکومت کی درخواست بھیجی۔ خلافت مآب نے سندِ حکومت خلعت فاخرہ کے ساتھ روانہ فرمائی۔ محمود نے خراسان کے عہدۂ سپہ سالاری پر اپنے بھائی نصر کو مامور کر کے نیشا پور میں قیام کرنے کا حکم دیا اور بلخ چلا آیا جو کہ اس کے باپ کا دارالحکومت تھا۔ خراسان کے اطراف و جوانب کے امراء آل ازاقان جو جرجان میں حکمران تھے اور شاہ

عرسیاں (غرشتان) بنو ماموں حکمرانان خوارزم نے اطاعت قبول کی۔

دولت سامانی کا زوال

جس وقت محمود نے خراسان پر قبضہ کر لیا اور امیر عبدالملک بھاگ کر بخارا پہنچا فائق اور مکتبوزون وغیرہما امراء کچھ روز بخارا میں جمع ہوئے اور متفق ہو کر محمود پر خراسان میں حملہ کرنے کی غرض سے فوجیں فراہم کرنے لگے' اس اثناء میں فائق ماہ شعبان مذکور میں مر گیا جس سے ان لوگوں میں ایک گونہ اضطراب پیدا ہونے لگا اور ان کے کاموں میں کمزوری پیدا ہو گئی کیونکہ یہی ان کا پیشوا اور امیر نوح بن نصر کے باا ثر غلاموں میں سے تھا۔ ایلک خاں ترکی کو اس کی خبر لگی تو اسے بھی ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی جیسا کہ اس سے پہلے بغرا خاں ترکی کو ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی تھی۔ چنانچہ ترکوں کو مسلح کر کے اور یہ ظاہر کر کے کہ میں امیر عبدالملک کے دشمنوں کے زیر اور دور کرنے کے لئے آتا ہوں' بخارا کی طرف روانہ ہوا۔

عبدالملک اور اس کے امراء اس فقرہ میں آ گئے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہے۔ جب ایلک خاں بخارا پہنچا تو مکتبوزون وغیرہ اراکین دولت ملنے کے لئے آئے' ایلک خاں نے سب کو گرفتار کر لیا اور دسویں ذی قعدہ کو بخارا میں داخل ہو کر دارالامارت پر قبضہ کر لیا۔ عبدالملک اس کے خوف سے روپوش ہو گیا' ایلک خاں نے جاسوسوں کے ذریعہ سے سراغ لگا کر گرفتار کر لیا اور بپا بہ زنجیر جیل میں ڈال دیا چنانچہ اسی حالت میں مر گیا۔ عبدالملک کے ساتھ اس کا بھائی ابو الحرث منصور امیر معذول' ابو ابراہیم اسماعیل' ابو یعقوب پسران امیر نوح اور اس کے چچا ابو زکریا ابو سلیمان اور ابو صالح قاری وغیرہم شاہزادگان ملوکِ سامانی بھی قید کر دیئے گئے تھے۔

عبدالملک کی وفات سے ملوک سامانی کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا جس کا رقبہ حکومت حدود حلوان سے بلاد ترک اور ماوراء النہر تک پھیلا ہوا تھا۔ اسلامی حکومتوں میں اس کا رقبہ بہت بڑا تھا' سیاست و ملک داری میں یہ حکومت اول درجہ کی تھی۔

ابو ابراہیم اسماعیل بن نوح

ابو ابراہیم اسماعیل بن نوح تھوڑے دنوں بعد ۳۹۰ھ میں اس عورت کے لباس میں جو اس کی خدمت میں آیا جایا کرتی تھی' قید خانہ سے نکل کر بخارا میں روپوش ہو گیا۔ جب جستجو کرنے والے جستجو کر کے بیٹھ گئے تو ابراہیم بخارا سے نکل کر خوارزم پہنچا' المنتصر کا لقب اختیار کیا۔ رفتہ رفتہ باقی ماندہ فوج اور سامانی سپہ سالار بھی آ ملے۔ قابوس خود تو نہیں آیا لیکن اس نے ایک لشکر اپنے بیٹوں منوچہر اور دارا کے ساتھ بھیج دیا۔ ابو ابراہیم نے شوال ۳۹۱ھ میں نیشا پور میں داخل ہو کر خراج وصول کیا۔

محمود نے اس خبر سے مطلع ہو کر تونتاش حاجب کبیروالی ہرات کو ایک فوج جرار کا افسر بنا کر روک تھام کی غرض سے روانہ کیا۔ دونوں حریفوں میں لڑائی ہوئی۔ ابو ابراہیم شکست کھا کر ابیورد کی جانب بھاگا' جرجان کا قصد کیا قابوس نے روک دیا' سرخس چلا گیا اور اس پر قبضہ کر کے خراج وصول کرنے لگا۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۳۹۲ھ کا ہے۔ محمود نے ایک دوسری فوج منصور بن سبکتگین کی ماتحتی میں روانہ کی' ماہ ربیع الثانی میں قریب نیشا پور صف آرائی ہوئی۔ ابو ابراہیم شکست کھا کر میدان سے بھاگا۔ ابو القاسم بن سیجور چند سردارانِ لشکر کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ منصور نے ان سب کو غزنی روانہ کر دیا۔

ابو ابراہیم اور ایلک خاں کی جھڑپیں

ابو ابراہیم اس شکست کے بعد ترکوں میں چلا گیا جو اطراف بخارا میں سکونت پذیر تھے۔ کیونکہ ان لوگوں کو سامانی ملوک کی طرف لگاؤ تھا اس وجہ سے یہ لوگ اس کی حمایت پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ ابو ابراہیم انہیں اپنے ہمراہ لئے ماہ شوال ۳۹۳ھ میں ایلک خاں کی طرف بڑھا' مضافات سمرقند میں مقابلہ ہوا۔ ایلک خاں کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' ترکان غز نے اس کے لشکرگاہ اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ سردارانِ لشکر میں سے بھی کچھ لوگ گرفتار ہو گئے جنہیں ترکان غز اپنے ہمراہ لئے اپنے وطن کی جانب لوٹے۔ ترکان غز

اپنے مسکن و ماوٰی میں پہنچ کر اس خیال سے کہ ایلک خاں سے مراسم اتحاد پیدا ہو جائیں، قیدیانِ ایلک خاں کو چھوڑ دینے کا مشورہ کرنے لگے۔ ابو ابراہیم کو اس کا احساس ہو گیا خائف ہو کر نکل کھڑا ہوا۔ نہر کو عبور کر کے آل اشط پہنچا۔ امراء مرو' بسطام اور خوارزم سے امداد اور پناہ گزین ہونے کی درخواست کی' سب نے انکار میں جواب دیا۔ چاروناچار پھر بخارا کی جانب واپس ہوا۔ اور تنگ آید بجنگ آید ایلک خاں سے لڑ پڑا مگر شکست کھا کر دبوسیہ چلا آیا اور فوجیں فراہم کر کے پھر لوٹ پڑا۔ اس مرتبہ بھی میدان ایلک خاں کے ہاتھ رہا۔ ابو ابراہیم پسپا ہو کر لوٹ آیا۔ اس کے بعد نوجوانان سمرقند کا ایک گروہ اس کے ہمراہیوں میں آ کر داخل ہو گیا۔ ایلک خاں کو اس کی خبر لگ گئی' لشکر آراستہ کر کے ماہ شعبان ۳۹۴ھ میں فوج کشی کر دی' اطراف سمرقند میں ابو ابراہیم سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ اس جنگ میں کامیابی کا سہرا ابو ابراہیم کے سر پر بندھا' ایلک خاں شکست اٹھا کر بلاد ترک کی طرف واپس آیا اور فوجیں فراہم کر کے پھر حملہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ قبائل ترک ابو ابراہیم سے رخصت ہو کر اپنے اپنے وطن چلے آئے تھے' ابو ابراہیم کے پاس تھوڑے سے آدمی رہ گئے تھے مگر پھر بھی خم ٹھونک کر مقابلہ پر آیا' اطراف مروسیہ میں معرکہ آرائی ہوئی۔ ایلک خان نے پہلے ہی حملہ میں ابو ابراہیم کو شکست دے دی۔ اس کے ہمراہی منتشر ہو گئے' معدودے چند آدمیوں کو لئے ہوئے نہر کو جرجان کی جانب سے عبور کیا اور اسے تاخت و تاراج کرتا ہوا مرو کی جانب چلا' ایک تنگ و دشوار گزار راہ سے راغول کے پل سے گزرتا ہوا بسطام کی جانب قدم بڑھایا۔

ابو ابراہیم کا خاتمہ

محمود کا لشکر ارسلان والیٔ طوس کی ماتحتی میں اس کے تعاقب میں تھا۔ اس وقت قابوس بھی اس کا مخالف ہو گیا' ان واقعات سے مطلع ہو کر ایک فوج بہمراہی اکراد شاہجہانیاں بسطام بھیج دی جس سے ابو ابراہیم کے پاؤں اکھڑ گئے' بسطام سے ماوراء النہر کی طرف واپس روانہ ہوا۔ سفر اور جنگ سے اس کے ہمراہی گھبرا گئے۔ اکثر نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اس پر طرّہ یہ ہوا کہ انہی لوگوں نے ایلک خاں کے سرداروں کو ابراہیم کا پتہ بھی بتا دیا۔ پھر کیا تھا ایلک خاں کی فوج نے محاصرہ کر لیا' تھوڑی دیر تک ہاتھ پاؤں مارتا رہا پھر کسی طرح سے اپنی جان بچا کر بھاگا اور عرب کے ایک گروہ میں جا کر دم لیا۔ عرب کا یہ گروہ زیر حمایت حکومت محمود بن سبکتگین ایک گاؤں میں آباد تھا۔ ابن بہیج نامی ایک شیخ ان کا سردار تھا' محمود نے انہیں بہت دن پہلے ابو ابراہیم کی گرفتاری کی ہدایت و تاکید کی تھی' جب ابو ابراہیم اس کے پاس پہنچا تو ان لوگوں نے اسے اپنے پاس ٹھہرایا اور رات کے وقت اس پر دفعۃً حملہ کر کے مار ڈالا' یہ واقعہ ۳۹۵ھ کا ہے' اسی زمانہ سے ملوک سامانی کی سلطنت و حکومت ختم ہو جاتی ہے اور ان کے آثار حکومت نیست و نابود ہو جاتے ہیں' گویا ان کا وجود ہی نہ تھا۔ والبقاء اللہ وحدہٗ۔

باب ۷

امارت غزنہ

بنو سبکتگین درحقیقت ملوک سامانی کی ایک شاخ ہے اور اسی سے اس دولت و حکومت کی ابتدا ہوئی' اس دولت و حکومت کا اقتدار اور جاہ و جلال بے حد بڑھا' ملوکِ سامانی جن ممالک اور بلاد ماوراء النہر' خراسان' عراق' عجم اور بلاد ترک پر قابض تھے اس پر بنو سبکتگین نے قبضہ کر لیا۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں بھی ان کا اس قدر اثر و اقتدار ہوا کہ عظیم الشان سلاطین میں شمار کیے جانے لگے۔

سبکتگین

اس حکومت کا آغاز غزنی سے ہوتا ہے۔ سبکتگین جو اس حکومت کا مورثِ اعلیٰ ہے بنو تبکین کا آزاد غلام تھا اور تبکین ملوک سامانی کی خدمت کرتا تھا اور ان کا آزاد غلام تھا۔ جس وقت تبکین زمانۂ حکومتِ امیر سعید منصور بن نوح بخارا آیا تھا اس وقت سبکتگین بھی اس کے ہمراہ تھا اور اس کے دربار میں عہدۂ حجابت پر مامور تھا۔ کچھ روز بخارا میں قیام کرنے کے بعد امیر منصور نے تبکین کو غزنی کی گورنری مرحمت فرمائی چنانچہ سبکتگین اپنے آقائے نامدار ابو اسحاق بن تبکین کے ساتھ غزنی کی طرف واپس ہوا غزنی پہنچ کر تبکین مرگیا۔ تبکین لاولد تھا۔ اس کے امیروں اور سرداروں نے متفق ہو کر سبکتگین کو تبکین کی جگہ اپنا امیر بنایا' اس اثناء میں امیر سعید منصور بن نوح نے وفات پائی' اس کا بیٹا ابو القاسم نوح تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ ابو الحسن عتبی وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ نیشا پور کی گورنری ابو الحسن محمد بن سیجور کو دی گئی۔ چونکہ سبکتگین اطاعت و تعمیل کا خوگر تھا اور علی العموم تمام امراء دولت سامانیہ اور بالخصوص ابو الحسن وغیرہ اس سے راضی رہتے تھے اس وجہ سے ان لوگوں نے سبکتگین کی تقرری برقرار رکھی۔ زیادہ زمانہ گزرنے نہ پایا تھا کہ ملوکِ سامانیہ پر ترکوں کے ہاتھوں ادبار کی گھٹا چھا گئی۔ بغرا خاں نے امیر نوح سے بخارا کو چھین لیا کچھ عرصہ بعد امیر نوح اپنی کرسیٔ حکومت پر بخارا واپس آیا اور ابو الحسن محمد بن سیجور مرگیا۔ اس کی جگہ خراسان و نیشاپور کی حکومت پر اس کا بیٹا ابو علی مامور کیا گیا' یہ بھی ترکوں کی تقلید کر کے امیر نوح کی حکومت کو ملیامیٹ کرنے لگا۔

امیر نوح اور سبکتگین

جب امیر نوح اپنے دارالحکومت بخارا آ گیا اور اس کے قدم حکومت و سلطنت پر جم گئے تو ابو علی نے اپنی پرانی عادت کے مطابق خراسان میں بغاوت پھیلا دی۔ امیر نوح نے ابو منصور سبکتگین کو ابو علی کے مقابلہ میں اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ سبکتگین نے بخارا میں حاضر ہو کر نہایت حسن و خوبی سے حکومت و سلطنت کا انتظام کیا۔ بغاوت فرو کر دی جس سے امیر نوح اور ہوا خواہان حکومت سامانیہ کی آنکھوں میں اس کی عزت دوبالا ہو گئی۔ امیر نوح نے اس خدمت کے صلہ میں سبکتگین کو خراسان کی گورنری مرحمت کی۔ چنانچہ سبکتگین نے خراسان پہنچ کر کمال مردانگی سے ابو علی کو نکال باہر کر کے قبضہ کر لیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس نے سامانیہ کی حکومت کو بھی زیر کر لیا' کچھ عرصہ بعد بخارا اور ماوراء النہر پر قبضہ کر کے ان کی حکومت کے آثار نیست و نابود کر دیئے اور ان کی جانشینی کا پورا حق ادا کیا اس کے بعد وراثتاً اس کے لڑکوں نے حکومت کی' ان ممالک میں ان کی حکومت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ یہاں تک کہ تاتاری ترکوں کا ظہور ہوا اور شرق سے غرب تک حکمرانانِ سلجوق مالک ہو گئے۔ انہوں نے ان ممالک کو ان کے قبضہ سے نکال لیا۔ جیسا کہ آئندہ تحریر کیا جائے گا۔ اس وقت ہم سبکتگین کے جہاد کے حالات جو اس نے خراسان کی گورنری سے قبل ہندوستان پر کیے تھے' تحریر کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے حالات لکھیں گے۔

فتح بست

بست صوبہ سجستان کے ملحقات میں تھا اور اس کی گورنری میں شامل تھا۔ جس وقت حکومت بنو صفار کے زوال کی وجہ سے ان صوبوں کا انتظام درہم برہم ہوا اور صوبوں کے گورنروں نے چاروں طرف سے بغاوت کر دی اس وقت امیر طغاں نے جو بست کا حکمران تھا، بست میں خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا مگر کچھ عرصہ بعد دوسرے امیر نے جس کا نام ابو ثور تھا بست کو طغان سے چھین لیا۔ طغان بحال پریشان سبکتگین کے پاس پہنچا' امداد کی درخواست کی۔ آئندہ اطاعت و فرماں برداری کا اقرار کیا اور امداد کے معاوضہ میں زرنقد بھی دینے کے لئے کہا۔ چنانچہ سبکتگین اپنی فوج جمع کر کے بست کی طرف روانہ ہوا اور بزور تیغ اسے فتح کر لیا۔ وزیر ابو الفتح علی بن محمد بستی شاعر کو اپنے دربار میں طلب کر کے اپنا کاتب بنایا۔ اس کے بعد یہی محمود بن سبکتگین کا بھی سیکرٹری رہا۔

ہم بست سے فراغت پا کر سبکتگین نے قصدار کا قصد کیا۔ والی قصدار بھی اس کی ماتحتی میں تھا لیکن دشواریٔ راہ کی وجہ سے باغی ہو گیا تھا۔ سبکتگین چند سواروں کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے قصدار میں داخل ہوا اور اس کے حکمران کو گرفتار کر لیا۔ والی قصدار نے عذر خواہی کی آئندہ اطاعت و خراج دینے کا اقرار کیا، سبکتگین نے اسے حکومت قصدار پر دوبارہ مامور کر دیا۔

ہندوستان پر جہاد

بست اور قصدار کی فتح یابی کے بعد سبکتگین نے ہندوستان پر جہاد کی تیاری کی اور فوجیں جمع کر کے ہندوستان کے قلعوں پر بزورِ تیغ فتح حاصل کی جس کی طرف اس وقت تک مسلمانوں کا خیال تک نہ گیا تھا اور فتح حاصل کرنے کے بعد غزنی واپس چلا گیا۔

راجہ جے پال نے ان خبروں سے مطلع ہو کر فوجیں فراہم کیں۔ ہاتھیوں کا بہت بڑا لشکر جمع کیا اور انہیں کافی طور سے مسلح کر کے ممالک اسلامیہ کی طرف روانہ ہوا ہاتھیوں کے لشکر کو قاعدے کے مطابق آگے بڑھایا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا سرحد بلاد اسلامیہ میں داخل ہوا اور ان کو تاخت و تاراج کیا۔ سبکتگین کو اس کی خبر لگی تو اس نے غزنی سے عساکر اسلام لا کر راجہ جے پال پر حملہ کیا۔ سبکتگین کے لشکر میں مجاہدین کا ایک گروہ تھا، دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا، نہایت خونریز اور سخت جنگ کے بعد لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ ہزارہا کفار مارے گئے۔ راجہ جے پال گرفتار کر لیا گیا' ڈھائی لاکھ روپیہ اور پچاس زنجیر فیل زر فدیہ دے کر اپنے کو قید سے رہا کرایا اور ادائیگی فدیہ تک اپنی قوم کے چند لوگوں کو بطور ضمانت چھوڑ آیا۔ سبکتگین نے چند لوگوں کو فدیہ وصول کرنے کی غرض سے راجہ جے پال کے ہمراہ کر دیا۔

راجہ جے پال نے ان لوگوں کے ساتھ راہ میں بدعہدی کی اور ان کو بہ عوض ان لوگوں کے جنہیں یہ سبکتگین کے پاس بطور ضمانت چھوڑ آیا تھا، گرفتار کر لیا۔ سبکتگین کو اس کی خبر لگی تو آگ بگولہ ہو گیا، تیاری کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے سامان جنگ و سفر درست کر کے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں ہندوستان کے جتنے شہر تھے سب کو لوٹا اور جماعت کفار کو منتشر و پریشان کرتا ہوا قلعہ ملغان جا پہنچا اور اسے بزورِ تیغ فتح کر کے زمین کے برابر کر دیا۔ قلعہ ملغان ہندوستان کا سرحدی قلعہ غزنی سے ملا ہوا تھا۔ راجہ جے پال کو اس سے سخت غصہ پیدا ہوا، فوجیں جمع کر کے سبکتگین پر حملہ آور ہوا اور دونوں میں سخت اور خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ بالآخر راجہ جے پال کو شکست ہوئی۔ اس کے ہمراہیوں میں ہزارہا آدمی مارے گئے' ساری شان و شوکت خاک میں مل گئی اس لڑائی کے بعد ہندوؤں کو اپنے ملک سے نکل کر لڑنے کی دوبارہ جرأت نہ ہوئی اور نہ راجگان ہند میں سے کسی کا کوئی اثر قائم ہو سکا۔ سبکتگین اس کامیابی اور جہاد سے فارغ ہو کر اپنے آقائے نامدار کی جانب متوجہ ہوا جیسا کہ آئندہ آپ پڑھیں گے۔

امارتِ خراسان پر سبکتگین کا تقرر

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ جس وقت امیر نوح کا ستارہ اقبال بخارا میں ترکوں کے ہاتھوں زوال پذیر ہوا' اور بخارا پر بغرا خاں ترکی بادشاہ نے قبضہ کر لیا تو امیر نوح نہر عبور کر کے آمل الشط پہنچا۔ ابن سیمجور والی خراسان اور فائق گورنر بلخ سے امداد و اعانت کا خواست گار

ہوا۔ ان دونوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ امیر نوح انہی پریشانیوں میں مبتلا تھا کہ اسے بخارا سے بغرا خاں کے واپس ہونے کی خبر ملی' انتہائی مسرت و مستعدی سے کوچ کرتا ہوا بخارا پہنچ گیا اور کرسی حکومت پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا اتنے میں بغرا خاں کا انتقال ہو گیا۔ امیر نوح کا قدم حکومت و سلطنت پر جم گیا' ابو علی اور فائق کو اپنے کیے پر پشیمانی ہوئی اور اپنی بابت انہیں خطرہ پیدا ہوا۔ فائق نے یہ غلطی کی کہ مبارک باد و تہنیت کے لئے بلااجازت امارت پناہ بخارا روانہ ہو گیا۔ امیر نوح نے اپنے غلاموں اور موالی کو اس کی روک تھام اور گوشمالی پر بھیج دیا جنہوں نے فائق سے جنگ کی اور بلخ کو اس کے قبضہ سے نکال لیا۔ فائق بحالِ پریشان ابو علی بن سیمجور کے پاس پہنچا اور اس کی پشت پناہی سے امیر نوح کی مخالفت پر کمر باندھی۔ یہ واقعات ۳۸۴ھ کے ہیں۔ امیر نوح نے سبکتگین کو ان حالات سے مطلع کیا اور ان دونوں باغیوں کے مقابلہ میں امداد کے لئے بلا بھیجا اور اس خدمت کے صلہ میں صوبہ خراسان کی گورنری مرحمت کی۔

سبکتگین ان دنوں ہندوستان پر جہاد کر رہا تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں' لیکن اس کے باوجود سبکتگین جوں توں ہندوستان کی مہم سے فارغ ہوا امیر نوح کی خدمت میں حاضر ہوا اور باغیان حکومت کو نیچا دکھایا۔ ان واقعات میں سبکتگین کا ہونہار بیٹا محمود بھی شریک تھا امیر نوح نے ان مہمات سے کامیابی کے ساتھ فراغت حاصل کر کے گورنری نیشا پور اور سپہ سالاری خراسان پر محمود کو مامور کر کے نیشا پور میں قیام کرنے کا حکم دیا اور سیف الدولہ کا خطاب دیا۔ اس کے باپ سبکتگین کو ہرات میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور ناصر الدولہ کے خطاب سے مخاطب کیا اور خود بادولت بخارا واپس آیا۔

امیر نوح کی واپسی بخارا کے بعد ابو علی بن سیمجور اور فائق کو ہوس پیدا ہوئی کہ خراسان کو سبکتگین اور اس کے بیٹے محمود کے قبضہ سے نکال لینا چاہیے۔ چنانچہ ان دونوں نے متفق ہو کر محمود بن سبکتگین پر بہ مقام نیشا پور ۳۸۵ھ میں حملہ کیا اور اس سے قبل کہ اس کے باپ سبکتگین کی امدادی فوج آئے لڑائی چھیڑ دی۔ محمود کی فوج کم تھی' شکست کھا کر اپنے باپ کے پاس ہرات چلا گیا اور ابو علی نے نیشاپور پر قبضہ کر لیا۔ سبکتگین نے محمود کی شکست سے برہم ہو کر ابو علی پر فوج کشی کر دی۔ طوس میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ میدان سبکتگین کے ہاتھ رہا۔ ابو علی اور فائق کو شکست ہوئی' آل الشط میں جا کر پناہ گزین ہوئے۔ ابو علی نے امیر نوح کی خدمت میں معذرت کا عریضہ روانہ کیا۔ امیر نوح نے فائق کا ساتھ چھوڑ دینے کی شرط پر ابو علی کا قصور معاف کیا اور اسے دار السلطنت بخارا طلب کر کے قید کر دیا پھر قید سے نکال کر سبکتگین کے پاس بھیج دیا۔ سبکتگین نے بھی قید کر دیا۔ باقی رہا فائق بادشاہ ترک ایلک خاں کے پاس کاشغر چلا گیا۔ ایلک خاں نے امیر نوح سے فائق کی سفارش کی' امیر نوح نے اس کی سفارش پر فائق کو سمرقند کی حکومت پر متعین کیا جیسا کہ یہ واقعات ملوک سامانیہ کے حالات کے ضمن میں پہلے لکھے جا چکے ہیں۔

ابو القاسم برادر ابو علی اپنے بھائی سے علیحدہ ہو کر سبکتگین کے پاس چلا آیا۔ چنانچہ ایک مدت تک اس کی خدمت میں مقیم رہا۔ پھر اس سے باغی ہو کر نیشا پور پر چڑھ آیا۔ محمود کو اس کی خبر لگی' فوجیں جمع کر کے ابو القاسم کی گوشمالی کے لئے بڑھا۔ ابو القاسم اس کی آمد کی خبر سن کر فخر الدولہ بن بویہ کے پاس بھاگ گیا اور اس کے پاس قیام اختیار کیا۔ سبکتگین نے خراسان اور اس کے تمام صوبوں پر قبضہ کر لیا۔

سبکتگین و ایلک خاں

شہاب الدولہ ہارون بن سلیمان ایلک معروف بہ بغرا خاں حکمران کاشغر شاغور اور ترک اقوام کے بعد ایلک خاں نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اسے بھی امیر نوح کے مقبوضات پر دست درازی کی ہوس پیدا ہوئی۔ جیسا کہ اس کے باپ بغرا خاں کو ہوس پیدا ہوئی تھی چنانچہ اس نے پہلے آہستہ آہستہ امیر نوح کے مقبوضات کی طرف قدم بڑھایا۔ امیر نوح نے حملہ کی تیاری کر کے امیر خراسان سبکتگین کو لکھ بھیجا اور ایلک خاں کے مقابلے پر لشکر آرائی کا حکم دیا۔ چنانچہ سبکتگین نے فوجیں آراستہ کر کے نہر کو عبور کیا۔ نسف و کشف کے درمیان پہنچ کر پڑاؤ ڈالا یہاں تک کہ اس کا بیٹا محمود بھی چاروں طرف سے فوجیں لے کر آ پہنچا۔ اسی مقام پر ابو علی بن سیمجور پا بہ زنجیر امیر نوح کا بھیجا ہوا سبکتگین کے پاس آیا تھا۔

ایلک خاں بھی ترکوں کو جمع کر کے لے آیا۔ سبکتگین نے امیر نوح کو ایلک خاں سے جنگ پر آمادہ کرنا چاہا مگر وہ تیار نہ ہوا' اپنے سپہ سالاروں اور تمام لشکر کے بھیجنے پر اکتفا کیا۔ سبکتگین نے بے حد منت کی' اپنے بھائی بغراجق اور اپنے بیٹے محمود کو امیر نوح کو جنگ ایلک خاں پر آمادہ کرنے کے لئے بھیجا' وزیر السلطنت وزیر بن عزیز جنگ کے خوف سے بھاگ گیا۔ امیر نوح ہمت ہار کر بیٹھ رہا بہ مجبوری ان لوگوں نے اسے بحالہٖ چھوڑ دیا۔ اس سے سبکتگین کے حوصلے پست ہو گئے۔ ایلک خاں سے مصالحت کی گفتگو شروع کی' ابو القاسم کو شرائط صلح طے کرنے کی غرض سے ایلک خاں کے پاس روانہ کیا۔ مگر پھر اس سے مشتبہ ہو کر گرفتار کر کے ابو علی اور اس کے ہمراہیوں کے ساتھ قید کر دیا۔

مصالحت کے بعد سبکتگین نے طوس سے بلخ کی جانب کوچ کیا یہاں پہنچ کر اسے ان لوگوں کے مارے جانے کی خبر لگی۔ مامون بن محمد والی جرجانیہ کی موت کی خبر بھی آئی۔ خوارزم میں اس کے سپہ سالار نے دعوت کے فریب سے اسے قتل کیا تھا۔ اس کے بعد ہی امیر نوح کی موت کی خبر سننے میں آئی۔ نصف رجب ۳۸۷ھ میں اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔

ابو علی بن سیجور اور فائق سبکتگین سے شکست کھا کر فخر الدولہ کے پاس جرجان چلے گئے۔ اب ابو القاسم نے خراسان میں سر اٹھایا اور محمود بن سبکتگین اپنے چچا بغراجق کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ اس کی رکاب میں ابو نصر بن محمود حاجب بھی تھا۔ اس وقت یہ بھی فخر الدولہ کے پاس بھاگ گیا اور اس کے زیرِ حمایت اوس تومس اور دامغان میں قیام اختیار کیا۔ سبکتگین نے طوس میں پڑاؤ ڈالا' اس کے بعد اس سے اور فخر الدولہ بن بویہ والی رے سے مراسم اتحاد پیدا ہو گئے۔ ایک نے دوسرے کو تحائف بھیجے یہ آخری ہدیہ تھا جو سبکتگین کی طرف سے عبداللہ کاتب لے کر فخر الدولہ کے پاس آیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد فخر الدولہ تک لوگوں نے یہ خبر پہنچا دی کہ سبکتگین لشکر آرائی اور فوج کشی کی فکر میں ہے۔ فخر الدولہ نے ایک عتاب آمیز پیام سبکتگین کے پاس بھیجا ابھی جواب آنے بھی نہ پایا تھا کہ دونوں کی قوتیں جواب دے گئیں۔

سبکتگین کی وفات

جب سبکتگین ایلک خاں کی مہم سے فارغ ہو کر بلخ کی جانب واپس ہوا تو تھوڑا ہی عرصہ وہاں قیام کیا تھا کہ مرض الموت میں گرفتار ہو گیا۔ بلخ سے غزنی کی جانب واپس ہوا' اثنائے راہ میں حکومت خراسان و غزنی کے بیسویں سال ماہ شعبان ۳۸۷ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ غزنی میں مدفون ہوا۔ عادل' نیک سیرت' عہد و پیمان کا پابند ایفاء وعدہ کا پکا اور کثیر الجہاد تھا۔

سلطان محمود

محمود اور اسماعیل

سبکتگین کے بعد اس کے لشکر نے اس کے بیٹے اسماعیل کی امارت کی بیعت کی اور یہی ولی عہد تھا مگر محمود سے عمر میں کم تھا۔ اس نے داد و دہش سے لشکریوں کو اپنا مطیع کر لیا۔ غزنی کی حکومت اس کی مسلم ہو گئی۔ چونکہ اسماعیل ایک نوعمر شخص تھا لشکریوں کی آنکھوں میں حقیر معلوم ہوا' ان لوگوں نے اسے زیر کر لیا اور انعام و صلہ کی اس قدر بھرمار ہوئی کہ اس کے باپ سبکتگین کا خزانہ خالی ہو گیا۔ اس کا بھائی ان دنوں نیشا پور میں تھا' اس نے تحریک کی کہ مجھے صوبہ بلخ وغیرہ کی حکمرانی و سند دی جائے' اسماعیل نے انکار میں جواب دیا جس سے دونوں بھائیوں میں نفاق کی بنیاد پڑ گئی۔ ابو الحرب گورنر جرجان نے دونوں بھائیوں میں مصالحت کی کوشش کی' لیکن اسماعیل اپنی نوعمری اور ناتجربہ کاری سے نہ مانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محمود نے اسماعیل کے ارادے سے ہرات کی جانب کوچ کیا۔ ہرات میں اس کا چچا بغراجق حکمرانی کر رہا تھا اسماعیل کے حالات سن کر محمود کا ہم خیال ہو گیا۔ اس کے بعد محمود نے ہرات سے بست کی طرف قدم بڑھایا' یہاں پر اس کا دوسرا بھائی نصر تھا۔ محمود نے اسے بھی اپنی جانب مائل کر لیا۔

چنانچہ محمود بغراجق اور نصر سب کے سب متفق ہو کر غزنی کی طرف بڑھے‘ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ان واقعات سے قبل اسماعیل کے امراء حکومت نے محمود کو طلبی کے خطوط لکھے تھے اور اطاعت و فرمانبرداری کا وعدہ کیا تھا الغرض محمود کوچ و قیام کرتا ہوا غزنی کے قریب پہنچ گیا۔ اسماعیل بھی اپنی فوج آراستہ کر کے مقابلہ پر آ گیا۔ غزنی کے باہر ایک میدان میں دونوں بھائیوں سے مڈبھیڑ ہوئی‘ سخت اور خونریز جنگ کے بعد اسماعیل کی فوج میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اسماعیل نے قلعہ غزنی میں پناہ لی اور دروازے بند کر لئے‘ محمود نے شہر پر قبضہ کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں تک کہ اسماعیل نے حصار کی طوالت سے تنگ آ کر امن حاصل کیا اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ محمود نے اس کی عزت کی اور اپنی حکومت و سلطنت میں اسے شریک کر لیا۔ یہ واقعہ اسماعیل کی حکومت کے ساتویں مہینے واقع ہوا۔ اسی وقت سے محمود کے قدم حکومت و سلطنت پر جم گئے اور اپنے کو سلطان کے لقب سے ملقب کر لیا۔ حالانکہ اس سے قبل کسی نے اپنے کو اس لقب سے ملقب نہیں کیا تھا۔ القصہ اسماعیل کی مہم سے فارغ ہو کر بلخ کی جانب کوچ کیا۔

جس وقت ابو الحرث منصور امیر نوح کے بعد تخت حکومت پر متمکن ہوا قلمدان وزارت محمود بن ابراہیم کو سپرد کیا گیا اور فائق نے امیر ابو الحرث منصور کی کم عمری کی وجہ سے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ عبداللہ بن عزیز جس وقت محمود بن ابراہیم وارد بخارا ہوا تھا اسی زمانہ میں اس وجہ سے کہ اس نے امیر نوح کو ایلک خاں سے جنگ سے ابھارا تھا بخارا چھوڑ کر بھاگ گیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ جب امیر نوح نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا منصور حکمران ہوا تو عزیز نے ابو منصور محمد بن حسین کو سپہ سالاریٔ لشکر خراسان کا لالچ دیا اور اسے اپنے ہمراہ لئے ہوئے ایلک خاں کے پاس گیا اور امیر منصور کی زیادتیوں کی شکایت کی۔ ایلک خاں ان دونوں کے ساتھ ساتھ سمرقند کا ارادہ ظاہر کر کے روانہ ہوا۔ پھر ابو منصور اور ابن عزیز کو گرفتار کر کے فائق کو بھیجا اور اپنے مقدمتہ الجیش کا سردار بنا کر بخارا کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔

فائق کا بخارا پر قبضہ

امیر ابو الحرث منصور نے اس کی آمد کی خبر پا کر بخارا چھوڑ دیا اور فائق نے بخارا پر قبضہ کر لیا اور ایلک خاں اپنی کرسی حکومت کی طرف واپس ہوا۔ فائق نے بخارا پر قبضہ کرنے اور ایلک خاں کی واپسی کے بعد ابو الحرث منصور کو بخارا بلا لیا اور جب وہ بخارا میں وارد ہوا تو فائق نے استقبال کیا‘ کرسی حکومت پر لا بٹھایا اور اس کی حکومت کا انتظام کرنے لگا اور بکتوزون حاجب اکبر کو مملکت خراسان کی سند حکومت دے کر دارالحکومت بخارا سے نکال باہر کیا اور بستان الدولہ کا خطاب دیا۔ بکتوزون اور فائق میں ایک مدت سے چشمک چلی آتی تھی‘ ابو الحرث منصور نے دونوں میں مصالحت کرا دی۔ چنانچہ بکتوزون اپنے فرائض منصبی ادا کرنے لگا۔ پھر ابو القاسم بن سیجور نے اس پر فوج کشی کی دونوں میں معرکہ آرائیاں ہوئیں جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

ابو الحرث منصور کی معزولی

اس اثناء میں محمود اپنے بھائی اسماعیل کی مہم سے فارغ ہو کر بلخ آیا اور امیر ابو الحرث منصور کی خدمت میں ہدایا و تحائف بھیجے‘ امیر منصور نے بلخ‘ ترمذ‘ ہرات اور بست کی گورنری مرحمت کی اور نیشاپور کی سند حکومت دینے سے انکار کیا۔ محمود نے اپنے معتمد علیہ ابوالحسن حموی کی معرفت دوبارہ درخواست بھیجی‘ امیر ابو الحرث منصور نے ابو الحسن کو اپنی وزارت کے لئے منتخب کر لیا‘ ابو الحسن عہدۂ وزارت پا کر اپنے ولی نعمت کا پیام پہنچانے نہ گیا۔ محمود کو اس سے برہمی پیدا ہوئی نیشاپور کی طرف بڑھا۔ بکتوزون یہ خبر پا کر بھاگ گیا۔ امیر منصور اس سے مطلع ہو کر کمر ہمت باندھ کر نیشاپور کی طرف چلا۔ محمود نیشاپور سے نکل کر مروالرود چلا گیا۔ اس واقعہ کے بعد بکتوزون اور فائق نے جمع ہو کر ابو الحرث منصور کو معزول کر دیا۔ آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں اور اس کے بھائی عبدالملک کو امارت و حکومت کی کرسی پر جلوہ افروز کیا۔

محمود کا خراسان پر قبضہ

محمود نے بکتوزون اور فائق کو اس کام پر لعنت و ملامت کی اور عتاب آمیز خط روانہ کیا اس پر بھی جب اس کے دل کو تشفی نہ ہوئی تو فوجیں جمع کر کے فائق اور بکتوزون کی سرکوبی کے لئے چلا اور بکتوزون مقابلہ کی غرض سے مرو میں آکر صف آراء ہوا ان کے ساتھ ان کا نو عمر امیر عبدالملک بھی تھا دونوں حریفوں میں معرکہ آرائیاں ہوئیں بالآخر محمود نے ان لوگوں کو شکست دی عبدالملک نے بخارا میں جا کر دم لیا۔ بکتوزون نیشا پور بھاگ یا۔ ابو القاسم بن سیجور بھی انہی لوگوں کے ساتھ تھا اس نے قہستان میں جا کر پناہ لی۔ محمود نے خراسان پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۳۸۹ھ کا ہے۔

اس کے بعد محمود نے طوس کی جانب قدم بڑھایا۔ بکتوزون (توزن بیگ) جرجان بھاگ گیا۔ محمود نے اس کے تعاقب پر ارسلان حاجب کو مقرر کیا۔ ارسلان حاجب نے اسے اطراف خراسان سے بھی نکال باہر کیا۔ محمود نے اس خدمت کے صلہ میں ارسلان حاجب کو طوس کی گورنری پر مامور کر کے صوبۂ ہرات کی طرف روانہ کیا۔ بکتوزون کو موقع مل گیا محمود کے روانہ ہوتے ہی نیشا پور آ گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ محمود کو اس کی خبر لگی تو فوراً ہی واپس ہوا۔ بکتوزون نیشا پور چھوڑ کر بھاگ گیا۔ محمود نے اپنے بھائی نصر بن سبکتگین کو سپہ سالاریٔ لشکر خراسان پر مامور کر کے نیشا پور میں قیام کرنے کا حکم دیا اور خود اپنے باپ کے دارالحکومت بلخ کی طرف چل دیا اور اسے اپنا پایۂ تخت بنا لیا۔

محمود کی مطلق العنانی اور امین الملتہ یمین الدولہ کا خطاب

پھر اپنے بھائی اسماعیل بن سبکتگین سے مشکوک ہو کر اسے کسی قلعہ میں قید کر دیا۔ گزارہ کے لئے کافی وظیفہ مقرر کیا اسی زمانہ میں خلافت مآب القادر باللہ عباسی کی خلافت کی بیعت کی اس کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم دیا۔ خلافت مآب نے دارالخلافت بغداد سے بیش بہا خلعت اور پھریرے حسب دستور روانہ کیے اور ''امین الملتہ یمین الدولہ'' کا خطاب مرحمت فرمایا۔ محمود کو اسی وقت سے مطلق العنان حکومت حاصل ہو جاتی ہے اور اس کا غلغلہ اقبال اطراف عالم میں پھیل جاتا ہے۔ خراسان کی حکومت پر اس کے قدم جم جاتے ہیں۔

خلف بن احمد کی سرکشی و اطاعت

خلف بن احمد والی سجستان ملوک سامانی کا با جگذار تھا لیکن جس وقت سامانی تاجدار بغاوت و فتنہ کی وجہ سے خلف بن احمد کی جانب سے غافل ہو گیا۔ اس وقت اس نے استقلال کے ساتھ اپنے قدم حکومت پر جما لئے اور خود مختاری کا ڈنکا بجا دیا۔ جب امیر سبکتگین راجگان ہند پر جہاد کرنے کے لئے گیا تو خلف بن احمد نے اس موقع کو غنیمت جان کر صوبہ بست پر فوجیں بھیج دیں چنانچہ اس فوج نے صوبہ بست پر قبضہ کر کے خراج وصول کر لیا۔ جب سبکتگین ہندوستان کے جہاد سے فارغ ہو کر واپس ہوا تو خلف بن احمد نے معذرت کے تحائف پیش کیے، آئندہ اطاعت کا اقرار کیا۔ امیر سبکتگین نے اس کی معذرت کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا مزید اطمینان کے لئے بطور ضمانت خلف بن احمد کے خاص اعزہ کو اپنی حراست میں لے لیا۔

امیر سبکتگین کی وفات

اس کے بعد امیر سبکتگین ابو علی بن سیجور کے ساتھ جو کہ اس کی قید میں تھا، خراسان کی طرف ایلک خاں کے مقابلہ پر روانہ ہوا اور جب اس سے امیر سبکتگین کو فراغت حاصل ہوئی تو خلف ابن احمد کی ریشہ دوانیوں اور فتنہ ختم کرنے کی غرض سے فوج کو سجستان پر حملہ کرنے کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ اتفاق وقت سے سبکتگین کا پیام اجل آ گیا جس سے سبکتگین کا ارادہ پورا نہ ہوا اور خلف کو پھر موقع مل گیا۔ اپنے بیٹے طاہر کو قہستان اور بوسنج پر قبضہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ چنانچہ طاہر نے ان دونوں مقامات پر قبضہ کر لیا۔ قہستان اور بوسنج بغراجق کی جاگیر میں تھا اور وہی ان پر حکومت کر رہا تھا اتنے میں محمود کو خراسان کی مہم اور اندرونی جھگڑوں سے فرصت مل گئی۔ اپنے چچا

بغراجق کو لکھ بھیجا کہ قہستان اور بوسنج کو طاہر بن خلف کے قبضہ سے نکال لیں۔

خلف کی سرکشی و اطاعت

چنانچہ بغراجق نے طاہر پر فوج کشی کی اور اسے شکست دے کر تھوڑی دور تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ طاہر نے پلٹ کر ایسا حملہ کیا جس سے بغراجق کے ہمراہی بھاگ کھڑے ہوئے اور بغراجق مارا گیا۔ محمود کو اس جان لیوا واقعہ کے سننے سے بے حد صدمہ ہوا۔ فوجیں جمع کر کے ۳۹۰ھ میں خلف بن احمد پر چڑھائی کر دی۔ خلف ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ میں قلعہ نشین ہو گیا محمود نے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ خلف نے تنگ آ کر اطاعت تسلیم کی ایک لاکھ دینار دے کر مصالحت کر لی۔ محمود نے محاصرہ اٹھا لیا۔

سلطان محمود اور راجہ جے پال کی جنگ

اس کے بعد جب محمود کو اندرونی مخالفت اور ریشہ دوانی سے ایک گونہ فراغت حاصل ہو گئی تو اس نے ہندوستان پر حملہ کی تیاری کی۔ بارہ ہزار سوار اور تیس ہزار پیادوں میں سے پندرہ ہزار جوان منتخب کیے اور ہندوستان پر راجہ جے پال سے جنگ کی غرض سے چڑھائی کی۔ (محمود نے شوال ۳۹۱ھ مطابق ۱۰۰۰ء میں غزنی سے ہندوستان پر فوج کشی کی تھی۔ روز دو شنبہ آٹھویں محرم ۳۹۳ھ مطابق ۱۰۰۲ء میں بمقام پشاور لڑائی ہوئی۔ راجہ جے پال کی فوج میں بارہ ہزار سوار تیس ہزار پیادے اور تین سو زنجیر فیل تھے۔ جس وقت نصف النہار ہوا ہندوستانی لشکر کو شکست ہوئی' پانچ ہزار ہندو مارے گئے۔ راجہ جے پال اپنے پندرہ اعزہ و اقارب خاص کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۷۰' ۷۱ مطبوعہ مصر و تاریخ فرشتہ صفحہ ۲۴) راجہ جے پال بھی یہ خبر پا کر فوجیں جمع کر کے مقابلہ پر آیا۔ سخت خونریز جنگ کے بعد راجہ جے پال کو شکست ہوئی' راجہ جے پال اپنے بھائیوں اور لڑکوں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا' راجہ جے پال اور اس کے دوسرے اعزہ کے اسباب میں (جو قید کر لئے گئے تھے) کئی مرصع حمائل جسے مالا کہتے ہیں' غنیمت میں ہاتھ آئے۔ اس میں سے ایک ایک کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی' ان کے علاوہ پانچ ہزار ہندو لونڈی غلام بنائے گئے۔ یہ واقعہ ۳۹۲ھ کا ہے۔

اس فتح و کامرانی کے بعد محمود نے ہندوستان کے دوسرے شہروں کی طرف قدم بڑھایا۔ یہ بلادِ خراسان کے صوبہ سے زیادہ وسیع اور زرخیز تھے چنانچہ انہیں بھی بزور تیغ فتح کر لیا۔ اس کے بعد راجہ جے پال نے پچاس زنجیر فیل اپنے فدیہ میں دے کر اپنے کو قید سے رہا کرایا اور فدیہ مذکور کی ادائیگی تک کے لئے اپنے بیٹے اور پوتے کو سلطان محمود کے پاس چھوڑ آیا۔ چنانچہ اپنی راج دہانی (دارالسلطنت) میں پہنچ کر فدیہ مذکور بھیج دیا اور بار سلطنت سے خود کو سبکدوش کر لیا۔ (راجہ جے پال قوم کا برہمن تھا تمام پنجاب و کشمیر و ملتان اور سرہند کا خودمختار حکمران تھا اور حکام اسلام کے مقابلہ اور ہندوستانی شہروں کی حفاظت کی غرض سے قلعہ بتھنڈہ میں جا کر مقیم ہوا' بیٹھے بٹھائے یہ سودا سر میں سمایا کہ والی افغانستان پر حملہ آور ہو کر راجگان ہندوستان میں خاص امتیاز حاصل کرنا چاہیے چنانچہ چاروں طرف سے فوجیں فراہم کر کے بلاد اسلامیہ میں گھس پڑا سبکتگین کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ بھی اپنی فوج جمع کر کے اس کے مقابلہ پر آیا۔ سرحد ملتان پر دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ راجہ جے پال کو شکست ہوئی۔ یہ پہلی شکست تھی اس کے بعد جب اس نے بدعہدی کی تھی پھر سبکتگین نے سرحد پشاور پر اس پر حملہ کیا اس مرتبہ اس فوج میں دہلی' قنوج کالنجر اور اجمیر کے راجاؤں کی فوجیں بھی بغرض امداد شامل تھیں۔ راجہ جے پال کو اس مرتبہ بھی شکست نصیب ہوئی۔ تیسری بار محمود نے شکست دی۔ راجہ جے پال اس شکست سے ایسا دل برداشتہ ہوا کہ سلطنت اپنے بیٹے انند پال کے حوالے کر دی اور جلتی ہوئی آگ میں اپنے کو ڈال کر نیست و نابود کر دیا۔ یہ واقعہ ۳۹۳ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۹ صفحہ [illegible] و تاریخ فرشتہ صفحہ ۲۴)

قلعہ بٹھنڈہ پر حملہ

ابھی محمود نے غزنی کی جانب واپسی کا ارادہ نہ کیا تھا کہ یہ خبر سننے میں آئی کہ ہندوؤں کا جم غفیر بغرض فساد لشکر اسلام کے مقابلہ کے لئے پہاڑی گھاٹیوں میں چھپا ہوا ہے۔ محمود نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے قلعہ وبندہ (بٹھنڈہ) پر جہاں کہ ہندوؤں کا ایک بڑا لشکر جمع تھا، کو محاصرہ میں لے لیا۔ راجپوتوں کی مردانگی نے بھی کچھ نفع نہ پہنچایا۔ گنتی کے چند آدمی بہزار دقت جانبر ہوئے باقی سب کے سب کھیت رہے، محمود نے مظفر و منصور دارالخلافت غزنی کی طرف کوچ کیا۔

طاہر بن خلف کا قتل

۳۹۰ھ میں محمود کی واپسی اور مصالحت کے بعد خلف بن احمد نے عنانِ حکومت اپنے بیٹے طاہر کے حوالہ کی اور خود اس خیال سے کہ میرا ملک آئندہ محمود کے سیلاب فتوحات سے محفوظ رہے، ترکِ دنیا کر کے گوشہ نشین ہو گیا۔ جب سلطان محمود ایک بڑی مدت تک ان ممالک سے جہاد ہندوستان کی وجہ سے غیر حاضر رہا تو خلف نے اپنے بیٹے طاہر سے عنانِ حکومت لینے کی کوشش کی۔ طاہر نے حیلہ و حوالہ سے کام لینا شروع کیا اور بات بات میں نافرمانی کرنے لگا۔ تب خلف نے اپنے کو بیمار بنایا اور وصیت کرنے اور مخفی خزانے بتانے کی غرض سے طاہر کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ طاہر بے خوف و ہراس حاضر ہوا، خلف نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ کچھ روز بعد قتل کر ڈالا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

خلف بن احمد کی اطاعت

اس واقعہ سے خلف کے سپہ سالاروں کو خطرہ پیدا ہوا اور اس کی طرف سے سب بددل ہو گئے۔ محمود سے خط و کتابت شروع کی اور اظہار اطاعت کے لئے محمود کے نام کا خطبہ بجستان میں پڑھنے لگے۔ یہ واقعہ ۳۹۳ھ کا ہے۔ محمود ان سپہ سالاروں کی طلبی پر خلف کی طرف روانہ ہوا۔ خلف ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ طاق نامی میں قلعہ بند ہو گیا۔ یہ قلعہ نہایت پائیدار اور مضبوط بنا ہوا تھا، چاروں طرف سے اسے سات فصیلیں سربفلک گھیرے ہوئے تھیں اور فصیلوں کو ایک عمیق خندق گھیرے ہوئے تھی، صرف ایک راستہ تھا جس پر پل بنا ہوا تھا۔ خلف نے محمود کی آمد پر اس پل کو توڑ ڈالا۔ محمود نے قلعہ پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ مدتوں محاصرہ کیے رہا۔ جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو لشکریوں کو حکم دیا کہ گرد و نواح کے درخت کاٹ کر خندق کو پُر کر دو اور جب وہ پُر ہو گئی تو ہاتھیوں کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ ایک ہاتھی جو سب سے بڑا تھا خندق عبور کر کے دروازۂ قلعہ پر پہنچا اور دروازہ اکھاڑ کر پھینک دیا۔ پھر کیا تھا محمود کا لشکر قلعہ میں داخل ہونے کے لئے بڑھا۔ قتل و خونریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ اہلِ قلعہ ایک فصیل سے دوسری فصیل میں جا کر پناہ لیتے تھے اور فتح مند گروہ انہیں برابر پسپا کرتا جاتا تھا، باہر سے یہ تیر بازی کر رہے تھے اور اندر سے قلعہ والے پتھر کا مینہ برسا رہے تھے۔

خلف نے اس امر کا احساس کر کے کہ عنقریب قلعہ چھنا چاہتا ہے، امن کی درخواست کی، محمود نے اسے امن دیا، لڑائی موقوف ہو گئی، قلعہ پر بھی محمود کا قبضہ ہو گیا۔ خلف نے قلعہ کے خزانوں کی کنجیاں محمود کے حوالے کر دیں جس سے محمود کی آنکھوں میں خلف کی قدر و منزلت دوبالا ہو گئی۔ محمود نے نہایت عنایت سے ارشاد کیا خلف تم جہاں پسند کرو قیام کر سکتے ہو۔ خلف نے جرجان کو پسند کیا، محمود نے عزت و احترام کے ساتھ خلف کو جرجان روانہ کر دیا۔ چنانچہ خلف تقریباً چار برس تک جرجان میں مقیم رہا پھر کسی نے محمود سے کہہ دیا کہ خلف کے ایلک خاں کے ساتھ مراسم پیدا ہو گئے ہیں، وہ اسے مخالفت پر اکسا رہا ہے، محمود نے خلف کو جرجان سے قزوین منتقل کر دیا جہاں پر اس نے ۳۹۹ھ میں وفات پائی۔ محمود نے خلف کا متروکہ اس کے بیٹے ابو حفص عمر کے حوالے کیا۔

خلف بن احمد کا کردار

خلف نیک سیرت، علم دوست، ذی علم، علماء کا قدردان اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنے والا تھا۔ اس نے ایک تفسیرِ قرآن

مجید لکھی تھی۔ اپنے تمام ممالک مقبوضہ کے علماء کو جمع کیا تھا بیس ہزار دینار خرچ ہوئے تھے' خلف نے اس تفسیر کو مدرسہ نیشا پور میں رکھوا دیا تھا الغرض محمود کامیابی کے بعد بجستان کی حکومت پر اپنے باپ کے سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار فتحی نامی کو مامور کر کے غزنی کی جانب چلا گیا۔

بجستان کی بغاوت

کچھ عرصہ بعد بجستان کے مفسدہ پردازوں اور بدمعاشوں نے جمع ہو کر احمد نامی ایک شخص کو اپنا سردار بنایا اور بجستان میں علم بغاوت بلند کیا۔ محمود نے دس ہزار کی جمعیت سے اس بغاوت کو فرو کرنے کی غرض سے بجستان کی طرف کوچ کیا اس مہم میں اس کا بھائی ابوالمظفر نصر سپہ سالار افواج شاہی التونتاس اور پشت پناہ عرب ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم طائی بھی شریک تھا۔ محمود نے بجستان پہنچ کر باغیوں کا محاصرہ کر لیا اور بزور تیغ اسے دوبارہ فتح کر کے اپنے بھائی سپہ سالار افواج نصر بن سبکتگین کو گورنر مقرر کیا اور اس صوبہ کو نیشاپور کے صوبہ سے جس کی گورنری پر نصر پہلے سے تھا ملحق کر دیا۔ نصر نے اپنی جانب سے اپنے وزیر ابو منصور نصر بن اسحاق کو مامور کیا اس کے بعد محمود جہاد ہندوستان کی غرض سے بلخ کی جانب واپس ہوا' هکذا مساق خبر سلطان محمود مع خلف بن احمد و خبر سجستان عند العتبی واما عند ابن الثیر فقد ذکر فی اخبار بنی الصفار۔

سلطان محمود اور راجہ بجے راؤ

جب محمود کو اندرونی مخالفتوں اور حریفوں کی ریشہ دوانیوں سے فراغت حاصل ہو گئی اور اسے ایک گونہ اطمینان ہو گیا تو وہ پھر ہندوستان پر جہاد کرنے یا یوں کہیے کہ اس مہم کو تمام کرنے پر تیار ہوا جس کی بنیاد اس کے باپ سبکتگین نے ڈالی تھی اور جس کا بانی مبانی راجہ جے پال تھا۔ بھاطبہ (بھٹیز یا بھیرہ) ہندوستان کی ایک ریاست تھی جس کے حدود ملتان سے ملے ہوئے تھے' اس ریاست کا دارالحکومت بھٹیز میں تھا۔ بھٹیز کی نہایت مستحکم اور مضبوط شہر پناہ تھی اور شہر کے اندر قلعہ تھا' چاروں طرف سے اس شہر کو سر بفلک شہر پناہ کی دیواریں گھیرے ہوئے تھیں۔ شہر پناہ کے باہر ایک گہری خندق تھی جسے عبور کرنا نہایت دشوار تھا۔ قلعہ میں جنگ آوروں کا ایک بڑا لشکر ہر وقت موجود رہتا تھا' آلات حرب اور سامان جنگ بھی کافی تھا' اس کے حکمران کا نام راجہ بجے راؤ تھا۔ محمود نے دریائے جیحوں عبور کر کے بھٹیز[1] پر حملہ کیا۔ راجہ بجے راؤ بھی اس سے مطلع ہو کر مقابلہ کی غرض سے بھٹیز سے باہر آیا۔ دونوں حریفوں نے صف آرائی کی' تین روز تک متواتر لڑائی ہوتی رہی' چوتھے روز راجہ بجے راؤ نے شہر پناہ میں داخل ہو کر دروازے بند کرا دیے۔ عساکر اسلام نے محاصرہ ڈال دیا اور نہایت سختی سے لڑائی شروع کر دی۔ لوٹ مار اور قتل گری حد سے بڑھ گئی۔ محمود نے اپنے لشکر کے ایک حصّہ کو خس و خاشاک اور لکڑیوں سے خندق پاٹنے کا حکم دیا اور بقیہ حصّہ لشکر مقابلہ پر رکھا۔ راجہ بجے راؤ کو اس سے تشویش پیدا ہوئی۔ رات کے وقت اپنے خاص ملازموں اور مصاحبوں کے ہمراہ محاصرہ سے نکل کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلا گیا اور اسی کی ایک تنگ و دشوار گزار گھاٹی میں روپوش ہو گیا۔

سلطان محمود نے اس سے مطلع ہو کر فوج کا ایک دستہ راجہ بجے راؤ کی گرفتاری اور تعاقب پر روانہ کیا۔ دلیران اسلام سراغ لگاتے ہوئے اس گھاٹی تک پہنچ گئے جہاں راجہ بجے راؤ روپوش تھا اور چاروں طرف سے گھیر کر قتل کرنا شروع کیا جب اس کے ہمراہیوں کا اکثر حصہ کام آ گیا تو راجہ بجے راؤ نے اس امر کا یقین کر کے اب میری جانبری محال ہے' کمر سے خنجر کھینچ کر اپنا سینہ چاک کر ڈالا' غازیان اسلام سر اتار کر اپنے سلطان کے پاس آئے۔ سلطان فتح مندی کا جھنڈا لیے ہوئے دارالحکومت بھٹیز میں داخل ہوا اور جب تک انتظام درست نہ ہوا' ٹھہرا رہا' واپسی کے وقت تعلیم و انتظام مملکت کی غرض سے ایک ایسے شخص کو اپنا نائب مقرر کیا جو ارکان اسلام سے واقف اور سیاست مدن سے آگاہ تھا تاکہ نو مسلموں کو فرائض مذہبی کی تعلیم بھی دے اور شیرازۂ حکومت کو بھی درہم برہم ہونے سے محفوظ رکھ سکے۔

---

[1] یہ حملہ ۳۹۵ھ میں ہوا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۷۷ و تاریخ فرشتہ۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

غزنی آتے ہوئے اثناء راہ میں بکثرت بارش ہوئی۔ اثناء راہ میں راستہ کی دشواری' کیچڑ' پانی کی زیادتی اور دریاؤں کی طغیانی سے محمود کے لشکر کا اکثر حصہ ضائع ہو گیا۔

فتح ملتان

پھر محمود کو غزنی پہنچ کر یہ خبر لگی کہ ابو الفتوح گورنر ملتان بے دین ہو گیا ہے اور اپنے صوبے کے رہنے والوں کو بے دینی اور لامذہبی کی تعلیم دیتا ہے۔ محمود کو اس کی تاب کہاں تھی کہ بے دینی کا نام سنتا اور خاموش رہ جاتا لشکر جمع کر کے جہاد کی غرض سے ملتان پر چڑھائی کر دی اور دریاؤں کو جوں توں عبور کر لیا مگر دریائے جیحوں کی طغیانی نے سلطان کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ سلطان محمود نے خشکی کے راستہ سے ملتان کا قصد کیا لیکن اس طرف راجہ انند پال ولد راجہ جے پال حکمرانِ پنجاب کا ملک پڑتا تھا۔ محمود نے اپنے لشکر کو پہلے اسی پر جہاد کرنے کا حکم دیا چنانچہ قتل و غارت گری شروع ہو گئی۔ محمود کا لشکر راجہ انند پال کے ملک کو پامال کرتا ہوا سیلاب کی طرح بڑھا۔ راجہ انند پال کی فوج شکست کھاتے ہوئے بھاگی۔ راجہ انند پال حیران و پریشان ایک شہر سے دوسرے شہر میں پناہ گزین ہوتا تھا اور شاہی لشکر پہنچ کر وہاں سے بھی اسے پریشان کر کے نکال دیتا تھا یہاں تک کہ دریائے چناب پر پہنچا جب محمود کا لشکر اس کا تعاقب یہاں تک کرتا چلا آیا تو راجہ انند پال گھبرا کر کشمیر چلا گیا۔ محمود نے پھر اس کا تعاقب نہ کیا۔ ملتان کی جانب چلا۔ ابو الفتوح نے یہ خبر پا کر اپنے مال و اسباب کو ہاتھیوں پر لدوا کر سراندیپ کی طرف روانہ کر دیا اور خود ملتان چھوڑ کر روپوش ہو گیا۔ اہلِ ملتان نے شہر کی قلعہ بندی کر لی۔ محمود نے محاصرہ ڈال کر لڑائی شروع کر دی اور اسے بزور تیغ فتح کر لیا۔ فتح یابی کے بعد محمود نے اہلِ ملتان سے بے دینی اور تبدیلی مذہب کی وجہ سے بیس ہزار درہم سرخ بطور جرمانہ و کفارہ وصول کیا۔

قلعہ گوالیار پر فوج کشی

محمود نے ابو الفتح کی گوشمالی کے بعد قلعہ گوالیر (گوالیار) پر فوج کشی کی' حکمران کا نام راجہ نندا تھا۔ اس قلعہ میں چھ سو بت خانے تھے، محمود نے بزور تیغ اس قلعہ کو بھی فتح کیا۔ بتوں کو توڑ ڈالا' بت خانے جلا دیئے والی قلعہ نندا نے بھاگ کر قلعہ کالنجر میں پناہ لی۔ قلعہ کالنجر نہایت مضبوط اور وسیع تھا اس میں پانچ لاکھ فوج پانچ سو زنجیر فیل اور بیس ہزار مویشی رہا کرتے تھے۔ برسوں کے صرف کے لئے غلہ وغیرہ موجود تھا مگر راستہ ایسا دشوار گزار تھا کہ قلعہ تک فوج کا پہنچنا محال تھا قلعہ کے ارد گرد آٹھ آٹھ دس دس کوس تک جھاڑیوں کا گنجان جنگل تھا اور جنگل کے بعد قلعہ کے باہر ایک نہایت گہری خندق تھی۔ محمود کے حکم سے جنگل کاٹ کر راستہ بنایا گیا۔ جب قلعہ کے قریب عمیق خندق نے رکاوٹ ڈالی تو یہ حکم دیا کہ جانوروں کی کھالوں میں مٹی بھر کر اس خندق کو تقریباً تیس ہاتھ چوڑی پاٹ دو' عساکرِ اسلام نے اس حکم کی تعمیل نہایت مستعدی اور تیزی سے کی۔ محمود اپنی رکاب کی فوج کو لئے ہوئے خندق کو عبور کرتا ہوا قلعہ پر جا پہنچا اور محاصرہ کر لیا۔ ایک ماہ تیرہ روز محاصرہ کیے رہا۔

نندا والی قلعہ روزانہ جنگ سے تنگ آ کر مصالحت کا پیغام دے رہا تھا مگر محمود اپنی دھن میں تھا۔ اس اثناء میں یہ خبر پہنچی کہ ایلک خاں کی وجہ سے صوبہ خراسان میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ محمود نے راجہ نندا سے پچاس زنجیر فیل اور تین ہزار من چاندی پر مصالحت کر لی' مصالحت کے بعد راجہ نندا کو خلعت دیا۔ راجہ نندا نے خلعت زیب تن کیا اور پیٹی باندھی۔ چونکہ اس زمانے میں ہندوؤں میں یہ دستور تھا کہ عہد و اقرار مضبوط کرنے کے لئے اپنی چھوٹی انگلی کاٹ کر فریق ثانی کو دے دیا کرتے تھے اس وجہ سے اس پابندی کے لحاظ سے راجہ نندا نے بھی اپنی چھنگلی کاٹ کر محمود کے حوالے کر دی۔ محمود مال غنیمت لئے ہوئے خراسان کی جانب لوٹا حالانکہ اس مرتبہ ہندوؤں کے سر کرنے کا خیال اس کے دماغ میں بھرا ہوا تھا۔

بھٹیر کی لڑائی میں دو سو اسی زنجیر فیل اور بے شمار مال و زر محمود کے ہاتھ لگا۔ قلعہ بھٹیر کا میداں مقتولوں سے بھر گیا تھا، قیدیوں کی وہ کثرت تھی کہ ہر شخص کے پاس پانچ پانچ چھ چھ لونڈی غلام موجود تھیں۔ دیکھو تاریخ فرشتہ و ضیاء برنی۔

سلطان محمود اور ایلک خاں

جس وقت محمود نے صوبہ خراسان پر اور ایلک خاں نے ماوراء النہر پر قبضہ کر لیا تھا، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، ایلک خاں نے محمود کو مبارک باد کا خط لکھا۔ تحائف بھیجے۔ محمود نے بھی رسم اتحاد بڑھانے کی غرض سے خط بھیجا ہدایہ روانہ کیے۔ دونوں حکمرانوں کے درباروں میں شعراء آنے جانے لگے، مبارک بادی کے قصائد لکھے اور صلے حاصل کیے، اسی زمانے میں محمود نے سہیل بن محمد بن سلیمان معلو امام فن حدیث کو طغان جق والی سرخس کے ساتھ بطور وفد ایلک خاں کے دربار میں ہدیہ فاخرہ دے کر روانہ کیا اور ایلک خاں کی لڑکی سے عقد کا پیغام دیا۔

اس ہدیہ میں یاقوت، مروارید اور مرجان کے قیمتی قیمتی مالے، سونے چاندی کے ظروف جن میں عنبر، کافور، عود اور دیگر خوشبو کی چیزیں بھری ہوئی تھیں، ہدیہ کے آگے آگے جلو کی غرض سے ہاتھی تھے جن پر زربفت کی جھولیں اور نقری و طلائی ہودے تھے۔ ایلک خاں نے نہایت مسرت اور خوشی سے اس ہدیہ کو قبول کیا۔ اہل وفد کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور مخطوبہ (منگنیتی) کے ساتھ محمود کا عقد کر دیا۔ اس سے دونوں سلطانوں میں رشتہ اتحاد قائم اور مستحکم ہو گیا۔

محمود اور ایلک خاں میں ناچاقی

لیکن یہ رشتہ اتحاد زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا کیونکہ مفسدوں اور حاسدوں کو جلد ہی کھیلنے کا موقع مل گیا۔ یہاں تک کہ دونوں کے دلوں میں گونہ کشیدگی پیدا ہو گئی۔

چنانچہ جب سلطان محمود نے ملتان پر فوج کشی کی اس وقت ایلک خاں کو موقع مل گیا، اپنے سپہ سالار افواج سیاوش تکین کو جو کہ اس کا قریبی رشتہ دار بھی تھا، خراسان پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا اور اپنے بھائی جعفر تکین کو سیاوش تکین کی کمک پر مامور کیا۔ یہ واقعہ ۳۹۰ھ (کاتب کی غلطی ہے بجائے ۳۹۰ھ کے ۳۹۶ھ پڑھیں کیونکہ محمود نے ۳۹۶ھ میں ملتان کا قصد کیا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اس کے علاوہ فاضل ابن اثیر نے اس واقعہ کو ۳۹۶ھ کے ذیل میں لکھا ہے۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۹ ص ۸۷) کا ہے۔ سیاوش تکین نے صوبہ بلخ پر قبضہ کر لیا اور انتظام کی غرض سے جعفر تکین کو وہاں ٹھہرایا۔

ارسلان حاجب محمود کی طرف سے ہرات کا صوبہ دار تھا، محمود نے روانگی ملتان کے وقت ارسلان کو ہدایت کر دی تھی کہ جس وقت کسی کی مخالفت و بغاوت کا احساس کرنا فوراً غزنی آ جانا۔ ارسلان حاجب اس ہدایت کے مطابق جس وقت سیاوش تکین نے خراسان پر قبضہ کر لیا، ہرات سے غزنی بچانے کے لئے چلا آیا۔ سیاوش تکین کو موقع مل گیا، ہرات پر بھی قبضہ کر کے قیام پذیر ہو گیا اور حسین بن نصر کو نیشاپور کی طرف روانہ کیا۔ حسین نے نیشاپور پر قبضہ کر لیا۔ گورنر مقرر کیے خراج وصول کیا اور اطمینان کے ساتھ رہنے لگا۔

رفتہ رفتہ اس کی خبر سلطان محمود کو ہندوستان میں پہنچی۔ بہ مجبوری غزنی کی جانب واپس ہوا۔ (محمود اس وقت بتھنڈہ میں تھا۔ راجہ سکھ پال معروف بہ نواسہ شاہ کو سپرد کر کے غزنی کی جانب واپس ہوا۔ سکھ پال ہندوستان کے کسی راجہ کا لڑکا تھا جو پشاور میں ابو علی سیجوری کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا۔ دیکھو تاریخ فرشتہ مقالہ صفحہ ۲۵) پہلے صوبہ بلخ کا ارادہ کیا۔ جعفر تکین خوفزدہ ہو کر ترند کی طرف بھاگ گیا۔ محمود نے بلخ میں داخل ہو کر قیام کیا، اس کے بعد ارسلان حاجب کو دس ہزار فوج کی جمعیت سے سیاوش تکین کی سرکوبی کے لئے ہرات کی جانب روانہ کیا، سیاوش تکین نے اس سے مطلع ہو کر مرو کا راستہ لیا۔ اثناء راہ میں ترکمان سے مڈبھیڑ ہو گئی، سیاوش تکین مقابلہ کی تاب نہ لا سکا، شکست کھا کر بھاگا، اس کے بہت سے ہمراہی کھیت رہے۔ ترکمان نے نہایت بے دردی اور سختی سے اس کے ہمراہیوں کو قتل کیا۔ سیاوش تکین نے ابیورد میں جا کر دم لیا پھر جب ابیورد میں بھی اسے پناہ نہ ملی تو تونسا چلا گیا۔ ارسلان حاجب سایہ کی طرح اس کے پیچھے پیچھے تھا یہاں تک کہ سیاوش تکین جرجان پہنچا، والی جرجان نے داخل ہونے سے روک دیا۔

تب سیاوش تکین نے پہاڑ کی چوٹیوں اور گھنے جنگلوں کا راستہ لیا۔ اس وقت اس کے ہمراہیوں کا ایک گروہ معین و مددگار نہ ہونے

کی وجہ سے قابوس کے پاس پناہ گزین ہو گیا کچھ عرصہ بعد سیاوش تکین نے پہاڑوں کی چوٹیوں اور گنجان جنگل سے نکل کر کرنسا کی طرف کوچ کیا اور ایک تنگ راستہ سے مرو کی جانب روانہ ہوا۔ محمود تو اس کی جستجو ہی میں تھا جاسوسوں نے سیاوش تکین کی نقل و حرکت کی خبر دے دی' محمود اس کی گرفتاری کے لئے روانہ ہوا۔ سیاوش تکین یہ خبر پا کر بھاگ گیا۔ نہر کو عبور کر کے ایلک خاں کے پاس پہنچا مگر اس کا بھائی ایک سو سرداروں کے ساتھ گرفتار ہو کر غزنی لایا گیا۔

سلطان محمود اور ایلک خاں کی جنگ

ایلک خاں نے محمود کی واپسی سے مطلع ہو کر اپنے بھائی جعفر تکین کو چھ ہزار پیادوں کی جمعیت سے بلخ کی طرف روانہ کیا مقصود یہ تھا کہ سلطان محمود سیاوش تکین کے تعاقب سے رک جائے لیکن اس ارادے میں ایلک خاں کو کامیابی نہ ہوئی۔ محمود نے سیاوش تکین کو خراسان سے نکال کر جعفر تکین کی طرف قدم بڑھایا' جعفر تکین سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا' سلطان کا بھائی نصر بن سبکتگین سپہ سالار افواج خراسان ساحل جیحوں تک تعاقب کرتا چلا گیا جس سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ ایلک خاں نے اپنے سپہ سالاروں کی شکست سے خائف ہو کر اپنے چند معتمد علیہ کو بادشاہ ختل (چین) (دیکھو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۵) قدر خاں بن بقرا خاں کے پاس بھیجا اور امداد طلب کی۔ ایلک خاں اور بقرا خاں ایک دوسرے کے قریبی رشتہ دار تھے اور ان دونوں میں دامادی رشتہ کا بھی تعلق تھا۔ قدر خاں بذاتہ اپنی فوج کے ساتھ ایلک خاں کی کمک پر آیا۔ (قدر خاں بادشاہ چین پانچ ہزار سواروں سے ایلک خاں کی مدد پر آیا تھا۔ دیکھو تاریخ فرشتہ مقالہ اول صفحہ ۲۵) ایلک خاں گرد و نواح کے دہقانوں اور ماوراء النہر کے کاشت کاروں سے لشکر مرتب کر کے قدر خاں کی پشت پناہی سے محمود کے مقبوضات کی جانب بڑھا۔ پچاس ہزار فوج کے ساتھ دریائے جیحوں عبور کر کے بلخ کی سرحد پر آ پہنچا۔ محمود اس وقت طغارستان میں تھا۔ اس کی آمد سے مطلع ہو کر بلخ آیا اور جنگ کی تیاری میں مصروف ہوا' ترکوں' خلجیوں' افغانیوں' غزنیوں اور اپنی باقاعدہ فوج کو مسلح کر کے مقابلہ پر آیا۔ بلخ سے نکل کر چھ کوس کے فاصلہ پر صف آرائی ہوئی۔ محمود نے قلب لشکر کا اپنے بھائی نصر سپہ سالار افواج خراسان کو انچارج کیا' ابو نصر بن احمد فریغونی والی جرجان اور ابو عبداللہ بن محمد بن ابراہیم طائی تیر اندازان اکراد عرب بھی قلب میں رکھے گئے۔ میمنہ میں محمود کا حاجب کبیر ابو سعید تمرتاشی تھا اور میسرہ میں ارسلان حاجب پانچ سو زنجیر کوہ پیکر ہاتھیوں کا قلعہ بنایا گیا تھا۔ ایلک خاں کے میمنہ پر قدر خاں بادشاہ چین' میسرہ پر اس کا بھائی جعفر تکین اور قلب لشکر میں خود ایلک خاں تھا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگے۔ فریقین نے مرنے مارنے پر کمریں باندھ لیں' سلطان محمود ایک خیمہ میں سربسجدہ بہ کمال تضرع والحاح اللہ جل شانہ' سے اپنی فتح یابی کی دعا کر رہا تھا' دعا سے فارغ ہو کر سوار ہوا اور کوہ پیکر ہاتھیوں کو لے کر ایلک خاں کے قلب لشکر پر حملہ کیا' ایلک خاں مقابلہ پر نہ ٹھہر سکا شکست اٹھا کر بھاگا۔ شاہی لشکر نے پکڑ دھکڑ شروع کر دی۔ قتل و غارت کرتا ہوا نہر تک پہنچا' شکست خوردہ فوج نے جوں توں دریا عبور کر کے اپنی جان بچائی۔ مظفر و منصور غزنی کی طرف واپس ہوا۔ شعراء نے تہنیت کے قصائد لکھے' یہ واقعہ ۳۹۷ھ کا ہے۔

سلطان محمود اور نواسہ شاہ

سلطان محمود ترکوں اور ایلک خاں کی رخنہ اندازی سے فارغ ہو کر پھر ہندوستان کی جانب متوجہ ہوا۔ نواسہ (نواسہ شاہ کا نام سکھ پال تھا' یہ وہی شخص ہے جسے غزنی کی واپسی کے وقت اپنے مقبوضات ہندوستان کا حاکم بنایا تھا۔ (مترجم)) شاہ راجگان ہندوستان میں سے کسی کا بیٹا تھا اور محمود کے ہاتھ پر ایمان لایا تھا۔ محمود نے اسے چند قلعوں کا جسے اس نے فتح کیا تھا' حاکم بنایا تھا۔ محمود کی واپسی پر مرتد ہو گیا۔ محمود کو اس کی خبر لگی تو آگ بگولا ہو گیا' سامان جنگ درست کر کے نواسہ شاہ کے سر پر آ پہنچا۔ نواسہ شاہ بھاگ گیا۔ محمود ان قلعوں پر جو اس کے اور اس کے ہمراہیوں کے قبضہ میں تھے' قبضہ کر کے غزنی کی جانب واپس ہوا۔ یہ واقعہ بھی ۳۹۷ھ کا ہے۔

فتح بھیم نگر

ماہ ربیع الثانی ۳۹۸ھ میں سلطان محمود نے پھر ہندوستان پر جہاد کے ارادہ سے فوج کشی کی' فوجیں جمع کر کے ہندوستان کی جانب روانہ ہوا۔ ــــــ دریائے ہند پر راجہ انند پال ایک بڑی فوج لے کر مقابلہ پر آیا جس کا شمار نہ ہو سکتا تھا سلطان محمود نے نہایت استقلال اور مردانگی سے جنگ کا آغاز کیا' راجہ انند پال کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' سلطان محمود راجہ انند پال کے تعاقب میں بھیم نگر تک بڑھتا چلا گیا۔ قلعہ بھیم نگر کو کوٹ کہا جاتا ہے یہ ایک نہایت مضبوط قلعہ بالائے قلعہ بنا ہوا تھا۔ ہندوستان والے اسے اپنے بتوں کا خزانے مقرر کیے ہوئے تھے۔ ہندوستان کے اطراف و جوانب سے قیمتی قیمتی اسباب و جواہرات بنظر تقرب بت اس قلعہ میں آتے تھے' سلطان نے اس کے محاصرہ کا حکم دیا اہل قلعہ نے امن کی درخواست کی اور قلعہ کی کنجیاں سلطان کے حوالہ کر دیں۔ سلطان نے ابو نصر فریغونی اور اپنے حاجب کبیر ابن تمرتاش اور واسع تکین کو مال و اسباب کی فراہمی اور روانگی پر مامور کیا' سات لاکھ دینار سرخ سات سو من سونے اور چاندی کے برتن' دو لاکھ من خالص سونا' بیس لاکھ من چاندی اور ہزارہا تھان دیبا اور ریشمی پارچہ جات ہاتھ آئے۔ اسی قلعہ میں ایک مکان چاندی کا ملا جس کا طول تیس ہاتھ اور عرض پندرہ ہاتھ تھا اور اطلس اور دیبا کا ایک شامیانہ ساٹھ گز لمبا تیس گز چوڑا برآمد ہوا جس کی چوبیں سونے اور چاندی کی تھیں۔ سلطان محمود نے اس مال غنیمت کی حفاظت پر نامبردگان کو متعین کیا چنانچہ یہ انتہائی احتیاط سے غزنی روانہ کر دیا گیا۔سلطان محمود نے غزنی پہنچ کر اپنے دارالامارت کے صحن میں اس شامیانہ کو نصب کرایا'جواہرات کو چنوایا'اطراف و جوانب کے وفود دیکھنے اور مبارکباد دینے کے لئے آئے' انہیں میں طغان برادر ایلک خاں کا سفیر تھا۔

جرجان پر قبضہ

بنو فریغون زمانہ حکمرانی ملوک سامانیاں جرجان کی گورنری پر تھے اور اسی زمانہ سے برابر وراثتہ ـــــــ حکمرانی کرتے چلے آتے تھے' داد و دہش میں ان لوگوں کو ایک قسم کی شہرت حاصل ہو گئی تھی' ابو الحرث احمد بن محمد ان میں ایک بااثر شخص تھا اور سبکتگین نے اس کی لڑکی سے اپنے بیٹے محمود کا عقد کر دیا تھا اور محمود کی بہن کا نکاح ابو الحرث کے بیٹے ابو نصر کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس تعلق سے ان دونوں حکمرانوں میں رشتہ محبت زیادہ مستحکم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ابو الحرث نے وفات پائی۔ سلطان محمود نے اس کے بیٹے ابو نصر کو بدستور جرجان کی گورنری پر بحال رکھا یہاں تک کہ ۴۰۱ھ میں اس نے بھی سفر آخرت اختیار کیا تو محمود نے جرجان کو اپنے ممالک مقبوضہ میں شامل کر لیا۔

چوتھی صدی ہجری کے خاتمہ پر سلطان محمود نے پھر ہندوستان پر جہاد کی غرض سے فوج کشی کی چنانچہ اسے خوب پامال کیا۔ ہندوستان کا حکمران مقابلہ پر آیا لیکن جب اپنے کو کامیاب ہوتے نہ دیکھا تو مصالحت کا پیام دیا۔ زرنقد اور سالانہ خراج کے علاوہ پچاس زنجیر فیل اور ایک ہزار سوار نذر کیے' سلطان محمود نے مصالحت کر لی اور مال و اسباب مقررہ وصول کر کے غزنی کی جانب واپس ہوا۔

ریاست غور پر سلطان محمود کا قبضہ

ممالک غوریہ غزنی کی حدود سے متصل تھے' غوری رہزن اور ڈکیت تھے' آئے دن قتل و غارت کر کے پہاڑوں میں چلے جاتے تھے'ان تک پہنچنے کا راستہ نہایت دشوار گزار تھا' ایک مدت تک ان لوگوں نے اسی فساد و کفر کی حالت پر بسر کی۔ سلطان محمود کو ان کا یہ فعل پسند نہ آیا' چنانچہ ۴۰۱ھ میں اس فتنہ کے خاتمہ پر کمر باندھی' فوجیں جمع کر کے غوریوں پر فوج کشی کر دی' اس کے مقدمتہ الجیش پر التونتاش حاجب والی ہرات و ارسلان حاجب والی طوس تھا' کوچ و قیام کرتا ہوا شاہی لشکر دامن کوہ تک پہنچا۔ غوریوں نے بھی جنگ آوروں کو جمع کر لیا تھا گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ بالآخر سلطان محمود نے ایسا حملہ کیا جس سے غوری شکست کھا کر بھاگے۔ محمود نے تعاقب کیا اور ان کے ملک پر قبضہ کر لیا۔اہل قلعہ نے تنگ آ کر قلعہ کے دروازے کھول دیئے۔ سلطان محمود دس ہزار فوج کی جمعیت سے قلعہ میں داخل ہو گیا'

غوری قلعہ چھوڑ کر ادھر اُدھر منتشر ہو گئے پھر وہ لوگ جمع ہو کر حملہ آور ہوئے' سلطان محمود نے دوبارہ انہیں شکست دی اور نہایت سختی سے انہیں پامال کیا۔ ابن غوری کو اس کے اعزہ و اقارب کے ساتھ گرفتار کیا۔ انکے قلعوں پر قبضہ کر کے سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ ابن غوری کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی۔

سلطان محمود کی قصران پر فوج کشی

اس کے بعد ۴۰۲ھ میں سلطان محمود نے قصران پر چڑھائی کی۔ والی قصران سالانہ خراج بھیجا کرتا تھا۔ اس نے کئی سال سے ایلک خاں کی پشت پناہی سے خراج بھیجنا بند کر دیا تھا۔ سلطان محمود نے غوریوں کی سرکوبی سے فارغ ہو کر قصران پر فوج کشی کر دی۔ والی قصران یہ خبر پا کر مقابلہ پر آیا لیکن پھر ہمت نہ پڑی' حاضر خدمت ہو کر عذر خواہی کی۔ بیس زنجیر فیل بطور ہدیہ پیش کیے۔ سلطان محمود پندرہ ہزار درہم تاوان جنگ وصول کر کے غزنی کی جانب واپس ہوا۔

سلطان محمود کا غرستان پر قبضہ

بادشاہ غرستان کو عجمی یشار کے لقب سے یاد کرتے تھے جیسا کہ بادشاہ فارس کو کسریٰ کے لقب سے اور والی روم کو قیصر کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔ اس کے معنی ہیں "الملک الجلیل" یشار ابو نصر محمد بن اسماعیل بن اسد نے غرستان پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب اس کا بیٹا محمد سن شعور کو پہنچا تو اس نے اپنے باپ کو مغلوب کر دیا' ابو نصر کتب بینی کی وجہ سے ترک سلطنت کر کے گوشہ نشین ہو گیا۔ ان دنوں خراسان کی گورنری پر ابو علی سیجور تھا اور جب اس نے امیر نوح سے بغاوت کی اور اہل خراسان کو اپنی حکومت و اطاعت کی طرف مائل کرنا چاہا تو ان لوگوں نے اس وجہ سے کہ اس نے اپنے آقائے نعمت سے مخالفت کا اعلان کیا تھا' اطاعت سے انکار کر دیا' ابو علی نے ان کی سرکوبی کی غرض سے فوجیں روانہ کیں۔ چنانچہ ایک مدت تک اہلِ خراسان محاصرہ میں رہے۔ امیر سبکتگین کو یہ امر ناگوار گزرا' اندرونی مہمات سے فارغ ہو کر ابو علی کی گوشمالی کی طرف متوجہ ہوا۔ یشار نے اس فتنہ میں امیر سبکتگین کا ہاتھ بٹایا اور اس کا شریک رہا۔ جب سلطان محمود نے صوبہ خراسان کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو اطراف و جوانب کے حکمرانوں اور گورنروں کو اپنی حکومت کی اطاعت کے لئے لکھا۔ ان لوگوں نے اسے بطیب خاطر منظور کر لیا۔ اس کے بعد سلطان محمود نے محمد بن ابی نصر کو کسی جہاد میں شریک ہونے کا حکم دیا۔ محمد کسی وجہ سے نہ جا سکا' جب سلطان محمود جہاد سے واپس ہوا تو اپنے حاجب کبیر التونتاش کی ماتحتی میں ایک بڑی فوج محمد بن ابی نصر کی جانب روانہ کی۔ ارسلان حاجب والی طوس کو یشار والی غرستان کی روک تھام کی غرض سے اس کے پیچھے روانگی کا حکم دیا اور چونکہ اس علاقے کے حالات سے ابو الحسن منیعی کلی واقفیت رکھتا تھا' اس وجہ سے اسے مروالرود تک ان دونوں کے ساتھ جانے کی ہدایت کی۔ ابو نصر نے یہ خبر پا کر ارسلان حاجب سے امن حاصل کر لیا۔ چنانچہ ارسلان حاجب ابو نصر کے ساتھ ہرات آیا' باقی رہا اس کا بیٹا محمد وہ اس قلعہ میں قلعہ نشین ہو گیا جسے ابو نصر نے ابن سیجور کی حکومت کے زمانے میں تعمیر کرایا تھا' شاہی فوجیں عرصۂ دراز تک محاصرہ کیے رہیں بالآخر بزورِ تیغ فتح کر کے محمد کو گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر غزنی بھیج دیا۔ اس کا سارا مال و اسباب ضبط کر لیا گیا اور اس کے اراکین حکومت پر جرمانے کیے گئے۔ ارسلان حاجب فتح یابی کے بعد ایک امیر مقرر کر کے غزنی کی جانب واپس ہوا۔ محمد کے باپ ابو نصر کو ہرات سے طلب کر کے غزنی میں کمال احترام سے ٹھہرایا۔ اس نے وہیں ۴۰۶ھ میں وفات پائی۔

طغان خاں اور سلطان محمود میں مصالحت

ایلک خاں خراسان کی شکست کے بعد سلطان محمود کی شوکت کو پھوٹی آنکھوں بھی دیکھنا پسند نہ کرتا تھا' آئے دن اسی ادھیڑ بن میں رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سلطان محمود سے خراسان کی شکست کا بدلہ لینا چاہیے مگر اس کا بھائی طغان خان اس کے اس فعل سے بے حد ناراض اور بیزار تھا' اس نے سلطان محمود کی خدمت میں معذرت کا پیام بھیجا اور اپنے بھائی کے افعال سے بیزاری کا اظہار کر کے مصالحت

کی درخواست کی' ایلک خاں یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ فوجیں جمع کر کے طغان خاں پر حملہ کر دیا مگر پھر مصالحت ہو گئی۔ اس کے بعد ایلک خاں کا ۴۰۳ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی طغان خاں تخت آرائے حکومت ہوا' طغان خاں نے سلطان محمود سے نامہ و پیام کر کے مصالحت کر لی اور یہ کہلا بھیجا کہ آپ ہندوستان کے جہاد میں بہ شوق تمام مصروف رہیے میں ترکوں کی طرف جہاد کے لئے بڑھتا ہوں۔ سلطان محمود نے بطیب خاطر اس مراسلہ کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا۔ اس زمانہ سے فتنہ و فساد کا دروازہ بند ہو گیا اور امن و امان قائم ہو گیا۔

اس کے بعد ترکوں کا جم غفیر چین کی طرف سے طغان خاں کے علاقے پر حملہ کرنے کے لئے نکلا' اس گروہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک لاکھ خیمے تھے۔ مسلمانوں کو اس سے بے حد خطرہ پیدا ہوا۔ طغان خاں یہ خبر پا کر ایک لاکھ جمعیت سے مقابلہ پر آیا۔ فریقین جی توڑ کر لڑے آخر الامر طغان خاں نے لشکرِ کفار کو شکست دی' تقریباً ایک لاکھ کفار کو تہ تیغ کیا اور اسی قدر کو گرفتار کیا۔ باقی ماندہ بادلِ نخواستہ شکست اٹھا کر اپنے ملک کو واپس ہوئے۔

اس کے بعد طغان خاں کا انتقال ہو گیا' اس کی جگہ اس کا بھائی ارسلان خاں ۴۰۸ھ میں حکمران ہوا' اس کی سلطان محمود سے رسم اتحاد اس درجہ بڑھی کہ ارسلان خاں نے اپنی بیٹی کی سلطان محمود کے بیٹے مسعود سے منگنی کی درخواست کی' سلطان محمود نے اس درخواست کو منظور فرما لیا اور عقد کر کے اپنے بیٹے کو ہرات کی گورنری مرحمت فرمائی اور ۴۰۸ھ میں سلطان مسعود نے ہرات کی طرف کوچ کیا۔

فتح ناردین

موسم سرما ختم ہونے پر ۴۰۸ھ میں محمود نے ہندوستان پر جہاد کرنے کی غرض سے اپنی فوج ظفر موج کو تیاری کا حکم دیا چنانچہ سامان جنگ و سفر درست کر کے غزنی سے کوچ کیا' حدود ہندوستان میں داخل ہو کر دو مہینہ کی مسافت کے شہروں کو فتح کرتا چلا گیا۔ مہاراجگان ہند ان فتوحات سے متاثر ہو کر یک جا ہوئے اور متفق ہو کر مقابلہ پر آئے' اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سلطان محمود کو اس معرکہ میں بھی کامیابی عنایت کی۔ ناردین فتح ہو گیا۔ بے حد مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ ہزاروں کفار قید کر لئے گئے۔ اس شہر کے بت خانے میں ایک پتھر دستیاب ہوا جس پر بخطِ ہندی کچھ تحریر تھا۔ مترجموں نے گذارش کی کہ اس بت خانہ کو بنے ہوئے چالیس ہزار سال گزر چکے ہیں۔ سلطان محمود نے اس فتح یابی کے بعد دارالسلطنت غزنی کی جانب کوچ کیا۔ دارالحکومت میں پہنچ کر خلیفہ قادر باللہ کی خدمت میں درخواست کی کہ مجھے خراسان اور ان ممالک کی سند حکومت عطا ہو جو اس وقت میرے دائرہ حکومت میں ہیں۔

تھانیسر پر حملہ

تھانیسر کا راجہ نہایت متعصب شخص تھا' کفر و ضلالت میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا یہاں پر ایک بت خانہ تھا جسے ہنود (نعوذ باللہ) مکہ کا قائم مقام سمجھتے تھے۔ سلطان محمود اس خبر کو سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔ فوجیں آراستہ کر کے دارالحکومت غزنی سے تھانیسر کی جانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں بڑے بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ بڑی بڑی گہری وادیاں ملیں' جوں توں انہیں عبور کیا تو ایک دریا آڑے آ گیا۔ دریا کے کنارے پر ایک سر بہ فلک پہاڑ کھڑا ہوا تھا۔ دریا کا دہانہ اس مقام پر ایسا تنگ اور چھوٹا ہو گیا تھا کہ چند لوگ بھی پہاڑ کی چوٹی سے ایک بڑے لشکر کو دریا عبور کرنے سے روک سکتے تھے۔ لشکر ظفر پیکر کی آمد کی خبر سن کر گرد و نواح کے کفار پہاڑ کی چوٹی پر آ کر جمع ہو گئے اور شاہی لشکر کو دریا عبور کرنے سے روکنا چاہا۔ سلطان محمود نے اپنی فوج کو تیر اندازی کا حکم دیا جس سے مقابلہ کرنے والے مصروفِ پیکار ہو گئے اور شاہی لشکر کا کثیر حصہ باطمینان تمام دریا عبور کر گیا۔ کفار یہ رنگ دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ لشکرِ اسلام نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں۔ ہنگامہ قتل و غارت شروع ہو گیا۔ دشمن کمال بے سروسامانی سے بھاگ نکلا۔ سلطان نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ بے حد مال غنیمت ہاتھ آیا۔ سلطان محمود فتح یابی کے ساتھ غزنی کی جانب واپس ہوا۔

اس کے بعد سلطان محمود نے سال آئندہ حسب دستور ہندوستان پر جہاد کیا۔ راہبروں نے راستہ بھلا دیا۔ شاہی لشکر بہت بڑی جھیل میں پڑ گیا جس سے لشکر کا اکثر حصہ غرق ہو گیا۔ خود سلطان محمود مدتوں پانی میں چلتا رہا' بہزار خرابی و دقت اس پانی سے نجات پائی۔ اللہ اللہ کر کے خراسان کی جانب واپس ہوا۔

سلطان محمود اور ابو العباس مامون بن محمد

ابو العباس مامون بن محمد کے قبضہ اقتدار میں خوارزم اور جرجانیہ کی عنانِ حکومت تھی' جن دنوں امیر نوح آمد میں تھا تو یہ اس کے خاص حاشیہ نشینوں میں تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں' امیر نوح نے ان کو اس کے مقبوضات میں ملحق کرنا چاہا لیکن چونکہ اس کے اور ابو علی بن سیجور میں باہم رشتہ تھا' اس لئے اس نے شاہی عطیہ کو قبول نہ کیا۔ پھر اس کے بعد اوز واقعات جو ابو علی بن سیجور کے ساتھ پیش آئے تھے اسے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں' رفتہ رفتہ تمام مملکت خوارزم اس کے قبضہ میں آ گئی اس کے بعد مر گیا' اس کی جگہ ابو الحسن علی متمکن ہوا۔ جب یہ بھی راہ گزار عدم ہوا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا مامون تخت آرائے حکومت ہوا۔ اس نے سلطان محمود سے دامادی کا رشتہ قائم کیا' اپنی بہن کو سلطان کے نکاح میں دیا جس سے دونوں میں تعلقات مستحکم ہو گئے یہاں تک کہ اس نے وفات پائی تب اس کی جگہ ابو العباس' مامون نے عنانِ فرمانروائی اپنے ہاتھ میں لی۔ اس نے سلطان کے پاس سلطان کی بہن سے منگنی کا پیغام بھیجا' سلطان نے منظور کر لیا اور عقد کر دیا۔

جب سلطان محمود نے ابو العباس کے پاس سفارت بھیجی کہ تم میری حکومت کی اطاعت قبول کر لو اور میرے نام کا خطبہ اپنی جامع مسجدوں کے منبروں پر پڑھاؤ' ابو العباس کے مشیروں نے اس سے اختلاف کیا اور کھلم کھلا کہہ دیا کہ اگر یمین الدولہ (سلطان محمود) کی اطاعت قبول کر لو گے تو ہم لوگ آپ کی اطاعت سے منحرف ہو جائیں گے اور حکومت کا ساتھ نہ دیں گے۔ ابو العباس یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ سلطان محمود کی سفارت واپس آئی مگر ان بدبختوں نے ابو العباس کو دھوکا دے کر مار ڈالا اور اس کے بیٹے داؤد کی حکومت کی بیعت کر لی۔ پھر ان لوگوں کو اس معاملہ میں سلطان محمود کا خوف پیدا ہوا' آپس میں مشورہ کر کے مخالفت پر تل گئے۔

تکین بخاری ان لوگوں کا پیشوا تھا' سلطان محمود کو ان واقعات سے آگاہی ہوئی تو وہ لشکر جمع کر کے ان لوگوں کے سر پر آ پہنچا۔ سلطان محمود کے لشکر کے مقدمۃ الجیش کا افسر اعلیٰ محمد بن ابراہیم طائی تھا' اس نے پہنچتے ہی لڑائی چھیڑ دی' یہاں تک کہ سلطان محمود بھی اپنی تازہ دم فوج کے ساتھ پہنچ گیا اور نہایت مردانگی سے دشمن کو شکست دی۔ قتل و غارت گری کا ہنگامہ سختی سے شروع ہو گیا۔ تکین بخاری کشتی پر سوار ہو کر بھاگا' ملاحوں نے دھوکا دیا اور سلطان محمود کے پاس لا کر حاضر کر دیا۔ سلطان محمود نے اسے دیگر سپہ سالاروں کے ساتھ جنہوں نے مامون کو قتل کیا تھا' سزائے موت کا حکم دیا' جس کی تعمیل مامون کی قبر پر کی گئی' باقی ماندہ کو غزنی بھیج دیا۔ پھر کچھ روز بعد ان قیدیوں کو ہندوستان کی طرف اپنی فوج کے ہمراہ بھیج دیا اور سرحدی شہروں میں حفاظت کی غرض سے ٹھہرایا۔ ان کے وظائف اور تنخواہیں مقرر کر دیں۔ فتح یابی کے بعد خوارزم کی حکومت پر حاجب التونتاش کو مامور کر کے غزنی کی جانب واپس ہوا۔

کشمیر پر فوج کشی

سلطان محمود مہم خوارزم سے فارغ ہو کر غزنی آیا اور پھر غزنی سے روانہ ہو کر موسم سرا بست میں گزارا اور وہاں کے انتظام سے فراغت حاصل کر کے پھر غزنی واپس آیا۔ مجاہدین فراہم کر کے اور لشکر اسلام آراستہ کر کے ۴۰۹ھ میں جہاد کی غرض سے ہندوستان پر چڑھائی کی' صوبہ پنجاب کے تمام علاقے ممالک مقبوضہ میں داخل ہو گئے تھے صرف کشمیر کا حصہ باقی رہ گیا تھا۔ وہاں کی زمین کو مجاہدین اسلام کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندے جانے کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔ ماوراء النہر' خراسان وغیرہ سے بیس ہزار سوار آ کر جمع ہو گئے تھے جن میں مجاہدین بھی تھے' باقاعدہ فوج کے جنگ آور بھی تھے۔ سلطان نے ان کو مسلح کر کے ہندوستان کی جانب قدم بڑھایا۔ غزنی سے تین ماہ کا راستہ (بانوے منزلیں) طے کر کے سرحد کشمیر پر آ اترا' راجہ کشمیر ہندوستان کے ممتاز راجاؤں میں سے تھا۔ راجگان ہند اس کی اطاعت د

خدمت کا اعتراف کرتے تھے سلطان محمود کی آمد کی خبر پا کر ہدایا اور تحائف لے کر حاضر ہوا اور شاہی مقدمتہ الجیش کے ساتھ ساتھ بیسویں رجب سنہ مذکور میں قلعہ مہاجن کی جانب چلا۔

راجہ ہردت کا قبول اسلام

اثناء راہ میں چلتے چلتے جتنے مقامات ملتے گئے سب کے سب فتوحات سلطانیہ میں شامل ہوتے گئے یہاں تک کہ راجہ ہردت کے قلعہ کے قریب پہنچا راجہ ہردت (راجہ ہردت قلعہ میرٹھ کا حاکم تھا۔ تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۲۹) نے حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور مطیع ہو گیا۔ سلطان محمود نے یہاں سے کوچ کر کے راجہ کل چند (کالی چند) کے قلعہ مہابن پر حملہ کیا۔ راجہ کلچند (کالی چند) اس سے مطلع ہو کر مقابلہ پر آیا مگر پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کر بھاگا آگے دریا حائل ہو گیا عبور کا کوئی سامان نہ تھا تقریباً پچاس ہزار آدمی ڈوب کر مر گئے بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا جن میں ڈیڑھ سو زنجیر فیل اور قیمتی اسباب تھا۔

فتح متھرا

سلطان محمود ان مہمات سے فارغ ہو کر متھرا سر کرنے کے لئے متوجہ ہوا' باوجود اس کے کہ متھرا پر راجہ دہلی کا قبضہ تھا مگر کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا۔ سلطان محمود نے پہنچتے ہی قبضہ کر لیا۔ یہ شہر نہایت آباد اور خوش منظر تھا۔ اس شہر کی تمام عمارتیں سنگی تھیں۔ شہر پناہ کے دروازے دریا کی طرف تھے۔ شہر ایک بلند مقام پر آباد تھا' اندرون شہر میں ایک ہزار محل آسمان سے باتیں کر رہے تھے جو درحقیقت بتوں کے لئے تعمیر کئے گئے تھے' ان محلات کے وسط میں ایک بہت بڑا بت خانہ تھا جس میں پانچ بت سونے کے پائے گئے جو لمبائی میں پانچ پانچ ہاتھ تھے' ان کی آنکھیں یاقوت سرخ کی تھیں جن کی قیمت تخمینی اس وقت پچاس پچاس ہزار تھی۔ اور ایک بت کی آنکھوں میں یاقوت ارزق (نیلم) کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے جن کا وزن چار سو مثقال تھا اور جب اس بت کو توڑا تو اس کے صرف پاؤں سے چار ہزار چار سو مثقال سونا برآمد ہوا۔ اور پیٹ وغیرہ سے اٹھانوے ہزار ---- خالص سونا برآمد ہوا۔ ان بڑے بتوں کے علاوہ سو سے زائد چھوٹے بت ہاتھ لگے جس کا بوجھ سو اونٹوں کا تھا۔ سلطان نے ان بتوں اور بت خانوں کو گروا کر زمین کے برابر کر دیا۔

قنوج کی فتح

فتح متھرا سے فارغ ہو کر سلطان نے قنوج کا ارادہ کیا' اثناء راہ میں جتنے قلعے ملے سب کو ویران اور مسمار کرتا ہوا ماہ شعبان ۴۰۹ھ میں قنوج پہنچا۔ راجہ راج پال والیٔ قنوج سلطان کی آمد کی خبر سن کر قنوج کو خیرباد کہہ کر دریائے گنگا عبور کر گیا۔ گنگا ہندوؤں کے مذہب کے مطابق نہایت متبرک دریا ہے' اپنے مردوں کو جلا کر ان کی راکھ نجات کے خیال سے اس میں ڈالتے ہیں اور اس میں غوطہ لگانے کو باعث نجات سمجھتے ہیں۔

قنوج ایک ایسا مقام تھا جس کی نسبت ہندو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ کوئی غیر ہندو اسے فتح نہ کر سکے گا' اس میں سات قلعے تھے جو لب دریا سربفلک نہایت مضبوط بنے ہوئے تھے' خاص شہر میں دس بت خانے تھے۔ ہندوؤں کا یہ عقیدہ اور گمان تھا کہ اس کی تعمیر کو دو لاکھ یا تین لاکھ سال ہو چکے ہیں اور اس زمانے سے برابر اس کی پرستش چلی آتی ہے۔ جس وقت سلطان محمود قنوج کے قریب پہنچا اہل قنوج نے شہر چھوڑ دیا۔ سلطان محمود نے گویا ایک ہی روز میں قنوج کو اپنے علم حکومت کے سایہ میں لے لیا۔

قلعہ براہمہ کی فتح

اس کے بعد سلطان محمود کا لشکر کالنج کی طرف بڑھا جسے اس زمانے میں قلعہ براہمہ کہا جاتا تھا' اہل قلعہ پندرہ روز تک لڑتے رہے' جب انہیں اس امر کا احساس ہو گیا کہ سلطانی حملوں سے جانبری محال ہے تو ان میں سے اکثر نے اپنے کو بلندی قلعہ سے گرا کر ہلاک کر

ڈالا۔ بہت سوں نے اپنے آپ کو بیوی بچوں سمیت جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا اور بعضوں نے اپنے ہاتھ سے اپنا سینہ چاک کر ڈالا' باقی ماندہ گرفتار کر لئے گئے۔سلطانی لشکر نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اس کے برجوں پر کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا' اس قلعہ کے قریب راجہ چندپال کا قلعہ تھا' سلطان محمود نے اس پر بھی دھاوے کا حکم دیا' چندپال یہ خبر پا کر بھاگ گیا۔ شاہی لشکر نے قلعہ میں داخل ہو کر مال و اسباب لوٹ لیا اور قلعہ کو ویران و خراب کر دیا۔

مملکت راجہ چند رائے پر حملہ

راجہ چندپال کے سر کرنے سے فارغ ہو کر مرکب ہمایوں راجہ چند رائے کی سرکوبی کے لئے بڑھا۔ یہ راجگان ہند میں ممتاز شخصیت کا مالک تھا اور اس کا قلعہ بھی مضبوط قلعوں میں شمار کیا جاتا تھا' راجہ جے پال جو ہندوستان کا اپنی دولت کے لحاظ سے بادشاہ اعظم کہے جانے کا مستحق تھا' مدتوں سے چند رائے کو اپنی حکومت کا مطیع بنانا چاہتا تھا لیکن چند رائے برابر انکار کرتا تھا۔ اس موقع پر چند رائے نے بہ مصلحت وقت اطاعت قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی' چونکہ یہ وقت ایسا آ گیا تھا کہ راجہ جے پال خود اپنے آپ کو سنبھال نہ سکتا تھا' چند رائے کی کیا مدد کرتا' جوں توں بذاتہٖ لشکر اسلام کے ہاتھوں سے اپنے آپ کو صاف بچا لے گیا۔ چند رائے نے تن تنہا شاہی لشکر کی مدافعت کی کوشش کی اور اس بھروسہ پر کہ میرا قلعہ نہایت مضبوط ہے کوئی شخص قبضہ نہ کر سکے گا'مقابلہ پر آیا۔ بھیم پال نے دوستانہ سمجھایا اور لشکرِ اسلام سے مقابلہ کی ممانعت کی۔ چند رائے پر کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ اور اس کے تمام مددگار قلعہ چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے گئے جو اس قلعہ کی پشت پر واقع تھے۔ سلطان محمود نے قلعہ میں داخل ہو کر مال غنیمت جمع کرنے کا حکم دیا اور ایک دستہ فوج لے کر چند رائے کے تعاقب میں قتل و غارت کرتا ہوا روانہ ہوا۔ ہزارہا کفار لشکر اسلام کی تلوار آب دار کی نذر ہو گئے اور ہزارہا گرفتار کر لئے گئے۔مال غنیمت کی تعداد تین لاکھ دینار سرخ اور تین لاکھ درہم تک پہنچ گئی تھی'اس کے علاوہ بے شمار جواہرات اور یاقوت ہاتھ آئے۔ قیدیوں کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ غزنی میں ایک ایک غلام دس درہم سے دو درہم تک فروخت ہوئے۔ رائے چند کا ایک ہاتھی ہندوستان میں مشہور اور بڑا تھا'وہ شاہی خدام کے ہاتھ لگا۔ سلطان محمود نے اس ہاتھی کا نام خداداد رکھا۔

جامع مسجد کی تعمیر

سلطان محمود کا جہاد اس مرتبہ چند رائے کا قلعہ سر ہونے پر موقوف ہو جاتا ہے اور سلطان محمود اپنے ہمایوں مرکب کو لئے ہوئے غزنی کی جانب واپس ہو جاتا ہے۔ چنانچہ غزنی پہنچ کر سلطان محمود نے ایک بہت عظیم الشان مسجد بنوائی' ہندوستان سے سنگ مرمر اور سنگ رخام لے جا کر اس کی بنیادوں میں لگایا'در و دیوار پر ہندوستان کے بت خانوں کے طلائی اور نقرئی پتھر جڑوائے ہنیشا پور کے کاریگروں کو طلب کر کے خود بنوانے میں مصروف ہوا۔ مسجد کے گرد و پیش تین ہزار طلباء کے رہنے کے قابل مکانات بنوائے اور مقابلہ میں مدرسہ اور کتب خانہ تعمیر کرایا جس میں متقدمین اور متاخرین کی کتابیں دور و دراز ممالک سے لا کر رکھی گئیں۔ تعمیر مدرسہ کی تکمیل کے بعد مدرسین اور طلباء کے لئے وظائف اور تنخواہیں مقرر کیں۔ اراکینِ حکومت' سپہ سالارانِ لشکر اور امراء سلطنت نے بھی مسجد کے قریب بکثرت مکانات بنوائے جو شمار سے باہر تھے۔ الغرض غزنی میں ان دنوں ایک ہزار ہاتھی کاروبارِ سلطنت کی ضرورت کے لئے بندھے رہتے تھے۔

راجہ نندا والئ کالنجر

سلطان محمود کی غزنی واپسی کے بعد راجہ نندا والی کالنجر نے راجہ قنوج کو ملامتانہ خط لکھا کہ تم بڑے بزدل ہو' ترکوں کے ڈر سے شہر کو چھوڑ دیا' اپنے دیوتاؤں کے ننگ و ناموس کا بھی کچھ خیال نہ کیا اور ناپاک لوگوں کی نذر کر کے اپنی جان بچالی۔ راجہ قنوج نے سختی سے جواب دیا' نندا کو غصہ آ گیا فوج کشی کر دی' دونوں راجاؤں میں سخت لڑائی ہوئی۔ بالآخر میدان نندا کے ہاتھ رہا' راجہ قنوج مارا گیا۔ اس کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا گیا' فوجیں پامال کر دی گئیں۔ اس فتح یابی سے نندا کا دل بڑھ گیا۔ حوصلے بلند ہو گئے۔ قرب و جوار کی ریاستوں کو

مطیع بنا لیا اور جن والیانِ ملک نے سلطان محمود کے مقابلہ میں شکستیں اٹھائی تھیں وہ سب کے سب اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ اس نے ان لوگوں سے وعدہ کیا کہ میں تمہارا گیا ہوا ملک تمہیں ان ترکوں کے ہاتھوں سے واپس دلا دوں گا' رفتہ رفتہ اس کی خبر سلطان محمود کے کان تک پہنچی' فوراً تیاری کا حکم دیا۔ اس مرتبہ بہت بڑی تیاری سے ہندوستان پر حملہ کیا۔

اثناء راہ میں افغانیوں کی سرکوبی کی۔ کفارِ ہند کا یہ ایک گروہ تھا جو پہاڑوں کے دروں اور چوٹیوں میں چھپا رہتا تھا جس کا کام رہزنی تھا' آئے دن مسافروں اور قافلوں کو لوٹ لیتا تھا۔ سلطان محمود نے ان کے ٹھکانوں اور شہروں کی طرف قدم بڑھایا اور انہیں خوب پامال کیا' اس کے بعد گنگا عبور کر کے راجہ جے پال سے مڈبھیڑ ہوئی۔ ایک سخت اور خونریز جنگ کے بعد جے پال کو شکست ہوئی' بہت سے ہمراہی گرفتار کر لئے گئے' راجہ جے پال زخمی ہو کر بھاگا' پھر کچھ سوچ کر سلطان محمود سے امن طلب کیا۔ سلطان نے اسلام قبول کرنے کی شرط پر امان دینے کا وعدہ کیا' راجہ جے پال نے اسے منظور نہ کیا' بادلِ نخواستہ نندا والی کالنجر کی طرف روانہ ہوا' اثناء راہ میں اسے اس کے کسی ہمراہی نے مار ڈالا۔

سلطان محمود کی ان پے در پے کامیابیوں سے والیان ملک ہندوستان بے حد متاثر ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اپنے قاصدوں کو شاہی دربار میں بھیج کر اطاعت و فرمانبرداری کا عقیدت مندانہ اظہار کیا۔ اس کے بعد سلطانی مرکب نے شہر ناری کی طرف قدم بڑھایا۔ یہ شہر ہندوستان کا مستحکم تر شہر تھا لیکن شاہی رعب کا سکہ کچھ ایسا چل گیا تھا کہ اہل شہر مرکب ہمایوں کی آمد کی خبر پا کر شہر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ سلطان محمود نے ناری کو اس کے محافظوں سے خالی پایا مصلحتِ وقت کے لحاظ سے حکم دیا کہ زمین کے برابر کر دیا جائے۔ دس قلعے اس کے قرب و جوار میں اور بھی تھے' ان لوگوں نے خفیف سا مقابلہ کیا مگر ناکام رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہزارہا مارے گئے اور سلطانی حکومت کا پھریرا ان کے برجوں پر کامیابی کے ساتھ لہرانے لگا۔

سلطان محمود اور راجہ نندا کی جنگ

نندا (راجہ کالنجر) کو اس زمانے میں اچھا موقع ہاتھ آیا تھا' ایک مقام پر جا کر قلعہ بندی کر لی تھی۔ اس مقام کو اس نے عمدہ طور سے محفوظ کر لیا تھا۔ چاروں طرف ایک گہری نہر کھدوا کر پانی بھروا دیا تھا جو کوسوں دلدل کی صورت میں پھیلا ہوا تھا' چھپن ہزار سوار' ایک لاکھ اسی ہزار پیادے اور سات سو پچاس زنجیر فیل اس کی رکاب میں تھے۔ قلعہ پر پہنچ کر سلطان محمود نے ایک سرسری نظر سے دیکھا اور لشکر کو اس کے مقابلہ پر ایک ٹیلہ پر قیام کا حکم دیا' اگلے دن سلطان نے حملہ کا حکم دیا۔ نندا نے قلعہ سے نکل کر مقابلہ پر صف آرائی کی۔ تمام دن شدت سے جنگ جاری رہی یہاں تک کہ رات کی تاریکی نے فریقین جنگ کو روک دیا۔ اس جنگ سے نندا پر کچھ ایسا رعب شاہی غالب ہوا کہ اپنا سارا مال و اسباب اور سامان حرب چھوڑ کر صبح سے پیشتر بھاگ گیا۔ لشکر اسلام نے اسے لوٹ لیا اور اس کے تعاقب میں نکلے۔ سراغ لگاتے لگاتے ایک جنگل میں جا کر گھیر لیا۔ پھر کیا تھا ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا' ہزارہا مارے گئے' سینکڑوں کو گرفتار کر لیا نندا بذاتہ بہزار خرابی اپنی جان بچا کر بھاگ گیا۔ سلطانی لشکر فتح مندی کے ساتھ دارالحکومت غزنی کی جانب واپس ہوا۔

سومنات کا مندر

سومنات کا مندر ہندوؤں کا بہت بڑا بت خانہ تھا۔ ہندوستان کے تمام بت خانوں سے زیادہ محترم اور معظم سمجھا جاتا تھا۔ یہ بت خانہ ایک مضبوط قلعہ میں جو سمندر کے کنارے تھا بنا ہوا تھا۔ سمندر کی لہریں مد و جزر کے وقت بت خانے تک آیا کرتی تھیں' ہندوؤں کا عقیدہ تھا کہ سمندر اس بت کے قدم چومنے کے لئے آتا ہے۔

بت خانہ کی عمارت نہایت عظیم الشان اور وسیع تھی۔ چھپن مرصع کھمبوں پر وہ عمارت قائم تھی۔ بت کا مجسمہ پتھر تراش کر بنایا گیا تھا جس کی لمبائی پانچ گز تھی' دو گز زمین میں گڑا ہوا تھا اور تین گز باہر تھا۔ اس بت کی کوئی خاص صورت نہ تھی' بت خانہ ایک تاریک مقام

میں قندیلوں میں جواہرات جڑے تھے جس سے روشن رہتا تھا۔ بت کے قریب طلائی زنجیر میں ایک سو من وزن کا گھنٹہ لٹکا ہوا تھا جو اوقاتِ مقررہ پر شب کے وقت بجایا جاتا تھا۔ اس کی آواز سے پجاری برہمن بتوں کی عبادت کے لئے آتے تھے۔ اس بڑے بت کے پاس بہت سے سونے چاندی کے بت رکھے ہوئے تھے' بت کدہ کے دروازے پر زربفت کے پردے پڑے تھے جن کی جھالروں میں موتی اور جواہر لٹکے ہوئے تھے' ان میں سے ہر ایک کی قیمت بیس ہزار دینار تھی۔ جس شب میں خسوف قمر (چاند گرہن) ہوتا تھا تمام ہندوستان کے ہندو سومنات کی زیارت کو آتے تھے اور ایک عالم جمع ہو جاتا تھا جس کا شمار نہیں ہو سکتا تھا۔

سومنات کے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ

ہندوؤں کا یہ عقیدہ تھا کہ روحیں بدن سے جدا ہونے کے بعد سومنات ہی میں آکر جمع ہو جاتی ہیں۔ سومنات انہیں جس جس بدن میں چاہتا ہے' ڈال دیتا ہے۔ ہندو قیمتی قیمتی اسباب اور نفیس نفیس جواہر نذر کے طور پر سومنات میں پیش کرتے تھے۔ مجاوروں کو بے حد اور بے شمار عمدہ اور قیمتی مال و اسباب دیتے تھے۔ دس ہزار سے زیادہ آمدنی کی جائیداد وقف تھی۔ باوجود یہ کہ سومنات دریائے گنگا کے فاصلے پر تھا مگر ہر روز سومنات کے غسل کے لئے وہاں سے پانی لایا جاتا تھا۔ دریائے گنگا ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق جنت سے نکلا ہے اور اس میں نجات کے خیال سے اپنے مردوں کی ہڈیاں ڈالتے تھے۔ ایک ہزار برہمن پجاری روزانہ پرستش پر معین تھے' سو حجام زیارت کرنے والوں کے سر اور داڑھی مونڈنے کے لئے موجود رہتے تھے۔ تین سو مرد اور پانچ سو عورتیں گانے اور ناچنے کے لئے تھیں۔ ان سب کی معقول تنخواہیں مقرر تھیں۔

راجہ اجمیر کا فرار

اس سے پیشتر سلطان محمود ہندوستان کے جب کسی قلعہ کو فتح کرتا یا کسی بت کو توڑتا تھا تو ہندو کہا کرتے تھے کہ سومنات ان لوگوں سے ناراض ہو گیا ہے اس وجہ سے توڑے جاتے ہیں اور شکست کھاتے ہیں ورنہ سومنات محمود کو اب تک کب کا ہلاک کر ڈالتا۔ سلطان محمود کو کسی ذریعہ سے اس کی خبر لگ گئی۔ اس بت پرستی کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے اور انہیں ان کے معبودان باطل کی بے کسی دکھلانے اور ان کے دعوؤں کی تکذیب کے خیال سے جہاد کی غرض سے کوچ کیا۔ چنانچہ ماہ شعبان ۴۱۶ھ میں مجاہدوں کے ساتھ غزنی سے نکلا۔ نصف ماہ رمضان میں ملتان پہنچا۔ چونکہ ایک بہت بڑا بیابان جس میں پانی اور گھاس کا نام نہ تھا' در پیش تھا اس لئے سلطان نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق پانی اور رسد لے لے' اس کے علاوہ سلطان نے احتیاط کے طور پر بیس ہزار اونٹوں پر پانی اور ضرورت کی چیزیں بار کر کے ہمراہ لیں۔ القصہ اس جان لیوا میدان سے گزر کر اجمیر میں مرکب ہمایوں وارد ہوا۔ راجہ اجمیر جنگ کے خوف سے شہر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا' لشکر اسلام نے شہر کو تاخت و تاراج کیا اور محمود قلعہ کی طرف اس وجہ سے متوجہ نہ ہوا کہ سومنات کی مہم درپیش تھی جو اس سے بدرجہا اہم تھی۔

اس اثناء میں چند قلعوں میں گزر ہوا جو جنگ آزما مردوں اور آلاتِ حرب اور سامان جنگ سے بھرے ہوئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے سلطانی رعب ان پر ایسا غالب کیا کہ ان لوگوں نے بلا قتل و قتال اطاعت قبول کر لی۔ قلعہ کی کنجیاں شاہی ملازموں کے حوالے کر دیں۔ لشکر اسلام ان قلعوں پر قبضہ کر کے آگے بڑھا۔ نہروالا (پٹن گجرات) میں پہنچ کر قیام کیا۔ بھیم راؤ والیٔ شہر جنگ کے خوف سے شہر خالی چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ سلطان محمود نے اس شہر سے بھی رسد و پانی کا ذخیرہ مہیا کر کے ہمراہ لیا اور سومنات کی جانب بڑھا۔ اثناء راہ میں بہت سے بت خانے نظر آئے جن میں بکثرت بت رکھے ہوئے تھے گویا یہ سومنات کے خدام تھے' سلطان محمود نے ان بت خانوں کو مسمار کرا کر بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔

پٹن گجرات پر قبضہ

اس کے بعد شاہی لشکر ایک چٹیل میدان میں پہنچا جس میں آب و گیاہ کا نام نہ تھا اس مقام پر بیس ہزار راجپوتوں کا سامنا ہوا۔ یہ لوگ شاہی لشکر سے مقابلہ کی غرض سے جمع ہوئے تھے۔ سلطان محمود نے ان سے جنگ کے لئے اپنی فوج کے ایک حصہ کو حکم دیا چنانچہ اس دستہ فوج نے پہنچ کر جنگ چھیڑ دی اور انہیں نیچا دکھا کر ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ پھر لشکر ظفر پیکر پٹن گجرات میں پہنچا۔ یہ مقام سومنات سے دو منزل کے فاصلے پر تھا' سلطان محمود نے اس پر بھی قبضہ کر لیا' جو مقابلہ پر آیا اسے تہ تیغ کیا۔ نصف ذیقعدہ کو مرکب ہمایوں نے سومنات پر پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ اہل سومنات قلعہ کی فصیلوں پر چڑھ کر لشکر اسلام کو دیکھ رہے تھے اور باآوازبلند کہتے تھے کہ ہمارا خدا سومنات تمہیں یہاں اس لئے لایا ہے کہ تم لوگوں کو ایک ہی دفعہ ہلاک کر دے اور اس کا انتقام لے جو تم نے ہندوستان کے مہاتماؤں کے ساتھ کیا ہے اور انہیں توڑا ہے۔

فتح سومنات

الغرض صبح ہوتے ہی مجاہدین اسلام قلعہ کی دیوار تک تکبیر کہتے ہوئے پہنچ گئے' ادھر راجپوتوں اور پنڈتوں کا لشکر فصیل قلعہ سے اتر کر سومنات کے پاس امداد کی درخواست پیش کرنے گیا ادھر لشکر اسلام کمندوں اور سیڑھیوں کے ذریعہ سے قلعہ کی فصیل پر چڑھ گیا۔ بہادر راجپوت مسلمان دلاوروں کی یہ شجاعت دیکھ کر دنگ رہ گئے اور بحکم ہر کہ تنگ آید بجنگ آید مقابلہ اور مدافعت پر کمریں باندھ لیں' دن بھر نہایت شدّت سے لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ جونہی رات کی سیاہی چھائی' دونوں حریف جنگ سے رُک گئے۔ رات امید و خوف میں گزر گئی صبح ہوتے ہی لشکر اسلام نے تکبیر کہہ کر پھر لڑائی کا آغاز کر دیا اور نہایت سختی سے حملہ آور ہوئے' ہندو جوق در جوق سومنات کے پاس جاتے اور اس سے بغل گیر ہو کر گریہ و زاری کرتے ہوئے رخصت ہوتے اور میدان جنگ میں چلے جاتے۔ بہادرانِ اسلام انتہائی جدوجہد سے حملہ پر حملہ کرتے رہے یہاں تک کہ رات نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور یہ دن بھی اسی حالت سے ختم ہو گیا۔ تیسرے دن پرم دیو اور دابشلیم کی امدادی فوجیں بھی آ گئیں' جس سے اہلِ سومنات کو بڑی قوت اور اطمینان حاصل ہوا مگر مجاہدینِ اسلام کے پرزور حملوں نے سورما راجپوتوں کو شکست دے ہی دی' نہایت ابتری کے ساتھ پسپا ہوئے' پچاس ہزار کھیت رہے' باقی ماندہ کشتیوں پر سوار ہو کر بھاگ نکلے۔ اسلامی بہادروں نے تعاقب کیا۔ قتل و غارت گری کا سیلاب بڑھا ہزاروں دریا میں ڈوب کر مر گئے' بہت سوں کو اسلامی دلاوروں نے تلوار کے گھاٹ اتارا۔ قلعہ پر کامیابی کے ساتھ سلطانی قبضہ ہو گیا۔

سلطان محمود اور راجہ پرم دیو

اس خداداد کامیابی کے بعد سلطان محمود نے راجہ پرم دیو والی نہروالہ کے سر کرنے کے لئے کوچ کیا' راجہ پرم دیو وہی شخص ہے جس نے جنگ سومنات میں مذہبی اور قومی جوش سے ہندوؤں کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔ تسخیر سومنات کے بعد نہروالہ چھوڑ کر قلعہ کند... میں جا کر پناہ گزین ہو گیا تھا یہ قلعہ ایسے مقام پر تھا جو تین طرف سے دریا سے گھرا ہوا تھا۔ چوتھی جانب خشکی تھی لیکن ایک گہری نہر اس سمت کی محافظت کر رہی تھی۔ یہ مقام سومنات سے ساٹھ کوس کے فاصلہ پر تھا۔ سلطان محمود نے خشکی کی جانب سے اس قلعہ پر فوج کشی کی۔ قریب قلعہ پہنچ کر دیکھا کہ چاروں طرف سے دریا لہریں مار رہا ہے' بے حد پریشان ہوا' نہ کشتیاں تھیں نہ پل۔ اس شش و پنج میں پڑاؤ کر دیا۔ حسن اتفاق سے دو شکاری ملاح نظر پڑے جو مچھلیوں کا شکار کر رہے تھے۔ ملازمانِ شاہی انہیں دربار سلطانی میں پکڑ لائے' دریافت کرنے پر ان لوگوں نے ایک مقام بتایا کہ جہاں سے دریا عبور کر جانا ممکن ہے لیکن اگر دریا عبور کرتے وقت ذرا بھی تیز ہوا چلی تو سب

سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ سلطان محمود یہ سنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا' بسم اللہ مجریہا و مرسہا کہہ کر اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا' مجاہدینِ اسلام نے بھی باگیں اٹھالیں اور بات کی بات میں دریا عبور کر گئے۔ راجہ پرم دیو اس جرأت و دلیری سے اس قدر متاثر ہوا کہ لباس تبدیل کر کے قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ بلا قتل و قتال قلعہ پر سلطانی قبضہ ہو گیا۔

والیٔ منصورہ کی سرکوبی

اس کے بعد والی منصورہ کے مرتد ہونے کی خبر دربار سلطانی میں پہنچی' فوراً تیاری کا حکم دیا۔ والیٔ منصورہ نے مرکب ہمایوں کی آمد کی خبر سن کر براہِ دریا بھاگ جانے کی کوشش کی۔ سلطان محمود کو اس امر کا خطرہ پہلے ہی سے ہو گیا تھا اور اس نے دریا کے راستے کی ناکہ بندی کر لی تھی' جونہی والی منصورہ نظر پڑا کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا' ایک بڑی جماعت کام آئی' والی منصور نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ والی منصورہ کی سرکوبی سے فارغ ہو کر سلطان محمود نے بھاطیہ (بھٹیز) کی طرف رخ کیا' بھٹیز والوں نے اطاعت قبول کر لی۔ سلطان محمود لوگوں پر جزیہ قائم کر کے مظفر و منصور ماہ صفر ۴۱۷ھ میں غزنی کی جانب واپس ہوا۔

امیر نوح اور قابوس

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ۳۷۱ھ میں امرائے بنو بویہ نے طبرستان اور جرجان کو قابوس کے قبضۂ اقتدار سے نکال کر اپنے دائرہ حکومت میں شامل و داخل کر لیا تھا۔ قابوس بحال پریشان امیر نوح بن منصور کی خدمت میں ابو العباس گورنر خراسان کے توسط سے بطور وفد حاضر ہوا۔ امیر نوح اور اس کے گورنر ابو العباس نے امداد کا وعدہ کیا مگر اتفاق سے کچھ ایسے واقعات پیش آ گئے کہ اٹھارہ برس کا زمانہ گزر گیا اور وعدہ وفا نہ ہوا' اتنے میں امیر سبکتگین کا دور حکومت آ گیا۔ قابوس نے اس سے بھی اپنی سرگزشت کہہ سنائی اس نے بھی وعدہ تو کر لیا مگر بنو سیجور کی مہم نے ایسی پیچیدگیاں پیدا کر دیں جس سے امیر سبکتگین اپنا وعدہ وفا نہ کر سکا اور داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر سفر آخرت اختیار کیا۔ سلطان محمود تخت آرائے حکومت ہوا تو اسے خانہ جنگیوں نے مہلت نہ دی۔ قابوس ابھی ساحل مقصود پر نہ پہنچنے پایا تھا کہ ابو القاسم بن سیجور نے فخر الدولہ بویہ کے مرنے کے بعد جرجان کے صوبے پر قبضہ کر لیا' قابوس کی رہی سہی امید بھی ختم ہو گئی گھبرا کر اہلِ دیلم اور جبل سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ اہلِ دیلم اور جبل کی کمک سے صوبہ طبرستان و جرجان پر قابوس کا قبضہ ہو گیا اور یہ اس صوبہ کا حکمران تسلیم کیا گیا۔ جیسا کہ دیلم اور جبل کے حالات کے ضمن میں تحریر کیا جائے گا۔

سلطان محمود اور قابوس

نصر بن حسن فیرزان' ماکان بن کالی کا چچازاد بھائی تھا' صوبجات طبرستان و جرجان پر دانت لگائے بیٹھا تھا' قابوس سے اکثر چھیڑ چھاڑ کیا کرتا تھا۔ اتفاقی اسباب سے بنو بویہ نے اسے گرفتار کرا کر رے کی جیل میں ڈال دیا' اب کیا تھا کوئی بھی مخالف باقی نہ رہا تھا' طبرستان و جرجان پر قابوس کی حکومت مستقل طور سے قائم ہو گئی۔ قابوس نے انجام پر غور کر کے سلطان محمود کی حکومت کی اطاعت قبول کر لی تاکہ آئندہ خطرات سے محفوظ ہو جائے الغرض اس طور سے تمام دیار دیلم میں سلطانی حکومت کا سکہ چلنے لگا۔

سلطان محمود کا رے پر قبضہ

مجد الدولہ بن فخر الدولہ کی پچاس عورتیں تھیں جن میں سے بیس اولادیں پیدا ہوئیں' شب و روز انہیں عورتوں میں پڑا رہتا تھا' جب ان کی صحبت سے دل اکتا جاتا تو قصوں اور کہانیوں کی کتابیں دیکھتا اور کتابت کرتا تھا' یہ مشغلہ صرف دل بہلانے کا تھا' عنانِ حکومت ایک لونڈی کے ہاتھ میں تھی جسے مجد الدولہ کی محبوبہ ہونے کا فخر حاصل تھا' یہی امورِ سلطنت کے سیاہ و سفید کی مالک تھی' اس لونڈی کے مر جانے پر رہا سہا انتظام بھی جاتا رہا۔ سارا کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ اعیان دولت نے جمع ہو کر بالاتفاق سلطان محمود کی خدمت میں مجد الدولہ

کی بدنظمی و لاپروائی کی شکایت لکھی اور رے پر قبضہ کر لینے کی تحریک کی۔ سلطان محمود نے اس خیال سے کہ مبادا اور کوئی مقابل قابض نہ ہو جائے' رے پر قبضہ کر لینے کی غرض سے ایک فوج بھیج دی جس کا افسر اعلیٰ اس کا حاجب تھا اور یہ ہدایت کر دی کہ بنظر انتظام امور سلطنت مجد الدولہ کو اس کے بیٹے ابو دلف کے ساتھ فوراً گرفتار کر لینا۔

رے پر مرکب ہمایوں کے قبضہ کر لینے کے بعد سلطان محمود ماہ ربیع الاول ۴۲۰ھ میں دارالسلطنت غزنی سے رے کی جانب روانہ ہوا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا تھوڑے دن بعد رے پہنچا' اہل رے نے نہایت گرم جوشی سے اپنے نئے حکمران کا استقبال کیا۔ سلطان محمود سب سے خندہ پیشانی سے ملا اور انتظام حکومت اور مصلحت وقت کا خیال کر کے مجد الدولہ کو گرفتار کر کے خراسان میں نظربند کیا اور اس کے مال و اسباب کی ضبطی کا حکم دیا' فہرست مرتب کی گئی۔ ایک کروڑ دینار سرخ' پانچ لاکھ دینار کے بیش قیمتی جواہرات' چھ ہزار تھان قیمتی پارچہ بے شمار آلات حرب خزانہ اور توشہ خانہ سے برآمد ہوئے۔

قزوین کے قلعوں پر قبضہ

مہم رے سے فارغ ہو کر قزوین کی جانب متوجہ ہوا۔ اور اس کے قلعوں پر قبضہ کر کے شہر ساوہ اور اوہ کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں شامل کر لیا۔ مجد الدولہ کے فرقہ باطنیہ کے تمام اصحاب کو چن چن کر قتل کیا۔ معتزلیوں کو گرفتار کرا کر خراسان کی طرف جلاوطنی کا حکم دیا۔ فلسفہ اعتزال اور نجوم کے کتب خانوں میں آگ لگا دی۔ کفر و الحاد کا سارا ذخیرہ جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ ان کے علاوہ اور علوم و فنون کی کتابوں کو جو ایک سو اونٹوں کا بار تھیں' اپنے دارالسلطنت غزنی اٹھا کر لے گیا۔ منوچہر بن قابوس شہر چھوڑ کر ایک پہاڑی قلعہ میں جا کر قلعہ بند ہو گیا تھا' راستہ نہایت دشوار گزار تھا۔ سلطان محمود نے اس راستہ کو جوں توں طے کر کے قلعہ پر پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا' منوچہر قلعہ کی کھڑکی سے نکل کر جنگل میں جا چھپا اور وہیں سے پانچ لاکھ دینار سالانہ پر مصالحت کا پیام دیا جسے سلطان محمود نے قبولیت کا درجہ عنایت کیا۔ منوچہر اپنے قلعہ میں واپس آیا اس کے بعد محمود نے نیشاپور کی جانب کوچ کیا۔ اس واقعہ کے بعد ہی منوچہر کی زندگی کا بھی خاتمہ ہو گیا' اس کی جگہ اس کا بیٹا انوشیروان تخت آرائے حکومت ہوا' سلطان محمود نے اس کی جانشینی کو تسلیم کیا اور بدستور خراج مقررہ قائم رکھا۔ غرض رفتہ رفتہ بلاد جبلیہ میں حدود آرمینیہ تک سلطان محمود کی حکومت کا سکہ چلنے لگا۔ زنجان اور ابہر باقی رہ گئے تھے جو ابراہیم سالار بن مرزبان کے قبضہ اقتدار میں تھے (ابراہیم سالار دہشودان بن محمد بن مسافر دیلمی کے پسماندگان سے تھا) مسعود بن سلطان نے ان شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اب صرف شہر رود باقی رہ گیا جسے سلطان محمود نے اپنی حکومت کے اقتدار میں لے کر سالانہ خراج مقرر کیا اور اسے بدستور انہیں کے قبضہ میں رہنے دیا جیسا کہ دیلم کے حالات میں تحریر کیا گیا۔

اصفہان کا الحاق

صوبہ اصفہان اس وقت تک علاؤ الدین کاکویہ کے زیر حکومت تھا' علاؤ الدین نے سلطان محمود کی ان کامیابیوں سے متاثر ہو کر اطاعت قبول کر لی اور سلطان محمود کے نام کا خطبہ اپنے ممالک مقبوضہ میں پڑھے جانے کا حکم دے دیا اور اطلاعی عرضداشت بارگاہ سلطانی میں بھیج دی۔ علاؤ الدین کا یہ فعل محض ظاہرداری پر مبنی تھا' چنانچہ اس کے تھوڑے دن بعد فتنہ و فساد شروع کر دیا۔ سلطان محمود کو اس کی خبر ہوئی تو فوراً خراسان کی جانب واپس ہوا۔ اپنے بیٹے مسعود کو رے کا گورنر مقرر کر کے اصفہان کا رخ کیا' علاؤ الدین نے حیلہ و حوالہ سے کام لینا چاہا مگر ایک بھی پیش نہ گئی۔ سلطان محمود نے اصفہان پر بھی اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا اور اپنے ممالکِ مقبوضہ میں اس کے الحاق کا اعلان کر دیا۔

اہلِ رے کی سرکشی و بغاوت

شہزادہ مسعود رے میں چند دن حکومت کر کے ایک مصاحب کو اپنا نائب بنا کر کسی ضرورت سے غزنی کی طرف واپس ہوا' اہل رے کو

موقع مل گیا،علم بغاوت بلند کر دیا۔ مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ مسعود کے نائب کو قتل کر کے خود مختار حاکم بن بیٹھے۔ مسعود ان واقعات سے مطلع ہوا' آگ بگولہ ہو کر رے کی جانب لوٹا۔ اہل رے مقابلہ پر آئے لیکن مسعود کے حملوں نے انہیں نیچا دکھا دیا۔ نہایت بے رحمی سے پامال کیے گئے۔

علی تکین کا بخارا پر قبضہ

۳۹۰ھ میں ملوک سامانیہ کے کمزور ہو جانے پر ایلک خاں بادشاہ ترک والی ترکستان نے بخارا کو اپنے مقبوضات میں ملحق کر کے اپنی جانب سے ایک شخص کو بطور گورنر مقرر کر دیا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں' بخارا کے گرد و نواح میں غز (تاتاریوں) کا ایک خانہ بدوش گروہ رہا کرتا تھا جن کا کام صرف لوٹ مار اور غارت گری تھا۔ ارسلان بن سلجوق (سلطان طغرل بک کا چچا) ان لوگوں کا پشت پناہ اور حامی تھا۔ان لوگوں نے تبدیلی حکومت کی وجہ سے اپنے ہاتھ پاؤں نکالے لوٹ مار شروع کر دی۔ علی تکین برادر ایلک خاں کو موقع مل گیا، ارسلان بن سیجور کی سازش سے بخارا پر قبضہ کر لیا' ایلک خاں کو یہ امر ناگوار گزرا،فوجیں آراستہ کر کے علی تکین پر چڑھائی کر دی' علی تکین اور ارسلان بن سیجور مقابلہ پر آئے' باہم لڑائی ہوئی' بالآخر ایلک خاں کو شکست ہوئی اور علی تکین کا قدم بخارا پر استحکام کے ساتھ جم گیا۔

سلطان محمود کا بخارا پر قبضہ

ایلک خاں کو شکست دینے سے علی تکین کو ملک گیری کا خیال پیدا ہوا'سلطان محمود سے چھیڑ چھاڑ شروع کی' اس کے قاصدوں سے جو بادشاہ ترک کے یہاں آیا جایا کرتے تھے،تعرض کرنے لگا سلطان محمود کو اس کی خبر لگی۔ اس وجہ سے اور یہ خیال کر کے کہ آئندہ قافلہ کی آمد و رفت میں دقت نہ ہو،علی تکین کو ہوش میں لانے کی غرض سے اٹھ کھڑا ہوا۔ فوجیں جمع کر کے سامان جنگ مہیا و درست کیا۔ ۴۲۰ھ میں بلخ سے روانہ ہو کر دریا کو بخارا کی طرف سے عبور کیا۔ علی تکین پر ایسا خوف غالب ہوا کہ بخارا چھوڑ کر ایلک خاں کے پاس چلا گیا۔ سلطان محمود نے بخارا میں داخل ہو کر اس پر اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لیا۔ سمرقند والوں پر خراج مقرر کیا،تاتاریوں اور ارسلان بن سلجوق کو بخارا سے جلاوطن ہو جانے کا حکم دیا۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر ارسلان بن سلجوق کو قید کر کے ہندوستان کے کسی قلعہ میں بھیج دیا۔ اس کے بعد تاتاریوں کے ایک دوسرے گروہ کی سرکوبی کی طرف سلطان محمود نے توجہ کی اور انہیں خوب پامال کیا یہاں تک کہ تاتاریوں کا گروہ منتشر ہو گیا اور سلطان محمود خراسان کی جانب واپس ہوا۔

سلطان محمود اور تاتار

جس زمانے میں سلطان محمود نے ارسلان بن سلجوق کو قید کر کے ہندوستان بھیج دیا تھا تو ان کے قبائل بخارا کی اطراف میں جلاوطن ہو کر منتشر ہو گئے'اسی زمانے میں تاتاریوں نے دریا جیحوں کو خراسان کی جانب سے عبور کیا۔ خراسان کے گورنر ان ہتھکنڈوں سے واقف تھے' انہیں ابھرنے نہ دیا ان کا مال و اسباب جہاں جہاں پاتے،ضبط کر لیتے اور ان کی اولاد سے جبراً خدمت لیتے تھے۔ مجبوراً ان میں سے ایک گروہ جن کے خیموں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ تھی،کرمان چلا آیا پھر کرمان سے اصفہان کی جانب بڑھا،یہ گروہ اپنے کو عراقیہ کے نام سے موسوم کرتا تھا،دوسرا گروہ کوہ بلک جان میں پرانے خوارزم کے قریب جا کر سکونت پذیر ہوا' ان تاتاری گروہوں کا گزر جن شہروں سے ہوا وہاں لوٹ مار اور غارت گری مچا دی۔ سلطان محمود نے ان واقعات سے مطلع ہو کر علاؤ الدولہ گورنر رے کو ان تاتاریوں کی سرکوبی کے لئے لکھا جو اصفہان میں خیمے ڈالے ہوئے تھے چنانچہ علاؤ الدولہ فوجیں جمع کر کے تاتاریوں پر آ پڑا۔ سخت خوں ریز جنگ کے بعد علاؤ الدولہ کو شکست ہوئی' تاتاریوں نے سلطان محمود کے خوف سے اصفہان چھوڑ دیا،آذر بائیجان میں جا کر پڑاؤ کیا،راہ میں قصبوں اور شہروں کو تاخت و تاراج کرتے گئے۔ وہشوذان والی آذر بائیجان ان لوگوں کا مقابلہ نہ کر سکا اس لئے ان سے نرمی کے ساتھ پیش آیا اور تعلقات

بڑھائے جس سے وہشوودان کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی کہ اس کے مقبوضات ان لٹیروں کی تاخت و تاراج سے محفوظ رہے' ان دنوں بوقا' کوکاش منصور اور داناوغیرہم ان تاتاریوں کے سردار اور افسر تھے۔

خوارزم قدیم کے قریب جو گروہ تاتاریوں کا جا کر ٹھہرا تھاوہ غارت گری میں اپنے بھائیوں سے کم نہ نکلا' جس طرف اس کا گزر ہوتا تھا زمین پناہ مانگتی تھی' ان کی سرکوبی پر بارگاہ سلطانی سے ارسلان حاجب ایک مدت دراز تک شاہی حکم کی تعمیل میں تاتاریوں کے پیچھے مارا مارا پھرا' مگر ذرا بھی کامیابی نہ ہوئی۔ تب سلطان محمود کمر ہمت باندھ کر ان کے پیچھے پڑا اور مارپیٹ کر ان لوگوں کو اطراف خراسان میں منتشر کر دیا۔ ان میں سے بعض کو اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ اس وقت ان کے امراء کاکاس' بوقا' قزل' یغمر اور ناصفلی وغیرہ تھے۔ سلطان محمود کی وفات کے بعد اس کے بیٹے مسعود نے بھی انہیں اپنی خدمت میں رکھا چنانچہ یہ لوگ سلطان محمود کی رکاب میں غزنی سے خراسان آئے' ان ترکمانوں میں سے جو کوہ یک جان میں خوارزم کے قریب باقی رہ گئے تھے' انہوں نے شہروں میں آباد ہونے کی درخواست کی۔ سلطان مسعود نے تاج و حکومت کی فرماں برداری کی شرط پر بیرون شہر میدانوں میں آباد ہونے کی اجازت دی۔

اس کے بعد مدنیال گورنر ہند نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ سلطان مسعود اس کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا اور خراسان کی حکومت پر قاش نامی ایک سردار کو مامور کیا۔ ترکمانوں نے میدان خالی پا کر پھر فساد مچا دیا۔ دیہاتوں اور قصبات کو ویران و تباہ کرنے لگے۔ قاش نے ان کی گوشمالی پر کمر باندھی اور ان پر حملہ کر کے ان کے سردار یغمر کو جنگ کے دوران قتل کر ڈالا۔ سلطان مسعود نے اس سے مطلع ہو کر ایک فوج ان کی جلاوطنی اور سرکوبی پر مامور کی۔ اس فوج نے ان کے سروں پر پہنچ کر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ مجبوراً ان ترکمانوں نے آذر بائیجان جا کر عراقیہ میں مل جانے کی غرض سے رے کی طرف قدم بڑھایا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ ابتداً'' انہوں نے دامغان پر قبضہ کیا پھر اسے تاخت و تاراج کر کے سمنان کو لوٹا۔ مشکویہ اور تمام اطراف رے کو قتل و غارت سے ایک خوف ناک منظر بنا دیا غرض کہ جس طرف سے ہو کر گزرے دیہات کے دیہات' قصبات کے قصبات ویران ہو گئے۔ قاش والی خراسان اور ابو سہیل حمدانی والی رے نے فوجیں فراہم کیں اور ان کی سرکوبی کے لئے نکلے' ایک طرف سے قاش اپنی فوج کو لے کر ترکمانوں کی طرف بڑھا۔ جنگی ہاتھی کوہ صفت دائیں بائیں تھے۔ ترکمانوں نے مقابلہ کیا اور اس کی فوج کو پسپا کر کے رے کی جانب قدم بڑھایا۔ رے پہنچ کر ابو سہیل ہمدانی سے مقابلہ ہوا' ابو سہیل کو اس معرکہ میں شکست ہوئی' بھاگ کر قلعہ طبوں میں پناہ گزین ہوا' ترکمانوں نے رے کو جی کھول کر لوٹا' اس اثناء میں شاہی لشکر جرجان سے آ پہنچا اور اس نے اس طوفان کی روک تھام پر کمر ہمت باندھی' نہایت سختی سے قتل و قتال کا ہنگامہ گرم کیا۔ سینکڑوں ترکمان قتل و قید کر لئے گئے باقی ماندہ نے اس غرض سے کہ عراقیہ جا کر شامل ہو جائیں' آذر بائیجان کا راستہ لیا۔

رے سے ترکمانوں کی روانگی کے بعد علاؤ الدین بن کاکویہ اصفہان آیا اور ابو سہیل سے سلطان مسعود کی فرماں برداری کی بیعت لینے کا مسئلہ پیش کیا مگر اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ یہ معاملہ طے نہ ہو سکا اس اثناء میں ترکمانوں نے آذر بائیجان کو جی کھول کر تاراج کیا۔ وہشوودان نے ایک فوج کثیر فراہم کر کے ترکمانوں پر چڑھائی کی۔ اہلِ آذر بائیجان نے بھی جمع ہو کر دوسری جانب سے حملہ کیا' ایک بڑا گروہ موت کی نذر ہوا باقی ماندہ نیال اور اس کے بھائی طغرل بک کے خوف سے آذر بائیجان چھوڑ کر موصل اور دیار بکر کے درمیان پھیل گئے اور ان دونوں شہروں پر قبضہ کر کے اس کے اطراف و جوانب کو تاخت و تاراج کی جولا نگاہ بنا لیا۔ جیسا کہ قرواش والی موصل اور ابن مروان والی دیار بکر کے حالات میں ہم ان واقعات کو لکھ آئے ہیں۔ ارسلان بن سلجوق کے تفصیلی حالات میں رے اور آذر بائیجان کے واقعات کو ہم نے انحصاراً بیان کیا ہے کیونکہ ہم اسے دیلمیوں کی حکومت کے ضمن میں تحریر کریں گے۔

طغرل بک اپنے برادران حقیقی داؤد' بیغو اور برادر اخیافی نیال کے ساتھ (جو اسلام لانے کے بعد ابراہیم کے نام سے موسوم ہوا) عساکر اسلامیہ سے شکست کھا کر بھاگا' مدتوں ادھر ادھر مارا مارا پھرا بالآخر سلجوق کے بعد ماوراء النہر میں قیام پذیر ہوا۔ تگین والی بخارا سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخری نتیجہ یہ ہوا کہ تگین کو ان پر فتح یابی حاصل ہوئی۔ یہ سب دریائے جیحوں کو عبور کر کے خوارزم و خراسان کی جانب چلے گئے۔ خوارزم و خراسان میں پہنچ کر یہ لوگ ملک و دولت کے مالک ہوئے جس کا تذکرہ آئندہ تحریر کیا جائے گا۔

احمد نیال تگین گورنر ہندوستان

سلطان محمود نے اپنے خدام دولت سے احمد نیال تگین کو ہندوستان کی گورنری پر مامور کیا تھا۔ احمد نیال تگین نے ۴۲۱ھ میں شہر نرسی پر جو کہ ہندوستان کا بہت بڑا شہر تھا ایک ہزار فوج لے کر چڑھائی کی' پہلے اس کے اطراف و جوانب کو اس کی حمایت کرنے والوں سے پاک و صاف کر کے اس پر قابض ہو گیا اس کے بعد شہر کی طرف قدم بڑھایا چنانچہ شہر میں ایک جانب سے بزورِ تیغ داخل ہوا۔ ایک دن کامل لوٹ مار کا بازار گرم رہا قتل و غارت گری مباح کر دی۔ شام ہوئی تو شہر سے نکل کر ایک کھلے میدان میں رات گزاری۔ صبح کو مالِ غنیمت دوبارہ تقسیم کر کے شہر پر دوبارہ حملہ کرنے کا قصد کیا۔ اہلِ شہر کو اس کی خبر لگ گئی مدافعت کی غرض سے جمع ہو گئے۔ احمد نیال نے مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اپنے شہر کی جانب واپس ہوا۔

سلطان محمود کی وفات

واقعاتِ بالا کے ختم ہوتے ہی سلطان محمود کا جامِ حیات لبریز ہو گیا چنانچہ ۴۲۱ھ (مقام غزنی جگر و تلی کی خرابی سے) داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر راہ گزار ملک جاودانی (۱۲ ربیع الآخر یوم پنجشنبہ کا یہ واقعہ ہے۔ دیکھو تاریخ فرشتہ ص ۳۵) ہوا۔ (ساٹھ سال کی عمر پائی۔)

سلطان محمود کی سیرت و کردار

سلطان محمود بہت بڑا عالی حوصلہ بادشاہ تھا اکثر ممالکِ اسلامیہ پر قابض ہوا' علماء کی عزت کرتا تھا اور ان سے باحترام و اکرام سے پیش آتا تھا۔ دور دراز ممالک سے اہل علم اس کی بارگاہ حکومت میں آتے تھے' عادل اور نیک نفس تھا۔ رعایا کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا تھا اور انہیں طرح طرح کے احسانات سے اپنا ممنون بناتا۔ جہاد کا بے حد شائق تھا۔ اس کی فتوحات کی داستانیں مشہور ہیں جنہیں آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

جس وقت یہ عادل بادشاہ مرض الموت میں مبتلا ہوا اپنے بیٹے محمد کو حکومت و سلطنت کی وصیت کی' یہ اس وقت بلخ میں تھا۔ مسعود سے گو یہ چھوٹا تھا لیکن سلطان محمود کی آنکھوں میں بہی زیادہ محبوب و پسندیدہ تھا۔ مسعود پر محمود کی وہ نظر ہی نہیں پڑتی تھی جو محمد پر تھی۔

سلطان محمد کی تخت نشینی

الغرض سلطان محمود کی وفات کے بعد اراکین حکومت نے محمد کو سلطان محمود کی وصیت کی خبر دی اور عبائے حکومت و سلطنت کو زیب تن کرنے پر آمادہ کیا۔ ہندوستان کے شہروں اور نیشاپور میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ محمود یہ خبر پا کر بلخ سے غزنی کی جانب روانہ ہوا' چالیس روز بعد غزنی میں داخل ہوا۔ شاہی افواج نے حاضر ہو کر سلامی دی' سرداروں سے اطاعت و فرمانبرداری کا حلف لیا اور سلطان محمد نے انعامات تقسیم کیے۔ مورخ ابن خلدون نے سلطان محمود کی کشورستانی اور حکمرانی کی داستانیں اس خوبی سے اختصار کے ساتھ بیان کی ہیں کہ کوئی اہم واقعہ فروگزاشت نہیں ہونے پایا لیکن خاندانی حالات اور دوسرے واقعات پر کچھ روشنی نہیں ڈالی اس لئے ان کا بیان کرنا انتہائی ضروری ہے۔

سلطان (دیکھو طبقات ناصری ص ۶' مطبوعہ کلکتہ) محمود فارس کے آخری بادشاہ یزدجرد کی نسل سے تھا۔ ابو القاسم حمادی نے تاریخ مجدول میں لکھا ہے کہ امیر سبکتگین (محمود کا باپ) بادشاہ یزدجرد کی نسل سے تھا جس وقت زمانہ خلافت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ میں یزدجرد مقام مرو میں ایک چکی پیسنے والے کے مکان میں مارا گیا' اس کے اہل و عیال اور خاندان والے بحال پریشان ترکستان چلے آئے اور ضرورت زمانہ کے لحاظ سے ان سے اور ترکوں سے باہم رشتہ داریاں اور قرابت داری پیدا ہو گئی اور دو چار پشت کے بعد علم و دولت مفقود

ہونے کی وجہ سے ترک کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ایک مدت تک ان اطراف میں ان کے عالی شان مکانات ان کے بزرگوں کے نام کو زندہ کیے ہوئے تھے اس کا سلسلہ نسب یزدجرد تک اس طور سے پہنچتا ہے۔ "محمد بن سبکتگین بن جوق قرابجکم بن قرا ارسلان بن قرالمت بن قرانعمان بن فیروز بن یزدجرد بادشاہ فارس۔"

ابوالفضل حسن بیہقی نے تاریخ ناصرہ میں بروایت سلطان محمود تحریر کیا ہے کہ سلطان محمود نے اپنے باپ امیر سبکتگین سے روایت کی ہے کہ سبکتگین کے باپ کو قرابجکم کہتے تھے اصلی نام جوق تھا غوغا اور بجکم لغت ترکی میں متحد المعنی ہیں' قرابجکم کے معنی سیاہ غوغا ہیں' ترکستان میں جہاں کہیں جوق کا نام سن پاتے تھے اس کی شجاعت و مردانگی کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوتے تھے اس وجہ سے اس کا نام قرابجکم رکھ چھوڑا تھا۔

تاریخ (دیکھو تاریخ فرشتہ مطبوعہ نو لکشور ص ۱۸) منہاج السراج جرجانی میں لکھا ہے کہ نصر حاجی نامی ایک سوداگر نے امیر سبکتگین کو ترکستان سے بخارا لا کر امیر الپتگین کے ہاتھ فروخت کیا' امیر الپتگین سبکتگین کو دیکھتے ہی تاڑ گیا کہ یہ بڑا ہونہار لڑکا ہے' اس کی بلند پیشانی سے بچپن کے باوجود بڑائی کے آثار نمایاں ہیں' اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ تھوڑے دن بعد پیشکاری سے لشکر غزنی کی سرداری پر مامور کیا گیا رفتہ رفتہ الپتگین کی ناک کا بال بن گیا سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا۔

سبکتگین درحقیقت غلام نہ تھا بلکہ یزدجرد بادشاہ فارس کی نسل سے تھا۔ جس وقت یزدجرد مقام مرو میں ایک چکی پیسنے والے کے مکان میں عہدِ خلافت امیر المومنین حضرت عثمانؓ میں مارا گیا۔ اس کی اولاد اور خاندان والے ترکستان میں جا کر روپوش ہوئے اور ترکوں سے حسب ضرورت رشتۂ قرابت پیدا کیا۔ دولت و حکومت تو پہلے ہی ہاتھ سے نکل چکی تھی علم بھی جاتا رہا اور چار نسلوں کے بعد ترک کہلائے جانے لگے۔

محمود کے غلام نہ ہونے کی بہت بڑی اور قوی دلیل یہ ہے کہ انگریز مورخوں نے اسے غلاموں کے سلسلہ حکومت میں نہیں لکھا' انہیں اس کے ساتھ کوئی ایسی ہمدردی نہ تھی کہ جس سے یہ محمود کو سلسلہ حکمرانان غلامان سے علیحدہ لکھنے پر مجبور ہوئے۔

عربی تاریخیں صرف اس قدر لکھ کر خاموش ہو جاتی ہیں کہ محمود کا باپ سبکتگین امیر الپتگین کا غلام تھا۔ یہ عبارت اشارے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی' اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ سبکتگین کس ملک سے کس زمانے میں اور کس جہاد میں غازیان اسلام کے ہاتھ آیا اور جب یہ امر پایہ ثبوت تک نہ پہنچ سکا تو محمود کو غلام کہنا نہایت دیدہ دلیری اور ناانصافی ہے۔

قرونِ سابقہ میں غلامی کے دو ہی طریقے تھے۔ ایک یہ کہ جہاد کے ذریعہ سے جو لوگ کفرستان سے قید ہو کر آتے تھے اور غازیان اسلام انہیں بضرورت خرید و فروخت کر لیا کرتے تھے' دوسرے یہ کہ غیر اجنبی ممالک سے اکثر سیاح یا مسافر تجارت پیشہ اصحاب اکا دکا چلنے والوں کو پکڑ لاتے تھے اور انہیں ممالکِ اسلامیہ میں لا کر سربازار فروخت کیا کرتے تھے' اول الذکر اصلی اور واقعی غلام کہے جانے کے مستحق ہیں۔ غلامی کی دوسری صورت نام کی غلامی ہے ورنہ یوسف علیہ السلام بھی اسی آخری صورت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ہاجرہ علیہ السلام کون تھیں؟ اور کس طرح ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ آئیں' حسینی سادات کی ماں کہاں تھیں اور کیونکر حسین علیہ السلام کے ہاتھ لگیں؟ ام المومنین ماریہ بنت شمعون قبطیہ کون تھیں اور کہاں سے آئی تھیں؟ زیدؓ بن حارثہ قبائل یمن کے کس قبیلہ سے تھے جن سے زینبؓ بنت جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن منسوب تھیں۔ اس غلامی کی کراہت رفع کرنے کی غرض سے آپؐ نے اس ترویج کو مناسب سمجھا۔

ان سب واقعات سے قطع نظر کر لینے پر یہ امر ذہن نشین ہوتا ہے کہ ان دنوں بردہ فروشی کا بازار گرم تھا اور یزدجرد بادشاہ فارس کے خاندان کی تباہی و بربادی پورے طور سے ہو چکی تھی' ممکن ہے کسی شخص نے سبکتگین کو آوارہ و پریشان پا کر پرورش و پرداخت کی ہو' غالباً اسی وجہ سے عربی مورخ سبکتگین کو الپتگین کا مملوک لکھتے آئے ورنہ اور کوئی وجہ غلامی کی نہیں ہے' اس سے امیر سبکتگین کے خاندان کے دامنِ عزت پر دھبّہ نہیں لگ سکتا۔

فردوسی شاعر نے شاہنامہ میں محمود پر جو چوٹ کی ہے اس سے محمود پر غلامی کا دھبہ نہیں لگ سکتا۔ فردوسی شاعر تھا نساب اور مورخ نہ تھا اس کا شاہنامہ بھی تاریخ کی کتاب نہیں ہے بلکہ ایک داستان ہے۔ شعراء میں ہمیشہ سے یہی دستور چلا آتا ہے کہ جب انہیں خلافِ توقع کامیابی نہیں ہوتی تو امراء و روساء اور سلاطینِ عظام کی ہجو پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ فردوسی کو بھی اسی امر نے محمود کی ہجو پر آمادہ کیا ہے' اصل تو یہ ہے کہ کوئی کسی کا مملوک ہے نہ مالک حقیقت میں غلامی کوئی چیز نہیں ہے ایک اعتباری امر ہے' تمام بنی نوع انسان ایک ہیں اور اسلام نے آزادی اور غلامی کا پردہ ہی اٹھا دیا ہے۔ کل مومن اخوۃ اس کے بہت بڑے اور مضبوط اصول میں داخل ہے۔

دسویں محرم ۳۶۱ھ شب پنجشنبہ میں امیر سبکتگین کی حکومت کے ساتویں سال مقام غزنی میں محمود پیدا ہوا۔

تاریخ منہاج السراج جرجانی میں لکھا ہے کہ جس شب محمود پیدا ہوا اسی شب چند ساعت پیشتر امیر سبکتگین نے خواب دیکھا تھا کہ مکان کے آتشدان سے ایک بڑا درخت پیدا ہوا ہے کہ جس کے سایہ میں ایک عالم بیٹھ سکتا ہے' فوراً آنکھیں کھل گئیں' تعبیر کی فکر میں تھا کہ محل سرائے شاہی سے خبر آئی کہ مشکوئے مُعلّی میں شہزادہ بلند اقبال پیدا ہوا ہے۔ امیر سبکتگین نے اس مولود مسعود کا نام محمود رکھا۔ زمانہ زیادہ گزرنے نہ پایا تھا کہ یہ محمود الابتداء مسعود الانتہا ظاہر ہوا۔

محمود کے عہد طفلی کے حالات کچھ ایسے تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں کہ جن سے کوئی نتیجہ خیز امر معلوم نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے اس کی تعلیم و تربیت کے واقعات' علم و فضل حاصل کرنے کے حالات بالتفصیل لکھنا ذرا دشوار نظر آتا ہے۔ محمود جس طرح کشورستان' ملک گیر اور ایک نامور فاتح تھا اسی طرح علم و فضل میں بھی یکتائے زمانہ تھا' مولف جواہر منیہ نے جو فقہائے حنفیہ کے حالات کی ایک مستند اور مبسوط کتاب ہے' محمود کو فقہاء میں شمار کیا ہے' اس کے علاوہ خود اس کی تصنیف کی ہوئی فقہ کی ایک کتاب موجود ہے غزنی میں اس نے ایک عظیم الشان یونیورسٹی قائم کی تھی جس کے ساتھ ایک بہت بڑا کتب خانہ بھی تھا' نایاب نایاب کتابیں انتہائی جستجو سے مہیا کی گئی تھیں۔ اسی کتب خانہ میں عجائب خانہ بھی تھا' زمانہ کی نادر چیزیں اس میں موجود (تاریخ ابن خلکان مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۸۶ و تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ ص ۱۲۶ مطبوعہ مصر) تھیں' ملک کے بڑے بڑے مشاہیر علم و فن سب اس کے درباری تھے' امام الحرمین ابو المعالیٰ عبدالملک جوینی نے اپنی کتاب مغیث الخلق فی اختیار الاحق میں لکھا ہے کہ سلطان محمود علم حدیث کا بے حد شائق تھا' شب کے وقت اس کے دربار میں علماء حدیث جمع ہوتے اور احادیث کی سماعت و قرأت کرتے تھے۔ محمود بھی ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا حدیثیں سنا کرتا' جسے نہ سمجھتا اس کے معنی دریافت کرتا جاتا تھا۔ (تاریخ ابن خلکان جلد ۲ ص ۸۶ مطبوعہ مصر) مذہباً" پہلے حنفی تھا بعد کو شافعی المذہب ہو گیا تھا۔ علامہ قفال مزوری نے مذاق اور لطیفہ کے پیرائے میں تبدیل مذہب کی تحریک کی تھی۔ فمن شاء الاطلاع علیہا فلیرجع الی ابن خلکان۔

محمود کے تخت پر متمکن ہونے کے بعد کی شاہانہ فتوحات اور معرکہ آرائیوں کی دلچسپ داستان آپ پڑھ چکے ہیں' اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ زمانہ شہزادگی میں جو نمایاں کام اس سے سرزد ہوئے جس سے اس کی مردانگی و دلاوری کا ثبوت ملتا ہے ■ ملتان کی لڑائی ہے' یہی سبب تھا کہ اسے اپنے باپ کی زندگی ہی میں امیر نوح سامانی کے دربار سے سیف الدولہ کا خطاب مل گیا تھا۔

امیر سبکتگین کے زمانہ حکومت میں راجہ جے پال والی لاہور اور ملتان نے اسلامی شہروں پر جو اس کی سرحد مملکت سے ملے ہوئے تھے' تاخت و تاراج کا ہاتھ بڑھایا۔ امیر سبکتگین کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے لشکر فراہم کر کے راجہ جے پال کی گوشمالی کی غرض سے کوچ کیا' اس مہم میں اس کا ہونہار بیٹا محمود بھی ہمرکاب تھا' محمود نے موقع جنگ میں بہت بڑے نمایاں کام کیے جس سے اس کی ہردلعزیزی اور مردانگی کا سکہ بیٹھ گیا۔

محمود چھبیس برس کی عمر میں امیر سبکتگین کی وفات کے بعد ۳۸۷ھ میں تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اس نے اپنے زمانہ حکومت میں اس قدر علماء و فضلاء کو جمع کیا تھا کہ اس زمانے کے اسلامی سلاطین کو شاید ■ باید یہ عزت نصیب ہوئی ہو' مقامات ابو نصر مشکاتی اور مجلدات ابو الفضل میں اس پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ ایسے عالی حوصلہ بلند خیال سلطان کی طرف بخل کی نسبت کرنا نہایت بے انصافی ہے۔ اگر وہ داد و دہش میں کوتاہ دست ہوتا تو اس کا دربار علماء و فضلاء شعراء اور اہل علم و کمال سے خالی نظر آتا۔ ابو ریحان بیرونی جسے متعدد

علوم و فنون میں مہارت کلی حاصل تھی اور ابو علی سینا کا ہم پایہ و ہمسر تھا، محمود ہی کے خوان کرم سے بہرہ ور ہوتا تھا۔ محمود نے ابو علی سینا کو بھی اپنے خوان کرم پر دعوت دی تھی مگر کسی وجہ سے وہ بہرہ یاب نہ ہو سکا۔ شاعری کا ایک مستقل محکمہ قائم تھا، عنصری، عسجدی، اسدی، غضاری، فردوسی، فرخی اور منوچہری محمود کے آسمان سخن کے سبعہ ستارے تھے۔

منجملہ ان الزامات کے جو محمود کے دامن عزت پر لگائے جاتے ہیں ایک الزام شراب خوری کا ہے جسے مولف شعر العجم (شبلی) کے پاکیزہ خیالات کا تو تصنیف واقعہ کہنا چاہیے حالانکہ محمود کی صحبتیں سلاطین عشرت پسند کی طرح مے و جام سے آراستہ نہیں کی جاتی تھیں، اس کی صحبت دنیاوی کثافتوں، گویوں، لونڈیوں اور مسخروں سے بالکل پاک تھی، میں نے عرب کے سوا اس کی سوانح غیر قوموں کی زبانوں سے بھی سنی ہے۔ کسی مورخ نے شراب خوری اور فسق و فجور کی اس کی طرف نسبت نہیں کی۔ صاحب شعر العجم نے محمود کی شراب خوری اور بدمستی کا ایک حیرت خیز واقعہ لکھ کر اس کے دامن عزت پر بدنما دھبہ لگایا ہے غیر قوموں اور متعصب مورخوں نے بھی ان پر شراب خوری کا الزام نہیں لگایا بلکہ متقی، پرہیزگار، علم و فضل کا قدر دان، عہد و اقرار کا پابند اور اسلام کا ایک جوشیلا سپاہی لکھا ہے۔

شعر العجم حصہ اول ص ۶۳ میں لکھا ہے۔ "سلطان محمود کو ایاز سے جو محبت تھی اگرچہ حد سے زیادہ تھی مگر اس میں ہوس کا شائبہ نہ تھا۔ ایک دن بزم عیش میں بادہ و جام کا دور تھا، محمود خلاف عادت معمول سے زیادہ پی کر مست ہو گیا، اسی حالت میں ایاز پر نظر پڑی، اس کی شکن در شکن زلفیں چہرہ پر بکھری ہوئی تھیں، محمود نے بے اختیار اس کے گلے میں ہاتھ ڈال دیئے لیکن فوراً سنبھل گیا اور جوش تقویٰ میں آ کر ایاز کو حکم دیا کہ زلفیں کاٹ کر رکھ دے، ایاز نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔"

اس عبارت سے چند باتیں ایسی ظاہر ہوتی ہیں جن کا درحقیقت خارج میں کوئی وجود نہ تھا بلکہ محض ذہنی اور تصنیف کردہ ایک مضحکہ خیز واقعہ ہے۔

ایک یہ ہے کہ محمود کی مجلس میں روزانہ بادہ و جام کا دور چلا کرتا تھا اور اسے مے نوشی کی علامت بد پڑی ہوئی تھی جیسا فقرہ "محمود خلاف عادت معمول سے زیادہ پی کر بدمست ہو گیا" سے ظاہر ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ "اسی حالت بدمستی میں ایاز پر نظر پڑی اور اس کی شکن در شکن زلفیں چہرہ پر پڑی ہوئی دیکھ کر محمود کا دل قابو سے نکل گیا اور ہوا و ہوس کا شکار ہو کر ایاز کے گلے میں ہاتھ ڈال دیئے۔" استغفر اللہ کیا بے بنیاد الزام ہے جس کے تصور سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔ محمود کا شراب خوری اور اس پر طرہ یہ کہ ارتکاب خلاف وضع فطرت کی طرف میلان۔ عام قاعدہ ہے کہ انسان جن افعال کے ارتکاب کا حالت ہوش میں عادی اور خوگر ہوتا ہے انہیں افعال کی جانب اسے بدمستی اور نشہ کے وقت تحریک پیدا ہوتی ہے، فرق صرف اس قدر ہوتا ہے کہ حالت ہوش میں معمولی تحریک ہوتی ہے اور بدمستی اور نشہ میں قوی اور پوری تحریک بلا کسی حجاب کے ہوتی ہے۔ محمود کو اگر کبھی (مردوں) لونڈوں سے میل جول رہا ہوتا تو حالت بدمستی میں ضرور ایاز کی صورت پر نظر پڑتے ہی اسے ہوا و ہوس کی تحریک پیدا ہوتی اور ایاز کے گلے میں ہاتھ ڈال دیتا۔

تیسرے یہ کہ "حالت بدمستی میں محمود سنبھل گیا اور جوش تقویٰ میں آ کر ایاز کو حکم دیا کہ زلفیں کاٹ کر رکھ دے جس کی تعمیل ایاز نے فوراً کی۔"

امر اول کے ثبوت کے لئے مولف شعر العجم یا کسی اور مؤرخ کا صرف لکھ دینا کافی نہ ہو گا جو صدیوں بعد پیدا ہوا ہو بلکہ ایسی روایات کے پیش کرنے کے لئے یہ لازم ہو گا کہ ان کے راوی محمود کے زمانے میں اور اس کی بزم عیش میں شریک لطف صحبت رہے ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مولف شعر العجم نے یہ روایت کہاں سے لی ہے اور اس کا راوی کون ہے؟ مولف شعر العجم (شبلیؒ نے شعراء کے اشعار سے نتیجہ اخذ کر کے اسے واقعہ کی صورت میں ڈھال دیا ہے۔) نے کسی معروف و مستند کا تو کجا کسی مجہول الحال کتاب کا بھی حوالہ نہیں دیا اور نہ کسی راوی کی طرف اس واقعہ کی روایت کو منسوب کیا ہے۔ ایسی حالت میں اس واقعہ مجہولہ پر جس قدر صداقت اور راست بیانی کی روشنی پڑتی ہے وہ ارباب عقل و دانش اور اصحاب تواریخ پر ظاہر ہے۔ عربی فارسی انگریزی کی تاریخیں پڑھ ڈالیے کہیں بھی

یہ نہ پایئے گا کہ محمود مے نوشی کا عادی تھا یا اس کی صحبت میں بادہ و جام کا دور چلا کرتا تھا۔ اور جب یہ امر پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا تو معمول سے زیادہ پی کر بدمست ہو جانا چہ معنی دارد۔ اِنَّ ھٰذاِہٖ فتراء مُّبِیْن۔

دوسری شے کا عدم وجود پہلی شے کے عدم وجود پر موقوف ہے اور جب پہلی بات کا ثبوت ممکن نہیں تو دوسری کا وجود خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ وھذا ھوالمقصود۔

امر سوم عجیب مضحکہ خیز ہے' حالت بدمستی میں محمود کا سنبھل جانا۔ جوش تقوی میں آ کر خلاف شرع حرکت کا احساس کرنا اور ایاز کی زلفوں کے کاٹنے کا حکم دینا بالکل خلاف قیاس اور دور از عقل واقعہ ہے۔ محمود دو حال سے خالی نہ تھا یا یہ کہ وہ ایک متقی پرہیزگار مسلمان تھا یا یہ کہ اسے تقوی سے کوئی سروکار نہ تھا' اگر متقی پرہیزگار تھا تو اس کی بزم عیش میں بادہ و جام کا دور چلنا محالات میں سے ہے۔ متقی مسلمان کا بادہ پیمائی سے کیا تعلق ہے؟ اور اگر وہ متقی نہ تھا تو حالت بدمستی میں جوش تقوی میں آنا ایسی حیرت انگیز روایت ہے جو بادہ خواروں یا مجذوبوں کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ تقوی خدوندی اور شراب خوری! سبحان اللہ کیا اجتماع للضدین ہے۔ شاید مولف شعر العجم نے تقویٰ کے کچھ اور معنی لئے ہیں۔

بفرضِ محال اگر محمود کو بحالت بدمستی جوش تقوی پیدا ہی ہو گیا تھا تو شراب نوشی ترک کر دیتا جو ام الخبائث کہلاتی ہے یا اپنے ہاتھ کٹوا ڈالتا۔ غریب ایاز کی زلفوں نے کیا کیا تھا۔ جو کچھ بھی ہوا خلاف شرع حرکت سرزد ہوئی' وہ شراب کی وجہ سے یا اس کی طبیعت کے جوش کے سبب سے' ایاز کی زلفوں کے کاٹنے کا حکم دینا سراسر بے انصافی اور ظلم ہے۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ "سلطان محمود غزنوی بادشاہ ہے بود کہ باصناف سعادت دینی و دنیاوی فائز گردیدہ وصیت عدالت و جہاں بانی و آواز شجاعت و کشورستانی از ایوان کیوان درگزر انیدہ و .بیامن اجتہاد در امرغزا اعلام مرتفع ساختہ و اساس ارباب ظلام برانداختہ۔"

اسینلی لین پول میڈ ول انڈیا باب دوم صفحہ ۱۴ لغایت ۳۳ میں لکھا ہے "محمود میں اس کے باپ کی طرح چستی' چالاکی' مستعدی' مردانگی کی تمام صفات موجود تھیں۔ اس کے علاوہ ایک بہت بڑی بات یہ تھی کہ وہ کسی وقت اپنے کو بیکار نہیں رکھتا تھا' اس کے خیالات عالی تھے' مزاج کا جوشیلا تھا' اسلامی جوش اس کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہی صفت اس کی کل صفات کی تحرک اور ان میں برقی قوت پیدا کرنے والی تھی' وہ ایک پرجوش مسلمان تھا۔ دشمنان اسلام اور کفار کی لڑائیوں میں بھی جس وقت اسے فرصت مل جاتی تھی تو تزکیہ نفس کے خیال سے قرآن مجید لکھا کرتا تھا' گویا وہ اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی بے کار اور ضائع نہیں جانے دیتا تھا۔

دربار خلافت بغداد سے اسے غزنی اور خراسان کی سندِ امارت بھی عطا ہوئی تھی۔ اس خوشی اور کامیابی پر اس نے یہ تدبیر کی کہ ہر سال کفار ہند پر جہاد کروں گا جس کا ایفا تا زندگی کرتا رہا۔ محمود ظالم نہ تھا۔ وہ بلاوجہ خونریزی سے نفرت کرتا تھا' اپنے عہد و پیمان کا پابند تھا بدعہدی کے قریب نہ جاتا تھا۔

محمود جس طرح مسلمانوں میں سچائی' خداترسی یا پرجوش مسلمان ہونے کا نمونہ تھا ویسا ہی علم و فضل کی قدردانی میں اپنی نظیر آپ تھا' اس کا دربار علماء فضلاء اور اہل کمال سے بھرا رہتا تھا' اگر نپولین نے پیرس کی آرائشگی اپنے ممالک مقبوضہ کے نامی نامی صناعوں اور کاریگروں کی بنائی ہوئی چیزوں سے کی تھی تو محمود نے اس سے کہیں زیادہ تعریف کا یہ کام کیا کہ اس نے اپنے دربار میں تمام دنیا کے صناع اور اہل کمال کو لا کر جمع کر دیا تھا۔ علماء فضلاء شعراء اور ہر فن کے اہل کمال سے دربار کو رونق دی گئی تھی۔ بیرونی ریاضی' تاریخ اور سنسکرت کا بہت بڑا عالم تھا۔ فارابی فلسفہ کا گویا معلم ثانی تھا۔ بیہقی' عتبی' عنصری' فرخی' عسجدی اور فردوسی نامی شعراء اس کے دائیں بائیں کے مصاحب تھے جن پر وہ بے حد مہربان رہتا تھا۔

کوئی اگر محمود کو مال و دولت جمع کرنے والا اور حریص و لالچی کہتا ہو تو اس کے کہنے پر مجھے ضرور مجبور ہونا پڑے گا کہ وہ مال و دولت اور روپیہ کے خرچ کرنے کے مصارف سے بخوبی واقف تھا۔ وہ مال و زر کے خرچ کرنے کے مواقع خوب جانتا تھا کہ کس موقع پر کس قدر روپیہ صرف کرنا چاہیے۔

محمود ہرگز غیر مہذب و غیر تربیت یافتہ نہ تھا وہ بہت بڑا سپاہی اور بے حد دلیر شخص تھا۔ دماغی اور بدنی محنت سے تھکتا نہ تھا قدرت نے اسے ان تھک طبیعت دی تھی' وہ اپنی رعایا کی بہبودی و خوش حالی کی فکر میں رہتا تھا اور ان میں انصاف و عدل قائم رکھنے کی تکلیفیں اٹھاتا تھا۔

محمود کا وزیر السلطنت لکھتا ہے کہ محمود ایک بادشاہ انصاف پسند' منصف مزاج' ذی علم' علم دوست' رحیم' رقیق القلب اور نہایت سچا مسلمان تھا۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔ ظاہرداری اور تصنع سے بالکل علیحدہ تھا۔ لڑائی شروع کرنے سے پہلے نماز ادا کرتا تھا۔ انتہی۔

شاہنامہ اور محمود

ان الزامات میں جو بدنمائی کے ساتھ سلطان محمود کے دامن خوبی پر لگائے جاتے ہیں، ایک واقعہ ہے کہ فردوسی (فردوسی شاعر مصنف شاہنامہ بھی سلطان محمود کے دربار کا ایک شاعر تھا۔ اس کا نام حسن بن اسحاق، خاص طوس یا اس کے قریب کسی گاؤں کا رہنے والا تھا۔ مترجم) نے سلطان محمود کی فرمائش سے شاہنامہ تصنیف کیا تھا اور سلطان محمود نے ہر شعر کے صلہ میں ایک اشرفی دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن جب شاہنامہ تیار ہوا تو اشرفیوں کی جگہ روپے دلوائے۔ یہ روایت جس قدر مشہور ہے اسی قدر بے اصل اور غلط بھی ہے۔ واقعات کو ترتیب دینے سے روزروشن کی طرح اس روایت کی غلطی ظاہر ہو جاتی ہے۔

اولاً" فردوسی کو شاعری کا مذاق ابتداء ہی سے تھا۔ اس کے ساتھ ہی شاہان ایران کا ہم قوم یعنی مجوسی النسل بھی تھا اس نے اپنے صنادید عجم کا نام رکھنے کی غرض سے اور اپنے مذاق طبیعت کے اقتضاء سے شاہنامہ کی تصنیف کی بنیاد ڈالی' جیسا کہ دیباچہ میں لکھتا ہے۔

ہمی خواہم ازداد گریک خدائے　　که چنداں بما نم به گیتی بجائے
که ایں نامه شہریاران پیش　　به پیوندم از خوب گفتار خویش
بسے رنج بردم دریں سال سی　　عجم زنده کردم بدیں پارسی
همه مرده - از روزگارِ دراز　　شد ازِ گفتِ من نام شاں زنده دار
چو عیسےٰ من ایں مردگاں را تمام　　سراسر همه زنده کردم بنام

ثانیاً" فردوسی نے شاہنامہ کی تصنیف کی بنیاد اپنے وطن طوس میں ڈالی تھی اور معتدبہ حصہ وہیں لکھا گیا۔ میرے اس دعوے کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ جب فردوسی نے شاہنامہ کی تصنیف کی بنیاد ڈالی اس وقت اسے شاہان فارس کے تاریخی سرمایہ کی ضرورت تھی کہ حسن اتفاق سے فردوسی ہی کے وطن میں ایک شخص کے پاس یہ سرمایہ موجود تھا اور وہ فردوسی کا دوست بھی تھا۔ اس نے فردوسی کے ارادے سے مطلع ہو کر تاریخ کا سارا سرمایہ فردوسی کو لا کر دے دیا۔ چنانچہ فردوسی اس واقعہ کو دیباچہ میں اس طور سے بیان کرتا ہے۔

به شہرم یکے مہرباں دوست بُو　　تو گفتی که بامن بیک پوست بود
مرا گفت خوب آمد ایں رائے تو　　به نیکی خرامد مگر پائے تو
نوشته من ایں نامۂ پہلوی　　به پیش تو آرم مگر بغوی
شو ایں نامه خسروان باز گوئے　　بدیں جوئے زد میہماں آبروئے
چو آورد ایں نامۂ نزدیک من　　برا فروخت ایں جان تاریک من

ثالثاً" یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ شاہنامہ کی بنیاد ٣٦٥ھ میں ڈالی گئی تھی۔ اگرچہ اس کا بین ثبوت کہیں سے نہیں ملتا لیکن خاتمہ کے شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہنامہ کی تصنیف ٤٠٠ھ میں تکمیل کو پہنچی جیسا کہ فردوسی تصریح کرتا ہے۔

ز ہجرت شده پنج ہشتاد بار　　که گفتم من ایں نامه شہریار

پانچ کو اسی میں ضرب دینے سے چار سو ہوتے ہیں پھر ساتھ ہی اس کی بھی تصریح کرتا ہے کہ اس کتاب کی تصنیف میں پینتیس سال

صرف ہوئے۔

سی پنج سال از سرائے سپنج بسے رنج بردم بامید گنج

چار سو سے پینتیس کو تفریق کرنے سے ۳۶۵ھ باقی رہ جاتے ہیں بس یہی ۳۶۵ھ شاہنامہ کے آغاز تصنیف کا زمانہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور سلطان محمود ۳۸۷ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس بناء پر سلطان محمود کی تخت نشینی سے بائیس سال پیشتر شاہنامہ کی تصنیف کی بنیاد پڑ چکی تھی لہٰذا یہ کہنا کہ شاہنامہ سلطان محمود کی فرمائش سے تصنیف کیا گیا محض لغو اور بے بنیاد ہے' باقی رہا یہ امر کہ فردوسی نے سلطان محمود کے تخت آرا ہونے کے بعد بنظر قدر افزائی شاہنامہ کو شاہی دربار میں پیش کیا ہو' میں اسے تسلیم کرتا ہوں جیسا کہ تیسرے دفتر کے دیکھنے سے اس کی تائید ہوتی ہے جہاں پر فردوسی نے دقیقی کے اشعار نقل کیے ہیں' اس کے خاتمہ پر تحریر کرتا ہے۔

من ایں نامہ فرخ گرفتم بہ فال ہمی رنج بردم بہ بسیار سال
ندیدم سر افراز بخشندۂ بہ گاہ کیان برنشینندہ
سخن را نگہداشتم سال بست بداں ناسزاوار ایں گنج کیست
جہاں دار محمود باقر وجود کہ او را کند ماہ کیواں سجود

ان اشعار سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمود کے دربار میں پہنچنے سے بیس سال پیشتر شاہنامہ کا بنیادی پتھر رکھ دیا گیا تھا اور اس عمارت کا زیادہ حصہ تعمیر ہو چکا تھا کیونکہ پینتیس ہی سال زمانہ تصنیف ہے پھر اس واقعہ کی خود فردوسی کے کلام سے تردید ہو گئی تو میں اس امر کی تردید سے باز نہیں آ سکتا کہ سلطان محمود نے فردوسی کے اعجاز بیان کی قدر نہ کی اور فردوسی کے شیعہ پن سے اشرفیوں کے بجائے روپے دلوائے' یہ علمی تاریخ کا ایک نہایت ناگوار واقعہ ہے۔

میں اس واقعہ کو سلطان محمود کی طرف منسوب کرنے پر تیار نہیں ہوں۔ محمود کے دربار میں ہندو عیسائی یہودی ہر ملت کے اہل کمال موجود تھے' بہت سے شیعی علماء و فضلاء بھی اس کے خوان کرم سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ ابو ریحان بیرونی کھلم کھلا شیعہ تھا۔ خود محمود نے فرمان بھیج کر اسے بلا بھیجا تھا۔

انہی واقعات کے ضمن میں مختلف طریقوں سے ایک رنگ آمیزی یہ بھی کی جاتی ہے کہ سلطان محمود نے ایک مدت کے بعد جب اسے اپنے کیے پر ندامت ہوئی تو ساٹھ ہزار اشرفیاں فردوسی کے پاس روانہ کیں۔ فردوسی اس وقت طوس میں تھا لیکن اتفاق سے شہر کے ایک دروازہ سے جس کا نام رودبار تھا' صلہ پہنچا ادھر دوسرے دروازہ سے فردوسی کا جنازہ نکلا۔

فردوسی کی صرف ایک لڑکی تھی لڑکا کوئی نہ تھا' شاہی صلہ اس کی خدمت میں پیش کیا گیا لیکن اس بلند ہمت لڑکی نے اس خیال سے کہ میرا باپ اسی حسرت سے مرا ہے' صلہ قبول نہ کیا' سلطان محمود کو اطلاع دی گئی' حکم دیا کہ اشرفیاں واپس نہ لائی جائیں بلکہ اس سے فردوسی کے نام پر ایک کاررواں سرائے بنائی جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اس واقعہ کی اصلیت کچھ نہیں ہے محض بے بنیاد قصّہ ہے جس طرح سکندر نامہ میں دارا کا مدمقابل بجائے سکندر رومی کے سکندر ذوالقرنین قرار دیا گیا اور سکندر ذوالقرنین کے سارے واقعات سکندر رومی کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں اسی طرح لبید شاعر اور امیر معاویہؓ کا واقعہ سلطان محمود اور فردوسی کے گلے منڈھ دیا گیا ہے۔ لبید عامری عرب جاہلیت کا ایک نامور شاعر تھا جس کا قصیدہ خانہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکا تھا کہ جسے دعویٰ سخنوری ہو میدان میں آئے۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں قبیلہ عامر کے وفد کا سردار ہو کر حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہو کر خدمت مبارک میں رہنے لگا۔ پھر جب آفتاب رسالتﷺ غروب ہو گیا تو مدینہ سے کوفہ چلا آیا۔ عہد فاروقی (عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں عشقیہ مضامین لکھنے کی ممانعت کر دی تھی جو عام طور سے شعرائے عرب کا دستور اور ذریعہ معاش تھا۔ اس کے صلہ میں حسب حیثیت ان کی تنخواہیں مقرر تھیں) میں جہاں اور شعراء کی تنخواہیں مقرر ہوئیں لبید کی بھی تنخواہ تین سو درہم مقرر ہو گئی۔ ذوالنورین عثمانؓ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے وظیفہ سابق پر سو درہم کا اضافہ کر دیا۔ مرتضویؓ

خلافت میں سو کا اور اضافہ ہوا۔ غرض کہ عہد خلافت خلیفہ چہارم میں لبید کو پانچ سو درہم ملتے رہے جب علی مرتضیٰؓ کے بعد معاویہؓ امیر شام نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو انہوں نے وہی رقم لبید کو بھیجی جو ذوالنورین عثمانؓ کے عہد خلافت میں ملا کرتی تھی' لبید نے واپس کر دی معاویہؓ" یہ سمجھے کہ مقررہ وظیفہ کم کر دینے کی وجہ سے لبید نے واپس کیا ہے بجائے پانچ سو کے چھ سو درہم بھیجے۔ لیکن یہ رقم اس وقت پہنچی جب کہ لبید شاعر کا انتقال ہو چکا تھا اور جنازہ دفن کے لئے مدفن کی طرف جا رہا تھا۔ لبید نے کوئی لڑکا نہ چھوڑا تھا صرف ایک لڑکی تھی' یہ شاہی وظیفہ اس لڑکی کی خدمت میں پیش کیا گیا لیکن اس کی عالی ظرفی اور بلند ہمتی نے اسے گوارا نہ کیا کہ جس چیز کو اس کے باپ نے جیتے جی ہاتھ نہ لگایا ہو اور رد کر دیا ہو' اس کی لڑکی بسرو چشم قبول کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ چونکہ یہ واقعہ کی دلچسپ صورت تھی اس وجہ سے فارسی کے تذکرہ نویسوں نے خدوخال درست کر کے اور رنگ و روغن لگا کر اس تصویر کو فردوسی کے ایوان عزت میں نصب کر دیا۔ میں اس واقعہ کی اس وجہ سے اور بھی تردید کرتا ہوں کہ مسبّب (یعنی بجائے اشرفیوں کے روپیہ دینا) کے اسباب و دلائل مختلف بیان کیے جاتے ہیں اور جب اسباب دونوں باہم مختلف و متضاد ہوئے تو بحکم اذاتعارضا تساقطا (جب دو دلائل ایک دوسرے کے مخلف ہوں تو دونوں دلیلیں ساقط ہو جائیں گی) کوئی سبب اشرفیوں کی جگہ روپے دینے کا نہ رہا' و اذافات السبب فات المسبب (اور جب سبب نہیں رہتا تو مسبّب بھی جاتا رہتا ہے) اس کے علاوہ سوائے فارسی تذکرہ نویسوں کے کتب تواریخ عربیہ میں کہیں اس کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

دیباچہ نویسوں نے جنہیں واقعات کے غلط ملط کر دینے کا خاص ملکہ حاصل ہے' ایک طرفہ تماشایہ کیا ہے کہ سلطان محمود اور خلیفہ بغداد میں جو خط و کتابت سمرقند کی بابت ہوئی تھی اسے کھینچ تان کر فردوسی اور محمود سے متعلق کر دیا ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تابہ کجا

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود نے ایک بار خلیفہ عباسی قادر باللہ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ چونکہ اکثر بلاد خراسان میرے قبضہ تصرف میں ہیں اور فلاں فلاں شہروں پر خلافت ماب قابض ہیں' بنظر سہولت انتظام مملکت ان شہروں کا اس خانہ زاد کو عنایت فرمائیں۔ خلیفہ عباسی نے اس درخواست کو منظور فرما کے فرمان شاہی بھیج دیا۔ دوبارہ سلطان محمود نے اسی قسم کی درخواست سمرقند کی بابت بھیجی۔ خلیفہ عباسی درخواست دیکھتے ہی برہم ہو گیا' لکھ بھیجا کہ "معاذ اللہ میں اس درخواست کو منظور نہ کروں گا اور اگر تم بغیر میری اجازت اس طرف قدم بڑھاؤ گے تو میں تم پر دنیا کو تنگ کر دوں گا۔" سلطان محمود کے تیور اس جواب سے چڑھ گئے' ایلچی سے ترش رو ہو کر بولا۔ "جا خلیفہ سے کہہ دے کہ سمرقند کے نہ دینے کا خمیازہ برا ہو گا۔ کیا آپ کا مقصد یہ ہے کہ میں ایک ہزار ہاتھی لے کر دارالخلافت بغداد پر چڑھ آؤں اور اسے ویران کر کے اس کی خاک ہاتھیوں پر بار کر کے غزنی لاؤں۔" ایک مدت کے بعد دربار خلافت سے ایلچی واپس آیا اور سلطان محمود کو ایک خط سربمہر دیا۔ خواجہ ابو نصر روزنی نے کھولا۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے بعد الف' لام' میم لکھا ہوا تھا اور آخر میں الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ علی رسولہ محمد اجمعین تحریر تھا۔ سوائے اس کے اور کچھ نہیں لکھا تھا۔ سلطان محمود اور اس کے درباری امراء وزراء کاتب دنگ رہ گئے' کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ ابوبکر قستانی نے جو ابھی کسی امتیازی درجہ پر نہیں پہنچا تھا عرض کی۔ "چونکہ سلطان نے بغداد کی پامالی کی دھمکی دی تھی' خلیفہ عباسی نے سورہ الم ترا کیف فعل ربک باصحب الفیل کی طرف جواب میں اشارہ کیا ہے کہ جو حال اللہ تعالیٰ نے ابرہہ اصحاب فیل کا کیا تھا وہی نتیجہ بغداد پر ہاتھیوں کی فوج کشی سے تمہارا دیکھنے میں آئے گا۔" سلطان محمود اس جواب سے بے حد متاثر ہوا۔ معذرت کا عریضہ لکھا اور تحائف و ہدایا کے ساتھ ایلچی کو رخصت کیا۔

دیباچہ نویسوں نے اس واقعہ کو کاٹ چھانٹ کر یوں لکھا ہے کہ "فردوسی غزنی سے نکل کر بحال پریشان ماژندران ہوتا ہوا بغداد آ گیا۔ خلیفہ عباسی بڑی عزت و قدر سے پیش آیا۔ فردوسی نے عربی میں قصیدہ لکھ کر پیش کیا اور اہل بغداد کی فرمائش سے یوسف زلیخا لکھی۔ سلطان محمود کو اس کی اطلاع ہوئی تو خلیفہ عباسی کو لکھ کر بھیج دیا کہ فردوسی کو یہاں بھیج دیجئے ورنہ بغداد کو ہاتھیوں کے پیروں سے پامال کر

ڈالوں گا۔ دربارِ خلافت سے خط میں صرف تین حرف الف' لام' میم لکھ کر آئے۔ مطلب یہ تھا کہ تمہاری اس گستاخی کا نتیجہ وہی ہو گا جو اصحاب فیل کا ہوا تھا لیکن یہ تمام بے سروپا خرافات قصے ہیں۔ خوش اعتقادی اسی کو کہتے ہیں کہ جو واقعہ دلچسپ نظر آیا اپنے ممدوح معتقد علیہ سے منسوب کر دیا۔"

وزرائے محمود

سلطان محمود کے عہد حکومت میں تین اشخاص عُہدۂ وزارت سے ممتاز ہوئے۔ سب سے پہلے ابو العباس فضل بن احمد اسفراینی قلمدان وزارت کا مالک ہوا۔ یہ ابتداء میں خاندان حکومت سامانی کا میر بخشی تھا' جب ملوکِ سامانیہ کا آفتاب اقبال زوال پذیر ہوا تو امیر سبکتگین کے دربار میں عہدہ وزارت سے سرفراز ہوا۔ سبکتگین کے بعد سلطان محمود نے اسے اس عہدہ پر بحال رکھا' علوم و فنون عربیہ سے ناواقف تھا لیکن مہمات سلطنت و سیاست میں خداداد ملکہ رکھتا تھا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ اس کی ناواقفیت کی وجہ سے سلطان محمود نے شاہی دفاتر میں زبان فارسی رائج کی اور فرامین و احکام عربی کی جگہ فارسی میں تحریر کیے جانے کا حکم دیا۔ دس برس وزارت کرنے کے بعد معزول کیا گیا۔

اس کے بعد احمد بن حسن میمندی وزیر مقرر ہوا۔ یہ سلطان محمود کا رضاعی بھائی اور ہم سبق تھا' اس کا باپ عہد حکومت امیر سبکتگین میں بست میں مالگزاری وصول کرنے پر مامور تھا لیکن امیر سبکتگین نے بددیانتی کے الزام میں ماخوذ کر کے جیل میں ڈال دیا تھا۔ عوام الناس میں جو مشہور ہے کہ حسن میمندی سلطان محمود کے دربار میں رتبہ وزارت پر تھا محض غلط ہے۔ (دیکھو تاریخ فرشتہ مقالہ اول ص ۳۸)

احمد بن حسن میمندی نہایت تیز فہم' منتظم اور خوش خط تھا' ابتداء میں محکمہ کتابت کا افسر اعلیٰ تھا چند دن بعد سلطانی توجہات کی وجہ سے صوبہ خراسان کا حاکم خراج مقرر ہوا۔ جسے کمال خوبی سے انجام دیا'اس سے سلطان محمود کی آنکھوں میں بے حد عزیز ہو گیا۔ پھر جب فضل ابن احمد کی طرف سے سلطان محمود کو کشیدگی پیدا ہوئی تو قلمدانِ وزارت احمد بن حسن میمندی کے سپرد کر دیا گیا۔ اٹھارہ سال وزارت کی۔ سپہ سالار امیر التونتاش اور امیر علی خویشاوند کی در اندازی کی وجہ سے سلطان محمود نے معزول کر کے قلعہ کالنجر میں قید کر دیا۔ تیرہ سال قید کی مصیبتیں جھیل کر عہد حکومت سلطان مسعود میں رہائی پائی اور دوبارہ رتبہ وزارت سے سرفراز ہوا اور ۴۲۴ھ میں انتقال کر گیا۔

سلطان محمود نے احمد بن حسن میمندی کی معزولی کے بعد حسن بن محمد کو وزارت کا عہدہ عطا کیا اور وہی آخری عہد حکومت سلطان تک عہدہ وزارت پر مامور رہا۔ حبیب السیر میں ان وزراء کے حالات کسی قدر تفصیل سے لکھے ہیں۔ سلطان محمود نے اپنی وفات کے وقت سات لڑکے چھوڑے۔ محمد۔ نصر۔ مسعود۔ محمود۔ اسماعیل۔ ابراہیم اور عبدالرشید۔ ان میں سے محمد' مسعود اور عبدالرشید تخت آرائے حکومت ہوئے جیسا کہ آپ آئندہ ان کی داستانیں مورخ ابن خلدون کے قلم سے سنیں گے۔

سلطان محمد اور مسعود کی لڑائی

سلطان محمود کی وفات کے بعد سلطان محمود کا بڑا بیٹا مسعود اصفہان میں تھا' باپ کے مرنے کی خبر پا کر اصفہان میں اپنے امیر لشکر کو نائب مقرر کر کے خراسان کی جانب روانہ ہوا۔ جونہی مسعود نے اصفہان سے کوچ کیا اہل اصفہان نے بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ اور اس کے لشکر کو نیچا دکھا کر اس کے نائب کو قتل کر ڈالا۔ مسعود اس خبر کو سن کر لوٹ کھڑا ہوا' اصفہان والے قلعہ بند ہو گئے۔ مسعود نے محاصرہ ڈال دیا اور بزور تیغ اسے فتح کر کے اپنی حکومت و امارت کا سکہ دوبارہ چلایا۔ انتظام سے فراغت حاصل کر کے پھر ایک شخص کو اپنی جانب سے گورنر مقرر کیا اور اصفہان سے کوچ کر کے رے ہوتا ہوا نیشا پور پہنچا۔ اپنے بھائی محمد کو اپنے آنے کی خبر دی اور یہ لکھ بھیجا کہ میں تم سے حکومت و سلطنت کے بارے میں جھگڑا کرنا نہیں چاہتا صرف میں طبرستان میں بلادِ جبل اور اصفہان کی فتوحات پر اکتفا کروں گا جنہیں میں نے بزور تیغ فتح کیا ہے۔ تمہارے مقبوضات کی طرف جنہیں پدر بزرگوار تمہیں دے گئے ہیں' نظر تک نہیں اٹھاؤں گا مگر تم اس امر کو

منظور کر لو کہ خطبہ میں میرا نام تمہارے نام سے پہلے پڑھا جائے۔ سلطان محمد نے اس درخواست کو قبولیت کی نظروں سے نہ دیکھا۔ فوجیں فراہم کر کے مسعود کی جانب روانہ ہوا۔

سلطان مسعُود کی تخت نشینی

چونکہ مسعود میں مردانگی' دلیری' قوت اور ہمت کا جوہر اللہ تعالیٰ نے کُوٹ کُوٹ کر بھرا تھا اس کے علاوہ سلطان محمد سے عمر میں بھی بڑا تھا' اس وجہ سے فوج کا زیادہ حصہ مسعود کی جانب مائل تھا۔ امیر التونتاش والیٔ خوارزم نے جو سلطان محمود کے مصاحبوں سے تھا' سلطان محمد سے کہلا بھیجا کہ آپ مسعود کی مخالفت پر کمر نہ باندھیں۔ خانہ جنگی کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔" سلطان محمد نے اس پر کچھ توجہ نہ کی کوچ و قیام کرتا ہوا پہلی رمضان ۴۲۱ھ کو نکبتا باد (نکبت آباد) پہنچا۔ فوج کو قیام کا حکم دیا۔ سلطنت کے کاروبار چھوڑ کر لہو و لعب یا سیر و تماشا میں مصروف ہو گیا' فوج والے تو پہلے ہی سے بددل تھے' انہیں تو ایک بہانہ چاہیے تھا' ساری فوج سلطان محمد کی معزولی پر تل گئی اور مسعود کی حکومت کی جانب مائل ہو گئی چنانچہ سلطان محمد کو گرفتار کر کے نکبت آباد (نکبت آباد) کے قلعہ میں نظربند کر دیا۔ سب سے پہلے اس مہم کی انجام دہی پر سلطان محمد کا چچا یوسف بن سبکتگین اور امیر علی خشاوند جو سلطان محمود کا ممتاز مصاحب تھا' آمادہ و تیار ہوئے۔ انہیں دونوں نے فوج کو سلطان محمد کی مخالفت پر ابھارا اور پھر اسے نظربند کر دیا اور مسعود کو اس واقعہ کی خبر دی اور معہ فوج کے خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ مقام ہیرا میں مسعود سے ملاقات ہوئی۔ سلطان مسعود نے عبائے حکومت زیب تن کی' اپنے چچا یوسف بن سبکتگین' امیر علی خشاوند کو ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے سلطان محمد کی مخالفت پر کمریں باندھی تھیں' گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا' یہ مہینہ ذی القعدہ کا تھا اور ۴۲۱ھ کا دور ختم ہو رہا تھا۔

وزیر السلطنت ابو القاسم احمد بن حسن میمندی ۴۱۶ھ سے قید کی مصیبتیں جھیل رہا تھا۔ سلطان محمود نے امیر التونتاش وغیرہ کے لگانے بجھانے سے ناراض ہو کر پانچ ہزار دینار سرخ جرمانہ کیا تھا اور قید کی سزا دی تھی۔ سلطان مسعود نے تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی ابو القاسم احمد بن حسن میمندی کو قید کی مصیبتوں سے رہائی دے کر دوبارہ عہدہ وزارت سے ممتاز کیا۔ ۴۲۲ھ کا نصف اول گزر چکا تھا کہ دارالحکومت غزنی میں باکروفر داخل ہوا۔ اہل غزنی نے نہایت تپاک سے اپنے نئے سلطان کا خیرمقدم کیا۔ اطراف و جوانب کے امراء و سلاطین کے سفراء حاضر ہوئے' نذریں گزاریں۔ خراسان' غزنی' ہندوستان' سندھ' بجستان' کرمان' مکران' بخارا' اصفہان اور بلاد جبل میں سلطان مسعود کی حکومت کا سکہ چلنے لگا اور ان ممالک کا واحد فرماں روا تسلیم کیا گیا۔

علاء الدّولہ بن کاکویہ

جس وقت سلطان محمود نے صوبۂ اصفہان کو مجد الدولہ بن بویہ سے چھین کر اپنے بیٹے مسعود کے سپرد کیا اور مسعود کے ساتھ علا الدولہ بن کاکویہ کو اصفہان میں رہنے کا حکم دیا اس وقت مجد الدولہ اصفہان سے نکل کر قلعۂ قصران میں جا کر قلعہ بند ہو گیا تھا۔ مسعود علاء الدولہ کے ساتھ اصفہان میں رہنے لگا۔ کچھ روز بعد علاء الدولہ کو اصفہان چھوڑ کر مسعود چلا آیا۔ علاء الدولہ نے خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ مسعود کو اس کی خبر لگی' فوجیں جمع کر کے اس پر حملہ کر دیا اور اصفہان سے علاء الدولہ کو نکال کر قبضہ کر لیا۔ علاء الدولہ پریشان حال ابو کلیجار بن سلطان الدولہ کے پاس خوزستان پہنچا۔ امداد کی درخواست کی لیکن کامیاب نہ ہوا' ناچار بادلِ نخواستہ تستر کی جانب روانہ ہوا تاکہ اصفہان کے واپس لینے میں جلال الدولہ ابو کلیجار کے بھائی سے امداد حاصل کرے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ابو کلیجار اور اس کے بھائی جلال الدولہ میں باہم لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ جلال الدّولہ کے باپ نے علاؤ الدولہ کو امید دلائی اور یہ وعدہ کیا کہ جس وقت دونوں بھائیوں' جلال الدولہ اور ابو کلیجار میں باہم مصالحت ہو جائے گی میں تمہیں اصفہان کی واپسی میں خاطرخواہ مدد دوں گا۔ علاء الدولہ اس امید پر اس کے پاس ٹھہر گیا۔ اس اثناء میں سلطان محمود نے سفر آخرت اختیار کیا۔

مجد الدولہ نے یہ خبر سن کر دیلم اور کردوں کی فوجیں فراہم کیں' رے پر قبضہ کرنے کی غرض سے خروج کیا۔ مسعود کے گورنر نے مجد الدولہ کا مقابلہ کیا اور اسے نہایت بری طرح سے مار کر رے سے بھگا دیا' سینکڑوں دیلمی اور کردوں کو قتل و قید کر دیا' مجد الدولہ ناکامی کے ساتھ اپنے قلعہ قصران واپس آیا۔

علاء الدولہ کی اصفہان پر فوج کشی و فرار

ان دنوں علاء الدولہ ابو کلیجار کے پاس خوزستان میں مقیم تھا اور اس کی امداد سے ناامید ہو رہا تھا کہ دفعتاً" سلطان محمود کی وفات کی خبر پہنچی۔ علاء الدولہ کے تن مردہ میں جان آ گئی۔ ہاتھ پاؤں نکالے جھٹ پٹ تھوڑی سی فوج فراہم کر کے اصفہان پر چڑھ آیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر ہمدان کی طرف بڑھا' رے کا قصد کیا۔ مسعود کے گورنر نے مدافعت کی غرض سے فوجیں مرتب کیں' علاء الدولہ کے مقابلہ پر آیا اور کمال مردانگی سے لڑ کر علاء الدولہ کو نیچا دکھایا۔ علاء الدولہ ناکام ہو کر اصفہان لوٹ آیا۔ مسعود کے گورنر نے علاء الدولہ کو اصفہان میں بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ چاروں طرف سے گھیر لیا۔ علاء الدولہ لباس تبدیل کر کے چھپ کر قلعہ فردجان میں جا کر پناہ گزین ہوا جو ہمدان سے بیس اکیس کوس کے فاصلہ پر واقعہ تھا۔ ان واقعات کے بعد رے' جرجان' طبرستان میں مستقل طور پر سلطان مسعود کی حکومت کا سکہ چلنے لگا۔

فتح مکران

والیٔ مکران نے اپنی وفات پر ابو العساکر اور عیسٰی دو بیٹے وارث چھوڑے۔ عیسٰی نے اپنے باپ کے مرتے ہی سارے ملک خدم اور حشم پر قبضہ کر لیا۔ ابو العساکر اپنے بھائی عیسٰی کا مقابلہ نہ کر سکا' روتا پیٹتا سلطان مسعود کے پاس غزنی پہنچا' تمام حالات عرض کیے' امداد کی درخواست کی' سلطان نے ایک جرار فوج ابو العساکر کے ساتھ عیسٰی کو ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کی' امیر لشکر نے مکران کے قریب پہنچ کر عیسٰی کو شاہی پیغام پہنچایا۔ عیسٰی نے کچھ توجہ نہ دی' جنگ چھڑ گئی' اثناء جنگ میں مارا گیا اور ابو العساکر مملکت مکران پر قابض ہو گیا۔ حسب قرارداد سلطان مسعود کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا گیا۔ یہ واقعہ ۴۲۲ھ کا ہے۔

اسی سنہ میں سلطان مسعود نے کرمان پر قبضہ کر لیا تھا۔ کرمان ابو کلیجار بن سلطان الدولہ کے قبضہ میں تھا۔ سلطان مسعود نے مہم مکران سے فراغت حاصل کر کے خراسانی فوج کو ابو کلیجار کے سر کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ بردسیر میں ابو کلیجار پر محاصرہ ڈالا گیا۔ نہایت سختی سے لڑائی شروع ہوئی۔ آخر ابو کلیجار شکست اٹھا کر جیرفت کی جانب بھاگا۔ خراسانی لشکر نے تعاقب کیا۔ قتل و غارت کرتا ہوا خراسان تک پہنچا ابو کلیجار کے ہمراہی خراسان کے درہ میں داخل ہو گئے اور شاہی فوج فارس کی طرف واپس آئی۔

علاء الدولہ اور علی بن عمران

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ علاء الدولہ ابو جعفر بن کاکویہ شاہی لشکر سے شکست کھا کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا تھا۔ قلعہ فردجان میں جا کر پناہ گزین ہوا تھا۔ علاء الدولہ نے کچھ عرصہ تک یہاں قیام کیا پھر یہاں سے روانہ ہو کر یزدجرد پہنچا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ فرہاد بن مرداویج کمک کی غرض سے اس کے ہمراہ تھا۔ سپہ سالار خراسان نے ان دونوں کی روک تھام کی غرض سے ایک فوج علی بن عمران دیلمی کی افسری میں روانہ کی۔ جونہی شاہی لشکر یزدجرد کے قریب پہنچا' فرہاد قلعہ سکین کی جانب بھاگ گیا اور علاء الدولہ نے نیشاپور کا رخ کیا۔ علی بن عمران نے مقابلہ و جنگ کے بغیر یزدجرد پر قبضہ کر لیا' فرہاد سے جب کچھ بن نہ آئی تو اس نے ان کردوں سے سازش شروع کی جو علی بن عمران کے ہمراہ تھے۔ اتفاق یہ کہ علی بن عمران کو اس سازباز کا پتہ چل گیا۔ کردوں کی اتفاقی صورت نفاق پذیر ہو چلی تھی اس وجہ سے علی بن عمران نے ہمدان کا راستہ اختیار کیا فرہاد کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی آ پہنچا۔ ایک مستحکم مضبوط قلعہ میں جو ہمدان کے راستہ میں تھا' قلعہ نشین ہو گیا' فرہاد نے محاصرہ کر لیا اور سختی سے لڑائی شروع کر دی۔ لیکن برفباری اور بارش فرہاد کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ

بن گئی مجبوراً فرہاد کو قلعہ کے محاصرہ سے ہاتھ کھینچنا پڑا۔ چنانچہ ناکامی کے ساتھ علی بن عمران کو چھوڑ کر واپس ہوا۔ ادھر علی بن عمران نے تاش فرواش سپہ سالار خراسان سے ہمدان میں امدادی فوج بھیجنے کی تحریک کی۔ ادھر علاء الدولہ نے اپنے بھتیجے ابو منصور کو اصفہان لکھ بھیجا کہ جس قدر اسباب جنگ اور روپیہ فراہم ہو سکے جلد سے جلد میرے پاس بھیج دو۔ اتفاقاً شاہی کمک ابو منصور کی امداد آنے سے پہلے پہنچ گئی، علی بن عمران کی قوت پھر عود کر آئی۔ فوج آراستہ کر کے ہمدان سے نکل کھڑا ہوا۔ مقام جرباذقان میں ابو منصور سے مقابلہ ہو گیا۔ علی بن عمران کو اس معرکہ میں کامیابی ہوئی۔ ابو منصور کے ہمراہی زیادہ تر کام آ گئے' باقی ماندہ گرفتار کر لئے گئے' مال و اسباب جنگ لوٹ لیا گیا۔ علی بن عمران نے ابو منصور کو پابہ زنجیر کر کے تاش فرواش سپہ سالار خراسان کی خدمت میں بھیج دیا اور خود ہمدان کی جانب واپس آیا۔ علاء الدولہ اور فرہاد نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر ہمدان پر دو جانب سے حملہ کیا، علی بن عمران نے ان کی مدافعت پر کمر باندھی۔ علاء الدولہ کو شکست ہوئی بھاگ کر اصفہان پہنچا اور فرہاد نے قلعہ شکمین میں جا کر پناہ لی۔

احمد نیال تگین گورنر ہند کی بغاوت و انجام

سلطان مسعود نے غزنی کے انتظام سے فراغت حاصل کر کے خراسان کی جانب ملکی انتظام دیکھنے کی غرض سے کوچ کیا۔ اس اثناء میں یہ خبر آئی کہ گورنر ہند احمد نیال تگین کے دماغ میں خود مختار حکومت کی ہوا سما گئی ہے۔ قبضہ اور خودمختاری پر مائل ہو گیا ہے' خراج سالانہ بھیجنا بند کر دیا ہے۔ سلطان مسعود سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ فوجیں تیار کر کے احمد نیال تگین کی گوشمالی کی غرض سے ہندوستان کی جانب روانہ ہوا۔ احمد نیال تگین، سلطانی مرکب کے آنے کی خبر سن کر اطاعت قبول کر کے بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا۔ قصور کی معافی کی درخواست کی۔ سلطان مسعود نے معاف کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد علاء الدولہ نے اصفہان میں علم بغاوت پھر بلند کیا۔ فرہاد بن مرداویج اس کا شریک تھا۔ سپہ سالار ابو سہل نے ان کی گوشمالی پر کمر باندھی۔ فوجیں جمع کر کے حملہ کیا، فرہاد معرکہ کارزار میں مارا گیا۔ علاء الدولہ نے اصفہان اور جرباذقان کی پہاڑیوں میں جا کر پناہ لی۔ ابو سہل نے ۴۲۵ھ میں اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ علاء الدولہ کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور کتابیں اونٹوں پر بار کر کے غزنی بھیج دیں جنہیں حسین غوری نے اپنے غلبہ کے زمانہ میں جلوا دیا۔

جس وقت سلطان مسعود نے ترکمانوں کی شورش کی وجہ سے خراسان کی جانب توجہ کی اس وقت احمد نیال تگین نے بغاوت و خودمختاری پر پھر کمر باندھی' فوجیں فراہم کیں۔ خراج بھیجنا بند کر دیا۔ سلطان مسعود نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر ۴۲۶ھ میں ایک بڑا لشکر احمد نیال تگین کو ہوش میں لانے کے لئے ہندوستان کی جانب روانہ کیا، ساتھ ہی ہندوستان کے راجوں کو لکھ بھیجا کہ چاروں طرف سے ناکہ بندی کر لیں کسی جانب سے احمد نیال تگین کو فرار کا موقع نہ رہ جائے الغرض افواج شاہی اور احمد نیال تگین میں معرکہ آرائیاں ہوئیں آخرکار احمد نیال تگین شکست کھا کر ملتان کی طرف بھاگا۔ ملتان میں جب پناہ نہ ملی تو بھاطیہ کا قصد کیا، اس وقت تک اس کی رکاب میں سواروں کا ایک پورا دستہ تھا۔ حکمران بھاطیہ روک نہ سکا احمد نیال تگین نے بھاطیہ کا قیام پسند نہ کیا۔ دریائے سندھ عبور کرنا چاہا۔ حکمران بھاطیہ نے کشتیاں فراہم کر دیں' وسط دریا میں ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ احمد نیال تگین یہ سمجھ کر خشکی آ گئی اتر پڑا۔ ملاح حکمران بھاطیہ کے حکم کے مطابق احمد نیال تگین کو جزیرہ میں اتار کر لوٹ آئے۔ احمد نیال تگین اور اس کے ہمراہیوں کو یہ حال کہ جزیرہ غیر آباد اور خشکی سے اس کا تعلق نہیں ہے اس وقت معلوم ہوا جب کشتیاں دور نکل گئیں، بہت کچھ چلائے اور آوازیں دیں' ملاحوں نے کچھ نہ سنا' تن بہ تقدیر خاموش ہو گئے۔ جس قدر زادِ راہ تھا صرف ہو گیا۔ گھوڑوں کو ذبح کر کے کھایا اس پر بھی ان کی بھوک کی آگ نہ بجھی' حکمران بھاطیہ نے ایک فوج جزیرہ میں اتار دی جس نے احمد نیال تگین کے ہمراہیوں کو قتل و غرق کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔ احمد نیال تگین نے خودکشی کر لی' زندہ ہاتھ نہ آیا۔ (تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلطان مسعود نے احمد نیال تگین کی گوشمالی پر ہرناتھ نامی ایک ہندو سردار کو

مامور کیا تھا مگر یہ پہلے ہی مقابلہ میں مارا گیا۔ شاہی لشکر بغیر سردار کے اودھر اودھر منتشر ہو گیا۔ تب سلطان مسعود نے تولک بن حسین کو جو ہندوؤں کا سپہ سالار تھا' ایک بڑے لشکر کا افسر بنا کر روانہ کیا۔ احمد نیال تگین کو اس کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ دریائے سندھ عبور کرتے ہوئے ڈوب گیا۔)

دارا ابن منوچہر کی سرکشی و اطاعت

جرجان اور طبرستان کا صوبہ سلطان محمود کے زمانے سے دارا ابن منوچہر قابوس کی گورنری میں تھا۔ سلطان محمود نے تخت نشین ہو کر اس کا عہدہ بحال رکھا۔ لیکن جب سلطان مسعود بغاوت ہندوستان فرو کرنے کے لئے گیا اور وہاں سے واپسی پر ترکمانوں کے جھگڑے میں مبتلا ہوا' دارا ابن منوچہر نے علاء الدولہ اور فرہاد کے ابھارنے اور سازش سے خراج بھیجنا بند کر دیا۔ جونہی سلطان مسعود کو ترکمانوں کی مہم سے فراغت حاصل ہوئی دارا کی گوشمالی کی طرف متوجہ ہوا چنانچہ ۴۲۶ھ میں جرجان پر قبضہ کر لیا' دارا نے آمد جا کر پناہ لی اور اسے اپنی جائے پناہ بنایا۔ سلطان مسعود نے اس پر بھی چڑھائی کر دی' دارا نے آمد چھوڑ دیا' سلطان مسعود قابض ہو گیا اور اس واقعہ کے بعد دارا کے ہمراہی علیحدہ ہو گئے۔ ہر ایک کو اپنی اپنی جان کے لالے پڑ گئے' سلطان مسعود نے تعاقب پر فوجیں روانہ کیں' قید و قتل کا بازار گرم ہو گیا دارا نے مجبور ہو کر فرمانبرداری کا پیام دیا' بقایا خراج کی ادائیگی کا اقرار کیا۔ سلطان مسعود نے درخواست منظور کر لی۔ شاہی افواج کو خراسان کی جانب واپسی کا حکم دیا۔

علاء الدّولہ اور ابو سہل کی جنگ

ابو سہل حمدونی کو سلطان مسعود نے اصفہان میں گورنری کے عہدہ پر مامور کیا تھا (اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ عبارت نہیں لکھی ہے) ابو سہل کے لشکریوں کو دھوکا دے کر علاء الدولہ کے قریب پہنچا دیا' علاء الدولہ نے ان پر چھاپہ مارا اور جو کچھ ان کے پاس تھا لوٹ لیا۔ اس سے علاء الدولہ کے حوصلے بڑھ گئے۔ اصفہان پر قبضہ کر لینے کی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ فوجیں فراہم کر کے اصفہان پر چڑھ آیا۔ ابو سہل نے اصفہان سے نکل کر مدافعت کی۔ اثناء جنگ میں علاء الدولہ کے ہمراہی ترکمانوں نے ابو سہل سے سازش کر لی' مقابلہ کے وقت ابو سہل کی فوج میں مل گئے۔ علاء الدولہ کو شکست ہوئی' سارا لشکر لوٹ لیا گیا' بحالِ پریشان یزدجرد تک پہنچا۔ جب یہاں بھی پناہ نہ ملتی نظر آئی تو طرم چلا گیا۔ والیٔ طرم ابن سالار نے بھی پناہ نہ دی۔

طغرل بک

محمودی حکومت کے عہد میں ارسلان بن سلجوق کی گرفتاری اور قید کے حالات اور ترکمانوں کے جلاوطن ہو کر خراسان کی طرف جانے کے واقعات آپ اوپر پڑھ چکے ہیں' اعادہ کی ضرورت نہیں ہے' اسی زمانہ میں طغرل بک اور اس کے برادران بیغو (بیغو) و جعفر بیگ نے اپنے قبائل و خاندان کے ساتھ اطرافِ بخارا میں سکونت اختیار کی' کچھ عرصہ بعد اپنی فطرت کے مطابق فتنہ انگیزی و شرارت شروع کر دی علی تگین والیٔ بخارا سے جھگڑے پیدا ہوئے' متعدد لڑائیاں ہوئیں' متعدد مرتبہ ان لوگوں نے لشکر بخارا پر حملہ کیے تب اہلِ ملک نے متفق ہو کر حکومت و سلطنت کا ساتھ دیا اور مستعد و آمادہ ہو کر ترکمانوں کے خاتمہ پر تیار ہو گئے۔ ان واقعات میں ترکمانوں کو جانی اور مالی نقصانات اٹھانا پڑے۔ بالآخر مجبور ہو کر ۴۱۹ھ میں خراسان کی جانب جلاوطن ہوئے اور گورنر خوارزم ہارون بن التونتاش کی خدمت گزاری کو روزی کا ذریعہ بنایا۔ کچھ عرصہ بعد جب ہارون کو ان کی حرکات و افعال کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے عہد و اقرار کو بالائے طاق رکھ دیا۔ ترکمانوں نے درہ نساء میں جا کر پناہ لی پھر وہاں سے مرو کا قصد کیا اور سلطان مسعود سے امان کی درخواست کی۔ سلطان مسعود نے ایلچی کو گرفتار کر لیا اور درخواست نامنظور کر دی اور ایک بڑی فوج ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کی چنانچہ مقام نساء میں شاہی فوج نے ترکمانوں پر حملہ کیا۔ ترکمان پریشان ہو کر ادھر ادھر اطرافِ بلاد میں چلے گئے اور ان کے فسادات و نقصانات وبا کی طرح تمام ممالک میں عام طور سے

پھیل گئے۔

انہی واقعات کے اثناء میں جعفر بیگ داؤد نے نیشاپور پر قبضہ کر لیا' ابو سہل حمدونی گورنر نیشاپور چھوڑ کر بھاگ گیا اس کے بعد طغرل بک وارد نیشاپور ہوا۔ دارالخلافت بغداد سے خلافت مآب کا قاصد فرمان شاہی لے کر آیا۔ یہ فرمان ان ترکمانوں اور ان عراقی ترکمانوں کے نام تھا جنہوں نے رے اور ہمدان میں فتنہ و فساد بھڑکا رکھا تھا' خلافت مآب نے ان لوگوں کو فتنہ و فساد کرنے سے روکا تھا' اپنی طاقت و قوت سے ڈرایا تھا' اس کے ساتھ ہی بشرطِ اطاعت و فرمانبرداری جاگیرات و انعامات دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ترکمانوں نے شاہی قاصد کو بہ عزت و احترام ٹھہرایا' بڑی آؤ بھگت سے ملے۔

جعفر بیگ داؤد نے نیشاپور پر قبضہ کرنے کے بعد نیشاپور کی غارت گری کا قصد کیا کیونکہ نیشاپور والے نہایت مال دار اور خوش حال تھے۔ طغرل بک نے روکا' خلافت مآب کی ہدایت کی طرف توجہ دلائی۔ اتفاق یہ کہ اسی منع و اصرار کے زمانہ میں جعفر بیگ داؤد عارضہ فالج میں مبتلا ہو گیا۔ اس پر بھی جب جعفر بیگ اپنے ارادہ بد سے باز نہ آیا تو طغرل بک نے یہ دھمکی دی کہ اگر تم نیشاپور کی غارت گری کا ارادہ ترک نہ کرو گے تو میں اپنے کو ہلاک کر ڈالوں گا۔ جعفر بیگ داؤد یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ نیشاپور کی غارت گری سے ہاتھ کھینچ لیا مگر پھر بھی تیس ہزار دینار سرخ اہل نیشاپور سے تاوان کے طور پر جبراً وصول کر کے اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیئے۔ طغرل بک نے شاہی تخت پر ایوان شاہی میں جلوس کیا' سارے شہر میں چراغاں کرایا۔ ہفتہ میں دو دن رعایا کے ظلم سننے کے لئے دربار کرتا تھا جیسا کہ خراسان کے گورنروں کا دستور تھا اور دھوکا و فریب دینے کی غرض سے منبروں پر سلطان مسعود کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔

جس وقت ان واقعات کی اطلاع سلطان مسعود کے شاہی دربار میں ہوئی' آگ بگولہ ہو گیا۔ فوجیں فراہم کر کے غزنی سے خراسان کی جانب روانہ ہوا' ماہ صفر ۴۳۰ھ میں بلخ پہنچا چونکہ ملوکِ خانیہ بھی فتنہ و فساد آئے دن اٹھاتے رہتے تھے اس وجہ سے آئندہ فتنہ و فساد کا دروزہ بند کرنے کے لئے ان کی لڑکی سے عقد کر لیا۔ صوبہ خوارزم جاگیر کے طور پر مرحمت فرمایا۔ اسمٰعیل بھاگ کر طغرل بک کے پاس چلا گیا غرضیکہ اس طرح سے خوارزم کے انتظام اور ملوک خانیہ کی فتنہ انگیزی و شرارت سے سلطان مسعود کو فراغت حاصل ہو گئی۔

سلطان مسعود نے ایک بڑی فوج کے ساتھ اپنے حاجب شیبانی کو طغرل بک کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ شیبانی اپنی فوج لئے ترکمانوں کی طرف بڑھا لیکن سلطان مسعود کو اس سے تشفی نہ ہوئی خود ترکمانوں کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوا۔ سرخس پہنچا۔ ترکمان یہ خبر پا کر مقابلہ پر آئے' مرو اور خوارزم کے درمیانی دروں اور پہاڑوں کی طرف پناہ گزین ہونے کی غرض سے بھاگے۔ سلطان مسعود نے نہایت تیزی سے تعاقب کیا۔ ماہ شعبان ۴۳۰ھ میں ان کے سروں پر پہنچ کر حملہ آور ہوا۔ ترکمان شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے لیکن زیادہ دور تک نہ گئے تھے کہ پلٹ کر قرب و جوار کے قصبوں اور شہروں میں لوٹ مار شروع کر دی۔ سلطان مسعود نے دوبارہ حملہ کیا۔ اس معرکہ میں ڈیڑھ ہزار ترکمان کھیت رہے' باقی ماندہ نے بھاگ کر ایک درہ میں پناہ لی۔ اہلِ نیشاپور نے یہ خبر پا کر شاہی فوج میں داخل ہو کر ان باقی ماندہ پر یورش کی اور ان میں سے اکثر کو قتل کر ڈالا۔ بقیۃ السیف نے اپنے ان ساتھیوں کے پاس جا کر پناہ لی جو واقعات مذکورہ بالا سے پہلے اپنی گئی ہوئی قوت سنبھالنے کے لئے بعض دشوار گزار پہاڑیوں کے دروں میں چھپے ہوئے تھے۔

سلطان مسعود یہ خیال کر کے کہ ترکمانوں کی گوشمالی زیادہ ہو چکی ہے اب سر نہ اٹھائیں گے و فوج کی فراہمی کی غرض سے ہرات کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی ہرات نہ پہنچنے پایا تھا کہ یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ طغرل بک نے استر آباد پر قبضہ کر لیا ہے اور اس خیال سے وہاں قیام پذیر ہے کہ موسم سرما اور برف باری کی وجہ سے سلطان مسعود استر آباد کا رخ نہ کرے گا لیکن سلطان مسعود نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر ایک دن بھی تاخیر پسند نہ کی' فوراً لوٹ پڑا۔ طغرل بک نے یہ سن کر استر آباد چھوڑ دیا۔ سلطان مسعود نے طوس سے کوہ رے کی جانب قدم بڑھایا جہاں طغرل بک اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سلطان کے خوف سے پناہ گزین تھا۔ چونکہ ترکمانوں اور سلجوقیوں میں پہلے سے دوستانہ تعلقات تھے لہٰذا ایسے وقت میں ان لوگوں نے ترکمانوں کا ساتھ دیا اور دشوار گزار پہاڑیوں کی چوٹیوں تک پہنچنے میں مدد دی' ترکمان اس غیبی مدد کو غنیمت شمار کر کے اپنے مال و اسباب چھوڑ کر بلند پہاڑ کی چوٹیوں پر جا کر پناہ گزین ہوئے شاہی لشکر نے ان کے بال و اسباب

کو لوٹ لیا اور جن جن شہروں پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا واپس لے لیا۔ اس کے بعد سلطان مسعود خود اپنی فوج کے ساتھ ترکمانوں کے تعاقب میں ان پہاڑیوں کی جانب چلا جہاں کہ باقی ماندہ ترکمان پناہ گزین تھے۔ جاڑے کا موسم تھا برف باری ہو رہی تھی شاہی فوج کا اکثر حصہ ہلاک ہو گیا اس کے باوجود شاہی افواج کو ترکمانوں کے تعاقب میں کامیابی ہوئی پہاڑ کی چوٹیوں نے ان بھگوڑے ترکمانوں کو پناہ نہ دی۔ دل کھول کر پامال کیے گئے۔

سلطان مسعود اور طغرل بک

جمادی الاول ۴۳۱ھ میں سلطان مسعود نے موسم سرما گزارنے کی غرض سے نیشا پور کا ارادہ کیا تاکہ وہاں چندے آرام کر کے فصل ربیع کے آتے ہی ترکمانوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو۔ طغرل بک اس ارادہ شاہی سے مطلع ہو کر پہاڑی دروں اور چوٹیوں سے نکل آیا۔ قتل و غارت گری کرنے لگا سلطان مسعود نے اپنی سطوت و جبروت سے ڈرایا قتل و پامالی کی دھمکی دی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ طغرل بک نے اس کے جواب میں آیت کریمہ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ لکھ کر بھیجی تھی۔ سلطان مسعود نے اس کے جواب میں نرمی کا خط لکھا۔ خلعت بھیجا انعامات دینے کا وعدہ کیا اور یہ حکم دیا کہ تم خلق اللہ کی ایذا رسانی اور شاہی مقبوضات کی غارت گری سے کنارہ کش ہو کر دریائے جیحوں عبور کر کے آمد چلے آؤ۔ سلطان مسعود نے محض تحریر پر اکتفا نہ کیا بلکہ طغرل بک کو نسا کا اور جعفر بیگ داؤد کو دہستان کا اور بیغو کو مداوہ کا حکمران بنایا اور ہر ایک کو دہقان کا خطاب دیا مگر ان لٹیرے ترکمانوں نے ان عطیات شاہی کو قبول نہ کیا اور نہ شاہی عہد و اقرار پر بھروسا کیا۔ قتل و غارت گری جیسا کہ پہلے کرتے تھے اسی طرح غارت گری میں معروف رہے۔

کچھ عرصہ بعد خودبخود اس فعل بد سے ہاتھ کھینچ لیا اور فریب دینے کی غرض سے مسعود کو بلخ میں پیام بھیجا کہ ہم لوگ اپنی بری حرکتوں سے باز آتے ہیں اور علم شاہی کی اطاعت قبول کرتے ہیں شاہی رحم و کرم سے ہمارے بھائی ارسلان کو جو شاہی حکم سے ہندوستان میں قید ہے قید کی مصیبت سے نجات دے دی جائے اور ہمارے پاس بھیج دیا جائے۔ سلطان مسعود فریب میں آ گیا۔ ارسلان کو قید سے رہا کر کے ہندوستان سے واپس بلا لیا مگر جب ان ترکمانوں نے ایفاء اقرار نہ کیا تو پھر اسے دوبارہ جیل میں ڈال دیا۔

سلطان مسعود کی ترکمانوں پر فوج کشی

جب سلجوقیہ ترکمانوں نے اطراف خراسان پر ایک گونہ قبضہ حاصل کر لیا اور شاہی لشکر ان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ حاجب شیبانی کو شکست ہوئی سلطان مسعود کو سخت شاق گزرا کمر ہمت باندھ کر اٹھ کھڑا ہوا' فوجیں فراہم کیں' انعامات دیئے' سامان جنگ درست کیا اور ایک بڑی فوج کے ساتھ غزنین سے ترکمانوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا اس فوج کے ساتھ ہاتھیوں کا جھنڈ بھی تھا جیسا کہ اس سے پہلے اور لڑائیوں میں ہاتھیوں کو فوج کے آگے رکھتے تھے اسی طرح ترتیب سے اس مہم میں رکھا بلخ کے قریب پڑاؤ کیا۔ جعفر بیگ داؤد نے بھی اس سے مطلع ہو کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ شاہی لشکر کے مقابلہ پر ڈیرے ڈال دیئے' ایک روز موقع پا کر شاہی کیمپ پر شب خون مارا اور شاہی خیمہ کے سامنے سے خاصے کے کئی گھوڑے اونٹ ہاتھی جس میں بہت بڑا شاہی ہاتھی بھی تھا پکڑ کر لے گئے۔ اس واقعہ سے سلطان مسعود غصہ سے کانپ اٹھا۔ اسی وقت بلخ سے کوچ کا حکم دیا۔ یہ واقعہ رمضان ۴۲۹ھ کا ہے۔

سلطان مسعود کی رکاب میں اس وقت ایک لاکھ فوج تھی کوچ و قیام کرتا ہوا جرجان پہنچا۔ حاکم جرجان کو جو سلجوقیوں کی طرف سے تھا گرفتار کر کے صلیب پر چڑھا دیا پھر مرو میں وارد ہوا۔ جعفر بیگ داؤد بھاگ کر سرخس پہنچا' یہاں پر اس کے برادران طغرل بک اور بیغو بھی آ کر مل گئے۔ سلطان مسعود نے صلح کا پیغام بھیجا۔ بیغو اپنی قوم کی طرف سے وفد لے کر شاہی دربار میں آیا۔ سلطان مسعود نے عزت و احترام سے ٹھہرایا خلعت دیا۔ واپسی کے وقت کہتا گیا کہ سلطان کے خوف سے ہم اور ہمارے ہمراہی صلح نہ کریں گے۔ اس سے سلطان مسعود کو سخت تردد ہوا بحکم ہر کہ تنگ آید بجنگ آید' پھر ان کے تعاقب میں کمربستہ ہو کر ہرات سے نیشا پور کی طرف روانہ ہوا۔

ترکمانوں نے نیشا پور چھوڑ کر سرخس کا قصد کیا۔ سلطان مسعود بھی سرخس کی طرف بڑھا۔ غرض کہ ترکمان ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف بھاگتے تھے اور سلطان مسعود تعاقب میں تھا‘جنگ و مقابلہ کی نوبت نہ آئی یہاں تک کہ سردی کا موسم آ گیا مجبوراً موسم سرما گزارنے کے لئے نیشا پور میں قیام کرنا پڑا‘موسم سرما بھی گزر گیا لیکن سلطان لہو و لعب میں مصروف اپنے کاموں سے غافل خواب خرگوش میں پڑا رہا۔ وزراء امراء اور اراکین دولت جمع ہو کر شاہی دربار میں حاضر ہوئے اور دشمنان حکومت کو سرکوبی کے بغیر چھوڑ رکھنے پر نصیحتانہ عرض معروض کی۔ چنانچہ سلطان مسعود فوجیں جمع کر کے نیشا پور سے مرو کی طرف ترکمانوں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ترکمان یہ خبر پا کر ایک پہاڑ کے درہ میں گھس گئے۔ سلطان مسعود دو منزل تک تعاقب کرتا چلا گیا۔

شاہی لشکر روزانہ کے سفر سے پریشان ہو گیا تھا۔ تین برس کا زمانہ گزر چکا تھا‘ حاجب شیبانی کی رکاب میں جس وقت سے کہ سلجوقیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا تھا‘برابر سفر و جنگ کرتے تھے‘اسی تعاقب کے زمانے میں ایک روز ایسے مقام پر پڑاؤ ڈالا گیا تھا جہاں پر پانی کم تھا۔ عوام الناس اور اراکین دولت میں پانی لینے پر جھگڑا ہو گیا۔ اس سے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔ آپس ہی میں لوٹ مار شروع ہو گئی۔ جعفر بیگ داؤد شاہی کیمپ کے قریب ہی تھا‘اکا دکا شاہی لشکر کا جو مل جاتا تھا اسے گرفتار کر لیتا تھا‘انہیں لوگوں کے ذریعہ سے اس کی خبر لگ گئی‘ اپنے ہمراہیوں کو تیار کر کے شاہی لشکر پر آ پڑا۔ شاہی لشکر اس وقت اس حال بد میں مبتلا تھا ناگہانی حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ صرف سلطان مسعود وزیر السلطنت کے ساتھ ثابت قدمی کے ساتھ معرکہ میں کھڑا ہوا لشکریوں کو جنگ پر ابھارتا رہا اور ان کے لوٹنے کا حکم دیتا رہا مگر کسی نے کچھ نہ سنا‘بہ مجبوری سلطان مسعود اور وزیر السلطنت کو بھی بھاگنا پڑا۔ جعفر بیگ داؤد نے تھوڑی دور تک تعاقب کیا اور نہایت سختی کے ساتھ قتل کرتا رہا پھر واپس ہو کر شاہی لشکر گاہ میں آیا جسے اس کے ہمراہیوں نے لوٹ لیا تھا۔ جعفر بیگ داؤد نے مال و اسباب اپنے ہمراہیوں پر تقسیم کر کے شاہی تخت پر جلوس کیا۔ تین شب و روز لشکر شاہی کی واپسی کے خوف سے اسی مقام پر پڑا رہا۔ سلطان مسعود ماہ شوال ۴۳۱ھ میں غزنی پہنچا‘شیبانی اور دوسرے امراء اور سپہ سالارانِ لشکر کو جو جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے‘گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔

محاصرۂ بلخ

اس واقعہ سے سلجوقیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ طغرل بک نے نیشا پور کی جانب قدم بڑھایا چنانچہ آخر ۴۳۱ھ میں قبضہ حاصل کر لیا۔ لشکریوں نے نیشا پور کو جی کھول کر تاخت و تاراج کیا۔ بہت بڑے ہنگامہ و فساد کا دروازہ کھلا۔ قتل و غارت‘ بدکاری دن دہاڑے کرنے لگے‘ اس سے طغرل بک کے خوف کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا‘ بے چون و چرا اس کی حکومت کے آگے سب نے گردنیں جھکا دیں اور سلجوقیہ ان شہروں پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد بیغو نے ہرات کا قصد کیا اور پہنچتے ہی قابض ہو گیا۔ جعفر بیگ داؤد بلخ کی طرف بڑھا یہاں کا گورنر التونتاش حاجب تھا جسے سلطان مسعود اپنا نائب بنا گیا تھا‘التونتاش کے پاس جعفر بیگ داؤد نے اطاعت قبول کرنے کا پیغام بھیجا۔ التونتاش نے قاصد کو گرفتار کر لیا‘داؤد نے بلخ کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان مسعود کو اس کی خبر لگی‘ سلجوقیوں کی مدافعت اور اہلِ بلخ کی امداد کی غرض سے ۴۳۲ھ میں ایک عظیم الشان اور جرار لشکر لے کر روانہ کیا۔ چنانچہ اس لشکر کے دو حصے ہو گئے‘فوج کا ایک حصہ کارخ کی طرف گیا اور اس نے سلجوقی ترکمانوں کو ان اطراف سے مار بھگایا۔ ترکمان نہایت ابتری سے بھاگے‘ شاہی لشکر نے انہیں نہایت سختی سے قتل و پامال کیا۔ فوج کا دوسرا حصہ بیغو کی سرکوبی کے لئے ہرات گیا‘اس نے بھی نمایاں کام کیے‘ بیغو اور اس کے ہمراہیوں کو ہرات سے مار کر نکال دیا۔

اسی زمانہ میں دوسرا لشکر شہزادہ مودود کی ماتحتی میں ترکمانوں کی گوشمالی کے لئے بھیجا۔ وزیر السلطنت ابو نصر احمد بن محمد بن عبدالصمد شہزادہ کی رکاب میں تھا۔ رفتہ رفتہ بلخ کے قریب پہنچے۔ اس وقت داؤد بلخ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا‘فتح نہیں ہوا تھا۔ داؤد نے شہزادہ مودود کی خبر پا کر ایک دستہ فوج اس کی روک ٹوک پر مامور کیا۔ شہزادہ مودود کے ہراول سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ مودود نے پہلے ہی حملہ میں شکست دے دی۔ مفرورین نے دائرہ کے پاس جا کر دم لیا‘مودود نے کسی مصلحت سے مفروروں کا تعاقب نہ کیا۔ التونتاش کو یہ خبر پہنچی تو اس نے

نہایت تپاک سے اپنے شہزادہ کا استقبال کیا اور اطاعت قبول کر لی۔

سلطان مسعود کی معزولی اور سلطان محمد کی تخت نشینی

سلطان مسعود شہزادہ مودود کو سلجوقیوں کی مدافعت کی غرض سے خراسان کی طرف روانہ کر کے سات دن تک غزنی میں مقیم رہا۔ ماہ ربیع الاول ۴۳۲ھ میں ہندوستان کی جانب کوچ کیا تا کہ موسم سرما اپنے باپ مرحوم سلطان محمود کی طرح ہندوستان میں گزارے اور راجپوتوں کو سلجوقیوں کی جنگ پر ابھار لائے۔ اس سفر میں اس کا بھائی محمد بھی ہمرکاب تھا۔ اراکین حکومت سلطان مسعود سے متنفر ہو گئے تھے چنانچہ سب نے اس کی معزولی اور محمد کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا جونہی دریائے جیحوں عبور کیا اور خزانۂ شاہی کا کچھ حصہ آگے نکل گیا انوش تکین بلخی غلامان ندادیہ کی ایک جماعت کو لے کر علیحدہ ہو گیا اور بقیہ خزانہ کو لوٹ کر محمد کے ہاتھ پر سلطنت کی بیعت کر لی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الثانی سنہ مذکور کا ہے۔

اس واقعہ سے شاہی لشکر میں پھوٹ پڑ گئی' باہم بھڑ گئے۔ معاملات نازک ہو گئے' فوج کا زیادہ حصہ باغی ہو گیا' سلطان مسعود نے شکست اٹھا کر رباط میں جا کر پناہ لی' فوجی باغیوں نے گھیر لیا بالآخر امان دے کر گرفتار کیا۔ سلطان محمود کے پاس لائے۔ سلطان محمد نے کہا آپ جہاں چاہیں سکونت اختیار کیجئے' معزول سلطان نے قلعہ گیری کو پسند کیا۔ چنانچہ سلطان محمد نے اسے قلعہ گیری روانہ کر دیا اور والی قلعہ کو عزت و احترام سے پیش آنے کی ہدایت کی اور خود غزنی کی جانب واپس ہوا۔

سلطان مسعود کا قتل

سلطان محمد (تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ چونکہ سلطان محمد آنکھوں سے معذور تھا اس وجہ سے اپنے بیٹے احمد کو حکومت و سلطنت کے سیاہ و سفید کا اختیار دیا تھا اور احمد کو عقلی مادہ نہ تھا) نے غزنی پہنچ کر عنان حکومت اپنے بیٹے احمد کو عنایت کی اور خود گوشہ نشین ہو گیا۔ احمد اختیارات شاہی پاتے ہی اپنے چچا مسعود (معزول سلطان) کے قتل کی فکر کرنے لگا۔ اس کے دوسرے چچا یوسف' علی خشاوند وغیرہ نے اس خیال کی تائید ہی نہیں کی بلکہ فوری طور پر اس کام کے انجام دینے پر اُبھارا' چنانچہ احمد نے اپنے باپ سلطان محمد سے رائے لئے بغیر قلعہ گیری میں جا کر مسعود کو بارِ حیات سے سبکدوش کر دیا۔ سلطان مسعود کا بیٹا مودود اس وقت خراسان (بلخ) میں تھا۔ سلطان محمد نے لکھ بھیجا کہ تمہارے پدر بزرگوار کو احمد نیال تکین کے لڑکوں نے اپنے باپ کے بدلے میں قتل کر ڈالا۔ مودود کو اس سے سخت برہمی پیدا ہوئی' ناراضگی کا خط لکھا' لشکریوں نے سلطان محمد کی گوشہ نشینی سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ رعایا کا مال و اسباب لوٹنا شروع کر دیا۔ سلطان محمد اپنی کمزوری طبیعت کی وجہ سے انہیں نہ روک سکا۔ مجبوراً ان سے علیحدہ ہو گیا۔

سلطان مسعود کا کردار

سلطان مسعود (سلطان مسعود کی معزولی و قتل اور سلطنت ضائع ہونے کے ظاہری اسباب میں سے ایک سبب یہ تھا کہ جس وقت ۴۲۹ھ میں سلجوقیوں نے خراسان میں سر اٹھایا تھا' قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا تھا۔ سلطان مسعود نے ان کی گوشمالی و پامالی نہ کی اور اسے غیر ضروری سمجھ کر ہندوستان کے راجپوتوں کو زیر کرنے کی طرف متوجہ ہوا حالانکہ اراکین دولت نے اس کے خلاف مشورہ دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خراسان کے صوبہ سے سلطان مسعود کا اثر جاتا رہا۔ قتل و غارت گری کے خوف سے خراسان والے سلجوقیوں کے مطیع ہو گئے۔ سلطان مسعود ہندوستان کی مہم سے فارغ ہوا تو سردی کا موسم تھا' برف باری ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ سلجوقی ترکمانوں کے قدم استقلال کے ساتھ حکومت خراسان پر جم گئے تھے جن کا ختم کرنا ذرا دشوار تھا۔ دوسرا سبب یہ پیش آیا کہ ۴۳۱ھ میں سلجوقیوں سے شکست کھا کر غزنی سے شاہی خزانے لے کر ہندوستان کی جانب چلا۔ حکومت غزنی اور اس کے صوبوں پر اپنے لڑکوں کو مامور کیا۔ جوں ہی دریائے جیحوں کو عبور کر کے رباط مارکلہ میں پہنچا بعض نمک حرام غلاموں کو لالچ پیدا ہوئی۔ خزانہ لوٹ لیا۔ پھر شاہی انتقام اور سزا کے خوف سے

یہ مشورہ کیا کہ اگر حکومت و سلطنت کی تبدیلی نہ ہو گی تو اس جرأت و دلیری کی سزا ہم لوگوں کو بھگتنا پڑے گی۔ بہتر یہ ہے کہ سلطان مسعود کو معزول کر کے محمد کو تخت حکومت پر متمکن کریں چنانچہ ایسا ہی کیا۔ دیکھو تاریخ فرشتہ مقالہ اول سلطان مسعود) شجاع، سخی اور خوش اخلاق تھا۔ علماء، فضلاء اور شعراء کو دوست رکھتا تھا۔ خود بھی ذی علم تھا، ان لوگوں کو انعامات دیتا تھا۔ حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرتا تھا۔ نمازی تھا، شب میں نوافل کثرت سے پڑھتا تھا۔ مختلف علوم کی کتابیں اس کے نام نامی سے معنون کی گئیں، اس کے زمانہ حکومت میں اکثر شہروں میں مساجد بنائی گئیں۔ اس کے دائرۂ حکومت میں اصفہان، ہمدان، رے، طبرستان، خوارزم، خراسان، بلاد اردن، کرمان، بجستان، سندھ، رخج، غزنی اور غور کے اکثر شہر تھے، ہندوستان کے اکثر شہروں پر بھی اس کا قبضہ تھا۔ غرض کہ خشکی و تری کے رہنے والے اس کی حکومت کے مطیع تھے۔ متعدد اشخاص نے اس کی سوانح عمری لکھی ہے، اس کے حالات اور اوصاف لکھنے کے لئے جداگانہ کتاب کی ضرورت ہے۔

سلطان محمد کا قتل

جس وقت سلطان مسعود کے مارے جانے کی خبر اس کے بیٹے مودود کو خراسان پہنچی ساری دنیا آنکھوں میں تیرہ و تار نظر آنے لگی، فوراً فوجیں جمع کر کے غزنی پر چڑھ آیا۔ ماہ شعبان ۴۳۲ھ سلطان محمد سے معرکہ آرائی ہوئی، مودود کو کامیابی ہوئی، سلطان محمد اپنے دونوں بیٹوں احمد و عبدالرحمٰن اور خواجہ علی انوش تکین بلخی اور علی خشاوند کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ مودود نے ان سب کو موت کی سزا دی۔ عبدالرحمٰن کو اس وجہ سے قتل نہ کیا کہ سلطان مسعود کے زمانہ قید و گرفتاری میں بحُسن سلوک اور نرمی سے پیش آیا تھا۔ ان مقتولوں کے علاوہ جن جن لوگوں نے سلطان مسعود کی معزولی اور قتل میں سازش کی تھی، چن چن کر قتل کیا اور اپنے دادا محمود کے قدم بقدم چلنے لگا۔

سلطان مودود

سلطان مسعود نے ۴۲۶ھ میں اپنے دوسرے بیٹے مجدود کو ہندوستان کے صوبوں کا گورنر مقرر کیا تھا۔ جس وقت اسے سلطان مسعود کے قتل کی خبر پہنچی اپنی حکومت و سلطنت کی بیعت لی، لاہور کو دارالحکومت قرار دیا، ملتان پر قبضہ کر لیا۔ (مجدود کے مقبوضات کا دائرہ دریائے سندھ سے تھانیسر تک تھا دیکھو تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۴۴) شاہی خزانہ پر قابض ہو گیا۔ فوجیں فراہم کیں اور اپنے بھائی سلطان مودود کی مخالفت کا جھنڈا لے کر غزنی کا قصد کیا۔ اتفاق سے بقر عید کا دن آ گیا، خوشی خوشی عید منائی۔ عید کے تیسرے دن صبح کو اپنے دارالحکومت لاہور میں مردہ پایا گیا۔ قاتل کا کچھ پتہ نہ چلا اور نہ قتل کا سبب معلوم ہوا۔ اس ناگہانی واقعہ سے سلطان مودود نے فوج کشی روک دی، بہ اطمینان تمام امورِ سلطنت کے انتظام میں مصروف ہو گیا، کسی قسم کا اندرونی فتنہ باقی نہ رہا۔ البتہ سلجوقی ترکمانوں کی مخالفت و سرکشی بدستور قائم رہی، انہوں نے صوبہ خراسان کو اپنی جولان گاہ بنا رکھا تھا، آئے دن فتنہ و فساد کا بازار گرم رہتا تھا۔ خان ترک نے ماوراء النہر سے اطاعت و فرماں برداری کا پیام دیا اور مطیع ہو گیا۔

ملک خوارزم پر سلطان محمود اور اس کے بیٹے سلطان مسعود کا قبضہ رہا، التونتاش حاجب جو امراء غزنویہ میں سے بہت بڑا سردار تھا اس کی گورنری پر مامور تھا جن دنوں سلطان محمود کے انتقال کے بعد سلطان مسعود اپنے بھائی محمد کے جھگڑوں میں مصروف تھا علی تکین حکمران بخارا نے فوجیں فراہم کر کے حملہ کر دیا۔ جوں ہی سلطان مسعود کو خانہ جنگی سے فراغت حاصل ہوئی اور استقلال کے ساتھ تخت حکومت غزنی پر متمکن ہو گیا، التونتاش گورنر خوارزم کو لکھ بھیجا کہ علی تکین کی جرات و دلیری کی سزا دہی کی غرض سے اس کے مقبوضات پر حملہ کر دو اور بخارا اور سمرقند وغیرہ اس کے قبضہ و تصرف سے نکال لو۔ فرمان روانہ کرنے کے بعد ایک بڑی فوج کو التونتاش کی کمک پر روانہ کیا چنانچہ شاہی فوج نے ۴۲۴ھ میں دریائے جیحوں عبور کیا اور التونتاش کے ساتھ علی تکین پر حملہ آور ہوئی۔ علی تکین میں شاہی فوج کے مقابلہ کی قوت نہ تھی۔ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا، اس کے مقبوضات کے زیادہ حصہ پر التونتاش کا قبضہ ہو گیا۔ چونکہ یہ ممالک زرخیز نہ تھے اور فوجی مصارف بڑھے ہوئے تھے، سلطان مسعود سے واپسی کی اجازت لے کر خوارزم کی جانب واپس ہوا۔ علی تکین موقع کا

منتظر تھا' پیچھے سے حملہ کر دیا۔ التونتاش نہایت ثابت قدمی و مردانگی سے پلٹ کر مدافعانہ حملہ آور ہوا۔ علی تگین شکست کھا کر بھاگا اور قلعہ دیوسیہ میں جا کر پناہ لی۔ التونتاش نے اس کا محاصرہ کر لیا اور نہایت سختی سے لڑائی جاری رکھی۔ علی تگین نے مجبور ہو کر امن کی درخواست کی' لطف و کرم کا خواست گار ہوا۔ التونتاش نے محاصرہ اٹھا لیا اور خوارزم واپس آیا۔ اسی پچھلے واقعہ میں التونتاش زخمی ہو گیا تھا۔ خوارزم پہنچ کر زخم میں زہریلا مادہ پیدا ہو گیا جس سے اس کی موت واقع ہوئی۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ ہارون' رشید' اسماعیل' التونتاش کے مرنے پر اس کے وزیر احمد بن عبدالصمد نے خزانہ سنبھالا۔عنانِ حکمرانی اپنے ہاتھ میں لی یہاں تک کہ بارگاہِ شاہی سے ہارون (التونتاش کا بڑا بیٹا) حکومت خوارزم کی سند حاصل کر کے خوارزم آیا۔

طغرل بک کا خوارزم پر قبضہ

اس اثناء میں وزیر السلطنت میمندی کا انتقال ہو گیا۔ قلمدان وزارت ابو نصر کے سپرد کیا گیا۔ وزیر السلطنت ابو نصر نے اپنے بیٹے عبدالجبار کو نائب گورنر مقرر کر کے خوارزم بھیج دیا' عبدالجبار اور ہارون میں ان بن ہو گئی۔ ہارون نے ماہ رمضان ۴۲۵ھ میں کھلم کھلا بغاوت کا اعلان کر دیا۔عبدالجبار اس خوف سے کہ مبادا ہارون کسی سخت مصیبت میں مبتلا کر دے' روپوش ہو کر غزنی چلا آیا۔سلطان مسعود کے خوب کان بھرے' سلطان مسعود نے بلا تفتیش اصل واقعہ شاہ ملک ابن علی کو جو کہ خوارزم کے قرب ▪ جوار کے شہروں کا حکمران تھا'ہارون پر فوج کشی کرنے کے لئے بھیجا چنانچہ شاہ ملک نے خوارزم پر چڑھائی کی۔ صوبہ خوارزم پر بزور تیغ قابض ہوا۔ ہارون اپنے بھائی اسماعیل کے ساتھ بھاگ نکلا۔ فریادی صورت بنا کر طغرل بک اور داؤد کے پاس پہنچا۔ طغرل بک نے داؤد کو خوارزم کی طرف بڑھنے کا اشارہ کیا۔ ہارون و اسماعیل بھی رکاب میں تھے'خوارزم کے باہر ایک کھلے میدان میں معرکہ آرائی ہوئی۔ شاہ ملک کی فوج میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ طغرل بک نے کامیابی کے ساتھ خوارزم پر قبضہ کر لیا۔ ان واقعات کے بعد سلطان مسعود کا واقعہ پیش آگیا اور اس کا بیٹا مودود تخت آرائے حکومت ہوا۔ سلاطین غزنویہ کی قوت کمزور ہو چکی تھی۔

شاہ ملک کا فرار و گرفتاری

شاہ ملک شکست کھا کر اپنا مال و خزانہ لے کر ایک دشوار گزار درہ سے گزر کر کرو ہستان پہنچا۔ طغرل بک کا خوف اس قدر غالب تھا کہ یہاں پر قیام پذیر نہ ہوا۔ طبس ہوتا ہوا کرمان جا کر دم لیا'جب یہاں بھی اس کے قلب کو سکون حاصل نہ ہوا تو صوبہ مکران کی طرف بھاگا۔ ارتاش برادر ابراہیم نیال نے (یہ طغرل بک کے چچا کا بیٹا تھا) چار ہزار سواروں سے شاہ ملک کا تعاقب کیا اور گرفتار کر کے جعفر بیگ داؤد کے حوالے کر دیا۔ مال و اسباب جو کچھ تھا لوٹ لیا۔ اس کے بعد ارتاش باد غیس کی جانب لوٹا اور ہرات پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا۔ اہلِ ہرات جنگ و خونریزی کے خوف سے قلعہ نشین ہو گئے۔

جنگ سلطان مودود و طغرل بک

ترکمان سلجوقیہ نے صوبہ خراسان پر قابض ہوتے ہی اس کے تمام متعلقہ شہروں پر قبضہ کر لیا۔ طغرل بک نے جرجان' طبرستان اور خوارزم پر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ ابراہیم نیال' ہمدان' رے اور جبل پر قابض ہو گیا۔ داؤد بن میکائیل نے خراسان اور اس کے متعلقہ شہروں پر قبضہ کر لیا۔ سلطان ابو الفتح مودود نے ۴۳۵ھ میں ایک لشکر اپنے حاجب کی ماتحتی میں سلجوقیوں کو خراسان سے نکالنے کی غرض سے روانہ کیا۔ جعفر بیگ داؤد نے اپنے بیٹے الپ رسلان کو مقابلہ پر بھیجا۔ سخت خونریز جنگ کے بعد میدان الپ رسلان کے ہاتھ رہا شاہی لشکر شکست پا کر غزنین بھاگ آیا۔ اس واقعہ سے ترکمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ ملک گیری اور غارت گری کے شوق بڑھے۔ بست اور اس کے قرب ▪ جوار کو لوٹا' قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ سلطان مودود نے ان کی گوشمالی کے لئے ایک بڑی فوج دوبارہ روانہ کی۔ ترکمانوں نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا'مقابلہ بہت سخت ہوا بالآخر شاہی لشکر کو فتح یابی ہوئی۔ سلجوقی نہایت بے سروسامانی سے بھاگے' شاہی لشکر

نے نہایت بے دردی سے انہیں قتل کیا۔

ہندوؤں کی پیش قدمی اور ہزیمت

۴۳۵ھ کے دور میں مملکت پنجاب کے تین سربر آوردہ راجاؤں نے متفق ہو کر سلطنت غزنویہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہا چنانچہ فوج کثیر جمع کر کے لاہور پر حملہ کر دیا۔ (راجگان پنجاب کو لاہور پر حملہ کرنے کی تحریک راجہ دہلی کی دست درازی سے پیدا ہوئی۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ۴۳۵ھ میں راجہ دہلی نے دوسرے راجاؤں کے ساتھ مل کر ہانسی اور تھانیسر پر حملہ کیا' غزنوی گورنر مدافعت نہ کر سکے' ملک قبضہ سے نکل گیا۔ راجہ دہلی ان شہروں پر قبضہ کر کے نگر کوٹ کی طرف بڑھا' والیٔ نگر کوٹ نے گورنر لاہور سے امداد طلب کی جب لاہور سے کمک نہ پہنچ سکی تو چار مہینہ کے محاصرہ کے بعد والیٔ نگر کوٹ نے شہر راجہ دہلی کے سپرد کر دیا۔ راجہ دہلی نے شہر فتح ہونے کے بعد جس بت خانے کو سلطان محمود نے مسمار و منہدم کر دیا تھا' اس کی مرمّت کرائی اور دوبارہ پرانے طرز پر ایک بت نصب کر کے بت پرستی جاری کی۔ اس واقعہ نے ہندوؤں میں ایک تازہ روح پھونک دی' جوق در جوق اس بت کی زیارت کو آتے۔ منتیں مانتے' نذریں دینے لگے۔ رفتہ رفتہ راجگان پنجاب کو یہ خبر پہنچی' مسلمانوں کو لاہور سے نکالنے پر کمربستہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ دس ہزار سوار اور بے شمار پیادہ جمعیت سے لاہور پر چڑھ آئے۔ دیکھو تاریخ فرشتہ مقالہ اول ذکر امیر مودود ۱۲۰) گورنر لاہور نے انکی مدافعت کی غرض سے فوجیں فراہم کیں اور سلطان مودود کو اس واقعہ کی اطلاع کر کے امداد کی درخواست کی۔ چند ماہ تک راجگان پنجاب لاہور پر محاصرہ ڈالے ہوئے جارحانہ حملے کرتے رہے۔ بالآخر فتح یابی سے ناامید ہو کر دوہالی ہریالہ اور باس رائے اپنے اپنے شہروں کی طرف واپس ہوئے عساکر اسلامیہ نے دوہالی کا تعاقب کیا' اس کی رکاب میں پانچ ہزار سوار اور ستر ہزار پیادہ تھے' اپنے قلعہ میں پہنچ کر قلعہ نشین ہو گیا لشکرِ اسلام نے محاصرہ ڈال کر لڑائی شروع کر دی۔ دوہالی جنگ سے تنگ آ گیا تھا' امن کا خواستگار ہوا۔ قلعہ کی کنجیاں حوالے کر دیں اور دروازے کھول دیئے' لشکرِ اسلام نے اس قلعہ پر اور ان تمام قلعوں پر جو دوہالی کے قبضہ میں تھے' فتح یابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ مال و اسباب جو کچھ تھا لوٹ لیا' مسلمان قیدیوں کو قید سے رہا کیا اور پانچ پانچ درہم دے کر انہیں ان کے شہروں کی طرف رخصت کیا۔ اس کے بعد راجہ باس رائے کی طرف بڑھے۔ بہت بڑی اور خونریز جنگ ہوئی۔

راجہ باس رائے پانچ ہزار سپاہیوں کے ساتھ جو اس کی قوم میں سے تھے' معرکۂ کارزار میں مارا گیا۔ باقی ماندہ گرفتار کر لئے گئے۔ مال اسباب اور خزانہ لوٹ لیا گیا۔ ان واقعات سے راجگان ہندوستان کے قلب پر لشکر اسلام کے رعب کا سکّہ بیٹھ گیا۔ سب نے اطاعت و فرمانبرداری قبول کی' سالانہ خراج دینے کا عہد و پیمان کیا' امان کے خواست گار ہوئے' اپنے اپنے ملکوں پر بحال رہنے کی درخواستیں دیں۔

سلطان مودُود کی ترکمانوں کی گوشمالی اور وفات

۴۴۱ھ میں سلطان مودود نے سلجوقی ترکمانوں کے فساد فتنہ انگیزی سے تنگ آ کر امراء ماوراء النہر اور گورنران مملکت غزنویہ کو فوجیں فراہم کرنے اور ترکمانوں پر مختلف سمت سے حملہ کرنے کے فرامین بھیجے تھے چنانچہ کالیجار گورنر اصفہان ایک بڑی فوج لے کر روانہ ہوا۔ اتفاق کہ اثنائے راہ میں بیمار ہو کر واپس آ گیا۔ خاقان ترمذ کی جانب سے سلطان مودود کی ہدایت کے مطابق آ رہا تھا اور ایک دوسرا گروہ ماوراء النہر سے خوارزم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سلطان مودود بھی غزنین سے ترکمانوں کے زیر کرنے کے لئے فوجیں جمع کر کے نکلا تھا۔ دو چار منزل طے کرنے کے بعد عارضہ قولنج میں مبتلا ہو کر غزنی واپس آ گیا۔ مگر وزیر السلطنت ابو الفتح عبدالرزاق احمد میمندی کو سپہ سالار افواج شاہی مقرر کر کے بجستان کو ترکوں کے قبضہ سے نکالنے کی غرض سے روانہ کیا۔ رفتہ رفتہ درد میں شدت پیدا ہوئی اور اسی شدّتِ درد میں اپنی حکومت کے دسویں سال ماہ رجب ۴۴۱ھ میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔

سلطان عبدالرشید کی حکومت

سلطان مودود کے انتقال کے بعد پانچ روز تک اس کا بیٹا تخت آرائے حکومت رہا۔ پھر امرائے دولت نے اس کی کم سنی کی وجہ سے معزول کر دیا اور اس کے چچا علی بن مسعود کو کرسی حکومت پر بٹھایا۔ سلطان مسعود نے اپنے ابتدائے حکومت کے زمانے میں عبدالرشید بن سلطان محمود جو محمود بن سلطان محمود کا حقیقی بھائی تھا'بست کے قریب ایک قلعہ میں قید کر دیا تھا۔جس وقت وزیر السلطنت ابو الفتح اس قلعہ کے قریب پہنچا اور سلطان مودود کی وفات کی اطلاع ہوئی تو عبدالرشید کو قلعہ سے نکال کر لشکر گاہ میں لایا'حمام کرا کے عبائے حکومت اس کے زیب تن کیا۔ امراء لشکر نے حکومت و سلطنت کی اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے ساتھ ساتھ دارالحکومت غزنی کی جانب لوٹے۔ سلطان علی بن مسعود نے اس خبر سے مطلع ہو کر غزنی کو چھوڑ دیا۔ عنان حکومت و سلطنت سلطان عبدالرشید کے قبضہ اقتدار میں آگئی۔ سیف الدولہ یا بروایت بعض مورخین جمال الدولہ کا مبارک لقب اختیار کیا'خاندان سلطنت غزنویہ کی طوائف الملوکی اور کمزوری کی وجہ سے سلجوقی ترکمانوں کے قدم خراسان کی حکومت پر جم گئے اور آئندہ خطرات سے وہ بے خوف و خطر ہو گئے۔

سلطان عبدالرشید اور طغرل

سلطان مودود کا ایک غلام ترکی النسل طغرل نامی تھا جو اس کی ناک کا بال بنا ہوا تھا' رفتہ رفتہ اس کی اس قدر عزت افزائی ہوئی کہ سلطان موصوف نے اسے حاجب کے عہدہ سے سرفراز فرمایا۔ انہیں واقعات کے دوران سلجوقیوں نے بجستان پر قبضہ کر لیا۔ بیغو کے حصہ میں یہ مملکت آئی تھی' اس نے اپنی جانب سے ابوالفضل کو مامور کیا تھا۔طغرل نے سلطان عبدالرشید کو مشورہ دیا تھا کہ بجستان کو سلجوقیوں کے قبضہ سے نکال لینا چاہیے اور یہ امر کچھ مشکل نہیں ہے'آپ مجھے فوج عنایت فرمایئے میں اسے اپنے اقبال سے مسخر کر لوں گا چنانچہ طغرل ایک ہزار سواروں کی جمعیت سے بجستان کی جانب روانہ ہوا۔حصن طاق کو چالیس روز کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔ ابوالفضل نے ان واقعات سے بیغو کو مطلع کر کے امداد طلب کی'اس اثناء میں طغرل پہنچ گیا' فوجی باجے کی آواز سنائی دی' لوگوں نے ابوالفضل کو یہ باور کرایا کہ یہ آواز بیغو کے لشکر کے باجے کی آواز ہے'ابوالفضل تپاک اور خوشی سے استقبال کی غرض سے شہر سے باہر آیا' رات کا وقت تھا کچھ سمجھ نہ سکا۔ طغرل نے حملہ کر دیا۔ ابوالفضل شکست کھا کر ہرات کی جانب بھاگا۔ طغرل تین کوس تک تعاقب کر کے بجستان کی طرف واپس آیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ عبدالرشید کو اس غیبی کامیابی کی اطلاع دی گئی اور خراسان پر حملہ کی غرض سے تازہ دم فوج بطور کمک طلب کی' سلطان عبدالرشید نے اس درخواست کو منظور فرمایا اور فوجوں کو روانگی کا حکم دیا۔ طغرل کا دماغ اس کامیابی سے پھر گیا۔ حکومت و سلطنت کی خواہش پیدا ہوئی۔ خراسان پر حملہ آور ہونے کی بجائے غزنی کی طرف بڑھا۔ جب غزنی پندرہ سولہ میل باقی رہ گیا تو سلطان عبدالرشید کو خط لکھا کہ آپ لشکر مرتب کر کے میرے پاس تشریف لایئے اور میری تنخواہ بڑھایئے' سلطان عبدالرشید نے ارکین دولت سے مشورہ کیا' ان لوگوں نے باتفاق کہا کہ طغرل کا یہ فعل دھوکے سے خالی نہیں ہے'آپ اس کے پاس تشریف نہ لے جایئے۔ سلطان عبدالرشید نے ساری فوج طغرل کی طلبی پر پہلے ہی بھیج دی تھی جو کچھ تھوڑی بہت باقی رہ گئی تھی انہیں لے کر قلعہ غزنی میں قلعہ بند ہو گیا۔ اگلے دن طغرل غزنی میں داخل ہوا'تخت شاہی پر قبضہ کر لیا'اہل قلعہ کو دھمکی دی کہ اگر سلطان عبدالرشید کو تم لوگ میرے حوالے نہ کرو گے تو تمہاری خیر نہیں ہے'ایک ایک کو چن کر قتل کروں گا۔ اہل قلعہ پر اس قدر خوف غالب ہوا کہ سلطان عبدالرشید کو طغرل کے حوالے کر دیا' طغرل نے سلطان عبدالرشید کو قتل کر ڈالا اور اس کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ (اصل کتاب میں اس جگہ کچھ نہیں لکھا ہے تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ طغرل نے سلطان عبدالرشید کے قتل کرنے اور اس کی بیٹی سے نکاح کرنے کے بعد انو شتگین کرخی گورنر لاہور کو دوستانہ خط لکھا اور اس واقعہ سے اسے مطلع کیا۔ انو شتگین نے طغرل کو نہایت سخت و درشت جواب لکھا اور درپردہ سلطان مقتول کی لڑکی اور دوسرے امراء دولت غزنویہ کو خطوط لکھے'نصیحت و فضیحت کی۔ طغرل کے قتل کی ترغیب دی چنانچہ عین نو روز کے دن جس وقت طغرل دربار میں شاہی تخت پر جلوس کر رہا تھا'مار ڈالا گیا۔ چالیس روز حکومت کی) اور اسے بدلہ لینے پر ابھارنے لگے۔ چنانچہ ایک روز اس نے طغرل کو قتل کر ڈالا۔

فرخ زاد بن سلطان مسعود

واقعہ قتل کے پانچویں روز ذخیر حاجب غزنی پہنچا۔ تمام سرداران لشکر، امراء شہر اور اراکین دولت کو جمع کر کے فرخ زاد بن سلطان مسعود کے ہاتھ پر حکومت و سلطنت کی بیعت کی۔ نظم و نسق سلطنت میں اس کا ہاتھ بٹایا۔ جن لوگوں نے سلطان عبدالرشید کے قتل میں طغرل کا ساتھ دیا تھا، انہیں قتل کیا۔ (اصل کتاب میں تقریباً دو ورق سادہ ہیں) ترکمانوں سے مڈبھیڑ ہوئی اور انہیں شکست دی۔ غزنی میں داخل ہوا اور اسے ان کے قبضہ سے نکال لیا پھر غزنی سے کرمان اور ستوران کی جانب بڑھا اور ان کو بھی بزور تیغ فتح کیا۔

غیاث الدین کی فوج کشی و پسپائی

کرمان ایک شہر ہے جو غزنی اور ہندوستان کے درمیان واقع ہے اس کرمان سے وہ کرمان مراد نہیں جو فارس کا مشہور شہر ہے۔ اس کے بعد غیاث الدین نے لاہور فتح کرنے کی غرض سے دریائے سندھ کو عبور کرنے کا قصد کیا۔ خسرو شاہ بن بہرام شاہ نے مقابلہ کیا جس سے غیاث الدین کو ناکامی کے ساتھ واپس ہونا پڑا۔ صوبہ انبار اور ہندوستان کے بعض مقامات پر قبضہ کرتا ہوا فیروزہ کی جانب لوٹا اور اپنے بھائی شہاب الدین کو غزنی کی حکومت پر مامور کیا۔

شہاب الدین غوری کا غزنی پر قبضہ

شہاب الدین غوری غزنی پر قبضہ کرنے کے بعد اہل غزنی کے ساتھ بحسن سلوک پیش آیا۔ غزنی کے قرب و جوار کے شہروں اور ہندوستان کے پہاڑی مقامات کو جو اس سے متصل تھے فتح کر لیا۔ حکومت و سلطنت کو استحکام حاصل ہو گیا۔ اس وقت بھی امارت غزنہ کے چند مقامات باقی رہ گئے تھے جس کا دارالحکومت لاہور تھا اور خسرو ملک اس پر حکمرانی کر رہا تھا چنانچہ غیاث الدین نے ایک بڑی فوج لے کر لاہور پر چڑھائی کی۔ دریائے سندھ کو عبور کر کے لاہور کا محاصرہ کر لیا اور جب محاصرہ جنگ میں کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو میل جول کی فکر کی امان دینے کا وعدہ کیا۔ دامادی کا رشتہ قائم کیا، جاگیریں دیں مگر شرط یہ لگا دی کہ قلعہ چھوڑ کر ہمارے لشکر گاہ میں آ جاؤ اور ہمارے بھائی کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا جائے۔ خسرو ملک تاڑ گیا یہ چالیں مکر و فریب سے خالی نہیں ہیں، تمام شرطوں کی پابندی سے انکار کر دیا۔ شہاب الدین نے محاصرہ میں سختی شروع کی بیرونی آمد و رفت یک قلم بند کر دی۔ غلہ و رسد کی کمی سے اہل شہر کا برا حال ہو گیا شہاب الدین سے سازش کی فکر کرنے لگے۔ خسرو ملک نے اس امر کا احساس کر کے قاضی اور خطیب کو شہاب الدین کے پاس امن کی درخواست دے کر بھیجا چنانچہ شہاب الدین نے اس کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا۔ فتح یابی کا جھنڈا لئے ہوئے شہر میں داخل ہوا۔

امارتِ غزنہ کا خاتمہ

خسرو ملک اپنے لڑکوں اور اعزہ و اقارب کے ساتھ دو مہینہ کے بعد غیاث الدین کے پاس بھیج دیا گیا۔ غیاث الدین نے سب کو ایک قلعہ میں قید کر دیا۔ حکومت سبکتگین کا یہ آخری دور تھا۔ خسرو ملک کی موت سے سبکتگین کے خاندان سے حکومت و سلطنت جاتی رہی۔ واللہ یرث الارض ومن علیہا۔ بنو سبکتگین کی دولت و حکومت کا پتھر ۳۶۶ھ میں رکھا گیا تھا (اور ۵۷۹ھ میں شہاب الدین غوری کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئی) اس حساب سے دو سو تیرہ سال انہوں نے حکومت کی۔

(مترجم) سلطان فرخ زاد کے بعد خاندان سبکتگین سے اور چھ اشخاص نے حکومت کی۔ آخری بادشاہ خسرو بن ملک بن خسرو شاہ تھا۔ چونکہ اصل کتاب تاریخ ابن خلدون میں اس مقام پر تقریباً دو ورق سادہ ہیں اس وجہ سے مورخ علامہ ابن خلدون کے زبانِ قلم سے ان کی داستانیں آپ نہیں پڑھ سکتے صرف خسرو شاہ کے کچھ واقعات مختصراً لکھ دیئے ہیں۔ میں ان کے واقعات اور کتب تواریخ سے منتخب کر کے

لکھتا ہوں۔

فرخ زاد کی تخت نشینی کے بعد حکومت سبکتگین کے انقلاب سے ترکمانوں نے فائدہ اٹھانا چاہا، فوجیں جمع کر کے دارالسلطنت غزنی چڑھ آئے۔ انوشتکین کرخی نے غزنی سے نکل کر ترکمانوں کی مدافعت کی سخت خونریز جنگ کے بعد سلجوقی ترکمانوں کو شکست ہوئی۔ اس کامیابی کے بعد سلطان فرخ زاد نے خراسان کی جانب قدم بڑھایا۔ سلجوقیوں کی جانب سے کلیسارق سپہ سالار مقابلہ پر آیا، بہت سخت لڑائی ہوئی بالآخر میدان سلطان فرخ زاد کے ہاتھ رہا۔ کلیسارق چند سرداران لشکر کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ جعفر بیگ داؤد نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر اپنے بیٹے الپ ارسلان کو ایک بڑی فوج کے ساتھ سلطان فرخ زاد سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ انوشتکین کرخی مقابل ہوا۔ اس جنگ میں انوشتکین کو شکست ہوئی بعض سردارانِ لشکر غزنی گرفتار کر لئے گئے۔ الپ ارسلان کامیابی کا جھنڈا لئے ہوئے اپنے باپ جعفر بیگ کے پاس واپس آیا۔

سلطان فرخ زاد نے معاملہ کا رنگ دگرگوں دیکھ کر کلیسارق اور اس کے ہمراہیوں کو گراں بہار خلعت عطا کر کے قید سے رہا کر دیا۔ سلجوقیوں پر اس سے بہت بڑا اثر پڑا۔ انہوں نے بھی قیدیان لشکر فرخ زاد کو قید سے آزاد کر کے غزنی بھیج دیا۔

سلطان فرخ زاد نے چھ سال حکومت کی، ۴۵۰ھ میں بعارضہ قولنج انتقال کیا۔ ابتدائی زمانہ حکومت میں حسن بن مہران عہدہ وزارت سے ممتاز رہا اور آخری عہد سلطنت میں ابوبکر بن صالح قلمدان وزارت کا مالک ہوا۔

سلطان فرخ زاد کے سفرِ آخرت اختیار کرنے کے بعد ظہیر الدولہ سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ زاہد، متشرع اور دلیر تھا۔ حکومت کے ابتدائی دور میں اس نے حکمت عملی سے سلجوقی ترکمانوں سے مصالحت کر لی جس سے آئندہ جنگ کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا، سلطان ملک شاہ سلجوقی کی لڑکی سے اپنے بیٹے مسعود کا عقد کر کے رشتہ اتحاد کو اور زیادہ مضبوط کر دیا۔

چونکہ سلطان ابراہیم کو سلجوقیوں کے حملوں اور غارت گری سے اطمینان ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے ۴۷۲ھ میں ہندوستان کے بعض مقامات کو فتح کرنے کی طرف توجہ کی، قلعہ اجودھن و دربال کو فتح کیا۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اجودھن کو اب پٹن کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہاں پر فرید شکر گنج کا مقبرہ ہے اور ہندی مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے (اب اسے پاکپتن کہتے ہیں)

سلطان ابراہیم نے ۴۸۱ھ میں بروایت بعض مورخین ۴۹۲ھ میں چھتیس لڑکے اور چالیس لڑکیاں چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا۔ پہلی روایت کے لحاظ سے اکتیس سال اور دوسری روایت کے اعتبار سے بیالیس برس حکومت کی، اس کے زمانہ حکمرانی میں خانہ جنگیاں نہیں ہوئیں۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خون سے ہاتھ رنگنے کا موقع پیش نہیں آیا۔ حکومت کے ابتدائی دور میں ابو سہیل خجندی اور خواجہ مسعود رنجی عہدۂ وزارت پر ممتاز تھے۔ آخری عہد سلطنت میں عبدالحمید احمد بن عبدالصمد وزیر السلطنت ہوا۔

سلطان ابراہیم کے بعد علاء الدولہ مسعود تخت آرائے حکومت ہوا۔ عادل، منصف، خلیق اور سخی تھا۔ سلجوقی ترکمانوں سے اس کے مراسم دوستانہ تھے۔ سلطان سنجر سلجوقی کی بہن مہد عراق سے نکاح کیا۔ اس کے عہد حکومت میں بھی مسلمانوں میں خونریزی نہیں ہوئی۔ طغا تکین حاجب گورنر لاہور نے ہندوستان کے بعض مقامات پر فوج کشی کی۔ بہت سا مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔

سلطان علاء الدولہ نے سولہ سال کامل بے فکری سے حکومت کر کے آخر ۵۰۸ھ میں وفات پائی۔ تاریخ گزیدہ میں لکھا ہے کہ سلطان علاء الدولہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا کمال الدولہ حکمران ہوا اور ایک سال بعد ۵۰۹ھ میں اپنے بھائی ارسلان کے ہاتھوں مارا گیا۔ لیکن عام مورخین سلطان علاء الدولہ کے بعد ہی ارسلان شاہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ارسلان شاہ نے تختِ حکومت پر قدم رکھتے ہی اپنے تمام بھائیوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا، البتہ بہرام شاہ بھاگ گیا۔ سلطان سنجر کے پاس جا کر پناہ گزین ہوا۔ سلطان سنجر اپنے بھائی سلطان محمد بن ملک شاہ کی طرف سے خراسان پر حکمرانی کر رہا تھا۔ ہرچند سلطان ارسلان نے سلطان سنجر سے بہرام شاہ کی بابت خط و کتابت کی واپس بھیجنے کی تاکید لکھی، سلطان سنجر نے ایک نہ سنی بلکہ جھلا کر بہرام شاہ کی بے بسی پر نظر کر کے غزنی پر چڑھائی کر دی۔ ارسلان شاہ کے ہوش و حواس اس خبر کے سننے سے جاتے رہے، سلطان محمد سے سلطان سنجر کی

فوج کشی کی شکایت کی اور اس فعل سے باز رکھنے کے لئے لکھا مگر کچھ سودمند نہ ہوا۔ پھر اپنی ماں مہد عراق کو سلطان سنجر کی خدمت میں بہت سے تحائف و ہدایا دے کر سفارش کی غرض سے بھیجا۔ چونکہ مہد عراق ارسلان شاہ کی زیادتی اور بھائیوں کے قتل و قید سے خود نالاں و شاکی تھی' اس وجہ سے اس نے سفارش کی بجائے غزنی پر حملہ کرنے کی تحریک کی۔ تیس ہزار سواروں اور چھیاسٹھ زنجیر فیل سے ارسلان شاہ مقابلہ پر آیا۔ پیادوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ غزنی سے تین کوس کے فاصلہ پر مورچہ بندی ہوئی۔ ہزارہا آدمی کام آ گئے۔ ارسلان شاہ شکست کھا کر ہندوستان کی جانب بھاگا۔ سلطان سنجر فتح یابی کا جھنڈا لیے ہوئے غزنی میں داخل ہوا۔ چالیس روز قیام پذیر رہا اس کے بعد بہرام شاہ کو غزنی کے تخت حکومت پر بٹھا کر خراسان کی جانب واپس ہوا۔ ایک مدت کے بعد یہ خبر ارسلان تک پہنچی۔ ہندوستانی فوجیں فراہم کر کے غزنی پر حملہ کر دیا۔ بہرام شاہ مقابلہ نہ کر سکا قلعہ بامیاں میں پناہ گزین ہو گیا۔ سلطان سنجر کو اس کی اطلاع ہوئی' فوجیں جمع کر کے آ پہنچا۔ ارسلان شاہ افغانستان کی طرف بھاگا۔ سلطان سنجر نے تعاقب کیا اور گرفتار کر کے بہرام شاہ کے سپرد کر دیا۔ بہرام شاہ نے قتل کر ڈالا۔ ستائیس سال کی عمر پائی' تین سال حکومت کی۔

ارسلان شاہ کے گرفتار ہونے اور مارے جانے سے بہرام شاہ کی حکومت مستقل ہو گئی۔ کسی کی مزاحمت اور خطرہ کے بغیر حکومت کرنے لگا۔ اسی زمانۂ حکومت میں کلیلہ و دمنہ کا ترجمہ عربی سے فارسی میں ہوا۔ شیخ نظامی نے مخزن الاسرار اس کے نام نامی سے معنون کی۔ نہایت ذی شوکت باحشمت بادشاہ تھا' ہر صاحبِ علم کی اس کی علمیت کے مطابق قدر کرتا تھا۔

بہرام شاہ نے دوبار ہندوستان کا قصد کیا۔ پہلی مرتبہ کا واقعہ ہے کہ محمد باہلیم نے جو سلطان ارسلان شاہ کی طرف سے لاہور کی گورنری پر تھا' سلاطین غزنویہ کی باہم خانہ جنگی میں مصروف ہونے اور ارسلان شاہ کے مارے جانے کی وجہ سے بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ بہرام شاہ نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر ہندوستان کا رخ کیا' ۲۷ رمضان ۵۱۲ھ میں محمد باہلیم گرفتار کر لیا گیا۔ محمد باہلیم نے معذرت کی اور آئندہ اطاعت و فرمانبرداری کا حلف اٹھایا۔ بہرام شاہ نے قصور معاف کر کے پھر اس کے عہدہ پر بحال کر دیا۔ بہرام شاہ کی واپسی کے بعد محمد باہلیم کو پھر خودمختاری کی سوجھی' بہرام شاہ کو اس کی خبر لگی۔ فوجیں مرتب کر کے غزنی سے محمد باہلیم کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوا۔ محمد باہلیم اپنے لڑکوں کے ساتھ مقابلہ پر آیا۔ ملتان کے قریب ایک میدان میں صف آرائی ہوئی' پہلی جنگ میں محمد باہلیم شکست اٹھا کر بھاگا۔ اثناء جنگ میں گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ بہرام شاہ نے مملکت ہندوستان پر سالار حسین بن ابراہیم علوی کو مامور کر کے غزنی کی جانب کوچ کیا۔ بہرام شاہ کی حکومت کے آخری زمانے میں قطب الدین محمد غوری سوری جو کہ اس کا داماد بھی تھا' کسی سازش کے شبہ سے بہرام شاہ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ سیف الدین سوری اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے غزنی پر حملہ آور ہوا۔ بہرام شاہ مقابلہ نہ کر سکا' کرمان کی جانب بھاگا (یہ کرمان غزنی اور ہندوستان کے درمیان ہے) سیف الدین نے غزنی میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا اور اپنے بھائی علاء الدین کو غور کی حکومت پر بھیج دیا' جب سردی کا موسم آیا اور برف کی وجہ سے غور کا راستہ بند ہو گیا اس وقت بہرام شاہ نے غزنی پر حملہ کر دیا۔ اہل غزنی کے دل بہرام شاہ کے ساتھ تھے اور زبان سیف الدین سوری کے ساتھ' چنانچہ مقابلہ کے وقت اہل غزنی نے سیف الدین سوری کو گرفتار کر کے بہرام شاہ کے حوالے کر دیا۔ بہرام شاہ نے سیف الدین سوری کا منہ کالا کر کے اور ایک کمزور بیل پر سوار کر کے سارے شہر غزنی پر تشہیر کرائی۔ لڑکے' بوڑھے' جوان مسخرہ پن کرتے تھے' تشہیر کے بعد نہایت بے رحمی سے قتل کیا اور سر کو عراق میں سنجر کے پاس بھیج دیا۔ علاء الدین اس خبرِ وحشت اثر کو سن کر غصہ سے کانپ اٹھا' اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے غزنی کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے بہرام شاہ اس دارِفانی کو چھوڑ چکا تھا۔ صحیح روایت یہ ہے کہ بہرام شاہ نے ۵۴۷ھ میں وفات پائی۔ پینتیس سال حکومت کی۔

بہرام شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا خسرو شاہ تخت آرائے حکومت ہوا۔ اسی زمانہ میں علاء الدین غوری کی فوج کشی کی خبر پہنچی۔ خسرو شاہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ غزنی چھوڑ کر لاہور کی طرف بھاگا۔

علاء الدین غوری نے غزنی میں داخل ہو کر بربادی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ سات روز تک قتلِ عام ہوتا رہا۔ مکانات شاہی جلا

ڈالے‘ غزنوی عورتوں کو قتل کیا غرض کہ اسے کسی پر رحم نہ آیا۔ اسی وجہ سے جہاں سوز کے لقب سے ملقب ہو گیا۔

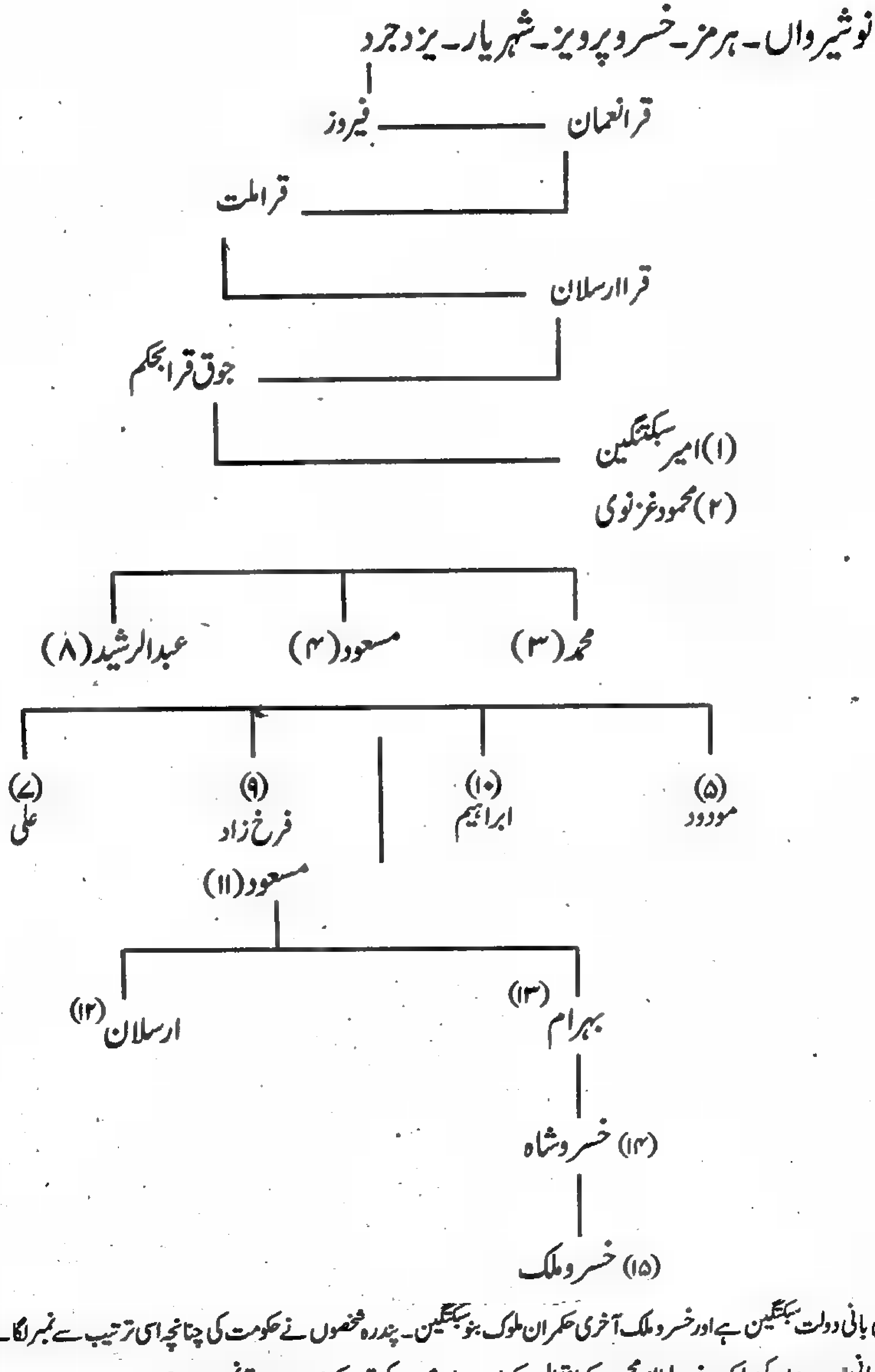
علاء الدین جہاں سوز کے واپس ہونے کے بعد خسرو شاہ سلطان سنجر کی امداد کی امید میں روانہ ہوا لیکن کامیابی نہ ہوئی پھر واپس لاہور ہوا ۵۵۵ھ میں سات سال حکومت کر کے انتقال کر گیا۔

خسرو شاہ کے انتقال کے بعد خسرو بن ملک لاہور کے تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ ہندوستان کے جن جن شہروں پر ابراہیم اور بہرام کا قبضہ تھا‘ ان سب پر خسرو بن ملک قابض ہوا۔

سلطان شہاب الدین نے غزنی پر قبضہ کرنے کے بعد ہندوستان کی طرف قدم بڑھایا۔ چنانچہ افغانستان‘ ملتان اور سندھ کو مسخر کرتا ہوا ۵۷۶ھ میں لاہور پہنچا۔ خسرو بن ملک مقابلہ نہ کر سکا۔ قلعہ نشین ہو گیا۔ شہاب الدین اظہار قبضہ کے خیال سے ملک شاہ بن خسرو شاہ کو ایک زنجیر فیل کے ساتھ لے کر واپس ہوا۔ پھر ۵۸۰ھ میں دوبارہ لاہور پر فوج کشی کی۔ خسرو بن ملک نے قلعہ بندی کر لی۔ شہاب الدین نے لاہور کے اطراف کو تباہ کر کے قلعہ سیالکوٹ بنوایا اور اپنے ایک معتمد امیر کے سپرد کر کے غزنی واپس آگیا خسرو بن ملک نے کچھ فوجیں لے کر قلعہ سیالکوٹ پر دھاوا بول دیا۔ لیکن ناکام واپس آیا۔ شہاب الدین کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے لاہور کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ کر کے ہندوستان کی طرف کوچ کیا‘ اظہارِ محبت کی غرض سے ملک شاہ بن خسرو ملک کو شان و شوکت کے ساتھ چند امراء نے دولت غوریہ کی معیت میں لاہور کی جانب روانہ کیا۔ ادھر خسرو ملک یہ سن کر مارے خوشی کے جامہ میں نہ سمایا۔ عیش و طرب میں مشغول ہو گیا ادھر دوسری طرف سے شہاب الدین لاہور پہنچ گیا‘ خسرو بن ملک کی اس وقت آنکھیں کھلیں جب کہ لاہور کا شہاب الدین محاصرہ کیے ہوئے تھا نتیجہ یہ ہوا کہ خسرو بن ملک کے قبضۂ اقتدار سے لاہور بھی نکل گیا اور شہاب الدین لاہور کے تختِ حکومت کا مالک ہو گیا۔

بنی سبکتگین کے عروج سلطنت کا زمانہ بھی آپ نے دیکھ لیا اور زوالِ حکومت کی داستانیں بھی آپ اوپر پڑھ چکے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ زوالِ حکومت کے اسباب کیا ہوئے۔ ظاہری سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اولاً سلطان محمود کے بعد خانہ جنگی کا دروازہ کھل گیا جس سے خاندانی قوت کا شیرازہ منتشر ہو گیا‘ پہلے سلطان محمد اور سلطان مسعود میں لڑائیاں ہوئیں اور پھر سلطان محمد اور سلطان مودود ایک دوسرے کے مقابل ہوئے‘ پانچ چھ روز کے لئے ابو جعفر مسعود بن مودود بن مسعود بن محمود حکمران رہا‘ یا تگین حاجب اور علی بن ربیع میں اس بات پر جھگڑا پیدا ہو گیا‘ باہم لڑائی ہوئی بالآخر علی بن مسعود تخت حکومت پر بٹھایا گیا اس کے بعد سلطان عبدالرشید دعویدار حکومت ہوا۔ بے چارہ علی بن مسعود مقابلہ نہ کر سکا۔ تخت حکومت چھوڑ کر بھاگ گیا غرضیکہ سلاطین بنو سبکتگین آپس کے جھگڑوں میں مبتلا ہو کر کمزور ہو گئے تھے اور سلجوقی ترکمان اپنی غارت گری سے عالمگیری کا جھنڈا بلند کیے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں غوریوں کا ایک گروہ نکل پڑا جنہوں نے ان کا خاتمہ کر دیا۔ ثانیاً سلطان مسعود نے بہت بڑی غلطی یہ کی کہ ۴۲۸ھ میں جس وقت سلجوقیوں نے علم بغاوت بلند کیا تھا اور غارت گری کر رہے تھے اس وقت سلطان مسعود نے ان کا خاتمہ نہ کیا اور ہندوستان پر فوج کشی کر دی‘ اگرچہ اراکین دولت نے اس رائے سے مخالفت کی مگر ہونے والی بات ہو کر رہی۔ سلطان مسعود نے یہ جواب دیا کہ آئندہ موسم بہار میں سلجوقی ترکمانوں کی سرکوبی کی جائے گی۔ ابھی سردی کا موسم ہے‘ یہ موسم ہندوستان کی فوج کشی میں گزارنا چاہیے۔ چنانچہ موسم سرما گزار کر جب ہندوستان سے واپس ہوا تو سلجوقیوں کی قوت بڑھ گئی اکثر صوبوں پر قابض ہو گئے تھے۔ سلطان مسعود کو بدرجہ مجبوری غزنی چھوڑنا پڑا خود اس کے لشکریوں نے شورش کی اور اسے تخت حکومت سے معزول کیا‘ یہی نہیں ہوا بلکہ قتل کر ڈالا‘ رہا سہا زورِ بازو بھی جاتا رہا۔ اس کے بعد پھر کوئی اس قوت و حوصلہ کا حکمران اس خاندان میں پیدا نہ ہوا۔ روز بروز کمزور اور اپنے دشمنوں سے دبتے ہی گئے۔ یہاں تک کہ حکومت و سلطنت ہاتھ سے جاتی رہی۔

شجرہ ملوک بنو سبکتگین مرتبہ مترجم



امیر سبکتگین بانی دولت سبکتگین ہے اور خسرو ملک آخری حکمران ملوک بنو سبکتگین۔ پندرہ شخصوں نے حکومت کی چنانچہ اسی ترتیب سے نمبر لگائے گئے۔ سلطان محمد نے دو بار عبائے حکمرانی زیب بدن کی، ایک دفعہ سلطان محمود کے انتقال کے بعد دوبارہ مسعود کی قید کے بعد جو تیسرے نمبر پر درج ہے۔

باب ۸

ترک حکمران

سبق قرا خاں

یہ ترک ترکستان کے حکمران تھے، مجھے ان کے ابتدائے حکمرانی کے اسباب و واقعات معلوم نہیں ہو سکے اور نہ میں یہ معلوم کر سکا کہ ان میں سب سے پہلے کس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی مگر میں صرف یہ جانتا ہوں کہ ان میں سے جو شخص سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوا وہ سبق قرا خاں تھا جسے اسلام لانے کے بعد عبدالملک کے نام سے موسوم کیا گیا اس کے قبضۂ اقتدار میں سارا ترکستان تھا اور دارالحکومت کاشغر تھا چین کے دروں تک اس کی حکومت کا سلسلہ قائم تھا۔ شمال میں طراز اور اشاش کے شہر واقع تھے جس کے حکمران بھی ترک تھے، مگر ان میں سے ملوک ترکستان کی حکومت بڑھی چڑھی تھی۔ مغرب کی جانب ماوراء النہر کے صوبے تھے جس کی عنان حکومت ملوک بنی سامان کے قبضہ میں تھی ان کا مرکز حکومت بخارا تھا۔

بقرا خاں

بادشاہ ترکستان دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اپنے مقبوضات پر حکمرانی کرتا رہا اور اسی زمانہ میں ملوک سامانیہ کے ساتھ رقابت پیدا ہوئی باہم لڑائیاں ہوتی رہیں ایک دوسرے پر فوج کشی کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ امیر بن نوح بن منصور کا دور حکومت آیا یہ چوتھی صدی ہجری تھی، ملوک سامانی کمزور ہو گئے تھے۔ خراسان کے صوبوں میں بغاوتیں پھوٹ پڑی تھیں، ابو علی سیجور باغی ہو گیا۔ بقرا خاں والی ترکستان سے خط و کتابت کا سلسلہ پیدا کیا۔ بخارا پر قبضہ کر لینے کی تحریک کی چنانچہ بقرا خاں کے دماغ میں ملک گیری کی ہوا سائی۔ ملوک سامانی کے مقبوضات پر ہاتھ بڑھایا اور یکے بعد دیگرے شہروں پر قبضہ کرتا چلا گیا۔ امیر نوح سامانی نے اس کی روک تھام پر فوجیں روانہ کیں نامی نامی سپہ سالاروں کو مامور کیا۔ بقرا خاں مقابلہ پر آیا اور امیر نوح کی فوج کو شکست دے کر چند سپہ سالاروں کو گرفتار کر لیا۔ سپہ سالار فائق بقرا خاں کے پاس چلا گیا اور اس کے مخصوص مصاحبوں میں داخل ہو گیا۔ امیر نوح شکست کھا کر بخارا واپس آیا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں اور بقرا خاں واپسی کے وقت راستے ہی میں انتقال کر گیا۔

ایلک خاں سلیمان

بقرا خاں بخارا سے ترکستان کی جانب جب واپس ہوا تو وہ ایک مہلک مرض میں مبتلا تھا۔ چنانچہ اسی مرض میں ترکستان بھی نہ پہنچنے پایا تھا کہ مر گیا یہ واقعہ ۳۸۳ھ کا ہے۔ بقرا خاں دیندار، عادل، خوش اخلاق، علماء فضلاء کی عزت کرتا تھا اگرچہ مذہباً سنی تھا مگر مزاج میں تشیع زیادہ تھا۔ بقرا خاں کے مرنے پر اس کا بھائی ایلک خاں سلیمان فرماں روا ہوا شہیر الدولہ کا لقب اختیار کیا۔ ترکستان اور اس کے صوبوں پر قابض ہوا۔ اسی نے فائق کی امیر نوح سے سفارش کی، چنانچہ امیر نوح نے سمرقند کی گورنری پر فائق کو مامور کیا۔ بقرا خاں اور امیر نوح کی لڑائی اور واپسی کے بعد ابو علی سیجور نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا امیر نوح نے اپنے سپہ سالار سبکتگین کو ابو علی کی سرکوبی پر مامور کیا۔ چنانچہ ابو علی کو سبکتگین نے خراسان سے مار کر نکال دیا اس کے بعد ۳۸۵ھ میں بکتوزوں نے سر اٹھایا اسی اثناء میں سبکتگین انتقال کر گیا، ملوک سامانی کمزور ہو گئے۔ بکتوزون نے فائق سے سازش کر کے امیر منصور کو معزول کر دیا پھر معزولی پر ہی اکتفا نہیں کی، ۳۸۹ھ میں بمقام خراسان آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں، ان واقعات کو ہم تفصیل کے ساتھ ملوک سامانی کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔

بکتوزون نوح کے غلاموں میں سے تھا' ان تبدیلیوں سے ایلک خاں مطلع ہوا تو اسے بخارا پر قبضہ کر لینے کا لالچ پیدا ہوا۔ ترکوں کی فوجیں مہیا کر کے اور یہ ظاہر کر کے کہ میں امیر بخارا عبدالملک کی حمایت و مدد کو آ رہا ہوں' بخارا کی طرف قدم بڑھایا' بکتوزون اور دوسرے سپہ سالارانِ لشکر فرطِ خوشی سے استقبال کرنے کے لئے آئے۔ ایلک خاں نے سب کو گرفتار کر لیا اور بلاقتل و قتال اس مکر و فریب سے ذیقعدہ ۳۸۹ھ میں بخارا میں داخل ہو کر دارالامارت پر قبضہ کر لیا۔ اور بے چارے عبدالملک کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ عبدالملک اسی حالت قید میں قید حیات سے سبکدوش ہو گیا۔ عبدالملک کے ساتھ اس کے برادران ابو الحرث منصور مخلوع' اسماعیل' یوسف اور اس کے چچا محمود اور داؤد وغیرہم بھی قید کر دیئے گئے تھے۔ انہی واقعات سے ملوک سامانی کی حکومت ختم ہو جاتی ہے۔ والبقاء للہ تعالیٰ۔

ایلک خاں بخارا میں

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اسماعیل سامانی جیل سے بھاگ کر خوارزم چلا گیا تھا' یہاں پر اس کے سپہ سالاران لشکر آ کر جمع ہوئے اور دوبارہ حکومت و سلطنت کی اس کے ہاتھ پر بیعت کی' "المستنصر" کا مبارک خطاب دیا۔ المستنصر نے اپنے سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار کو بخارا پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ایلک خاں کی فوج مقابلہ پر آئی لیکن پہلے ہی حملہ میں بھاگ کھڑی ہوئی۔ بخارا میں ایلک خاں کی طرف سے جعفر تگین حکمرانی کر رہا تھا' شکست خوردہ جماعت کا سمرقند تک تعاقب کیا گیا' اس اثناء میں بہت سے ترکمان امیر اسماعیل کے پاس آ کر جمع ہو گئے جس سے ان کی جمعیت بڑھ گئی' ایلک خاں اپنے بھائی جعفر تگین کی شکست سے مطلع ہو کر ایک بڑی فوج لے کر مقابلہ پر آیا۔ دونوں نے اطراف سمرقند میں (۳۹۲ھ میں) صف آرائی کی' میدان جنگ اسماعیل کے ہاتھ رہا' ایلک خاں کو شکست ہوئی' اس کے سپہ سالاران لشکر گرفتار کر لئے گئے' لشکر گاہ لوٹ لیا گیا۔ ترکمانوں نے جو امیر اسماعیل کی رکاب میں تھے' اپنے شہروں کی طرف کوچ کیا اور قیدیوں کی بابت مشورہ کرنے لگے۔ امیر اسماعیل ان لوگوں کی سرگوشیوں سے مشتبہ ہو گیا' جان کے خوف سے دریا عبور کر کے بھاگ کھڑا ہوا۔ نوجوانان سمرکی ایک جماعت اسماعیل کی خدمت میں حاضر ہوئی جس سے اسماعیل کی قوت پھر عود کر آئی۔ ایلک خاں فوجیں فراہم کر کے دوبارہ مقابلہ پر آیا۔ اطراف اشروشنہ نے دونوں فریقوں نے مورچہ بندی کی۔ اس معرکہ میں امیر اسماعیل کو شکست ہوئی' دریا عبور کر کے جرجان کی طرف گیا پھر وہاں سے مرو چلا گیا۔ ادھر سلطان محمود نے اس کے تعاقب پر ایک لشکر خراسان روانہ کیا۔ ادھر قابوس نے بھی ایک فوج اس کے مقابلہ پر بھیج دی مجبوراً" ماوراء النہر کی جانب لوٹا۔ ہمراہیوں نے روزانہ سفر و جنگ سے تنگ آ کر ساتھ چھوڑ دیا' پریشان حال عرب کے ایک قبیلہ میں جا اترا' یہ قبیلہ سلطان محمود کا مطیع تھا' دن بھر ان لوگوں نے کچھ تعرض نہ کیا جونہی رات ہوئی مار ڈالا۔ امیر اسماعیل کے مارے جانے سے بخارا کی حکومت پر ایلک خاں کے قدم جم گئے' اس نے اپنی طرف سے اپنے بھائی علی تگین کو مامور کیا۔

ایلک خاں و سلطان محمود

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ قبضہ بخارا کے بعد ایلک خاں اور سلطان محمود میں باہم تعلقات پیدا ہو گئے۔ لیکن زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ لگانے بجھانے والوں نے ایلک خاں اور سلطان محمود میں اختلاف پیدا کر دیا۔ جس وقت سلطان محمود نے ملتان پر جہاد کے لئے فوج کشی کی ایلک خاں کو خراسان پر حملہ کرنے کا موقع مل گیا' اپنے بھائی شباشی تگین کو جو اس کے لشکر کا سپہ سالار تھا' چند سرداران لشکر کے ساتھ بلخ کی جانب روانہ کیا۔ ارسلان حاجب سلطان محمود کی طرف سے ہرات کی گورنری پر تھا' اس نے شباشی تگین کی خبر سن کر ہرات چھوڑ دیا' شباشی تگین نے ہرات پر قبضہ کر کے نیشاپور کی طرف قدم بڑھایا۔ سلطان محمود کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی۔ غضب ناک ہو کر ہندوستان سے واپس ہوا۔ اپنے رکاب کی فوج کو انعامات دے کر آرام کرنے کی غرض سے رخصت کیا اور خلجیہ ترکمانوں سے لشکر مرتب کر کے بلخ کا قصد کیا' بلخ میں اس وقت ایلک خاں کی جانب سے جعفر تگین حکومت کر رہا تھا۔ جعفر تگین مقابلہ نہ کر سکا' بلخ چھوڑ کر ترمذ کی

طرف بھاگا۔ سلطان محمود نے دوسرا لشکر شباسی تکین کی سرکوبی کے لئے ہرات کی طرف روانہ کیا۔شباسی تکین بھی ہرات چھوڑ کر مرو کی طرف بھاگا دریا عبور کرنے کا قصد کیا۔ ترکمانوں کی فوج نے حملہ کر کے عبور کرنے سے روک دیا۔ تب شباسی تکین مجبور ہو کر ابی ورد کی طرف بھاگا۔ ادھر سلطان محمود تھا اس نے نہایت سختی سے حملہ کیا۔ شباسی تکین کو جان کے لالے پڑ گئے بہت بری طرح سے شکست اٹھائی۔ اس کا بھائی چند سرداروں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا شباسی تکین نے بہزار دقت دریا عبور کر کے اپنے بھائی ایلک خاں کے پاس جا کر دم لیا۔ عساکر شاہی نے اس کے تمام ہمراہیوں کو خراسان سے مارپیٹ کر جلاوطن کر دیا۔

ایلک خاں نے اس شکست کے بعد قدر خاں بن بغرا خاں بادشاہ چین سے امداد کی درخواست کی چنانچہ قدر خاں ترکوں اور دیہاتی ہندوؤں کا لشکر مرتب کر کے ایلک خاں کی کمک پر آیا بلخ سے تین کوس کے فاصلہ پر مورچہ قائم کیا۔ سلطان محمود کو اس کی اطلاع ہوئی فوجیں لے کر ایلک خاں کے مقابلہ پر آ پہنچا۔ سخت و خوں ریز جنگ ہوئی دوسرے دن اس سے زیادہ سختی سے لڑائی کا بازار گرم ہوا۔ دونوں حریف نہایت استقلال سے لڑ رہے تھے کہ سلطان محمود نے ہاتھیوں کو ایلک خاں کے قلب لشکر کی طرف بڑھانے کا حکم دیا ان کالی کالی پہاڑیوں کا حرکت کرنا تھا کہ ایلک خاں کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ لشکر کی ترتیب جاتی رہی نہایت بے سروسامانی سے بھاگ نکلا۔ سلطان محمود کی فوج نے تعاقب کیا۔ نہایت بے دردی سے قتل و قید کرنا شروع کیا اور ایلک خاں دریا عبور کر گیا اور سلطان محمود کی فوج فتح مندی کا جھنڈا لئے ہوئے واپس ہوئی یہ واقعہ ۳۹۷ھ کا ہے۔

طغان خاں

۴۰۲ھ میں ایلک خاں نے وفات پائی طغان خاں اس کا بھائی حکمران ہوا۔ طغان خاں اور سلطان محمود میں پہلے سے تعلقات تھے اسے اپنے بھائی کے افعال و حرکات پسند نہ تھے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ سلطان محمود سے لڑنا بے سود ہے۔ چنانچہ جس وقت اس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی ازسرنو تعلقات پیدا کیے خراسان اور ماوراء النہر سے فتنہ و فساد ختم ہو گیا اور تمام شہروں میں امن و امان قائم ہو گیا۔ طغان خاں کے زمانہ حکومت میں چین و تبت کے کفار نے تین لاکھ کی جمعیت سے ساعون کے شہروں پر چڑھائی کی مسلمانوں کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ طغان خاں نے ان لوگوں کو تسلی دی اور فوجیں آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ اس کی فوج میں مسلمان بکثرت تھے مسلمانوں کے علاوہ خال خال اور دوسری قومیں بھی تھیں بہت سخت لڑائی ہوئی بالآخر چینی کفار کو شکست ہوئی تقریباً ایک لاکھ مارے گئے اور اسی قدر گرفتار کر لئے گئے باقی ماندہ شکست یافتہ گروہ ناکام ہو کر لوٹ گئے۔

اس کے بعد ہی طغان خاں نے انتقال کیا۔ اہل علم و فضل کا دوست تھا اور ان کی عزت کرتا تھا اس کے ایمان کی بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ جس وقت چین کے ترکوں نے ساعون پر چڑھائی کی تھی اس وقت طغان خاں علیل تھا اس خبر کو سن کر بہت پریشان ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے صحت عطا فرما تاکہ میں ان کفار سے مسلمانوں کی خوں ریزی کا انتقام لوں اور انہیں بلادِ اسلامیہ سے نکال باہر کروں اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔

ارسلان خاں

طغان خاں کے بعد اس کا بھائی حکومت کی کرسی پر متمکن ہوا۔ اس نے بھی سلطان محمود سے تعلقات قائم رکھے بلکہ مزید تعلقات بڑھانے کی غرض سے امیر مسعود بن سلطان محمود سے اپنی لڑکی کا عقد کر دیا جس سے دوستانہ تعلقات میں اور اضافہ ہو گیا۔

ارسلان نے سمرقند کی حکومت پر قرا خاں یوسف بن بغرا خاں ہارون کو جس نے آئندہ بخارا پر حکمرانی کی تھی مامور کیا تھا۔ ادھر ۴۰۹ھ میں قرا خاں نے علم مخالفت بلند کیا۔ ادھر خراسان کے حکمران نے اس مخالفت سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے ارسلان خاں کے مقابلہ میں سلطان محمود سے امداد طلب کی۔سلطان محمود نے دریائے جیحوں پر آہنی زنجیروں سے کشتیوں کا مضبوط پل بندھوا کر دریا عبور کیا پھر کچھ ایسا اتفاق پیش آ گیا کہ بلا چھیڑ چھاڑ کے خراسان واپس آیا اس سے ارسلان خاں کو رنجش پیدا ہو گئی۔ رشتہ محبت و اتحاد جو دونوں میں قائم تھا

کا ٹوٹ گیا۔ قرا خاں سے میل جول پیدا کیا اور سلطان محمود سے جنگ کرنے پر اسے اپنا ہم خیال بنا لیا۔ چنانچہ ارسلان خاں اور بقرا خاں نے اپنی اپنی فوجیں جمع کر کے بلخ پر دھاوا کیا۔ سلطان محمود کو اس کی خبر لگی، سرکوبی کے لئے آ پہنچا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ سخت و خونریز جنگ کے بعد ارسلان خاں کو شکست ہوئی۔ دریا عبور کر کے اپنے شہر کی طرف بھاگا' اس کے بہت سے ہمراہی جو معرکہ جنگ سے بچ گئے تھے' دریا میں ڈوب گئے' سلطان محمود نے بھی دریا عبور کیا اور تھوڑی دور تک تعاقب کر کے واپس ہوا۔

قرا خاں

تاریخ کامل ابنِ اثیر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرا خاں نے بلاد ترکستان' اور ساعون پر حکمرانی کی کیونکہ ابن اثیر نے اس خبر کے بعد ہی قرا خاں کے اوصاف عدل خوش خلقی اور کثرت جہاد کے واقعات لکھے ہیں پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ قرا خاں کی فتوحات میں ملک ختن ہے جو چین اور ترکستان کے درمیان واقع ہے جہاں پر علماء و فضلاء بکثرت رہتے ہیں۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ ۴۱۳ھ تک قرا خاں کرسی حکومت پر متمکن رہا۔ اسی سن میں تین لڑکے چھوڑ کر انتقال کر گیا۔ ایک ارسلان خاں کاشغر' ختن اور ساعون کا حکمران تھا' ان ممالک کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا' عادل' علماء اور اہل علم کی عزت کرتا تھا۔ نہایت خوش خلق اور سخی تھا' اس کی داد دہش اور عزت افزائی کا شہرہ سن سن کر اہل علم اور علماء اس کے دربار میں آتے تھے۔ اور یہ ان کی عزت و توقیر کرتا' صلے دیتا۔ جاگیریں دیتا' بقرا خاں طراز اور اسبیجاب کی حکومت پر تھا۔ اتفاق یہ کہ دونوں بھائیوں میں ان بن ہو گئی۔ ایک دوسرے سے لڑ پڑے۔ بقرا خاں نے ارسلان خاں کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور اس کے مقبوضات پر قابض ہو گیا۔

دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ بقرا خاں اپنے بھائیوں کی اطاعت پر قانع تھا' اپنے مقبوضات کو اپنے بھائیوں میں تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ ارسلان تکین کو ترکستان کا بہت بڑا حصہ دے دیا تھا' دوسرے بھائی کو طراز اور اسبیجاب مرحمت کیا تھا' اپنے چچا طغان خاں کو فرغانہ کی حکومت دی تھی' اپنے بیٹے علی تکین کو بخارا اور سمرقند وغیرہ کی حکمرانی پر مامور کیا تھا اور خود بلاد ساطون اور کاشغر کی حکومت پر قناعت کی تھی۔

قرا خاں اور ارسلان خاں کا خاتمہ

ابن اثیر کا یہ بھی بیان ہے کہ ۴۳۵ھ میں کفار ترکوں کا ایک گروہ جو اطراف ساغون و کاشغر بلاد اسلامیہ میں غارت گری کرتا تھا' دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور اسلام لانے کے بعد یہ لوگ مختلف مقام میں پھیل گئے' باقی ماندہ ترک و تاتاری جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ اطراف چین میں رہ گئے۔ اس قدر لکھنے کے بعد پھر بقرا خاں اول کے حالات لکھے ہیں۔ اسی سنہ میں بقرا خاں نے اپنے بھائی ارسلان خاں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور اس کے مقبوضات پر قابض ہو گیا۔ اپنے بڑے بیٹے حسین جعفر تکین کو ولی عہد بنایا۔ بقرا خاں کا ایک چھوٹا لڑکا ابراہیم نامی تھا' اس کی ماں کو حسین کی ولی عہدی ناگوار گزری' اعلانیہ مخالفت کا اعلان کر دیا۔ بقرا خاں کو زہر دے کر مار ڈالا۔ ارسلان خاں کا جیل میں گلا گھونٹ دیا۔ بقرا خاں کی بیوی نے نامی نامی سرداروں کو تہ تیغ کیا اور اپنے بیٹے ابراہیم کو ۴۳۹ھ میں تخت حکومت پر بٹھایا۔ اس کے بعد ابراہیم کو افواج کی افسری کے ساتھ اطراف ترکستان پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ ینال تکین ان ممالک کا حکمران تھا۔ ابراہیم کو شکست ہوئی۔ ینال تکین نے ابراہیم کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ ابراہیم کے مارے جانے سے بقرا خاں کی اولاد کا شیرازہ حکومت درہم برہم ہو گیا' آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ طفغاج خاں والی سمرقند و فرغانہ نے موقع پا کر ان کے ہاتھوں سے ملک و حکومت کو نکال لیا۔

سمرقند کا محاصرہ

جن دنوں بقرا خاں اور اس کے بھائی حکمرانی کر رہے تھے اسی زمانہ میں خانیہ ترکوں میں سے ایک شخص ابو المظفر نصیر الملک لقب بہ

عماد الدولہ سمرقند اور فرغانہ میں حکومت کر رہا تھا اس نے ۴۰۳ھ میں بعارضہ فالج سفر آخرت اختیار کیا اور وفات کے وقت اپنے بیٹے شمس الدولہ کو اپنی حکومت و سلطنت کا مالک بنا گیا۔ طغان خاں ابن طقفاج خاں حکومت کا مدعی ہوا اور بغاوت کر دی۔ فوجیں جمع کر کے سمرقند کا محاصرہ کر لیا۔ شمس الدولہ نے ایک دن شب کے وقت سمرقند سے نکل کر طغان خاں پر شب خون مارا۔ طغان خاں اس اچانک حملہ سے گھبرا گیا۔ فوج نہ سنبھل سکی' بھاگ کھڑا ہوا۔ شمس الدولہ اور طغان خاں کی باہمی مخالفت سے بقرا خاں' ہارون بن قدر خاں یوسف اور طغرل خاں کو سمرقند پر قبضہ کر لینے کی تحریک پیدا ہوئی' فوجیں مرتب کر کے سمرقند پر چڑھ آئے' مدتوں محاصرہ کیے رہے' لڑائیاں ہوئیں بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت خانیہ کے چند شہر شمس الدولہ کے قبضہ سے نکل گئے' صرف سرحدی مقامات سیحوں تک شمس الدولہ کے قبضۂ اقتدار میں رہ گئے۔ سلطان الپ ارسلان نے قدر خاں کی بیٹی سے عقد کر لیا تھا جو اس سے پہلے مسعود بن سلطان محمود غزنوی کے نکاح میں تھی اور شمس الدولہ کا نکاح سلطان الپ ارسلان کی بیٹی سے ہو گیا۔ یہ واقعہ ۴۹۵ھ کا ہے۔ اس رشتہ سے شمس الدولہ کی حکومت مستحکم ہو گئی۔

اپتگین کا بلخ پر قبضہ

سلطان الپ ارسلان کے انتقال سے اپتگین والیٔ سمرقند کو ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی' ایاز بن الپ ارسلان جرجان کی طرف گیا ہوا تھا' میدان خالی پا کر بلخ پر چڑھ آیا' اہل بلخ مدافعت نہ کر سکے' اپتگین نے بلخ پر قبضہ کر کے ترمذ کی جانب کوچ کیا۔ جونہی اپتگین واپس ہوا اہل بلخ نے ہنگامہ کر کے اپتگین کے نائب کو مار ڈالا اور اس کے ہمراہیوں کو بھی تہ تیغ کیا۔ اپتگین اس سے مطلع ہو کر لوٹ پڑا' شہر میں آگ لگا دینے کا حکم دے دیا۔ لیکن سعی سفارش سے قصور معاف کیا۔ سوداگروں اور رئیسوں سے تاوان وصول کیا۔ جب ان واقعات کی اطلاع ایاز بن الپ ارسلان کو ہوئی تو وہ ۴۶۵ھ کے نصف میں جرجان سے غصہ کی حالت میں ترمذ کی جانب لوٹا۔ اپتگین مقابلہ پر آیا' سخت و خونریز جنگ کے بعد ایاز کو شکست ہوئی۔ بہت سے ساتھی دریا میں ڈوب کر مر گئے۔

اس کے بعد سلطان ملک شاہ کی حکومت مستقل طور سے قائم ہو گئی۔ ۴۶۶ھ میں ترمذ واپس لینے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ چاروں طرف سے محاصرہ کر کے لڑائی چھیڑ دی۔ خندق کو پاٹ کر شہر پناہ کے دروازے تک پہنچ گیا۔ اہل شہر نے اطاعت قبول کی اور دروازے کھول دیئے۔ اپتگین کا بھائی قلعہ بند ہو گیا۔ جب اس نے اپنی جانبری کی صورت نہ دیکھی تو امن کی درخواست کی۔ سلطان ملک شاہ نے امان دی اور اسے قلعہ کی حکومت پر بحال رکھا۔

فتح سمرقند

ترمذ سے فارغ ہو کر سمرقند کی جانب قدم بڑھایا۔ اپتگین نے اس خبر سے مطلع ہو کر سمرقند چھوڑ دیا۔ اپنے بھائی کے ذریعہ سے صلح کا پیام بھیجا۔ چنانچہ ملک شاہ نے مصالحت کر لی۔ اپنی طرف سے سمرقند کی حکومت مرحمت فرما کر خراسان کی جانب واپس ہوا۔

احمد خاں بن خضر خاں کا قتل

ابن اثیر لکھتا ہے کہ اس کے بعد شمس الدولہ نے انتقال کیا' اس کے بعد خضر خاں حکمران ہوا پھر خضر خاں بھی مر گیا تو اس کا بیٹا احمد خاں حکومت کی کرسی پر متمکن ہوا۔ یہ وہی احمد خاں ہے جسے سلطان ملک شاہ نے زمانہ فتح سمرقند میں گرفتار کر کے سمرقند میں قید کر دیا تھا اور دیلمیوں کے ایک گروہ کو اس کی حفاظت پر مامور کیا تھا۔ احمد نے ان دیلمیوں سے بے دینی اور لامذہبی سیکھی جب اسے سند حکومت ملی تو اپنے عقائد کا اعلانیہ اظہار کر دیا۔ لشکری اس کے قتل پر تیار ہو گئے' اس کے نائب کو جو قلعہ قاشان میں تھا' ملا لیا اور اس کی ماتحتی میں احمد خاں کا محاصرہ کر کے گرفتار کر لیا' پابہ زنجیر سمرقند لائے اور قاضیٔ شہر کے حوالے کر دیا۔ قاضیٔ شہر نے بیان لے کر بے دینی اور لامذہبی کے جرم میں قتل کا حکم دیا۔

طغان بن قراخاں

احمد خاں کے مارے جانے کے بعد اس کا چچازاد بھائی مسعود خاں حکمران بنایا گیا۔ طغان بن قراخان والی طراز نے اس پر چڑھائی کی اور اثناء جنگ میں گرفتار کر کے مار ڈالا۔ طغان خاں کی حکومت و سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ سمرقند کی حکومت پر ابو المعالی محمد بن زید علوی کو مامور کیا۔ تین سال تک محمد نے نائب السلطنت کی حیثیت سے حکومت کی پھر خودمختاری کی ہوا دماغ میں سما گئی۔ بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ طغان خاں کو اس کی خبر لگی فوجیں لے کر چڑھ آیا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا بالآخر محمد کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد طغان خاں ترمذ کی طرف بڑھا' سلطان سنجر نے مقابلہ کیا۔ میدان سنجر کے ہاتھ رہا طغان اثناء جنگ میں مارا گیا۔

عمر خاں کو سمرقند کی حکومت ملی' چند دن حکومت کر کے خوارزم کی طرف بھاگ گیا سلطان احمد نے اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ محمد خاں سمرقند کی حکومت پر اور محمد تکین بخارا کی حکومت پر مامور کیا گیا۔ علامہ ابن اثیر نے کاشغر و ترکستان کی حکومت کے تذکرے میں لکھا ہے کہ یہ ممالک پہلے ارسلان خاں بن یوسف قدر خاں کے قبضہ اقتدار میں تھے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس کے بعد محمد نور خاں والی طراز و شاش نے قبضہ کر لیا' ایک برس تین مہینے حکمرانی کر کے مر گیا اس کے بعد طغرا خاں بن یوسف قدر خاں حکمران ہوا اس نے ملک ساغون پر بھی قبضہ کر لیا' سولہ برس حکومت کی پھر جب اس نے انتقال کیا تو اس کا بیٹا طغرل تکین دو مہینہ تک حکمران رہا پھر ہارون بقرا خاں بن طقفاج نورا خاں برادر یوسف طغرل خاں قابض ہو گیا اس نے ختن اور ساغور کے ممالک کو بھی فتح کر لیا۔ بیس سال حکومت کی ۴۹۶ھ میں وفات پائی۔ احمد بن ارسلان خاں حکومت کی کرسی پر متمکن ہوا' خلیفہ مستظہر باللہ نے خلعت عنایت فرمائی اور نور الدولہ کا خطاب دیا۔

قدر خاں

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ۴۹۵ھ میں جب کہ سلطان سنجر اپنے بھائی سلطان محمد کے ساتھ دارالخلافت بغداد کی جانب روانہ ہوا تو قدر خاں جبرئیل بن عمر خاں والی سمرقند کو خراسان پر قبضہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطان برکیاروق اور اس کے بھائی محمد میں مخالفت پیدا ہو گئی تھی' نمک حرام سنجریہ نے جس کا نام کندغری تھا قدر خاں کو لکھ بھیجا کہ ایسا موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا میدان خالی ہے' ان شہروں پر قبضہ کر لیجئے چنانچہ قدر خاں نے ایک لاکھ فوج مرتب کر کے بلخ کی جانب کوچ کیا۔ سلطان سنجر کو اس کی اطلاع ہوئی چھ ہزار فوج سے مقابلہ پر آیا' جس وقت دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا کندغری سلطان سنجر کی فوج سے نکل کر قدر خاں کے پاس چلا گیا' قدر خاں نے اسے تھوڑی سی فوج دے کر ترمذ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا چنانچہ کندغری نے ترمذ پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ اس عرصہ میں سلطان سنجر تک یہ خبر پہنچی کہ قدر خاں بلخ کے قریب پہنچ گیا ہے اور کندغری کے ساتھ تیس سواروں کے ساتھ شکار کھیلنے کو نکلا ہے۔ سلطان سنجر نے ایک فوج امیر برغش کی ماتحتی میں ان دونوں کی گرفتاری کے لئے روانہ کی۔ چنانچہ امیر برغش نے ان دونوں کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر سلطان سنجر کے دربار میں حاضر کر دیا۔ بعض مورخوں کا بیان یہ ہے کہ قدر خاں اور سلطان سنجر میں معرکہ آرائی ہوئی تھی اور سلطان سنجر نے شکست دے کر اسے گرفتار اور قتل کیا تھا اس کے بعد ترمذ کی طرف گیا اور محاصرہ کر لیا کندغری نے امن کی درخواست کی سلطان سنجر نے اسے امن دیا اور وہ امن حاصل کر کے غزنی چلا گیا۔ محمد ارسلان خاں بن سلیمان خاں بن داؤد بقرا خاں ان دنوں مرو میں تھا سنجر نے اسے مرو سے طلب کر کے سمرقند کی حکومت پر مامور کیا محمد ارسلان خاں ملوک خانیہ ماوراء النہر کی نسل سے تھا۔ اس کی ماں سلطان سنجر کی بیٹی تھی (اصل کتاب میں جگہ خالی ہے) اپنے آباء و اجداد کے ملک سے نکال دیا گیا۔ مرو چلا گیا اور وہیں قیام پذیر رہا۔

امیر تیمور

جب قدر خاں مارا گیا تو سلطان سنجر نے اسے ان ممالک کی سندِ حکومت عطا کی اور ایک بڑی فوج کے ساتھ اسے روانہ کیا چنانچہ اس

نے ان ملکوں کو سر کیا اور استقلال کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا کچھ عرصہ بعد امراء ترک میں سے امیر تیمور لنگ نے خودمختاری کا جھنڈا بلند کیا فوجیں فراہم کیں۔ محمد خاں کے قصد سے سمرقند کی طرف روانہ ہوا۔ محمد خاں نے سلطان سنجر سے امداد کی درخواست کی۔ سلطان سنجر نے ایک فوج اس کی کمک پر بھیج دی چنانچہ امیر تیمور کو شکست ہوئی اس کا سارا لشکر منتشر ہو گیا اور سلطان سنجر کی فوج اس کی خدمت میں لوٹ آئی۔

محمد خاں کی بغاوت

کچھ عرصہ بعد سلطان سنجر کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ محمد خاں والی سمرقند رعایا کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتا ہے شاہی احکام کی پرواہ نہیں کرتا سلطان سنجر اس خبر کو سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ فوجیں جمع کر کے ۵۷۰ھ میں سمرقند کی جانب روانہ ہوا محمد خاں کے ہوش اڑ گئے۔ انجام سے ڈر کر امیر قماج کے ذریعہ سے صلح کا پیغام بھیجا (امیر قماج سلطان سنجر کے دربار میں ایک بااثر امیر تھا) معذرت کی اطاعت و فرماں برداری کا حلف اٹھایا۔ سلطان سنجر نے بشرط حاضری دربار قصور کی معافی کا وعدہ کیا محمد خاں پر سلطان سنجر کا خوف اس قدر غالب تھا کہ حاضری دربار کے بجائے یہ درخواست کی کہ یہ خانہ زاد بوجہ شرم و ندامت اور شاہی قوت کے خوف سے حاضر نہیں ہو سکتا دریائے جیحوں کے کنارے پر بغرض اظہار فرمانبرداری زمین بوسی کو حاضر ہوں گا۔ سلطان سنجر نے اس درخواست کو منظور فرمایا چنانچہ سلطان سنجر مع اپنے مرکب ہمایوں کے جیحوں کے ایک کنارے پر پررونق افروز ہوا۔ دوسری طرف کے کنارے پر محمد خاں ڈرتا اور کپکپاتا آیا اور زمین بوس ہوا۔

سلطان سنجر کا سمرقند پر قبضہ

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ سلطان سنجر نے قبضہ سمرقند کے بعد محمد ارسلان خاں بن سلیمان بن داؤد بغرا خاں کو مرو سے طلب کر کے سمرقند کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ تھوڑے دن گزرنے نہ پائے تھے کہ ارسلان خاں عارضہ فالج میں مبتلا ہو گیا اپنے بیٹے بغرا خاں کو حکومت و امارت پر اپنا نائب مقرر کیا اہل سمرقند نے ہنگامہ کر کے اسے مار ڈالا اس شورش و ہنگامہ کے محرک دو شخص ہوئے تھے جن میں ایک علوی تھا۔ محمد ارسلان خاں اس ہنگامہ کے زمانہ میں موجود نہ تھا۔ جب اسے اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو بے حد رنجیدہ ہوا ادھر اپنے دوسرے بیٹے کو ترکستان سے انتقام لینے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ اس نے سمرقند پہنچ کر علوی اور اس کے ہمراہیوں کو مار ڈالا ادھر سلطان سنجر کو بھی لکھ بھیجا کہ سمرقند پر آپ قبضہ کر لیجئے۔ سمرقند کی حکومت میرے بس کی نہیں ہے میں مفلوج ہوں۔ سلطان سنجر نے اس خبر سے مطلع ہو کر سمرقند کی جانب کوچ کیا اتنے میں محمد ارسلان خاں کا بیٹا باغیان سمرقند اور اپنے بھائی کے قاتلوں کو قتل کر کے اپنے باپ ارسلان کی خدمت میں واپس آیا۔ ارسلان خاں نے سلطان سنجر کو یہ حالات لکھے اور واپس جانے کی درخواست کی۔ سلطان سنجر کو اس سے غصہ پیدا ہوا سخت برافروختہ ہوا۔ ابھی غصہ اترنے نہ پایا تھا کہ چند اشخاص مسلح حاضر کیے گئے۔ جنہوں نے تشدد اور مار پیٹ کے بعد اقرار کیا کہ ہم لوگوں کو محمد خاں نے بندگانِ حضور کے قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس سے سلطان سنجر کا غصہ اور بڑھ گیا کوچ کر کے سمرقند پہنچا اور بات کی بات میں اس پر بزور قبضہ کر لیا۔ محمد خاں ایک قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ سلطان سنجر نے اسے امان دی اور جب قلعہ سے نکل کر حاضر دربار ہوا تو سلطان سنجر نے اس کی عزت افزائی کی اور اسے اس کی لڑکی (اپنی بیوی) کے پاس بھیج دیا۔ محمد خاں وہیں مقیم رہا یہاں تک کہ وفات پائی۔ اس کے بعد سلطان سنجر حسین تکین کو سمرقند کی حکومت پر مامور کر کے خراسان کی جانب واپس ہوا جب حسین تکین مرگیا تو محمود خاں بن محمد خاں (اپنی بیوی کے بھائی) کو سمرقند کی حکومت عطا کی۔ علامہ ابن اثیر نے ان واقعات کو مسلسل بیان نہیں کیا اور نہ ان کی کتاب کامل میں حکومت خانیہ کے حالات واضح طور پر لکھے گئے ہیں میں امید کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے موقع دیا اور میں آئندہ زندہ رہا تو اس حکومت کے واقعات کو خوب تحقیق سے تحریر کروں گا اور نہایت مناسب طریقہ سے انہیں مسلسل اور باترتیب بیان کروں گا۔ میں نے جیسا کہ ان واقعات کے ترتیب وار لکھنے کا حق تھا نہیں لکھا کیونکہ ابن اثیر نے انہیں کامل طور سے نہیں لکھا بہرکیف ابن اثیر نے جو کچھ

ایک طریقہ سے اس کی روایت کی ہے ان کا خلاصہ یہ ہے۔

سبق قرا خاں کا قبول اسلام کا واقعہ

بلاد ترکستان کاشغر' ساغون' ختن' طراز اور اس کے قرب و جوار کے علاقے ماوراء النہر وغیرہ ملوکِ خانیہ کے قبضۂ اقتدار میں تھے ملوک خانیہ ترک تھے اور بادشاہ افراسیاب کی نسل سے تھے جو ملوک کمانیہ فارس کا مدِمقابل تھا۔ سبق قرا خاں (ملوک خانیہ کا مُورثِ اعلیٰ) سب سے پہلے دائرۂ اسلام میں داخل ہوا۔ سبق قرا خاں کے اسلام لانے کا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک شب خواب دیکھا کہ آسمان سے کوئی شخص اترا اور اس نے بزبانِ عربی کہا جس کے معنی یہ تھے۔ "اسلام قبول کرلے تاکہ دنیا و آخرت میں سلامت رہے۔" یہ سنتے ہی خواب ہی میں قرا خاں نے دینِ اسلام قبول کرلیا' صبح ہوئی تو اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ جب اس نے اس دنیا سے کوچ کیا تو اس کا بیٹا موسیٰ حکمران ہوا۔ اس کے بعد نسلاً" بعد نسل اس کے خاندان میں حکومت کا سلسلہ چلتا رہا' یہاں تک کہ ارسلان خاں بن محمد خاں بن سلیمان سبق حکومت کی کرسی پر متمکن ہوا۔

قدر خاں کا خروج

۴۹۴ھ میں قدر خاں نے ترکوں کو جمع کر کے اس پر خروج کیا۔ ترکوں میں متعدد گروہ تھے ان میں سے فارغلیہ بھی تھے جنہوں نے خراسان کی جانب عبور کیا تھا اور اسے تاخت و تاراج کیا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ ارسلان خاں کا ایک بیٹا بقرا خاں نامی تھا اس کی مصاحبت میں ایک شخص شریف علوی محمد بن ابی شجاع سمرقندی رہتا تھا اس نے بقرا خاں کو ارسلان خاں کے خلاف حکومت و سلطنت حاصل کرنے پر ابھارا' ارسلان خاں کو اس کی خبر لگ گئی' دونوں کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔ اس کے بعد فارغلیہ اور ارسلان خان میں کشیدگی پیدا ہو گئی۔ رفتہ رفتہ بغاوت و مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔

ارسلان خاں کی گرفتاری

ارسلان خاں نے سلطان سنجر سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ ۵۲۴ھ میں سلطان سنجر دریائے جیحوں عبور کر کے سمرقند پہنچا' فارغلیہ مقابلہ نہ کر سکے ، بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد چند مشتبہ اشخاص شاہی دربار میں حاضر کیے گئے۔ سلطان سنجر نے انہیں مشکوک سمجھ کر مارا پیٹا' قتل کی دھمکی دی تب ان لوگوں نے یہ ظاہر کیا کہ ارسلان خاں نے ہم لوگوں کو آپ کے قتل پر مامور کیا تھا۔ سلطان سنجر یہ سن کر غصہ کی حالت میں سمرقند کی جانب واپس ہوا' شہر اور قلعہ پر قبضہ کر لیا اور ارسلان خاں کو گرفتار کر کے بلخ بھیج دیا چنانچہ یہیں اس نے وفات پائی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ اختراعی قصہ ہے اس کی اصلیت کچھ نہیں ہے' یہ صرف سمرقند پر قبضہ کرنے کی تدبیر تھی۔ سلطان سنجر نے سمرقند پر قبضہ کرنے کے بعد ابو المعالی حسن بن علی معروف بہ حسین تکین کو سمرقند کی گورنری پر مامور کیا تھا۔ حسین تکین خاندان حکومت خانیہ کا ایک ممبر تھا۔ تھوڑے دن حکومت کر کے مر گیا تب سلطان سنجر نے اس کی جگہ محمود خان بن ارسلان خاں کو (جو اس کی بیوی کا بھائی تھا) سند حکومت عطا کی۔

شاہ چین کو خاں

۵۲۲ھ میں کو خان بادشاہ چین نے ایک بڑی فوج لے کر کاشغر پر چڑھائی کی۔ کو کے معنی چینی زبان میں بڑے کے ہیں اور لفظ خان ترک کے ہر بادشاہ کے نام کے ساتھ بطور لقب ملایا جاتا تھا۔ کو خاں اعور (بھینگا تھا) بادشاہان ترک کی طرح زریں تاج سر پر رکھتا اور حریر و دیبا زیب بدن کرتا تھا۔ الغرض جب کو خاں سرحد چین سے نکل کر ترکستان پہنچا۔ تاتاری ترکوں کا جم غفیر جو کو خاں کی فوج کشی سے مدتوں پہلے چین سے نکل کر ان ممالک میں چلا آیا تھا اور ملوکِ خانیہ کی خدمت کو باعثِ عزت سمجھتا تھا' کو خاں کی فوج میں داخل ہو گیا جس سے

کو خاں کی فوج میں معقول اضافہ ہو گیا۔ والی کاشغر احمد خاں بن حسین لشکر جمع کر کے مقابلہ پر آیا لیکن پہلے ہی حملہ میں پاؤں اکھڑ گئے چنانچہ تاتاری ترکوں کا گروہ اس کے ساتھ ان ممالک میں ٹھہر گیا۔

ان تاتاریوں کے چین سے نکلنے اور ساغوں میں آ کر مقیم ہونے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ارسلان محمد ان لوگوں سے بوقت ضرورت جنگ فوجی خدمت اور مدد لیتا تھا ان کو جاگیریں دے رکھی تھیں وظائف اور تنخواہیں دیتا تھا غرضیکہ سرحد کی حفاظت کے خیال سے ان کی ضروریات زندگی کافی تعداد میں مقرر کیے ہوئے تھے مگر کسی وجہ سے ان لوگوں کو ارسلان محمد سے کشیدگی پیدا ہوئی۔ سرحد سے ٹڈی دل گروہ نکل پڑا اور بلاد ساغون میں داخل ہو کر مقیم ہو گیا۔ ارسلان محمد نے انہیں واپس کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ پھر جب کو خاں کے لشکر کا سیلاب ترکستان آیا تو یہ لوگ اس کی فوج میں شامل ہو گئے۔ ممالک اسلامیہ پر لوٹ مار کا ہاتھ بڑھایا غارت گری شروع کر دی یکے بعد دیگرے شہروں پر قبضہ کرنے لگے۔ جب کسی شہر پر قابض ہوتے تو ہر مکان سے ایک دینار بطور تاوان جنگ وصول کرتے تھے اور جو حکمران ان کا مطیع ہوتا تو اس کی پیٹی میں ایک چپراس لگانے کا حکم دیتے تھے گویا یہ ان کی اطاعت کی علامت تھی' اس کے بعد ۵۳۱ھ میں بلاد ماوراء النہر کی طرف بڑھے۔ محمود خاں بن ارسلان خاں مقابلہ پر آیا، تاتاریوں نے محمود خاں کو شکست دی۔ بھاگ کر سمرقند و بخارا کی طرف چلا گیا۔ محمود خاں اس شکست کے بعد ہمت ہار گیا۔ سلطان سنجر والئ بجستان ملوک غوری حکمرانان غزنی اور شاہان ماوراء النہر کو مسلمانوں کی مظلومی کے واقعات لکھے اور ان کو تاتاریوں کے مقابلہ پر اپنی مدد کو بلا بھیجا اور ماہ ذی الحجہ ۵۳۵ھ میں دریا عبور کر کے چینی اور تاتاری ترکوں سے جنگ کرنے کے لئے بڑھا۔ ترکوں کا ایک گروہ فار غلیہ سامنے پڑ گیا۔ ان کی گرفتاری کی کوشش کی کامیاب نہ ہوا۔ فار غلیہ کو خاں کے پاس بھاگ گئے اور اس سے سلطان سنجر کی سفارش لکھنے کی درخواست کی۔

سلطان سنجر اور کو خاں

سلطان سنجر نے کو خاں کی سفارش قبول نہ کی' اسلام قبول کرنے کے لئے لکھا اور اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں برے انجام کی دھمکی دی۔ جس وقت یہ خط کو خاں کے پاس پہنچا، غصہ سے کانپ اٹھا، ایلچی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور اپنی ٹڈی دل فوج (جس میں ختنی تاتاری اور فار غلیہ بھی تھے) مرتب کر کے سلطان سنجر سے جنگ کے لئے روانہ ہوا۔ سلطان سنجر بھی اس خبر سے مطلع ہو کر خم ٹھونک کر میدان میں آ گیا۔ پہلی صفر ۵۳۶ھ میں صف آرائی کی نوبت آئی۔ میمنہ پر امیر قماج تھا اور میسرہ پر والئ بجستان' گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ فار غلیہ کی علیحدگی سے سخت نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ سلطان سنجر کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ عساکرِ اسلامیہ کو شکست ہوئی' دور تک ختنیوں اور تاتاریوں نے قتل و غارت کرتے ہوئے مسلمانوں کا تعاقب کیا۔

دولتِ خانیہ کا خاتمہ

والی بجستان امیر قماج اور سلطان سنجر کی بیگم بنت ارسلان خاں محمد گرفتار ہو گئی جنہیں کچھ عرصہ بعد فریق مخالف نے رہا کر دیا، اس جنگ سے زیادہ عظیم کوئی واقعہ اسلام میں پیش نہیں آیا۔ نہایت بری طرح سے مسلمان پامال کیے گئے۔ اسی زمانہ میں ماوراء النہر وغیرہ میں لٹیرے تاتاریوں کی حکومت قائم ہو گئی اور ان ممالک میں حکومتِ خانیہ جو قائم تھی' اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اس وقت تک یہ دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

کو خاں کا کردار

۵۳۷ھ میں کو خاں مر گیا۔ نہایت خوبصورت وجیہہ اور خوش آواز تھا، چینی ریشم پہنتا تھا، اس کا رعب و داب اس کے ہمراہیوں پر اس درجہ تھا کہ کوئی شخص رعیت کے مال و اسباب پر ہاتھ نہ بڑھاتا تھا، کوئی امیر ایک سو سواروں سے زیادہ اپنی رکاب میں نہ رکھتا تھا۔ ظلم اور شراب نوشی کی قطعاً ممانعت کر دی تھی' جو شخص اس جرم میں گرفتار ہو آتا تھا اسے نہایت سخت سزا دیتا تھا۔ زنا کو برا نہ سمجھتا تھا' نہ اس

کی کوئی سزا تھی۔ جب مرگیا تو اس کی بیٹی حکمران ہوئی لیکن تھوڑے دن بعد یہ بھی مرگئی تب اس کے بعد اس کی ماں یعنی کوخاں کی بیوی نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس زمانے سے ماوراء النہر برابر تاتاریوں کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ علاء الدین محمد بن خوارزم بانی دولت خوارزمیہ نے ۶۱۲ھ میں انہیں مغلوب اور زیر و زبر کیا جیسا کہ آپ آئندہ حکومتِ خوارزمیہ کے سلسلہ میں پڑھیں گے۔

بقراخاں اور فارغلیہ

انہی واقعات کے دوران جس وقت دولتِ خانیہ میں سے جغری بن حسین تکین نے ماوراء النہر سمرقند اور بخارا کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی انہی دنوں سنہ ۵۵۹ھ میں فارغلیہ کو صوبجات بخارا اور سمرقند سے جلاوطن ہو کر کاشغر میں چلے جانے کا حکم دیا تھا۔ انہیں کاشت کاری اور محنت و مزدوری پر مجبور کیا تھا۔ فارغلیہ نے اس سے انکار کیا،لڑائی پر آمادہ ہوئے، مسلح [redacted] کر بخارا کی جانب بڑھے پہلے تو جغری خان نے ان کو سمجھایا بجھایا لیکن [redacted] راہ پر نہ آئے اتنے میں بقراخان کا دور شروع [redacted] گیا۔ اس نے نہایت بے رحمی سے انہیں پامال کیا،ان کا اثر مٹا دیا باقی ماندہ کو اطرافِ سمرقند کی جانب جلاوطن کر کے بھیج دیا۔ اس سے آئندہ ان اطراف میں فتنہ و فساد کا وجود باقی نہ رہا اور امن و امان قائم ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب ۹

سلاطین نمود

بنی حسین

زمانہ حکومت امیر سبکتگین بنی حسین ممالک غور پر بنی سبکتگین کی طرف سے حکومت کر رہے تھے۔ رعب و داب اور شان و شوکت والے تھے۔ آخر دور حکومت بنی سبکتگین میں بنی حسین کے چار امیروں کے نام زیادہ مشہور ہوئے' انہی کے زمانے سے غوریوں کی حکومت و سلطنت مستحکم اور مستقل ہوئی محمد شوری[1] حسین شاہ اور سام یہ چاروں حسین کی نسل سے تھے۔ میں حسین کو نسباً کسی کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ جن دنوں بہرام شاہ اور ان کے بھائی ارسلان شاہ میں خانہ جنگی شروع ہوئی محمد بن حسین ارسلان شاہ سے مل گیا۔ بہرام شاہ کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی اتنے میں ارسلان شاہ کا زمانۂ حکومت ختم ہو گیا اور بہرام شاہ غزنین کا حکمران ہوا۔محمد بن حسین اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سنہ ۵۴۳ میں ملاقات کے ارادے سے آیا۔بہرام شاہ تاڑ گیا۔محمد بن حسین کا محض ملنے کی غرض سے غزنی آنا خالی از علت نہیں ہے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔اس سے غوریوں کو غصہ پیدا ہوا۔ غزنی پر غوریوں کی فوج کشی کا یہی باعث و محرک ہوا تھا۔

غزنی پر فوج کشی

محمد کے قتل ہونے کے بعد اس کے بھائی حسین شاہ حسین نے عبائے حکمرانی زیب تن کی پھر غوریوں میں باہم کچھ جھگڑا ہو گیا تب اس کا بھائی (سیف الدین) شوری حکومت کی کرسی پر بیٹھا اور اپنے بھائی محمد کے خون کا بدلہ لینے کے لئے غزنی پر فوج کشی کی۔یہ واقعہ سنہ ۵۴۳ھ کا ہے۔ بہرام شاہ مقابلہ نہ کر سکا۔ غزنی کو خیرباد کہہ کر ہندوستان چلا گیا۔ سیف الدین شوری نے غزنی پر قبضہ کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد بہرام شاہ ہندوستان سے فوجیں فراہم کر کے غزنی کو سیف الدین شوری کے قبضہ سے نکالنے کی غرض سے واپس ہوا۔ مقدمۃ الجیش پر سالار بن حسین امیر ہند اور ابراہیم بن علوی تھے۔ سیف الدین شوری بھی لشکر آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ غزنی جو اس کی رکاب میں تھا مقابلہ کے وقت اپنے پرانے محسن بہرام شاہ سے مل گیا جس سے سیف الدین شوری کو شکست ہوئی،خود لشکریوں نے گرفتار کر کے بہرام شاہ کے حوالے کر دیا۔ ماہ محرم سنہ ۵۴۴ھ میں بہرام شاہ فتح یابی کا جھنڈا لئے ہوئے غزنی میں داخل ہوا اور سیف الدین شوری کو تشہیر کرا کر غزنی کے شہرپناہ کے دروازے پر سولی دے دی۔

علاء الدین کا ہرات و بلخ پر قبضہ

سیف الدین شوری کے قتل کے بعد بلادِ غور کی حکومت پر اس کا بھائی حسین شاہ ملقب بہ علاء الدین قابض ہوا۔ اس نے غور کی تمام پہاڑیوں اور شہر فیروز کوہ پر قبضہ کر لیا۔ فیروز کوہ غزنی اور ہندوستان کے درمیان میں واقع تھا جس کی وسعت و آبادی خراسان کے قریب قریب تھی۔ علاء الدین نے نہایت استقلال و استحکام کے ساتھ حکومت کی۔ خراسان پر قبضہ کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اہلِ ہرات کی خواہش پر ہرات کا قصد کیا،تین مرتبہ کے محاصرہ کے بعد امان کے ساتھ قابض ہوا۔ سلطان سنجر کے نام کا خطبہ پڑھا پھر بلخ کی جانب بڑھا۔ اس وقت سلطان سنجر کی طرف سے امیر قماج بلخ کی طرف گورنری پر مامور تھا۔ مقابلہ کے وقت اہلِ بلخ نے دھوکا دیا جس سے امیر قماج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ علاء الدین نے بلخ پر قبضہ کر لیا۔ سلطان سنجر کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی،فوجیں لے کر علاء الدین کے مقابلہ پر آیا۔ ایک دوسرے سے لڑ پڑے۔ بالآخر سلطان سنجر کو فتح نصیب ہوئی' علاء الدین گرفتار کر لیا گیا۔ چند روز بعد سلطان سنجر نے خلعت دے

---

[1] اسے عام مورخین قطب الدین کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور شوری کو سیف الدین سوری کے نام سے۔ دیکھیں تاریخ فرشتہ

کر پھر فیروز کوہ کی حکومت عطا کی۔

غزنی پر قبضہ

اس کے بعد سنہ ۵۴۷ھ میں علاء الدین نے غزنی پر حملہ کیا' بہرام شاہ میں مقابلہ کی قوت نہ تھی۔ غزنی چھوڑ دیا۔ علاء الدین نے غزنی پر قبضہ کر کے اور اپنے بھائی سیف الدین کو حکومت غزنی پر مامور کر کے فیروز کوہ کی جانب واپس ہوا۔ جس وقت موسم سرما آگیا اور برفباری کی وجہ سے فیروز کوہ اور غزنی کا راستہ بند ہو گیا اہل غزنی نے بہرام شاہ کو خط و کتابت کر کے بلا بھیجا۔ چنانچہ بہرام شاہ ہندوستان سے فوجیں لے کر غزنی کے قریب پہنچا۔ اہل غزنی نے سیف الدین کو گرفتار کر کے بہرام شاہ کے حوالے کر دیا۔ بہرام شاہ نے غزنی پر قبضہ کر کے سیف الدین کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد علاء الدین نے بغرضِ انتقام غزنی پر چڑھائی کی اور بزورِ تیغ فتح کر کے غزنی کو تاخت و تاراج کیا' سارے شہر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔

علاء الدین اور شہاب الدین میں مناقشہ

الغرض جس وقت علاء الدین کی حکومت و سلطنت کو استحکام حاصل ہو گیا تو اپنے مقبوضہ و مفتوحہ علاقہ کے انتظام کی جانب متوجہ ہوا' بلاد غور پر اپنے بھتیجوں غیاث الدین اور شہاب الدین پسران سام بن حسین کو مامور کیا۔ ان دونوں نے نہایت خوبی سے اپنے مقبوضہ ممالک کا انتظام کیا۔ رعایا کے حقوق کی پوری طرح نگہداشت کی جس سے عام طور پر لوگوں کے دل ان کی جانب مائل ہو گئے۔ لگانے بجھانے والوں نے ان کے چچا علاء الدین سے لگانا بجھانا شروع کیا۔ اور موقع پا کر یہ جڑ دیا کہ شہاب الدین اور غیاث الدین حکومت و سلطنت کے دعویدار ہیں اور آپ پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ علاء الدین نے غیاث الدین اور شہاب الدین کو بلا بھیجا۔ یہ کسی وجہ سے نہ آسکے علاء الدین کا شبہ یقین کی حد تک پہنچ گیا فوراً" فوجیں مرتب کر کے دونوں کی گرفتاری کے لئے بھیج دیں۔ اتفاق یہ کہ علاء الدین کی فوج کو شکست ہو گئی اور غیاث الدین شہاب الدین نے اعلانیہ اپنے چچا کی مخالفت کا اظہار کر کے اس کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا۔

علاء الدین اور شہاب الدین میں مصالحت

علاء الدین کو اس سے سخت غصہ پیدا ہوا' دوبارہ فوجیں مرتب کر کے خود بقصد جنگ غیاث الدین اور شہاب الدین پر فوج کشی کی' سخت و خون ریز جنگ ہوئی بالآخر علاء الدین کی فوج میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی اور علاء الدین نے امن کا جھنڈا بلند کر دیا' خاتمہ جنگ پر غیاث الدین اور شہاب الدین اپنے چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے تخت حکومت پر بٹھلا کر چھوٹوں کی طرح اس کی خدمت میں کھڑے ہو گئے۔ علاء الدین اپنے بھتیجوں کی مردانگی اور سعادت مندی سے نہایت خوش ہوا۔ اپنی بیٹی کو غیاث الدین کے عقد میں دیا اور مرنے کے وقت اس کے حق میں حکومت و سلطنت کی وصیت کر گیا۔ علاء الدین بادشاہ نے سنہ ۵۵۶ھ میں وفات پائی۔ ابو الفتح غیاث الدین ابن سام ابن حسین دارالحکومت فیروز کوہ میں اپنے چچا علاء الدین کی وصیت کے مطابق تخت حکومت پر متمکن ہوا' علاء الدین کی موت سے حکومت غزنی کے بہی خواہوں کو موقع مل گیا' جمع ہو کر ہنگامہ کر دیا اور غزنی کو امراء حکومت سے چھین لیا۔ غیاث الدین کے قبضہ میں دارالحکومت فیروز کوہ اور اس کے مضافات اور اس کے بھائی شہاب الدین کی حکومت میں بلادِ غور باقی رہ گئے۔ پندرہ برس کے بعد امرء غزنویہ کی بدسلوکی سے اہلِ غزنی تنگ آ گئے۔

غوریوں کا غزنی پر قبضہ

اسی اثناء میں غیاث الدین کی حکومت کو ہر طرح سے استحکام ہو گیا تھا' فوجیں جمع کر کے غزنی پر چڑھائی کر دی۔ خراسانی اور غوری فوجیں کھڑی تھیں۔ سنہ ۵۷۱ھ میں دونوں حریفوں نے صف آرائی کی۔ امراء دولت غزنویہ کو شکست ہوئی' غیاث الدین نے کامیابی کے

ساتھ غزنی پر قبضہ کر لیا۔اس کے بعد کرمان اور شنوران پر دھاوا کیا (یہ کرمان ہندوستان اور غزنی کے درمیان واقع ہے اس سے ملک فارس کا کرمان مقصود نہیں ہے) کرمان اور شنوران کے فتح ہونے پر لاہور کی طرف قدم بڑھایا۔ خسرو شاہ (آخری تاجدار دولت غزنویہ) بن بہرام شاہ نے اس سے مطلع ہو کر مقابلہ کیا اور دریا کو عبور نہ کرنے دیا۔ مجبوراً غیاث الدین کو واپس ہونا پڑا۔ واپسی کے وقت بعض پہاڑی مقامات پر جو کہ ہندوستان کے پہاڑوں سے متصل تھے' قبضہ کر لیا۔ غزنی کی حکومت پر اپنے بھائی شہاب الدین کو مقرر کر کے اپنے دارالحکومت فیروز کوہ کی جانب واپس ہوا۔

شہاب الدین کی لاہور پر فوج کشی

شہاب الدین نے غزنی فتح کرنے کے بعد اہل غزنی کے ساتھ مدارات اور نرمی کا برتاؤ کیا' حسن سلوک سے پیش آیا جس سے اس کی ہر دلعزیزی بڑھ گئی۔ حکومت و سلطنت کی بنیاد مضبوط ہو گئی۔ ہندوستان کے اکثر سرحدی اور پہاڑی ممالک کو فتح کر لیا۔اس کی ملک گیری اور فتوحات کا سیلاب لاہور تک پہنچ گیا جو اس زمانہ میں خسرو ملک آخری تاجدار دولتِ غزنویہ کا پایۂ تخت تھا۔ سنہ ۵۷۹ھ میں شہاب الدین نے خراسان اور بلاد غور سے فوجیں فراہم کر کے لاہور پر فوج کشی کی' دریا عبور کر کے لاہور کا محاصرہ کر لیا۔ باہم نامہ و پیام شروع ہوا' دامادی رشتہ قائم کرنے کی خواہش ظاہر کی اور حسبِ خواہش جاگیریں دینے کا وعدہ کیا۔ مگر شرط یہ لگا دی کہ میرے بھائی غیاث الدین کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ خسرو ملک نے اس سے انکار کر دیا۔ تب شہاب الدین نے محاصرہ میں سختی شروع کی۔ اہل شہر شدتِ محاصرہ اور جنگ سے گھبرا گئے۔خسرو ملک کو برا بھلا کہنے لگے۔ خسرو ملک نے قاضی شہر اور خطیب جامع مسجد کو امن کی درخواست دے کر شہاب الدین کی خدمت میں روانہ کیا۔ چنانچہ شہاب الدین نے امن کی درخواست منظور کر لی اور فتح یابی کا جھنڈا لئے ہوئے لاہور میں داخل ہوا۔ چند روز تک خسرو ملک عزت و احترام کے ساتھ شہاب الدین ہی کی خدمت میں رہا' دو مہینہ کے بعد غیاث الدین کا حکم پہنچا کہ خسرو ملک کو اس کے اہل و عیال کے ساتھ میرے پاس فیروز کوہ بھیج دو۔ خسرو ملک کو اس سے خطرہ پیدا ہوا' شہاب الدین نے اطمینان دلایا' قسمیں کھائیں۔ خسرو ملک تن بہ تقدیر اپنے اہل و عیال کے ساتھ فوج کے ایک دستہ کی حفاظت میں فیروز کوہ کی جانب روانہ ہوا۔ غیاث الدین نے پہنچتے ہی خسرو ملک کو اس کے اہل و عیال کے ساتھ ایک قلعہ میں قید کر دیا۔ خسرو ملک اور اس کے خاندان کی حکومت کا یہ آخری دور تھا۔

ہرات پر قبضہ

جس وقت غیاث الدین کی حکومت کا جھنڈا پایۂ تخت لاہور پر گاڑ دیا گیا اپنے بھائی شہاب الدین کو جو لاہور کی فتح پر مامور ہوا تھا لکھ بھیجا کہ منبروں پر میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور سلطان کے لقب سے یاد کیا جائے اور میرے نام کے ساتھ بطور القاب یہ الفاظ بڑھائے جائیں: غیاث الدنیا والدین معین الاسلام و المسلمین قسیم امیرالمومنین' ساتھ ہی اپنے بھائی کو بھی 'عز الدین' کا خطاب عنایت کیا۔
شہاب الدین لاہور کی مہم سے فارغ ہو کر اپنے بھائی غیاث الدین کی خدمت میں فیروز کوہ پہنچا۔ دونوں بھائی ہرات پر قبضہ کرنے کے بارے میں متفق الرائے ہوئے اور فوجیں مرتب کر کے ہرات کی جانب بڑھے۔ اس وقت ہرات میں سلطان سنجر کی حکومت کا پھریرا لہرا رہا تھا اور اس کا گورنر اپنی فوج کے ساتھ رہتا تھا۔ غیاث الدین نے ہرات پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا'گورنر ہرات مقابلہ نہ کر سکا۔ امن حاصل کر کے شہر حوالے کر دیا۔ ہرات پر قبضہ کرنے کے بعد بوشنج کی طرف قدم بڑھایا۔ فتح مندی ان کا ساتھ دے رہی تھی۔ بوشنج پر بھی قبضہ ہو گیا۔ بادغیش کی طرف روانہ ہوئے اور اسے بھی فتح کر لیا۔ فتح یابیوں کے بعد غیاث الدین فیروز کوہ کی جانب اور شہاب الدین غزنی کی طرف مظفر و منصور واپس ہوئے۔

شہاب الدین اور رانی اچہ

شہاب الدین نے غزنی پہنچ کر چند دنوں تک آرام کرنے کی غرض سے قیام کیا۔ جب فوج سفر و جنگ کی تکان سے آرام حاصل کر

چکی تو شہاب الدین نے ہندوستان پر جہاد کی غرض سے تیاری کا حکم دیا۔ چنانچہ سنہ ۵۷۴ھ میں غزنی سے روانہ ہوکر شہر اجرہ (یا اچہ) کا محاصرہ کر لیا۔ راجہ اجرہ نے قلعہ بندی کر لی لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ مدتوں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ شہاب الدین نے اس امر کا احساس کر کے کہ جنگ سے کامیابی بہ وقت اور بدیر حاصل ہو گی۔ رانی سے خط و کتابت شروع کی اور اس سے یہ کہلا بھیجا کہ اگر تم اس کی فتح یابی میں میرا ہاتھ بٹاؤ گی اور میں شہر کو فتح کر لوں گا تو میں تم سے فتح یابی کے بعد نکاح کر لوں گا اور تمہیں ملکہ جہاں بناؤں گا۔ رانی نے کہلا بھیجا کہ میں تو اس قابل نہیں رہی البتہ میری لڑکی حاضر ہے آپ اس سے عقد کر لیجئے۔ اور میرے مال و اسباب کو ہاتھ نہ لگائیے گا۔ شہاب الدین نے اسے منظور کر لیا۔ رانی نے موقع پا کر راجہ کو زہر دے دیا' راجہ مر گیا۔

فتح اچہ (سندھ)

شہاب الدین نے اس حیلہ سے بآسانی شہر پر قبضہ کر لیا اور حسب اقرار راجہ کی لڑکی کو مسلمان کر کے اپنے نکاح میں لے لیا اور اسے اس کی ماں کے ساتھ ارکانِ اسلام کی تعلیم کی غرض سے بعزت و احترام غزنی بھیج دیا۔ چند دن بعد رانی مر گئی اور دس برس کے بعد اس کی لڑکی بھی انتقال کر گئی۔ فتح اجرہ کے بعد شہاب الدین نے ہندوستان کو اپنے جہاد اور مذہبی جنگ کا میدان بنا لیا۔ متعدد اور بے شمار شہروں کو فتح کیا۔ ہندوستان میں اس کی فتح یابی کی موجیں اس حد تک پہنچیں جہاں تک اس سے پہلے کسی اسلامی مجاہد کا گزر تک نہ ہوا تھا۔

ترائین کی پہلی جنگ

فتح اچہ (سندھ) سے راجگانِ ہندوستان میں ہلچل مچ گئی۔ ہر ایک کو اپنی راج گدی (ریاست) کے سنبھالنے کا خیال پیدا ہوا۔ ایک دوسرے نے شہاب الدین کے حملوں سے بچنے کی بابت خط و کتابت کرنے لگے۔ نصیحت' فضیحت اور ملامت کی' سب نے مل کر ایک دوسرے کی مدد کی قسمیں کھائیں' چاروں طرف سے فوجیں فراہم کر کے لشکرِ اسلام کے مقابلہ پر آ گئے۔ شہاب الدین بھی غوری' خلجی اور خراسانی فوجیں لے کر خم ٹھونک کر میدان جنگ میں آیا۔ ہنگامۂ کارزار گرم ہوا۔ سخت اور خونریز جنگ کے بعد لشکرِ اسلام کو شکست ہوئی' راجپوتوں نے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ قتل کرنا شروع کیا' شہاب الدین زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ بایاں ہاتھ بیکار ہو گیا' سر پر شدید زخم پہنچا' بھگدڑ میں کسی کو یہ خبر نہ ہوئی کہ شہاب الدین کہاں ہے' اتنے میں رات نے پہنچ کر بیچ بچاؤ کر دیا۔ راجپوتوں نے قتل و تعاقب سے ہاتھ کھینچ لیا۔ خدامِ دولت شہاب الدین کو ڈھونڈ کر زخمیوں اور مقتولوں کے درمیان سے اٹھا لائے' کوچ و قیام کرتے ہوئے غزنی پہنچے۔ ہوا خواہانِ دولت غوریہ اس خبر کو سن کر عیادت کے لئے آئے' چاروں طرف سے وفد حاضر ہوئے۔ غیاث الدین نے تازہ دم فوج کمک پر بھیجی اور جنگ میں جلدی کرنے پر نصیحت و ملامت کی[1]۔

---

[1] شہاب الدین نے ۵۸۷ھ میں غزنی سے ہندوستان پر بغرض جہاد فوج کشی کی قلعہ بھٹنڈہ کو جو پتھورا والئ اجمیر کے مقبوضات میں سے تھا فتح کر لیا اور ملک ضیاء الدین کو قلعہ دار مقرر کر کے واپس ہونا چاہتا تھا کہ دفعتاً" یہ خبر سننے میں آئی کہ پتھورا اور اس کا بھائی کھانڈے رائے والی دہلی راجاؤں کے اتفاق اور پشت پناہی سے قلعہ بھٹنڈہ واپس لینے کے لئے آ رہا ہے۔ شہاب الدین یہ سنتے ہی ارادہ ترک کر کے نکل پڑا۔ مقام ترائین دریائے سرستی کے کنارے دونوں حریفوں نے صف آرائی کی۔ تھانیسر سے یہ مقام سات کوس اور دہلی سے چالیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ پتھورا دو لاکھ سواروں اور تین ہزار زنجیر فیل کی جمعیت سے مقابلہ پر آیا تھا۔ نہایت سخت و خونریز لڑائی ہوئی کشتوں کے پشتے لگ گئے شہاب الدین کا میمنہ و میسرہ بھاگ کھڑا ہوا۔ قلب لشکر میں بھگدڑ مچ گئی لشکریوں کے پاؤں ڈگمگا گئے لیکن شہاب الدین کمال مردانگی سے لڑتا رہا۔ کھانڈے رائے نے شہاب الدین کی مردانگی سے متاثر ہو کر ہاتھی بڑھایا۔ شہاب الدین نے گھوڑے کو مہمیز کیا گھوڑے نے نہایت تیزی سے اپنے اگلے دونوں پاؤں ہاتھی کی مستک پر رکھ دئے۔ ہاتھی چیخ مار کر بیٹھ گیا۔ شہاب الدین نے برچھا کا وار کیا' وار پورا نہ پڑا کھانڈے رائے کے آگے کے چند دانت ٹوٹ گئے۔ کھانڈے رائے نے جھلا کر تلوار چلائی۔ شہاب الدین کا بایاں ہاتھ بیکار ہو گیا' سر پر بھی زخم آیا چکرا کر گرا چاہتا تھا کہ ایک خلجی سپاہی پیچھے سے اچانک شہاب الدین کے گھوڑے پر آ رہا اور اسے سنبھال کر گھوڑے کو بڑھا کر راجپوتوں کے نرغے سے نکل آیا۔ مسلمانوں کی شکست کے بعد کھانڈے رائے اور پتھورا نے قلعہ بھٹنڈہ کا رخ کیا اور پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا۔ ایک برس ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد صلح و امان سے قلعہ فتح ہوا۔ دیکھو تاریخ فرشتہ و زین المآثر۔

شہاب الدین اور پتھورا (پرتھوی راج) میں جنگ

اس شکست سے شہاب الدین کو سخت صدمہ ہوا۔ مدتوں اسی ادھیڑ بن میں لگا رہا کہ راجگانِ ہند سے کب اور کس طرح انتقام لیا جائے۔ بالآخر جب غیاث الدین کی تازہ دم فوج بطور امداد آ گئی تو شہاب الدین نے دوبارہ ہندوستان کا قصد کیا۔ پتھورا نے کہلا بھیجا کہ "بہتر ہو گا کہ آپ ہندوستان کا قصد نہ کیجئے بلکہ اپنے مقبوضات کو بھی ہمارے حوالے کر کے ہندوستان سے نکل جائیے۔ ورنہ اس مرتبہ آپ کی خیر نہیں"۔ شہاب الدین نے جواب دیا۔ "میں چونکہ خود مختار نہیں ہوں اس لئے اپنے بھائی کو اس سے مطلع کرتا ہوں اگر واپسی کی اجازت آ گئی تو میں بے شک واپس چلا جاؤں گا"۔ دونوں حریف مورچہ بندی کئے ہوئے ایک دوسرے کے مقابلہ پر پڑے رہے۔ راجپوتوں نے پورے طور سے حفاظت کا سامان کر لیا تھا۔ دریائے سرستی کے پایاب مقامات کی حفاظت پر فوجیں متعین کر دی تھیں، کشتیاں ہٹا دی گئی تھیں۔ شہاب الدین اس تہیہ و فکر میں تھا کہ کسی طرح دریا عبور کر کے پتھورا کی فوج پر حملہ کرنا چاہیے مگر موقع ہاتھ نہ ملتا تھا۔ اور نہ دریا کو عبور کرنے کا کوئی سامان ہمراہ تھا۔ ایک روز ایک ہندو سپاہی لشکر میں آیا اور اس نے ایک پایاب مقام کا پتہ بتلایا۔ شہاب الدین کو خطرہ ہوا کہ مبادا یہ دھوکا دیتا ہو۔

فتح دہلی

اسی پس و پیش میں تھا کہ اہل اجرہ اور ملتان کے ایک گروہ نے اس کی تصدیق کی۔ پھر کیا تھا مسلمانوں کو موقع مل گیا۔ امیر حسن بن حرمیہ غوری نے شب کے وقت اسی پایاب مقام سے ایک فوج دوسرے کنارے پر اتار دی، لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ محافظین دریا سے میدان خالی ہونے پر شہاب الدین بھی اپنے لشکر کے ساتھ دریا عبور کر کے راجپوتوں کی فوج پر جا پڑا۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ لشکرِ اسلام نے چاروں طرف سے گھیر کر قتل و پامال کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ چند افراد جانبر ہوئے ہزارہا ہندو قید کر لئے گئے۔ پتھورا اثناء جنگ میں مارا گیا۔ اس جنگ سے راجگانِ ہند کے دلوں پر شہاب الدین کے رعب و داب کا سکہ بیٹھ گیا۔ اکثر شہروں پر بآسانی قبضہ ہو گیا۔ شہاب الدین نے ان لوگوں پر جزیہ مقرر کیا اور ان لوگوں نے بخوشی خاطر اسے قبول کر کے مصالحت کر لی اور ضمانت دی۔ شہاب الدین نے دہلی کی حکومت پر قطب الدین ایبک کو مامور کیا۔ دہلی اس زمانے میں بھی دارالسلطنت تھی اور اس کے بعد اپنے لشکر ظفر پیکر کو ہندوستان میں پھیلا دیا جو مشرق میں ہندوستان کو سر کرتا ہوا چین کی سرحد تک پہنچ گیا اور اس قدر فتوحات کیں کہ اس سے پیشتر کسی کو نصیب نہ ہوئی تھیں۔ یہ تمام واقعات سنہ ۵۸۴ھ کے ہیں[1]۔

علاء الدین کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا محمد غور کے تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ سنہ ۵۵۸ھ میں فوجیں فراہم کر کے بلخ کا قصد کیا،

---

[1] (مترجم) کاتب کی غلطی ہے ۵۴۸ھ کی جگہ ۵۸۴ھ پڑھو کیونکہ ۵۷۹ھ تک لاہور خسرو ملک آخری فرمانروا ملوک غزنویہ کے قبضہ میں تھا اور یہ لڑائی لاہور پر تسلط حاصل کرنے کے بعد ہوئی۔

[2] یہ لڑائی ہندوستان کی فیصلہ کن لڑائی تھی۔ اس لڑائی کے بعد سے مسلمانوں کے قدم ہندوستان میں جم جاتے ہیں۔ حکومت و سلطنت کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس لڑائی میں ڈیڑھ سو راجگان ہند شہاب الدین سے جنگ کرنے کے لیے آئے تھے تمام ہندوستانی فوجوں کا سردار پتھورا راجہ اجمیر اور کھانڈ رائے راجہ دہلی تھا۔ تین ہزار کوہ پیکر ہاتھی اور تین لاکھ سورما راجپوت اس کی رکاب میں تھے اور شہاب الدین نے ایک لاکھ فوج سے ان پر حملہ کیا تھا۔ لاہور پہنچ کر قوام الملک رکن الدین حمزہ کو دعوت اسلام کا پیام دے کر راجہ پتھورا کے پاس بھیجا۔ پتھورا نے سختی سے جواب دیا پھر جو کچھ اور خط و کتابت ہوئی وہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ غرض کہ مقام ترائن دریائے سرستی کے قریب صف آرائی ہوئی۔ شہاب الدین نے اپنی فوج کو چار حصوں پر تقسیم کر دیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ ہر فوج باری باری حملہ آور ہو۔ لڑتے لڑتے جب عصر کا وقت آ جائے تو ثابت قدمی سے دست کش ہو کر آہستہ آہستہ پس پا ہوں۔ راجگانِ ہند لشکرِ اسلام کی پسپائی کا خیال کر کے آگے بڑھیں گے اس وقت ما بدولت و اقبال کمین گاہ سے نکل کر راجپوتوں پر حملہ آور ہوں گے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ لشکرِ اسلام کا پیچھے ہٹنا تھا کہ راجپوتوں نے دلیرانہ تعاقب کیا۔ ایک طرف سے شہاب

ان دنوں بلخ ترکوں کے قبضہ میں تھا۔ ترکوں نے بھی محمد بن علاء الدین کے آنے کی خبر پا کر مدافعت کی غرض سے خروج کیا۔ ایک روز کسی جاسوس نے ترکوں کو یہ خبر دی کہ محمد بن علاء الدین چند سپاہیوں کو ہمراہ لیکر سیر و شکار کو نکلا ہے۔ چنانچہ چند سواران ترک یہ سنتے ہی روانہ ہو گئے۔ محمد بن علاء الدین سے ایک میدان میں ملاقات ہو گئی۔ محمد بن علاء الدین اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ مارا گیا۔ دو چار بھاگ کر اپنے لشکر میں آئے اور اس وحشت ناک واقعہ سے لشکریوں کو مطلع کیا' فوج نے اسی وقت لشکر گاہ اور تمام سامان و اسباب چھوڑ کر غور کا راستہ لیا۔ ترکوں نے مال و اسباب لوٹ لیا اور قتل و قتال کے بغیر مال غنیمت لے کر بلخ واپس ہوئے۔

خوارزم شاہ بن انس بن محمد

ہم اوپر لکھ چکے ہیں غیاث الدین اور شہاب الدین پسران ابو الفتح سام بن حسن غوری نے سنہ ۵۴۷ میں خراسان کی جانب کوچ کیا تھا اور ہرات بوشیخ اور باد غیس پر قبضہ کر لیا تھا' یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جب کہ سلطان سنجر کو ترکوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تھی اور اس کے امراء حکومت اور غلاموں نے باہم حکومت کے حصے بخرے کر لئے تھے' تمام ملک میں طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔ ان سب میں خوارزم شاہ بن انس بن محمد انوش تکین والی خوارزم بہت دم خم والا آدمی تھا۔ سنہ ۵۷۵ھ میں اس کا بیٹا سلطان شاہ حکمران ہوا۔ علاء الدین تکین (خوارزم شاہ کا دوسرا لڑکا) حکومت و امارت کی بابت اپنے بھائی سے جھگڑ پڑا اور خوارزم کو سلطان شاہ سے چھین لیا۔ سلطان شاہ خوارزم سے نکل کر مرو چلا آیا اور اسے ترکوں کے قبضہ سے نکال کر قابض ہو گیا۔ چند دن بعد ترکوں نے متفق ہو کر سلطان شاہ کو مرو سے نکال دیا۔ سلطان شاہ نے خطا سے امداد حاصل کی اور انہیں لوگوں سے فوجیں مرتب کر کے دوبارہ مرو پر چڑھائی کی اور ترکوں کو مرو' سرخس' النساء اور ابیورد سے نکال کر ان پر قابض ہو گیا۔

غیاث الدین اور سلطان شاہ

اس کامیابی کے بعد خطا کو ان کے اصلی وطن کی طرف واپس کیا اور غیاث الدین کو تہدید آموز خط لکھا کہ "ہرات' بوشیخ' باد غیس اور جس قدر مملکت خراسان کے شہروں پر تم نے قبضہ کر لیا ہے' انہیں چھوڑ دو"۔ غیاث الدین نے جواب دیا "ان شہروں کا چھوڑنا تو کارے وارد کا مضمون ہے مناسب یہ ہے کہ مرو' سرخس اور خراسان کے جتنے مقامات پر تم نے قبضہ کر لیا ہے وہاں کے منبروں اور جامع مسجدوں میں میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے"۔ سلطان شاہ کو اس سے غصہ پیدا ہوا۔ فوجیں مرتب کر کے روانہ ہوا اور بوشیخ کا محاصرہ کر لیا۔ مضافات بوشیخ میں غارت گری شروع ہو گئی۔ غیاث الدین نے اس خبر سے مطلع ہو کر ایک فوج والی بجستان اور اپنے بھانجے بہاء الدین سام بن بامیان کی ماتحتی میں خراسان کی جانب روانہ کی۔ ان دنوں اس کا بھائی شہاب الدین یہاں موجود نہ تھا' ہندوستان گیا ہوا تھا' جس وقت غیاث الدین کا لشکر خراسان پہنچا اس وقت سلطان شاہ ہرات کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ "مصلحتاً" محاصرہ اٹھا کر لوٹ مار کرتا ہوا مرو کی جانب واپس آیا۔ غیاث الدین کو دوبارہ تہدید کا خط لکھا۔ غیاث الدین نے اپنے بھائی شہاب الدین کو ہندوستان سے پاس بلا بھیجا چنانچہ شہاب الدین ہندوستان کی مہم سے بہت جلد فراغت حاصل کر کے واپس ہوا اور فوجیں آراستہ کر کے خراسان کی طرف بڑھا۔ سلطان شاہ نے بھی فوجیں مرتب کیں اور طالقان پر آ اترا۔ سلطان شاہ اور غیاث الدین میں خط و کتابت شروع ہوئی۔ مصالحت کی گفتگو ہوئی بالآخر سلطان شاہ نے بوشیخ اور باد غیس کی واپسی پر مصالحت کا اظہار کیا لیکن شہاب الدین اس پر راضی نہ تھا۔ جنگ کی چیخ و پکار مچائے ہوئے تھا اور غیاث الدین اسے خونریزی اور جنگ سے روک رہا تھا۔ اتنے میں سلطان شاہ کا ایلچی مصالحت کی غرض سے غیاث الدین کے دربار میں حاضر ہوا۔ شہاب

الدین نے اور دوسری طرف سے خرمیل نے دفعتہ" حملہ کر دیا۔ راجپوتوں کا بڑھتا ہوا جوش رک گیا۔ انتہائی بے سروسامانی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کھانڈ رائے اور راجگان ہند کے ساتھ مارا گیا۔ پتھورا سرستی کے کنارہ پر گرفتار کر لیا گیا اور شہاب الدین کے حکم سے مار ڈالا گیا۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ قلعہ سرستی' ہانسی' کہرام' سمانہ مسخر و مفتوح ہوئے۔ بے حد لونڈی غلام ہاتھ لگے۔ اگلے دن جس قدر راجپوت گرفتار کیے گئے تھے شہاب الدین کے حکم سے قتل کر ڈالے گئے۔

الدین اپنے جوش کو ضبط نہ کر سکا چلا اٹھا "اس طرح سے کبھی صلح نہ ہو گی اور ہرگز ایسی صلح نہ کرو"۔ شہاب الدین یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا لشکریوں سے مخاطب ہو کر کہا "ایسی صلح سے موت بہتر ہے۔ اٹھو جنگ پر تیار ہو جاؤ"۔ غیاث الدین خاموش ہو گیا۔

سلطان شاہ کی شکست

سلطان شاہ کا ایلچی ناکام واپس ہوا اور شہاب الدین فوجیں لے کر مروالرود کی طرف چلا۔ سلطان شاہ بھی اس سے مطلع ہو کر میدان میں آ گیا۔ پہلی ہی جنگ میں شکست کھا کر بھاگا۔ صرف بیس سواروں کے ساتھ مرو میں داخل ہوا۔ علاء الدین تکین (سلطان شاہ کا بھائی) اس شکست سے مطلع ہو کر سلطان شاہ کی روک ٹوک کے لئے جیحوں کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان شاہ نے جیحوں کا راستہ چھوڑ کر غیاث الدین کے دربار کا راستہ لیا۔ غیاث الدین نے اس کی اور اس کے ہمراہیوں کی عزت افزائی کی اور نہایت عزت و احترام سے اپنے شاہی محل میں ٹھہرایا۔ علاء الدین تکین کو اس کی خبر لگی۔ غیاث الدین کو کہلا بھیجا کہ "ہمارے مجرم کو ہمارے پاس واپس کر دو ورنہ خیر نہیں ہے"۔ غیاث الدین نے جواباً لکھا "وہ میرے پاس پناہ گزین ہوا ہے' میں اس کی سفارش کرتا ہوں مناسب یہ ہے کہ اس سے تم مصالحت کر لو ورنہ میرے اور تمہارے دوستانہ تعلقات منقطع ہو جائیں گے"۔ اسی خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ آئندہ سے تم خوارزم میں میرے نام کا خطبہ پڑھو اور تعلقات مضبوط کرنے کی غرض سے اپنی بہن کا عقد میرے بھائی شہاب الدین سے کر دو۔ علاء الدین تکین کو اس جواب سے سکتہ سا ہو گیا پھر کچھ سوچ سمجھ کر سختی سے انکار میں جواب دیا۔

غیاث الدین اور علاء الدین تکین

غیاث الدین نے اپنی تمام فوج کو خوارزم پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ والیٔ نیشاپور کو لکھ کر بھیجا کہ میرا لشکر خوارزم پر حملہ کرنے کے لئے جا رہا ہے تم بھی اپنی تمام فوج کو جمع کر لو اور اس کی کمک پر تیار ہو جاؤ۔ علاء الدین تکین کو اس کی خبر لگی تو پہلے اپنے بھائی سلطان شاہ اور غیاث الدین کی فوج سے جنگ کرنے پر مستعد ہو کر خوارزم کی جانب واپس ہوا اور جس قدر مال و اسباب اٹھا سکا اُسے لے کر ترکان خطا کے پاس چلا گیا۔ فقہاء اور علماء خوارزم غوری لشکر گاہ میں حاضر ہوئے' صلح کا پیام دیا اور یہ عرض کی کہ چونکہ علاء الدین نے ترکان خطا سے میل جول پیدا کر لیا ہے مناسب ہے کہ آپ مرو کو اپنا مرکزِ حکومت بنائیں تاکہ علاء الدین کے آئندہ خطرات سے ہم لوگ محفوظ و مامون رہیں یا اس سے مصالحت کر لیجئے۔ شہاب الدین نے یہ درخواست منظور کر لی اور بلا کسی شرط کے مصالحت کر کے واپس آیا۔

تسخیر بلادِ اجمیر

سنہ ۵۸۳ھ میں شہاب الدین اپنا لشکرِ ظفر پیکر لئے ہوئے اجمیر کے علاقے کو فتح کرنے کے لئے ہندوستان کی جانب روانہ ہوا۔ بلادِ اجمیر کو اس وقت ولایت سواک کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اس کے حکمران کا نام کولہ تھا۔ شہاب الدین نے دہلی کی فتح کے بعد جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں قلعہ سرتی' ہانسی' سامانہ کہرام پر بھی قبضہ کر لیا' اس سے راجہ اجمیر کو برہمی پیدا ہوئی' فوجیں فراہم کر کے لشکر اسلام سے جنگ کرنے کے لئے نکلا۔ فوج کو میمنہ و میسرہ پر مقرر کیا ہراول دستے میں ہاتھیوں کی ایک تعداد رکھی۔ شہاب الدین کی فوج بھی میدان میں آ گئی' نہایت سخت لڑائی شروع ہوئی' اتفاق یہ کہ عساکرِ اسلامیہ کا میمنہ و میسرہ (دایاں و بایاں) شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ راجپوت حملہ کرتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گئے' ایک فیل سوار راجپوت نے شہاب الدین کی طرف ہاتھی بڑھایا' شہاب الدین نے نیزہ چلایا' وار پورا نہ پڑا' چند دانت آگے کے ٹوٹ گئے۔ راجپوت نے تلوار کا وار کیا' شہاب الدین کے بازو میں سخت چوٹ آئی' گھوڑے سے زمین پر آ رہا' شہاب الدین کے ہمراہی جی توڑ کر لڑتے رہے۔ بالآخر اپنے زخمی سردار کو کسی نہ کسی طرح اٹھا کر لے بھاگے' اتنے میں رات ہو گئی۔ راجپوتوں نے تعاقب اور قتل سے ہاتھ کھینچ لیا۔

معرکۂ جنگ سے کچھ دور نکل آنے کے بعد زخم سے اس قدر خون نکلا کہ شہاب الدین بے ہوش ہو گیا۔ پالکی میں سوار کرا کے لاہور لایا گیا۔ چند روز قیام کے بعد جب ذرا ہوش و حواس درست ہوئے تو غزنی کی طرف کوچ کیا۔ چنانچہ غزنی میں سنہ ۵۸۸ھ تک مقیم رہا۔[1]

شہاب الدین کی امراء سے برہمی

سنہ ۵۸۸ھ میں شہاب الدین نے غزنی سے ہندوستان کی جانب بغرضِ جہاد کوچ کیا، مقصود یہ تھا کہ اس شکست کا جسے آپ اوپر پڑھ آئے ہیں، راجپوتوں سے بدلہ لے۔ جس زمانہ سے شہاب الدین راجپوتوں سے شکست کھا کر واپس گیا تھا سرداران لشکر اور امراء کو دربار کی حاضری کی اجازت نہ دی تھی۔ ان کا منہ دیکھنے کا روادار نہیں تھا۔ چنانچہ سرداران لشکر کے بغیر دفعتہً غزنی سے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا پشاور پہنچا۔ سرداران غور میں سے ایک بوڑھے نے حاضر ہو کر معذرت کی۔ دریافت کیا کس طرف کا قصد ہے؟ شہاب الدین نے جواب دیا۔ "مجھے سردارانِ لشکر اور امراء دربار پر اطمینان نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے گزشتہ لڑائی میں تنہا میدانِ جنگ میں چھوڑ دیا تھا اس وجہ سے میں انہیں کوئی راز بتانا نہیں چاہتا اور نہ میں ان کا منہ دیکھوں گا۔ جب تک راجپوتوں سے شکست کا بدلہ نہ لے لوں مجھے چین نہیں آئے گا"۔ بوڑھے نے عرض کیا۔ "وہ ایک اتفاقی اور تقدیری امر تھا جو پیش آ گیا، تمام سردارانِ لشکر جاں نثاری پر تیار ہیں! جہاں بادشاہ کا پسینہ گرے گا وہاں ■ خون گرانے کو موجود ہیں۔ آپ ان کی خطائیں معاف فرما دیجئے۔ وہ لوگ خود کردہ پشیمان اور نادم ہیں"۔ شہاب الدین کو یہ باتیں پسند آ گئیں اور امراء لشکر کو حاضری کی اجازت دی اور حسب درجہ ہر ایک کو خلعت عنایت کیا۔

راجپوتوں کی شکست

پشاور سے نکل کر اسی میدان میں پہنچا جہاں پہلے لڑائی ہوئی تھی۔ راستے میں جس قدر دیہات قصبات اور شہر ملے سب کو فتح کر لیا۔ راجپوتوں نے اس سے مطلع ہو کر بہت بڑی جمعیت سے مقابلہ کیا۔ شہاب الدین لڑائی چھیڑ کر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا یہاں تک کہ بلاد اسلامیہ کے قریب پہنچ گیا۔ صرف تین منزل باقی رہ گیا، راجپوت تعاقب کرتے چلے آئے۔ شہاب الدین نے اپنے لشکر ظفر پیکر سے ستر ہزار سواروں کو حکم دیا کہ مرکب ہمایوں سے علیحدہ ہو کر چکر کاٹ کر راجپوتوں پر پیچھے سے حملہ آور ہوں۔ اس اثناء میں رات ہو گئی، دونوں حریف جنگ و تعاقب سے رک گئے۔ صبح ہوتے ہی ان سواروں نے جو مرکب ہمایوں سے علیحدہ ہو گئے تھے، راجپوتوں پر پشت سے حملہ کیا اور آگے سے شہاب الدین نے تلواروں پر رکھ لیا۔ راجپوتوں کے لشکر میں ہلچل مچ گئی، راجپوتوں کا سردار لشکر ہاتھی پر تھا، اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا، ہمراہیوں نے اس کی مخالفت کی اور اسے دوبارہ ہاتھی پر سوار کرایا ہاتھیوں کے پاؤں کو زنجیروں سے جکڑ دیا، مرنے اور مارنے کی قسمیں کھائیں۔ بہت بڑی خونریز لڑائی ہوئی بالآخر لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ راجپوتوں میں بھگدڑ مچ گئی، سردار لشکر کو گرفتار ہو کر دربار شاہی میں پیش کیا گیا۔ لوگوں نے بہ نظر توہین اس کی داڑھی پکڑ کر اس قدر گھسیٹا کہ سر زمین سے لگ گیا پھر حکم شاہی سے قتل کر ڈالا گیا۔ راجپوتوں میں سے صرف چند افراد جانبر ہوئے۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا جن میں ہاتھیوں کی ایک خاصی تعداد تھی۔

---

[1] (مترجم) اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ شہاب الدین کو راجپوتوں کے مقابلہ میں دوبارہ شکست ہوئی ایک فتح دہلی سے پہلے دوسری اجمیر سے اور دونوں لڑائیوں میں اس کا بازو زخمی ہوا تھا اور گھوڑے سے زمین پر آ رہا تھا۔ لیکن واقعات کو ترتیب دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ شہاب الدین کی پہلی شکست ۵۷۴ھ میں راجہ بھیم دیودائی گجرات کے مقابلے میں ہوئی تھی اور اس میں اس کے بازو پر کوئی زخم اور آسیب نہیں پہنچا تھا دوسری شکست فتح دہلی سے پہلے ہوئی جیسا کہ اوپر آپ پڑھ آئے ہیں۔ اس میں شہاب الدین کا بازو بے کار ہوا تھا۔ میرے نزدیک فتح دہلی کے بعد شہاب الدین کو کوئی شکست نہیں ہوئی۔ اجمیر پر فتح دہلی کے بعد ہی قبضہ ہو گیا تھا کیونکہ دہلی کی فتح سے پہلے پتھورا اور اس کا بھائی کھانڈے رائے ادھر آئے تھے۔ لڑائی کس سے ہوئی اور کس نے شکست دی (مترجم)

فتحِ اجمیر

اس فتح یابی کے بعد شہاب الدین نے اجمیر کا قصد کیا۔ بہت بڑا قلعہ تھا اور راجپوتوں کے دارالسلطنت ہونے کا اسے فخر حاصل تھا۔ راجپوتوں میں اس کے بچانے کی قوت باقی نہ رہی تھی اس لئے آسانی سے فتح ہو گیا۔ اجمیر کے فتح ہونے سے جتنے شہر اس کے قرب و جوار میں تھے ■ بھی فتح ہو گئے اور شہاب الدین نے اپنے غلام قطب الدین ایبک کو جو اس کی طرف سے دہلی کا گورنر تھا ان شہروں کی حکومت عنایت کی اور غزنی کی جانب واپس ہوا۔

فتحِ بنارس

شہاب الدین غزنی کی روانگی کے وقت اپنے غلام اور گورنر ہندوستان قطب الدین ایبک کو ہدایت کر گیا تھا کہ وقتاً فوقتاً ہندوستان کے شہروں پر جہاد کرتے رہنا چنانچہ اس ہدایت کے مطابق ہی قطب الدین ایبک نے اکثر مقامات[1] پر جہاد کی غرض سے فوج کشی کی اور مظفر و منصور ہوا۔ راجہ بنارس[2] کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔

راجہ بنارس راجگان ہند میں ایک خاص مقام رکھتا تھا۔ رقبہ حکومت کے لحاظ سے بھی سب سے بڑا تھا۔ اس کی حکومت مشرق میں حدود چین تک پھیلی ہوئی تھی۔ مغرب میں لاہور کے قریب تک اس کی حکومت کا اثر پہنچا ہوا تھا۔ قنوج وغیرہ بھی اس کے مقبوضات میں شامل تھے۔ ان شہروں میں سلطان محمود کے زمانے سے اسلام کی تخم ریزی ہو گئی تھی۔ ان علاقوں میں مسلمانوں کی ایک خاصی آبادی تھی۔ راجہ بنارس نے ان مسلمانوں کو بھی اپنی فوج میں شامل کر لیا اور نہایت اہتمام اور انتہائی غرور سے ایک بڑی فوج لئے ہوئے سنہ ۵۹۰ھ میں شہاب الدین کے مقبوضات کی طرف بڑھا۔ دریائے ماحون پر جو دجلہ کے ہم پلہ ہے دونوں حریفوں نے صف آرائی کی سخت اور خونریز[3] جنگ ہوئی۔ لشکر اسلام نہایت استقلال سے لڑتا رہا بالآخر فتح نصیب ہوئی۔ کفار کا لشکر پامال کیا گیا۔ راجہ بنارس اثنائے جنگ مارا گیا۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ہزارہا لونڈی غلام بنائے گئے بڑے بڑے سورما راجپوتوں کے لڑکے گرفتار کر لئے گئے۔ نو سو[4] ہاتھی مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ باقی بھاگ گئے اور بعضے مار ڈالے گئے۔ شہاب الدین مظفر و منصور بنارس میں داخل ہوا ایک ہزار چار سو اونٹوں پر خزانہ بار کرا کے غزنی کی جانب واپس ہوا[5]۔

۱۔ میرٹھ کا قلعہ پتھورا کے رشتہ داروں کے قبضہ میں تھا قطب الدین نے شہاب الدین کی واپسی کے بعد اس پر جہاد کیا اور اس پر قابض ہو گیا اس کے بعد ۵۸۹ ھ میں شہر کوئل (علی گڑھ) کو فتح کیا۔ دہلی کا قلعہ اس وقت تک ہندوؤں کے قبضہ میں تھا قطب الدین نے اس کی اہمیت کا احساس کر کے اسے بھی مسخر کر لیا اور اپنا مرکز حکومت بنایا (تاریخ فرشتہ مقام دوم صفحہ ۵۸ طبقات ناصری صفحہ ۱۲۰)

۲۔ بنارس کے راجہ کا نام جے چند تھا قنوج بھی اس کے دائرۂ حکومت میں تھا۔ مقام چند واڑ اور اٹاوہ میں مسلمانوں اور راجپوتوں نے صف آرائی کی تھی۔ لشکر اسلام کے مقدمتہ الجیش پر قطب الدین ایبک تھا۔ تقریباً پانچ سو زنجیر فیل جے چند کی فوج میں تھے (تاریخ فرشتہ مقام دوم صفحہ ۵۸)

۳۔ یہ لڑائی مقام چند واڑ و اٹاوہ میں ہوئی تھی۔ دیکھو تاریخ منہاج سراج جرجانی جو شہاب الدین کے لشکر کا قاضی اور اس کا ہمراہی تھا۔

۴۔ منہاج سراج میں لکھا ہے کہ تین سو زنجیر فیل اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

۵۔ شہاب الدین کی واپسی کے بعد ہیمراج نے جو پتھورا کا داماد تھا پتھورا کے لڑکے کے ساتھ مل کر اجمیر واپس لینے کی غرض سے خروج کیا والی اجمیر ان دنوں شہاب الدین کی طرف سے کولہ پتھورا کا لڑکا تھا چنانچہ کولہ نے اجمیر کو ہیمراج کے حوالے کر دیا۔ قطب الدین ایبک کو اس کی خبر لگی آگ بگولہ ہو گیا۔ لشکر لے کر ہیمراج پر چڑھ آیا۔ ہیمراج نے بھی ایک بڑی فوج سے مقابلہ کیا بہت سخت لڑائی ہوئی آخر کار ہیمراج مارا گیا اور اجمیر پر قطب الدین ایبک کا قبضہ ہو گیا۔ اسی زمانہ سے اجمیر میں مسلمان حاکم رہنے لگا۔

قطب الدین ایبک نے اجمیر پر فتحیابی حاصل کر کے نہروانہ گجرات کی طرف قدم بڑھایا۔ بھیم دیو نہروانہ کا راجہ مقابلہ پر آیا۔ یہ وہی بھیم دیو ہے جس نے پہلی بار قبضہ لاہور سے قبل شہاب الدین کو شکست دی تھی غرضیکہ دونوں حریف جی توڑ کر لڑے۔ قطب الدین ایبک کو کامیابی ہوئی بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا اس کے بعد حسب طلب شہاب الدین غزنی گیا۔ پھر وہاں سے دہلی واپس آیا۔

قلعہ گوالیار کی تسخیر

سنہ ۵۹۲ھ میں شہاب الدین نے پھر ہندوستان پر بغرض جہاد حملہ کیا اپنا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے غزنی سے روانہ ہوا۔ قلعہ بھنکر پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ چند دن کے محاصرہ کے بعد قلعہ بصلح و امان فتح گیا۔ تھوڑی سی فوج ایک سردار کے ساتھ اس کی حفاظت پر مامور کر کے قلعہ گوالیار کی طرف بڑھا۔ بھنکر سے گوالیار پانچ منزل کی مسافت پر تھا۔ درمیان میں ایک بڑا دریا حائل تھا۔ پہنچتے ہی چاروں طرف سے گھیر لیا۔ بالآخر گوالیار بھی صلح کے ساتھ فتح ہوا۔ سالانہ خراج مقرر کیا۔ راجہ گوالیار نے ایک ہاتھی سونا نذر کیا۔ شہاب الدین نے واپسی کا حکم دے دیا۔ بلاد ابی اسود کو غارت و پامال کرتا ہوا ہزاروں کو قید اور لونڈی و غلام بناتا ہوا مظفر و منصور غزنی چلا گیا۔

بلخ پر فوج کشی

شہر بلخ پر ترکمانان خطا نے قبضہ کر لیا تھا۔ ازبہ نامی ایک سردار ان ترکمانوں کا حاکم تھا۔ ماوراء النہر والے اسے سالانہ خراج دیا کرتے تھے۔ سنہ ۵۹۴ھ میں ازبہ مرگیا بہاء الدین سام بن محمد بن مسعود والی بامیان نے اپنے ماموں غیاث الدین کی جانب سے بلخ پر فوج کشی کر دی اور قبضہ کر کے ترکوں کو خراج بھیجنا بند کر دیا۔ غیاث الدین کے نام کا خطبہ پڑھا اور ممالک اسلامیہ میں داخل کر لیا اس سے پیشتر یہ کفار کے قبضہ میں تھا، ترکمانوں کو اس سے غصہ پیدا ہوا غوریوں سے مقابلہ پر تل گئے۔ اتفاق یہ کہ انہی دنوں علاء الدین تکش والی خوارزم نے ان ترکمانوں کے پاس اپنی ایک سفارت بھیجی اور انہیں غیاث الدین کے مقبوضات پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ سبب یہ تھا کہ علاء الدین نے رے، ہمدان، اصفہان اور ان کے درمیانی شہروں کو قبضہ میں لے لیا تھا اور خلافت مآب کے لشکر سے چھیڑ چھاڑ کی تھی۔ دربار خلافت بغداد میں یہ درخواست کی تھی کہ جامع بغداد میں ملوک سلجوقیہ کے بجائے میرا نام خطبہ میں داخل کیا جائے خلافت مآب نے اس کا انکار کیا اور ان افعال سے بیزاری اور ناراضگی ظاہر کی تھی۔ سلطان شاہ کے معاملات اور اس کے مقبوضات لے لینے پر دھمکی دی تھی۔ ان واقعات سے علاء الدین تکش کو ترکمان خطا سے سازش کرنے کا خیال پیدا ہوا۔

ترکوں کی پیش قدمی

چنانچہ علاء الدین کی ترغیب و سازش سے ترکوں کے بادشاہ نے ایک بڑی فوج اپنے سپہ سالار افواج کی ماتحتی میں غیاث الدین کے مقبوضات پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ کی۔ دریا کو عبور کر کے غوری مقبوضات کی طرف بڑھے ادھر علاء الدین تکش نے طوس کی طرف سے محاصرہ کی غرض سے قدم بڑھایا۔ غیاث الدین اس وقت عارضہ نقرس میں مبتلا تھا، نقل و حمل سے مجبور تھا۔ ترکوں نے غارت گری شروع کر دی جیسی کہ مشیت الٰہی تھی بلاد اسلام آفات و مصیبت کا نشانہ بن گئے۔ ترکوں نے بہاء الدین کو گھیر لیا۔ بہت سخت لڑائی ہوئی، لشکر اسلام نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے لڑتا رہا۔ اس اثناء میں غیاث الدین کی بھیجی ہوئی کمک آ پہنچی، لشکر اسلام کے دل بڑھ گئے۔ سب نے مجموعی قوت سے حملہ کیا، ترکوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ شکست کھا کر جیحون کی طرف بھاگے، گرفتاری اور قید کے خوف سے دریا میں کود پڑے اور موجوں کے تھپیڑوں سے ہلاک ہو گئے۔ جن کی تعداد بارہ ہزار تھی اور اکثر قتل و قید کر لئے گئے صرف چند افراد جانبر ہو کر داستان غم سنانے کے لئے اپنے بادشاہ کے پاس پہنچے۔

علاء الدین اور ترکمانوں میں کشیدگی

بادشاہ ترک کو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا۔ علاء الدین تکش کو لکھا۔ تمہاری بدولت ہماری قوم اور فوج کو ہلاکت کا سامنا کرنا پڑا۔ تمہارے ہی کہنے سے ہم نے غیاث الدین کے مقبوضات کی طرف قدم بڑھایا تھا۔ تم نے ہمیں دھوکا دیا۔ بہتر یہ ہے کہ ہمارے نقصانات کی تلافی کرو، ہمارے مقتولوں کا خون بہا دو اور جس طرح ممکن ہو ہمارے دربار میں حاضر ہو۔ اس تحریر کے دیکھنے سے علاء الدین کے حواس بجا نہ رہے، غیاث الدین سے میل جول پیدا کیا۔ ترکمانوں کی شکایت کی۔ غیاث الدین نے ملامتانہ جواب دیا۔ دربار خلافت کی نافرمانی پر نصیحت

و نصیحت کی۔ یہی اسباب تھے جن سے علاء الدین اور ترکمانوں میں مخالفت پیدا ہوئی اور اس نے بخارا کو ان کے ہاتھوں سے نکال لیا جیسا کہ آئندہ آن کے حالات میں لکھا جائے گا۔

علاء الدین ثانی

ان واقعات کے بعد علاء الدین تکش نے جس کا ذکر آپ اوپر پڑھ آئے ہیں‘ سفر آخرت اختیار کیا۔ اس نے خراسان‘ بلاد رے اور بلاد جبالیہ پر اپنی قوت بازو سے قبضہ کر لیا۔ اس کے مرنے پر اس کا بیٹا قطب الدین حکمران ہوا۔ علاء الدین کا لقب اختیار کیا۔ علاء الدین ثانی نے اپنے بھائی علی شاہ کو خراسان کی حکومت پر مامور کیا۔ نیشاپور کو بطور جاگیر مرحمت کیا۔ ہندو خان ابن ملک شاہ برادر علی شاہ اور علاء الدین اپنے چچا علی شاہ کے خوف سے مرو چلا گیا۔ فوج کی فراہمی میں مصروف ہو گیا۔ اس کی خبر اس کے چچا علاء الدین محمد کو ہوئی‘ ایک لشکر جنبقر ترکی کی ماتحتی میں ہندو خان کی گرفتاری کے لئے بھیج دیا۔ ہندو خان نے مرو کو خیرباد کہہ کر غیاث الدین کی خدمت میں جا کر پناہ لی اور اپنے چچا کے مقابلہ میں امداد کا خواستگار ہوا۔ غیاث الدین نے عزت و احترام سے ٹھہرایا اور امداد دینے کا وعدہ کیا۔

مرو الرود پر قبضہ

جنبقر ترکی ہندو خان کی روانگی کے بعد مرو میں داخل ہوا۔ ولا خان اور اس کی ماں کو عزت کے ساتھ خوارزم بھیج دیا۔ غیاث الدین نے جیسا اس نے ہندو خان سے وعدہ کیا تھا‘اس کے چچا علاء الدین سے چھیڑ چھاڑ شروع کی‘ محمد بن حرنک والی طالقان کو جنبقر ترکی کے مقبوضات کی طرف بڑھنے کے لئے لکھا۔ چنانچہ محمد بن حرنک نے مرو الرود پر قبضہ حاصل کر لیا اور جنبقر ترکی کو اس امر کا پیام دیا کہ مرو میں سلطان غیاث الدین کے نام کا خطبہ پڑھا جائے‘ خلاف ورزی کی صورت میں مرو کے قبضہ سے ہاتھ اٹھا لیا جائے۔ جنبقر نے بظاہر اس پیغام کا نہایت سختی سے جواب دیا لیکن درپردہ سلطان غیاث الدین کی خدمت میں عرضداشت بھیج دی کہ مرو آپ کا ہے،میں آپ کا غلام ہوں مجھے اپنی جان کی امان دی جائے۔ غیاث الدین کو اس سے خراسان و مرو کے صوبوں پر قبضہ کر لینے کی خواہش پیدا ہوئی‘اپنے بھائی شہاب الدین کو خراسان پر قبضہ کر لینے کے لئے لکھ بھیجا چنانچہ شہاب الدین سنہ ۵۹۶ھ میں نصف سال گزرنے کے بعد غزنی سے خراسان کی جانب روانہ ہوا جس وقت طالقان پہنچا جنبقر ترکی والی مرو نے درپردہ مقابلہ کی تیاری کی اور اعلانیہ کہلا بھیجا کہ میں آپ کا مطیع ہوں۔ جب شہاب الدین مرو پہنچا جنبقر فوجیں لے کر مقابلہ پر آیا لڑائی ہوئی۔ شہاب الدین نے اسے شکست دے کر شہر پناہ کے توڑنے کی غرض سے ہاتھیوں کو بڑھایا۔ جنبقر ترکی نے کہلا بھیجا کہ میں آپ کا مطیع و فرماں بردار ہوں،آپ شہر پناہ کو مسمار نہ کیجئے۔ قلعہ کی کنجیاں حاضر ہیں۔ شہاب الدین نے مرو پر قبضہ حاصل کر کے اپنے بھائی غیاث الدین کو فتح کا بشارت نامہ لکھا اور جنبقر ترکی کو بعزت و احترام ہرات بھیج دیا۔ ہندو خان بن ملک شاہ کو مرو کی حکومت عنایت کی‘اہل مرو کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کے برتاؤ کرنے کی ہدایت کی۔

نیشاپور کا تاراج

شہاب الدین نے مرو کی مہم سے فراغت حاصل کر کے سرخس کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ تین ماہ کے محاصرہ کے بعد صلح و امان سے شہر پر قبضہ کر لیا۔ علی شاہ اس وقت نیشاپور میں تھا اور اپنے بھائی علاء الدین محمد کی طرف سے خراسان پر حکومت کر رہا تھا۔ شہاب الدین نے دھمکی دی کہ اگر تم شاہی علم حکومت کی اطاعت قبول کرو گے تو تمہاری خیر نہیں ہے۔ جنگ کے لئے تیار رہو۔ علی شاہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ شہر کی قلعہ بندی کر لی‘ بیرون شہر کی عمارتیں مسمار کرا دیں۔ باغات اور جنگل کٹوا ڈالے۔ محمد بن غیاث الدین نے ایک جانب سے شہر پر حملہ کر دیا اور اتنے متواتر حملے کئے کہ علی شاہ سنبھل نہ سکا۔ شہر پناہ کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے باپ کا جھنڈا شہر پناہ کی دیوار پر گاڑ دیا۔ دوسری جانب سے شہاب الدین نے حملہ کیا تھا اور اس طرف کی شہر پناہ کی دیوار شہاب الدین کے حملہ سے زمیں دوز ہو

گئی تھی۔ دونوں چچا اور بھتیجا دو طرف سے شہر میں داخل ہو گئے۔ لشکریوں نے تاخت و تاراج شروع کر دی۔ اہلِ شہر نے درخواست کی، لوٹ مار موقوف کر دی گئی۔ خوارزمیوں نے جامع مسجد میں جا کر پناہ لی۔ اہلِ شہر نے ایک ایک کو گرفتار کر کے شہاب الدین کے حوالے کر دیا۔

اسماعیلیوں کی بربادی

خراسان کو سر کرنے کے بعد شہاب الدین نے قہستان کی جانب کوچ کیا، کسی نے یہ خبر دی کہ قہستان کے قرب و جوار میں ایک قصبہ ہے جہاں کے رہنے والے اسماعیلیہ مذہب کے پیرو ہیں۔ شہاب الدین نے یہ سنتے ہی اس قصبہ پر دھاوا کر دیا، بزورِ تیغ گھس پڑا جو مقابلہ پر آیا اسے تہ تیغ کیا عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا، قصبہ کو ویران کر دیا۔ اسی قصبہ کے قرب و جوار میں ایک دوسرا شہر تھا اور یہاں کے رہنے والے بھی اسماعیلیہ فرقہ کے تھے۔ شہاب الدین نے اس شہر والوں کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیے۔ والیٔ قہستان نے غیاث الدین کی خدمت میں شہاب الدین کے حملوں کی شکایت لکھی اور معاہدہ سابق کو یاد دلایا۔ غیاث الدین نے اپنے بھائی شہاب الدین کو آئندہ حملے کرنے سے روکا اور واپس آنے پر مجبور کیا چنانچہ شہاب الدین مجبوراً" حسبِ حکم غیاث الدین قہستان سے غزنی کی جانب واپس ہوا[1]۔

فتح نہروالا (پنجاب)

شہاب الدین اگرچہ اپنے بھائی غیاث الدین کے حکم سے خراسان سے مجبوراً" واپس ہوا لیکن غزنی نہ گیا۔ جہاد کا شوق دل میں بھرا ہوا تھا۔ ہندوستان کا راستہ اختیار کیا۔ یہ واقعہ سنہ ۵۹۸ھ کا ہے۔ مقدمتہ الجیش پر اس کا غلام قطب الدین ایبک تھا۔ ہندوستانی فوج سے نہر والہ کے قریب مقابلہ ہوا۔ ایبک نے پہلے ہی حملہ میں راجپوتوں کو شکست دی اور انہیں قتل و پامال کیا۔ نہروالہ کی طرف بڑھا اور بزورِ تیغ اس پر قبضہ کر لیا۔ والیٔ نہروالا بحال پریشان نہروالہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ لیکن شہاب الدین نے یہ رائے قائم کر کے نہروالہ پر قیام کئے بغیر قبضہ میں نہیں رہ سکتا، والی نہروالہ سے سالانہ خراج پر مصالحت کر لی اور غزنی کی جانب واپس ہوا۔

علاء الدین کا خراسان پر دوبارہ قبضہ

جس وقت غوری لشکر خراسان کے جن شہروں اور مقامات پر قبضہ کرتا تھا، قبضہ کر کے خراسان کی جانب واپس ہوا اور شہاب الدین غزنی واپس جانے کی بجائے بقصد جہاد ہندوستان کی طرف چلا گیا اس وقت علاء الدین محمد والی خوارزم نے غیاث الدین کے پاس ڈانٹ کا خط بھیجا کہ شہاب الدین نے خراسان میں بے حد زیادتیاں کی ہیں، بہتر یہ ہے کہ جن مقامات اور شہروں پر شہاب الدین نے قبضہ حاصل کیا ہے پھر حکومت خوارزم کو واپس دے دیئے جائیں ورنہ خطا کے ترکمانوں کو تمہارے مقابلہ پر لے آؤں گا۔ غیاث الدین نے اس کو کچھ جواب نہ دیا۔ علاء الدین نے ترکمانوں سے ساز باز شروع کی۔ اتنے میں شہاب الدین ہندوستان سے واپس آ گیا۔ علاء الدین کو اس کی خبر نہ تھی ترکمانوں کی ساز باز کی بنا پر غیاث الدین کے گورنر خراسان کو نیشاپور چھوڑنے کے لئے لکھا اور نیشاپور نہ چھوڑنے کی صورت میں جنگ کی دھمکی دی۔ گورنر خراسان نے غیاث الدین کی خدمت میں اس کی اطلاعی رپورٹ بھیجی اور اس امر سے بھی مطلع کیا کہ اہل نیشاپور بھی دشمنان حکومت کی طرف مائل ہیں۔ غیاث الدین نے مدد بھیجنے کا وعدہ کیا اور علاء الدین کی مدافعت کی ہدایت و تاکید کی۔ آخری سنہ ۵۹۹ھ میں علاء الدین والی خوارزم فوجیں جمع کر کے نیشاپور واپس لینے کی غرض سے چلا جس وقت نسا اور ابیورد کے قریب پہنچا ہندو خان بن ملک شاہ (علاء الدین کا بھتیجا) بھاگ گیا۔ مرتا کھپتا بحال پریشان غیاث الدین کی خدمت میں فیروز کوہ پہنچا۔ علاء الدین نے جنگ کے بغیر شہر مرو پر قبضہ حاصل کر کے نیشاپور کی طرف قدم بڑھایا۔ دو مہینہ تک محاصرہ کئے رہا۔ جب گورنر نیشاپور کو غیاث الدین کی

[1] شہاب الدین کی واپسی کے بعد راجپوتوں نے قطب الدین ایبک سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ قطب الدین نے انھیں نیچا دکھایا اور قلعہ کالپی کالنجر اور بدایوں کو ۵۹۹ھ میں فتح کر لیا۔ دیکھو تاریخ فرشتہ مقالہ دوم صفحہ ۵۹

طرف سے کمک نہ پہنچی ▪ محاصرہ اور جنگ سے تنگ آ گیا تو اس نے علاء الدین سے امن کی درخواست کی شہر پناہ کی دیواروں پر امن ▪ پھریرا اڑا دیا' خود اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ علاء الدین نے عزت و احترام سے ملاقات کی۔

سرخس پر فوج کشی

علاء الدین نے نیشاپور پر قبضہ کرنے کو تو کر لیا مگر غیاث الدین اور اس کے بھائی شہاب الدین کا خوف دل میں بیٹھا ہوا تھا' گورنر نیشاپور سے کہا کہ "آئے دن کی لڑائی کی وجہ سے بے حد خونریزی ہوتی ہے۔ مناسب ہو گا کہ غیاث الدین اور شہاب الدین سے تم صلح کرا دو"۔ گورنر نیشاپور مصالحت کرانے کا اقرار اور وعدہ کر کے رخصت ہوا۔ چونکہ غیاث الدین سے کمک نہ بھیجنے کی وجہ سے ناراض ہو گیا تھا'اس وجہ سے فیروز کوہ نہ گیا ہرات کا راستہ اختیار کیا اور وہیں جا کر قیام پذیر ہو گیا۔ نیشاپور پر قبضہ کرنے کے بعد علاء الدین نے سرخس پر چڑھائی کی۔ ان دنوں سرخس کی حکومت پر امیر زنگی مامور تھے۔ چالیس روز تک علاء الدین محاصرہ کئے رہا۔ دونوں حریفوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ اس کے بعد زنگی نے اپنے لڑکے کی معرفت علاء الدین کو یہ پیام دیا کہ اگر شہر سے چند دن کے لئے محاصرہ اٹھا لیا جائے تو میں اور میرے تمام ہمراہی اور سرداران لشکر شہر چھوڑ دیں گے' علاء الدین اس دھوکے میں آ گیا۔ زنگی نے شہر کو رسد و غلہ سے پُر کر لیا اور جو لوگ محاصرہ سے گھبرا رہے تھے' انہیں شہر سے باہر کر کے قلعہ بندی کر لی۔ والیٔ خوارزم (علاء الدین) کو اس سے سخت ندامت ہوئی' جھلا کر موجودہ فوج کو سرخس کے محاصرہ پر چھوڑ کر دوسری فوج کی فراہمی و تیاری کی غرض سے لوٹ کھڑا ہوا۔ جب علاء الدین سرخس سے دور نکل گیا تو محمد بن خرنک طالقات سے روانہ ہوا' ادھر زنگی کو یہ کہلا بھیجا کہ "کہ تم اب کس موقع کے منتظر ہو فوج تمہارا محاصرہ کئے ہوئے ہے اسے مار کر بھگا دو میں تمہاری مدد پر موجود ہوں"۔ ادھر فوج محاصرہ کو یہ خبر دے دی کہ زنگی کی کمک آ گئی ہے۔ اب تمہاری خیر اسی میں ہے کہ محاصرہ اٹھا کر چلے بنو۔ علاء الدین کی فوج اس خبر سے پریشان ہو گئی۔ محاصرہ اٹھا کر خوارزم کا راستہ اختیار کیا۔

محاصرہ اٹھ جانے پر زنگی نے سرخس سے نکل کے محمد بن خرنک سے مرو میں ملاقات کی اور بالاتفاق دونوں نے ان صوبوں کا خراج وصول کیا۔ علاء الدین اس خبر کو سن کر غصہ سے کانپ اٹھا۔ تین ہزار سوار ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کئے' محمد بن خرنک نے نو سو سواروں سے مقابلہ کیا' علاء الدین کی فوج کو پہلے ہی معرکہ میں شکست ہوئی۔ محمد بن خرنک کو جو کچھ ہاتھ لگا' لوٹ لیا۔ اس کے بعد علاء الدین نے غیاث الدین کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ غیاث الدین نے شرائط صلح طے کرنے کی غرض سے سردارانِ غوریہ میں سے حسن بن محمد مرغنی کو علاء الدین کے پاس روانہ کیا۔ علاء الدین نے حسن بن محمد کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ (مرغن غور کا ایک گاؤں تھا)

ہرات کا محاصرہ

حسن مرغنی کی گرفتاری اور قید کر لینے کے بعد علاء الدین محمد والی خوارزم نے ہرات پر فوج کشی کی اور پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا۔ ہرات میں سلطان شاہ کے خادموں میں سے دو بھائی رہتے تھے جو ہرات کے شہر پناہ کے محافظین کے سردار تھے۔ انہوں نے والیٔ خوارزم سے سازش کر لی اور حملہ کے وقت اندرون شہر میں بھی جنگ چھیڑ دینے اور شہر پناہ کا دروازہ کھول دینے کا وعدہ کیا۔ کسی ذریعہ سے امیر حسن مرغنی کو اس کی خبر لگ گئی جو والی خوارزم کے یہاں قید تھا۔ اس نے اپنے بھائی عمر والی ہرات کو اس راز سے مطلع کر دیا۔ عمر والی ہرات نے ان دونوں بھائیوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اس اثناء میں غیاث الدین کا بھانجا الپ غازی ایک ہزار لشکر لئے ہوئے اہل ہرات کی کمک پر آ پہنچا۔ پانچ کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ کیا۔ ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے والیٔ خوارزم کے لشکر کی رسد بند کر دی۔

والی خوارزم نے الپ غازی کی توجہ ہٹانے کی غرض سے ایک دستہ طالقان کی غارت گری کے لئے بھیج دیا۔ حسن بن خرنک والی طالقان نے مدافعت کی اور کامیاب ہوا' حملہ آور گروہ میں سے ایک شخص بھی جانبر نہ ہو سکا۔ والیٔ خوارزم کو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا۔ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون پیش آ گیا۔ اس فوج کا ایک حصہ جنگ طالقات میں کام آ گیا تھا۔ الپ غازی پانچ کوس کے فاصلہ پر اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ غیاث الدین کی واپسی کا زمانہ بھی قریب آ گیا تھا۔ اس وجہ سے والیٔ خوارزم نے محاصرہ اٹھا کر واپسی کا ارادہ کر لیا

تھا۔ والی ہرات نے محاصرہ کی طوالت سے گھبرا کر مصالحت کا پیام دیا اور تاوانِ جنگ دے کر مصالحت کر لی۔ چنانچہ والیٔ خوارزم نے محاصرہ اٹھا کر خوارزم کا راستہ لیا۔ ان واقعات کی اطلاع شہاب الدین کو ہوئی' بے حد برہم ہوا۔ فوجیں لئے ہوئے طوس پہنچا اور خوارزم کے محاصرہ کے ارادے سے موسم سرما گزارنے کے انتظار میں وہیں قیام کیا۔ موسم سرما ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ غیاث الدین کی وفات کی خبر پہنچ گئی۔ شہاب الدین نے ارادہ ترک کر کے ہرات کی طرف کوچ کیا۔

غیاث الدّین کی وفات

(سنہ ۵۹۹ھ میں) غیاث الدین ابو الفتح محمد بن سام حکمران غزنی' خراسان' فیروز کوہ' لاہور اور دہلی نے وفات پائی۔ اس کا بھائی شہاب الدین اس وقت طوس میں تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔ شہاب الدین اس واقعہ جانکاہ سے مطلع ہو کر ہرات کی طرف روانہ ہوا۔ ہرات پہنچ کر غیاث الدین کی خبر وفات ظاہر کر کے رسمِ تعزیت ادا کی۔ غیاث الدین نے صرف ایک لڑکا محمود نامی یادگار چھوڑا۔ اس نے اپنے باپ کا مبارک لقب غیاث الدین اختیار کیا۔

مرو پر حملہ

شہاب الدین نے طوس سے روانہ ہونے کے وقت مرو کی حکومت پر امیر محمد بن خرمک کو مامور کیا تھا۔ ادھر شہاب الدین کی عدم موجودگی ادھر غیاث الدین کی وفات سے والی خوارزم کو مرو پر حملہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ جھٹ پٹ ایک فوج مرو کے سر کرنے کے لیے بھیج دی۔ امیر محمد بن خرمک نے اس فوج پر شب خون مارا' چند افراد کے سوا کوئی جانبر نہ ہو سکا۔ قیدیوں اور مقتولوں کے سروں کو بشارت فتح کے ساتھ ہرات روانہ کیا' والی خوارزم کو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا۔ ایک بڑی فوج منصور ترکی کی ماتحتی میں پھر مرو سر کرنے کے لیے روانہ کی۔ امیر محمد اس خبر سے مطلع ہو کر مدافعت کی غرض سے نکلا' مرو سے دس کوس کے فاصلہ پر دونوں حریفوں سے صف آرائی کی۔ بہت خون ریز لڑائی ہوئی۔ بالآخر منصور ترکی شکست اٹھا کر میدان جنگ سے بھاگا۔ فتح مند گروہ نے تعاقب کر کے محاصرہ کر لیا۔ پندرہ روز تک محاصرہ کیے رہا۔ منصور نے امن کی درخواست کی اور امن حاصل کر کے حاضر ہوا لیکن والی مرو نے منصور کو امن حاصل کرنے کے باوجود قتل کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد شہاب الدین اور والی خوارزم میں مصالحت کی خط و کتابت شروع ہوئی۔ لیکن کوئی امر طے نہ ہوا اور مصالحت نہ ہو سکی۔

شہاب الدّین کی مراجعتِ غزنی

شہاب الدین نے جس وقت غزنی کی جانب واپسی کا قصد کیا تھا' انتظامِ مملکت کے خیال سے ہرات کی حکومت پر اپنے بھانجے الپ غازی کو مامور کیا۔ علاء الدین بن محمد غوری کو فیروز کوہ اور بلاد غور کی عنان حکومت عنایت کی۔ جنگ خراسان اور دیگر امورِ انتظامیہ بھی اسی کے سپرد کیے گئے۔ محمود کو جو اس کے بھائی غیاث الدین کا بیٹا تھا' بست اور اسفراین کی گورنری دی' اس کے علاوہ ان اطراف کا انتظام اور سرحدی امن قائم رکھنے کا بھی اسے ذمہ دار بنایا۔

غیاث الدین نے ایک مُغنّیہ سے عقد کر لیا تھا جو اس کی محبوب ترین زوجہ تھی۔ شہاب الدین نے غیاث الدین کی وفات کے بعد اسے گرفتار کر کے پٹوایا' اس کے لڑکے کو بھی دُرّے لگوائے' اس کی بہن سے نکاح کر لیا۔ پھر ان لوگوں کو جلا وطن کر کے ہندوستان بھیج دیا۔

سیرت و کردار

غیاث الدین ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔ بذاتہٖ لڑائیوں میں کم شریک ہوا کرتا تھا مگر اس کے باوجود کامیاب ہوتا تھا۔ رعب و داب اس کے حصہ میں آیا تھا۔ سخی' کریم النفس' خوش عقیدہ اور بے حد صدقہ کرنے والا تھا' خراسان اور دوسرے شہروں میں مسجدیں بنوائیں'

یہ واقعات شہاب الدین کے دامن پر داغ ہیں۔ مورخ ابن خلدون نے اس کا کوئی سبب بیان نہیں کیا۔ عجیب نہیں کہ شہاب الدین کو ان کی طرف سے کوئی بدظنی پیدا ہوئی ہو۔ (مترجم)

شافعیہ کے مدارس قائم کیے۔ راستہ میں حسب ضرورت جابجا سرائیں تعمیر کرائیں اور ان سب کے مصارف کے لیے بہت بڑی جائیدادیں وقف کر دیں۔ ٹیکس اور محصول جو اس سے پہلے رعایا پر لگے ہوئے تھے معاف کر دیے۔ کسی کے مال سے کوئی شخص معترض نہیں ہوتا تھا۔ اگر کوئی شخص مرجاتا اور اس کے ورثا وہاں موجود نہ ہوتے تو اس کا مال شہر کے امانت دار تاجر کے سپرد کر دیا جاتا تھا جب اس کے ورثا آتے تو انہیں مرنے والے کا متروکہ مال دے دیا جاتا اور اگر اتفاق سے کسی شہر میں ایسا کوئی شخص امانت دار نہ ملتا تو مال سربمہر کر کے قاضیِ شہر کے سپرد کر دیا جاتا وہ اس کے مستحق کو دے دیتا اور اگر کوئی لاوارث مرجاتا تو اس کا مال خیرات کر دیتا تھا جس شہر پر قبضہ کرتا تھا اہل شہر کے ساتھ بحسن سلوک پیش آتا تھا کسی سپاہی کی یہ مجال نہ تھی کہ رعایا پر ذرہ بھر بھی ظلم و ستم کر سکے۔ ہر سال شاہی خزانہ سے فقہا علماء کو وظائف اور عطیات دیتا تھا۔ فقرا شعرا اور ساداتِ علویہ کو بھی اپنے فیض سے سرفراز اور مالا مال کرتا تھا۔ ادیب بلیغ خوش خط تھا قرآن مجید لکھا کرتا اور مدارس میں جنہیں اس نے تعمیر کیا تھا، تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ شافعی المذہب تھا تعصب کا لگاؤ مطلق نہ تھا۔ اس کا مقولہ تھا "التعصب فی المذاهب هلاک"۔

شہاب الدّین اور خطا

غیاث الدین کی وفات اور اس کے بھائی شہاب الدین کی تخت نشینی کے بعد محمد بن تکش والی خوارزم کو ہرات واپس لینے کی خواہش پیدا ہوئی کہ شہاب الدین نے آئے دن کی لڑائی اور خون ریزی سے احتراز کرنے کے خیال سے صلح کا پیام دیا جو تکمیل کو نہ پہنچ سکا اس کے بعد شہاب الدین غزنی سے لاہور کی جانب ہندوستان فتح کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ محمد بن تکش کو مناسب موقع ہاتھ مل گیا۔ سن ۶۰۰ھ کا آدھا سال گزر چکا تھا کہ اس نے ہرات کی جانب قدم بڑھائے اور پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا۔ اس وقت ہرات کی گورنری پر شہاب الدّین کا بھانجا الپ غازی مامور تھا۔ آخر شعبان سنہ مذکور تک محاصرہ و جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ دونوں حریفوں کی طرف سے ایک گروہ معرکہ کار زار میں کام آگیا۔ ان مقتولوں میں خراسان کا ایک نامی رئیس تھا جو ان دنوں مشہد طوس میں مقیم تھا۔ جنگ اور محاصرہ کے دوران حسین بن حرمیل نے جو سردارانِ غوریہ کا ایک بااثر ممبر تھا، جرجان وغیرہ اس کے مقبوضات اور جاگیر میں تھے، محمد بن تکش سے اپنی محبت و اتحاد کا اظہار کر کے یہ کہلا بھیجا کہ آپ چند سردارانِ لشکر کو میرے پاس بھیج دیجیے تاکہ میں ضرورت جنگ کے لحاظ سے آپ کو ہاتھی دے دوں، محمد بن تکش کو لالچ پیدا ہوا۔ چنانچہ اپنے سرداروں کو حسین بن حرمیل کے پاس روانہ کیا۔ حسین بن حرمیل حسین بن محمد مراغنی کے ہمراہ ایک کمین گاہ میں بیٹھ رہا جس وقت محمد بن تکش کے سردارانِ لشکر کمین گاہ سے آگے بڑھے حسین بن حرمیل نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا اور سب کو مار ڈالا۔ اتنے میں الپ غازی نے سفرِ آخرت اختیار کیا اور محمد بن تکش نے بھی محاصرۂ ہرات سے تنگ آکر اور فتنہ سے ناامید ہو کر محاصرہ اٹھا کر سرخس کی طرف کوچ کیا اور اسے بے یارومددگار تصور کر کے محاصرہ کر لیا۔

شہاب الدّین کی خوارزم پر فوج کشی

ان واقعات کی اطلاع شہاب الدین کو بلاد ہند میں پہنچی، سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا، اپنی فوج کو فوراً لوٹنے کا حکم دیا اور محمد بن تکش کے دارالخلافت خوارزم کی جانب قدم بڑھایا، محمد بن تکش یہ سن کر سرخس سے محاصرہ اٹھا کر خوارزم کو بچانے کے لیے دوڑا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے شہاب الدین خوارزم پہنچ گیا تھا۔ لڑائی شروع ہو گئی، خوارزمیوں نے نہایت دلیری سے شہاب الدین کا مقابلہ کیا۔ سخت خون ریز جنگ ہوئی، غوری نبرد آزماؤں کا ایک گروہ کام آگیا جس میں حسین بن محمد مراغنی بھی تھا۔ خوارزمی بھی کثرت سے گرفتار ہوئے جنہیں شہاب الدین نے قتل کر ڈالا۔

شہاب الدّین اور ترکان خطا

محمد بن تکش نے گھبرا کر ترکان خطا کو خط لکھا کہ آپ لوگ شہاب الدین کے مقابلہ پر میری امداد کو آئیے اور مدد کا بہترین طریقہ یہ ہو

گا کہ شہاب الدین کے مقبوضات بلاد غور کی طرف قدم بڑھایئے چنانچہ ترکان خطا اس کے ابھارنے کی وجہ سے بلاد غور کی جانب بڑھے۔ شہاب الدین یہ سن کر خوارزم کا محاصرہ چھوڑ کر اپنے مقبوضہ علاقے کو بچانے کے لیے لوٹا۔ صحرائے اید خوی میں ترکان خطا کے مقدمتہ الجیش سے مڈبھیڑ ہوگئی' یہ مہینہ صفر ۶۰۱ھ کا تھا۔ شہاب الدین نے نہایت سختی سے حملہ کیا۔ قریب تھا کہ انہیں پامال کر دیتا اس اثنا میں ترکان خطا کا ساقہ آگیا اور اس نے شہاب الدین پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ شہاب الدین اس کا مقابلہ نہ کر سکا' میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا' اس کے بہت سے ہمراہی مارے گئے۔ بذات خاص ایک ہاتھی پر سوار ہو کر قلعہ ایذخود میں جا کر پناہ گزین ہوا۔

ترکان خطا نے وہاں پہنچ کر اسے گھیر لیا بالآخر شہاب الدین نے چند ہاتھی دے کر اپنی جان بچائی۔ بمات سواروں کے ساتھ طالقان پہنچا۔ شہاب الدین کے طالقان پہنچنے سے پہلے گورنر طالقان حسین بن حرمیل واقعہ متذکرہ بالا سے نجات پا کر طالقان پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ حسین نے شہاب الدین کی رسد و باربرداری کا معقول اور کافی انتظام کر دیا اور تمام اسباب و سامان معاشرت مہیا کر دیے چونکہ شہاب الدین کو معرکہ جنگ سے بھاگ کھڑے ہونے کی وجہ سے اپنے امراء لشکر سے بدگمانی اور ایک قسم کی نفرت ہو گئی تھی اس وجہ سے شہاب الدین نے حسین بن حرمیل کو گرفتار کر کے غزنی روانہ کر دیا۔ حسین کو اس سے بے حد تعجب ہوا۔

تاج الدّین کا غزنی پر حملہ

اس شکست کے بعد بلاد غور میں شہاب الدین کے مارے جانے کی خبر غلط طور سے مشہور ہو گئی۔ تاج الدّین (شہاب الدین کے غلام) نے فوجیں جمع کر کے غزنی کے قلعہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے دھاوا کر دیا۔ والیٔ قلعہ نے نہایت استقلال سے مدافعت کی۔ تاج الدین کو مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔ اپنے مقبوضہ علاقے میں پہنچ کر بد امنی اور فساد کی منادی بھی کرا دی۔ ترکانِ خلجیہ سے سازش کر لی' لوٹ مار کی کثرت ہو گئی۔ شہاب الدین کا دوسرا غلام ایبک نامی جو جنگ میں شریک تھا وہ بھی شکست اٹھا کر بھاگا۔ ہندوستان میں پہنچا اور سلطان شہاب الدین کی موت کی خبر مشہور کر کے ملتان[1] پر قابض ہو گیا۔ قبضہ کرتے ہی اہلِ ملتان کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ شروع کر دیے۔ رفتہ رفتہ چاروں طرف سے یہ خبریں سلطان شہاب الدین تک پہنچیں۔ سن کر غصہ سے کانپ اٹھا۔ فوج کی فراہمی کا حکم دیا چنانچہ ایک بڑا لشکر جمع کر کے ترکانِ خطا اور مفسدین کی سرکوبی کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔

کھوکھروں کی بغاوت

قوم ککر (ککھر) لاہور اور ملتان کے درمیان پہاڑوں میں رہتی تھی اور ان پہاڑوں کے دشوار گزار ہونے کی وجہ سے قوم ککر کا ایک بڑا گروہ جمع ہو گیا تھا لیکن شہاب الدّین کے رعب و خوف سے یہ اس قدر متاثر تھے کہ سالانہ خراج شاہی خزانے میں داخل کیا کرتے۔ جس وقت شہاب الدین کی موت کی غلط خبر مشہور ہوئی ککر بگڑ گئے' بد عہدی اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور پہاڑی قوموں سے سازش کر کے فتنہ و فساد' لوٹ مار کرنے لگے۔ دن دیہاڑے مسافروں کو لوٹنے لگے۔ غزنی اور لاہور کی راستے خطرناک ہو گئے۔ آمدورفت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ شہاب الدین نے اپنے گورنر لاہور محمد بن ابو علی کو لکھ بھیجا کہ ککر سے سالانہ خراج وصول کر کے بھیج دے اور بدنظمیوں کو رفع کر کے امن و امان قائم کرو۔ ککر نے محمد بن ابو علی کی کسی بات کی پرواہ نہ کی۔ تب شہاب الدین نے اپنے غلام ایبک کو قوم ککر کی سرکوبی اور سمجھانے بجھانے کے لیے روانہ کیا۔ ککروں کے سردار نے ایبک کو ٹکا سا جواب دے دیا کہ اگر شہاب الدین زندہ ہوتا تو وہ خود آتا' ایسے کہاں یہ تاب تھی کہ ہم خراج دینا بند کر دیتے اور وہ خاموش بیٹھا رہتا غرض کہ ککر نے ایبک کی ایک نہ سنی شہاب الدین نے اس سے مطلع ہو کر قریہ شاپور میں لشکر مہیا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ لشکر جمع ہونے کے بعد ککر کی گوشمالی کے لیے روانہ ہوا۔ جوں ہی شہاب الدین

[1] ان دنوں ملتان کا گورنر امیر داد حسن نامی ایک شخص تھا۔ ایبک نے ملتان پہنچ کر اس سے کہا کہ میں شاہی فرمان کے بموجب تم سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ امیر داد حسن کسی خوف وخطر کے بغیر ایبک کو لے کر ایک کمرہ میں چلا گیا' ایبک ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ جس وقت امیر داد حسن غافل ہوا ایک ترکی غلام نے جو اس کام کے لیے پہلے ہی سے مامور کیا گیا تھا امیر داد حسن کا سر اتار لیا۔ ایبک نے باہر آکر یہ مشہور کر دیا کہ میں نے یہ کام بحکم سلطان کیا ہے اور مصنوعی فرمان دکھا کر ملتان پر قابض ہو گیا۔ دیکھو تاریخ فرشتہ مقالہ دوم صفحہ ۵۹۔

لاہور پہنچا کھکروں نے اطاعت قبول کر لی۔ شہاب الدین ماہ شعبان ۶۰۱ھ میں لوٹ کر غزنی آیا اور فوراً ہی ترکان خطا پر چڑھائی کر دی۔

کھوکھروں کی سرکوبی

شہاب الدین کی واپسی کے بعد ککروں نے پھر بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ رہزنی اور غارت گری کرنے لگے۔ اس مرتبہ ہنود کی اور قومیں بھی غارت گری اور بغاوت میں شریک ہو گئیں۔ شہاب الدین کو اس کی خبر لگی' ہند کے مقبوضہ علاقہ میں بد امنی پھیلنے کے خیال سے ترکانِ خطا کے مقابلہ سے لشکر واپس لے کر غزنی کی طرف آیا اور وہاں سے لشکر کو از سرِنو آراستہ کر کے ماہ ربیع الاول ۶۰۲ھ میں ککروں کی سرکوبی کے لیے بڑھا۔ نہایت تیزی سے کوچ و قیام کرتا ہوا ککروں کے سر پر پہنچ گیا۔ ککر بھی جنگ کے لیے پہاڑوں سے اُتر کر میدان میں صف آرا ہوئے' ایک شب و روز مسلسل لڑائی ہوتی رہی' دورانِ جنگ میں جب کہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی قطب الدین ایبک لشکر اسلام لیے ہوئے (دہلی سے) آ پہنچا اور تکبیریں کہتا ہوا ککروں پر حملہ کر دیا۔ ککروں کے پاؤں اکھڑ گئے' نہایت ابتری سے شکست اٹھا کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ککروں کو جہاں پایا مار ڈالا۔ ککروں کا ایک بہت بڑا گروہ ایک گنجان جنگل میں گھس گیا لیکن ان اجل رسیدوں کو گنجان جنگل بھی پناہ نہ دے سکا۔ مسلمانوں نے اس میں آگ لگا دی' بے انتہا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ عورتیں' بچے گرفتار کر لیے گئے۔ لونڈی غلاموں کی اس قدر ارزانی ہوئی کہ پانچ پانچ دینار پر فروخت ہوئے' ککروں کا سردار مارا گیا۔ اس اثنا میں دانیال سردار لشکر جودی نے بھی سر اٹھایا۔ شہاب الدین اس کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوا۔ چنانچہ ماہ رجب سنہ اسی مہم میں گزر گیا۔

الغرض جس وقت باغیانِ ہندوستان کی سرکوبی سے فراغت حاصل ہو گئی۔ اس وقت شہاب الدین نے لاہور سے غزنی کی طرف کوچ کیا۔ بہاء الدین والی بامیاں کو لکھ بھیجا کہ مابدولت و اقبال کا ارادہ سمرقند پر فوج کشی کرنے کا ہے لہٰذا تم فوجیں فراہم رکھو اور دریائے جیحوں پر پل بھی بندھا ہوا ہو تاکہ لشکرِ ظفر پیکر کو عبور کرنے میں کسی قسم کی دقت نہ ہو۔

ترامیہ قبیلہ

کفار ترامیہ غزنی اور پنجاب کے درمیان پہاڑوں میں رہتے تھے' مسلمانوں کی ایذا دہی ان کا مذہبی فرض تھا' یہ بھی ایک قسم کے بت پرست مجوسی المذہب تھے۔ ان کی ایک رسم یہ تھی کہ جب کسی کی لڑکی بالغ ہوتی تو اسے مکان کے دروازے پر لاتے اور آواز بلند سے کہتے تھے کوئی ہے جو اس لڑکی سے شادی کرے۔ جو شخص اس کا اثباتی جواب دیتا تھا اسے فوراً اس کے حوالے کر دیتا ورنہ مار ڈالتے تھے۔ ان کی ایک بری رسم یہ بھی تھی کہ ایک عورت متعدد مردوں سے ایک ہی وقت میں شادی کرتی تھی۔ ان لوگوں نے اطرافِ سمرقند اور قریہ شاپور میں فتنہ مچا رکھا تھا۔ دن دہاڑے مسافروں کو لوٹ لیتے تھے' سلطان شہاب الدین کے آخری عہدِ حکومت میں ان کا ایک بڑا گروہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا تھا۔

لیکن جب شہاب الدین کے قتل کی غلط خبر مشہور ہوئی تو اس قوم نے بھی بغاوت و سرکشی پر سر اٹھایا۔ عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھ کر غارت گری شروع کر دی۔ سوران اور لکران کے حدود میں رہزنی کرنے لگے اور مسلمانوں کی ایذا دہی پر کمر باندھیں۔ تاج الدین خلجی (جو شہاب الدین کی طرف سے ان صوبوں کا گورنر تھا) اس باغی قوم کی سرکوبی کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا اور ان پر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ بری طرح پامال کیے گئے اور ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ تاج الدین نے ان کے سروں کو بڑے بڑے اسلامی شہروں میں بھیج دیا۔ جو شارعِ عام پر آویزاں کر دیے گئے اور فتنہ و فساد ختم ہو گیا[1]

---

[1] کوکریا یا کھکریا ککر اور کفار ترامیہ پہاڑی قومیں تھیں۔ مذہباً یہ سب بت پرست تھے مسلمانوں کے پکے دشمن تھے۔ ککر اطرافِ پشاور میں فتنہ مچاتے رہتے تھے اور مسلمانوں کو ایذا دیتے تھے اور کفار ترامیہ پنجاب اور غزنی کے درمیان پہاڑوں میں سکونت پذیر تھے۔ ان کا مذہب بھی مسلمانوں کی ایذا دہی کی تعلیم دیتا تھا۔ شہاب الدین محمد غوری کے آخری عہدِ حکومت میں ان میں سے ایک جم غفیر دائرۂ اسلام میں بطیب خاطر داخل ہو گیا تھا جن کی تعداد تین چار لاکھ بتائی جاتی ہے دیکھو تاریخ فرشتہ مقام ... صفحہ ۶۰

شہاب الدین کی شہادت

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ شہاب الدین نے ہندوستان کی مہم سے فراغت پاکر لاہور سے غزنی کی واپسی کا قصد کیا تھا۔ غرض یہ تھی کہ ترکانِ خطا سے ان کی پیش قدمی کا بدلہ لے۔ چنانچہ ہندی اور خراسانی فوجیں جمع کی گئیں۔ القصہ جس وقت شہاب الدین لاہور سے نکل کر غزنی کے لیے روانہ ہوا۔ مقام دمیل میں جو لاہور کے قریب تھا پہنچ کر قیام کیا۔ چند لوگ شاہی خیمے کے پاس آئے اور ان میں سے ایک نے دربان کو زخمی کیا' شوروغوغا بلند ہوا محافظین خیمہ شاہی دوڑ پڑے' جس نے دربان کو زخمی کیا تھا وہ تو بھاگ گیا باقی کو موقع مل گیا وہ خیمہ میں گھس گئے' دو ایک خدمت گار جو خیمہ کے اندر تھے' خوف زدہ ہو کر بے حس و حرکت ششدر کھڑے رہ گئے۔ شہاب الدین اس وقت نماز پڑھ رہا تھا' سجدہ میں تھا کہ ان بے دینوں نے اسی حالت میں شہید کیا۔ اسے قتل کرکے اس کے خدمت گاروں پر بھی ہاتھ صاف کیا جو اس خیمہ میں تھے۔ یہ واقعہ اوائل ماہ شعبان ۶۰۲ھ میں واقع ہوا۔

قاتلینِ سلطان شہاب الدین کی بابت مورخین میں اختلاف ہے۔ بعضوں[۵] کا یہ خیال ہے کہ کوکروں (گکروں) نے اسے شہید کیا تھا جن کے گھربار کو سلطان شہاب الدین نے تاخت و تاراج اور ان کے اعزہ و اقارب کو قتل کیا تھا اور بعض کا یہ قول ہے کہ فرقہ اسماعیلیہ میں سے کسی شخص نے شہاب الدین کو شربتِ شہادت پلایا تھا کیونکہ فرقہ اسماعیلیہ نے بہت بڑی شورش برپا کر رکھی تھی۔ شہاب الدین نے ان کی سرکوبی کے لیے ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا تھا اور اس کی فوجوں نے بلادِ اسماعیلیہ کو تاخت و تاراج کیا تھا۔

شہاب الدین کے قتل ہونے کے بعد امراء لشکر وزیر السلطنت خواجہ موید الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب کے سب اس امر پر متفق ہوئے کہ جب تک خاندانِ شاہی میں سے کوئی شخص تخت کا مالک نہ ہو اس وقت تک شاہی خزانوں کی کامل طور سے حفاظت کی جائے چنانچہ وزیر السلطنت نے سپہ سالار لشکر کو طلب کرکے لشکریوں میں امن و امان قائم رکھنے اور نظامِ حکومت کے پابند رہنے کی ہدایت تاکید کی اور نعش کو ایک تابوت میں رکھ کر اور شاہی خزانے کے ساتھ غزنی کی طرف روانہ ہوا۔ خزانہ شاہی دو ہزار دو سو اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ بائیس سو اونٹوں پر خزانہ لدا ہوا دیکھ کر غلامانِ شاہی کے منہ میں پانی بھر آیا۔ صریخ (دور کا سسرالی رشتہ دار) وغیرہ نے یہ خیال قائم کرکے شہاب الدین تو اب باقی نہیں لوٹنے کا قصد کیا' سردارانِ لشکر اور امرایانِ دولت نے ان لوگوں کو اس برے کام سے باز رکھا اور ان سب لشکریوں کو ہندوستان کی طرف واپس کر دیا جن کے وظائف اور جاگیریں قطب الدین ایبک کے قبضہ میں تھیں۔

شہاب الدین کی تجہیز و تکفین

اراکینِ سلطنت میں تخت نشینی میں اختلاف پڑا ہوا تھا' بعضوں کا منشا یہ تھا کہ غیاث الدین محمد ابن سلطان غیاث الدین تخت آرائے حکومت ہو اور بعضے یہ چاہتے تھے کہ بہاء الدین سام ہمشیر زادہ شہاب الدین کے قبضہ اقتدار میں زمامِ سلطنت دی جائے۔ خواجہ موید الدین اور امرائے اتراک کا میلان غیاث الدین محمد کی طرف تھا اور امرائے غور اس خیال میں تھے کہ بہاؤ الدین سام کو حکومت دی جائے۔ غرض کہ ہر فریق یہ چاہتا تھا کہ قریب ترین راستہ طے کرکے حکمران کو خزانہ و لشکر دے دیا جائے۔ ایک مقام پر پہنچ کر دونوں فریق میں جھگڑا ہو گیا۔ ترکوں نے سوران کا راستہ اختیار کرنا چاہا تاکہ فارس پہنچ کر غیاث الدین محمد کو خزانہ شاہی سپرد کر دیں اور اسے تخت پر بٹھا دیں۔ غوریوں نے وہ راستہ پسند کیا جو بامیاں کو جاتا تھا۔ وزیر السلطنت نے آئندہ قتل و قتال کے خطرہ کا احساس کرکے امراء غور کو یہ سمجھا بجھا کر براہِ کرمان غزنی چلنے پر راضی کیا۔ چنانچہ اسی راہ سے سب کے سب غزنی کی طرف روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں قبائل افغان اور کفار تراہیہ سے بے حد تکلیفیں اٹھائیں انتہائی دشواریوں کے بعد کرمان کے قریب پہنچے۔ تاج الدین وز (ایلدوز) جنازہ شاہی لشکر کے استقبال کے لیے نکلا۔ جونہی اس کی نظر تابوت پر پڑی گھوڑے سے اتر کر زمین بوس ہوا۔ محضر کو اٹھا کر شہاب الدین کو دیکھا۔ ضبط نہ کر سکا چیخ مار کر

---

۱ انگریز مورخ لکھتے ہیں کہ شہاب الدین کو ایک مجنون مسلمان نے قتل کیا تھا۔ مگر یہ روایت اور اسی طرح اسماعیلیہ کے قاتل ہونے کی روایت قرین قیاس نہیں ہے۔ بظاہر قیاس یہ کہتا ہے کہ گکروں نے اسے قتل کیا ہے کیونکہ جہاں سے شہاب الدین گزر رہا تھا وہ گکروں کی سکونت کی جگہ تھی۔ (مترجم)

رونے لگا۔ عمامہ پھینک دیا۔ پیراہن پھاڑ ڈالا۔ لوگوں نے زبردستی کھینچ کر تابوت کے پاس سے ہٹایا۔ القصہ شعبان ۶۰۲ھ میں شہاب الدین کا تابوت غزنی پہنچا اور مدرسہ شاہی میں بائیسویں تاریخ ماہ مذکور میں دفن ہوا۔

شہاب الدین کا کردار

شہاب الدین شجاع' عادل اور اپنے ارادوں میں پکا تھا۔ جہاد کا بے حد شائق تھا اس کی ساری عمر جہاد ہی میں تمام ہوئی' ہر ہفتہ میں چار دن مقدمات فیصل کرنے کے لیے مقرر کر رکھے تھے' چنانچہ قاضی شہران چاروں دن شاہی دربار میں آتا اور شرع شریعت کے مطابق مقدمات فیصل کرتا جس کی تعمیل امراء دولت اور اراکین سلطنت کرتے تھے اور اگر کوئی فریق یہ چاہتا کہ میرے مقدمہ کی سماعت خود شہاب الدین کرے تو شہاب الدین نہایت توجہ سے اس کے دعوے کو سنتا اور بہ مشورہ قاضی اس کا فیصلہ کرتا تھا۔ شافعی المذہب تھا۔

تاج الدین ایلدوز

تاج الدین ایلدوز[1] سلطان شہاب الدین محمد غوری کے مخصوص اور مقرب غلاموں میں سے تھا شہاب الدین کے مارے جانے کے بعد تاج الدین ایلدوز کو غزنی کی حکومت کا شوق چرایا اور غیاث الدین محمد بن سلطان غیاث الدین کی حکومت و سلطنت کی لوگوں کو ترغیب دینے لگا۔ چونکہ غیاث الدین محمد بن خراسان کی مہم میں مصروف تھا اس وجہ سے اس نے تاج الدین ایلدوز کو غزنی کی حکومت کی سند لکھ کر بھیج دی چنانچہ تاج الدین نے دارالسلطنت سے خزانہ شاہی کا چارج لے کر غزنی کا قصد کیا۔

غیاث الدین نے اپنے چچا زاد بھائی شمس الدین محمد بن مسعود کو بامیان کی حکومت پر مقرر کیا تھا اور اپنی بہن سے عقد کر دیا تھا جس کے بطن سے ایک لڑکا سام نامی پیدا ہوا۔ شمس الدین محمد کا ایک اور لڑکا عباس نامی ایک ترک خاتون کے بطن سے بھی تھا۔ لیکن سام اس سے عمر میں چھوٹا تھا شمس للدین کے مرنے کے بعد اس کا بڑا لڑکا عباس بامیان کے تخت و تاج کا مالک ہوا۔ سلطان غیاث الدین اور شہاب الدین اس سے ناراض ہو گئے عباس کو معزول کر کے اپنے بھانجے بہاء الدین سام کو بامیان کی حکومت عطا کی۔ بہاء الدین ہوشیار سیاسی امور سے آگاہ اور مدبر تھا' رفتہ رفتہ اس کا رعب داب بڑھ گیا۔ خزانہ مال و دولت سے بھر گیا امراء غوریہ کا میلان اس کی طرف تھا اس وجہ سے اپنے ماموں شہاب الدین کے بعد حکومت غزنی کا دعوے دار ہوا۔ شہاب الدین کے قتل کے وقت قلعہ غزنی میں امیرواں نامی ایک شخص بطور نائب حکومت کر رہا تھا اس نے اپنے لڑکے کو غیاث الدین محمد بن سلطان غیاث الدین محمد اور ابن حرمیل گورنر ہرات کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ آپ لوگ اپنے مقبوضات کی حفاظت کیجیے اور میں غیاث الدین محمد کے نام کا خطبہ جامع غزنی میں پڑھوں گا اور اسی کے نام کا ممالک مقبوضہ میں سکہ چلاؤں گا۔ امرائے غوریہ اور ترکوں میں جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں' تخت نشینی کی بابت اختلاف ہوا۔ بہاء الدین سام اپنے ماموں کے قتل کی خبر سن کر فوجیں جمع کر کے بامیان سے غزنی کی طرف روانہ ہوا۔ علاء الدین اور جلال الدین اس کے دونوں بیٹے بھی ہم رکاب تھے۔ بہاء الدین سام نے ان دونوں کو غزنی اور ہندوستان جانے کا حکم دے رکھا تھا جب بہاء الدین سام نے دورانِ راہ میں سفر آخرت اختیار کیا تو اس کے دونوں بیٹے علاء الدین اور جلال الدین نے پہلے غزنی پر حملہ کیا۔

---

[1] سلطان شہاب الدین نے تاج الدین ایلدوز کو بحالتِ صغر سنی خرید کیا تھا۔ چونکہ تاج الدین وجاہت ظاہری اور اخلاق حمیدہ کے خوش نما لباس سے آراستہ تھا سلطان شہاب الدین نے اپنی خاص خدمت پر مامور کیا۔ رفتہ رفتہ امراء و اراکین دولت کے زمرے میں داخل ہو گیا' کرمان و سوران بطور جاگیر عنایت کیا گیا۔ اس کی دو لڑکیاں تھیں ایک تو شاہی ارشاد کے مطابق قطب الدین ایبک سے منسوب تھی اور دوسری ملک ناصر الدین قباچہ سے۔ دیکھو تاریخ فرشتہ مقام دوم صفحہ ۶۳

علاء الدین بن بہاء الدین

امراء غوریہ علاء الدین بہاء الدین سام کی آمد کی خبر پا کر استقبال کو آئے اور شاہی آداب سے ملے۔ امرا ترک بھی اس جلوس میں شریک تھے اگرچہ ان کے دل غیاث الدین محمد کی خیر خواہی میں تھے چنانچہ علاء الدین اور جلال الدین نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور قصر شاہی میں رمضان ۶۰۲ھ کی چاند رات کو قیام کیا' ترکوں کو یہ امر ناگوار گزرا۔ وزیر السلطنت موید الملک نے اس مصلحت سے کہ بالفعل غیاث الدین محمد مہم خراسان میں مصروف ہے ترکوں کو مخالفت سے روکا مگر وہ اپنے خیال سے باز نہ آئے' علاء الدین اور جلال الدین سے کہلا بھیجا کہ تم دونوں بھائی قصر شاہی سے قبضہ اٹھا لو ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ علاء الدین اور جلال الدین نے ترکوں کا یہ رنگ دیکھ کر تاج الدین ایلدوز کے پاس بھیجا کہ ہم لوگ تمہیں شاہی اعزاز سے سرفراز کریں گے اور جاگیریں بھی دیں گے' تم ہمارے ہم خیال ہو جاؤ اور جس ملک کی چاہو گے اسی کی حکومت دی جائے گی۔

علاء الدین اور ایلدوز

ادھر تاج الدین ایلدوز کو جس وقت کرمان میں شہاب الدین کی شہادت کی خبر پہنچی' وزیر السلطنت موید الملک سے خزانہ کی کنجیاں لے لیں' اپنے آقائے نامدار سلطان غیاث الدین محمد کے بیٹے غیاث الدین محمد کی حکومت و سلطنت کی دعوت دینا شروع کی۔ ادھر بہاء الدین سام واقعہ شہادت سے مطلع ہو کر بامیان سے غزنی پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ اتفاق یہ کہ اثناء راہ میں اسے سفر آخرت در پیش آیا اس کا بیٹا علاء الدین غزنی پہنچا اور تخت حکومت پر رونق افروز ہوا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں' علاء الدین نے ترکوں کو لانے کی کوشش کی تاج الدین ایلدوز کے پاس محبت و اخلاص کا پیام بھیجا غرض کہ ہر طرح اسے راضی کرنے کی کوشش کی اور اس سے سازش بھی کرنا چاہی لیکن تاج الدین ایلدوز نے اس کی اطاعت قبول نہ کی اور انتہائی سختی سے جواب دیا اور ترکوں خلجیوں اور تاتاریوں کی ایک بڑی فوج مرتب کر کے کرمان سے غزنی کی جانب روانہ ہوا۔ علاء الدین اور اس کے بھائی کو دھمکی کا خط لکھا۔ علاء الدین نے بھی اپنے وزیر السلطنت کو بامیان بلخ اور ترمذ کی طرف فوجوں کی فراہمی کی غرض سے روانہ کیا۔

ایلدوز کا غزنی پر قبضہ

اسی اثناء میں خفیہ طور سے تاج الدین ایلدوز نے غزنی میں ترکوں کے پاس بھی کہلا بھیجا کہ غیاث الدین محمد تمہارے آقائے نامدار کا بیٹا ہے' یہ بہت بڑی نمک حرامی ہو گی اگر تم اس کا ساتھ نہ دو گے۔ القصہ ماہ رمضان ۶۰۲ھ میں دونوں فریق صف آرا ہوئے' سخت خون ریز جنگ ہوئی۔ ترکوں کی فوج علاء الدین سے علیحدہ ہو کر تاج الدین ایلدوز سے مل گئی جس سے محمد بن حدرون کو شکست ہوئی۔ گرفتار کر لیا گیا۔ تاج الدین ایلدوز کا لشکر غزنی میں داخل ہو گیا۔ لوٹ مار شروع ہو گئی۔ غوریوں اور بامیوں کے مکانات لوٹ لیے گئے۔ علاء الدین نے قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ جلال الدین بیس سواروں کی جمعیت سے بامیان کی طرف بھاگا۔ تاج الدین ایلدوز نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا' یہاں تک کہ علاء الدین نے امن کی درخواست کی کہ مجھے امن دیا جائے میں غزنی سے بامیان چلا جاؤں گا' جب امن حاصل کر کے علاء الدین قلعہ غزنی سے نکلا اثناء راہ میں ترکوں سے بعض لوگوں نے چھیڑ چھاڑ کی۔ گھوڑا چھین لیا' مال و اسباب لے لیا۔ تاج الدین ایلدوز کو خبر ہو گئی گھوڑا اور مال و اسباب واپس بھجوا دیا۔ چنانچہ علاء الدین بامیان پہنچا اور اپنی گئی ہوئی حالت کو درست کرنے لگا۔

تاج الدین ایلدوز نے غزنی میں قیام کر کے غیاث الدین محمد کی حکومت قائم کر کے اس کے نام کا خطبہ نہ پڑھا۔ داؤد والی قلعہ غزنی کو گرفتار کر لیا۔ فقہا قضاۃ کو حاضری کا حکم دیا۔ خلافت مآب کی طرف سے مجد الدین ابو علی بن ربیع شافعی مدرس نظامیہ بغداد بطور وفد کے شہاب الدین کے پاس آئے ہوئے تھے۔ اسی دربار میں تاج الدین ایلدوز نے انہیں بھی حاضر ہونے کی اجازت دی اور ان لوگوں نے شاہی تخت پر بیٹھنے اور القاب سلطانی سے اپنے کو مخاطب کرنے کا مشورہ کیا' اس ارادے پر عمل بھی کیا۔ ترکوں کو اس سے نفرت پیدا ہو گئی' بہت

سنے رونے لگے۔ ملوک غوریہ کی اولاد کی ایک جماعت اس وقت جلسہ میں موجود تھی۔ انہوں نے بھی اس فعل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی خدمت سے علیحدہ ہو کر علاء الدین کے پاس بامیان چلے آئے۔

غیاث الدین محمد

جس وقت شہاب الدین غوری نے جامِ شہادت نوش کیا تھا اس وقت اس کے بھائی سلطان غیاث الدین محمد کا بیٹا غیاث الدین محمد اپنے مقبوضہ بلاد بست میں تھا۔ شہاب الدین نے خاندان شاہی غوریہ میں سے علاء الدین محمد بن ابو علی کو بلاد غوریہ کی عنانِ حکومت عطا کی تھی۔ (یہ امامیہ مذہب کا بہت بڑا متعصب فرد تھا) چنانچہ غیاث الدین محمد پہلے فیروز کوہ سے چلا آیا مگر امراء غوریہ غیاث الدین کی حکومت کے طرف دار تھے اور فیروز کوہ والے بھی اس کے حامی تھے۔ جب شاہ خوارزم نے فیروز کوہ کا قصد کیا تو اس نے محمد مرغنی اور محمد عثمان سردارانِ غور کو طلب کر کے محمد بن تکش والی خوارزم سے جنگ کرنے کا حلف لیا اور غیاث الدین محمد بست میں ٹھہرا انجام کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ والیٔ بامیان سے اور اس سے شہاب الدین ہی کے زمانہ حکومت میں یہ سمجھوتہ ہو چکا تھا کہ شہاب الدین کی وفات کے بعد خراسان غیاث الدین کے قبضہ میں رہے گا اور ہندوستان و غزنی بہاء الدین والی بامیان کے زیر اثر سمجھا جائے گا۔ لیکن شہاب الدین کی شہادت کے بعد غیاث الدین نے خلافِ معاہدہ رمضان ۶۰۳ھ میں تخت حکومت پر جلوس کیا اور حکومت و سلطنت کا دعویدار بن گیا۔ اراکینِ دولت سے اپنی حکومت و سلطنت کی بیعت لی۔ امراء لشکر جو اس کے ہوا خواہ تھے وہ اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ غیاث الدین نے فیروز کوہ پر قبضہ کر لیا اور علاء الدین کے سرداروں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔

غیاث الدین نے فیروز کوہ پر قبضہ کرنے کے بعد جامع مسجد میں جا کر نماز شکرانہ ادا کی۔ پھر سوار ہو کر اپنے باپ کے ایوان میں آیا اور وہیں سکونت اختیار کی اور پرانے دستور کے مطابق تمام رسوم ادا کیے۔ عبدالجبار محمد بن عشیرانی (سلطان غیاث الدین محمد غوری کا وزیر السلطنت) حاضر دربار ہوا، غیاث الدین نے قلم دان وزارت حوالہ کر دیا۔ عدل و احسان اور جہانداری میں اپنے مرحوم باپ کے قدم بقدم چلنے لگا۔ اس کے بعد ابن حرمیل گورنر ہرات کو تالیف قلب کے خیال سے نرمی و ملاطفت کا خط لکھا اور اپنی اطاعت و فرماں برداری کی ہدایت کی۔ جس وقت ابن حرمیل کو سلطان شہاب الدین کی شہادت کی خبر ملی خوارزم شاہ کی عداوت سے ڈر کر سردارانِ شہر کو بلا بھیجا اور لوگوں سے اپنا ساتھ دینے کا حلف لیا۔ قاضی شہر اور ابن زیاد نے جواب دیا کہ دنیا بھر کے مقابلہ میں ہم تمہارے ساتھ سینہ سپر ہوں گے لیکن سلطان غیاث الدین کے بیٹے کے مقابلہ میں ہم تمہارا ساتھ نہ دیں گے۔ ابن حرمیل نے یہ سن کر سنی ان سنی کر دی اور خوارزم شاہ سے درپردہ سازش کرنے لگا۔ غیاث الدین کو کسی جاسوس نے اس کی خبر دی۔ فوجیں جمع کر کے ہرات کا قصد کیا ابن حرمیل نے یہ سن کر قاضی اور ابن زیاد سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ ان دونوں نے غیاث الدین کی اطاعت قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ ابن حرمیل نے بظاہر ان کا مشورہ قبول کر لیا لیکن درپردہ خوارزم شاہ کو ہرات پر قبضہ کرنے پر ابھارتا اور ترغیب دیتا رہتا۔ اسی اثنا میں غیاث الدین نے گورنر طالقان اور گورنر مرو کو خط لکھ بھیجا۔ ان لوگوں کو جاگیریں دیں اور سونج اپنے باپ کے ایک غلام مشہور بہ امیر شکار کو طالقان میں کچھ جاگیر عطا کی۔

خوارزم شاہ اور ابن حرمیل

حسن بن حرمیل کی طرف سے ہرات کا حکمران تھا۔ لیکن کسی وجہ سے غوریوں کی اطاعت سے باغی ہو گیا تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں اور درپردہ خوارزم شاہ سے سازش کی تھی چنانچہ ادھر خوارزم شاہ کو لکھ بھیجا کہ آپ اپنی فوجیں بھیج دیجئے اور ادھر ابن زیاد کو سلطان غیاث الدین کی خدمت میں اظہار اطاعت کی غرض سے روانہ کیا۔ حسن بن حرمیل ان کارروائیوں کے کرنے پر مطمئن نہ ہوا۔ پس و پیش کر رہا تھا کہ اس اثنا میں ابن زیاد سلطان غیاث الدین کی خدمت سے خلعت وغیرہ لیے ہوئے واپس آیا۔ لیکن اس کے باوجود حسن بن حرمیل اپنے خیال سے باز نہ آیا۔ اس کے بعد خوارزم شاہ کی فوجیں آ گئیں۔ نہایت عزت و احتیاط سے ملا۔ لیکن یہ خبر سن کر اس فوج کے

پیچھے چھ کوس کے فاصلے پر سلطان کی فوج بھی ہے' خوارزم شاہ حواس باختہ ہو گیا۔ اپنے کیے پر پریشان ہوا۔ اسی وقت خوارزم شاہ کی فوجوں کو واپس کر دیا۔ ان واقعات کی اطلاع سلطان غیاث الدین کو ہو گئی۔ سلطان نے حسن کو بلا بھیجا۔ اس کے مملوکات کی ضبطی اور اس کے مشیروں اور مصاحبوں کو ذلیل و رسوا کرنے کا حکم بھیج دیا۔

خوارزم شاہ کا ہرات پر قبضہ

حسن بن حرمیل کو اس کی خبر لگ گئی' حسن نے ان لوگوں کو یہ فریب دیا کہ سلطان سے ان معاملات میں خود خط و کتابت کرتا ہوں تم لوگ احکام سلطانی کی تعمیل میں عجلت نہ کرو۔ قاضی اور ابن زیاد اس فقرہ میں آگئے' قاصد کی روانگی کے چوتھے دن خوارزم شاہ اپنی فوج کے ساتھ ہرات پہنچ گیا۔ حسن بن حرمیل نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیے اور شہر میں داخل کر دیا۔ اس کے بعد ابن زیاد کو گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں اور قاضی کو شہر سے نکال دیا۔ قاضی بحال پریشان فیروز کوہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا' حالات عرض کیے۔ سلطان غیاث الدین نے بنفس نفیس ہرات کا قصد کیا۔ ہنوز روانگی کی نوبت نہ آئی تھی کہ یہ خبر سننے میں آئی علاء الدین والی بامیان غزنی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مجبوراً ہرات کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

فتح بلخ

قبضہ ہرات کے بعد بلخ باقی رہ گیا تھا' جس وقت خوارزم شاہ کو سلطان شہاب الدین کے مرنے کی خبر پہنچی' ان غوریوں کو جو یہاں مقیم تھے' رہا کر دیا' خلعت دیے اور اپنے بھائی علی شاہ کو افواج کا افسر بنا کر بلخ پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عمر بن حسین غوری گورنر بلخ مقابلہ پر آیا۔ بلخ سے چھ کوس کے فاصلے پر لڑائی کے مورچے قائم ہوئے۔ اتنے میں خوارزم شاہ بھی امدادی فوجیں لے کر آ پہنچا۔ یہ واقعہ ۶۰۲ھ کا ہے' جب محاصرہ کی شدت حد سے بڑھی اور عمر بن حسین نے اپنے میں مقابلہ کی قوت نہ دیکھی تو بامیان میں علاء الدین اور جلال الدین کی خدمت میں عریضہ بھیجا۔ امداد کی درخواست کی لیکن اب دونوں کو غزنی کے معاملات نے امداد سے روک دیا۔ خوارزم شاہ چالیس دن تک بلخ کا محاصرہ کیے رہا۔ کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ محمد بن علی بن بشیر خوارزم شاہ کے پاس تھا' اسے بھی غوری قیدیوں کے ساتھ قید سے رہا کیا تھا اور جاگیر دی تھی۔

محمود کو خوارزم شاہ نے عمر بن حسین والی بلخ کے پاس روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تم میری اطاعت قبول کر لو۔ میں تمہارے حقوق کی نگہداشت معقول طور سے کروں گا۔ عمر بن حسین نے انکار میں جواب دیا چنانچہ خوارزم شاہ نے کامیابی سے ناامید ہو کر ہرات کی طرف واپسی کا قصد کیا پھر یہ خبر سن کر علاء الدین اور جلال الدین کو وزیوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی اور وز نے ان دونوں کو قید کر لیا۔ ہرات کی واپسی ملتوی کر دی اور ابن بشیر (یعنی محمد بن علی بن بشیر) کو عمر بن حسین کے ساتھ دوبارہ پیام دے کر بھیجا۔ عمر بن حسین نے پھر انکار میں جواب دیا' مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ جس وقت عمر بن حسین کو چاروں طرف سے ناامیدی محسوس ہوئی' اطاعت قبول کر لی اور خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ جامع بلخ میں پڑھا۔ اور خوارزم شاہ سے ملنے کو اس کے کیمپ میں آیا' خوارزم شاہ نے خلعت دیا اور گورنری بلخ پر بدستور بحال رکھا۔ یہ واقعہ آخر ۶۰۲ھ کا ہے۔ فتح بلخ سے فارغ ہو کر خوارزم شاہ جوزقان (جرجان) کی طرف محاصرہ کی غرض سے بڑھا۔ علی بن ابی علی یہاں کا حاکم تھا۔ دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ جوزقان سے واپس ہو کر عمرو بن حسین غوری والیٔ بلخ کو بلا بھیجا اور جب وہ آ گیا تو گرفتار کر کے خوارزم بھیج دیا اور بلخ جا کر قبضہ کر لیا۔ جعفر ترکی کو اپنی طرف سے بلخ کا حاکم مقرر کر کے خوارزم کی طرف واپس ہوا۔

علاء الدین اور وز (ایلدوز) کی جنگ

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ وز نے غزنی پر قبضہ کر کے علاء الدین اور جلال الدین کو بامیان کی جانب نکال دیا تھا چنانچہ دو ماہ تک یہ دونوں بامیان میں مقیم رہے۔ وز نے قبضہ غزنی کے بعد وہیں قیام کیا اور اس خیال سے کہ میری حکومت کو غلبہ حاصل ہو جائے گا غیاث الدین کے نام کا خطبہ پڑھنے سے رُکا رہا اور ترکوں کو اس خوف سے کہ مبادا ان لوگوں میں شورش اور عہد شکنی کا مادہ پیدا ہو' یہ فریب دیا' ر

کہ غیاث الدین کے پاس سے ایلچی واپس نہیں آیا جب ان کو علاء الدین کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہو گئی اور قلعہ پر قبضہ کر لیا تو خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا اور تخت حکومت پر متمکن ہو گیا اس اثنا میں لشکر کا معتدبہ حصہ رفتہ رفتہ علاء الدین سے آملا۔ چنانچہ علاء الدین اور جلال الدین نے فوجیں جمع کر کے بامیان سے غزنی کی طرف کوچ کر دیا۔ دز کو اس کی اطلاع ہوئی۔ اس نے بھی لشکر جمع کر کے مدافعت کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ ان دونوں نے دز کی فوجوں کو نہایت بری طرح سے پسپا کیا فوج کا اکثر حصہ کام آگیا۔ دز کرمان کی طرف بھاگا۔ ایک دستہ فوج نے تعاقب کیا دز نے پلٹ کر مقابلہ کیا اور مار بھگایا۔

علاء الدین اور اس کے بھائی جلال الدین مظفر و منصور غزنی میں کامیابی کا جھنڈا لیے ہوئے داخل ہوئے اور قابض ہو گئے۔ شہاب الدین کے اس خزانے پر قبضہ کر لیا جسے وزیر السلطنت موید الدین سے کرمان میں لیا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ قبضہ غزنی کے بعد علاء الدین اور جلال الدین میں خزانہ کی تقسیم اور موید الملک کی وزارت پر جھگڑا پیدا ہو گیا۔ اہل غزنی کو ان کی اطلاع پر بے حد ندامت ہوئی مگر چارۂ کار کچھ نہ تھا۔ جلال الدین عباس کے ساتھ بامیان چلا آیا اور علاء الدین غزنی میں ٹھہرا رہا' وزیر السلطنت نے لشکریوں اور رعایا کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ شروع کر دیے، جس کا مال پایا لوٹ لیا جسے چاہا سزا دی۔ ظلم کی کوئی حد باقی نہ رہ گئی تھی۔ لوگوں نے مال و اسباب کو فروخت کرنا شروع کر دیا۔ شکایتوں پر شکایتیں ہوتی تھیں لیکن کوئی سننے والا نہ تھا۔ دز کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی۔ ترکوں' تاتاریوں اور غوریوں کی فوجیں مرتب کر کے چڑھائی کر دی۔ ایلدکز شرقی (شہاب الدین کا غلام) دو ہزار جمعیت سے کرمان پر چڑھ آیا اور اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد ہی دز آپہنچا اسے ایلدکز کی کامیابی پسند نہ آئی' ایلدکز کو نکال کر کرمان پر قابض ہو گیا۔ رعایا کے ساتھ حسن سلوک اور عدل و انصاف سے پیش آنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر علاء الدین کو غزنی پہنچی اپنے وزیر کو اپنے بھائی جلال الدین کی خدمت میں بامیان روانہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ غوریوں نے علاء الدین کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور غیاث الدین کے پاس چلے گئے تھے۔ دز نے آخر ۶۰۳ھ میں شہر غزنی پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ علاء الدین قلعہ نشین ہو گیا۔

علاء الدّین کی شکست و امان طلبی

دز نے اہل غزنی کو تشفی دی اور امن دیا۔ جب شہر کی افراتفری ختم ہو گئی تو قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اتنے میں دز کو یہ خبر لگی کہ جلال الدین فوج لے کر آگیا ہے دز یہ سن کر مقابلہ اور مدافعت کی غرض سے اٹھ کھڑا ہوا دونوں میں صف آرائی ہوئی۔ دز نے جلال الدین کو شکست دی اور گرفتار کر کے غزنی واپس کر دیا۔ علاء الدین اس وقت تک قلعہ نشین تھا۔ دز نے کہلا بھیجا کہ اگر تم قلعہ کی کنجیاں میرے حوالے نہ کرو گے تو میں تمہارے قیدیوں کو قتل کر ڈالوں گا۔ علاء الدین نے جواب میں ذرا ٹال مٹول سے کام لیا۔ دز نے چار سو قیدیوں کو قتل کر ڈالا۔ علاء الدین یہ سن کر خوف سے کانپ اٹھا امن کی درخواست کی' دز نے امن دی اور جب علاء الدین امن حاصل کر کے قلعہ سے نکلا تو گرفتار کر لیا گیا۔ وزیر السلطنت عماد الملک کو مار ڈالا اور فتح کی خوش خبری کا عریضہ غیاث الدین کی خدمت میں روزانہ کیا۔ سلیمان بن بشیر ۶۰۳ھ میں غیاث الدّین کی خدمت میں فیروز کوہ پہنچا۔ غیاث الدین نے عزت و احترام سے ٹھہرایا اور محل سرائے شاہی کا داروغہ مقرر کیا۔

جس وقت علاء الدین اور جلال الدین غزنی میں گرفتار کر لیے گئے جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اور اس کی خبر ان کے چچا عباس کو بامیان میں پہنچی اس کے ساتھ ان دونوں کے باپ کا وزیر بھی بامیان میں موجود تھا۔ چنانچہ وزیر السلطنت یہ خبر پا کر خوارزم شاہ کی طرف دز کے مقابلے کے لیے امداد حاصل کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ عباس نے وزیر السلطنت کی موجودگی کو غنیمت شمار کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور علاء الدین اور جلال الدین کے ہمراہیوں و ہوا خواہوں کو نکال دیا۔ وزیر السلطنت کو اس کی خبر لگ گئی راستے سے ہی لوٹ پڑا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اس کے بعد جلال الدین رہا ہو کر بامیان پہنچا۔ وزیر السلطنت کو اس سے بڑی قوت حاصل ہو گئی۔ عباس کے پاس کہلا بھیجا کہ تم سرکشی چھوڑ کر اطاعت قبول کر لو عباس نے قلعہ کے دروازے کھول دیے اور کنجیاں حوالے کر دیں اور یہ کہا کہ میں نے خوارزم شاہ کے دست برد سے محفوظ رکھنے کی غرض سے قلعہ پر قبضہ کیا تھا۔ ورنہ یہ کب ممکن تھا کہ میں خود مختاری کا جھنڈا بلند کرتا۔

خوارزم شاہ

خوارزم شاہ نے عمر بن حسین غوری سے بلخ چھین کر ترمذ کا قصد کیا۔اس وقت ترمذ میں عمر بن حسین کا بیٹا حکمرانی کر رہا تھا۔محمد بن بشیر نے ترمذ پہنچ کر بلخ کی حوالگی اور خوارزم شاہ کے قبضہ کے حالات بتائے اور یہ ظاہر کیا کہ بلخ کا نظم و نسق خوارزم شاہ کے امراء و اراکین حکومت کر رہے ہیں اور عمرو بن حسین خوارزم شاہ کے پاس بھیج دیا گیا۔اگر تم اطاعت قبول کر لو گے اور مقابلہ نہ کرو گے تو تمہیں انعامات دیئے جائیں گے۔ جاگیریں دی جائیں گی۔ چونکہ والی ترمذ تاتاریوں کے آئے دن کے حملوں سے تنگ آگیا تھا اور غزنی پر دز کے قبضہ اور تصرف اور اپنے ہمراہیوں کی گرفتاری سے دل برداشتہ ہو گیا تھا' اس وجہ سے اطاعت قبول کر لی اور امن کا خواستگار ہوا۔ خوارزم شاہ نے اسے امن دی اور ترمذ پر قبضہ کر لیا۔

فتح طالقان

خوارزم شاہ قبضۂ ترمذ سے فراغت حاصل کر کے طالقان کی طرف بڑھا۔ اس وقت طالقان میں سونج نامی ایک شخص غیاث الدین محمود کی جانب سے حکومت کر رہا تھا۔ خوارزم شاہ نے پیام بھیجا کہ تم میری اطاعت قبول کر لو تو میں تمہیں تمہاری حسب خواہش جاگیریں دوں گا۔ سونج نے انکار لیس جواب دیا اور جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن جس وقت مقابلہ پر آیا گھوڑے سے اُتر کر قدم بوس ہوا معافی کی درخواست کی۔ خوارزم شاہ نے طالقان پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعض اراکین دولت کو بھی گرفتار کر کے کاوین اور سوار کے قلعوں کا رخ کیا۔والی قلعہ کاوین حسام الدین علی بن ابو علی مقابلہ پر آیا۔ خوارزم شاہ نے اس سے شہر سپرد کرنے کا مطالبہ کیا۔حسام الدین نے انکار میں جواب دیا۔ خوارزم شاہ جواب پا کر ہرات کی طرف چلا گیا اور ہرات کے باہر قیام پذیر ہوا۔ چونکہ حسن بن حرمیل نے اطاعت قبول کر لی تھی اس وجہ سے خوارزم شاہ کے لشکر کے دست بُرد اور لوٹ مار سے ہرات محفوظ رہا۔ اسی مقام پر غیاث الدین کا ایلچی تحائف و ہدایا لے کر حاضر ہوا۔ اسی زمانہ میں حسن بن حرمیل نے اسفرائین پر حملہ کیا۔ والیؔ اسفرائین غیاث الدین کے پاس گیا ہوا تھا۔حسن نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اہلِ شہر نے امن حاصل کر کے شہر پناہ کی دروازے کھول دیے اور شہر کو باامن حوالے کر دیا۔

والیؔ سجستان کی اطاعت

اس کے بعد حسن بن حرمیل نے والیؔ سجستان کے پاس خوارزم شاہ کی اطاعت کا پیام بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ آئندہ سے مسجدوں میں خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے والیؔ سجستان نے خوارزم شاہ کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ خوارزم شاہ نے غیاث الدین سے اس امر کی درخواست کی تھی جسے غیاث الدین نے قبول نہ کیا تھا الغرض اسی زمانہ قیام ہرات میں قاضی ساعد بن فضل خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہیں حسن بن حرمیل نے شہربدر کر دیا تھا۔ اور غیاث الدین کے پاس فیروز کوہ چلے گئے تھے۔ حسن بن حرمیل نے خوارزم شاہ کو ایسا کہہ دیا کہ اس نے قاضی ساعد کو قلعہ روزن میں قید کر دیا اور ہرات کے عہدہ قضا پر قاضی ابو بکر محمد بن خرمسی کو مامور کیا۔

دز (یلدوز) کی سرکشی

جس وقت دز نے غزنی پر قبضہ کر لیا اور علاء الدین و جلال الدین کو بھی گرفتار کر لیا، غیاث الدین نے دز کو لکھنا شروع کیا کہ میرے نام کا خطبہ مسجدوں میں پڑھا جائے' دز حیلہ و حوالہ سے ٹالنے لگا۔ غیاث الدین نے قاصد روانہ کیا کہ میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور شہاب الدین کے لیے دعا کی جائے، ترکوں کو اس نامہ و پیام سے شبہ پیدا ہوا۔ دز نے غیاث الدین کو لکھ بھیجا کہ آپ مجھے آزاد کر دیجیے غیاث الدین نے چندے توقف کر کے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ حالانکہ اس کا قصد خوارزم شاہ سے مصالحت کرنے اور امداد لینے کا تھا۔ جب دز نے اپنی آزادی کا مطالبہ کیا تو غیاث الدین نے اس کو اور قطب الدین ایبک کو جو کہ اس کے چچا شہاب الدین کا غلام تھا اور

اس کی طرف سے ملک ہند کا حکمران تھا، آزاد کر دیا اور ہر ایک کو ہدایا و خلعت روانہ کیے پھر یہ خبر آئی کہ دز خود مختار حکومت کا ڈنکا بجانے اور قطب الدین ایبک آزاد ہونے کے باوجود مطیع و فرماں بردار رہا۔

دز (یلدوز) کی یکتاباد پر فوج کشی

غیاث الدین نے خوارزم شاہ سے امداد کی درخواست کی' خوارزم شاہ نے اس شرط سے کمک بھیجی کہ حسن ابن حرمیل والی ہرات میری اطاعت قبول کر لے۔ اور مالِ غنیمت کے تین حصے کیے جائیں۔ ایک حصہ لشکریوں میں تقسیم کیا جائے اور دو حصہ ان دونوں کو۔ اس کی خبر کسی ذریعہ سے دز کو پہنچی۔ دز نے فوجیں مرتب کر کے یکا باد پر چڑھائی کر دی' اور اس پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد بست اور اس کے متعلقات کا رخ کیا اور قبضہ کر لیا۔ غیاث الدین کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا۔ والیٔ بجستان کو لکھ بھیجا کہ تم خوارزم شاہ کا خطبہ سے نام نکال دو۔

ایدکین کی مراجعت کابل

حسین بن حرمیل کو بھی اس پر ابھارا اور مخالفت کی صورت میں جنگ کی دھمکی دی۔ جلال الدین والی بامیان کو قید سے رہا کر کے اپنی بیٹی سے عقد کر دیا اور پانچ ہزار سواروں کو ایدکین کی افسری میں (یہ شہاب الدین کا غلام تھا) جلال الدین کے ہمراہ روانہ کیا کہ بامیان پر قبضہ کر کے جلال الدین کو تختِ حکومت پر بٹھا دیا جائے اور اس کے چچا زاد بھائی کو حکومت و سلطنت سے بے دخل کر دو۔ ابھی ایدکین بامیان نہیں پہنچنے پایا تھا کہ یہ خبر سننے میں آئی کہ ترکوں میں دز کے خلاف بغاوت کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے' غزنی کی طرف لوٹنا چاہا۔ جلال الدین نے اس کی مخالفت کی تب ایدکین اپنے مقبوضات کابل کی طرف لوٹ آیا۔

ایبک کی کارگزاری

قطب الدین ایبک کو جب یہ معلوم ہوا کہ دز نے غیاث الدین سے بغاوت کی ہے تو بے حد برافروختہ ہوا۔ ادھر ایک قاصد دز کے پاس روانہ کیا' جنگ کی دھمکی دی' غیاث الدین کے نام کا خطبہ پڑھنے کی تاکید کی۔ ادھر غیاث الدین کی خدمت میں تحائف و ہدایا بھیج کر یہ رائے دی کہ آپ وقتی طور سے خوارزم شاہ کے تمام مطالبات تسلیم کر لیجئے تاکہ مہم غزنی سے فراغت حاصل ہو جائے۔ غیاث الدین نے اس رائے کے مطابق خوارزم شاہ سے مصالحت کر لی اور ایبک کو لکھ بھیجا کہ دز سے جنگ کے لیے غزنی پر حملہ کر دو۔ چنانچہ ایبک نے غزنی پر چڑھائی کر دی اتنے میں ایدکین بھی ماہ رجب ۶۰۳ھ میں غزنی آگیا۔ شہر غزنی پر ایبک کا قبضہ ہو گیا۔ جامع مسجد میں غیاث الدین کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ صرف قلعہ باقی رہ گیا۔ لشکریوں نے شہر کو لوٹ لیا۔ ان واقعات کی اطلاع دز کو ہوئی' ہونٹ چاٹتے رہے۔ یکتا باد میں غیاث الدین کا نام خطبہ میں داخل کیا گیا اور دز کا نام نکال ڈالا۔ کچھ عرصہ بعد ایدکین نے غزنی سے بلاد غور کی طرف کوچ کیا اور ان واقعات کی اطلاع عرضی غیاث الدین کی خدمت میں روانہ کی اور بہت سا سامان و مال جو لوٹ میں ملا تھا، تحفہ کے طور پر بھیج دیا۔ غیاث الدین کو اس سے بے حد مسرت ہوئی، خلعت بھیجے اور آزاد کر دیا اور ملک الامراء کا خطاب عطا کیا۔ اس کے بعد غیاث الدین نے بست اور اس کے مضافات کا قصد کیا چنانچہ بحسن و خوبی اسے پھر اپنے دائرۂ حکومت میں داخل کر کے وہاں کی رعایا سے اچھے برتاؤ کیے۔

حسن بن حرمیل کی گرفتاری و خاتمہ

حسن بن حرمیل نے جیسا کہ اوپر لکھ آئے ہیں خوارزم شاہ کی فوج کو ہرات میں بلا لیا تھا چنانچہ خوارزم شاہ کی فوج آگئی اور ہرات میں ابن حرمیل کے ساتھ قیام پذیر ہوئی۔ خوارزم شاہ کی فوج نے رعایا پر ظلم و ستم شروع کر دیا۔ طرح طرح کی زیادتیاں کرنے لگے۔ ابن حرمیل نے ان لوگوں کو قید کر دیا اور خوارزم شاہ کو یہ واقعات لکھ بھیجے۔ خوارزم شاہ ان دنوں خطا کی لڑائی میں مصروف تھے۔ حسن ابن حرمیل کو لکھ بھیجا کہ ان فوجیوں کو جنہیں تم نے قید کر لیا ہے میرے پاس بھیج دو اور عز الدین خلدک کو درپردہ تحریر بھیجی کہ تم جس طرح

ممکن ہو حسن بن حرمیل کو گرفتار کر لو۔ خلدک نے دو ہزار سواروں کو لے کر ہرات کا قصد کیا۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ خلدک زمانہ حکومت سلطان سنجر میں ہرات کی گورنری کر چکا تھا۔ جس وقت خلدک ہرات کے قریب پہنچا ابن حرمیل استقبال کی غرض سے ہرات سے باہر آیا/ایک دوسرے سے ملے' خلدک نے اپنے ہمراہیوں کو اشارہ کر دیا ان لوگوں نے ابن حرمیل کو گرفتار کر لیا۔ ابن حرمیل کے ہمراہی شہر میں واپس آئے۔ وزیر خواجہ صاحب نے شہرپناہ کے دروازے بند کر لیے' مقابلہ کی تیاری کی غیاث الدین محمود کے نام کی منادی کرا دی۔ خلدک نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور کہلا بھیجا کہ تمہیں امان دیتا ہوں اور اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے تو میں ابن حرمیل کو قتل کر ڈالوں گا۔ وزیر نے کچھ جواب نہ دیا۔ خلدک نے واقعات حاضرہ سے خوارزم شاہ کو مطلع کیا'خوارزم شاہ نے اپنے ان گورنروں کو جو خراسان میں تھے ہرات پر فوج کشی اور محاصرہ کرنے کے لیے لکھ بھیجا چنانچہ گورنران خراسان نے دس ہزار کی جمعیت سے ہرات پر حملہ کیا۔ چونکہ حسن بن حرمیل نے احتیاط کے طور پر ہرات کو ہر طرح سے مضبوط اور مستحکم کر رکھا تھا۔ چار شہرپناہ نہایت مستحکم بنوائے تھے۔ شہرپناہ کے باہر متعدد خندقیں کھدوائی تھیں۔ رسد وغلہ اور سامان جنگ ضرورت سے زیادہ مہیا کر لیا تھا اس لیے محاصرین کی دال نہ گلی اور ہرات پر قبضہ نہ کر سکے۔ اس اثنا میں حسن ابن حرمیل کا خراسان میں انتقال ہو گیا یا یہ کہ خوارزم شاہ کے سرداروں نے اسے قتل کر ڈالا۔

خوارزم شاہ کا طبرستان پر قبضہ کا اعلان

علی شاہ برادر غیاث الدین محمود نے طبرستان میں اور کزلک خاں نے نیشا پور میں خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا لیکن جب خوارزم شاہ طبرستان پہنچا تو علی شاہ بھاگ گیا'فیروز کوہ میں شہاب الدین کے پاس جا کر دم لیا۔ شہاب الدین نے عزت و احترام سے ملاقات کی۔ خوارزم شاہ نے طبرستان پر قبضہ کر کے نیشا پور'کی طرف قدم بڑھائے اور اسے بھی کزلک خاں کے قبضہ سے نکال کر اپنے دائرۂ حکومت میں داخل کر لیا۔ اس کے بعد ہرات کی طرف آیا اس وقت تک ہرات پر محاصرہ پڑا ہوا تھا'کسی طرح فتح نہ ہوتا تھا۔ محاصرہ کے بڑھ جانے سے اہل شہر میں پھوٹ پڑ گئی۔ خوارزم شاہ کے آجانے کا سن کر خائف ہو گئے۔ وزیر کے مخالفوں نے وزیر کو گرفتار کر لیا'اس سے اور بھی کمزوری پیدا ہو گئی۔ مقابلہ کی قوت جاتی رہی۔کسی ذریعہ سے خوارزم شاہ کو ان واقعات کی اطلاع ہو گئی فوراً حملہ کر دیا۔ شہرپناہ کے دو برجوں کو مسمار کر کے شہر میں داخل ہو گیا اور قبضہ کر لیا'وزیر کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور اپنی طرف سے ایک شخص کو ہرات پر مامور کر دیا۔ یہ واقعات ۶۰۵ھ کے ہیں'قبضہ ہرات سے فراغت کر کے خطا کی جنگ پر واپس آیا۔

قتل غیاث الدین محمود

خوارزم شاہ نے شہر ہرات پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے ماموں امیر ملک کو ہرات کی حکومت پر مامور کیا اور فیروز کوہ پر حملہ کرنے اور اس کے حکمران غیاث الدین محمود بن غیاث الدین غوری اور اس کے بھائی علی شاہ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ چنانچہ امیر ملک نے فوجیں جمع کر کے فیروز کوہ پر چڑھائی کی۔ غیاث الدین محمود نے امن کی درخواست کی جسے امیر ملک نے منظور کر لیا۔ لیکن جس وقت غیاث الدین محمود اپنے بھائی علی شاہ کے ساتھ شہرپناہ کا دروازہ کھول کر نکلا' امیر ملک نے دونوں بھائیوں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ مظفر و منصور ۶۰۵ھ میں فیروز کوہ میں داخل ہوا۔فیروز کوہ کے فتح ہو جانے سے تمام خراسان پر خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا۔

غزنی پر قبضہ

جس وقت خوارزم شاہ نے کل صوبہ جات خراسان اور بامیان پر قبضہ کر لیا اس وقت تاج الدین وز والی غزنین کے پاس کہلا بھیجا کہ تمہارے لیے یہ بہتر ہے کہ تم مجھ سے برسرپیکار نہ ہو'مصالحت کر لو' میرے نام کا خطبہ پڑھو اور میرے نام کا سکہ جاری کرو۔ وز نے اپنے اراکین دولت کو جمع کر کے مشورہ طلب کیا۔ انہیں اراکین میں قتلغ تگین (شہاب الدین کا غلام) نائب السلطنت غزنی بھی تھا'اس نے خوارزم شاہ کی اطاعت کا مشورہ دیا جس سے سب نے اتفاق ظاہر کیا چنانچہ خوارزم شاہ کا ایلچی جواب باصواب لے کر واپس آیا۔ غزنی میں

خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اس کے بعد تغلو تگین نے پوشیدہ طور سے خوارزم شاہ کو پیغام بھیجا کہ آپ غزنی تشریف لائیے میں غزنی آپ کے حوالے کر دوں گا۔ چنانچہ خوارزم شاہ بذات خود غزنی آیا اور قبضہ کر لیا۔ وز نے غزنی کو خیرباد کہہ کر لاہور کا راستہ لیا۔ قبضہ غزنی کے بعد خوارزم شاہ نے تغلو تگین کو حاضری کا حکم دیا۔ شاہی خزانوں کی کنجیاں لے لیں' توشہ خانہ میں جو کچھ تھا اس پر قبضہ کر کے تغلو تگین کو مار ڈالا۔ غزنی پر اپنی طرف سے اپنے بیٹے جلال الدین کو مامور کر کے شہر واپس آیا۔ یہ واقعات ۶۱۰ھ کے ہیں۔

وز (یلدوز) کا لاہور پر قبضہ

وز غزنی سے نکل کر ایک ہزار پانچ سو سواروں کی جمعیت سے لاہور پہنچا۔ اس وقت لاہور میں ناصر الدین قباچہ (شہاب الدین کا غلام) حکمرانی کر رہا تھا۔ لاہور کے علاوہ ملتان' آجر اور دیبل (ٹھٹھہ) ساحلِ دریا تک اس کے قبضہ میں تھے۔ پندرہ ہزار جنگ جو سواروں کو لے کر میدان جنگ میں آیا۔ بازار کارزار گرم ہو گیا۔ فریقین کے ساتھ ہاتھیوں کا بھی جھنڈ تھا۔ وز کو پہلے حملہ میں شکست ہوئی' ہاتھیوں کا جھنڈ پکڑ لیا گیا۔ وز نے پلٹ کر پھر حملہ کیا' وز کو کامیاب ہوئی وز کے ہاتھی سوار نے قباچہ کے جھنڈے پر حملہ کیا۔ اتفاق یہ کہ جھنڈا گر گیا۔ قباچہ کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ وز نے شہر لاہور پر قبضہ کر لیا۔

تاج الدین یلدوز کا خاتمہ

اس کامیابی کے بعد وز نے ہندوستان کی طرف قدم بڑھائے تاکہ دہلی وغیرہ پر بھی جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں قابض ہو جائے۔ اس وقت دہلی میں قطب الدین ایبک کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کا غلام شمس الدین حکومت کر رہا تھا۔ شہر سامانا کے قریب فوجوں میں مڈبھیڑ ہوئی' تاج الدین وز شکست کھا کر بھاگا۔ سارا لشکر تتر بتر ہو گیا اور اثنائے جنگ میں مار ڈالا گیا۔

تاج الدین وز نہایت خلیق' عادل' رعایا کے ساتھ احسان کرنے والا تھا اور بالخصوص تجارت پیشہ اور غریبوں کے ساتھ بحسنِ سلوک پیش آتا تھا۔ اس کے مرنے سے سلاطینِ غوریہ کا شیرازہ حکومت بکھر گیا۔ والبقاء للہ وحدہ۔

باب ۱۰

دولت دیلم

دیلمیوں کا سلسلۂ انساب

سلسلۂ انساب عالم میں دیلمیوں کا نسب ہم بیان کر آئے ہیں کہ یہ مازائے بن یافث کی نسل سے ہیں اور مازائے تورات میں اولاد یافث میں شمار کیا گیا ہے۔ ابن سعید نے لکھا ہے (میں نہیں جانتا کہ اس نے کہاں سے اسے نقل کیا ہے) کہ دیلم' سام بن باسل بن اسور بن سائل کی اولاد سے ہے اور توریت میں اسور کا ذکر سام کی اولاد میں آیا ہے۔ ابن سعید نے یہ بھی لکھا کہ موصل' جرموق بن اسود اور فرس' کرد' خزر' ایران' بن اسور بن نبط' سوریاں' نبط ابن اسور کی اولاد سے ہیں' واللہ اعلم۔

جیل علماء نسب کے نزدیک ہر روایت کے اعتبار سے دیلم کے بھائی ہیں اور بہرحال یہ ایک ہی قبیلے کی شاخ ہیں' دیلم اور جیل کا پرانا وطن طبرستان اور جرجان کے پہاڑوں میں رہے اور گیلان کے پہاڑوں میں واقع تھا۔ اسلام سے پہلے ان کی نہ کوئی حکومت تھی اور نہ کوئی سلطنت جس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی فتوحات کا سیلاب تمام عالم میں پھیلا اور کسریٰ فارس کی حکومت کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا اور عرب کی حکومت کا سکہ تمام ملکوں مشرق مغرب جنوب اور شمال میں چلنے لگا جیسا کہ فتوحاتِ اسلامیہ کے ضمن میں آپ پڑھ آئے ہیں تو جن لوگوں نے مذہب اسلام قبول نہ کیا' انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا' اس وقت دیلم اور جیل مجوسی المذہب تھے۔ زمانۂ فتوحات اسلامیہ میں ان کے ممالک فتح نہیں ہوئے تھے یہ جزیہ دیا کرتے تھے۔ سعیدؓ بن العاص نے ایک لاکھ سالانہ پر ان سے مصالحت کر لی تھی۔ جسے اکثر لوگ ادا کرتے تھے اور کبھی کبھی نہیں دیتے تھے۔

طبرستان کی تسخیر

سعید کے بعد کسی اور شخص نے جرجان کا قصد نہیں کیا۔ یہ لوگ عراق سے خراسان تک کے راستے پر رہزنی کیا کرتے تھے اور قافلے صحیح و سلامت بچ کر نہیں جا سکتے تھے' جس وقت یزید بن مہلب ۸۶ھ میں خراسان کا گورنر ہوا اس وقت تک طبرستان اور جرجان فتح نہیں ہوئے تھے۔ جب کبھی ان مقامات کا ذکر آتا تھا تو یزید بن مہلب کہا کرتا تھا کہ فارس کی فتوحات تکمیل کو نہیں پہنچیں۔ طبرستان وغیرہ کا فتح کرنا ضروری ہے ورنہ قومس و نیشا پور وغیرہ کا امن خطرہ میں رہے گا۔ جب سلیمان بن عبدالملک تخت حکومت پر متمکن ہوا تو یزید بن مہلب نے جہاد طبرستان کی غرض سے فوجیں فراہم کیں' اس وقت تک جرجان شہر کی حیثیت نہ رکھتا تھا اسے چاروں طرف سے سربفلک پہاڑ گھیرے ہوئے تھے ایک شخص درہ پر کھڑا ہو جاتا اور بڑے سے بڑے لشکر کو جرجان میں داخل ہونے سے روک سکتا تھا البتہ طبرستان ایک آباد شہر تھا۔ اس کا حکمران اصبہد نامی ایک شخص تھا۔ یزید کے غلام فراسہ نے جرجان کو سر کر لیا۔ بنو امیہ کی حکومت کے بعد ہادی نے ان دونوں مقامات کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں تک کہ یہ دونوں مقامات حکومت کے مطیع ہو گئے لیکن کچھ عرصہ بعد باغی اور سرکش بن گئے تب خلیفہ مہدی نے یحییٰ حرسی کو چالیس ہزار فوج کی جمعیت سے طبرستان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ اس نے طبرستان کو زیر و زبر کر کے دائرہ اسلام میں داخل کر لیا۔ زمانہ حکومت خلیفہ الرشید میں یحییٰ بن عبداللہ حسن مثنیٰ نے طبرستان کا رخ کیا مگر کامیاب نہ ہوا۔ تب خلیفہ رشید نے فضل بن یحییٰ برمکی کو ۱۹۵ھ میں اس جنگ پر مامور کیا۔ فضل نے نہایت مردانگی سے ان مقامات کو سر کر لیا۔ سالانہ خراج ادا کرنے پر مصالحت ہو گئی مگر شرط یہ قرار پائی نہ تکمیلِ صلح تب متصور ہو گی جب کہ خلیفہ رشید کا دستخطی خط آئے جس پر اراکینِ سلطنت اکابرین شیعہ کی شہادتیں ہوں۔ چنانچہ خلیفہ رشید نے خط لکھا اور فضل طبرستان سے واپس ہو کر آیا اور اپنے بھائی جعفر کے ساتھ

قید کر دیا گیا۔ جیسا کہ برامکہ کے حالات میں ہم لکھ آئے ہیں۔

والیٔ دیلم کی بغاوت

۱۸۹ھ میں جس وقت الرشید رے میں تھا سروین بن ابی قارن اور رندا ہرمز والیٔ دیلم کو امان کا خط لکھ کر حسن خادم کی معرفت طبرستان روانہ کیا۔ چنانچہ یہ دونوں دربارِ خلافت میں حاضر ہوئے۔ رشید نے عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ حسنِ اخلاق سے پیش آیا۔ ورندا ہرمز نے سروین بن ابی قارن کی اطاعت اور ادائے خراج کی ضمانت دی۔ باطمینان تمام دونوں واپس آئے۔ اس کے بعد سروین نے وفات پائی اس کی جگہ اس کا بیٹا شہریار حکمران ہوا۔ غرور حکومت نے خود مختاری کی ہوس پیدا کر دی۔ عبداللہ بن خردازبہ نے سرکوبی کی غرض سے فوج کشی کی۔ طبرستان اور تمام بلاد دیلم کو بزور تیغ فتح کر لیا۔ شہریار بن سروین نے اطاعت قبول کی۔ مازیار بن قارن نے ورندا ہرمز کو خلیفہ مامون کی خدمت میں کچھ عرض و معروض کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اتنے میں شہریار بن سروین مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا شاپور حکومت کرنے لگا۔ مازیار نے شاپور سے لڑائی چھیڑ دی نتیجہ یہ ہوا کہ شاپور کو شکست ہوئی۔ جنگ میں مازیار نے شاپور کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

اس کے بعد مازیار نے بھی علم بغاوت بلند کیا۔ یہ زمانہ خلیفہ معتصم کی خلافت کا تھا۔ خلیفہ معتصم نے ان لوگوں کی معقول گوشمالی کی، زبردستی اپنی حکومت و خلافت کی بیعت لی اور ضمانت کے طور پر ان کے سرداروں کو اپنے یہاں نظر بند رکھا۔ پہلا اور موجودہ خراج وصول کیا۔ آمل اور ساریہ کی شہرپناہوں کو مسمار کر کے وہاں کے رہنے والوں کو پہاڑوں کی طرف جلا وطن کر دیا اور جرجان کی سرحد پر طمیس سے ساحل دریا تک تین میل کی مسافت کی شہر پناہ بنوائی۔ اردگرد چاروں طرف ایک گہری خندق کھدوائی۔ اسی طرح شاہان فارس نے ترکوں کے روکنے کے لیے ایک شہرپناہ طبرستان میں بھی بنوائی تھی۔

اسی زمانے میں افشین (معتصم کے غلام) نے حکومت خراسان کے لالچ میں دیلمیوں سے سازش کی۔ چنانچہ صوبۂ خراسان میں بغاوت ہو گئی۔ دیلم نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا، عبداللہ بن طاہر نے اپنے چچا حسن اور اپنے غلام حبان بن جبلہ کی افسری میں فوجیں روانہ کیں۔ خلیفہ معتصم نے پے درپے امدادی فوجیں روانہ کرنا شروع کیں۔ چاروں طرف سے عساکر شاہی نے گھیر لیا۔ قارن بن شہریار برادر مازیار ساریہ میں تھا۔ سرداران عبداللہ بن طاہر نے قارن کو حکومت کی اطاعت قبول کرنے پر راضی کیا۔ چنانچہ قارن نے اس شرط پر کہ اس کے آباء و اجداد کے سب پہاڑی مقام کی حکومت اسے دی جائے گی، خلافت کی اطاعت قبول کر لی۔ عبداللہ بن طاہر نے صلح نامہ لکھ دیا۔ قارن نے اپنے چچا مازیار کو سپہ سالاروں کی ایک جماعت کے ساتھ گرفتار کر کے عبداللہ بن طاہر کے حوالے کر دیا۔ سرداران عبداللہ بن طاہر جبال قارن میں مظفر و منصور داخل ہوئے اور ساریہ پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد قوہیار برادر مازیار نے امن کی درخواست کی۔ عبداللہ بن طاہر نے امن دیا لیکن یہ شرط قرار پائی کہ وہ اپنے بھائی مازیار کو گرفتار کر کے عبداللہ بن طاہر کے حوالے کر دے اور یہ کہ مازیار کی جگہ اسے حکمرانی کی سند عطا کی جائے گی۔ قوہیار نے اپنے بھائی مازیار کو گرفتار کر کے عبداللہ بن طاہر کے حوالے کر دیا۔ عبداللہ بن طاہر نے پابہ زنجیر بغداد روانہ کیا۔ خلیفہ معتصم نے سولی پر چڑھوا دیا۔ اس کے بعد کسی ذریعہ سے افشین کی سازش کی خبر ہو گئی۔ خلیفہ معتصم کو بے حد طیش آیا فوراً گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ مازیار کی گرفتاری کے بعد اس کے غلاموں نے قوہیار پر حملہ کر دیا۔ قوہیار نے اس کا مقابلہ کیا۔ مازیار کے غلام مقابلہ نہ کر سکے' دیلم کی طرف بھاگے' شاہی فوجیں سامنے آ گئیں اور سب کو گرفتار کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ جس نے مازیار کے ساتھ بد عہدی کی تھی وہ مازیار کے چچا کا لڑکا تھا' اس کی خواہش یہ تھی کہ مازیار کو جبال طبرستان کی حکومت سے برطرف کر کے خود حکمران بن جائے گا۔ اس بد عہدی میں مازیار کا غلام داریا بھی شریک تھا۔

طبرستان پر علویوں کا قبضہ

الغرض خلیفہ متوکل کے بعد خلافتِ عباسیہ کمزور ہو گئی اور حکومت کا زوال شروع ہو گیا۔ ہر صوبہ کے گورنر نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اسی زمانہ میں علویوں کے ایلچی ممالک اسلامیہ میں ظاہر ہو کر چاروں طرف علویوں کی حکومت کی دعوت دینے لگے۔ خلافت

مستعین کے عہد میں حسن بن زید (زید علوی کا ایلچی) طبرستان میں آیا۔ جس کا تذکرہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔خراسان کی گورنری پر محمد بن طاہر بن عبداللہ بن طاہر تھا۔ اس نے طبرستان پر اپنے چچا سلیمان بن عبداللہ بن طاہر کو مقرر کر رکھا تھا۔ لیکن حقیقت میں محمد بن اوس اس کی نیابت میں طبرستان میں حکومت کر رہا تھا۔ نام کا حاکم سلیمان تھا۔ محمد بن اوس نے رعایا کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیے جس سے اراکین حکومت بددل ہو کر بغاوت پر کمربستہ ہو گئے' اپنے ہمسایہ دیلم کو بغاوت و سرکشی پر ابھار دیا۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ محمد بن اوس وہی شخص ہے جو زمانۂ مصالحت میں دیلم کے ملک میں بزورِ تیغ گھس گیا تھا اورانہیں انتہائی بے رحمی سے قتل کیا تھا اور بہت سوں کو قید کر لیا تھا۔

جب اراکین حکومت صوبہ طبرستان نے سلیمان اور اس کے نائب محمد بن اوس کے مقابلہ میں دیلم کی مدد چاہی تو دیلم اس ناراضگی کی وجہ سے جو انہیں محمد بن ابی اوس کی کج ادائی اور بے جا ظلم سے پیدا ہو گئی تھی' اٹھ کھڑے ہوئے اور حسن بن زید کو بلا کر سب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر آمل پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ آمل پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ساریہ پر حملہ کیا۔ سلیمان کو شکست ہوئی' ان لوگوں نے ساریہ کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پھر حسن بن زید (ایلچی) نے رفتہ رفتہ تمام صوبہ طبرستان پر قبضہ کر لیا' اس کی اور اس کے بھائی کی حکومت کی بنیاد پڑ گئی جیسا کہ اس کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔ تقریباً" چالیس سال تک یہ حکومت قائم رہی۔ پھر محمد بن زید کے مارے جانے سے حکومت جاتی رہی۔

حسن اطروش

اس کے بعد حسن اطروش نامی ایک شخص عمر بن زین العابدین کی اولاد میں سے دیلم میں داخل ہوا۔ یہ شخص زیدی مذہب رکھتا تھا۔ اطروش تیرہ برس تک دیلم میں رہا۔ ان دنوں دیلم کا بادشاہ حسان بن دہشوران تھا' اطروش ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا۔ ان سے عُشر اور زکوٰۃ وصول کرتا تھا۔ چنانچہ ایک بڑا گروہ اس کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ اس نے ان کے لیے مسجدیں بنوائیں پھر انہیں مسلح کر کے قزوین پر چڑھائی کی اور اس پر قبضہ کر لیا' اس کے بعد سالوس کو بھی لے لیا۔ غرض کہ رفتہ رفتہ اسلامی سرحدی بلاد پر یکے بعد دیگرے قبضہ کرتا جاتا تھا۔ آمل بھی اسی کے قبضہ اقتدار میں آگیا۔ جب اطروش کو کچھ اطمینان حاصل ہو گیا اور گرد و نواح کے شہروں پر قابض ہو گیا تو اس نے سب کو جنگ طبرستان کی ترغیب دی۔

اس وقت طبرستان پر ابن سامان کی حکومت کا پھریرا لہرا رہا تھا۔ سب نے اطروش کے کہنے پر کمریں باندھ لیں اور ۳۰۱ھ میں طبرستان پر چڑھ آئے' ابن صعلوک حاکم طبرستان مقابلہ پر آیا' اطروش نے اسے شکست دی اور اس کے تمام ہمراہیوں اور ہوا خواہوں کو بری طرح پامال کیا۔ ابن صعلوک بھاگ کر رے پہنچا۔ پھر رے سے بغداد چلا آیا۔ اطروش نے طبرستان اور اس کے تمام صوبہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ تمام واقعات اور اس حکومت کے حالات دولت علویہ کے تذکرہ میں ہم لکھ چکے ہیں' دیلم اس کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ اور دیلم ہی کے سردار لڑائیوں میں اس کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ وہی لوگ اس کے اراکین حکومت تھے۔ پھر اسے سعید بن سامان کے لشکریوں نے ۳۰۴ھ میں مار ڈالا اور زمامِ حکومت سرداران کے قبضۂ اقتدار میں چلی گئی جیسا کہ ہم دیلم کے حالات میں لکھ چکے ہیں۔

سردارانِ دیلم

دیلم کے سپہ سالاروں کی ایک جماعت جو اطروش اور اس کے لڑکوں کی پشت پناہی اور مدد کرتی تھی' ان میں سے سرخاب بن دہشوران برادر حسان تھا جس کا شمار دیلم کے بادشاہوں میں تھا یہ ابو الحسن بن اطروش کے لشکر کا کمانڈر انچیف تھا اس کے بھائی علی کو مقتدر نے اصفہان کی حکومت عنایت کی تھی۔ لیلیٰ بن نعمان بن دیلم کے بادشاہوں میں تھا۔ یہ بھی اطروش کا ایک نامور سپہ سالار تھا اس کے بعد اس کا داماد حسن معروف بہ داعی صغیر جرجان پر مامور کیا گیا۔ ماکان بن کالی برادر عم زاد سرخاب وحسان بھی سرداران دیلم میں سے تھے۔ اسے ابو الحسن بن اطروش نے شہر استر آباد اور اس کے مضافات پر متعین کیا تھا۔ ان لوگوں کے علاوہ ایک دوسرا گروہ بھی دیلم کے

مسعودی میں اطروش حسن بن علی بن محمد بن علی بن ابی طالب لکھا ہے

سرداران کا تھا جن میں ماکان بن کالی کے ہمراہیوں میں سے اسفارین شیرویہ مرداویج بن زیادہ بن بادر اور اس کا بھائی وشمگیر اور یشکری کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔ مرداویج کے ہمراہیوں میں سے بنو بویہ تھے جو بغداد' عراقین اور فارس کے بڑے بادشاہوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ جس وقت دولت علویہ کا چراغ حکومت گل ہو گیا تو ان سپہ سالاروں نے طبرستان اور جرجان میں خودمختار حکومت کی بنیاد ڈالی۔

بنو سامان اور دیلم

خلافت عباسیہ کے خاتمہ کے بعد صوبہ خراسان پر صفار نے بنو طاہر کے ہاتھ سے قبضہ لے لیا۔ پھر بنو سامان نے ان سے لڑائی کی اور داعی علوی نے بھی اس میں حصہ لیا۔ مدتوں باہم لڑائی ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ بعد بنو سامان تنہا حکومتِ خراسان کی کرسی پر قابض ہو گئے۔ لیکن بنو سامان کے تمام حکمران دربارِ خلافتِ بغداد کی اطاعت کا اظہار کرتے تھے۔ ان سامانیوں کا مرکز حکومت ماورا النہر تھا۔ تمام خراسان اور اس کا متعلقہ صوبہ انہی کے قبضۂ اقتدار میں تھا۔ جب خلافت بہت زیادہ کمزور ہو گئی تو ملوک دیلم نے بھی ہاتھ بڑھائے‚ان کے سپہ سالاروں نے طبرستان میں اپنی حکومتیں قائم کر لیں اور اپنی قوت کے غرور میں ابن سامان سے بھڑ گئے‚تمام بلادِ اسلامیہ میں مور و ملخ کی طرح پھیل گئے۔ جہاں دیکھو وہیں ان کا غلبہ اور تصرف ہو گیا۔ ہر شخص نے جس ملک کو پایا دبا لیا۔ طبرستان اور جرجان کے علاوہ بلاد رے بھی انہی کے قبضہ میں آگیا تھا۔ ان میں سے بنو بویہ کا بہت دور دورہ ہوا۔ فارس اور عراقین پر حکمران ہوئے۔ دارالخلافت بغداد میں بھی ان کی حکومت کا سکہ چلنے لگا اور تمام پہلی نصیلتوں کا خاتمہ کر دیا۔ ان کی عظیم الشان حکومت پر اسلام نے فخر و مباہات کا اظہار کیا جسے ہم ان کی حکومت کے تذکرہ میں بیان کریں گے۔

لیلیٰ بن نعمان

لیلیٰ بن نعمان' دیلم کے نامور سپہ سالاروں سے تھا۔ اطروش کی اولاد "المؤید الدین اللہ المنتصر لاولاد رسول اللہ" کے القاب سے اسے مخاطب کرتی تھی۔ نہایت سخی اور شجاع تھا'اسے حسن بن قاسم داعی صغیر نے اطروش کے بعد ۳۰۸ھ میں جرجان پر مامور کیا تھا‚اس نے جرجان سے دامغان پر فوج کشی کی۔ دامغان بن سامان کے بادشاہوں کی حکومت میں داخل تھا۔ قرا تکین نامی سامانی بادشاہوں کا غلام حکومت کر رہا تھا۔ قرا تکین نے فوجیں جمع کر کے مقابلہ کیا۔ سخت اور خون ریز جنگ کے بعد لیلیٰ کو جرجان واپس ہونا پڑا۔ اس کے بعد اہل دامغان نے ایک نہایت مستحکم قلعہ بنوایا پھر قرا تکین نے فوجیں فراہم کر کے لیلے پر چڑھائی کر دی'لیلیٰ نے جرجان سے نکل کر مقابلہ کیا۔ جرجان سے پندرہ کوس پر جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں قرا تکین کو شکست ہوئی۔ اس کا لشکر نہایت بری طرح پامال کیا گیا۔ قرا تکین کا غلام فارس لیلیٰ کے پاس چلا گیا اور اس سے مل گیا۔ لیلیٰ نے اسے نہایت عزت سے ٹھہرایا اور اپنی بہن سے اس کا نکاح کر دیا۔ لشکریوں کی جمعیت بڑھ گئی۔ خرچ کی زیادتی ہوئی'ابو حفص قاسم بن حفص نے کہا کہ تم نیشا پور پر قبضہ کر لو'مال کی کمی کی شکایت جاتی رہے گی۔ حسن داعی نے بھی نیشا پور پر حملہ کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ لیلیٰ نے نیشا پور پر چڑھائی کی اور آخر ۳۰۸ھ میں اس پر قبضہ کر لیا۔ حسن داعی کے نام کا خطبہ پڑھا۔ سعید نصر بن سامان کو اس کی خبر لگی' تو اپنے سرداروں حمویہ بن علی' محمد بن عبداللہ بلعمی' ابو الحسن صعلوک اور سیمجور دواتی کو ایک بڑی فوج کے ساتھ بخارا سے روانہ کیا'لیلیٰ بن نعمان سے مقام طوس میں لڑائی ہوئی۔ ان لوگوں نے لیلیٰ کو شکست دی۔ یہ بھاگ کر آمل پہنچا اور وہیں روپوش ہو گیا۔ بغرا خاں نے پہنچ کر اس کا سراغ لگایا اور گرفتار کر کے حمویہ کو اس سے مطلع کیا' حمویہ نے اس کے قتل اور اس کے ہمراہیوں کو امن دینے کے لیے لکھ بھیجا۔ چنانچہ بغرا خاں نے لیلیٰ بن نعمان کو قتل کر کے اس کا سر دارالخلافت بغداد بھیج دیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۳۰۹ھ کا ہے۔ اب فارس (قرا تکین کا غلام) تنہا جرجان میں باقی رہ گیا تھا۔ جس وقت قرا تکین جرجان واپس آیا فارس نے اپنے پرانے آقا سے امن کی درخواست کی۔ قرا تکین نے امن نہ دیا اور اسے قتل کر کے جرجان لوٹ آیا۔

سرخاب بن دہشودان

سرخاب بن دہشودان دیلمی اطروش اور اس کے لڑکوں کے سپہ سالاروں میں سے تھا۔ اطروش کے مرنے کے بعد اس کا بیٹے ابو الحسن ناصر کے ہاتھ پر طبرستان اور استر آباد میں بیعت کی' اس کی فوج کا ایک نامور اور باا ثر سپہ سالار تھا۔ جس وقت قرا تکین بیلا بن نعمان کے قتل کے بعد جرجان سے واپس ہوا تو ابو الحسن بن اطروش اور سرخاب بن دہشودان نے جرجان پر حملہ کیا اور قابض ہو گئے۔ ۳۱۰ھ میں سعید نصر بن سامان نے یہ سن کر چار ہزار سواروں کی جمعیت سے سیمجور دواتی کو روانہ کیا۔ جرجان سے تین کوس کے فاصلہ پر مورچہ قائم کیا اور چاروں طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا'مہینوں محاصرہ کیے رہا۔ پھر سرخاب نے شہر سے نکل کر صف آرائی کی' سیمجور نے فوج کے چند دستوں کو کمین گاہ میں بٹھا کر مقابلہ کیا اور لڑتے ہوئے آہستہ آہستہ پسپا ہوا۔ سرخاب نے جوش کامیابی میں تعاقب کیا'جب سرخاب کمین گاہ سے آگے نکل آیا سیمجور کی فوج نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا۔ سرخاب کو شکست ہوئی۔ ابو الحسن بھاگ کر استر آباد پہنچا۔ سرخاب باقی ماندہ فوج کے ساتھ لڑتا رہا۔ بالآخر سیمجور نے جرجان کو بزورِ تیغ فتح کر لیا۔

ماکان بن کالی

اس کے بعد سرخاب مر گیا اور ابو الحسن بن اطروش ساریہ چلا گیا اور وہیں قیام اختیار کیا' اور سرخاب کی جگہ ماکان بن کالی کو مامور کیا' یہ سرخاب کا چچا زاد بھائی تھا۔ محمد بن عبیداللہ بلعمی اس کی سرکوبی کے لیے چلا۔ سیمجور نے ماکان کا محاصرہ کر لیا۔ ایک مدت تک محاصرہ کیے رہا۔ جب محاصرہ سے کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو محصورین نے کچھ مال دے کر ماکان سے مصالحت کر لی۔ ماکان نے ساریہ کا راستہ لیا۔ ساریہ سے شاہیتہ اور وہاں سے استر آباد چلا آیا۔ سامانیوں نے ان ملکوں پر بقرا خاں کو مامور کیا' ماکان نے موقع پا کر پھر فوج کشی کر دی اور دوبارہ ان شہروں پر قبضہ کر لیا۔ بقرا خاں اپنے ہمراہیوں کے پاس نیشا پور چلا آیا۔

اسفار بن شرویہ

اسفار دیلم کے سرداروں میں سے اور ماکان بن کالی کے ہمراہیوں میں سے تھا۔ نہایت بد اخلاق ظالم اور ضدی مزاج تھا۔ ماکان نے اسے اپنی فوج سے نکال دیا۔ اسفار بحال پریشان بکر بن محمد الیسع والیٔ نیشا پور کے پاس چلا گیا۔ بکر بن محمد بن الیسع نے اسفار کی عزت کی اور اپنے مخصوص مصاحبوں میں داخل کر لیا' ۳۱۵ھ میں فوج کی سرداری پر مامور کیا اور جرجان فتح کرنے کے لیے اسے منتخب کیا۔ ان دنوں ماکان بن کالی طبرستان میں تھا اور ابو الحسن بن کالی کو جرجان کی حکومت پر مامور کر رکھا تھا۔ اس نے ابو علی بن اطروش کو کسی شبہ کے باعث جرجان میں اپنے مکان میں قید کر رکھا تھا۔ ایک روز شب کے وقت ابو علی کے قتل پر آمادہ ہوا۔ اس کی خواب گاہ میں گیا۔ دونوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے علوی (ابو علی بن اطروش) کو کامیاب کر دیا۔ اس نے ابو الحسن بن کالی کو مار ڈالا اور قید سے نکل کر اگلے دن سپہ سالاروں کو بلا بھیجا۔ ان لوگوں نے حاضر ہو کر بیعت کی اور خلافت کرسی پر بٹھایا'اس نے اپنی فوج پر علی بن خرشیہ کو سردار بنایا اور اسفار بن شرفیہ کو یہ واقعات لکھ بھیجے اور بلا بھیجا۔ چنانچہ اسفار نے بکر بن محمد سے اجازت حاصل کر کے ابو علی کی طرف کوچ کیا۔ علی بن خرشیہ نے جرجان اور اس کے گردونواح پر قبضہ کر کے دعوت علویہ کو پھیلانا شروع کیا۔ ماکان بن کالی کو اس کی خبر لگی فوجیں جمع کر کے طبرستان سے جرجان پر چڑھ آیا۔ علی بن خرشیہ نے جرجان سے نکل کر مقابلہ کیا اور مار بھگایا۔ طبرستان تک تعاقب کرتا چلا گیا اور اسے بھی اس کے قبضہ سے نکال کر اس پر قابض ہو گیا۔

اس اثنا میں ابو علی بن اطروش اور سپہ سالار فوج علی بن خرشیہ مر گیا۔ اسفار تنہا طبرستان کا مالک بن گیا۔ بکر بن محمد بن الیسع نے انہی دنوں جرجان پر چڑھائی کی اور اس پر قبضہ کر کے اسے نصر بن سامان کے دائرۂ حکومت میں داخل کر لیا۔ اس کے بعد ماکان طبرستان کی جانب واپس ہوا' اسفار نے مقابلہ کیا' سخت اور خون ریز جنگ کے بعد اسفار کو شکست ہوئی' ماکان نے طبرستان پر قبضہ کر لیا اور اسفار نے جرجان میں بکر بن محمد بن الیسع کے پاس جا کر دم لیا اور وہیں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ بکر بن محمد الیسع نے وفات پائی اور سعید بن نصر نے اسے

۳۱۵ھ میں جرجان کی حکومت پر مامور کیا۔ پھر سعید بن سامان نے زمانۂ خلافت مقتدر میں رے پر قبضہ کر لیا اور محمد بن علی بن صعلوک کو اس کی حکومت عنایت کی۔ ماہ شعبان ۳۱۶ھ میں محمد بن علی بن صعلوک ایک سخت مرض میں مبتلا ہو گیا۔ حسن داعی کی تحریک سے اسفار والیٔ جرجان نے مرداویج بن زیاد کو جو کہ ملوک جبل سے تھا بلا کر اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا طبرستان پر چڑھائی کی اس پر قابض ہو گیا۔

جس وقت اسفار نے طبرستان پر قبضہ حاصل کیا تو مرداویج اس کے ہمراہ تھا رے پر ان دنوں ابن صعلوک حکومت کر رہا تھا۔ اسفار نے رے کو بھی اس کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس کے بعد قزوین' زنجان ابہر قم اور کرخ وغیرہ پر بھی قابض ہو گیا حسن بن قاسم داعی صغیر اس کے ساتھ تھا۔ جب اسفار نے اس سے علیحدہ ہو کر طبرستان پر قبضہ کر لیا اور جرجان کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں شامل کر لیا تو ماکان اور حسن داعی نے اسفار پر چڑھائی کی۔ مقام ساریہ میں فریقین سے مڈبھیڑ ہوئی۔ ماکن شکست کھا کر بھاگا حسن داعی مارا گیا۔

شکست کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حسن داعی دیلم کو منکرات اور ممنوعات شرعیہ سے بچنے کی تاکید کرتا اور احکام شرعیہ کی پابندی میں سختی سے کام لیتا تھا۔ یہ امر دیلم کو ناگوار گزر رہا تھا آپس میں مشورہ کیا کہ انہیں ہٹا دو۔ سازش کا پتہ چل گیا۔

ہرز میدان (مرداویج) کے پاس دامغان میں تھا جب ہرز میدان جرجان پہنچا تو حسن داعی اسے اور دیگر سپہ سالاروں دیلم کو محل سرائے لے گیا اور سب کو گرفتار کر کے مار ڈالا اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان جاں باختہ سازش کرنے والوں کے مال و اسباب کو لوٹ لو۔ دیلم کو یہ امر ناگوار گزرا۔ وقت کے منتظر رہے' اسفار سے ابن سامان کے اراکین دولت کو بھی ملا لیا۔ ابن سامان اس شرط سے واپس ہوا کہ میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور اسفار آئندہ ہمیشہ مطیع رہے۔ اسفار نے ان شرائط کو قبول کر لیا اور باہم مصالحت ہو گئی۔ اسفار نے ابن سامان کی واپسی کے بعد اہل رے پر بھاری ٹیکس مقرر کیے اور ان پر ظلم و ستم کرنے لگا اہل قزوین کو لٹوایا اور ان پر دیلم کو مامور کیا جس سے ان لوگوں پر زمین تنگ ہو گئی اور طرح طرح کے مصائب میں گرفتار ہو گئے۔

مرداویج بن زیار اسفار کے سپہ سالاروں میں سے تھا۔ اسفار کا ظلم حد سے بڑھ گیا تھا۔ رعایا کو بے حد شکایتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ اس نے مرداویج کو اپنی اطاعت کا پیام دے کر سیمران طرحاکم آذربائیجان کے پاس روانہ کیا۔ مرداویج کے روانہ ہونے کو تو روانہ ہو رہا تھا مگر اسفار کے ظلم اور عوام الناس کے ساتھ بدخلقی سے پیش آنے کی وجہ سے رک گیا۔ اسفار کو یہ امر ناگوار گزرا مرداویج پر حملہ کرنے کا قصد کیا' سرداران لشکر نے بھی مشورہ دے دیا' جن میں اس کا وزیر معروف بہ محمد بھی تھا۔ چنانچہ اسفار سپہ سالار کے ساتھ مرداویج کی طرف بڑھا۔ مرداویج کو اس کی خبر ہو گئی۔ رے کی طرف چلا گیا۔ ماکان بن کالی کو طبرستان میں یہ واقعات لکھ بھیجے اور اسے اسفار کے مقابلہ پر ابھارا۔

اسفار کا خاتمہ

چنانچہ ماکان فوجیں جمع کر کے اسفار کی طرف بڑھا۔ اسفار بیہق سے بھاگ کر بست پہنچا' پھر رے کی طرف سے قلعہ موت کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ اس کے ساتھ اہل و عیال اور خزانہ تھا' اس تگ و دو میں اس کے بعض ہمراہیوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور مرداویج کو اس کی خبر کر دی۔ مرداویج اسفار کی طرف بڑھا اور اپنے ایک دو سپہ سالاروں کو بھیجا۔ اسفار نے ملاقات کی اور ان سپہ سالاروں کا حال دریافت کیا جنہوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ان لوگوں نے ظاہر کیا کہ مرداویج نے ان لوگوں کو قتل کر ڈالا ہے' اس خبر کے سنتے ہی اسفار کو بے حد خوشی ہوئی۔ اس کے بعد موقع پا کر مرداویج کے بھیجے ہوئے سپہ سالار نے اسفار کو گرفتار کر کے مرداویج کے پاس پہنچا دیا۔ مرداویج نے اسے رے میں قید رکھنا چاہا لیکن ہمراہیوں نے اسفار کے مکر و فریب کی وجہ سے اختلاف کیا۔ مرداویج نے اسفار کو قتل کر ڈالا اور رے کی طرف لوٹ آیا۔

مرداویج کی فتوحات

اسفار کے مارے جانے کے بعد مرداویج نے ملک گیری کے خیال سے اطراف جوانب پر پھر حملے شروع کر دیے۔ قزوین' رے' ہمدان'

کنکور' دینور' وجرد' قم' قاسان' اصفہان اور خیرباد پر یکے بعد دیگرے قبضہ کر لیا اور استقلال سے حکومت کرنے لگا۔ دماغ میں غرور و تکبر پیدا ہو گیا' سونے کے تخت پر بیٹھا' تاج پہنا۔ اس کے سپہ سالار چاندی کی کرسیوں پر بیٹھتے تھے۔ لشکر کو کچھ فاصلہ پر کھڑے ہونے کا حکم دیا' حاجب مقرر کیے۔ تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ مرداویج نے ماکان کو اسفار کے مقابلہ پر ابھار کر اپنا کام نکال لیا تھا اور اسفار کو مار ڈالا تھا۔ اس سے مرداویج کے قدم حکومت و سلطنت پر نہایت مضبوطی سے جم گئے۔ طبرستان اور جرجان پر قبضہ کے لیے ۳۱۶ھ میں چڑھائی کی۔ ماکان مقابلہ نہ کر سکا بھاگ کھڑا ہوا۔ مرداویج نے طبرستان پر قبضہ کر کے اسفہلان کو زمام حکومت دی اور اس کی فوج پر ابو القاسم کو مامور کر دیا۔

ابو القاسم نہایت دلیر اور شجاع تھا۔ طبرستان سے فارغ ہو کر جرجان کی طرف بڑھا۔ ماکان کا گورنر جرجان سے بھاگ نکلا۔ مرداویج نے جرجان پر قبضہ کر کے اپنے داماد ابو القاسم مذکور کو حاکم بنایا۔ اس کے بعد اصفہان کی جانب لوٹا' ابو القاسم بھی آملا۔ والیٔ اصفہان کو شکست ہوئی۔ غرضیکہ رفتہ رفتہ ان تمام شہروں پر مرداویج کا قبضہ ہو گیا۔ ماکان نے نیشا پور جا کر پناہ لی۔ ابو علی بن مظفر سپہ سالار لشکر ابن سامان سے امداد کا طالب ہوا۔ چنانچہ ابو علی ماکان کی مدد کے لیے فوجیں جمع کر کے مرداویج کی طرف بڑھا۔ ابو القاسم نے ان دونوں کو شکست دی۔ دونوں شکست کھا کر نیشا پور لوٹ آئے۔ اس کے بعد ماکان نے دامغان کا رخ کیا۔ ابو القاسم نے یہاں سے بھی اسے مار بھگایا۔ مجبوراً خراسان آیا۔

جس وقت مرداویج نے بلاد رے پر قبضہ کر لیا' دیلم چاروں طرف سے اس کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ مرداویج نے انہیں انعامات دیئے' وظائف مقرر کیے۔ فوجوں کی تعداد بڑھ گئی جس کے بعد آمدنی کافی ہو گئی۔ قرب و جوار کے شہروں کو فتح کرنے کا قصد کیا چنانچہ ۳۱۹ھ میں ہمدان پر قبضہ کرنے کی غرض سے ایک بڑی فوج اپنے بھانجے کی ماتحتی میں روانہ کی اس وقت ہمدان میں محمد بن خلف گورنر تھا۔ خلیفہ مقتدر کی فوج وہاں موجود تھی' دونوں فریقوں میں معرکہ کار زار گرم ہو گیا۔ شاہی فوج نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں کیے۔ سینکڑوں ہزاروں دیلمی مارے گئے۔ مرداویج کا بھانجا بھی اس معرکہ میں کام آگیا۔ مرداویج کو اس کی خبر لگی فوجیں جمع کر کے ہمدان پر چڑھ آیا۔ خلافت مآب کی فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں۔ مرداویج بزور تیغ ہمدان میں گھس پڑا۔ کشت و خون کی کوئی حد نہ رہی اور اہل ہمدان کو بہت بری طرح پامال کیا' عورتوں اور بچوں کو پکڑ کر لے گئے' لونڈی غلام بنایا اس کے بعد لوگوں کو امن دیا۔ خلیفہ مقتدر کی فوجیں جمع ہو کر دوبارہ حملہ آور ہوئیں۔ ہارون غریب الخال سپہ سالار فوج تھا۔ ہمدان کے باہر فریقین نے صف آرائی کی۔ مرداویج نے انہیں بھی شکست دی۔ ہمدان کے علاوہ بلاد جبل پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ایک سپہ سالار کو دینور فتح کرنے کے لیے روانہ کیا چنانچہ اس نے دینور بھی بزور تیغ فتح کر لیا۔ مرداویج کا لشکر قتل و غارت کرتا ہوا حلوان تک پہنچ گیا' مال و اسباب سونا چاندی اور قیدیوں سے مالا مال ہو کر واپس ہوا۔

یشکری بھی دیلمی اور اسفار کے ہمراہیوں میں سے تھا۔ اسفار کے قتل کے بعد خلیفہ مقتدر سے امن حاصل کر کے ہارون بن غریب الخال کی فوج میں داخل ہو گیا تھا۔ جب ہارون کو ۳۱۹ھ میں مرداویج کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو ہارون نے یشکری کو نہاوند' مال اور کمک لینے کے لیے بھیجا' یشکری نے نہاوند پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ مال اور سامان جنگ درست کر کے فوجیں جمع کر لیں اور اصفہان پر دھاوا کر دیا' اصفہان میں احمد بن کیغلغ تھا۔ یہ بھی فوجیں آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ یشکری نے اسے شکست دے کر اصفہان پر قبضہ کر لیا' فوجیں شہر میں داخل ہو گئیں اور احمد بن کیغلغ شہر چھوڑ کر نکل بھاگا اور بیرون شہر قیام کیا۔ یشکری یہ خیال کر کے کہ میری ہی فوج کا سردار ہے احمد کے پاس گیا۔ احمد بن کیلغ نے اسے پہچان لیا' جونہی قریب آیا ایک وار سے ختم کر دیا۔ اس واقعہ سے اس کی فوجیں منتشر ہو گئیں اور احمد بن کیغلغ پھر اصفہان آگیا۔

آخر ۳۱۹ھ میں مرداویج نے ایک فوج اصفہان سر کرنے کے لیے روانہ کی۔ چنانچہ اس فوج نے اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف کی محل سرا کو از سر نو بنوایا۔ جس میں مرداویج نے آکر قیام کیا۔ اس وقت اس کی فوج کی تعداد چالیس پچاس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ فتح اصفہان کے بعد اہواز اور خراسان پر قبضہ کرنے کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ اہواز اور خراسان بھی مرداویج کے مقبوضات میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد مرداویج نے خلیفہ مقتدر کی خدمت میں ایک عرض داشت بھیجی اور یہ درخواست کی کہ ان

شہروں کے قبضہ کے عوض دو لاکھ دینار سالانہ حاضر کروں گا۔ خلیفہ نے اسے منظور کر لیا' ہمدان اور ماہ کوفہ میں جاگیر عطا کی۔

وشمگیر اور مرداویج

۳۱۶ھ میں مرداویج نے اپنی فوج سے ایک ایلچی اپنے بھائی وشمگیر کو لانے کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ ایلچی نے وشمگیر کے پاس پہنچ کر مرداویج کا پیام پہنچایا' اس کی حکومت اور جاہ و جلال کے حالات بتلائے' وشمگیر کو اس سے بے حد تعجب ہوا اور اپنے بھائی مرداویج کی حرکت کو ذلت کی نگاہوں سے دیکھا یہی وجہ تھی کہ دیلم اور جبل طبرستان کے علویوں کے ہوا خواہوں میں سے تھے اور مرداویج نے خلافت بغداد کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ ایلچی وشمگیر کو برابر سمجھاتا رہا یہاں تک کہ وشمگیر اپنے بھائی سے ملنے کے لیے روانہ ہوا۔ قزوین پہنچا اور مرداویج سے ملاقات ہوئی۔ مرداویج نے تبادلہ خیال کے بعد اسے سیاہ کپڑے پہنائے' اپنے پاس ٹھہرایا' وشمگیر کو امور سیاسی میں بہت بڑا ملکہ تھا۔ اس وجہ سے ملک کی خوشحالی بڑھ گئی رعایا اور سرسبز ہو گئی۔

ابو بکر مظفر خراسان میں نصر بن سامان کی فوج کا سپہ سالار تھا اس نے جرجان پر قبضہ کر لیا تھا' مرداویج خراسان اور اہواز کی مہم سے فارغ ہو کر رے کی طرف واپس ہوا اور رے سے فوجیں آراستہ کر کے جرجان پر چڑھائی کی۔ ابو بکر مظفر جرجان سے امداد کی غرض سے نیشا پور چلا آیا۔ اس زمانہ میں نیشا پور میں سعید بن نصر بن سامان موجود تھا۔ ابو بکر مظفر نے حاضر ہو کر حالات عرض کیے' سعید بن نصر مرداویج کے مقابلہ پر آ گیا۔ محمد بن عبداللہ بلعمی سپہ سالاران ابن سامان نے مرداویج کے وزیر مطرف بن محمد سے خط و کتابت شروع کی اور کچھ دن بعد اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ مرداویج کو اس کی خبر ہو گئی اس نے اپنے وزیر کو مار ڈالا۔

مرداویج اور سعید بن نصر میں مصالحت

تب محمد بن عبداللہ بلعمی نے مرداویج کے پاس ایک ایلچی روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تم نے جرجان پر فوج کشی کرنے میں غلطی کی' تمہیں سعید بن سامان کے مقابلہ پر نہ آنا تھا' اس کے حقوق اور احسان تم پر بہت زیادہ ہیں۔ اب بھی اگر جران سے واپس آ جاؤ میں تمہیں رے میں بہت سا سامان اور روپیہ دلوا دوں۔ مرداویج پر محمد بن عبداللہ بلعمی کا جادو چل گیا۔ جرجان سے واپس آیا۔ فریقین میں صلح ہو گئی۔

باب ۱۱

دولت بنی بویہ

بنی بویہ کی ابتدا

بنی بویہ تین بھائی تھے' عماد الدولہ ابو الحسن علی' رکن الدولہ حسن اور معز الدولہ ابو الحسن احمد۔ ان سب میں عماد الدولہ ابو الحسن علی بڑا تھا۔ جس وقت ان لوگوں نے ممالک اسلامیہ کے صوبوں پر قبضہ حاصل کر لیا اور خلافت کی طرف سے انہیں عنان حکومت عطا ہوئی تو خلفاء بغداد نے انہیں ان القاب سے مخاطب کیا جیسا کہ آئندہ ہم تحریر کریں گے۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے دارالخلافت میں اپنی حکمتِ عملی سے اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا جیسا آپ آگے چل کر پڑھیں گے۔

ان کے باپ کا نام شجاع بویہ بن فناخس تھا۔ ان کے نسب میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے' ابو نصر بن ماکولا نے انہیں کوہی بن شیر زیک اصغر بن شیر کوہ بن شیر زیک اکبر بن سران شاہ بن شیر قند بن یسان شاہ بن سیرین فیروز بن شروزیلی بن سنساد بن بہرام جور کی طرف منسوب کیا ہے' ان کا بقیہ نسب ملوک فارس کے بیان میں لکھا جا چکا ہے۔ ابن مسکویہ کہتا ہے کہ ان لوگوں کا دعوے ہے کہ یہ لوگ یزد جرد بن شہریار آخری تاجدار فارس کی اولاد سے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ نسب نامہ بنایا ہوا ہے وہی شخص اس کا قائل ہو گا جو نسب سے واقف نہ ہو گا۔ ان لوگوں نے اس نسب نامے کے ذریعے اپنے کو باأثر بنانا چاہا تھا۔ اگر یہ لوگ نسباً" دیلم میں داخل اور شامل نہ ہوتے تو انہیں پر ریاست و سرداری ہرگز حاصل نہ ہوتی۔ میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ انسان میں تغیرات پیدا ہوتے ہیں اور بہت سے امور مخفی ہو جاتے ہیں۔ ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف' ایک قوم سے دوسری قوم میں نسب منتقل ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جس کی طویل مدتیں گزر جائیں' اگلی نسلیں فنا ہو جائیں' قوموں کی حالتیں تبدیل ہو جائیں' بنی بویہ سے یزد جرد اور حکومتِ فارس کے خاتمہ تک تین سو برس کا زمانہ ہوتا ہے جس میں سات یا آٹھ گروہ گذرے جن میں ان کے نسب بل جل گئے۔ پچھلی نسلیں ایک دوسرے سے خلط ملط ہو گئیں۔ ایسی حالت میں ایسے طویل زمانہ میں نسلوں کی پیچیدگی کی گتھی کیسے سلجھ سکتی ہے اور اگر ہم اس امر کو تسلیم کر لیں کہ ان کا نسب آخری بادشاہ فارس تک مل جاتا ہے تو اس طرح دیلم پر ان کی ریاست و سرداری قائم نہیں ہو سکتی۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ ان کے انساب محفوظ نہیں رہے اور ضائع ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

بنو بویہ دیلم کے متوسط الحال لوگوں میں تھے۔ ان کے ابتدائی حالات یوں ہیں کہ ان کا باپ ابو شجاع فقیر تھا۔ اس نے ایک روز شب میں یہ خواب دیکھا کہ میں پیشاب کر رہا ہوں اور میرے عضوِ مخصوص سے ایک بہت بڑی آگ نکلی جس سے ساری دنیا روشن ہو گئی پھر یہ آگ بڑھی' بلند ہوئی اور آسمان تک پہنچی پھر اس کی تین شاخیں ہو گئیں' ہر ایک شاخ سے متعدد شاخیں نکلیں' ہر شاخ سے دنیا میں روشنی پھیل گئی۔ اور تمام دنیا اس آگ کے آگے جھک رہی تھی۔ ایک تعبیر کرنے والے نے یہ تعبیر کی کہ ابو شجاع کے تینوں لڑکے ملک میں حکومت کریں گے۔ ان کا ذکر تمام دنیا میں پھیل جائے گا جیسا کہ آگ بلند ہوئی تھی اور ان لوگوں کی نسل سے متعدد بادشاہ پیدا ہوں گے۔ ابو شجاع کو یہ امر دور از قیاس معلوم ہوا کیونکہ غربت کی حالت میں تھا' تعبیر کرنے والے نے دریافت کیا۔ تمہارے لڑکے کس وقت پیدا ہوئے تھے؟ ابو شجاع نے ان کی پیدائش کے اوقات بتلائے۔ تعبیر کرنے والا منجم بھی تھا۔ اس نے ان تینوں لڑکوں کے زائچے درست کیے اور یہ حکم لگایا کہ یہ تینوں لڑکے حکومت و ریاست کی کرسی پر بیٹھیں گے اور بادشاہت کریں گے۔

بنو بویہ اور ماکان

جب سپہ سالاران دیلم' لیلیٰ' ماکان' اسفار اور مرداویج وغیرہم نے ملک گیری کے ارادے سے خروج کیا اور تمام ممالک میں پھیل

گئے۔ ہر ایک سپہ سالار کے ساتھ دیلم اور ان کے روسا اور متبعین کا ایک گروہ تھا' بنو بویہ بھی ان لوگوں کے ہمراہ نکلے' ماکان کے اشاف میں داخل ہوئے' پھر جب ماکان کی حکومت میں اضطراب پیدا ہوا اور مرداویج نے اس کو پے درپے طبرستان اور جرجان سے مغلوب کر کے نکال باہر کیا تو شکست کھا کر نیشا پور چلا آیا۔ بنو بویہ نے اس سے علیٰحدگی کی اجازت طلب کی اور یہ عرض کی کہ ہم لوگ آپ سے تخفیفِ مصارف کے خیال سے علیحدہ ہوتے ہیں' جس وقت آپ کا نظام حکومت درست ہو جائے گا ہم لوگ پھر حاضر خدمت ہو جائیں گے۔ ماکان نے اجازت دی۔

بنو بویہ اور مرداویج

چنانچہ بنو بویہ مرداویج کے پاس چلے آئے۔ ان کے ساتھ ماکان کے لشکر کے سرداروں کا ایک گروہ بھی چلا آیا۔ مرداویج نے ان سب کو اپنی خدمت میں رکھ لیا' ہر ایک کو اپنے ممالک مفتوحہ میں سے ایک ایک طرف کا حاکم بنایا۔ عہد نامے لکھ دیئے' علی ابن بویہ کو کرخ کی عنان حکومت سپرد کی۔ چنانچہ بنو بویہ رے چلے آئے۔ اس وقت رے میں وشمگیر برادر مرداویج موجود تھا اور اس کا وزیر حسین بن محمد عمید پدر ابو الفضل بھی تھا' ابھی بنو بویہ اپنے علاقہ بلاد میں نہ گئے تھے کہ مرداویج نے اپنے بھائی وشمگیر اور اس کے وزیر عمید کو لکھ بھیجا کہ پناہ گزین سرداروں کو میرے پاس بھیج دو۔ چونکہ علی بن بویہ اور وزیر عمید سے مراسم اتحاد پیدا ہو گئے تھے' اس وجہ سے وزیر عمید نے بنو بویہ کو مرداویج کے خط سے مطلع کر کے رائے دی کہ تم اسی وقت اپنے مقبوضہ صوبہ کی طرف چلے جاؤ اور قبضہ کر لو چنانچہ بنو بویہ تو اپنے علاقے کی جانب چلے گئے۔ اس کے دوسرے دن وشمگیر نے بقیہ سالاروں کو مرداویج کے پاس بھیج دیا اور مرداویج نے عہد نامے واپس لے لیے' بنو بویہ کی بابت ارا کین دولت نے رائے دی کہ انہیں بحال رہنے دیجیے' ان لوگوں کے واپس بلانے یا ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے میں اندیشہ فساد ہے۔ مرداویج نے ان سے تعرض نہ کیا۔

عماد الدولہ ابو الحسن علی

جس وقت عماد الدولہ کرخ پہنچا اور اس کی زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس کے نظم و نسق کو جیسا کہ چاہیے درست کیا۔ سمجھ داری سے امورِ سلطنت کو سنبھالا۔ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لیا' خرمیہ کی ایک جماعت کو جو کہ وہاں موجود تھی' موت کی سزا دی اور ان کے قلعوں کو بزور تیغ فتح کر لیا۔ بہت سا مال و اسباب اور خزانہ ہاتھ آیا جسے لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ اس سے لوگوں کی زبانوں پر اس کا ذکر خیر جاری ہو گیا۔ اس کے حسن اخلاق اور داد و دہش کا تمام آفاق میں شہرہ ہو گیا' گردونواح کے رہنے والوں نے مرداویج کو اس سے مطلع کیا' مرداویج کو اس خبر سے فکر پیدا ہوئی۔ طبرستان سے رے آیا اور اپنے سپہ سالاروں کے ایک گروہ کو کرخ روانہ کیا۔ عماد الدولہ نے اپنے حسن اخلاق سے ان لوگوں کو ملا لیا۔ یہ لوگ عماد الدولہ کے پاس ٹھہر گئے۔ مرداویج کو شبہ پیدا ہوا۔ عماد الدولہ کو لکھ بھیجا کہ تم ان سپہ سالاروں کو میرے پاس بھیج دو۔ عماد الدولہ نے انہیں اس پیام سے مطلع کیا اور اس سے جدا ہونے کی رائے دی۔ یہ لوگ مرداویج کے پاس نہ گئے اور اس سے علیحدہ ہو گئے' اس پر طرہ یہ ہوا کہ مرداویج کے سپہ سالاروں میں سے شیرزاد نامی سپہ سالار عماد الدولہ سے آملا جس سے عماد الدولہ کی جمعیت اور قوت بڑھ گئی' اصفہان کا قصد کیا۔ مظفر بن یعقوب' خلیفہ قاہر کی طرف سے حکومت کر رہا تھا۔ دس ہزار جنگ آور اس کے پاس تھے اور محکمہ مال پر ابو علی بن رستم مامور تھا' عماد الدولہ نے پیام دیا کہ تم شہر ہمارے حوالہ کر دو۔ مظفر نے انکار میں جواب دیا اس اثنا میں ابو علی بن رستم مر گیا۔ مظفر بن یاقوت نے شہر سے نکل کر مدافعانہ حملہ کیا مگر کامیاب نہ ہوا' دیلم اور جبل کے جس قدر سردار تھے سب نے عماد الدولہ کی حکومت قبول کر لی اور امن حاصل کر کے چلے آئے۔ عماد الدولہ نے نو سو کی جمعیت سے حملہ کیا اور مظفر کو شکست دے کر اصفہان پر قبضہ کر لیا۔

جس وقت مرداویج کو واقعہ اصفہان کی خبر لگی پریشان ہو گیا۔ غصہ سے کانپ اٹھا۔ عماد الدولہ کو اس وقت دھوکہ دینے کے لیے راہ سے خط لکھا۔ تم میری اطاعت سے منحرف نہ ہو میں بے شمار فوج سے تمہاری مدد کروں گا' تم اپنے ممالکِ مقبوضہ میں میرے نام کا خطبہ

پڑھو میں تمہیں اپنی طرف سے ان علاقوں پر مامور کرتا ہوں۔ خط کی روانگی کے بعد ایک بڑی فوج اپنے بھائی وشمگیر کی ماتحتی میں عماد الدولہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کی اور اپنی اس تدبیر پر مطمئن ہو گیا۔ ابن بویہ (عماد الدولہ) اس چال کو تاڑ گیا دو مہینہ بعد جو کچھ اصفہان سے وصول کرنا تھا وصول کر کے ارجان کی جانب کوچ کیا۔ ابو بکر بن یعقوب اس کا گورنر تھا عماد الدولہ کی آمد کی خبر پا کر ارجان چھوڑ دیا۔ عماد الدولہ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ والئ شیراز کو اس کی اطلاع ہوئی۔

شیراز پر اس وقت یاقوت (خلیفہ کا گورنر) قابض تھا۔ یہ نہایت ظالم اور بداخلاق تھا۔ اس کے ظلم و ستم سے اہلِ شیراز نالاں تھے۔ ان لوگوں نے عماد الدولہ کو شیراز پر قبضہ کرنے کے لیے بلا بھیجا۔ عماد الدولہ نے کچھ پس و پیش کیا اتنے میں اہلِ شیراز کا طلبی کا دوسرا خط آ گیا اور یہ لکھا کہ مرداویج اور یاقوت سے مصالحت کا نامہ و پیام ہو رہا ہے اس سے قبل کہ یہ دونوں متفق ہوں تم بہت جلد شیراز پر آ کر قبضہ کر لو۔ چنانچہ عماد الدولہ نے ماہ ربیع الاول ۳۲۱ھ میں نو بند جان کی جانب قدم بڑھائے یاقوت کا مقدمتہ الجیش دو ہزار کی جمعیت لے کر مقابلہ پر آیا جس میں اس کی قوم کے نامی نامی سوار تھے فریقین نے صف آرائی کی عماد الدولہ کو فتح نصیب ہوئی نو بند جان پر قبضہ کر لیا۔ یاقوت کا مقدمتہ الجیش شکست کھا کر کرمان کی طرف بھاگا۔ یاقوت اس سے ایک بڑی فوج لے کر مقابلہ کی غرض سے روانہ ہوا۔ عماد الدولہ نے نو بند جان سے اپنے بھائی رکن الدولہ حسن کو گازرون و شیرہ صوبجات کی طرف بڑھنے کا حکم دیا یاقوت کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ رکن الدولہ نے انہیں شکست دے کر ان صوبجات پر قبضہ کر لیا۔ نظم و نسق درست کر کے مالگذاری وصول کی اور بہت سامان و اسباب لے کر اپنے بھائی عماد الدولہ کے پاس واپس آیا۔

ان واقعات کے بعد مرداویج اور یاقوت میں میل جول ہو گیا۔ ایک دوسرے کی امداد کا عہد و پیمان ہوا۔ وشمگیر فوجیں لے کر عماد الدولہ کی طرف بڑھا، عماد الدولہ نے ان دونوں کے مل جانے سے خائف ہو کر نو بند جان چھوڑ دیا اصطخر گیا اور پھر اصطخر سے بیضا کی طرف روانہ ہوا۔ یاقوت اس کے تعاقب میں تھا بڑھ کر کرمان کے پل پر قبضہ کر لیا۔ اور راستہ روک کر عماد الدولہ کو جنگ پر مجبور کیا۔ ہر کہ تنگ آمد بجنگ آمد مجبوراً" عماد الدولہ لڑنے پر آمادہ ہو گیا' معرکہ کارزار گرم ہو گیا۔ ابن بویہ (عماد الدولہ) کے چند سرداران لشکر امن حاصل کر کے یاقوت کے پاس چلے آئے' یاقوت نے ان لوگوں سے بدعہدی کی' سب کو مار ڈالا اس سے عماد الدولہ کے بقیہ سرداران لشکر پر بہت برا اثر پڑا، سب نے مرنے مارنے اور مرجانے پر کمریں باندھیں۔ یاقوت نے پیادوں کی فوج لے کر عماد الدولہ پر حملہ کیا۔ لشکر کے آگے آگ پھینکنے والوں کا گروہ تھا جب ان لوگوں نے نفط کے شیشوں میں آگ لگا کر فریق مخالف کے لشکر پر پھینکا تو ہوائے مخالف نے اسے لوٹا دیا اور یاقوت ہی کی فوج پر گرا دیا' وہ فوج پریشان ہو کر بھاگی۔ عماد الدولہ کے لشکریوں نے مار دھاڑ شروع کر دی۔ یاقوت کو شکست ہوئی۔ یاقوت نے ایک مقام پر چڑھ کر اپنی فوج کو واپسی کا حکم دیا' چار ہزار سوار آ کر جمع ہو گئے چونکہ عماد الدولہ کے فوجی لوٹ میں مصروف تھے' یاقوت نے پھر حملہ کر دیا، عماد الدولہ کا لشکر اس امر کا احساس کر کے غارت گری چھوڑ کر لڑ گیا یاقوت کو دوبارہ شکست ہوئی، انتہائی بے سروسامانی سے بھاگا فتح مند گروہ نے تعاقب کیا اور نہایت سختی اور بے رحمی سے پامال کرنے لگا فخر الدولہ احمد بن بویہ نے اس معرکہ میں نہایت مردانگی سے کام لیا' بڑے بڑے نمایاں کام کیے' اس وقت اس کی عمر صرف انیس سال تھی۔ سبزہ کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا۔ اس کامیابی کے بعد فتح مند گروہ نے سواد کا رخ کیا اسے بھی تاخت و تاراج کر کے ایک گروہ کو قید کر لیا ابن بویہ نے ان لوگوں کو رہا کر کے اختیار دے دیا، جہاں چاہیں قیام کریں اور جہاں چاہیں چلے جائیں ان لوگوں نے اسی کے پاس قیام اختیار کیا ابن بویہ نے ان کو امن دیا اور منادی کرا دی کہ کوئی شخص کسی شخص پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کرے۔ غرض رفتہ رفتہ تمام بلادِ فارس پر قابض ہو گیا۔ لوگوں نے ابن بویہ کے حسنِ سلوک کی وجہ سے دارالامارت کے خزانوں' یاقوت کی امانتوں اور بنی صفار کے ذخیروں کا پتہ بتلا دیا' ابن بویہ نے اسے برآمد کر کے اپنی فوج میں تقسیم کیا جس سے ان لوگوں کی فقر و فاقہ کی تکلیفیں رفع ہو گئیں اور اپنے خزانہ کو بھی پر کر لیا۔

وشمگیر کا اصفہان پر قبضہ

ملک کے نظم و نسق سے فراغت حاصل کر کے خلیفہ راضی اور اس کے وزیر سلطنت ابو علی بن مقلد کی خدمت میں عرض داشت

روانہ کی کہ مجھے اس بلاد کی حکومت عطا کی جائے میں ایک لاکھ دینار سالانہ خزانہ عامرہ میں داخل کیا کروں۔ دارالخلافت سے درخواست منظور ہو گئی، خلعت اور لوا بھیجا گیا۔ محمد بن یاقوت نے اسی زمانہ میں جب کہ خلیفہ قاہر نے اپنے کو معزول کر لیا تھا اور تخت خلافت پر خلیفہ راضی متمکن ہوا تھا' اصفہان چھوڑ دیا تھا۔ اصفہان بیس دن تک بلا امیر کے رہا اس کے بعد وشمگیر نے آ کر اصفہان پر قبضہ کیا۔ جب ابن بویہ کے بلاد فارس پر قبضہ کرنے کی خبر مرداویج تک پہنچی تو اس نے نظم و نسق کی غرض سے اصفہان کی طرف کوچ کیا اور اپنے بھائی وشمگیر کو رے کی جانب بھیج دیا۔

ماکان کا رے پر قبضہ

حکومت بنی سامان کے ضمن میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابو علی محمد بن الیاس نے ۳۲۶ھ میں سعید سے کرمان میں بغاوت کی تھی' سعید نے اسی سنہ میں ایک بڑی فوج اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کی چنانچہ اس فوج نے کرمان پر قبضہ کر لیا اور بنی سامان کی حکومت قائم ہو گئی۔

ابو علی بن الیاس سعید کے سرداروں میں سے تھا' کسی بات پر سعید نے ناراض ہو کر قید کر دیا۔ پھر بلعمی کی سفارش سے رہا کیا گیا اور گورنر خراسان (محمد بن مظفر) کے ساتھ جرجان کی طرف روانہ کیا جب اس کے بھائی سعید نے قید سے نکل کر یحییٰ کے ہاتھ پر امارت کی بیعت کی تو ابو علی محمد الیاس اس سے مل گیا اور اس کا ساتھ چھوڑ دیا' نیشاپور سے کرمان چلا آیا اور اس پر قابض ہو گیا۔ سعید کرمانی نے ماکان کو اس کی سرکوبی پر متعین کیا چنانچہ ماکان نے ابو علی محمد بن الیاس کو رے سے نکال دیا' ابو علی نے دینور جا کر قیام کیا اور ماکان حکومت بنی سامان کی ماتحتی میں کرمان وغیرہ پر گورنری کرنے لگا۔

ترکوں کی مرداویج سے برہمی

جب مرداویج کی حکومت کو استحکام ہو گیا اور اس کا دوسرا مقابل نہ رہا تو غرور و نخوت پیدا ہو گیا۔ حکومت پر اترا گیا ظلم و ستم پر کمر باندھ لی' کسرائے فارس کا مرصع تاج زیب سر کیا' سونے کی کرسی پر بیٹھا' سرداران لشکر چاندی کی کرسی پر بیٹھے۔ عراق' مدائن اور کسریٰ کے محلات فتح کرنے کا قصد کیا اور اپنے کو شاہ کے لقب سے مخاطب کرنے کا حکم دیا' اس کی ایک فوج ترکوں کی تھی جس کے ساتھ نہایت برے برتاؤ کرتا تھا اور ان لوگوں کے نام شیاطین اور مردود رکھ چھوڑے تھے اس وجہ سے ان لوگوں میں بددلی پیدا ہو گئی تھی۔

دیلمیوں کا دستور تھا کہ ہر سال شب میلاد میں جبل اصفہان پر جا کر تمام پہاڑوں پر آگ روشن کرتے' طرح طرح کے کھیل تماشا کھانا کھاتے اور کھلاتے تھے۔ اس شب کو وہ لیلۃ الوقود کہا کرتے تھے' چنانچہ اس دستور کے مطابق مرداویج شب میلاد ۳۲۳ھ میں جبال و اصفہان پر گیا' پہاڑ پر لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دیا' سارے پہاڑوں پر لکڑیوں کے پہاڑ اور ٹیلے بن گئے' دو ہزار چیل اور کوے پکڑ کر ان کے پروں میں روغن نفط لگا کر چھوڑ دیے تاکہ کوئی حصہ پہاڑ کا بغیر آگ کے باقی نہ رہے غرض اسی قسم کے بہت سے کھیل اور تماشے بنائے گئے' ایک سو اونٹ' دو سو گائیں' تین ہزار بھیڑیں' دس ہزار مرغیاں اور بہت سے پرندے طرح طرح کے حلوہ جات کھانے کے تیار کیے گئے' مجلس شراب و رقص منعقد کی گئی۔

مرداویج کا قتل

شام کے وقت مرداویج دیکھنے کی غرض سے سوار ہوا۔ انتظام پسند نہ آیا۔ منتظم پر بگڑ پڑا' لوٹ کر خیمہ پر آیا اور سو گیا۔ سرداران لشکر میں اس کی موت کی خبر اڑ گئی اس کا وزیر عمید خیمہ میں دوڑا آیا اور اسے جگایا' لوگوں کے خیالات جتائے۔ مرداویج خیمہ سے باہر آیا' دستر خوان پر بیٹھا' چند لقمے کھا کر اپنے خیمہ میں واپس آیا۔ تین روز تک اصفہان سے باہر اپنے لشکر گاہ میں ٹھہرا رہا لیکن کسی سے نہ ملا' چوتھے دن اصفہان آرام کرنے کے خیال سے چلا آیا اور اپنے محل میں قیام کیا' سوار اور پیادے دروازے پر آ کر جمع ہو گئے' گھوڑوں کے ہنہنانے اور

اُچھلنے کودنے سے ایک شور سا برپا ہو گیا۔ مرداویج کو ناگوار گزرا غصہ سے کانپنے لگا۔ دریافت کیا یہ گھوڑے کس کے ہیں اور غل کیوں ہو رہا ہے؟ خادموں نے گزارش کی یہ گھوڑے ترکوں کے ہیں جو حضور کی خدمت کی غرض سے آئے ہیں گھوڑوں کو سائیسوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے اس لیے شور و غل ہو رہا ہے۔ مرداویج نے جھلا کر حکم دیا کہ ان گھوڑوں کے چار جامے اور زینیں کھول کر انہیں ترکوں کی پیٹھوں پر باندھ دیا جائے اور گھوڑوں کی طرح ہانک کر اصطبل میں باندھ دیا جائے جو شخص اس سے انکار کرے ▪ مار ڈالا جائے۔ اس حکم کے مطابق ترکوں کو نہایت ذلت سے لے جا کر اصطبل میں پہنچا دیا۔ اس سے ترکوں کے دل کو بے حد صدمہ پہنچا سب نے اتفاق رائے کر لیا کہ جس وقت مرداویج حمام میں جائے مار ڈالا جائے۔ کور تکین باڈی گارڈ کا سردار تھا خواب گاہ اور حمام کی حفاظت یہی کرتا تھا۔ اس واقعہ سے ہم قوم ہونے کی وجہ سے اسے بھی ناراضگی پیدا ہو گئی مزید برآں مرداویج نے اسے نکال بھی دیا تھا۔ اس واقعہ کے دوسرے دن مرداویج حمام کرنے گیا۔ مرداویج کی حفاظت کے لیے کور تکین حمام میں نہ گیا ترکوں نے حمام کے خادموں کو ملا لیا۔ خادموں نے مرداویج کے ہتھیار چھپا دیئے۔ خنجر کی دھار توڑ دی حمام کے دروازے بند کر دیئے چھت پر چڑھ گئے اور چھت توڑ کر چاروں طرف سے پتھر برسانے لگے۔ مرداویج غضب ناک ہو کر ادھر ادھر دوڑنے لگا مگر کچھ نہ بن پڑتا تھا جب زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا تو ترک دروازہ توڑ کر اندر گھس آئے اور تکہ بوٹی کر ڈالی۔ اس مہم کا جس نے بیڑہ اٹھایا تھا وہ ترکوں کا ایک گروہ تھا جس میں توزون بھی تھا یہ وہی شخص تھا جو اس کے بعد دارالخلافت بغداد میں امیر الامراء کے لقب سے پکارا گیا تھا۔ یارق بن بقرا خاں محمود بن نیال ترجمان اور یحکم وغیرہ سازشیوں کے بڑے سرداروں میں داخل تھے یہ وہی یحکم ہے جسے توزون سے پہلے امیر الامرا کا خطاب دیا گیا تھا۔

وشمگیر بن زیار کی امارت

مرداویج کے بعد ترکوں نے اس کے ہمراہیوں اور محل سرا کا قصد کیا سارا سامان و اسباب لوٹ کر بھاگ گئے۔ دیلم اور جیل شہر میں تھے اس خبر کو سن کر سوار ہوئے اور تعاقب کیا۔ لیکن انہیں پا نہ سکے صرف وہی ہاتھ آئے جن کے گھوڑے اڑ گئے تھے انہوں نے ان کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا پھر ترک خزانہ لوٹنے کی غرض سے واپس ہوئے لیکن چونکہ وزیر السلطنت عمید نے خزانے کے چاروں طرف آگ روشن کر دی تھی اس وجہ سے ناکام واپس ہوئے اس کے بعد دیلم اور جیل نے جمع ہو کر رے میں مرداویج کے بھائی وشمگیر بن زیار کی بیعت کی اور مرداویج کا جنازہ اٹھا کر لے چلے وشمگیر اور اس کے سرداروں نے پا پیادہ چار کوس سے استقبال کیا لشکر اہواز نے بھی حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی اہواز میں یاقوت اکیلا رہ گیا۔ اس نے اہواز پر قبضہ کر لیا اور وشمگیر نے اپنے بھائی مرداویج کے بلاد پر قابض ہو کر رے میں قیام اختیار کیا جرجان کو بھی لے لیا۔ تمام دیلم اور جیل کا بھی مسلمہ سردار ہوا۔

ابو علی بن الیاس

سعید بن سامان نے ان واقعات سے مطلع ہو کر محمد بن مظفر والی خراسان اور ماکان بن کالی حاکم کرمان کو جرجان اور رے کی طرف بڑھنے کے لیے لکھا چنانچہ محمد بن مظفر نے قومس کی طرف قدم بڑھائے پھر بسطام کی طرف چلا گیا اور ماکان نے دامغان اور رے پر حملہ کیا وشمگیر کے سرداروں نے ایک بڑی فوج سے مقابلہ کیا۔ ماکان کو شکست ہوئی نیشا پور جا کر دم لیا۔ یہ واقعہ آخر ۳۲۳ھ کا ہے۔ اس کے بعد نیشا پور ہی میں قیام اختیار کیا ابو علی بن الیاس نے ماکان کی روانگی کے بعد کرمان پر چڑھائی کر دی۔ سعید بن سامان کی فوجوں سے نہایت سخت اور خون ریز لڑائیاں ہوئیں ایک طویل جنگ کے بعد ابو علی بن الیاس کو کامیابی حاصل ہوئی اور کرمان پر قابض ہو گیا۔

ابن رائق اور ترک

جن ترکوں نے مرداویج کو قتل کیا تھا وہ اسی بھگدڑ کی حالت میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ جو قلیل تھا وہ عماد الدولہ بن بویہ کے پاس چلا گیا۔ دوسرا گروہ جو تعداد میں زیادہ تھا جیل کی طرف چلا گیا اور یحکم سے جا ملا۔ ان لوگوں نے دینور کا خراج وصول کر لیا پھر نہروان

کی جانب روانہ ہوئے خلیفہ راضی کی خدمت میں عرض داشت بھیجی۔ دارالخلافت بغداد میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی خلیفہ راضی نے اجازت دے دی لیکن خدام دربارِ خلافت کو ان لوگوں سے خطرہ پیدا ہوا۔ وزیر السلطنت ابن ملقہ نے ان لوگوں کو دارالخلافت بغداد آنے سے روک کر بلاد جبل کی طرف جانے کا حکم دیا اور سفر خرچ کے لیے روپے عنایت کیے لوگ اس پر راضی نہ ہوئے۔ ابن رائق سے خط و کتابت شروع کی۔ ابن رائق ان دنوں واسط اور بصرہ کا حاکم تھا چنانچہ یہ لوگ ابن رائق کے پاس چلے گئے۔ ابن رائق نے ان لوگوں پر یحکم کو سردار بنایا پھر ان ترکوں سے خط و کتابت کی جو مرداویج کے پاس رہ گئے تھے۔ ان میں سے بھی ایک بڑی جماعت ان سے آملی۔ ان لوگوں کو بھی یحکم کی ماتحتی میں بھیج دیا اور رائقی کے لقب سے ان کو ملقب کیا اور یہ حکم دیا کہ یہی نام خط و کتابت میں لکھا جائے۔

معزّ الدولہ ابو الحسن احمد بن بویہ

عماد الدولہ بن بویہ نے بلادِ فارس پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی معزّ الدولہ کو کرمان کی طرف روانہ کیا چنانچہ معز الدولہ ایک جرّار فوج لے کر ۳۲۴ھ میں کرمان کی طرف بڑھا اور سیرجان پر قابض ہو گیا ابراہیم بن سیمجور ابن سامان کا سپہ سالار محمد بن الیاس کا ایک قلعہ میں محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ معز الدولہ کے آنے کی خبر پا کر محاصرہ اٹھا کر کرمان سے خراسان کی جانب روانہ ہو گیا۔ محمد بن الیاس نے قلعہ سے نکل کر کرمان و بجستان کے درے کے راستے سے قم کا راستہ لیا' اس اثنا میں معز الدولہ جیرفت کے قریب گیا جیرفت کرمان کا ایک قصبہ تھا' علی بن الوالزنجی معروف بہ علی کلونہ امیر قفص اور بلوس کا ایلچی معز الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' علی بن کلونہ اور اس کے اسلاف اس اطراف کے حکمران تھے' ایک مدت سے ان کے قبضہ چلا آتا تھا۔ امراء اور خلفا بغداد کی اطاعت کا اظہار کرتے تھے اور سالانہ خراج دیا کرتے تھے' غرض ایلچی نے حاضر ہو کر علی بن کلونہ کا پیام عرض کیا اور اس کا مُرسلہ روپیہ پیش کیا' معز الدولہ نے جواب دیا کہ میں اسے اسی وقت قبول کروں گا جب جیرفت میں داخل ہوں گا' جب جیرفت میں داخل ہوا تو علی بن کلونہ سے مصالحت کر لی اور اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کی ضمانت لے لی۔

علی بن کلونہ اس وقت جیرفت سے دس کوس کے فاصلہ پر ایک دشوار گزار مقام پر ٹھہرا ہوا تھا۔ معز الدولہ کے ہمراہیوں نے رائے دی کہ علی بن کلونہ کو کسی حیلہ سے طلب کر کے گرفتار کر لینا چاہیے' معز الدولہ اس پر آمادہ ہو گیا۔ علی بن کلونہ کے جاسوس نے اس کی خبر کر دی۔ علی بن کلونہ نے چند لوگوں کو ایک کمین گاہ میں بٹھا دیا۔ جس وقت معز الدولہ اس راستہ سے ہو کر نکلا۔ ان لوگوں نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا' چند ہمراہی مارے گئے اور کچھ گرفتار کر لیے گئے' معز الدولہ کے کاری زخم لگے' بایاں ہاتھ کہنی سے کٹ گیا' دائیں ہاتھ کی انگلیاں بھی کٹ گئیں۔ مقتولین میں دب کر رہ گیا۔ یہ خبر جیرفت پہنچی۔ سارے ہمراہی اور فوجی بھاگ گئے۔ علی بن کلونہ مقتولین کو دیکھنے کے لیے آیا' معز الدولہ کو مقتولین میں سے اٹھا کر لیا گیا طبیبوں کو اس کے علاج پر مقرر کیا اس کے بھائی عماد الدولہ کو یہ واقعات لکھ بھیجے' معذرت کی' اطاعت و فرماں برداری کا اظہار و اقرار کیا' عماد الدولہ نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا باہم مصالحت ہو گئی۔

آپ کو یاد ہو گا کہ محمد بن الیاس نے محاصرہ سے نکل کر کرمان و بجستان کے درہ کی راہ سے قم کا راستہ لیا تھا' قم پہنچ کر کچھ روز قیام کیا پھر وہاں سے بجستان واپس آیا اور بجستان سے شہر جنابہ کی طرف روانہ ہوا' معز الدولہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور فتح یاب ہو کر علی بن کلونہ پر چڑھائی کر دی' دونوں میں خوب جنگ ہوئی۔ آخر کار علی بن کلونہ کو شکست ہوئی۔ اس کے ہمراہی نہایت سختی سے پامال کیے گئے۔ معز الدولہ نے اپنے بھائی عماد الدولہ کو محمد بن الیاس اور علی بن کلونہ کی لڑائیوں اور شکست کے واقعات لکھ بھیجے۔ عماد الدولہ نے اپنا ایک سپہ سالار بھیج کر معز الدولہ کو فارس سے بلوا لیا چنانچہ معز الدولہ اس کے پاس اصطخر میں مقیم رہا۔ یہاں تک کہ ابو عبداللہ بریدی' ابن رائق اور یحکم سے جو خلافتِ بغداد پر قابض ہو رہے تھے' شکست کھا کر عماد الدولہ کے پاس حاضر ہوا۔ عماد الدولہ نے اپنے بھائی معز الدولہ کو کرمان کی جگہ عراق کا حاکم مقرر کر کے عراق روانہ کیا جیسا کہ ہم آئندہ لکھیں گے۔

جرجان سے زمانہ بانجین دیلمی میں ماکان کے شکست اٹھانے اور نیشا پور واپس آکر قیام کرنے کے واقعات ہم اوپر لکھ آئے ہیں قیام نیشا پور کے چند دن بعد بانجین کے مرنے کی خبر مشہور ہوئی' ماکان نے محمد بن مظفر سے بانجین کے ہمراہیوں پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی چنانچہ محمد بن مظفر نے ایک فوج کا سردار بنا کر اجازت دی' ماکان نے اسفرائن کی طرف کوچ کیا پھر اسفرائن سے جرجان کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ جرجان پر قبضہ کرنے کے بعد محمد بن مظفر سے بد عہدی اور بغاوت پر آمادہ ہو گیا اور نیشا پور کی طرف روانہ ہوا' نیشا پور پہنچ کر اس کے ہمراہی اس سے ناراض ہو گئے اور اس سے علیحدہ ہو کر سرخس بھاگ آئے' ماکان لشکر جمع ہونے کے خوف سے نیشا پور سے جرجان واپس آیا۔ یہ واقعہ ماہ رمضان ۳۲۴ھ کا ہے۔

بنی بویہ دیلمی کی فتوحات

ہم اوپر بنی بویہ کی تعریف اور ان کا نسب بیان کر آئے ہیں' یہ بھی دیلم ان سرداروں میں سے تھے جنہوں نے خلفائے عباسیہ کے صوبوں اور مقبوضہ ممالک پر قبضہ کرنے کی غرض سے اس امر کا احساس کر کے قدم بڑھایا تھا کہ اب ان ممالک کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے اور نہ کوئی شخص مدافعت پر کمربستہ ہو سکتا ہے۔ سرداران دیلم تمام اطراف و جوانب میں ٹڈی دل کی طرح پھیل گئے اور ہر ایک نے ان میں سے ایک ایک صوبہ پر قبضہ کر لیا۔ بنی بویہ نے اصفہان اور رے پر قبضہ کیا پھر بلاد فارس کی طرف بڑھے' ارجان اور اس کے مضافات پر قابض ہوئے اس کے بعد شیراز اور اس کے صوبے پر قابض ہوئے۔ رفتہ رفتہ دارالخلافت بغداد کے گردونواح تک شرقاً غرباً تمام علاقہ دبا لیا۔ اس وقت خلافت بے حد کمزور ہو رہی تھی' طرح طرح کی کمزوریاں پیدا ہو گئی تھیں' خدام اور خواجہ سرا خلافت مآب پر غالب ہو رہے تھے' ابو بکر محمد بن رائق صوبہ واسط کا گورنر تھا۔

جب خلیفہ راضی کا دارالخلافت بغداد میں عمل دخل کم ہو گیا تو محمد بن رائق کو واسط سے طلب کر کے فوج شاہی کی سرداری عنایت کی' عنان حکومت سپرد کر کے امیر الامراء کا خطاب مرحمت کیا' ان دنوں ابن بریدی خوزستان اور اہواز میں تھے' اس سے ان کو ناراضگی پیدا ہو گئی' باہم منافرت اور رنجش بڑھ گئی' مخالفت کا اعلان کر دیا۔ محمد بن رائق نے بدر خرشی اور بحکم کو (جو ترکان مرداویج کو لے کر محمد ابن رائق کے پاس چلے آئے تھے) افواج شاہی کا افسر بنا کر ابن بریدی سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا چنانچہ بدر اور بحکم نے اہواز کو ۳۲۵ھ میں ابن بریدی کے قبضہ سے نکال لیا' ابن بریدی نے عماد الدولہ بن بویہ کے پاس جس وقت کہ اس نے عراق پر قبضہ کیا' جا کر پناہ لی' اس سے اس کے کاموں میں بہت آسانی پیدا ہو گئی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ معز الدولہ کرمان سے ناکام واپس آیا تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ عماد الدولہ نے ابن بریدی کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔

جس وقت ابو عبداللہ بریدی اہواز سے بھاگ کر عماد الدولہ کے پاس پہنچا اور امداد کی درخواست کی' عماد الدولہ نے اپنے بھائی معز الدولہ کو اس کی امداد پر ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اس کے دونوں بیٹوں ابو الحسن محمد اور ابو جعفر کو بطور ضمانت اپنے پاس رکھ لیا۔ معز الدولہ ۳۲۶ھ میں کوچ و قیام کرتا ہوا ارجان پہنچا۔ بحکم فوجیں جمع کر کے مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی شکست کھا کر اہواز کی طرف بھاگا۔ معز الدولہ نے ارجان میں قیام کیا اور اپنے لشکر کے کچھ حصہ کو مکرم کے لشکر گاہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ تیرہ دن تک دونوں فریق آپس میں لڑتے رہے۔ بحکم کا لشکر شکست کھا کر تستر کی طرف بھاگا۔ معز الدولہ نے مکرم کے لشکر گاہ پر بھی قبضہ کر لیا اور ابو عبداللہ بن بریدی کو اہواز کی طرف بھی دیا۔ ابو عبداللہ بن بریدی نے اس خیال سے کہ معز الدولہ مجھ سے دور ہو جائے اور میں کسی خطرہ کے بغیر اہواز پر قابض ہو جاؤں' معز الدولہ کو یہ فریب دیا کہ آپ سوس چلے جائیں اور وہیں قیام اختیار کیجیے۔ معز الدولہ کا وزیر ابو محمد ضمیری اور اس کا اشاف اس بات کو تاڑ گیا۔ معز الدولہ کو اس پر عمل کرنے سے روکا اور بریدی کی فریب دہی کو ثابت کر دیا۔ معز الدولہ نے سوس جانے سے انکار کر دیا۔ اس سے دونوں میں رنجش پیدا ہو گئی۔ اس باہمی اختلاف کی خبر بحکم کو پہنچ گئی۔ بحکم نے اپنی طرف سے ایک فوج روانہ کر دی جس نے نیشا پور وغیرہ پر قبضہ کر لیا بقیہ اہواز بریدی کے قبضہ میں رہا اور مکرم کے لشکر گاہ پر معز الدولہ قابض ہوا۔ خرچ کی زیادتی آمدنی کی کمی سے فوجیں پریشان ہو گئیں۔ آپس میں فارس واپس جانے پر مشورہ ہونے لگا۔ معز الدولہ نے ایک مہینے کا وعدہ کیا اور

اپنے بھائی عماد الدولہ کو یہ حالات لکھے۔ عماد الدولہ نے معزالدولہ کی مدد کے لیے ایک لشکر روانہ کیا جس سے مُعزّ الدولہ کی قوت بڑھ گئی اہواز پر قابض ہو گیا۔ یحکم واسط سے دارالخلافت بغداد پہنچا اور اپنی حکومت کا سکہ جما دیا۔ خلیفہ راضی نے امارت الامراء کا عہدہ عنایت کیا۔ ابن رائق بھاگ نکلا اور دارالخلافت بغداد میں روپوش ہو گیا۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ مرداویج کے بعد اس کا بھائی وشمگیر رے پر قابض ہو گیا تھا اور عماد الدولہ نے اصفہان پر قبضہ کر کے اپنے بھائی رکن الدولہ کو عنانِ حکومت دے دی تھی ۳۲۷ھ میں وشمگیر نے ایک بڑی فوج اصفہان پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کی چنانچہ اس نے اصفہان کو رکن الدولہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ جامع مسجد میں وشمگیر کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اس کے بعد وشمگیر نے قلعہ موت پر چڑھائی کی اور اس پر بھی قابض ہو کر واپس آیا۔ رکن الدولہ نے اصطخر میں جا کر دم لیا۔ اصطخر میں اس کے بھائی مُعزّ الدولہ کا قاصد اہواز سے یہ خبر لے کر پہنچا کہ ابن بریدی نے ایک فوج سوس کی طرف بھیج دی ہے اور اس کے حکمران کو جو کہ دیلم سے تھا قتل کر ڈالا ہے اور وزیر ابو جعفر ضمیری جو سوس کے محکمہ مال کا افسرِ اعلیٰ تھا وہ قلعہ میں قید ہے۔ رکن الدولہ یہ سنتے ہی سوس کی جانب روانہ ہو گیا۔ ابن بریدی مقابلہ نہ کر سکا سوس چھوڑ کر بھاگ نکلا اور واسط کی طرف قبضہ کے خیال سے روانہ ہوا۔ کیونکہ اصفہان کے نکل جانے کے بعد کوئی ملک اس کے قبضہ میں باقی نہ رہا تھا جسے یہ اپنا مرکز حکومت بناتا چنانچہ واسط کے شرقی جانب پہنچ کر اُتر پڑا۔ خلیفہ راضی اور یحکم اس سے مطلع ہو کر دارالخلافت بغداد سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ابن بریدی کے ہمراہیوں اور فوج میں ان سے ہلچل پڑ گئی ان میں سے ایک جماعت نے حاضر ہو کر ابن بریدی کے لیے امن حاصل کر لیا۔ رکن الدولہ سوس سے اہواز کی طرف واپس ہوا پھر اصفہان کی جانب بڑھا۔ وشمگیر کو شکست ہوئی۔ رکن الدولہ نے دوبارہ اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ اسی زمانہ میں رکن الدولہ اور اس کا بھائی عماد الدولہ ابن محتاج والی خراسان سے ماکان اور وشمگیر کے مقبوضات پر قبضہ کر لینے کی بابت سازش کر رہے تھے چنانچہ اس میں یہ دونوں کامیاب ہو گئے اور باہم دوستی کا عہدہ و پیمان ہو گیا۔

ابن بریدی اور امیر الامراء یحکم

ابن بریدی نے جب بصرہ اور واسط میں تھا امیر الامرا یحکم سے دارالخلافت بغداد میں مصالحت کر لی اور اسے جبل پر فوج کشی کر کے رکن الدولہ کے قبضہ سے نکال لینے کی ترغیب دی اور خود اہواز کی جانب معزالدولہ کے نکالنے کی غرض سے روانگی کا قصد کیا۔ یحکم نے پانچ سو فوج کی امداد طلب کی اور حلوان کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابن بریدی اس خیال سے کہ یحکم کسی طرح دارالخلافت سے دور ہو جائے تو میں بغداد پہنچ کر قبضہ کر لوں واسط میں ٹھہرا رہا۔ یحکم اس چال کو سمجھ گیا اور بغداد لوٹ آیا پھر واسط کی جانب گیا اور اسے ابن بریدی کے قبضہ سے ۳۲۸ھ میں نکال لیا اور تخت خلافت پر خلیفہ متقی کو متمکن کیا اس وقت خلافت عباسیہ کا آفتاب حکومت زوال پذیر ہو گیا تھا۔ چنانچہ یحکم ابن رائق ابن بریدی کے بعد جو کہ غلبہ میں رکاوٹ تھے خلافت ماب پر غالب ہو گیا۔ ابن بریدی نے بصرہ سے واسط کی جانب فوجیں روانہ کیں یحکم نے ان کے مقابلہ پر ایک لشکر اپنے خادم توزون کی ماتحتی میں روانہ کیا جس نے انہیں شکست دے دی۔ اس کے بعد ہی یحکم بھی آپہنچا ان کی شکست کی خبر سن کر بے حد خوش ہوا۔ نظم و نسق درست کر کے غربا اور محتاجوں کو صدقات دیے۔ اس اثنا میں ایک روز ایک نوجوان کردی سے یحکم کی مڈبھیڑ ہو گئی یحکم اس وقت اپنی فوج سے علیحدہ ہو کر سیر کرنے جا رہا تھا۔ کردی کو کسی وجہ سے اس سے رنجش پیدا ہو گئی تھی وہ موقع کا منتظر تھا تنہا دیکھ کر حملہ کر دیا اور مار ڈالا۔ یحکم کے ہمراہی منتشر ہو گئے۔ ترکوں کی ایک جماعت شام پہنچ گئی جن کا سردار توزون تھا بقیہ ترکوں نے بکمک (یحکم کے خادم) کو اپنا سردار بنا لیا۔ دیلمیوں نے اس کے قتل ہو جانے کے بعد باسور بن ملک بن مسافر بن سلار کو اپنی امارت و سرداری کی کرسی پر بٹھایا۔ یہ سلار شمیران طرم کا دادا ہے جو اسفار کے قتل میں مرداویج کا شریک سازش تھا۔ اس کے بیٹے محمد بن مسافر بن سلار نے آذربائیجان پر قبضہ کر لیا تھا جہاں پر اس کی اور اس کے بیٹوں کی حکومت و ریاست قائم ہوئی۔

ابن بریدی اور دیلم

اس کے بعد ترکوں اور دیلمیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ترکوں نے باسور کو مار ڈالا تب دیلم نے اس کی جگہ کور تکین کو وزیر بنایا اور ابن بریدی سے جا کر مل گئے چنانچہ ابن بریدی ان لوگوں کو لے کر دارالخلافت بغداد پر چڑھ آیا۔ پھر کسی وجہ سے دیلم ابن بریدی سے نفرت کرنے لگے، ترکوں سے مل کر ابن بریدی کے نکالنے پر کمربستہ ہوئے۔ ابن بریدی واسط چلا آیا۔ دیلم کے قدم بغداد میں جم گئے۔ ترکوں کو دبا لیا۔ کور تکین نے مار ڈالا اور دارالخلافت بغداد کی امیر الامرائی کے عہدہ پر متمکن ہو گیا اس کے بعد توزون ابن رائق کے ساتھ شام سے آیا۔ کور تکین دیلمی شکست کھا کر بھاگ نکلا، بہت سے دیلمی مار ڈالے گئے، ابن رائق تنہا دارالخلافت بغداد پر قابض ہو کر امیر الامراء بن بیٹھا یہ واقعہ ۳۳۰ھ کا ہے۔

ابن بریدی اور ابنِ رائق

ابن بریدی اس زمانہ طوائف الملوکی میں یحکم کے بعد واسط پر قابض ہو گیا تھا ابن رائق نے اس سے خط و کتابت کی اور عہدۂ وزارت قبول کرنے کے لیے لکھا' ابن بریدی نے اس شرط سے قبول کیا کہ میں اپنے ہی مرکز حکومت میں قیام کروں گا اور ابن شیرزاد کو' اپنی جگہ دارالخلافت بغداد میں مقرر کروں گا۔ اس کے بعد ابن بریدی نے واسط سے بغداد کی طرف کوچ کیا، ابن رائق اور خلیفہ متقی موصل کی طرف بھاگ گئے اور توزون ان لوگوں سے علیٰحدہ ہو کر بغداد میں رہ گیا۔ ابن بریدی کے ہمراہیوں نے دارالخلافت بغداد کو لوٹ لیا۔ لوگوں کو ان کے ظلم و ستم کی شکایتیں پیدا ہو گئیں۔

خلیفہ متقی نے موصل پہنچ کر ابن رائق کی بجائے ابن حمدان کو امیر الامراء بنایا اور جمع ہو کر بغداد کی طرف بڑھے' ابن بریدی اس خبر کو سن کر بھاگ گیا۔ توزون خلیفہ متقی اور ابن حمدان سے مل گیا۔ خلافت مآب کا دارالخلافت بغداد پر قبضہ ہو گیا۔ سیف الدولہ روک تھام کرتا ہوا ابن بریدی کے آگے آگے چلا اور ناصر الدولہ نے ابن بریدی کے تعاقب کی غرض سے کوچ کیا۔ مدائن پہنچ کر قیام کیا۔

خلیفہ متقی کا بغداد پر قبضہ

سیف الدولہ کچھ دور چل کر اپنے بھائی ناصر الدولہ کے پاس مدائن چلا آیا۔ ناصر الدولہ نے اسباب و آلات حرب اور مال سے اس کی مدد کی۔ اس نے لوٹ کر ابن بریدی پر حملہ کر دیا۔ ابن بریدی کو شکست ہوئی۔

سیف الدولہ نے واسط پر قبضہ کر لیا۔ ابن بریدی نے بصرہ جا کر دم لیا اور سیف الدولہ نے امداد کے انتظار میں واسط میں قیام کیا۔ اس اثنا میں ابو عبداللہ کوفی بہت سا مال لے کر آ گیا۔ ترکوں نے مال کے طلب کرنے میں شور مچایا اور سب کے سب متفق ہو کر سیف الدولہ پر حملہ آور ہوئے۔ توزون ان ترکوں کا سردار تھا۔ غریب سیف الدولہ بھاگ کر بغداد پہنچا اور سب اس کے تعاقب میں تھے۔ اس کا بھائی ناصر الدولہ بغداد کی جانب اور پھر بغداد سے موصل کی طرف چلا آیا تھا۔ سیف الدولہ بھی اس کے پاس چلا آیا اور توزون دارالخلافت بغداد میں داخل ہو کر حکومت کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد خلافت مآب (خلیفہ متقی) سے ان بن ہو گئی۔ ابن بریدی سے جنگ کرنے کے لیے واسط کی روانگی کا انتظار کرنے لگا۔ چنانچہ اس امید پر ۳۳۱ھ میں موصل کی طرف روانہ ہو گیا۔

توزون کی معزولی

ان واقعات کے دوران معز الدولہ بن بویہ اہواز میں ٹھہرا ہوا دارالخلافت بغداد اور خلافت مآب کے مقبوضات پر حملہ کر رہا تھا اور ان پر غلبہ حاصل کرنے کی فکر میں تھا۔ اس کا ایک بھائی عماد الدولہ فارس میں اور دوسرا بھائی رکن الدولہ اصفہان میں اور رے میں حکومت کر رہا تھا جب خلیفہ متقی رقہ سے بغداد میں داخل ہوا تو توزون کو معزول کر کے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔ ہم ان سب واقعات کو تفصیل کے ساتھ دولت عباسیہ کے حالات کے ضمن میں بیان کر آئے ہیں۔ اس مقام پر بطور تمہید کے تحریر کیا ہے کہ بنی

بویہ کیونکر دارالخلافت بغداد پر قابض ہوئے اور کیونکر خلافت مآب کو زیر اثر کر لیا۔ الغرض معز الدولہ نے ۳۳۳ھ میں واسط کی جانب کوچ کیا۔ توزون اور خلیفہ مستکفی اس کے مقابلہ پر تیار ہوئے۔معزالدولہ واسط چھوڑ کر اہواز چلا آیا۔

توزون نے شروع ۳۳۴ھ میں ترکوں کی سرداری پر ابن شیرزاد کو مقرر کیا تھا۔ خلیفہ مستکفی نے امیر الامراء کا خطاب مرحمت فرمایا۔ وظائف اور تنخواہ تقسیم کرنے کی خدمت سپرد کی۔ ممالکِ مقبوضہ اور صوبوں کی آمدنی کم ہو گئی مصارف پورے نہ ہو سکے۔ گورنر' وزرا اور تاجر تنگی سے بسر اوقات کرنے لگے۔ رعایا کے مال پر ہاتھ بڑھایا' ظلم و ستم کا بازار گرم ہو گیا۔ کھلم کھلا چوریاں ہونے لگیں۔ لٹیرے دن دہاڑے مکانات لوٹنے لگے۔ مجبوری لوگوں نے دارالخلافت بغداد سے جلا وطنی شروع کر دی۔ اس کے بعد ابن شیرزاد نے نیال کوشہ کو حکومت موصل پر اور فتح یشکری کو تکریت کی حکومت پر مامور کیا۔ ان دونوں نے بد عہدی کی بغاوت پر کمربستہ ہو گئے۔ فتح ابن حمدان کے ماتحت حکومت کرنے لگا۔ باقی رہا نیال کوشہ اس نے معزالدولہ کے پاس پیام بھیجا کہ میں آپ کا مطیع ہوں' موقع مناسب ہے' بغداد پر قبضہ کر لیجئے۔ چنانچہ معز الدولہ لشکر دیلم آراستہ کر کے دارالخلافت بغداد پر حملہ آور ہوا۔ ابن شیرزاد اور اکراد مقابلہ پر آئے لیکن شکست اٹھا کر موصل چلے گئے اور خلیفہ مستکفی روپوش ہو گیا۔ معز الدولہ نے اپنے سیکرٹری حسن بن محمد مہلبی کو بغداد میں داخل ہونے کا حکم دیا۔

معزالدولہ کا بغداد پر قبضہ

جب مہلبی دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا تو خلافت مآب پناہ گاہ سے نکل کر مہلبی کے پاس تشریف لائے۔ مہلبی نے معز الدولہ احمد بن بویہ اور اس کے بھائی عماد الدولہ اور رکن الدولہ حسن کی طرف سے خلافت مآب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خلیفہ مستکفی نے ان لوگوں کو ان کے صوبوں کی حکومت پر مامور فرمایا اور انہیں خطابات سے مخاطب کیا۔ سکّہ پر بھی یہی القاب مسکوک کرائے۔ اس کے بعد معز الدولہ کامیابی کے ساتھ دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ خلافت مآب نام کے خلیفہ رہ گئے' حکومت اس کی تھی' سکہ اس کا تھا' سلطان کے لقب سے پکارا جانے لگا۔ ابو القاسم بریدی والی بصرہ نے یہ رنگ دیکھ کر معز الدولہ کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا اور اطاعت کا اظہار کیا۔ معز الدولہ نے اسے واسط اور اس کے صوبے پر مقرر کر دیا۔

خلیفہ مستکفی کی گرفتاری

قبضۂ بغداد کے چند مہینے بعد معز الدولہ تک یہ خبر پہنچی کہ خلیفہ مستکفی تمہاری معزولی کی فکر کر رہا ہے۔ معز الدولہ خلیفہ سے ناراض ہو گیا' ایک روز خراسان کے وفد سے ملنے کی غرض سے خلیفہ مستکفی کو دربارِ عام میں بٹھایا۔ اپنی قوم اور اپنے سرداروں کو لیے ہوئے حاضر ہوا۔ دیلم کے نقیبوں میں سے دو شخصوں کو خلیفہ مستکفی کی گرفتاری کا اشارہ کر دیا' چنانچہ یہ دونوں دیلمی خلافت مآب کی طرف دست بوسی کے اظہار سے بڑھے اور خلیفہ مستکفی کو تختِ خلافت سے پکڑ کر گھسیٹ لیا۔ پیادہ پا کھینچتے ہوئے محل سرائے خلافت میں لے جا کر قید کر دیا۔ یہ واقعہ ۳۳۴ھ کا ہے اس واقعہ سے لوگوں میں اضطراب پیدا ہو گیا' لوٹ مار شروع ہو گئی۔ محل سرائے خلافت لٹ گیا۔ فتنہ ختم کرنے کی غرض سے معز الدولہ نے فضل بن مقدر کی بیعت کی۔ مطیع اللہ کا لقب دیا اور خلیفہ مستکفی کو سرِ دربار طلب کیا۔ اس غریب نے اپنی معزولی کی شہادت دی اور خلافت کو مطیع کے سپرد کر دیا۔

نام نہاد خلافت

اسی زمانہ سے خلافت نام کی رہ گئی تھی' خلیفہ کو کسی قسم کا نظم و نسق کا اختیار نہیں تھا' وزارت معزّ الدولہ کے قبضۂ اقتدار میں تھی، جسے چاہتا تھا مقرر کرتا تھا' خلیفہ کے وزیر السلطنت کے اختیارات محل سرائے خلافت اور اس کی جاگیروں تک محدود تھے۔ معزّ الدولہ اور اس کے لشکریان دیلم تمام صوبہ جات عراق اور ممالکِ مقبوضہ پر قابض تھے۔ کسی کے گورنر ہونے اور کسی کے جاگیردار ہونے کی حیثیت سے مالک تھے' اس حد تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ خلیفہ اپنے صرف خاص کے علاقہ پر معز الدولہ کے دستخط کے بغیر کوئی حکم صادر نہ کر سکتا تھا۔

صرف تخت خلافت منبر' سکہ' خطوط اور فرامین پر دستخط کرنے وفود سے ملنے اور خطابات دینے کا خلیفہ مالک تھا۔ حکومت و سلطنت اور اس کا انتظام اور احکامات ان لوگوں کے قبضہ میں تھے جو قابض تھے: دولت بنی بویہ اور سلجوقیہ میں جو امرا اس درجہ پر پہنچ گئے تھے اپنے کو سلطان کے لقب سے ملقب کرتے تھے۔ کوئی دوسرا شخص اس میں اس کا شریک نہ ہوتا تھا حکم' عدل' عزت' انتظام و احکامات کے مالک یہی لوگ تھے۔ خلیفہ کو کچھ بھی اختیار نہ تھا' زمام خلافت نام کو خلفاء عباسیہ کے ہاتھ میں تھی' وہ حسب خواہش مقرر کر لیتے تھے' خلیفہ لفظاً" باقی رہ گیا تھا اور اس کے معنی ختم ہو کر رہ گئے تھے۔

طوائف الملوکی

المختصر دولت و حکومت کی تبدیلی کی وجہ سے لشکر نے اس سے زیادہ تنخواہ اور رسد طلب کی جو ان کو ہمیشہ سے ملا کرتی تھی' مجبوراً" رعایا پر ٹیکس لگائے اور آمدنی بڑھائی۔ تجارت پیشہ اور مال داروں کے مال کی طرف ہاتھ بڑھایا' دیہات' قصبات بلکہ صوبے بھی لشکریوں کو جاگیروں میں دیے۔ گورنروں کا قبضہ اٹھ گیا' شاہی دفاتر ناکارہ اور بند ہو گئے کیونکہ روسا اور امرا عیش پرستی اور آرام طلبی کی وجہ سے اپنے مقبوضات کی نگرانی نہ کر سکتے تھے اور جن پر لشکری یا ملازمین دولت قابض تھے وہ ظلم و زیادتی ٹیکس اور خراج کی وجہ سے خراب اور ویران ہو رہے تھے' کوئی شخص ان کا پرسان حال نہ تھا' نہ ان کے راستوں کی اصلاح ہوتی تھی اور نہ ان کے پلوں کی مرمت کی جاتی تھی۔ جو شہر ویران ہو جاتے تھے ان کے بجائے لشکری دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیتے تھے اور انہیں بھی پہلے شہروں کی طرح ویران اور برباد کر ڈالتے تھے۔ رفتہ رفتہ ٹیکس اور مظالم کی بھرمار ہوئی کہ توبہ ہی بھلی۔ سلطان اور اس کے نائبین انتظام ملک سے مجبور ہو گئے۔ غلاموں کا دور دورہ ہو گیا۔ انہیں بڑی بڑی جاگیریں دی گئیں اور وظائف مقرر کیے گئے اس سے ان میں غیرت قومی پیدا ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نفرت کی بنیاد پڑ گئی اور بربادی کے سامان مہیا ہو گئے جیسا کہ حکومتوں پر یہ حادثات گزرا کرتے ہیں۔

ابن حمدان کی بغداد پر فوج کشی

جس وقت ناصر الدولہ ابن حمدان کو یہ خبر لگی کہ معز الدولہ نے دار الخلافت بغداد پر قبضہ کر کے خلیفہ مستکفی کو معزول کر دیا' غصہ سے کانپ اٹھا فوراً" افواج کو تیاری کا حکم دیا۔ چنانچہ شعبان ۳۳۴ھ میں موصل سے بغداد پر چڑھائی کر دی۔ معز الدولہ نے بھی اس سے مطلع ہو کر اپنی فوجوں کو بڑھایا۔ مقام عکبرا میں ابن حمدان سے مڈبھیڑ ہوئی۔ معز الدولہ بھی خلیفہ مطیع کے ہمراہ ابن حمدان کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ ادھر ابن شیرزاد ۳۳۴ھ میں ابن حمدان کے پاس چلا آیا۔ بغداد پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دی۔ ادھر معز الدولہ نے میدان خالی دیکھ کر تکریت پر حملہ کر دیا۔ تاخت و تاراج کر کے پھر بغداد واپس آیا۔ معز الدولہ اور خلیفہ مطیع نے بغداد کے شرقی جانب پڑاؤ کیا اور احمد بن حمدان نے غربی بغداد میں مورچہ قائم کیا اور معز الدولہ کے لشکر کا سلسلہ رسد بند کر دیا۔ اس سے معز الدولہ کی فوج میں بے حد تشویش اور پریشانی پھیل گئی۔ ساری فوج بھوکوں مرنے لگی۔ فوج نے لوٹ مار شروع کر دی' معز الدولہ نے تنگ ہو کر اہواز کی جانب واپس جانے کا ارادہ کیا لیکن وزیر السلطنت ابو جعفر ضمیری نے اس کی مخالفت کی اور دریا عبور کر کے ابن حمدان کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ وزیر السلطنت کو اس حملہ میں کامیابی ہوئی' دیلمی لشکر نے ابن حمدان کی فوج کو پسپا کر کے مال و اسباب لوٹ لیا' خاتمہ جنگ کے بعد معز الدولہ نے امن کی منادی کرا دی' خلیفہ مطیع محل سرائے میں واپس آیا اور ابن حمدان شکست کھا کر عکبرا لوٹ گیا۔ یہ واقعہ ۳۳۵ھ کا ہے۔

ابن حمدان اور معز الدولہ میں مصالحت

اس کے بعد ابن حمدان نے خفیہ طور سے معز الدولہ کے پاس پیام صلح بھیجا' توزونیہ ترکوں کو اس کی خبر ہو گئی' بگڑ گئے۔ قتل کرنے پر آمادہ ہوئے۔ ابن حمدان ابن شیرزاد کے ہمراہ موصل کی طرف بھاگ گیا۔ معز الدولہ نے جیسا کہ ابن حمدان نے پیام بھیجا تھا مصالحت کر لی۔ تکین شیرازی نے توزونیہ ترکوں کو ابن حمدان کے بھاگنے کی خبر کر دی' توزونیہ ترکوں نے ابن حمدان کے بچے ہوئے ہمراہیوں کو گرفتار

کر لیا اور اس کی تعاقب میں روانہ ہوئے اثنائے راہ میں ابن حمدان کو کچھ شبہ ہوا جس کے باعث اس نے ابن شیرزاد کو گرفتار کر لیا اور موصل ہوتا ہوا نصیبین پہنچا۔ تکین نے موصل پر قبضہ کر لیا۔ ابن حمدان نے جب نصیبین میں بھی امن کی صورت نہ دیکھی تو سند کا راستہ لیا اور تکین اس کے تعاقب میں تھا۔ اتفاق یہ کہ اس مقام پر معز الدولہ کا لشکر وزیر ابو جعفر ضمیری کی ماتحتی میں حمدان کی کمک پر جیساکہ اس نے درخواست کی تھی' آگیا۔ توزونیہ ترکوں سے مقابلہ ہوا۔ وزیر ابو جعفر کو فتح ہوئی' توزونیہ ترک شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور ابن حمدان وزیر السلطنت ابو جعفر کے ہمراہ موصل کی جانب روانہ ہوا۔ موصل پہنچ کر ابن شیرزاد کو وزیر ابو جعفر کے حوالے کر دیا۔ وزیر ابو جعفر نے اسے معز الدولہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ یہ واقعہ بھی ۳۳۵ھ کا ہے۔

معز الدولہ کا بصرہ پر قبضہ

۳۳۵ھ میں ابو القاسم بن بریدی نے بصرہ میں علمِ بغاوت بلند کیا۔ معز الدولہ نے ایک فوج واسط کی جانب روانہ کر دی۔ دریا کے کنارے پر ابن بریدی کی فوج سے مقابلہ کی نوبت آئی۔ ابن بریدی کی فوج میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی اور بصرہ کا رخ کیا۔ اس کے سرداران لشکر کی ایک جماعت گرفتار ہو گئی۔ ۳۳۶ھ میں معز الدولہ نے بصرہ پر فوج کشی کی۔ اگرچہ خلیفہ مطیع ابو القاسم ابن بریدی سے جنگ کرنا پسند نہ کرتا تھا مگر مجبوراً" معز الدولہ کے ہمراہ تھا' براہِ خشکی بصرہ کی جانب روانہ ہوئے۔ قرامطہ نے معز الدولہ کو ابن بریدی سے جنگ کرنے پر ملامت کی۔ معزّ الدولہ نے ڈانٹ کا خط لکھا۔ جونہی بصرہ کے قریب پہنچا ابو القاسم ابن بریدی کے لشکر نے ہتھیار ڈال دیئے اور عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ ابن بریدی بھاگ نکلا' قرامطہ کے پاس پناہ لی' قرامطہ نے اسے پناہ دی اور عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ معز الدولہ نے بصرہ پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا اور بصرہ میں خلیفہ مطیع اور اپنے وزیر ابو جعفر کو چھوڑ کر اپنے بھائی عماد الدولہ سے ملنے کے لیے اہواز کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس اثنا میں سرداران دیلم میں سے کوکیر نامی ایک سردار باغی ہو گیا۔ وزیر ابو جعفر ضمیری نے اس سے معرکہ آرائی کی اور اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا اور معز الدولہ کے حکم کے مطابق قلعہ رامہرمز میں قید کر دیا۔ مقام ارجان میں اسی سنہ کے ماہ شعبان میں دونوں بھائیوں کی ملاقات ہوئی معز الدولہ نے اپنے بھائی عماد الدولہ کی حد سے زیادہ تعظیم کی۔ عماد الدولہ معز الدولہ کو دربار میں بیٹھنے کا حکم دیتا تھا مگر معز الدولہ پاس ادب سے نہیں بیٹھتا تھا۔ القصّہ معزّ الدولہ اپنے بھائی سے رخصت ہو کر خلیفہ مطیع کے ساتھ دار الخلافت بغداد واپس آیا اور موصل پر فوج کشی کرنے کی منادی کرا دی' ابن حمدان کو اس کی خبر لگ گئی' صلح کا پیام بھیجا' بہت سے تحائف اور بے شمار مال روانہ کیا لیکن معز الدولہ نے ایک نہ سنی۔ رمضان ۳۳۷ھ میں موصل پر چڑھائی کر دی اور قبضہ کر لیا' قصد یہ تھا کہ ابن حمدان کے مقبوضہ بلاد کو دل کھول کر سختی سے پامال کرے کہ اتفاقیہ اس کے بھائی رکن الدولہ کے پاس سے یہ خبر آگئی کہ لشکر خراسان نے جرجان کا قصد کیا ہے معاملہ نازک ہو گیا ہے مجبوراً" ابن حمدان سے مصالحت کر لی۔ اسی لاکھ سالانہ خراج ادا کرنے کی شرط پر موصل جزیرہ اور شام کی حکومت ابن حمدان کو دے دی۔ اس کے ساتھ ہی یہ شرط بھی قرار پائی تھی کہ عماد الدولہ اور معز الدولہ کے نام کا خطبہ اس کے تمام مقبوضہ شہروں پر پڑھا جائے چنانچہ مصالحت کر کے معز الدولہ بغداد واپس آیا۔

رکن الدولہ کا رے پر قبضہ

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ رکن الدولہ نے اصفہان کو وشمگیر کے قبضہ سے اسی زمانے میں نکال لیا تھا۔ جس زمانے میں وشمگیر نے اپنی فوجیں ماکان بن کالی کی کمک پر بھیجی تھیں۔ رکن الدولہ اور اس کا بھائی عماد الدولہ ابو علی بن محتاج سپہ سالار ملوک بنی سامان کو ماکان اور وشمگیر کی مخالفت پر ایک مدت سے ابھار رہا تھا اور اس کے مقابلہ پر مدد دینے کا وعدہ کر رہا تھا۔ چنانچہ ابو علی نے وشمگیر پر جس وقت کہ وہ رے میں تھا' فوج کشی کر دی۔ رکن الدولہ خود ابو علی کی مدد پر آیا اور وشمگیر نے ماکان سے امداد چاہی۔ ماکان اپنی فوجیں لے کر بلاد جبل کی طرف گیا اور اسے تاخت و تاراج کر کے زنجان' ابہر' قزوین' قم' کرخ' ہمدان' نہاوند اور دینور کو حدود و حلوان تک فتح کر لیا' اپنے گورنر

مقرر کیے خراج وصول کیے۔ اس کے بعد وشمگیر اور حسن بن فیزران برادر عم زاد ماکان سے ان بن ہو گئی۔ حسن نے ابو علی سے امداد کی درخواست کی ابو علی اس کی کمک پر کمربستہ ہو گیا۔ مگر لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ فریقین میں مصالحت ہو گئی ابو علی اپنی فوج کے ساتھ خراسان کی جانب واپس ہوا۔ حسن بن فیرزان بھی اس کے ساتھ تھا۔ اثنا راہ میں سعید بن سامان کا ایلچی ملا حسن کو ابو علی کے ساتھ دھوکا دینے اور اس کے بلاد مقبوضہ پر قبضہ کرنے کا پیام دیا۔ چنانچہ حسن نے ابو علی کی رفاقت چھوڑ کر جرجان کی جانب کوچ کیا۔ اور اس پر قبضہ کر کے دامغان اور سمنان کو بھی دبا لیا۔ وشمگیر طبرستان سے رے کی طرف چلا گیا اور پورے رے پر قبضہ حاصل کر لیا اس وقت اس کی رکاب میں نہایت کم فوج باقی رہ گئی تھی کیونکہ اس کی فوج کا بڑا حصہ ابو علی بن محتاج اور حسن بن فیرزان کی لڑائیوں میں کام آ گیا تھا۔ رکن الدولہ نے موقع پا کر رے پر قبضہ کرنے کی غرض سے چڑھائی کر دی۔ وشمگیر مدافعت کرنے کے لیے میدان میں آیا لیکن شکست کھا کر چلا گیا اور رکن الدولہ نے رے پر قبضہ کر لیا اور حسن بن فیرزان سے تعلقات بڑھائے اپنی بیٹی کا اس سے عقد کر دیا اس تعلق و محبت کے ذریعہ بنی بویہ کے قدم حکومت پر جم گئے تمام صوبجات رے جبل فارس اہواز اور عراق قبضہ میں آ گئے۔ موصل اور دیار بکر پر بھی قبضہ ہو گیا۔

رکن الدولہ کا طبرستان اور جرجان پر تصرف

اس کے بعد رکن الدولہ بن بویہ نے بلاد مقبوضہ وشمگیر کی طرف ۳۳۶ھ میں قدم بڑھائے حسن بن فیرزان اس کی پشت پناہی پر تھا۔ وشمگیر اس خبر کو سن کر فوجیں لے کر مقابلہ پر آیا لڑا لیکن شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ خراسان پہنچا ابن سامان سے امداد کی درخواست کی۔ رکن الدولہ طبرستان پر قبضہ کر کے جرجان کی طرف گیا۔ حسن بن فیرزان نے بے حد مدارت کی اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ رکن الدولہ نے اسے اپنی طرف سے جرجان کی سند حکومت عطا کی۔ وشمگیر کے سپہ سالاروں نے امن کی درخواست کی۔ رکن الدولہ نے ان لوگوں کو امن دیا اور اصفہان کی جانب واپس آیا۔

عمران بن شاہین

عمران بن شاہین اہل حامدہ سے تھا اور بنی بویہ کی طرف سے خراج وصول کرنے پر مامور تھا ایک مرتبہ بہت سا روپیہ خراج وصول کر کے بطیحہ بھاگ گیا۔ بطیحہ میں بانس اور جنگلی درختوں کا ایک بہت بڑا جنگل تھا متعدد چشمے اور تالاب تھے۔ اس مقام پر عمران نے قیام اختیار کیا اور رہزنی کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ لٹیروں کی ایک جماعت اس کے پاس آ کر جمع ہو گئی جس سے اس کی قوت بڑھ گئی۔ بنی بویہ سے باغی ہو کر ابو القاسم بریدی سے مل گیا۔ ابن بریدی نے اسے جامدہ بطائح اور اس کے اطراف و جوانب کی حمایت و نگرانی کی خدمت سپرد کی چنانچہ اس نے کماحقہ ان مقامات کی نگرانی کی بہت تھوڑے دنوں میں ایک معقول فوج اکٹھی کر لی سامان جنگ بھی کافی مقدار میں مہیا کر لیا۔ بطیحہ کے ایک بلند و محفوظ مقام پر قیام اختیار کیا اور اطراف کے تمام شہروں پر قابض ہو گیا۔ معز الدولہ کو یہ امر ناگوار گذرا اور اپنے وزیر ابو جعفر ضمیری کو ۳۳۸ھ میں ایک فوج کا افسر بنا کر عمران کی گوشمالی پر مامور کیا۔ وزیر السلطنت نے بطیحہ پہنچ کر عمران کا محاصرہ کر لیا۔ عمران کی تباہی و ہلاکت کی کوئی کسر باقی نہ تھی۔ ساری قوت فنا ہو چکی تھی قریب تھا کہ ہتھیار ڈال دیتا کہ اس اثنا میں عماد الدولہ بن بویہ کے مرنے کی خبر پہنچی گئی وزیر السلطنت محاصرہ اٹھا کر شیراز واپس آیا اور عمران بدستور بطیحہ پر قابض رہا قوت پھر جمع کی جیسا کہ آئندہ بنی شاہین کی دولت و حکومت کے تذکرہ میں لکھا جائے گا۔

عماد الدولہ کی وفات

عماد الدولہ ابو الحسن علی بن بویہ نے دارالحکومت شیراز میں نصف ۳۳۳ھ میں وفات پائی۔ اپنی موت سے ایک سال پیشتر اپنے بھتیجے عضد الدولہ کو اپنے بھائی رکن الدولہ کے پاس سے اپنا ولی عہد بنانے کے لیے بلا بھیجا اس وجہ سے کہ خود اس کا کوئی لڑکا نہ تھا۔

عضد الدولہ کی حکومت

چنانچہ رکن الدولہ نے عضد الدولہ کو اپنے سرداروں کی ایک جماعت کے ساتھ عماد الدولہ کے پاس روانہ کیا۔ عماد الدولہ نے نہایت جوش سے استقبال کیا' دربار عام کے دن تخت حکومت پر بٹھایا' سرداران لشکر کو حکم دیا کہ شاہی آداب سے دربار میں حاضر ہوں اور بادشاہوں کی طرح عضد الدولہ کو نذر اور سلامی دیں۔ عماد الدولہ کے انتقال کے بعد لشکر کے بااثر سرداروں کا ایک گروہ جو عماد الدولہ کے زمانے میں بھی قابو یافتہ تھافارس پر عضد الدولہ کی حکومت کو اچھی نظر سے نہ دیکھ سکا' مخالفت کا اعلان کر دیا۔ رکن الدولہ اس خبر کو سن کر رے میں اپنی جگہ علی بن کنامہ کو مقرر کرکے فوجیں جمع کرکے شیراز آپہنچا۔ معز الدولہ نے اپنے وزیر ابو جعفر ضمیری کو لکھ بھیجا کہ تم ابن شاہین کی جنگ چھوڑ دو اور جس قدر جلد ممکن ہو عضد الدولہ کی مدد کو شیراز پہنچ جاؤ' ان لوگوں کے آجانے سے مخالف سرداروں کا گروہ دب گیا۔ نو ماہ تک رکن الدولہ شیراز میں مقیم رہا۔ شیراز کا انتظام درست ہونے کے بعد اپنے بھائی معز الدولہ کو بہت سا سامان جنگ اور بہت سا مال بطور تحفہ دے کر روانہ کیا۔ عماد الدولہ دارالخلافت بغداد کا امیر الامرا تھا اور معز الدولہ اس کا نائب تھا۔ خراج کی نگرانی ذمہ داری اور عراق کے صوبوں کی گورنری کی تقرری اس کے قبضہ میں تھی۔ عماد الدولہ کے مرنے کے بعد رکن الدولہ کو امیر الامراء کا عہدہ ملا۔ معزّ الدولہ بدستور نیابت کا کام جیساکہ عماد الدولہ کے زمانۂ حیات میں کرتا تھا' کرتا رہا کیونکہ معزّ الدولہ ان دونوں سے چھوٹا تھا۔

مہلبی کی وزارت

ابو جعفر احمد ضمیری وزیر السلطنت فارس سے واپسی پر صوبہ جامدہ کی طرف آیا اور عمران بن شاہین کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ ۳۳۹ھ کے نصف گزر جانے پر انتقال کر گیا۔ چونکہ ضمیری اکثر بحالت ضرورت ابو محمد حسن بن مہلبی کو اپنی جگہ وزارت پر مقرر کیا کرتا تھا اور معز الدولہ اسے پرکھ چکا تھا' اس کی کفایت شعاری اور انتظامِ مملکت سے واقفیت رکھتا تھا اس وجہ سے ضمیری کے انتقال کے بعد معزّ الدولہ نے مہلبی کو قلم دانِ وزارت سپرد کر دیا۔ اس نے نہایت خوبی سے عہدہ وزارت کی ذمہ داریوں کو پورا کیا۔ رعایا سے مظالم کو دور کیا۔ خزانہ کو روپوں سے بھر دیا اہلِ علم و فن کو دور دراز سے بلا کر جمع کر لیا اور ان کے ساتھ احسان و سلوک سے پیش آیا جس سے اس کی عزت بڑھ گئی۔

منصور بن قرا تکین

جس زمانے میں رکن الدولہ بلاد فارس کی طرف گیا ہوا تھا امیر نوح بن سامان نے اپنے سپہ سالار خراسان منصور بن قرا تکین کو رے پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا چنانچہ منصور نے ۳۳۹ھ میں رے پر حملہ کیا' اس وقت علی بن کنامہ' رکن الدولہ کی طرف سے رے کا حاکم تھا' اس نے منصور کی آمد کی خبر سن کر رے چھوڑ دیا' اصفہان بھی چھوڑ دیا' منصور نے رے پر قبضہ کر لیا۔ اطراف و جوانب میں فوجوں کو پھیلا دیا جبل پر قرامیس تک قابض ہو گیا اور ہمدان کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔ رکن الدولہ نے فارس سے اپنے بھائی معز الدولہ کو ان کی مدافعت کی غرض سے لشکر بھیجنے کے لیے لکھ بھیجا۔ معز الدولہ نے اپنے حاجب امیر سبکتگین کو دیلم وغیرہ کی ایک بڑی فوج کے ساتھ منصور کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ سبکتگین نے پہنچتے ہی منصور کے لشکر پر حملہ کر دیا اور اس کے سردار کو گرفتار کر لیا۔ منصور بے سروسامانی سے ہمدان کی جانب واپس ہوا۔ سبکتگین نے تعاقب کیا۔ منصور بن قرا تکین نے ہمدان سے نکل کر اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ رکن الدولہ نے بھی اصفہان کی طرف کوچ کیا۔ سبکتگین اس کے ہراول پر تھا' ترکوں نے شور مچایا' سبکتگین نے ترکوں پر حملہ کر دیا جس سے ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ پریشان ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ معز الدولہ نے ابن ابی شوک کردی کو ان بھگوڑے ترکوں کے تعاقب کے لیے لکھا چنانچہ اس نے بہت سے ترکوں کو مار ڈالا' کچھ کو قید کر لیا باقی ماندہ موصل کی جانب جان بچا کر بھاگ گئے۔ لیکن اس کے باوجود منصور نے اصفہان کے قبضہ کو نہ چھوڑا۔ رکن الدولہ سے برابر معرکہ آرا ہوتا رہا۔ فریقین میں متعدد لڑائیاں ہوئیں' خون ریزی کی کوئی انتہا باقی نہ رہی۔ فریقین

رسد کی کمی کی وجہ سے پریشان ہو گئے۔ فوج بھوکوں مرنے لگی۔ چونکہ دیلم دیہاتی زندگی کے قریب تھے اور حال ہی میں شہری زندگی اختیار کی تھی اس وجہ سے اہل خراسان کے مقابلہ میں بھوک و پیاس کے زیادہ متحمل تھے، آرام طلبی اور عشرت سے دور تھے مگر پھر بھی رکن الدولہ اپنی فوج کی تکالیف کو محسوس کرکے بھاگ جانے پر آمادہ ہو گیا۔ اس کے وزیر السلطنت ابن عمید نے عرض کی کہ حضور والا بھاگنے سے سوائے نقصان کے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ ثابت قدمی کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے' میدانِ جنگ سے فرار کرنے سے مرجانا بہتر ہے آپ مطمئن رہیے' رسد نہ پہنچنے کی وجہ سے فوج میں ابتری پیدا نہ ہونے پائے گی۔ رکن الدولہ نے بھاگنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اس اثنا میں منصور بن قرا تکین کے لشکر میں رسد نہ پہنچنے کی وجہ سے بھگدڑ مچ گئی سب کے سب رے کی طرف چلے گئے۔ اصفہان کا محاصرہ چھوڑ دیا۔ رکن الدولہ نے اصفہان میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ شروع ۳۴۰ھ کا ہے' اسی سنہ کے ماہ ربیع الاول میں منصور بن قرا تکین رے پہنچ کر مر گیا اور اس کا لشکر نیشا پور لوٹ آیا۔

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ رکن الدولہ نے ۳۳۹ھ میں طبرستان اور جرجان پر قبضہ کر لیا تھا اور اپنی طرف سے جرجان کی حکومت پر حسن بن فیرزان کو مامور کیا تھا اور وشمگیر ابن سامان سے امداد حاصل کرنے کے لیے خراسان چلا گیا تھا۔ چنانچہ ابن سامان نے اپنے سپہ سالار لشکر منصور بن قرا تکین کو وشمگیر کی امداد پر مامور کیا' اس نے جرجان پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ مصالحت کے نامہ و پیام ہونے لگے۔ آخرکار منصور نے وشمگیر کے خلاف مرضی حسن سے مصالحت کر لی اور نیشا پور لوٹ آیا اور وشمگیر حسن کے پاس جرجان ہی میں ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد رکن الدولہ نے ۳۴۰ھ میں رے سے طبرستان اور جرجان پہنچ کر حسن بن فیرزان اور علی بن کنامہ کو بطور نائب مقرر کیا اور رے کی طرف لوٹ آیا۔ وشمگیر کو موقع مل گیا' فوجیں مہیا کر کے حسن اور علی پر چڑھ آیا' اتفاق یہ کہ ان دونوں کو شکست ہوئی۔ وشمگیر نے ان مقامات کو رکن الدولہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ امیر نوح سامانی کو عرض داشت لکھی۔ رکن الدولہ کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی۔

امیر نوح نے ابو علی بن محتاج کو خراسان کی افواج کا افسر بنا کر وشمگیر کی کمک پر روانہ کیا۔ ماہ ربیع الثانی میں ابو علی محتاج روانہ ہوا۔ رکن الدولہ قلعہ بند ہو گیا۔ ابو علی نے لڑائی چھیڑ دی۔ کافی دنوں تک لڑائیاں ہوتی رہیں' لڑتے لڑتے فوجیں تھک گئیں' اتنے میں موسم سرما آگیا' اس سے پریشانی بڑھ گئی۔ صلح کا نامہ و پیام شروع ہوا۔ دو لاکھ دینار سالانہ رکن الدولہ کو دینے کا اقرار کیا اور مصالحت ہو گئی۔ ابو علی بن محتاج خراسان واپس آیا۔ وشمگیر نے امیر نوح کو ابو علی ابن محتاج کی شکایت لکھ بھیجی کہ اس نے رکن الدولہ کے معاملہ میں مستعدی سے کام نہیں لیا بلکہ اس سے سازش کر لی ہے' امیر نوح کو اس سے غصہ پیدا ہوا' ابو علی کو حکومت خراسان سے معزول کر دیا' ابو علی بن محتاج کی واپسی کے بعد رکن الدولہ نے وشمگیر پر حملہ کیا۔ وشمگیر شکست کھا کر اسفرائن چلا آیا۔ رکن الدولہ نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔

خراسان میں بنی بویہ

امیر نوح نے ابو علی بن محتاج کو خراسان کی حکومت سے معزول کر کے ابو سعید بن بکر بن مالک فرغانی کو مقرر کیا۔ ابو علی بن محتاج نے معزول ہوتے ہی علم مخالفت بلند کر دیا۔ نیشا پور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔ حسن بن فیرازن کو اس سے سخت پیچ و تاب پیدا ہوا۔ وشمگیر کے ذریعے سے امیر نوح سے میل جول پیدا کیا' ابو علی بن محتاج کو ان لوگوں کی دشمنی کا خطرہ پیدا ہوا۔ رکن الدولہ سے حاضری کی اجازت طلب کی' چنانچہ ۳۴۳ھ میں اس کے پاس چلا گیا۔ رکن الدولہ عزت و احترام سے پیش آیا' ابو علی بن محتاج نے درخواست کی کہ آپ مجھے دربار خلافت سے خراسان کی گورنری دلوا دیجئے۔ رکن الدولہ نے اپنے بھائی معز الدولہ سے اس کی تحریک کی' معز الدولہ نے دربارِ خلافت سے ابو علی بن محتاج کو خراسان کی سند اور امدادی فوج بھیج دی۔ ابو علی محتاج خراسان پہنچا' خلیفہ اور رکن الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اس اثنا میں امیر نوح کا انتقال ہو گیا اس کا بیٹا عبدالملک تخت آرائے حکومت ہوا۔ ابو سعید بکر بن مالک کو بخارا سے ابو علی بن محتاج کی گوشمالی کے لیے خراسان کی طرف روانگی کا حکم دیا' جونہی ابو سعید خراسان کے قریب پہنچا ابو علی بن محتاج خراسان چھوڑ کر رے کی

طرف بھاگ گیا رُکن الدّولہ نے اسے پناہ دی اپنے پاس ٹھہرایا۔ ابو سعید خراسان پر قابض ہو گیا اس کے بعد رکن الدولہ نے جرجان کی جانب کوچ کیا۔ ابو علی اس کی رکاب میں تھا۔ ابو سعید نے جرجان چھوڑ دیا۔ رکن الدولہ نے اس پر قبضہ کر لیا۔

ابو سعید مہم خراسان اور ابو علی کو خراسان سے نکالنے کے بعد ۳۴۴ھ میں ابو علی کے تعاقب کی غرض سے رے اور اصفہان کی جانب بڑھا' اس وقت رکن الدولہ جرجان کی مہم میں مصروف تھا۔ قبضۂ جرجان کے بعد ماہ محرم میں رے کی طرف لوٹا۔ اپنے بھائی معز الدولہ کو یہ واقعات لکھ بھیجے' امداد کی درخواست کی معزّ الدولہ نے ابن سبکتگین کی ماتحتی میں فوجیں روانہ کیں۔ ابو سعید کی فوج کا ہراول خراسان سے جنگلی راستہ سے اصفہان پہنچ گیا۔ اصفہان میں امیر منصور بن بویہ بن رکن الدولہ موجود تھا۔ سپہ سالار ہراول محمد بن ماکان نے اصفہان پر قبضہ کر لیا اور امیر منصور کے تعاقب میں نکلا۔ اتفاق یہ کہ ابو الفضل بن عمید (رکن الدولہ کے وزیر) سے مڈبھیڑ ہو گئی' ایک دوسرے سے لڑ پڑے۔ محمد بن ماکان نے اس کو شکست دی، رکن الدولہ کی اولاد اور عورتیں اصفہان واپس آئیں۔ رکن الدولہ نے ابو سعید سپہ سالار لشکر خراسان سے ایک مقررہ سالانہ خراج پر مصالحت کا پیام دیا۔ رے اور جبل کو ضمانت میں دینے کا اقرار کیا ابو سعید اس پر راضی ہو گیا۔ باہم مصالحت ہو گئی۔ رکنُ الدولہ نے اپنے بھائی معز الدولہ کو لکھ بھیجا کہ دربار خلافت سے خلعت فاخرہ لو اور خراسان کی گورنری کی سند ابو سعید کو بھیج دو۔ چنانچہ ماہ ذی قعدہ سنہ مذکور میں معزّ الدولہ نے دربارِ خلافت سے ابو سعید کے پاس خلعتِ لوا اور سندِ گورنری خراسان بھیج دی۔

روز بھان کا خروج

روز بھان دنداد خرسیہ دیلم کے نامی سرداروں میں سے تھا۔ معز الدولہ کی وجہ سے اس کی بڑی شہرت ہوئی' اس نے اس کے نام کو مشہور کیا۔ ۳۴۵ھ میں روز بھان نے اہواز میں خروج کیا' اس کا بھائی اسفار بھی اس کا ہم خیال تھا (اسی زمانہ میں اس کے دوسرے بھائی بلکا نے شیراز میں علم مخالفت بلند کیا۔ وزیر السلطنت مہلبی نے روز بھان کے مقابلہ پر کمر باندھی' فوجیں جمع کر کے حملہ آور ہوا۔ ہم قوم ہونے کی وجہ سے وزیر مہلبی کے ہمراہیوں کی ایک بڑی جماعت روز بھان سے مل گئی۔ مجبوراً وزیر مہلبی کو لڑائی سے کنارہ کش ہونا پڑا۔ معز الدولہ کو اس واقعہ سے مطلع کیا چنانچہ معزّ الدولہ پانچویں شعبان سنہ مذکور میں دارالخلافت بغداد سے روزبھان سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ کسی ذریعہ سے یہ خبر ناصر الدولہ بن حمدان تک پہنچ گئی۔ اپنے بیٹے ابو الرجاء کو ایک بڑی فوج کے ساتھ دارالخلافت بغداد پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ خلافت مآب نے اس کی آمد کی خبر سن کر دارالخلافت چھوڑ دیا۔ معز الدولہ نے خلافت مآب کو سمجھا بجھا کر دارالخلافت واپس بلایا ساتھ ہی اس کے سبکتگین حاجب کو ابن حمدان کے لشکر کے مقابلہ پر بھیج دیا اور خود کوچ و قیام کرتا ہوا اہواز کے قریب پہنچ گیا۔

اس وقت دیلم میں ایک شورش پیدا ہو رہی تھی' سب کے سب روزبھان سے مل جانے پر تلے ہوئے تھے، صرف چند دیلمی اور ترک اس شورش میں شریک نہ تھے یہ وہ تھے جو معز الدولہ کے خاص ہوا خواہوں اور معتمدوں میں سے تھے۔ معز الدولہ نے دیلمیوں کا رنگ دیکھ کر داد و دہش شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دیلمی اپنے خیال سے باز آ گئے۔ آخر ماہ رمضان میں ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ روزبھان کی فوج میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ معز الدولہ فتح یاب ہوا۔ اثنا جنگ میں روزبھان گرفتار کر لیا گیا۔ اس کامیابی کے بعد معز الدولہ نے ابو الرجاء کی سرکوبی کی غرض سے دارالخلافت بغداد کی جانب نہایت تیزی سے کوچ کیا لیکن وہ ہاتھ نہ آیا کیونکہ عکبرا اسے روزبھان کی گرفتاری کا حال سن کر موصل کی طرف نہایت تیزی سے واپس ہو گیا تھا۔ اسی اثنا میں روزبھان موقع پا کر دجلہ میں ڈوب گیا۔

بلکا کی بغاوت

روزبھان کا بھائی بلکا جس نے شیراز میں خروج کیا تھا اس نے عز الدولہ کے شیرازۂ حکومت کو درہم برہم کر دیا۔ ابو الفضل بن عمید اس خبر کو سن کر عز الدولہ کی کمک پر فوجیں لے کر آ گیا انتہائی مردانگی سے جنگ چھیڑ دی اور کامیاب ہوا۔ عضد الدولہ بدستور شیراز میں

حکومت کرنے لگا۔ روزبھان اور اس کے بھائیوں کی حکومت کا اثر نیست و نابود ہو گیا۔ معز الدولہ نے ان سب دیلمیوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جنہوں نے فتنہ پردازی کی غرض سے روزبھان سے ملنے کی کوشش کی تھی اور ترکوں کو جاگیریں دیں، عزت بڑھائی، بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا جس سے ان کی قوت زیادہ ہو گئی۔

معز الدولہ کی موصل پر فوج کشی

ناصر الدولہ بن حمدان نے معز الدولہ سے دو لاکھ درہم سالانہ پر مصالحت کر لی تھی لیکن خراج ادا نہ کیا۔ معز الدولہ کو اس سے غصہ پیدا ہوا۔ ۳۴۷ھ کے نصف میں فوجیں جمع کر کے موصل پر چڑھائی کر دی، ناصر الدولہ موصل چھوڑ کر نصیبین چلا آیا اور اپنے تمام اراکین دولت وکلا کاتبوں اور مال داروں کو اپنے ہمراہ لیتا آیا، ان سب کو اپنے قلعوں کواشی، زعفران وغیرہا میں ٹھہرایا اور معز الدولہ کے لشکر کا سلسلہ رسد منقطع کر دیا۔ اس سے معز الدولہ کی فوج بھوکوں مرنے لگی۔ معز الدولہ نے نصیبین کے سر کرنے کی طرف توجہ کی، اتنے میں یہ خبر پہنچی کہ ابو الرجاء اور ہبتہ اللہ فوجیں لیے ہوئے بخارا آ گئے ہیں۔ معز الدولہ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو ان لوگوں پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا جس کا ابو الرجاء اور ہبتہ اللہ نے جوش و خروش سے خیر مقدم کیا۔ جنگ کا بازار گرم ہو گیا لیکن ناکامی کے ساتھ پسپا ہوئے۔ معز الدولہ کی فوج نے ان کے مورچوں پر قبضہ کر لیا اور انہیں کے خیموں میں اتر پڑی۔ اس کے بعد ناصر الدولہ کے لڑکوں نے معز الدولہ کی فوج پر دوبارہ حملہ کیا اور نہایت سختی سے اسے پسپا کیا اور سجار پر قبضہ کر کے وہیں قیام کر دیا۔

معز الدولہ اور ناصر الدولہ میں مصالحت

ناصر الدولہ یہ خبر پا کر کہ معز الدولہ نصیبین کی طرف آ رہا ہے۔ میافارقین چلا گیا، اس کے ہمراہیوں نے معز الدولہ سے امن حاصل کر لیا۔ جس سے ناصر الدولہ کی قوت کم ہو گئی۔ اپنے بھائی سیف الدولہ کے پاس حلب چلا گیا۔ سیف الدولہ نے بے حد تعظیم و تکریم کی انتہائی عزت سے ٹھہرایا اور درمیان میں پڑ کر معز الدولہ سے تین لاکھ سالانہ خراج پر مصالحت کرا دی۔ تکمیل صلح کے بعد معز الدولہ محرم ۳۴۸ھ میں عراق واپس آیا اور ناصر الدولہ موصل چلا گیا۔

بختیار کی ولی عہدی

۳۵۵ھ میں معز الدولہ مختلف امراض میں مبتلا ہو گیا۔ امراض کی شدت بڑھتی گئی، اپنی زندگی سے ناامید ہو کر اپنے بیٹے بختیار کو اپنا ولی عہد بنایا، خزانہ کی کنجیاں حوالہ کیں۔ اس کے حاجب سبکتگین اور وزیر السلطنت مہلبی میں ایک مدت سے جھگڑا اور رنجش آ رہی تھی۔ دونوں کو بلا کر باہم مصالحت کرا دی اور ان دونوں کو وصیت کی کہ بختیار کا ساتھ دینا۔ ابتری سے بچانا۔ نظام حکومت کو درست رکھنا۔ سبکتگین اور مہلبی نے اپنے آقائے نعمت کی وصیت کو غور سے سنا اور اس پر عمل کرنے کا اقرار کیا، معز الدولہ نے آب و ہوا کی تبدیلی کے خیال سے دار الخلافت بغداد سے اہواز کی جانب کوچ کیا، جب اسے یہ خبر پہنچی کہ اس کے اکثر ہمراہی کلواذا کے پاس جمع ہو رہے ہیں اور عنقریب کوئی فتنہ اٹھا چاہتا ہے، تو معز الدولہ کے حامیوں نے اہوازنہ جانے کی مخالفت کی اور اس کی رائے کی غلطی کو ظاہر کر کے یہ مشورہ دیا کہ آپ دار الخلافت بغداد فوراً واپس چلیے اور بغداد کے اطراف و جوانب میں کسی بلند مقام پر جہاں کی آب و ہوا اچھی ہو، قیام کیجیے ورنہ دار الخلافت بغداد سے آپ کا قبضہ اُٹھ جائے گا۔ معز الدولہ اس مشورہ کے مطابق دار الخلافت بغداد واپس آیا اور رہائش کے لیے ایک محل بنوایا جس کی تیاری میں ایک لاکھ دینار خرچ ہوئے، جن لوگوں نے کلواذا سے سازش کی تھی ان پر جرمانے کی سزائیں دیں۔

رکن الدولہ کا طبرستان جرجان پر قبضہ

۳۵۱ھ میں رکن الدولہ کو طبرستان کے قبضہ کی ہوس پیدا ہوئی۔ ان دنوں طبرستان میں وشمگیر حکومت کر رہا تھا۔ شہر ساریہ میں وشمگیر کا محاصرہ کیا۔ لڑائی ہوئی وشمگیر ساریہ چھوڑ کر جرجان چلا گیا۔ رکن الدولہ نے ساریہ پر قبضہ کر کے طبرستان کی طرف فوجیں بڑھائیں۔

وشمگیر مقابلہ نہ کر سکا طبرستان پر بھی رکن الدولہ کا قبضہ ہو گیا۔ نظم و نسق اور افسروں کی تقرری سے فارغ ہو کر جرجان پر دھاوا کیا۔ وشمگیر جرجان کو بھی خیرباد کہہ کر نکل کھڑا ہوا۔ پریشان حال گرتا پڑتا بلادِ جبل چلا گیا' رکن الدولہ نے جرجان پر بھی قبضہ کر لیا۔ لشکریانِ وشمگیر میں سے تین ہزار سپاہیوں نے امن کی درخواست کی' رکن الدولہ نے ان لوگوں کو امن دیا اور اپنی فوج میں شامل کر لیا۔ اس سے رکن الدولہ کی قوت بہت بڑھ گئی۔

بغداد میں شیعہ سنی فساد

اسی ۳۵۱ھ میں دارالخلافت بغداد کی مسجدوں پر معزّالدولہ کے حکم سے شیعوں نے لکھ دیا' معاویہ بن ابی سفیان پر لعنت ہو اور اس شخص پر لعنت ہو جس نے فاطمہؓ سے باغِ فدک چھین لیا اور اس پر بھی لعنت ہو جس نے حسنؓ کو ان کے دادا کے پاس دفن ہونے سے روکا اور اس پر بھی لعنت ہو جس نے ابو ذرؓ غفاری کو مدینہ منورہ سے شہربدر کیا اور اس پر بھی لعنت ہو جس نے عباسؓ کو مجلسِ شوریٰ سے نکال دیا"۔ چونکہ خلیفہ موم کی ناک کا بنا ہوا تھا معزّالدولہ جس طرف چاہتا تھا پھیر دیتا تھا۔ اس وجہ سے معزالدولہ کو اس کی جرأت ہوئی۔ صبح کو اہلِ سنت نے اسے مٹا دیا۔ معزّالدولہ نے دوبارہ لکھوانے کا قصد کیا۔ وزیر مہلبی نے رائے دی کہ اس کے بدلے صرف اس قدر لکھوائے "لعن اللّٰہ الظالمین لآل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم"۔ (آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو) اور معاویہؓ کے علاوہ اور کسی پر لعنت نہ لکھوائیے۔

وفات وزیر مہلبی

۳۵۲ھ میں مہلبی (معزّالدولہ کا وزیر السلطنت) عمان فتح کرنے کی غرض سے روانہ ہوا اور دریا کا سفر زیادہ طے نہیں کر پایا تھا کہ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا۔ مجبوراً" بغداد کی طرف لوٹا' اثناءِ راہ میں ماہ شعبان میں انتقال کر گیا۔ بغداد میں مدفون ہوا۔ معزّالدولہ نے وزیر مہلبی کے مرنے کے بعد اس کے مال و اسباب اور خزانہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے حامیوں اور ساتھیوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ ابو الفضل بن عباس بن حسن شیرازی اور ابو الفرج محمد بن عباس بن نساء اس کی جگہ کام کرنے لگا' یہ لوگ وزیر کے لقب سے ملقب و موسوم نہیں ہوئے۔

معزّالدولہ اور ناصر الدولہ

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ناصر الدولہ بن حمدان اور معزالدولہ سے باہم مصالحت ہو گئی تھی اور ناصر الدولہ نے موصل کو ضمانت میں دیا تھا۔ ناصر الدولہ نے مصالحت کے بعد ابو تغلب اور فضل اللہ غضنفر کو صلح میں داخل کرنا چاہا۔ معزالدولہ نے اس سے انکار کیا۔ باہم اختلاف پیدا ہوا۔ معزالدولہ نے فوجیں جمع کر کے ۳۵۳ھ کے نصف میں موصل پر چڑھائی کر دی۔ ناصر الدولہ موصل چھوڑ کر نصیبین چلا گیا۔ معزالدولہ نے موصل پر قبضہ کر کے بکتوزون اور سبکتگین عجمی کو مامور کیا۔ پھر ماہ شعبان سنہ مذکور کے نصف کو ناصر الدولہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ناصر الدولہ نے نصیبین کو چھوڑ دیا۔ معزّالدولہ نے اس پر قبضہ کر لیا' اس کے بعد ناصر الدولہ نے موصل پر حملہ کر دیا۔ معزالدولہ کے لشکر سے معرکہ آرا ہوا۔ معزالدولہ نے اس خبر کو سن کر موصل کی جانب کوچ کیا۔ ایک سخت لڑائی کے بعد معزّالدولہ کے لشکر نے ناصر الدولہ کو شکست دی' ناصر الدولہ نے جزیرہ عمر میں جا کر پناہ لی۔ معزالدولہ اس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ چھٹی رمضان کو جزیرہ ابن عمر پہنچا۔ ناصر الدولہ اپنے لڑکوں اور فوج کو جمع کر کے موصل پر آ اترا اور معزالدولہ کی فوج پر حملہ کر دیا' اس حملہ میں ناصر الدولہ کو کامیابی ہوئی۔ ان دونوں سرداروں کو جنہیں معزالدولہ نے موصل کا حاکم مقرر کیا تھا' گرفتار کر لیا۔ بہت سا مال و اسباب ہاتھ لگا۔ ناصر الدولہ نے قیدیوں کو مال و اسباب کے ساتھ قلعہ کواشی پہنچایا' معزالدولہ کو یہ خبر لگی تو وہ پھر موصل کی طرف دوڑا' ناصر الدولہ نے موصل چھوڑ دیا۔ غرض ناصر الدولہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف بھاگتا پھرتا تھا اور معزالدولہ اس کے تعاقب میں تھا۔ آخر کار معزّ

الدولہ نے زچ ہو کر صلح کا پیام دیا۔ ناصر الدولہ بھی روزانہ کی جنگ سے پریشان ہو گیا تھا مصالحت پر تیار ہو گیا۔ موصل دیار ربیعہ اور رحبہ بشرط ادائے خراج مقررہ ناصر الدولہ کے حوالے کر دیا۔ باہم مصالحت ہو گئی۔ ناصر الدولہ نے معز الدولہ کے قیدیوں کو رہا کر دیا اور معز الدولہ دارالخلافت بغداد واپس آیا۔

معزالدولہ اور قرامطہ

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ عمان' یوسف بن وجیہ کے قبضہ میں تھا۔ اس کی بنی بریدی سے مقام بصرہ میں لڑائی ہوئی تھی۔ عنوان جنگ ایسا ہو گیا تھا کہ بصرہ پر بنی بریدی کا قبضہ ہو جاتا یوسف نے جنگی کشتیوں پر آگ روشن کر دی اور آتش بازی کرنے لگا۔ اس وجہ سے بریدی بھاگ نکلا۔ یہ واقعہ ۳۳۲ھ کا ہے۔ پھر اسی سنہ میں اس کا غلام اٹھ کھڑا ہوا اور اسے مغلوب کرکے شہر پر قبضہ کر لیا۔ جب معز الدوا اور قرامطہ میں جھگڑا اور اختلاف پیدا ہوا تو یوسف والی عمان نے معز الدولہ کو بصرہ پر قبضہ کر لینے پر ابھارا اور اس سے براہ خشکی امداد کا خواست گار ہوا۔ چنانچہ معز الدولہ نے ۳۴۱ھ میں براہ دریا بصرہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے کوچ کیا۔ معز الدولہ کے پہنچنے سے پہلے وزیرالسلطنت مہلبی بھی فوجیں لے کر اہواز سے آپہنچا۔ معز الدولہ نے مالی اور فوجی امداد دی۔ مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخرکار مہلبی کو بحری لڑائی میں فتح نصیب ہوئی۔

قرامطیوں کے بصرہ پر حملے

اس زمانے سے قرامطہ برابر بصرہ پر حملے کرتے رہے یہاں تک کہ ۳۴۵ھ میں اس پر قابض ہو گئے اور رافع حاکم بصرہ بھاگ نکلا۔ علی بن احمد (قرامطہ کا سیکرٹری) شہر کی نگرانی کرنے لگا اور قرامطہ بدستور اپنے مرکز حکومت ہجر میں ٹھہرے رہے۔ قاضی شہر ایک ذی اثر شخص تھا۔ اس کے اعزہ و اقارب بھی کثرت سے تھے' خاندان بھی بہت بڑا تھا۔ اس نے قرامطہ کو کہلا بھیجا کہ کسی سردار لشکر کو شہر کی نگرانی کے لیے بھیج دیجئے۔ قرامطہ نے ابن طغان کو مامور کیا۔ ابن طغان بصرہ پہنچتے ہی ان تمام سرداروں کے ساتھ برے برتاؤ سے پیش آیا جو قاضی شہر کے ساتھ پہلے سے بصرہ میں موجود تھے' قاضی کے قرابت داروں کو یہ ناگوار گزرا سب نے جمع ہو کر بلوہ کر دیا اور ابن طغان کو گرفتار کرکے مار ڈالا۔ عبدالوہاب بن احمد بن مروان کو جو قاضی کے قرابت داروں سے تھا ابن طغان کی جگہ مقرر کیا۔ علی بن احمد (قرامطہ کے سیکرٹری) نے یہ واقعات قرامطہ کو لکھ بھیجے۔ قرامطہ نے بڑے غور و فکر کے بعد ان لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے لکھا چنانچہ ان لوگوں نے بیعت کر لی۔ قرامطہ نے انہیں اپنے لشکریوں کے برابر انعامات دیے۔ قرامطہ کے لشکریوں میں اس سے شورش پیدا ہو گئی۔ اہل بصرہ سے بھڑ گئے' جھگڑا بڑھنے نہیں پایا۔ لڑائی رک گئی لیکن سب نے متفق ہو کر عبدالوہاب کو شہر سے نکال دیا اور علی ابن احمد کو اپنا امیر بنا لیا۔

مُعزّالدّولہ کا عمان پر قبضہ

۳۵۵ھ میں معز الدولہ نے واسط کی جانب کوچ کیا اس کا بھائی کا غلام نافع بھی آگیا اور اسی کے پاس ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ عمران بن شاہین کی مہم سے اسے فراغت حاصل ہوئی۔ رمضان سنہ مذکور میں ابلہ چلا آیا اور ایک سو کشتیوں کا بیڑا عمان سر کرنے کے لیے روانہ کیا جس میں بے شمار سامان جنگ اور جنگ آور تھے۔ ابو الفتوح محمد بن عباس کو اس بیڑے کی افسری دی گئی۔ بیڑے کی روانگی کے بعد عضد الدولہ کے پاس فارس گیا اور اس سے امدادی فوجیں بھیجنے کے لیے کہا چنانچہ عضد الدولہ کی امدادی فوجیں سیراف میں جنگی بیڑہ سے آملیں سب نے متفق ہو کر عمان پر حملہ کیا۔ اہل عمان کی نوّے کشتیوں کو جلا ڈالا۔ نہایت سخت اور خون ریز جنگ کے بعد جمعہ کے دن جو کہ اسی سنہ کا یوم عرفہ تھا' ن پر معزّ الدولہ کا علم حکومت نصب کر دیا گیا' جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور عمان بھی اس کے مقبوضات میں داخل ہو گیا۔

وفات معز الدولہ

۳۵۵ھ میں معز الدولہ عمران بن شاہین سے لڑنے کے لیے واسط کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ ۳۵۶ھ میں مرض الموت میں مبتلا ہو کر دارالخلافت بغداد چلا آیا تھا اور اپنے ہمراہیوں کو واسط ہی میں چھوڑ آیا تھا۔ بغداد پہنچ کر مرض کی شدت بڑھ گئی۔ زندگی سے ناامید ہو کر اپنے لڑکے بختیار کو اپنا ولی عہد بنایا اور ماہ ربیع الثانی سنہ مذکور میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔

عزالدولہ بختیار بن معز الدولہ

عزالدولہ بختیار اپنے باپ معز الدولہ کی وفات کے بعد حکمرانی کرنے لگا۔ اپنے سپہ سالار فوج کو جو عمران بن شاہین سے واسط میں جنگ کر رہے تھے، مصالحت کرنے کے لیے لکھ بھیجا چنانچہ وہ مصالحت کرکے واپس آیا اور وصیتوں کے علاوہ جو کہ معز الدولہ نے اپنے بیٹے عزالدولہ کو کی تھی، یہ بھی وصیت تھی کہ تم اپنے چچا رکن الدولہ کی اطاعت سے نہ ہٹنا۔ اسی کے اشارہ اور حکم پر عملدر آمد کرنا اور اپنے برادر عم زاد عضد الدولہ کے مشورہ سے امور سلطنت انجام دینا۔ وہ تم سے عمر میں بھی زیادہ ہے اور اسے امور سیاسی میں بہت بڑا دخل ہے اور میرے سیکرٹریوں ابو الفرج بن عباس بن حسن اور حاجب سبکتگین سے اچھا برتاؤ کرنا۔ عز الدولہ نے ان وصایا میں سے ایک وصیت پر بھی عمل در آمد نہ کیا۔ لہو و لعب، گانے بجانے، گویوں اور عورتوں میں مصروف اور منہمک ہو کر امورِ سلطنت سے غافل ہو گیا۔ سیکرٹریوں اور حاجب کو اس سے نفرت پیدا ہو گئی، حاجب سبکتگین نے دربار میں آنا ترک کر دیا، عزالدولہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس لالچ میں کہ بہت سی جاگیریں ضبطی میں آجائیں گی، دیلم کے بڑے بڑے سرداروں کو اپنی حکومت سے نکلوا دیا۔ اس سے حکومت کا رعب و داب جاتا رہا۔ چھوٹی چھوٹی تنخواہ والے اٹھ کھڑے ہوئے ترکوں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور تنخواہوں میں اضافے کا مطالبہ کیا۔

دیلمی اپنے سرداروں کو واپس لانے کی غرض سے شہر چھوڑ کر صحرا و بیابان کی طرف نکل کھڑے ہوئے عزالدولہ انہیں روک نہ سکا۔ کیونکہ سبکتگین کو بھی اس سے سخت نفرت پیدا ہو گئی تھی اس وجہ سے عزالدولہ کے کاموں میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ ابو الفرج بن عباس سیکرٹری جس زمانے سے عمان فتح ہوا تھا، عمان ہی میں تھا۔ جب اسے معز الدولہ کے مرنے کی خبر لگی تو اس خوف سے کہ کہیں میرا دوست ابو الفضل عباس بن حسن تنہا ہی دولت بویہ کو اپنے قبضہ میں نہ لے لے، عمان عضد الدولہ کے سپرد کرکے دارالخلافت بغداد چلا آیا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پیشتر ابو الفضل عباس قلم دان وزارت کا مالک ہو چکا تھا اسے کچھ حاصل نہ ہوا۔

ابو علی بن الیاس کرمان سے بخارا امیر منصور بن نوح بن سامان کی خدمت میں امداد حاصل کرنے کی غرض سے گیا تھا۔ امیر منصور نے نہایت احترام اور عزت سے ملاقات کی۔ ابو علی نے اسے مقبوضات بنی بویہ پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دی اور حسن بن فیرزان کو رے پر فوج کشی کرنے کے لیے کہا چنانچہ ابو الحسن محمد بن ابراہیم بن سیمجور دواتی گورنر خراسان کو ایک بڑے لشکر کا افسر بنا کر روانہ کیا اور دشمگیر کی اطاعت اور اسی کے حکم پر کاربند ہونے کی ہدایت کر دی۔ ۳۵۶ھ میں یہ فوج روانہ ہوئی۔ رکن الدولہ نے اپنے اہل و عیال کو اصفہان بھیج دیا اور اپنے بیٹے عضد الدولہ کو فارس میں اور اپنے بھتیجے عزالدولہ بختیار کو بغداد میں یہ واقعات لکھ بھیجے اور امداد طلب کی۔ عضد الدولہ نے خراسان کی راہ سے فوجیں روانہ کیں۔ یہ ٹڈی دل دامغان سے فارس کی طرف روانہ ہوا۔ رکن الدولہ بھی رے سے اپنی فوجیں لے کر بڑھا۔ اس اثنا میں دشمگیر کی موت آگئی۔

دشمگیر کا واقعہ موت یوں پیش آیا کہ ایک روز دشمگیر کی خدمت میں چند گھوڑے پیش کیے گئے۔ دشمگیر نے ان میں سے ایک گھوڑا پسند کیا اور سوار ہو کر شکار کو نکلا۔ اتفاق یہ کہ ایک جنگلی سور سامنے آیا، دشمگیر نے تیر چلایا۔ نشانہ خطا ہو گیا، سور نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا۔ دشمگیر زمین پر آرہا اور مر گیا۔ اس کے ہمراہی منتشر ہو کر خراسان کی جانب لوٹ آئے۔

ابو علی بن الیاس

ابو علی بن الیاس نے بنی سامان کی حکومت کے زیر اثر کرمان پر قبضہ کر لیا تھا جیسا کہ ملوک بنی سامان کے حالات میں لکھا گیا ہے۔ کچھ عرصہ بعد ابو علی عارضۂ فالج میں مبتلا ہو گیا۔ جب مرض بڑھتا گیا تو اس نے اپنے بیٹے الیسع کے بعد دوسرے بیٹے الیاس کو ولی عہد مقرر کیا اور چونکہ سلیمان اور الیسع میں باہم اختلاف تھا اس وجہ سے الیسع کو یہ ہدایت کی کہ اپنے بھائی سلیمان کو بلاد روم کے مال و مقبوضات کی نگرانی کرنے کے لیے بلاد روم بھیج دینا لیکن سلیمان اس پر راضی نہ ہوا علیحدہ ہو کر فوجیں جمع کیں اور شیر خان پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ الیسع کو یہ خبر لگی لشکر آراستہ کر کے شیر خان پر چڑھائی کر دی اس نے اسے گرفتار کر لیا' موقع پا کر جیل سے بھاگ نکلا۔ لشکریوں نے جمع ہو کر پھر اس کی اطاعت کی اور اس کے باپ کی وجہ سے اس کی طرف مائل ہو گئے۔

عضد الدولہ اور الیسع کی جنگ

اس واقعہ کے بعد ابو علی خراسان چلا گیا پھر خراسان سے امیر ابو الحرث منصور کے پاس بخارا پہنچا اور اسے رے پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دی جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اس اثنا میں ۳۵۶ھ کا دور آ گیا' داعی اجل کو لبیک کہہ کر آخرت کا راستہ لیا اور کرمان پر الیسع کی حکومت قائم ہو گئی چونکہ عضد الدولہ کے بعض سرحدی مقامات الیسع کے مقبوضات سے ملے ہوئے تھے اس وجہ سے دونوں میں ایک قسم کی رنجش چلی آ رہی تھی۔ رفتہ رفتہ اس رنجش نے لڑائی کی صورت اختیار کر لی' عضد الدولہ کے بعض ہمراہی الیسع کے پاس چلے آئے الیسع کی جمعیت بڑھ گئی، عضد الدولہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن جنگ کے وقت الیسع کے لشکر نے ہتھیار ڈال دیے۔ اکثر سرداروں نے بھی امن کی درخواست کی' گنتی کے چند افراد اس کے پاس باقی رہ گئے مجبوراً" اہل و عیال اور مال و اسباب لے کر بخارا چلا آیا۔

عضد الدولہ نے کرمان میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا اور اپنے بیٹے ابو الفوارس کو جاگیر میں دے دیا' یہ وہی ابوالفوارس ہے جس نے عراق پر اپنی حکومت قائم کی اور شرف الدولہ کا لقب اختیار کیا تھا۔ عضد الدولہ کرمان پر قبضہ کرنے کے بعد اور کور تکین خشتان کو اپنی قائم مقامی عطا کر کے فارس کی جانب واپس ہوا۔ والی بجستان نے اظہار اطاعت کی عرض داشت روانہ کی اور عضد الدولہ کے نام کا خطبہ اپنے ہاں کی جامع مسجد میں پڑھا۔

الیسع کا انتقال

الیسع بخارا پہنچا' بنی سامان سے امداد کا خواستگار ہوا۔ بنی سامان کو الیسع کے قیام بخارا سے خطرہ پیدا ہوا۔ حکمت عملی سے بخارا سے نکال کر خوارزم بھیج دیا۔ الیسع اپنا مال و اسباب کرمان چھوڑنے کے وقت اطراف خراسان میں چھوڑ آیا تھا۔ ابو علی بن سیجور کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد الیسع کو خوارزم میں آشوب چشم کی شکایت ہو گئی۔ روز بروز آشوب چشم کی شکایت بڑھتی گئی۔ طبیبوں نے سر ُرد کی فصد لی جو اس کی موت کا ظاہری سبب ہوا' اس کے مرنے کے بعد کسی شخص کو الیاس کی اولاد میں سے کرمان کی حکومت نصیب نہ ہوئی۔

حسنویہ بن حسن کردی اور سلار کی جنگ

حسنویہ بن حسن کردی کرد کے سرداروں میں سے ایک نامور سردار تھا' اس نے مضافات دینور پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی تھی' جو قافلہ اس طرف سے گزرتا تھا اس کی چنگی وصول کرتا تھا۔ دیلمی فوجوں کو جو خراسان میں تھیں انہیں اس سے ہر وقت خطرہ رہتا تھا خود رکن الدولہ اس کی برائیوں سے ڈرتا رہتا تھا اکثر موقع پر دب جاتا تھا اتفاقاً حسنویہ اور سالار بن مسافر بن سلار سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ لڑائی کی نوبت پہنچ گئی۔ حسنویہ نے سلار کو شکست فاش دی اور اس کے لشکر گاہ اور سرداروں کو محاصرہ میں لے لیا' اس کے بعد حسنویہ نے لکڑی اور کوڑا جمع کرا کے آگ لگا دی۔ سلار کی فوج اور اس کے سردار اپنی موت کا احساس کر کے حسنویہ کے

حکم ماننے پر رضامند ہو گئے۔ حسنویہ نے ان لوگوں کو گرفتار کر کے ان میں سے اکثر کو قتل کر ڈالا۔

وزیر ابن عمید کی وفات

اس واقعہ سے رکن الدولہ کو دیلمیوں کی جانب داری اور ہم قوم ہونے کی وجہ سے جوشِ انتقام پیدا ہوا۔ اپنے وزیر ابو الفضل بن عمید کو فوجیں جمع کر کے حسنویہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ماہ محرم ۳۵۹ھ میں ابن عمید حسنویہ کی جانب روانہ ہوا۔ چونکہ عارضۂ نقرس میں ایک مدت سے مبتلا تھا۔ روزانہ سفر سے مرض کی شدت بڑھ گئی۔ میدان میں پہنچ کر اپنی وزارت کے چوبیسویں سال سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کے بجائے اس کا لڑکا ابو الفتح قلم دان وزارت کا مالک ہوا۔ یہ ایک نوجوان ملیح صورت اور اخلاق حسنہ سے متصف تھا۔ اس نے حسنویہ سے جس حال پر تھا مصالحت کر لی اور رکن الدولہ کی خدمت میں رے واپس آیا۔

وزیر السلطنت ابو الفضل ابن عمید مختلف علوم و فنون کا عالم، فصیح، بلیغ، کاتب، امور سیاست اور ملک داری سے کماحقہٗ واقف تھا اور اس کے ساتھ ہی نہایت درجہ خلیق، نرم مزاج اور شجاع بھی تھا۔ فنون جنگ کو خوب جانتا تھا۔ عضد الدولہ نے اسی سے سیاحت کی تعلیم پائی تھی اور فنونِ جنگ میں اس کا شاگرد تھا۔

اہلِ کرمان کی بغاوت

جس وقت عضد الدولہ نے کرمان پر قبضہ کر لیا جیسا کہ آپ ابھی پڑھ آئے ہیں تو پہاڑی جرگوں اور بادیہ نشینوں نے جمع ہو کر عضد الدولہ کی مخالفت اور بغاوت پر کمریں باندھیں۔ ان میں ابو سعید اور ان کے لڑکے تھے۔ عضد الدولہ نے کور تکین بن ختستان حاکم کرمان کی مدد پر عابد بن علی کو مامور کیا۔ عابد بن علی فوجیں لے کر جیرفت کی طرف بڑھا اور ان باغیوں سے معرکہ آرا ہوا اور انہیں شکست دے کر نہایت بے رحمی سے پامال کیا۔ نامی نامی سرداروں کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔ انہیں مقتولوں میں ابو سعید کا لڑکا بھی تھا۔ اس کے بعد عابد بن علی نے ان کا تعاقب کیا اور چند بار ان پر حملہ آور ہوئے اور خوب خوب پامال کیا۔ لوٹ مار کرتا ہوا ہرمز تک پہنچا اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ تیز اور مکران پر بھی قابض ہو گیا۔ ان میں سے ایک ہزار کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ مجبور ہو کر سب نے اطاعت قبول کر لی اور صدور اسلام کے قائم رکھنے میں راضی ہو گئے۔ اس کے بعد عابد بن علی نے ایک دوسرے گروہ کی سرکوبی کی غرض سے لشکر آرائی کی جو حرومیہ اور جاسکیہ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ خشکی اور دریا میں رہزنی کرتے دن دہاڑے مسافروں کے قافلے لوٹ لیتے تھے۔ سلیمان بن ابو علی بن الیاس ان کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ جب عابد بن علی نے ان پر حملہ کیا اور بزورِ تیغ پامال کرنے لگا تو انہوں نے علمِ حکومت کی اطاعت قبول کر لی جس سے ایک مدت تک ان ممالک میں امن و امان قائم رہا۔ کچھ عرصہ بعد پھر جمع ہو گئے اور رہزنی شروع کر دی۔ ذی قعدہ ۳۶۰ھ میں عضد الدولہ نے ان لوگوں کی گوشمالی کی غرض سے کرمان کی طرف کوچ کیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا کرمان تک پہنچا۔ عابد بن علی کو ان پر حملہ کرنے کی غرض سے بڑھنے کا حکم دیا۔

عابد بن علی نے نہایت تیزی سے جنگ کا آغاز کیا۔ بلوائی ایک تنگ و تاریک درہ میں اس خیال سے کہ یہ انہیں حملہ آوروں کے حملہ سے بچا لے گا داخل ہو گئے۔ لیکن عضد الدولہ کی فوج نے انہیں وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ ماہ ربیع الاول ۳۶۱ھ میں پوری طاقت سے حملہ کیا۔ ایک روز تو استقلال اور مردانگی سے مقابلہ کرتے رہے، شام ہوتے ہوتے شکست کھا کر بھاگ نکلے، بڑے بڑے سورما مارے گئے۔ مرد اور عورتیں لونڈی اور غلام بنائے گئے۔ صرف چند افراد کی جانیں بچیں امن کے خواستگار ہوئے امن دیا گیا اور ان پہاڑوں سے جلا وطن کر کے دوسرے مقام پر بھیج دیا گیا۔ عضد الدولہ نے ان مقامات میں کاشت کاروں کو آباد کیا جنہوں نے اپنے زورِ بازو سے زمین کو آباد کیا۔ عابد بن علی ان دیہاتی بلوائیوں پر برابر حملے کرتا چلا آیا تھا یہاں تک کہ ان کی جماعت ختم ہو گئی اور ان کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔

وزیر ابو الفضل عباس کا ظلم و ستم اور معزولی

معزالدولہ کے عہد حکومت اور اس کے بعد اس کے بیٹے عزالدولہ بختیار کے زمانہ حکومت میں بھی ابو الفضل عباس بن حسین قلم دان وزارت کا مالک تھا۔ رعایا کے ساتھ اس برتاؤ بہت سخت تھا اور بے حد ظلم کرتا تھا۔ لوگوں کے مال و اسباب چھین لیتا تھا امور دینی میں تفریط سے کام لیتا تھا اس نے اپنی وزارت کے زمانہ میں محلّہ کرخ بغداد میں آگ لگوا دی تھی جس میں تقریباً بیس ہزار آدمی جل گئے، تین سو دکانیں جل کر خاک سیاہ ہو گئیں۔ ۳۳ مسجدیں شہید ہوئیں۔ جس قدر مال و اسباب جلا اس کا کوئی شمار نہیں۔ اس محلے کے رہنے والے سب شیعہ تھے۔ جب وزیر السلطنت ابو الفضل کی حالت ابتر ہوئی مطالبات کی زیادتی ہوئی مصارف دو چند سہ چند ہو گئے اور آمدنی کافی نہ ہو سکی تو عزالدولہ نے اسے معزول کر دیا۔ اس نے اس کے تمام مصاحبوں اور حامیوں سے بہت سا روپیہ بطور جرمانہ کے وصول کیا۔ محمد بن بقیہ ایک کفایت شعار محنتی اور زراعت پیشہ شخص تھا۔ کسی ذریعہ سے عزالدولہ تک رسائی ہو گئی باورچی خانے کی ملازمت کر لی اپنے سر پر خوان لاتا اور عزالدولہ کو کھانا کھلاتا۔ محمد بن بقیہ کے اچھے دن آ گئے، قلم دان وزارت اس کے حوالے کر دیا کام جیسا چاہیے تھا چلنے لگا۔ جرمانے کی وجہ سے بد نظمیاں دور ہو گئیں۔ تھوڑے دن بعد یہ روپیہ خرچ ہو گیا تو پھر وہی ابتری پیدا ہو گئی۔ فوجی سپاہیوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ لٹیروں اور بازاریوں کا فتنہ پھیل گیا سارا بغداد فتنہ و فساد میں مبتلا ہو گیا۔ عزالدولہ اور ترکوں میں مال کی کمی کی وجہ سے ان بن ہو گئی۔ ان دنوں ترکوں کا سردار سبکتگین تھا۔ سبکتگین کی عزالدولہ سے نفرت حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ محمد بن بقیہ نے درمیان میں پڑ کر صلح صفائی کرانے کی کوشش کی۔ سبکتگین کو سمجھا بجھا کر عزالدولہ کے پاس لے آیا اور مصالحت کرا دی ترکوں کی ایک جماعت بھی سبکتگین کے ساتھ عزالدولہ کے پاس آئی تھی ایک دیلمی غلام نے سبکتگین پر حملہ کر دیا۔ سبکتگین نے اپنے غلاموں کو پکارا غلاموں نے دیلمی غلام کو گرفتار کر لیا۔ سبکتگین کو اس سے شبہ پیدا ہوا کہ غالباً عزالدولہ کی سازش سے دیلمی غلام نے یہ حرکت کی ہے۔ سبکتگین نے اس غلام کو عزالدولہ کے پاس بھیج دیا۔ عزالدولہ نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس سے سبکتگین کا شک اور قوی ہو گیا۔ یہ خیال کر لیا کہ عزالدولہ نے افشائے راز کے خیال سے اسے قتل کیا ہے۔ اس وجہ سے باہمی منافرت اور بڑھ گئی۔ فتنہ کا دروازہ بڑھ گیا۔ دیلم نے سبکتگین کے قتل کرنے پر کمر باندھی عزالدولہ نے انہیں بہت سا روپیہ دے کر راضی کر لیا اور فتنہ دب گیا۔

ابو تغلب بن ناصر الدولہ

جس وقت ابو تغلب بن ناصر الدولہ بن حمدان نے اپنے باپ کو قید کر کے جیل[1] میں ڈال دیا اور حکومت موصل کا تنہا مالک بن بیٹھا اس کے بھائیوں نے ہر طرف سے مخالفت کا علم بلند کر دیا۔ احمد اور ابراہیم (یہ دونوں تغلب کے بھائی تھے) عزالدولہ کے پاس پہنچے اپنے بھائی کے مظالم بیان کر کے امداد کی درخواست کی۔ عزالدولہ نے مدد دینے کا وعدہ کیا اور یہ اقرار کیا کہ میں تمہارے ساتھ چل کر تمہارے مقبوضات تمہیں دلا دوں گا لیکن پھر کسی وجہ سے اس وعدہ کو پورا نہ کر سکا۔ ابراہیم اپنے بھائی ابو تغلب کے پاس چلا آیا۔ اتنے میں وہ زمانہ آ گیا کہ محمد بن بقیہ کو وزارت کا عہدہ دیا گیا تھا اور ابو الفضل معزول کر دیا گیا۔

عزالدولہ کا موصل پر قبضہ

محمد بن بقیہ نے ابو تغلب کو خط لکھا۔ ابو تغلب نے القاب و آداب لکھنے میں کمی کی اس بنا پر ابن بقیہ نے عزالدولہ کو قبضہ موصل پر ابھارا چنانچہ عزالدولہ فوجیں جمع کر کے (نویں ربیع الثانی ۳۶۳ھ کو مقام دیر اعلیٰ) موصل پر جا اترا۔ ابو تغلب اس سے مطلع ہو کر موصل

---

[1] یہ واقعہ ۳۵۶ھ ماہ جمادی الاولیٰ یوم شنبہ کا ہے گرفتاری کا سبب یہ تھا کہ ناصر الدولہ زیادتی امن کی وجہ سے بد اخلاق ہو گیا تھا۔ اپنی اولاد اور اپنے مصاحبوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا ان کے اغراض و مقاصد کی مخالفت کرتا تھا اس وجہ سے ابو تغلب نے حملہ کر کے گرفتار کر لیا اور قلعہ میں قید کر دیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۴۹۔

چھوڑ کر سنجار چلا گیا۔ رسد، غلہ، خزانہ اور دفاتر سے موصل کو خالی کر دیا۔ پھر سنجار سے دارالخلافت بغداد کو روانہ ہو گیا۔ اثناء راہ میں کسی سے معترض نہ ہوا بلکہ اس کے تمام ہمراہی اپنی ضروریات کی چیزوں کو اسی قیمت پر خریدتے تھے جس قیمت پر عوام خرید کرتے تھے۔ عزالدولہ نے بھی ابو تغلب کے پیچھے پیچھے وزیر السلطنت محمد بن بقیہ اور حاجب سبکتگین کی ماتحتی میں فوجیں روانہ کیں اور وزیر السلطنت محمد بن بقیہ بغداد میں داخل ہو گئے اور حاجب سبکتگین حربی میں ٹھہر گیا اس وقت ابو تغلب بغداد کے قریب پہنچ گیا تھا۔ فتنہ پردازوں کی بن آئی شور و شر پیدا کر دیا۔ شیعوں اور سُنیوں میں بھی جھگڑا ہو گیا۔ جنگِ جمل[۱] کی نقل نکالی، یہ سب فتنہ و فساد دارالخلافت بغداد کے غربی جانب برپا ہو رہا تھا، شرقی بغداد میں امن و امان تھا۔

ابو تغلب اور عزالدولہ میں مصالحت

ابو تغلب نے دارالخلافت بغداد کے قریب پہنچ کر محمد بن بقیہ وزیر اور حاجب سبکتگین کے قریب مقام حربی میں قیام کیا، دونوں میں خفیف سا جھگڑا ہوا۔ پھر دونوں نے درپردہ سازش کر لی، قرار پایا کہ خلیفہ کو معزول کر دیا جائے۔ اس کے بجائے دوسرا شخص تختِ خلافت پر متمکن کیا جائے۔ وزیر ابن بقیہ اور عزالدولہ کو گرفتار کر لیا جائے اور جب یہ سب باتیں ہو جائیں تو زمامِ حکومت سبکتگین کو دی جائے اور ابو تغلب حکومت موصل پر چلا آئے لیکن سبکتگین فتنہ کے خیال سے رک گیا، اتنے میں ابن بقیہ وزیر آ گیا پھر دونوں مل گئے اور امور سلطنت انجام دینے لگے۔ ابو تغلب کو صلح کا پیغام دیا چنانچہ ابو تغلب نے خراج سابق کے علاوہ تین ہزار من غلہ دینے کا اقرار کیا۔ شرائط صلح میں یہ بھی تھا کہ اپنے بھائی حمدان کو اس کے مقبوضات، املاک ماردین سب دے دے۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد سبکتگین نے عزالدولہ کو اس سے مطلع کیا اور موصل سے آنے کے لیے لکھا اور ابو تغلب بغداد سے موصل پہنچ گیا۔ عزالدولہ موصل کی دوسری سمت میں پڑاؤ ڈالے تھا۔ اہل موصل ابو تغلب کو دیکھ کر اظہار محبت کرنے لگے کیونکہ انہیں اس کی عدم موجودگی کے زمانہ میں عزالدولہ کی فوج کے قیام کی وجہ سے بہت تکلیفیں پیش آئی تھیں۔ عزالدولہ کو اس سے خطرہ پیدا ہوا دوبارہ صلح نامہ لکھا گیا۔ اہل موصل بھی صلح میں داخل کر لیے گئے۔ اس مرتبہ ابو تغلب نے یہ بھی شرط لگائی تھی کہ میں آئندہ سے اپنے کو سلطان کے لقب سے ملقب کروں گا اور میری بیوی (دختر عزالدولہ) مجھے دے دی جائے۔ چنانچہ صلح ہو جانے کے بعد عزالدولہ بغداد کی جانب واپس ہوا۔ اہلِ موصل نے گھی کے چراغ جلائے، سارے شہر میں چراغاں کیا گیا۔

ابو تغلب کی عہد شکنی واطاعت

عزالدولہ راستہ ہی میں تھا کہ اسے یہ خبر لگی کہ موصل میں جس قدر میرے حامی اور دوست تھے انہیں ابو تغلب نے قتل کر ڈالا۔ اس خبر کو سن کر مقام کحیل میں قیام کر دیا اور اپنے وزیر محمد ابن بقیہ اور حاجب سبکتگین کو موصل پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا اور خود بھی کحیل سے موصل کی جانب لوٹ پڑا۔ دیر اعلیٰ میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالے۔ ابو تغلب نے عزالدولہ کی آمد کی خبر سن کر موصل چھوڑ دیا۔ یعفر کے ٹیلے پر آ کر ٹھہرا اور وزیر السلطنت اور عزالدولہ کی خدمت میں اپنے کاتب ابن عرس اور اپنے مصاحب ابن حوقل کو معذرت کی غرض سے بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میری لاعلمی میں یہ واقعہ ہو گیا ہے، عزالدولہ نے اس عذر کو منظور و قبول کر لیا۔ مصالحت بدستور قائم رہی۔ عزالدولہ بغداد کی جانب واپس ہوا اور ابو تغلب موصل واپس آیا۔ عزالدولہ نے اپنی بیٹی (زوجہ ابو تغلب) کو ابو تغلب کے پاس بھیج دیا، ان دونوں کی مصالحت اسی پر قائم و مستحکم ہو گئی۔

---

[۱] سنیوں نے ایک عورت کو اونٹنی پر سوار کرایا اور اس کا نام عائشہ رکھا اور ان میں سے کوئی طلحہ بنا کوئی زبیر بنا۔ اسی طرح شیعوں نے بھی ایک شخص کو علی بنایا۔ غرض اسی قسم کے لغو تماشے بنا کر ہر دو فریق خوب لڑے۔ یہ واقعات ۳۶۳ھ کے ہیں۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۸ صفحہ ۲۴۹۔

ترکوں اور دیلمیوں میں فساد

عزالدولہ اور اس کے باپ معزالدولہ کی فوج میں دو قومیں تھیں' ایک تو دیلم تھے جو اسی کی قوم تھی دوسرے ترک تھے جو اس کے پاس رہ کر پناہ گزین ہوئے تھے۔ فوج کی جمعیت بہت زیادہ ہو گئی تھی' مصارف کی کوئی انتہا نہ تھی' آمدنی کی کمی سے تنگی ہونے لگی۔ فوجیوں نے شور مچایا' ہلڑ مچاتے ہوئے موصل کی طرف گئے مگر موصل سے کچھ ہاتھ نہ لگا تب اہواز کی جانب متوجہ ہوئے کہ والیٔ اہواز سے کچھ حاصل کریں۔ عزالدولہ ان کے ساتھ ساتھ تھا۔ سبکتگین بغداد میں رہ گیا تھا' اہواز پہنچے تو گورنر اہواز نے بہت سا مال کثیر التعداد روپیہ اور قیمتی قیمتی تحائف و ہدایا پیش کیے جس سے عزالدولہ کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ فکر میں ڈوب گیا کہ کسی طرح اہواز کو لینا چاہیے کسی نتیجہ پر نہیں پہنچا تھا کہ اتفاقاً ایک دیلمی اور ایک ترکی غلام میں کچھ جھگڑا ہو گیا' ہر ایک نے اپنی اپنی قوم کو پکارا' ترکی اور دیلمی مسلح ہو کر نکل پڑے۔ قتل و خون ریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ عزالدولہ نے فتنہ و فساد ختم کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ دیلم نے یہ رائے دی کہ ترکوں کے سرداروں کو مصالحت کے حیلے سے بلا کر قید کر لیجیے تو فتنہ و فساد ختم ہو جائے گا۔ عزالدولہ نے اس رائے کے مطابق روسا اور سرداران ترک کو بلا کر قید کر لیا۔ دیلم کی بن پڑی آزاد ہو گئے' ترکوں کو جی کھول کر لوٹا پامال کیا' ترک بے سردار ہو گئے' پریشان ہو کر منتشر ہو گئے' بصرہ میں منادی کرا دی گئی کہ ترکوں کا خون مباح ہے جہاں پاؤ مار ڈالو۔ کوئی مقام ایسا نہ تھا جہاں پر ترک قتل نہ کیے گئے ہوں۔

سبکتگین کے خلاف سازش

سبکتگین کے مقبوضات اور جاگیر پر عزالدولہ نے قبضہ کر لیا اور اپنی ماں اور بھائیوں کو دارالخلافت بغداد میں پوشیدہ طور پر یہ کہلا بھیجا کہ تم لوگ یہ مشہور کر کے کہ عزالدولہ مر گیا ہے' رونا پیٹنا شروع کر دو۔ سبکتگین یہ سن کر تعزیت کے لیے ضرور آئے گا اور جب وہ آئے تو گرفتار کر لینا۔ عزالدولہ کے بھائی اور ماں نے اس کی ہدایت کے مطابق گریہ و زاری سے ایک شور برپا کر دیا' سبکتگین کو اس کا یقین نہ ہوا اور اس کی کرید میں لگ گیا۔ عقدہ یہ کھلا کہ یہ سب فریب اور مکر ہے' اس کے پردے میں کوئی راز ہے۔ سبکتگین نے دریافت حال کی غرض سے ابو اسحاق (برادر عزالدولہ) کو بلا بھیجا' ماں نے روک دیا' اتنے میں ترکوں کا ایلچی پہنچ گیا اس نے سارا قصہ گوش گزار کر دیا۔ اس وقت سبکتگین نے سوار ہو کر ترکی فوج کو اپنے ساتھ لیا اور عزالدولہ کے مکان کا جا کر محاصرہ کر لیا۔ دو دن تک محاصرہ کیے رہا تیسرے دن آگ لگا دی۔ ابو اسحاق اور ابو طاہر پسران معزالدولہ کو گرفتار کر کے واسط بھیج دیا۔ عزالدولہ کے تمام مال و اسباب اور مکانات پر قبضہ کر لیا' دیلم کے مکانات میں ترکوں کو ٹھہرایا۔ عوام الناس بھی ترکوں کی مدد پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ سُنّی شیعہ سے بھڑ گئے کرخ کو جلا دیا جہاں پر شیعوں کی آبادی تھی اور اپنے دلوں کا غبار خوب جی کھول کر نکالا[1]۔

ترکوں کی بغاوت

عزالدولہ اور سبکتگین میں جھگڑا ہونے پر ترکوں نے ہر شہر میں بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا' چاروں طرف بدامنی پھیل گئی۔ عزالدولہ کے غلاموں اور خادموں نے بھی ترکی نسل ہونے کی وجہ سے کام چھوڑ دیا' باغی ہو گئے۔ بصرہ سے ترکوں کے بڑے بڑے مشائخ عزالدولہ کے پاس آئے اور اس کے افعال پر جو اس نے ترکوں کے ساتھ کیے تھے' ملامت کی ناراضگی کا اظہار کیا۔ دیلم کے سرداروں نے بھی اسے نصیحت کی اور اس خیال سے کہ ترکوں کا جوش کم ہو جائے گا' ترکوں کو قید سے رہا کر دینے کی ہدایت کی۔ عزالدولہ نے ان لوگوں کے سمجھانے سے ترکوں کو قید سے رہا کر دیا۔ اس پر بھی ترکوں کا جوش کم نہ ہوا۔ تمام ممالک میں فتنہ و فساد برپا تھا۔ امن و امان کا نشان تک باقی نہ رہا۔

۱۔ یہ واقعات ماہ ذی قعدہ ۳۶۳ھ کے ہیں۔ دیکھو تاریخ ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۳۵۱۔

عزالدولہ کی امداد طلبی

تب عزالدولہ نے پریشان ہو کر اپنے چچا رکن الدولہ اور اس کے بیٹے عضد الدولہ کو ان حالات سے مطلع کیا اور امداد کی درخواست کی۔ ابو تغلب بن حمدان سے امداد چاہی اور لکھا کہ اگر آپ اس وقت میری امداد پر کمربستہ ہو آکر جائیں تو میں آپ کا سالانہ خراج معاف کر دوں گا۔ عمران بن شاہین سے بھی مدد کی درخواست کی۔ چنانچہ رکن الدولہ نے ایک لشکر وزیر السلطنت ابو الفتح ابن عمید کی ماتحتی میں روانہ کیا اور اپنے بیٹے عضدالدولہ کو حکم دیا کہ تم فوجیں لے کر وزیر السلطنت کے ساتھ عزالدولہ کی کمک پر روانہ ہو جاؤ۔ عضد الدولہ اس حکم کے مطابق روانہ ہو تو گیا لیکن کچھ دور چل کر انتظار میں ٹھہر گیا کہ عزالدولہ کی حالت ذرا ابتر ہو تو میں عراق پر قبضہ کر لوں۔ ابو تغلب نے عزالدولہ کے لکھنے پر اپنے بھائی ابو عبداللہ حسین بن حمدان کو ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ ابو عبداللہ نے تکریت میں پہنچ کر قیام کیا اور بغداد سے سبکتگین اور ترکوں کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔ الغرض سبکتگین ترکوں کے ساتھ بغداد سے نکل کر واسط کی طرف عزالدولہ سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ خلیفہ طالیبع جسے اس نے تختِ خلافت پر متمکن کیا تھا اور اس کے باپ معزول خلیفہ مطیع کو بھی اپنے ساتھ لیا' دیر عاقول میں پہنچ کر معزول خلیفہ مطیع کا انتقال ہو گیا۔ سبکتگین علیل ہو کر مر گیا۔ دونوں جنازے بغداد میں لا کر دفنائے گئے۔

عضد الدولہ اور ترکوں کی جنگ

اس کے بعد ترکوں نے سبکتگین کی جگہ الپتگین کو اپنا سردار بنایا' وہ کوچ و قیام کرتا ہوا واسط پہنچا۔ عزالدولہ واسط ہی میں تھا محاصرہ کر لیا۔ پچاس دن تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی ہر لڑائی میں کامیابی کا جھنڈا ترکوں ہی کے ہاتھ رہا۔ عزالدولہ سخت مصیبتوں میں گھر گیا تھا۔ عضد الدولہ کے پاس بار بار خط بھیجتا تھا اور اپنی امداد پر اسے تیار کرنا چاہتا تھا۔ جب عضد الدولہ کو معتبر ذریعوں سے معلوم ہو گیا کہ عزالدولہ ترکوں کے ہاتھوں تنگ ہو گیا ہے تو واسط کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ لشکر فارس اس کی رکاب میں تھا' ابو القاسم ابن عمید اس کے باپ کا وزیر السلطنت بھی اہواز اور رے کی فوجوں کے ساتھ تھا' الپتگین اور ترک اس خبر کو سن کر واسط سے دارالخلافت بغداد کی طرف واپس ہوئے۔ ابو تغلب اس وقت بغداد ہی میں تھا۔ اس خبر کو سن کر ابو تغلب نے بغداد کو چھوڑ دیا۔ اتنے میں الپتگین بغداد میں داخل ہو گیا۔ عزالدولہ طبہ (یا ضبہ بن مسجد) اسدی والی عین التمر اور بنی شیبان کو لکھ بھیجا کہ تم لوگ دارالخلافت بغداد میں رسد و غلہ کی آمد روک دو اس سے بغداد میں خوردنی چیزوں کی قیمتیں بے حد بڑھ گئیں' لوگ بھوکے مرنے لگے۔ عضد الدولہ نے مشرقی بغداد میں قیام کیا اور عزالدولہ غربی بغداد میں اترا۔ الپتگین اور ترکوں نے بغداد سے نکل کر معرکہ کار زار گرم کیا اور پندرھویں جمادی الثانی ۳۶۴ھ میں دیالی اور مدائن کے درمیان عضد الدولہ کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ بہت بڑی لڑائی ہوئی' ہزاروں جانیں کام آئیں۔ سینکڑوں ترک دجلہ میں ڈوب کر مر گئے۔ ترکوں کو شکست ہوئی۔ تکریت کی جانب بھاگے۔ عضد الدولہ نے دارالخلافت بغداد میں داخل ہو کر محل سرائے شاہی میں قیام کیا۔

اس واقعہ کے بعد عضد الدولہ نے الپتگین اور ترکوں سے خلیفہ طالیبع کی واپسی کا مطالبہ کیا جسے الپتگین اور ترک زبردستی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ترکوں نے عضد الدولہ کے اس مطالبہ پر خلیفہ طالیبع کو بغداد واپس کر دیا۔ آٹھویں رجب سنہ مذکور میں براہ دجلہ خلیفہ طالیبع بغداد پہنچا' عضد الدولہ نے نہایت خوشی سے استقبال کیا' محل سرائے خلافت میں لا ٹھہرایا۔

عضد الدولہ کی حکمت عملی

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ عضد الدولہ کی یہ ساری کارروائیاں محض اس غرض سے تھیں کہ اسے عراق کی حکومت مل جائے لیکن اس کے ساتھ ہی اپنے باپ رکن الدولہ سے بھی ڈرتا تھا کہ مبادا اس کے مزاج کے خلاف نہ ہو کیونکہ وہ اپنے بھتیجے عزالدولہ کو بے حد پیار کرتا تھا اس وجہ سے عزالدولہ نے لشکریوں کو ابھار دیا۔ لشکریوں نے تنخواہیں بڑھانے اور انعامات کے مطالبات پیش کئے اور ہلڑ مچا دیا۔ غریب عزالدولہ کے پاس کیا تھا؟ نام کی حکومت اس کے قبضہ میں تھی' خزانہ خالی پڑا تھا خراج کہیں سے آتا نہ تھا' ملک ویران اور کھیتیاں

برباد تھیں۔

عزالدولہ کی گرفتاری

عضد الدولہ نے یہ رنگ دیکھ کر کہلا بھیجا بھائی جان آپ نے ناحق اپنے کو ان مصیبتوں میں گرفتار کر رکھا ہے، آپ امارت سے مستعفی ہونے کا اظہار تو کیجیے' ابھی لشکریوں کے ہوش درست ہوئے جاتے ہیں' میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں درمیان میں پڑ کر لشکریوں سے مصالحت کرا دوں گا۔ عزالدولہ اس کے دھوکہ میں آگیا امارت سے مستعفی ہو کر دارالامارت کے دروازے بند کر دیئے۔ عضد الدولہ نے عزالدولہ کے سرداران لشکر کی موجودگی میں عزالدولہ کو بظاہر ان معاملات کے سلجھانے کو لکھا اور درپردہ یہ کہلا بھیجا کہ آپ اس سے انکار کر جائیں اور معاملات کے سلجھانے پر ہرگز رضا مندی ظاہر نہ کیجیے میں آپ کا ہر طرح سے معین و مددگار ہوں۔ تین دن تک کاغذی گھوڑے دوڑتے رہے۔ ادھر وہ لشکریوں کو ابھار رہا تھا کہ تم لوگ اپنے مطالبات سے دست کش نہ ہونا ادھر عزالدولہ کو یہ سمجھاتا تھا کہ تم اپنی بات پر اڑے رہو ابھی ان لشکریوں کا مزاج درست ہوا جاتا ہے۔ جب شور و شر بڑھا فتنہ و فساد کی نوبت پہنچ گئی تو عضد الدولہ نے عزالدولہ کو گرفتار کر لیا اور لشکریوں کو جمع کر کے ان کے مطالبات سنے' عزالدولہ کی مجبوری اور امارت سے استعفی دینے کو ظاہر کیا۔ لشکریوں کو تسلی دی انعامات دینے کا وعدہ کیا اور تنخواہوں کے بڑھانے کا اقرار کیا۔ شور و شر ختم ہو گیا۔

خلیفہ طایع اور عضد الدولہ

چونکہ خلافت مآب کو عزالدولہ سے دلی رنجش تھی' اس وجہ سے عزالدولہ کی گرفتاری سے بے حد خوش ہوا۔ عضد الدولہ کے پاس مبارکباد دینے گیا۔ عضد الدولہ اسی تعظیم و تکریم سے پیش آیا جو خلفائے بغداد کی کمزوری کی وجہ سے ختم ہو گئی تھی اس کے بعد دارالخلافت بغداد کی درستی کی طرف متوجہ ہوا۔ متواتر فسادات سے جو عمارتیں خراب و مسمار ہو گئی تھیں، ان کے بنانے کا حکم دیا۔ خلافت مآب کے مقبوضات خاص کو درست کرنے کی کر ہمت باندھی' قیمتی قیمتی تحائف دربار خلافت میں پیش کیے۔[1]

عضد الدولہ اور ابن بقیہ کی جنگ

عضد الدولہ نے ایک لشکر محمد ابن بقیہ کو زیر کرنے کے لیے روانہ کیا۔ محمد بن بقیہ مقابلہ پر آیا۔ عمران بن شاہین کی فوج بھی اس کے ساتھ تھی۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی، عضد الدولہ کی فوج میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ محمد بن بقیہ نے عضد الدولہ کے مکروفریب' عزالدولہ کی گرفتاری اور اس لڑائی کے حالات رکن الدولہ کو لکھے۔ رکن الدولہ نے اس سے خوشنودی ظاہر کرتے ہوئے ان لوگوں کو عضد الدولہ کی مخالفت پر مستقل اور ثابت قدم رہنے کی ہدایت کی اور یہ بھی لکھا کہ عضد الدولہ کو ہوش میں لانے اور عزالدولہ کو بدستور حکومت دینے کی غرض سے عنقریب عراق روانہ ہوا چاہتا ہوں، گردونواح کے امرا کو جب ان حالات سے آگاہی ہوئی تو وہ بھی عضد الدولہ کے مخالف

یہ واقعہ چھبیسویں ماہ جمادی الثانی ۳۶۴ ھ کا ہے۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۳۵۷ مطبوعہ مصر۔

۲۔ عز الدولہ کا بیٹا زیان بصرہ کا حاکم تھا اسے جب اس کے باپ عزالدولہ کی گرفتاری کی خبر پہنچی تو بے حد رنجیدہ ہوا۔ عضد الدولہ کی مخالفت پر ساتھ لٹرا ہوا۔ رکن الدولہ کی خدمت میں عضد الدولہ اور وزیر ابن عمید کی شکایت کا عریضہ روانہ کیا۔ حمایت اور امداد کی درخواست کی۔ رکن الدولہ اس خبر کو سن کر بے ہوش ہو کر تخت سے گر پڑا۔ مدتوں اس صدمہ اور رنج سے بیمار رہا۔ محمد بن بقیہ عزالدولہ کی گرفتاری کے بعد عضد الدولہ کی خدمت میں رہنے لگا۔ عضد الدولہ نے اسے واسط کی حکومت پر متعین کیا جب محمد بن بقیہ واسط پہنچا اور واسط کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی تو عزالدولہ کی گرفتاری کی وجہ سے عضد الدولہ سے باغی اور مخالف ہو گیا، عمران بن شاہین کو عضد الدولہ کے مکرو فریب اور عزالدولہ کی گرفتاری کے واقعات لکھ بھیجے اور اسے اپنا ہم خیال اور مددگار بنا لیا۔ سہل بن بشیر وزیر ا لکین جسے عضد الدولہ نے صوبہ اہواز پر مامور کیا تھا۔ وہ محمد بن بقیہ سے مل گیا کیونکہ یہ بھی عضدوالہ کے دام فریب میں پھنس چکا تھا۔

۲۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۵۹ جلد ۸ مطبوعہ مصر۔

بن بیٹھے۔ فارس سے مالی اور فوجی امداد ختم ہو گئی۔ دشمنوں نے چاروں طرف سے سر اٹھایا اور دارالخلافت بغداد کے علاوہ کوئی شہر یا قصبہ عضد الدولہ کے قبضہ میں باقی نہ رہا۔ بغداد کی بھی یہ حالت ہو گئی کہ عوام الناس بھی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔

رکن الدولہ اور عضد الدولہ

عضد الدولہ نے اپنے باپ رکن الدلہ کی خدمت میں ایک عریضہ ابو الفتح ابن عمید کی معرفت روانہ کرنا چاہا جس میں اہل بغداد کی شورش اطراف و جوانب کے امراء کی مخالفت اور عزالدولہ کے حالات تفصیل سے لکھے تھے اور یہ بھی لکھا تھا کہ ایسی حالت میں اگر عزالدولہ کے ہاتھ میں عنان حکومت دی جائے گی تو مملکت اور خلافت سے ہاتھ دھونا پڑے گا اگر آپ مجھے عراق کی حکومت تین کروڑ سالانہ خراج پر مرحمت فرما دیں تو میں عزالدولہ کو آپ کی خدمت میں رے بھیج دوں گا ورنہ اسے اور اس کے بھائیوں اور اس کے تمام گروہ والوں کو مار ڈالوں گا۔ اور ملک کو خراب اور ویران کر کے چھوڑ دوں گا۔ ابن عمید اس خط کے لے جانے سے ڈرا' یہ رائے دی کہ آپ اس خط کو کسی دوسرے شخص کی معرفت روانہ کیجئے' میں بھی اس کے بعد آپ کے والد رکن الدولہ کی خدمت میں پہنچ جاؤں گا اور بطور مشیر کے اس درخواست کو منظور کرنے کی رائے دوں گا اور منظور کرا دوں گا۔ عضد الدولہ اس پر راضی ہو گیا اور اپنے قاصد کو خط دے کر روانہ کر دیا۔ رکن الدولہ نے اولاً" حاضری کی اجازت نہ دی پھر کچھ سوچ کر قاصد کو دربار میں بلایا۔ خط سننے لگا۔ غصہ سے کانپ اٹھا تلوار کھینچ کر قتل کرنے کو دوڑا' قاصد بھاگا' جب غصہ اتر گیا تو قاصد کو طلب کر کے نہایت بُرے اور سخت الفاظ میں جیسا کہ اس کے دل میں تھا' اس سے بھی زیادہ نالائم الفاظ سے جواب دے کر قاصد کو واپس کیا۔

عزالدولہ کی رہائی

اس کے بعد وزیر ابو الفتح ابن عمید پہنچا۔ رکن الدولہ نے اس سے بات تک نہ کی۔ قید کر دیا۔ مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ لوگوں نے سفارش کی' سمجھایا کہ اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اس نے پیام پہنچانے کے بہانے سے اپنے کو عضد الدولہ کے پنجہ غضب سے چھڑایا ہے ورنہ اس کی مخلصی محال تھی۔ رکن الدولہ کا غصہ یہ سن کر ختم ہو گیا' حاضری کی اجازت دی' تبادلہ خیال ہوا وزیر ابن عمید نے اقرار کیا کہ عزالدولہ کو قید سے رہا کرا کے بدستور عراق کی حکومت دلا دوں گا اور عضد الدولہ کو فارس واپس کر دوں گا غرض ابن عمید رکن الدولہ سے رخصت ہو کر عضد الدولہ کے پاس پہنچا۔ اس کے باپ رکن الدولہ کی برہمی اور تیاری سے مطلع کیا۔ عضد الدولہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' اسی وقت عزالدولہ کو قید کی مصیبت سے آزاد کر دیا اور بطور اپنے نائب کے عراق کی حکومت پر مامور کیا' خُطبہ اور سکہ اپنے نام کا رکھا۔ چونکہ عزالدولہ میں ملک داری کی قابلیت نہ تھی اس وجہ سے اپنے بھائی ابو اسحاق کو سردار لشکر بنایا اور جو کچھ اس کا مال و اسباب تھا سب کا سب بعینہٖ واپس کر دیا اور وزیر ابو الفتح کسی ضرورت سے بغداد چھوڑ گیا[1]۔ وزیر ابو الفتح عضد الدولہ کی روانگی کے بعد مجالس لہو و لعب میں ایسا مصروف و منہمک ہوا کہ عضدالدولہ کے حکم کے خلاف رکن الدولہ کی خدمت میں نہ گیا۔ اتنے میں ابن بقیہ آ پہنچا۔ اس نے عزالدولہ اور عضد الدولہ کی مخالفت اور دلی کدورت کو اور ترقی دی' طرح طرح کے فتنہ برپا کیے' مال گزاری وصول کر لی' اپنے خزانہ کو بھر لیا اور نہایت نامناسب طریقہ سے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ عزالدولہ کو اس کی مدافعت کی فکر ہوئی۔ ابن بقیہ نے اس سے مطلع ہو کر اپنی حرکات چھوڑ دیں۔

---

[1] ماہ شوال ۳۶۴ھ میں عضد الدولہ فارس کی جانب واپس ہوا تھا اس کی روانگی کے بعد ابن عمید نے عزالدولہ سے میل جول پیدا کر لیا تھا جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۳۵۹ مطبوعہ مصر۔

معرکۂ صحار

معزالدولہ کے مرنے کے بعد اس کا گورنر ابو الفرج بن عباس' عمان کو چھوڑ کر بغداد روانہ ہوا اور عضد الدولہ کو یہ کہلا بھیجا کہ میں عمان کی حکومت سے دست بردار ہوتا ہوں، آپ کسی کو عمان پر اپنی طرف سے مقرر کر دیجیے چنانچہ عضد الدولہ نے عمر بن تبہان طلائی کو سند حکومت عطا کی۔ اس تبدیلی سے زنگیوں کو موقع مل گیا، جمع ہو کر عمان پر چڑھ آئے اور عمر بن تبہان کے قبضہ سے نکال لیا۔ عضد الدولہ کو اس کی خبر پہنچی۔ ایک بڑا لشکر کرمان سے زنگیوں کو سرکرنے کی غرض سے روانہ کیا، ابو حرب طغان اس فوج کا سردار تھا۔ یہ لشکر براہ دریا عمان کی جانب بڑھا اور ابو حرب طغان خشکی کی راہ سے روانہ ہوا۔ عمان کے ایک قصبہ صحار نامی میں ایک ہی روز ابو حرب اور اس کا لشکر پہنچ گئے۔ فوج خشکی پر اتر آئی اور زنگیوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ اس لڑائی میں ابو حرب کو کامیابی نصیب ہوئی۔ زنگی بھاگ گئے۔ ابو حرب نے صحار پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۳۶۲ھ کا ہے۔ اس کے بعد زنگیوں نے صحار سے ۱۰ میل کے فاصلے پر مقام بدین رستاق میں پھر لشکر جمع کیا اور لڑائی کی تیاری کرنے لگے۔ ابو حرب نے ان پر اچانک حملہ کر کے ایسا پامال کیا کہ پھر سر نہ اٹھا سکے۔ فتنہ و فساد ختم ہو گیا اور امن و امان قائم ہو گیا۔

جنگ دما

اس واقعہ کے بعد عمان کے پہاڑوں سے شراۃ کا ایک گروہ نکلا جس کا سردار ورد بن آباد نامی ایک شخص تھا۔ ان لوگوں نے حفص بن راشد کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنا خلیفہ بنایا۔ رفتہ رفتہ ان کی جمعیت بڑھ گئی، قرب و جوار کے شہروں پر قبضہ کرنے لگے۔ عضد الدولہ نے ان لوگوں کی سرکوبی پر مظفر بن عبداللہ کو مامور کیا اور براہِ دریا روانگی کا حکم دیا۔ چنانچہ مظفر نے صوبہ عمان پہنچ کر اہلِ جرجان پر حملہ کیا۔ اہل جرجان مقابلہ نہ کر سکے میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مظفر نے دما کی طرف فوج کو بڑھنے کا حکم دیا۔ دما صحار سے چار منزل کے فاصلہ پر تھا۔ اس مقام پر شراۃ سے مقابلہ ہوا، نہایت سخت اور خون ریز جنگ ہوئی۔ ورد بن حفص (شراۃ کا سردار) یزدا کی طرف بھاگا اور حفص بن راشد (شراۃ کا خلیفہ) یمن جا پہنچا اور معلم بن گیا۔ آتش فساد بجھ گئی جھگڑا فساد رفع ہو گیا۔ عضد الدولہ کی حکومت کے سب مطیع ہو گئے۔[1]

طاہر اور موتمر کی جنگ

طاہر بن صمہ (یا صمتہ) حرومیہ کے گروہ میں سے تھا اس نے عضد الدولہ سے خراج ادا کرنے کی شرط پر چند شہروں کی حکومت حاصل کر لی تھی اور بہت سا مال اور روپیہ جمع کر لیا تھا۔ جس وقت عضد الدولہ مہم عراق پر روانہ ہوا اور اپنے وزیر مظہر بن عبداللہ کو عمان سرکرنے کو بھیجا۔ کرمان پر کوئی بھی حکمران نہ تھا۔ طاہر کو قبضہ کرمان کی خواہش ہوئی، حرومیہ کے سواروں اور پیادوں کو جمع کیا۔ اتفاق یہ کہ اسی زمانہ میں ملوک بن سامان کے علاقوں میں سے ایک ترکی سردار موتمر نامی ابن میجور والی خراسان سے بگڑ گیا تھا۔ طاہر نے موتمر سے خط و کتابت کی کرمان پر قبضہ کرنے کا لالچ دیا۔ موتمر اس پر راضی ہو گیا چنانچہ دونوں متفق ہو کر ان کی جانب روانہ ہوئے۔ اثنا راہ میں طاہر کے ہمراہیوں میں سے چند لوگوں نے موتمر پر حملہ کر دیا۔ موتمر کو اس سے شبہ پیدا ہوا اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے طاہر سے لڑ پڑا۔ طاہر کو شکست ہوئی۔ حسین ابن علی ابن الیاس کو خراسان میں اس واقع کی اطلاع ہوئی، طاہر اور موتمر کی باہمی مخالفت کی وجہ سے ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی۔ فوجوں کو جمع کیا اور سامان جنگ مہیا کر کے روانہ ہو گیا۔

---

[1] فاضل ابن اثیر لکھتا ہے کہ جنگ دما کے بعد شراۃ کا سردار ورد اور ان کا خلیفہ حفص یزی کی طرف بھاگ گیا تھا جو انہی پہاڑوں کا ایک قصبہ تھا۔ مظفر نے تعاقب کیا۔ پھر جنگ ہوئی باقی ماندگان بھی کام آ گئے۔ اسی واقعہ میں ورد بھی مارا گیا۔ حفص یمن بھاگ گیا اور وہاں پہنچ کر معلمی کرنے لگا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۸ صفحہ ۲۵۶ مطبوعہ مصر۔

کرمان کے باغیوں کی سرکوبی

اس اثنا میں مظہر ابن عبداللہ کو عمان کی مہم سے فراغت حاصل ہو گئی تھی‘ عضد الدولہ نے اسے کرمان کی بغاوت ختم کرنے پر مامور کیا۔ چنانچہ مظہر ۳۶۴ھ میں کرمان کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں جس قدر باغی اور سرکش تھے سب کو زیر و زبر کرتا ہوا شہر قیم کے قریب بحالت غفلت موتمر کے سر پر پہنچ گیا۔ موتمر مقابلہ نہ کر سکا۔ بھاگ کر قم میں پناہ لی۔ مظہر نے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا آخر کار موتمر نے امن کی درخواست کی اور طاہر کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے مظہر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مظہر نے طاہر کو قتل کی سزا دی اور موتمر کو کسی قلعہ میں قید کر دیا۔ یہ اس کا آخری دور تھا۔ اس کے بعد مظہر نے حسین بن علی پر حملہ کیا‘ جیرفت کے دروازہ پر لڑائی ہوئی۔ سخت اور خون ریز جنگ کے بعد حسین کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بہت سے ہمراہی قید کر لیے گئے۔ اس کے بعد حسین کی کوئی خبر نہیں ملی۔ مظہر مظفر و منصور واپس ہوا۔ کرمان کی بغاوت فرو ہو گئی۔

عضد الدولہ کی ولی عہدی

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ رکن الدولہ اپنے بیٹے عضد الدولہ سے عزالدولہ کو گرفتار کرنے کی وجہ سے ناراض تھا۔ چنانچہ ۳۶۵ھ میں اسی وجہ سے بیمار ہو گیا۔ رے سے اصفہان کی جانب روانہ ہوا۔ وزیر السلطنت ابو الفتح بن عمید نے عرض کی کہ حضور کی بیماری روز بروز بڑھتی جا رہی ہے مناسب رائے یہ ہے کہ عضد الدولہ کی خطا معاف فرما کر طلب فرما لیجیے اور اپنا ولی عہد مقرر فرمائیے۔ رکن الدولہ نے ابو الفتح کی تحریک سے عضد الدولہ کو فارس سے طلب کیا اور اپنے تمام لڑکوں کو حاضری کا حکم دیا‘ اتنے میں رکن الدولہ کے مرض میں کچھ کمی محسوس ہونے لگی۔ وزیر ابن عمید نے اسی خوشی میں بہت بڑا جلسہ کیا‘ رکن الدولہ اور اس کے لڑکوں اور تمام سرداران لشکر اور امرا و اراکین سلطنت کی دعوت کی‘ رکن الدولہ نے کھانے سے فارغ ہو کر اپنے بیٹے عضد الدولہ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ دوسرے بیٹے موید الدولہ کو اصفہان اور اس کے تمام صوبوں پر مامور کیا۔ ان دونوں کو وصیت کی کہ اپنے بھائی عضد الدولہ کی رائے سے انتظام سلطنت کرنا اور سر مو اس کے حکم سے تجاوز نہ کرنا۔

رکن الدولہ کی وفات

عضد الدولہ نے تمام سپہ سالاروں‘ سرداروں اور فوجیوں کو صلے اور خلعت دیے‘ اس کے بھائیوں اور سرداران لشکر نے شاہی آداب سے مبارک باد دی۔ رکن الدولہ نے بھی ان لوگوں کو خلعت مرحمت کیے‘ اختلاف چھوڑنے اور باہم اتفاق کی وصیت کی اور اصفہان سے رے کی جانب واپس ہوا۔ یہ مہینہ رجب ۳۶۵ھ کا تھا‘ رے پہنچ کر مرض میں پھر زیادتی ہوئی۔ ستر مرحلے عمر کے طے کر کے ماہ محرم ۳۶۶ھ میں وفات پائی۔ چوالیس سال حکومت کی۔

رکن الدولی کی سیرت و کردار

رکن الدولہ نہایت حلیم سخی اور امور سیاست کا ماہر لشکریوں اور رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کرنے والا ظلم اور سختی سے متنفر‘ قتل و خون ریزی سے بچنے والا‘ عالی ہمت بلند حوصلہ شخص تھا‘ اہل علم کے ساتھ بہ احسان پیش آتا اور ان کی عزت کرتا تھا‘ احسان کرنے کو بہت زیادہ پسند کرتا تھا‘ مساجد کی آبادی کا بہت خیال رکھتا تھا۔ ماہ رمضان میں نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے مسجد میں جاتا تھا۔ غریبوں کو اپنی جیب خاص سے دیتا تھا۔ علماء اور صُلحاؒ سے اس کی مجلس آراستہ کی جاتی تھی۔ نرم دل ہونے کے باوجود رعب داب میں بھی یکتا تھا۔ عہد و اقرار کا پکا جو بات اس کے منہ سے نکلتی تھی پتھر کی لکیر ہوتی تھی۔ صلہ رحمی کا اسے بہت خیال تھا‘ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس میں بہت خوبیاں تھیں۔

عضد الدولہ اور عزالدولہ کی جنگ

رکن الدولہ کے وفات پا جانے پر عضد الدولہ قبائے حکمرانی زیب تن کر کے تختِ حکومت پر متمکن ہوا۔ عزالدولہ اور اس کے وزیر ابن بقیہ نے قرب و جوار اور سرحدی بلاد کے حکمرانوں اور معزالدولہ بن رکن الدولہ اور حسنویہ کردیہ وغیرہما کو عضد الدولہ کی مخالفت پر ابھارنا شروع کیا۔ شدہ شدہ اس کی خبر عضد الدولہ تک پہنچ گئی فوجیں جمع کر کے عراق کے ارادہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ عزالدولہ بھی لشکر آراستہ کر کے مقابلہ کی غرض سے واسط چلا آیا۔ ابن بقیہ کی رائے سے اہواز کی طرف بڑھا۔ ماہ ذیقعدہ ۳۶۶ھ میں لڑائی چھڑ گئی۔ عزالدولہ کے بعض سرداران لشکر عضد الدولہ سے مل گئے اس سے عزالدولہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ میدان جنگ سے واسط کی طرف چلا اور عضد الدولہ نے اس کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور فتح مند لشکر نے شہر کو لوٹ لیا۔ عزالدولہ کی شکست کے بعد عمران بن شاہین نے بہت سا مال اور روپیہ اور سامان جنگ بطور ہدیہ عزالدولہ کے پاس بھیجے اور بطیح بلا بھیجا۔ چنانچہ عزالدولہ بطیح چلا گیا اور وہاں سے واسط کی طرف روانہ ہوا۔

عضد الدولہ کی بصرہ پر فوج کشی

عضد الدولہ نے فتح یابی کے بعد ایک فوج بصرہ پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کی وجہ یہ تھی کہ اہل بصرہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا بصرہ والے تو عضد الدولہ کی طرف مائل ہو گئے اور قبیلہ ربیع نے عزالدولہ کا دم بھرنا شروع کیا تھا۔ عزالدولہ کے شکست کھانے کے بعد مضر نے عزالدولہ کو بصرہ کے حالات لکھ بھیجے اور بصرہ پر قبضہ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس بنا پر عضد الدولہ نے اپنی فوجیں بصرہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کیں۔ عضد الدولہ کی فوج نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔

قبائل مضر و ربیعہ میں مصالحت

عزالدولہ نے واسط پہنچ کر قیام اختیار کیا اور وزیر السلطنت ابن بقیہ کو عضد الدولہ کو راضی کرنے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ حکومت و دولت پر اسے غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ اور جو کچھ خراج آتا تھا اسے یہ خود دبا بیٹھتا تھا گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ عضد الدولہ سے صلح کا نامہ و پیام شروع کیا۔ ابھی عزالدولہ نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ حسنویہ کردی کے دونوں لڑکوں (عبدالرزاق اور بدر)[1] ایک ہزار سواروں کی جمعیت سے امداد کو آپہنچے۔ عزالدولہ نے عضد الدولہ سے جنگ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر بغداد کی جانب روانہ ہوا اور بغداد پہنچ کر قیام کیا۔ حسنویہ کردی کے لڑکے اپنے باپ کے پاس واپس آئے۔ عضد الدولہ نے بصرہ کی طرف کوچ کیا۔ مضر اور ربیعہ کے اختلافات اور جھگڑوں کو جو ایک سو بیس برس سے چلے آرہے تھے رفع دفع کر کے باہم مصالحت کرا دی۔

وزیر السلطنت ابن عمید کا ادبار

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ عضد الدولہ کی روانگی کے وقت وزیر السلطنت ابو الفتح ابن عمید کسی ضرورت سے بغداد ہی میں رہ گیا تھا۔ عضد الدولہ کے چلے جانے کے بعد ابن عمید نے عزالدولہ سے میل جول پیدا کیا۔ عزالدولہ اور ابن عمید میں باہم یہ عہد و پیمان ہو گیا تھا کہ رکن الدولہ کے مرنے کے بعد قلم دان وزارت کا مالک ابن عمید ہو گا۔ اس کے علاوہ ابن عمید عضد الدولہ اور اس کے باپ رکن الدولہ کے حالات سے عزالدولہ کو برابر مطلع کرتا جاتا تھا اور عزالدولہ کا پرچہ نویس ان سب واقعات سے عضد الدولہ کو خبردار کر رہا تھا۔ عضد الدولہ پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا تھا۔ جب اپنے باپ رکن الدولہ کے بعد تخت آرائے حکومت ہو ا تو اپنے بھائی فخر الدولہ کو رے میں لکھ بھیجا کہ ابن عمید نمک حرام وزیر کو اس کے اہل و عیال سمیت گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جائے مال و اسباب جو کچھ ہاتھ لگے اس پر قبضہ کر لو مکانات کو گرا کر منہدم کر دو۔ ابو الفضل بن عمید کو ابو الفتح کی حرکات اور عضد الدولہ سے مخالفت کی وجہ سے اس خطرہ کا

1. یہ دونوں نام تاریخ کامل ابن اثیر سے لکھے گئے۔ دیکھئے تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۶۷ مطبوعہ مصر۔

احساس ہو گیا جو پیش آیا۔

وزیر ابن بقیہ کا انجام

۳۶۷ھ میں عضد الدولہ نے عزالدولہ کے پاس بغداد میں ایک مراسلہ روانہ کیا، مضمون یہ تھا کہ میرے حکم کے مطابق عراق چھوڑ کر جہاں چاہو چلے جاؤ۔ میں تمہیں مال و اسباب اور سامان جنگ غرض کہ تمام ضروریات کی چیزیں دوں گا۔ چونکہ عزالدولہ عیش و نشاط میں مصروف ہو کر اپنی قوت فنا کر چکا تھا چاروناچار اطاعت قبول کی[1] محمد بن بقیہ (وزیرالسلطنت) کی آنکھیں نکلوا کر عضد الدولہ کی خدمت میں بھیج دیں اور دارالخلافت کو خیرباد کہہ کر شام کی جانب روانہ ہو گیا۔

عضد الدولہ کا عراق پر قبضہ

عضد الدولہ شادمانی کا ڈنکا بجاتا ہوا دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا۔ جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ یہ پہلا شخص ہے جس کے نام کا خطبہ دارالخلافت میں پڑھا گیا ورنہ اس سے پہلے خلافت مآب کے علاوہ اور کسی کے نام کا خطبہ نہیں پڑھا جاتا تھا۔ دروازہ پر تین بار نوبت بجنے کا حکم دیا۔ یہ بھی اس کی ایک ایجاد تھی ورنہ اس سے پیشتر جو بادشاہ گزر چکے ہیں انہوں نے یہ حرکت نہیں کی تھی۔ محمد ابن بقیہ کو ہاتھی کے نیچے ڈلوا دیا۔ مر گیا۔ سر کاٹ کر دجلہ کے پل پر صلیب پر چڑھا دیا۔ یہ واقعہ ماہ شوال ۳۶۷ھ کا ہے۔

عزالدولہ کی عہد شکنی

عزالدولہ دارالخلافت سے نکل کر رفتہ رفتہ عکبرا پہنچا۔ حمدان بن ناصر الدولہ بن حمد عزالدولہ کے ساتھ حمدان نے رائے دی کہ شام کے بجائے موصل چلیے کیونکہ شام کی بہ نسبت موصل زیادہ زرخیز اور اچھا ہے۔ چنانچہ عزالدولہ نے حمدان کے مشورہ کے مطابق موصل کی جانب قدم بڑھائے حالانکہ عضد الدولہ نے موصل نہ جانے کا عہد لیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ابو تغلب اور عزالدولہ کا آپس میں اتحاد تھا لیکن جب عزالدولہ نے بدعہدی کر کے موصل کی جانب قدم بڑھائے اور سفر و قیام کرتا ہوا تکریت پہنچا۔ ابو تغلب نے عزالدولہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم میرے بھائی حمدان کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ہو کر عضد الدولہ سے معرکہ آرائی کروں گا اور بزور تیغ تمہارے تمام مقبوضات دلوا دوں گا۔ عزالدولہ اس پیام کو سن کر جامہ سے باہر ہو گیا۔ حمدان کو اسی وقت گرفتار کرا کے ابو تغلب کے سفیر کے حوالے کر دیا اور حدیثہ کی جانب روانہ ہوا۔ حمدان پابہ زنجیر ابو تغلب کے پاس پہنچا۔ ابو تغلب نے جیل میں ڈال دیا اور بیس ہزار سواروں کی جمعیت سے عزالدولہ سے آملا۔ اور اس کے ساتھ ہو کر عضد الدولہ سے جنگ کے لیے بغداد کی جانب کوچ کیا۔

عضد الدولہ کو اس کی خبر لگی، لشکر جمع کر کے بغداد سے نکل پڑا۔ اطراف میں معرکہ آرائی ہوئی۔ عضد الدولہ نے دونوں حریفوں کو شکست دی، ابو تغلب بن حمدان موصل کی جانب بھاگ گیا اور عزالدولہ گرفتار ہو کر عضد الدولہ کے روبرو پیش کیا گیا۔ ابو الوفا طاہر بن اسماعیل نے جو کہ عضد الدولہ کے نامی اور باثر سرداروں میں سے تھا، عزالدولہ کے قتل کی رائے دی۔ عضد الدولہ نے طاہر کی رائے کے مطابق عزالدولہ کو اس کی حکومت کے بارہ برس کے بعد قتل کر ڈالا اور اس کے اکثر ہمراہیوں اور سرداروں کو بھی مار ڈالا۔

عضد الدولہ اور تغلب

ابو تغلب اور عزالدولہ کی شکست کے بعد عضد الدولہ نے ابو تغلب کا تعاقب کیا، پندرھویں ذی قعدہ ۳۶۷ھ میں موصل پہنچ کر قبضہ

1۔ جب عزالدولہ کے حکم پر اطاعت قبول کر لی تو عضد الدولہ نے خلعت فاخرہ سے عزالدولہ کو سرفراز کیا اور لکھ بھیجا کہ محمد بن بقیہ کو میرے پاس بھیج دو۔ عزالدولہ نے محمد بن بقیہ کی آنکھیں نکال کر بھیج دیں۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۷۴ جلد ۸ مطبوعہ مصر۔

کر لیا اور اس خیال سے جیسا کہ اس سے پہلے میرے بزرگوں کے ساتھ واقعات رونما ہوئے تھے' رسد و غلہ اور کثیر چارہ اپنے ہمراہ لیتا گیا تھا چنانچہ اطمینان کے ساتھ موصل میں قیام کیا اور ابو تغلب پر حملہ کرنے کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ ابو تغلب موصل سے بھاگ کر نصیبین پہنچا اور جب اسے وہاں بھی پناہ کی صورت نظر نہ آئی تو میافارقین چلا گیا' عضد الدولہ نے ایک لشکر ابو طاہر بن محمد کی ماتحتی میں بخارا کی جانب اور دوسرا ابو حرف تغان کی ماتحتی میں جزیرہ بن عمر کی طرف' تیسری فوج کا ابو الوفا کو سردار بنا کا میافارقین روانہ کی۔ ابو تغلب نے اس خبر کو سن کر اپنے اہل و عیال کو میافارقین میں چھوڑ دیا۔ تدلیس (یا بدلیس) چلا گیا۔ ابو الوفاء نے میافارقین پہنچ کر قبضہ کرنا چاہا اہل میافارقین[1] نے دروازے بند کر لیے اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ ابو الوفاء نے میافارقین کو چھوڑ کر ابو تغلب کا تعاقب کیا' کوچ و قیام کرتا ہوا اردن روم پہنچا۔ اور اردن روم سے حسنیہ (صوبہ جزیرہ) کی خاک چھانی لیکن ابو تغلب ہاتھ نہ آیا۔ بہ مجبوری میافارقین واپس آیا اور محاصرہ کر لیا۔ ابو تغلب میافارقین سے نکل کر تدلیس ہوتا ہوا اردن روم میں داخل ہوا اور اردن روم سے روانہ ہو کر حسینہ پہنچا پھر حسینہ سے قلعہ کواشی چلا گیا اور وہاں کے مال و خزانہ کو لے لیا۔ اسی زمانے میں عضد الدولہ نے دیار بکر کے تمام قلعوں کو فتح کر لیا۔ ابو تغلب قلعہ کواشی سے رحبہ چلا آیا' باقی رہے اس کے ہمراہی وہ ابو الوفاء کے پاس آئے' ابو الوفاء نے انہیں امن دیا اور خود موصل واپس ہوا۔

اس کامیابی کے بعد دیار مضر بھی عضد الدولہ کے قبضہ میں آ گئے' سلامہ برقعیدی ابو تغلب کی طرف سے رحبہ پر حکومت کر رہا تھا۔ سعد الدولہ نے ایک فوج حلب سے رحبہ سر کرنے کے لیے روانہ کی' دونوں فریقوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں' سلامہ کو نیچا دیکھنا پڑا۔ ابو تغلب کے تمام مفتوحہ علاقہ جات برور' ملاسی' برقی' سفیانی اور کواشی وغیرہ معہ مال و خزانہ سعد الدولہ کے قبضہ میں آ گئے۔ اس کے بعد عضد الدولہ نے بلاد موصل اور ابو تغلب کے تمام مقبوضات کی حکومت پر ابو الوفاء کو مامور کیا اور بغداد کی جانب واپسی کی۔ ابو تغلب پریشان حال شام چلا گیا اور وہاں جا کر مر گیا۔ جیسا کہ اس کے حالات کے ضمن میں بیان کیا گیا۔

عضد الدولہ اور بنی شیبان

بنی شیبان کا فتنہ و فساد حد سے بڑھ گیا تھا۔ دن دہاڑے قافلے لوٹ لیتے تھے۔ صوبوں کے گورنر اور بادشاہ تنگ آ گئے تھے کیونکہ بنی شیبان نے شہر زور کے پہاڑی کردوں سے رشتہ قرابت اور اتحاد پیدا کر لیا تھا۔ جب ان پر حملہ ہوتا تو شہر زور کے پہاڑوں میں پناہ گزین ہو جاتے تھے۔ عضد الدولہ نے (ماہ رجب) ۳۶۹ھ میں ایک جرار لشکر بنی شیبان کو سر کرنے کے لیے روانہ کیا اس لشکر نے پہنچتے ہی شہر زور کے پہاڑوں پر قبضہ کر لیا۔ بنی شیبان بسیط نامی دریا کی طرف بھاگے' عضد الدولہ کے لشکر نے تعاقب کیا' باہم جنگ ہوئی' نہایت سختی اور بے رحمی سے بنی شیبان قتل کیے گئے' مال و اسباب لوٹ لیا گیا' عورتیں لڑکے گرفتار کر لیے گئے جن میں سے تین سو بنی شیبان قیدیوں کی صورت میں دار الخلافت بغداد لائے گئے۔ بنی شیبان نے اطاعت قبول کی اور حکومت کے تابعدار ہو گئے' فتنہ و فساد ختم ہو گیا۔

عیسائیوں کا شام پر حملہ

ارمانوس والی روم کے مرنے کے بعد اس کے دو چھوٹے لڑکے تخت و تاج کے مالک ہوئے' نقفور و مستق' ان دنوں بلاد اسلامیہ شام کو تاخت و تاراج کر رہا تھا۔ جب وہاں سے واپس ہوا تو اراکین دولت اور سرداران فوج نے اسے ارمانوس کے لڑکوں کی نیابت اور وزارت پر مجبور کیا' پہلے تو نقفور نے انکار کیا لیکن پھر راضی ہو گیا اور دونوں لڑکوں کی طرف سے امور سلطنت انجام دینے لگا' چند دن بعد

---

[1] میافارقین کا حاکم ہزار مرد تھا' کمال مردانگی سے تین مہینے تک ابو الوفاء کا مقابلہ کرتا رہا' جب یہ مر گیا تو ابو تغلب نے بنی حمدان کے غلاموں میں سے مونس نامی ایک شخص کو مقرر کیا۔ مونس نے لڑائی بدستور جاری رکھی۔ ابوالوفاء نے یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر اراکین شہر اور تمام عام رعایا کو ڈرانا شروع کیا اور مونس سے خط و کتابت کے کچھ دن بعد جب اہل میافارقین ابوالوفاء کی طرف مائل ہو گئے تو مونس سے شہر حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔ مونس سے سوائے شہر سپرد کر دینے کے کچھ بن نہ پڑا۔ دیکھو تاریخ کامل صفحہ ۲۷۶ جلد ۸ مطبوعہ مصر۔

ان دونوں لڑکوں کی ماں سے شادی کر لی' تاج شاہی سر پر رکھا' تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اس سے ملکہ روم لڑکوں کی ماں کو تقفور سے نفرت پیدا ہوئی۔ ابن شمیق کو اس کے قتل پر متعین کیا۔ چنانچہ ابن شمیق نے دس آدمیوں سے رات کے وقت تقفور پر حملہ کیا اور مار ڈالا۔ تقفور کے قتل کے بعد عنان حکومت ابن شمیق کے ہاتھ میں آگئی' لاون اور برادر تقفور اور وردس بن لاؤن کو گرفتار کر کے کسی قلعہ میں قید کر دیا۔ اس کے بعد ملک شام پر چڑھائی کی قتل و غارت کرتا ہوا طرابلس پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل طرابلس نے قلعہ بندی کر لی۔ بادشاہ قسطنطنیہ کا ایک بھائی خصی تھا جو وزارت پر مامور تھا' ایک شخص نے اس کے کہنے سے ابن شمیق کو زہر دے دیا۔ ابن شمیق کو اس کا احساس ہو گیا' نہایت تیزی سے لوٹا اور راستے ہی میں مر گیا۔ ورد بن نیر بطریق' رومیوں کے نامی سرداروں اور معزز بطریقوں میں سے تھا' اسے ان تبدیلیوں سے ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی۔ ابو تغلب بن حمدان سے خط و کتابت شروع کی۔ ابو تغلب نے سرحدی مسلمانوں کو جمع کر کے لشکر جمع کیا اور ورد بن نیر کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف بڑھا۔ قیصر روم کے دونوں لڑکوں کی فوجیں مقابلہ پر آئیں' لڑیں لیکن پے درپے ان کو شکست ہوتی گئی۔ قیصر روم کے لڑکوں نے وردس بن لادن کو قید سے رہا کر کے سردار فوج بنایا اور ورد بن نیر سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ متعدد خون ریز لڑائیوں کے بعد وردس نے ورد کو شکست دی' ورد نے بھاگ کر بلاد اسلام میں پناہ لی۔ میافارقین میں قیام کیا اپنے بھائی کو عزالدولہ کی خدمت میں سفیر بنا کر بھیجا۔ اطاعت و فرماں برداری کا اقرار کیا۔ امداد کی درخواست کی۔

عضد الدولہ کی قیصر روم سے خط و کتابت

انہیں دنوں قیصر روم نے بھی عضد الدولہ سے خط و کتابت کی اور تعلقات بڑھائے' عضد الدولہ نے قیصر روم کی رسم دوستی کو ترجیح دی' اپنے گورنر میافارقین کو ورد اور اس کے ہمراہیوں کی گرفتاری کے لیے لکھ بھیجا۔ ورد اور اس کے ہمراہی عضد الدولہ کی امداد اور دوستی سے ناامید ہو کر واپسی پر آمادہ ہوئے۔ ابو علی غنمی گورنر میافارقین نے ورد کو گفتگو کرنے کے بہانے سے اپنے مکان پر بلایا۔ ورد اپنے لڑکے' بھائی اور چند معزز ہمراہیوں کے ساتھ آیا' ابو علی نے سب کو گرفتار کر لیا اور میافارقین میں قید کر دیا' کچھ عرصہ بعد پابہ زنجیر دارالخلافت بغداد روانہ کر دیا جہاں پر سب قید کر دیئے گئے۔

حسنویہ بن حسین کردی

حسنویہ بن حسین کردی برزیکانی اکراد میں سے تھا' ان میں سے ایک گروہ برزینہ پر حکومت کرتا تھا' اس کے دو ماموں ونداد اور غانم پسران احمد برزیکان کے دوسرے گروہ کے سردار تھے' جو عشانیہ کے نام سے موسوم کیے جاتے تھے' ان دونوں نے دینور' ہمدان' نہاوند' دامغان اور کچھ اطراف آذر بائیجان پر شہر روز کے حدود تک قبضہ کر لیا تھا' پچاس برس تک ان بلاد پر ان کا قبضہ رہا۔ کردوں کا ایک بڑا گروہ ان کے پاس جمع ہو گیا جس سے ان کی قوت بڑھ گئی۔ ۳۵۶ھ[1] میں غانم انتقال کر گیا۔ اس کا لڑکا ابو سالم اس کی جگہ قلعہ بستان میں حاکم ہو کر غانم آباد وغیرہ قلعوں پر بھی قابض ہو گیا۔ یہاں تک کہ وزیر السلطنت ابو الفتح ابن عمید نے اسے زیر کر کے ان قلعوں پر قبضہ کر لیا اور ۳۵۹ھ میں ونداد نے وفات پائی۔ ابو الغنائم کے تمام مقبوضات اور قلعوں پر قابض ہو گیا۔ حسنویہ کو امور سیاسی میں بہت بڑا دخل تھا۔ نیک سیرت خلیق تھا' اپنے ہمراہیوں اور قوم کو لوٹ مار اور قتل و غارت سے منع کر دیا تھا۔ سرماج کا قلعہ بنوایا' دینور میں جامع مسجد تعمیر کرائی۔ حرمین میں خرچ کے لیے بہت مال بھیجتا تھا۔ ۳۶۹ھ میں وفات پائی۔

حسنویہ کے مرنے پر اس کی اولاد میں پھوٹ پڑ گئی کچھ تو فخر الدولہ والی ہمدان و صوبجات جبل کے تابعدار ہو گئے اور بعض عضد الدولہ کے پاس چلے گئے اور اس کی اطاعت قبول کر لی۔ بختیار بن حسنویہ قلعہ سرماج میں تھا' اس کے قبضہ میں بہت سامان اور ذخیرہ تھا۔ اس نے پہلے تو عضد الدولہ کی اطاعت قبول کی لیکن پھر باغی ہو گیا۔ عضد الدولہ نے ایک فوج بھیج دی جس نے اس قلعہ پر قبضہ کر لیا اور پھر دوسرے قلعوں کو اس کے بھائیوں سے چھین لیا۔ عضد الدولہ کا تمام مقبوضات حسنویہ پر قبضہ ہو گیا۔ عضد الدولہ نے اپنی

---

[1] چھاپہ کی غلطی ہے بجائے ۳۵۶ھ کے ۳۵۰ھ پڑھو دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸۔

طرف سے ابو النجم بن حسنویہ کو ان قلعوں پر مامور کیا۔ فوجیں دیں' قتل وغارت کا بازار بند ہو گیا۔ کردوں کی غارت گری موقوف ہو گئی۔ نظام حکومت درست ہو گیا۔

عضد الدولہ اور معز الدولہ

رکن الدولہ کے مرنے کے بعد عزالدولہ اپنے برادر عم زاد معزالدولہ سے عضد الدولہ کی مخالفت اور موافقت کی بابت خط و کتابت کرنے لگا چنانچہ معزالدولہ اس پر راضی ہو گیا' اس کی اطلاع عضد الدولہ کو ہو گئی لیکن معز الدولہ سے اس وقت بھڑنا مصلحتِ وقت کے خلاف سمجھا' جب اسے عزالدولہ ابن حمدان اور حسنویہ وغیرہم دشمنوں کے زیرِ اثر کرنے سے فراغت حاصل ہو گئی اور اس کا دائرہ حکومت وسیع ہو گیا تو اس نے اپنے بھائیوں اور قابوس بن دشمگیر سے صلح کا نامہ وپیام شروع کیا۔ چونکہ موید الدولہ پہلے ہی سے عضد الدولہ کا مطیع تھا اس وجہ سے اسے تو موافق اور مطیع ہونے کی وجہ سے شکریہ کا خط لکھا۔ معزالدولہ کو دھمکی دی۔ اطاعت اور میل جول کرنے پر خوشنودی کا اظہار کیا اور قابوس بن دشمگیر کو عہد و اقرار کی پابندی کرنے کی بابت لکھا۔ پیام رسائی اور سفارت کی خدمت خوشادہ کے سپرد ہوئی جو عضد الدولہ کے معزز مصاحبوں میں سے تھا' اس نے معزالدولہ کے اراکین دولت کو ملا لیا' جاگیریں اور انعامات دینے کا وعدہ کیا۔ ان لوگوں سے عضد الدولہ کی موافقت کا عہد و اقرار لیا۔

چونکہ معز الدولہ نے عضد الدولہ کے خط کا جواب ترکی بہ ترکی لکھا تھا اسی وجہ سے عضد الدولہ نے رے اور ہمدان پر فوج کشی کی۔ دارالخلافت سے نکل کر پڑاؤ کیا۔ جوق در جوق فوجیں روانہ ہونے لگیں۔ ایک بڑی فوج ابو الوفاء طاہر کی ماتحتی میں روانہ ہوئی۔ دوسری فوج نے خوشادہ کی ماتحتی میں کوچ کیا۔ تیسرے لشکر کی سرداری ابو الفتح مظفر بن احمد کے ہاتھ میں تھی ان فوجوں کی روانگی کے بعد عضد الدولہ بھی بڑی شان و شوکت سے ایک بڑا لشکر لیے ہوئے روانہ ہوا۔ جونہی عضد الدولہ کے لشکر نے معزالدولہ کے مقبوضات میں قدم رکھا معزالدولہ کے نامی گرامی سپہ سالاروں نے ہتھیار رکھ دیے۔ وزیر السلطنت ابو الحسن عبیداللہ بن محمد بن حمدویہ نے امن کی درخواست کی۔ بنو حسنویہ نے اطاعت قبول کی۔ معزالدولہ نے پریشان حال بلاد دیلم میں جا کر دم لیا۔ پھر وہاں سے نکل کر جرجان پہنچا۔ شمس المعالی قابوس بن دشمگیر کے پاس پناہ گزین ہوا۔ شمس المعالی قابوس نے اسے امن دیا اور توقع سے زیادہ خاطر اور مدارت سے پیش آیا اور جو ممالک اس کے قبضہ میں تھے اس میں معز الدولہ کو شریک حکومت کر لیا۔ معزالدولہ کے بھاگ جانے کے بعد عضد الدولہ نے ہمدان' رے اور جو شہر ان کے درمیان اور اطراف میں تھے' سب پر قبضہ کر لیا اور اپنے بھائی موید الدولہ بن بویہ والیٔ اصفہان کی دائرہ حکومت میں شامل اور ملحق کر دیے۔ اس کے بعد حسنویہ کردی کے مقبوضات کی جانب قدم بڑھایا۔ نہاوند' دینور' سرماج اور ان مقامات میں بنو حسنویہ کے جو خزانے اور اموال موجود تھے' سب پر قابض ہو گیا' ان کے علاوہ اور متعدد قلعوں کو فتح کر لیا۔ بدر بن حسنویہ کو خلعتِ فاخرہ سے سرفراز کیا۔ کردوں کی رعایت کی وجہ سے ان مفتوحہ قلعوں کی حکومت عنایت کی اور اس کے بھائیوں عبدالرزاق ابو العلا اور ابو عدنان وغیرہم کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

معرکہ استر آباد

عضد الدولہ نے اس مہم سے فراغت حاصل کر کے قابوس کے پاس پیام بھیجا کہ میرے بھائی معز الدولہ کو میرے پاس بھیج دو۔ قابوس نے اخوت اسلامی کی وجہ سے انکار کیا۔ اس بنا پر عضد الدولہ نے قابوس پر فوج کشی کی' بڑے لشکر اور سامان جنگ کے ساتھ اپنے بھائی موید الدولہ والیٔ اصفہان کو جرجان کی طرف روانہ کیا۔ قابوس نے بھی اس خبر کو سن کر مقابلہ کی غرض سے جرجان سے حرکت کی' مقام استر آباد میں ۱۷۱ھ کے نصف میں دونوں حریفوں نے صف آرائی کی' قابوس شکست کھا کر اپنے کسی قلعہ میں پناہ گزین ہوا پھر وہاں سے جو کچھ مال و خزانہ تھا سب کا سب لے کر نیشا پور چلا گیا۔ معز الدولہ بھی اس کے بعد شکست کھا کر پہنچ گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ملوک سامانیہ میں سے ابو القاسم نوح بن منصور کی طرف سے حسام الدولہ تاش خراسان کا گورنر ہو کر آیا تھا۔ اس نے امیر نوح اور وزیر السلطنت عتبی

العباس کو قابوس اور معزالدولہ کی شکست کھا کر بھاگ جانے کی اطلاع دی۔ جواب آیا کہ تم ان دونوں کی جنگ پر کمربستہ ہو جاؤ اور فوجیں مرتب کر کے جرجان پر جا اترو۔

چنانچہ حسام الدولہ تاش نے خراسانی فوجیں جمع کر کے قابوس اور معزالدولہ کے ساتھ جرجان پر چڑھائی کر دی' دو مہینہ تک مویدالدولہ کا جرجان میں محاصرہ کیے رہا اور اس سے موید الدولہ کا حال تنگ ہو گیا۔ اس نے اور اس کے ہمراہیوں نے نکل جانے اور مر جانے کا ارادہ کر لیا لیکن اس سے پیشتر فائق خاصہ سامانی کو موید الدولہ نے ملا لیا تھا اور اس نے جنگ کے وقت معرکۂ کار زار سے بھاگ جانے کا اقرار کیا تھا۔اس قرارداد کے مطابق موید الدولہ نے محاصرہ توڑ کے حملہ کیا'فائق حسبِ وعدہ شکست کھا کر بھاگا۔ حسام الدولہ تاش' معزالدولہ اور قابوس دن ڈھلنے تک نہایت ثابت قدمی سے لڑتے رہے۔ یہ بھی شکست کھا کر بھاگے نیشاپور جا کر دم لیا۔ امیر نوح کو ان واقعات سے مطلع کیا'امیر نوح نے ان کی امداد پر فوجیں مامور کیں اور دوبارہ جرجان پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔اس کے بعد وزیر السلطنت عتبی کو جیسا کہ ملوک سامان کے حالات میں بیان کیا گیا'قتل کر ڈالا اور اس حکم پر عمل نہ ہو سکا۔ ان واقعات کے دوران عضد الدولہ نے اپنی فوجیں بلاد ہکاریہ پر (صوبجات موصل) کے سر کرنے کے لیے روانہؐ کی تھیں۔ اس نے ان قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ رسد و غلہ کی کمی سے اہلِ قلعہ پریشان ہو گئے تھے'چونکہ سردی کا موسم تھا برف پڑنے کا انتظار کر رہے تھے۔ خواہ مخواہ برفباری کی وجہ سے مخالف فوج محاصرہ اٹھا کر چلی جائے گی۔ اتفاق یہ کہ برف باری میں تاخیر ہوئی'مجبور ہو کر اہلِ قلعہ نے امان طلب کی اور قلعہ سے مُوصل کی طرف اتر آئے۔ عضد الدولہ کے لشکر نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور سالارِ لشکر نے اہلِ قلعہ کے ساتھ بدعہدی کی اور سب کو قتل کر ڈالا۔

اسی اطراف میں ابو عبداللہ مری کے قبضہ میں چند قلعے تھے ان میں سے ایک قلعہ میں یہ خود رہتا تھا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم بنا ہوا تھا۔ اس میں عمدہ عمدہ مکانات تھے۔ عضد الدولہ نے ابو عبداللہ مری کو مع اس کی اولاد کے گرفتار کر کے قید کر دیا اور تمام قلعوں کا مالک بن بیٹھا۔ پھر انہیں صاحب بن عباد نے بعد میں قید سے رہا کیا۔ ابو عبداللہ کے لڑکوں میں سے ابو طاہر کو اپنی کتابت کی خدمت عطا کی'یہ نہایت خوش خط اور اعلیٰ درجہ کا منشی تھا۔

عضد الدولہ کی وفات

آٹھویں شوال ۳۷۲ھ کو عضدالدولہ نے حکومتِ عراق کے پانچ برس چھ ماہ بعد وفات پائی۔ اس کا بیٹا صمصام الدولہ ابو کالیجار مرزبان عزاداری کے لیے بیٹھا۔ خلیفہ طالیع تعزیت کرنے کے لیے آیا۔

عضد الدولہ کی سیرت و کردار

عضد الدولہ نہایت عالی ہمت' بلند خیال' ذی حوصلہ' رعب و داب والا' سیاست کا پتلا' صائب الرائے' اہلِ علم و فضل کا دوست' بے حد خیرو خیرات کرنے والا اور صدقات دینے والا تھا۔ قاضیوں کو مصارفِ خیر میں صرف کرنے کی غرض سے ہمیشہ کثیر تعداد میں روپیہ دیا کرتا تھا۔ اس کا دربار اہلِ علم' اہلِ فن سے بھرا رہتا تھا۔ علما فضلا کے ساتھ کمال خوش اخلاقی سے پیش آتا تھا'ان کے ساتھ بیٹھتا اور بڑے بڑے مسائل میں ان سے بحث و مباحثہ کرتا تھا' اس کی قدر افزائی کا شہرہ سن سن کر دور دراز ملکوں سے اہل علم فن کے اساتذۂ کبار اس کے یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر باہمی اتحاد اور باہمی امداد کے عہد و پیمان کا مراسلہ بھیجا' باہم عہد و اقرار ہو گیا۔

اسی زمانہ میں امیر نوح سامانی نے ابو العباس تاش کو حکومت خراسان سے معزول کر کے ابن سیمجور کو مقرر کیا۔ابو العباس تاش نے

[1] یہ واقعہ ۳۶۹ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ مصر۔

دربار میں آ گئے تھے۔ عضد الدولہ[1] کے زمانہ میں اس کے نام سے مصنفوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ایضاح علم نحو میں' حجتہ علم قرأت میں' ملکی[2] علم طب میں' تاجی فن تاریخ میں اس کے عہد کی یادگار تصانیف ہیں۔ رفاہِ عام کی غرض سے شفاخانے اور پل بنوائے۔ فراہمی زر کا خیال پیدا ہوا تو بازاروں پر ٹیکس لگایا' خاص خاص چیزوں کی تجارت کی ممانعت کر دی۔ دولت و حکومت کی طرف سے اس کی تجارت کی جاتی تھی۔

عضد الدولہ کے انتقال کے بعد لشکر کے سپہ سالار اور امراء نے جمع ہو کر اس کے بیٹے کالیجار مرزبان کو عنان حکومت سپرد کی' صمصام الدولہ کے لقب سے ملقب کیا۔ صمصام الدولہ نے اپنے بھائیوں ابو الحسن احمد ابو طاہر فیروز شاہ کو خلعت دیے اور ملک فارس بطور جاگیر عنایت کیا اور فارس کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔

شرف الدولہ

شرف الدولہ ابو الفوارس شرزیک کو اس کے باپ عضد الدولہ نے اپنی وفات سے پہلے کرمان کی حکومت پر مامور کر کے کرمان کی طرف روانہ کیا تھا۔ اسے اپنے باپ کے مرنے کی خبر پہنچی تو اس نے فارس پر چڑھائی کر دی اور قبضہ کر لیا نصر بن ہارونی نصرانی (اپنے باپ کے وزیر) کو چونکہ نہایت خراب طبیعت کا تھا' قتل کر ڈالا۔ شریف ابو الحسن محمد بن عمر علوی جسے اس کے باپ نے وزیر السلطنت مطہر بن عبداللہ کے کہنے سے قید کر دیا نقیب ابو احمد (شریف رضی کے والد)' قاضی ابو محمد بن معروف اور ابو نصر خو شادہ کو قید سے رہا کر دیا۔ ان سب کو اس کے باپ عضد الدولہ نے قید کیا تھا اور اپنے بھائی صمصام الدولہ کے نام کا خطبہ موقوف کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔ اس عرصہ میں اس کا بھائی ابو الحسن احمد اور ابو طاہر فیروز شاہ جسے صمصام الدولہ نے شیراز میں جاگیریں دی تھیں' شیراز پہنچ گیا۔ یہ سن کر کہ شرف الدولہ نے فارس پر قبضہ کر لیا ہے۔ اہواز کی طرف لوٹا۔

شرف الدولہ نے قبضہ فارس کے بعد فوجیں جمع کر کے بصرہ پر دھاوا بول دیا اور اس پر قبضہ کر کے اپنے بھائی ابو الحسن کو مامور کیا۔ صمصام الدولہ شرف الدولہ کی زیادتی اور پیش قدمی کا سن کر برافروختہ ہو گیا' بہت بڑی فوج ابن تنتش (عضد الدولہ کا حاجب) تھا کی ماتحتی میں روانہ کی۔ شرف الدولہ نے بھی اپنا لشکر ابو الاغر دبیس بن عفیف آمدی کی ماتحتی میں مقابلہ پر بھیجا۔ قرقوب کے باہر دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا' اتفاق یہ کہ صمصام الدولہ کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' ابن تنتش حاجب گرفتار ہو گیا۔ شرف الدولہ نے اہواز' رامہرمز پر قبضہ کر لیا اور ملک گیری کی ہوا دماغ میں سما گئی۔

فخر الدولہ کی حکومت

۳۷۳ھ میں مؤید الدولہ یوسف بن رکن الدولہ بن بویہ والی اصفہان رے اور جرجان نے وفات پائی' اراکین دولت اور سپہ سالاران لشکر جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے کہ کس کو تخت حکومت پر متمکن ہونا چاہیے۔ حاجب اسماعیل بن عباد نے رائے دی کہ فخر الدولہ ان شہروں کی حکومت کا حق دار ہے' اس وجہ سے کہ وہ بزرگ خاندان ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اس سے پہلے جرجان اور طبرستان پر حکومت کر چکا ہے۔ حاضرین جلسہ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ فخر الدولہ کو نیشا پور سے بلا بھیجا۔ اسماعیل بن عباد نے لکھ بھیجا کہ اگر کسی وجہ سے آپ نہ آ سکتے ہوں تو اپنی طرف سے کسی کو بطور نائب مقرر کر دیجیے۔ فخر الدولہ ان مراسلات کو دیکھ کر پھولا نہ سمایا۔ نیشا پور سے کوچ و قیام کرتا ہوا جرجان پہنچا۔ سرداران لشکر نے شاہانہ استقبال کیا فوج نے سلامی دی۔ فخر الدولہ کرسی حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ اسماعیل بن عباد کو قلم دان وزارت کا مالک بنانا چاہا' ابن عباد نے جواب دیا مجھے معاف فرمائیے۔ میں بقیہ زندگی یاد الٰہی میں گزاروں گا لیکن فخر الدولہ نے اسے مجبور کر کے عہدۂ وزارت پر مامور کیا اور کوئی کام' چھوٹا یا بڑا اسمٰعیل کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتا تھا۔ صمصام الدولہ نے

---

1. عضد الدولہ کا انتقال عارضہ صرع میں ہوا تھا۔ سینتالیس برس کی عمر پائی' بغداد میں جاں بحق ہوا۔ مشہد امیر المومنین علیؓ میں دفن کیا گیا دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۸ مطبوعہ مصر۔

2. ملکی علم طب کی معتبر کتاب ہے جس کو کامل الصناعہ بھی کہتے ہیں۔ ابو العباس مجوسی کی تصنیف ہے۔

بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ ابن سیجور آتشِ بغاوت ختم کرنے پر آمادہ ہوا۔ لڑائی ہوئی۔ ابو العباس تاش شکست کھا کر جرجان چلا گیا۔ فخر الدولہ نے اسے تسلی دی،جرجان، دہستان اور استر آباد کی حکومت اس کی لیے چھوڑ دی، رے سے چلا آیا،مال و اسباب اور آلات حرب سے اس کی مدد کی۔ ابو العباس تاش اس کی پشت پناہی سے خراسان پر قبضہ کرنے کے لیے نکلا۔ لیکن کامیاب نہ ہوا ناکام ہو کر جرجان واپس آیا اور تین برس تک جرجان میں ٹھہرا رہا اور ۳۷۹ھ میں جرجان میں قیام کی حالت میں مرگیا جیسا کہ ہم ملوک سامانی کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔

آپ اوپر بزرکانی (حسنویہ کا ماموں) کے حالات پڑھ آئے ہیں کہ یہ کردوں کا سردار تھا اور ۳۵۰ھ میں اس نے وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ابو سالم بستان اور غانم آباد کے قلعوں پر قابض ہوا اور وزیر السلطنت ابو الفتح ابن عمید نے ان قلعوں کو ابو سالم سے لڑ کر چھین لیا۔ پس جب ۳۷۳ھ کا دور آیا تو محمد بن غانم نے کردوں کو جمع کر کے اطراف قم میں فخر الدولہ کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ سلطانی علاقہ جات کی ا لگذاری وصول کر لی اور قلعہ ہفت خواں (یا ہفت جہاں) میں قلعہ نشین ہو گیا۔ بزریکانیوں کا ایک بڑا گروہ اس کے پاس جمع ہو گیا۔ ماہ شوال ۳۷۳ھ میں متعدد فوجیں اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئیں۔محمد بن غانم سب کو شکست پر شکست دیتا چلا گیا۔ فخر الدولہ نے ابو النجم بدر بن حسنویہ کو محمد بن غانم کی بغاوت کا حال لکھا اور اس سے اپنی ناراضگی ظاہر کی۔ چنانچہ ابو النجم بدر نے شروع ۳۷۴ھ میں باہم مصالحت کرا دی۔ ایک برس تک مصالحت رہی اس کے بعد پھر ان بن ہو گئی۔ ۳۷۵ھ میں فخر الدولہ کا لشکر پھر محمد بن غانم سے معرکہ آرا ہوا۔ محمد بن غانم کو ایک نیزہ لگا گرفتار کر لیا گیا اور اسی زخم کے صدمہ سے مرگیا۔

ہم اوپر موصل اور صوبہ موصل پر عضد الدولہ کے قبضہ کرنے کا حال تحریر کر آئے ہیں اور بادکردی[1] (بنی مروان کے ماموں) کے حالات بھی لکھ آئے ہیں جب کہ عضد الدولہ نے موصل پر قبضہ کر لیا تھا اور بادکردی کو اس سے دیارِ بکر کے نکل جانے کا خطرہ پیدا ہوا تھا چنانچہ اسی خیال سے بادکردی ان شہروں میں لُوٹ مار کیا کرتا تھا جب اس کی حکومت کو استقلال حاصل ہو گیا تو میافارقین پر قبضہ کر لیا جیسا کہ ہم ان واقعات کو تمام و کمال بنی مروان کے حالات میں تحریر کر آئے ہیں۔

بادکردی کی فتوحات

صمصام الدولہ نے بادکردی کے مقابلہ پر ابو سعید[2] بہرام بن اردشیر کو مامور کیا، بے شمار فوجیں دیں،ضرورت سے زیادہ سامان جنگ دیا۔ بادکردی نے ابو سعید کو شکست دی اور اس کے بعض سپہ سالاروں کو گرفتار کر لیا۔ صمصام الدولہ نے دوسری فوج ابو سعید حاجب[3] کی ماتحتی میں روانہ کی۔ مقام خابور حسینیہ مضافات کواشی میں دونوں فریقوں نے مورچے قائم کیے۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ ابو سعید میدان جنگ سے شکست اٹھا کر موصل بھاگ گیا، بادکردی نے ہزاروں دیلمیوں کو قتل اور قید کیا۔ عوام الناس بھی بھگوڑے دیلمیوں پر ٹوٹ پڑے، بڑی خون ریزی ہوئی۔ اس کے بعد بادکردی نے موصل کا رخ کیا۔ ابو سعید موصل چھوڑ کر بھاگ گیا۔ بادکردی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۳۷۳ھ کا ہے۔

ان کامیابیوں سے بادکردی کے حوصلے بڑھ گئے۔ حکومت بغداد کا شوق چرایا اور وہاں سے دیلم کو نکالنے کا ولولہ پیدا ہوا، صمصام الدولہ کو اس سے خطرہ پیدا ہوا،زیاد بن شہرا کو جو کہ سپہ سالار دیلم میں سے ایک نامی سردار تھا،بادکردی سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ فوجوں کو مال اور اسباب جنگ ضرورت سے زیادہ دیا،ماہ صفر ۳۷۴ھ میں بادکردی سے مڈبھیڑ ہوئی۔ بادکردی شکست اٹھا کر بھاگا۔ اس کے اکثر ہمراہی گرفتار کر لیے گئے۔ زیاد بن شہرا فتح یابی کا جھنڈا لیے ہوئے موصل میں داخل ہوا، بادکردی کے تعاقب پر فوجیں روانہ کیں۔ ایک فوج کے ساتھ سعید حاجب کو جزیرہ ابن عمر کی طرف روانہ کیا۔ دوسری فوج نصیبین کی جانب بھیجی۔ بادکردی نے بھی دیار بکر میں

1. بادکردی کا نام ابو عبداللہ بن داستک تھا اکراد حمیدیہ کا ایک قوی اور عظیم الجثہ شخص تھا۔ دیکھو تاریخ ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۴ مطبوعہ مصر۔
2. بہرام بن اردشیر کی کنیت ابو سعد تھی نہ کہ ابو سعید دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ [illegible] مطبوعہ مصر۔
3. صمصام الدولہ نے دوبارہ فوجیں ابو القاسم سعید بن بہرام حاجب کی سرکردگی میں روانہ کی تھیں۔ چھاپہ کی غلطی سے بجائے ابو القاسم کے ابو سعید لکھ دیا گیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۵ مطبوعہ مصر۔

پہنچ کر بہت سے آدمیوں کو جمع کر کے فوج بنائی۔ اس وجہ سے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ تب صمصام الدولہ نے سعد الدولہ بن سیف الدولہ کو اس مضمون کا خط لکھا چونکہ باد کردی باغی نے دیار بکر میں جا کر پناہ لی ہے تم دیار بکر میرے حوالے کر دو، میں اس باغی کی سرکوبی کی غرض سے فوج کشی کروں گا۔ سعد الدولہ نے فوج کشی کی اجازت دے دی، صمصام الدولہ نے حلب سے فوجیں روانہ کیں۔ میافارقین کا محاصرہ کر لیا لیکن باد کردی کی بڑھتی ہوئی لوٹ کا مقابلہ نہ کر سکیں' ناکامی کے ساتھ حلب واپس آئیں۔ اس وقت سعید حاجب نے یہ چال چلی کہ ایک شخص کو بہت سا مال دے کر باد کردی کے قتل پر مامور کیا۔ یہ شخص رات کے وقت باد کردی کے خیمہ میں گیا' باد کردی سو رہا تھا۔ تلوار چلائی' باد کردی ایسا زخمی ہوا کہ قریب ہلاکت پہنچ گیا۔ فریقین میں مصالحت کی گفتگو ہونے لگی' دیار بکر اور نصف طور عیدین باد کردی کو دے کر سعید حاجب نے مصالحت کر لی۔ دیلمی فوجیں بغداد واپس آئیں اور سعید حاجب موصل ہی میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ (۳۷۷ھ) شرف الدولہ کے عہدِ حکومت میں مر گیا۔ شرف الدولہ نے سعید حاجب کی جگہ ابو نصر خواشادہ کو حکومتِ موصل پر مامور کر کے ایک فوج کے ساتھ موصل کی طرف روانہ کیا۔

باد کردی کو سعید کے مرنے کے بعد موصل پر پھر قبضہ کا لالچ پیدا ہوا' فوجیں جمع کر کے چڑھائی کر دی۔ ابو نصر نے شرف الدولہ کو اس سے مطلع کیا اور مالی اور فوجی امداد کی درخواست کی۔ اتفاق یہ کہ امداد کے آنے میں تاخیر ہوئی۔ ابو نصر نے مجبور ہو کر عربوں سے مدد کی درخواست کی۔ بنی عقیل اور بنی نمیر کو پیام دیا کہ جس طرح ممکن ہو باد کردی کو موصل سے دفع کر دو۔ میں تم کو حسبِ خواہش جاگیریں دوں گا۔ بنی عقیل اور بنی نمیر جنگ پر تیار ہو گئے۔ باد کردی موصل کی طرف بڑھ نہ سکا کسی طور عیدین واپس آیا اور اپنے بھائی کو عربوں سے جنگ پر روانہ کیا۔ عربوں نے اسے بری طرح سے شکست دی اور مار ڈالا۔ اس کے بعد شرف الدولہ کی موت کی خبر آئی۔ ابو نصر خواشادہ موصل لوٹ آیا اور عربوں کا گروہ صحرا میں ٹھہرا ہوا باد کردی کو موصل پر اترنے سے اس امید پر روکتا رہا کہ موصل سے ابو نصر خواشادہ فوجیں لے کر باد کردی کی مدافعت اور اس سے جنگ کرنے کے لیے آئے۔ اس اثنا میں ابراہیم اور ابو الحسن پسران ناصر الدولہ بن حمدان آپہنچے اور اور انہوں نے موصل پر قبضہ کر لیا جیسا کہ ہم بنی حمدان کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔

شرف الدولہ کا عمان پر قبضہ

شرف الدولہ فارس پر قابض تھا، عمان میں بھی اسی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ عمان پر اس کی طرف سے استاد ہرمز حکومت کر رہا تھا۔ صمصام الدولہ نے استاد ہرمز کو ملا کے بغاوت پر ابھارنا چاہا۔ چنانچہ استاد ہرمز نے بغاوت کر دی۔ صمصام الدولہ کی حکومت کی اطاعت کا اظہار کر کے صمصام الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ شرف الدولہ کو اس کی خبر ہوئی۔ فوجیں آراستہ کر کے استاد ہرمز کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ استاد ہرمز مقابلہ پر آیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ شرف الدولہ کی فوج نے استاد ہرمز کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور کسی قلعہ میں قید کر دیا اور اس سے بے پناہ مال وصول کیا گیا۔ عمان جیسا کہ شرف الدولہ کے قبضہ میں تھا پھر اسی کے قبضہ میں چلا گیا۔[1]

بہاؤ الدولہ اور صمصام الدولہ

اسفار بن کردویہ دیلم کے سرداروں میں سے تھا اسے کسی وجہ سے صمصام الدولہ سے کشیدگی اور نفرت پیدا ہو گئی، صمصام الدولہ کی اطاعت فرماں برداری چھوڑ کر شرف الدولہ کی طرف مائل ہو گیا۔ شرف الدولہ اس وقت فارس میں تھا۔ اسفار کا ساتھ چھوڑ جانے سے لشکر کا بہت بڑا حصہ باغی ہو گیا۔ سب نے متفق ہو کر یہ رائے قائم کی کہ بہاء الدولہ ابو نصر بن عضد الدولہ کو اس کے بھائی شرف الدولہ کی طرف سے بطور نائب عراق کی کرسی حکومت پر متمکن ہونا چاہیے۔ چونکہ صمصام الدولہ ان دونوں بیمار ہو گیا تھا اس لیے اسفار کو اس ارادہ میں کامیابی ہو گئی اور صمصام الدولہ کے پاس آنا جانا بند کر دیا۔ صمصام الدولہ نے اسفار سے خط و کتابت شروع کی (مگر اس[2] سے کوئی فائدہ نہ ہوا) سفار کی سرکشی اور بغاوت اور زیادہ بڑھ گئی۔ خلیفہ طائع کو لکھا کہ آپ اس فتنہ و فساد کو روکیے۔ خلیفہ طائع میں اس

۱۔ یہ واقعہ ۳۷۴ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۲ مطبوعہ مصر۔

۲۔ میں نے مضمون مابین خطوط ہلالی تاریخ کامل ابن اثیر سے ترجمہ کر کے لکھا ہے۔ اصل کتاب ابن خلدون میں جگہ خالی ہے۔

قدر کہاں طاقت تھی' معذوری کا عذر کر دیا تب صمصام الدولہ نے فولاد زمان دار کو اسفار کی سرکوبی کے لیے لکھا۔ اگرچہ فولاد اسفار کے دوستوں اور ساتھیوں میں سے تھا لیکن اس وجہ سے کہ فولاد ایک معمر اور معزز آدمی تھا' اسفار کی اطاعت پسند نہ کرتا تھا۔ اسفار نے بسرو چشم اس حکم کی تعمیل پر کمر باندھی' اسفار سے معرکہ آرا ہوا اور شکست دی۔ ابو نصر بہاء الدولہ کو گرفتار کر کے اس کے بھائی صمصام الدولہ کی خدمت میں پیش کیا۔ صمصام الدولہ کا دل بہاء الدولہ کو اس حالت میں دیکھ کر بھر آیا اور یہ سمجھ کر کہ یہ ابھی لڑکا ہے اس کا کوئی قصور نہیں ہے' بزرگانہ عنایت کے باعث اسے رہا کر دیا اور وزیر ابن سعدان کو چونکہ اس کی دلی ہمدردی اور رجحانِ طبیعت ابو نصر کی طرف تھا اور اس کی اطلاع صمصام الدولہ کو ہو گئی تھی اس وجہ سے معزول کر کے مار ڈالا' اس شکست کے بعد اسفار امیر ابو الحسن بن عضد الدولہ کے پاس اہواز چلا گیا اور فوجیں شرف الدولہ کی مطیع ہو گئیں۔

قرامطہ کا کوفہ پر قبضہ و شکست

قرامطہ کا رعب و داب اس زمانے کے سلاطین اور اہل حکومت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اکثر اوقات ان کو مال و زر دے کر ان کے شر سے اپنے کو بچاتے تھے چنانچہ معز الدولہ نے اور اس کے بیٹے عزالدولہ بختیار نے دار الخلافت بغداد اور اس کے مضافات میں قرامطہ کو جاگیریں دے رکھی تھیں' ابو بکر بن شاہویا ایک شخص (قرامطہ کا نائب) دار الخلافت بغداد میں رہا کرتا تھا۔ اس کا رعب و داب وزیروں کی طرح تھا اور انہی کی طرح حکومت کرتا تھا۔ صمصام الدولہ نے اسے گرفتار کر لیا۔ اسحاق اور جعفر سرداران قرامطہ نیشا پور اور ہجر میں مشترکاً امارت کرتے تھے' ان دونوں کو ابو بکر کی گرفتاری کی خبر لگی۔ فوجیں جمع کر کے کوفہ پر چڑھ آئے اور قبضہ کر لیا۔ شرف الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ صمصام الدولہ نے اسحاق اور جعفر کو اس پر عتاب آموز خط لکھا' ان دونوں نے جواب دیا کہ آپ نے چونکہ ہمارے نائب بغداد کو گرفتار کر لیا ہے اس وجہ سے ہم لوگوں نے کوفہ پر قبضہ کر لیا ہے' ادھر یہ جواب روانہ کیا ادھر طوفان بے تمیزی کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے قرب و جوار کے دیہات اور شہروں میں پھیل گئے اور خراج وصول کیا۔ ابو قیس حسن بن منذر جوان کے نامور سرداروں میں سے تھا جامعین تک پہنچ گیا۔ صمصام الدولہ نے ان کی روک تھام کی غرض سے فوجیں بھیجیں۔ عرب کا بھی ایک گروہ اس فوج میں تھا۔ دریائے فرات عبور کر کے قرامطہ سے معرکہ آرائی کی' سخت اور خون ریز جنگ کے بعد قرامطہ کو شکست ہوئی نامی نامی سردار مارے گئے اور بہتوں کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد قرامطہ نے ایک دوسرا لشکر جمع کر کے میدان جنگ میں بھیجا' جامعین میں صمصام الدولہ کی فوج سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اس معرکہ میں بھی قرامطہ کو شکست ہوئی اور ان کا سردار مارا گیا' بہت سے گرفتار کر لیے گئے' باقی ماندہ بھاگ کھڑے ہوئے' صمصام الدولہ کی فوج نے تعاقب کیا مگر قرامطہ ہاتھ نہ آئے۔

شرف الدّولہ

(۳۷۵ھ) میں شرف الدولہ ابو الفوارس بن عضد الدولہ فارس سے اہواز پر قبضہ کے خیال سے روانہ ہوا۔ اس کا بھائی ابو الحسین ۳۷۲ھ سے جب کہ صمصام الدولہ کی فوج کو شکست ہوئی تھی' قابض ہو گیا تھا اور جس وقت صمصام الدولہ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی' اپنے بھائیوں ابو الحسین اور ابو طاہر کو فارس کی حکومت پر بھیج دیا تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں' اتفاق یہ کہ ان دونوں کے پہنچنے سے پیشتر ان کا بھائی شرف الدولہ فارس پر قابض ہو گیا تھا۔ جب صمصام الدولہ نے فارس اور بصرہ پر قبضہ کر لیا تو اپنے دونوں بھائیوں کو بصرہ کی حکومت دی۔ پھر جب صمصام الدولہ کی فوج کو شرف الدولہ کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو صمصام الدولہ نے اپنے بھائی ابو الحسین کو اہواز پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابو الحسین نے اہواز پر قبضہ کر کے وہیں قیام کیا اور بصرہ کی حکومت پر اپنے بھائی ابو طاہر کو بطور اپنے نائب مقرر کیا الغرض جب شرف الدولہ نے (۳۷۶ھ میں) اہواز کے خیال سے نقل و حرکت کی تو ایک خط ابو الحسین کے پاس اس مضمون کا روانہ کیا کہ تم عراق چلے جاؤ میں تم کو تمہارے مقبوضات پر بحال رکھوں گا' ابو الحسین اس خط کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا۔ مدافعت کی تیاری کی۔ شرف الدولہ نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے ارجان پر اترا اور اس پر قبضہ کر لیا' اس کے بعد رامہرمز کی طرف

بڑھا۔ ابو الحسین کی فوج ان خبروں کو سن کر باغی ہو گئی اور شرف الدولہ کی اطاعت کا اظہار کر دیا۔ ابو الحسین گھبرا کے اپنے چچا فخر الدولہ کے پاس رے بھاگ گیا۔ فخر الدولہ نے ابو الحسین کو اصفہان میں ٹھہرایا امداد دینے کا وعدہ کیا لیکن کچھ ایسا اتفاق پیش آیا کہ فخر الدولہ نے امداد نہ دی اور ایک بڑی مدت گزر گئی۔ ابو الحسین کے دل میں بدنیتی سمائی اصفہان پر قبضہ کرنے کے خیال سے اپنے بھائی شرف الدولہ کی اطاعت کا اظہار کر دیا۔ اس سے لشکر میں بغاوت پھیل گئی کیونکہ لشکریوں کا میلان فخر الدولہ کی طرف تھا۔ چنانچہ لشکریوں نے ابو الحسین کو گرفتار کر کے فخر الدولہ کے پاس رے بھیج دیا۔ فخر الدولہ نے ابو الحسین کو جیل میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ فخر الدولہ ایک سخت بیماری میں مبتلا ہوا۔۔۔۔۔ جب مرض میں اضافہ ہوا تو ایک شخص کو ابو الحسین کے قتل پر مامور کر دیا گیا جس نے قید خانہ میں جا کر ابو الحسین کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

اہواز سے ابو الحسین کے بھاگنے کے بعد شرف الدولہ نے اہواز پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا اور بصرہ کی طرف اپنے ایک سپہ سالار کو کچھ فوج دے کر روانہ کیا۔ اس سپہ سالار نے بصرہ پر قبضہ کر لیا اور اس کے بھائی ابو طاہر کو گرفتار کر لیا۔ ان واقعات سے صمصام الدولہ نے مطلع ہو کر صلح کا پیام بھیجا۔ شرط یہ قرار پائی تھی کہ بغداد میں شرف الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ خلیفہ طالیع نے اپنی طرف سے شرف الدولہ کو خطاب مرحمت فرمایا۔ خلعت بھیجے' اتنے میں صمصام الدولہ کا ایلچی صلح نامہ مکمل کرانے کے لیے آگیا۔ شریف ابو الحسن محمد بن عمر کوفی صلح کرنے کا مخالف تھا۔ شرف الدولہ کو بغداد پر حملہ کرنے پر ابھار رہا تھا اس اثنا میں سپہ سالاران بغداد کے خطوط اظہار اطاعت کے آپہنچے۔ اہل واسط نے اطاعت و فرماں بزداری کا پیام بھیجا' اس وجہ سے شرف الدولہ نے صلح نہ کی' واسط کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ صمصام الدولہ نے اپنے بھائی ابو نصر کو قید سے رہا کر دیا اور شرف الدولہ کے پاس بھیجا۔ عنایت والطاف کی درخواست کی' شرف الدولہ نے ایک بھی نہ سنی۔ انہی دنوں صمصام الدولہ کی فوج بھی باغی ہو گئی' بعض مصاحبوں نے رائے دی کہ اپنے بھائی شرف الدولہ کی اطاعت قبول کر لیجیے تاکہ جھگڑے فساد سے نجات مل جائے' بعضوں نے یہ مشورہ دیا کہ آپ عکبرا چلے جائیں اگر فوج فراہم ہو جائے گی تو خم ٹھونک کر مقابلہ کیجیے گا ورنہ موصل کا راستہ اختیار کیجیے گا اور وہاں پہنچ کر دیلم کو جمع کر کے اپنی گئی ہوئی قوت کو سنبھال لیجیے گا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ فخر الدولہ کے پاس اصفہان چلے جائیں اور وہاں سے فارس پر جا کر قبضہ لیں۔ شرف الدولہ اس وقت عراق کے لالچ میں خاک چھان رہا ہے' میدان خالی ہے' اس کے خزانے اور ذخیروں پر بھی قابض ہو جائیں گے۔ ایسی حالت میں شرف الدولہ جھک کر صلح کر لے گا۔ صمصام الدولہ نے ان آراء میں سے کسی پر عمل نہ کیا' اپنے خواص کے ساتھ سوار ہو کر اپنے بھائی شرف الدولہ کے پاس چلا گیا۔ شرف الدولہ نہایت اخلاق سے ملا پھر جب رخصت ہو کر نکلا تو شرف الدولہ نے گرفتار کر لیا اور بغداد کی طرف کوچ کر دیا۔ چنانچہ ماہ رمضان ۳۷۶ھ میں بغداد میں داخل ہوا۔ صمصام الدولہ بھی پابہ زنجیر ساتھ ساتھ تھا اس نے چار برس ایران پر حکمرانی کی۔

ترک اور دیلمیوں میں فساد و مصالحت

جس وقت شرف الدولہ دار الخلافت بغداد میں داخل ہو رہا تھا دیلم کا ایک بڑا گروہ اس کی رکاب میں تھا۔ جس کی تعداد پندرہ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ترک تین ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ دیلم اپنی کثرت پر اترا گئے۔ جونہی بغداد میں داخل ہوئے ان کے اور ترکوں کے رشتہ داروں اور ساتھیوں میں کچھ ایسی باتیں پیش آگئیں جو رفتہ رفتہ لڑائی کی حد تک پہنچ گئیں۔ چونکہ دیلم کی تعداد زیادہ تھی اس وجہ سے ترکوں کو دبنا پڑا۔ دیلم نے اعلان کر دیا کہ صمصام الدولہ کو حکومت کی کرسی پر پھر متمکن ہونا چاہیے۔ شرف الدولہ یہ سن کر ششدر ہو گیا اور دیلم کی تابعداری سے مشتبہ ہو گیا' تدبیر یہ کی کہ ایک شخص کو صمصام الدولہ پر متعین کر دیا کہ اگر دیلم زیادہ سر اٹھائیں اور اپنے قصد کو پورا کرنے پر آمادہ ہوں تو صمصام الدولہ کو قتل کر ڈالنا۔ اس کے بعد ترکوں نے پھر شورش کی اور دیلم کو زیر کر دیا۔ دیلم کثرت کے باوجود مقابلہ نہ کر سکے اور منتشر ہو گئے۔ بعضوں نے شرف الدولہ کے دامن میں جا کر پناہ لی اور بعضوں نے بغداد چھوڑ دیا۔ اس کے اگلے دن شرف الدلہ دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ طائع نے عزت و احترام سے ملاقات کی اور اس اتفاقی واقعہ میں صحیح سلامت رہنے پر۔

مبارک دی۔ پھر شرف الدولہ نے دیلم اور ترک میں مصالحت کرا دی سب سے آئندہ فتنہ و فساد نہ کرنے کی قسمیں لیں۔صمصام الدولہ کو فارس بھیج دیا اور وہیں قلعہ درا میں قید کر دیا۔ تحریر خادم کی یہ رائے تھی کہ صمصام الدولہ کو مار ڈالنا چاہیئے یا آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر دی جائے لیکن کسی نے اس سے اتفاق نہ کیا۔۳۷۹ھ تک صمصام الدولہ قید کی مصیبتیں جھیلتا رہا۔

صمصام الدولہ کا انجام

اس اثنا میں شرف الدولہ بیمار ہو گیا اور ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ تحریر خادم نے پھر صمصام الدولہ کے قتل یا آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھیرنے کی رائے دی اور شرف الدولہ کو سمجھا کر راضی کر لیا چنانچہ شرف الدولہ نے ایک شخص[1] کو جس پر زیادہ بھروسہ تھا اس کام پر مامور کر کے فارس روانہ کیا لیکن اس شخص کو اس کام کی جرأت نہ ہوئی[2] ابو القاسم علاء ابن حسن ناظر سے مشورہ کیا ابو القاسم نے کہا ڈر کس کا ہے' جا صمصام الدولہ کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھیر دے۔صمصام الدولہ کہتا جاتا تھا کہ مجھے تو علاء نے اندھا کیا کیونکہ یہ حکم تو مردہ بادشاہ کا تھا۔

شرف الدولہ نے لشکریوں کی لڑائی اور فساد باہمی سے فراغت حاصل کر کے انتظام مملکت کی جانب توجہ کی' شریف محمد بن عمر کوفی کو اس کا مال اور مقبوضہ بلاد واپس دے دیئے جن کی سالانہ آمدنی پانچ لاکھ بیس ہزار درہم تھی۔ نقیب ابو احمد بن رضی کو بھی اس کی تمام املاک واپس کر دیں۔ لوگوں کو حسب مراتب عہدوں پر مقرر کیا۔ وزیر السلطنت ابو محمد بن فنانجس کو گرفتار کر کے قلم دان وزارت ابو منصور بن صالحان کو عنایت کیا۔ چونکہ قرا تکین نے دولت و حکومت پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ امراء اور احکام کے دلوں پر اس کا رعب بیٹھ گیا اس وجہ سے شرف الدولہ کو قرا تکین کے نکالنے کی فکر ہوئی۔ بدر بن حسنویہ سے شرف الدولہ کو یہ ملال تھا کہ اس نے فخر الدولہ (شرف الدولہ کے چچا) سے میل جول پیدا کر رکھا تھا بدر بن حسنویہ کے زیر کرنے کے حیلے سے قرا تکین کو فوجیں دے کر ۳۷۷ھ میں بغداد سے روانہ کر دیا۔ وادی قرمسین میں معرکہ آرائی کی نوبت آئی' پہلے تو قرا تکین کے لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے۔ فتح مند گروہ نے قتل وغارت گری شروع کر دی۔ صرف چند آدمیوں کے ساتھ قرا تکین جان بچا کر نہروان کے پل کی طرف بھاگا جب کچھ اور شکست خوردہ فوج آ کر جمع ہوئی تو بغداد میں داخل ہوا۔ بدر بن حسنویہ نے تمام صوبہ جبل پر قبضہ کر لیا۔

قرا تکین نے بغداد آ کر وزیر ابو منصور بن صالحان کے خلاف لشکر کو ابھارا۔ سارے شہر میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ شرف الدولہ نے درمیان میں پڑ کر وزیر ابو منصور اور قرا تکین سے میل کرا دیا' لشکر کا جوش ختم ہو گیا۔ شرف الدولہ کے دل میں غبار باقی رہ گیا۔ چند دن بعد موقع پا کر قرا تکین کو مع اس کے مشیروں اور مصاحبوں کے گرفتار کر لیا۔ تمام مال و اسباب ضبط کر لیا' فوج میں اس سے شورش پیدا ہوئی۔شرف الدولہ نے فورا قرا تکین کو قتل کر کے اس کی جگہ طغان حاجب کو مقرر کر دیا۔ شورش دب گئی۔

پھر ۳۷۸ھ میں شرف الدولہ نے شکر خادم کو بھی گرفتار کر لیا' شکر خادم عضد الدولہ (پدر شرف الدولہ) کے ایسے مخصوص تر آدمیوں میں سے تھا کہ کوئی کام عضد الدولہ شکر خادم کے مشورہ کے بغیر نہ کرتا تھا چونکہ خادم اکثر اوقات شرف الدولہ کو چغلی اس کے باپ عضد الدولہ سے کیا کرتا تھا اس وجہ سے شرف الدولہ اپنے باپ کے زمانہ سے اس سے رنج رکھتا تھا۔ ان چغلیوں میں سے ایک چغلی یہ بھی تھی کہ اس نے صمصام الدولہ کو خوش کرنے اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے عضد الدولہ سے کہہ سن کر شرف الدولہ کو بغداد سے کرمان کی طرف بھجوا دیا تھا۔ جب شرف الدولہ دار الخلافت بغداد پر قابض ہوا تو شکر خادم روپوش ہو گیا' بہت جستجو کی نہ پایا۔ شکر خادم کے پاس ایک خوبصورت لونڈی تھی اس کا کسی دوسرے سے تعلق ہو گیا۔ شکر خادم یہ بات تاڑ گیا' مار پیٹ کی جس سے اس لونڈی کو غصہ پیدا ہوا۔ سیدھی شرف الدولہ کے پاس چلی گئی اور شکر خادم کا پتہ بتا دیا بلکہ اپنے ہمراہ شرف الدولہ کے سپاہیوں کو لے جا کر گرفتار کرا دیا۔

۱۔ محمد شیرازی فراموش کو اس کام پر شرف الدولہ نے مامور کیا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۲۵ مطبوعہ مصر۔

۲۔ واقعہ یہ ہے کہ شیرازی کے فارس پہنچنے سے پیشتر شرف الدولہ کا انتقال ہو چکا تھا' اسی وجہ سے محمد شیرازی کو اس حکم کی تعمیل میں تردد ہوا اور ابو القاسم علاء سے اس بابت مشورہ کیا ابو القاسم نے تعمیل حکم پر زور دیا گویا یہی محرک صمصام الدولہ کے نابینا ہونے کا ہوا اور شرف الدولہ تو مر چکا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۲۵ مطبوعہ مصر۔

شرف الدولہ نے شکر خادم کے قتل کا قصد کیا' تحریر خادم نے سفارش کی' شرف الدولہ نے تحریر خادم کو کورا جواب دے دیا' اس کے بعد شکر خادم نے حج کی اجازت چاہی' بغداد سے مکہ معظمہ آگیا اور پھر وہاں سے مصر چلا گیا۔ خلفا شیعہ مصر نے اپنے خواص میں داخل کر لیا اور مراتب اعلیٰ سے سرفراز کیا۔

شرف الدّولہ کی وفات

یکم جمادی الآخر ۳۷۹ھ میں شرف الدولہ ابو الفوارس شردیک بن عضد الدولہ بادشاہ عراق نے دو برس آٹھ مہینے حکومت کر کے وفات پائی مشہد علیؓ میں مدفون ہوا۔ جس وقت اس کی بیماری بڑھی اپنے بیٹے ابو علی کو اس کی ماں کے ساتھ فارس بھیج دیا۔ مال و اسباب اور خزانوں کو بھی اس کے ساتھ بغداد سے منتقل کر دیا۔ حفاظت کی غرض سے ترکوں کا ایک بڑا گروہ ہمراہ کیا۔ اراکینِ دولت نے عرض کی کسی کو اپنا ولی عہد مقرر فرمائیے' جواب دیا مجھے اس کی فرصت نہیں ہے۔ پھر گزارش کی اچھا اپنے بھائی بہاء الدولہ کو اپنا ولی عہد مقرر فرمایئے تاکہ کسی قسم کی شورش نہ ہونے پائے اور آپ کو اس مرض سے افاقہ ہو جائے۔ چنانچہ شرف الدولہ نے بہاء الدّولہ کو اپنا نائب بنایا، شرف الدّولہ کے انتقال کے بعد بہاء الدولہ عزاداری کے لیے بیٹھا۔ خلیفہ طائع تعزیت کرنے کے لیے آیا۔ بہاء الدّولہ نے زمین بوسی کی، خلیفہ طائع نے شاہی خلعت سے سرفراز کیا اور محل سرائے خلافت میں واپس آیا۔ بہاء الدولہ نے ابو منصور بن صالحان کو وزارت کے عہدہ پر بدستور بحال رکھا۔

صمصام الدّولہ اور ابو علی بن شرف الدّولہ

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ جس وقت شرف الدولہ نے ۳۷۹ھ میں دارالخلافت بغداد پر قبضہ کر لیا اسی زمانہ میں اپنے بھائی صمصام الدولہ کو قلعہ ورد قریب شیراز صوبہ فارس میں قید کر دیا۔ جب شرف الدولہ مر گیا اور اس کی موت کی خبر اس کے بیٹے ابو علی کو بصرہ میں پہنچی تو ابو علی نے مال و اسباب اور خزانہ براہ دریا ارجان روانہ کیا اور خود خشکی کے راستہ سے مسافت طے کر کے ارجان پہنچ گیا۔ ترکوں کی فوج نے سلامی دی اور اس کے پاس جمع ہو گئے۔ علاء بن حسن نے شیراز سے صمصام الدولہ کو یہ حالات لکھ بھیجے۔ صمصام الدولہ قید سے نکل کر ملک گیری کے لیے چلا۔ ابو علی نے شیراز کی جانب روانگی کا قصد کیا، لشکریوں نے کمریں باندھ لیں۔ دیلم بھی ساتھ ہو لیے۔ صمصام الدولہ اور ترکوں کا دل بادل گروہ مقابلہ پر آیا۔ مدتوں ترکوں اور دیلم سے معرکہ آرائی ہوئی۔ نتیجہ کچھ نہ ہوا۔ صمصام الدولہ نساء کی طرف چلا گیا اور ترک اس کی رکاب میں تھے۔ نساء پہنچ کر ان لوگوں نے لوٹ مار مچا دی جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ دیلمیوں سے برسرپیکار آئے، قتل کیا' ان کے مال و اسباب اور سامان جنگ پر غارت گری کے ہاتھ بڑھائے۔ ابو علی مجبوراً" پھر اومان کی طرف روانہ ہوا اور ترکوں کو شیراز کی جانب بھیج دیا۔ صمصام الدولہ اور دیلم سے مڈبھیڑ ہو گئی' ترکوں نے شہر کو تاخت و تاراج کیا اور مالِ غنیمت لے کر ارجان واپس آئے۔ اس کے بعد بہاء الدولہ (عم ابو علی) کا ایلچی دارالخلافت بغداد سے آیا۔ انعام و صلے دینے کا وعدہ کیا۔ خلعت بھیجا' ایلچی نے ترکوں کو بلا لیا چنانچہ ترکوں نے ابو علی کو دارالخلافت بغداد اس کے چچا بہاء الدولہ کے پاس چلنے پر آمادہ کر لیا۔ ابو علی ترک فوجوں کے ساتھ دارالخلافت بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ واسط میں جب کہ ۳۸۰ھ کا نصف اوّل گزر چکا تھا' ملاقات ہوئی۔ بہاء الدولہ نے بظاہر خاطرداری اور تواضع میں کوئی کسرباقی نہ چھوڑی' نہایت عزت و احترام سے ٹھہرایا لیکن پھر موقع پا کر گرفتار کر لیا اور قتل کر ڈالا' ابو علی کے قتل کرنے کے بعد فارس کی طرف روانگی کی تیاری کی۔

فخر الدولہ کا اہواز پر قبضہ

چونکہ دارالخلافت بغداد میں قیام کرنا شرف و اعزاز کا باعث تھا اس وجہ سے فخر الدولہ بن رکن الدولہ کا وزیر السلطنت ابو القاسم بن عباء حکومت عراق کو زیادہ پسند کرتا تھا اور بغداد میں اکثر قیام کا خواب دیکھا کرتا تھا۔ جب شرف الدولہ سلطان بغداد نے وفات پائی ابو القاسم

بن عباد کو موقع مل گیا فخر الدولہ کے پاس ایک چلتا پرزہ شخص بھیج دیا جس نے قبضہ بغداد کی ایسی پٹی پڑھائی کہ فخر الدولہ نے بے چینی کے ساتھ ابو القاسم سے قبضہ بغداد کی بابت مشورہ اور اس کی رائے دریافت کی' ابو القاسم نے ٹال مٹول سے جواب دینے میں تاخیر کی۔ جب فخر الدولہ کا اصرار بڑھا اس کے حکم کی تعمیل پر تیار ہوا' فوجیں جمع کر کے ہمدان کی طرف روانہ ہوا۔ بدر بن حسنویہ اور دلیس بن عفیف اسدی وفد کی صورت میں حاضر ہوئے۔ عراق پر فوج کشی کرنے کا باہم مشورہ کیا۔ چنانچہ ابو القاسم بن عباد اور بدر بطور مقدمتہ الجیش جادہ کی جانب بڑھے' فخر الدولہ نے خوزستان کا رخ کیا۔ کچھ عرصہ بعد فخر الدولہ کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ مبادا ابو القاسم بن عباد عضد الدولہ کے لڑکوں سے نہ مل جائے۔ اس وجہ سے ابو القاسم کو واپس بلا لیا اور سب کے سب متفق ہو کر اہواز کی طرف روانہ ہوئے اور کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔

فخر الدولہ کی مراجعت

قبضہ اہواز کے بعد فخر الدولہ کا دماغ پھر گیا۔ لشکریوں کے ساتھ سختی اور بد اخلاقی کا برتاؤ کرنے لگا۔ تنخواہیں اور روزینے دینے بند کر دیے۔ لشکریوں میں بغاوت پھوٹ پڑی ابو القاسم اس طوفان بدتمیزی کو روک سکتا تھا مگر اسے اسی زمانے سے ناراضگی پیدا ہو گئی تھی۔ جب فخر الدولہ نے عضد الدولہ کی اولاد کے ساتھ سازش کے شبہ میں اسے درمیان راہ سے واپس بلا لیا تھا' معاملات سلجھ نہ سکے لشکریوں کی مخالفت روز بروز بڑھتی گئی۔ اس درمیان میں بہاء الدولہ نے ایک بڑا لشکر اہواز پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ فخر الدولہ برسر مقابلہ آیا لڑائیاں ہوئیں۔ اتفاق یہ کہ انہیں دنوں دجلہ کی طغیانی کی وجہ سے اہواز کی نہر کا بند ٹوٹ گیا' فخر الدولہ کے لشکر نے یہ خیال کر کے کہ فخر الدولہ نے ہم لوگوں کو نیچا دکھانے کے لیے بند تڑوا دیے ہیں' میدان جنگ خالی کر دیا۔ ابو القاسم نے فخر الدولہ کو مشورہ دیا کہ ایسے وقت میں اگر آپ لشکریوں کی تنخواہیں اور روزینے دے دیں تو عجب نہیں کہ پھر آپ کے مطیع و فرماں بردار اور جان نثاری پر تیار ہو جائیں۔ لیکن فخر الدولہ نے کوئی بات نہ سنی اور تمام فوج اس سے علیحدہ ہو گئی مجبوراً" رے کی جانب واپس ہوا۔ اثنا راہ میں دیلم اور رے کے چند سرداروں کو گرفتار کر لیا۔ اہواز پر بدستور بہاء الدولہ کی حکومت کا پرچم اڑنے لگا۔

بہاء الدولہ کا ارجان اور بصرہ پر قبضہ

قبضہ اہواز کے بعد بہاء الدولہ ۳۸۰ھ کے آخر میں فارس پر قبضہ کے ارادے سے خوزستان کی طرف روانہ ہوا۔ دار الخلافت بغداد میں سرداران دیلم میں سے ابو نصر خواشادہ کو اپنی قائم مقامی پر چھوڑ گیا' بصرہ پر قبضہ کرتا ہوا خوزستان پہنچا۔ یہیں اس کے بھائی ابو طاہر کے مرنے کی خبر سننے میں آئی۔ تعزیت کا جلسہ کیا اس کے بعد ارجان پہنچ پر قابض ہو گیا جس قدر مال و اسباب تھا سب پر قبضہ کر لیا۔ لشکریوں نے شور و شر کیا۔ بہاء الدولہ نے سب پر تقسیم کر دیا۔ ارجان کے مال و اسباب کی قیمت دس لاکھ دینار اور چونسٹھ لاکھ درہم تھی۔

بہاء الدولہ اور صمصام الدولہ کی مصالحت

قبضہ ارجان سے فارغ ہو کر اپنی فوج کے مقدمہ کو جس کا سردار ابو العلاء بن فضل تھا نو بند جان کی طرف روانہ کیا۔ صمصام الدولہ کی فوج مقابلہ نہ کر سکی' شکست کھا کر بھاگی۔ صمصام الدولہ نے دوسرا لشکر فولاد بن ماندان کی ماتحتی میں نو بند جان روانہ کیا۔ اس نے ابو العلاء کو شکست فاش دی۔ الغرض ابو العلا شکست کھا کر ارجان چلا آیا اور صمصام الدولہ شیراز سے فولاد کے پاس نو بند چلا آیا اس کے بعد صمصام الدولہ اور بہاء الدولہ میں صلح کا نامہ و پیام ہونے لگا۔ کاغذی گھوڑے دوڑانے کے بعد یہ طے پایا کہ بلاد فارس اور ارجان پر صمصام الدولہ کا قبضہ رہے اور خوزستان اور عراق بہاء الدولہ کا مقبوضہ سمجھا جائے اور دونوں فریق اپنے اپنے مقبوضہ بلاد میں مالکانہ قابض رہیں۔ فریقین نے اس قرارداد کے مطابق قسمیں کھائیں اور کاربند ہوئے۔

صلح ہو جانے کے بعد بہاء الدولہ اہواز واپس آیا۔ اہواز پہنچنے پر بغداد میں جو واقعات شیعہ اور اہل سنت و الجماعت کے درمیان وقوع میں آئے تھے وہ معلوم ہوئے اور بغداد کے لٹنے اور مکینوں کے بے خانماں ہو کر نکلنے کے بھی حالات سنے گئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ابھی

ہنگامہ ختم نہیں ہوا۔ بہاء الدولہ نے اصلاح کی غرض سے بغداد کی جانب کوچ کیا چنانچہ اس کے پہنچنے پر امن و امان قائم ہو گیا۔

خلیفہ طائع کی گرفتاری

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ لشکریوں نے تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے بہاء الدولہ کی مخالفت کی تھی اور اس کے وزیر السلطنت کو گرفتار کر لیا تھا لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ چونکہ ابو الحسن بن معلم بہاء الدولہ پر غلبہ پائے ہوئے تھے اسی نے بہاء الدولہ کو خلیفہ طائع کے مال کی طمع دلائی اور اسے غریب خلیفہ کے گرفتار کر لینے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ بہاء الدولہ نے خلافت مآب سے حاضری کی اجازت طلب کی، خلافت مآب نے دستور کے مطابق دربار منعقد کیا۔ بہاء الدولہ اپنے سرداروں کے ساتھ دربارِ خلافت میں حاضر ہوا اور اپنی کرسی پر بیٹھا۔ ایک دیلمی سردار خلیفہ طائع کی دست بوسی کو بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ خلیفہ طائع شور و غل اور فریاد کر رہا تھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا جاتا تھا۔ بہاء الدولہ نے خزائن اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا' بازار میں ہلڑ مچ گیا' ایک نے دوسرے کا مال و اسباب لوٹ لیا۔

قادر باللہ المقتدر کی خلافت

اس کے بعد بہاء الدولہ خلیفہ طائع کے پاس گیا اور معزولی کے محضر پر دستخط کرائے اور تخت خلافت پر متمکن کرنے کے لیے اس کے چچا قادر باللہ ابو العباس احمد المقتدر کو بطیحہ طلب کیا۔ خلیفہ قادر زمانہ خلافت خلیفہ طائع میں جان کے خوف سے بطیحہ بھاگ گیا تھا جیسا کہ خلافتِ عباسیہ کے حالات کے ضمن میں ہم تفصیل سے لکھ آئے ہیں۔ یہ واقعات ۳۷۱ھ کے ہیں۔

بہاء الدولہ کا موصل پر قبضہ

ابو الرواد بن مسیب امیر بنو عقیل نے ابو طاہر بن حمدان آخری بادشاہ بنو حمدان کو موصل میں قتل کر ڈالا اور موصل پر قابض ہو گیا تھا۔ چند روز تک بہاء الدولہ کی اطاعت کرتا رہا۔ یہ واقعہ جیسا کہ ہم اوپر اخبار بنو حمدان اور بنو مسیب میں بیان کر آئے ہیں ۳۸۰ھ کا ہے اس کے بعد ابو الرواد نے سرکشی کی۔ بہاء الدولہ نے سرداران دیلم میں سے ابو جعفر حجاج بن ہرمز نامی ایک سپہ سالار کو ایک بڑی فوج کے ساتھ ابو الرواد کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ ابو جعفر نے آخر ۳۸۱ھ میں موصل پر قبضہ کر لیا۔ بچے ہوئے بنو عقیل ابو الرواد سے ملے اور جنگ ابو جعفر پر باہم متفق ہو کر میدان کارزار کا راستہ لیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں' ایک مدت تک سلسلہ جنگ جاری رہا اور ابو جعفر نہایت مردانگی سے مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار اس نے ابو الرواد کو گرفتار کر لیا مگر پھر اس خوف سے کہ مبادا اہلِ موصل میں بغاوت پھوٹ نکلے ضمانت لے کر ابو الرواد کو رہا کر کے اس کو دار الخلافت بغداد بھیج دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ وہ بہاء الدولہ کے عتاب میں گرفتار ہو گیا تھا۔ ابو الرواد کی گرفتاری ابن معلم کے اشارے سے ہوئی تھی لیکن جب وزیر السلطنت کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ابو الرواد سے ضمانت لے کر بغداد بھیج دینے کا حکم دے دیا۔

ابن معلم ابو الحسن

ابن معلم کا نام ابو الحسن تھا' یہ نہایت چالاک اور فتین تھا' اس نے اپنی چالاکیوں سے بہاء الدولہ پر پورے طور سے قابو حاصل کر لیا تھا' جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا' بڑے بڑے امور اسی کے اشارے اور رائے سے کیے گئے' انہیں میں سے ابو الحسن محمد بن عمر علوی کا واقعہ ادبار ہے۔ شرف الدولہ کے زمانۂ حکومت میں ابو الحسن کا طوطی بولتا تھا۔ بہت بڑا مال دار اور صاحب جائیداد تھا' جب بہاء الدولہ کے قبضہ میں زمام حکومت آئی تو ابن معلم نے لگانا بجھانا شروع کیا۔ اس کے مال و جائیداد کی طمع دلائی۔ بہاء الدولہ نے اس کے اشارہ اور سازش سے ابو الحسن کو گرفتار کر کے اس کے مال و جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ابن معلم نے بہاء الدولہ کو وزیر السلطنت منصور بن صالحان کی معزولی پر آمادہ کیا چنانچہ بہاء الدولہ نے برے طریقے سے اسے معزول کر کے خوزستان کی روانگی سے قبل قلم دان وزارت ابو نصر سابور

(خاندان اردشیر کا ایک ممبر) کو سپرد کیا پھر اسی ابن معلم نے بہاء الدولہ کو خلیفہ طائع کی معزولی اور اس کے مال و اسباب پر قبضہ کر لینے پر ابھارا اور دارالخلافت کا تمام مال و اسباب بہاء الدولہ کے مکان پر اٹھا لایا کچھ عرصہ بعد وزیر السلطنت ابو نصر سابور کی معزولی اور ادبار بھی اسی معلم کے ہاتھوں ہوئی۔ عہدہ وزارت ابو القاسم عبدالعزیز بن یوسف کو عطا کیا گیا خوزستان کی واپسی کے بعد ابو خواشادہ اور ابو عبید طاہر کو ۳۸۱ھ میں گرفتار کرا کر جیل بھجوا دیا۔ وجہ یہ تھی کہ ان دونوں بدبختوں نے ابن معلم کو تحائف و ہدایا نہیں دیے تھے۔ اس نے بہاء الدولہ کو اشارہ کر دیا۔ اس نے ان کو زیر و زبر کر دیا۔ جب کثرت سے ایسے امور وقوع میں آئے تو لوگوں نے سرگوشیاں شروع کیں، لشکریوں نے بغاوت کر دی۔ بہاء الدولہ نے ہر چند ہنگامہ بغاوت دور کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ لشکریوں نے ابن معلم کے حوالے کر دینے کا مطالبہ کیا۔ بہاء الدولہ نے ان لوگوں کو خوش اور راضی کرنے کے لیے ابن معلم کو اس کے تمام اسٹاف کے ساتھ گرفتار کر لیا۔ لیکن فوجی اس پر راضی نہ ہوئے اور اس کی حوالگی کا مطالبہ کرتے رہے بہاء الدولہ نے مجبور ہو کر ابن معلم کو لشکریوں کے حوالے کر دیا لشکریوں نے فوراً اسے قتل کر ڈالا اس کے بعد وزیر السلطنت ابو القاسم لشکریوں کی بغاوت اور سازش سے متہم ہوا' بہاء الدولہ نے اسے گرفتار کر لیا۔ اس کی جگہ ابو نصر سابور اور ابو نصر بن وزیر کو قلم دان وزارت عطا کیا' چنانچہ یہ دونوں عہدۂ وزارت کو انجام دینے لگے۔

پسرانِ بختیار کی بغاوت اور قتل

عضد الدولہ نے بختیار کے لڑکوں کو جیل میں ڈال دیا تھا چنانچہ زمانہ حکومت عضد الدولہ میں بدستور قید کی مصیبتیں جھیلتے رہے' اس کے بعد صمصام الدولہ کی حکومت کا دور آیا اس کی حکومت میں بھی اسے قید سے نجات نہ ملی' جب شرف الدولہ تخت حکومت پر رونق افروز ہوا اس نے ان لوگوں کو قید سے رہا کیا بحسن سلوک پیش آیا اور شیراز میں کمال عزت و احترام سے ٹھہرایا جاگیریں دیں۔ جب شرف الدولہ کا انتقال ہو گیا اور بہاء الدولہ تخت حکومت پر متمکن ہوا تو پھر ان غریبوں کو قید کی مصیبتوں میں گرفتار ہونا پڑا۔ بلاد فارس کے ایک قلعہ میں قید کر دیے گئے ان لوگوں نے جیل کے سپاہیوں اور دیلم کے اس دستہ فوج کو ملا لیا جو ان کی نگرانی کے لیے مامور تھا' چنانچہ ان لوگوں نے انہیں جیل سے نکل جانے کا موقع دے دیا یہ واقعہ ۳۸۳ھ کا ہے۔ ان لوگوں کا جیل سے نکلنا تھا کہ اطراف و جوانب کے لوگ جمع ہو گئے جن میں اکثر شاہی فوج کے پیادے تھے رفتہ رفتہ یہ خبر صمصام الدولہ تک پہنچی۔ صمصام الدولہ نے ابو علی ابن استاد ہرمز کو ایک بڑی فوج کا افسر بنا کر روانہ کیا۔ بختیار کے لڑکوں کے پاس جو لوگ آ کر جمع ہو گئے تھے وہ شاہی سطوت سے ڈر کر منتشر ہو گئے۔ بختیار کے لڑکے مجبور ہو کر ان دیلمیوں کے ساتھ جو ان کے پاس رہ گئے تھے قلعہ نشین ہو گئے۔ ابو علی نے محاصرہ ڈال دیا۔ ایک روز موقع پا کر دیلمیوں کی سازش سے چند سرداروں کو قلعہ کی پوشیدہ راہ سے قلعہ میں بھیج دیا۔ ان سرداروں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور بختیار کے لڑکوں کو قتل کر ڈالا۔

ابو العلاء اور صمصام الدولہ کی جنگ

۳۸۳ھ میں بہاء الدولہ سلطان بغداد اور اس کے بھائی صمصام الدولہ والی خوزستان سے پھر ان بن ہو گئی۔ اس سے پیشتر جوان دونوں کے درمیان مصالحت ہو گئی تھی وہ کالعدم ہو گئی۔ عہد شکنی کے اسباب یہ پیدا ہوئے کہ بہاء الدولہ نے ابو العلا عبداللہ بن فضل کو اہواز روانہ کیا تھا اور درپردہ یہ سمجھا دیا تھا کہ میں متفرق طور سے تمہارے پاس فوجیں روانہ کرتا رہوں گا' جب فوج کی ایک کافی تعداد جمع ہو جائے تو بلادِ فارس پر حملہ کر کے قابض ہو جانا۔ چنانچہ ابو العلاء اہواز روانہ ہو گیا۔ بہاء الدولہ کسی مصروفیت کی وجہ سے کچھ عرصہ تک فوجیں روانہ نہ کر سکا' اتفاق سے یہ خبر صمصام الدولہ تک پہنچ گئی۔ صمصام الدولہ نے اپنی باقاعدہ فوج کو خوزستان روانہ کیا۔ ابو العلاء نے بہاء الدولہ کو یہ واقعات لکھے اور امداد کی درخواست کی' دونوں فوجیں ایک ہی وقت میں خوزستان پہنچیں' ایک دوسرے سے مقابلہ ہو گیا۔ ابو العلاء کی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ ابو العلاء گرفتار کر لیا گیا مگر صمصام الدولہ کی ماں نے اسے رہا کر دیا۔ بہاء الدولہ کو اس

سے بے حد صدمہ ہوا' مال جمع کرنے کی فکر پیدا ہوئی اپنے وزیر السلطنت ابو نصر سابور کو قیمتی قیمتی جواہرات دے کر واسط روانہ کیا کہ مہذب الدولہ والی بطیحہ کے پاس رہن رکھ کر فوج کے مصارف کے لیے روپیہ لائے۔ چنانچہ ابو نصر نے اسے رہن رکھا اور چند روز بعد وزارت چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ابو نصر کے بھاگ جانے پر ابن صالحان نے بھی عہدۂ وزارت سے استعفا دے دیا۔ بہاء الدولہ نے اس کی جگہ ابو القاسم علی بن احمد کو قلم دان وزارت عطا کیا۔ ابو القاسم عہدۂ وزارت کے کام کو انجام نہ دے سکا۔ یہ بھی وزارت چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ بہاء الدولہ نے ابو نصر کو دوبارہ قلم دان وزارت سپرد کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ دیلم میں صلاحیت پیدا ہو گئی تھی۔

اس کے بعد بہاء الدولہ نے طغان ترکی کو سات سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ اہواز کے سر کرنے کے لیے بھیجا۔ طغان نے بسوی پر قبضہ کر لیا۔ صمصام الدولہ کے افسر اہواز سے کوچ کر گئے۔ طغان کی فوج تمام صوبہ خوزستان میں پھیل گئی چونکہ طغان کی فوج میں ترکی زیادہ تھے اس سے دیلم کو جو اس کی فوج میں قلیل تعداد میں تھے' حسد و رشک پیدا ہوا اور اس سے ہنگامہ آرائی کی غرض سے علیحدہ ہو گئے۔ ترکوں کی تعداد زیادہ تھی انہوں نے ان کو گھیر لیا۔ دیلم نے مجبور ہو کر امن کی درخواست کی۔ طغان نے امن دیا چنانچہ دیلم امن کے دھوکے میں آ گئے' ہتھیار رکھ دیے' ترکوں نے سب کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ کی خبر بہاء الدولہ کو واسط میں پہنچی فوراً اہواز کی طرف روانہ ہو گئے اور صمصام الدولہ نے شیراز کا راستہ لیا۔ یہ واقعہ ۳۸۴ھ کا ہے' صمصام الدولہ کو اس واقعہ سے بے حد غصہ پیدا ہوا' اپنے لشکر کو ۳۸۵ھ میں ترکوں کے قتل عام کا حکم دے دیا۔ فارس میں ترکوں کا ایک بڑا گروہ قتل اور پامال کر دیا گیا باقی ماندہ فارس چھوڑ کر بھاگ گئے۔ قصبات اور دیہات کو لوٹتے ہوئے کرمان پہنچے پھر کرمان سے نکل کر سندھ چلے گئے۔ ۳۸۵ھ میں صمصام الدولہ نے اپنی دیلمی فوج کو اہواز پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ بہاؤ الدولہ کا نائب السلطنت مر گیا تھا اور ترکوں نے دار الخلافت بغداد کی طرف واپسی کا ارادہ کر لیا تھا۔ بہاؤ الدولہ نے متوفی نائب السلطنت کی بجائے ابو کالیجار مرزبان بن سفیون کو اہواز کی گورنری پر مامور کیا اور ابو محمد حسن بن مکرم کو اپنے نائب تفکین کی مدد پر رامہرمز کی جانب روانگی کا حکم دیا۔ تفکین ابو محمد کو رامہرمز میں چھوڑ کر اہواز ہوتا ہوا خوزستان کی طرف چلا گیا۔ علاء بن حسن نے دھوکا دینے کی غرض سے اس سے خط و کتابت کی لیکن وہ اس کے جال میں نہ آیا' رامہرمز جا کر دم لیا۔ ابو محمد اور دیلمی فوج سے مڈبھیڑ ہوئی۔ بہاء الدولہ نے ان ہی ترکوں کو جو فنون جنگ سے کلی واقفیت رکھتے تھے' دیلمیوں پر پشت سے حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ دیلمی سپہ سالار کو اس کی کسی ذریعہ سے اطلاع ہو گئی' ایک دستہ فوج بھیج دیا جس نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ سے بہاء الدولہ کی کمر ہمت ٹوٹ گئی' مقابلہ چھوڑ کر اہواز کی جانب لوٹا۔ اہواز پہنچ کر دو ایک روز آرام کر کے بصرہ چلا آیا' وہیں قیام پذیر ہو گیا۔ اس واقعہ کی خبر ابو محمد کو پہنچی' میدان جنگ چھوڑ کر مکرم کے کیمپ کی طرف واپس ہوا' علاء اور دیلمی فوج نے تعاقب کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ابو محمد کو تشتر کی طرف نکال دیا۔ مدتوں دونوں فریقوں میں جنگ و جدال کا سلسلہ جاری رہا۔ ترکوں کے قبضہ میں تشتر سے رامہرمز تک کا علاقہ رہ گیا اور دیلم رامہرمز سے بقیہ بلاد فارس پر قابض رہے' ترکوں نے واپسی اختیار کی' علاء تعاقب میں چلا گیا' جب اس نے یہ امر محسوس کر لیا کہ ترکوں نے واسط کا راستہ اختیار کیا ہے تو ناکام واپس ہوا اور کیمپ مکرم قیام اختیار کیا اور بہاء الدولہ دار الخلافت بغداد واپس آیا۔

علاء نے ہمراہیوں میں سے ایک سپہ سالار سرداران دیلم میں سے سلراستان نامی بھی تھا اس نے دیلمیوں سے خط و کتابت شروع کی جو بہاء الدولہ کے ساتھ تھے چنانچہ اس کے اشارے پر دیلمیوں نے امن کی درخواست کی اور شکراستان نے انہیں امن دیا اور لوگ جن کی تعداد چار سو کے قریب تھی' شکراستان کے پاس چلے آئے۔ ان لوگوں کے آنے سے شکراستان کی فوج بڑھ گئی' اس سے اس کی ہمت بڑھی۔ بصرہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا۔ اہل بصرہ میں سے ابو الحسن بن جعفر علوی شکراستان سے مل گیا اور دیلمیوں کو درپردہ رسد و غلہ اور امداد دینے لگا' بہاء الدولہ کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ بہاء الدولہ نے چند لوگوں کو ابو الحسن اور اس کے ہمراہیوں کی گرفتاری کے لیے بھیج دیا۔ ابو الحسن اور اس کے ہمراہی بصرہ چھوڑ کر شکراستان سے بھاگ گئے۔ ان لوگوں کے مل جانے سے شکراستان کی قوت بڑھ گئی' ان لوگوں نے کشتیاں فراہم کیں اور اسے بصرہ پر قبضہ کرنے کی راہیں بتائیں چنانچہ شکراستان اپنی فوج کے ساتھ کشتیوں پر سوار ہو کر بصرہ جا اترا۔ بہاء الدولہ کی فوج سے مقابلہ ہوا' سخت اور خون ریز جنگ کے بعد بہاء الدولہ کو شکست ہوئی۔

شکراستان نے بصرہ پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کرلیا اور جی کھول کر اسے پامال کیا۔ بہاء الدولہ نے بصرہ کی شکست کے بعد مہذب الدولہ والی بطیحہ کو پیام بھیجا کہ آپ بصرہ کو دیلمیوں کے قبضہ سے نکال لیجئے۔ اور خود قابض ہوجایئے' مہذب الدولہ نے عبداللہ مرزوق کو ایک لشکر کے ساتھ بہاء الدولہ کی حمایت و امداد کے لیے روانہ کیا۔ دیلمی فوج مقابلہ پر آئی لیکن پہلا حملہ بھی برداشت نہ کر سکی' بصرہ چھوڑ کر بھاگ نکلی شکراستان نے اپنی شکست خوردہ فوج کو جمع کیا اور میدان جنگ میں آیا بری اور بحری لڑائی شروع ہوئی بالآخر بصرہ پر قابض ہو گیا۔ بہاء الدولہ کو لکھ بھیجا کہ میں آپ کا مطیع ہوں اور ضمانت دینے کو تیار ہوں' بہاء الدولہ نے درخواست منظور کر لی اور اس کے لڑکے کو بطور ضمانت اپنے پاس رکھ لیا۔ شکراستان نہایت چلتا پرزہ تھا' بہاء الدولہ اور صمصام الدولہ دونوں کی اطاعت کا اظہار کرتا تھا مگر حقیقت میں کسی کا مطیع نہ تھا۔

وزیر ابن عباد کی وفات

۳۸۵ھ میں ابو القاسم اسماعیل بن عباد (فخر الدولہ کا وزیر السلطنت) نے بمقام رے جان بحق تسلیم کی' اپنے زمانے میں یہ بلحاظ علم و فضل یکتا تھا' سیاست اور ملک داری میں بھی اپنی نظیر آپ تھا مختلف علوم اور فنون میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ تصنیف و تالیف میں بھی اسے پوری مہارت تھی جو رسائل اس نے لکھے تھے وہ مشہور اور مدوّن ہیں۔ اس کے کتب خانوں میں اس قدر کتابیں تھیں کہ کسی نے اس قدر کتابیں جمع نہ کی ہوں گی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا کتب خانہ چار سو اونٹوں پر بار کیا جاتا تھا۔

ابو العباس احمد بحیثیت وزیر السلطنت

اس کی وفات کے بعد فخر الدولہ نے قلم دان وزارت ابو العباس احمد بن ابراہیم عنبی ملقب بہ کافی کو عنایت کیا۔ قصہ مختصر ابو القاسم کے مرنے کے بعد فخر الدولہ نے اس کے مال و اسباب پر قبضہ کرلیا حالانکہ اس نے بوقتِ وفات کسی کے حق میں وصیت کی تھی مگر فخر الدولہ نے اسے نافذ نہ کیا۔ چونکہ قاضی عبدالجبار معتزلی ابو القاسم کا پرورش کردہ اور ساختہ پرداختہ تھا۔ اسی نے اسے رے کے عہدۂ قضا پر مامور کیا تھا اس وجہ سے قاضی عبدالجبار نے فخر الدولہ کو بدعہدی اور بے وفائی کا ملزم قرار دیا۔ فخر الدولہ کو اس کی خبر لگ گئی' قاضی عبدالجبار سے اس کا مطالبہ کیا' ایک ہزار طیلسان اور ایک ہزار تھان نفیس نفیس کپڑوں کے ضبط کرکے فروخت کر ڈالے اس کے بعد ابو القاسم کے مال و اسباب کا جہاں جہاں پتہ لگا ڈھونڈ ڈھونڈ کر ضبط کر لیا' اس کے تمام نشانات کو فنا کر دیا اور اس کے ہمراہیوں اور آوردوں کو گرفتار کرلیا۔ والبقاء اللہ وحدہ

ماہ شعبان ۳۸۵ھ میں فخر الدولہ بن رکن الدولہ بویہ والی رے' اصفہان اور ہمدان نے قلعہ طبرک میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر سفر آخرت اختیار کیا' تختِ حکومت پر اس کا لڑکا مجد الدولہ ابو طالب رستم متمکن ہوا۔ اس وقت اس کی عمر صرف چار برس کی تھی۔ امراء و اراکین دولت نے اس نوعمر چھوکرے کو تخت آرائے حکومت کیا تھا' اس کے بھائی شمس الدولہ کو ہمدان اور قرمیس حدود عراق تک کا حاکم بنایا۔ مجد الدولہ کی زمام حکومت اس کی ماں کے قبضہ اقتدار میں تھی اور حکمرانی ابو طاہر (یہ فخر الدولہ کا مصاحب تھا) اور ابو العباس عنبی کافی وزیر السلطنت کے مشورے اور رائے سے کرتی تھی۔

ان واقعات کے بعد علاء بن حسن صمصام الدولہ کا گورنر خوزستان مقام لشکر گاہ مکرم میں انتقال کر گیا۔ صمصام الدولہ نے ابو علی بن استاد ہرمز کو بہت سا مال دے کر روانہ کیا۔ اس نے خوزستان پہنچ کر دیلمی فوج میں مال تقسیم کر دیا۔ دیلمیوں کی باچھیں کھل گئیں مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہو گئے۔ بہاء الدولہ کے ہمراہیوں کو جندیسابور سے نکال کر خوزستان اور خوزستان سے شہربدر کرکے واسط کی طرف بھیج دیا۔ ان میں سے چند آدمیوں کو ملانے کی کوشش کی اور جب وہ ان کی طرف مائل ہو گئے اور اس سے آملے تو انہیں اچھے اچھے عہدے دیئے' تمام مقبوضہ علاقے میں حکام اور گورنر مقرر کیے' خراج وصول کیے۔ یہ واقعات ۳۸۷ھ کے ہیں' اس کے بعد ابو محمد بن مکرم واسط سے ترکوں کو لے کر نکلا۔ ابو علی ان کی مدافعت پر تیار ہو گیا۔ دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اسی اثنا میں بہاء الدولہ

واسط سے آپہنچا۔ انہی دنوں ابو علی بن اسماعیل (جسے بہاء الدولہ نے اہواز کی روانگی کے وقت ۳۸۶ھ میں دارالخلافت بغداد کا نائب مقرر کیا تھا) واسط آگیا' مقلد بن مسیب یہ خبر پا کر موصل سے بغداد کے علاقہ کو روکنے کی غرض سے نکل کھڑا ہوا۔ ابو علی بن اسماعیل مقابلہ کی غرض سے خم ٹھونک کر نکلا۔ بہاء الدولہ کو اس سے مغالطہ پیدا ہوا اور یہ امراء سے ناگوار گزرا' چند لوگوں کو ابو علی بن اسماعیل کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ ابو علی بن اسماعیل یہ خبر پا کر بطیحہ بھاگ گیا۔

بہاء الدولہ اور ابو علی بن استاد ہرمز کی جنگ

وزیر السلطنت نے رائے دی کہ مصلحت وقت یہ ہے کہ آپ ابو محمد بن مکرم' ابو علی بن استاد ہرمز کے مقابلہ پر امداد کے لیے تیار ہو جائیے اور فوراً خوزستان کا راستہ اختیار کیجیے ورنہ معاملہ نازک ہو جائے گا۔ چنانچہ بہاء الدولہ سامان جنگ و سفر درست کر کے خوزستان کی طرف چلا۔ قنطرہ بیضاء پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ ابو علی بن استاد ہرمز سے چند لڑائیاں ہوئیں' ابو علی نے رسد و غلہ کی درآمد بند کر دی۔ بہاء الدولہ کا لشکر پریشان ہو گیا تب بہاء الدولہ نے بدر بن لحسنویہ سے امداد کی درخواست کی۔ خوردونوش کی چیزیں طلب کیں۔ بدر بن حسنویہ نے کچھ سامان خوردنی روانہ کیا۔ لگانے بجھانے والوں نے ابو علی بن اسماعیل کی طرف سے بہاء الدولہ کے کان بھرنے شروع کر دیے۔ قریب تھا کہ ادبار کی گھٹائیں اس کے سر پر چھا جاتیں۔ اتنے میں صمصام الدولہ کے رے جانے کی خبر آگئی' جنگ اور مخالفت کا قصہ تمام ہو گیا' باہم مصالحت ہو گئی اور زمام حکومت بہاء الدولہ کے قبضۂ اقتدار میں آگئی۔

قتل صمصام الدولہ

جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں ابو القاسم اور ابو نصر پسران بختیار مقید تھے' ان دونوں نے محافظین قلعہ کو ملا لیا اور قلعہ سے نکل آئے' کردوں کا ایک گروہ ان کے پاس آکر جمع ہو گیا۔ اتفاق یہ کہ انہی دنوں میں صمصام الدولہ نے اپنی فوج کا جائزہ لیا اور تقریباً ایک ہزار آدمیوں کو جن کا نسب دیلمی نہیں ثابت ہوا تھا' فوج سے نکال دیا تھا' یہ جم غفیر بھی بختیار کے لڑکوں سے جا ملا۔ بہت بڑی جمعیت ہو گئی۔ ارجان کی طرف بڑھے' ابو جعفر استاد ہرمز ان دنوں وہیں مقیم تھا دونوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ ابو جعفر شکست اٹھا کر بھاگا اور روپوش ہو گیا' ان لوگوں نے اس کے ایوانِ حکومت اور مکان کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے صمصام الدولہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ صمصام الدولہ شکست کھا کر رودمان (شیراز سے دو منزل کے فاصلہ پر) بھاگ آیا۔ والیٔ رومان نے صمصام الدولہ کو گرفتار کر لیا۔ ابن نصر بن بختیار نے پہنچ کر والیٔ رومان سے صمصام الدولہ کو لے لیا اور اس کی حکومت' فارس کے نویں برس ماہ ذی الحجہ ۳۸۸ھ میں قیدِ حیات سے سبکدوش کر لیا اور اس کی ماں کو ایک دیلمی سردار کے حوالے کر دیا۔ دیلمی سردار نے اسے بھی مار ڈالا اور اسی کے مکان میں دفن کر دیا۔ جب بہاء الدولہ فارس پر قابض ہوا تو اس نے اس کی نعش کو مقابر بنو بویہ میں لے جا کر دفن کیا۔

بہاء الدولہ کا فارس اور خوزستان پر قبضہ

صمصام الدولہ کے قتل کے بعد ابو القاسم اور ابو نصر پسران بختیار فارس پر قابض ہو گئے۔ ان لوگوں نے ابو علی بن استاد ہرمز کے پاس پیام بھیجا بلانے کی کوشش کی اور یہ امر پیش کیا کہ "آؤ ہم' تم' نیز وہ دیلم جو تمہارے ساتھ ہیں باہم عہد و پیمان کر لیں اور بہاء الدولہ سے لڑیں"۔ ابھی ابو علی کوئی جواب انکار و اقرار کا نہ دینے پایا تھا کہ بہاء الدولہ نے بھی اس سے خط و کتابت کی۔ اسے اور ان دیلم کو جو ان کے ہمراہ تھے امن دینے کا اقرار کیا اور ہر طرح کا سلوک کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ ابو علی کو سخت فکر پیدا ہوئی چونکہ ابو علی نے اس سے پہلے پسرانِ بختیار کے دو بھائیوں کو قتل کر ڈالا تھا اور ان دونوں کو قید کیا تھا اس وجہ سے اس نے بہاء الدولہ کے میل جول کو ترجیح دی۔ باقی رہے دیلم جو اس کے ہمراہ تھے' انہوں نے ان ترکوں کے خوف سے جو کہ بہاء الدولہ کے ساتھ تھے' ملنے سے انکار کیا تاہم ابو علی انہی دیلمیوں کے ساتھ رہا اور اسی کشمکش و پیچ میں پڑا رہا یہاں تک کہ سرداروں کی ایک جماعت کو بہاء الدولہ کے پاس روانہ کیا' ان لوگوں نے

اس سے عہد و پیمان لیا اور اس پر اعتماد کر کے سب کے سب اس کے پاس چلے آئے' اہواز کی طرف بڑھے۔ پھر رامہرمز اور ارجان کی جانب گئے غرض کہ بہاء الدولہ نے آہستہ آہستہ تمام بلاد خوزستان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اپنے وزیر السلطنت ابو علی بن اسماعیل کو فارس کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ شیراز کے باہر ایک کھلے میدان میں پڑاؤ ڈالا۔ پسران بختیار ان دونوں شیراز ہی میں تھے' دونوں فریقوں میں گھسان کی لڑائی ہوئی' اثنائے جنگ میں پسرانِ بختیار کے بعض ہمراہی ابو علی وزیر سے مل گئے اور ان دونوں سے علیحدہ ہو کر ابو علی کی فوج میں آ گئے جس سے پسران بختیار کو شکست ہوئی۔ ابو علی نے شیراز پر قبضہ کر لیا۔ ابو نصر بن بختیار بلاد دیلم بھاگ گیا اور اس کا بھائی ابو القاسم بدر بن حسنویہ کے پاس چلا گیا پھر بطیحہ چلا گیا اور قیام پذیر ہوا۔ خاتمہ جنگ کے بعد وزیر السلطنت ابو علی نے فتح کا نامہ بشارت بہاء الدولہ کی خدمت میں روانہ کیا چنانچہ بہاء الدولہ اس خوشخبری کو سن کر شیراز آیا اور قریہ رودمان کو تباہ اور پامال کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اہواز جا کر سکونت اختیار کی۔ دارالخلافت بغداد میں اپنی جگہ ابو علی بن جعفر معروف بہ استاد ہرمز کو متعین کیا اور عمید العراق کا لقب مرحمت فرمایا۔ ان واقعات کے بعد سے ملوک دیلم نے مستقل طور سے اہواز (بلادِ فارس) میں سکونت اختیار کی اور مدت دراز تک عراق کے حکمران رہے۔

ابو نصر بن بختیار کا قتل

جس وقت ابو نصر بن بختیار کا قدم بلاد دیلم میں مستقل طور سے جم گیا اس وقت اس نے ان دیلمی فوجوں کو ملانے کی کوشش کی جو فارس اور کرمان میں تھیں اور ان سے خط و کتابت شروع کی چنانچہ دیلمی فوجیں اور بہت سے اکراد ابو نصر کی تحریر کے مطابق فارس آ کر جمع ہو گئے۔ ابو نصر نے ان لوگوں کو مسلح کر کے کرمان پر دھاوا کر دیا۔ اس وقت کرمان میں ابو جعفر بن سیرجان حکومت کر رہا تھا' موقع مناسب نہ پایا' جیرفت کی طرف بڑھا اور اس پر قابض ہو گیا۔ جیرفت کے بعد آہستہ آہستہ اکثر بلاد کرمان پر قبضہ کر لیا۔ بہاء الدولہ کو اس کی خبر لگی فوراً اپنے وزیر السلطنت ابو علی بن اسماعیل کو ایک فوج کے ساتھ ابو نصر کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ جوں ہی ابو علی جیرفت کے قریب پہنچا اہل جیرفت نے امن کی درخواست کی اور اطاعت قبول کی۔ ابو نصر بن بختیار یہ رنگ دیکھ کر بھاگ نکلا۔ ابو علی نے اپنی فوج سے تین سو جنگ آوروں کو منتخب کیا اور انہیں اپنے ہمراہ لے کر ابو نصر کے تعاقب میں نکلا۔ اس کا بقیہ لشکر جیرفت ہی میں پڑاؤ کیے رہا' دوچار منزل کے بعد ابو علی نے ابو نصر کو پہنچ کر گھیر لیا۔ ابو نصر کے ہمراہیوں میں سے کسی نے مکر و فریب سے اسے قتل کر ڈالا اور سر کاٹ کر ابو علی کے پاس لے آیا۔ ابو نصر کے باقی ماندہ ہمراہی پریشان ہو کر بھاگے' ابو علی نے سب کو پامال کر دیا۔ یہ واقعہ ۳۹۰ھ کا ہے۔ ابو نصر کے مارے جانے کے بعد ابو علی نے کرمان پر قبضہ کر کے ابو موسیٰ سیاہ چشم کو مامور کیا اور مظفر و منصور بہاء الدولہ کی خدمت میں آیا۔ بہاء الدولہ نے فوراً اسے گرفتار کر کے اس کے مال و اسباب کو بھی ضبط کر لیا۔ اس گرفتاری اور ضبطی کا ظاہری سبب کچھ نہ تھا اور اپنے دوسرے وزیر شاپور کو لکھ بھیجا کہ ابو علی کے تمام ممبران خاندان اور اعزہ اقارب اور دوستوں کو گرفتار کر لو۔ وزیر شاپور کو بلاوجہ گرفتاری سے پس و پیش ہوا اس وجہ سے ان لوگوں کو بھاگ نکلنے کا موقع مل گیا چنانچہ وہ سب بھاگ گئے۔ اس کے بعد بہاء الدولہ نے اپنے وزیر ابو علی کو ۳۹۲ھ میں قتل کر ڈالا' خوزستان اور اس کے تمام متعلقہ بلاد پر ابو علی حسن بن استاد ہرمز کو مقرر کیا' عمید الجیوش کا لقب دیا۔ ابو جعفر حجاج بن ہرمز کو بد اخلاقی' ظلم اور بے جا تحکم کی وجہ سے معزول کیا چنانچہ ابو علی حسن کی گرفتاری سے انتظام درست ہو گیا۔ شورش کم ہو گئی گویا بہاء الدولہ کو ابو علی کے عدل و انصاف کی وجہ سے بہت بڑی دولت مل گئی۔

طاہر بن خلف اور ابو موسیٰ کی جنگ

ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں کہ طاہر ابن خلف اپنے باپ خلف بن احمد سجستانی کی اطاعت چھوڑ کر اس کے مقابلہ پر جنگ کے لیے آیا تھا چنانچہ اس کا باپ کامیاب ہوا اور طاہر شکست کھا کر کرمان کی طرف چلا گیا' ارادہ یہ تھا کہ موقع پا کر کرمان پر قابض ہو جاؤں۔ گورنر کرمان اپنی کاہلی اور آرام طلبی کی وجہ سے طاہر بن خلف کے بڑھتے ہوئے حملوں کی روک تھام نہ کر سکا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دن میں طاہر کی

جمعیت بڑھ گئی، اطراف و جوانب کے امراء جو گورنر کرمان کے مخالف تھے اس سے مل گئے۔ طاہر نے ان لوگوں کو مسلح کر کے جیرفت پر دھاوا بول دیا۔ جیرفت اور اس کے علاوہ اور شہروں پر بھی قابض ہو گیا۔ یہ واقعہ ۳۹۱ھ کا ہے۔ ابو موسیٰ سیاہ چشم کو اس کی خبر لگی، گورنر کرمان پر بے حد غصہ ہوا اور اپنی دیلمی فوج کو مرتب کر کے کرمان پر حملہ کر دیا۔ طاہر بن خلف کو شکست ہوئی، ابو موسیٰ نے اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور جن شہروں پر اس نے قبضہ کر لیا تھا پھر قابض ہو گیا۔ اسی اثناء میں بہاء الدولہ نے ابو جعفر استاد ہرمز کو ایک بڑی فوج کے ساتھ کرمان کی طرف روانہ کیا۔ ابو جعفر نے بھی طاہر کو بجستان کے باہر شکست دی اور کرمان پر قبضہ کر لیا۔ دیلم کا دور دورہ تھا جیسا کہ اس سے پہلے تھا کرمان میں وہی دور دورہ پھر ہو گیا۔

بنو عقیل اور بنو اسد کی پامالی

قراوش بن مقلد نے ۳۹۳ھ میں بنو عقیل کے ایک گروہ کو ملک گیری کی غرض سے روانہ کیا تھا چنانچہ اس نے مدائن پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ بہاء الدولہ کے نائب بغداد (ابو جعفر حجاج بن ہرمز) نے اس خبر کو سن کر صف شکن فوجیں ان کے مقابلہ کے لیے روانہ کیں۔ چنانچہ بنو عقیل کے گروہ نے مدائن کے محاصرہ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس کے بعد بنو عقیل اور بنو اسد میں سے ابو الحسن بن مزید متفق ہو کر ملک گیری کے لیے نکلے، ابو جعفر حجاج مقابلہ کی غرض سے خم ٹھونک کر میدان میں آیا' خفاجہ کو بھی شام سے بلا بھیجا۔ دونوں فریقوں میں جنگ شروع ہو گئی، سخت اور خون ریز جنگ کے بعد ابو جعفر کو شکست ہوئی' لشکر گاہ لوٹ لیا گیا اس کے بعد پھر دوبارہ شکست کھا کر بھاگا اور اپنی گئی ہوئی قوت کو جمع کر کے اطراف کوفہ میں خم ٹھونک کر لڑنے کے لیے آیا۔ اس واقعہ میں بنو عقیل اور بنو مزید اسدی کو شکست ہوئی، نہایت بری طرح پامال کیے گئے۔ بنو مزید اسدی کے قیمتی قیمتی زیورات نفیس نفیس اسباب' عمدہ عمدہ کپڑے اور بہت سا مال جسے زمانہ کی آنکھوں نے نہ دیکھا ہو گا اور نہ کانوں نے سنا ہو گا لوٹ لیا گیا۔

ابو جعفر اور ابو علی میں جنگ

جونہی ابو جعفر حجاج دار الخلافت بغداد سے بنو عقیل کی سرکوبی کی غرض سے نکلا، اوباش اور جرائم پیشہ کی بن آئی۔ غارت گری قتل اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ بہاء الدولہ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ ابو علی بن جعفر معروف بہ استاد ہرمز کو عراق کی حفاظت اور اس میں امن و امان قائم کرنے کی غرض سے فوراً روانہ کیا۔ ابو جعفر کو اس کی خبر لگ گئی، نہایت برہم ہوا، اطراف کوفہ میں دیلم اور ترکوں کو جمع کر کے مقابلہ پر آیا۔ اتفاق یہ کہ ابو جعفر کو شکست ہوئی، ابو علی نے نہایت مردانگی سے اطراف کوفہ کو اس کی لوٹ مار سے بچایا، اس کے بعد ابو علی خوزستان کی طرف چلا گیا۔ رفتہ رفتہ سوس تک پہنچا، اس اثنا میں یہ خبر سننے میں آئی کہ ابو جعفر فوجیں فراہم کر کے پھر کوفہ کی طرف آ گیا ہے' یہ سنتے ہی فوراً لوٹ پڑا' دونوں فریقوں میں لڑائی شروع ہوئی ابھی لڑائی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا تھا کہ ۳۹۳ھ میں بہاء الدولہ نے ابو علی کو حکم بھیج دیا کہ تم ابو جعفر کی جنگ ملتوی کر کے ابن واصل سے جنگ کی غرض سے بصرہ چلے جاؤ۔ چنانچہ ابو علی ابو جعفر کی جنگ ختم کر کے بصرہ چلا گیا، ابن واصل سے اور ابو علی سے متعدد لڑائیاں ہوئیں جیسا کہ ہم یہ حالات ملوک بطلیحہ میں بیان کریں گے۔ قصہ مختصر ابو علی دار الخلافت بغداد کی جانب واپس ہوا' ابو جعفر فلج حامی (براہ خراسان) میں اترا اور قیام کر دیا۔ فلج حامی' عمید الجیوش ابو علی کی جاگیر تھی، اس کا حاکم آخر ۳۹۷ھ میں مرگیا تھا، ابو علی نے اس کی جگہ ابو الفضل بن عنان کو مامور کیا تھا، اس وقت بہاء الدولہ بصرہ میں ابن واصل سے مصروف جنگ تھا، ابو جعفر وغیرہ کو یہ خبر معلوم ہو گئی، ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے' بزدلی نے دلوں کو گھیر لیا، جماعت میں تفرقہ پیدا ہو گیا، ابن مزید اسدی اپنے مقبوضہ ملک چلا گیا' ابو جعفر اور ابو عیسیٰ نے حلوان جا کر دم لیا۔

کچھ عرصہ بعد ابو جعفر نے بہاء الدولہ کی خدمت میں معذرت کا خط بھیجا، معافی کی درخواست کی، بہاء الدولہ نے درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا چنانچہ ابو جعفر مقام تستر میں حاضر خدمت ہوا لیکن بہاء الدولہ نے اس خیال سے کہ مبادا ابو علی کو اس سے نفرت پیدا ہو جائے کچھ زیادہ توجہ نہ دی پھر بہاء الدولہ کو بدر بن حسنویہ کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہوا، حسد کی آگ بھڑک اٹھی، فوجیں تیار

کرکے بدر کی طرف بڑھا' بدر نے مصالحت کا پیام دیا، بہاء الدولہ نے اس کو قبول نہ کیا اور واپس آگیا۔۳۹۶ھ میں ابو جعفر حجاج ہرمز نے مقام آمواز میں سفر آخرت اختیار کیا اور دنیا کے تمام جھگڑوں سے چھوٹ گیا۔

مجدّ الدولہ کی گرفتاری

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ مجد الدولہ ابو طالب رستم بن فخر الدولہ ہمدان اور قرمیس پر حدود عراق تک حاکم بنایا گیا تھا اور دونوں حکومتوں کی زمامِ حکومت اسکی ماں کے قبضۂ اقتدار میں تھی' وہی ان بلاد پر حکمرانی کرتی تھی۔ جب مجد الدولہ نے قلم دان وزارت ابو علی بن علی بن قاسم کے سپرد کیا تو امراء دولت نے اس سے انکار کیا۔ مجد الدولہ کو بھی اپنی ماں سے خوف پیدا ہوا اور وہ بھی اپنے بیٹے سے مشتبہ ہو کر رے سے نکل کر قلعہ میں جا ٹھہری' قلعہ کی حفاظت پر لوگوں کو مامور کیا پھر دھوکا سے قلعہ سے نکل کر بدر بن حسنویہ کے پاس جا پہنچی۔ امن کی درخواست کی اتنے میں اس کا بیٹا شمس الدولہ بھی ہمدان سے فوجیں لے کر آگیا۔ بدر بن حسنویہ ان دونوں کے ساتھ ۳۹۷ھ میں مجد الدولہ سے لڑنے کے لیے چلا۔ چنانچہ اصفہان پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا اور بزور تیغ اس پر قبضہ کر لیا۔اصفہان کی زمام حکومت پھر مجد الدولہ کی ماں کے قبضہ اقتدار میں آگئی۔ مجد الدولہ کو گرفتار کرکے قید کر دیا اور حکومت کی کرسی پر شمس الدولہ کو بٹھایا۔ بدر بن حسنویہ اپنے دارالحکومت واپس آیا۔

مادرِ مجد الدولہ اور بدر میں ناچاقی

پھر ایک برس کے بعد مجد الدولہ کی ماں کو شمس الدولہ سے بدگمانی پیدا ہوئی' مجد الدولہ کو قید سے نکال کر تختِ حکومت پر متمکن کیا۔ شمس الدولہ ہمدان کی طرف بھاگ گیا۔ بدر بن حسنویہ کو اس سے بے حد رنج ہوا چونکہ اپنے بیٹے ہلال کی شورش' اور فساد ختم کرنے میں مصروف تھا'دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گیا' یہ اس فکر میں تھا کہ شمس الدولہ کا خط آپہنچا جس میں اس نے امداد طلب کی تھی۔ بدر نے مصروفیت کے باوجود شمس الدولہ کی مدد پر فوجیں روانہ کیں۔ شمس الدولہ نے قم کا محاصرہ کر لیا۔ مجد الدولہ کی ماں سخت مشکلات میں گرفتار ہو گئیں۔

علاء الدین ابو حفص

علاء الدین بن ابو حفص بن کاکویہ اس عورت مادر مجد الدولہ کا ماموں زاد بھائی تھا۔ قدیم فارسی زبان میں کاکویہ ماموں کو کہتے ہیں۔ اس وجہ سے علاء الدین ابن کاکویہ کہلایا گیا'اسے مجد الدولہ کی ماں نے اصفہان کی حکومت پر مامور کیا تھا'اس سے حکومت میں اضطراب پیدا ہوا تو ابن کاکویہ بہاء الدولہ کے پاس عراق چلا گیا اور اسی کے پاس ٹھہرا رہا۔ جب مجدّ الدولہ کی ماں کے قبضۂ اقتدار میں زمام حکومت آگئی تو ابن کاکویہ عراق سے اس کے پاس چلا آیا'اس نے اسے پھر اصفہان کی حکومت پر مامور کیا'اس سے اس کے قدم حکومت و سلطنت پر جم گئے'اس کے بعد اس کی اولاد اصفہان پر حکمرانی کرنے لگی جیسا کہ آئندہ ہم ان کے حالات کے ضمن میں بیان کریں گے۔

بہاء الدولہ کی واپسیٔ بغداد

ابو جعفر استاد ہرمز عضد الدولہ کا حاجب اور اس کے خاص الخواص میں سے تھا۔ابو جعفر نے اسے اپنے بیٹے ابو علی صمصام الدولہ بن عضد الدولہ کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔ جب صمصام الدولہ مارا گیا تو ابو علی بہاء الدولہ کے پاس چلا آیا۔ بہاء الدولہ کو عراق میں جب یہ خبر پہنچی کہ دارالخلافت بغداد میں اس کی غیر حاضری کے زمانے میں سخت شورش پیدا ہو گئی اور اوباشوں اور جرائم پیشہ اشخاص نے لوٹ مار شروع کر دی ہے تو بہاء الدولہ نے اپنی جگہ عراق کی حکومت پر فخر الملک ابو طالب کو مامور کیا اور خود دارالخلافت کی طرف چل کھڑا ہوا۔ امراء دولت اراکین سلطنت اور بڑے بڑے عہدہ دار اسی سنہ کے ذی الحجہ میں بہاء الدولہ سے ملنے کے لیے آئے۔ بہاء الدولہ نے ایک فوج دارالخلافت بغداد سے ابو الشوک سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کی یہاں تک کہ ابوالشوک کی شورش ختم ہو گئی۔

بدر بن حسنویہ کی امداد طلبی

اسی زمانہ میں بدر بن حسنویہ اور اس کے بیٹے میں جھگڑا ہو گیا۔ بدر نے بہاء الدولہ سے امداد طلب کی۔ چنانچہ بہاء الدولہ بدر کی امداد پر تیار ہو گیا ---- وزیر عاقول کو اس کے قبضہ سے نکال لیا اور جو کچھ مال و اسباب وہاں تھا سب پر قابض ہو گیا اس عرصہ میں سلطان علوان اور جب پسران ثمال خفاجی اپنے سرداران قوم کے ساتھ آ گئے اور بنو عقیل سے فرات کی حفاظت کی ذمہ داری لی اور اس کے ساتھ ساتھ دارالخلافت بغداد کو روانہ ہوئے۔ بہاء الدولہ نے ان لوگوں کو ذی السعادتین حسن بن منصور کے ہمراہ انبار کی طرف روانہ کیا۔ ان لوگوں نے اس کے اطراف کو تباہ و پامال کرنا شروع کیا۔ ذوالسعادتین نے ان میں سے چند لوگوں کو گرفتار کر لیا لیکن کچھ دن بعد رہا کر دیا، ان لوگوں نے ذوالسعادتین کو گرفتار کرنے کا قصد کیا۔ ذوالسعادتین یہ بات تاڑ گیا اور ان لوگوں کو معہ سلطان کے پھر گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر دارالخلافت بغداد بھیج دیا۔ کچھ عرصہ بعد ابو الحسن بن مزید کی سفارش سے پھر رہا کر دیے گئے۔ ان لوگوں نے حسب عادت پھر قتل و غارت گری شروع کر دی ۴۰۲ھ میں حاجیوں کے قافلے کو لوٹ لیا۔ فخر الملک نے ابو الحسن بن مزید کو ان لوگوں سے انتقام لینے کے لیے لکھا چنانچہ ابو الحسن بن مزید نے بصرہ پہنچ کر ان لوگوں کو گھیر لیا اور نہایت سختی سے انہیں قتل اور گرفتار کیا۔ حاجیوں کا مال و اسباب جس قدر لوٹ لیا تھا واپس لے لیا اور قیدیوں کو فخر الملک کے پاس بھیج دیا۔ اس واقعہ کے بعد پھر ان کے باقی ماندہ ساتھیوں نے حاجیوں کے قافلے سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور اطراف کوفہ کو لوٹ لیا۔ ابو الحسن بن مزید یہ خبر پا کر ان کے سر پر جا پہنچا اور جیسا کہ اس سے پہلے اس نے انہیں زیر و زبر کیا تھا پھر قید اور قتل کیا اور قیدیوں کو دارالخلافت بغداد بھیج دیا۔

بہاء الدولہ کی وفات

ان واقعات کے بعد ۴۰۳ھ میں نصف اول گزر چکا تھا کہ بہاء الدولہ ابو نصر بن عضد الدولہ بن بویہ نے مقام ارجان (عراق) میں وفات پائی۔ مشہد علیؓ میں اپنے باپ کے پاس مدفون ہوا، چوبیس برس حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سلطان الدولہ ابو شجاع تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ ارجان سے شیراز آیا، اپنے ایک بھائی جلال الدولہ ابو طاہر کو بصرہؔ کی حکومت پر مامور کیا اور دوسرے بھائی ابو الفوارس کو کرمان کی گورنری مرحمت کی۔

شمس الدولہ اور مجد الدولہ

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ شمس الدولہ بن فخر الدولہ حکومت ہمدان پر متمکن ہوا تھا اور اس کا بھائی مجد الدولہ تخت آرائے حکومت رے ہوا تھا اور اس کی ماں دونوں حکومتوں کی نگران اور سیاہ و سفید کی مالک تھی، بدر بن حسنویہ کردوں کا سردار تھا اس سے اور اس کے بیٹے ہلال سے جھگڑا ہو گیا تھا، ایک دوسرے سے لڑ گئے تھے، دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں جنہیں ہم ان کے حالات کے ضمن میں تحریر کریں گے۔ شمس الدولہ کے اکثر شہروں پر قابض ہو گیا تھا اور وہاں کے مال و اسباب کو دبا لیا تھا جیسا کہ ان کے حالات کے سلسلہ میں تم آئندہ پڑھو گے۔ اس کے بعد شمس الدولہ نے رے کی طرف قدم بڑھایا، مجد الدولہ نے رے چھوڑ دیا، نہاوند چلا آیا، اس کے ہمراہ اس کی ماں بھی تھی۔ شمس الدولہ نے رے پر قبضہ کر لیا، اپنے بھائی اور ماں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ فوج کو بہت دنوں سے مشاہرہ نہیں ملا تھا۔ آئے دن کی لڑائیوں کی وجہ سے تنخواہیں بند تھیں، شور و شر مچایا، ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ لوگ وظائف اور تنخواہیں طلب کرنے لگے۔ شمس الدولہ مجبور ہو کر ہمدان واپس آیا اور اس کا بھائی مجد الدولہ اور اس کی ماں پھر رے آ گئے اور قابض ہو گئے۔

فخر الملک ابو طالب کا قتل

ابو محمد حسن بن سہلان ایک مدت سے قرادش کے پاس چلا گیا تھا، قرادش نے اسے اپنے پاس کمال عزت سے ٹھہرایا، سلطان الدولہ نے اس کی جگہ عہدۂ وزارت پر ابو القاسم جعفر بن فسانجس کو مقرر کیا۔ ربیع الاول ۴۰۶ھ میں سلطان الدولہ نے اپنے گورنر عراق اور اس کے

وزیر السلطنت فخر الملک ابو طالب کو گرفتار کر کے قید حیات سے سبکدوش کر دیا۔ ساڑھے پانچ سال عہدۂ وزارت پر رہا۔ اس کا مال و اسباب سلطان الدولہ نے ضبط کر لیا جس کی مالیت ایک کروڑ تھی۔

ابن سہلان کی وزارت

جب فخر الملک کے قتل کے بعد ابن سہلان واپس آیا تو سلطان الدولہ نے فخر الملک کی جگہ اسے حکومت عراق پر مامور کیا۔ عمید الجیوش کا خطاب دیا۔ اور اس کی جگہ وزارت کا عہدہ رخجی کو مرحمت کیا۔ چنانچہ محرم ۴۰۹ھ میں ابن سہلان عراق کی طرف روانہ ہوا۔ بنو اسد کی طرف ہو کر گزرا۔ چونکہ زمانہ حکومت فخر الملک میں اس کے اشارہ و حکم سے بنو اسد نے بنو ... رے سرداروں کو گرفتار کر لیا تھا اس وجہ سے ان میں سے ابن دبیس فخر الملک کے قتل کے بعد بنو اسد سے انتقام لینے کے لیے اٹھا۔ ابن سہلان نے یہ رنگ دیکھ کر بنو اسد اور اس کے بھائی مہارش اور طراد پر شب خوں مارا اور دور تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ ان کے نامی گرامی سرداروں کو تہ تیغ کیا۔ ایک جماعت دیلم اور ترکوں کی بھی کام آگئی۔ ان لوگوں کو شکست ہوئی۔ ابن سہلان نے ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا، عورتوں اور لڑکوں کو غلام بنایا۔ خاتمہ جنگ کے بعد مضر اور مہارش کو امن دیا، ان دونوں اور طراد کو جزیرہ کی حکومت میں شریک کر دیا۔ یہ امر سلطان الدولہ کو ناگوار گزرا فوراً واسط کی جانب کوچ کر دیا۔ اس وقت واسط میں آتش فتنہ بھڑک رہی تھی۔ سلطان الدولہ نے ان میں سے ایک جماعت کو قتل کر ڈالا، فتنہ و فساد فرو ہو گیا، امن و امان قائم ہو گیا۔ اس عرصہ میں دار الخلافت بغداد کے فتنہ کی خبر لگی، تمام کاموں کو چھوڑ کر دار الخلافت بغداد کو روانہ ہوا۔ اسی سنہ کے ماہ ربیع الثانی میں بغداد پہنچا۔ اوباش آبرو باختہ اور بدمعاش بھاگ گئے۔ عباسیوں کے ایک گروہ کو شہر بدر کیا، ابو عبداللہ ابن نعمان فقیہ شیعہ کو بھی نکال باہر کیا دیلمی فوج کو دار الخلافت بغداد کے اطراف و جوانب میں ٹھہرا کر واسط واپس آیا اور دیلمیوں اور ترکوں سے فساد کی ٹھہر گئی، لڑائی کا نیزہ گڑ گیا۔ چند دیلمی سردار ابن سہلان کی شکایت لے کر واسط سلطان الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلطان الدولہ نے ان لوگوں کو تسلی دی اور ان لوگوں کو اپنے پاس ٹھہرا لیا اس کے بعد ابن سہلان کو طلبی کا خط لکھا، ابن سہلان کو خطرہ پیدا ہوا بنو خفاجیہ کے پاس بھاگ گیا۔ تھوڑے دن قیام کر کے موصل جا پہنچا پھر موصل سے نکل کر بطیحہ جا کر قیام پذیر ہوا۔ سلطان الدولہ نے ابن سہلان کی گرفتاری اور جستجو میں فوجیں روانہ کیں چنانچہ شرابطہ (والی بطیحہ نے) ابن سہلان کو اپنی پناہ میں لے لیا تھا اس وجہ سے سلطان الدولہ کی فوج سے معرکہ آرا ہوا اور اسے شکست فاش دی۔ ابن سہلان جلال الدولہ کے پاس بصرہ چلا گیا۔

سلطان الدولہ اور ابو الفورس

ان واقعات کے بعد رخجی اور سلطان الدولہ میں صفائی ہو گئی۔ اسی سنہ میں دیلمیوں کی کمزوری محسوس ہوئی، دار الخلافت بغداد اور واسط میں عوام الناس ان پر ٹوٹ پڑے، ایک سخت ہنگامہ برپا ہو گیا۔ دیلمی ان کی مدافعت نہ کر سکے۔ اسی اثنا میں سلطان الدولہ نے اپنے وزیر فسانجس اور اس کے بھائی کو گرفتار کر لیا۔ قلم دان وزارت ابو طالب ذوالسعادتین حسن بن منصور کو عنایت ہوا اور جلال الدولہ والی بصرہ نے بھی اپنے وزیر ابو سعید عبدالواحد علی بن ماکولا کو گرفتار کر لیا۔ سلطان الدولہ نے اپنے بھائی ابو الفوارس کو کرمان کی گورنری پر مامور کیا تھا۔ کچھ دیلم اس کے پاس آگئے تھے اور ان لوگوں نے ابو الفوارس کو سلطان الدولہ کی مخالفت پر ابھارا، ابو الفواس نے علم مخالفت بلند کر دیا اور ۴۰۷ھ میں شیراز پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ سلطان الدولہ کو اس کی خبر لگی، فوجیں آراستہ کر کے ابو الفوارس کی سرکوبی کے لیے چلا۔ ابو الفوارس کو پہلے ہی حملہ میں شکست ہوئی، کرمان کی طرف بھاگا۔ سلطان الدولہ نے تعاقب کیا۔ ابو الفوارس کرمان کو خیرباد کہہ کر سلطان محمود بن سبکتگین کی خدمت میں بمقام بست جا پہنچا۔ محمود نے آؤ بھگت سے ٹھہرایا، امداد کا وعدہ کیا کچھ روز بعد ابو سعید طائی کو ایک فوج کے ساتھ ابو الفوارس کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطان الدولہ کرمان سے دار الخلافت بغداد میں واپس آیا تھا۔ ابو الفوارس نے پہنچتے ہی کرمان پر قبضہ کر لیا۔ قبضۂ کرمان کے بعد فارس کے دوسرے شہروں کی طرف بڑھا رفتہ رفتہ شیراز کو بھی لے لیا۔

سلطان الدولہ نے یہ خبر پا کر دارالخلافت بغداد سے اپنی فوج کے ساتھ حرکت کی اور بلادِ فارس پہنچ کر ابو الفوارس کو پھر شکست دی۔ اس نے کرمان جا کر دم لیا۔یہ واقعہ ۴۰۸ھ کا ہے۔سلطان الدولہ نے تعاقب پر فوجیں بھیجیں‘ابو الفوارس کرمان چھوڑ کر شمس الدولہ والی ہمدان کے پاس چلا گیا اور سلطان الدولہ کی فوجوں نے کرمان پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ ابو الفوارس نے ابو سعید طائی کے ساتھ بدمعاملگی کی تھی اس وجہ سے محمود بن سبکتگین کے پاس اس شکست کے بعد نہیں گیا۔ القصہ تھوڑے دنوں ہمدان میں قیام کر کے مہذب الدولہ والی بطیحہ کے پاس چلا گیا۔ مہذب الدولہ نے کمال عزت و احترام سے اپنے مکان میں ٹھہرایا۔اس کے بھائی جلال الدولہ نے بہت سامال بھیج دیا اور اپنے پاس بلا بھیجا۔ابو الفوارس نے انکار میں جواب دیا۔اس کے بعد اس سے اور اس کے بھائی سلطان الدولہ سے نامہ و پیام شروع ہوا۔ کرمان واپس آیا۔سلطان الدولہ نے خلعت اور تلوار بھیجی اور مصالحت ہو گئی۔

مشرف الدولہ اور سلطان الدولہ

۴۱۱ھ میں فوج نے دارالخلافت بغداد میں سلطان الدولہ کے خلاف بغاوت کر دی اور مشرف الدولہ کی حکومت کا اعلان کر دیا۔سلطان الدولہ نے ان کی گرفتاری کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا تب واسط کی طرف چلے جانے کا قصد کیا۔ فوج نے مطالبہ کیا کہ اپنے بھائی مشرف الدولہ کو اپنا نائب مقرر کیے جائیں۔ سلطان الدولہ نے بہ مجبوری مشرف الدولہ کو اپنا نائب بنایا اور واسط کی طرف روانہ ہوا۔ پھر اہواز کے خیال سے واسط سے بغداد کی طرف چلا۔ اگرچہ دونوں بھائیوں نے کسی کو اپنا نائب نہ بنانے کا حلف اٹھایا تھا مگر مشرف الدولہ نے کسی مصلحت کی وجہ سے ابن سہلان کو دوبارہ عراق کی حکومت پر اپنا نائب مقرر کیا جب سلطان الدولہ تستر پہنچا تو اس نے ابن سہلان کو خط لکھا اور بلا لیا۔ چنانچہ ابن سہلان مشرف الدولہ سے علیحدہ ہو کر سلطان الدولہ کے پاس چلا آیا۔سلطان الدولہ نے قلم دانِ وزارت سپرد کر دیا اور اہواز کی طرف قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ابن سہلان نے اہواز کو لوٹ لیا۔ ترکوں نے جو اس وقت اہواز میں تھے‘مقابلہ کیا اور مشرف الدولہ کی حکومت کا اعلان کر دیا۔ سلطان الدولہ کی فوجیں ناکام واپس آئیں۔

اس واقعہ کے بعد دیلمیوں نے مشرف الدولہ سے اجازت حاصل کر کے اپنے وطن مالوف خوزستان کا راستہ اختیار کیا۔ مشرف الدولہ نے اپنے وزیر السلطنت ابو طالب کو نگرانی اور حفاظت کی غرض سے ہمراہ کر دیا۔ باقی رہے ترک جو اس کے ہمراہ تھے‘وہ تراد بن دبیس اسدی کے پاس جزیرہ بنو دبیس چلے گئے۔ یہ واقعہ اس کی وزارت سے ڈیڑھ برس بعد کا ہے۔اس کے لڑکے ابو العباس سے تیس ہزار دینار بطور جرمانہ وصول کیے گئے۔ سلطان الدولہ نے ابو طالب کے قتل کا تہیہ کیا اور ابو کالیجار کو اہواز کی طرف بھیجا۔ اس نے اہواز پر قبضہ کر لیا۔ان واقعات کے ختم ہونے پر سلطان الدولہ اور مشرف الدولہ نے صلح کے نامہ و پیام شروع کیے۔ابو محمد مکرم (سلطان الدولہ کا مصاحب) اور موید الملک رخجی (مشرف الدولہ کا وزیر) دونوں بھائیوں میں مصالحت کے محرک تھے۔ان دونوں نے یہ طے کیا کہ عراق مشرف الدولہ کو دیا جائے اور فارس و کرمان کی حکومت سلطان الدولہ کے سپرد کی جائے چنانچہ اسی بنا پر صلح نامہ کی تکمیل ۴۱۳ھ میں ہو گئی۔

ابن کاکویہ کا ہمدان پر قبضہ

شمس الدولہ بن بویہ والی ہمدان نے وفات پائی‘اس کی جگہ اس کا بیٹا سماء الدولہ تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ فرہاد بن مرداویج کو یزد جرد کی حکومت سماء الدولہ کی آنکھوں میں کانٹا سی کھٹک گئی‘فوجیں آراستہ کر کے فرہاد کو جا گھیرا۔ فرہاد نے علاء الدولہ بن کاکویہ سے امداد طلب کی‘علاء الدولہ نے فرہاد کی درخواست کو قبول کا درجہ عطا کیا اور اس کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔ چنانچہ سماء الدولہ کو فرہاد کے محاصرہ اور جنگ سے ہاتھ کھینچنا پڑا۔ اس کے بعد علاء الدولہ اور فرہاد نے ہمدان کی طرف قدم بڑھایا اور پہنچتے ہی محاصرہ ڈال دیا۔ ہمدان کی فوجیں تاج الملک قوہی کی ماتحتی میں (سپہ سالار سماء الدولہ) مدافعت کے لیے نکلیں اور بزور تیغ علاء الدولہ کا محاصرہ اٹھا لیا۔علاء الدولہ شکست کھا کر جرباذقان پہنچا اثنا راہ میں اس کی فوج کا اکثر حصہ برف اور سردی سے ہلاک ہو گیا۔

تاج الملک قوہی کی تباہی

تاج الملک قوہی نے علاء الدولہ کا تعاقب کیا اور جرباذقان پہنچ کر علاء الدولہ کا محاصرہ کر لیا۔علاء الدولہ نے ان ترکوں کو ملا لیا جو تاج الملک قوہی کے ہمراہ تھے اس سے تاج الملک کمزور ہو گیا اس کا سارا لشکر منتشر ہو گیا۔ تاج الملک بحال پریشان ہمدان کی جانب لوٹا۔ علاء الدولہ نے سماء الدولہ پر غلبہ حاصل کر لیا نام کی بادشاہت رہ گئی خراج دینے لگا اس کے بعد علاء الدولہ نے تاج الملک کا اس قلعہ میں محاصرہ کیا یہاں تک کہ تاج الملک نے تنگ آکر امن کی درخواست کی علاء الدولہ نے امن دیا۔اسے سماء الدولہ کے ساتھ اپنے ہمراہ لیے ہوئے ہمدان گیا اس پر اور اس کے کل صوبہ پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ دیلمی سرداروں کے ایک گروہ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور چند سرداروں کو قتل کر ڈالا۔ ہمدان پر قبضہ کرنے کے بعد ابو الشوک کردی کے ملک کا قصد کیا مشرف الدولہ نے ابو الشوک سے درگزر کرنے کی سفارش کی چنانچہ علاء الدولہ نے اس سفارش کو منظور کر لیا اور اپنے دارالحکومت واپس ہوا یہ واقعہ ۴۱۴ھ کا ہے۔

وزیر ابو القاسم

چونکہ عنبر خادم مشرف الدولہ کے باپ اور دادا کی خدمت میں رہا تھا اس وجہ سے عنبر خادم مشرف الدولہ پر غلبہ حاصل کیے ہوئے تھا اور اثیر کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ بنو بویہ کی دولت و حکومت میں جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا۔ امراء دولت اور فوج پر اس کی جابرانہ حکومت تھی۔ وزیرالسلطنت موید الملک رخجی نے عنبر خادم کے کسی حاشیہ نشین یہودی سے ایک لاکھ دینار کسی ذریعہ سے وصول کر لیے تھے۔ عنبر خادم نے مشرف الدولہ کے کانوں تک یہ خبر پہنچا دی۔ مشرف الدولہ نے ماہ رمضان ۴۱۴ھ میں موید الملک کو معزول کر کے ناصر الدولہ بن ہمدان کو عہدہ وزارت عنایت کیا۔کچھ عرصہ بعد مشرف الدولہ نے اسے خلفاءعبیدین کے پاس بھیج دیا۔ خلیفہ حاکم نے اسے مصر کی حکومت پر مامور کیا۔مصر میں اس کا بیٹا ابو القاسم حسین پیدا ہوا۔ حاکم نے اس کے باپ ناصر الدولہ کو کسی الزام میں قتل کر ڈالا۔ ابو القاسم مفرج بن جراح امیرطے کے پاس شام بھاگ گیا اور عبیدیوں کے خلاف ابو الفتوح امیر مکہ کو ابھارنے لگا۔ ابو الفتوح نے اسے بلا بھیجا۔ رملہ میں ابو الفتوح کی امارت کی بیعت لی گئی،فوجیں جمع کر کے مصر کی جانب بڑھا اور بہت سا مال تاوان جنگ لے کر ابو الفتوح مکہ واپس آیا اور ابو القاسم عراق کی طرف چلا گیا۔عمید العراق فخر الملک ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ قادر باللہ کو اس کی خبر لگ گئی حکم بھیج دیا کہ ابو القاسم کو اپنی خدمت سے نکال دو۔ غریب ابو القاسم نے موصل کا راستہ اختیار کیا والی موصل نے ابو القاسم کو قلم دان وزارت سپرد کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد زمانہ کے اختلاف کی وجہ سے شاہی عتاب میں گرفتار ہو گیا اور معزول کر دیا گیا۔ پھر عراق کی جانب واپس ہوا۔ خوبیٔ قسمت سے کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ مشرف الدولہ نے اسے وزارت کا عہدہ عنایت کر دیا،کم بختی جو آئی تو فوج کے ساتھ زیادتی اور ان پر حکومت کرنے لگا' ترکوں نے شور و شر مچایا بغاوت کر دی۔ اس کے میل جول کی وجہ سے عنبر خادم بھی اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ دونوں بحال پریشان سندیہ کی طرف نکل بھاگے۔ مشرف الدولہ بھی اس کے ساتھ تھا،قرادش نے ان لوگوں کو عزت و احترام سے ٹھہرایا اور بڑی آؤ بھگت سے پیش آیا۔ چند روز بعد یہ لوگ اوانا کی طرف چلے گئے۔ ترکوں کو اپنے کیے پر ندامت ہوئی' مرتضیٰ اور ابو الحسن زمیبی کو مشرف الدولہ کی خدمت میں بھیجا،معافی کی اور واپس آنے کی درخواست کی۔ ابھی کوئی جواب نہیں ملا تھا کہ چند سرداران ترک مشرف الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہ منت و سماجت عنبر خادم کے ساتھ دارالخلافت واپس لے گئے۔

سلطان الدولہ ابو شجاع بن بہاء الدولہ والی فارس نے بمقام شیراز میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر سفر آخرت اختیار کیا' محمد بن مکرم کو اس کے مزاج میں بہت بڑا رسوخ تھا اور اس کی حکومت کا منتظم اور وزیر تھا۔ اس کا میلان طبع سلطان الدولہ کے بیٹے ابو کالیجار کی طرف تھا جو اس وقت اہواز کا گورنر تھا۔

ابو کالیجار اور ابوالفوارس

سلطان الدولہ کے مرنے کے بعد ابو کالیجار کو تخت حکومت پر متمکن کرنے کی غرض سے محمد بن مکرم نے بلا بھیجا۔ ترکوں کی خواہش یہ تھی کہ ابو کالیجار کے چچا ابو الفوارس والی کرمان کو عبائے حکومت پہنائی جائے چنانچہ ترکی فوجوں نے ابو الفوارس کو کرمان سے بلایا۔ محمد بن مکرم کو اس سے خطرہ پیدا ہوا' ابو المکارم اس کا ہم خیال تھا بہ خیال فتنہ بصرہ کی طرف بھاگ گیا اور عادل ابو منصور بن مافنہ ابو الفوارس کے لانے کے لیے کرمان روانہ ہوا۔ یہ محمد بن مکرم کے دوستوں سے تھا ابو الفوارس نے اس کی عزت افزائی کی۔ دیلمی فوج کے پاس اپنی حکومت کی بیعت کا پیام بھیجا۔ دیلمیوں نے معاملہ بیعت کو محمد بن مکرم کی رائے پر موقوف کیا۔ ابو الفوارس کو اس سے غصہ پیدا ہوا' برہم ہو کر محمد بن مکرم کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اس کا بیٹا ابو القاسم ابو کالیجار کی خدمت میں اہواز بھاگ گیا۔ ابو کالیجار کو اس سے بے حد برہمی پیدا ہوئی' فوجیں جمع کر کے فارس کی طرف چلا ابو منصور حسن بن علوی نسوی وزیر السلطنت ابو الفوارس مقابلہ پر آیا' گھمسان کی لڑائی ہوئی میدان جنگ ابو کالیجار کے ہاتھ رہا ابو الفوارس کا لشکر گاہ لوٹ لیا گیا۔ شکست اٹھا کر بحال پریشان کرمان کی طرف بھاگا اور ابو کالیجار نے شیراز پر قبضہ کر لیا اور تمام بلاد فارس اس کا مطیع ہو گیا۔

ابو کالیجار نے ان دیلمیوں کو جو اس وقت شیراز میں تھے' دبانے کی کوشش کی۔ ان لوگوں نے اپنے بھائیوں کو جو شہر نساء میں تھے' پیام دیا کہ آؤ ہم اور تم ابو الفوارس کے مطیع ہو جائیں چنانچہ دیلمیوں کا یہ گروہ ابو کالیجار سے بگڑ کر ابو الفوارس سے جا ملا' اس کے بعد لشکریوں نے ابو کالیجار سے اپنی تنخواہوں کا مطالبہ کیا دیلمیوں نے اس مظاہرہ میں لشکریوں کا ساتھ دیا۔ ابو کالیجار کو موقع مل گیا ابو الفوارس کو قبضہ شیراز کی ترغیب دینے لگا' لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ اس امر پر مصالحت ہو گئی کہ ابو الفوارس کا کرمان پر قبضہ تسلیم کر لیا جائے۔ اور ابو کالیجار بدستور فارس کی حکومت پر رہے۔ چونکہ دیلمیوں نے من چلی طبیعت پائی تھی' آرام سے بیٹھنا پسند نہ آتا تھا ابو کالیجار سے جا ملے اور اسے ابھار کر ابو الفوارس کی فوج سے جا بھڑے۔ ابو الفوارس مصالحت کی وجہ سے آرام کی نیند سو رہا تھا۔ شکست کھا کر بھاگا' دارالہجرت میں جا کر دم لیا اور ابو کالیجار نے تمام بلادِ فارس پر قبضہ کر لیا' اس کے بعد ابو الفوارس دس ہزار کردوں کو لے کر ابو کالیجار سے انتقام لینے کے لیے نکلا۔ مقام بیضاد اصطخر میں صف آرائی ہوئی' اتفاق یہ کہ اس معرکہ میں ابو الفوارس کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ کرمان جا کر پناہ گزین ہوا اور ابو کالیجار بلاد فارس پر قابض ہو گیا' ۱۷ھ میں حکومت و سلطنت پر اس کے قدم جم گئے۔

شرف الدولہ کی وفات

ماہ ربیع الاول ۱۷ھ میں بمقام بغداد شرف الدولہ ابو علی بن بہاء الدولہ بن بویہ سلطان بغداد نے وفات پائی۔ پانچ برس حکومت کی۔ اس کے مرنے پر دار الخلافت بغداد میں اس کے بھائی جلال الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ جلال الدولہ اس وقت بصرہ میں تھا' اراکینِ دولت نے بصرہ سے بلا بھیجا' جلال الدولہ نہ آیا بلکہ واسط چلا گیا اور وہیں قیام اختیار کیا اور اپنے برادر زادہ ابو کالیجار بن سلطان الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ ابو کالیجار ان دنوں خوزستان میں اپنے چچا ابو الفوارس سے مصروف پیکار تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔

جلال الدولہ

جلال الدولہ نہایت عجلت سے مسافت طے کر کے واسط سے بغداد پہنچا' لشکر کو اس کی خبر لگی۔ نہروان میں آ کر جلال الدولہ سے ملے اور قوت کے ذریعے اسے واپس کر دیا' اس کے خزانے اور مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ وزیر السلطنت۔ ابو سعید بن ماکولا کو گرفتار کر لیا۔ جلال الدولہ نے اپنے برادر چچا زاد ابو علی کو عہدہ وزارت عنایت کیا پھر لشکریوں نے ابو کالیجار کو حکومت بغداد کے لیے ابھارنا شروع کیا کیونکہ ابو کالیجار ان دنوں اپنے چچا سے مصروف جنگ تھا' حیلہ و حوالہ سے ٹالنے لگا۔ دار الخلافت بغداد میں اوباشوں اور دست درازوں نے لوٹ مار شروع کر دی' کرخ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ ابو عنبر نے انہیں روکا لیکن وہ اپنی حرکت سے باز نہ آئے اور جب اسے اپنی جان کا خطرہ ہوا تو

قراوش کے پاس موصل بھاگ گیا' بغداد میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا'

جس وقت دارالخلافت بغداد میں امن و امان کا نام مٹ گیا اور ترکوں نے اس امر کو محسوس کر لیا کہ ملک تباہ و برباد ہو رہا ہے' عرب کرو اور عوام الناس نے لوٹ مار اور غارت گری شروع کر دی ہے تو سب کے سب جمع ہو کر دارالخلافت بغداد کی طرف معذرت اور عفو تقصیر کے لیے روانہ ہوئے۔ان ترکوں نے غلطی یہ کی تھی کہ پہلے مشورہ کے بغیر جلال الدولہ کو بلا بھیجا اور جب جلال الدولہ آیا تو واپس کر دیا اور ابو کالیجار کو حکومت بغداد کی دعوت دی۔اس کے باوجود یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ یہ فعل ہمارا نہیں ہے بلکہ یہ فعل خلافت مآب کے اشارہ سے ظہور میں آیا ہے بہرکیف ترکوں کا جم غفیر دارالخلافت بغداد آیا شیرازہ حکومت کو درست اور جمع کرنے امن و امان قائم کرنے اور بغاوت ولوٹ مار کے فرو کرنے کی غرض سے جلال الدولہ کو پھر بلانے کی درخواست دربار خلافت میں دی' چنانچہ خلیفہ قادر نے اس درخواست کو اجازت کا درجہ عنایت فرمایا اور جلال الدولہ کو طلبی کا فرمان روانہ کیا۔جلال الدولہ بصرہ سے دارالخلافت بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ خلافت مآب نے ابو جعفر سمنانی کو جلال الدولہ کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔بڑی آؤ بھگت سے ۴۱۸ھ میں داخل ہوا۔خود خلافت مآب بھی سوار ہو کر جلال الدولہ سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔اس کے بعد جلال الدولہ مشہد امام کاظم کی زیارت کو گیا پھر وہاں سے واپس ہو کر دارالملک میں آکر مقیم ہوا' پنج وقتہ نوبت بجنے کا حکم دیا۔خلیفہ قادر نے ممانعت کا فرمان بھیجا بادل نخواستہ پنج وقت نوبت بند کر دی' کچھ دن بعد خلافت مآب نے نوبت بجنے کی اجازت دے دی۔ حکومت بغداد پر متمکن ہونے کے بعد جلال الدولہ نے موید الملک ابو علی زنجی کو عنبر خادم کے پاس تالیف قلوب' اظہار محبت اور لشکریوں کے فعل کی معذرت کی غرض سے روانہ کیا' یہ اس وقت قراوش کے پاس موصل میں تھا۔

ابن کاکویہ

علاء الدولہ ابن کاکویہ نے اپنے چچا زاد ابو جعفر کو نیشا پور' خوست اور اس کے متعلقات کی حکومت پر مامور کیا تھا اور اکراد جو درقان کو بھی اس کی فوج میں شامل کر دیا تھا' اس کا سردار ابو الفرج بالونی تھا' اس سے اور ابو جعفر سے بہ حکم دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند چلی۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر علاء الدولہ تک پہنچی۔ علاء الدولہ نے ان دونوں میں مصالحت کرا دی' اس کے بعد موقع پا کر ابو جعفر نے ابو الفرج کو مار ڈالا۔ اکراد جو درقان نے بغاوت کر دی' فتنہ و فساد کا دروازہ کھل گیا۔ علاء الدولہ نے ایک لشکر اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لیے روانہ کیا لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی بلکہ اس پر مزید طرہ یہ ہوا کہ رسد غلہ نہ ملنے کی وجہ سے چار دن تک بے آب و دانہ پڑا رہا' علاء الدولہ یہ سن کر آیا اور لوگوں کو رسد دی' غلہ دیا۔ خم ٹھونک کر میدان میں آئے اور اکراد کو شکست دی۔اس شکست کے بعد پھر اکراد جو درقان کا ایک گروہ مقابلہ پر آیا علاء الدولہ نے انہیں پسپا کر کے تعاقب کیا' وند پیچھا کرتا چلا گیا' وند میں اکراد جو درقان ٹھہر کر لڑے مگر قسمت نے ساتھ نہ دیا و لکین کے لڑکے معرکہ کارزار میں مارے گئے۔خود وہ تین چار آدمیوں کے ساتھ بچ کر جرجان کی طرف بھاگا' ما سید اور اس کے دونوں لڑکے اور وزیر السلطنت جو ۴۲۱ھ کے نصف میں مر گیا' گرفتار کر لیے گئے۔ علی بن عمران قلعہ کنکور میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ بہاء الدولہ نے اس کا محاصرہ کر لیا۔

و لکین جرجان سے اپنے سسرالی رشتہ دار منوچہر قابوس کے پاس چلا گیا۔ منوچہر کا لڑکا علاء الدولہ کا داماد تھا اور علاء الدولہ نے شہر قم بطور جاگیر دے دیا تھا۔ ان واقعات کو سن کر یہ بھی باغی ہو گیا' اپنے باپ منوچہر کے پاس فوج کی طلبی کا خط روانہ کیا۔ منوچہر اور و لکین فوجیں لے کر آگئے۔مجد الدولہ بن بویہ رے میں ٹھہرا ہوا تھا دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں' علاء الدولہ نے ان شکایتوں کا احساس کر کے علی بن عمران سے مصالحت کر لی۔ مصالحت کا ہونا تھا کہ و لکین اور منوچہر رے چھوڑ کر چلے گئے۔ علاء الدولہ رے سے آیا' منوچہر کو نہایت تہدید آمیز خط لکھا۔منوچہر کنکور میں جا کر قلعہ نشین ہو گیا' علاء الدولہ نے چن چن کر ان لوگوں کو قتل کیا جنھوں نے اس کے چچا زاد بھائی ابو جعفر کو قتل کیا تھا' اس کے بعد منوچہر نے اطاعت قبول کر لی مصالحت کا پیام دیا' علاء الدولہ نے مصالحت کر لی اور کنکور کے بجائے دینور جاگیر میں دیا۔

منیع بن حسان خفاجہ

خفاجہ بنو عمرو بن عقیل کے خاندان سے ہیں جو کہ اطراف عراق میں بغداد کوفہ واسط اور بصرہ کے درمیان رہتے تھے۔ان کا سردار ان دنوں منیع بن حسان تھا' اس کے والئ موصل سے کچھ جھگڑے چلے آرہے تھے جو کبھی کبھی لڑائی کی صورت اختیار کر لیتے تھے۔ دونوں میں مصالحت کا نام وپیام ہونے لگا۔ چنانچہ مصالحت ہو گئی اس کے بعد منیع بن حسان ۷ا۴ھ میں جامعین' مقبوضات دبیس کی طرف گیا اور حالت غفلت میں لوٹ لیا گیا تو دبیس کو خبر لگی فوراً" تعاقب اور مدافعت کے لیے روانہ ہوا۔ منیع نے کوفہ چھوڑ کر انبار کا قصد کیا جو کہ قراوش کے مقبوضات میں سے تھا چند دن کے محاصرہ کے بعد بزور تیغ فتح کیا اور تباہ و برباد کر کے جلا دیا قراوش نے مدافعت پر کمر باندھی' غریب بن معین بھی اس کے ہمراہ تھا جس وقت قراوش انبار پہنچا۔ اس وقت منیع نے انبار سے کوچ کر دیا تھا۔قراوش مصر کی طرف چلا گیا۔ منیع کو موقع مل گیا۔ دوبارہ انبار پر چڑھ آیا اور جی کھول کر لوٹا اور قراوش اس خبر کو سن کر جامعین گیا اور دبیس بن صدقہ سے امداد کی درخواست کی۔دبیس بنو اسد کے ساتھ قراوش کی مدد پر اُٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ منیع کے مقابلہ پر آیا لیکن جنگ کی ہمت نہ پڑی' متفرق اور منتشر ہو گئے۔قراوش انبار واپس آیا' شہر پناہ کو درست کرایا' امن و امان قائم کرنے کی کوشش کی۔ چونکہ دبیس اور قراوش جلال الدولہ کے مطیع تھے اس وجہ سے منیع ابن حسان نے ابو کالیجار کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے اپنی جائے پناہ بنایا اور اطاعت قبول کی۔ ابو کالیجار نے اسے خلعت وانعام سے سرفراز کیا۔ منیع اپنے مقبوضہ بلاد میں واپس آیا اور ابو کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔

جلال الدولہ پر ترکوں کی یورش

حکومت بغداد پر جلال الدولہ کے قدم جم جانے پر ترکوں کی فوجوں کی کثرت ہو گئی' جنگی مصارف بڑھ گئے' اس وقت قلم دان وزارت کا مالک ابو علی بن ماکولا تھا' فوج نے اس سے اپنی تنخواہوں اور وظائف کا مطالبہ کیا وزیر السلطنت ادا نہ کر سکا۔ جلال الدولہ نے جواہرات اور قیمتی قیمتی اسباب فروخت کر کے ان کی تنخواہیں دیں لیکن لشکر نے تب بھی وزیر السلطنت سے تنخواہ اور رسد کا مطالبہ کیا اور جب تنخواہیں نہ ملیں تو ہنگامہ ہو گیا' اور اس کے مکان کو جا کر گھیر لیا یہاں تک کہ کھانا اور پانی کا پہنچنا دشوار ہو گیا۔ بصرہ چلے جانے کی درخواست کی' وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ روانگی بصرہ کے ارادہ سے کشتی پر سوار ہونے کے لیے نکلا' مکان اور کشتی کے درمیان میں جو قناتیں کھڑی تھیں اور خیمے نصب تھے' ترکی فوج قنات کی طرف بڑھی۔جلال الدولہ کو خطرہ پیدا ہوا' لوگوں کو للکارا ترکی فوج بھی نکل آئی۔قیامت جیسا ہنگامہ برپا ہو گیا مگر خیریت گزری جنگ کی نوبت نہ آئی۔ جلال الدولہ نے مجبور ہو کر فرش' سامان' اسباب' خیمے اور کپڑے فروخت کر کے ان کی تنخواہیں دیں تب فتنہ ختم ہوا' اس کے بعد اپنے وزیر ابو علی کو معزول کر کے ابو طاہر کو قلم دان وزارت سپرد کیا۔ چالیس دن کے بعد اسے بھی معزول کر کے سعید بن عبد الرحیم کو عُہدۂ وزارت عطا کیا۔ یہ واقعہ ۴۱۹ھ کا ہے۔

ابو کالیجار

جس وقت جلال الدولہ دار الخلافت بغداد کو روانہ ہوا تھا اس وقت بصرہ کی حکومت پر اپنے بیٹے ملک عبد العزیز ابو منصور کو مقرر کر گیا تھا' ترکوں اور دیلمیوں میں اَن بن اور جھگڑا چلا آرہا تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔ جلال الدولہ کے چلے جانے کے بعد سویا ہوا فتنہ جاگ اٹھا' قتل و قتال کی نوبت آ گئی' میدان ترکوں کے ہاتھ رہا۔ دیلمیوں کو بختیار بن علی کے ساتھ ابلہ کی طرف نکال دیا۔ ملک عبد العزیز ان لوگوں کو واپس لانے کی غرض سے روانہ ہوا۔ دیلمی لڑ پڑے اور ابو کالیجار بن سلطان الدولہ کی اطاعت کا اظہار کر دیا۔ابو کالیجار ان دنوں اہواز میں تھا' ملک عبد العزیز شکست اٹھا کر بصرہ واپس ہوا اودھر دیلمیوں نے ابلہ کو لوٹ لیا اور ترکوں نے بصرہ کو تاخت و تاراج کیا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر ابو کالیجار کو پہنچی' اہواز سے ایک جرار فوج جمع کر کے بختیار کی سرکوبی اور بصرہ پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کی۔ سخت اور خون

ریز لڑائی ہوئی آخرکار بختیار اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بصرہ سے نکل کر واسط چلا گیا اور ابو کالیجار کی فوج نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ بازار لوٹ لیا۔ یہ واقعہ ۴۱۹ھ کا ہے۔

جلال الدولہ اس خیال میں تھا کہ بختیار اور ملک عبدالعزیز کے پاس جا کر فوج کی تنخواہ لے آئے اور جن لوگوں کے مال و اسباب لوٹ لیے گئے ہیں انہیں معاوضہ دے کہ اتنے میں خبر پہنچی کہ ابو کالیجار نے بصرہ اور کرمان پر قبضہ کر لیا ہے' سنتے ہی ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' زمین پاؤں کے نیچے سے نکل گئی۔ کرمان میں جلال الدولہ کا چچا ابو الفوارس حکومت کر رہا تھا' فارس کے خیال سے فوجیں فراہم کر ہی رہا تھا کہ موت کا پیام آ گیا' لبیک کہہ کر سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کے ہمراہیوں نے ابو کالیجار کی اطاعت کا اظہار کر کے کرمان بلا بھیجا اور قبضہ کر لیا۔ ابو الفوارس نہایت بدخلق تھا' رعایا اور اپنے ملازموں سے بے حد برا برتاؤ کرتا تھا۔ طراد بن دبیس کے قبضہ میں جزیرہ بنو دبیس تھا جس پر منصور چالاکی سے قابض ہو کر ابو کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھ رہا تھا' اس اثنا میں طراد مر گیا' اس کا بیٹا علی جلال الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوا' امداد کی درخواست کی۔ جلال الدین نے ترکوں کی ایک فوج کو اس کی کمک پر مامور کیا۔ علی بن طراد نہایت عجلت سے روانہ ہوا' اتفاق یہ کہ انہی دنوں ابو صالحین کوکین جلال الدولہ سے شکست اٹھا کر ابو کالیجار کے پاس بھاگ آیا تھا جب اسے یہ خبر لگی کہ علی بن طراد جلال الدولہ کی پشت پناہی کی وجہ سے جزیرہ کی طرف آ رہا ہے تو ابو صالح کوکین ابو کالیجار سے اجازت لے کر منصور کی امداد کو جزیرہ گیا اور دونوں متفق ہو کر علی بن طراد سے لڑنے کے لیے نکلے۔ ہر دو میں لڑائی ہوئی۔ علی بن طراد کو شکست ہوئی' اثنا جنگ میں مارا گیا۔ منصور مستقل طور سے جزیرہ میں ابو کالیجار کی ماتحتی میں حکومت کرنے لگا۔

اس کے بعد نور الدولہ دبیس ------ علی والی حلب و نیل تھا جب اس کو یہ اطلاع پہنچی کہ اس کا چچا زاد بھائی مقلد بن حسن اور منیع بن حسان امیر خفاجہ عساکر بغداد کے ساتھ ابو کالیجار کے پاس گئے ہیں تو اپنے مقبوضہ ممالک میں ابو کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا اور ابو کالیجار کی خدمت میں طلبی کی درخواست بھیجی چنانچہ ابو کالیجار اہواز سے واسط کی جانب روانہ ہوا لیکن واسط میں ابو کالیجار کے پہنچنے سے پہلے ملک عبدالعزیز جلال الدولہ ترکوں کے ساتھ داخل ہو چکا تھا جونہی ابو کالیجار واسط کے قریب پہنچا ملک عبدالعزیز واسط کو چھوڑ کر نعمانیہ چلا گیا اور ابو کالیجار نے کسی جنگ کے بغیر واسط پر قبضہ کر لیا۔ دبیس وفد لے کر حاضر ہوا' کامیابی کی مبارک باد دی اس کے بعد ابو کالیجار نے قرواش والی موصل اور اثیر عنبر کو عراق کی طرف بڑھنے کا حکم دیا' اثیر عنبر اثناءِ راہ مقام کحیل میں مر گیا اور قرواش لوٹ کھڑا ہوا۔

ابو کالیجار اور جلال الدّولہ کی جنگ

جلال الدولہ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی' فوجیں فراہم کیں' ابو الشوک وغیرہ سے امداد طلب کی اور واسط کے سر کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ روپیہ کی کمی کی وجہ سے سخت مشکلات پیش آئیں' مصاحبوں نے رائے دی کہ ابو کالیجار اس وقت اہواز میں نہیں ہے۔ واسط کے بجائے اہواز پر حملہ کیجیے اور ابو کالیجار کے تمام مال و دولت پر قبضہ کر لیجیے ادھر ابو کالیجار کے مشیروں نے مشورہ دیا کہ عراق کا میدان خالی ہے آپ عراق پہنچ کر قابض ہو جائیے یہ دونوں اسی شش و پنج میں تھے کہ ابو الشوک نے یہ خبر بھیجی کہ سلطان محمد بن سبکتگین کی فوجیں عراق کی طرف حرکت کر رہی ہیں' مناسب یہ ہے کہ باہمی جنگ چھوڑ کر متحد ہو جاؤ۔ ابو کالیجار اس خبر کو سن کر عراق کی اطراف بڑھنے سے رک رہا لیکن جلال الدولہ اہواز گیا' تاخت و تاراج کیا اور لوگوں کے مال و اسباب کے علاوہ خاص دار الامارت سے دو لاکھ دینار لوٹ لیے' والدہ ابو کالیجار اور اس کے اہل و عیال کو لے کر بغداد روانہ ہوا۔ ابو کالیجار اس سے سخت پریشان ہوا۔ جلال الدولہ سے جنگ کرنے کے لیے فوراً روانہ ہوا۔ دبیس بن مزید اس خوف سے کہ مبادا خفاجہ میرے مقابل پر حملہ آور ہو' ابو کالیجار کے ساتھ نہ گیا۔ ماہ ربیع الاول ۴۲۱ھ میں ایک دوسرے سے لڑ پڑے۔ تین دن تک ہنگامۂ کارزار نہایت سختی سے جاری رہا چوتھے دن ابو کالیجار شکست کھا کر بھاگا' تقریباً اس کے دو ہزار ہمراہی کام آ گئے' پریشان حال اہواز کی طرف واپس ہوا' عادل بن ماتنہ نے حاضر ہو کر زر نقد پیش کیا جس سے اس کی تسلی ہوئی اور اپنے لشکر میں اسے تقسیم کر دیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد جلال الدولہ واسط کی جانب لوٹا اور اس پر قابض ہو گیا' اپنے لڑکے عبدالعزیز کو عنان حکومت واسط سپرد کر کے عراق کی طرف واپس ہوا۔

سلطان محمود کا رے پر قبضہ

چونکہ مجدد الدولہ بن فخر الدولہ علم اور تعمیر عمارت میں مصروف تھا اور اس کی دولت و حکومت کا انتظام اس کی ماں کر رہی تھی جب ۴۱۹ھ میں وہ انتقال کر گئی تو نظام سلطنت بگڑ گیا لشکر کو لالچ پیدا ہوا۔ سلطان محمود بن سبکتگین کو بدنظمی کی شکایت لکھی۔ محمود نے ایک فوج اپنے حاجب کی ماتحتی میں روانہ کی اور مجدد الدولہ کو گرفتار کر لینے کی خاص طور سے ہدایت کی چنانچہ محمود کے حاجب نے جس وقت مجدد الدولہ اس سے ملنے کے لیے آیا اسے اس کے بیٹے ابو دلف کے ساتھ گرفتار کر لیا۔ محمود کو جب اس کی خبر لگی تو اس کے مرکب ہمایوں نے رے کی طرف حرکت کی ماہ ربیع الاول ۴۲۰ھ میں داخل رے ہو کر قبضہ کر لیا دس لاکھ دینار نقد پانچ لاکھ دینار کے قیمتی جواہرات چھ ہزار تھان ریشمی کپڑے اور بے شمار اسباب و ظروف ہاتھ آئے۔ مجدد الدولہ پابہ زنجیر خراسان بھیج دیا گیا اور وہیں قید کر دیا گیا۔

محمود نے رے فتح کرنے کے بعد قزوین شہر سادہ آدہ اور یافت پر قبضہ کر لیا اور اس کے حاکم ا لکین کو گرفتار کر کے خراسان بھیج دیا۔ فرقہ باطنیہ میں سے ایک بڑے گروہ کو مار ڈالا معتزلہ کو شہر بدر کیا فلسفہ اور اعتزال کی کتابوں کو جلا دیا۔ رفتہ رفتہ حدود آرمینیہ تک قابض ہو گیا۔ علاء الدین بن کاکویہ نے اصفہان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا رے پر اپنی طرف سے اپنے بیٹے مسعود کو مقرر کیا اس نے زنجان اور ابہر کو فتح کیا اس کے بعد محمود نے اصفہان کو علاء الدولہ کے قبضہ سے نکال لیا اور اپنے کسی سردار کو اصفہان پر مامور کیا اہل اصفہان نے علم بغاوت بلند کیا اور اسے مار ڈالا۔ محمود کو اس کی خبر پہنچی آگ بگولہ ہو گیا فوجیں جمع کر کے اصفہان پر چڑھ آیا اور نہایت سختی سے اہل اصفہان کو پائمال کیا بیان کیا جاتا ہے کہ اہل اصفہان میں سے پانچ ہزار آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس کے بعد واپس آیا اور وہیں قیام پذیر ہوا۔

تاتار

ان تاتاریوں کی ابتدائی حالت کو ہم کسی مقام پر اسی کتاب میں بیان کر آئے ہیں یہ لوگ بخارا کی پہاڑی گھاٹیوں میں رہتے تھے اور ان کے دو گروہ تھے ایک گروہ ارسلان بن سلجوق کا تھا۔ دوسرا گروہ اس کے برادر زادہ میکائیل بن سلجوق کا۔ یمین الدولہ محمود بن سبکتگین نے جس وقت بخارا اور ماوراء النہر پر قبضہ کیا تو ارسلان بن سلجوق کو گرفتار کر کے ہندوستان بھیج دیا اور اس کے قبائل و خاندان کو بے خانماں کر کے نکال دیا۔ کچھ عرصہ بعد باقی ماندہ نے پھر سر اٹھایا خراسان کی طرف بڑھے اور ان میں سے بعض اصفہان جا پہنچے۔ سلطان محمود نے علاء الدولہ بن کاکویہ کو ان کی گرفتاری اور سرکوبی کے لیے لکھا۔ چنانچہ علاء الدولہ نے ان تاتاریوں کی سرکوبی کا قصد کیا کسی ذریعہ سے انہیں اطلاع ہو گئی اطراف خراسان کی طرف بھاگ گئے۔ لوٹ مار شروع کر دی۔ تاش الفوارس (محمود بن سبکتگین کا سپہ سالار) مدافعت پر تیار ہوا تاتاریوں نے آذر بائیجان کے قصد سے رے کا راستہ اختیار کیا تاتاریوں کا یہ گروہ عراقیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا اس گروہ کے سردار کوکتاش بوقا قزل یغمر اور ناسقلی وغیرہم تھے جب یہ لوگ طوفان بدتمیزی مچاتے ہوئے دامغان کے قریب پہنچے والیٔ دامغان اپنی فوج جمع کر کے مقابلہ اور مدافعت کے لیے نکلا لیکن مدافعت نہ کر سکا پہاڑ پر چڑھ گیا اور قلعہ نشین ہو گیا۔ تاتاری شہر میں گھس پڑے اور جی کھول کر لوٹا ان لوگوں نے یہی حرکتیں سمنان رے کے قصبات اسحاق آباد اور اس کے گردونواح میں کیں۔ اس کے بعد مسکویہ (رے کے صوبے) کی طرف گئے اسے تاخت و تاراج کیا تاش الفوارس (سپہ سالار بنو سبکتگین) اس وقت خراسان میں تھا۔ ابو سہل حمدانی نامی سپہ سالار بھی اس کے ساتھ تھا ان دونوں نے مسعود بن سبکتگین والی جرجان اور طبرستان سے امداد کی درخواست کی ان لوگوں نے تاش الفوارس اور ابو سہل کی کمک پر فوجیں روانہ کیں دونوں سپہ سالار خم ٹھونک کر تاتاریوں سے لڑنے کے لیے نکلے لڑائی ہوئی۔ یہ دونوں سپہ سالار شکست کھا کر بھاگے اثنا جنگ میں تاش الفوارس مارا گیا ابو سہل نے رے میں جا کر دم لیا۔ تاتاریوں نے اسے رے میں بھی دم نہ لینے دیا شکست اٹھا کر قلعہ طبرک چلا گیا اور وہیں قلعہ نشین ہو گیا۔ تاتاری رے میں گھس پڑے اور اسے دل کھول کر لوٹا۔ اس کے بعد ابو سہل فوجیں درست کر کے دوبارہ تاتاریوں سے لڑنے کے لیے آیا۔ تاتاریوں کو شکست ہوئی تاتاریوں کے سرداروں میں سے یغمر کے ہمشیرزادہ

کو گرفتار کر لیا۔ تاتاری اس کی رہائی کے لیے تیس ہزار دینار فدیہ دینے اور تاش الفواس کا جس قدر مال و اسباب لوٹ لیا تھا معہ قیدیوں کے واپس کرنے کو تیار ہوئے۔ ابو سہیل حمدو نے انکار کر دیا۔ تاتاری مجبور ہو کر رے سے نکلے اتنے میں لشکر جرجان آپہنچا۔ رے کے قریب تاتاریوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ تاتاریوں کا سردار دو ہزار جنگ آوروں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ بقیہ تاتاری آذربائیجان کی طرف چلے گئے۔

یہ واقعہ ۴۲۷ھ کا ہے۔ جس وقت تاتاریوں کا گروہ آذربائیجان کی طرف روانہ ہوا علاء الدولہ نے رے جا کر قیام کیا اور مسعود بن سبکتگین کی اطاعت قبول کر لی۔ ابو سہیل حمدونی کے پاس پیام بھیجا کہ تم اپنے شہروں کا کچھ مالیہ مجھے دو' ابو سہیل نے انکار کیا۔ علاء الدولہ نے ابو سہیل کی مخالفت کی وجہ سے تاتاریوں کو بلا بھیجا' چند تاتاری علاء الدولہ کے پاس آگئے اور اس کے ملک میں قیام کیا۔ کچھ عرصہ بعد انہیں اس سے نفرت پیدا ہوئی' پرانی عادت اختیار کر لی لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ علاء الدولہ نے گھبرا کر پھر ابو سہیل سے خط و کتابت شروع کیا اور اسے مسعود بن سبکتگین کی اطاعت و فرمانبرداری کی ترغیب دی۔ ابو سہیل اس وقت طبرستان سے نیشا پور چلا آیا۔ علاء الدولہ رے پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اہلِ آذربائیجان نے ان تاتاریوں کی مدافعت پر کمر ہمت باندھی' جوان اطراف میں لوٹ مار اور غارت گری کر رہے تھے چنانچہ پورے طور سے تاتاریوں کی گوشمالی کی' سارا گروہ منتشر ہو گیا۔ ایک جماعت ان کی رے کی طرف چلی گئی۔ اس جماعت کا سردار ایک شخص برقا نامی تھا' دوسرا گروہ ہمدان کی جانب چلا گیا اس کے سردار منصور اور کوکناش تھے۔ اس گروہ نے ہمدان پہنچ کر ابو کالیجار بن علاء الدولہ کا محاصرہ کر لیا۔ اگرچہ اطراف و جوانب کے امراء و سلاطین نے ابو کالیجار کی کمک پر فوجیں بھیجیں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ ایک مدت تک ہمدان محاصرہ میں رہا۔ آخر ابو کالیجار نے ان سے مصالحت کر لی اور کوکناش کو اپنی دامادی میں لے لیا۔

تاتاریوں کا جو گروہ رے گیا تھا اس نے علاء الدولہ کاکویہ کا رے میں محاصرہ کر لیا۔ فناخر بن مجدد الدولہ اور کار والی ساوہ بھی ان لٹیروں سے مل گئے۔ محاصرۂ جنگ نے طول کھینچا۔ علاء الدولہ مجبور ہو کر ماہ رجب سنہ مذکور میں رات کے وقت رے سے اصفہان چلا گیا۔ اہلِ شہر نے ہتھیار ڈال دیئے' تاتاری بلائے بے درماں کی طرح رات ہی کے وقت شہر میں گھس پڑے اور تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا' ان میں سے ایک گروہ نے علاء الدولہ کا تعاقب کیا لیکن وہ ہاتھ نہ آیا۔ تب یہ لٹیرے رے سے کرج کی طرف لوٹ پڑے اور اسے لوٹ لیا۔ اسی گروہ میں سے تاسقلی نے قزوین کی طرف قدم بڑھایا۔ اہلِ قزوین مقابلہ پر آئے لڑائی ہوئی مگر جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو اہلِ قزوین نے سات ہزار دینار دے کر مصالحت اور اطاعت قبول کر لی۔

تاتار اور ابو کالیجار

تاتاری رے پر قبضہ کرنے کے بعد ہمدان کے محاصرہ پر پھر لوٹ آئے' ابو کالیجار نے اپنے میں مقابلے کی قوت نہ دیکھ کر ہمدان چھوڑ دیا۔ شہر کے بڑے بڑے رؤسا اور اُمرا بھی اس کے ہمراہ چلے آئے اور کنکون میں قلعہ نشین ہو گئے۔ تاتاریوں نے ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ اس گروہ کے سردار کوکناش اور منصور تھے جیسا کہ تم اوپر پڑھ آئے ہو اور فناخر بن مجدد الدولہ دیلم کی ایک جماعت لیے ہوئے ان کے ہمراہ تھا۔ ان لوگوں نے ہمدان کو تاخت و تاراج کیا اسی پر ان لوگوں نے اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے دستے استر آباد اور دینور تک پہنچ گئے۔ ابو الفتح بن ابی الشوک والی استر آباد سے لڑائیاں ہوئیں چنانچہ ابو الفتح نے ان لوگوں کو شکست دی اور ان میں سے چند لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ تاتاریوں نے ان قیدیوں کی رہائی پر مصالحت کر لی۔

اس کے بعد تاتاریوں نے ابو کالیجار بن علاء الدولہ سے خط و کتابت شروع کی اور اسے انتظام ملک کے بہانے سے ہمدان بلایا۔ جب ابو کالیجار ہمدان آگیا' تاتاریوں نے اس پر حملہ کر دیا اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا' بیچارہ ابو کالیجار شکست اٹھا کر بھاگا۔ اسی اثنا میں علاء الدولہ نے اصفہان سے نکل کر تاتاریوں کے ایک گروہ پر درمیان راہ میں شب خون مارا اور کامیاب ہوا۔ مظفر و منصور اصفہان واپس آیا۔ جب سلجوقی تاتاریوں کا دوسرا گروہ جو کہ طغرل بک' داؤد' جعفر بن بیقو اور ان کے بھائی ابراہیم نیال کے ہمراہیوں میں سے تھا اپنی فوجیں لے کر ماوراء النہر سے ان تاتاریوں کے تعاقب میں نکلا جو کہ اس وقت رے اور ہمدان کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنائے ہوئے تھے تو ان تاتاریوں نے آذربائیجان دیار بکر اور موصل کی طرف رخ کیا اور متفرق اور منتشر ہو کر ان ممالک میں طرح طرح کے مظالم برپا کیے جیسا کہ

قرداش والی موصل اور ابن مردان والی دیار بکر کے حالات میں بیان کیے گئے ہیں اور آئندہ ابن دہشوذان کے حالات کے سلسلہ میں تحریر کیا جائے گا۔

مسعود بن سبکتگین کی فتوحات

جب تاتاریوں نے ہمدان چھوڑا تو مسعود بن سبکتگین نے ایک فوج بھیج دی جس نے ہمدان پر قبضہ کرلیا اور خود اس نے اصفہان کا رخ کیا۔ علاء الدولہ اصفہان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ مسعود نے اصفہان اور جو کچھ وہاں موجود تھا سب پر قبضہ کرلیا۔ علاء الدولہ نے ابو کالیجار کے پاس تشتر میں جاکر دم لیا اور امداد کی درخواست کی چونکہ ابو کالیجار حال ہی میں اپنے چچا جلال الدولہ سے ۴۲۱ھ میں شکست کھا چکا تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں، فوری طور پر امداد دینے سے قاصر رہا لیکن اپنے چچا جلال الدولہ سے صلح کرنے کے بعد امداد کا وعدہ کیا۔ اس اثنا میں سلطان محمود کا انتقال ہو گیا اور مسعود نے خراسان سے کوچ کیا اس وقت تک فناخر بن مجد الدولہ عمران میں پناہ گزین تھا، محمود کے مرنے کی خبر پاکر ہاتھ پاؤں نکالے' دیلم اور کردوں کو جمع کر کے رے پر قبضہ کرنے کے لیے نکل پڑا۔ مسعود کے نائب نے جو کہ رے میں تھا، فناخر کو شکست دی اور اس کے لشکر کے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا۔ فناخر ناکام ہو کر اپنے قلعہ میں واپس آیا۔

اگرچہ علاء الدولہ کو مسعود سے بہت بڑا خطرہ تھا اور اس سے لڑنے کی طاقت نہ تھی لیکن محمود کے مرنے کے بعد ابو کالیجار کے پاس سے اصفہان' ہمدان اور رے کی طرف قبضہ کرنے کے لالچ میں آیا اور رفتہ رفتہ صوبجات نوشیرواں تک بڑھ گیا۔ مسعود کے مرکب ہمایوں نے اس سے مطلع ہو کر جنگ کے ارادے سے جنبش کی۔ گھمسان کی لڑائیاں ہوئیں آخر کار مسعود کے لشکر کو فتح نصیب ہوئی' رے وغیرہ کو پھر اپنے قبضہ میں لے لیا۔ علاء الدولہ زخمی ہو کر قلعہ فردخان میں جاکر پناہ گزین ہوا۔ قلعہ فردخان ہمدان سے ۲۲ کوس کے فاصلے پر تھا۔ رے اور صوبجات انو شیرواں میں مسعود بن سبکتگین کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ مسعود نے اپنی طرف سے تاش الفوارس کو یہاں کا گورنر مقرر کیا۔ تاش الفوارس نے ظلم اور سفاکی شروع کر دی تب مسعود نے علاء الدولہ کو مامور کیا۔

ابو علی کا قتل

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ جلال الدولہ نے ابو کالیجار کے بعد اہواز پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ ابو کالیجار نے واسط سے تعاقب کیا تھا۔ چنانچہ جلال الدولہ نے ابو کالیجار کو شکست دی۔ ابو کالیجار واسط لوٹ آیا اور ابو منصور بختیار بن علی نائب ابو کالیجار جلال الدولہ سے جنگ پر روانہ کیا گیا۔ چار سو کشتیوں کا بیڑا عبداللہ شرابی رکازی کی ماتحتی میں روانہ کیا گیا۔ والیٔ بطیحہ اس کی رکاب میں تھا لیکن اس جمعیّت اور تیاری کے باوجود شکست ہوئی۔ بختیار نے میدانِ جنگ سے بھاگنے کا قصد کیا۔ پھر کچھ سوچ کر قدم جما دیئے' جنگی کشتیوں کا بیڑہ لوٹ آیا اور بحری اور برّی لڑائی شروع ہو گئی۔ وزیر السلطنت ابو علی براہِ دریا ان سے جنگ کرنے کے لیے آیا' جس وقت نہرا بو خصیب پر پہنچا تو بختیار نے قابو پا لیا' ہمت ہار گیا' شکست کھا کر الٹے پاؤں لوٹا۔ بختیار کے لشکر نے تعاقب کیا اور خود بختیار نے بھی ابو علی کا پیچھا کیا' اس کی کشتیاں پکڑ لیں اور خود اسے بھی گرفتار کر لیا۔ بختیار نے نامہ بشارت فتح کے ساتھ ابو علی کالیجار کے پاس بھیج دیا۔ بحالتِ قید اس کے کسی غلام نے ابو علی کو کسی شبہ کی بنا پر مار ڈالا۔ ابو علی نہایت ظالم اور بے رحم تھا۔ اس نے اپنے زمانۂ حکومت میں بہت سے ناجائز طریقے اور محصول مقرر کیے تھے جس سے عام طور سے رعایا شاکی تھی۔

جب ابو علی کے قتل کی اطلاع جلال الدولہ تک پہنچی تو اس نے اس کی جگہ ابو سعید عبدالرحیم (جو اس کا ابن عم تھا) کو عہدۂ وزارت پر مقرر کیا اور ایک کثیر التعداد فوج ان کی مدد پر روانہ کی جو مقتول وزیر کے ساتھ تھے۔ اس فوج نے بصرہ پر ماہ شعبان ۴۲۱ھ میں قبضہ کر لیا۔ بختیار اپنی فوج کے ساتھ ابلہ چلا گیا' ابو کالیجار سے امداد کی درخواست کی' ابو کالیجار نے بختیار کی کمک پر فوجیں بھیج دیں اور اپنے وزیر السلطنت ذوالسعادات ابو الفرج بن فنانجس کو امیر لشکر بنایا چنانچہ جلال الدولہ کی فوج سے مقام بصرہ میں لڑائی ہوئی' ابتداء" بختیار کو شکست ہوئی' اس کی بہت سی کشتیاں پکڑ لی گئیں' اس کے بعد جلال الدولہ کے سرداروں میں جو بصرہ میں تھے' پھوٹ پڑ گئی' آپس میں لڑنے لگے'

منتشر ہو گئے۔ ان میں سے بعض ذوالسعادات سے جا ملے اور اس کو جلال الدولہ کے سرداران بصرہ کے حالات بتلائے ذوالسعادات کو موقع مل گیا' بصرہ پر حملہ کر دیا اور قابض ہو گیا' بصرہ جیسا کہ پہلے ابو کالیجار کے قبضہ میں تھا پھر اس کے قبضہ میں آگیا۔

قائم بامراللہ کی خلافت

ماہ ذی الحجہ ۴۲۲ھ میں خلیفہ قادر باللہ نے وفات پائی' اکتالیس سال خلافت کی' دیلم اور ترکوں کے دلوں پر اس کے رعب کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے مرنے پر جلال الدولہ نے اس کے بیٹے ابو جعفر عبداللہ کو تخت حکومت پر متمکن کیا' قائم بامراللہ کا لقب دیا' قاضی ابو الحسن ماوردی کو ابو کالیجار کے پاس پیام اطاعت دے کر بھیجا' ابو کالیجار نے اطاعت قبول کی اور بیعت کر لی' اپنے ملکوں میں اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا' قیمتی قیمتی تحائف و ہدایا دربار خلافت میں پیش کیے۔

بغداد میں شورش

اسی زمانہ میں اہل سنت والجماعت اور شیعہ کے درمیان دارالخلافت بغداد میں جھگڑا ہو گیا۔ یہودیوں کے مکانات لوٹ لیے گئے بازاروں میں آگ لگا دی گئی' بعض افسرانِ جنگی قتل کر ڈالے گئے۔ اوباشوں اور بدمعاشوں کی بن آئی۔ دن دہاڑے لوٹ مار شروع ہو گئی' لشکریوں نے بھی ہاتھ پاؤں نکالے' جلال الدولہ پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ اس کا نام خطبہ سے نکال دیا۔ جلال الدولہ نے یہ رنگ دیکھ کر ان کی تالیفِ قلوب کے لیے انعام دیئے' روپے اور مال سے انہیں مالا مال کر دیا' شورش ختم ہو گئی اور پھر مطیع ہو گئے۔

بار سطغان اور یلدرک کی شکایت

اسی سنہ میں غلاموں کی ایک جماعت جلال الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور امراء و ارا کینِ دولت بالخصوص بار سطغان اور یلدرک کی بہت لمبی چوڑی شکایت کی کہ ان لوگوں نے حکومت و سلطنت پر قبضہ حاصل کر لیا ہے اور سارا روپیہ اور مال ہڑپ کر جاتے ہیں' بار سطغان اور یلدرک کو اس کی اطلاع ہو گئی اور جلال الدولہ سے متنفر اور کشیدہ ہو گئے' غلاموں نے ان دونوں سرداروں سے اپنی اپنی تنخواہیں طلب کیں' وظائف اور مقررہ روزینے دینے کے طلب گار ہوئے' بار سطغان اور یلدرک نے تنگ دستی کی معذرت کی' جب کچھ شنوائی نہ ہوئی تو دارالخلافت بغداد چھوڑ کر مدائن چلے گئے۔ ترکوں کو اس پر ندامت ہوئی' جلال الدولہ نے موید الملک رخجی کو بار سطغان اور یلدرک کے پاس بھیجا' چنانچہ موید الملک نے ان کو سمجھا بجھا کر راضی کر لیا اور یہ دونوں پھر واپس آ گئے' بار سطغان اور یلدرک کی واپسی کے بعد لشکریوں نے پھر شورش کی' جلال الدولہ کا مکان لوٹ لیا' سامان' مکان اور سواری کے گھوڑے لوٹ لیے۔ جلال الدولہ کو سخت غصہ ہوا غضب ناک ہو کر دربارِ خلافت میں حاضر ہوا' شراب کے نشہ میں چور تمام کتا تھا کچھ' زبان سے کچھ نکلتا تھا۔ خلافت مآب نے نرمی اور ملاطفت سے جلال الدولہ کو مکان واپس کیا۔ اس واقعہ کے تھوڑے دن بعد لشکریوں نے شور و شر مچایا' سواری کے لیے جلال الدولہ سے گھوڑے طلب کیے' جلال الدولہ نے ان لوگوں کو ڈانٹ پلائی پھر کچھ سوچ کر گھوڑوں کو اصطبل سے بلا کسی سائیس اور محافظ کے نکال دیا اور یہ کہا کہ پانچ میری سواری کے ہیں اور دس میرے مصاحبوں کی سواری کے لیے ہیں' حاشیہ نشین اور لشکری واپس ہوئے۔ جلال الدولہ نے اپنے محل کے دروازے بند کر دیئے' عوام الناس اور لشکریوں میں فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ جلال الدولہ نے غصہ ہو کر اپنے وزیر السلطنت عمید الملک کو معزول کر کے قلم دان وزارت ابو الفتح محمد بن فضل کو سپرد کیا۔ چنانچہ ابو الفتح نے چند دن وزارت کی۔ لیکن عہدۂ وزارت کی ذمہ داریوں کو انجام نہ دے سکا' معزول کر دیا گیا۔ ابو اسحاق ابراہیم بن ابو الحسن (برادر زادہ ابو الحسن سہیلی) وزیر مامون والی خوارزم کو عہدہ وزارت عطا کیا گیا۔ پچیس دن تک وزارت کر کے بھاگ نکلا۔

ترکوں کی بغاوت اور اطاعت

ماہ ربیع الاول ۴۲۳ھ میں ترکوں اور جلال الدولہ میں پھر جھگڑا ہو گیا۔ جلال الدولہ نے دروازہ بند کر لیا' ترکوں نے جلال الدولہ کے مکان کو لوٹ لیا۔ اراکین دولت اور سیکریٹریوں کے کپڑے اتروا لیے[1] وزیر السلطنت ابو اسحاق پریشان ہو کر غریب بن محمد بن معن کے پاس بھاگ گیا۔ جلال الدولہ بھی ماہ ربیع سنہ مذکور میں بغداد چھوڑ کر عکبرا چلا گیا۔ ترکوں نے ابو کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھا اور اسے اہواز سے بلا بھیجا۔ عادل بن مافنہ نے رائے دی کہ جب تک ترکوں کے سردار نہ آئیں' اس وقت تک آپ بغداد کا ارادہ نہ کیجیے۔ جب کالیجار بغداد نہ آیا تو ترکوں کو اپنے کیے پر پشیمانی ہوئی' جلال الدولہ سے معذرت کی' اس کے نام کا خطبہ پڑھا' واپس آنے کی درخواست کی چنانچہ تینتالیس روز بعد پھر دارالخلافت بغداد واپس آیا' قلم دان وزارت ابو القاسم بن ماکولا کو عنایت ہوا۔ کچھ عرصہ بعد وزیر اور ترکوں سے جھگڑا ہو گیا اس وجہ سے نیز اس سبب سے کہ اس[1] نے بعض لوگوں کو جو اس کی قید میں تھے چھوڑ دیا تھا' معزول کر دیا گیا۔

۴۲۴ھ کے نصف میں ابو کالیجار کے نائب ابو منصور بختیار بن علی نے مقام بصرہ میں وفات پائی' اس کی جگہ اس کا داماد ابو القاسم جانشین ہوا۔ یہ نہایت کفایت شعار' منتظم اور امور سلطنت سے آگاہ تھا' امور سیاسی کی واقفیت کی وجہ سے اسے بصرہ پر ایک قسم کا غلبہ حاصل ہو گیا' ابو کالیجار کو یہ امر ناگوار گزرا معزولی کا حکم بھیج دیا۔ ابو القاسم نے مخالفت کا اعلان کر دیا' اس کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا' جلال الدولہ کا نام خطبہ میں داخل کیا اور جلال الدولہ کے بیٹے کو واسطہ سے بلا بھیجا چنانچہ جلال الدولہ کا لڑکا ابو القاسم کی تحریک پر بصرہ آیا اور قبضہ کر لیا۔ ابو کالیجار کا لشکر بصرہ سے نکال دیا گیا' کچھ عرصہ بعد ابو القاسم اور ملک عبدالعزیز (یہ جلال الدولہ کا لڑکا تھا جو بصرہ حسب طلب ابو القاسم آیا تھا) میں ان بن ہو گئی (یہ واقعہ ۴۲۵ھ کے شروع کا ہے) بعض سرداران دیلم کو ابو القاسم نے گرفتار کرنے کا قصد کیا۔ سرداران دیلم ملک العزیز کے پاس بھاگ گئے اور اس کی شکایت کی۔ ملک العزیز نے ان کی تالیف قلوب کے خیال سے ابو القاسم کو بصرہ سے نکال دیا۔ یہ ابلہ چلا گیا' جب اس کے پاس ایک خاصی فوج جمع ہو گئی تو اس نے جنگ کے لیے بصرہ کا قصد کیا' دونوں میں لڑائی ہوئی اور اس نے ملک العزیز کو بصرہ سے نکال دیا اور بدستور سابق ابو کالیجار کا مطیع ہو گیا' اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔

جلال الدولہ کی واپسی

رمضان ۴۲۴ھ میں جلال الدولہ نے اپنے وزیر السلطنت ابو القاسم کو بلا بھیجا' لشکریوں کو اس سے نفرت پیدا ہو گئی۔ مال و اسباب کے چھین لینے کا الزام لگا کر ہنگامہ برپا کر دیا' ایوان حکومت پر چڑھ آئے۔ جلال الدولہ کو بیک بنی دو گوش ایوان حکومت سے نکال کر ایک مسجد میں جو ایوان حکومت میں تھی' بٹھا دیا۔ جلال الدولہ اپنے وزیر السلطنت ابو القاسم اور اہل و عیال کے ساتھ کرخ آیا اس کے بعد لشکریوں میں پھوٹ پڑ گئی' نظام جاتا رہا آخر کار جلال الدولہ کے پاس پیام بھیجا کہ آپ تو واسطہ تشریف لے جائیے اور اپنے چھوٹے لڑکوں میں سے کسی کو دارالحکومت میں امارت کرنے کے لیے چھوڑ جائیں۔ جلال الدولہ نے اس کو منظور کر لیا اور چند لوگوں کو لشکریوں کے لانے کی غرض سے روانہ کیا۔ پھوٹ تو پہلے ہی پڑ گئی تھی تمام لشکری راضی ہو گئے۔ اور متفق ہو کر جلال الدولہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی درخواست کی اور حاضر خدمت ہو کر بمنت و سماجت واپس لائے' اطاعت و فرماں برداری کی قسم کھائی۔ ۴۲۵ھ میں جلال الدولہ نے عمید الدولہ ابو سعید عبدالرحیم کو ابن ماکولا کی جگہ عہدہ وزارت پر مقرر کیا' ابن ماکولا کو اس سے بے حد صدمہ ہوا' ناراض ہو کر عکبرا چلا گیا۔ جلال الدولہ نے ابن ماکولا کو طلب کر کے پھر قلم دان وزارت سپرد کیا اور عمید الدولہ کو معزول کر دیا' عمید الدولہ چند دن عہدۂ وزارت کی امید میں ٹھہرا رہا' جب کام ہوتا نظر نہ آیا تو جلال الدولہ کا ساتھ چھوڑ کر اوانا کا راستہ اختیار کیا۔ جلال الدولہ نے اسے واپس بلا لیا اور قلم دان

[1] ابو معمرا ابراہیم بن حسین بساسی ایک امیر اور مالدار شخص بغداد میں رہتا تھا جلال الدولہ نے اس کے مال و زر پر دانت لگایا وزیر السلطنت ابو القاسم کو اس کی گرفتاری کا حکم دیا ترکوں کو اس سے غصہ پیدا ہوا وزیر نے گھر کو لوٹ لیا کپڑے چھین لئے برہنہ پا گھر سے نکالا جلال الدولہ اس وقت حمام میں تھا شور و شر سن کر باہر آیا وزیر قدموں پر گر پڑا۔ جلال الدولہ نے برا فروختہ ہو کر ابو معمر سے ایک ہزار دینار وصول کئے اور وزیر السلطنت کو معزول کر دیا۔ یہ جان کے خوف سے روپوش ہو گیا۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۲۸۸ مطبوعہ مصر۔

وزارت کا پھر مالک بنایا چند دن وزارت کر کے بھاگ نکلا۔ ابو الشوک کے پاس چلا گیا۔ تب قلم دان وزارت ابو القاسم کو دیا گیا۔ ابو القاسم کے زمانہ وزارت میں لشکریوں کے مطالبات بڑھ گئے ابو القاسم ادا نہ کر سکا۔ دو مہینہ وزارت کر کے بھاگ گیا۔ لشکریوں نے گرفتار کر لیا اور دارالحکومت میں برہنہ سر پکڑ کر لائے۔ جلال الدولہ نے ابو سعید کو پھر وزارت کا عہدہ عنایت کیا۔ اس کے زمانہ میں فتنہ و فساد کا دروازہ کھل گیا تھا۔ دن دہاڑے دارالخلافت بغداد میں لوٹ مار ہونے لگی۔ حکام وقت دبا نہ سکے۔

جلال الدولہ پر ترکوں کی یورش

جلال الدولہ نے سپہ سالاران دیلم میں بساسیری کو غربی بغداد میں امن و امان قائم کرنے کی غرض سے مقرر کیا۔ بساسیری نے نہایت خوبی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ فتنہ و فساد کی جتنی گھٹائیں خلافت و سلطنت کے افق پر چھائی ہوئی تھیں چھٹ گئیں لیکن کردوں اور لشکریوں نے خلافت مآب پر غارت گری کا ہاتھ بڑھایا اور اسے لوٹ لیا۔ جلال الدولہ اس ہنگامہ کو فرو نہ کر سکا خلافت مآب نے قاضیوں، علما اور فقہا کو دربار میں طلب فرما کر ان لوگوں کے طریقوں کی موقوفی کا فرمان لکھوایا۔ کردوں اور عام لشکریوں نے دارالخلافت پر حملہ کر دیا۔ حاشیہ نشینان بارگاہ خلافت پر حملہ کرنے لگے۔ حکام وقت اس ہنگامہ کو فرو نہ کر سکے اور نہ امن قائم کر سکے بغداد کے اطراف و جوانب میں عرب پھیل گئے۔ غارت گری اور لوٹ مار کی کوئی حد نہ رہی۔ جامع منصور کے قریب عورتوں کے کپڑے تک چھین لئے گئے۔ اسی خلفشار میں ۴۲۷ھ کا دور آ گیا۔ لشکریوں نے جلال الدولہ پر بھی یورش کر دی' جلال الدولہ پریشان حال سیمابدوی کے مکان میں جا چھپا اور رات کے وقت سیمابدوی کے مکان سے نکل کر کرخ میں مرتضٰے کے مکان پر چلا گیا اور پھر وہاں سے موقع پا کر رافع بن حسین بن معن کے پاس تکریت جا کر پناہ لی۔ ترکوں نے اس کے مکان کو جا کر لوٹ لیا اور توڑ پھوڑ کر ویران و منہدم کر دیا۔ ان واقعات کے بعد خلیفہ قائم نے لشکریوں کی تالیف قلوب کی' امن و امان قائم کر کے جلال الدولہ کو واپس بلا لیا۔

آپ اوپر بار سطغان کا حال پڑھ آئے ہیں اور یہ بھی تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ بار سطغان دیلم کے نامی سرداروں میں سے تھا حاجب الحجاب کے خطاب سے مخاطب تھا۔ جلال الدولہ ترکوں کے فتنہ و فساد کا بانی اسی بار سطغان کو قرار دیتا تھا اور ترکی فوج اسے مال چھین لینے سے متہم کرتی تھی۔ بار سطغان کو خطرہ پیدا ہوا نصف[1] ۴۲۷ھ میں اپنا مکان چھوڑ کر دارالخلافت میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ خلافت مآب نے اسے اپنی پناہ میں لیا اور عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ بار سطغان نے دارالخلافت پہنچ کر ابو کالیجار سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا اور اسے سلطنت بغداد کے لیے بلانے لگا ابو کالیجار نے ایک فوج واسط کی جانب بھیج دی۔ واسط کے مقیم فوجیوں نے اس فوج کے ساتھ ہو کر حملہ کر دیا اور ملک العزیز ابن جلال الدولہ کو نکال دیا۔ ملک العزیز واسط سے نکل کر اپنے والد کے پاس بغداد چلا آیا بار سطغان[2] نے دارالخلافت کا دروازہ کھول دیا۔ دارالخلافت کے خدام نکل پڑے اور ابو کالیجار کی حکومت کا اعلان کر دیا جلال الدولہ اس ہنگامہ سے متاثر ہو کر دارالخلافت بغداد سے اوانا چلا آیا۔ بساسیری بھی اس کے ساتھ تھا۔

جلال الدولہ اور بار سطغان کی جنگ

جلال الدولہ کے چلے جانے کے بعد بار سطغان نے وزیر السلطنت ابو الفضل عباس بن فناجس کو امورِ سلطنت کی نگرانی پر ابو کالیجار کی طرف سے مقرر کیا (اور خلافت مآب کی خدمت میں ابو کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھنے کی درخواست کی خلافت مآب نے جلال الدولہ کے عہد پیمان کا عذر کیا اس وجہ سے خطیبوں نے بھی ابو کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد بار سطغان اور جلال الدولہ میں لڑائی چھڑ گئی واسطی لشکر[3] نے بار سطغان کا ساتھ دیا جلال الدولہ پھر دارالخلافت بغداد واپس آیا غربی بغداد میں قیام پذیر ہوا۔ قرواش بن مقلد

۱۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ بار سطغان نے ماہ رجب سنہ مذکور میں دارالخلافت جا کر پناہ لی تھی دیکھو تاریخ کامل جلد ۹ صفحہ ۳۰۸

۲۔ عبارت مابین خطوط ہلالی ربط مضمون کے خیال سے میں نے کامل ابن اثیر سے ملخص کر کے لکھا ہے۔ (من مترجم)

۳۔ عبارت ہذا خطوط ہلالی ربط مضمون کے خیال سے میں نے کامل ابن اثیر سے ملخص کر کے لکھا ہے۔ (من مترجم)

عقیلی اور دبیس بن علی بن مزید اسدی اس کی رکاب میں تھے چنانچہ غربی بغداد میں جلال الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور شرقی بغداد میں ابو کالیجار کا' ابو الشوک اور ابو الفوارس منصور بن حسین ابو کالیجار کی اطاعت میں بار سطغان کے ہم صفیر ہو گئے) فتنہ و فساد کا دروازہ کھل گیا۔ ہنگامہ کار زار گرم رہنے لگا۔ جلال الدولہ پریشان ہو کر دارالخلافت بغداد چھوڑ کر انبار چلا گیا۔ قرواش نے بھی اس سے علیحدہ ہو کر موصل کا راستہ لیا۔

بار سطغان کو موقع مل گیا' علی بن فسانجس کو گرفتار کر لیا۔ منصور بن حسین اپنے شہر لوٹ آیا۔ ان واقعات کے بعد یہ خبر سننے میں آئی کہ ابو کالیجار نے فارس کا رُخ کیا ہے۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ دیلمی فوج نے جو اس کی رکاب میں تھی' ساتھ چھوڑ دیا اس کا جو کچھ مال و اسباب تھا' دارالخلافت چھوڑ کر واسط کی طرف روانہ ہو گئی۔ جلال الدولہ پھر دارالخلافت بغداد آپہنچا۔ بساسیری اور بنوخفاجہ کو بار سطغان کے تعاقب پر روانہ کیا اور خود بھی دبیس کے ساتھ بار سطغان کی گرفتاری پر نکل پڑا' مقام خیزرانیہ میں بار سغان کو جا گھیرا۔ لڑائی ہوئی۔ اثنا جنگ میں بار سطغان کو گرفتار کر لیا گیا۔ جلال الدولہ کے دربار میں پابہ زنجیر پیش کیا گیا' قتل کر ڈالا۔

جلال الدولہ کو ملک الملوک کا خطاب

اس کامیابی سے جلال الدولہ کے حوصلے بلند ہو گئے۔ خلافت مآب قائم بامراللہ سے درخواست کی کہ مجھے ملک الملوک کا خطاب عطا کیا جائے' خلافت مآب نے اس کی مخالفت کی۔ فقہا کو فتویٰ لینے کی غرض سے دربار میں طلب کیا ابو الطیب طبری' ابو عبداللہ ضمیری اور ابو القاسم کرخی نے جواز کا فتوے دیا' ابو الحسن ماوردی نے اختلاف کیا' اس خطاب کے غیر مشروع ہونے پر دونوں فریق میں مناظرہ ہوا۔ اکیلا ابو الحسن ماوردی ایک طرف تھا خوشامدی اور درباری فقہا و قضاۃ ایک طرف تھے چنانچہ ابو الطیب کی جیت ہوئی اور اس کے فتوٰی کو ترجیح دی گئی۔ جلال الدولہ کو ملک الملوک کا خطاب دیا گیا اور ابو الحسن ماوردی جلال الدولہ کے مخصوص آدمیوں میں سے تھا' اپنی شکست و مخالفت پر ندامت ہوئی' تین ماہ تک جلال الدولہ کے دربار میں نہ گیا تب جلال الدولہ نے اسے بلوایا اظہارِ حق گوئی پر اظہارِ تشکر کیا اور بدستور اسے اس کے عہدہ پر بحال رکھا۔

جلال الدولہ اور ابو کالیجار میں مصالحت

اسی ۴۲۸ھ میں جلال الدولہ اور اس کے برادر زاد ابو کالیجار میں مصالحت کا نامہ و پیام ہونے لگا' قاضی ابو الحسن ماوردی اور ابوعبداللہ مردوستی صلح کے محرک اور پیامبر تھے چنانچہ دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ ابو منصور بن کالیجار کا عقد جلال الدولہ کی لڑکی سے کیا گیا (پچاس ہزار دینار مہر مقرر ہوا) خلافت مآب قائم بامراللہ نے گراں بہا خلعت ابو کالیجار کو عنایت کیا۔

ابو کالیجار کا بصرہ پر قبضہ

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ظہیر ابو القاسم نے ابو منصور بختیار کے بعد بصرہ پر قبضہ کر لیا تھا اور ابو کالیجار سے باغی ہو کر جلال الدولہ کی اطاعت قبول کر لی تھی پھر چند دن بعد جلال الدولہ کا مخالف ہو کر ابو کالیجار کی اطاعت کا اظہار کیا تھا اور اس ردو بدل سے اس کی حکومت کو استقلال و استحکام حاصل ہو گیا۔ دماغ میں ملک گیری اور فراہمی مال کی ہوا سمائی' ابو الحسن بن ابو القاسم بن مکرم والی عمان سے چھیڑ چھاڑ کی اور اس کا کچھ مال چھین لیا۔ ابو الحسن نے ابو الجیش اور ابو کالیجار کی خدمت میں ظہیر کی شکایت لکھی اور یہ درخواست کی کہ اگر مجھے بصرہ کی حکومت بھی عنایت کی جائے تو میں ظہیر سے تیس ہزار دینار خراج زیادہ دینے کے لیے تیار ہوں۔ ابو کالیجار نے درخواست کو منظوری اور قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور فوجیں جمع کر کے عادل ابو منصور بن ما[illegible] کی ماتحتی میں براستہ خشکی بصرہ کی جانب روانہ کیں' ابو الجیش بھی عمان سے براہ دریا فوجیں لے کر بصرہ آپہنچا۔ بصرہ کا بری اور بحری محاصرہ کر لیا اور بزور تیغ بصرہ میں گھس پڑے' قبضہ کر لیا۔ ظہیر گرفتار ہو گیا' تمام مال و روپیہ ضبط کر لیا گیا' پہلے نوے ہزار دینار گیارہ دن میں وصول کیا گیا۔ کامیابی کے بعد ملک ابو کالیجار ۴۳۱ھ میں داخل بصرہ ہوا کچھ عرصہ قیام کر کے ظہیر ابو القاسم کے ساتھ اہواز کی طرف واپس ہوا اور اپنے بیٹے عزیز الملوک کو بصرہ پر مامور کیا' امیر ابو الفرج

فسانجس کو اس کی وزارت دی۔

ابو الجیش اور علی ابن ہطال

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ ابو محمد ابن مکرم بہاء الدولہ کی حکومت وریاست کا منتظم اور مدبر تھا' اس کے بعد اس کا بیٹا ابو القاسم اس خدمت کو انجام دیتا رہا' پندرہ برس سے عنان حکومت اس کے قبضۂ اقتدار میں تھی' ۴۳۱ھ میں وفات پائی۔اس کے چار بیٹے تھے ابو الجیش' مہذب' ابو محمد اور ایک چھوٹا لڑکا جس کا نام مورخوں نے نہیں لکھا۔ ابو القاسم کی وفات کے بعد ابو الجیش تختِ حکومت پر متمکن ہوا۔ علی ابن ہطال سپہ سالار افواج کو اس عہدہ پر بحال رکھا اور اس قدر اس کی عزت افزائی کی جب علی ابن ہطال ابو الجیش کے دربار میں آتا تھا تو ابو الجیش اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ یہ امر اس کے بھائی مہذب کو ناگوار گزرا علی اسے تاڑ گیا۔ چنانچہ ابو الجیش سے اجازت لے کر مہذب کی دعوت کی اور بے حد تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی اور شراب کا دور چلنے لگا اور مہذب پی کر مست ہوا تو علی نے مہذب سے کہنا شروع کیا آپ کا بھائی ابو الجیش نہایت کمزور طبیعت کا آدمی ہے' صاحب الرائے نہیں ہے اگر آپ کمر ہمت باندھیں تو میں ذمہ داری لیتا ہوں کہ بات کی بات میں آپ کو تختِ حکومت پر متمکن کر دوں۔ مہذب نشہ میں چُور تھا اس چرکہ میں آگیا اور صوبوں کی گورنری اور جاگیر دینے کا وعدہ کیا۔ علی نے کہا "یہ نہیں، آپ جو وعدہ فرماتے ہیں اسے لکھ دیجیے اور اپنے دستخط کر دیجیے" مہذب نے لکھ دیا۔

مہذّب کا خاتمہ

اگلے دن علی ابو الجیش کی خدمت میں حاضر ہوا اور مہذب کا خط دکھلایا اور یہ دھوکا دیا کہ اس نے آپ کے اکثر ہوا خواہوں کو ملالیا ہے،میں چونکہ اس سے پھٹا پھٹا رہتا ہوں مجھے یہ خط لکھا ہے اور اسی وجہ سے وہ مجھ سے کشیدہ اور متنفر رہتا ہے اور یہ نفرت محض آپ کی خیر خواہی کی وجہ سے ہے۔ابو الجیش کو طیش آگیا اس واقعہ کی اصلیت دریافت نہ کی اپنے بھائی مہذب کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا' چند روز بعد ایک شخص کو جیل میں بھیج دیا جس نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور مر گیا اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد ابو الجیش نے بھی انتقال کیا۔ علی ابن ہطال نے اس کے بھائی ابو محمد کو امیر بنانے کا قصد کیا' ابو محمد کی ماں کو خطرہ پیدا ہوا'کہلا بھیجا کہ میرا لڑکا کمسن ہے حکومت کا بار نہ اٹھا سکے گا مناسب ہے اس کام کو آپ ہی انجام دیجئے۔ علی ابن ہطال تو اس امر کا منتظر تھا عمان کی عنان حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لے لی،حکمرانی کرنے لگا۔ رعایا سے ظالمانہ برتاؤ کیے،تجارت پیشہ لوگوں سے تاوان اور جرمانے وصول کئے۔رفتہ رفتہ ان واقعات کی اطلاع ابو کالیجار کو ہوئی۔ عادل ابو منصور بن ماتنہ کو حکم دیا کہ ابو القاسم بن مکرم کے نائب مرتضٰی کو جو کہ عمان کے پہاڑوں میں مقیم ہے علی ابن ہطال پر حملہ کرنے کے لیے لکھو اور بصرہ سے ایک جرار فوج اس کی کمک پر بھیج دی۔

علی ابن ہطال کا قتل

مرتضٰی اس پیام کو سن کر اٹھ کھڑا ہوا'بصرہ کی فوجیں آگئیں' بڑھ کر عمان کا محاصرہ کر لیا'اکثر مقامات پر قبضہ کر لیا۔اسی اثنا میں مرتضٰی نے اس آدمی کو ملا لیا جو ابن مکرم کا خادم تھا اور اس کے مرنے کے بعد علی ابن ہطال کی خدمت میں رہنے لگا تھا اس خادم نے موقع پا کر علی بن ہطال کو قتل کر دیا تھا پھر کیا تھا عمان فتح ہو گیا (عادل ابن[1] منصور کو اس کی خبر ہوئی خوشی سے اچھل پڑا'اسی وقت ایک امیر کو عمان بھیج دیا اور ابو محمد بن ابو القاسم کو عمان کی عنان حکومت دے دی اور مرتضٰی اس کی وزارت کا کام انجام دینے لگا) ۴۳۳ھ میں عادل ابو منصور بہرام بن ماتنہ (ابو کالیجار کا وزیر السلطنت مر گیا) مہذب الدولہ کو قلم دانِ وزارت عطا کیا گیا اور اسے ان لوگوں کی مدافعت کا حکم دیا

---

[1] عبارت مابین خطوط ہلالی مضمون کے خیال سے تاریخ ابن اثیر سے ملخص کر کے لکھا ہے۔مترجم۔

جو کہ جیرفت[1] کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اس نے بہ زور تیغ محاصرہ اٹھا دیا اور ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ وہ لوگ پہاڑ کے دشوار گزار دروں میں جا چھپے اور مہذب الدولہ کرمان واپس آیا دنیا کو ان کے شر و فساد سے نجات مل گئی۔

جلال الدولہ کی وفات

ماہ شعبان ۴۳۵ھ میں جلال الدولہ (ابو طاہر بن بہاء الدولہ بن عضد الدولہ بن بویہ) نے بغداد میں وفات پائی، سترہ سال حکومت کی، اس کی کمزوری حد سے بڑھ گئی تھی، لشکریوں کا اس پر اثر تھا' امراء کا اس پر قابو تھا، صوبوں کے گورنروں سے یہ دبتا تھا غرض یہ کہ موم کی ناک بنا ہوا تھا جس طرف جو چاہتا تھا پھیر دیتا تھا۔ اس کے مرنے پر وزیر السلطنت کمال الملک بن عبدالرحیم اور بڑے بڑے امراء حکومت ترکوں اور عوام الناس کے خوف سے حرم سرائے دارالخلافت میں جا کر پناہ گزین ہو گئے' سردارانِ لشکر دارالحکومت پہنچ گئے۔ ترکوں اور عوام الناس کو غارت گری سے روک دیا۔

ملک عبدالعزیز

جلال الدولہ کا بڑا لڑکا الملک العزیز ابو منصور اس وقت تک واسط میں تھا، سردارانِ لشکر نے جلال الدولہ کی موت کی خبر دی' اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کیا اور یہ لکھ بھیجا کہ جس قدر جلد ممکن ہو بغداد میں آ کر بیعت لے لیجئے۔ کوئی اتفاق ایسا پیش آ گیا کہ ملک العزیز ابو منصور اس وقت بغداد نہ آ سکا اور ابو کالیجار والی اہواز کو جلال الدولہ کے مرنے کی خبر ہو گئی سرداران لشکر بغداد کو خط لکھے اور بشرط اطاعت انعام و صلہ دینے کا وعدہ کیا۔ سردارانِ لشکر مال و زر کے لالچ میں ملک عبدالعزیز کا ساتھ چھوڑ کر ابو کالیجار کے مطیع ہو گئے۔ چنانچہ ابو کالیجار اہواز سے بغداد روانہ ہوا جس وقت نعمانیہ پہنچا لشکریوں نے بغاوت کر دی اور اس سے علیحدہ ہو کر واسط چلے گئے اس کے باوجود دارالخلافت بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اس کی حکومت تسلیم کر لی گئی۔ ملک العزیز ان واقعات سے متاثر ہو کر دبیس بن مزید کے پاس گیا وہاں بھی اسے آرام و سکون نصیب نہ ہوا۔ قرواش بن مقلد کے پاس موصل چلا گیا۔ پھر اس سے بھی رخصت ہو کر ابو الشوک کے پاس جا پہنچا۔ ابو الشوک سے اس کا دامادی رشتہ تھا مگر اس نے ملک العزیز سے بدعہدی کی' زبردستی اپنی لڑکی کو طلاق دلوائی' ملک العزیز پریشان ابراہیم نیال برادر سلطان طغرل بک کے پاس جا کر پناہ گزین ہوا۔ چند دن بعد لشکریوں کو ملانے کی غرض سے پوشیدہ طور سے بغداد آیا۔ ابو کالیجار کے ہوا خواہوں کو اطلاع ہو گئی' لوگوں نے حملہ کر دیا اور ملک العزیز کے دو ایک ہمراہیوں کو مار ڈالا۔ ملک العزیز گھبرا کر بھاگ نکلا۔ نصیر الدولہ بن مروان کے پاس جا کر پناہ لی اور اسی کے پاس میافارقین میں جاں بحق تسلیم ہوا۔

ابو کالیجار کی بغداد میں آمد

ماہ صفر ۴۳۶ھ میں ابو کالیجار وارد بغداد ہوا، لشکر بغداد نے سلامی دی۔ ابو کالیجار کا قدم استقلال کے ساتھ حکومت بغداد پر جم گیا۔ خلافت مآب نے محی الدولہ کا خطاب عنایت کیا۔ ابو الشوک اور دبیس بن مزید نے اپنے اپنے ممالک مقبوضہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ ابو کالیجار نے اس معاملہ میں دس ہزار دینار اور بہت سے قیمتی تحائف' خلافت مآب کی خدمت میں پیش کیے تھے اس کے علاوہ سردارانِ لشکر اور سپاہیوں کو بھی بے حد مال اور روپے دیئے۔ چونکہ ابو کالیجار پر ترکوں کا خوف غالب تھا اس وجہ سے شورش و فساد کے خیال سے بہت تھوڑی فوج کے ساتھ داخلِ بغداد ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا وزیر السلطنت ابو السعادات ابو الفرج محمد بن محمد فسانجس بھی تھا۔ خلیفہ قائم بامراللہ سوار ہو کر ملنے کے لیے آیا تھا۔ سارے شہر بغداد میں چراغاں کیا گیا۔ خلافت مآب نے سرداران لشکر بساسیری' ساری (نشاوری) اور ہمام ابو اللقاء کو خلعتِ فاخرہ سے سرفراز کیا۔ ابو کالیجار نے اپنے چچاؤں (عمید الدولہ' ابو سعید بن عبدالرحیم اور اس کے بھائی کمال الملک وزیران جلال الدولہ) کو بغداد سے شہر بدر کر دیا' دونوں بے چارے تکریت چلے گئے۔

---

[1] مورخ ابن خلدون نے اس مقام پر ضمائر سے کام لیا ہے اور اوپر مرجع ضمیر کا نہیں ہے جیسا کہ اور کتب تواریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے یہ لوگ تاتاری تھے جنھوں نے جیرفت کا محاصرہ کر رکھا تھا۔

علاء الدولہ کا ہمدان پر قبضہ

علاء الدولہ بن کاکویہ کا رے سے شکست پانے اور زخمی ہو کر روانہ ہونے کا حال اوپر بیان کر آئے ہیں اور یہ کہ فرہاد بن مرداویج اس کے ساتھ تھا قلعہ قرد خاں میں مدد حاصل کرنے کی غرض سے گیا۔ جب وہاں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو یزدجرد کا راستہ لیا۔ علی بن عمران سپہ سالا تاش قرواش نے تعاقب کیا اس وجہ سے ان لوگوں نے یزدجرد کو بھی چھوڑ دیا۔ ابو جعفر (علاء الدولہ) نیشا پور اکراد جردقان کے پاس چلا گیا اور فرہاد نے قلعہ سکیس جا کر دم لیا اور ان کردوں کو جو علی بن عمران کے ہمراہ تھے ملا لیا اور بحالت غفلت انہیں حملہ کرنے پر آمادہ کر دیا' علی بن عمران کو اس کی اطلاع ہو گئی ہمدان کی طرف کوچ کر دیا۔ فرہاد اور کردوں نے پیچھا کیا اور راستے ہی میں ایک گاؤں میں اسے جا لیا لیکن کثرت بارش کی وجہ سے کامیاب نہ ہوئے لوٹ آئے علی بن عمران نے امیر تاش کی خدمت میں امداد کی درخواست کی اور علاء الدولہ نے اپنے بھتیجے سے جو کہ اصفہان میں تھا مالی اور سامان جنگ کی مدد مانگی' علی بن عمران کو اس کی خبر لگ گئی ہمدان سے نکل کر مقام یزدجرد میں چھیڑ چھاڑ کی جو کچھ اس کے ساتھ تھا لوٹ لیا اور اسے گرفتار کر لیا۔ علاء الدولہ نے میدان خالی پا کر ہمدان پر قبضہ کر لیا۔

شہریوش کا خاتمہ

سلطان مسعود نے اس کو اپنی طرف سے اصفہان کی حکومت پر ایک معین خراج پر مامور کیا۔ اسی طرح قابوس کو جرجان اور طبرستان کی حکومت عطا کی رے پر ابو سہیل ہمدانی کو مقرر کیا اور تاش قرواش والی خراسان کو شہریوش بن جود لکین والی ساوہ کی گرفتاری اور سرکوبی پر متعین کیا۔ شہریوش رہزنی کرتا تھا اور حاجیوں کے قافلوں کو لوٹ لیتا تھا۔ شہریوش نے اسی پر اکتفا نہیں کی سلطان محمود کے مرنے کے بعد حوصلے بڑھ گئے رے پر حملہ کر دیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ تاش نے اس کی سرکوبی کی غرض سے فوجیں روانہ کیں۔ چنانچہ قم کے کسی قلعہ میں اسے جا کر گھیر لیا اور گرفتار کر کے تاش کے پاس لائے' تاش نے مقام ساوہ میں اسے صلیب پر چڑھا دیا۔

ان واقعات کے بعد علاء الدولہ بن کاکویہ اور فرہاد بن مرداویج ابو سہیل ہمدانی سے جنگ کرنے پر متفق ہوئے ابو سہیل ہمدانی عساکر خراسان لے کر مقابلہ پر آیا سخت اور خون ریز لڑائی ہوئی' فرہاد دوران جنگ میں مارا گیا' علاء الدولہ شکست اٹھا کر ایک پہاڑ پر چلا گیا جو اصفہان اور جرجان کے درمیان واقع تھا اور وہیں پناہ لی چند دن بعد موقع پا کر ایدج چلا گیا جو ابو کالیجار کے مقبوضہ علاقہ میں داخل تھا ابو سہیل نے علاء الدولہ کی شکست کے بعد اصفہان پر قبضہ کر لیا' اس کے خزانہ کو لوٹ لیا' کتب خانہ غزنی اٹھا لایا۔ یہ واقعہ ۴۲۵ھ کا ہے۔ جسے حسین بن حسین غوری نے جلا کر خاک سیاہ کر دیا تھا۔

علاء الدّولہ کا محاصرۂ اصفہان

۴۲۶ھ میں علاء الدولہ نے پھر پرزے نکالے' فوجیں فراہم کر کے ابو سہیل کا اصفہان جا کر محاصرہ کر لیا۔ ترکوں نے علاء الدولہ کے ساتھ بے وفائی کی باغی ہو گئے' علاء الدولہ محاصرہ اٹھا کر یزدجرد اور یزدجرد سے طرم چلا گیا۔ ابن سالار والی طرم نے ابن سبکتگین والی خراسان کے خوف سے علاء الدولہ کو اپنے یہاں ٹھہرنے نہ دیا تب علاء الدولہ طرم سے بھی نکل کھڑا ہوا اس کے بعد ۴۲۷ھ میں طغرل بک نے خراسان پر قبضہ کر لیا جسے ۴۳۰ھ میں سلطان محمود نے لڑ کر پھر واپس لے لیا جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں اور آئندہ حسب توقع تحریر کریں گے۔

علاء الدولہ ابو جعفر ابن کاکویہ کی وفات

علاء الدولہ ابو جعفر بن دشمنزیار بن کویہ نے ابو الشوک کے ملک سے واپس آ کر اصفہان میں ماہ محرم ۴۳۳ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کے بجائے اس کا بیٹا ظہیر الدولہ ابو منصور فرامرز حکومت اصفہان کے تخت پر رونق افروز ہوا اس کا دوسرا لڑکا ابو کالیجار کرشاسف نہاوند کی طرف چلا گیا اور قبضہ کر لیا نہاوند کے علاوہ قرب و جوار کے شہروں اور اعمال جبل پر بھی قابض ہو گیا۔ اس کے بعد ابو

منصور فرامرز نے قلعہ نظر کے قلعہ دار کے پاس اپنی اطاعت کا پیام بھیجا اور اپنے باپ کے جمع کیے ہوئے ذخیروں اور مال میں سے کچھ مال طلب کیا۔ قلعہ دار نے اطاعت قبول نہ کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔ ابو منصور فرامرز اس کی سرکوبی کے لیے چلا۔ ابو حرب (ابو منصور کا چھوٹا بھائی) بھی اس کی رکاب میں تھا' ابو حرب قلعہ دار سے مل گیا اور ابو منصور اصفہان واپس آیا' ابو حرب نے سلجوقیہ سے جو کہ رے میں تھا امداد کی درخواست کی چنانچہ ان تاتاریوں کا ایک گروہ جرجان کی طرف بڑھا اور اسے تاخت و تاراج کر کے ابو حرب کے حوالے کر دیا۔ ابو منصور نے ابو حرب کے مقابلہ پر فوجیں روانہ کیں' دونوں میں لڑائیاں ہوئیں مگر منصور کی فوجوں نے ابو حرب سے جرجان واپس لے لیا۔ ابو حرب شکست کھا کر ایک قلعہ میں پناہ گزین ہوا' ابو منصور کے لشکر نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ ابو حرب رات کے وقت لباس تبدیل کر کے اور چھپ کر نکل بھاگا' اور بادشاہ فارس کے پاس جا کر پناہ لی اور اس سے اپنے بھائی ابو منصور کے مقابلہ میں امداد کا خواستگار ہوا۔ ابو کالیجار نے ایک بڑی فوج سے اس کو مدد دی اور خود بھی اس مہم پر ابو حرب کے ساتھ آیا' اصفہان کا محاصرہ کیا۔ اس وقت ابو منصور اصفہان ہی میں تھا دونوں فریقوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں آخرکار منصور نے ابو کالیجار کو سالانہ خراج دینا قبول کر لیا' مصالحت ہو گئی۔ ابو کالیجار اپنے دارالحکومت شیراز کی جانب واپس ہوا اور ابو حرب نے قلعہ نظر کا جا کر محاصرہ کر لیا اور سختی سے لڑائی شروع کر دی۔ ابو منصور نے اس سے بھی قلعہ کے ذخیروں اور مال میں سے کچھ دے کر مصالحت کر لی۔ قلعہ بدستور اس کے قبضہ میں رہا' ابو منصور کو ابھی ان جھگڑوں سے پورے طور سے فراغت حاصل نہ ہوئی تھی کہ ابراہیم نیال نے خراسان سے رے کا قصد کیا اور ابو منصور سے اطاعت کا طالب ہوا۔ ابو منصور نے قبول نہ کیا۔ تب ابو منصور نے ہمدان اور یزدجرد کی طرف قدم بڑھایا اور اس پر قابض ہو گیا' ابو الفتح حسن بن عبداللہ نے کوشش کر کے ابو حرب اور ابو منصور میں مصالحت کرا دی' ابو حرب نے اظہار اطاعت کی غرض سے اپنے ممالک مقبوضہ میں اپنے بھائی ابو منصور کے نام کا خطبہ پڑھا اور ابو منصور نے اسے ہمدان جاگیر کے طور پر عنایت کیا۔

ابن نیال اور ابن علاء الدولہ

اسی سال ۴۳۳ھ میں سلطان طغرل بک نے خوارزم' جرجان اور طبرستان کو ملوک بنو سبکتگین کے قبضہ سے نکال لیا[1] اور ابراہیم نیال (طغرل بک کا برادر اخیافی) جس وقت طغرل بک نے خراسان پر قبضہ کیا تھا' سلجوقی لشکروں کو لے کر رے کی طرف بڑھا اور اس پر قابض ہو گیا تھا۔ اس کے بعد یزدجرد کو لے لیا۔ اور ۴۳۴ھ میں ہمدان پر چڑھائی کی۔ والی ہمدان (ابو کالیجار[2] کرشاسف) ابن علاء الدولہ نے شہر ہمدان چھوڑ دیا' نیشاپور[3] چلا گیا۔ ابراہیم نیال شہر کی طرف آیا اور اپنی اطاعت و فرماں برداری کرنے کے لیے اہل شہر کو کہا' انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ آپ کے مطیع و فرماں بردار ہونے کے لیے تیار ہیں' بشرطیکہ آپ ابو کالیجار کرشاسف کے حملوں سے ہمیں محفوظ کر دیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ پھر ہم کو زیر و زبر کرنے کے لئے آجائے۔ ابراہیم نیال نے اس جواب کو پسند کیا اور ابن علاء الدولہ یعنی ابو کالیجار کرشاف کی طرف بڑھا' ابو کالیجار قلعہ شاپور خورست میں قلعہ نشین ہو گیا اور ابراہیم نیال نے شہر پر قبضہ کر لیا' تاتاری لشکر نے جی کھول کر تاخت و تاراج کیا اور نہایت وحشیانہ حرکات کا مرتکب ہوا۔

۱۔ اس قبضہ کا سبب یہ ہوا کہ نوشیروان بن منوچہر و شمگیر نے جو ان ممالک کا حکمران تھا' اپنے سپہ سالار ابو کالیجار بن دستان کو گرفتار کر لیا تھا اور اس کی ماں سے عقد کر لیا تھا' طغرل بک کو اس کی اطلاع ہوگئی کہ کوئی مزاحم اور مانع نہیں رہ گیا ہے فوجیں جمع کر کے مع مرد اویج بن بشو کے جا پہنچا اہل شہر نے امان کے ساتھ شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ ایک لاکھ دینار خراج مقرر کر کے مرد اویج کو پچاس ہزار دینار سالانہ پر اس کی حکومت دے دی انوشیروان ملوک سبکتگین کی طرف سے ان ممالک کا گورنر تھا۔ تاریخ ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۲۴۰ مطبوعہ مصر۔ ابن خلدون میں

۲۔ اس مقام پر جگہ خالی ہے میں نے یہ نام تاریخ کامل سے لکھا ہے۔

۳۔ بجائے نیشاپور کے شاہ پور خودست تاریخ کامل میں ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ابو کالیجار کا یہیں محاصرہ کیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

طغرل بک کا رے پر قبضہ

ابراہیم نیال اس غارت گری سے فارغ ہو کر رے کی طرف واپس ہوا‘ جوں ہی اس نے ہمدان کو چھوڑا کرشاسف واپس ہوا‘ اسی زمانہ میں طغرل بک نے بھی رے کے خیال سے کوچ کر دیا تھا چنانچہ رے پہنچ کر ابراہیم نیال کے قبضہ سے لیا اور اس کی جگہ اسے دوسرے شہروں کی حکومت عنایت کی اور بجستان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا‘ رے کی خراب و برباد شہر پناہ اور عمارات کے بنوانے کا حکم صادر کیا‘ دارالامارت میں سونے کے مرصع بجواہر چند گھوڑے اور تانبے کی دو دیگیں جن میں جواہرات بھرے ہوئے تھے‘ ہاتھ آئے‘ ان کے علاوہ بہت سا مال و اسباب اور خزانہ ملا۔

طغرل بک کی فتوحات

اس کے بعد طغرل بک نے قلعہ طبرک کو مجدد الدولہ بن بویہ کے قبضہ سے لے لیا۔ مجدد الدولہ نے اس کے پاس عزت و احترام سے قیام اختیار کیا‘ قزوین کی طرف بڑھا۔ والی قزوین نے اسی ہزار دینار دے کر مصالحت کر لی اور اطاعت قبول کر لی‘ اس کے بعد طغرل بک نے کوک تاش اور بوقا وغیرہ عراقی تاتاری سرداروں کے پاس طلبی کا قاصد بھیجا‘ یہ لوگ اس وقت اطراف جرجان میں تھے‘ ان لوگوں کو طغرل بک سے خوف پیدا ہوا اور اس خیال سے کہ مبادا طغرل بک ہمیں دھوکا دے آنے سے انکار کر دے‘ بادشاہ دیلم کو بھی اپنی اطاعت و فرماں برداری کا پیام بھیجا اور خراج طلب کیا‘ بادشاہ دیلم نے اطاعت قبول کر لی‘ خراج بھیج دیا۔ سالار طرم کے پاس بھی اس مضمون کا فرمان گیا ہوا تھا اس نے بھی اطاعت کا اظہار و اقرار کیا اور دو لاکھ دینار پیش کیے‘ طغرل بک نے سالانہ خراج مقرر کر کے اسے حکومت پر بحال رکھا‘ ایک دستہ فوج اصفہان روانہ کیا‘ اصفہان میں ابو منصور قرامرز تھا وہ مقابلہ پر آیا‘ اس دستہ کو کوئی کامیابی نہ ہوئی مجبوراً ناکام واپس ہوا تب طغرل بک نے رے سے نکل کر اصفہان پر حملہ کیا‘ ابو منصور قرامرز نے تاوان جنگ دے کر مصالحت کر لی۔ طغرل بک نے ہمدان کا رخ کیا‘ جن دنوں طغرل بک رے میں تھا اسی زمانہ میں کرشاسف بن علاء الدولہ ہمدان چلا آیا تھا‘ کرشاسف نے اطاعت قبول کر لی اور اس کے ساتھ ہو کر ابہر اور زنجان پر حملہ آور ہوا‘ طغرل بک نے ان دونوں شہروں پر بھی قبضہ کر لیا اور ہمدان کو کرشاسف سے چھین لیا۔ کرشاسف کے سرداران لشکر اور ہمراہی منتشر ہو گئے اس کے بعد طغرل بک نے کرشاسف سے قلعہ کنکور (کنگور) سپرد کرنے کے لیے کہا اور قلعہ دار کے پاس قلعہ سپرد کرنے کا پیام بھیجا‘ قلعہ دار نے قلعہ سپرد کرنے سے انکار کیا‘ طغرل بک نے جھلا کر کرشاسف کو قید کر دیا اور رے کی جانب واپس ہو گیا۔ ہمدان پر ناصر الدین علوی کو مامور کیا۔ اس کے بعد کرشاسف کو قید سے نکال کر ان حکام سلجوقیہ کی قائم مقامی پر متعین کیا جو ان شہروں کے حکمران بنائے گئے تھے۔ ۴۳۶ھ میں کرشاسف نے قدم نکالے کنکور پہنچا پھر ہمدان کی طرف بڑھا اور اس پر قابض ہو کر طغرل بک کے حکام کو نکال دیا‘ ابو کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھا‘ طغرل بک یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا اپنے بھائی ابراہیم نیال کو ۴۳۷ھ میں کرشاسف کی سرکوبی کی غرض سے ہمدان روانہ کیا‘ کرشاسف مقابلہ نہ کر سکا‘ شہاب الدولہ ابوالفوارس بن منصور بن حسین والی جزیرہ دبیس کے پاس چلا گیا۔ عراق میں ابراہیم نیال کا آنا تھا کہ عوام النّاس خوف سے تھرا گئے‘ عراق چھوڑ کر حلوان کا راستہ اختیار کیا۔ یہ خبر ابو کالیجار کو پہنچی‘ ابراہیم نیال سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن فوج کی کمی کی وجہ اور مال کی قلت نے اجازت نہ دی۔ اس دوران میں طغرل بک اور اس کے بھائی ابراہیم کے درمیان جھگڑا ہو گیا لیکن اس جھگڑے کا الٹا اثر یہ ہوا کہ طغرل بک نے ملوک بنو بویہ کے قبضہ سے رے اور بلاد جبل کو لے لیا اس کے بعد اصفہان پر حملہ کر دیا۔ ماہ محرم ۴۴۲ھ میں اس کا محاصرہ کر ڈالا‘ بیضا پر شب خون مارنے کے لیے فوجیں بھیجیں ایک برس تک محاصرہ کیے رہا‘ محصورین پر یہ وقت نہایت سختی سے گزرا‘ غلہ ختم ہو گیا مکان کے شہتیر جلا کر کھانا پکایا‘ جامع مسجد کی چھت بھی اس سے محفوظ نہ رہی‘ مجبور ہو کر اہل شہر نے امن کی درخواست کی اور امن حاصل کر کے شہر پناہ کا دروازہ کھولا‘ طغرل بک نے اصفہان پر قبضہ کر لیا‘ یہ واقعہ ۴۴۳ھ کا ہے۔ والی اصفہان ابو منصور اور اس کے فوجیوں کو بلاد جبل میں جاگیریں دیں‘ رے سے اپنا خزانہ اور اسلحہ خانہ اصفہان اٹھا لایا اور اسی کو دارالحکومت بنایا‘ فخر الدولہ بن بویہ کی حکومت رے اصفہان اور ہمدان سے ختم ہو گئی۔ اس خاندان میں سے صرف ابو کالیجار کی حکومت عراق اور فارس میں باقی رہ گئی۔ والبقاء للہ وحدہ۔

طغرل بک اور کالیجار میں مصالحت

جب ابو کالیجار کو طغرل بک کے آئے دن کے غلبہ اور ملک گیری کا احساس ہوا اور اس نے اپنی آنکھوں سے رے' اصفہان' ہمدان اور بلادِ جبل کو اپنے ہاتھوں سے نکل کر طغرل بک کے قبضہ میں جاتا ہوا دیکھ لیا تو اس نے طغرل بک کے پاس پیام بھیجا اور یہ درخواست کی کہ میری لڑکی سے آپ رشتہ کر لیجئے اور میرا رشتہ اپنے بھائی داؤد کی لڑکی سے کر دیجئے تاکہ آئندہ ہمارے اور آپ کے درمیان کسی قسم کا جھگڑا باقی نہ رہے اور اسی رشتہ داری کی وجہ سے ایک دوسرے کے ہمدرد اور معاون بن جائیں۔ چنانچہ طغرل بک نے اس درخواست کو قبولیت کا درجہ عطا کیا۔ ۴۳۹ھ میں اس قرارداد کے مطابق صلح ہوئی۔

ابو کالیجار کی وفات

طغرل بک نے اپنے بھائی ابراہیم نیال کو لکھ بھیجا کہ آئندہ تم اپنے فتوحات کے دائرہ کو نہ بڑھاؤ، جس قدر عراق کا حصہ تمہارے قبضہ میں آگیا ہے بس اسی پر اکتفا کرو...... بہرام بن شکرستان دیلمی پر خراج مقرر کیا۔ بہرام نے خراج نہ بھیجا حیلہ و حوالہ سے ٹال دیا' ابو کالیجار کو اس سے غصہ پیدا ہوا، قلعہ یزدشیر کو اس سے چھین لینے کی تدبیریں کرنے لگا اور محافظین قلعہ کو روپیہ دے کر ملا لیا۔ بہرام کو اس کی اطلاع ہو گئی، جو لوگ ابو کالیجار سے مل گئے تھے انہیں قتل کر ڈالا اور پہلے سے زیادہ مخالفت پر تل گیا۔ ابو کالیجار کو اس کی تاب کہاں تھی فوجیں آراستہ کرکے بہرام کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا قصر لجاشع (ضلع خراسان) پہنچا۔ موت آگئی تھی؛ بیمار ہو گیا' کمزوری اس قدر بڑھی کہ سوار نہ ہو سکا' پالکی میں لٹا کے شہر خیاب کی طرف واپس ہوا۔ خیاب پہنچ کر ماہ جمادی الاول ۴۴۰ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ چار برس تین مہینے عراق پر حکومت کی۔

ابو منصور فلاستون کا شیراز پر قبضہ

ابو کالیجار[1] کے مرنے پر ترکوں نے جو اس کے ہم قوم تھے،اس کا خزانہ' اسلحہ خانہ اور اصطبل لوٹ لیا۔ اس کا لڑکا ابو منصور فلاستون تن تنہا وزیر السلطنت ابو منصور کے کیمپ میں چلا آیا اور اسی کے ساتھ ٹھہرا رہا' ترکوں اور دیلمیوں میں جھگڑا ہو گیا' ترکوں کا ارادہ امرا اور وزیر کو لوٹنے کو تھا اور دیلم ان کو اس فعل سے روک رہے تھے، ترک اس فعل سے باز رہے اور شیراز میں قدم جما دیا۔ امیر ابو منصور نے شیراز پر قبضہ کر لیا اور وزیر قلعہ ضرمہ میں قلعہ نشین ہو گیا۔

ابو نصر الملک الرحیم

ابو کالیجار کے مرنے کی خبر دار الخلافت بغداد پہنچی' اس وقت بغداد میں اس کا لڑکا ابو نصر خرہ فیروز موجود تھا' اس نے سردارانِ لشکر کو جمع کیا اور ان سے اپنی حکومت و سلطنت کا حلف لیا اور جیسا کہ اس کی قوم کا دستور تھا خلیفہ قائم بامراللہ سے خطبہ میں اپنا نام پڑھے جانے اور الملک الرحیم کے لقب سے مخاطب ہونے کی درخواست کی۔ خلافت مآب نے خطبہ میں نام داخل کرنے کی اجازت دے دی اور الملک الرحیم کے خطاب دینے سے اس لیے انکار کر دیا کہ وہ خلافِ ادب اور خلافِ شرع تھا لیکن ابو نصر کے ہمراہی اور سردارانِ لشکر اسے اسی لقب سے مخاطب کرنے لگے۔ عراق' خوزستان اور بصرہ پر اس کی حکومت کا سکہ چلنے لگا۔ بصرہ کی حکومت پر اس کا بھائی ابو علی بن کالیجار تھا ابو نصر نے اسے بحال رکھا۔

شوال سنہ مذکور میں اپنے بھائی ابو سعید کو ایک بڑی فوج کا افسر بنا کر شیراز کی طرف روانہ کیا۔ ابو سعید نے شیراز پر قبضہ کر لیا اور اپنے بھائی ابو منصور اور اس کی ماں کو گرفتار کرکے دار الخلافت بغداد لے آیا۔

ملک العزیز بن جلال الدولہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد ابراہیم نیال کے پاس چلا گیا تھا' جب اس کا بھی انتقال ہو گیا تو حکومت کے

---

[1] ابو کالیجار کی عمر بوقت وفات چالیس برس اور چھ مہینے کی تھی' چھ لڑکے بڑے امیر ملک الرحیم' ابو منصور فلاستون' ابو طالب کامرو' ابو المظفر بہرام' ابو علی کیخسرو' ابو سعد خسرو شاہ اور تین کم سن لڑکے جن کے نام مورخوں نے نہیں لکھے چھوڑے۔ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۷۰ جلد ۹ مطبوعہ مصر۔

لاچ میں بصرہ پر حملہ آور ہوا۔ بصرہ کی فوج نے اس کی مدافعت پر کمر باندھی' اتنے میں یہ خبر پہنچی کہ دارالخلافت بغداد میں ابو نصر ملک الرحیم کی حکومت تسلیم کر لی گئی ہے۔ یہ سنتے ہی ملک العزیز نے لڑائی سے ہاتھ اٹھا لیا اور ابن مروان کے پاس چلا گیا اور وہیں مر گیا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں ......

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ ابو منصور فلاستون بن ابو کالیجار اپنے باپ کے انتقال کے بعد فارس چلا گیا تھا اور اس پر قابض ہو گیا تھا اور ملک الرحیم نے اپنے بھائی ابو سعید کو ایک فوج کے ساتھ فارس روانہ کیا تھا چنانچہ ابو سعید ابو منصور فلاستون اور اس کی ماں کو گرفتار کر لایا تھا۔ تھوڑے دن بعد ابو منصور قید سے رہا ہو کر قلعہ اصطخر (بلادِ فارس) چلا گیا۔ ملک الرحیم اس کے تعاقب میں اہواز سے ۴۴۱ھ میں بلادِ فارس کی طرف روانہ ہوا' اہل شیراز اور وہاں کی فوج نے اطاعت قبول کی چنانچہ شیراز کے قریب ملک الرحیم نے ڈیرے ڈال دیئے' اس کے بعد لشکرِ بغداد اور لشکرِ شیراز میں ان بن ہو گئی۔ لشکرِ بغداد عراق کی جانب واپس ہوا۔ ملک الرحیم بھی لشکرِ شیراز سے مشتبہ ہو کر لشکرِ بغداد کے ساتھ واپس ہوا۔

ابو منصور فلاستون اور ملک الرحیم کی جنگ

چونکہ دیلم کی فوجیں جو بلادِ فارس میں تھیں ابو منصور فلاستون سے مل گئی تھیں، اس کے علاوہ اور بہت سے سردارانِ لشکر فارس بھی ابو منصور فلاستون کے ہمدرد اور مطیع ہو گئے تھے اس وجہ سے ابو منصور فلاستون اپنے بھائی ملک الرحیم کی واپسی کے بعد ارجان کی جانب اہواز پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہوا' ملک الرحیم اس خبر سے مطلع ہو کر لوٹ پڑا۔ رامہرمز کے قریب دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہو گیا سخت اور خون ریز جنگ کے بعد ملک الرحیم کو شکست ہوئی (یہ واقعہ ماہ ذیقعد ۴۴۱ھ کا ہے) اور لشکر فارس نے اہواز پر قبضہ کر لیا۔

ملک الرحیم کی فارس کی جانب پیش قدمی

ماہ محرم ۴۴۲ھ میں ان لشکریوں میں باہم مخالفت پیدا ہو گئی جو ابو منصور فلاستون کی رکاب میں تھے چنانچہ ان میں بلا اجازت فوج کے چند دستے فارس لوٹ آئے اور ایک لشکر کا ایک حصہ اس کے ساتھ اہواز میں ٹھہرا رہا اور کچھ فوج کا کچھ حصہ ملک الرحیم سے جا ملا اور یہ درخواست کی کہ آپ فارس تشریف لے چلیے' ہم آپ کو قبضہ دلا دیں گے۔ ملک الرحیم اپنی شکست کی ذلت مٹانے کے لیے فارس کی طرف روانہ ہوا اور لشکرِ بغداد کو جنگ کے لیے طلب کیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا اہواز کے قریب پہنچا۔ سردارانِ لشکر اہواز ملنے کے لیے آئے اور اہلِ فارس کی اطاعت و فرماں برداری کی خوشخبری سنائی اور یہ ظاہر کیا کہ اہلِ فارس آپ کے قدم مبارک کے منتظر ہیں۔ ملک الرحیم نے لشکرِ بغداد کے انتظار میں اہواز میں قیام کیا' چند دن آرام کر کے عسکر مکرم کی طرف حرکت کی اور ۴۴۳ھ میں اس پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد عرب اور کردوں کا ایک گروہ غارت گری کے لیے جمع ہوا جن کے سرداران مطارد بن منصور اور مذکور بن نزار تھے' اس غارت گر گروہ نے سیرف پر شب خوں مارا اور اسے تاخت و تاراج کر کے ابرق کی طرف بڑھے اور اسے بھی لوٹ لیا۔ ملک الرحیم کو اس کی خبر لگی' ماہ محرم ۴۴۳ھ میں ایک فوج ان کی گوشمالی اور سرکوبی پر متعین کی' لٹیرے عرب اور کردوں کو شکست ہوئی' مطارد مارا گیا اور اس کا لڑکا گرفتار کر لیا گیا' جو کچھ مال و اسباب لوٹا تھا سب کا سب واپس لے لیا۔ اس فتح یابی کی خبر ملک الرحیم کو پہنچی' یہ اس وقت عسکر مکرم میں تھا۔ ادھر ملک الرحیم نے قنطرہ اربق کی جانب کوچ کیا۔ دبیس بن مزید اور بساسیری وغیرہم سرداران لشکر ہمراہ تھے ادھر منصور فلاستون ہزار سب بن تنکر اور منصور بن حسین اسدی' دیلمی اور ترکی فوج لیے ہوئے ارجان سے تشتر کی طرف بڑھے' اتفاق یہ کہ ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے ملک الرحیم اپنی فوج کے ساتھ پہنچ گیا تھا اس وجہ سے کامیابی کا سہرا ملک الرحیم کے سر باندھا گیا۔

اس کے بعد ملک الرحیم نے رامہرمز پر حملہ کیا۔ رامہرمز اس وقت تک ہزار سب کے قبضہ میں تھا اور یہاں پر اس کی فوج تھی اور

سرداران لشکر رہتے تھے۔ ملک الرحیم نے لڑ کر انہیں نیچا دکھایا اور نہایت سختی سے انہیں پامال کیا' ہزار سب کی فوج نے شکست کھا کر قلعہ بندی کر لی' ملک الرحیم نے بزور تیغ انہیں اپنی اطاعت پر مجبور کیا چنانچہ ہزار سب کے سپاہیوں نے اطاعت قبول کر لی اور ان میں سے بعض ہزار سب کے پاس بھاگ گئے' ہزار سب نے انہیں گرفتار کر لیا اور ملک الرحیم کی خدمت میں اطاعت و فرماں برداری کا عریضہ ارسال کیا اور بلاد فارس پر قبضہ کر لینے پر ابھارا' چنانچہ ملک الرحیم اس کے بھرے میں آگیا اور اپنے بھائی ابو سعید کو بلاد فارس کی طرف روانہ کیا' ابو سعید نے اصطخر پر قبضہ کر لیا۔ ابو نصر اپنی فوج اور زور مال سے اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا' فارس دیلم ترک عرب اور کردوں کی افواج نے اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد ابو سعید قلعہ بہندر فتح کرنے کے لیے بڑھا۔ ابو منصور فلاستون ہزار سب اور منصور بن حسین اسدی اس خبر سے مطلع ہو کر ملک الرحیم سے لڑنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ دونوں فریقوں میں مڈبھیڑ ہوئی۔ اتفاق یہ کہ ان لوگوں نے ملک الرحیم کو شکست دی۔ ملک الرحیم اہواز چھوڑ کر واسط چلا آیا' تب ابو منصور ہزار سب نے ابو سعید کو فارس سے نکالنے کے خیال سے شیراز کی طرف کوچ کیا۔ دونوں فریقوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی' آخرکار ابو سعید نے ان لوگوں کو شکست دی' یہ لوگ پھر اپنی فوجوں کو جمع کر کے لوٹے اور لڑائی شروع کی' ابو سعید نے پھر انہیں شکست دی اور نہایت سختی سے قتل و قید کیا' ان میں سے اکثر امن حاصل کر کے مطیع ہو گئے' ابو منصور فلاستون قلعہ بہندر میں قلعہ نشین ہو گیا۔ اہواز وغیرہما میں ملک الرحیم کے نام کا خطبہ دوبارہ پڑھا گیا اور ان پر اس کا قبضہ ہو گیا۔

ملک الرحیم کی شکست

اس واقعہ کے بعد ابو منصور فلاستون ہزار سب کے ساتھ ایدج چلا گیا' سلطان طغرل بک کی خدمت میں فدویت نامہ روانہ کیا' امداد کی درخواست کی چنانچہ سلطان طغرل بک نے ایک جرار فوج ان کی کمک پر روانہ کی' ملک الرحیم اس وقت عسکر مکرم میں تھا' بساسیری عراق کی طرف لوٹ آیا تھا۔ دبیس بن مزید عربوں کی فوج اور کردوں کا لشکر بھی علیحدہ ہو گیا تھا' غرض تھوڑے دنوں سے دیلم اہواز والے ہمراہ رہ گئے تھے باقی سب کے سب متفرق اور منتشر ہو گئے تھے' اس وجہ سے ملک الرحیم ان لوگوں کے خوف سے عسکر مکرم سے اہواز کی طرف واپس ہوا اور اس خیال سے کہ ابو منصور فلاستون اور ہزار سب کی توجہ بلادِ فارس کی طرف مبذول ہو جائے' اپنے بھائی ابو سعید کو لشکر دے کر فارس کے شہروں پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ لیکن ابو منصور فلاستون وغیرہم نے اس طرف ذرا بھی توجہ نہ کی' سیدھے اہواز پر اتر آئے اور لڑائی شروع کر دی۔ ملک الرحیم شکست کھا کر چند آدمیوں کے ساتھ واسط جا کر پناہ گزین ہوا۔ اہواز تاخت و تاراج کیا گیا۔ اسی واقعہ میں کمال الملک ابو المعالی بن عبدالرحیم کا وزیر السلطنت غائب ہو گیا۔ کچھ پتہ نہ چلا۔

ابو سعید کا نساء اور شیراز پر قبضہ

اسی زمانے میں سلجوقیہ فوجیں فارس کی طرف بڑھ گئیں۔ الپ ارسلان سلطان طغرل بک کے بھتیجے نے شہر نساء پر قبضہ کر لیا تھا اور جی کھول کر اسے تاراج کیا تھا۔ یہ واقعہ ۴۴۳ھ کا ہے' اس کے بعد ۴۴۴ھ میں انہیں سلجوقیوں نے شیراز کی طرف قدم بڑھایا' اس مہم میں ان کے ہمراہ عادل بن ماقتہ (وزیر ابو منصور فلاستون) بھی تھا' سلجوقیوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس سے تین قلعے چھین لئے۔ اہالیانِ قلعہ نے موقع پا کر ابو سعید ملک الرحیم کے بھائی کو قلعہ کی کنجیاں حوالہ کر دیں۔ ابو سعید نے ایک بڑی فوج جمع کر کے شیراز پر چڑھائی کی اور ان تاتاریوں کو جو وہاں موجود تھے' نکال باہر کیا اور بعض سردارانِ سلجوقیہ کو قید کر لیا۔ اس کے بعد نساء پر حملہ آور ہوا۔ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ سلجوقیہ نے نساء پر قبضہ کر لیا تھا' ابو سعید نے انہیں نساء سے نکال دیا اور خود قابض ہو گیا۔

بساسیری اور بنو عقیل کی جنگ

جس وقت ۴۴۱ھ میں ملک الرحیم شیراز گیا ہوا تھا اسی زمانہ میں بنو عقیل میں سے ایک گروہ بادروقا پر حملہ آور ہوا۔ اور اسے تاخت

و تاراج کیا۔ بساسیری فارس سے واپس ہوا تو دارالحکومت بغداد سے ان پر فوج کشی کی' زعیم الدولہ ابو کامل بن مقلد مقابلہ پر آیا' فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ سخت اور خون ریز جنگ کے بعد ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے' اس واقعہ کے بعد بساسیری کو یہ خبر ملی کہ قرداش اہلِ انبار کے ساتھ بدسلوکی اور ظلم و ستم سے پیش آتا ہے۔ اسی اثنا میں اہلِ انبار کا وفد بھی آیا اور اس نے بھی قرداش کے ظلم و ستم کی شکایت کی' بساسیری نے ایک فوج وفد کے ساتھ روانہ کی۔قرداش کو اس فوج کے مقابلہ میں شکست ہوئی' بساسیری کی فوج انبار پر قابض ہوگئی' بساسیری کی فتح یابی کی خبر سن کر انبار واپس آیا اور امن قائم ہوگیا۔ اس کے بعد ۴۴۶ھ میں قریش بن بدران والی موصل نے انبار پر حملہ کیا اور بزورِ تیغ اس پر قابض ہوگیا۔ سلطان طغرل بک کے نام کا خطبہ پڑھا اور بساسیری کا جس قدر مال و زر وہاں موجود تھا،سب لوٹ لیا' اس کے مصاحبوں اور سرداروں کا مال بھی اس کی لوٹ سے محفوظ نہ رہا۔بساسیری کو اس کی اطلاع ہوئی،غصّہ سے کانپ اٹھا،فوجیں فراہم کرکے انبار پر چڑھائی کر دی' فریقین میں لڑائیاں ہوئیں۔انبار کو قریش کے قبضہ سے نکال کر بغداد واپس آیا۔

عمان پر خوارج کا قبضہ

عمان پر ابو المظفر بن ابو کالیجار کی حکومت کا سکہ چل رہا تھا'اس کا ایک خادم تھا بڑا ہی ظالم و جابر' وہ بدسلوکی اور ظلم سے پیش آنے لگا۔ رعایا کے مال و زر پر ہاتھ بڑھایا جس سے عام طور پر رعایا کو نفرت پیدا ہوگئی۔ خارجیوں کو جو جبل عمان میں سے تھے اس کی خبر ہوگئی چنانچہ ابن رشد نے فوجیں فراہم کیں اور عمان پر قبضہ کرنے کے لیے چلا۔ ابو المظفر نے دیلمی فوج سے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا چونکہ اہلِ شہر کو اس کے ظلم و تشدد سے بیزاری پیدا ہوگئی تھی اس وجہ سے حملہ آور فریق کا اہلِ شہر نے ساتھ دیا اور اس کی مدد کی'ابو المظفر کو اس جنگ میں شکست ہوئی' ابن رشد نے شہر عمان پر قبضہ کر لیا اور خادم کو قتل کر ڈالا۔اس کے علاوہ بے شمار دیلمی افسروں کو بھی تہ تیغ کیا' دارالامارت مسمار کر دیا،ٹیکس اور محصول موقوف اور معاف کر دیے،آنے والے تاجروں سے صرف چوتھائی عشر لینے پر اکتفا کیا'عدل و انصاف کا دور دورہ ہوا۔ ظلم و ستم کا نام مٹا دیا'جامع مسجد بنائی' اپنے نام کا خطبہ پڑھا اور "الراشد باللہ" کے لقب سے اپنے کو ملقب کیا۔ ابو القاسم بن مکرم نے اس سے پہلے اس پر فوج کشی کی تھی اور کوہ عمان میں اس کا محاصرہ کیا تھا جس سے اس کے دانت کھٹے ہو گئے تھے۔

بغداد میں بلوہ

ماہ صفر ۴۴۳ھ میں اہلِ سنت اور شیعہ کے درمیان دارالخلافت بغداد میں پھر فتنہ و فساد کی بنا پڑی،عام بلوہ ہوگیا۔ بلوہ کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اہل شیعہ نے اپنے عقائد و مذہب کے مطابق دروازوں پر کچھ لکھوا دیا جو اہلِ سنت کو ناگوار گزرا،سخت ہنگامہ برپا ہوگیا۔ خون ریزی اور قتل کا دروازہ کھل گیا۔ خلیفہ قائم بامراللہ نے عباسیہ اور علویہ کے نقیبوں (ابو تما نقیب عباسیہ اور عدنان بن رضی نقیب علویہ) کو دریافتِ حال پر مامور کیا۔ انہوں نے واپس ہو کر شیعوں کی شہادت دی۔ خلافت مآب نے فتنہ و فساد بند کر دینے کا حکم دیا،کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی'لڑائی برابر جاری رہی' اسی ہنگامہ میں اتفاقاً" اہلِ سنت کی طرف سے ایک ہاشمی مارا گیا پھر کیا تھا سخت اشتعال پیدا ہوا' سُنیّوں نے مشہد باب التصر پر حملہ کر دیا اور جو پایا لوٹ لیا۔ موسیٰ کاظم اور محمد تقی (ان کے پوتے) کا مقبرہ جلا دیا۔ بنو بویہ اور بعض خلفاء بنی عباسیہ کے مقبروں کو بھی لوٹا۔ موسیٰ کاظم کی لاش کو قبر سے نکال کر مقبرہ امام احمد بن حنبل میں دفن کرنے کا ارادہ کیا لیکن ان کی لاعلمی نے انہیں اس فعل سے روک دیا اور نقیب عباسیہ نے انہیں سختی سے منع کیا۔ اہل کرخ شیعہ نے ابو سعید سرخسی مدرس مدرسہ حنفیہ کو قتل کر ڈالا' فقہ اہل سنت کے محلوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا،ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ یہ فساد بڑھتے بڑھتے مشرقی بغداد تک پہنچ گیا اور جب یہ خبر نور الدین دبیس تک پہنچی تو اسے بے حد شاق گزرا،اپنے ممالک مقبوضہ میں خلیفہ بامراللہ کا خطبہ موقوف کر دیا کیونکہ وہاں کے رہنے والے اور خود دبیس شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ خلافت مآب نے اس معاملہ میں دبیس پر اپنی ناراضگی ظاہر کی' دبیس نے معذرت کی کہ میرے ممالک مقبوضہ کے اکثر باشندے شیعہ مذہب رکھتے ہیں' وہ ان واقعات سے متاثر ہوئے اور میرے علم و اطلاع کے بغیر انہوں نے

خطبہ موقوف کر دیا۔ میں نے ان پر دباؤ ڈالا لیکن وہ اپنے خیال اور ارادے سے باز نہ آئے جیسا کہ اہلِ سنّت نے مشتعل ہو کر خلافت مآب کے حکم کو نہ مانا اور مشہد کو جلا دیا۔ خلافت مآب میری خطا معاف فرمائیں' میں نے حضور کے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دے دیا ہے اگرچہ دوبارہ خطبہ پڑھنے سے بظاہر یہ فساد رک گیا مگر اندر ہی اندر بڑھتا گیا یہاں تک کہ ۴۴۵ھ میں یکایک پھر آگ کی طرح بھڑک اٹھا۔ سلطنت کا رعب و داب اٹھ گیا'ایک دوسرے سے گتھ گئے' ترکوں کی جماعت نے بھی فساد میں حصہ لیا'علویہ کا ایک شخص انہیں واقعات میں مارا گیا' اہل کرخ کی عورتیں شور و غل مچاتی ہوئی انتقام لینے کی غرض سے نکل پڑیں' ایک بلڑ سا مچ گیا'سردارانِ لشکر فتنہ دُور کرنے کی غرض سے مسلح ہو کر نکلے اہل کرخ مقابلہ پر آئے سخت خون ریز معرکہ ہوا'کرخ کے بازار جلا دیے گئے' قتل و غارت کی غرض سے ترکوں نے کرخ میں گھسنے کا قصد کیا لیکن سردارانِ لشکر نے انہیں روک دیا اور فتنہ و فساد ختم ہو گئے۔

ملک الرحیم کی فتوحات

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ملک الرحیم نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد زمامِ حکومت بغداد اپنے ہاتھوں میں لے لی تھی اور اپنے بھائی ابو علی کو امارتِ بصرہ پر بحال رکھا تھا اس کے بعد ابو علی نے ملک الرحیم سے بغاوت کی' ملک الرحیم نے بساسیری کی ماتحتی میں (جو اس کی حکومت و دولت کا ناظم تھا) ایک فوج بصرہ روانہ کی'ابو علی لشکر بصرہ کو جمع کر کے مقابلہ پر آیا' بحری لڑائی شروع ہوئی'چند دن تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا'ابو علی کو شکست ہوئی۔ بساسیری نے دجلہ اور تمام شہروں پر قبضہ کر لیا اور اپنی فوج کو خشکی پر اتار دیا۔ ربیعہ اور مضر کے قبائل نے امن کی درخواست کی۔ چنانچہ انہیں اور تمام اہل بصرہ کو امان دی گئی۔ بصرہ پر ملک الرحیم کا قبضہ ہو گیا۔ ابو علی بھاگ کر شط عثمانی (عمان صحیح ہے) پہنچا اور قلعہ نشین ہو گیا۔ چاروں طرف خندق کھود لی۔ اس فتح یابی کے بعد ملک الرحیم کی خدمت میں خوزستان سے دیلم کا وفد آیا اور اعانت و فرماں برداری کا اظہار کیا'ملک الرحیم نے انہیں انعامات و صلے دے کر رخصت کیا اور فوجیں جمع کر کے شط عمان کی طرف اپنے بھائی ابو علی کے تعاقب پر روانہ ہوا'ابو علی مقابلہ پر آیا لیکن کامیاب نہ ہوا'پسپا ہو کر بھاگ نکلا'ملک الرحیم نے اس مقام پر بھی قبضہ کر لیا'لوٹ کر بصرہ آیا' بصرہ میں جس قدر ابو علی کی فوجیں موجود تھیں انہیں بصرہ سے نکال کر ان کی بجائے اپنی فوجوں کو ٹھہرایا اور بساسیری کو اپنی جانب سے وہاں کا حاکم بنا کر اہواز کی طرف روانہ ہو گیا۔ منصور بن حسین اور ہزارسب نے اس سے صلح و اطاعت کا نامہ و پیام شروع کیا'اور اس کے دائرۂ حکومت میں داخل ہو گئے'تستر میں بھی اس کی حکومت کا پرچم لہرانے لگا۔ اس کے بعد ارجان کی طرف فولاد بن خسرو دیلمی کو روانہ کیا۔ اس نے اپنی سیاسی چالوں سے ارجان کے اطراف و جوانب کے تمام حکمرانوں کو ملک الرحیم کا مطیع بنا دیا'ابو علی اپنی ماں کے ساتھ عبادان چلا گیا اور عبادان سے سلطان طغرل بک کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے جرجان کا راستہ اختیار کیا۔ جب اصفہان پہنچا'تو سلطان طغرل بک کی خدمت میں باریاب ہوا۔ سلطان طغرل بک نے نہایت احترام سے ٹھہرایا۔جرباذقان کے دو قلعے مرحمت کیے اور اسی کے مضافات میں جاگیر بھی عنایت کی۔

فلاستون کا شیراز پر قبضہ

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ ابو نصر خسرو قلعہ اصطخر میں تھا اور اسی پر قابض تھا اور اس نے ۴۴۳ھ میں ملک الرحیم کی خدمت میں فدویت نامہ اطاعت کی غرض سے روانہ کیا تھا جس وقت ملک الرحیم نے رامہرمز پر قبضہ کر لیا تو اس سے درخواست کی تھی کہ اس کے بھائی ابو سعید کو بلاد فارس پر قبضہ کرنے کی غرض سے مامور فرمائے۔ چنانچہ ابو سعید فوجیں لے کر فارس کی طرف بڑھا اور فارس کے اکثر شہروں پر قابض ہو کر شیراز جا اترا۔ عمید الدولہ ابونصر ظہیر ثانی ایک شخص ابو سعید کے ساتھیوں میں سے تھا جو اپنی چالاکیوں سے اس کی حکومت میں پیش پیش ہو گیا تھا اور بہت بڑی حکومت حاصل کر لی تھی'اس نے لشکریوں کے ساتھ برا برتاؤ شروع کر دیا۔ لشکریوں کے علاوہ ابو نصر خسرو کے ساتھ بھی یہی برتاؤ برتے جس نے امیر ابو سعید کو بلاد فارس پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے بلایا تھا'ابو نصر نے اس کی مخالفت پر کمر باندھی' لشکریوں نے اس کا ہاتھ بٹایا' سردارانِ لشکر اس کے ہم خیال ہو گئے پھر کیا تھا فتنہ برپا ہو گیا۔عمید الدولہ ابو نصر کو گرفتار کر لیا۔

ابو نصر فلاستون کی اطاعت کا اعلان کر کے حکومت کرنے کی غرض سے بلا بھیجا اور ابو سعید کو اصطخر سے اہواز کی جانب نکال دیا۔ ابو منصور اہواز میں داخل ہوا اور تختِ حکومت پر متمکن ہو کر طغرل بک اور ملک الرحیم کا نام خطبہ میں پڑھا۔ ان دونوں کے نام کے بعد اپنا نام داخل کیا۔

بساسیری

جس وقت سلطان طغرل بک نے اکثر ممالک اور دارالخلافت بغداد کے مضافات پر قبضہ کر لیا اور حکومت حلوان تک اس کی حکومت کا سکہ چلنے لگا کردوں نے اس کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی' ان کی غارت گری اور فتنہ انگیزی کی کثرت ہو گئی' ان کی دیکھا دیکھی عربوں نے بھی ہاتھ پاؤں نکالے' لوٹ مار شروع کر دی' ملک گیری کے لالچ میں اٹھ کھڑے ہوئے' حکومت کو ان کی سرکوبی پر متوجہ ہونا پڑا چنانچہ بساسیری فوجیں لے کر روانہ ہوا' اہواز تک ان کا تعاقب کرتا گیا اور ان میں سے ایک بڑا گروہ قتل کر ڈالا گیا بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ باقی ماندہ زراب کو عبور کر گئے اس طرح ان کی جانیں ہلاکت سے بچ گئیں۔ دیلمی (ہمراہیان) بساسیری نے بھی زراب عبور کرنے کا قصد کیا' پانی زیادہ تھا عبور نہ کر سکے' یہ واقعہ ۴۴۵ھ کا ہے۔ اس واقعہ کے بعد دبیس والیٔ حلہ نے بساسیری کو خفاجہ سے جنگ کرنے کے لیے بلا بھیجا' خفاجہ نے والیٔ حلہ کے شہروں کو برباد و ویران کرنے کا عزم کر رکھا تھا۔ والیٔ حلہ ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اس نے بساسیری سے امداد طلب کی چنانچہ بساسیری اس کی حمایت کو آ پہنچا۔ فرات عبور کر کے خفاجہ کو جامعین سے مار بھگایا۔ خفاجہ نے خشکی و بیابان کا راستہ اختیار کیا' بساسیری نے اس کا تعاقب کیا' خفان پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا سخت لڑائی ہوئی' خفاجہ کمال بے رحمی سے پامال کیے گئے' ان کا مال و اسباب لوٹ لیا مویشی پکڑ لیے گئے مدتوں قلعہ خفان کا محاصرہ قائم رہا۔ یہاں تک کہ بساسیری کے پُر زور حملوں نے اسے بھی فتح کر لیا۔ فتح ہونے کے بعد قلعہ خفان منہدم کر دیا گیا۔

اس کے بعد بساسیری نے اس بُرج کو بھی کھود ڈالنے کا قصد کیا جو اس قلعہ میں نہایت مستحکم بنا ہوا تھا' یہ برج مینار کی طرح بلند تھا۔ لوگوں کی روایت ہے کہ یہ مینار کشتیوں کی رہنمائی کی غرض سے بعیہ بن عطاءم نے بہت سا مال خرچ کر کے بنوایا تھا کیونکہ کشتیاں اس طرف سے دریا کی راہ سے جاتی تھیں چنانچہ بساسیری نے اس خیال سے اس مینار کو منہدم نہ کرایا۔ دارالخلافت بغداد کی طرف خفاجہ کے قیدیوں کو لیے ہوئے واپس ہوا اور بغداد پہنچ کر ان عرب قیدیوں کو جو اس کے ساتھ تھے' سُولی دے دی' تھوڑے دن آرام کر کے (حربی) پر حملہ کیا اور نہایت سختی سے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہلِ حربی پر سات ہزار دینار سالانہ خراج مقرر کر کے مصالحت کر لی اور انہیں امن دے دیا۔

ترکوں کا فتنہ

ترکوں کی فوجیں جو دارالخلافت بغداد میں رہتی تھیں ان کا زور حکومت و سلطنت پر حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ جب طغرل بک کا ظہور ہوا اور اس نے اپنے گردوپیش کے شہروں پر قبضہ کر لیا اور تاتاریوں نے چاروں طرف سے ممالک اسلامیہ پر غارت گری کا ہاتھ بڑھایا' بغداد کی فوجوں کا حوصلہ بھی بڑھ گیا' وزیر السلطنت سے ایک کثیر التعداد رقم کا مطالبہ کیا' اپنے وظائف اور تنخواہیں طلب کیں (یہ واقعہ محرم ۴۴۶ھ کا ہے) وزیر السلطنت مطالبہ ادا نہ کر سکا' دارالخلافت میں روپوش ہو گیا۔ فوجوں نے تعاقب کیا' دارالخلافت کے محافظوں سے وزیر السلطنت کو مانگا ان لوگوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ شور و غل مچاتے ہوئے اراکین دربار خلافت سے مطالبہ کیا' جب انہوں نے بھی خاطر خواہ جواب نہ دیا تو خلافت مآب تک اس جھگڑے اور قضیہ کو پہنچایا۔ اراکین دربار خلافت اور فوجیوں میں نوک جھونک کی باتیں ہوئیں اور سخت کلامی کی نوبت پہنچی' اس سے عوام الناس میں یہ مشہور ہو گیا کہ ترکی فوجوں نے دارالخلافت کا محاصرہ کر لیا ہے' تمام شہر میں خوف اور پریشانی پیدا ہو گئی۔

بساسیری اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لیے تیار ہوا' یہی ان دنوں سلطان کی طرف سے نائب بغداد تھا' دارالخلافت گیا' وزیر کے مکان کی

تلاشی لی غرض کہ جن مکانات میں وزیر السلطنت کے روپوش ہونے کا خیال تھا سب کی تلاشی لی مگر وزیر السلطنت کا کچھ پتہ نہ چلا۔ فوجیوں کا بلوائی گروہ ہلڑ مچاتا ہوا دارالروم پہنچا اور اسے لوٹ لیا' بازاروں میں آگ لگا دی' ابو الحسن بن عبید (وزیر بساسیری) کا مکان لوٹ لیا۔ محلّہ والوں نے اپنے محلوں کی ناکہ بندی کر لی' فوجیوں نے لوٹنا شروع کر دیا مسافروں کو جو بغداد میں کسی ضرورت سے آئے تھے' لوٹ مار کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ باہر سے غلہ کی آمد بند ہو گئی اور بغداد میں غلہ ختم ہو گیا' ان واقعات کے دوران میں بساسیری حفاظت کی غرض سے دارالخلافت میں ہی ٹھہرا رہا یہاں تک کہ وزیر السلطنت پریشان ہو کر پناہ گاہ سے نکل آیا اور اپنے مقبوضہ اور مملوکہ مال سے فوجیوں کے مطالبات ادا کیے۔

عربوں کی غارت گری

اس سے بظاہر ایک اطمینانی صورت پیدا ہو گئی تھی لیکن اس لوٹ مار کا سلسلہ ختم نہ ہوا' کردوں اور عربوں نے سر اٹھایا اور لوٹ مار شروع کر دی' دن دہاڑے جسے چاہا لوٹ لیا۔ گاؤں' قصبے اور شہر ویران ہو گئے' قریش بن بدران والی موصل کے ہمراہی بھی لوٹ مار کی غرض سے اٹھ کھڑے ہوئے' کامل بن محمد بن مسیب کو بردان جا کر گھیر لیا۔ اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا' بساسیری کے مویشی اور تجارتی اونٹنیاں بھی اس لوٹ مار کی نذر ہو گئیں' اس لوٹ مار سے امن و امان کا نام و نشان باقی نہ رہا' رعایا کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی' عوام اور خواص ایک حالت میں مبتلا ہو گئے' یہی وہ امور اور اسباب ہیں جن سے سلطنت و حکومت کی مضبوط بنیادیں بھی ہل جاتی ہیں اور کچھ عرصہ بعد صفحہ دنیا سے ان کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔

ادھر ملوک بنو بویہ ان پریشانیوں میں مبتلا تھے ادھر سلاطین سلجوقیہ کو کامیابی کا موقع مل رہا تھا نظام الملک (طغرل بک کا وزیر) ان واقعات کو سن کر خوشی سے اچھل پڑا' تاتاری فوجوں کو دسکرہ پر اتار دیا' ابراہیم بن اسحاق نامی ایک سردار اس فوج کا افسرِ اعلیٰ تھا' ابراہیم نے دسکرہ کو تباہ کر کے رستباذقا (روشن قباد) کا محاصرہ کیا اور اسے بھی بزورِ تیغ فتح کر کے قلعہ بردوان کی طرف بڑھا' اس قلعہ کا والی سعدی نامی ایک شخص تھا' اس نے سلطان طغرل بک کی اطاعت سے انکار کیا ابراہیم کے پہنچنے پر سعدی نے قلعہ بندی کر لی۔ ابراہیم نے قلعہ بردوان کے قرب و جوار کو لوٹنا شروع کیا' زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اہلِ قلعہ نے محاصرہ کی شدّت اور اطراف و جوانب کی ویرانی سے متاثر ہو کر قلعہ چھوڑ دیا اور جلا وطن ہو کر نکل گئے۔ ان تاتاریوں میں سے ایک گروہ اہواز کی طرف گیا ہوا تھا اس نے بھی اہواز کے قرب و جوار میں غارت گری اور قتل کا بازار گرم کر دیا۔ دیلمی اور ترک جو ان کے ہم خیال اور ساتھی تھے' بے حد خائف ہوئے' مقابلہ کا ذکر کیا جان بچانے کی فکر پڑ گئی۔ تاتاریوں کے حوصلے بڑھ گئے' سلطان طغرل بک نے ابو علی بن کالیجار والی بصرہ کو عساکر سلجوقیہ کا افسر بنا کر خوزستان پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا' لشکر کوچ و قیام اور لوٹ مار کرتا ہوا شاہ پور خورست پہنچا' دیلمیوں کو وعدہ وعید کا پیام دیا چنانچہ اکثر دیلمی مطیع ہو گئے اور ابو علی اہواز پر قابض ہو گیا۔ تاتاری لشکر نے اسے جی کھول کر لوٹا' اہل اہواز سے تاوان وصول کیا' اکثر اہلِ اہواز عزّت و آبرو کے خیال سے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔

خلیفہ قائم اور بساسیری میں کشیدگی

ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں کہ ۴۴۶ھ میں قریش بن بدران نے بساسیری کے ہمراہیوں کا اسباب لوٹ لیا تھا اس کے بعد ابو الغنائم اور ابو سعد پسران محلبان (قریش کے دوست) دارالخلافت بغداد خفیہ طور سے آئے' بساسیری نے ان دونوں کو گرفتار کرنے کا قصد کیا۔ رئیس الروسا وزیر السلطنت نے ابو الغنائم اور ابو سعد کو اپنے امن میں لے لیا' بساسیری کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی' حربی کی طرف چلا گیا اور اس پر قبضہ کر کے بغداد واپس آیا لیکن دستور کے مطابق دربارِ خلافت میں حاضر نہ ہوا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ خلافت مآب وزیر السلطنت اور خدام دربار خلافت کی تنخواہیں موقوف اور بند کر دیں اور یہ مشہور کر دیا کہ وزیر السلطنت نے طغرل بک کو خطوط لکھ کر حملہ کرنے کے لیے بلوایا ہے۔ ذی الحجہ ۴۴۶ھ میں فوجیں آراستہ کر کے انبار پر حملہ کیا' انبار پر ابو الغنائم بن محلبان قابض تھا' منجنیقیں نصب کرائیں' محاصرہ کر لیا اور بزورِ تیغ انبار میں گھس پڑا' ابوالقاسم کو اس کے پانچ سو ممبران خاندان کے ساتھ گرفتار کر لیا اور شہر کو جی کھول کر

لوٹا اور دارالخلافت بغداد واپس آیا۔ ابو الغنائم کو تشہیر کرا کر سولی دینے کا قصد کیا' دبیس بن صدقہ نے سفارش کی چونکہ دبیس نے بساسیری کا حصار انبار میں ہاتھ بٹایا تھا اس وجہ سے اس کی سفارش سے ابو الغنائم کو پھانسی نہ دی مگر اور قیدیوں کو سولی پر چڑھا دیا۔

بساسیری

بساسیری بسار (فارس کا ایک شہر) کے ایک تاجر کا غلام تھا اس وجہ سے بسا کی طرف منسوب کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد بہاء الدولہ بن عضد الدولہ کے خادموں میں داخل ہو گیا اور اسی کے سایۂ دولت میں نشوونما پائی' اس طرح ہوشیار اور تجربہ کار بن گیا۔ مدتوں اس کی خدمت میں رہا پھر ملک الرحیم کی خدمت میں چلا آیا' ملک الرحیم اسے اکثر مہمات سر کرنے پر مامور کرتا تھا' اسی نے کردوں کو حلوان سے اور قریش بن بدران کو غربی بغداد سے بے دخل کیا تھا۔ یہ دونوں سلطان طغرل بک کے علم حکومت کے مطیع تھے۔ اس کے بعد بساسیری ملک الرحیم کی خدمت میں واسط چلا گیا۔ بساسیری اور رئیس الروسا کی کشیدگی روزبروز بڑھتی گئی اس اثنا میں بساسیری کے وزیر ابو سعید نصرانی نے کئی مٹکیرہ شراب براہ دریا روانہ کئے' رئیس الرّوسا نے اس کی خبران لوگوں کو پہنچا دی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر رہے تھے' ان لوگوں نے اس کے اشارہ اور سازش سے مٹکیروں کو توڑ پھوڑ کر شراب پھینک دی' اس سے بساسیری کو بے حد غصہ اور رنج پیدا ہوا' فقہائے خلیفہ سے استفسار کیا' فقہائے حنفیہ نے فتویٰ دیا کہ چونکہ یہ مال عیسائی کا تھا اس وجہ سے حفاظت کرنا لازم تھا اس کا مال ضائع کرنا ناجائز ہے' جن لوگوں نے اس کو توڑا ہے ان لوگوں سے تاوان وصول کیا جائے اس واقعہ نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا کشیدگی کی کوئی حد باقی نہ رہی۔

چونکہ ترکوں اور بساسیری میں کشیدگی چلی آرہی تھی' رئیس الرّوسا نے انہیں ابھار دیا' ان لوگوں نے ہنگامہ برپا کر دیا' بساسیری کی شکایت دربارِ خلافت میں پیش کر کے مکان لوٹ لینے کی اجازت طلب کی' اجازت دے دی گئی پھر کیا تھا ترکوں نے آن کی آن میں اسے لوٹ لیا' اس موقع پر رئیس الروسا نے ایک اور چال چلی اور وہ یہ تھی کہ اس نے خبر اڑا دی کہ بساسیری نے خلیفہ مستنصر علوی مصر سے سازش کر لی ہے اور اسے بغداد و عراق پر قبضہ کرنے کی غرض سے بلایا ہے۔ خلافت مآب یہ سن کر آگ بگولہ ہو گئے۔ ملک الرحیم کو لکھ بھیجا کہ بساسیری کو ہمارے دربارِ خلافت سے فوراً ہٹا دو۔ اس نے علم خلافت کی مخالفت کی ہے اور خلیفہ مستنصر علوی سے سازش کر لی ہے۔ چنانچہ ملک الرحیم نے بساسیری کو دربارِ خلافت سے علیحدہ کر دیا۔

طغرل بک کے خلاف ترکوں کی بغاوت

طغرل بک نے بلادِ روم پر جہاد کی غرض سے فوج کشی کی تھی اور وہاں سے مظفر و منصور ہو کر رے واپس آیا' اس کے نظم و نسق سے فراغت حاصل کر کے ماہ محرم ۴۴۷ھ میں ہمدان پہنچا' اپنے گورنران دینور' قرمیسین اور حلوان وغیرہم کو لکھ بھیجا کہ چونکہ اس سال میرا ارادہ حج کرنے کا ہے اور شام و مصر پر بھی حملہ کرنے کا قصد ہے اور دولتِ علویہ کے زیر و زبر کرنے کا بھی خیال ہے لہٰذا تم لوگ رسد' چارہ اور فوجیں فراہم رکھو۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ بغداد میں اوباشوں نے ہلڑ مچا دیا' ترکی فوجیں شوروغل مچاتی ہوئی ایوانِ خلافت میں پہنچیں' خلافت مآب سے درخواست کی۔ آپ ہمارے ساتھ طغرل بک کی مدافعت کے لیے نکلئے۔ ترکوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسلح ہو کر بغداد سے نکل آئے اور بغداد کے باہر ایک میدان میں خیمے ڈال دیئے' اس وقت طغرل بک حلوان پہنچ گیا تھا اس کی فوج خراسان کے راستہ میں پھیل گئی تھی' لوگوں نے غربی بغداد میں جا کر پناہ لی تھی' اتنے میں ملک الرحیم واسط سے آگیا۔ بساسیری کو اثنائے راہ سے خلافت مآب کے حکم کے مطابق علیحدہ کر دیا تھا' بساسیری علیحدگی کے بعد سسرالی رشتہ کی وجہ سے دبیس بن صدقہ والیٔ حلہ کے پاس چلا گیا۔

؎ یہی واقعات عراق پر سلطان طغرل بک کے قابض ہونے اور ملک الرحیم کے گرفتار کئے جانے کے اسباب قویہ سے تھے (مترجم)

طغرل بک کی بغداد میں آمد

طغرل بک نے فدویت نامہ خلافت مآب کی خدمت میں روانہ کیا' جس میں اپنی اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کیا تھا اور ترکوں کو بھی خط اپنے ایلچی کی معرفت بھیجا جس میں اپنے حسن و سلوک اور احسانات کا وعدہ کیا تھا' ترکوں نے جواب خط کے بجائے اسی خط کو واپس کر دیا اور خلافت مآب سے درخواست کی کہ آپ ہم کو طغرل بک سے مقابلہ اور مدافعت کی اجازت دیجیے۔ خلافت مآب نے اس کے جواب سے خاموشی اختیار کی' ملک الرحیم نے عرض کیا کہ اس جان نثار نے ان امور کا فیصلہ خلافت مآب کے قبضۂ اقتدار میں دے دیا ہے جو مناسب تصور فرمائیں عمل در آمد کیا جائے۔ خلافت مآب نے حکم صادر فرمایا "مصلحت وقت یہ ہے کہ ترکی فوجیں اپنے خیموں کو چھوڑ کر حرم سرائے خلافت میں آجائیں اور طغرل بک کی خدمت میں اظہارِ اطاعت کا فدویت نامہ بھیج دیں"۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق عمل در آمد کیا گیا۔ اس کے بعد خلافت مآب نے خطیبوں کو طغرل بک کے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ طغرل بک نے خلافت مآب سے دارالخلافت بغداد میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی' وزیر السلطنت رئیس الرؤسا ایک بڑے لشکر کے ساتھ جس میں قضاۃ' فقہا اعیان دولت اور بہت سے ملک الرحیم کے سردارانِ لشکر تھے' استقبال کی غرض سے نکلا' طغرل بک نے یہ سن کر وزیر السلطنت ابو نصر کندری اور اپنی فوج کی پیشوائی کا حکم دیا' پنجشبہ کو جب کہ ماہ رمضان کے دو دن گزر چکے تھے طغرل بک دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا۔ باب شماسیہ میں قیام اختیار کیا' قریش والیٔ موصل بھی اس خبر کو سن کر طغرل بک کی خدمت میں آ گیا۔ اس نے اس سے پیشتر طغرل بک کے علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی تھی۔

بغداد میں تاتاریوں کا قتل

بغداد میں طغرل بک کے داخل ہونے پر اس کا لشکر اپنی ضروریات کی چیزوں کی خریداری کی غرض سے سارے شہر میں پھیل گیا' تمام شہر میں تہلکہ سا پڑ گیا۔ عوام الناس نے یہ خیال کیا کہ ملک الرحیم نے طغرل بک کے لشکر سے لڑنے کی اجازت دے دی ہے' چاروں طرف سے تاتاری لشکر پر مار دھاڑ شروع ہو گئی جہاں پر جس نے تاتاریوں کو پایا ان پر ہاتھ صاف کر دیا صرف محلّہ کرخ والے اس ہنگامہ اور شورش میں شریک نہیں ہوئے بلکہ اس محلّہ والوں نے تاتاریوں کو اپنے گھروں میں پناہ دی اور ان کی جیسا کہ مناسب وقت تھا حفاظت کی۔

بغداد میں تاتاریوں کی غارت گری

عوام الناس کی یہ شورش اسی پر بند نہ ہوئی بلکہ وہ ہلڑ مچاتے ہوئے طغرل بک کے کیمپ تک پہنچ گئے' ملک الرحیم اور اس کے سرداران لشکر اور حاشیہ نشین اس خیال سے کہ اس ہنگامہ کے یہ محرک نہ سمجھے جائیں حرم سرائے خلافت میں قیام پذیر ہوئے۔ طغرل بک کی فوج اس ہنگامہ کو دیکھ کر مسلح ہو گئی' عوام بھاگ کھڑے ہوئے' قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا' کئی محلے لوٹ لیے گئے' خلفا کے محلات رصافہ بھی اس لوٹ مار اور غارت گری سے محفوظ نہ رہ سکے' باشندگان بغداد اس خیال سے کہ ان مقامات کا احترام کیا جائے گا اور یہ غارت گری سے محفوظ رہیں گے اپنا مال و اسباب یہیں اٹھا لائے تھے جس کو تاتاریوں نے لوٹ لیا۔ غرض کہ غارت گری سے بغداد کا کوئی محلّہ سوائے کرخ کے محفوظ نہ رہا۔

ملک الرحیم کی گرفتاری

اس کے دوسرے دن طغرل بک نے اس حادثہ کی اطلاع خلیفہ قائم کو دی اور اس سے اپنی ناراضگی ظاہر کی اور اس ہنگامہ و شورش کو ملک الرحیم کی طرف منسوب کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر ملکِ الرحیم اپنے سرداروں کے ساتھ شاہی دربار میں حاضر ہو جائے گا تو اس کی اس واقعہ سے برات سمجھی جائے گی ورنہ وہی ملزم قرار دیا جائے گا' خلافت مآب نے ملک الرحیم اور اس کے سرداروں کو طغرل بک کی خدمت

میں حاضری کا حکم دیا اور اپنے ایک خاص ایلچی کو ان لوگوں کی سفارش اور برات کی غرض سے ان کے ساتھ بھیجا چنانچہ ملک الرحیم اور سرداران لشکر خلافت مآب کی ذمہ داری میں دربار شاہی میں حاضر ہوئے جس وقت ملک الرحیم اور اس کے سرداران لشکر پہنچے طغرل بک نے انہیں گرفتار کرا کر قلعہ سروان میں بھیج دیا جہاں پر ملک الرحیم قید کر دیا گیا۔

دولت بنو بویہ کا خاتمہ

یہ واقعہ ملک الرحیم کی حکومت کے چھ برس بعد پیش آیا اس کی گرفتاری سے بنو بویہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس زمانہ میں قریش والی موصل اور عرب کا اسباب و مال لوٹ لیا گیا' پریشان حال ہو کر بدر بن مہلل کے خیمہ میں جا کر پناہ لی' طغرل بک کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے قریش کو طلب کر کے خلعت فاخرہ عنایت کیا اور جو کچھ مال و اسباب لوٹ لیا گیا تھا' اس کا معاوضہ دے دیا۔ خلافت مآب نے طغرل بک کے پاس اس ناپسندیدہ فعل کی شکایت کی اور لوگوں کو رہا کرنے کے لیے لکھا جنہیں طغرل بک نے ملک الرحیم کے ساتھ گرفتار کیا تھا اور یہ دھمکی دی کہ یہ لوگ میری ذمہ داری پر تمہارے پاس گئے تھے' اگر یہ لوگ رہا نہ کیے گئے تو میں دارالخلافت بغداد چھوڑ دوں گا۔ طغرل بک نے اس تحریر پر چند لوگوں کو رہا کر دیا چنانچہ ان میں سے ایک گروہ بساسیری کے پاس چلا گیا جس سے اس کی جمعیت بڑھ گئی۔

ترکان بغداد کا انجام

اسی سلسلہ میں طغرل بک نے ترکان بغداد کا بھی مال و اسباب ضبط کر لیا اور نور الدولہ دبیس کو ممالک مقبوضہ سے بساسیری کو نکال دینے کا حکم دیا چنانچہ بساسیری رحبہ چلا گیا اور مستنصر علوی والی مصر کی خدمت میں اظہار اطاعت کی غرض سے فدویت نامہ لکھا اور اس کا مطیع ہو گیا' نور الدولہ دبیس نے اپنے مقبوضہ علاقہ میں طغرل بک کے نام کا خطبہ پڑھوایا' تمام اطراف بغداد میں تاتاری لشکر پھیل گیا غارت گری کا بازار گرم ہو گیا' غربی بغداد میں تکریت سے قبل تک' مشرقی بغداد میں ہردلامت تک اور نشیبی بغداد کو ان تاتاریوں نے لوٹ کر ویران کر دیا اور یہاں کے اکثر باشندوں کو جلا وطن کر دیا۔

بغداد پر قابض ہونے کے بعد طغرل بک نظم و نسق کی طرف متوجہ ہوا' بصرہ اور اہواز کا ٹھیکہ ہزار سب کو دیا اور صرف اہواز پر اس کے نام کا خطبہ پڑھنے کی اجازت دی' امیر ابو علی بن ملک کالیجار کو قرمیسین اور اس کا صوبہ عنایت کیا۔ اہل کرخ کو فجر کی نماز میں "الصلوۃ خیر من النوم" کہنے کا حکم دیا اور قصر حکومت کی تعمیر کا حکم صادر کیا اور جیسا کہ اس نے حکم دیا تھا اس طرح وہ تعمیر کیا گیا۔ ماہ شوال ۴۴۷ھ میں طغرل بک قصر حکومت میں چلا آیا' اسی وقت سے اس کے قدم حکومت و سلطنت پر جم گئے' جس کی وارث اس کی سلطنت نہایت عظیم الشان ہوئی' ان سے زیادہ عظیم کسی عجمی کی حکومت نہیں ہوئی۔

والملک للہ یوتیہ من یشاء

باب ۱۲

دولت بنو دشمگیر و بنو قابوس

بنو دشمگیر

ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں کہ مرداویج بن زیار' اطروش دیلمی سرداروں میں سے تھا اور مرداویج نسباً" جیل کے خاندان کا ممبر تھا جو دیلم کے بھائی تھے'ان سب کی ایک حالت تھی۔ ان میں سے بعضے علوی کے سپہ سالار تھے جس کی وجہ سے علویوں کو حکومت و سلطنت حاصل ہوئی تھی'اطروش اور اس کی اولاد کی حکومت دولتِ عباسیہ کے ظہور اور غلبہ کے وقت ختم ہو گئی'اس کے سرداروں کے نام حکومت و سلطنت سے مٹ گئے اور یہ لوگ حکومت و سلطنت کی طلب و جستجو میں اطراف ملک میں پھیل گئے۔ چنانچہ رے' اصفہان' جرجان' طبرستان' عراق' فارس اور کرمان پر ان لوگوں کا قبضہ ہو گیا۔ بنو بویہ نے خلیفۂ وقت کو اپنے آخری دورِ حکومت تک شاہ شطرنج بنائے رکھا۔ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ جس وقت مرداویج کا قدم حکومت پر جم گیا تو اس نے اپنے بھائی دشمگیر کو ۳۲۰ھ میں گیلان روانہ کیا۔ عظیم الشان بادشاہوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کی حکومت کا سکہ چل گیا۔ بڑے بڑے صوبے اس کے قبضہ میں آ گئے'اصفہان اور رے پر قابض ہو گیا'عظیم الشان بادشاہوں میں اس کا شمار ہونے لگا'ترکی غلاموں کو جو اس کی خدمت میں رہتے تھے اس کی سختی کی وجہ سے ناراضگی پیدا ہوئی'سب نے اتفاق کر کے ماہ محرم ۳۲۳ھ میں اسے مار ڈالا'تب اس کی فوج اس کے بھائی دشمگیر کے پاس رے میں جمع ہوئی اور مرداویج کی جگہ اسے اپنا سردار بنایا۔

دشمگیر کی فتوحات

دشمگیر نے تخت حکومت پر متمکن ہونے کے بعد ماکان کے پاس کرمان میں اپنی اطاعت کا پیام بھیجا اور ابن محتاج کی ہمراہی میں رے بلا بھیجا'اس سے قبل ماکان بن کالی ابو علی بن الیاس سے کرمان کا قبضہ لے چکا تھا' ماکان نے دشمگیر کی تحریر پر کچھ خیال نہ کیا۔ کرمان سے دامغان کی طرف روانہ ہو گیا۔ دشمگیر یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا'ایک بڑی فوج کے ساتھ اپنے سپہ سالار تاتجیر دیلمی کو ماکان کے تعاقب پر مامور کیا'ابن مظفر کا لشکر ماکان کی پشت پناہی میں تھا'دونوں فریقوں کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ ایک دوسرے سے بھڑ گئے تاتجیر نے ان لوگوں کو شکست دی'یہ لوگ نیشا پور لوٹ آئے اور اس کی حکومت کی زمام ماکان کے قبضہ میں آ گئی جیسا کہ یہ واقعات اس سے پیشتر لکھے گئے۔ اس کے بعد تاتجیر نے جرجان کی جانب قدم بڑھایا اور وہیں ٹھہرا رہا۔ آخر سنہ مذکور میں گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ ماکان کو موقع مل گیا۔ جرجان پر قبضہ کر لیا'ابن محتاج نے ۳۲۸ھ میں اس پر حملہ کر دیا اور چند دن کے محاصرے کے بعد اسے فتح کر لیا۔ ماکان بحال پریشان طبرستان چلا گیا اور وہیں سکونت اختیار کی اور دشمگیر نے ایک فوج ماکان کی مدد پر ابن محتاج سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کی ادھر رکن الدولہ نے موقع کو غنیمت سمجھ کر اصفہان پر حملہ کر دیا اور بزورِ تیغ قابض ہو گیا۔ اس کامیابی سے رکن الدولہ اور والیٔ خراسان کے مقبوضات کی سرحد مل گئی اور دشمگیر تنہا ملک رے پر حکمرانی کرنے لگا۔ جس وقت رکن الدولہ نے اصفہان پر قبضہ کر لیا اور ابو علی بن محتاج والی خراسان سے اس کے اور اس کے بھائی عماد الدولہ والی فارس کے مراسم اتحاد پیدا ہو گئے اس وقت دونوں نے ابو علی بن محتاج کو دشمگیر سے رے چھین لینے کی ترغیب دی غرض یہ تھی کہ اگر ابن محتاج اس مہم میں کامیاب ہو گیا تو اس کی وجہ سے اس کی حکومت کو استحکام حاصل ہو جائے گا۔ ابو علی ابن محتاج فوجیں جمع کر کے رے کی طرف روانہ ہوا'دشمگیر نے اس کی مدافعت پر کمر باندھی' ماکان سے امداد طلب کی۔ چنانچہ ماکان خود اس کی کمک پر آیا'رکن الدولہ کو اس کی خبر لگ گئی اس نے بھی ابن محتاج کی مدد پر فوجیں بھیج دیں۔ مقام اسحاق آباد میں صف آرائی ہوئی'ایک دوسرے سے لڑ گئے۔گھمسان کی لڑائی ہوئی دشمگیر شکست کھا کر طبرستان چلا گیا اور اس پر قابض ہو گیا'

ماکان میدان کارزار میں مارا گیا۔ابو علی ابن محتاج نے رے پر اپنی کامیابی کا جھنڈا نصب کر دیا۔ اس کے بعد اپنی فوجوں کو جبل کے شہروں کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ زنجان' ابہر' قزوین' کرخ' ہمدان اور دینور کو حلوان تک فتح کر لیا۔

حسن بن فیرزان ماکان کا چچا زاد بھائی تھا یہ نہایت جری اور دلیر تھا جس وقت ماکان میدان جنگ اسحاق آباد میں مارا گیا اور دشمگیر نے طبرستان پر قبضہ کر لیا اس وقت دشمگیر نے حسن بن فیرزان کے پاس اپنی اطاعت کا پیغام بھیجا۔حسن بن فیرزان نے نفی میں جواب دیا اور ماکان کے قتل کو دشمگیر کی طرف منسوب کیا' دشمگیر نے یہ سن کر چڑھائی کر دی۔ حسن بن فیرزان ساریہ چھوڑ کر ابو علی ابن محتاج والی خراسان کے پاس چلا گیا اور دشمگیر کے مقابلہ پر اس سے امداد کا طالب ہوا چنانچہ ابو علی بن محتاج حسن کی امداد پر کمربستہ ہو گیا اور فوجیں جمع کر کے دشمگیر پر ساریہ میں محاصرہ میں ڈال دیا۔ایک سال کامل محاصرہ کیے رہا۔ جب دشمگیر نے ملوکِ سامانیہ کی اطاعت قبول کر لی اور اطمینان کے لیے اپنے لڑکے سالار کو بطور ضمانت دے دیا' جنگ اور محاصرہ کا خاتمہ ہو گیا۔ حسن بن فیرزان اور ابو علی ابن محتاج خراسان واپس آئے'تھوڑے دن بعد سعید بن سامان کی موت کی خبر مشہور ہوئی۔ حسن نے ابو علی ابن محتاج پر حملہ کر دیا اور اس کے مقبوضات کو لوٹ لیا اور ابن دشمگیر کو جو ان کے پاس تھا'گرفتار کر کے جرجان کی طرف لوٹا اور اسے ابراہیم بن سیجور کے قبضہ سے نکال لیا۔ابراہیم ابن سیجور نے نیشا پور جا کر دم لیا۔ابو علی ابن محتاج نے بھی علمِ بغاوت بلند کر دیا' جیسا کہ ان کے حالات کے ضمن میں لکھا گیا ہے۔

رکن الدولہ بن بویہ کی رے پر فوج کشی

جس وقت ابو علی نے خراسان کی جانب کوچ کیا اور حسن بن فیرزان نے اس کے ساتھ جو کچھ کرنا تھا کیا جو آپ اوپر پڑھ چکے ہیں تو دشمگیر نے رے کی طرف قدم بڑھایا اور بلا مقابلہ قبضہ کر لیا۔ تالیفِ قلوب کے خیال سے حسن بن فیرزان سے خط و کتابت شروع کی اور اس کے بیٹے سالار کو اس کے پاس بھیج دیا۔ اس سے دونوں میں مصالحت ہو گئی۔

اس کے بعد رکن الدولہ بن بویہ کو قبضہ رے کا لالچ پیدا ہوا کیونکہ دشمگیر کے پاس اول تو فوجیں کم تھیں اور دوسرے ان دنوں دشمگیر کو تنگدستی گھیرے ہوئے تھی' چنانچہ لشکر جمع کر کے رے پر چڑھائی کر دی اور لڑ کر دشمگیر کو شکست دی۔ اس کے اکثر لشکریوں نے امن حاصل کیا اور رکن الدولہ بن بویہ کی فوج میں آگئے۔ رے پر رکن الدولہ کی حکومت کا جھنڈا نصب ہو گیا۔

دشمگیر شکست کھا کر طبرستان کی طرف واپس ہوا۔ حسن بن فیرزان نے چھیڑ چھاڑ کی اور شکست دے دی۔ دشمگیر نے خراسان کا راستہ اختیار کیا۔حسن بن فیرزان نے رکن الدولہ سے نامہ و پیام کر کے میل جول پیدا کر لیا۔

دشمگیر کا جرجان پر قبضہ

جس وقت رکن الدولہ نے رے کو دشمگیر کے قبضہ سے نکال لیا' دشمگیر بحالِ پریشان طبرستان کی طرف چل کھڑا ہوا' حسن بن فیرزان راہ میں مدمقابل ہوا اور لڑ کر دشمگیر کو شکست دی تب دشمگیر خراسان چلا گیا اور امیر نوح ابن سامان سے امداد کا طالب ہوا۔امیر نوح نے ایک فوج اس کی مدد پر مامور کی اور ابو علی بن محتاج نے بھی اپنی فوجیں دشمگیر کے ساتھ جرجان کے سر کرنے کے لیے روانہ کیں۔ان دنوں جرجان میں حسن بن فیرزان حکومت کر رہا تھا۔ دشمگیر نے اسے لڑ کر جرجان سے نکال دیا اور خود قابض ہو گیا۔

رکن الدولہ کا طبرستان پر قبضہ

حسن بن فیرزان دشمگیر سے شکست کھا کر رکن الدولہ بن بویہ کے پاس رے چلا گیا اور وہیں قیام پذیر ہوا۔ ۳۳۶ھ میں رکن الدولہ نے مقبوضاتِ دشمگیر پر فوج کشی کی' دشمگیر بھی خم ٹھونک کر مقابلہ پر آیا مگر شکست اٹھا کر بھاگا۔ رکن الدولہ نے طبرستان پر قبضہ کر کے جرجان کی طرف قدم بڑھایا اور سردارانِ لشکر نے اطاعت قبول کر لی اور امن حاصل کر کے جرجان کو رکن الدولہ کے حوالے کر دیا۔رکن الدولہ اپنی طرف سے حسن بن فیرزان کو جرجان پر مامور کر کے رے کی جانب واپس آیا۔

دشمگیر شکست اٹھا کر جرجان پہنچا۔ امیر نوح ابن سامان سے پھر امداد کی درخواست کی' رکن الدولہ کی زیادتیوں کی داستان سنائی۔ امیر نوح نے منصور بن قرا تکین والی خراسان کو دشمگیر کی کمک اور امداد کا حکم دیا۔ چنانچہ منصور فوجیں جمع کرکے دشمگیر کے ساتھ رکن الدولہ سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ چونکہ منصور' دشمگیر کے ساتھ ظاہرداری کا برتاؤ کرتا تھا اور اپنے کو بڑا سمجھتا تھا اس وجہ سے امیر نوح بن سامان کی خدمت میں اس کی شکایت لکھ بھیجی' امیر نوح نے اس کی جگہ ابو علی بن محتاج کو مامور کیا۔ ابو علی کوچ کرکے رے پہنچا' رکن الدولہ سے معرکہ آرائی ہوئی لیکن کامیابی نصیب نہ ہوئی مجبوراً' ان لوگوں نے رکن الدولہ سے مصالحت کر لی جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔ اس کے بعد رکن الدولہ دشمگیر کی طرف لوٹ پڑا' دشمگیر کو شکست ہوئی۔ اسفرائن کی طرف بھاگ آیا۔ رکن الدولہ نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ ساریہ کا محاصرہ کیا' اور اس پر بھی اپنی حکومت کا پھریرا اڑایا۔ دشمگیر بحال پریشان جرجان پہنچا۔ رکن الدولہ نے تعاقب کیا اور جب جرجان میں بھی دشمگیر ہاتھ نہ آیا تو اس کی جستجو میں جبل تک چلا گیا اور اس پر بھی قابض ہو گیا۔

دشمگیر کی وفات

جس وقت بنو بویہ نے کرمان کو ابو علی بن الیاس کے قبضہ سے نکال لیا اور خود قابض ہو گئے اس وقت دشمگیر سے کچھ بن نہ آئی' بھاگ کر امیر منصور بن نوح کی خدمت میں بخارا پہنچا۔ بنو بویہ کی زیادتیوں اور ظلم کی شکایت کی' ممالک مقبوضہ بنو بویہ کی سرسبزی و شادابی اور قبضہ کا لالچ دلایا اور اس کے سرداران خراسان کو بھی پٹی پڑھا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ امیر منصور نے ابو الحسن محمد بن ابراہیم بن سیجور والیٔ خراسان کو دشمگیر کی ماتحتی میں رے پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔ رکن الدولہ اس خبر سے مطلع ہو کر ان کے مقابلہ کے لیے تیار ہوا اور اپنے بیٹے عضد الدولہ کو بھی اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ جوں ہی ابو الحسن وغیرہم نے خراسان سے رے کی طرف کوچ کیا' رکن الدولہ نے میدان خالی پا کر خراسان کی طرف قدم بڑھایا۔ جب ان لوگوں کو اس کی خبر لگی تو رے کی فتح سے رک گئے' دامغان میں ٹھہر کر رکن الدولہ کے حالات اور ارادہ معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس چھوڑے۔ اسی اثناء میں ایک روز دشمگیر شکار کھیلنے کے لیے گیا اور ایک جنگلی سور سامنے آگیا' تیر چلایا' نشانہ خطا ہو گیا۔ سور نے حملہ کر دیا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا۔ دشمگیر بھی زمین پر آ رہا' سر پر سخت چوٹ آئی اور اسی صدمہ سے ماہ محرم ۳۵۷ھ میں مر گیا۔

اس کے مرتے ہی سارا کھیل بگڑ گیا اس کا بیٹا۔ بھستون اس کی جگہ متمکن ہوا' اس نے رکن الدولہ سے خط و کتابت کرکے مصالحت کر لی۔ رکن الدولہ نے مالی اور فوجی مدد دی'۔ بھستون کے زمانۂ حکومت میں کوئی نمایاں کام ایسا نہیں ہوا جس کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جائے' اس نے سات برس حکومت کرکے بمقام جرجان ۳۶۶ھ میں انتقال کیا۔

قابوس بن دشمگیر کی حکومت

اس کا بھائی قابوس اپنے بھائی رستم کے پاس کوہ شہریار میں تھا' بھستون ایک چھوٹا لڑکا چھوڑ کر مرا تھا جو طبرستان میں اپنے نانا کی ذمہ داری میں پرورش پا رہا تھا۔ نانا کو ملک گیری اور ریاست کا لالچ پیدا ہوا' اپنے نواسے کو لے کر جرجان پہنچا اور ان سرداروں کو گرفتار کرنے لگا جن کا میلان قابوس کی طرف تھا۔ اس اثنا میں قابوس آ پہنچا۔ فوجیوں نے اس کی آمد کی پا کر نہایت جوش سے اس کا استقبال کیا اور اسے اپنا سردار تسلیم کرکے شہر پر قبضہ دلایا' نانا کے آدمی فرار ہو گئے' قابوس نے اپنے بھتیجے کو اپنی پرورش میں لے لیا۔ جرجان اور طبرستان کی زمام حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لے کر حکومت کرنے لگا۔

قابوس اور عضد الدولہ

رکن الدولہ نے ۳۶۶ھ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت اپنے بیٹے عضد الدولہ کو اپنا ولی عہد بنایا اور تمام ممالکِ مقبوضہ کی زمامِ حکومت اس کے سپرد کی' دوسرے بیٹے فخر الدولہ کو ہمدان اور جبل کے صوبوں کا حکمران بنایا' تیسرے بیٹے موید الملک کو اصفہان کی حکومت

عنایت کی' بختیار بن معز الدولہ نے اپنے بھائی فخر الدولہ پر فوج کشی کی۔ فخر الدولہ ہمدان چھوڑ کر قابوس کے پاس جرجان بھاگ گیا اور عضد الدولہ نے رے جا کر پڑاؤ کر دیا۔ قابوس کے پاس اپنے بھائی فخر الدولہ کی طلبی کا پیام بھیجا' قابوس نے انکار کر دیا تب عضد الدولہ نے اپنے بھائی موید الدولہ کو خراسان میں یہ حکم بھیجا کہ تم فوجیں تیار کر کے قابوس پر چڑھائی کر دو' اس کے ساتھ ہی بہت سامال اور شاہی لشکر اس کی امداد پر روانہ کیا۔ چنانچہ ۳۷۱ھ میں معز الدولہ نے جرجان پر فوج کشی کی اور اسے قابوس کے قبضہ سے نکال لیا۔

فخر الدولہ کا جرجان وطبرستان پر قبضہ

پھر فخر الدولہ اور موید الدولہ کی خراسان میں اس وقت مڈبھیڑ ہوئی جب کہ حسام الدولہ ابو العباس تاش امیر ابو القاسم بن نوح کی طرف سے خراسان کی گورنری پر مامور ہوا تھا۔ امیر ابو القاسم نے تاش کو قابوس بن دشمگیر اور فخر الدولہ کی امداد و حمایت کی' موید الدولہ کے مقابلہ میں ہدایت کی تھی اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ جلد از جلد قابوس کو اس کے مقبوضات واپس دلا دو' تاش نے ایک بڑی فوج سے جرجان پر حملہ کیا۔ دو مہینہ تک محاصرہ کیے رہا۔ محصورین کا حال تنگ ہو گیا۔ موید الدولہ جب محاصرہ نہ اٹھا سکا تو فائق سے سازباز کی بنیاد ڈالی۔ (فائق تاش کے لشکر کا سپہ سالار اعظم تھا) چنانچہ خط و کتابت کر کے فائق کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ فائق نے مال و زر کے لالچ میں وعدہ کر لیا کہ جنگ کے وقت اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مورچہ کو چھوڑ دوں گا۔ اس قرارداد کے مطابق موید الدولہ نے جرجان سے نکل کر محاصرین پر حملہ کیا۔ فائق اپنے ماتحت لشکر کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ تاش اور فخر الدولہ تھوڑی دیر تک لڑتے رہے۔ جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو شکست خوردہ گروہ کے پیچھے آپ بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ موید الدولہ نے ان لوگوں کا خراسان تک تعاقب کیا۔ اس کے بعد وزیر السلطنت عتبی قتل کر ڈالا گیا۔ امیر ابو القاسم بن نوح نے تاش کو بخارا میں امور سلطنت کے انتظام کی غرض سے طلب کر لیا پھر ۳۷۲ھ میں موید الملک نے تاش پر فوج کشی کی۔ اس کے بعد اس کی موت کا واقعہ پیش آیا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔ غرض یہ مہم یوں ہی نامکمل رہ گئی اور فخر الدولہ نے جرجان پر قبضہ کر لیا اس کے بعد تاش اور ابن سیمجور میں جھگڑا ہو گیا' جنگ تک نوبت پہنچ گئی' تاش شکست کھا کر جرجان پہنچا۔ فخر الدولہ نے بڑی آؤ بھگت سے استقبال کیا اور ایسی عزت و قدر سے ٹھہرایا کہ کسی نے ویسی قدر و منزلت نہ کی ہو گی جیسا کہ ان کے حالات کے ضمن میں تحریر کیا گیا ہے۔ جس وقت فخر الدولہ نے جرجان' طبرستان اور رے پر قبضہ کر لیا اور لڑائیوں سے فراغت ملی تو اس احسان و سلوک کے معاوضہ میں جو کسمپرسی کی حالت میں قابوس نے اس کے ساتھ کیے تھے' جرجان اور طبرستان قابوس کو دینے کا قصد کیا۔ اپنے وزیر السلطنت صاحب بن عباد سے اس بارے میں مشورہ کیا' وزیر السلطنت صاحب بن عباد نے اس رائے سے موافقت نہ کی اس وجہ سے قابوس جرجان چلا گیا۔ ملوکِ بنو سامان اسے فوجی اور مالی امداد دیتے رہے لیکن اس غریب کو کامیابی حاصل نہ ہوئی یہاں تک کہ ان کے مقامات پر سبکتگین کا قبضہ ہو گیا۔

اصبہبذ کا جبل شہریار پر قبضہ

جس وقت سبکتگین نے خراسان کی زمامِ حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لی' قابوس سے پختہ وعدہ کیا کہ تمہیں جرجان اور طبرستان کی کرسی پر پھر متمکن کروں گا۔ ابھی ایفاء وعدہ کی نوبت نہ آئی تھی کہ سبکتگین بلخ گیا اور وہیں ۳۸۷ھ میں وفات پائی۔ قابوس ۳۸۸ھ تک خراسان ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد اصبہبذ نے قابوس کی امداد پر کمرِ ہمت باندھی اور ایک فوج لے کر جبلِ شہریار کو سر کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ رستم بن مرزبان (امجد الدولہ کاماموں) جنگ آوروں کو جمع کر کے مقابلہ پر آیا' معرکہ آرائی ہوئی' رستم کی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' اصبہبذ نے جبل شہریار پر کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا اور شمس المعالی قابوس کی حکومت کا سکہ جاری کر دیا۔ جامع مسجد کے منبر پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا' اتفاق یہ کہ استنداریہ کے مضافات میں ابن سعید کا نائب رہتا تھا' اس کی طبیعت کا میلان قابوس کی طرف تھا' اس نے یہ خبر سن' جامہ سے باہر ہو گیا۔ آمد کی طرف فوج لے کر روانہ ہوا۔ اور بزورِ تیغ وہاں سے مجد الدولہ کی فوج کو مار کر بھگا دیا' آمد پر قبضہ کر لیا اور قابوس کے نام کا خطبہ پڑھا اور قابوس کو اس کی کامیابی کی خوش خبری دی۔

قابوس کا جرجان پر تسلط

اس واقعہ کے بعد اہل جرجان نے قابوس کی خدمت میں طلبی کا خط روانہ کیا۔ چنانچہ قابوس نیشا پور سے جرجان روانہ ہوا۔ اصبہند بھی یہ خبر پا کر جرجان کی طرف چلا' ابن سعید نے چالاکی سے لشکر جرجان کو اس کی مخالفت پر ابھار دیا۔ لشکر استقبال کے بجائے مقابلہ پر آگیا لڑائی ہوئی، لشکر جرجان شکست اٹھا کر جرجان کی طرف لوٹا، قابوس کے مقدمۃ الجیش سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ دوبارہ شکست اٹھا کر رے کی جانب بھاگ نکلا' شمس المعالی قابوس ماہ شعبان ۳۸۸ھ میں مظفر و منصور جرجان میں داخل ہو' اس کے بعد رے کی فوجیں جرجان کے محاصرہ کے لئے آئیں اور اس کا محاصرہ کر لیا اس اثنا میں موسم سرما آگیا، مینہ بھی بشدت برسا، رسد و غلہ بھی ختم ہو گیا مجبوراً" بادل نخواستہ محاصرہ اٹھا کر کوچ کر دیا' قابوس نے تعاقب کیا اور سر میدان لا کر انہیں شکست دی' سردارانِ لشکر کے ایک گروہ کو گرفتار کر لیا، جرجان سے استر آباد تک کا علاقہ اس کے قبضہ میں آگیا۔ ان پیہم کامیابیوں سے اصبہند کا دماغ پھر گیا حکومت و سلطنت کی خواہش پیدا ہوئی، مال و اسباب اور خزانوں پر جو اس کے پاس تھے، غرور میں مبتلا ہو گیا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ مرزبان (مجد الدولہ کا ماموں) رے سے فوجیں لے کر اصبہند کی سرکوبی اور اسے ہوش میں لانے کے لیے روانہ ہوا۔ دونوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ آخرکار اصبہند کو شکست ہوئی اور گرفتار کر لیا گیا' مرزبان کو مجدالدولہ سے کشیدگی اور نفرت پہلے سے تھی اس وجہ سے اصبہند پر فتح پانے کے بعد بلاد جبل میں شمس المعالی قابوس کی حکومت کا اعلان کیا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ المختصر اس طرح سے مملکت جبل جرجان اور طبرستان میں شامل ہو گئیں، قابوس نے اپنے بیٹے منوچہر کو ان مقامات کی حکومت دی اس نے نیشا پور وغیرہ کو فتح کیا۔ اتنے میں زمانہ آگیا کہ محمود بن سبکتگین خراسان پر قابض ہو گیا۔ قابوس نے فدویت نامہ روانہ کیا' تحائف اور ہدایا بھیجے اور اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار کر کے مصالحت کر لی۔

قابوس کی معزولی

شمس المعالی قابوس نہایت رُعب و داب کا آدمی تھا' غُصّہ مزاج میں زیادہ تھا، درگزر کرنے کا سبق ہی نہیں پڑھا تھا' اس کے اعیانِ دولت ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان لوگوں کا خوف اس حد تک پہنچ گیا کہ ان لوگوں نے تنگ آکر اس کی معزولی پر اتفاق کر لیا' قابوس اس وقت کسی قلعہ میں مقیم تھا۔ اعیانِ دولت قابوس کی گرفتاری کے لیے قلعہ کی طرف چلے' قابوس کو خبر ہو گئی دروازے بند کر لیے' اعیانِ دولت نے اِدھر اُدھر جو کچھ پایا لوٹ لیا اور جرجان واپس آئے اور قابوس کی معزولی کا اعلان کر کے اس کے بیٹے (منوچہر) کو طبرستان سے بلا بھیجا۔ قابوس کا بیٹا اس خیال سے کہ مبادا کسی دوسرے کو حکومت کے لیے منتخب کر لیں، نہایت عجلت سے آپہنچا، تمام فوج نے اس شرط سے کہ وہ اپنے باپ کو معزول کر دے اس کی اطاعت پر اتفاق کیا۔

قابوس کا قتل

چنانچہ اس نے شرط کو مجبوراً" قبول کیا۔ قابوس قلعہ سے نکل کر بسطام چلا گیا اور وہیں اس انتظار میں کہ بغاوت و فتنہ فرو ہو جائے، قیام پذیر ہو گیا۔ فوجیوں نے اس سے مطلع ہو کر بسطام کا ارادہ کیا اور منوچہر کو بھی اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا لیکن منوچہر ٹال گیا اور قلعہ انجیار میں رہ گیا۔ قابوس کو ان واقعات سے خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا حکومت و سلطنت قبضہ سے نکل جائے۔ اس وجہ سے منوچہر کو تخت حکومت پر متمکن رہنے کی اجازت دی' فتنہ پردازوں کو اس پر بھی صبر نہ آیا، منوچہر سے قابوس کے قتل کی اجازت چاہی جواب آنے کا بھی انتظار نہ کیا، قابوس کے مکان میں گھس پڑے' کپڑے اتار لیے۔ غریب قابوس جاڑے کی شدت سے کانپ رہا تھا یہاں تک کہ چلاتے چلاتے مر گیا، یہ واقعہ ۴۰۳ھ کا ہے جب کہ اس کی حکومت کو دس برس گزر چکے تھے۔

منوچہر بن قابوس

قابوس کے مرنے پر اس کا بیٹا منوچہر تخت آرائے حکومت ہوا۔ منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا' اسی زمانے سے اپنے باپ کے قاتلوں سے قصاص لینے کی فکر کرنے لگا۔ ان میں سے بہت سوں کو چالاکی سے فنا کر دیا باقی ماندہ گوشہ گمنامی میں روپوش ہو گئے۔ جس وقت سلطان محمود کے حاجب نے مجد الدولہ کو گرفتار کر کے رے پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمود نے جرجان کی طرف اپنے مرکب ہمایوں کو بڑھایا۔ منوچہر بن قابوس جرجان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ چار لاکھ دینار فدویت نامہ کے ساتھ سلطان محمود کی خدمت میں روانہ کیے' صلح کی درخواست کی اور جبال وغیرہ میں قلعہ نشین ہو گیا۔ سلطان محمود نے اس کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عطا کیا اس کے بعد منوچہر ۴۲۶ھ میں انتقال کر گیا۔

بنو قابوس کا خاتمہ

اس کی جگہ اس کا بیٹا نوشیروان تخت آرائے حکومت ہوا' سلطان محمود نے اس جانشینی کو بحال رکھا اور چار پانچ لاکھ دینار خراج مقرر کیا۔ سلطان محمود کے نام کا خطبہ بلادِ جبل میں حدودِ آرمینیہ تک پڑھا گیا سلطان محمود کے بعد مسعود (محمود کا بیٹا) ۴۳۰ھ میں جرجان اور طبرستان پر قابض ہو گیا اور اس نے بنو قابوس کی حکومت و سلطنت کا نام و نشان اس طرح محو کر دیا کہ گویا اس کا وجود ہی نہ تھا۔ والبقاء لِلّٰہ وحدہٗ۔

باب ۱۳

امارت آذربائیجان

رستم بن ابراہیم کردی

جس وقت دیلمیوں کا ظہور ہوا اور یہ لوگ سیلاب کی طرح تمام ملکوں میں پھیل گئے اور ممالک مقبوضہ اسلامیہ کے صوبوں پر قابض ہو گئے ان دنوں ۳۳۰ھ میں آذربائیجان رستم بن ابراہیم کردی کے قبضہ میں تھا جو کہ یوسف بن ابی الساج کے سرداروں میں سے تھا۔ جب ہارون سادی مارا گیا تو ابراہیم آذربائیجان بھاگ آیا۔ کردوں کے کسی رئیس کی لڑکی سے عقد کر لیا جس کے بطن سے رستم پیدا ہوا' رستم نے آذربائیجان میں پرورش پائی جب سنِ شعور کو پہنچا تو یوسف بن ابی الساج نے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ تعلیم و تربیت دلائی' رفتہ رفتہ امورِ سیاسی میں ایسا ماہر ہو گیا کہ یوسف بن ابی الساج کے مرنے کے بعد آذربائیجان پر قابض ہو گیا۔ اس کے لشکر میں زیادہ تر کرد تھے۔

رستم اور لشکری کی جنگ

جب دیلمیوں نے ملک گیری کے لیے قدم نکالا اور وشمگیر نے رے پر قبضہ کر لیا تو جبل کے صوبوں پر لشکری نامی ایک شخص قابض ہو گیا۔ لشکری نے مال و دولت اور سامان جنگ جمع کیا' فوجیں فراہم کیں اور آذربائیجان کے قبضہ کے خیال سے ۳۲۶ھ میں روانہ ہوا۔ رستم یہ خبر پا کر مقابلہ پر آیا۔ آذربائیجان کے ایک میدان میں معرکہ آرائی ہوئی۔ رستم شکست کھا کر میدانِ کارزار سے بھاگ نکلا۔ لشکری نے تمام آذربائیجان کے صوبوں پر قبضہ کر لیا' صرف اردبیل باقی رہ گیا۔ اہل اردبیل نے نہایت احتیاط سے قلعہ بندی کر لی تھی۔ لشکری نے ان سے خط و کتابت شروع کی' اطاعت و فرماں برداری کی شرائط پیش کیں اور امن دینے کا وعدہ کیا لیکن اہل اردبیل نے ایک نہ سنی۔ لشکری کو اس سے غصہ پیدا ہوا' فوجیں جمع کر کے اردبیل پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ زمانہ محاصرہ میں نہایت سختی کا برتاؤ کیا۔ محاصرہ کے دوران میں شہرپناہ کی دیوار ایک جانب سے ٹوٹ گئی جس سے لشکری کو موقع مل گیا۔ شہر میں گھس پڑا اور قابض ہو گیا مگر قبضہ اس صورت کا تھا کہ دن کو اردبیل میں رہتا تھا اور جوں ہی رات ہوتی اپنے لشکر میں چلا آتا تھا' چند دن بعد اہل اردبیل نے متفق ہو کر شہرپناہ کی دیوار پھر درست کر لی اور لشکری کا قبضہ اٹھا دیا۔ اطاعت و فرماں برداری سے منکر ہو گئے۔ لشکری نے پھر اردبیل پر محاصرہ ڈال دیا۔ اہل اردبیل نے رستم کو لشکری سے جنگ کرنے کے لیے بلا بھیجا۔ رستم ایسے ہی وقت کا منتظر تھا۔ اردبیل پر فوراً'' اترا اور لشکری کی فوج سے لڑائی چھیڑ دی۔ اندر سے اہل اردبیل بھی لشکری سے لڑنے لگے' وہ دو طرف کی لڑائی کی تاب نہ لا سکا۔ شکست اٹھا کر بھاگا۔ اس کے بہت سے فوجی اور ہمراہی مارے گئے۔ موقان جا کر پناہ گزین ہوا۔ اصبہبذ بن دوالہ سے امداد کا طالب ہوا۔ اصبہبذ نے اسے تسلی دی تواضع و مدارات سے پیش آیا جب لشکری کو ایک گونہ اطمینان ہو گیا اور فوجیں جمع کر لیں تو پھر رستم کی طرف بڑھا۔ اس معرکہ میں رستم کو شکست ہوئی۔ نہرارس عبور کر کے وشمگیر کے پاس رے پہنچا اور اس سے لشکری کے مقابلہ پر امداد کا خواستگار ہوا اور سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا۔

لشکری کا قتل

وشمگیر نے ایک فوج اس کی کمک پر روانہ کی' لشکری کا لشکر وشمگیر کی طرف مائل ہو گیا اور اظہارِ اطاعت کی غرض سے فدویت نامہ اس کی خدمت میں روانہ کیا۔ لشکری کو اس کی خبر لگ گئی' زوزن کی جانب موصل پر قبضہ کے خیال سے ٹوٹ پڑا'' آرمینیہ ہو کر گزرا اور اسے تباہ کرتا ہوا زوزن پہنچا۔ ارمن کے بعض روسا لشکری سے ملنے کے لئے آئے اور کچھ زر نقد دے کر اپنے شہر کو اس کے حملوں سے بچایا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی چال چلی کہ چند لوگوں کو کمین گاہ میں بٹھا دیا کہ جس وقت لشکری اس راستہ سے گزرے اس کے اسباب و مال کو لوٹ لینا اور پہاڑی درہ میں جا کر روپوش ہو جانا' چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ لشکری بے خبری کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ ناگاہ کمین گاہ سے آرمینیوں نے نکل کر اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا۔ لشکری کے اہل لشکر نے اس کے بیٹے شکرستان کو اپنا سردار تسلیم

کر لیا اور طرم آرمنی کے شہری کی طرف لشکری کے خون کا بدلہ لینے کے لئے واپس ہوئے۔ طرم آرمنی کے شہر کا تمام راستہ نہایت دشوار تھا، آرمینیوں کو موقع ہاتھ آگیا، شکرستان سے لڑے اور اسے خوب تنگ کیا، شکرستان چند فوجیوں کے ساتھ موصل پہنچا، ناصر الدولہ بن حمدان کے پاس قیام کیا۔ معاون آذربائیجان اسی کے قبضہ میں تھا، اپنے چچا زاد بھائی ابو عبداللہ کے ساتھ روانہ کیا۔ رستم نے معاون میں اس سے صف آرائی کی اور ان پر غالب آیا، یہ ناکام ہو کر واپس ہوئے اور رستم آذربائیجان پر قابض ہو گیا۔

محمد بن مسافر دیلمی

محمد بن مسافر دیلم کے نامی ممبروں میں سے تھا اور طرم کی زمام حکومت اسی کے قبضہ میں تھی، اس کے بہت سے لڑکے تھے، انہیں میں سے سالار معلوک وہشوذان اور مرزبان تھے، اس کی ماں حسان کی بیٹی تھی، وہشوذان نے دیلم پر حکومت کی تھی جس کے واقعات اوپر بیان کیے گئے ہیں۔

رستم بن ابراہیم کردی لشکری اور اس کے بیٹے کی مدافعت کے بعد آذربائیجان میں ٹھہر گیا اور اس کے پاس ▪ دیلمی لشکر بھی مقیم ہو گیا جسے دیمکیر نے رستم کی مدد پر بھیجا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس کی قوم کرد میں سے بعضوں نے ہاتھ پاؤں نکالے، گردونواح کے شہروں پر قبضہ کر لیا اور دو ایک قلعوں پر بھی قابض ہو گئے۔ رستم نے انہیں دیلمیوں کی پشت پناہی اور سرگرمی سے ان کردوں پر فوج کشی کی، معلوک بن محمد کو قلعہ طرم سے اپنی کمک پر بلایا، چنانچہ معلوک دیلم کا ایک لشکر لے کر آپہنچا اور رستم کے ہمراہ ان میں سے ایک گروہ کو گرفتار کر لیا گیا۔

مرزبان بن محمد کا آذربائیجان پر قبضہ

اس واقعہ کے بعد رستم کا وزیر ابو القاسم علی بن جعفر جو کہ آذربائیجان ہی کا رہنے والا تھا، رستم سے کشیدہ خاطر اور متنفر ہو کر طرم چلا گیا اور محمد بن مسافر کے پاس جا کر مقیم ہوا، یہ وہ زمانہ تھا کہ محمد بن مسافر اور اس کے دو بیٹوں (وہشوذان اور مرزبان) میں رنجش پیدا ہو گئی تھی۔ اور ان دونوں نے بعض قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا پھر ان دونوں نے اپنے باپ محمد بن مسافر کو گرفتار کر کے اس کا مال و اسباب اور خزانہ چھین لیا۔ وزیر ابو القاسم مرزبان کی خدمت میں حاضر ہوا چونکہ دونوں فرقہ باطنیہ کے ممبر تھے بہت جلد میل جول پیدا ہو گیا۔ وزیر ابو القاسم نے آذربائیجان پر قبضہ کرنے پر ابھارا۔ راس کی زرخیزی کی طمع ولائی مرزبان نے قلمدان وزارت ابو القاسم کے حوالے کیا اور مہم آذربائیجان کی تیاری کرنے لگا۔ وزیر ابو القاسم نے ان دیلمی فوجوں کو جو رستم کی رکاب میں تھیں اور ان کردوں کو جو ان کی قوم سے تھے، خطوط لکھے مال و زر دینے کا وعدہ کیا۔ جب انہوں نے سازش کر لی تو مرزبان آذربائیجان کی طرف اپنی فوجیں لے کر بڑھا، رستم مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی عین معرکے کے وقت دیلمی اور کردی فوجیں پناہ حاصل کر کے مرزبان سے جا ملیں، رستم میدان جنگ سے بھاگ کر آرمینیہ پہنچا، حاجیق میں والی آرمینیہ کے پاس جا کر مقیم ہوا اور مرزبان نے آذربائیجان پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۳۳۰ھ کا ہے۔

وزیر ابو القاسم اور مرزبان میں کشیدگی

اس کے بعد وزیر ابو القاسم نے مرزبان کے ہمراہیوں اور مصاحبوں کے ساتھ کج ادائی اور بدخلقی شروع کر دی جس سے ان لوگوں کو ابو القاسم سے نفرت پیدا ہوئی۔ وقتاً فوقتاً مرزبان سے اس کی برائیاں اور چغلی کرنے لگے، ابو القاسم کو اس کی خبر لگ گئی، مرزبان کو تبریز پر قبضہ کرنے کا لالچ دیا اور اس کے مال و زر پر قبضہ کرا دینے کا ضامن ہوا چنانچہ مرزبان نے دیلمی لشکر کے ساتھ وزیر ابو القاسم کو تبریز روانہ کیا، تبریز کے قریب پہنچ کر اہل تبریز کو خفیہ کہلا بھیجا کہ تم لوگ کس خواب خرگوش میں ہو، دیلمی لشکر تم لوگوں کے مال و اسباب پر قبضہ کرنے کے لیے آیا ہے، یہ سنتے ہی اہل تبریز برانگیختہ ہو گئے، متفق ہو کر دیلمی لشکر پر ٹوٹ پڑے اور سب کو مار ڈالا۔ رستم بن ابراہیم کو طلبی کا خط لکھا، رستم اپنی فوجیں لے کر تبریز آگیا اور قبضہ کر لیا، ان کردوں تک اس کی خبر پہنچی جو امن حاصل کر کے مرزبان سے مل گئے

تھے تو لوگ مرزبان کا ساتھ چھوڑ کر رستم کے پاس چلے آئے' مرزبان کو اس واقعہ سے سخت برافروختگی اور غصہ پیدا ہوا فوجیں جمع کر کے تبریز پر چڑھ آیا اور رستم کا تبریز میں محاصرہ کر لیا وزیر ابو القاسم سے خط و کتابت شروع کی امان دینے کی قسم کھالی اور یہ وعدہ کیا کہ جو تمہارا مقصد ہو گا ہم اسے پورا کریں گے۔ وزیر ابو القاسم نے جواباً لکھا کہ مجھے اپنی ذات کی سلامتی اور خدمت سے معافی عنایت کیجیے اس کے سوا میری اور کوئی تمنا نہیں ہے' مرزبان نے اس کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا' دونوں میں پھر مراسم پیدا ہو گئے' رنجش دور ہو گئی۔ القصہ حصار میں سختی شروع ہوئی' رستم گھبرا گیا' تبریز چھوڑ کر اردبیل کی طرف بھاگ گیا۔ وزیر ابو القاسم تبریز سے نکل کر مرزبان کی خدمت میں نیاز مندانہ حاضر ہوا' آداب شاہی بجا لایا' مرزبان نے اپنے وعدے پورے کیے اور تبریز پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد مرزبان نے رستم کو کہلا بھیجا کہ تمہارے لیے یہ مناسب ہو گا کہ تم اردبیل چھوڑ کر طرم کے کسی قلعہ میں جا کر قیام کرو ورنہ بادولت کو اپنے سر پر پہنچا ہوا سمجھو۔ رستم نے اس حکم کی تعمیل کی اور مرزبان نے وہیں قیام کر دیا۔

روسیوں کا مراغہ پر قبضہ

روس' ترکوں کے جرگے کے ہیں' وطن کے لحاظ سے روم کے پڑوسی ہیں' انہیں کی صحبت کی وجہ سے ان لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا ان کے مقبوضات بلاد آذربائیجان سے متصل ہیں' ان کا ایک گروہ براہ دریا ۳۳۲ھ میں آذربائیجان کی طرف روانہ ہوا' پھر دریائے شہر لکھنر آیا اور رفتہ رفتہ شہر مراغہ (صوبہ آذربائیجان کا ایک شہر ہے) میں آ اترا۔ شہر مراغہ میں مرزبان کا ایک گورنر رہتا تھا اس نے روسیوں کی آمد کی خبر سن کر فوجیں فراہم کیں تقریباً" پانچ ہزار فوج سے مقابلہ پر آیا جن میں زیادہ دیلمی تھے اور باقی دوسری قومیں تھیں' روسیوں نے انہیں شکست دی اور قتل وغارت کرتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے' اس پر قبضہ کر لیا اور امن و امان کی منادی کرا دی' اہل شہر کے ساتھ اچھے برتاؤ کیے۔ اسلامی فوجیں اس خبر کو سن کر چاروں طرف سے نکل پڑیں' روسیوں سے برسرپیکار ہوئیں لیکن کامیاب نہ ہوئیں۔ شہر مراغہ کے عوام الناس اور بازاریوں نے روسیوں سے اندرون شہر مظاہرہ شروع کر دیا جوں ہی اسلامی لشکر شکست اٹھا کر واپس ہوا روسیوں نے قتل عام اور غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا' ہزاروں[1] کو قتل کیا اور بے شمار مسلمانوں کو قید کر کے شہر بدر کر دیا' مسلمانوں کو اس سے سخت صدمہ پہنچا۔

روسیوں اور مرزبان کی جنگ

اس واقعہ سے مرزبان کی رگ حمیت جوش میں آئی۔ مسلمانوں کو جمع کر کے روسیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ مراغہ کے قریب پہنچ کر فوج کے ایک حصہ کو کمین گاہ میں بٹھا دیا اور خود روسیوں پر حملہ آور ہوا' روسیوں کی ہمتیں بڑھی ہوئی تھیں شہر مراغہ سے نکل پر مقابلہ پر آئے مرزبان لڑتا ہوا پیچھے کو ہٹا۔ روسی جوش کامیابی میں بڑھتے چلے آئے جب کمین گاہ سے آگے بڑھ آئے تو مرزبان کے ہمراہیوں پر روسیوں کا رعب غالب آ گیا' شکست پر تیار ہو گئے میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے ادھر مرزبان اپنے بھائی کے ساتھ مرنے پر کمربستہ ہو کر لوٹ پڑا۔ ادھر مسلمانوں نے جو کمین گاہ میں تھے کمین گاہ سے نکل کر روسیوں پر پشت سے حملہ کر دیا' روسیوں پر میدان جنگ تنگ ہو گیا' سارے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی' سردار لشکر مارا گیا' روسی لشکر کا زیادہ حصہ کام آ گیا باقی ماندہ شہر کی طرف بھاگے' قلعہ میں جا کر پناہ لی' اسی قلعہ میں روسیوں نے مسلمان قیدیوں اور مال و اسباب کو رکھا تھا۔ مرزبان نے پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا اور رسد غلہ کی آمد بند کر دی' ابھی محاصرہ کا کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہونے پایا تھا کہ ناصر الدولہ بن حمدان والی موصل نے اپنے چچا زاد بھائی حسین بن سعد بن حمدان کو اسی سنہ میں ایک بڑی فوج کے ساتھ آذربائیجان کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ مرزبان کو اس کی خبر لگی کہ لشکر موصل آذربائیجان پر قبضہ

---

[1] ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتا ہے کہ روسیوں نے قتل و پامالی کے بعد دس ہزار مسلمانوں کو قید کیا تھا باقی ماندہ نے جامع مسجد میں جا کر پناہ لی مگر ان اجل رسیدوں کو اللہ کے گھر میں بھی پناہ نہ ملی (روسیوں نے انھیں بھی قتل کر ڈالا صرف معدودے چند بچ گئے جنھیں روسیوں نے قید کر کے جلا وطنی کی سزا دی۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۸ صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ مصر۔

کے ارادے سے سلماس تک پہنچ گیا ہے۔مرزبان نے اپنے لشکر ایک حصہ کو روسیوں کے محاصرہ پر چھوڑا اور بقیہ لشکر کو حمدانی لشکر سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا چند دن تک دونوں فریق مصروفِ پیکار رہے اس کے بعد ناصر الدولہ نے اپنے چچا زاد بھائی کو لکھ بھیجا کہ تم جنگ موقوف کر کے واپس آؤ تو زون کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں دار الخلافت جا رہا ہوں چنانچہ حسین بن سعد نے موصل کی جانب کوچ کیا۔ مرزبان معہ اپنی فوج کے پھر روسیوں کے مقابلہ پر واپس آگیا،ایک مدت تک محاصرہ کیے ہوئے لڑتا رہا،اتفاق سے روسیوں کے لشکر میں وبا پھوٹ نکلی،روسی اس غیبی مار سے گھبرا گئے جس قدر مال و اسباب لے سکے،لے کر رات کے وقت قلعہ سے نکل کر نہر کلنر پہنچے اور اپنی کشتیوں پر سوار ہو کر اپنے ملک کو لوٹ گئے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و کرم سے بلادِ اسلامیہ کو ان کے وجود سے پاک و صاف کر دیا۔[1]

مرزبان کی رے کی جانب پیش قدمی

جس وقت خراسانی لشکر رے کی جانب روانہ ہوا مرزبان کو یہ خیال خام پیدا ہوا کہ خراسانی لشکر کی نقل و حرکت کی وجہ سے اب مجھے کچھ دن کے لیے رکن الدولہ بن بویہ کی لڑائی اور مدافعت سے نجات مل جائے گی یہی سوچ کر اس نے ایک ایلچی معز الدولہ کی خدمت میں بغداد روانہ کیا تھا جو ناکام واپس آیا' مرزبان کو یہ امر ناگوار گزرا' رے پر فوج کشی کا ارادہ کیا تسخیر رے کی طمع پیدا ہوئی۔ اس اثنا میں بعض سپہ سالاران جنگ نے اس سے سازش کر لی اور اسے رے کے قبضہ پر ابھارا' ناصر الدولہ بن حمدان نے مرزبان سے خط و کتابت شروع کی اور اسے یہ رائے دی کہ رے پر قبضہ سے پہلے دار الخلافت بغداد پر قبضہ کرو،میں تمہیں مالی اور فوجیں مدد دوں گا لیکن مرزبان نے اس رائے پر عمل نہ کیا' رے کی طرف فوجیں جمع کر کے بڑھا،رکن الدولہ کو یہ واقعات لکھ بھیجے امداد طلب کی چنانچہ ان دونوں نے اپنی امدادی فوجیں روانہ کیں' دار الخلافت بغداد سے سبکتگین (معزّ الدولہ کا حاجب) ایک فوج لے کر روانہ ہوا تھا،رفتہ رفتہ دینور پہنچا۔ دیلمی لشکر سبکتگین سے باغی ہو گیا متفق ہو کر سبکتگین پر ٹوٹ پڑے' ترکی فوج نے سبکتگین کی حمایت پر کمر باندھی،سینہ سپر ہو کر مقابلہ پر آئی۔ دیلمی لشکر نے یہ دیکھ کر معذرت کی اور بدستور سابق مطیع ہو گئے۔[2]

مرزبان کی گرفتاری و وفات

عماد الدولہ اور معز الدولہ کی امدادی فوجیں ابھی پہنچنے نہ پائی تھیں کہ مرزبان نے رے پر حملہ کر دیا' رکن الدولہ نے اس کو شکست دی (اس واقعہ میں محمد بن عبدالرزاق رکن الدولہ کے ساتھ تھا) اور گرفتار کر لیا،مرزبان کا بقیہ لشکر بہزار خرابی جان بچا کر آذربائیجان پہنچا اور مرزبان کے باپ محمد بن مسافر کو اپنا سردار تسلیم کیا' اس کا بیٹا وہشودان اس سے بگڑ کر اپنے قلعہ میں چلا گیا اور قلعہ نشین ہو گیا،اس کے بعد محمد بن مسافر نے لشکریوں کے ساتھ بے توجہی برتنی شروع کر دی'بداخلاقی سے پیش آنے لگا۔ لشکریوں نے اس کے قتل کا مشورہ کیا، محمد بن مسافر کو کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع ہو گئی'اپنے بیٹے وہشودان کے پاس بھاگ گیا۔ وہشودان نے اپنے باپ کو گرفتار کر کے، جیل میں ڈال دیا اور حد درجہ سختی کی یہاں تک کہ قید ہی میں قیدِ حیات سے سبکدوش ہو گیا۔

محمد بن عبدالرزاق

اس واقعہ کے بعد وہشودان کو خطرہ پیدا ہوا، رستم کردی کو قلعہ طرم سے بلا بھیجا اور ایک بڑی فوج کے ساتھ محمد بن عبدالرزاق کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ رستم کردی کو اس جنگ میں شکست ہوئی اس سے محمد بن عبدالرزاق کے حوصلے بڑھ گئے اور قوت بھی بڑھ گئی، اطراف آذربائیجان میں قیام کر دیا اور خراج وصول کرنے لگا۔ اس کے بعد ۳۳۸ھ میں محمد بن عبدالرزاق نے رے کی طرف کوچ کیا اور امیر نوح بن سامان کی خدمت میں معذرت نامہ بھیج کر اپنی حکومت و سلطنت کی بنیاد مضبوط کر لی۔ چنانچہ امیر نوح نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اس کے بعد محمد بن عبدالرزاق طوس کی طرف لوٹ آیا اور رستم کردی آذربائیجان پر قابض ہو گیا۔
(مرزبان شکست و گرفتاری کے بعد قلعہ سرم میں قید کیا گیا تھا) کچھ مدت کے بعد مرزبان نے والیٔ قلعہ سرم کو چالاکی سے قتل کر ڈالا

[1] مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۸ صفحہ ۳۰۹
[2] اس قلعہ کا نام شہرستان تھا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۸ صفحہ ۳۱۰

اور ۳۴۲ھ میں اپنے بھائی دہشودان کے پاس چلا آیا۔

علی بن نہشلی جو کہ رکن الدولہ کے سپہ سالاروں میں سے تھا' کسی وجہ سے ناراض ہو کر دہشودان کے پاس چلا آیا تھا' علی نے دہشودان کو رستم کردی کے خلاف ابھارا اور اس کے ملک پر قبضہ کرنے کا لالچ دیا' دہشودان نے ایک فوج جمع کی اور علی بن نہشلی کو اس کا افسر اعلیٰ مقرر کر کے رستم کردی پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا' دیلمیوں کو بھی خط و کتابت کر کے ملا لیا۔ رستم کردی اس سے مطلع ہو کر مقابلہ کی غرض سے روانہ ہوا اور اپنے وزیر ابو عبداللہ نعیمی کو اردبیل چھوڑ گیا' ابو عبداللہ کو موقع مل گیا' جس قدر رستم کردی نے ابو عبداللہ سے جرمانہ اور تاوان وصول کیا تھا اسے ابو عبداللہ نے جمع کیا اور تمام مال و اسباب لے کر علی بن نہشلی کے پاس بھاگ گیا' اس واقعہ کی اطلاع رستم کردی کو آذربائیجان پہنچی مجبوراً اردبیل کی طرف لوٹ پڑا' دیلمیوں نے شور و شر مچایا مخالفت پر کمربستہ ہوئے۔ رستم نے جو کچھ اس کے پاس زرنقد تھا' اسے دے کر دیلمیوں کو راضی کیا اور علی بن نہشلی سے جنگ کرنے کے لیے چلا چنانچہ دونوں کی مڈبھیڑ ہوئی' دوران جنگ دیلمی فوج جو رستم کے رکاب میں تھی' علی بن نہشلی سے مل گئی' رستم شکست کھا کر آرمینیہ پہنچا۔ جوں ہی رستم آرمینیہ میں داخل ہوا یہ خبر سننے میں آئی کہ مرزبان جو قلعہ سرم میں قید تھا' قید سے نجات پا گیا ہے' اردبیل اور آذربائیجان پر قابض ہو گیا ہے اور رستم کی گرفتاری پر ایک دستہ فوج روانہ کی ہے' یہ سنتے ہی رستم کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ پریشان حال بھاگا اور دارالخلافت بغداد پہنچ کر دم لیا۔ معزالدولہ نے بڑی آؤ بھگت کی' عزت و احترام سے پیش آیا چنانچہ رستم نے بغداد میں معزّالدولہ کے پاس قیام اختیار کیا۔ ۳۴۳ھ میں اپنے حاجیوں کو آذربائیجان سے دارالخلافت بغداد بلا بھیجا' جب اس کے ہمدرد آذربائیجان سے بغداد آ گئے تو رستم نے معزالدولہ سے امداد کی درخواست کی لیکن چونکہ رکن الدولہ (برادر معزّالدولہ) نے مرزبان سے مصالحت کر لی تھی اس وجہ سے رستم کردی ناصر الدولہ بن حمدان کے پاس موصل چلا گیا اور اس سے امداد کا طالب ہوا' ناصر الدولہ نے امداد کرنے سے انکار کیا۔ اس وقت رستم کردی سیف الدولہ کے پاس چلا گیا اور شام میں اسی کے پاس قیام اختیار کیا۔

جب ۳۴۴ھ کا دور آیا تو ایک جماعت نے جو کہ باب الابواب میں تھی' مرزبان کے خلاف بغاوت کی۔ مرزبان ان کے مقابلہ کو نکلا اور کردی سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار کو رستم کردی کو بلانے کے لیے بھیجا' رستم نے آذربائیجان پہنچ کر سلماس پر قبضہ کر لیا۔ مرزبان کو ناگوار گزرا۔ ایک سپہ سالار کو ایک فوج دے کر روانہ کیا' رستم نے اس سپہ سالار کو شکست دے دی۔ جب مرزبان کو اپنے مخالفین باب الابواب سے فراغت حاصل ہو گئی تو آذربائیجان کی طرف واپس ہوا' رستم میں مقابلہ کی طاقت کہاں تھی' آرمینیہ کی طرف بھاگ گیا اور ابن الدیرانی سے امداد کا خواستگار ہوا' مرزبان کو اس کی خبر لگ گئی' ابن الدیرانی کو لکھ بھیجا کہ رستم کو جو کہ میرا مخالف ہے میرے پاس بھیج دو' ابن الدیرانی نے رستم کو پابہ زنجیر مرزبان کے پاس بھیج دیا' مرزبان نے جیل میں ڈال دیا یہاں تک کہ مرزبان نے وفات پائی' فتنہ و فساد کے خوف سے مرزبان کے ہمراہیوں نے مرزبان کو قتل کر ڈالا تھا۔

مرزبان کی وفات

۳۴۵ھ میں مرزبان حکمران آذربائیجان نے وفات پائی اور بوقت وفات وصیّت کی کہ میرے بعد تخت حکومت کا مالک میرا بھائی دہشودان ہو گا' اس کے بعد میرا بیٹا خستان' اس وصیت سے پہلے ایک وصیت اپنے قلعہ داروں کو کی تھی کہ میرے مقبوضہ قلعوں کا مالک میرے بعد میرا بیٹا خستان ہو گا۔ اس کے سوا کسی دوسرے کو آقا اور سردار نہ بنانا' خستان کے بعد اس کے دونوں بھائی ابراہیم اور ناصر یکے بعد دیگرے مالک ہوں گے' اگر ان دونوں میں سے کوئی زندہ نہ رہے تو میرے بھائی دہشودان کو قبائے حکمرانی پہنانا۔

خستان بن مرزبان

مرزبان کے مرنے کے بعد دہشودان نے پہلی وصیت کے مطابق قلعہ داروں کو اپنی حکومت تسلیم کرنے کے لیے لکھا۔ قلعہ داروں نے دوسری وصیت پر عمل کرنے کا اظہار کیا۔ دہشودان یہ رنگ دیکھ کر اردبیل سے طرم چلا گیا اور خستان تخت حکومت پر متمکن ہو گیا۔

قلم دان وزارت عبداللہ نعیمی کے سپرد کی۔ مرزبان کے تمام سپہ سالاروں نے اطاعت کا عہد کیا۔ صرف جشان بن شرمون نے مخالفت کی۔ اور آرمینیہ پر قابض ہونے کا ارادہ کر لیا' جہاں کہ وہ مرزبان کی طرف سے اس کا والی تھا۔ خستان بن مرزبان تخت حکومت پر متمکن ہونے کے بعد عیش و عشرت میں مبتلا ہو گیا' لہو و لعب میں اوقات بسر کرنے لگا کچھ عرصہ بعد اپنے وزیر ابو عبداللہ نعیمی کو گرفتار کر لیا۔ چونکہ ابو عبداللہ نعیمی اور ابو الحسن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ جستھان بن شرمون کے وزیر سے جو کہ آرمینیہ پر قابض تھا سسرالی رشتہ داری تھی اس وجہ سے ابو الحسن کو ابو عبداللہ کی گرفتاری سے صدمہ ہوا اور اس کے دل میں خستان کی طرف سے کینہ پیدا ہو گیا' جستان بن شرمون اور ر خستان بن مرزبان میں پہلے سے مخالفت چلی آرہی تھی، ابو الحسن کو موقع مل گیا اپنے آقا کو سمجھایا کہ آپ ابراہیم بن مرزبان سے خط و کتابت کیجیے اور اسے حکومت کا لالچ دیجیے' اس سے دونوں بھائیوں میں مخالفت پیدا ہو جائے گی اور آپ کو خستان بن مرزبان سے بدلہ لینے کا موقع مل جائے گا' چنانچہ جستان بن شرمون نے ایسا ہی کیا۔ اور ابراہم اس کے جال میں آگیا اور دبیل سے آرمینیہ چلا آیا اور جستان بن شرمون کے ساتھ مراغہ کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ کر لیا جب خستان بن مرزبان کو اس کی خبر لگی تو اس کی آنکھیں کھل گئیں' جستان بن شرمون اور اس کے وزیر ابو الحسن سے خط و کتابت کی' نعیمی کو رہا کر دینے کا وعدہ کیا' باہم مصالحت ہو گئی۔ جستان بن شرمون نے ابراہیم کی امداد سے ہاتھ کھینچ لیا اس سے دونوں بھائیوں پر جستان بن شرمون کے نفاق کی قلعی کھل گئی دونوں نے جستان کی مخالفت پر قسمیں کھائیں اور اس اثنا میں ابو عبداللہ نعیمی خستان ابن مرزبان کی قید سے نکل بھاگا اور موقان جا کر قیام اختیار کیا۔

مستجیر باللہ کا قتل

آذربائیجان میں ایک شخص (اولاد عیسیٰ بن مکتفی باللہ سے) رہتا تھا اس نے اپنے کو مستجیر باللہ سے ملقب کیا' رضا من آل محمد کی دعوت دیتا تھا' اچھے کاموں کی ہدایت کرتا تھا عدل و انصاف سے کام لیتا تھا رفتہ رفتہ اس کے مقلدوں اور اتباع کرنے والوں کی جماعت بڑھ گئی ابو عبداللہ نعیمی کو اس کی خبر لگی' موقان سے مستجیر کی خدمت میں پیام بھیجا خلافت کی لالچ دی آذربائیجان پر قبضہ دلانے کا وعدہ کیا اور اس کا اقرار کیا کہ جب مالی اور فوجی قوت حاصل ہو جائے گی تو دارالخلافت بغداد کا قصد کیا جائے گا۔ غریب مستجیر اس جھانسے میں آگیا جنگ پر آمادہ ہو گیا' خستان و ابراہیم پسران مرزبان اس سے مطلع ہو کر میدان جنگ میں آئے' جی کھول کر لڑے، مستجیر کو شکست دی اور اسے قتل کر ڈالا۔

خستان اور ناصر کی گرفتاری

دہشودان نے اس امر کا احساس کر کے کہ میرے بھتیجوں میں اختلاف پڑ گیا ہے پہلے ابراہیم کو بلایا اس کے بعد ناصر سے خط و کتابت کر کے خستان سے علیحدہ کر دیا۔ ناصر اپنے بھائی سے علیحدہ ہو کر موقان چلا گیا' لشکریوں کو مال و زر کا لالچ دے کر ملا لیا۔ چنانچہ ناصر نے اردبیل پر حملہ کیا اور اس پر قابض ہو گیا' لشکریوں نے علیحدہ ہو کر تنخواہ اور رسد کا مطالبہ کیا' ناصر ادا نہ کر سکا اور اس کے چچا دہشودان نے بھی اس کی امداد سے ہاتھ کھینچ لیا اس وقت ناصر الدولہ پر یہ عقدہ کھلا کہ میرے چچا نے مجھے دھوکا دیا ہے مجبوراً" اپنے بھائی خستان کے پاس چلا گیا۔ معذرت کی باہم مصالحت ہو گئی لیکن مالی حالت کمزور ہونے کی وجہ سے انتظام میں خلل واقع ہو گیا' اطراف و جوانب کے امراء اور سپہ سالاران لشکر نے بغاوت و مخالفت شروع کر دی۔ خستان اور ناصر کی گرفتاری کے بعد دہشودان نے آذربائیجان کی حکومت پر اپنے بیٹے اسمٰعیل کو مامور کیا اور آذربائیجان کے اکثر قلعوں کو اس کے سپرد کر دیا۔ ابراہیم بن مرزبان پریشان حال مراغہ پہنچا۔ ہوش و حواس بجا ہوئے تو اسماعیل سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں فراہم کرنے لگا' دہشودان کو اس کی خبر لگی اس کے دونوں بھائیوں اور ماں کو قتل کر ڈالا اور جستان بن شرمون کو ابراہیم سے جنگ کرنے کے لیے مراغہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور ایک بہت بڑی فوج اس کی کمک پر روانہ کی۔ ابراہیم میں مقابلہ کی قوت کہاں تھی' مراغہ چھوڑ کر اطراف آرمینیہ میں جا کر پناہ لی' یہ واقعہ ۳۴۹ھ کا ہے۔ جستان بن شرمون نے

مراغہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے مقبوضات کی حدود کو آرمینیہ تک بڑھا دیا۔ ابراہیم آرمینیہ پہنچ کر فوجیں جمع کرنے میں مصروف ہوا چونکہ ملوک آرمینیہ آرمن اور کرد تھے اس وجہ سے ان لوگوں نے ابراہیم کی خاطر و مدارت حد سے زیادہ کی' ابراہیم نے جستان بن شرمون سے مصلحتاً مصالحت کر لی' اتنے میں اسماعیل بن وہشودان کے مرنے کی خبر آگئی۔ ابراہیم نے اردبیل کی طرف قدم بڑھایا اور اس پر قبضہ کر لیا' ابو القاسم بن میسکی وہشودان کے پاس لوٹ آیا' ابراہیم نے ان دونوں پر حملہ کیا اور شکست فاش دی۔ یہ دونوں بھاگ کر بلاد دیلم پہنچے اور ابراہیم نے وہشودان کے تمام مقبوضہ علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

ابراہیم اور رکن الدولہ

وہشودان نے بلاد دیلم پہنچ کر فوجیں فراہم کیں اور اپنے قلعہ طرم میں واپس آکر ابو القاسم بن میسکی کو ابراہیم کی جنگ پر روانہ کیا۔ ابو القاسم نے ابراہیم کو شکست دی' ابراہیم بہ ہزار خرابی اپنی جان بچا کر رے چلا گیا اور رکن الدولہ کے پاس جا کر پناہ لی' چونکہ رکن الدولہ نے ابراہیم کی بہن سے نکاح کر لیا تھا اس وجہ سے وہ نہایت محبّت اور عزّت سے پیش آیا۔

ابراہیم کا آذربائیجان پر تسلّط

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ابراہیم بن مرزبان کو ابن میسکی کے لشکریوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تھی اور ابراہیم فریادی صورت بنائے ہوئے رکن الدولہ کی خدمت میں پہنچا' رکن الدولہ نے استاد ابو الفضل ابن عمید کو ایک بڑی فوج دے کر ابراہیم بن مرزبان کی حمایت پر روانہ کیا' استاد ابو الفضل نے آذربائیجان پہنچ کر قبضہ کر لیا اور آذربائیجان کو ابراہیم کی اطاعت و فرماں برداری پر مجبور کیا' چنانچہ تمام اہلِ آذربائیجان' جستان بن شرمون اور کردوں نے اطاعت قبول کی' آذربائیجان کے تمام غلام کی زمام حکومت ابراہیم بن مرزبان کے قبضہ میں آگئی۔ اس کے بعد استاد ابو الفضل نے رکن الدولہ کی خدمت میں اس مضمون کی عرض داشت روانہ کی کہ "اگرچہ آذربائیجان کا صوبہ نہایت زرخیز اور سرسبز ہے اور اس میں آمدنی کے ذرائع کثرت سے ہیں لیکن ابراہیم بن مرزبان میں اتنی قابلیت نہیں ہے کہ وہ اس ملک کو اپنے قبضہ میں رکھ سکے' مجھے اس کی نااہلیت سے ملک کے نکل جانے کا اندیشہ ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ آذربائیجان آپ اپنے ممالک مقبوضہ میں ملحق کر لیجیے اور جس قدر آذربائیجان کی آمدنی ہو اسی قدر آمدنی کا کوئی صوبہ ابراہیم کو دیجیے۔ رکن الدولہ نے اس درخواست کو نامنظور کیا اور یہ لکھ بھیجا کہ "جس شخص نے میرے سایۂ عاطفت میں پناہ لی ہے میں اس کے ساتھ ایسا فعل نہ کروں گا"۔ استاد ابو الفضل نے آذربائیجان ابراہیم بن مرزبان کے حوالے کیا اور واپس آیا۔

طغرل شروع کرنا ہے۔

طغرل بک کا آذربائیجان پر قبضہ

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ۴۴۶ھ میں طغرل بک آذربائیجان کی طرف بڑھا' تبریز پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا' امیر ابو منصور بن وہشودان بن محمد بن روادی والیِ تبریز نے اطاعت قبول کی' طغرل بک کے نام کا خطبہ پڑھا' تحائف' ہدایا اور خراج پیش کیا اور اپنے لڑکے کو ضمانت کے طور پر طغرل بک کی خدمت میں بھیج دیا۔ طغرل بک نے امیر ابو الاسوار کی جانب توجہ کی' امیر ابو الاسوار نے طغرل کے علم حکومت کی اطاعت کر لی اور اپنے مقبوضہ ممالک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا' غرضیکہ اس اطراف کے تمام امرا اور حکمرانوں نے یہی طریقہ اختیار کیا جس کی وجہ سے ان کے مقبوضات انہی کے قبضہ میں رہ گئے' طغرل بک نے صرف ضمانت لینے پر اکتفا کیا اس کے بعد آرمینیہ کی طرف قدم بڑھایا' اہلِ آرمینیہ بھی مطیع ہو گئے' نہر ملا ذکرد کا قصد کیا۔ یہ صوبہ عیسائیوں کے قبضہ میں تھا' طغرل بک نے اس صوبہ کو جی کھول کر لوٹا' دیہات' قصبات اور شہروں کو ویران کر دیا' اسی مقام سے بلادِ روم پر جہاد کی غرض سے فوج کشی کی' ارضِ روم تک فتح کرتا چلا گیا اور نہایت سختی سے انہیں پامال کیا اور واپس آیا۔

تبصرہ من جانب مترجم بنو مسافر معروف بہ بنو سالار ملوک آذربائیجان کے حالات میں نے تاریخ کامل ابن اثیر سے نقل کئے ہیں۔ اس قدر تحریر کرنے کے بعد ابن اثیر لکھتا ہے۔ "ویسا ہی واقعہ پیش آیا جیسا کہ استاد ابو الفضل بن عمید نے اپنی عرضداشت میں لکھا' رکن الدولہ نے ابراہیم کو

نضلون کردی

ابن اثیر نے انہی واقعات کے اثنا میں نضلون کردی کے جہاد کا ذکر کیا ہے جو اس نے ترکمان خزر پر کیا تھا جیساکہ شروع میں بیان کیا گیا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ آذربائیجان کا ایک بڑا حصہ نضلون کردی کے قبضہ میں تھا اس نے ۴۲۱ھ میں خزر پر جہاد کیا اور ان کے شہروں کو تباہ کر کے واپس ہوا جونہی نضلون واپس ہوا خزر نے پوشیدہ طور پر تعاقب کیا اور بحالتِ غفلت حملہ کر کے قتل کر ڈالا......

گرفتار کر کے قید کر دیا۔" مجھے اس کے بعد ابراہیم اور اس کی قوم کے حالات سے کوئی واقفیت نہیں ہوئی۔ ابن اثیر نے سلطان محمود بن سبکتگین کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے کہ محمود نے قبضہ رے کے بعد ۴۲۰ھ میں مرزبان بن حسین بن جبرئیل کو (جو کہ ملوک دیلم کی اولاد سے تھا اور محمود کی اطاعت قبول کر لی تھی) بلاد سالار پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ سالار وہی ابراہیم بن مرزبان بن دہشودان بن محمد بن مسافر دیلمی ہے جس کے قبضہ میں شہر خان ' زنجان اور شہر زور وغیرہ تھے چنانچہ مرزبان بن حسین نے ان بلاد پر حملہ کیا اور دیلمی لشکر کو ملایا۔سلطان محمد خراسان کی جانب واپس ہوا اور سالار ابراہیم قزوین کی طرف بڑھا اور اس پر قابض ہو گیا سلطان محمود کی فوج (جو کہ وہاں موجود تھی) کے اکثر حصہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا بقیہ نے رے جا کر پناہ لی اور قلعہ نشین ہو گئی۔مدتوں سلطان محمود اور سالار ابراہیم میں لڑائیاں ہوتی رہیں جس میں سالار ابراہیم کو کامیابی ہوئی۔ مسعود بن محمود نے سالار ابراہیم کی فوج کے چند دستوں کو ملایا' ان لوگوں نے حاضر ہو کر اس قلعہ کی پوشیدہ راہیں بتا دیں جس میں سالار ابراہیم رہتا تھا چنانچہ مسعود بن محمود اپنے لشکر کے ساتھ اسی دشوار گزار راہ سے قلعہ کے قریب پہنچ گیا اور ماہ رمضان ۴۲۶ھ میں حملہ کیا۔ سالار ابراہیم کو شکست ہوئی مسعود نے اسے گرفتار کر کے سرجہار بھیج دیا۔سرجہار میں سالار کا بیٹا رہتا تھا مسعود نے کہلا بھیجا" کہ تم قلعہ سرجہار میرے حوالے کر دو۔" سالار کے بیٹے نے اس قلعہ کو دینے سے انکار کیا۔ لیکن بقیہ قلعوں کی کنجیاں حوالے کر دیں۔ مسعود نے اس کا مال و اسباب لے لیا اور اس کے بیٹے اور ان کردوں پر جو کہ سرجہار میں تھے خراج مقرر کر کے رے واپس آیا۔

جس سالار کا تذکرہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں سالار اول نہیں ہے،سالار اول دوسرا شخص ہے اور یہ دوسرا اس سالار کے حالات کا سلسلہ سالار اول کے حالات سابقہ سے نہیں ملتا اس کے بعد اس نے ان تاتاریوں کے حالات لکھے ہیں جنھوں نے ملوک سلجوقیہ سے دست بدست جنگ کی تھی اور بلاد رے میں پھیل گئے تھے،رے اور اکثر بلاد رے پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان میں سے ایک گروہ آذر بائیجان پہنچ گیا تھا جس کا سردار بوقا کوکتاش منصور اور داناتھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ تاتاری طوفان بدتمیزی کی طرح آذربائیجان میں داخل ہوئے ان دنوں آذربائیجان کا حکمران دہشودان بن مملاک نامی ایک شخص تھا اس نے اس خیال سے کہ میں ان تاتاریوں کے شرو فساد سے محفوظ رہوں گا ان کی بے حد عزت کی اور اپنی بیٹی کا عقد ان کے سردار سے کر دیا لیکن اس سے دہشودان کو کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا' تاتاریوں نے نہایت بے رحمی سے شہر کو لوٹا' ۴۲۹ھ میں مراغہ میں گھس پڑے' اہلِ مراغہ کو قتل کیا' مسجدوں کو جلا دیا بازاروں کو لوٹ لیا' اسی قسم کی حرکات ہمدانیہ اور کردوں کے ساتھ بھی کیں سب نے متفق ہو کر ان کی مدافعت پر کمر باندھ لی۔

ابوالہیجار ابن ربیب الدولہ دہشودان والیان آذربائیجان میں مصالحت ہو گئی اور یہ دونوں تاتاریوں کو نکال باہر کرنے پر متفق ہو گئے۔اہل ہمدان بھی ان دونوں کے ساتھ آملے پھر کیا تھا تاتاریوں پر چاروں طرف سے مار دھاڑ شروع ہو گئی چنانچہ تاتاریوں کا یہ گروہ آذر بائیجان سے ناکام واپس ہوا اور رے میں پھیل گیا جیسا کہ آپ اوپر ان کے حالات کے سلسلے میں پڑھ چکے ہیں۔ باقی رہے وہ تاتاری جو ان سے پیشتر آذربائیجان میں آئے ہوئے تھے ان سے اہل آذربائیجان بہ سختی پیش آئے۔ دہشودان نے ۴۳۲ھ مقام تبریز میں ان کے خاتمہ اور قتل پر کمر باندھی ان میں سے ایک گروہ کو دعوت کے بہانے بلایا۔ تیس سرداروں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ باقی ماندہ تاتاری آرمینیہ سے بلاد ہکاریہ (صوبہ موصل) بھاگ گئے' ان سے اور کردوں سے معرکہ آرائیاں ہوئیں جنہیں ہم تاتاریوں کے حالات میں تحریر کر آئے ہیں جو موصل میں تھے۔

ابن اثیر نے بنو مرزبان ملوک آذربائیجان کے حالات کا اعادہ نہیں کیا ہے صرف بلاد آذربائیجان پر طغرل بیگ کے قابض ہونے کے واقعات لکھ دئے لیکن حالات کی ترتیب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بنو مرزبان کے بعد کردوں نے آذر بائیجان پر قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ واللہ اعلم۔

زنجار شہر نفیس کی طرف بڑھا۔ ابنِ اثیر نے لکھا ہے کہ ۴۲۹ھ میں بادشاہ زنجار نے بھی آذربائیجان پر فوج کشی کی تھی جن دنوں تاتاری آذربائیجان میں ہلڑ مچائے ہوئے تھے، دہشودان والیٔ آذربائیجان کو بھی اس کی خبر لگ گئی بادشاہ زنجار کی مدافعت کی غرض سے تاتاریوں سے بہ نرمی پیش آیا اور ان سے دامادی کا رشتہ قائم کر لیا تاکہ بادشاہ زنجار کے مقابلہ پر تاتاریوں سے مدد لے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ هذا اخبر فاوجد ناه من اخبار ملوک آذربائیجان واللّٰہ وارث الارض ومن علیها وهو خیر الوارثین ۔

باب ۱۴

ملوکِ بطیحہ

بنو شاہین

بنو شاہین ملوک بطیحہ کے سلسلہ میں ہم ان حکمرانوں کے حالات تحریر کریں گے جنہوں نے اس کے اعزہ و اقارب وغیرہ میں سے بطیحہ میں حکمرانی کی ہے اس کی ابتدا کیسے ہوئی اور ان کے قبضہ میں حکومت کس طرح آئی؟ ہم یہ سب کچھ تحریر کریں گے۔

عمران بن شاہین جامدہ کا رہنے والا تھا مستقل مزاج' جوانمرد اور رعب و داب والا آدمی تھا' بادشاہ وقت کی طرف سے خراج وصول کرنے کی خدمت پر مامور تھا۔ خراج کا بہت سا مال اس کے قبضہ میں آگیا' نیت بدل گئی حکومت نے مطالبہ کیا' گرفتاری کے خوف سے بطیحہ کی طرف بھاگ گیا اور حکومت سے باغی ہو گیا۔ بطیحہ پہنچ کر جنگل اور چشموں کے درمیان قیام اختیار کیا' پرندے اور مچھلی کھا کر گزر کی' مسافروں سے چھیڑ چھاڑ کر کے جو کچھ ان کے پاس ہوتا چھین لیتا تھا' رفتہ رفتہ شکاری رہزنوں کا ایک گروہ اس کے پاس جمع ہو گیا جس سے اس کی قوت بڑھ گئی' بادشاہِ وقت کی علانیہ مخالفت کرنے لگا۔ ابو القاسم بن بریدی سے راہ و رسم پیدا کی اور اس کی اطاعت قبول کر لی' ابو القاسم نے اس خیال سے کہ آئندہ اس کے ضرر و ایذا سے مسافر بے خطر ہو جائیں گے' جامدہ اور اس کے گردونواح کی نگرانی پر اسے مامور کیا اس سے اس کی قوت اور اس کی جماعت میں اضافہ ہو گیا' سامانِ جنگ اور مال و اسباب بھی جمع کر لیا' بطائح کے بلند ٹیلوں اور پہاڑوں پر قلعے بنائے اور رفتہ رفتہ اس کے قرب و جوار کے مقامات پر قابض ہو گیا۔

عمران بن شاہین

جس وقت معزّ الدولہ دار الخلافت بغداد پر قابض ہوا اور عنانِ سلطنت و حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو عمران کی روز افزوں ترقی' اطراف بغداد میں اس کے رعب و داب اور قلعوں نے معز الدولہ کو تردّد اور پریشانی میں ڈال دیا چنانچہ وزیر السلطنت ابو جعفر ضمیری کو عمران کی سرکوبی کے لیے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ ۳۳۸ھ میں ابو جعفر ایک بڑی فوج لے کر عمران سے جا لڑا' دونوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں' ابو جعفر نے عمران کو شکست دی' اس کے بعد ابو جعفر شیراز چلا گیا جیسا کہ بنو بویہ کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔ ابو جعفر کی واپسی کے بعد عمران اپنی گزشتہ حالت پر آگیا' وہی لوٹ مار اور رہزنی اختیار کر لی معزّ الدولہ نے اس کی گوشمالی پر سردارانِ دیلم میں سے روزبہان نامی ایک سپہ سالار کو شاہی افواج کا افسر بنا کر روانہ کیا۔ عمران اس سے مطلع ہو کر دشوار گزار پہاڑوں میں چلا گیا پھر ایک مدت تک وہیں قلعہ نشین رہا روزبہان نے گھبرا کر حملہ کر دیا' نتیجہ یہ ہوا کہ روزبہان کی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' عمران نے جو کچھ روزبہان کے ساتھ تھا لوٹ لیا جس سے عمران کی قوت اور بھی بڑھ گئی' دن دہاڑے قافلے لوٹ لینے لگا۔ اس مار دھاڑ سے شاہی فوج کے سپاہی بھی محفوظ نہ رہے' جب کبھی کوئی اپنی ضرورت کی غرض سے بصرہ سے نکل کر کسی دوسرے مقام پر جاتا تو عمران کے ہمراہی انہیں بھی لوٹ لیتے تھے۔ معز الدولہ نے ایک دوسری فوج مہلبی کی ماتحتی میں ۳۴۰ھ میں روانہ کی۔

مُعزّ الدولہ اور عمران میں مصالحت

چنانچہ مہلبی نے نہایت زور سے بطائح پر حملہ کیا۔ عمران پھر دشوار گزار پہاڑوں میں چلا گیا' مہلبی کے فوجیوں نے دفعتہً" حملہ کرنے کی رائے دی' مہلبی نے انکار کیا' اس کے بعد روزبہان کی تحریک سے مُعزّ الدولہ نے ایسا ہی حکم صادر کیا۔ مصداق حکم حاکم بہ از مرگ مفاجات مہلبی تعمیل حکم پر تیار ہوا چنانچہ اپنی فوج کے ساتھ دشوار گزار پہاڑوں میں داخل ہوا۔ عمران نے پہلے سے کچھ لوگوں کو کمین گاہ میں بٹھا

دیا تھا جونہی مہلبی کی فوج کمین گاہ سے آگے بڑھی عمران کے ہمراہیوں نے حملہ کر دیا، سامنے دریا اور پیچھے پہاڑ کا بہت بڑا درہ تھا نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون ہو گیا۔ ساری فوج تباہ ہو گئی کچھ لوگ ڈوب گئے کچھ قتل اور قید کر دیے گئے۔ مہلبی دریا میں کود پڑا، تیر کر جان بچائی چونکہ روبہان نے حملہ کرنے میں تاخیر کی تھی اس وجہ سے اس مصیبت میں گرفتار نہیں ہوا' اس معرکہ میں عمران نے شاہی فوج کے نامی گرامی سرداروں کو گرفتار کر لیا تھا۔ معزالدولہ نے عمران کے قیدیوں کا ان سے تبادلہ کر لیا اور بطائح پر عمران کی حکومت کو تسلیم کر لیا جس سے عمران کو ایک گونہ اطمینان حاصل ہوا اور قوت و شوکت بڑھ گئی۔

عمران کی بطیحہ پر حکمرانی

۳۴۴ھ میں عمران نے پھر بغاوت کا علم بلند کیا کیونکہ معزالدولہ کی بیماری طول کھینچ گئی تھی' اہل بغداد کو اس کی موت کا یقین ہو گیا تھا۔ اسی اثنا میں بہت سا مال و اسباب تجارت کے قافلہ کے ساتھ معزالدولہ کے پاس جا رہا تھا، عمران کو اس کی خبر لگ گئی' رال ٹپک پڑی' اگرچہ معزالدولہ کی صحت کے بعد جس قدر مال و اسباب عمران نے لوٹا تھا وہ سب کا سب واپس کر دیا مگر دلوں کی صفائی نہ ہوئی' رنجش بڑھتی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۵۵ھ میں معزالدولہ واسط گیا' فوجیں مرتب کیں اور ابو الفضل بن عباس بن حسن کی ماتحتی میں انہیں عمران کی جنگ پر روانہ کیا' انہی دنوں نافع (ابن وجیہ والی عمان کا مولی) معزالدولہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عمران کے مقابلہ میں امداد کی درخواست کی۔ معزالدولہ ابلہ چلا آیا۔ جنگی کشتیاں نافع کی ضمانت پر عمان روانہ کیں اور شاہی فوجیں جو ابو الفضل کے ہمراہ تھیں' بطائح کی طرف بڑھیں، جامدہ پہنچ کر لڑائی کا مورچہ باندھا' نہروں کو بند کر دیا جن کے ذریعہ سے جامدہ میں پانی آتا تھا۔ عمران جامدہ چھوڑ کر پہاڑی دروں میں چلا گیا۔ شاہی فوجیں اپنا سا منہ لے کر رہ گئیں۔ اور معزالدولہ نے ابلہ سے کوچ کیا۔ اثنا راہ میں بیمار ہو گیا۔ اسی بیماری کے زمانہ میں دوبارہ افواج شاہی کو عمران کی جنگ پر روانہ کیا' دارالخلافت بغداد پہنچ کر مر گیا' اس کا بیٹا عزالدولہ بختیار تخت حکومت پر متمکن ہوا اس نے افواج شاہی کو واپس بلا لیا اور عمران سے مصالحت کر لی چنانچہ عمران بلا تردد بطیحہ پر حکمرانی کرنے لگا۔

عمران اور عزالدولہ بختیار

۳۵۹ھ میں بختیار اور عمران میں ان بن ہو گئی، ایک مہینہ تک واسط میں ٹھہرا شکار کھیلتا رہا اس کے بعد اپنے وزیر جنگ کو عمران سے جنگ کرنے کے لیے جامدہ اور بطیحہ روانہ کیا، وزیر جنگ نے جامدہ پہنچ کر پانی کی آمد کے راستے بند کر دیے اور بند کے ذریعہ جامدہ کی نہروں کی طرف پانی پھیر دیا۔ اسی اثنا میں دجلہ کا سیلاب آیا اور اس نے اسے خراب کر دیا' عمران جامدہ سے دوسرے قلعہ میں چلا گیا اور اپنا تمام مال و اسباب اٹھا کر لے گیا، جب سیلاب کم ہوا تو شاہی فوجیں عمران کو ڈھونڈنے لگیں، عمران کا پتہ نہ چلا جس سے پریشانی بڑھ گئی لشکریوں کو وزیر جنگ کے خلاف شورش پیدا ہوئی بختیار نے دس لاکھ درہم پر عمران سے مصالحت کرنے کا حکم دے دیا جونہی شاہی فوجیں واپس ہوئیں، عمران کے ساتھیوں نے رہزنی شروع کر دی، شاہی فوج کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ ہزارہا مصیبتیں اٹھاتی یہ فوج ۳۶۱ھ میں بغداد پہنچی۔

عمران بن شاہین کی وفات

ماہ محرم ۳۶۹ھ میں عمران بن شاہین اپنے ظہور و غلبہ کے چالیس برس بعد دفعتہً مر گیا اگرچہ بادشاہوں اور خلفاء نے اسے گرفتار اور زیر کرنے کی بہت کوشش کی بارہا فوجیں بھیجیں مگر عمران پر کسی نے قابو نہ پایا یہاں تک کہ وہ مر گیا اس کی جگہ اس کا بیٹا حسن بطیحہ میں حکمران ہوا۔

عضدالدولہ کو حسن کے زیر کرنے کی تمنا پیدا ہوئی، فوجیوں کو جمع کیا اور اپنے وزیر جنگ کی ماتحتی میں بطیحہ روانہ کیا' وزیر جنگ نے بہت سا مال خرچ کر کے پانی کی آمد بند کر دی' اتفاق سے سیلاب آگیا اور پانی کا بند ٹوٹ گیا اس کے ایک مدت تک یہ ہوتا رہا کہ وزیر

جنگ جب پانی کا راستہ بند کر دیتا تو حسن دوسری طرف سے پانی کا راستہ کھول دیتا۔اسی چکر میں ایک روز دونوں میں مڈبھیڑ ہو گئی جس میں حسن کو کامیابی ہوئی۔ اس واقعہ میں وزیر جنگ کے ہمراہ مظفر ابو الحسن اور محمد بن عمر علوی کوئی بھی تھے۔ مظفر نے وزیر پر الزام لگایا کہ اس نے عمران سے سازش کر لی ہے اور خط و کتابت کر کے فوجی راز اس پر ظاہر کر دیے ہیں'وزیر کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر عضد الدولہ تک یہ خبر پہنچ گئی تو اس کی آنکھوں میں میری قدر و منزلت باقی نہ رہے گی۔ رفتہ رفتہ اس خیال نے اس درجہ ترقی کی کہ وزیر نے خود کشی کر لی، اس کا دم آخری تھا کہ لوگوں کو اطلاع ہو گئی آپس میں گفتگو کرنے لگے کسی نے کہا کہ یہ کام فلاں شخص کا ہے' وزیر کے کانوں تک یہ آواز پہنچی' آنکھیں کھول دیں' بولا مجھے کسی نے نہیں مارا مجھے خود کشی پر محمد بن عمر علوی نے مجبور کیا۔ یہ کہہ کر وہ مرگیا لوگوں نے اس کے وطن گازرون میں دفن کر دیا۔عضد الدولہ نے اپنے ایک معتمد امیر کو بھیج کر فوج کو واپس بلا لیا اور حسن بن عمران سے ادائے خراج کی شرائط پر جسے انہوں نے باہم طے کر لیا تھا مصالحت کر لی اور ضمانت کے طور پر اس کے چند آدمیوں کو لے لیا۔

حسن بن عمران اور اس کے بھائی ابو الفرج میں کچھ دنوں سے ناراضگی چلی آرہی تھی ابو الفرج موقع ڈھونڈھ رہا تھا اتفاق سے ان دونوں کی بہن بیمار ہو گئی'ابو الفرج نے عیادت کی غرض سے حسن کو بلا بھیجا اور چند آدمیوں کو اس کے گھر میں حسن کے قتل کی غرض سے چھپا رکھا تھا جوں ہی حسن بن عمران مکان میں داخل ہوا ان آدمیوں نے دروازہ بند کر لیا اور اسے قتل کر ڈالا'ابو الفرج مکان کی چھت پر چڑھ گیا اور حسن کے ہمراہیوں کو اس کے قتل سے مطلع کیا انعام اور صلہ دینے کا وعدہ کیا'حسن کے ہمراہی یہ سن کر خاموش ہو گئے چنانچہ ابو الفرج نے انہیں حسب وعدہ انعام دیا۔لشکریوں نے اسے حسن کی جگہ اپنا امیر تسلیم کر لیا اس کے بعد ابو الفرج نے دار الخلافت بغداد میں اپنی اطاعت کی عرض داشت بھیجی خلافت مآب نے سندِ حکومت بھیج دی۔ یہ واقعہ حسن کی حکومت کے تیسرے برس کا ہے۔

ابو الفرج کا قتل

حسن بن عمران کے قتل کے بعد وہ اشخاص جنہوں نے اسے قتل کیا تھا سردارانِ لشکر کے پاس جمع ہوئے۔ سردارانِ لشکر حاجب مظفر بن علی کے پاس حاضر ہوئے جو کہ عمران اور حسن کا حامی اور باا‌ثر سردار تھا'تمام واقعات بتلائے'ابو الفرج کی شکایتیں کیں۔حاجب نے ان لوگوں کو دم دلاسا دیا لیکن وہ اس کی تسلی سے راضی نہ ہوئے اور اسے ابو الفرج کے قتل پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ جب حاجب مظفر نے ابو الفرج کو اس کی جگہ حکومت کے چند مہینے بعد قتل کر کے اس کے بھائی حسن کے بیٹے ابو المعالی کو اپنا حکمران بنایا چونکہ ابو المعالی کم سن تھا اس وجہ سے حکومت کا نظم و نسق خود حاجب مظفر کرنے لگا'جو سالارانِ لشکر میں سے جن جن کی طرف سے اسے خطرہ تھا ان سب کو تہ تیغ کر کے امور سیاست و حکومت پر قابض ہو گیا۔ کچھ روز بعد حاجب مظفر بن علی کو جو کہ ابو المعالی کی حکومت کا منتظم تھا'حکومت بطیحہ کا لالچ پیدا ہوا'چونکہ ہوشیار اور چلتا پرزہ شخص تھا صمصام الدولہ سلطان بغداد کا ایک جعلی فرمان جس پر باقاعدہ سلطان کی مہر اور دستخط تھے' اور ایسے قاصد کے ذریعہ جس پر سفر کے آثار ظاہر تھے" مظفر کے دربار میں پیش کر دیا۔ فرمان میں لکھا ہوا تھا کہ "ابو المعالی نالائقی اور کم سنی کی وجہ سے معزول کیا جاتا ہے اور عنانِ حکومت حاجب مظفر بن علی کو عطا کی جاتی ہے اور سردارانِ لشکر کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اس فرمان کے مطابق عمل پیرا ہوں"۔ سرداران لشکر نے اطاعت قبول کر لی۔

مظفر بن علی

حاجب مظفر نے ابو المعالی اور اس کی ماں کو واسط بھیج دیا اور ان کی تنخواہ مقرر کر دی' اہلِ بطیحہ کے ساتھ بحسنِ سلوک پیش آیا۔ ابو المعالی کی معزولی سے عمران بن شاہین کے خاندان سے حکومت نکل گئی۔ اس واقعہ کے بعد حاجب مظفر نے اپنے بھائی علی بن نصر کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور علی کے بعد اپنی دوسری بہن کے لڑکے کو حکومت و امارت کی وصیت کی۔ علی بن نصر کی کنیت ابو الحسن تھی۔ امیر مختار کے لقب سے اپنے کو ملقب کرتا تھا۔ دوسرے کا نام علی بن جعفر تھا اور اس کی کنیت بھی ابو الحسن تھی۔

مہذب الدولہ کی حکومت

۳۶۷ھ میں حاجب مظفر تین سال حکومت کر کے مر گیا اس کے بعد اس کا بھانجا ابو الحسن بن علی بن نصر جیسا کہ حاجب نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا، حکمران ہوا۔ شرف الدولہ سلطان بغداد کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ اطاعت و فرماں برداری کا اقرار کیا۔ شرف الدولہ نے اسے بطیحہ کی عنان حکومت سپرد کی اور مہذب الدولہ کا لقب دیا۔ مہذب الدولہ نے رعایا کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کیا، داد و دہش سے کام لیا، مظلوموں کی فریاد سنی، اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ چاروں طرف سے لوگوں کی آمد شروع ہو گئی نامی نامی ارباب علم و فن نے بطیحہ میں سکونت اختیار کی بڑے بڑے مکانات اور محل بنوائے گئے، اطراف و جوانب کے بادشاہوں سے خط و کتابت ہونے لگی، دوستانہ مراسم پیدا ہو گئے۔ بہاء الدولہ نے اپنی لڑکی کا مہذب الدولہ سے عقد کر دیا جس سے مہذب الدولہ کی شوکت و شان دوچند ہو گئی یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ جس وقت قادر کو خلیفہ طائع سے خطرہ پیدا ہوا تھا اور جان کے خوف سے دارالخلافت سے بھاگ آیا تھا تو بطیحہ میں ہی آکر پناہ لی تھی۔ چنانچہ تین برس تک نہایت عزت و احترام سے مہذب الدولہ کے پاس رہا یہاں تک کہ ۳۸۱ھ میں خلافت کے لیے بطیحہ سے بغداد بلایا گیا۔

ابو العباس ابن واصل

ابو العباس ابن واصل زرلوک حاجب کا نائب تھا اسی کی خدمت میں ابن واصل کو عروج ہوا ایک مدت کے بعد ابن واصل کو زرلوک سے ناراضگی پیدا ہو گئی' ملازمت ترک کر کے شیراز چلا آیا اور فولاد کی خدمت میں رہنے لگا' فولاد نے اس کی بے حد عزت کی' زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ فولاد سے بھی جدا ہو کر اہواز چلا آیا پھر اہواز سے بغداد پہنچا' بغداد میں بھی زیادہ قیام نہیں کیا ابو محمد بن مکرم کی خدمت میں جا پہنچا پھر ابو محمد بن مکرم سے علیحدہ ہو کر بطیحہ میں مہذب الدولہ کی خدمت میں جا کر قیام کیا، مہذب نے اسے ذمہ دارانہ عہدہ پر مامور کیا۔ جس وقت کرستان نے بصرہ پر قبضہ کیا تھا اس وقت مہذب الدولہ نے اس سے جنگ کرنے کی غرض سے ابن واصل کو سردار لشکر مقرر کر کے بصرہ روانہ کیا۔ چنانچہ ابن واصل نے کرستان سے معرکہ آرائی کی اور اس پر غالب آکر مار ڈالا اس واقعہ سے ابن واصل کے حوصلے بلند ہو گئے، شیراز کی طرف چلا، محمد بن مکرم کی کشتیوں پر قبضہ کر لیا' مال و اسباب لوٹ کر نشیبی دجلہ کی طرف واپس آیا اور اس پر قابض ہو کر مہذب الدولہ کی مخالفت کا علم بلند کر دیا۔ مہذب الدولہ کو اس کی خبر لگی سو کشتیوں کا ایک بیڑہ جس میں بڑے بڑے سورما اور جنگ آور تھے، روانہ کیا۔ اتفاق یہ کہ کچھ کشتیاں ہوائے مخالف کی وجہ سے غرق ہو گئیں باقی ماندہ کو ابن واصل نے گرفتار کر لیا اور ایلہ کی جانب واپس آیا۔ مہذب الدولہ کو اس واقعہ سے بے حد صدمہ ہوا ابو معید بن ماکولا کی ماتحتی میں دوبارہ فوجیں روانہ کیں۔ ابن واصل نے انہیں شکست دی، اس کا مال و اسباب اور سامان جنگ چھین لیا اور بطیحہ کی طرف قدم بڑھایا۔ مہذب الدولہ میں مقابلہ کی قوت باقی نہ تھی، بطیحہ کو خیرباد کہہ کر شجاع بن مروان اور اس کے بیٹے صدقہ کے پاس چلا گیا' ان لوگوں نے مہذب الدولہ کے ساتھ بدعہدی کی اس کا مال و اسباب لے لیا تب بے چارہ مہذب الدولہ پریشان حال واسطہ چلا گیا۔ ابن وصل نے بطیحہ پر قبضہ کر لیا اور مہذب الدولہ اور اس کی بیوی دختر بہاء الدولہ کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ لیکن کچھ سوچ کر دختر بہاء الدولہ کا مال اس کے باپ کے پاس بھیج دیا اور وہ اس واقعہ سے پہلے اپنے باپ کے پاس بغداد چلی آئی تھی۔

اس کے بعد اہل بطائح نے ابن واصل کے خلاف شورش پیدا کی، ابن واصل نے سات سو سواروں کو مجاورہ روانہ کیا' اہل مجاورہ نے ان سے معرکہ آرائی کی' میدان جنگ اہل مجاورہ کے ہاتھ رہا۔ ابن واصل کو اس سے اپنی جان کا خطرہ پیدا ہوا' بطائح چھوڑ کر بصرہ لوٹ آیا اور استقلال و قوت کے ساتھ بصرہ میں قیام کیا۔ اہل بطائح کو ابن واصل کی مخالفت اور دشمنی سے خوف و خطر پیدا ہوا۔ بہاء الدولہ ابن واصل کی روک تھام اور سرکوبی کی غرض سے فارس سے اہواز آگیا۔ عمید الجیوش کو دارالخلافت بغداد سے طلب کر کے ابن واصل کی سرکوبی کا حکم دیا چنانچہ عمید الجیوش ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ واسطہ پہنچا بہت سی کشتیاں فراہم کیں' بطائح کی طرف کوچ کیا' ابن واصل بھی اس سے مطلع ہو کر بصرہ سے مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوا' دونوں حریف میدان جنگ میں آگئے' عمید الجیوش کی فوج میدان سے

بھاگ کھڑی ہوئی، ابن واصل نے ان کے سامان جنگ اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور مظفر و منصور بصرہ واپس آیا۔ عمید الجیوش ابن واصل سے شکست کھا کر واسط جا کر مقیم ہوا تھا اور ابن واصل سے جنگ کے لیے فوجیں جمع کرنے میں مصروف تھا کہ یہ خبر سننے میں آئی کہ ابن واصل کا گورنر بطائح فوجیں جمع کر کے دارالخلافت بغداد پر حملہ کرنے والا ہے۔ عمید الجیوش کو اس خبر سے سخت فکر پیدا ہوئی مہذب الدولہ کو دارالخلافت بغداد بلا کر شاہی افواج دے کر بطیحہ کی جانب روانہ کیا چنانچہ مہذب الدولہ براہِ دریا جنگی کشتیوں کا بیڑہ لیے ہوئے ۳۹۵ھ میں بطیحہ پہنچا اور بزورِ تیغ اس پر قابض ہو گیا، گردونواح کے امراء حاضر ہوئے اور اطاعت قبول کی، بہاء الدولہ نے پچاس ہزار دینار سالانہ خراج مقرر کیا۔

ابنِ واصل اس زمانہ میں خوزستان پر حملہ کرنے کے لیے لشکر جمع کرنے میں مصروف تھا' ملک گیری کی ہوا دماغ میں سمائی تھی' زیادہ تر دیلمی اور دوسری فوجیں جمع ہو گئی تھیں چنانچہ سب کو مسلح کر کے اہواز کی طرف روانہ ہوا' بہاء الدولہ نے اس سے مطلع ہو کر ابن واصل کے مقابلہ کے فوجیں پر روانہ کیں۔ ابنِ واصل نے کھلے میدان میں انہیں شکست دی' دارالخلافت میں داخل ہو کر جو کچھ پایا لوٹ لیا اس کے بعد آئندہ کے خطرے کے خیال سے بہاء الدولہ کی خدمت میں صلح کا پیام بھیجا' بہاء الدولہ نے مصلحتاً مصالحت کر لی اور اس کے مقبوضات میں چند مقامات کا اضافہ کر دیا۔

ابنِ واصل کا قتل

چونکہ بہاء الدولہ کے دل میں اس واقعہ سے ایک رنجش ہو گئی تھی اس وجہ سے موقع پا کر ایک فوج ابن واصل سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کی اور خود بھی اہواز کی طرف چلا' ابن واصل نے بہاء الدولہ کی فوج کا تلوار اور نیزوں سے استقبال کیا، اس واقعہ میں بدر بن حسنویہ بھی ابن واصل کا شریک اور معین تھا بہاء الدولہ نے اپنے وزیر السلطنت کو بطیحہ کی حمایت پر مامور کیا تھا، وزیر نے اسے دوبارہ شکست دی اور حسان بن محال خفاجی کوفی کے ساتھ کوفہ گیا اور کوفہ پر قبضہ حاصل کر کے بصرہ پر قابض ہو گیا، ابن واصل شکست کھا کر بدر بن حسنویہ کے پاس جانے کے خیال سے دجلہ کی طرف روانہ ہوا۔ جامعین پہنچا۔ بدر کے ملازموں نے عزت و احترام سے ٹھہرایا' ابو الفتح بن عنان کے ہمراہی جامعین کے قریب ہی تھے' اس کی آمد کی خبر پا کر "و فعتہ" حملہ کر دیا اور ابن واصل کو گرفتار کر کے دارالخلافت بغداد روانہ کر دیا۔ عمید الجیوش نے اسی حالت میں بہاء الدولہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ بہاء الدولہ جو پہلے ہی سے خار کھائے بیٹھا تھا' ۳۹۶ھ میں اسے قتل کر ڈالا جیسا کہ اوپر اس کے سلسلہ حالات میں تحریر کیا جا چکا ہے۔

ان واقعات کے ختم ہونے پر ماہ جمادی الآخر ۴۸۰ھ میں مہذب الدولہ نے وفات پائی۔ اس کا بھانجا ابو عبداللہ محمد بن نسی اس کی حکومت و سلطنت کا منتظم ہی نہ تھا بلکہ درحقیقت اس کے بجائے عنان حکومت اسی کے قبضہ میں تھی، لشکریوں نے جمع ہو کر اسے سردار تسلیم کر لیا چنانچہ اس نے ان لوگوں سے اپنی اطاعت و فرماں برداری کی قسمیں لیں، ابھی مہذب الدولہ نے وفات نہیں پائی تھی بسترِ علالت پر پڑا موت کا انتظار کر رہا تھا کہ ابو عبداللہ کو یہ خبر لگی کہ اس کے ماموں مہذب الدولہ کا بیٹا ابو الحسن احمد دعویدار حکومت ہے۔ اور اس نے سرداران لشکر سے سازش کر کے بعض فوجیوں سے اپنے باپ کے بعد اپنی حکومت کی بیعت لے لی ہے۔

مُہذب الدولہ کی وفات

ابو عبداللہ نے اس کی طلبی کا حکم صادر فرمایا، فوج نے حاضر کر دیا۔ ابو عبداللہ نے اسے گرفتار کر لیا۔ یہ خبر سن کر اس کی ماں (یعنی مہذب الدولہ کی بیوی، ابو عبداللہ کی ممانی) دوڑی آئی اور اصل واقعہ بیان کیا لیکن نتیجہ کچھ نہ ہوا اس کے دوسرے دن مہذب الدولہ کا انتقال ہو گیا اور ابو عبداللہ بن نسی تخت حکومت پر متمکن ہو گیا اور اپنے ماموں مہذب الدولہ کے انتقال کے تیسرے دن اپنے ماموں زاد بھائی ابو الحسن کو قیدِ حیات سے سبکدوش کر دیا۔

ابو محمد حسین بن بکر سراتی

ابو عبداللہ بن نسی اپنی حکومت کے تیسرے مہینہ مرگیا۔ ابو محمد حسین بن بکر سراتی کو جو کہ مہذب الدولہ کے خواص میں سے تھا بالاتفاق سرداران لشکر نے اپنا امیر تسلیم کر لیا' ابو محمد حسین بن بکر سراتی نے سلطان الدولہ سلطان بغداد کی خدمت میں ہدایا اور تحائف روانہ کیے' سلطان الدولہ نے اس کی حکومت تسلیم کر لی' ابو محمد سراتی ۴۱۰ھ تک بطیحہ پر حکومت کرتا رہا۔ سلطان الدولہ نے کسی وجہ سے ناراض ہو کر صدقہ ابن فارس مازیاری کو حکومتِ بطیحہ کی سند عنایت کی چنانچہ صدقہ نے بطیحہ پہنچ کر ابو محمد سراتی کو گرفتار کر لیا اور بطیحہ کی عنان حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لے لی" ابو محمد سراتی اس وقت سے برابر قیدی رہا یہاں تک کہ صدقہ نے وفات پائی اور اسے قید سے نجات ملی جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

صدقہ بن فارس مازیاری نے اپنی حکومت کے دسویں برس ماہ محرم میں سفر آخرت کیا' سابور بن مرزبان اس کی فوج کا سپہ سالار اعظم تھا چونکہ ابو الہیجار محمد بن عمران بن شاہین اپنے باپ عمران کے مرنے کے بعد پریشان ہو کر بدر بن حسنویہ کے پاس چلا گیا تھا اور ایک مدت تک وزیر ابو طالب کے یہاں ٹھہرا رہا' سابور کو موقع مل گیا' بطیحہ کی حکومت پر مطمئن ہو گیا' کچھ عرصہ بعد ابو نصر مروان نے سابور سے مخالفت شروع کر دی' سابور مقابلہ نہ کر سکا حکومت بطیحہ چھوڑ کر جزیرہ بنی دبیس چلا گیا اور ابو نصر حکومت بطیخہ پر قابض ہو گیا پھر تھوڑے دن بعد بطیحہ کی عنان حکومت ابو عبداللہ حسین بن بکر سراتی کے ہاتھ میں آ گئی۔

اہلِ بطیحہ کی بغاوت

ابو کالیجار نے ۴۱۸ھ میں اپنے وزیر السلطنت ابو محمد بن نا بشاذ کو بطیحہ سر کرنے کے لیے روانہ کیا چنانچہ وزیر السلطنت نے بطیحہ کو سر کرکے ابو عبداللہ حسین بن بکر سراتی کو بطیحہ کی حکومت پر مقرر کیا اس نے رعایا کے مال و زر پر دست اندازی شروع کر دی۔ خراج کے علاوہ روپوں کی ایک مقدار ان پر مقرر کر دی جو ان سے بہ زور جبر وصول کرتا تھا۔ اس سے رعایا نے پریشان ہو کر جلا وطنی اختیار کر لی جو باقی رہ گئے انہوں نے سراتی کو قتل کر ڈالنے کا ارادہ کر لیا' کسی ذریعہ سے یہ خبر سراتی تک پہنچ گئی۔ ان لوگوں کے پاس گیا' معذرت خواہی کی اور حسن سلوک کرنے کا وعدہ کیا' اپنی عادت بد کو ترک نہ کیا۔ اہلِ بطیحہ نے متفق ہو کر حملہ کر دیا اور اس کو اپنے شہر سے نکال دیا چنانچہ سراتی یزید بن مزید کے پاس چلا گیا۔ بطیحہ میں ایک جماعت جلال الدولہ کی فوج کی قید تھی اہلِ بطیحہ نے ان کو جیل سے نکالا اور ان کی مدد سے بطیحہ کے نظم و نسق سنبھالے اور اسی طرح بغاوت اور مخالفت پر قائم رہے جیسا کہ زمانۂ حکومت مہذب الدولہ میں تھے' اس کے بعد ابن طبرانی آیا اور اس نے بطیحہ پر قبضہ کر لیا اور ۴۳۳ھ تک بطیحہ میں ٹھہرا رہا پھر ابو نصر بن ہثیم نے ابن طبرانی پر فوج کشی کی اور اسے زیر کرکے بطیحہ فتح کر لیا اور جی کھول کر تباہ و برباد کیا' اہلِ بطیحہ نے اطاعت قبول کی اور جلال الدولہ کو خراج دینے کا وعدہ کیا۔

ابو کالیجار کا بطیحہ پر قبضہ

۴۳۹ھ میں ابو کالیجار نے اپنے وزیر السلطنت ابو الغنائم ابو السعادات کو ایک بڑی فوج دے کر بطیحہ کے محاصرہ اور فتح کرنے کے لیے روانہ کیا چنانچہ ابو الغنائم نے بطیحہ پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا' ان دنوں ابو منصور بن ہثیم بطیحہ میں حکومت کر رہا تھا' ابو منصور مقابلہ نہ کر سکا' صلح کی درخواست کی' اسی اثنا میں اس کے سردارانِ لشکر امن حاصل کرکے ابو الغنائم کے پاس چلے آئے تھے ان لوگوں نے اس کی کمزوری سے ابو الغنائم کو مطلع کر دیا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ عنقریب ابو منصور شہر چھوڑ کر بھاگا چاہتا ہے۔ ابو الغنائم نے ناکہ بندی کر لی جوں ہی ماہ صفر سنہ مذکور آیا ابو الغنائم نے جنگ چھیڑ دی' کامیابی اس کے ساتھ رہی' اہلِ بطیحہ کا ایک گروہ مارا گیا' متعدد کشتیاں ڈبو دی گئیں' جنگل اور پہاڑوں میں منتشر ہو گئے' ابو منصور تن تنہا کشتی پر سوار ہو کر نکل بھاگا' اس کے مکان میں آگ لگا دی گئی جو کچھ مال و اسباب تھا لوٹ لیا گیا۔

بطیحہ میں ابن ابی الخیر کی حکومت

اس کے بطیحہ میں بنو ابی الخیر کا دور حکومت شروع ہوا ان کی حکومت پانچویں صدی کے پہلے اور بعد تھی میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ بنو ابی الخیر کس گروہ میں سے تھے ہاں البتہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابو الخیر کے دو بیٹے تھے اسماعیل اور محمد۔ اسماعیل کا لقب مصطنع تھا اور محمد کا لقب مختص یہ دونوں اپنی قوم کے سردار تھے۔ مختص کے مرنے پر اس کا بیٹا مہذب الدولہ سردار بنایا گیا ابن ہیثم والی بطیحہ سے لڑائیاں ہوئیں بالآخر مہذب الدولہ نے گوہر آئین شحنۂ بغداد کے زمانہ میں ابن ہیثم کو مغلوب کر لیا اس کے بعد بنو اعمام اور خاندان والیاس کی اطاعت کو عزت کا باعث سمجھتے تھے۔

مہذب الدولہ اور صدقہ کی جنگ

سلطان محمد نے ۴۹۵ھ میں صدقہ بن مزید کو بطیحہ اور دجلہ کی گورنری عنایت کی شہر واسط بطور جاگیر مرحمت کیا' چنانچہ صدقہ نے مہذب الدولہ احمد بن محمد ابو الخیر والی بطیحہ سے ضمانت لے کر بطیحہ کی حکومت پر برقرار رکھا مہذب الدولہ نے اپنی اولاد کو بطیحہ کے صوبوں کی حکومتوں پر مامور کر دیا۔ حماد مہذب الدولہ کا چچا زاد بھائی تھا صدقہ نے اسے واسطہ کے انتظام پر مامور کیا تھا۔ مہذب الدولہ اپنے چچا اسماعیل کے بیٹے حماد سے نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کرتا تھا اور حماد کو ریاست و حکومت کی پڑی تھی جب گوہر آئین شحنہ بغداد کا انتقال ہو گیا تو حماد اپنے چچا زاد بھائی مہذب الدولہ سے لڑ پڑا مہذب الدولہ نے اصلاح کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ نفیس بن مہذب الدولہ نے فوجیں فراہم کر کے مقابلہ کیا حماد کو شکست ہوئی صدقہ کے پاس جا کر پناہ لی اور اس سے فوجیں لے کر مہذب الدولہ سے پھر لڑنے کے لئے بطیحہ آیا' مہذب الدولہ نے مدافعت پر کمر باندھی' متعدد لڑائیاں ہوئیں ابھی جنگ ختم نہ ہوئی تھی کہ صدقہ نے ایک تازہ دم فوج حماد کی مدد پر بھیج دی جس سے مہذب الدولہ کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' اس کی فوج کا زیادہ حصہ کام آگیا اس واقعہ سے حماد کی طمع زیادہ ہو گئی صدقہ سے مزید امداد کی درخواست کی چنانچہ صدقہ نے اپنے سپہ سالار حمید بن سعید کو حماد کی امداد پر مامور کیا مہذب الدولہ نے حمید بن سعید سپہ سالار لشکر کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا' حمید نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور اس کی صلح صفائی کرا دی اس کے بعد مہذب الدولہ نے اپنے بیٹے نفیس کو صدقہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ صدقہ نے درمیان میں پڑ کر حماد اور اس کے بنو اعمام مہذب الدولہ وغیرہم میں مصالحت کرا دی۔ یہ واقعہ ۴۳۰ھ کا ہے۔

نصر بن نفیس بن مہذب الدولہ

دبیس بن صدقہ نے مسترشد اور سلطان محمود کے عہد حکومت میں بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ برستی' شحنہ بغداد تھا اس نے بطیحہ کی حکومت دبیس کے قبضہ سے نکال کر اپنے خادم سبحان کو عنایت کی سبحان نے اپنی طرف سے نصر بن نفیس بن مہذب الدولہ احمد بن محمد بن ابو الخیر کو مامور کیا اور سلطان محمود نے برستی کو جنگ دبیس پر روانگی کا حکم دیا چنانچہ برستی دار الخلافت بغداد سے فوجوں کو جمع کر کے روانہ ہوا اس مہم میں نصر بن نفیس والی بطیحہ اور اس کا ابن عم مظفر بن حماد بن اسماعیل ابو الخیر بھی برستی کی رکاب میں تھا ان دونوں میں جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں خاندانی عداوت چلی آرہی تھی' برستی اور دبیس سے معرکہ آرائی ہوئی' دبیس نے برستی کو شکست دی۔ شاہی فوجیں شکست کھا کر بھاگیں لیکن نصر بن نفیس اور اس کا ابن عم حماد ساباط میں ٹھہرا رہا جوں ہی شاہی فوجیں شکست کھا کر آپہنچیں مظفر بن حماد نے نصر ابن نفیس کو قتل کر کے بطیحہ پر قبضہ کر لیا دبیس کی خدمت میں فدویت نامہ ارسال کیا اور دبیس نے خلافت مآب کی خدمت میں معذرت کا عریضہ روانہ کیا اور اطاعت و فرماں برداری کی قسم کھائی۔

منصور بن صدقہ کا انجام

اس واقعہ کی سلطان محمود کو خبر پہنچی' منصور بن صدقہ برادر دبیس اور اس کے لڑکے کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا' نیل کی سلائیاں

آنکھوں میں پھروا دیں۔ دبیس کو اس سے سخت صدمہ ہوا۔ اپنے قبائل کو جو واسط میں تھے سلطان محمود کے خلاف ابھارنے کی کوشش کی لیکن ترکوں نے اس سے روکا۔ مہلل بن ابو العسکر نے اپنے سپہ سالار افواج کو اس طوفان کو ختم کرنے کے لیے روانہ کیا اور مظفر بن حماد والی بطیحہ کو اہل واسط کے مقابلہ پر مدد دینے کے لیے لکھا لیکن مہلل نے عجلت سے کام لیا' ابھی مظفر بن حماد آنے نہ پایا تھا کہ اہل واسط سے لڑائی چھیڑدی' اہلِ واسطہ نے اسے شکست دے کر اس کے مال و اسباب اور سامان جنگ کو لوٹ لیا۔ غرض بطیحہ میں اسی طرح کی طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا' یہاں تک کہ بنو معروف نے بطیحہ کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور خلفاء نے انہیں بطیحہ سے نکال باہر کیا۔

بنو معروف کی بطیحہ سے جلاوطنی

بنو معروف چھٹی صدی کے آخر میں حکمرانِ بطیحہ تھے' مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ بنو معروف کا کس خاندان سے تعلق تھا۔ جس وقت خلافت بغداد کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکی اور ملوک سلجوقیہ کی جابرانہ حکومت کا دور شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اسلامی ممالک ان کے اقتدار سے نکلنے لگے۔ حلہ' کوفہ' واسطہ' بصرہ' تکریت' ہلیت' انبار اور حدیثہ پر سلاطین سلجوقیہ کا قبضہ ہو گیا اتنے میں ناصر کی خلافت کا دور آگیا۔ بنی معروف نے بطیحہ کی حکومت پر قبضہ کر لیا اس وقت ان لوگوں کا بزرگ خاندان معلی نامی ایک شخص تھا۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ بنو معروف قبیلہ ربیعہ سے تھے' فرات کے غربی حصہ میں سوارا کے نشیبی جانب بطائح کے متصل رہتے تھے جب ان کی ایذا رسانی' فتنہ انگیزی اور فساد کی شکایتیں بڑھیں اور چاروں طرف سے واویلا مچا تو خلیفہ ناصر نے معز الشریف متولی بلاد واسطہ کو بنو معروف کی سرکوبی کا حکم صادر فرمایا چنانچہ بنو معروف مقابلہ نہ کر سکے' شکست کھا کر بھاگے' قتل اور گرفتاری کا ہنگامہ برپا ہو گیا سینکڑوں مارے گئے بہت سے قید کر لئے گئے۔ باقی ماندہ دریا میں ڈوب کر مر گئے' ان کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا اسی وقت سے بطیحہ کا نظام حکومت درست ہو گیا۔ بطیحہ خلیفہ ناصر کے مقبوضات میں شامل ہو گیا اور حکومت کا کوئی دشمن باقی نہ رہا۔

باب ۱۵

دولت بنوحسنویہ

حسنویہ بن حسین کردی

حسنویہ بن حسین کردی' کردوں کے ایک گروہ سے تھا جو زیر نکاس کے نام سے مشہور تھا اور اس کا خاندان دولتیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ قلعہ سرماج کا مالک اور برزنکال کا امیر تھا۔اس نے حکومت اپنے ماموں ونداد اور غانم پسران احمد بن علی سے وراثتہ حاصل کی تھی' انہی کردوں کا ایک اور گروہ تھا جو عیاشیہ کہلاتا تھا۔ ان دونوں (ونداد اور غانم) نے اطراف دینور' ہمدان' نہاوند' صامغان' آذربائیجان کے بعض مضافات اور حدود شہر روز تک غلبہ حاصل کر لیا تھا اور تقریباً" پچاس سال تک ان بلاد کے مالک و حکمران رہے'ان میں سے ہر ایک کے پاس ہزاروں کی تعداد میں فوج تھی۔ المختصرانداد بن احمد ۳۴۹ھ میں انتقال کر گیا اس کی جگہ اس کا بیٹا ابو الغنائم عبدالوہاب حکمرانی کرنے لگا یہاں تک کہ کردوں میں سے سادنجان نے اسے گرفتار کرلیا۔ابو الغنائم کے فوجیوں نے حسنویہ کو اپنا امیر بنا لیا اس نے ابو الغنائم کے قلعوں اور املاک پر قبضہ کر لیا،اس کے بعد ۳۴۵ھ میں غانم بن احمد نے بھی سفرِ آخرت اختیار کیا،اس کا بیٹا ابو سالم وسیم اس کی جگہ قلعہ بُستان میں جا کر متمکن ہوا لیکن ابو الفتح بن عمید نے اس کی حکومت و ریاست چھین لی اور اس کے قلعوں موسوم بہ بستان وغانم آفاق وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔

حسنویہ نہایت خلیق اور سیرت کا بے حد اچھا تھا' حرمین میں ہر سال بہت سا مال بطور صدقہ بھیجا کرتا تھا' اپنے فرائض کو بطریق احسن انجام دیتا تھا اس نے محور مهندسہ میں قلعہ سرماج (یا سرباج) اور دینور میں ایک بہت بڑی جامع مسجد تعمیر کرائی' جب بنو بویہ حکمران ہوئے اور رکن الدولہ نے رے اور اس کے بلادِ متصلہ کو لے لیا تو حسنویہ رکن الدولہ کے ہوا خواہوں اور معین و مددگاروں میں داخل ہو گیا اس وجہ سے رکن الدولہ حسنویہ کے ساتھ ہر قسم کی مراعات اور اس کے کاموں سے چشم پوشی کرتا تھا یہاں تک کہ ابنِ مسافر اور دیلمیوں میں لڑائی شروع ہو گئی جس میں حسنویہ نے ابنِ مسافر کو شکست دی۔ ابنِ مسافر ایک محفوظ مقام میں قلعہ نشین ہو گیا حسنویہ نے اس کا محاصرہ کر لیا اور چاروں طرف آگ روشن کر دی' ابنِ مسافر ہلاکت کے قریب پہنچ گیا،مجبور ہو کر امن کی درخواست کی'حسنویہ نے امن دیا' لیکن پھر بدعہدی کی۔ اس سے رکن الدولہ کے خیالات خراب ہو گئے اور قومی رگِ حمیت جوش میں آگئی۔

ہمدان کی جنگ

رکن الدولہ نے ۳۵۹ھ میں اپنے وزیر السلطنت ابو الفضل بن عمید کو ایک بڑی فوج کے ساتھ حسنویہ کو زیر کرنے کے لیے روانہ کیا'ابو الفضل نے ہمدان پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑا اور حسنویہ پر طرح طرح کی سختی کرنے لگا۔ اس اثنا میں ابو الفضل مر گیا اور اس کے بیٹے ابو الفضل نے کسی قدر خراج پر حسنویہ سے مصالحت کر لی اور واپس آیا۔

ابو النجم بدر بن حسنویہ کی حکومت

۳۶۹ھ میں حسنویہ کی موت کا وقت آگیا۔ ابو العلاء عبدالرزاق' ابو النجم' بدر عاصم' ابو عدنان' عبدالملک اور بختیار اس کے لڑکے تھے بختیار قلعہ سرماج کا مالک تھا اور اسی کے پاس حسنویہ کا مال اور خزانہ تھا۔اس نے عضد الدولہ کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا اور اطاعت قبول کر لی لیکن کچھ عرصہ بعد منحرف ہو گیا،عضد الدولہ نے ایک فوج بختیار کو زیر کرنے کے لیے بھیج دی جس نے اس کے تمام

قلعوں پر قبضہ کر لیا جب عضد الدولہ اپنے بھائی فخر الدولہ سے جنگ کرنے کے لیے بڑھا اور ہمدان و رے پر قبضہ کر کے اپنے بھائی موید الدولہ کی حکومت میں ملحق و شامل کر دیا اور فخر الدولہ قابوس بن دشمگیر کے پاس چلا گیا تو عضد الدولہ نے حسنویہ کردی کے مقبوضات کی طرف بھی قدم بڑھایا اور نہاوند' دینور اور سرماج کو فتح کر لیا۔ جو کچھ مال و خزانہ اس قلعہ میں تھا لے لیا۔ یہ قلعہ نہایت عظیم الشان تھا اس قلعہ کے ساتھ دوسرے قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ حسنویہ کی اولاد بطور وفد عضد الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوئی' عضد الدولہ نے عبدالرزاق' ابو العلاء اور عدنان کو گرفتار کر لیا اور ان میں سے ابو النجم بدر بن حسنویہ کو اپنی خدمت کے لئے منتخب کر کے خلعتِ فاخرہ سے ممتاز کیا اور کردوں کی حکومت و سرداری عنایت کی اور سامان جنگ سے اسے مضبوط اور طاقتور بنایا۔

پسرانِ حسنویہ کا انجام

چنانچہ بدر نے ان اطراف کا انتظام درست کیا' عنان حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لی۔ کردوں کی آئے دن کی بغاوت اور سرکشی کو روک دیا جس سے حکومت و ریاست پر اس کے قدم جم گئے' اس کے بھائیوں کو اس سے حسد و رشک پیدا ہوا' عاصم اور عبدالملک نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ مخالف کردوں کو جمع کر کے برسرجنگ آ گئے' عضد الدولہ نے بدر کی حمایت کی اور ان لوگوں کو ہوش میں لانے اور ان کی سرکوبی کی غرض سے فوجیں روانہ کیں' عاصم نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا' شاہی فوج نے اسے شکست دی اور گرفتار کر کے ہمدان لے آئی اس کے بعد پھر اس کی خبر نہ ملی۔ یہ واقعہ ۳۷۰ھ کا ہے' عضد الدولہ نے حسنویہ کے تمام لڑکوں کو بغاوت کے الزام میں قتل کر ڈالا اور ابو النجم بدر کو بدستور اس کی حکومت پر قائم رکھا۔

مشرف الدولہ کی بغاوت

جب عضد الدولہ نے وفات پائی اور اس کا بیٹا صمصام الدولہ تخت حکومت پر متمکن ہوا تو (اس کے بھائی) مشرف الدولہ نے فارس میں علم مخالفت بلند کیا اور دارالخلافت بغداد پر قابض ہو گیا۔ فخر الدولہ بن رکن الدولہ خراسان سے اصفہان اور رے کی طرف اپنے بھائی موید الدولہ کے انتقال کے بعد واپس آیا' اس کی مشرف الدولہ سے کچھ چھیڑ چھاڑ ہو گئی جس سے مشرف الدولہ کے دل میں فخر الدولہ کی طرف سے ناراضگی پیدا ہو گئی۔ جب مشرف الدولہ کی حکومت دارالخلافت بغداد میں مستحکم ہو گئی اور بغداد کی عنان حکومت صمصام الدولہ نے اپنے قبضہ میں لے لی تو اسے اپنے سپہ سالار قرا تکین جہشاری کو زیر کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ قرا تکین نہایت ہشیار شخص تھا' مشرف الدولہ نام کا بادشاہ تھا' سیاہ و سفید کا مالک قرا تکین تھا اور یہ امر مشرف الدولہ کو ناگوار تھا' اس وجہ سے مشرف الدولہ نے فوجیں مرتب کر کے قرا تکین کو بدر بن حسنویہ سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس روانگی اور جنگ سے مقصد یہ تھا کہ مشرف الدولہ کو دونوں میں سے ایک سے چھٹکارا مل جائے گا یا قرا تکین اس لڑائی میں کام آجائے گا اور ہمیشہ کے لیے اس کی زبردستی سے نجات مل جائے گی یا بدر کے مقبوضات ہاتھ آجائیں گے۔

قرا تکین اور بدر بن حسنویہ

۳۷۲ھ میں قرا تکین اور بدر بن حسنویہ میں وادی قرمیسین میں جنگ چھڑ گئی۔ بدر کو شکست ہوئی' روپوش ہو گیا قرا تکین اور اس کے ہمراہی نہایت بے فکری سے لشکر گاہ اور خیموں میں آرام کرنے لگے۔ بدر نے غافل پا کر ایسی تیزی سے پھر حملہ کیا کہ قرا تکین اور اس کے ہمراہی حیران رہ گئے' اپنے کو سنبھال بھی نہ سکے اور نہ گھوڑوں پر سوار ہو سکے' بدر نے ان کے خون کا دریا بہا دیا اور جو کچھ ان کے پاس تھا سب پر قبضہ کر لیا صرف چند آدمیوں کے ساتھ قرا تکین جان بچا کر نہوان کے پل کی طرف بھاگا' باقی بچے ہوئے لوگ بھی اس سے آملے' پریشان حال بغداد چلا آیا۔

بدر کو ناصر الدولہ کا لقب

اس واقعہ سے بدر کا دائرۂ حکومت وسیع ہو گیا، صوبجات جبل پر قابض ہو گیا اور قوت و شوکت بڑھ گئی۔ حکومت و ریاست کو استحکام حاصل ہو گیا۔ اس وقت سے بدر کو متواتر کامیابی اور غلبہ حاصل ہو گیا یہاں تک کہ ایوانِ خلافت سے ۳۸۸ھ حکومت بہاء الدولہ کے زمانہ میں سند حکومت عطا کی' ناصر الدولہ کا لقب دیا گیا۔ حرمین میں بے حد صدقات بھیجا کرتا تھا، عرب کو حجاز میں کھانا کھلواتا اور حاجیوں کی خاطر داری کرتا تھا' اس کے ہمراہیوں نے کردوں کے فساد اور رہزنی کو روک دیا تھا جس سے اس کی عزت بڑھ گئی اور اس کا ذکر خیر بلند ہو گیا۔

ابو جعفر حجاج بن ہرمز' بہاء الدولہ کی طرف سے عراق کی حکومت پر مامور ہوا پھر بہاء الدولہ نے اسے معزول کر دیا اور ابو علی بن ابو جعفر استاد ہرمز کو اس کی خدمت کی عزت بخشی۔ ابو علی نے عمید الجیوش کا لقب اختیار کیا اور ابو جعفر اطراف کوفہ میں قیام پذیر ہوا۔ عمید الجیوش سے جنگ ہوئی اگرچہ پہلی لڑائی میں ابو جعفر کو شکست ہوئی لیکن سلسلۂ جنگ ۳۹۴ھ تک جاری رہا۔ بنو عقیل' خفاجہ اور بنو اسد سے امداد لے کر دونوں فریق لڑتے رہے' بہاء الدولہ بصرہ میں ابنِ واصل سے معروف جنگ تھا' ۳۹۷ھ تک اس لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔

جب ابنِ واصل میں لڑائی کی قوت باقی نہ رہی تو اس نے قلج والی کی جگہ ابو الفتح محمد بن عنان کو مامور کیا جو کہ بدر بن حسنویہ کا دشمن اور مخالف تھا' بدر بن حسنویہ اس سے ناراض ہو کر ابو جعفر کی طرف مائل ہو گیا اور اس کی امداد کی غرض سے کردوں اور اس کے سرداروں کو اپنا ہم خیال بنا لیا' امیر ہندی بن سعدی' ابو عیسٰی سادی بن محمد درام بن محمد اپنی اپنی فوجیں لے کر بدر بن حسنویہ کے پاس چلے آئے اور علی بن مزید بھی ان لوگوں کے ساتھ شریک ہو گیا' یہ لوگ کوچ و قیام کرتے ہوئے بغداد کی طرف بڑھے' بغداد سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ کیا' ابو الفتح بن محمد بن عنان اس خبر سے مطلع ہو کر عمید الجیوش کے پاس چلا گیا اور اس کے ساتھ دار الخلافت بغداد کی حمایت اور بدر بن حسنویہ وغیرہ کی مدافعت پر تیار ہوا۔ ابھی لڑائی کا آغاز نہیں ہوا تھا کہ ابنِ واصل کی شکست اور بہاء الدولہ کے غلبہ کی خبر پہنچی گئی' سب کے سب سر پر پاؤں رکھ کر محاصرۂ بغداد چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ابو جعفر نے حلوان کا راستہ لیا' ابو عیسٰی اس کے ہمراہ تھا اس نے بہاء الدولہ سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا۔

بدر بن حسنویہ کی اطاعت

اس کے بعد بدر بن حسنویہ نے رافع بن معین عقیلی کی ولایت کی طرف قدم بڑھایا اور بنو مسیب کی مدد سے مار دھاڑ شروع کر دی کیونکہ اس نے ابو الفتح کو اپنے یہاں پناہ دی تھی اور اسی زمانے میں اس نے حلوان اور قرمیسین پر قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ بدر نے رافع کے مقبوضات سر کرنے کے لیے ایک فوج روانہ کیا جس نے اسے تباہ کیا' بہت سے مقامات کو خاک سیاہ کر دیا۔ ابو الفتح بحالِ پریشان عمید الجیوش کی خدمت میں دار الخلافت بغداد پہنچا۔ عمید الجیوش نے اپنے پاس ٹھہرایا' امداد کا وعدہ کیا۔ جب بہاء الدولہ کو ابنِ واصل کی مہم اور اس کے قتل سے فراغت حاصل ہو گئی اس وقت بہاء الدولہ نے عمید الجیوش کو ابو الفتح کی اعانت کی غرض سے بدر بن حسنویہ کی سرکوبی کا حکم دیا چنانچہ عمید الجیوش شاہی فوجوں کو لیے ہوئے نیشا پور پہنچ کر اُتر پڑا' بدر بن حسنویہ نے گھبرا کر مصالحت کا پیام بھیجا' اور مصارفِ فوج کشی ادا کرنے کا اقرار کیا' عمید الجیوش اس پر راضی ہو گیا۔ بدر بن حسنویہ نے حسبِ اقرار مصارف فوج ادا کر دیے اور عمید الجیوش بغداد واپس آیا۔

ہلال بن بدر

ہلال بن بدر کی ماں شاذنجان سے تھی جس کے قریبی عزیز ابو عنان اور ابو الشوک بن مہلل وغیرہ تھے۔ ہلال کے پیدا ہونے کے بعد ہی بدر نے اس کی ماں سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اس وجہ سے ہلال نے اپنے باپ کے سایۂ عاطفت میں نشوونما نہ پائی تھی بلکہ اس سے علیحدہ اپنے ماموں کے یہاں پرورش پا کر جوان ہوا۔ بدر نے اپنے دوسرے بیٹے عیسٰی کو تعلیم و تربیت دی اور ولی عہدی کے لیے منتخب کیا تھا۔

اس کے بعد ہلال صامغان کا حاکم ہوا۔ ابن مضاضی والیٔ شہر روز کو اس کا قرب پسند نہ آیا کیونکہ بدر سے اس کے دوستانہ مراسم تھے۔ ابن مضاضی نے ہلال کو حکومت صامغان سے روکا اور جب وہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا، تہدید آمیز پیام بھیجا اور اس کے باپ (بدر) نے بھی دھمکی۔ ہلال نے فوجیں فراہم کرکے ابن مضاضی پر چڑھائی کر دی اور شہر روز کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابن مضاضی نے محاصرہ اٹھانے کی ہر چند کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ ہلال نے بزورِ تیغ فتح کرکے ابن مضاضی کو مار ڈالا اور اس کے گھربار کو لوٹ لیا۔ اس واقعہ سے باپ اور بیٹے کی مخالفت اور بڑھ گئی۔

ہلال چلتا پرزہ تھا اور بدر سخت مزاج تھا۔ ہلال نے اپنے باپ بدر کے سرداروں اور دوستوں کو ملا لیا' سب کے سب بدر کا ساتھ چھوڑ کر ہلال کے پاس چلے آئے۔ ہلال فوج جمع کرکے اپنے باپ سے جنگ کرنے کے لیے کھڑا ہوا۔ دینور میں باپ اور بیٹے کا مقابلہ ہوا۔ مقابلہ سے پہلے بدر کی قسمت میں شکست لکھی جا چکی تھی، گرفتار ہو کر اپنے بیٹے ہلال کے روبرو پیش کیا گیا' ہلال نے بدر کو عبادت کی غرض سے قلعہ دینور واپس کر دیا اور گزارے کے لیے پنشن مقرر کر دی اور جو کچھ مال و اسباب قلعہ میں تھا اس پر قبضہ کر لیا۔

بدر نے قلعہ میں متمکن ہونے اور مستقل طور سے رہنے کے بعد قلعہ کو ہر طرح سے مستحکم کر لیا' ابو الفتح بن عنان اور ابو عیسیٰ سادی بن محمد کے پاس استر آباد پیام بھیجا کہ ہلال کے مقبوضات نہایت سرسبز اور آباد ہیں' ذرا سی نقل و حرکت میں یہ مقبوضات ہاتھ آئے جاتے ہیں۔ موقع کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ ابو عیسیٰ سادی پر بدر کا یہ جادو چل نہ سکا' مگر ابو الفتح نے قرمیسین پر فوج کشی کر دی اور قابض ہو گیا' دیلمی فتح یابی کے بعد رعایا کے ساتھ نہایت بداخلاقی سے پیش آئے' ہلال نے ان پر سختی سے حملہ کیا اور بہت سے دیلمیوں کو مار ڈالا۔

ہلال کی گرفتاری و اطاعت

بدر نے اپنے قلعہ سے بہاء الدولہ کی خدمت میں ہلال کے مقابلہ کے لیے امداد کی درخواست بھیجی بہاء الدولہ نے اپنے وزیر السلطنت فخر الملک کو ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا شاپور خوست تک پہنچ گیا' ہلال گھبرا گیا۔ ابو عیسیٰ بن سادی سے مشورہ کیا' ابو عیسیٰ نے رائے دی کہ بہتر یہ ہے کہ تم بہاء الدولہ کی اطاعت قبول کر لو اور اگر کسی وجہ سے اطاعت قبول کرنا پسند نہ کرتے ہو تو جنگ میں جلدی نہ کرو، حیلوں سے وقت ٹالتے رہو۔ ہلال نے ابو عیسیٰ کی رائے پسند نہ کی اور سازش کا الزام لگایا اتنے میں شاہی فوج آ گئی اور ہلال نے بھی مقابلہ کی تیاری کر دی۔ فخر الملک نے شاہی فوج کو میمنہ و میسرہ سے مرتب کیا' ہلال نے یہ رنگ دیکھ کر کہلا بھیجا "میں مقابلہ کے ارادے سے نہیں آیا ہوں بلکہ اظہار اطاعت کی غرض سے آیا ہوں"۔ بدر نے اس امر کا احساس کرکے ہلال کا جادو وزیر پر چلا چاہتا ہے' وزیر کو اصل واقعہ سے مطلع کیا اور یہ امر کہ یہ ہلال کی چال بازی اور فریب ہے' ہلال کے حرکات و سکنات سے ثابت کر دیا۔ وزیر السلطنت کے خیالات تبدیل ہو گئے' لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا' زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ ہلال پابہ زنجیر حاضر کیا گیا وزیر السلطنت نے حکم دیا "کہ قلعہ کی کنجیاں بدر کے حوالے کر دو"۔ ہلال نے مجبوراً" اس شرط سے کہ آئندہ اس کا باپ (بدر) اس سے کسی قسم کی دشمنی نہ کرے گا، گردن جھکا دی' اس کی ماں نے بھی ان لوگوں کے ساتھ جو قلعہ میں تھا' امن کی درخواست کی' وزیر نے ان سب کو امن دیا قلعہ پر قبضہ کر لیا اور مال و اسباب ضبط کر لیا۔ قلعہ میں اس وقت چالیس ہزار دینار کی تھیلیاں تھیں اور چار لاکھ درہم کی تھیلیاں اس کے علاوہ جواہرات' قیمتی قیمتی کپڑے اور بے شمار آلات حرب تھے' وزیر نے قلعہ بدر کے حوالے کیا اور مال و اسباب لے کر دار الخلافت بغداد کی طرف واپس ہوا۔

بدر بن حسنویہ نے شہر روز عمید الجیوش کے حوالے کر دیا تھا اور عمید الجیوش نے اپنی طرف سے ایک شخص کو شہر روز میں نائب مقرر کیا تھا' یہ واقعات بالا ۴۰۰ھ میں پیش آئے اور ہلال بن بدر ان دنوں قید تھا تو اس کا لڑکا طاہر فوجیں جمع کرکے شہر روز پر چڑھ آیا اور فخر الملک وزیر السلطنت کی فوج سے جو شہر روز میں تھی' لڑائی چھیڑ دی چنانچہ ماہ رجب میں وزیر السلطنت کی فوج کو شکست ہو گئی اور

طاہر نے شہر روز پر قبضہ کر لیا۔وزیر السلطنت نے عتاب آموز خط لکھااور ان لوگوں کی رہائی کا حکم دیا جو اس وقت طاہر کے پاس قید میں تھے'طاہر نے قیدیوں کو رہا کر دیااور شہر روز بدستور اس کے قبضہ میں رہ گیا۔

بدر بن حسنویہ کا قتل

۴۰۵ھ بدر بن حسنویہ امیر جبل نے حسن بن مسعود کُردی پر اس کے ملک پر قبضہ کرنے کی غرض سے فوج کشی کی اور قلعہ کو بحہ (کوسجد) میں اس کا محاصرہ کر لیا۔اتفاقات کچھ ایسے پیش آئے کہ محاصرہ زیادہ دن تک قائم رہا اور کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ ہمراہیانِ بدر نے گھبرا کر بدعہدی پر کمر باندھ لی اور اس کے قتل پر متفق ہو گئے۔ کردوں میں سے جو رقان نامی ایک فرقہ اس امر کا ذمہ دار ہوا۔ چنانچہ ان لوگوں نے بدر کو قتل کر ڈالا محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے' شمس الدولہ بن فخر الدولہ والیٔ ہمدان کے علَم حکومت کی اطاعت قبول کر لی۔حسین بن مسعود کردی نے بدر کی تجہیز و تکفین کرائی اور مشہد علی میں دفن کر دیا۔

طاہر بن ہلال کی گرفتاری

طاہر بن ہلال اپنے دادا بدر کے خوف سے اطرافِ شہر روز میں قیام کیے ہوئے تھا' جب اسے بدر کی موت کی خبر ملی تو اپنے دادا بدر کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کی غرض سے بغاوت کر دی۔ شمس الدولہ نے بغاوت کی روک تھام کی' طاہر کے دماغ میں حکومت وامارت کی ہوا سائی' تھی'لڑ پڑا۔ شمس الدولہ نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا اور ہمدان لے جا کر قید کر دیا اور بدر کے مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ کردوں میں سے شاذنجان اور کریہ' ابو الشوک کے دائرۂ حکومت میں داخل ہو گئے۔

ہلال بن بدر کا خاتمہ

طاہر کا باپ ہلال بن بدر اس زمانہ میں سلطان الدولہ کے پاس دار الخلافت بغداد میں قید تھا۔سلطان الدولہ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر ہلال کو قید سے رہائی دی' سامانِ جنگ اور ایک بڑی فوج دے کر شمس الدولہ سے ملک واپس لینے کی غرض سے روانہ کیا۔ شمس الدولہ کی ہلال سے معرکہ آرائی ہوئی لیکن جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ہی ہلال کی قسمت میں شکست لکھی جا چکی تھی۔شمس الدولہ نے ہلال کو شکست دی اور گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ شاہی فوجیں جو اس کے ہمراہ تھیں،شکست اٹھا کر بغداد واپس آئیں' شاپور خورست دینور' یزدجرد' نہاوند' استر آباد اور صوبہ اہواز کا کچھ حصہ بدر کے قبضہ میں تھا ان کے علاوہ ان قلعوں اور شہروں پر بھی اس کا قبضہ تھا جو ان مقامات میں تھے۔ عادل' عالی' حوصلہ' بلند ہمت' اور سخی تھا'جن دنوں بدر اور اس کا بیٹا ہلال مارا گیا تو بدر کا پوتا طاہر شمس الدولہ کے پاس ہمدان میں قید کی مصیبتیں جھیل رہا تھا۔

ابو الشوک بن ابو الفتح محمد

ابو الفتح محمد بن عنان کردوں میں سے شاذنجان نامی ایک گروہ کا امیر تھا،حلوان اس کے قبضہ میں تھا،بیس سال تک حلوان پر حکومت کرتا رہا۔ بدر بن حسنویہ اور اس کے بیٹے صوبجات جبل میں اس کے ہمسایہ اور دشمن ہونے کی وجہ سے ابو الفتح محمد سے لڑا بھڑا کرتے تھے۔۴۰۱ھ میں اس نے وفات پائی اس کی جگہ ابو الشوک اس کا بیٹا حکمران ہوا' دار الخلافت بغداد سے شاہی فوجیں آئیں'ابو الشوک نے ان سے معرکہ آرائی کی لیکن شکست اٹھا کر حلوان میں قلعہ نشین ہو گیا۔ بہاء الدولہ کی طرف سے وزیر فخر الملک عمید الجیوش کے بعد عراق آیا تو ابو الشوک نے نامہ و پیام کر کے مصالحت کر لی۔ شمس الدولہ ابن معز الدولہ ابن بویہ نے اسی زمانہ میں طاہر ابن ہلال ابن بدر سے اطاعت و فرماں برداری کی قسم لے کر قید سے رہا کر دیا تھا اور اس کی قوم اور بلادِ جبل کی حکومت و امارت عطا کی تھی۔ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ اس کی ابو الشوک والیٔ حلوان سے خاندانی دشمنی اور پرانا جھگڑا چلا آرہا تھا' طاہر کو قید سے رہا ہونے کے بعد ابوالشوک سے بدلہ لینے

کا شوق پیدا ہوا، فوجیں جمع کیں، سامانِ جنگ جمع کیا اور ابو الشوک سے لڑائی چھیڑ دی، اس واقعہ میں ابو الشوک کو شکست ہوئی، اس کا بھائی سعدی بن محمد مارا گیا، کچھ عرصہ بعد ابو الشوک نے فوجیں جمع کر کے جنگ کا دوبارہ سلسلہ چھیڑا اتفاق یہ کہ اس دفعہ بھی شکست ہوئی حلوان واپس آیا قلعہ نشین ہو گیا اور طاہر نے اس کے گردونواح کے شہروں پر قبضہ کر کے نہروان میں سکونت اختیار کی۔

طاہر بن ہلال کا خاتمہ

ان دو لڑائیوں میں دونوں فریق قوت آزمائی کر چکے تھے اس وجہ سے آئندہ لڑائی روکنے کے خیال سے دونوں فریقوں نے مصالحت کر لی اور ابو الشوک نے اپنی بہن کا نکاح طاہر سے کر دیا۔ جب طاہر کو ہر طرح سے اطمینان ہو گیا اور ابو الشوک کی طرف سے بے خوف ہو گیا تو ابو الشوک نے بحالتِ غفلت طاہر پر حملہ کر کے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا اور اپنے بھائی سعدی بن محمد کے خون کا بدلہ لے لیا، طاہر کے ہمراہیوں نے مقابر بغداد میں لے جا کر دفن کر دیا، ابو الشوک نے طاہر کے تمام مقبوضات پر قبضہ کر لیا، دینور جا کر قیام پذیر ہوا۔

ابو الشوک کی فتوحات

جب علاء الدولہ کاکویہ نے ۴۱۴ھ میں عساکر شمس الدولہ بن بویہ کو شکست دے کر ہمدان پر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑا تو اسے دینور پر کسی غیر کی حکومت ذرّہ بھر بھی نہ بھائی چنانچہ دینور کو ابو الشوک کے قبضہ سے نکال لیا۔ شاپور خورست اور اس اطراف کے تمام شہروں پر قابض ہو گیا، ابو الشوک کے تعاقب میں چلا۔ مشرف الدولہ سلطان بغداد نے ابو الشوک کی سفارش کی، علاء الدولہ اس کا تعاقب چھوڑ کر واپس آیا۔ اس کے بعد جب تاتاریوں کا زور شروع ہوا اور انہوں نے رے پر ۴۳۰ھ میں حملہ کیا، ہمدان اور اس کے گردونواح کو استرآباد اور دینور تک تباہ کرنے لگے تو ابو الفتح ابن ابو الشوک نے تاتاریوں سے جنگ کی اور لڑ کر انہیں شکست دی، ان کے گروہ کو گرفتار کر لیا اس کے بعد تاتاریوں اور ابو الفتح میں مصالحت ہو گئی اور ابو الفتح نے ان قیدیوں کو چھوڑ دیا اور واپس ہو گئے۔

۴۳۰ھ میں ابو الشوک نے قرمیسین صوبہ جبل پر قبضہ حاصل کر لیا اور اس کے والی کو جو کہ اکراد' تربیہ (قوہیہ) سے تھا، گرفتار کر لیا والیٔ قرمیسین کا بھائی ابو الشوک کے خوف سے قلعہ ارنبہ کی طرف بھاگ گیا۔ شہر خولنجان بھی انہی کردوں کا تھا، ابو الشوک نے اسے سر کرنے کے لیے ایک فوج روانہ کی، شہر فتح نہ ہو سکا اور فوج واپس آ گئی، اہلِ شہر کو اطمینان ہو گیا، ابو الشوک نے اسی دن اپنی فوج کو پھر حملہ کا حکم دیا، اس کی اطلاع نہ تو اہل قلعہ ارنبہ کو تھی اور نہ خولنجان والے اس نقل و حرکت سے مطلع ہوئے، ابو الشوک کی فوجیں شہر اور قلعہ میں گھس پڑیں، مار دھاڑ شروع ہو گئی جسے پایا مار ڈالا جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ اہلِ شہر نے اطاعت قبول کی اور امن کی درخواست کی چنانچہ لوگوں کو امان دے دی گئی لیکن محافظ فوج نے وسط شہر کے قلعہ میں جا کر پناہ لی، قلعہ کے دروازے بند کر لیے گئے، ابو الشوک کی فوج نے بھی ان کا محاصرہ کر لیا اور ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور میں اس پر قابض ہو گئی۔

ابو الفتح بن الشوک اپنے باپ کی طرف سے دینور کا حاکم تھا، آدمی رعب و داب کا تھا، سیاست میں بھی پورے طور سے دخل رکھتا تھا حکومت و ریاست پر قدم جم گئے تھے، متعدد قلعوں پر قبضہ کر لیا اور اس کے اطراف و متعلقات کی تاتاری حملوں سے جیسا کہ چاہیے تھا حفاظت کی پھر اس کا دماغ پھر گیا اپنے باپ ابو الشوک سے بھی بڑھ جانے کا خیال پیدا ہوا۔ ماہ شعبان ۴۳۱ھ میں قلعہ یکورا (یا بلورا) پر فوج کشی کی، اتفاق سے اس وقت والی قلعہ موجود نہ تھا، اس کی بیوی قلعہ میں تھی اس نے ابو الفتح کے خوف سے مہلل سے کہلا بھیجا کہ آپ آ کر قلعہ پر قبضہ کر لیجئے میں قلعہ کی کنجیاں آپ کو دے دوں گی۔ مجھ میں ابو الفتح سے جنگ کی قوت نہیں ہے۔ مہلل اس وقت اپنے محلسرا اطراف صامغان میں تھا چنانچہ مہلل اس پیام کو پا کر قلعہ سے ابو الفتح کی واپسی کا منتظر رہا اور فوجیں جمع کرتا رہا جب ابو الفتح قلعہ کے محاصرہ پر اپنی فوج چھوڑ کر واپس ہوا تو مہلل اپنا لشکر لے کر پہنچ گیا اور ابو الفتح کی فوج کا محاصرہ کر لیا۔ اس اثنا میں ابو الفتح قلعہ کے محاصرہ کے لیے پھر واپس آیا، مہلل ایک مقام پر چھپ رہا جوں ہی ابو الفتح مقام کمین گاہ سے آگے بڑھا مہلل نے حملہ کر دیا، لڑائی شروع ہو گئی، کامیابی کا سہرا مہلل کے سر رہا، ابو الفتح گرفتار ہو کر مہلل کے روبرو پیش کیا گیا مہلل نے اسے جیل میں ڈال دیا۔

ابو الشوک کو اس واقعہ سے صدمہ ہوا لشکر فراہم کر کے شہر روز پر حملہ کر دیا مدتوں محاصرہ کیے رہا اس کے بعد مہلل کے مقبوضات کی طرف قدم بڑھایا، جنگ کا سلسلہ طویل ہو گیا، کوئی مقصد حاصل نہ ہوا یہاں تک کہ مہلل نے علاء الدولہ بن کاکویہ کو ابو الفتح کے مقبوضہ بلاد پر قبضہ کا لالچ دیا اور اس پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دی۔ علاء الدولہ نے دینور اور قرامیسین پر ۴۳۲ھ میں قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ابو الشوک نے دقوقا پر چڑھائی کی (دقوقا پر مہلل بن محمد کا قبضہ تھا) اور اپنے بیٹے سعدی کو آگے بڑھنے کا حکم دیا سعدی نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی، دقوقا کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا اس کے بعد ابو الشوک بھی آ گیا، شہر پناہ کی دیوار توڑ کر شہر میں گھس پڑا اور قبضہ کر لیا۔ شہر کے بعض محلوں کو لوٹ لیا، کردوں کا اسلحہ اور مال و اسباب چھین لیا دقوقا میں صرف ایک شب قیام کیا تھا کہ یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ اس کا بھائی سرخاب بن محمد اس کے مقبوضات کی طرف بڑھ رہا ہے، اس خوف سے کہ مبادا انہیں قبضہ سے نکل جائے دقوقا سے واپس ہوا۔ جلال الدولہ سلطان بغداد سے امداد کی درخواست کی، جلال الدولہ نے ایک لشکر اس کی مدد پر بھیج دیا جس کی وجہ سے ابو الشوک کے مقبوضات سرخاب کے حملوں سے محفوظ رہے۔ مہلل نے یہ رنگ دیکھ کر علاء الدولہ بن کاکویہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بھائی ابو الشوک کی زیادتیوں کی شکایت کی اور اس کے مقابلہ پر امداد کا طالب ہوا، علاء الدولہ اپنی فوج لے کر اس کی حمایت پر نکل پڑا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا قرمیسین پہنچا، ابو الشوک کو اس کی خبر مل گئی حلوان کی طرف واپس ہوا علاء الدولہ نے تعاقب کیا، رفتہ رفتہ مرج پہنچا اور ابو الشوک سے قریب ہو گیا، ابو الشوک نے قلعہ پسروان پہنچ کر قلعہ نشین ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اور جلال الدولہ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آپ مجھے زیادہ تنگ کریں گے اور مجھے کوئی بھاگنے کی صورت دکھائی نہ دے گی تو میں جلال الدولہ کو اپنے مقبوضات سپرد کر دوں گا بہتر یہ ہے کہ آپ مجھ سے مصالحت کر لیجئے اور مجھ سے لڑائی کا خیال چھوڑ دیجئے۔ علاء الدولہ یہ پیام پا کر مصالحت پر آمادہ ہو گیا چنانچہ دینور لے کر مصالحت کر لی اور لوٹ آیا۔ اس کے بعد ابراہیم نیال اپنے بھائی طغرل بک کے حکم سے ہمدان کے خیال سے کرمان روانہ ہوا اور پہنچتے ہی ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ کرساشف ابن علاء الدولہ جو رقان کے کردوں کے پاس چلا گیا۔ ابو الشوک ان دنوں دینور میں تھا اس خبر وحشت اثر کو سن کر دینور چھوڑ کر قرامیسین چلا گیا، نیال نے دینور پر بھی قبضہ کر لیا اور ابو الشوک کے تعاقب میں قرمیسین کی طرف روانہ ہوا۔ ابو الشوک کو اس کی خبر مل گئی۔ قرمیسین کو بھی خیر باد کہہ کر حلوان کا راستہ اختیار کیا اور اپنی فوج کو جس میں دیلمی اور کرد تھے شاذنجان کی طرف قدم بڑھایا اور جنگ کر کے شاذنجان پر قبضہ کر لیا، بہت بڑی خون ریزی ہوئی، ابو الشوک کی فوج کا اکثر حصہ کام آ گیا بقیہ نے ابو الشوک کے پاس حلوان جا کر پناہ لی، ابو الشوک نے اپنے اہل و عیال اور ذخیرہ کو قلعہ سیروان بھیج دیا اور خود حلوان میں رہا۔

نیال مہم شاذنجان سے فارغ ہو کر صیمرہ کی طرف بڑھا اور اس پر کامیاب ■ کر اسے تباہ و برباد کیا اس کے بعد ان کردوں پر حملہ آور ہوا جو صیمرہ کے قرب و جوار کے مقام جو رقان میں ٹھہرے ہوئے تھے، اس لڑائی میں بھی کردوں کو شکست ہوئی، کرساشف بن علاء الدولہ انہیں کردوں کے پاس مقیم تھا، ان کی شکست سے جان کے لالے پڑ گئے، کسی طرح جان بچا کر پناہ لی۔ نیال آخر ماہ شعبان میں جو رقان پہنچا اور قبضہ کر لیا بازار لوٹ لیے، مکانات کو جلا دیا، اسی سلسلہ میں ابو الشوک کا مکان بھی آگ کی نذر ہو گیا۔

ابو الشوک اور مہلل میں اتحاد

ان واقعات نے ابو الشوک اور اس کے بھائی مہلل کو خواب غفلت سے بیدار کیا، مخالفت کا خیال ترک کر کے اتحاد کی طرف مائل ہوئے، باہم خط و کتابت شروع کی، ابو الشوک کا لڑکا ابو الفتح مہلل کے یہاں بحالت قید مر گیا مہلل نے اپنے بیٹے ابو الغنائم کو ابو الشوک کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ میں بحلف کہتا ہوں کہ ابو الفتح کو میں نے قتل نہیں کیا ہے بلکہ وہ اپنی موت مر گیا ہے اور اگر یہ ثابت ہو جائے تو میں بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ میرے لڑکے کو اس کے بدلے میں قتل کر ڈالیے، ابو الشوک کا دل صاف ہو گیا، ہر دو نے اتحاد کی قسمیں کھائیں اور نیال کی مدافعت پر تیار ہو گئے چنانچہ ابو الشوک نے سرخاب سے قلعہ دور بلونہ چھین لیا تھا اس وجہ سے دونوں میں لڑائی چلی آ رہی تھی، سرخاب نے اس موقع کو غنیمت شمار کر کے بندنجین پر چڑھائی کر دی۔ بندنجین سعدی بن ابو الشوک کے قبضہ میں

تھا۔ سعدی مقابلہ نہ کر سکا بندنجین چھوڑ کر ایلہ چلا گیا۔ سرخاب نے بندنجین کو لوٹ لیا۔

ابو الشوک کی وفات

۴۳۷ھ میں ابو الشوک نے قلعہ سیروان مضافات حلوان میں وفات پائی؛ اس کا بھائی مہلل اس کی جگہ حکومت کی کرسی پر متمکن ہوا' کردوں کا ایک گروہ اس کے بھتیجے سعدی بن ابو الشوک کی اطاعت چھوڑ کر مہلل کے پاس چلا آیا، سعدی کو اس سے بے حد رنج ہوا نیال برادر طغرل بک کے پاس چلا گیا اور اسے مہلل کے علاقہ پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دینے لگا۔

مہلل کے قرمیسین پر قبضہ

جس وقت نیال نے حلوان کے قریب کردوں کو شکست دی اس وقت قرمیسین پر بدر بن طاہر بن ہلال بن بدر بن حسنویہ کو مامور کیا تھا، مہلل نے ابو الشوک کی وفات کے بعد ۴۳۸ھ میں قرمیسین پر حملہ کیا؛ بدر بن طاہر مقابلہ نہ کر سکا اہل قرمیسین کو بے یارومددگار چھوڑ کر بھاگ گیا۔ مہلل نے قبضہ کر لیا اور اپنے بیٹے محمد کو دینور کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ دینور میں نیال کی فوجیں تھیں' محمد نے ان کو سر میدان شکست دے کر دینور پر قبضہ کر لیا۔ مہلل نے اپنے بھائی ابو الشوک کے بعد اس کے کل مقبوضات پر قبضہ کر لیا اور مادر سعدی (یعنی اپنی بھاوج زوجہ ابو الشوک) سے عقد کر لیا۔ شاذنجان میں کردوں کے ساتھ بد اخلاقی کے ساتھ پیش آنے لگا اور خفیف خفیف معاملات میں بے حد سختی کرنے لگا۔ سعدی نے نیال کو ان مقبوضات پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دی جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں' نیال نے تاتاریوں کا ایک لشکر سعدی کی ماتحتی میں شاذنجان کی جانب ۴۳۹ھ میں روانہ کیا' سعدی نے حلوان پر قبضہ کر کے نیال کے نام کا خطبہ پڑھا اور شہر کے نظم و نسق سے فارغ ہو کر بابدشت کی جانب کوچ کیا۔ مہلل کو اس نقل و حرکت کی خبر مل گئی فوراً" حلوان آپہنچا اور قبضہ کر کے نیال کا خطبہ و سکہ موقوف کر دیا۔ سعدی بابدشت سے اپنے چچا سرخاب کی طرف گیا اور اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا اس کے بعد ایک دستہ فوج کو بندنجین کی جانب روانہ کیا جس نے سرخاب کے نائب کو گرفتار کر لیا اور شہر کو لوٹ کر تباہ کر دیا۔ سرخاب نے قلعہ دوز بلونہ جا کر پناہ لی اور سعدی قرمیسین کی جانب واپس آیا اور حلوان پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ مہلل نے اس سے مطلع ہو کر اپنے بیٹے بدر کو حلوان سر کرنے کے لیے بھیجا چنانچہ اس نے حلوان پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ سعدی نے تاتاریوں کو جمع کیا پھر حلوان کی طرف بڑھا اور بدر کو نکال کر قبضہ کر لیا، حلوان کے بعد اپنے چچا مہلل کی طرف بڑھا' مہلل نے گھبرا کر تیراز شاہ کے پاس قلعہ شہر روز میں جا کر پناہ لی۔

تاتاری لشکر نے اس اطراف کے شہروں اور حلوان کو جی کھول کر لوٹا اور سعدی نے تیراز شاہ پر محاصرہ ڈال دیا، احمد بن طاہر نیال کا نامی سپہ سالار اس مہم میں سعدی کے ساتھ تھا، مہلل نے تنگ آکر اپنے بھتیجے سے مل جانے کا ارادہ کر لیا مگر کردوں کی مخالفت نے اسے اس سے باز رکھا اس کے بعد اپنے چچا سرخاب کی طرف محاصرہ ڈالنے کی غرض سے دوربلونہ پر حملہ کیا؛ ابو الفتح بن دارم نامی سپہ سالار رکاب میں تھا، کوچ و قیام کرتا ہوا روانہ ہوا۔ پہاڑی درے بکثرت اور راستہ بے حد تنگ تھا جس سے محاصرین کے حوصلے ٹھنڈے ہو گئے' جان کے لالے پڑ گئے۔ سعدی اور ابو الفتح وغیرہ سرداران لشکر گرفتار کر لیے گئے اور تاتاریٔ لشکر ان اطراف پر قبضہ کر لینے کے بعد ناکام واپس ہوا۔ جس وقت سرخاب نے اپنے برادر زادہ ابو الشوک کو گرفتار کر لیا اس وقت اس کے بیٹے ابو العسکر کو اپنے باپ کے اس فعل سے سخت غصہ پیدا ہوا۔ کچھ بن نہ پڑا تو اپنے باپ سے علیحدگی اختیار کر لی چونکہ سرخاب کرسیٔ حکومت پر متمکن ہونے کے بعد کردوں سے بدسلوکی کرنے لگا تھا اس وجہ سے کردوں نے متفق ہو کر سرخاب کو گرفتار کر کے نیال کے پاس بھیج دیا، نیال نے اس کی آنکھیں نکلوا لیں اور سعدی بن ابو الشوک کی رہائی کا مطالبہ کیا چنانچہ اس کے بیٹے ابو العسکری نے سعدی کو چھوڑ دیا اور اپنے باپ سرخاب کی رہائی کی کوشش کرنے کی سعدی سے قسم لے لی۔ سعدی کی رہائی کے بعد کردوں کا ایک گروہ آکر جمع ہو گیا۔ سب کو فوج کی صورت میں جمع کر کے نیال کی طرف روانہ ہوا۔ نیال کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ سعدی نے دسکرہ کی طرف قدم بڑھایا اور ابو کالیجار کو اپنی اطاعت کا پیام دیا۔

نیال سعدی کی علیحدگی کے بعد قلعہ کلنجان سر کرنے کے لیے روانہ ہوا' اہلِ قلعہ نے اطاعت قبول نہ کی مقابلہ پر آئے۔ نیال نے اپنی فوج کے ایک حصے کو قلعہ دور بلونہ کے محاصرہ پر روانہ کیا اور بقیہ فوج کے ساتھ بندنجین کی طرف بڑھا۔ قتل و غارت' سزا اور تاوان لینے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی یہاں تک کہ باشندگان بندنجین کو خوب پامال کیا ان میں سے ایک گروہ فتح کی طرف روانہ ہوا۔ فتح میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی مال و اسباب اور ذخیرہ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا' نیال کی فوج نے تعاقب کیا' ایک میدان میں دونوں کا سامنا ہو گیا' مرتا کیا نہ کرتا بحکم ہرکہ تنگ آمد بجنگ آمد لڑ پڑا' قسمت نے یاوری نہ کی ہمراہیان نیال فتح یاب ہوئے فتح نے اپنے احباب اور قرب و جوار کے حکمرانوں سے امداد کی درخواست کی کسی نہ کوئی توجہ نہ دی مجبور ہو کر جلا وطن ہو گیا' ان دنوں سعدی بن ابو الشوک مقام باجبین سے دو کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا' تاتاریوں نے اس پر شب خون مارا' اور اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ تاتاریوں اس کی غارت گری سے ان ممالک کا کوئی شہر قریہ نہ بچ سکا' دسکرہ' ہارونیہ اور قصر نیشا پور وغیرہ ان کی غارت گری اور قتل کی نذر ہو گئے ان مقامات کے باشندگان کچھ تو تاتاریوں کے تیغ اجل کی نذر ہو گئے اور کچھ دریا اور نہروں میں ڈوب کر مر گئے باقی ماندہ کو سردی نے ہلاک کر دیا۔ سعدی بہزار خرابی اپنی جان بچا کر وہاں سے ابو الاغر دبیس بن مزید کے پاس چلا گیا اور اس کے پاس مقیم رہا۔ اس کے بعد نیال نے قلعہ سیروان کا محاصرہ کر لیا۔ رسد و غلہ کی آمد بند کر دی اور قرب و جوار کے شہروں پر شب خون مارنے کے لیے فوجیں روانہ کیں' اس قتل و غارت گری کا سیلاب تکریت تک پہنچ گیا۔ سیروان کے محافظوں نے بھوک اور فاقہ کشی سے تنگ آکر اطاعت کر لی امن کے خواست گار ہوئے' نیال نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں پر سعدی کا جو کچھ ذخیرہ تھا سب لے لیا' اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو قلعہ کا حاکم مقرر کیا' کچھ روز بعد حاکم قلعہ مردان مر گیا۔ پھر نیال نے اپنے وزیر کو شہر روز فتح کرنے کے لیے روانہ کیا چنانچہ وزیر السلطنت نے شہر روز پر بہ زورِ تیغ قبضہ حاصل کر لیا۔ مہلل بھاگ نکلا اور دور تک بھاگا چلا گیا' نیال کے لشکریوں نے میدان خالی پا کر قلعہ اہواز کا محاصرہ کر لیا' مہلل کو موقع مل گیا' اہلِ شہر روز سے نامہ و پیام سلسلہ کر لیا اور انہیں ان تاتاریوں پر دفعتہً حملہ کرنے پر ابھارا جو ان دنوں وہاں موجود تھے چنانچہ اہلِ شہر روز نے ایک روز بحالتِ غفلت تاتاریوں پر حملہ کر دیا اور سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا' نیال کا سپہ سالار یہ خبر سن کر شہر روز واپس آیا لیکن ناکام رہا اس کے بعد تاتاریوں کا وہ لشکر جو بندنجین میں مقیم تھا نہر سلیلی کی طرف سیلاب کی طرح بڑھا' ابو دلف قاسم بن محمد جاداًئی سے معرکہ آرا ہوا' ابو دلف نے انہیں شکست فاش دی اور ان پر فتح یاب ہوا اور جو کچھ ان کے پاس تھا' لوٹ لیا۔

علی بن قاسم اور تاتاریوں کی جنگ

ماہ ذی الحجہ سنہ مذکور میں تاتاریوں کا ایک گروہ علی بن قاسم کے مقبوضہ علاقہ پر حملہ آور ہوا اور لوٹ کا بازار گرم کر دیا' راستہ نہ جانتے تھے ایک پہاڑی درے میں گھس پڑے' علی بن قاسم کو موقع مل گیا' حملہ کر کے جو مال غنیمت اس کے ملک سے تاتاریوں نے حاصل کیا تھا سب کا سب واپس لے لیا۔ احمد بن طاہر سپہ سالار نیال قلعہ تیران شاہ کا برابر محاصرہ کیے رہا یہاں تک کہ ۴۴۰ھ کا دور آگیا اور اس کی فوج میں وبا پھیل گئی۔ نیال سے امداد کی درخواست کی' نیال اس کی مدد کو نہ پہنچ سکا' احمد مجبور ہو کر محاصرہ اٹھا کر مابد شیر چلا آیا۔

مہلل کی بغداد کو روانگی

اس واقعہ کی خبر مہلل تک پہنچ گئی' اپنے لڑکوں میں سے ایک لڑکے کو شہر روز بھیجا جس نے شہر روز پر قبضہ کر لیا۔ تاتاری فوجوں نے سیروان چھوڑ دیا۔ لشکر بغداد نے حلوان کی طرف کوچ کیا۔ قلعہ حلوان کا محاصرہ کر لیا لیکن کامیاب نہ ہوا صرف وہ مال ہاتھ آیا جسے تاتاری لٹیرے چھوڑ آئے تھے' شاہی فوج نے بھی ان صوبہ جات کی بربادی میں پورا پورا حصہ لیا' باقی رہا مہلل اس نے بغداد کا راستہ لیا۔ اپنے مال و اسباب اور اہل و عیال کو بغداد میں چھوڑا اور اپنی فوج کو بغداد سے چھ کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا' ان غارت گریوں کی خبریں سن کر بغداد سے ایک لشکر بندنجین کی طرف روانہ کیا۔ تاتاریوں سے جو اس وقت وہاں موجود تھے' مڈبھیڑ ہوئی' تاتاریوں نے شاہی لشکر

کو شکست دی اور سب کو قتل کر ڈالا کوئی بھی جانبر نہ ہو سکا۔

سلطان طغرل بک اور مہلل

۴۴۳ھ میں مہلل برادر ابو الشوک' سلطان طغرل بک کی خدمت میں باریاب ہوا۔ سلطان نہایت عزت و احترام سے پیش آیا اور اسے اس کے مقبوضات سیروان' دقوقا' شہرروز اور صامغان کی حکومت عنایت کی،مہلل نے اپنے بھائی سرخاب کی رہائی کی سفارش کی جو ایک مدت سے سلطان کی قید میں تھا چنانچہ سلطان نے اس کی سفارش قبول اور منظور فرمائی اور سرخاب کو قید سے آزادی دی۔قلعہ ماتکی کی جو اس کے مقبوضات سے تھا،حکومت سپرد کی۔ سرخاب قید سے رہائی پا کر قلعہ ماتکی کی طرف روانہ ہوا۔ سعدی ابن ابی الشوک بھی اس عنایت شاہی سے محروم نہیں رہا۔ سلطان طغرل بک نے اسے زاوندین بطور جاگیر عنایت کیا۔

سعدی بن ابو الشوک اور ابو دلف کی جنگ

پھر ۴۴۶ھ میں سلطان طغرل بک نے سعدی کو تاتاری افواج کا سردار بنا کر اطراف عراق کو سر کرنے کے لیے روانہ کیا،یہ کوچ و قیام کرتا ہوا ابادشت پہنچا پھر وہاں سے کوچ کرکے ابو دلف جاوالی کی جانب بڑھا۔ ابو دلف مقابلہ نہ کر سکا بھاگ کھڑا ہوا۔ سعدی نے تعاقب کیا۔ تھوڑی دور جا گھیرا مال و اسباب لوٹ لیا ابو دلف تن تنہا بہ یک بنی دو گوش اپنی جان بچا کر بھاگ نکلا۔

مہلل کی گرفتاری

خالد ابن عم سعدی اور مطر ابن علی بن معن عقیلی کی اولاد سعدی کے پاس وفد لے کر حاضر ہوئے اور مہلل کی زیادتیوں کی شکایت کی' سعدی نے امداد و اعانت کا وعدہ دے کر واپس کیا اثنائے راہ میں مہلل کے ہمراہی مل گئے۔ بنو عقیل نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ مہلل نے فدیہ دے کر ان لوگوں کو چھڑایا اور موقع پا کر تل عکبرا پر ان لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کی،بنو عقیل کو شکست ہوئی،مہلل نے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا بنو عقیل پریشانِ حال سعدی کے پاس سامرا پہنچے' اپنے رنج و غم کی داستان سنائی،سعدی کو طیش آگیا فوجیں جمع کرکے اپنے چچا مہلل کا تعاقب کیا اور اس پر کامیاب ہو کر اسے اور اس کے بیٹے مالک کو گرفتار کر لیا۔بنو عقیل کا مال جس قدر مہلل نے لوٹ لیا تھا، سب کا سب واپس لے لیا اور حلوان کی طرف لوٹ پڑا۔

بدر بن مہلل کی شہرروز کی جانب پیش قدمی

ان واقعات سے دارالخلافت بغداد میں بے چینی سی پیدا ہو گئی'الملک الرحیم کی فوجیں جمع ہوئیں ابو الاغر دبیس بن مزید ان فوجوں کے ساتھ تھا۔ سعدی کا لڑکا سلطان طغرل بک کے پاس رہن تھا اور مہلل بھی سعدی کے یہاں قید کی مصیبتیں جھیل رہا تھا۔ سلطان طغرل بک نے سعدی کے لڑکے کو سعدی کے پاس بھیج دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ میں اسے مہلل کی جگہ دیتا ہوں تم مہلل کو قید سے رہا کر دو۔ سعدی کو اس حکم کی تعمیل میں پس و پیش ہوا، طغرل بک کی مخالفت کا اعلان کرکے حلوان کی طرف روانہ ہوا۔ اہل حلوان نے شہر میں گھسنے نہ دیا' ناچار رشتبعاد اور بروان کے درمیان حملے کرتا رہا اور الملک الرحیم کی اطاعت قبول کر لی'سلطان طغرل بک کو سعدی کا یہ فعل ناگوار گزرا ایک لشکر بدر بن مہلل کی ماتحتی میں شہرروز کی طرف روانہ کیا' ابراہیم بن اسحاق (سعدی کا سپہ سالار) سامنے آگیا'باہم لڑائی ہوئی' ابراہیم اپنی جان بچا کر قلعہ رشتبعاد کی طرف بھاگا اور بدر بن مہلل نے شہرروز کی طرف قدم بڑھایا۔ ابراہیم یہ سن کر حلوان چلا آیا اور وہیں قیام پذیر رہا۔ پھر ۴۴۶ھ میں بدر نے دسکرہ پر فوج کشی کی۔ اسے تاراج کرکے رشتبعاد جا پہنچا'یہ قلعہ سعدی کے قبضہ میں تھا اور اس قلعہ میں سعدی کا مال و اسباب اور ذخیرہ تھا۔ حاکم قلعہ مقابلہ پر آیا لیکن اس کے حملوں نے قلعہ اس کے سپرد کر دینے پر مجبور کر دیا اور اس کے متعلقات خراب اور ویران کر دیے۔

كتابُ العِبَرِ وديوانُ المبتدأ والخبرِ في أيّامِ العَرَبِ وَالعَجَمِ وَالبَربَرِ وَمَن عاصَرَهُم مِن ذَوِي السُّلطانِ الأكبَرِ

المعروف بہ

تاریخ ابن خلدون

جلد چہارم

حصہ پنجم، ششم

اموی خاندان کے نامور حکمران ہشام کا پوتا امیر عبدالرحمٰن الداخل بنو عباس سے بچ کر اندلس میں آیا اور یہاں براعظم یورپ میں جس عظیم الشان اسلامی سلطنت کی داغ بیل ڈالی، تاریخ اس پر ہمیشہ ناز کرتی رہے گی۔ اس جلد میں امیر عبدالرحمٰن الداخل سے لے کر آخری دور زوال تک، اندلس کی اسلامی سلطنت اور بے مثال تہذیب، ترکوں کی یلغار، فاطمیوں کے عروج و زوال، ہندوستان میں فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی اور ہندوستان میں پہلی اسلامی سلطنت کے بانی شہاب الدین غوری کی فتوحات کے مستند و معتبر حالات بیان کئے گئے ہیں۔

تصنیف

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون

ترجمہ

علامہ حکیم احمد حسین الہ آبادی

ترتیب و تبویب

منیر احمد نعیم ایم۔اے

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور